عطائین
اردو شرح
تفسیر جلالین
جلد پنجم
حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری
ناشر
ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)
۲۴۳/ بی، گلشن اقبال بلاک ۶ کراچی۔

عطائین

اُردو شرح

تفسیر جلالین

جلد پنجم

تشریف بخدمتہ

حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری

ناشر

ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)

۲۳۲/بی، گلشن اقبال بلاک ۶ کراچی۔

نام کتاب : عطائین جلد ۵
مرتب : مفتی محمد امتیاز قادری
طبع اول : ۲۰ اگست ۲۰۱۴ء بمطابق ۲۲ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ
کمپوزنگ : مولانا بشارت علی
تعداد : ۱۱۰۰
باہتمام : ادارہ فیضان رضا (رجسٹرڈ)، ۲۳۲/بی گلشن اقبال
بلاک ۶ کراچی۔ ۲۲۴۱۰۵۱۔۰۳۲۱

درج ذیل مقامات سے حاصل کیجئے

﴿کراچی﴾:

(۱) مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، (۲) مکتبہ برکات مدینہ، بہار شریعت مسجد ۳۵۳۱۹۲۲۔۰۳۲۱، (۳) فیضان مدینہ باب المدینہ۔ (۴) جیلانی پبلی کیشنز اردو بازار۔

﴿لاہور﴾:

(۱) نعیمی کتاب گھر اردو بازار لاہور ۷۲۴۸۹۲۷۔۴۲۔۹۲ (۲) مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ (۳) کرماوالا بک شاپ، دربار مارکیٹ (۴) مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ (۵) مکتبہ اعلیٰ حضرت نزد دربار مارکیٹ (۶) نظامیہ کتاب گھر اردو بازار (۷) مکتبہ اسلامیہ اردو بازار ۷۶۳ ۸۶۶۱۷۔۰۳۲۱ (۸) پروگریسو بکس اردو بازار۔

﴿راولپنڈی﴾:

(۱) احمد بک شاپ (۲) اسلامک بک شاپ (۳) مکتبہ قادریہ عطاریہ۔

﴿فیصل آباد﴾:

(۱) مکتبہ اہل سنت، فیضان مدینہ چوک، سوساں روڈ مدینہ ٹاؤن ۶۶۱۳۷۲۶۔۰۳۲۱ (۲) مکتبہ اسلامیہ۔

﴿ملتان﴾:

(۱) مکتبہ فیضان سنت، پیپلز مسجد اندرون بوہر گیٹ۔ (۲) مکتبہ کریمیہ، (۳) ادارہ ضیاء السنۃ، (۴) مکتبہ حاجی مشتاق۔

﴿حیدرآباد﴾:

(۱) مکتبہ سخی سلطان۔

الاهداء

میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں اے رحمت عالم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

ساری تعریفیں اس خالق کائنات ﷻ کے لئے جس نے اس عالم رنگ و بو کو طرح طرح سے مزین کیا اور کروڑ ہا کروڑ درود ہوں اس رحمت والے آقا ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر جو ہم بے کسوں، غم کے ماروں، دکھ یاروں کا واحد سہارا ہیں۔ اللہ ﷻ کی دی ہوئی توفیق اور فخر کائنات، شاہِ موجودات ﷺ کی نظر کرم کا صدقہ ہے کہ **ادارہ فیضان رضا** نے اس خدمت کو سرانجام دیا ۔ ہم اللہ رب العزت ﷻ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ ﷻ اس خدمت کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرما کر اس پر اجر عظیم سے مالا مال فرمائے۔ ہم اس پر مرتب ہونیوالے اجر وثواب کو مکی مدنی آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے وسیلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام ﷺ، تابعین، تبع تابعین، جمیع بزرگان دین، تمام سلاسل کے صوفیاء واولیاء، بالخصوص شہنشاہِ بغداد سیدنا **حضور غوث پاک** قدس سرہ العزیز کی بارگاہ مقدسہ، **اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی** علیہ الرحمۃ، اور دورِ حاضر کے عظیم دینی رہنما، شیخ طریقت امیر اہلسنت **مولانا محمد الیاس قادری** صاحب مدظلہ العالی اور ان تمام مومنین و مومنات جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اور تا قیام قیامت تک پیدا ہونگے سب کو اس اجر وثواب سے مالا مال کردے، بالخصوص اس ادارے سے وابسطہ جملہ احباب جو اس خدمت کو قارئین تک پہنچانے میں ادارے کے معاون و مددگار بنے ، اللہ ﷻ سب کے نامۂ اعمال میں ہدیۂ ثواب پہنچائے، اور مزید اخلاص کی دولت سے مالا مال کرے اور قابل صلاحیت افرادی قوت سے ادارے کو مالا مال فرمائے۔ اللہ ﷻ اہلسنت کی تمام چھوٹی بڑی دینی درس گاہوں اور اداروں کی حفاظت فرمائے۔

ادارہ فیضان رضا

ایڈریس: ۲۳۲/بی، گلشن اقبال بلاک ۶، کراچی

توجہ کیجئے!

رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، دین کی سر بلندی اور علمائے اہل حق تک قیمتی مواد در باب **عطائین اردو شرح تفسیر جلالین جلد ۵** کو پہنچانے کے لیے نہایت توجہ کے ساتھ شرح لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ ﷻ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نفع بخش بنائے۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں دعوی کمال نہیں، لہذا جو خوبی نظر آئے وہ ہمارے بزرگوں کا فیضان سمجھ کر قبول فرمائیں اور اس میں جو خامی ہو وہاں ہماری غیر ارادی کوتاہی کو دخل ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اہل علم اسے پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رائے ضرور دیں اور اس شرح میں موجود کسی کمی، کوتاہی یا اضافہ کی جانب توجہ دلانا چاہیں تو ہمارے درج پتہ پر بذریعہ خط روانہ فرما دیں تاکہ ہم اپنی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوں اور اس نشاندہی پر آپ کے لیے دعائے خیر کریں۔ رب کریم سب کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

پتہ: ادارہ فیضان رضا، ۲۳۲/بی، گلشن اقبال بلاک ۶، کراچی۔

ادارہ فیضانِ رضا کا سفر جون ۲۰۰۶ء تا سال ۲۰۱۴ء، ایک جھلک

سال ۲۰۰۵ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد، مدرسہ فیضان رضا کے تحت ادارہ فیضان رضا کی تشکیل عمل میں آئی اور تشکیل کیا تھی فقط مدرسے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں اپنی مدد آپ کے تحت جون کے مہینے میں یا شاید اس سے ایک آدھ ماہ قبل یا بعد صحیح تاریخ مجھے یاد نہیں ہے، جلالین کی شرح کا کام شروع کیا۔ ابتداء فقط ترجمہ اور ایک معاون ''مولانا محمد نعیم'' کے ساتھ ترکیب کا کام شروع کیا۔ مالی وسائل کا بظاہر کوئی سر پیر نہیں تھا تاہم لگن اور جوش وجذبہ شامل حال تھا اور آہستہ آہستہ کام ہونے لگے۔ بنتے بگڑتے، غیروں سے مقابلے کا عزم لئے اور اپنوں کی جلی کٹی سنتے سنتے عرصہ دو سے تین سال گزرنے پر جلد اول کا کام کچھ نہ کچھ نظر آنے لگا اور پھر مزید کچھ دین دوست احباب نے توجہ دلانے پر کام میں اضافہ تو کر دیا لیکن ایک اچھا نقشہ جلالین کے تحت سامنے آیا۔ اسی اثناء میں ''حل شدہ پرچہ جات'' کا بھی سلسلہ ہو گیا جس میں ابتدائی طور پر کچھ دشواری ضرور آئی لیکن پھر پذیرائی بھی خوب ملی۔ دریں اثناء دیگر کام جس میں ''درس عقود رسم المفتی'' بھی شامل ہے منظر عام پر آئی۔ خیر یوں سن ۲۰۱۰ء میں جلالین کی اردو شرح بنام ''**عطائین**'' جلد اول منظر عام پر آئی۔ اور بعد میں ہر سال ایک جلد مکمل ہونے لگی کیونکہ پہلی جلد کے چھپنے پر کچھ وقت زیادہ لگ گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ دیگر مجلدات کا کام بھی کچھ نہ کچھ ہوتا ہی گیا تھا۔ اس دوران سال ۲۰۱۱ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی اور آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں ادارے کے لئے باقاعدہ ایک اچھی جگہ خریدنے کے لئے مالی وسائل کی درخواست پیش کر دی اور سال ۲۰۱۲ء کے اختتام پر گلشن اقبال بلاک ۶، میں خاصی مہنگی جگہ جس کی مالیت دو کڑور سے زائد ہے چند احباب کی مدد سے لے لی گئی جس کا قبضہ سال ۲۰۱۳ء کے اوائل میں ملا، اور اب اس نئی جگہ کی تعمیر کے لئے کوششیں کرنی ہیں اور ہو بھی رہی ہیں تاہم جلالین کے کام کا اختتام بھی ہوا چاہتا ہے۔ آج ۱۹ جون ۲۰۱۴ء بمطابق ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ بروز جمعرات ساڑھے پانچ بج رہے ہیں۔ جلالین کا کام مکمل ہو چکا ہے، بس آخری بار نظر سے گزارنا ہے جس میں چند دن لگیں گے۔ پانچویں جلد میں جن احتیاطوں کا لحاظ رکھا گیا ہے ایسا لحاظ سابقہ مجلدات میں نہیں رکھا گیا تھا، کہتے ہیں کہ کام ہی کام سکھاتا ہے، تاہم کچھ تلخ رویوں نے بھی مزید ہمت اور احتیاط کا ذہن دیا، خیر کوشش تھی کہ رمضان المبارک کی تشریف آوری سے قبل اسے چھپنے کے لئے روانہ کیا جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ کام مکمل ہو گیا ہے۔ تاہم میرا نہ علم، نہ عمل اور نہ ہی کوئی طاقت وسکت، سب بزرگان دین کا فیضان اور جناب رسالت مآب ﷺ کی نگاہ خاص اور اللہ عزوجل کا فضل ہے۔ اللہ اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور مزید اسی طرح دیگر کتب معتبرہ کی شروحات کی خدمت اور بہت کچھ عزائم ہیں، کاش اللہ عزوجل اپنے دین کی خدمت کے لئے ہر میدان میں ہمیں ہم تن قبول کر لے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مفتی محمد امتیاز قادری عُفی عنہ

عطائین کی پانچ جلدوں کی ضخامت اور صفحات کی گنتی:

جلد	صفحات
جلد اول	۸۹۵ صفحات
جلد دوم	۹۰۶ صفحات
جلد سوم	۸۵۰ صفحات
جلد چہارم	۹۴۲ صفحات
جلد پنجم	۹۶۸ صفحات
کل	۴۵۶۱ صفحات

تاثرات برائے علمائے کرام علیھم الرضوان

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی زید مجدہ

(۱)......الحمد للہ الذی لہ الاسماء الحسنی والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد ذی المقام الاسنی وعلی الہ النقی واصحابہ النقی الی یوم الجزاء. قرآن مجید لاریب کتاب ہے جس کی خدمت ہر دور میں ہر ہر زاویئے سے ہوتی رہی، ہر صاحب علم نے اپنے علم کے مطابق اللہ کی اس مقدس کتاب میں جاذبیت پیدا کرنے کے لئے کوششیں کیں ہیں اور قرآن کے اسرار و رموز کو ضبط تحریر میں لاکر اپنے لئے ابدی انعام و اکرام کے دروازے کھولے جانے کا ذریعہ بنایا، انہی میں شیخ جلالین محلی اور شیخ جلال الدین سیوطی کے نام آسمان دنیا میں علوم وفنون کے نگارشات لٹاتے ہوئے جگمگ جگمگ کررہے ہیں۔ان کی بات ہو اور "تفسیر جلالین" کا ذکر خیر نہ ہو کیوں کر ممکن ہے؟ تاہم ایک عرصے سے تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل ہونے کے باوجود اس مختصر تفسیر کی اردو شرح کرنے کا کسی نے بیڑاہ نہ اٹھایا اور ہمیں خوشی اس بات پر کہ اس خدمت کو ہمارے ہی دار العلوم (نعیمیہ) کے فارغ التحصیل، قابل قدر فاضل نوجوان، **حضرت مولانا مفتی محمد امتیاز قادری** نے چند رفقاء کے تعاون سے، تفسیر جلالین شریف کا اردو میں ترجمہ "عطائین" کے نام سے کرنے کی سعادت حاصل کی، چھ چھ پاروں پر مشتمل دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جو کہ صحت مند مواد پر مشتمل ہیں۔پہلی جلد کے مقابلے میں دوسری جلد کو خوب تر پایا، یقیناً کاوش ایسی جو کہ آسان ترجمہ، قرآنی ترکیب، شان نزول، تشریح توضیح واغراض پر مشتمل ہر ہر رکوع کا الگ الگ نمایاں اندازِ بیان، ساتھ ہی ہر نئی سورہ کے آغاز میں تعارف کے نام سے مختصر خلاصہ، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ تیسری جلد جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں تنظیم المدارس کے درجہ خاصہ کے نصاب میں پڑھائے جانے والے پانچ پارے ۱۶ تا ۲۰ میں سے ۱۶ تا ۱۸ موجود ہیں۔بہت کم طلباء ایسے ہوتے ہیں جن پر اساتذہ کو ناز ہوتا ہے اور مولانا موصوف انہی میں سے ایک ہیں جن پر ہمیں ناز اور فخر ہوتا ہے۔اللہ انہیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور آنے والے مسائل سے نمٹنے کی ہمت دے، جلد از جلد مزید دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

از: جمیل احمد نعیمی غفرلہ
ناظم تعلیمات واستاذ حدیث دار العلوم نعیمیہ
چیرمین سپریم کونسل جمیعت علماء پاکستان

مفتی محمد سہیل رضا امجدی صاحب زید مجدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)......الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد:

مجھے فاضل دار العلوم امجدیہ حضرت علامہ مولانا سعید رضا صاحب کا حکم موصول ہوا کہ مجھ فقیر کو تاثرات سپرد قلم کرنے ہیں۔ اس وقت تفسیر جلالین کی اردو شرح بنام "عطائین" کی جلد سوم میرے سامنے موجود ہے، گوکہ بالاستعاب مطالعہ نہ ہوسکا لیکن چند مختلف مقامات سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بلاشبہ یہ لائق صد احترام حضرت مولانا محمد امتیاز قادری زید مجدہ کی انتہائی قابل قدر کاوش ہے اور عصرِ حاضر کی ضرورت بھی۔اور بالیقین یہ کاوش قارئین کے لئے علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے اور دینی طلبہ کے لئے بہترین استفادے کا ذریعہ ہوگی۔حضرت موصوف سے میری ملاقات کچھ مصروفیات کے سبب نہ ہوسکی لیکن شرح ہذا کے مطالعے کے بعد مجھے

اس علمی شخصیت سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہے اور میں حضرت سے ملاقات کا متمنی رہوں گا۔ بلاشبہ ''عطائین'' اللہ اور اس کے حبیب کی عطاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں دل کی اتہ گہرائیوں سے حضرت مولانا محمد امتیاز قادری زید مجدہ اور ان کے رفقاء اور ان کے ادارے کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ اپنے حبیب کے صدقے وطفیل ان کی اس سعی کو قبولِ خاص وعام فرمائے۔ آمین

از: ابوالنصر محمد سہیل رضا امجدی

۱۷ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۲۰۱۴-۸-۱۳

مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب زید مجدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)......الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

اہل سنت وجماعت کے لئے بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ قحط الرجال اور ظلمت ویاس کے اس دور میں میں سحر طلوع ہونے کے کچھ آثار نظر آرہے ہیں ۔۔۔۔ دین کا درد، فروغ علم کا ذوق اور تحریر وتدریس کے ذریعے ماحول کو منور کرنے کا شوق لئے ۔۔۔ کچھ عالی ہمت افراد کار جستہ جستہ منظرِ عام پر آرہے ہیں ۔۔۔۔ جن کا وجود دین وملت کے لئے نہ صرف یہ کہ غنیمت ہے ۔۔۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کرنے والوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کا ذریعہ بھی۔

اُن قیمتی افراد میں ایک اُبھرتا ہوا نام ''مولانا محمد امتیاز قادری'' کا بھی ہے ۔۔۔۔ جن کا باطن اُن کے ظاہر سے بہت مضبوط نظر آتا ہے اور علم وہمت جیسی قوتوں سے لبریز بھی ۔۔۔۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کی فکر وہمت میں ایک تسلسل اور استقامت ہے ۔۔۔ جو اُنہیں کسی قسم کے حالات میں مایوس اور ملول نہیں ہونے دیتی ۔۔۔۔ وہ ہر قسم کی پریشانی اور قلبی اضطراب کو بہت خوبصورتی سے جھیلتے ہوئے ۔۔۔۔ دیوانہ وار اور پروانہ وار ۔۔۔۔ اپنے تحریری کام میں مصروف نظر آتے ہیں ۔۔۔۔

''عطائین شرح جلالین'' کے نام سے پانچ جلدوں میں عظیم الشان کام اُن کی اسی استقامت اور بلند ہمتی کا نتیجہ ہے ۔۔۔ جس میں جلالین کی عبارت کا ترجمہ بھی ہے ۔۔۔۔ ترکیب بھی ۔۔۔۔ اور مختلف تفاسیر کی روشنی میں تشریح وتوضیح بھی ۔۔۔ (جن حضرات نے عطائین کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہے وہ اس کی مزید خوبیاں بتا سکیں گے)۔

علاوہ ازیں طلبائے کرام کے لئے ایک نصیحت یہ ہے کہ کسی بھی شرح سے اس طرح نہ چمٹ جایا کریں کہ اصل کتاب سے تعلق ہی ختم ہونے کے قریب ہو جائے ۔۔۔ طالب علمی کے دور میں ضرورت کی حد تک مراجعت کرنی چاہیے ۔۔۔ نہ یہ کہ اصل کتاب سے کنارہ کر کے صبح وشام شرح کی زیارت اور اس کا مطالعہ ہو ۔۔۔۔

اللہ رب کریم ''مولانا موصوف'' کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں مقبول وماجور فرمائے اور اس کام میں جتنے افراد بھی ان کے معاون رہے ہیں، سب کو اجر عظیم عطا فرمائے ۔۔۔۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

فقط: محمد اسماعیل نورانی عفی اللہ عنہ

جامعہ انوار القرآن، گلشن اقبال بلاک ۵، کراچی

۱۰ جون ۲۰۱۴ء، بمطابق ۹ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

عطائین ،جلد :٥

عطائنین ،جلد :۵

مضامین ،جلد :۵

عطائین، جلد: ۵

عطائین، جلد :۵

عطائین، جلد: ۵

عطائین ،جلد :۵

عطائین ،جلد :۵

عطائیین، جلد:۵

عطائین، جلد: ۵

عطائین، جلد: ۵

عطائین ، جلد : ۵

عطائین، جلد: ۵

عطائین ، جلد : ۵

عطائین ،جلد ۵

رکوع نمبر: ۱

﴿الیہ یرد علم الساعة﴾مَتٰی تَکُوْنَ لَایَعْلَمُهَا غَیْرُهٗ﴿وما تخرج من ثمرت﴾وَفِی قِرَاءَ ةٍ ثَمَرَةٍ ﴿من اکمامها﴾ اَوْعِیَتِهَا جَمْعُ کَمٍ بِکَسْرِ الْکَافِ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴿وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمه ویوم یناديهم این شرکاء ی قالوا اذنک﴾اَیْ اَعْلَمْنَاکَ الْاٰنَ﴿مامنا من شهید (۴۷)﴾اَیْ شَاهِدٍ بِاَنَّ لَکَ شَرِیْکًا﴿وضل﴾غَابَ﴿ عنهم ما کانوا یدعون﴾یَعْبُدُوْنَ﴿من قبل﴾فِی الدُّنْیَا مِنَ الْاَصْنَامِ﴿وظنوا﴾اَیْقَنُوْا﴿ما لهم من محیص (۴۸)﴾مَهْرَبٍ مِنَ الْعَذَابِ وَالنَّفْيِ فِی الْمَوْضَعَیْنِ مُعَلَّقٌ عَنِ الْعَمَلِ جُمْلَةُ النَّفْيِ سُدَّ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَیْنِ﴿لا یسئم الانسان من دعاء الخیر﴾اَیْ لَا یَزَالُ یَسْأَلُ رَبَّهُ الْمَالَ وَالصِّحَّةَ وَغَیْرَهُمَا﴿وان مسه الشر﴾اَلْفَقْرُ وَالشِّدَّةُ﴿فیؤس قنوط (۴۹)﴾مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَهٰذَا وَمَا بَعْدَهٗ فِی الْکَافِرِیْنَ﴿ولئن﴾لَامُ قَسَمٍ﴿اذقنه﴾اٰتَیْنَاهُ﴿ رحمة﴾غِنًی وَصِحَّةً﴿منا من بعد ضراء﴾شِدَّةٍ وَبَلَاءٍ﴿مسته لیقولن هذا لی﴾اَیْ بِعَمَلِیْ﴿وما اظن الساعة قائمة ولئن﴾لَامُ قَسَمٍ﴿رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنی﴾اَیِ الْجَنَّةُ﴿فلننبئن الذین کفروا بما عملوا ولنذیقنهم من عذاب غلیظ (۵۰)﴾شَدِیْدٍ وَاللَّامُ فِی الْفِعْلَیْنِ لَامُ قَسَمٍ﴿واذا انعمنا علی الانسان﴾الْجِنْسِ﴿اعرض﴾عَنِ الشُّکْرِ﴿ونابجانبه﴾ثَنٰی عِطْفِهٖ مُتَبَخْتِرًا وَفِی قِرَاءَ ةٍ بِقَدِیْمِ الْهَمْزَةِ﴿واذا مسه الشر فذو دعاء عریض (۵۱)﴾ کَثِیْرٍ﴿قل ارایتم ان کان﴾اَیِ الْقُرْاٰنُ﴿ من عند الله﴾ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ﴿ثم کفرتم به من﴾اَیْ لَا اَحَدٌ﴿اضل ممن هو فی شقاق﴾خِلَافٍ﴿بعید (۵۲)﴾عَنِ الْحَقِّ اَوْقَعَ هٰذَا مَوْقَعَ مِنْکُمْ بَیَانًا لِحَالِهِمْ﴿سنریهم ایتنا فی الافاق﴾اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنَ النَّیِّرَاتِ وَالنَّبَاتِ وَالْاَشْجَارِ﴿وفی انفسهم﴾مِنْ لَطِیْفِ الصَّنْعَةِ وَبَدِیْعِ الْحِکْمَةِ﴿حتی یتبین لهم انه﴾اَیِ الْقُرْاٰنُ﴿الحق﴾اَلْمُنَزَّلُ مِنَ اللّٰهِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالْعِقَابِ فَیُعَاقَبُوْنَ عَلٰی کُفْرِهِمْ وَبِالْجَائِیْ بِهٖ﴿اولم یکف بربک﴾فَاعِلُ یَکْفِ﴿انه علی کل شئی شهید (۵۳)﴾بَدَلٌ مِنْهُ اَیْ اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ فِی صِدْقِکَ اَنَّ رَبَّکَ لَا یَغِیْبُ عَنْهُ شَیْءٌ مَا﴿الا انهم فی مریة﴾شَکٍّ﴿من لقاء ربهم﴾لِاِنْکَارِهِمُ الْبَعْثَ﴿الا انه﴾تَعَالٰی﴿بکل شیء محیط (۵۴)﴾عِلْمًا وَ قُدْرَةً فَیُجَازِیْهِمْ بِکُفْرِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے (قیامت کب واقع ہوگی؟ یہ بات اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا) اور کوئی پھل (ثمرات ایک قراءت میں بصیغہ مفرد ثمرۃ ہے) اپنے غلاف سے نہیں نکلتا (''اکمام'' کم کی جمع ہے کم کاف مکسورہ کے ساتھ بمعنی غلاف ہے) اور نہ کسی مادہ کے پیٹ میں رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک؟ کہیں گے ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں (ہم ابھی تجھے بتا چکے ہیں، اذنک بمعنی اعلمناک ہے) ہم میں کوئی گواہ نہیں (اس بات کا کہ تیرا کوئی شریک ہے، شھید بمعنی شاھد یعنی گواہ ہے) اور گم گیا (ضل بمعنی غاب ہے) ان سے جسے پوجتے تھے (یدعون بمعنی یعبدون ہے) پہلے (یعنی دنیا میں بتوں کو) اور انہیں یقین ہو چکا (ظنوا بمعنی ایقنوا ہے) بھاگنے کی جگہ نہیں (عذاب سے بچ کر......

محیص بمعنی مھرب ہے، یہاں دونوں مقامات میں حرف نفی کو عمل سے روک دیا گیا ہے اور یہ جملہ نفی دو مفاعیل کے قائم مقام ہے) آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا (یعنی اپنے رب سے مال وصحت وغیرہ کی دعا کرتا رہتا ہے......۲......) اور کوئی برائی پہنچے (یعنی تنگدستی ومصیبت) تو (اللہ ﷻ کی رحمت سے) ناامید ومایوس ہو جاتا ہے (یہ اور مابعد فرمان کافروں کے بارے میں ہے) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) ہم اسے عطا کریں (اذقناہ بمعنی انبناہ ہے) اپنی رحمت (تونگری اور صحت) اس تکلیف (یعنی تکلیف وبلاء) کے بعد جو اسے پہنچی تھی تو کہے گا یہ تو میری ہے (یعنی یہ تو میرے اپنے عمل کے سبب ہے) اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) میں رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی حسنی (یعنی جنت) ہی ہے تو ضرور ہم بتا دیں گے کافروں کو جو انہوں نے کیا اور ضرور انہیں سخت عذاب چکھائیں گے (غلیظ کے معنی شدید ہے اور دونوں افعال پر داخل لام قسمیہ ہے) اور جب ہم انسان (یعنی جس انسان) پر احسان کرتے ہیں تو وہ (شکر کرنے سے) منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے (یعنی فخر وغرور سے اپنی گردن اکڑ لیتا ہے، اور ایک قراءت میں ﴿ناء﴾ کے الف کو ہمزہ پر مقدم کر کے پڑھا گیا ہے) اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے (یعنی با کثرت دعا کرنے والا ہے، عریض بمعنی کثیر ہے) تم فرماؤ بھلا بتاؤ اگر وہ (یعنی قرآن پاک) اللہ کے پاس سے ہے (جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے) پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون (یعنی کوئی نہیں) جو (حق سے) دور کے اختلاف میں ہے (کفار کی حالت کو بیان کرنے کے لیے برمحل اس کلام کو ذکر فرمایا گیا ہے، شقاق بمعنی خلاف ہے) ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں (یعنی آسمانوں اور زمین کے گوشوں میں جیسے ستاروں، نباتات اور درختوں میں......۳......) اور خود ان کے اپنے آپے میں (یعنی انسان کی تخلیق اور نئے سرے سے نفس کی تخلیق کا رمز مراد ہے) یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ (یعنی قرآن پاک) حق ہے (جو اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کردہ ہے، حشر ونشر، حساب کتاب اور عذاب یہ سب حق ہے قرآن پاک اور قرآن پاک لانے والے کا انکار کرنے کے سبب ان لوگوں کو عذاب دیا جائیگا) تو کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں (''بربک'' کفی فعل کا فاعل ہے، ﴿انه علی کل شیء شهید﴾ بدل ہے معنی آیت یہ ہے کیا تمہاری صداقت کے بارے میں یہ بات انہیں کافی نہیں کہ تمہارے رب سے کوئی بھی شے چھپی ہوئی نہیں ہے) سنو انہیں ضرور اپنے رب کے ملنے میں شک ہے (کیونکہ یہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر ہیں، مریۃ کے معنی شک ہے) سنو بیشک وہ (یعنی اللہ ﷻ) ہر چیز کو محیط ہے (اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے، پس وہ انہیں اس کے کفر کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الیه یرد علم الساعة وما تخرج من ثمرت من اکمامها وما تحمل من انثی ولا تضع الابعلمه﴾

الیہ: ظرف لغو مقدم، یرد: فعل مجہول، علم الساعۃ: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما تخرج: فعل نفی، من: زائد، ثمرت: فاعل، من اکمامھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما تحمل: فعل نفی، من: زائد، انثی: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تضع: فعل نفی ''ھی'' ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، بعلمہ: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم ینادیهم این شرکاءی قالوا اذنک ما منا من شهید﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، ینادیھم: فعل بافاعل ومفعول، این: اسم استفہام ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، شرکاءی: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف ''اذکر'' کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، اذنک: فعل بافاعل ومفعول اول، ما: نافیہ، منا: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، شہید: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جملہ قولیہ۔

﴿وضل عنهم ما كانوا يدعون من قبل وظنوا مالهم من محيص﴾

و: عاطفہ، ضل عنهم: فعل وظرف لغو، ما كانوا يدعون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ظنوا: فعل بافاعل، ما: نافیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، محيص: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لايسئم الانسان من دعاء الخير وان مسه الشرفيئوس قنوط﴾

لايسئم: فعل نفی، الانسان: فاعل، من دعاء الخير: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، مسه الشر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، يئوس: مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر اول، قنوط: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولئن اذقنه رحمة منا من بعد ضراء مسته ليقولن هذا لي وما اظن الساعة قائمة﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اذقنه: فعل بافاعل ومفعول، رحمة: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت اول، من: جار، بعد: مضاف، ضراء: موصوف، مسته: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، يقولن: قول، هذا: مبتدا، لي: ظرف، مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما اظن: فعل نفی بافاعل، الساعة: مفعول اول، قائمة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولئن رجعت الى ربي ان لي عنده للحسنى﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، رجعت الى ربي: جملہ فعلیہ شرط، ان: حرف شبہ، لي: ظرف مستقر خبر مقدم، عنده: ظرف مستقر حال مقدم، لام: تاکیدیہ، الحسنى: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ۔

﴿فلننبئن الذين كفروا بما عملوا ولنذيقنهم من عذاب غليظ﴾

ف: فصیحیہ، لننبئن: فعل بافاعل، الذين كفروا: مفعول، بما عملوا: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لنذيقنهم: فعل بافاعل ومفعول، من عذاب غليظ: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا انعمنا على الانسان اعرض ونابجانبه﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، انعمنا: فعل بافاعل، على الانسان: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اعرض: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نابجانبه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا مسه الشرفذودعاء عريض﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، مسه الشر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ذو دعاء: خبر اول، عريض: خبر ثانی، مبتدا محذوف "هو" کیلئے، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل ارئيتم ان كان من عندالله ثم كفرتم به من اضل ممن هو في شقاق بعيد﴾

قل: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ارئيتم: بمعنی اخبرونی، همزه: حرف استفہام، رائيتم: فعل بافاعل مفعول اول محذوف "انفسكم" من: استفہامیہ مبتدا، من: استفہامیہ مبتدا، اضل: اسم تفضیل بافاعل، ما: جار، من: موصولہ، هو شقاق بعيد: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ خبریہ، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ

قولیہ، ان :شرطیہ، من عند الله، جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم :عاطفہ، کفرتم بہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "فانتم اضل من غیر کم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿سنریهم ایتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق﴾

س: حرف استقبال، نـریهـم: فعل بافاعل ومفعول، ایتـنـا: ذوالحال، فـی الافـاق: ظرف جار مجرور معطوف علیہ، و :عاطفہ، فی انفسهم: معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، حتی: جار، یتبین لهم: فعل وظرف لغو، انه الحق: جملہ اسمیہ فاعل، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یکف بربک انه علی کل شیء شهید﴾

هـمـزه: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "لـم یـغـنهـم" لم یکف: فعل نفی، ب: جار، ربک: مفعول، انـه: حرف شبہ واسم، علی کل شیء شهید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الاانهم فی مریة من لقاء ربهم الا انه بکل شیء محیط﴾

الا: حرف تنبیہ، انهم حرف شبہ واسم، فی مریة: موصوف، من لقاء ربهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الا حرف تنبیہ، انه حرف شبہ واسم، بکل شیء محیط: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کافروں کی گمراہی اور عذاب کا یقین:

۱......قیامت کے دن مشرکین سے ان کے خدا گم ہو جائیں گے جن کی وہ دنیاوی زندگی میں عبادت کیا کرتے تھے، جن کی وجہ سے انہوں نے وہ طریقے اختیار کئے جو انہیں نہ کرنے چاہیے تھے، پس ان جھوٹے خداؤں نے انہیں کوئی نفع نہ دیا اور قیامت میں ان سے اللہ ﷻ کے عذاب میں سے کوئی چیز بھی دور نہ کی جائے گی۔ قیامت میں مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے، کوئی انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا اور اسی بنیاد پر اہل تاویل نے لکھا ہے کہ انہیں عذاب الہٰی کا یقین ہو جائے گا۔ (الطبری، الجزء:۲۵، ص ۶)

دعا میں مصروف رہنے کی برکتیں:

۲......آیت مذکورہ میں الـخیـر سے مراد مال وصحت ہے، ایک قول کے مطابق خیر سے مراد مال، صحت، بادشاہی، اور عزت وشہرت ہے۔ سُدی کہتے ہیں انسان سے یہاں کافر مراد ہے، اور ایک قول کے مطابق ولید بن مغیرہ مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ عُتبہ، شیبہ، ابن ربیعہ، امیہ بن خلف مراد ہیں۔ آیت مذکورہ میں الشـر سے مراد فقر وفاقہ ومرض ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اگرچہ فقر وفاقہ ومرض جیسی تکالیف کی وجہ سے دعائیں تو مانگتا ہے لیکن اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دعا کی قبولیت پر مایوس ہوتا ہے یعنی اپنے رب ﷻ پر بُرا گمان کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بُرائی کے دفع ہونے سے مایوس ہو جاتا ہے۔

(القرطبی، الجزء:۲۵، ص ۳۲۳)

آیت مذکورہ اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے لیکن اس سے مسائل کا استخراج کرنا اور ہدایت ورہنمائی لینا یقیناً ہم سب کے لئے ہے ورنہ تو پھر ان کا ذکر کرنا بے معنی ہو جائے گا اور اللہ ﷻ بے معنی کلام کرنے سے پاک ہے۔ تاہم سبق یہ ملتا ہے کہ اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے، مومنین کی شان اس سے جدا ہے چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لا تـقـنطوا من رحمت الله﴾ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو (الزمر:۵۳) ﴾ گویا انسان تکلیف ومصیبت میں اللہ ﷻ کو پکارتا رہے اور مایوس نہ ہو۔ صالحین کا طریقہ بھی

یہی رہا ہے کہ ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں مصروف رہتے اور دعا کرنا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خوف رکھتا ہے وہ کبھی جہنم میں داخل نہ ہوگا جیسا کہ دودھ دوبارہ تھن میں نہیں جاسکتا پس اسی طرح راہ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہوسکتے''۔ کہا جاتا ہے کہ دعا حاجتوں کی چابی ہے (یعنی تمہاری حاجتیں دعا کرنے سے پوری ہونگی)، اور اس چابی کے دندانے حلال کا لقمہ ہے، جیسا کہ سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فرمایا: ''اپنا کسب پاکیزہ کرلے اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے مستجاب الدعوات کردے گا''۔ یحیی بن معاذ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھے کیسے پکاروں کہ میں تیرا نافرمان ہوں اور کیسے نہ پکاروں کہ تو کریم ہے''۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسی ایک مقام سے گزرے تو ایک شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آہ وزاری کررہا تھا، حضرت موسی عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: ''الٰہی اگر اس کی حاجتیں تیرے دستِ قدرت میں ہیں تو انہیں پورا کردے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسی عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی فرمائی: ''اے موسی عَلَیْہِ السَّلَام! میں تجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں لیکن وہ مجھے اس حال میں پکار رہا ہے کہ اس کا دل اپنی بکریوں میں لگا ہوا ہے اور میں ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو مجھے تمام دنیا سے بے نیاز ہوکر نہ پکارے''۔ پس حضرت موسی عَلَیْہِ السَّلَام نے اس شخص سے اس بات کا ذکر کیا تو اس نے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پکارنے کا حق ادا کرنے کی کوشش کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی حاجت پوری فرمائی۔ امام جعفر صادق سے پوچھا گیا: ''کیا بات ہے ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پکارتے ہیں تو ہماری دعا قبول نہیں ہوتی''؟ جواب دیا: ''تم اسے پکارتے تو ہو لیکن اسے جانتے پہچانتے نہیں''۔ (الرسالة القشيرية، باب الخوف وباب الدعا، ص۱۹۸ وغیرہ)

☆......سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے ایک دو دفعہ یہاں تک کہ سات مرتبہ بھی سنا ہوتا تو بیان نہ کرتا لیکن میں نے اس بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے، میں نے سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''بنی اسرائیل میں کِفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے نہیں بچتا، اس کے پاس ایک مجبور عورت آئی، اس نے اسے ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ اس کے ساتھ بدکاری کرے گا، چنانچہ جب وہ اس بُرے ارادے سے عورت کے قریب ہوا تو وہ عورت تھر تھر کانپنے لگی اور رونے لگی اور کہا کہ میں نے کبھی یہ کام نہیں کیا اگر میں مجبور نہ ہوتی تو اب بھی ایسا نہ کرتی، اس شخص نے کہا: تجھے یہ کام کرنا پڑ رہا ہے حالانکہ تو نے کبھی یہ کام نہیں کیا چلی جا اور یہ دینار بھی تیرے ہیں''۔ اور اس نے قسم اٹھاتے ہوئے کہا: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی نافرمانی نہیں کروں گا'' پس وہ اسی رات مرگیا اور صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: ''بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کِفل کو بخش دیا''۔

(جامع الترمذي، ابواب صفة القيامة، باب:(۴۸/۱۱۳)، رقم:۲۵۰۴، ص ۷۲۰)

☆......سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''الندم توبة یعنی گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے''۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم:۴۲۵۲، ص۷۰۴)

جہاں بھر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں سے مراد:

۳......یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور قدرت پر موجود نشانیاں اور انسان کی اپنی ذات میں موجود آزمائشیں اور امراض، ابن زید کہتے ہیں کہ آفاقی نشانیوں سے مراد آسمانی نشانیاں ہیں، جب کہ اپنی ذات کی نشانیوں سے مراد زمینی حوادثات ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے خلفاء اور دین کے معاون و مددگار کو دنیا میں، مشرق و مغرب میں عمومی اعتبار سے نشانیاں عطا فرمائیں، مغرب میں خصوصی طور پر فتوحات عطا کرکے زمین میں انہیں نائب کردیا، جابروں اور مسلط ہونے والے لوگوں کے کثیر پر قلیل کو غلبہ عطا فرمایا، اور طاقتوروں پر کمزوروں کو تسلط سے نوازا، اور اس کی واضح مثال فتح مکہ ہے جس کا ذکر ﴿فی انفسھم﴾ کے باب میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ کلام ہے جو طبری نے اختیار کیا اور یہی نظریہ منہال بن عمرو اور سُدی کا بھی ہے۔ قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں: ﴿فی الآفاق﴾

سے مراد اللہ ﷻ کا آقائے دوجہاں ﷺ کی امت کو فضیلت دینا اور ﴿فی انفسھم﴾ سے مراد یوم بدر کی مدد ونصرت ہے اور عطاء اور ابن زید نے بھی یہی کہا ہے، ﴿فی الآفاق﴾ سے مراد آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، رات، دن، ہوا، بارشیں، بجلی کی کڑک، نباتات، درخت، پہاڑ، اور سمندر و دریا ہیں اور ﴿فی انفسھم﴾ سے مراد اللہ ﷻ کی وہ حکمت ہے کہ انسان کھانا ہضم کر لیتا ہے، یعنی بول و براز سے فارغ ہو جاتا ہے، کیونکہ انسان کھاتا پیتا ایک ہی راستے سے ہے لیکن یہی کھانا پینا مختلف مقامات سے فضلات کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ ہے کہ انسان پر حق واضح ہو جائے اور اس کی چار اقسام ہیں: حق سے مراد قرآن ہے، حق سے مراد اسلام ہے، جس کی سید عالم ﷺ نے دعوت دی، حق سے مراد اور دین ہے، حق سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات پاک ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۵، ص ۳۲۵)

اغراض:

لا یعلمھا غیرہ: ﴿الیہ﴾ میں جار مجرور کو مقدم کر کے حصر پیدا کیا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا علم مفید نہیں ہوگا لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ سید عالم ﷺ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور آپ ﷺ کو ما کان و مایکون کا علم نہیں تھا اور متذکرہ آیت میں قیامت کے وقت کا علم بیان کرنا مقصود ہے لیکن اللہ ﷻ نے اُسے چھپانے کا حکم دیا ہے، پس سائل کو اس سوال نے (بظاہر) کچھ فائدہ نہ دیا۔ **ای بعملی:** یعنی فضل و کمال، علم، شجاعت اور تدبیر میرے حق کی وجہ سے مجھے ملا ہے۔

جمع کم بکسر الکاف: مراد کلی اور شگوفہ وغیرہ ہیں جو کہ پھل کو چھپا لیتے ہیں، اور کمۃ اور کمام کی جمع بھی یہی آتی ہے۔ **الآن:** میں اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مراد جملہ خبریہ ہے نہ کہ انشائیہ، پس لفظی اعتبار سے جملہ خبریہ اور معنوی اعتبار سے جملہ انشائیہ ہے۔

معلق عن العمل: یہاں عمل کے باطل کرنے کے اعتبار سے جو تعلیق بیان کی جارہی ہے وہ لفظی اعتبار سے ہے نہ کہ محل کے اعتبار سے، اور عامل ﴿اذنک﴾ میں آذن اور ﴿ظنوا﴾ میں ظن مراد ہے۔

وغیرھما: یعنی انسان کی دعا ہمیشہ اللہ سے دنیا ہی کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ اولاد کے لئے دعا کرنا۔ **وما بعدہ:** مراد اللہ کا فرمان: ﴿ولئن اذقناہ﴾ سے لے کر ﴿للحسنی﴾ تک ہے، اور اس فرمان ﴿فلننبئن...... الخ﴾ میں تصریح ہے کہ کافروں کو تنبیہ کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے، جیسا کہ کافروں کا کہنا: ﴿لیقولن ھذا لی﴾ لفظا جواب قسم ہے اور معنوی اعتبار سے جواب شرط۔

الجنس: مراد انسان ہے چہ جائے کہ مومن ہو یا کافر، لیکن اس آیت کی نسبت کافر کی جانب کرنا مشکل ہے کیونکہ اس سے ماقبل کافر کو شر پہنچنے کی آیت کا ذکر ہو چکا ہے جس کا بیان: ﴿یؤوسا قنوطا﴾ میں کر دیا گیا ہے، اور یہاں بہت زیادہ دعا مانگنے والا مراد ہے، پس وہ اپنے معاملات میں پُر امید ہے، اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ دونوں آیات میں تناقض پایا جاتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ انسان کے اوقات میں اختلاف ہوتا ہے یعنی کبھی ایسا وقت ہوتا ہے کہ انسان مایوس ہو جاتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی وقت ہوتا ہے کہ انسان پُر امید ہوتا ہے۔ **کثیر:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ عرض کا اطلاق کثرت پر ہوتا ہے جیسا کہ طول کا اطلاق کثرت پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: ''فلاں کا کلام طویل ہو گیا یا وہ دعا میں کثرت کرتا ہے''۔ **ای لا احد:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ارئیتم﴾ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ **من النیرات:** مراد سورج، چاند اور ستارے ہیں۔ **والاشجار والنبات:** یعنی ہوائیں، بارشیں، پہاڑ، سمندر وغیرہ عجائبات علویہ اور سفلیہ مراد ہیں۔ **من لطیف الصنعۃ وبدیع الحکمۃ:** اور وہ نشانیاں یہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے تخلیق کیا اور پیدا کیا، جیسا کہ انسان کا کھانا پینا، انسان کا ایک مکان میں رہنا، دوسروں کا اس کے ٹھکانے سے ممتاز ہونا، کوئی اس کے ساتھ مختلط نہیں ہو سکتا، پانچ سو سال کی راہ پر اس کی آنکھ کا آسمان کی جانب دیکھ لینا اور اس کی سماعت کا مختلف آوازوں کو سن کر فرق کر لینا اور بھی بہت سی نشانیاں انسان اپنی ذات میں دیکھ سکتا ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۱٤ وغیرہ)

سورۃ الشوری مکیۃ الا "قل لا اسئلکم" الایات الاربع ثلث وخمسون آیۃ

(سورہ شوری مکیہ ہے سوائے آیت "قل لا اسألکم ......الخ ۲۳ سے ۲۶ تک" مدنیہ ہیں اس کی کل آیات ۵۳ ہیں)

تعارف سورۃ الشوری

اس سورت میں پانچ رکوع، ترپن آیتیں، آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار پانچ سو اٹھاسی حروف ہیں۔ سورہ مؤمن سے الاحقاف تک یہ سات سورتیں ہیں جن کا آغاز "حم" سے ہوا ان سب کا زمانہ نزول قریب قریب ہے مضامین کی یکسانیت اس کی تائید کرتی ہیں، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار کا عناد اور مخالفت اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ حضور ﷺ نے جب نبوت کا دعوی کیا تو اہل مکہ سراپا حیرت وتعجب بن کررہ گئے۔ انسان جس کا دامن ہر طرح کی آلائشوں سے آلودہ ہے، ان میں سے کسی کو منصب نبوت پر فائز کردیا گیا ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے ان کی اس حیرت کا ازالہ یہ کہہ کر کردیا کہ نوع انسانی میں ظاہر ہونے والے اگر یہ پہلے نبی ہوتے تو تمہارا اظہار تعجب بجا تھا لیکن یہ سلسلہ تو آدم علیہ السلام سے شروع ہے ان میں سے کسی نبی علیہ السلام کی نبوت پر تمہیں اعتراض نہیں، اعتراض ہے تو اس نبی برحق ﷺ پر جو تمہاری ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل پر پہنچانے کے لئے آیا ہے۔ تمام انبیاء کرام ابتداء سے ایک ہی دین کی دعوت دیتے آئے ہیں انہوں نے انسانی معاشرے میں افتراق وانتشار کی کبھی تخم ریزی نہیں کی، البتہ ان کے بعد آنے والے اہل غرض نے اپنی سرداری کا سکہ جمانے کے لئے باہمی تفرقہ بازی کا آغاز کیا۔

رکوع نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (۱) عسق (۲)﴾اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ﴿كذلك﴾اَیْ مِثْلَ ذٰلِكَ الْاِیْحَاءِ﴿یوحی الیک و﴾اَوْحٰی﴿الی الذین من قبلک الله﴾فَاعِلُ الْاِیْحَاءِ﴿العزیز﴾فِی مُلْکِهٖ﴿الحکیم﴾ (۳)﴾فِی صُنْعِهٖ﴿له ما فی السموت وما فی الارض﴾مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِیْدًا﴿وهو العلی﴾عَلٰی خَلْقِهٖ﴿العظیم (۴)﴾اَلْکَبِیْرُ﴿تکاد﴾بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ﴿السموت یتفطرن﴾بِالنُّوْنِ وَفِی قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ وَالتَّشْدِیْدِ﴿من فوقهن﴾اَیْ تَنْشَقُّ كُلُّ وَاحِدَةٍ فَوْقَ الَّتِیْ تَلِیْهَا مِنْ عَظَمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی﴿والملٰئکة یسبحون بحمد ربهم﴾اَیْ مُلَابِسِیْنَ لِلْحَمْدِ﴿ویستغفرون لمن فی الارض﴾مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿الا ان الله هو الغفور﴾لِاَوْلِیَائِهٖ﴿الرحیم (۵)﴾بِهِمْ﴿والذین اتخذوا من دونه﴾اَیِ الْاَصْنَامَ﴿اولیاء الله حفیظ﴾مُحْصٍ﴿علیهم﴾لِیُجَازِیَهُمْ﴿وما انت علیهم بوکیل (۶)﴾تُحَصِّلُ الْمَطْلُوْبَ مِنْهُمْ مَا عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ﴿وکذلک﴾مِثْلَ ذٰلِكَ الْاِیْحَاءِ﴿اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر﴾تُخَوِّفَ﴿ام القری ومن حولها﴾اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ وَسَائِرَ النَّاسِ﴿وتنذر﴾النَّاسَ﴿یوم الجمع﴾اَیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُجْمَعُ فِیْهِ

الْخَلْقُ﴿لاریب﴾شَکٌّ﴿فیہ فریق﴾مِنهُمْ﴿فی الجنة و فریق فی السعیر (۷)﴾النَّارِ﴿ولو شاء الله لجعلهم امة واحدة﴾اَیْ عَلٰی دِیْنٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْاِسْلَامُ﴿ولکن یدخل من یشاء فی رحمته والظلمون﴾الْکَافِرُوْنَ﴿ما لهم من ولی ولا نصیر (۸)﴾یَدْفَعُ عَنْهُمُ الْعَذَابَ﴿ام اتخذوا من دونه﴾اَیِ الْاَصْنَامِ﴿اولیاء﴾اَمْ مُنْقَطِعَةٌ بَلِ الَّتِیْ لِلْاِنْتِقَالِ وَهَمْزَةُ الْاِنْکَارِ اَیْ لَیْسَ الْمُتَّخَذُوْنَ اَوْلِیَاءَ﴿فالله هو الولی﴾اَیِ النَّاصِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْفَاءُ لِمُجَرَّدِ الْعَطْفِ﴿وهو یحی الموتی وهو علی کل شیء قدیر (۹)﴾

﴿ترجمہ﴾

حٰم عسق (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ بخوبی جانتا ہے......۱......) اسی طرح (یعنی اسی وحی فرمانے کی مثل) وحی فرماتا ہے تمہاری طرف اور (وحی فرمائی) تم سے اگلوں کی طرف اللہ نے (اسم جلالت اللہ ﷻ، ایحاء فعل کا فاعل ہے) جو (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والا (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (مملوک، مخلوق اور غلام ہونے کے اعتبار سے) اور وہی بلندی رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق پر) اور کبریائی والا ہے (عظیم بمعنی کبیر ہے) قریب ہے (تکاد کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ آسمان شق ہو جائیں......۲......(یتفطرن ایک قرائت میں نون کے ساتھ ینفطرن پڑھا گیا ہے اور ایک یاء اور طاء مشددہ کے ساتھ یتفطرن پڑھا گیا ہے) اپنے اوپر سے (یعنی ہر ایک آسمان اللہ ﷻ کی عظمت سے اپنے اوپر والے سے ملا ہوا ہے، شق ہو جائے) اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں (یعنی تسبیح حمد کے ساتھ پڑھتے ہیں) اور زمین والوں کے لیے (ان میں سے مومنین کے لیے......۳......) معافی مانگتے ہیں سن لو! بیشک اللہ ہی بخشنے والا ہے (اپنے اولیاء کو) اور رحم فرمانے والا ہے (ان پر) جنہوں نے اللہ کے سوا (یعنی بتوں کو) والی بنا رکھا ہے اللہ کو انکا شمار ہے (وہ انہیں ان کے کئے کی جزا دے گا، حفیظ بمعنی محیص یعنی شمار کرنے والا ہے) اور تم ان کے ذمہ دار نہیں (کہ تم از خود ان سے مطلوب کو حاصل کرو ﴿فانما علیک البلاغ﴾) اور اسی طرح (یعنی اسی وحی فرمانے کی مثل) ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن وحی بھیجا کہ تم ڈراؤ (لتنذر بمعنی تخوف ہے) سب شہروں کی اصل کو اور جتنے اس کے گرد ہیں (یعنی اہل مکہ اور دیگر تمام ہی لوگوں کو) اور تم ڈراؤ (لوگوں کو) اکٹھے ہونے کے دن سے (یعنی روز قیامت جس میں مخلوق جمع ہوگی) جس میں کچھ شک نہیں (قریب کے معنی شک ہے، ان میں سے) ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں (السعیر کے معنی دوزخ ہے) اور اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک امت کر دیتا (یعنی ان سب کو ایک دین پر کر دیتا، یعنی اسلام پر......۴......) لیکن اللہ اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں (یعنی کافروں) کا نہ کوئی دوست نہ مددگار (جو ان سے عذاب الٰہی دور کر سکے) کیا اس کے سوا اوروں کو (یعنی بتوں کو) ولی ٹھہرالیا ہے (ام منقطعة بمعنی بل ہے، یہ ایک غرض سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے کے لیے اور ہمزہ انکار کے لیے ہے معنی آیت یہ ہے جنہیں ولی ٹھہرایا گیا ہے درحقیقت وہ اولیاء نہیں ہیں) تو اللہ ہی والی ہے (یعنی مسلمانوں کا مددگار ہے، فالله میں فاء فقط عطف

کے لیے ہے) اور وہ مردے جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم عسق کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ العزیز الحکیم﴾

حم: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر اول، عسق: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، کذلک: ظرف مستقر "الایحاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یوحی: فعل، الیک: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الی الذین من قبلک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، اللہ: موصوف، العزیز الحکیم: صفتان، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لہ ما فی السموت وما فی الارض وھو العلی العظیم﴾

لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ما فی السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، العلی العظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تکاد السموت یتفطرن من فوقھن والملئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض﴾

تکاد: فعل مقارب، السموت: اسم، یتفطرن: فعل بافاعل، من فوقھن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، الملئکۃ: مبتدا، یسبحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بحمد ربھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یستغفرون لمن فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿الا ان اللہ ھو الغفور الرحیم﴾

الا: حرف تنبیہ، ان اللہ: حرف شبہ و اسم، ھو الغفور الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین اتخذوا من دونہ اولیاء اللہ حفیظ علیھم وما انت علیھم بوکیل﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، اتخذوا من دونہ اولیاء: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، اللہ: مبتدا، حفیظ علیھم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، علیھم: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، وکیل: صفت شبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکذلک اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر ام القری ومن حولھا وتنذر یوم الجمع لاریب فیہ﴾

و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "الایحاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، اوحینا الیک: فعل بافاعل و ظرف لغو، قرانا عربیا: مفعول، لام: جار، تنذر: فعل بافاعل، ام القری: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من حولھا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تنذر: فعل بافاعل، یوم الجمع: ذوالحال، لاریب فیہ: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ولو شاء اللہ لجعلھم امۃ واحدۃ ولکن یدخل من یشاء فی رحمتہ﴾

فریق: مبتدا، فی الجنۃ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، فریق: مبتدا، فی السعیر: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لو: شرطیہ، شاء اللہ: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، جعل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لکن: حرف استدراک، یدخل: فعل بافاعل، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، فی رحمۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، ھم: مفعول اول، امۃ واحدۃ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿والظلمون ما لهم من ولي ولا نصير﴾

و: عاطفہ، الظلمون مبتدا، ما: نافیہ، لھم ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، ولی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نصیر: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام اتخذوا من دونه اولياء﴾

ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، اتخذوا: فعل بافاعل، من دونہ: ظرف مستقر خبر مفعول ثانی، اولیاء: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "مالهم من ولي ولا نصير" پر معطوف ہے۔

﴿فالله هو الولي وهو يحي الموتى وهو على كل شيء قدير﴾

ف: عاطفہ، الله مبتدا، هو الولي: جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هو يحي الموتى: جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، هو على كل شيء قدير: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حم عسق کے محامل:

۱......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حاء سے مراد حکم اللہ اللہ ﷻ کا حکم، میم سے مراد ملک اللہ یعنی اللہ ﷻ کی بادشاہی، عین سے مراد علو اللہ یعنی اللہ ﷻ کی برتری و بڑائی، سین سے مراد سنا اللہ یعنی اللہ ﷻ کا نور، قاف سے مراد قدرۃ اللہ یعنی اللہ ﷻ کی قدرت، اللہ ﷻ نے ان حروف مقطعات کے ذریعے قسم بیان کی گویا کہ فرمایا: "میرا حکم، میری سلطنت، میری بڑائی، میرا نور اور میری قدرت میں کسی بندے پر عذاب نہیں کرتا، جو یہ کہے: "لا الہ الا اللہ اور خالص اللہ ﷻ کی رضا چاہے، حضرت ابواللیث اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ﷻ اپنے بندے کو دائمی عذاب میں نہیں مبتلا کرے گا۔ حدیث میں ہے: "اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہنا سکھاؤ اور اپنے مُردوں کو اسی کلمہ کی تلقین کرو"۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ بچے کا حال ایسا ہوتا ہے جس میں کوئی کجی اور دھوکہ نہیں ہوا کرتا، ان کے دل صاف ہوتے ہیں اور مُردوں کا حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی اضطراری کیفیت میں ہو، پس تم جس کی ابتداء اور انتہاء میں کلمہ طیبہ کا حکم کروتا کہ قلم کا آغاز و انجام اسی پر ہو۔ پس اللہ ﷻ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ ﷻ درمیان میں ہونے والی لغزشوں سے تجاوز فرمائے، کہا جاتا ہے کہ حاء سے مراد رحمٰن اور رحیم ہے، میم سے مراد اس کی بزرگی ہے، عین سے مراد اس کا علیم بذات الصدور ہونا ہے، سین سے مراد اس کی پاکیزگی اور قاف سے مراد اس کا غالب ہونا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حاء سے مراد اس کا حلم، میم سے مراد اس کی بزرگی، عین سے مراد اس کی عظمت، سین سے مراد اس کا نور، قاف سے مراد اس کی قدرت ہے ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قاف سے مراد ایسا پہاڑ ہے جو پوری دنیا کو محیط (گھیرے ہوئے) ہے۔

التاویلات النجمیۃ میں ہے کہ حاء سے مراد اللہ ﷻ کی محبت، میم سے مراد اس کے حبیب کی محبت، عین سے مراد اس کے محبوب کے سادات سے عشق، قاف سے مراد سادات کا ایسا قرب جو مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ ہو۔ علامہ اسمٰعیل حقی کہتے ہیں کہ

میرے نزدیک حاء سے مراد حجر اسود، میم سے مراد مقام ابراہیم، عین سے مراد عین زمزم (زمزم کا کنواں)، سین اور قاف سے مراد زمزم کے پانی سے سیراب کرنا ہے پس جو حجر اسود کا استلام کرتا ہے گویا کہ بزرگی اختیار کرتا ہے، اور جو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے گویا اللہ ﷻ اسے کرامت کی چادر پہناتا ہے، جو مقام زمزم پر دعا کرتا ہے اللہ ﷻ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور جو زمزم پیتا ہے اللہ ﷻ اسے شراب طہور سے پلائے گا کہ جس کے بعد کسی قسم کا مرض باقی نہ رہے گا۔ (روح البیان، ج۸،ص ۳۸۲)

آسمان شق ہونے کا حکم کن کے لئے فرمایا:

۲...... اللہ نے انسان کو جو عزت وشان سے نوازا ہے، اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ انسان اپنے رب کریم کی اطاعت سے سرمُو انحراف نہ کرتا، اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی ساری کوشش صرف کر دیتا، لیکن اس نے فقط عملی طور پر ہی اللہ کے ہر حکم سے سرتابی نہیں کی بلکہ اس کی عظمت وتقدس پر بھی حرف گیری شروع کر دی، کبھی اس کی صفات کمالیہ کا انکار کیا، کبھی اوصاف ذمیمہ کی نسبت اس کی طرف کرنے سے گستاخی کی، کبھی عاجز اور درماندہ مخلوق کو اس کا شریک ٹھہرایا اور کبھی سرے سے اس کے وجود ہی کا انکار کر دیا، اس کی ان پیہم گستاخیوں اور بغاوتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ نظام کائنات بھک سے اُڑ جاتا، آسمانوں کی مستحکم اور مضبوط چھتوں میں اوپر سے نیچے شگاف پڑ جاتے، لیکن اللہ حلیم وکریم ہے، اس کے حوصلے کی انتہاء نہیں ہے اور اس کے جُود وکرم کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، وہ اِن سرکشوں کو پھر بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت دے رہا ہے۔

فرشتوں کا مومنین کے لئے استغفار کرنا:

۳...... جاننا چاہیے کہ اللہ ﷻ کی مخلوق کی دو اقسام ہیں: (۱) عالم جسمانیات سے تعلق رکھنے والی عظیم تخلیق آسمان ہیں، (۲) اور عالم روحانیات سے تعلق رکھنے والی عظیم مخلوق ملائکہ ہیں۔ اور اللہ ﷻ ان دونوں مخلوق میں اپنی کمال قدرت وعظمت کو نافذ کرنے کا اہتمام فرماتا ہے۔ پس جب عالم جسمانیات کے بارے میں کلام ہوتا ہے تو فرماتا ہے: ﴿رب السموت والارض وما بینهما الرحمن لا یملکون منه خطابا وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے اختیار نہ رکھیں گے (النبا:۳۷)﴾۔ اور جب عالم جسمانیات میں کلام فرماتا ہے تو ارشاد فرمایا: ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا جس دن جبرائیل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرباندھے (صفیں بنائے) (النبا: ۳۸)﴾۔ اور متذکرہ آیت میں بھی اللہ ﷻ نے عالم جسمانیات وحیوانیات کے عظیم شہکار کا ذکر فرمایا چنانچہ فرمایا: ﴿تکاد السموت یتفطرن من فوقهن والملئکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض ......الخ قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شق ہو جائیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں (الشوری:۵)﴾۔ اللہ ﷻ کے اس فرمان سے صاف واضح ہے کہ فرشتے اپنی ذات کے لئے استغفار

نہیں کرتے کیونکہ وہ تو معصوم ہیں اور اگر وہ معصیت پر مُصر ہوتے تو اپنی ذات کے لئے استغفار کرتے ،اور جب اللہ ﷻ نے ان کے استغفار کرنے کی صفت کو ﴿لمن فی الارض جو کچھ زمین میں ہے﴾ کی طرف بیان کر دیا اور وہ ذات جس کے گناہ نہ ہوں وہ اُس ذات سے بہتر ہوا کرتی ہے جس کے گناہ ہوں اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ویستغفرون لمن فی الارض زمین والوں کیلئے معافی مانگتے ہیں﴾ اس بات پر دلیل ہے کہ حضرات ملائکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے بھی استغفار کرتے ہیں کیونکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا تعلق بھی تو ﴿فی الارض﴾ سے ہے،اور جب ملائکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے استغفار کرتے ہیں تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملائکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ (الرازی ،ج۹،ص۵۷۹)

امام رازی کا علم تفسیر میں نمایاں مقام ہے،اور ان کے ہم پر بڑے احسانات ہیں کہ کئی مقامات پر جہاں اکثر مفسرین کرام اپنے قلم کو روک دیتے ہیں وہاں حضرت کی عبارت سے تشفی ہو جاتی ہے، تاہم اس مقام پر حضرت سے کچھ تسامح ہوا ہے، اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرات انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہیں، یہی بات عقائد کی مستند کتب میں موجود ہے چنانچہ فمنہ العصمة وھی خصائص النبوة علی مذھب اھل الحق یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ایک عصمت نبی بھی ہے اور یہی عقیدہ مذہب اہل حق کا ہے۔ (المعتقد و المنتقد، ص ۱۱۰)

شرح فقہ الاکبر میں ہے:الانبیاء منزھون ای معصومون عن الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی والکفر خص لانہ اکبر الکبائر ولکونہ سبحانہ ﴿لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (النساء:۳۱)﴾۔یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، کفر کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ یہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اللہ اُسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے (النساء:۴۸)﴾۔اور فحاشی بھی نہیں پائی جاتی، اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿یہ بڑے گناہوں اور فحاشی سے بچتے ہیں (النساء:۳۱)﴾۔فحاشی سے مراد قتل، زنا، لواطت، چوری، حد قذف، جادو، چغل خوری، سود کھانے، یتیم کا مال کھانے، بندوں پر ظلم کرنے، زمین میں فساد کرنے سے بچتے ہیں۔ (فقہ الاکبر، باب الانبیاء معصومون، ص ۹۹ وغیرہ)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بددینی ہے۔ عصمت انبیاء کرام علیہم السّلام کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لئے حفظ الٰہی ﷻ کا وعدہ ہولیا جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔ بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کرام کہ اللہ ﷻ انہیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کفر و شرک اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو، جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروّت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت

بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، ج۱،حصہ اول،ص ۳٦وغیرہ)

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تسبیح، تحمید اور استغفار کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الا ان اللہ ھو الغفور الرحیم﴾ مقصود یہ ہے کہ فرشتے مطلق مغفرت اور رحمت طلب کرتے ہیں اور اس کی چند وجوہ ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)......فرشتے مغفرت طلب کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انہیں ایسے دل عطا فرمائے ہیں کہ وہ مخلوق کے لئے مغفرت گناہ طلب کریں اگرچہ اللہ عزوجل مطلق غفور الرحیم ہے۔(۲)......ابتداء میں فرشتوں نے کہا تھا: ﴿اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا ہم تجھے سراہتے ہیں تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں (البقرۃ: ۳۰)﴾ پھر آخر میں یہ فرمان: ﴿ویستغفرون لمن فی الارض اور زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں﴾، گویا اللہ عزوجل کی رحمت حق ہے، اور اللہ عزوجل کی رحمت و احسان کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق کی ابتداء و انتہاء میں اللہ عزوجل کے مطلق غفور الرحیم ہونے کی صفت کو ملحوظ رکھا جائے۔(۳)......مقام مذکورہ میں "یطلبون الرحمۃ لمن فی الارض" نہیں فرمایا اس لئے کہ اللہ عزوجل مغفرت عطا فرمانے والا ہے اُسے جو اس سے مانگے اور اس کی مغفرت اس کی رحمت کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہے۔

(الرازی، ج۹، ص ۵۷۹)

اسلام کے معنی، اسلام وایمان میں فرق کا بیان:

۴......ایمان اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، اس لئے کہ اسلام نام ہے خضوع و انقیاد یعنی فرمانبرداری اور طاعت گزاری اختیار کرنے کا، اور یہ فرمانبرداری احکام کو قبول کر کے ان کی ادائیگی کرنے کے بارے میں ہے، اور یہی حقیقی بنیاد پر تصدیق ہے جس کی تائید اس فرمان ﴿فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا (الذاریات: ۳۵،۳٦)﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ جب کہ ایمان اوامر و نواہی کے سلسلے میں اللہ عزوجل کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ (شرح عقائد، البحث :الفرق بین الاسلام والایمان، ص ۳۰۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد یعنی فرمانبرداری کرنا اور اذعان یعنی ماننا، اطاعت کرنا، اور شرعی معنی اسلام کا یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ عزوجل کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا، ممنوعات سے بچنا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اور

اسلام کا اطلاق دین محمد پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ دین یہودیت، دین نصرانیت، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام بیشک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے (الاعمران:۱۹)﴾۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے، محققین کا مذہب ہے کہ ایمان واسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان واسلام شرعا مترادف ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا کہ ایمان اور اسلام مطلقا متحد یا متغائر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا یعنی بعض اوقات احکامات کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات پیروی نہیں کرتا اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے یعنی ہر وقت باطنی اعتبار سے فرمانبردار ہوتا ہے اگرچہ عمل نہ کرے، لہذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے لیکن ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

(شرح عقائد ،البحث :الفرق بین الاسلام والایمان،حاشیہ صفحہ نمبر ۳۰۵)

اغراض:

ای مثل ذلک الاحیاء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿کذلک﴾ میں کاف محل نصب میں بر بنائے مفعول ہے، مراد یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! جس طرح آپ کی جانب وحی کی جاتی ہے بالکل اسی طرح آپ ﷺ سے پہلوں پر بھی وحی کا سلسلہ ہوا، حضرت ابن عباس سے منقول ہے: ''کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جسے کتاب (صحیفہ وغیرہ نہ دیا گیا ہو) مگر یہ کہ اُسے وحی کی جاتی ہے اور وحی میں تین امور کا اہتمام ہوتا ہے: ''توحید، نبوت اور بعث بعد الموت'' اور یہ بات قرآن اور دیگر کتب سماویہ میں مشترک ہے۔

فاعل الایحاء: جمہور کی قرائت کے پیش نظر اسم جلالت ''اللہ'' فاعل ہے۔ علی خلقه: یعنی اللہ مخلوق کی صفات سے پاک ہے۔

ای تنشق کل واحدة: یعنی آسمان پھٹ پڑے، چھٹے آسمان کے اوپر ساتواں آسمان پھٹ پڑے، پانچویں کے اوپر چھٹا پھٹ پڑے ، اور اسی طرح سمجھتے جائیں، پس زمین سے اوپر سب ہی پھٹ پڑے۔ پھر ﴿وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا﴾ پس مزید اللہ کی ہیبت اور جلال کے باعث زمین پھٹ پڑے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ فوق التی تلیھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿فوقھن﴾ میں ضمیر ﴿السموت﴾ کی جانب عائد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مراد کفار اور مشرکین ہوں یا زمینیں جس کا ذکر ما قبل ہو چکا ہے۔ من عظمة اللہ: یعنی آسمان پھٹ جائے اور لرزہ برآندام ہو جائے، اللہ کے خوف سے، کافروں کے اس قول پر ﴿اتخذ اللہ ولدا﴾ جو انہوں نے اللہ کے بارے میں کیا اور اس کا ذکر سورۂ مریم میں ہو چکا ہے۔

من المومنین: یہاں ملائکہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ ﷻ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں جس کا بیان سورۂ غافر میں ہو چکا ہے۔ پس اس صورت میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا پایا گیا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مطلق تمام فرشتے مراد ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے بندوں (کی مدد کے لئے) متعین ہیں اور اس میں حیوانات بھی شامل ہیں اور استغفار کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندوں کے لئے رزق طلب کرتے اور بلاؤں سے دور ہونے کی دعائیں کرتے ہیں اور تمام ہی اقوال صحیح ہیں۔ ای الاصنام: مفعول اول کی تفسیر ہے جو کہ محذوف ہے اور مفعول ثانی ﴿الاولیاء﴾ ہے معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بتوں کو معبود بنا لیا اور کہتے ہیں: ﴿ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ

زلفی(الزمر:۳) ﴾اوراس پر دوسری آیت دلالت کرتی ہے اور﴿الاولیاء﴾ اپنے رب کے خادم ہوتے ہیں اوراللہ کی محبت اور معرفت کی خیرات بانٹتے ہیں اوران کی محبت اور تعلق ہر معاملے میں ہونا چاہیے اس لئے کہ ان کا وسیلہ اللہ اوراس کے رسول تک پہنچاتا ہے اوران کی محبت اور وسیلہ شرک نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی انہیں مستحق عبادت جانے اورانہیں معبود سمجھ کرسجدے کرے اور خارجیوں کا گمراہ کن عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات تک پہنچنے کے لئے کسی کو بھی وسیلہ بنانا شرک ہے اورایسا کرنے والامشرک ہے۔وھو الاسلام: یا کفر مراد ہے۔

الکافرون: ﴿الظالمون﴾ کی تفسیر ہے، پس ظلم سے مراد کفر ہے اور﴿الظالمون﴾ بمعنی العاصین ہے،لیکن مراد ایسے عاصی ہیں جو کفر نہ کرتے ہوں، اور وہ عذاب دور ہونے کے ذریعے مدد کئے جائیں گے، جیسا کہ حدیث میں ہے:''میری شفاعت میری امت کے گناہ گاروں کے لئے ہے''۔والفاء لمجرد العطف: میں فاء مجرد عطف کے لئے ہے نہ کہ ماقبل شرط کی جزاء کے لئے۔

(الصاوی، ج۵،ص۲۱۷وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿وما اختلفتم﴾مَعَ الْكُفَّارِ﴿فيه من شیء﴾مِنَ الدِّيْنِ وَغَيْرِهٖ﴿فحكمه﴾مَرْدُوْدٌ﴿الى الله﴾يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ قُلْ لَهُمْ﴿ذلكم الله ربی عليه توكلت واليه انيب (۱۰)﴾اَرْجِعُ﴿فاطر السموت والارض﴾مُبْدِعُهُمَا﴿جعل لكم من انفسكم ازواجا﴾حَيْثُ خَلَقَ حَوَّاءَ مِنْ ضِلْعِ اٰدَمَ ﴿ومن الانعام ازواجا﴾ذُكُوْرًا وَاِنَاثًا﴿يذرؤكم﴾بِالْمُعْجَمَةِ يَخْلُقُكُمْ﴿فيه﴾فِي الْجَعْلِ الْمَذْكُوْرِ اَیْ يُكْثِرُكُمْ بِسَبَبِهٖ بِالتَّوَالُدِ وَالضَّمِيْرُ لِلْاَنَاسِيِّ وَالْاَنْعَامِ بِالتَّغْلِيْبِ﴿ليس كمثله شیء﴾اَلْكَافُ زَائِدَةٌ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى لَا مِثْلَ لَهٗ﴿وهو السميع﴾لِمَا يُقَالُ﴿البصير(۱۱)﴾بِمَا يُفْعَلُ﴿له مقاليد السموت والارض﴾اَیْ مَفَاتِيْحُ خَزَائِنِهَا مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَغَيْرِهِمَا﴿يبسط الرزق﴾يُوَسِّعُهٗ﴿لمن يشاء﴾اِمْتِحَانًا﴿ويقدر﴾يُضَيِّقُهٗ لِمَنْ يَشَاءُ اِبْتِلَاءً﴿انه بكل شیء عليم(۱۲)شرع لكم من الدين ما وصی به نوحا﴾هُوَ اَوَّلُ اَنْبِيَاءِ الشَّرِيْعَةِ﴿والذی اوحينا اليک وما وصينا به ابرهيم وموسی وعيسی ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه﴾هٰذَا هُوَ الْمَشْرُوْعُ الْمُوْصٰى بِهٖ وَالْمُوْحٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُوَ التَّوْحِيْدُ﴿كبر﴾عَظُمَ﴿على المشركين ما تدعوهم اليه﴾مِنَ التَّوْحِيْدِ﴿الله يجتبی اليه﴾اِلَى التَّوْحِيْدِ﴿من يشاء ويهدی اليه من ينيب(۱۳)﴾يُقْبِلُ اِلٰى طَاعَتِهٖ﴿وما تفرقوا﴾ اَیْ اَهْلُ الْاَدْيَانِ فِي الدِّيْنِ بِاَنْ وَحَّدَ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ﴿الا من بعد ما جاء هم العلم﴾بِالتَّوْحِيْدِ ﴿بغيا﴾مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴿بينهم ولو لا كلمة سبقت من ربک﴾بِتَاخِيْرِ الْجَزَاءِ﴿الى اجل مسمی﴾يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴿لقضی بينهم﴾بِتَعْذِيْبِ الْكَافِرِيْنَ فِي الدُّنْيَا﴿وان الذين اورثوا الكتب من بعدهم﴾وَهُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى﴿لفی شک منه﴾مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ﴿مريب(۱۴)﴾مُوْقِعُ الرِّيْبَةِ﴿فلذلک﴾التَّوْحِيْدِ﴿فادع﴾يَا مُحَمَّدُ النَّاسَ﴿واستقم﴾عَلَيْهِ﴿كما امرت ولا تتبع اهوائهم﴾فِي تَرْكِهٖ﴿وقل امنت بما انزل الله من كتب وامرت لاعدل﴾اَیْ بِاَنْ اَعْدِلَ﴿بينكم﴾فِي

الْحُکْمِ﴿اللہ ربنا وربکم لنا اعملنا ولکم اعمالکم﴾فَکُلٌّ یُجَازٰی بِعَمَلِہٖ﴿لا حجۃ﴾خُصُوْمَۃَ﴿بیننا و بینکم﴾ھٰذَا قَبْلَ اَنْ یُؤْمَرَ بِالْجِھَادِ﴿اللہ یجمع بیننا﴾فِی الْمَعَادِ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ﴿والیہ المصیر (۱۵)﴾اَلْمَرْجَعُ﴿والذین یحاجون فی﴾دِیْنِ﴿اللہ﴾نَبِیِّہٖ﴿من بعد ما استجیبَ لہ﴾بِالْاِیْمَانِ لِظُھُوْرِ مُعْجِزَاتِہٖ وَھُمُ الْیَھُوْدُ﴿حجتھم داحضۃ﴾بَاطِلَۃٌ﴿عند ربھم وعلیھم غضب ولھم عذاب شدید (۱۶)اللہ الذی انزل الکتب﴾الْقُرْاٰنَ﴿بالحق﴾مُتَعَلِّقٌ بِاَنْزَلَ ﴿والمیزان﴾وَالْعَدْلَ﴿وما یدریک﴾یُعَلِّمُکَ﴿لعل الساعۃ﴾اَیْ اِتْیَانِھَا﴿قریب (۱۷)﴾وَلَعَلَّ مُعَلَّقٌ لِلْفِعْلِ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ مَابَعْدَہٗ سُدَّ مُسَدَّ الْمَفْعُوْلَیْنِ﴿یستعجل بھا الذین لا یؤمنون بھا﴾یَقُوْلُوْنَ مَتٰی تَاْتِیْ ظَنًّا مِنْھُمْ اَنَّھَا غَیْرُ اٰتِیَۃٍ﴿والذین امنوا مشفقون﴾خَائِفُوْنَ﴿منھا ویعلمون انھا الحق الا ان الذین یمارون﴾یُجَادِلُوْنَ﴿فی الساعۃ لفی ضلل بعید(۱۸)اللہ لطیف بعبادہ﴾بِرَبِّھِمْ وَفَاجِرِھِمْ حَیْثُ لَمْ یُھْلِکْھُمْ جُوْعًا بِمَعَاصِیْھِمْ﴿یرزق من یشاء﴾مِنْ کُلٍّ مِنْھُمْ مَایَشَاءُ﴿وھو القوی﴾عَلٰی مُرَادِہٖ﴿ العزیز (۱۹)﴾اَلْغَالِبُ عَلٰی اَمْرِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

اورتم جس بات میں (یعنی دین وغیرہ کے معاملے میں کفار کے ساتھ) اختلاف ......۱...... کررہے ہوتو اس کا فیصلہ (بروز قیامت) اللہ کے سپرد ہے (الی اللہ کا متعلق ''مردود'' محذوف ہے) وہ بروز قیامت (تمہارے درمیان فیصلہ فرمادیگا تم ان سے فرماؤ) یہ ہے اللہ میرا رب میں نے اس پر بھروسہ کیا اور میں اس کی طرف رجوع لاتا ہوں (انیب بمعنی ارجع ہے) آسمان اور زمین کا بنانے والا (فاطر کا معنی بے مثل سابق بنانے والا ہے) تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے (یوں کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی مبارک پسلی سے حضرت حواء رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا) اور چوپایوں میں سے جوڑے (یعنی نرومادہ) تمہیں پیدا فرماتا ہے (یذرؤکم ذال کے ساتھ ہے بمعنی یخلقکم ہے) اس میں (یعنی مذکورہ بنانے میں یعنی جوڑے بنانے اور اولاد کے ذریعے تمہاری کثرت فرماتا ہے، اور ضمیر مذکر انسانوں اور چوپایوں کو غلبہ دینے کے اعتبار سے ہے) اس جیسا کوئی نہیں (کمثلہ میں کاف زائدہ ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ کا کوئی مثل نہیں) اور وہی سننے والا ہے (جو کچھ کہا جاتا ہے) دیکھنے والا ہے (جو کچھ کیا جاتا ہے) اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں (یعنی زمین وآسمان کے خزانے جیسے بارش وغیرہ نباتات کی کنجیاں) روزی وسیع کرتا ہے (یبسط بمعنی یوسع ہے) جس کے لیے چاہے (بطور امتحان) اور تنگ فرماتا ہے (جس کے لیے چاہے بطور آزمائش، یقدر بمعنی یضیق ہے) بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو کیا (حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شریعت نبی ہیں ......۲......) اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو ......۳...... (یہ مشروع ''موصی بہ'' اور ''موحی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' توحید ہی ہے) مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ (کبر بمعنی عظم ہے) جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو (یعنی اللہ عزوجل کی توحید کی طرف) اور اللہ چن لیتا ہے اپنی (توحید) کے لیے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے (یعنی اسے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہو) اور انہوں نے (یعنی مختلف ادیان والوں نے اپنے دین میں) پھوٹ نہ ڈالی (یوں کہ بعض توحید پر جمے رہے اور بعض نے کفر کیا) مگر بعد اس کے کہ انہیں (توحید الٰہی کا) علم آچکا تھا (کفار کے) آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے رب کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی (جزا وسزا کو مؤخر فرمانے کی) ایک مقرر میعاد (یعنی روز قیامت) تک تو ضرور ان میں فیصلہ

کر دیا جاتا (دنیا میں کفار کو عذاب دیکر) اور بیشک وہ جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے (مراد اس سے یہود و نصاری ہیں) وہ اس سے (یعنی سیدنا محمد ﷺ سے) ایک دھوکہ میں ڈالنے والے شک میں ہیں (مریب کے معنی دھوکے میں ڈالنے والا شک ہے) تو اس کی (یعنی توحید......کی) طرف بلاؤ (اے حبیب ﷺ لوگوں کو) اور (توحید پر) ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور (ترک توحید کے معاملے میں) ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں انصاف کروں (لاعدل بمعنی بان اعدل ہے) تم میں (یعنی تمہارے درمیان فیصلہ کرنے میں) اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا کیا (ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا) کوئی حجت (یعنی کوئی جھگڑا) نہیں ہم میں اور تم میں (یہ امر حکم جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) اور اللہ ہم سب کو جمع کرے گا (آخرت میں ہمارے مابین فیصلہ کرنے کے لیے) اور اسی کی طرف پھرنا ہے (المصیر بمعنی المرجع ہے) اور وہ جو اللہ کے (دین کے) بارے میں جھگڑتے ہیں (اس کے نبی ﷺ سے) بعد اس کے کہ اس کی دعوت قبول کی جا چکی ہے (دعوت ایمان ان کے معجزات ظہور کے باعث اور یہ جھگڑالو یہودی ہیں) ان کی دلیل محض بے ثبات ہے (یعنی باطل ہے) ان کے رب کے پاس اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے اللہ ہے جس نے کتاب اتاری (یعنی قرآن پاک نازل فرمایا) حق کے ساتھ ("بالحق" انزل فعل کے متعلق ہے) اور میزان......٥......(یعنی عدل) اور تم کیا جانو (یدریک بمعنی یعلمک ہے) شاید قیامت (یعنی اس کا آنا) قریب ہی ہو (لعل نے فعل کو عمل سے روک دیا ہے اور اس کا مابعد دو مفعولوں کے قائم مقام ہے) اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے (کفار کہا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی ان کا گمان تو یہ تھا کہ قیامت آنے ہی کی نہیں) اور جنہیں اس پر ایمان ہے وہ ڈر رہے ہیں (مشفقون بمعنی خائفون ہے) اس سے اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے سنتے ہو بیشک جو شک کرتے ہیں (یعنی جھگڑتے ہیں، یمارون بمعنی یجادلون ہے) قیامت کے بارے میں ضرور دور کی گمراہی میں ہیں اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے (نیکو کاروں پر بھی اور بدکاروں پر بھی، یوں کہ انہیں ان کے گناہوں کی بھوک دیکر ہلاک نہیں فرمادیتا) جسے چاہے روزی دیتا ہے (ان میں سے ہر ایک کو جتنی وہ چاہتا ہے) وہی قوت رکھنے والا ہے (اپنی مراد پر) غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے امر پر، عزیز کے معنی غالب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما اختلفتم فیه من شیء فحکمه الی الله﴾

و: مستانفہ، ما: ذوالحال جزا، ملکر جملہ شرطیہ، اختلفتم فیه: فعل بافاعل وظرف لغو، من شیء: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، حکمه مبتدا، الی الله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلکم الله ربی علیه توکلت والیه انیب فاطر السموت والارض﴾

ذلکم: مبتدا، الله: خبر اول، ربی: خبر ثانی، علیه توکلت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیه انیب: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر ثالث، فاطر السموت والارض: خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿جعل لکم من انفسکم ازواجا ومن الانعام ازواجا یذروکم فیه﴾

جعل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، من انفسکم: ظرف مستقر حال مقدم، ازواجا: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من الانعام: ظرف مستقر حال مقدم، ازواجا: موصوف، یذروکم فیه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل "ذلکم" کیلئے خبر خامس واقع ہے۔

﴿لیس کمثله شيء وهو السميع البصير﴾

لیس: فعل ناقص، کاف: زائد، مثله: خبر مقدم، شيء: اسم، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ذلکم" کیلئے خبر سادس واقع ہے، و: عاطفہ، هو: مبتدا، السميع البصير: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿له مقاليد السموت والارض يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر انه بكل شيء عليم﴾

له: ظرف مستقر خبر مقدم، مقاليد السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "ذلکم" کیلئے خبر سابع واقع ہے، يبسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لمن يشاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقدر: جملہ فعلیہ معطوف ملکر "ذلکم" کیلئے خبر ثانی من واقع ہے، انه: حرف شبہ واسم، بكل شيء عليم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليك وما وصينا به ابرهيم وموسى وعيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه﴾

شرع لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، من: جار، الدين: مبدل منہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: مصدریہ، اقيموا الدين: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تتفرقوا فيه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال مقدم، ما وصى به نوحا: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذى اوحينا اليك: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ما وصينا به ابرهيم وموسى وعيسى: موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿كبر على المشركين ما تدعوهم اليه الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب﴾

كبر: فعل، على المشركين: ظرف لغو، ما: موصول صلہ، تدعوهم اليه: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، الله: مبتدا، يجتبى اليه: فعل بافاعل وظرف لغو، من يشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يهدى: فعل بافاعل، اليه: ظرف لغو، من ينيب: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تفرقوا الامن بعد ماجاء هم العلم بغيا بينهم﴾

و: عاطفہ، ما تفرقوا: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، من: جار، بعد: مضاف، ماجاء هم العلم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، بغيا بينهم: شبہ جملہ مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو لا كلمة سبقت من ربك الى اجل مسمى لقضى بينهم﴾

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، كلمة: موصوف، سبقت: فعل بافاعل، من ربك: ظرف لغو اول، الى اجل مسمى: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر محذوف "موجود" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، قضى: فعل مجہول "القضاء" نائب الفاعل محذوف، بينهم: ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب لولا واقع ہے۔

﴿وان الذين اورثوا الكتب من بعدهم لفي شك منه مريب﴾

و: عاطفہ، ان: حرف شبہ، الذين: موصول، اورثوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، الكتب: مفعول ثانی، من بعدهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، في: جار، شك: موصوف، منه: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر اول، مريب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلذلك فادع واستقم كما امرت ولا تتبع اهواء هم﴾

ف: تفسیر، لام بمعنی "الی" جار، ذلک: مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، ف: تاکید لفاء اولی، ادع: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استقم: فعل امر با فاعل، کما امرت: ظرف مستقر "استقام" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لاتتبع اھواء ھم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط محذوف "ان عرفت ھذا کلہ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقل امنت بما انزل اللہ من کتب وامرت لاعدل بینکم﴾

و: عاطفہ، قل قول، امنت: فعل با فاعل، ب: جار، ما انزل اللہ: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من کتب: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امرت: فعل نائب با فاعل، لاعدل: فعل امر غائب با فاعل، بینکم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم﴾

اللہ: مبتدا، ربنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ربکم: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، اعمالنا: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، اعمالکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لاحجۃ بیننا وبینکم اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر﴾

لا: نفی جنس، حجۃ: اسم، بیننا: ظرف متعلق بمحذوف معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینکم: ظرف متعلق بمحذوف معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اللہ: مبتدا، یجمع بیننا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، المصیر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم﴾

و: مستانفہ، الذین: موصول، یحاجون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، من: جار، بعد: مضاف، ما استجیب لہ: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی: جار، اللہ: "دین" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، حجتھم: مبتدا، داحضۃ: مبتدا، عند ربھم: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وعلیھم غضب ولھم عذاب شدید﴾

و: عاطفہ، علیھم: ظرف مستقر خبر مقدم، غضب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شدید: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان وما یدریک لعل الساعۃ قریب﴾

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، انزل الکتب: فعل با فاعل ومفعول، ب: جار، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المیزان: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، یدریک: فعل با فاعل ومفعول، لعل الساعۃ قریب: جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یستعجل بھا الذین لا یومنون بھا والذین امنوا مشفقون منھا﴾

یستعجل: فعل، بھا: ظرف لغو، الذین: موصول، لایومنون بھا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، الذین امنو: موصول صلہ، ملکر مبتدا، مشفقون منھا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویعلمون انھا الحق الا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلل بعید﴾

و: عاطفہ ،یعلمون: فعل بافاعل،انھا الحق: جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،الا: حرف تنبیہ ،الذین: موصول،یمارون فی الساعۃ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،لام: تاکیدیہ،فی ضلل بعید: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز﴾

اللہ: مبتدا،لطیف بعبادہ: شبہ جملہ خبر اول ،یرزق من یشاء: جملہ فعلیہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ،ھو: مبتدا،القوی العزیز: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......وما یدریک لعل الساعۃ...... ☆ نبی کریم ﷺ نے قیامت کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے بطریق تکذیب کہا کہ کب ہوگی اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اختلاف کے معنی،حیثیت واھمیت:

لے......اپنے حال اور قال کے سوا کسی اور طریقے کو اختیار کرنا،اختلاف کہلاتا ہے۔ (المفردات ص ١٦٢)

آیت مبارکہ﴿وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ تم جس بات میں اختلاف کروگے اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے(الشوری:١٠)﴾ سے تین مسائل واضح ہوئے:(١)......نظم قرآن سے ثابت ہوا کہ سید عالم ﷺ کو کافروں کو زبردستی ایمان کی جانب مائل کرنے سے منع کیا گیا،اور اسی طرح مومنین کو بھی کافروں سے خواہ مخواہ جھگڑنے سے روکا گیا۔اور جب مخالفت و جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے تو فیصلہ کرانے کے لئے سید عالم ﷺ کی ذات کی جانب رجوع کیا جائے اور سید عالم ﷺ کی بارگاہ کے علاوہ کسی اور جانب التفات نہ کیا جائے،اور جب ایسا معاملہ ہو کہ جس کا جواب آقائے دوجہاں ﷺ نہ دے پائیں تو جیسا کہ﴿یسئلونک عن الروح اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں﴾ کے تحت آقائے دوجہاں ﷺ نے توقف فرمایا اور اس کا علم اللہ ﷻ کی جانب تفویض فرمایا اور نزول آیات ہونے پر جواب ارشاد فرمایا:﴿ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے(الاسراء:٨٥)﴾۔(٢)......اللہ ﷻ کا فرمان: اے محمد ﷺ!﴿وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ تم جس بات میں اختلاف کروگے اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے﴾ اور دلیل اللہ ﷻ کا فرمان﴿ذلکم اللہ ربی علیہ توکلت والیہ انیب یہ ہے اللہ میرا رب جس پر میں نے بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں(الشوری:١٠)﴾ ہے۔(٣)......اس آیت﴿وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ تم جس بات میں اختلاف کروگے اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے﴾ سے قیاس کی نفی ہوتی ہے،کیونکہ اس آیت سے یا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکم نص سے مستفاد ہو رہا ہے یا حکم قیاس سے مستفاد ہو رہا ہے جس پر نص وارد ہے،دوسری صورت تو باطل ہے کیونکہ اس صورت میں نص اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام احکام قیاس سے ثابت ہوں جو کہ باطل ہے،اور پہلی صورت میں دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام احکام نص سے ثابت ہوں اور اس صورت میں قیاس کی نفی ہو جائے گی،اور قائل کا یہ کہنا کہ حکم اللہ ﷻ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے چہ جائے کہ وہ بیان نص کے ذریعے ہو یا قیاس کے ذریعے؟ میں (امام رازی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود یہ ہے کہ تمام احکامات کو بغیر کسی اختلاف کے اللہ ﷻ کی جانب تفویض کیا جائے،اور قیاس کی جانب رجوع کرنا حکم اختلاف کو قوی کرتا ہے اور اس کی وضاحت بھی نہیں پائی جاتی پس واجب ہے کہ نصوص کی جانب رجوع کیا جائے۔

(الرازی،ج٩،ص ٥٨١)

جاننا چاہیے کہ اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟ بعض اوقات اختلاف نفع بخش بھی ہوتا ہے جیسا کہ سید عالم ﷺ کا فرمان: ''اختلاف امتی رحمۃ میری امت کے (علماء) کا اختلاف باعث رحمت ہے''۔ تاہم اسی اختلاف کا نتیجہ ہے کہ چار مشہور مذاہب پائے جاتے ہیں اور ہر ایک اپنے مذہب کے عالم مجتہد کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنی دینی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور یہ اختلاف شریعت مطہرہ میں مستحسن ہے۔ بعض اوقات اختلاف ذاتی نوعیت کا ہوا کرتا ہے جس کی اسلام نے کبھی اجازت نہ دی، لہٰذا جس اختلاف سے دین اسلام میں بگاڑ پیدا نہ ہو، شریعت محمدی میں امن کی فضاء خراب نہ ہو، اسلامی معاشرے کا سکون پارہ پارہ نہ ہو اور شریعت مطہرہ میں اس اختلاف کی گنجائش بھی ہو تو ایسا اختلاف یقیناً قابل دید ہوتا ہے اور اگر معاملہ برعکس ہے تو اللہ عزوجل محفوظ رکھے۔

کیا حضرت نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت تھے؟ یا......:

۲...... حافظ ابو بکر بن العربی کہتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام پر اللہ عزوجل نے کسی قسم کے فرائض متعین نہ کئے تھے اور نہ ہی ان کی شریعت میں کسی قسم کی حرمت وغیرہ کے معاملات متعین تھے بس چند امور کا پابند کیا تھا جو کہ ضروریات معاش کے لئے اہم تھے اور اسی پر جمے رہنے کا حکم دیا تھا، پس جب نوح علیہ السلام کا ظہور ہوا تو انہیں امہات و بنات کی تحریم، واجبات، دیانات وغیرہ کی تعلیم و تربیت فرمائی اور حضرات رسل ہمیشہ اس پر کاربند رہے اور یکے بعد دیگرے ہر رسل نے اس کی پیروی کی اور یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ تک جا کر ختم ہوا۔ اور شرعی اصول میں کسی نبی کی شریعت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی یعنی توحید، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج، اور اچھے اعمال جس کی بدولت اللہ عزوجل کا قرب حاصل کیا جائے، وعدوں کی پاسداری، امانتوں کا ادا کیا جانا، صلہ رحمی، کفر کی حرمت، قتل، زنا کی حرمت وغیرہ میں تمام نبی علیہم السلام یکساں رہے۔ تفسیر آلوسی میں اس مقام پر اتنا مزید ہے کہ حج کی ادائیگی کا حکم حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہما السلام کے دور میں نہ تھا اور اکثر امتوں میں یہ حکم نہ تھا اور یہ بھی کہ متذکرہ آیت مقدسہ مکی ہے اور زکوۃ معروفہ اور صیام رمضان کی فرضیت آیات مدنی سے ثابت ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ فروعی معاملات میں اختلاف ضرور ہوا کرتا ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۵، ص ۳۱ وغیرہ، القرطبی، الجزء: ۲۵، ص ۱۲)

ثابت ہوا کہ شریعت کے نفاذ کے اعتبار سے سب سے پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں، تاہم سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، پس اکابرین کی عبارت پر غور کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہے۔

دین میں پھوٹ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

۳...... اپنی آراء و خواہشات کی پیروی کر کے مختلف حصوں میں نہ بٹ جانے کا حکم ہے، یہود و نصاری بہتر فرقوں میں بٹ گئے، سید عالم ﷺ کی امت میں تہتر فرقے ہونے کی خبر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تفرقہ نہ ڈالو، جماعت میں رہنا رحمت اور جدا ہو جانا عذاب ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بالشت بھر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اس نے اسلام کا پھندا اپنے گلے سے اتار دیا''، اس حدیث کو ابو داود نے روایت کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جماعت پر اللہ عزوجل کا دست قدرت ہے''، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ریوڑ سے بچھڑنے والی، دور رہ جانے والی بکریوں کو دبوچ لیتا ہے (اسی طرح شیطان بھی جماعت سے رہ جانے والوں کو دبوچ لیتا ہے) اور تم گھاٹیوں (کناروں) سے بچو اور تم پر لازم ہے کہ جماعت اور جمہور کے ساتھ رہو''، اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (المظہری، ج ٦، ص ۲۵۰)

علمِ کلام کی روشنی میں توحید کا تصور:

۴......جس طرح بنانے والا ایک ہے، اسی طرح باز رکھنے والا بھی ایک ہی ہے۔ واجب الوجود ایک ہے اگر ایک سے زائد وجود میں شریک ہوتے تو ایک ہونا محال ہوتا، لہذا واجب الوجود صرف اللہ ﷻ ہی ہے۔ اگر ایک سے زائد خدا ہوتے تو کائنات کے نظام میں فساد آجاتا، اس لیے کہ کسی معاملے میں بیک وقت انکار و اقرار کی صورت پیدا ہو جاتی۔ عادت یہ ہے کہ کسی مسئلے میں کئی حاکم ہوں تو کرنے نہ کرنے، باز رکھنے باز نہ رکھنے وغیرہ کے حوالے سے فساد آجاتا ہے۔ قدم ہونے پر دلائل: قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، ازلی کے بھی یہی معنی ہیں، باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اس کو ابدی بھی کہتے ہیں جس طرح اِس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے، صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔ (بہار شریعت، عقائد متعلقہ ذات و صفاتِ اِلٰھی، ج ۱، ص ۲ وغیرہ)

بیشک اللہ ﷻ کی صفات اور اس کے اسماء تمام کے تمام اَزَلی ہیں، اس کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہاء، اس کی صفات اور اسماء میں کسی قسم تجدد (نیا پیدا شدہ کوئی وصف یا اسم) نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اللہ ﷻ واجب الوجود ہے، اپنی ذات کامل میں، اپنی ذات وصفات کے حوالے سے، اگر کوئی اللہ ﷻ کی شان میں کسی وصف کے زائل ہونے کو مانے تو ایسا ماننا محال ہے، پس اللہ کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں۔ (بہار شریعت، عقائد متعلقہ ذات و صفات اِلٰھی، ج ۱، ص ٤ وغیرہ)

اللہ ﷻ (صانع عالم) ایک ہے، اور اللہ ﷻ کی ذات بالا صفات کے علاوہ کسی اور کا واجب الوجود ہونا ناممکن ہے۔ اور متکلمین کے نزدیک اس حوالے سے دلیل تمانع پائی جاتی ہے جو کہ باری ﷻ کا فرمان ﴿لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہوتے تو وہ ضرور تباہ ہو جاتے (الانبیاء:۲۲)﴾ یعنی اگر اس زمین و آسمان میں ایک سے زائد خدا ہوتے تو ان میں فساد آجاتا۔ یہی وہ دلیل تمانع ہے جو کہ متکلمین علم کلام نے بیان کی ہے۔ خلاصہ یوں ہے کہ ایک بارش کے برسنے پر خوش ہوتا اور دوسرا ناخوش، ایک صبح ہونے کی خواہش کرتا اور دوسرا اس پر ناخوش ہوتا۔ الغرض کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ (شرح عقائد، مبحث دلیل علی الوحدانیت ص ۳٤)

میزان پر اعمال کے وزن ہونے کی بحث:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والوزن یومئذ الحق تو اس دن تول ضرور ہونی ہے (الاعراف:۸)﴾، میزان کو اعمال کے وزن کئے جانے کے نام سے پہچانا جاتا ہے، اور عقل اس کے صحیح ادراک سے قاصر ہے۔ احادیث کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہونگے جس میں نیکیاں اور بدیاں وزن کی جائیں گی، ایک پلڑے کا نام نور ہوگا جس میں نیکیاں تولی جائیں گی اور دوسرے کو ظلمت کہیں گے جس میں بُرائیوں کا وزن ہوگا اور میزان پانچ ہزار سال کی مسافت پر (پھیلا) ہوگا، یہی قول ابن عباس کا ہے۔ معتزلہ کا قول ہے کہ اعمال اعراض کے قبیلے سے ہیں لہذا ان کا اعادہ کر کے وزن کرنا ممکن نہیں ہے (اس لئے کہ وزن تو ان چیزوں کا ہوتا ہے جو بھاری جسم رکھتی ہوں)، اور کیونکہ یہ اللہ ﷻ ہی کو معلوم ہیں لہذا اس کا وزن کرنا عبث ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اعمال لکھ دیئے گئے ہیں جن کا وزن کیا جائے گا''۔ پس اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہونا چاہیے اور اللہ ﷻ کی ذات کے لئے کوئی غرض علت (نہیں) بن سکتی، اور وزن کرنے کی حکمت سے ہم مطلع نہیں اور جس کام کی حکمت سے ہم مطلع نہ ہوں وہ عبث نہیں ہوتا۔ (شرح عقائد، مبحث: والوزن والکتاب والسوال، ص ۲۵۲ وغیرہ)

اغراض:

یفصل بینکم: یعنی اللہ حقدار کو جنت میں اور باطل کو جہنم میں ڈالے گا۔

حیث خلق حواء من ضلع آدم: یعنی نیند کی حالت میں اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے بی بی حوا کو پیدا فرمایا، پھر جب بیدار ہوئے تو بی بی حوا کو اپنے سامنے پایا اور اس کی جانب مائل ہوئے اور ہاتھ بڑھایا لیکن فرشتوں نے انہیں روکا، تو استفسار فرمایا: ''کیا یہ میرے لئے نہیں''؟، بولے پہلے ان کا مہر ادا کیجئے، فرمایا: ''ان کا مہر کیا ہے؟''، بولے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھیں۔ای یکثرکم بسببه: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿فی﴾ سببیہ ہے اور ﴿فیه﴾ میں موجود ضمیر ﴿جعل﴾ کی طرف عائد ہے۔بالتغليب: ایک سوال ہوتا ہے کہ عاقل اور غیر عاقل کو ایک ہی ضمیر میں جمع کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ یوں کہا جائے: ''یذرؤکم ویذرؤھا''۔من المطر: خزائن کا بیان ہے۔ وغیرھما: جیسا کہ جواہر جو کہ زمین سے نکلتے ہیں۔ ھو اول انبیاء الشریعة: اس جملے میں حضرت نوح علیہ السلام کے اول ہونے کی حکمت کی جانب اشارہ ہے، کہ ان کا زمانہ سب سے پہلے پایا گیا۔وھو التوحید: سے اس جانب بیان کرنا مقصود ہے کہ تمام رسل میں توحید کا عقیدہ پایا گیا۔من التوحید: یعنی توحید کے عقیدے پر اختصار کرتے ہیں جو کہ دین کی بنیاد ہے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں دین کی طرف بلانا عام ہے یعنی تمام اصول وفروع کو شامل ہے۔والتوحید: اور نبی مرسل کی برکت سے اُن پر دلائل وبراہین واضح ہو چکے تھے۔

بتاخیر الجزاء: یعنی عذاب کا قیامت تک مؤخر کیا جانا مراد ہے، اور دنیا شقی وسعید کے لئے دار الجزاء نہیں ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سابقہ اقوام میں زلزلہ، دھنسنا اور چہروں کا مسخ کیا جانا وغیرہ کے عذابات دنیا میں آئے ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ سارے عذاب نہیں تھے بلکہ عذاب اور رسوائی کی علامات تھیں۔

موقع فی الریبة: مراد اہل کتاب کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے شبہات اور گمراہیوں میں پڑے رہنا ہے۔ای بان اعدل: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لاعدل﴾ میں لام بمعنی باء ہے، اور ''ان'' مصدریہ مقدرہ ہے۔فکل یجازی بعمله: یعنی خیر وشر کے عمل کی جزا دی جائے گی۔ھذا قبل ان یؤمر بالجھاد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ متذکرہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ ہے: ﴿قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر﴾، اور ایک قول منسوخ نہ ہونے کا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا، دلائل قائم ہو گئے، صرف عناد ہی کی وجہ سے حجت اور جدال نہیں ہونا چاہیے۔

وھم الیھود: موصول کی تفسیر ہے۔العدل: کو میزان کہا گیا ہے اس لئے کہ میزان سے انصاف اور عدل حاصل ہوتا ہے، المختصر، مزید حاشیہ نمبر ''۳'' کا مطالعہ فرمائیں۔ای اتیانھا: ﴿الساعة﴾ یعنی قیامت ﴿قریب﴾ ہے، یہاں مضاف کو مقدر ماننا ہے تا کہ مذکر ومونث جملوں کے مابین مطابقت درست ہو جائے۔من کل منھم: مَن کا بیان ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ ان میں سے جسے چاہے رزق عطا فرمائے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿من کان یرید﴾ بِعَمَلِهٖ ﴿حرث الاخرة﴾ اَیْ کَسْبَهَا وَهُوَ الثَّوَابُ ﴿نزد له فی حرثه﴾ بِالتَّضْعِيْفِ فِيْهِ الْحَسَنَةُ اِلٰى عَشْرَةٍ وَاَكْثَرَ ﴿ومن کان یرید حرث الدنیا نؤته منها﴾ بِلَا تَضْعِيْفٍ مَا قُسِمَ لَهٗ ﴿وما له فی الاخرة من نصیب (۲۰) ام﴾ بَلْ ﴿لھم﴾ لِكُفَّارِ مَكَّةَ ﴿شرکؤا﴾ هُمْ شَيَاطِيْنُهُمْ ﴿شرعوا﴾ اَيِ الشُّرَكَاءُ ﴿لھم﴾ لِلْكُفَّارِ ﴿من الدین﴾ الْفَاسِدِ ﴿ما لم یأذن به اللہ﴾ كَالشِّرْكِ وَاِنْكَارِ الْبَعْثِ ﴿ولولا کلمة الفصل﴾ اَيِ الْقَضَاءُ السَّابِقُ بِاَنَّ الْجَزَاءَ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿لقضی بینھم﴾ وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالتَّعْذِيْبِ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا ﴿وان الظلمین﴾ الْكَافِرِيْنَ ﴿لھم عذاب الیم (۲۱)﴾ مُؤْلِمٌ ﴿تری الظلمین﴾ يَوْمَ

القیمۃ﴿مشفقین﴾خائفین﴿مما کسبوا﴾فی الدنیا من السّیاٰت اَنْ یُجَازَوْا عَلَیْھَا﴿وھو﴾اَیِ الجزاء علیھا﴿واقع بھم﴾یوم القیمۃ لا محالۃ﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت فی روضت الجنت﴾اَنْزَھُھَا بالنّسبۃ الی من دونھم﴿لھم ما یشاء ون عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر (۲۲) ذلک الذی یبشر اللہ﴾من البشارۃ مخففا ومثقلا بہ﴿عبادہ الذین امنوا وعملوا الصلحت قل لا اسئلکم علیہ﴾اَیْ علی تبلیغ الرسالۃ﴿اجرا الا المودۃ فی القربی﴾اِسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ اَیْ لٰکِنْ اَسْاَلُکُمْ اَنْ تُوَدُّوْا قَرَابَتِیَ الَّتِیْ ھِیَ قرابتکم ایضا فان لہ فی کل بطن من قریش قرابۃ﴿ومن یقترف﴾یکتسب﴿حسنۃ﴾طاعۃ﴿نزد لہ فیھا حسنا﴾بتضعیفھا﴿ان اللہ غفور﴾للذنوب﴿شکور (۲۳)﴾لِلْقَلِیْلِ فَیُضَاعِفُہٗ﴿ام﴾بَلْ﴿یقولون افتری علی اللہ کذبا﴾بنسبۃ القراٰن الی اللہ تعالٰی﴿فان یشاء اللہ یختم﴾یَرْبِطُ﴿علی قلبک﴾بالصَّبْرِ علی اذاھم بھذا القول وغیرہ وقد فعل﴿ویمح اللہ الباطل﴾اَلَّذِیْ قَالُوْہُ﴿ویحق الحق﴾یُثْبِتُہٗ﴿بکلمتہ﴾اَلْمُنْزَلَۃِ عَلٰی نَبِیِّہٖ﴿انہ علیم بذات الصدور (۲۴)﴾بِمَا فِی الْقُلُوْبِ﴿وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ﴾مِنْھُمْ﴿ویعفوا عن السیات﴾اَلْمُتَابِ عَنْھَا﴿ویعلم ما تفعلون (۲۵)﴾بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ﴿ویستجیب الذین امنوا وعملوا الصلحت﴾یُجِیْبُھُمْ اِلٰی مَا یَسْئَلُوْنَ﴿ویزیدھم﴾اللہ﴿من فضلہ والکفرون لھم عذاب شدید (۲۶) ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ﴾جَمِیْعُھُمْ﴿لبغوا﴾جَمِیْعُھُمْ اَیْ طَغَوْا﴿فی الارض ولکن ینزل﴾بِالتَّخْفِیْفِ وَضِدِّہٖ مِنَ الْاَرْزَاقِ﴿بقدر ما یشاء﴾فَیَبْسُطُھَا لِبَعْضِ عِبَادِہٖ دُوْنَ بَعْضٍ وَیَنْشَاءُ عَنِ الْبَسْطِ الْبَغْیُ﴿انہ بعبادہ خبیر بصیر (۲۷) وھو الذی ینزل الغیث﴾اَلْمَطَرَ﴿من بعد ما قنطوا﴾یَئِسُوْا مِنْ نُزُوْلِہٖ﴿وینشر رحمتہ﴾یَبْسُطُ مَطَرَہٗ﴿وھو الولی﴾اَلْمُحْسِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴿الحمید (۲۸)﴾اَلْمَحْمُوْدُ عِنْدَھُمْ﴿ومن ایتہ خلق السموت والارض و﴾خَلْقُ﴿ما بث﴾فَرَّقَ وَنَشَرَ﴿فیھما من دابۃ﴾ھِیَ مَا یَدِبُّ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ النَّاسِ وَغَیْرِھِمْ﴿وھو علی جمعھم﴾لِلْحَشْرِ﴿اذا یشاء قدیر (۲۹)﴾فِی الضَّمِیْرِ تَغْلِیْبُ الْعَاقِلِ عَلٰی غَیْرِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

جو (اپنے عمل کے ذریعے) آخرت کی کھیتی چاہے (یعنی کسب آخرت، مراد اس سے اخروی ثواب ہے) ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں (اس کی نیکیوں میں دس یا اس سے بھی زیادہ بڑھا کر......۱...... جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۱ میں ہے) اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے (بے اضافہ کئے اس کی قسمت کے مطابق) اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں......۲...... بلکہ (ام بمعنی بل ہے) ان کے لیے (یعنی کفار مکہ کے لیے) کچھ شریک ہیں (مراد اس سے ان کے شیاطین ہیں) جنہوں نے (یعنی ان شرکاء نے) نکال دیا ان کے لیے (ان کافروں کے لیے) دین (یعنی دین فاسد) کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی (جیسے شرک اور حشر ونشر کا انکار کرنا) اور اگر ایک فیصلے کی بات نہ ہوتی (یعنی یہ سابقہ قضا نہ ہوتی کہ ایسوں کو بروز قیامت جزا دی جائیگی) تو ان میں فیصلہ کردیا جاتا (یعنی کافروں اور مسلمانوں کے درمیان یوں کہ کافروں کو دنیا میں عذاب میں مبتلا کردیا جاتا) اور بیشک ظالموں (یعنی کافروں) کے لیے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مؤلم ہے) تم (بروز قیامت) ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنی کمائیوں سے (یعنی دنیا

میں کی گئیں برائیوں سے ان کا بدلہ دیا جائیگا......۳۲) سہمے ہوئے ہوں گے (مشفقین بمعنی خائفین ہے) اور وہ (یعنی ان برائیوں کی سزا) ان پر (بروز قیامت لامحالہ) پڑکر رہے گی اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں (یعنی دیگر جنتیوں کے مقابلہ میں یہ اعلیٰ ترین جنت میں ہیں) ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو چاہیں یہی بڑا فضل ہے یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے (یبشر مصدر بشارۃ سے ہے، اس فعل کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے تم فرماؤ میں اس پر (یعنی تبلیغ رسالت پر) نہیں مانگتا تم سے اجرت مگر قرابت کی محبت (الا المودۃ فی القربی یہ استثناء منقطع ہے معنی یہ ہے کہ ہاں میں تم سے اپنی قرابت داروں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں جو کہ تمہارے بھی قرابت دار ہیں کہ حضور ﷺ کی قبیلہ قریش کی ہر شاخ سے قرابت داری تھی......۳۳) اور جو نیک کام کرے (یقترف بمعنی یکتسب ہے، حسنۃ بمعنی طاعۃ ہے) ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں (اس کی نیکی میں اضافہ کرکے) بیشک اللہ بخشنے والا ہے (گناہوں کا) قدر فرمانے والا ہے (چھوٹی نیکی کو بھی کہ وہ اس کو بڑھا دیتا ہے) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا (قرآن کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کرکے) اور اللہ چاہے تو تمہارے قلب کو مضبوط کردے (یختم بمعنی یربط ہے) اس (قول اور کفار کی دیگر اذیتوں پر صبر کرنے کے ذریعے اور اللہ ﷻ نے ایسا ہی کیا) اور مٹاتا ہے باطل کو (یعنی اس باطل قول کو جو وہ کہتے ہیں) اور حق کو ثابت فرماتا ہے (یحق بمعنی یثبت ہے) اپنی (ان) باتوں سے (جو اس نے اپنے نبی ﷺ پر نازل کی ہیں) بیشک وہ سینوں کی بات جانتا ہے (یعنی دلوں میں موجود باتوں کو جانتا ہے) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا (جو ان میں سے توبہ کرلیتے ہیں) اور (ان کے) گناہوں سے درگزر فرماتا ہے (جس سے توبہ کرلی جائے......۵) اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (تفعلون فعل علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے (یعنی یہ لوگ جو سوال کرتے ہیں وہ اللہ ﷻ قبول فرمائیگا) اور وہ (یعنی اللہ ﷻ) انہیں اپنے فضل سے انعام دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ اپنے (سب) بندوں کا رزق وسیع کردیتا تو ضرور فساد پھیلاتے (یعنی وہ سب کے سب ضرور سرکشی کرتے، لبغوا بمعنی طغوا ہے) زمین میں لیکن وہ اتارتا ہے (رزق، ینزل فعل مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اندازے سے جتنا چاہے (تو وہ اپنے بعض بندوں کے لیے رزق کشادہ کردیتا ہے اور بعض پر رزق تنگ کردیتا ہے اور سرکشی کا پیدا ہونا کشادگی رزق سے ہوتا ہے) بیشک وہ بندوں سے خبردار ہے انہیں دیکھتا ہے اور وہی ہے کہ مینہ اتارتا ہے (الغیث بمعنی المطر ہے) ان کے بارش برسنے سے ناامید ہونے پر (قنطوا فعل یئسوا ہے) اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے (یعنی اپنی بارش کو پھیلا دیتا ہے) اور وہی ولی ہے (یعنی مسلمانوں پر احسان کرنے والا ہے مومنوں کے نزدیک) سب خوبیاں سراہا (حمید بمعنی محمود ہے) اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان کی (پیدائش) جو چلنے والے ان میں پھیلائے (بث بمعنی فرق ونشر ہے، دابۃ ہر اس جان کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے، خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق) اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر (محشر کے لیے) جب چاہے قادر ہے (جمعھم میں ضمیر مذکر عقلاء کو غیر عقلاء پر غلبہ دیتے ہوئے ذکر کی گئی ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ﴾

من: شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص با اسم، یرید حرث الاخرۃ: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، نزد لہ: فعل با فاعل و ظرف لغو، فی حرثہ: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له فى الاخرة من نصيب﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، كان يريد حرث الدنيا: جملہ فعلیہ شرط، نؤته منها: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، فى الاخرة: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، نصيب: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله﴾

ام: عاطفہ منقطعہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، شركاء: موصوف، شرعوا لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، من الدين: ظرف مستقر حال مقدم، مالم ياذن به الله: موصول صلہ ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، ملکر مبتدا، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولولا كلمة الفصل لقضى بينهم وان الظلمين لهم عذاب اليم﴾

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، كلمة الفصل: "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، قضى بينهم: جملہ فعلیہ جواب لولا واقع ہے، و: عاطفہ، ان الظلمين: حرف شبہ واسم، لهم عذاب اليم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ترى الظلمين مشفقين مما كسبوا وهو واقع بهم﴾

ترى: فعل بافاعل، الظلمين: ذوالحال، مشفقين: اسم فاعل بافاعل، مما كسبوا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال اول، و: حالیہ، هو: مبتدا، واقع بهم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذين امنوا وعملوا الصلحت فى روضت الجنت لهم ما يشاء ون عند ربهم﴾

و: عاطفہ، الذين: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، فى روضت الجنت: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، ما: موصولہ، يشاء ون عند ربهم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلك هو الفضل الكبير ذلك الذى يبشر الله عباده الذين امنوا وعملوا الصلحت﴾

ذلك: مبتدا، هو: مبتدا، الفضل الكبير: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلك: مبتدا، الذى: موصول، يبشر الله: فعل وفاعل، عباده: موصوف، الذين امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى﴾

قل: قول، لا اسئلكم: فعل بافاعل ومفعول، عليه: ظرف مستقر حال مقدم، اجرا: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، المودة: ذوالحال، فى القربى: ظرف مستقر حال، ملکر مستثنیٰ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ومن يقترف حسنة نزد له فيها حسنا ان الله غفور شكور﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، يقترف حسنة: جملہ فعلیہ شرط، نزد له: فعل بافاعل وظرف لغو، فيها: ظرف مستقر حال مقدم، حسنا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان الله: حرف شبہ واسم، غفور شكور: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام يقولون افترى على الله كذبا فان يشا الله يختم على قلبك﴾

ام: عاطفہ منقطعہ ،یقولون: قول،افتری: فعل بافاعل،علی اللہ: ظرف لغو، کذبا: بمفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف: عاطفہ،ان: شرطیہ،یشا اللہ: جملہ فعلیہ شرط،یختم: فعل بافاعل،علی قلبک: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویمح اللہ الباطل ویحق الحق بکلمتہ﴾﴿وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ﴾

و: مستانفہ،یمح اللہ الباطل: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،یحق الحق: فعل بافاعل ومفعول،بکلمتہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: مستانفہ،ھو: مبتدا،الذی: موصول،یقبل التوبۃ عن عبادہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویعفوا عن السیات ویعلم ما تفعلون﴾

و: عاطفہ،یعفوا عن السیات: فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،یعلم: فعل بافاعل،ما تفعلون: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویستجیب الذین امنوا وعملوا الصلحت ویزیدھم من فضلہ﴾

و: عاطفہ،یستجیب: فعل بافاعل،الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ،ملکر تقدیر لام جار مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،یزیدھم من فضلہ: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والکفرون لھم عذاب شدید﴾

و: عاطفہ،الکفرون: مبتدا،لھم عذاب شدید: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء﴾

و: مستانفہ،لو: شرطیہ،بسط اللہ الرزق: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ،لبغوا فی الارض: جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ،و: عاطفہ،لکن: استدراکیہ،ینزل: فعل بافاعل،بقدر: ظرف مستقر حال مقدم،مایشاء: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انہ بعبادہ خبیر بصیر﴾انہ: حرف شبہ واسم،بعبادہ خبیر: شبہ جملہ خبر اول،بصیر: خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ﴾

و: عاطفہ،ھو: مبتدا،الذی: موصول،ینزل: فعل بافاعل،الغیث: ذوالحال،من بعد ماقنطوا: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،ینشر رحمتہ: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو الولی الحمید ومن ایتہ خلق السموت والارض ومابث فیھما من دابۃ﴾

و: عاطفہ،ھو: مبتدا،الولی الحمید: خبران،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،من ایتہ: ظرف مستقر خبر مقدم،خلق: مضاف،السموت: معطوف علیہ،والارض: معطوف اول،و: عاطفہ،ما: موصولہ،بث فیھما: فعل بافاعل وظرف لغو،من دابۃ: ظرف مستقر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف ثانی،ملکر مضاف الیہ،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر﴾

و: عاطفہ،ھو: مبتدا،علی: جار،جمع: مصدر مضاف بافاعل،ھم: ضمیر مضاف الیہ مفعول،اذا: مضاف،یشاء: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور،ملکر ظرف لغو مقدم،قدیر: صفت شبہ بافاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا ......☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور ﷺ کے حقوق و احسانات یاد کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ﷺ کی بدولت ہمیں ہدایت نصیب ہوئی، ہم نے گمراہی سے نجات پائی، ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نیکیوں پر اجر میں اضافہ:

۱...... جاننا چاہیے کہ یہ آیات عظیم الشان ثواب کے حصول پر دلیل کی حیثیت رکھتی ہیں: (۱)...... بیشک اللہ ﷻ ایمان اور عملِ صالح پر جنت کی بشارت دیتا ہے، اور اللہ ﷻ کی ذات پاک اعمال پر عظیم الشان ثواب مرتب کرنے والی ذات ہے، اور یہ کہ کس عمل پر کما حقہ کتنا اجر مرتب ہوتا ہے یہ صرف اللہ ﷻ ہی جانتا ہے۔ (۲)...... اللہ ﷻ کے فرامین: ﴿لھم ما یشاؤن عند ربھم ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہے جو چاہیں﴾، ﴿لھم ما یشاؤن ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں﴾ کا تعلق غیر متناہی ابواب سے ہے یعنی اس ثواب کی مقدار کو کوئی نہیں جانتا لہذا بندہ اعلی درجے کے ثواب ہی کو تصور میں رکھے۔ (۳)...... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ذلک ھو الفضل الکبیر یہی بڑا فضل ہے﴾ یعنی وہ ذات جس کی کبریائی ہر چیز پر محیط ہے، علی الاطلاق وہی ہر چیز سے بڑا ہے۔ (۴)...... اس جملے میں بھی اللہ ﷻ کی غایت درجے کی عظمتِ شان کا بیان ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الذی یبشر اللہ عبادہ وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے (الشوریٰ:۲۳)﴾، پس ہم اللہ ﷻ سے اس کی بارگاہ سے کامیابی اور ابدی انعام کے سوالی ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص۵۹۳)

فقط دنیا چاہنے والوں کے لئے آخرت میں حصہ نہ ہونا:

۲...... دنیا میں کئے جانے والے نیک اعمال کے مقبول ہونے کے لیے ایمان بھی شرط ہے، جس کا ایمان ہی مکمل نہیں وہ کتنی ہی نیکیاں کر لے، اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ آخرت میں انہی لوگوں کو فائدہ ہوگا جو دنیا میں اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور وہ صاحب ایمان بھی ہوں۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے صبح اس حال میں کی کہ فقط دنیا ہی کی طلب کی جستجو کی تو اللہ ﷻ اسے دنیا میں سے فقط اتنا ہی دے گا جتنا اللہ ﷻ نے اُس کے لئے لکھ دیا ہے اور جس نے صبح اس حال میں کی کہ آخرت کی خواہش کی تو اللہ ﷻ سے غنی کر دے گا اور اسے دنیا بھی دے گا اور یہ دنیا اسکے پاس ناک گھسیٹتی ہوئی آئے گی''۔ (الرازی، ج۹، ص۵۹۲)

☆...... حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتے داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اس کو آخرت میں نفع دے گا؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''یہ عمل اس کو نفع نہ دے گا، کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے اللہ ﷻ! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الدلیل علی ان من مات، رقم: ۴۰۶/ ۲۱۴، ص ۱۳۰)

اس حدیث کے تحت علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ کفار کو ان کے نیک اعمال سے نفع نہیں

ہوگا، ان کو آخرت میں ان کی نیکیوں پر کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی، البتہ کافروں کے جرائم کے اعتبار سے بعض کو بعض سے زیادہ عذاب ہوگا۔ (نووی علی مسلم، المرجع السابق، ص ۲٤٤)

ظالموں کو آخرت میں نقصان ہونا:

۳.....کل قیامت میں انسان اپنے گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوگا، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ انسان گناہ کرنے سے پہلے اس کی شامت خیزی پر غور و تفکر کرلے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿یحملون اوزارھم علی ظھورھم یعنی اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھاتے ہونگے (الانعام: ۳۱)﴾۔ پیش نظر آیت میں ''وزر'' کو ''وازر'' پر محمول کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ حاکم وقت ہے جو اپنی رعایا (پر ہونے والے مظالم کا) بوجھ اٹھائے گا۔ قیامت کے دن بیٹا اپنی ماں سے ملاقات کرے گا، ماں کہے گی اے میرے لخت جگر! کیا میری گود تیرے لئے آرام گاہ نہیں تھی، میرا دودھ تیرے لیے خوراک نہیں تھا، میرا پیٹ تیرے لیے جائے مسکن نہیں تھا، بیٹا کہے گا کیوں نہیں والدہ محترمہ، ایسا ہی تھا۔ ماں کہے گی میرے گناہوں کا بوجھ بڑا بھاری ہے تو اس میں سے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے، بیٹا کہے گا: ''ماں آج کے دن میں اپنے بوجھ اٹھانے میں مشغول ہوں''۔ اس آیت اور ذیل میں دی گئی احادیث سے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے استدلال کیا ہے کہ زندہ لوگوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ١٥، ص ٢٠٢)

سید عالم ﷺ کے قرابت داروں کی اہمیت وحیثیت:

۴.....اہل قرابت سے مرادکون ہیں؟ اس کا جواب قرآن ہی کی آیت پاک میں موجود ہے چنانچہ ارشاد باری ﴿والمومنون والمومنت بعضھم اولیاء بعض اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں (التوبۃ: ۷۱)﴾۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مسلمان مثل ایک عمارت کے ہیں، جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت اور مدد پہنچاتا ہے جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب ہوئی تو سید عالم ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی معنی یہ ہے کہ میں ہدایت وارشاد پر کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں ان کا لحاظ رکھو اور میرے قرابت والے بھی تمہارے قرابت والے ہیں انہیں ایذا نہ دو۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرابت والوں سے مراد سید عالم ﷺ کی آل پاک ہے۔ اہل قرابت سے مراد کون کون ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں: (۱)..... حضرت علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ (۲)..... آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ (۳)..... حضور کے وہ اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم وبنی عبد المطلب رضی اللہ عنہم ہیں۔ (۴)..... سید عالم ﷺ کی ازواج اہل بیت رضی اللہ عنہم میں داخل ہیں۔ (۵)..... سید عالم ﷺ کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت دین کے فرائض میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۷۰، الخازن، ج ٤، ص ۹۷)

امام رازی کہتے ہیں: سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو میری آل کی محبت میں مَرا وہ شہید ہے، اور جو آل محمد ﷺ کی محبت میں انتقال کر گیا وہ بخشا ہوا ہے، خبردار جو آل محمد ﷺ کی محبت میں انتقال کر گیا وہ تائب ہو کر مرا، جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا وہ ایمان مکمل کر کے مرا، جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا ملک الموت اُسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور یہی خوشخبری اُسے منکر نکیر دیتے ہیں، خبردار جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا اس کے لئے جنت آراستہ کی جاتی ہے جیسا کہ دلہن کے لئے حجرۂ عروسی مزین کیا جاتا ہے، خبردار جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا اس کے لئے قبر میں جنت کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں، خبردار جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا اس کی قبر پر فرشتے رحمت کی نظر کرتے ہیں، خبردار جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مَرا وہ اہل سنت وجماعت (کے مسلک) پر مَرا، خبردار جو آل محمد ﷺ کے بغض میں مَرا اس کی آنکھوں کے مابین لکھ دیا جائے گا کہ یہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو کر اٹھے گا، خبردار جو آل محمد ﷺ کے

بغض میں مرے گا وہ کافر ہوکر مرے گا، خبردار جو آلِ محمد ﷺ کے بغض میں مرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا، یہ وہ ہے جو صاحب کشاف نے لکھا۔ (الرازی، ج۹، ص ۵۹۵)

بغیر توبہ کئے معافی ملنا:

۵......امام رازی فرماتے ہیں کہ اہلِ ایمان کے حق میں اللہ ﷻ بغیر توبہ کی شرط کے بھی گناہ معاف فرمادیتا ہے، دلیل ﴿یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے (ابراھیم: ۱۰)﴾ ہے، اس آیت میں اللہ ﷻ نے بعض گناہوں کو بغیر توبہ کیے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کئے معاف ہوجائیں اور ان بعض گناہوں میں کفر داخل نہیں ہے اس لئے کہ کفر کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا۔ (الرازی، ج۷، ص ۷۲)

بغیر توبہ کے گناہ بخشے جانے کی مثالیں: ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم یعنی تم فرماؤ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا (ال عمران: ۳۱)﴾، ﴿یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم یعنی اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (الاحزاب: ۷۱)﴾، ﴿ان ربک لذو مغفرة للناس علی ظلمھم بیشک تمہارا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت فرمادیتا ہے (الرعد: ٦)﴾۔ سورۂ رعد کی آیت کے تحت امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیت مقدسہ کفار کو ایمان لانے کی دعوت اور مومنین کو مزید فرمانبرداری بجالانے اور نافرمانی سے اجتناب کرنے پر دلیل ہے، اور اسی میں لوگوں پر ظلم کرنے سے بچنا بھی داخل ہے۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۲۱۷ ملخصا، عطائین، ج۳، ص ۱۲۸)

اغراض:

بعملہ: یعنی دنیا میں نماز وغیرہ یا عیال کے لئے کوشش کرنے کے ذریعے، جب کہ مدار اچھی نیت پر ہے جس پر عادات وابستہ ہوتی ہیں۔ **الحسنة:** مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے مراد اس سے تضعیف (کسی چیز میں اضافہ ہونا) ہے۔ **شیاطینھم:** جنہیں تم نے (اے کفارِ مکہ) کفر و معصیت میں شریک کررکھا ہے۔ **ان یجازوا علیھا:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ مضاف حذف ہے یعنی "جزاء ما کسبوا"۔ **لا محالہ:** چہ جائے کہ ڈرتے ہوں یا نہ ڈرتے ہوں، حساب ہونا ہے۔

انزھھا بالنسبة الی من دونھم: یعنی جنت کے باغ اور اس کے اعلیٰ درجات اور پاکیزگیاں، اور اس میں اشارہ ہے کہ جو ایمان لائے اگر چہ اچھے اعمال نہ کئے لیکن وہ جنت میں جائیں گے، چہ جائے کہ اعلیٰ درجات ہوں یا نہ ہوں۔

یبسط مطرہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کی سختی کے اوقات میں بارش کے ذریعے مدد فرمائی، اور رحمت سے مراد مخلوق پر احسان کرنا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ رحمت سے برکات مراد لی جائیں، یعنی بارش کی برکتیں عطا فرمادیں جس میں ہر قسم کے فوائد پنہاں ہیں، مثلاً پہاڑوں، فصلوں، حیوانوں سب کو ہی فائدے ہیں اور اس کا عطف ماقبل پر ہوگا، یعنی مسبب کی برکتوں کا ذکر کرکے عطف سبب پر کیا گیا ہے۔ **المحمود عندھم:** یعنی تمام مخلوقات مراد ہیں، لیکن مومنین کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کیونکہ مقصود مومنین کا شرف و اکرام تھا۔ **ھی ما یدب علی الارض:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد دونوں (آسمان و زمین) میں سے ایک ہے، اور اس صورت میں تثنیہ کا اطلاق مفرد پر ہوگا، جیسا کہ اللہ ﷻ کے فرمان میں اس کی مثال موجود ہے: ﴿یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان (الرحمن: ۲۲)﴾ جب کہ دونوں سے ایک ہی چیز نکلتی ہے اور وہ "ملح (نمک)" ہے، اور یہی زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آیت اپنے ظاہر پر باقی ہے، اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ ﷻ نے آسمان پر بھی حیوانات پیدا کیے ہوں جس طرح

زمین پر حیوانات چلتے پھرتے ہیں بالکل ایسے ہی آسمان پر بھی چلتے پھرتے ہوں، لیکن یہ انسانی اذہان سے بعید قول ہے اور عرف وعادت کے بھی خلاف ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲٢٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وما اصابكم﴾خِطَابٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴿من مصيبة﴾بَلِيَّةٍ وَشِدَّةٍ﴿فبما كسبت ايديكم﴾اَیْ كَسَبْتُمْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَعُبِّرَ بِالْاَيْدِیْ لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوِلُ بِهَا﴿ويعفوا عن كثير (۳۰)﴾مِنْهَا فَلَا يُجَازِیْ عَلَيْهِ وَهُوَ تَعَالٰی اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يُثْنِیَ الْجَزَاءَ فِی الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا غَيْرُ الْمُذْنِبِيْنَ فَمَا يُصِيْبُهُمْ فِی الدُّنْيَا لِرَفْعِ دَرَجَاتِهِمْ فِی الْاٰخِرَةِ﴿وما انتم﴾يَا مُشْرِكِيْنَ﴿بمعجزين﴾اَللّٰهَ هَرْبًا﴿فی الارض﴾فَتَفُوْتُوْهُ ﴿وما لكم من دون الله﴾اَیْ غَيْرِهٖ﴿من ولی ولا نصير (۳۱)﴾يَدْفَعُ عَذَابَهٗ عَنْكُمْ﴿ومن ايته الجوار﴾اَلسُّفُنُ﴿فی البحر كالاعلام (۳۲)﴾كَالْجِبَالِ فِی الْعِظَمِ﴿ان يشأ يسكن الريح فيظللن﴾يَصِرْنَ﴿رواكد﴾ثَوَابِتَ لَا تَجْرِیْ﴿علی ظهره ان فی ذلک لايت لكل صبار شكور (۳۳)﴾هُوَ الْمُؤْمِنُ يَصْبِرُ فِی الشِّدَّةِ وَيَشْكُرُ فِی الرَّخَاءِ﴿او يوبقهن﴾عَطْفٌ عَلٰی يَسْكُنْ اَیْ يُغْرِقُهُنَّ بِعَصْفِ الرِّيْحِ بِاَهْلِهِنَّ﴿بما كسبوا﴾اَیْ اَهْلُهُنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ﴿ويعف عن كثير (۳۴)﴾مِنْهَا فَلَا يُغْرِقُ اَهْلَهٗ ﴿ويعلم﴾ بِالرَّفْعِ مُسْتَانِفٌ وَبِالنَّصْبِ مَعْطُوْفٌ عَلٰی تَعْلِيْلٍ مُقَدَّرٍ اَیْ يُغْرِقُهُمْ لِيَنْتَقِمَ مِنْهُمْ وَيَعْلَمَ﴿الذين يجادلون فی ايتنا مالهم من محيص (۳۵)﴾مَهْرَبٍ مِنَ الْعَذَابِ وَجُمْلَةُ النَّفْیِ سُدَّتْ مَسَدَّ مَفْعُوْلَیْ يَعْلَمُ اَوِ النَّفْیِ مُعَلَّقٌ عَنِ الْعَمَلِ﴿فما اوتيتم﴾خِطَابٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْرِهِمْ﴿من شیء﴾مِنْ اَثَاثِ الدُّنْيَا﴿فمتاع الحيوة الدنيا﴾يَتَمَتَّعُ بِهٖ فِيْهَا ثُمَّ يَزُوْلُ﴿وما عند الله﴾مِنَ الثَّوَابِ﴿خير و ابقی للذين امنوا وعلی ربهم يتوكلون (۳۶)﴾وَيُعْطَفُ عَلَيْهِمْ﴿والذين يجتنبون كبئر الاثم والفواحش﴾مُوْجِبَاتِ الْحُدُوْدِ مِنْ عَطْفِ الْبَعْضِ عَلَی الْكُلِّ﴿واذا ما غضبوا هم يغفرون (۳۷)﴾يَتَجَاوَزُوْنَ﴿والذين استجابوا لربهم﴾اَجَابُوْهُ اِلٰی مَادَعَاهُمْ اِلَيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالْعِبَادَةِ﴿واقاموا الصلوة﴾اَدَامُوْهَا﴿وامرهم﴾اَلَّذِیْ يَبْدُوْلَهُمْ﴿شوری بينهم﴾يَتَشَاوَرُوْنَ فِيْهِ وَلَا يَعْجَلُوْنَ﴿ومما رزقنهم﴾اَعْطَيْنَاهُمْ﴿ينفقون (۳۸)﴾فِی طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَنْ ذُكِرَ صِنْفٌ﴿والذين اذا اصابهم البغی﴾الظُّلْمُ﴿هم ينتصرون (۳۹)﴾صِنْفٌ اَیْ يَنْتَقِمُوْنَ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ بِمِثْلِ ظُلْمِهٖ كَمَا قَالَ تَعَالٰی﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها﴾سُمِّيَتِ الثَّانِيَةُ سَيِّئَةً لِمُشَابِهَتِهَا لِلْاُوْلٰی فِی الصُّوْرَةِ وَهٰذَا ظَاهِرٌ فِيْمَا يُقْتَصُّ فِيْهِ مِنَ الْجِرَاحَاتِ قَالَ بَعْضُهُمْ وَاِذَا قَالَ لَهٗ اَخْزَاكَ اللّٰهُ فَيُجِيْبُهٗ اَخْزَاكَ اللّٰهُ﴿فمن عفا﴾عَنْ ظَالِمِهٖ﴿واصلح﴾الْوُدَّ بَيْنَهٗ وبينَ بِالْعَفْوِ عَنْهُ﴿فاجره علی الله﴾اَیْ اَنَّ اللّٰهَ يَاجِرُهٗ لَامُحَالَةَ﴿انه لا يحب الظلمين (۴۰)﴾اَیِ الْبَادِيْنَ بِالظُّلْمِ فَيُرَتِّبُ عَلَيْهِمْ عِقَابَهٗ﴿ولمن انتصر بعد ظلمه﴾اَیْ ظُلْمِ الظَّالِمِ اِيَّاهُ﴿فاولئک ما عليهم من سبيل (۴۱)﴾مُؤَاخَذَةٍ﴿انما السبيل علی الذين يظلمون الناس ويبغون﴾يَعْمَلُوْنَ﴿فی الارض بغير الحق﴾بِالْمَعَاصِیْ﴿اولئک لهم عذاب اليم (۴۲)﴾مُؤْلِمٌ﴿ولمن

صبر﴾فَلَمْ يَنْتَصِرُ﴿وغفر﴾تَجَاوَزَ﴿ان ذلک﴾الصَّبْرَ وَالتَّجَاوُزَ﴿لمن عزم الامور (۴۳)﴾اَیْ مَعْزُوْمَاتِهَا بِمَعْنَى الْمَطْلُوْبَاتِ شَرْعًا.

﴿ترجمہ﴾

اور جو پہنچی تمہیں (یہ خطاب مومنین سے ہے) مصیبت (یعنی آزمائش ودشواری) وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا (یعنی ان گناہوں کے سبب ہیں جو تم نے کیے ہیں......۱......ذات کو ایدی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اکثر افعال کا صدور انہی کے ذریعے ہوتا ہے) اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے (اس میں سے اور اس کا بدلہ نہیں لیتا، اللہ ﷻ سب سے بڑھ کر کرم کرنے والا ہے، وہ آخرت میں دوبارہ ان گناہوں کی سزا نہیں دیگا جن کی سزا دنیا میں مل چکی اور رہے وہ لوگ جو گناہگار نہیں تو دنیا میں مصیبت پہنچے کی وجہ سے آخرت میں ان کے درجات بلند کر دیے جائیں گے) اور (اے مشرکوں) نہ اللہ کے مقابل تمہارا کوئی دوست نہ مددگار (کہ وہ عذاب الٰہی کو تم سے دور کر سکے) اور اس کی نشانیوں سے ہیں دریا میں چلنے والی (کشتیاں) جیسے پہاڑیاں (یعنی وہ اپنی بلندی میں پہاڑیوں کی طرح ہیں، وہ چاہے تو ہوا تھما دیں کہ وہ ٹھہری رہ جائیں (یظللن بمعنی یصرن ہے، اپنی جگہ جمی رہ جائیں اور کشتیاں چل نہ سکیں) اس کی پیٹھ پر بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کو (صبار شکور سے مراد وہ مومن ہے جو تکلیف میں صبر اور کشادگی میں شکر ادا کرتا ہے) یا انہیں تباہ کر دے (یعنی شدید ہوا کے ذریعے کشتیوں کو کشتی میں سوار افراد کے ساتھ غرق فرما دے، یوبقھن کا عطف یسکن پر ہے) ان کے (یعنی کشتی والوں کی) کمائی ہوئی کے سبب (یعنی ان کے گناہوں کی وجہ سے) اور (اس میں سے) بہت کچھ معاف فرما دے (ان کے گناہوں کی شامت کے باوجود کشتی والوں کو غرق نہ کرے) اور جان جائیں (معنیٰ آیت یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے انہیں غرق اس لیے فرمایا تاکہ وہ ان سے بدلہ لے اور وہ لوگ جان لیں، یعلم جملہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، یا تعلیل مقدر پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے) وہ جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ انہیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں (عذاب سے......۲......، جملہ نفی یعلم کے دو مفاعیل کے قائم مقام ہے اور یہاں نفی کو عمل سے روک دیا گیا ہے) تمہیں جو ملا ہے (یہ خطاب مومنین کے ساتھ دیگر افراد کے لئے بھی ہے) اشیاء میں سے (یعنی دنیاوی ساز وسامان میں سے) وہ جیتی دنیا میں برتنے کا ہے (اس سے دنیا میں نفع اٹھا جا سکتا ہے پھر یہ فنا ہو جائیگا) اور وہ جو اللہ کے پاس ہے (یعنی ثواب......۳......) بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں (اگلا جملہ ماقبل پر معطوف ہے) اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں (فواحش سے مراد وہ گناہ ہیں جو موجب حد ہوں......۴......اور یہ کلام عطف البعض علی الکل کے قبیل سے ہے) اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں (یعنی درگزر سے کام لیتے ہیں) اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا (یعنی جس توحید اور عبادت کی طرف اللہ ﷻ نے انہیں بلایا تھا انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا) اور نماز قائم رکھی (اقاموا الصلوۃ بمعنی اداموھا ہے) اور ان کا کام (جو ان کے لیے ظاہر ہوتا ہے) ان کے آپس کے مشورے سے ہے (یعنی درپیش معاملے میں وہ عجلت نہیں کرتے بلکہ وہ آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں......۵......) اور ہمارے دیئے سے (یعنی جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے) خرچ کرتے ہیں (طاعت الٰہی میں، یہاں جن کا ذکر ہوا یہ مسلمانوں کی پہلی قسم ہے) اور وہ کہ جب انہیں بغاوت (یعنی ظلم) پہنچے تو بدلہ لیتے ہیں (یہاں مومنین کی دوسری قسم کا بیان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ظالموں سے ان کے ظلم کی مثل بدلہ لے لیتے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے (برائی کے بدلے کو بھی برائی کا نام دیا گیا اس لیے کہ یہ صورتاً برائی کے مشابہ ہوتی ہے، مماثلت پر عمل کرنے کا معاملہ زخموں کا قصاص لینے کے معاملے میں ظاہر ہے بعض حضرات نے کہا کہ جب کوئی دوسرے سے کہے اللہ ﷻ تجھے رسوا کرے تو سامنے

والا جواباً یہی بات کہہ دے تو یہ بھی اسی قبیل سے ہے) تو جس نے معاف کیا (اپنی ذات پر ظلم کرنے والے کو) اور اصلاح (یعنی اپنے اور معاف کردہ ظالم کے درمیان محبت قائم کرلی) تو اس کا اجر اللہ پر ہے (یعنی بیشک اللہ ﷻ اسے لامحالہ اجر عطا فرمائیگا......٦......) اور بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو (یعنی ابتداً ظلم کرنے والوں کو، پس ایسوں پر اللہ ﷻ کا عذاب مرتب ہوتا ہے) اور بیشک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا (یعنی اپنی ذات پر ظلم کرنے والے سے) ان پر کچھ (مواخذہ کی) راہ نہیں مواخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق (نافرمانی کے) کام کرتے ہیں (یبغون بمعنی یعملون ہے) ان کے لیے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مؤلم ہے) اور بیشک جس نے صبر کیا (بدلہ نہیں لیا) اور بخش دیا (یعنی درگزر کیا) تو یہ (صبر کرنا درگزر سے کام لینا) ضرور عزم کے کام ہیں (یا ایسے کام ہیں جن کا عزم کرنا چاہیے یعنی شرعاً یہ کام مطلوب ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر﴾

و: عاطفہ، ما: موصولہ، اصابکم: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، من مصیبة: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل کم ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، بما کسبت ایدیکم: ظرف مستقر "ذلک" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، یعفوا: فعل بافاعل، عن کثیر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما انتم بمعجزین فی الارض وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انتم: مبتدا، ب: زائد، معجزین فی الارض: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، ولی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نصیر: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایتہ الجوار فی البحر کالاعلام﴾

و: عاطفہ، من ایتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الجوار: ذوالحال، فی البحر: ظرف مستقر حال اول، کالاعلام: ظرف مستقر حال ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان یشا یسکن الریح فیظللن رو کدا علی ظھرہ﴾

ان: شرطیہ، یشا: جملہ فعلیہ شرط، یسکن الریح: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، یظللن: فعل ناقص بااسم، رو کدا علی ظھرہ: ظرف شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لکل صبار شکور﴾

ان: حرف شبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لکل صبار شکور: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اویوبقھن بما کسبوا ویعف عن کثیر﴾

او: عاطفہ، یوبقھن: فعل بافاعل ومفعول، بما کسبوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعف: فعل بافاعل، عن کثیر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "یسکن الریح" پر معطوف ہے۔

﴿ویعلم الذین یجادلون فی ایتنا ما لھم من محیص﴾

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "یفرقسم لینتبقھم منھم" یعلم: فعل، الذین یجادلون فی ایتنا: موصول صلہ ملکر فاعل، ما: نافیہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، محیص: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوة الدنیا﴾

ف: مستانفہ، ما: شرطیہ ذوالحال، من شیء: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی مقدم، اوتیتم: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، متاع الحیوة الدنیا: "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وما عند الله خیر وابقی للذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون﴾

و: عاطفہ، ما: موصولہ، عند الله: ظرف متعلق بمحذوف صلہ، ملکر مبتدا، خیر: اسم تفضیل با فاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابقی: اسم تفضیل با فاعل، لام: جار، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی ربھم یتوکلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یجتنبون: فعل با فاعل، کبٰئر الاثم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الفواحش: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا: مضاف، ما: زائد، غضبوا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، یغفرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ھم: مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "للذین امنوا" میں "الذین" پر معطوف ہے۔

﴿والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰة وامرھم شوری بینھم ومما رزقنھم ینفقون﴾ و: عاطفہ، الذین: موصول، استجابوا لربھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقاموا الصلوة: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، امرھم: مبتدا، شوری: ذوالحال، بینھم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، ممارزقنھم ینفقون: جملہ فعلیہ ثالث، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "للذین امنوا" پر معطوف ہے۔

﴿والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، اذا: مضاف، اصابھم البغی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، ینتصرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ھم: مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "للذین امنوا" پر معطوف ہے۔

﴿وجزوا سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی الله انہ لا یحب الظلمین﴾

و: عاطفہ، جزوا سیئة: مرکب اضافی مبتدا، سیئة مثلھا: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ تفریعیہ، من: شرطیہ مبتدا، جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصلح: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اجرہ: مبتدا، علی الله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف شبہ و اسم، لایحب الظلمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیھم من سبیل﴾

و: عاطفہ، لام: ابتدائیہ، من: شرطیہ مبتدا، انتصر بعد ظلمہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، ما: نافیہ، علیھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، سبیل: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق﴾

انما: حرف شبہ و ما کافہ، السبیل: مبتدا، علی: جار، الذین: موصول، یظلمون الناس: جملہ فعلیہ معطوف

علیہ ،و :عاطفہ ،یبغون :فعل واؤضمیر ذوالحال ،بغیر الحق :ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،فی الارض :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر صلہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک لھم عذاب الیم ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور﴾

اولئک :مبتدا ،لھم عذاب الیم :جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،لام :تاکیدیہ ،من صبر وغفر :موصول صلہ ،ملکر مبتدا ،ان ذلک :حرف شبہ واسم ،لمن عزم الامور :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وابقی للذین امنوا ......☆یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا اور اس پر عرب کے لوگوں نے آپ ﷛ کو ملامت کی۔

☆......والذین استجابوا ......☆یہ آیت نصاری کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے رب ﷻ کی دعوت قبول کر کے ایمان واطاعت کو اختیار کیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیابچوں اور جانوروں پرمصائب کا نزول گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے؟

۱......اگر مصیبت اور آزمائش گناہوں کی وجہ سے آتی ہے یا درجات کی بلندی کے لئے کہ انسان مصیبت پر صبر کرے تو اللہ ﷻ گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔اگر یہی نظریہ ہے تو پھر مصائب وآلام تو بچوں اور جانوروں پر بھی آتے ہیں ،اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہیں بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے تکلیف ومصیبت پہنچی ہے یا ان کے بھی درجات بلند کئے جانے مقصود ہیں۔اس کا جواب یہ ہے اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم وہ اس سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا (الشوری:۳۰)﴾ میں خطاب ان سے ہے جو فہم وفراست رکھتے ہیں ،صاحب عقل کہلاتے ہیں ورنہ بچے تو جب تک بالغ نہ ہوں مرفوع القلم ہوتے ہیں اور یونہی جانوروں کے حوالے سے نیکی وبدی کرنے کا کوئی نظریہ شریعت مطہرہ میں نہیں پایا جاتا ،لہذا احکام کا نزول انہی کے لئے خاص ہے جو مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مکلّف بھی ہوں۔ (الرازی، ج۹،ص ۶۰۰ ملخصا)

کیا صرف آیات میں جھگڑنے والوں کا انجام بُرا ہوگا؟

۲......اس آیت میں اللہ ﷻ نے خاص طور پر ان لوگوں کے بارے میں نزولِ عذاب کا ذکر کیا جو اللہ ﷻ کی آیات میں جھگڑتے ہیں یعنی سید عالم ﷺ سے مخاصمت کرتے ہیں یا آیات کی تکذیب کرتے اور انہیں باطل قرار دیتے ہیں اگر ہم جس وقت وہ سمندر میں ہوں تو ہوا کو ساکن کر دیں یا ایسا ہو جائے کہ ہوائیں انہیں ہر طرف سے گھیر لیں ،پس جان لیں کہ اب انہیں تباہی سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ (المظھری، ج۶،ص ۲۶۲)

اگر اعتراض یہ کیا جائے کہ خاص طور پر ہواؤں کو بھیج کر ایک جماعت کو ہلاک کرنا اور دوسری سے درگزر کرنا یہ درست نہیں ہے ،اور یہ کہ اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے؟ میں (علامہ آلوسی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کو خاص طور پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور دوسروں کو عمومی اعتبار سے خشکی وتری کی آزمائش کے آنے سے متنبہ کیا گیا۔

(روح المعانی، الجزء:۲۵،ص ۶۳)

مال خرچ کرکے اجر کے لئے حریص ہونا:

۳......اللہ ﷻ نے انسان کو جو مال دیا ہے، اس کے تین مصارف ہوسکتے ہیں: (۱)......اس مال کو اپنی ذات پر یا اہل وعیال کے لئے خرچ کرے۔(۲)......اس مال کو اپنے بعد وارثوں کے لئے چھوڑ جائے۔(۳)......اس مال کو راہ خدا ﷻ میں خرچ کرکے اپنی عاقبت کا سودا کرلے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تو صرف تین طرح کا ہوتا ہے۔(۱)......جو اس کے کھا کر فنا کردیا، (۲)......جو پہن کر بوسیدہ کردیا، (۳)......جو صدقہ کرکے محفوظ کرلیا اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا"۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب:الدنیا سجن المومن، رقم:(۷۳۱۶)/۲۹۵۹، ص۱۴۵۲)

☆......حضرت سیدنا فاروق اعظم ﷛ نے ام المومنین حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس عطیہ بھیجا تو انہوں نے اُسی وقت وہ سارا مال رشتے داروں اور یتیموں میں تقسیم کردیا اور دعا مانگی: "اے اللہ ﷻ! آئندہ سال عمر کا عطیہ مجھ تک نہ پہنچے، آپ نے ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وصال فرمایا"۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ زینب بنت جحش، ج۶،ص۸۵)

ماقبل فرامین مصطفیٰ ﷺ اور اعمال صالحین سے اندازہ لگائیں کہ مال جمع کرنا اور اسے وارثین کے لئے روک رکھنا زیادہ فائدہ مند ہے یا مال کو راہ خدا ﷻ میں خرچ کرنا مفید ہے۔ انسان مال اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرکے اُسے محفوظ کرلیتا ہے۔ اگرچہ مال وارثین کے لئے چھوڑنا بھی جائز ہے تاکہ انہیں کام آسکے تاہم ایسا ہرگز نہ ہو کہ جمع کرنے کے شوق میں فرض زکوۃ کی ادائیگی بھی متاثر ہوجائے۔ تاہم مستحسن اور محبوب عمل یہی ہے کہ مال کو راہ خدا ﷻ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے کیونکہ زیادہ خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھے گا۔

بے حیائیوں پر حد قائم ہونے سے مراد:

۴......الفحشاء کے معنی ہیں: "وہ جس سے فطرتِ سلیمہ اور عقل مستقیمہ نفرت کرے یا جس میں نقص خیال کرے۔

(التعریفات، ص۱۶۷)

متذکرہ آیت میں "الفواحش" کا عطف "الکبائر" پر کیا اس لئے تاکہ بعض کا عطف کل پر ہوجائے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے یعنی دونوں ناپسندیدہ ہونے میں ایک ہی جیسے ہیں جب کہ ان کے اوصاف مختلف ہیں۔ التاویلات النجمیۃ میں ہے: کبائر سے مراد دنیا کی محبت اور خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ کیونکہ دنیا کی محبت ہی تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اور فحاشی سے مراد دنیا کی طلب میں منہمک رہنا اور خواہشات کی پیروی کرتے رہنا شامل ہے۔ (روح البیان، ج۸، ص۴۴۰)

مفسر جلال نے فواحش سے مراد وہ گناہ لئے ہیں جو موجب حد ہوں، فقہی عبارات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف زنا ہی ایسی فحاشی ہے جس پر حد نافذ ہوتی ہے۔ دیگر قسم کی فحاشی پر حد تو نہیں بلکہ تعزیر ہے اور یہی احناف کا نظریہ ہے۔ لیکن افسوس صرف اسی بات کا ہے کہ اسلامی ملک میں اسلامی قانون رائج نہ ہونے کی بناء پر بُرائیاں اور معصیت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ لوگ بلا دھڑک گناہ کرتے، اور رب کی نافرمانیوں میں زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ بعض ایسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ان کی ذات فحاشی پھیلنے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ کسی مسلمان کو گالی دینا یا کوئی ایسا الفاظ کہنا جس میں حکم تعزیر ہے، تاہم اگر اس نے معاف کردیا تو خیر ورنہ حکم تعزیر ہے۔ گویے، ناچنے والے، مخنث اور نوحہ کرنے والے بھی مستحق تعزیر ہیں، جو بلاوجہ شرعی رمضان کے روزے نہ رکھے، کسی عورت کو بھگالے جانے والے، الغرض اسی پر بے شمار کبائر اور فحاشی کے کاموں کو موجودہ دور میں تصور کرلیں اور آزادی کے نام پر ہمارے یہاں یہ کلچر رائج کرنے کے لئے جو طاقتیں سرگرم ہیں ان میں نمایاں کردار میڈیا کا ہے۔ افسوس ہے کہ اس

میڈیا کے ذریعے یہ تمام بُرائیاں جو ہم نے بالاختصار اپنے دائرے میں رہ کر بیان کی ہیں جن پر قاضی وقت سزا دے سکتا ہے لیکن نہ اسلامی قوانین رائج، نہ قاضی کا عہدہ، نہ کچھ اور بلکہ سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ جتنی عزت علماء، مشائخ، اکابرین کی نہیں کی جاتی اتنی ان لوگوں کی ہوتی ہے جو بے حیائی کے کام کرتے ہیں، پردۂ اسکرین پر وہ سب کچھ دکھایا جارہا ہوتا ہے جو ہم اور آپ کسی کو کرتے دیکھیں تو اچھا نہ جانیں لیکن معلوم نہیں ان والدین کی غیرت اور حمیت کہاں چلی جاتی ہے جو اپنی جوان بچیوں کو اس جانب مائل کردیتے ہیں، ہمارے نوجوان جو ملک وقوم اور اسلام کا سرمایہ ہوتے ہیں وہ اپنی جوانی کہاں گزار رہے ہیں......کاش ہم سوچنے والے بن جائیں۔

آپس میں مشورے کی اہمیت:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وامرھم شوری بینھم﴾ اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے (الشوری ۳۸)۔ سید عالم ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ صحابہ کرام کی دلجوئی کا سامان ہوسکے، اور یہ امور اجتہادیہ میں سے ہے جیسا کہ جنگ وغیرہ کے معاملات ہوتے ہیں۔ اور سید عالم ﷺ کے بعد صحابہ نے بھی مشاورت فرمائی اور خلافت راشدہ میں بھی اس کے نظائر ملتے ہیں جب کہ بظاہر سید عالم ﷺ نے خلیفہ مقرر نہ فرمایا، اور لوگوں میں اختلاف ہوا اور مشاورت سے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے موقع پر فرمایا: ''جس کے حوالے سے آقائے دوجہاں ﷺ ہمارے دین پر راضی ہوئے ہم اس کے حوالے سے اپنی دنیا کے معاملے میں راضی ہیں''۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب تک قوم اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرتی رہے گی ہدایت پھیلتی جائے گی''۔ حدیث میں ہے: ''تمہارے اُمَراء اچھے ہوں، اغنیاء فیاض ہوں، آپس میں مشاورت کریں، تو زمین بھی تمہارے لئے بہتر پیدا کرے گی اور اگر معاملہ برعکس ہو اور تم اپنے معاملات عورتوں کے سپرد کردو تو زمین بھی تمہارے لئے بہتر پیدا نہ کرے گی''۔

(الصاوی، ج۵، ص ۲۳۱ ملخصا)

☆......ابن عدی اور بیہقی نے سندِ حسن سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ﴿وشاورھم فی الامر﴾ اور کاموں میں ان سے مشورہ لو نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سنو اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ مشورہ لینے سے غنی ہیں لیکن اللہ ﷻ نے اسے (یعنی مشورہ لینے کو) میری امت کے لئے رحمت بنایا تو جو میری امت میں سے (اپنے کاموں کے انجام دینے کے لئے) مشورہ لیتا ہے اس سے ہدایت کبھی معدوم نہیں ہوتی اور جو اسے (یعنی مشورہ لینے کو) ترک کرتا ہے اس سے گمراہی کبھی معدوم نہیں ہوتی''۔

☆......طبرانی اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مکہ و مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو استخارہ کرلے وہ خائب وخاسر نہیں رہتا اور جو مشورہ کرلے وہ نادم نہیں ہوتا۔'' (الدر المنثور، ج۲، ص۱۵۹)

بدلہ لینا بہتر ہے یا معاف کرنا:

۶......جہاں تک بدلہ لینے کا تعلق ہے، اس موضوع کو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به﴾ اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی (النحل:۱۲۶)، ﴿من عمل سیئة فلا یجزی الا مثلها﴾ جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی (غافر:۴۰)، ﴿کتب علیکم القصاص فی القتلی﴾ کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو (البقرۃ:۱۷۸)، ﴿والجروح قصاص﴾ اور زخموں میں بدلہ ہے (المائدۃ:۴۵)، ﴿ولکم فی القصاص حیوۃ﴾ خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے (البقرۃ:۱۷۹)۔ ان تمام آیات کا موضوع یہی ہے کہ انسان بدلہ اتنا ہی لے سکتا ہے جتنا ظلم ہوا ہے ورنہ پہلے وہ ظالم تھا اب یہ ظالم ہوجائے گا اور جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو یہ بھی مساوات اور مماثلت ہی کے لئے متعین کیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان اور دیگر اعضاء میں بھی حسبِ شریعت قصاص کا حکم دیا

گیا ہے۔لیکن معاف کرنا بہتر ہے اور اس کا اجر اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ کیا ملنا ہے؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فاجرہ علی اللہ(الشوری: ۴۰)﴾ پس جس نیکی کے اجر کو اللہ عزوجل اپنی جانب منسوب کرتا ہے اور اس اجر کی مقدار بیان نہیں کرتا تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ عزوجل اس عمل سے کتنا راضی ہے۔

اغراض:

خطاب المؤمنین: اور دنیا میں کافروں کا مصائب کا شکار ہونا، پس کفار عذاب میں جلدی کرتے ہیں۔ **وھو تعالی اکرم:** اللہ عزوجل کے اس فرمان: ﴿فبما کسبت ایدیکم﴾ کے متعلق ہے۔**من ان یثنی الجزاء فی الآخرۃ:** یعنی آخرت میں دوبارہ پکڑ نہیں فرمائے گا جس کی سزا دنیا میں ہو چکی ہوگی کیونکہ اللہ کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ ایک ہی گناہ پر دوبار پکڑ نہیں فرماتا۔

واما غیر المذنبین: جیسا کہ حضرات انبیائے کرام، چھوٹے کم عمر بچے اور جنین (یعنی وہ جو اپنی ماں کے رحم میں ہوتے ہیں)۔

یا مشرکین: جیسا کہ ایک نسخے میں "بایدینا" ہے، اور بہتر یہ ہے کہ "یا مشرکون" ہو، کیونکہ ندا "رفع" کے ساتھ ہوتی ہے اور رفع "واؤ" کے ساتھ ہوتا ہے۔

عطف علی یسکن: یعنی وہ چاہے تو ہوا کو روک دے، یا چلا دے کہ کشتیاں غرق ہو جائیں، لیکن یہاں یہ مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اللہ کسی اور سبب سے کشتی کو غرق فرماتا ہے۔**ای اھلھن:** واو کی تفسیر ہے جو کہ ﴿کسبوا﴾ میں پائی جارہی ہے اور یہ ضمیر "اھل سفن" کی جانب عائد ہوتی ہے۔ **منھا:** سے مراد یا تو گناہ ہیں یا کشتی۔ **لینتقم منھم:** یعنی غرق ہونا، اور غرق ہونے کی یہی علت بیان کی گئی ہے۔**من اثاث الدنیا:** یعنی دنیا کے منافع، چہ جائے کہ وہ کھانے پینے کے حوالے سے ہوں یا پہننے، نکاح کرنے یا سوار ہونے کے حوالے سے ہوں اور اس کی واحد "اثاثۃ" ہے اور ایک قول کے مطابق اس لفظ کی واحد نہیں ہے۔

من عطف البعض علی الکل: مراد یہ ہے کہ بعض کا کل پر عطف کیا گیا ہے، کیونکہ کبائر وہ کہلاتے ہیں جس پر وعید وارد ہوتی ہے اور اس پر حد نہیں جاری ہوتی جیسا کہ غیبت، چغلی اور ریاکاری اختیار کرنا۔

اجابوہ الی ما دعاھم: سید عالم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جواب دینا پایا گیا اور مفسر نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ: ﴿استجابوا﴾ میں سین اور تاء زائد ہیں۔

من الجراحات: یعنی چہ جائے کہ زخموں کا قصاص لینے کا معاملہ ہو یا کوئی اور، تمام حقوق مراد ہیں۔**قال بعضھم:** سے مجاہد اور سُدی کے اقوال مراد ہیں، جن کا کہنا یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو یہ کہے: "تجھے اللہ رسوا کرے" تو مدمقابل کو بھی یہی کہنے کی اجازت ہے۔**الود بینہ وبین المعفو عنہ:** یعنی تمام معاملات کی اصلاح ہونا ضروری ہے اور اس جملے کے ذریعے معاف کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے ،اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ اللہ اُس شخص کا نقصان نہیں ہونے دیتا جو اپنے معاملات اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔**ای البادئین بالظلم:** یعنی وہ لوگ جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں۔**ای ظلم الظالم ایاہ:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ مصدر مضاف مفعول کے لئے ہے، اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ ظالم سے اپنا حق لے لے اور یہ جائز امر اسی صورت میں ہے جب کہ اپنے حق سے زائد نہ ہو۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۲۸ وغیرہ)۔

رکوع نمبر: ۶

﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ولی من بعدہ﴾ اَیْ اَحَدٍ یَلِیْ ھِدَایَتَہٗ بَعْدَ اِضْلَالِ اللّٰہِ اِیَّاہُ ﴿وتری الظلمین لما راوا العذاب یقولون ھل الی مرد﴾ اِلَی الدُّنْیَا ﴿من سبیل (۴۴)﴾ طَرِیْقٍ ﴿وترھم یعرضون علیھا﴾ اَیِ

النَّارِ ﴿خشعين﴾ خَائِفِيْنَ مُتَوَاضِعِيْنَ ﴿من الذل ينظرون﴾ اِلَيْهَا ﴿من طرف خفى﴾ ضَعِيْفِ النَّظْرِ مُسَارَقَةً وَمِنْ اِبْتِدَائِيَّةٌ اَوْ بِمَعْنَى الْبَاءِ ﴿وقال الذين امنوا ان الخسرين الذين خسروا انفسهم واهليهم يوم القيمة﴾ بِتَخْلِيْدِهِمْ فِى النَّارِ وَعَدَمِ وُصُوْلِهِمْ اِلَى الْحُوْرِ الْمُعَدَّةِ لَهُمْ فِى الْجَنَّةِ لَوْ اٰمَنُوْا وَالْمَوْصُوْلُ خَبَرُ اَنَّ ﴿الا ان الظلمين﴾ اَلْكَافِرِيْنَ ﴿فى عذاب مقيم (۴۵)﴾ دَائِمٌ هُوَ مِنْ مَقُوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وماكان لهم من اولياء ينصرونهم من دون الله﴾ اَىْ غَيْرِهٖ يَدْفَعُ عَذَابَهُ عَنْهُمْ ﴿ومن يضلل الله فما له من سبيل (۴۶)﴾ طَرِيْقٍ اِلَى الْحَقِّ فِى الدُّنْيَا وَاِلَى الْجَنَّةِ فِى الْاٰخِرَةِ ﴿استجيبوا لربكم﴾ اَجِيْبُوْهُ بِالتَّوْحِيْدِ وَالْعِبَادَةِ ﴿من قبل ان ياتى يوم﴾ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿لا مرد له من الله﴾ اَىْ اَنَّهٗ اِذَا اَتٰى بِهٖ لَا يَرُدُّهٗ ﴿مالكم من ملجا﴾ تَلْجَئُوْنَ اِلَيْهِ ﴿يومئذ وما لكم من نكير (۴۷)﴾ اِنْكَارٍ لِذُنُوْبِكُمْ ﴿فان اعرضوا﴾ عَنِ الْاِجَابَةِ ﴿فما ارسلنك عليهم حفيظا﴾ تَحْفَظُ اَعْمَالَهُمْ بِاَنْ تُوَافِقَ الْمَطْلُوْبَ مِنْهُمْ ﴿ان﴾ مَا ﴿عليك الا البلغ﴾ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ ﴿وانا اذا اذقنا الانسان منا رحمة﴾ نِعْمَةً كَالْغِنٰى وَالصِّحَّةِ ﴿فرح بها وان تصبهم﴾ اَلضَّمِيْرُ لِلْاِنْسَانِ بِاِعْتِبَارِ الْجِنْسِ ﴿سيئة﴾ بَلَاءٌ ﴿بما قدمت ايديهم﴾ اَىْ قَدَّمُوْهُ وَعُبِّرَ بِالْاَيْدِىْ لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوِلُ بِهَا ﴿فان الانسان كفور (۴۸)﴾ لِلنِّعْمَةِ ﴿لله ملك السموت والارض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء﴾ مِنَ الْاَوْلَادِ ﴿اناثا ويهب لمن يشاء الذكور (۴۹) او يزوجهم﴾ اَىْ يَجْعَلُهُمْ ﴿ذكرانا واناثا ويجعل من يشاء عقيما﴾ فَلَا يَلِدُ وَلَا يُوْلَدُ لَهٗ ﴿انه عليم﴾ بِمَا يَخْلُقُ ﴿قدير (۵۰)﴾ عَلٰى مَا يَشَاءُ ﴿وما كان لبشر ان يكلمه الله الا﴾ اَنْ يُوْحٰى اِلَيْهِ ﴿وحيا﴾ فِى الْمَنَامِ اَوْ بِالْاِلْهَامِ ﴿او﴾ اِلَّا ﴿من وراء حجاب﴾ بِاَنْ يُسْمِعَ كَلَامَهٗ وَلَا يَرَاهُ كَمَا وَقَعَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿او﴾ اِلَّا اَنْ ﴿يرسل رسولا﴾ مَلَكًا كَجِبْرَئِيْلَ ﴿فيوحى﴾ الرَّسُوْلُ اِلَى الْمُرْسَلِ اِلَيْهِ اَىْ يُكَلِّمُهٗ ﴿باذنه﴾ اَىِ اللّٰهِ ﴿ما يشاء﴾ اَللّٰهُ ﴿انه على﴾ عَنْ صِفَاتِ الْمُحْدِثِيْنَ ﴿حكيم (۵۱)﴾ فِى صُنْعِهٖ ﴿وكذلك﴾ اَىْ مِثْلَ اِيْحَائِنَا اِلٰى غَيْرِكَ مِنَ الرُّسُلِ ﴿اوحينا اليك﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿روحا﴾ هُوَ الْقُرْاٰنُ بِهٖ تُحْيِ الْقُلُوْبُ ﴿من امرنا﴾ اَلَّذِىْ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴿ما كنت تدرى﴾ تَعْرِفُ قَبْلَ الْوَحْيِ اِلَيْكَ ﴿ما الكتب﴾ اَلْقُرْاٰنُ ﴿ولا الايمان﴾ اَىْ شَرَائِعِهٖ وَمَعَالِمُهٗ وَالنَّفِىُ مُعَلِّقٌ لِلْفِعْلِ عَنِ الْعَمِلِ وَمَابَعْدَهٗ سُدَّ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَيْنِ ﴿ولكن جعلنه﴾ اَىِ الرُّوْحَ اَوِ الْكِتَابَ ﴿نورا نهدى به من نشاء من عبادنا وانك لتهدى﴾ تَدْعُوْ بِالْوَحْىِ اِلَيْكَ ﴿الى صراط مستقيم (۵۲)﴾ دِيْنِ الْاِسْلَامِ ﴿صراط الله الذى له ما فى السموت وما فى الارض﴾ مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيْدًا ﴿الا الى الله تصير الامور (۵۳)﴾ تَرْجِع.

﴿ترجمہ﴾

اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی رفیق نہیں اللہ کے مقابل (یعنی کوئی ایسا نہیں جو اللہ ﷻ کے گمراہ کردہ کو ہدایت دینے کا اختیار رکھتا ہو ......) اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب عذاب دیکھیں گے کہیں گے کیا (دنیا کی طرف) واپس جانے کا کوئی راستہ ہے (سبیل

بمعنی طـــریــق ہے)اور تم انہیں دیکھو گے کہ اس پر (یعنی آگ پر) پیش کئے جاتے ہیں ذلت سے دبے لچے (خوفزدہ بحالت ذلت
) چھپی نگاہوں (سے اس کی طرف) دیکھتے ہیں (بنظر خفیف چوری چھپے اس کی طرف دیکھتے ہیں، مـن طـرف میں مـن ابتدائیہ ہے
یا پھر بمعنی باء ہے)اور ایمان والے کہیں گے بیشک نقصان میں وہ ہیں جو اپنی جانیں اور گھر والے ہار چکے قیامت کے دن (آگ میں
ہمیشہ رہنے کی وجہ سے، اور انہیں حوریں بھی نہ ملیں گی جو کہ اہل ایمان کو ایمان کی برکت سے جنت میں ملنی ہیں، ''الـذیـن خسـروا'' اسم
موصول ''ان '' کی خبر بن رہا ہے) سنتے ہو بیشک ظالم (یعنی کافر) ہمیشہ کے عذاب میں ہیں (یعنی دائمی عذاب میں ہیں، یہ مذکور فرمان
کلام الٰہی ﷻ میں سے ہے)اور ان کے کوئی دوست نہ ہوئے اللہ کے علاوہ کہ ان کی مدد کرتے (یعنی عذاب الٰہی ﷻ ان سے دور
کرسکتے، آیت مبارکہ میں دون بمعنی غیـــر ہے)اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لیے کہیں راستہ نہیں (نہ دنیا میں حق کی طرف اور نہ
آخرت میں جنت کی طرف، مسبیـل بمعنی طـریـق ہے)اور اپنے رب کا حکم مانو (یعنی اس کی توحید اور عبادت اختیار کرکے اس کا حکم
مانو) اس دن (یعنی روز قیامت) کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں (یعنی جب اللہ ﷻ وہ دن لے آئے گا تو پھر وہ
اسے ٹالے گا نہیں) اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی (جس میں گریز ہو سکو) اور نہ تمہیں انکار کرتے بنے (اپنے گناہوں سے، نکیر کے
معنی انکار ہے) تو اگر وہ منہ پھیریں (اس دعوت کو قبول کرنے سے) تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا (کہ تم ان کے اعمال
کی نگہبانی کرو کہ ان سے صادر ہونے والے کاموں کو شرعاً مطلوب کاموں کے موافق کردو) تم پر تو تمہیں (ان بمعنی مـــا نافیہ ہے) مگر
پہنچا دینا (یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے)اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی نعمت کا مزہ دیتے ہیں (جیسے تونگری وصحت کا،
رحمۃ بمعنی نعمۃ ہے) تو اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں پہنچے (تصبھم کی ھی ضمیر کا مرجع الانسان ہے، یہاں جنس کا اعتبار
کرتے ہوئے ضمیر مونث ذکر کی گئی ہے) کوئی برائی (یعنی بلاء ومصیبت) بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (یعنی جو انہوں
نے آگے کو بھیجا، ذوات کو ایـــدی ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا کہ اکثر افعال کا صدور انہی سے ہوتا ہے) تو انسان (اللہ ﷻ کی نعمت
کا) بڑا ناشکرا ہے......۲ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے (اولاد میں سے
) بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملادے (یزوجھم بمعنی یجعلھم ہے) بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر
دے (تو نہ وہ بچہ پیدا کرسکے اور نہ مرد کرا سکے......۳) بیشک وہ علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کا) اور قدرت رکھنے والا ہے (اپنے ہر
چاہے پر)اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر (یہ کہ اس کی طرف وحی کرے) وحی کے طور پر (سوتے میں یا الہام
کے ذریعے) یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو (یوں کہ کلام الٰہی تو سنے لیکن اس کا دیدار نہ کرسکے جیسا کہ یہ معاملہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے ساتھ ہوا) یا (مگر یہ کہ) کوئی رسول (یعنی فرشتہ) بھیجے (جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو) کہ وہ (یعنی فرشتہ) وحی
کرے (مـرسـل الیه کو یعنی وہ اس سے کلام کرے) اس کے (یعنی اللہ ﷻ کے) حکم سے وہ (یعنی اللہ ﷻ) جو چاہے بیشک وہ بلند
برتر ہے (مخلوق کی صفات سے) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور اسی طرح (یعنی تمہارے علاوہ دیگر رسولوں کی طرف وحی کی نبی
کی مثل) ہم نے تمہیں (اے حبیب ﷺ) وحی بھیجی ایک جان فزا چیز......۴ (روحـــا سے مراد قرآن پاک ہے کہ اس کے ذریعے
دلوں کو حیات ملی ہے) اپنے حکم سے (جو ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں) تم نہ جانتے تھے (یعنی وحی ہونے سے قبل تم معرفت نہ رکھتے
تھے) کتاب کی اور نہ ایمان کی (یعنی احکام شرع کی تفصیل و وضاحت کی تمہیں معرفت نہیں تھی......۵ ،حرف نفی نے فعل کو لفظی عمل
سے روک دیا ہے اور اس کا مابعد دو مفعولوں کے قائم مقام ہے) ہاں ہم نے اسے (یعنی روح یا کتاب کو) نور کیا جس سے ہم راہ
دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہیں اور بیشک تم ہدایت کرتے ہو (یعنی تم اپنی طرف لیجانے والی وحی کے ذریعے بلاتے ہو

)سیدھی راہ (یعنی دین اسلام) کی طرف (صراط بمعنی طریق ہے) اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں (مملوک، مخلوق اور بندے ہونے کے اعتبار سے) سنتے ہو سب کام اللہ ہی کا طرف پھرتے ہیں (تصیر بمعنی ترجع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن یضلل اللہ فمالہ من ولی من بعدہ﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم، یضلل اللہ: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، ما: نافیہ، لہ ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، ولی: موصوف، من بعدہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وتری الظلمین لما راوا العذاب یقولون ھل الی مرد من سبیل﴾

و: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، الظلمین: ذوالحال، یقولون: قول، ھل: حرف استفہام، الی مرد: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، سبیل: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر مفعول، لما: ظرفیہ بمعنی حین مضاف، راوا العذاب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وترھم یعرضون علیھا خشعین من الذل ینظرون من طرف خفی﴾

و: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، یعرضون علیھا: جملہ فعلیہ حال اول، خشعین من الذل: شبہ جملہ حال ثانی، ینظرون من طرف خفی: جملہ فعلیہ حال ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین امنوا ان الخسرین الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیمۃ﴾

و: عاطفہ، قال الذین امنوا: قول، ان الخسرین: حرف شبہ واسم، الذین: موصول، خسروا: فعل بافاعل، انفسھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اھلیھم: معطوف، ملکر معطوف، ملکر مفعول، یوم القیمۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿الا ان الظلمین فی عذاب مقیم وما کان لھم من اولیاء ینصرونھم من دون اللہ﴾

الا: حرف تنبیہ، ان الظلمین: حرف شبہ واسم، فی عذاب مقیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، اولیاء: موصوف، ینصرونھم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من سبیل﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم، یضلل اللہ: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، لہ ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، سبیل: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لامرد لہ من اللہ﴾

استجیبوا: فعل امر بافاعل، لربکم: ظرف لغو اول، من: جار، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، یاتی: فعل، یوم: موصوف، لا: نفی جنس، مرد: اسم، لہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت، ملکر فاعل، من اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿مالکم من ملجا یومئذ وما لکم من نکیر﴾

ما: نافیہ، لکم ظرف مستقر خبر مقدم، من: جار زائد، ملجا: ذوالحال، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، لکم ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، نکیر: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان اعرضوا فما ارسلنک علیھم حفیظا﴾

ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، اعرضوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ما ارسلنا: فعل نفی با فاعل، ک: ضمیر ذوالحال، حفیظا: حال، ملکر مفعول، علیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان علیک الا البلغ و انا اذا اذقنا الانسان منا رحمۃ فرح بھا﴾

ان: نافیہ، علیک: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، البلغ: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا: حرف شبہ و اسم، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اذقنا الانسان: فعل با فاعل و مفعول، منا: ظرف مستقر حال مقدم، رحمۃ: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، فرح بھا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم فان الانسان کفور﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تصبھم سیئۃ: فعل و مفعول و فاعل، بما قدمت ایدیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، ان الانسان: حرف شبہ و اسم، کفور: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿للہ ملک السموت والارض یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور﴾

لام: جار، اللہ: ذوالحال، یخلق: فعل با فاعل، ما یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، یھب: فعل با فاعل، لمن یشاء: ظرف لغو، اناثا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یھب: فعل با فاعل، لمن یشاء: ظرف لغو، الذکور: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، ملک السموت والارض: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿او یزوجھم ذکرانا و اناثا و یجعل من یشاء عقیما انہ علیم قدیر﴾

او: عاطفہ، یزوجھم: فعل با فاعل و مفعول، ذکرانا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اناثا: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یھب" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، یجعل: فعل با فاعل، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، عقیما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یھب" پر معطوف ہے، انہ: حرف شبہ و اسم، علیم قدیر: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراءی حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء﴾

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لبشر: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یکلمہ: فعل و مفعول، اللہ: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، وحیا: معطوف علیہ، او: عاطفہ، من ورای حجاب: ظرف مستقر "مسمعا" اسم فاعل محذوف کیلئے، ملکر معطوف اول، او: عاطفہ، یرسل رسولا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یوحی: فعل "ھو" ضمیر راجع بسوئے "رسولا" فاعل، باذنہ: ظرف لغو، ما یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان ہوکر بتاویل مصدر معطوف ثانی، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انہ علی حکیم و کذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان﴾

انہ: حرف شبہ و اسم، علی حکیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "الایحاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، اوحینا: فعل با فاعل، الی: جار، ک: ضمیر ذوالحال، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص با اسم، تدری: فعل

بافاعل،ما: استفہامیہ مبتدا،الکتب: معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا: نافیہ،الایمان: معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،روحا: موصوف،من امرنا: ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا﴾

و: عاطفہ،لکن: حرف استدراک،جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول،نورا: موصوف،نھدی بہ: فعل بافاعل وظرف لغو،من نشاء: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،من عبادنا: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموت وما فی الارض﴾

و: عاطفہ،انک: حرف شبہ واسم،لام: تاکیدیہ،تھدی: فعل بافاعل،الی: جار،صراط مستقیم: مبدل منہ،صراط: مضاف،اللہ: اسم جلالت موصوف،الذی لہ ما فی السموت وما فی الارض: موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا الی اللہ تصیر الامور﴾

الا: حرف تنبیہ،الی اللہ: ظرف لغو مقدم،تصیر: فعل،الامور: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......او من وراء حجاب......☆ یہود نے حضور علیہ السلام سے کہا تھا اگر آپ نبی ہیں تو اللہ عزوجل سے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام دیکھتے تھے حضور علیہ السلام نے جواب دیا موسی علیہ السلام نہیں دیکھتے تھے اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عزوجل کے گمراہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

ا......شیخ ابو الحسن الجرجانی ھدایۃ اور ضلالۃ کی تعریف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الدلالۃ علی ما یوصل الی المطلوب، وقد یقال: ھی سلوک طریق یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچادے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلوک کا وہ راستہ جو مطلوب (مقصود) تک پہنچادے۔'' ھی فقدان ما یوصل الی المطلوب، وقد یقال: ھی سلوک طریق لا یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی کا فقدان جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچانے سے روکے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ راستہ جو بندے کو مطلوب تک نہ پہنچا سکے، ضلالت کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص ۱۴۱،۲۵۱)

امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو مشرکین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب ان سے کہو بیشک اللہ عزوجل تم میں سے جسے چاہے رسوا کرے میری تصدیق کرنے سے اور جو میں اپنے رب کے پاس سے لایا اس پر ایمان لانے سے، اور جو رجوع لایا اسے اپنی جانب ھدایت سے نوازے، پس بندہ اپنے کفر سے توبہ کرکے اللہ عزوجل پر ایمان لائے، اور میری فرمانبرداری کرے، جو کتاب میں اپنے رب عزوجل کے پاس سے لایا ہوں اس کی تصدیق کرے اور اللہ عزوجل نے کوئی آیت مجھ پر (ایسی) نازل نہیں کی جو تمہیں گمراہ کرے یا ھدایت دے، ھدایت اور گمراہی اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں ہے، جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق رفیق دے دیتا ہے اور تم میں سے جسے چاہتا ہے رسوا کرتا ہے، پس وہ ایمان نہیں لاتا۔ (جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۱۷۲)

نعمت کا شکر ادا کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے:

۲......نعمت کا تصور اور اظہار کرنا شکر کہلاتا ہے، جو کہ کشف سے مقلوب (بدلا ہوا) ہے، اور کفر کی ضد ہے، جس کے معنی نعمتوں کو بھول جانا اور اس کو چھپانا ہے۔ (المفردات، ص ۲۶۸) حضرت ابوجلد بصری فرماتے ہیں: حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مناجات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے اللہ عزوجل! میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں حالانکہ میرے سارے اعمال تیری سب سے چھوٹی نعمت کا بھی بدلہ نہیں چکا سکتے؟ تو وحی نازل ہوئی: ''اے موسیٰ علیہ السلام اقرارِ نعمت کر کے ابھی تو تو نے شکر کیا ہے'' (الزھد للامام احمد بن حنبل ،اخبار موسی ،رقم: ۳۴۹، ص ۱۰۳) حضرت سیدنا ابوحازم فرماتے ہیں: جس نعمت سے اللہ عزوجل کا قرب حاصل نہ ہو وہ مصیبت و آزمائش ہے''۔ (المجالسۃ وجواھر العلم، الجزء۹، رقم: ۱۱۶۳، ج۲، ص ۵)۔ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کی نعمتوں کو شکر کے ذریعے محفوظ کرلو'' (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، رقم: ۷۴۵۵، ج۵، ص ۳۷۴) حضرت محمد بن لوط انصاری فرماتے ہیں: شکر نافرمانی ترک کر دینے کا نام ہے۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعدید نعم اللہ ،رقم: ۴۵۴۷، ج۴، ص ۱۳۰) شکر کی تین اقسام ہیں: (۱)......زبان سے شکر یہ ہے کہ زبان اللہ عزوجل کی نعمتوں کا اعتراف کرے، اور اس کے ماسوا سے گریز کرے ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی ذات، اپنے اردگرد، قوت وطاقت اور کسب کو نہ چھوڑے، کسی اور کی جانب اپنے ہاتھ دراز نہ کرے اس لیے کہ تمام اسباب کا خالق و مالک اللہ عزوجل ہی ہے لہٰذا اسی کا ذکر خیر کرے۔ (۲)......دل سے شکر کرنا یہ ہے کہ دل میں اللہ عزوجل کا پختہ خیال جمالے، اس کے فیصلے پر راضی رہے یعنی تقدیر کا دل میں عقیدہ مضبوط کرلے، تمام حرکات و سکنات، ظاہر و باطن، منافع ولذات اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہونے کا دل سے عقیدہ خاص رکھے۔ (۳)......اعضاء کا شکر یہ ہے کہ انہیں اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف مائل کرے اور اس کے ماسوا یعنی نفس، خواہشات، بیکار ارادے وغیرہ سے اجتناب کرے۔

(فتوح الغیب، المقالۃ التاسعۃ والخمسون، فی الرضا علی البلیۃ والشکر علی النعمۃ، ص ۱۶۱ مخلصا وملتقطا)

سائنس کی رو سے اولاد کی پیدائش میں انسانی عمل دخل ہونا:

۳......انسان کا عمل دخل فقط یہی کہ جنسی عمل کو انجام دے، بلکہ اللہ عزوجل اس کے بغیر بھی قادر ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، بی بی حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تاہم یہی قدرت کے کرشمے ہیں جنہیں سمجھنا چاہیے۔ مرد کا sperm (مادہ) عورت کے eggs (انڈوں) کے ساتھ fertilisation کا عمل اختیار کرتا ہے، اور یہ عمل عورت کے fallopian tube میں ہوتا ہے۔ جو کہ uterus (womb) اپنی ovary (انڈے پیدا کرنے والا آرگن) کے ساتھ جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور uterus (womb) اپنی سائز کے اعتبار سے بڑی pear (ناشپاتی) کی طرح ہوتا ہے جو کہ muscels (مسلز) سے بنتی ہیں اور pregnancy (حمل) کے بڑھنے کے ساتھ کھچی بڑھتی رہتی ہیں۔ جنسی عمل کے نتیجے میں مرد کے sperm (مادہ) کے خارج ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ مذکر ہوگا یا مونث، پس X chromosome ظاہر کرتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ مونث ہوگا اور Y chromwsome ظاہر کرتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ مذکر ہوگا۔ اور ovary (انڈے پیدا کرنے والا آرگن) سے دو (انڈے) نکل کر نشونما پائیں تو دو بچے ہونے کی طرف نشاندہی ہوتی ہے۔ پچیس دن میں جسم بننا شروع ہوتا ہے اور اکیس سے پچیس دن میں دل کی دھڑکن شروع ہو جاتی ہے۔

(Human development from conception to birth)

انبیائے کرام پر وحی ،قذف اور منام کی کیفیات :

۴.....اللہ ﷻ کے کلام کرنے کی تین صورتیں ہیں: وحی یعنی الہام، دل میں بات ڈالنا، خواب کے ذریعے مطلع کرنا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں بات ڈالی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کے ذریعے بیٹے کے ذبح کا حکم فرمایا۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ ﷻ نے زبور شریف حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کے سینے پر القاء فرمادی، اور حضرت داؤد علیہ السلام بغیر کسی واسطے کے اللہ ﷻ کے کلام کو سماعت فرمالیا کرتے تھے، اور یہ اسی طرح ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی جس کا بیان اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿فاستمع لما یوحی اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے (طٰہٰ:۱۳)﴾ میں پایا جاتا ہے۔ اور حضرات انبیائے کرام کی جانب رسل بھی وحی لے کر آئے ہیں تاہم دونوں ہی سلسلوں سے وحی پہنچانے کا اہتمام فرمایا گیا۔ پس اس طرح اللہ ﷻ نے اپنے کلام کو حضرات انبیائے کرام تک پہنچانے کا جو بھی اہتمام فرمایا اس کی تین صورتیں ہوا کرتی تھیں جو کہ یہ ہیں: (۱)......بغیر کسی شخصی واسطے کے اللہ ﷻ نے وحی کے ذریعے بات پہنچائی اور عین کلام مبارک اپنے بندۂ خاص تک پہنچایا جس کی نظیر آیت کے اس حصے ﴿الا وحی (النجم:٤)﴾ میں ملتی ہے۔ (۲)......بغیر کسی شخصی واسطے کے کلام تو پہنچایا لیکن کلام پہنچانے کا انداز مختلف تھا یعنی عین کلام باری نہ سنایا گیا بلکہ یوں فرمایا: ﴿او من وراء حجاب یا پردے کے پیچھے﴾۔ (۳)......کسی واسطے کے ذریعے کلام پہنچایا جیسا کہ فرمایا: ﴿او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے (الشوریٰ:٥١)﴾۔ لیکن متذکرہ بالا صورتیں (قذف، منام) وحی ہی کی صورتیں ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص ٦١١)

﴿وماکنت تدری ماالکتاب﴾ کے بارے میں اقوال مفسرین:

۵......علماء کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ رسل کے لئے نزولِ وحی سے قبل کفر ماننا جائز نہیں، اور اس کے کئی جواب ہیں: (۱)......یعنی آپ ﷺ نزول وحی سے پہلے کتاب یعنی قرآن اور ایمان (نماز) کا علم نہ رکھتے تھے اور اس کی دلیل اللہ ﷻ کے اس فرمان: ﴿وما کان اللہ لیضیع ایمانکم اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہارا ایمان اکارت کرے (البقرۃ:١٤٣)﴾ یہاں ایمانکم بمعنی صلاتکم ہے۔ (۲)...... یہاں مضاف کو محذوف ماننا پڑے گا اصل عبارت یوں ہوگی: "ما کنت تدری ماالکتاب و من اھل الایمان یعنی اے محبوب آپ نزولِ وحی سے پہلے یہ نہ جانتے تھے کہ کون ایمان لائے گا اور کون ایمان نہ لائے گا۔ (۳)...... جب آپ ﷺ اپنے جھولے مبارک میں آرام فرماتے تھے اس وقت آپ کتاب اور ایمان کو نہ جانتے تھے۔ (۴)......ایمان کا تعلق اقرار سے ہے، اور اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جس کا اللہ ﷻ نے مکلف کیا ہے، اور اعلان نبوت سے قبل سید عالم ﷺ تمام تکالیف کا علم نہ رکھتے تھے، بلکہ اللہ ﷻ کو ایک مانتے تھے اور پہچانتے تھے اور اللہ ﷻ کی پہچان کا علم ہونے کی ماقبل بحث سے نفی نہیں ہوتی۔ (۵)......اللہ ﷻ کی صفات کی دو قسمیں ہیں: اللہ ﷻ کی معرفت محض عقلی دلائل سے ہونا، اللہ ﷻ کی معرفت دلائل سمعی سے ہونا اور دوسری قسم سید عالم ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے حاصل نہ تھی۔ (الرازی، ج۹، ص ٦١٤)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اہلِ اصول نے لکھا ہے کہ حضرات انبیائے کرام نزولِ وحی سے پہلے بھی مومن ہوتے ہیں، کبائر وصغائر اور ہر وہ چیز مثلاً کفر وغیرہ سے بھی جس سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں (اللہ ﷻ کی عطا سے) پاک ہوتے ہیں، اور متذکرہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ نزولِ وحی سے قبل سید عالم ﷺ قرآن، ایمان اور شرعی معاملات کا علم نہ رکھتے تھے۔ اور ایمان کے بارے میں اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وما کان اللہ لیضیع ایمانکم اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہارا ایمان اکارت کرے (البقرۃ:١٤٣)﴾ یہاں ایمانکم بمعنی صلا

تکم ہے۔کیونکہ نماز ایمان کے شعبوں میں سے ایک ہے، جس پر دلیل حدیث سے ملتی ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۵،ص ۴۶۳)

اغراض:

ای السنار: جنہیں عذاب دیا جاتا ہے ان کی معلومات ہونا مراد ہے۔ مسارقة: چوری چھپے آگ کی طرف دیکھتے ہیں، خوف کرتے ہوئے اور اپنے جی میں ذلت محسوس کرتے ہوئے۔ اجیبوہ: یعنی اپنے رب کے داعی کو جواب دیں اور اس کی فرمانبرداری کریں جو انہیں توحید اور عبادت کی دعوت دی جاتی ہے۔ لایردہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿من اللہ﴾ متعلق ہے ﴿مَرَدّ﴾ کے۔

انکار لذنوبکم: جو کہ تمہارے اعمال ناموں میں درج ہیں، جس پر فرشتے اور خود تمہارے اعضاء گواہ ہیں، پس اولاً معافی کی امید ہونے کی وجہ سے اپنے گناہوں کا انکار کریں گے لیکن بعد میں جب امید نہ رہے گی تو اقرار کریں گے اور اس صورت میں مفسر کا کلام دیگر لوگوں کے کلام کے مقابلے میں زیادہ واضح ہے، مراد یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی۔

بان توافق: یعنی وہ اعمال مراد ہیں جو اُس سے صادر ہوئے ہوں۔

المطلوب منهم: یعنی اعمال مطلوبہ جیسا کہ ایمان اور طاعت، معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو اُن کے دلوں پر ہدایت کرنے کے لئے نہیں بھیجا اور ان کے منشاء کے مطابق ان کے اعمال بھی کردیئے۔

وهذا قبل الامر بالجهاد: اسم اشارہ حصر کی طرف عائد ہے، معنی یہ ہے کہ مذکورہ حصر منسوخ ہے، اس لئے کہ جہاد کا حکم ہونے کے بعد پہنچانا اور (نہ ماننے کی صورت میں) قتال کرنا ہے۔ من الاولاد: ﴿یهب﴾ کے متعلق ہے، نہ کہ "لمن" کا بیان ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق تو آباء وامہات سے ہوتا ہے۔ ای یجعلهم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ذکرانا و اناثا﴾ مفعول ثانی ہے ﴿یزوج﴾ کا، معنی یہ ہے کہ اولاد چہ جائے کہ مذکر ہو یا مونث زوجین کی حالت پر منحصر ہوتی ہے۔

فلایلد: یعنی عورت بچہ پیدا نہ کرسکے۔ ولا یولد له: نہ ہی مرد بچہ پیدا کرا سکے، پس عقیم اُسی کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا کرنے یا کرانے کی صفت سے خالی ہو، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ﴿یهب لمن یشاء اناثا﴾ سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کی بیٹیاں ہی تھیں۔ اور ﴿ویهب لمن یشاء الذکور﴾ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کے بیٹے ہی تھے۔ اور ﴿او یزوجهم ذکرانا واناثا﴾ سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ ان کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ اور ﴿ویجعل من یشاء عقیما﴾ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن اول قول کی جانب آیت کو محمول کرنا زیادہ درست ہے۔

فی المنام: پس حضرات انبیائے کرام کے خواب حق ہوتے ہیں، اور اسکی واضح دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے جس میں انہیں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اسی طرح سید عالم ﷺ کا خواب ہے کہ انہوں نے مکہ میں داخل ہونا ملاحظہ فرمایا۔ اوبالالهام: مراد دل میں کوئی بات ڈالنا ہے نہ کہ فرشتے کے ذریعے کوئی پیغام پہنچانا، اور یہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ حضرات اولیاء سے متصور ہے، اور حضرات اولیاء کرام کو ہونے والا الہام شیطان کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتا کیونکہ حضرات اولیائے کرام معصوم نہیں ہوتے، جب کہ حضرات انبیائے کرام کو ہونے والا الہام شیطان کے اثر سے پاک ہوتا ہے۔

لا یراہ: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ (دنیا میں) اللہ کی رویت نہیں اور یہ حجاب بندے کا وصف ہے نہ کہ خالق کائنات کا۔

کما وقع لموسی: مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام مناجات ہیں، جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔

کجبرائیل: اور کاف حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ بھی داخل ہوتا ہے جیسا کہ ''کاسرافیل''۔
ھو القرآن: یہ روح کی ایک تفسیر ہے، اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد رحمت ہے، ایک قول کے مطابق وحی، کتاب یا جبرائیل بھی ہیں۔ بہ تحیا القلوب: قرآن کو روح سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ قرآن روح کی حیاتی کا ذریعہ ہے اور روح انسانی زندگی کا دروازہ ہے۔ دین الاسلام: اسے سیدھا راستہ بھی کہا گیا ہے، کیونکہ اسی کی وجہ سے منزل مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

(الصاوی، ج۵، ص۲۳۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الزخرف مکیۃ وقیل الا "واسال من ارسلنا" الایۃ تسع وثمانون آیۃ

(سورۂ زخرف مکیہ ہے سوائے آیت نمبر ۴۵ ﴿واسال من ارسلنا﴾ کے، جو کہ مدنیہ ہے، اس کی کل آیات ۸۹ ہیں)

تعارف سورۃ الزخرف

اس سورت میں سات رکوع، نواسی آیات اور تین ہزار چار سو حروف ہیں۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر محسن کے احسان کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے بلکہ الٹا ناشکری اور سرکشی کو اپنا شعار بنالیا جائے تو محسن اپنے احسان کا سلسلہ بند کر دیتا ہے لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ ﷻ نے ازراہِ لطف واحسان انبیاء کرام کی بعثت اور وحی کے نزول کا سلسلہ جاری کیا تا کہ لوگ ہدایت کی راہ سے بہک نہ جائیں لیکن اس نعمت کی قدر کرنے کے بجائے کفار نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی اس ناشکری کے باعث یہ سلسلہ بند کر دیا جاتا اور گمراہی کے گھپ اندھیروں میں دھکے کھانے کے لئے انہیں چھوڑ دیا جاتا لیکن اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ یہاں انتقامی کاروائی نہیں کی جائے گی، تمہیں نفس اور شیطان کے رحم وکرم پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا بلکہ قرآن کریم آفتاب ہدایت بن کر تمہارے مطلع حیات پر چمکتا رہے گا تا کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر جس وقت بھی کوئی شخص اپنی منزل کی طرف بڑھنا چاہے، تو وہ بڑھ سکے۔ ہم تم سے تمہاری سرکشیوں کے باعث ناراض ہو کر یہ نعمت سلب نہیں کریں گے۔

رکوع نمبر: ۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (۱)﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ ﴿والكتب﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿المبين (۲)﴾ اَلْمُظْهِرِ طَرِيْقَ الْهُدٰى وَمَايَحْتَاجُ اِلَيْهِ مِنَ الشَّرِيْعَةِ ﴿انا جعلنه﴾ اَوْجَدْنَا الْكِتَابَ ﴿قرء نا عربيا﴾ بِلُغَةِ الْعَرَبِ ﴿لعلكم﴾ يَا اَهْلَ مَكَّةَ ﴿تعقلون (۳)﴾ تَفْهَمُوْنَ مَعَانِيَهٖ ﴿وانه﴾ مُثْبَتٌ ﴿فى ام الكتب﴾ اَصْلِ الْكِتَابِ اَىِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ﴿لدينا﴾ عِنْدَنَا ﴿لعلى﴾ عَلَى الْكِتَابِ قَبْلَهٗ ﴿حكيم (۴)﴾ ذُوْ حِكْمَةٍ بَالِغَةٍ ﴿افنضرب﴾ نُمْسِكُ ﴿عنكم الذكر﴾ الْقُرْاٰنَ ﴿صفحا﴾ اِمْسَاكًا فَلا تُؤْمَرُوْنَ وَلا تُنْهَوْنَ لِاَجْلِ ﴿ان كنتم قوما مسرفين (۵) وكم ارسلنا من نبى فى الاولين (۶) وما﴾ كَانَ ﴿يأتيهم﴾ اَتَاهُمْ ﴿من نبى الا كانوا به يستهزء ون (۷)﴾ كَاسْتِهْزَاءِ قَوْمِكَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لَهٗ ﷺ ﴿فاهلكنا اشد منهم﴾ مِنْ قَوْمِكَ ﴿بطشا﴾ قُوَّةً ﴿ومضى﴾ سبق اَثْبَاتٍ ﴿مثل الاولين (۸)﴾ صِفَتُهُمْ فِى الْاِهْلَاكِ فَعَاقِبَةُ قَوْمِكَ كَذٰلِكَ ﴿ولئن﴾ لامُ قَسَمٍ ﴿سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن﴾ حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِى النُّوْنَاتِ وَ وَاوُ الضَّمِيْرِ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ ﴿خلقهن العزيز العليم (۹)﴾ اٰخِرُ جَوَابِهِمْ اَىِ اللّٰهُ ذُوالْعِزَّةِ وَالْعِلْمِ زَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿الذى جعل لكم الارض مهدا﴾ فِرَاشًا كَالْمَهْدِ لِلصَّبِىِّ ﴿وجعل لكم فيها سبلا﴾ طُرُقًا ﴿لعلكم تهتدون (۱۰)﴾ اِلٰى مَقَاصِدِكُمْ فِى اَسْفَارِكُمْ ﴿والذى نزل من السماء ماء بقدر﴾ اَىْ بِقَدْرِ حَاجَتِكُمْ اِلَيْهِ وَلَمْ يُنْزِلْهُ طُوْفَانًا ﴿فانشرنا﴾ اَحْيَيْنَا ﴿به بلدة ميتا كذلك﴾ اَىْ مِثْلَ هٰذَا

اَلْاَحْیَاءِ﴿تخرجون (۱۱)﴾مِنْ قُبُوْرِکُمْ اَحْیَاءً﴿والذی خلق الازواج﴾اَلْاَصْنَافَ﴿کلھا وجعل لکم من الفلک﴾اَلسُّفُنِ﴿والانعام﴾کَالْاِبِلِ﴿ما ترکبون(۱۲)﴾حُذِفَ الْعَائِدُ اِخْتِصَارًا وَھُوَ مَجْرُوْرٌ فِی الْاَوَّلِ اَیْ فِیْهِ مَنْصُوْبٌ فِی الثَّانِیْ﴿لتستوا﴾لِتَسْتَقِرُّوْا﴿علی ظھورہ﴾ذُکِرَ الضَّمِیْرُ وَجُمِعَ الظَّھْرُ نَظْرًا لِلَفْظِ مَا وَمَعْنَاھَا﴿ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه وتقولوا سبحن الذی سخرلنا ھذا وما کنا له مقرنین (۱۳)﴾مُطِیْقِیْنَ﴿وانا الی ربنا لمنقلبون (۱۴)﴾لَمُنْصَرِفُوْنَ﴿وجعلوا له من عبادہ جزءً﴾حَیْثُ قَالُوا الْمَلٰئِکَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ لِاَنَّ الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ وَالْمَلٰئِکَةُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ﴿ان الانسان﴾اَلْقَائِلُ ذٰلِکَ﴿لکفور مبین(۱۵)﴾بَیِّنٌ ظَاھِرُ الْکُفْرِ.

﴿ترجمہ﴾

حم (اس کی مراد اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) کتاب (یعنی قرآن پاک) مبین (راہ ہدایت اور شرعی قابل احتیاج امور کو ظاہر کرنے والا ہے، مبین بمعنی مظھر ہے) ہم نے اسے (یعنی کتاب کو) کیا (جعلنه بمعنی اوجدنا ہے) عربی قرآن (یعنی عربی زبان میں) کہ تم (اے اہل مکہ) سمجھو (اس کے معانی کو ،تعقلون بمعنی تفھمون ہے) اور بیشک وہ اصل کتاب (ام الکتب میں الکتاب بمعنی الکُتُب ہے، مراد اس سے لوح محفوظ......ا...... ہے) ہمارے پاس (لدینا بمعنی عندنا ہے) ضرور بلندی رکھنے والی ہے (اپنے سے پہلے والی کتابوں پر) حکیم ہے (یعنی حکمت بالغہ کی حاصل ہے......۲......) تو کیا ہم روک دیں (نضرب بمعنی نمسک ہے) تم سے ذکر (یعنی قرآن پاک) کو کلیۃً روکنا (نہ تمہیں کسی اچھے کام کا حکم دیا جائے نہ برے سے روکا اس وجہ سے کہ) اس پر کہ تم حد سے بڑھنے والے ہو (یعنی مشرک ہو؟ نہیں ایسا نہیں ہوگا) اور ہم نے کتنے نبی اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا (یاتیھم بمعنی اتاھم ہے اور اس سے ماقبل کان محذوف ہے) مگر وہ اس کی ہنسی بناتے تھے (جیسا کہ تمہاری قوم تمہارے ساتھ استہزاء کرتی ہے اس میں نبی پاک کو تسلی دی گئی ہے) تو ہم نے وہ ہلاک کردیئے جو ان سے (یعنی تمہاری قوم سے) قوت میں سخت تھے (بطشا بمعنی قوۃ ہے) اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے (پچھلی آیات مبارکہ میں یعنی ہلاک کئے جانے کے معاملے میں ان کا حال گزر چکا، پس تمہاری قوم کا حال بھی انہیں کی طرف ہوگا) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے (لیقولن میں پے در پے نون آنے کی وجہ سے نون اعرابی کو حذف کردیا گیا اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ ضمیر کو بھی حذف کردیا گیا ہے) انہیں عزیز وعلیم نے بنایا (یہ کفار کا آخری والا جواب یعنی اسے اللہ ﷻ نے جو عزت وعلم والا ہے اس نے بنایا ہے، اللہ ﷻ مزید ارشاد فرماتا ہے) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا (یعنی فرش جیسا کہ بچے کے لیے جھولا ہوتا ہے) اور تمہارے لیے اس میں راستے کئے (سبلا بمعنی طرقا ہے) کہ تم (اپنے سفروں کے دوران اپنے مقاصد کی طرف) راہ پاؤ اور وہ جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے سے (تمہاری حاجت کے مقدار برابر اس نے آسمان سے پانی بصورت طوفان نازل فرمایا) تو ہم نے زندہ فرمایا (انشرنا بمعنی احیینا ھا ہے) اس سے ایک مردہ شہر اسی طرح (یعنی اسی زندہ کرنے کی طرح) تم نکالے جاؤ گے (اپنی قبروں سے زندہ کرکے) اور جس نے سب جوڑے بنائے (یعنی اقسام بنائیں......۳......، الازواج بمعنی الاصناف ہے) اور تمہارے لیے بنائیں کشتیوں (الفلک بمعنی السفن ہے) اور چوپایوں (جیسے اونٹ) سے سواریاں (ترکبون سے عائد "ہ" اختصاراً حذف کردی گئی ہے، پہلی تقدیر پر یہ ضمیر عائد مجرور "فی" کی وجہ سے ہوگی یعنی اصل فیه تھا پھر ترکبون کا مفعول ہونے کی وجہ سے ،دوسری تقدیر پر یہ منصوب ہوگی) کہ تم ٹھیک بیٹھو (لتستووا بمعنی لتستقروا ہے) اور ان کی پیٹھوں پر (ظھور میں مذکر ضمیر لانا اور

ظهور کو بصیغہ جمع لانا اس لیے ہے کہ تذکیر ضمیر میں لفظ "مـا" کی رعایت ہوجائے ،اور) پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو پھر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو کہ پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کردیا اور ہم اس کی طاقت نہ رکھتے تھے (مقرنین بمعنی مطیعین ہے) بیشک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے......ہے......(لمنقلبون بمعنی المنصرفون ہے) اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا (یوں کہ شرکوں نے کہا فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں کیونکہ اولاد باپ کا جزء ہوتی ہے یوں فرشتوں کو اللہ عزوجل کی بیٹیاں قرار دیکر انہوں نے اس کا جزء ٹھہرالیا اور فرشتے تو اللہ عزوجل کے بندے ہیں) بیشک (وہ) آدمی (جو مذکورہ بات کا قائل ہے) کھلا کافر ہے (یعنی اس کا کفر کھلا اور ظاہر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم والكتب المبين انا جعلنه قرء نا عربيا لعلكم تعقلون﴾

حم: "هذه" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ،و قسمیہ جار ،الكتب المبين: مجرور، ملکر فعل محذوف "نقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ ،انا جرف شبہ واسم ،جعلنه: فعل با فاعل ومفعول اول ،قرء نا عربيا: مرکب توصیفی ذوالحال، لعلكم تعقلون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وانه في ام الكتب لدينا لعلي حكيم﴾

و: عاطفہ ،انـہ جرف شبہ واسم ،فـي: جار ،ام الـكـتـب: ذوالحال ،لـديـنـا: ظرف متعلق بمحذوف حال ،ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم ،لام: تاکیدیہ ،علي: صفت ،شبہ با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر اول ،حكيم: خبر ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افنضرب عنكم الذكر صفحا ان كنتم قوما مسرفين﴾

همـزه: حرف استفہام ،ف: عاطفہ معطوف علیہ محذوف "نقسم" نضرب: فعل "نحن" ضمیر ذوالحال ،صـفـحـا: حال، ملکر فاعل ،عنكم: ظرف لغو ،الذكر: مفعول ،ان: مصدریہ ، كنتم قومامسرفين: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكم ارسلنا من نبي في الاولين﴾

و: عاطفہ ، كم: ممیز ،من نبي: ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول مقدم ،ارسلنا: فعل با فاعل ،في الاولين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ياتيهم من نبي الا كانوا به يستهزء ون﴾

و: عاطفہ ،مـا يـاتـي: فعل نفی ،هـم: ضمیر ذوالحال ،الا: اداۃ حصر ، كـانـوا بـه يستهـزء ون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول ،من: زائد ،نبي: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاهلكنا اشد منهم بطشا ومضى مثل الاولين﴾

ف: فصيحيه ،اهلكنا: فعل با فاعل ،اشد: اسم تفضیل با "هو" ضمیر ممیز ،بطشا: تمیز، ملکر فاعل ،منهم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،مضى: فعل ،مثل الاولين: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن خلقهن العزيز العليم الذى جعل لكم الارض مهدا﴾

و: عاطفہ ،لام قسمیہ ،ان: شرطیہ ،سالتهم: فعل با فاعل ومفعول ،من: استفہامیہ مبتدا ،خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،لام: تاکیدہ ،يـقـولـن: قول ،خـلـقـهـن: فعل ومفعول ،الـعـزيـز: موصوف ،الـعـليـم: صفت

اول،الذی:موصول،جعل لکم الارض مھدا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت ثانی،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جواب قسم قائم جواب شرط،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وجعل لکم فیھا سبلا لعلکم تھتدون﴾

و:عاطفہ،جعل:فعل بافاعل،لام:جار،کم:ضمیر ذوالحال،لعلکم تھتدون: جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،فیھا:ظرف مستقر حال مقدم،سبلا:ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذی نزل من السماء ماء بقدر فانشرنا بہ بلدۃ میتا﴾

و:عاطفہ،الذی:موصول،نزل من السماء:فعل بافاعل وظرف لغو،ماء:ذوالحال،بقدر:ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،انشرنا بہ:فعل بافاعل وظرف لغو،بلدۃ:موصوف،میتا:صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر ماقبل "الذی جعل لکم الارض" پر معطوف ہے۔

﴿کذلک تخرجون والذی خلق الازواج کلھا﴾

کذلک: ظرف مستقر "اخرجا" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،تخرجون:فعل بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،الذی:موصول،خلق:فعل بافاعل،الازواج:مؤکد،کلھا:تاکید،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ماقبل "الذی جعل لکم الارض" پر معطوف ہے۔

﴿وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون لتستوا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ وتقولوا سبحن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون﴾

و:عاطفہ،جعل لکم:فعل بافاعل وظرف لغو،من الفلک والانعام:ظرف مستقر حال مقدم،ماترکبون:موصول صلہ،ملکر ذوالحال،ملکر مفعول،لام:جار،تستوا علی ظھورہ:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،تذکروا نعمۃ ربکم:فعل بافاعل ومفعول،اذا:مضاف،استویتم علیہ:جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ،تقولوا:قول،سبحن:مصدر مضاف،الذی:موصول،سخر:فعل بافاعل،لام:جار،نا:ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،ما:نافیہ،کنا:فعل ناقص بااسم،لہ مقرنین: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ حال اول،و:حالیہ،انا:حرف شبہ واسم،الی ربنا: ظرف لغو مقدم،لام:تاکیدیہ،منقلبون:اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ھذا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ معطوف ثانی،ملکر تقدیراں مجرور،ملکر ظرف لغو "جعل" فعل اپنے متعلقات سے،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق الازواج" پر معطوف ہے۔

﴿وجعلوا لہ من عبادہ جزءا ان الانسان لکفور مبین﴾

و:عاطفہ،جعلوا لہ:فعل بافاعل وظرف لغو،من عبادہ:ظرف مستقر حال مقدم،جزءا:ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان الانسان: حرف شبہ واسم،لام:تاکیدیہ،کفور مبین:خبر ان،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

لوح محفوظ کی تحقیق:

لـ......لوح محفوظ سفید موتی کی بنی ہوئی تختی ہے جس کا طول آسمان وزمین کے درمیانی حصہ جتنا ہے،اوراس کا عرض مشرق

سے لے کر مغرب کے مابین کے فاصلہ کے برابر ہے، اس کے کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں، اور دفاتر سرخ یاقوت کے ہیں، اس کے قلم نور کے ہیں تو کلام عرش کے ساتھ معقود ہے اور اس کی اصل فرشتے کی روک ہے۔ انس بن مالک وغیرہ سلف صالحین نے کہا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی میں ہے، اور مقاتل کے قول کے مطابق لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے۔

(البداية و النهاية، باب ذكر اللوح المحفوظ، ج۱، ص۱۵)

حکمت سے کیا مراد ہے؟

۲...... امام خازن علیہ الرحمہ حکمت کے بارے میں کئی اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد چیزوں کو ان کی حقیقت کے ذریعے پہچاننا ہے یہاں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ ابن وہب فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے دریافت کیا کہ حکمت کیا ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ دین اور فقہ کی معرفت اور پھر اس کی اتباع کا نام حکمت ہے، قتادہ کا قول ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے تلاوتِ قرآن اور اسکے سیکھنے کا ذکر فرمایا اور پھر اس ذکر پر لفظِ حکمت کا عطف ڈال دیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکمت سے مراد کوئی اور چیز ہو اور وہ چیز سنت کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی، بعض کے نزدیک حق اور باطل کے مابین فرق کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق احکام اور قضا کی معرفت کا نام حکمت ہے، یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد فہمِ قرآن ہے۔'' (الخازن، ج۱، ص۸۲)

تمام جوڑوں سے مفسرین نے کیا استدلال کیا ہے؟

۳...... سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جوڑوں سے مراد ہر صنف کا جوڑا ہے، حسن کہتے ہیں مراد ہر قسم کے جوڑے ہیں جیسے سردی گرمی، رات دن، آسمان زمین، سورج چاند، جنت دوزخ، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حیوان میں سے جوڑے مثلاً مذکر و مونث بنائے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ خیر و شر، ایمان و کفر، نفع و نقصان، فقیر و غنی، صحت و بیماری وغیرہ بھی اپنے اپنے اصناف میں جوڑے ہی ہیں۔

(القرطبی، الجزء:۲۵، ص ۵۸)

سفر کی سنتیں اور آداب:

۴...... ﴿سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے قابو میں نہ تھی (الزخرف:۱۴)﴾۔

☆......کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو پنجشنبہ یعنی جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب:من اراد غزوة، رقم : ۲۹۵۰، ص۴۸۸)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تنہائی کی خرابیوں کو جو کچھ میں جانتا ہوں اگر دوسرے جانتے تو کوئی سوار رات میں تنہا نہ جاتا''۔ (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب:السير وحده ،رقم:۲۹۹۸، ص ۴۹۵)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر یعنی سردار بنا لیں''۔ (سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب: في القوم يسافرون يومرون ،رقم :۲۶۰۸، ص۴۸۷)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، سونا اور کھانا پینا سب کو روک دیتا ہے، لہٰذا جب کام پورا کر لے جلدی گھر کو واپس ہو''۔ (صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب السفر قطعة من العذاب، رقم :(۴۸۵۴)/۱۹۲۷، ص ۹۷۱)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات میں چلنے کو لازم کرلو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے یعنی رات میں راستہ جلد طے ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب:فی الدلجۃ، رقم:۲۵۷۱،ص۴۸۱)

☆...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سفر سے واپس آئے تو گھر والوں کے لئے کچھ ہدیہ لائے اگرچہ جھولی میں پتھر ہی ڈال لائے''۔ (کنزالعمال، کتاب السفر، رقم:۱۷۵۰۲، ج۳،ص۳۰۱)

☆...... کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے،تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کے لئے مسجد میں بیٹھ جاتے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب:استحباب رکعتین فی المسجد، رقم:(۱۵۴۳)/۷۱۶،ص۳۲۹)

اغراض:

مکیۃ: مکمل سورت مکی ہے، یہاں تک کہ ﴿واسال من ارسلنا﴾ بھی، کیونکہ اس آیت کی بناء رسول کی ذات سے سوال کرنے کے حوالے سے ہے اور یہ معاملہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ لیلۃ المعراج میں بیت المقدس میں وقوع پذیر ہوا، جو کہ ہجرت سے قبل مکی زندگی کا واقعہ ہے۔**وقیل الا قولہ تعالی واسال من ارسلنا:** مراد رسل عظام کی امتیں ہیں، یعنی یہود و نصاری۔**او جدنا الکتاب:** یعنی ہم نے قرآن کو پڑھنے والا (جسے لوگ پڑھتے ہیں)، سورت میں منقسم، عربی زبان میں موسوم کردیا، ہماری طرف سے ہمارے بندوں کے لئے رحمت بنایا، الختصر۔

نمسک: یعنی اس قرآن کو نازل ہونے سے روک لینے کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے کہ کیا ہم اس قرآن کو تم پر نازل کرنے سے روک لیں گے؟**فلا تؤمنون ولا تنھون:** بلکہ تم بہائم کی مثل ہوجاؤ گے۔**وھذا تسلیۃ لہ:** اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وکم ارسلنا﴾ معنی یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تسلی رکھئے اور غمزدہ نہ ہوں، بیشک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہورہا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے۔**صفتھم فی الاھلاک:** ﴿مثل الاولین﴾ میں ''مثلا'' کو غرابت کی وجہ سے استعمال کیا، اس لئے ''المثل'' کلام عرب میں غرابت کے لئے وارد کیا جاتا ہے۔

وعاقبۃ قومک کذلک: یعنی ہلاک کرنا، پس اپنی قوم کی اذیت پر صبر کیجئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلوں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور یہ آیات امت کی تعلیم کے لئے ہیں کہ وہ بھی (دین اسلام کی خاطر) اذیتوں پر صبر کریں۔**آخر جوابھم:** یعنی کافروں کا آخری جواب ایسا ہی ہوگا، اور اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿الذی جعل لکم...... المنقلبون﴾ تک کافروں کے لئے توحید کا عقیدہ قبول نہ کرنے پر زجر و توبیخ میں زیادتی کرنے کی غرض سے لایا گیا ہے۔**کالمھد للصبی:** یعنی جس طرح جھولا بچے کے لئے ہوتا ہے اسی کی مثل زمین کو بچھونا بنایا، اور اگر اِسے حرکت کرنے والا بنایا ہوتا تو کوئی چیز بھی اس پر قائم نہ رہ سکتی تھی اور نہ ہی کوئی اس زمین سے نفع اٹھا سکتا تھا، پس اللہ عزوجل کی رحمت ہے کہ اللہ نے زمین کو ساکن کردیا ہے۔

ای بقدر حاجتکم: مختلف شکلوں اور قسموں کے جوڑے بنائے، میٹھا اور کڑوا، سیاہ و سفید، مذکر و مونث۔**کالابل:** اگر کسی کے ذہن میں سوال آئے کہ چوپایوں میں سے اونٹ کے سوا کوئی ایسا جانور نہیں تھا جس پر سواری کی جاسکے؟ میں (علامہ صاوی) یہ کہوں گا کہ ''کالابل'' میں کاف استقصائیہ ہے، یعنی یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حیوان میں سے جنہیں تم اپنی سواری کے لئے استعمال کرتے ہو یعنی اونٹ، گھوڑا اور خچر مراد ہیں۔**حذف العائد اختصارا:** معنی یہ ہے کہ ہم نے کشتیوں کو تمہاری سواری کے لئے بنایا جس پر تم سواری کرتے ہو اور اسی طرح جانور پر سواری کرتے ہو، پہلی تقدیر پر یہ ضمیر عائد مجرور ''فی'' کی وجہ سے ہوگی یعنی اصل فیہ تھا یا پھر تو کیون

کا مفعول ہونے کی وجہ سے، دوسری تقدیر پر یہ منصوب ہوگی۔

وجمع الظھر: یعنی ﴿ظھورہ﴾ میں ضمیر مفرد استعمال کی گئی ہے۔ اور معنی کی رعایت کی جائے تو یوں بھی کہا جا سکتا تھا "" اور اگر لفظ کی رعایت کی جائے تو یوں کہا جائے "ظھورہ" (لیکن یہ "ما" کے معنی کے اعتبار سے ہے)۔ لمنصرفون: یعنی دنیا سے دار البقاء کی جانب پھرنا مراد ہے، پس کشتی اور چوپائے پر سوار کرا کر جنازہ دار البقاء کی جانب لے جایا جاتا ہے، پس آیت میں دنیا سے آخرت کی جانب سیر کرنا مراد ہے اور اس آیت میں منکرین بعث کی تردید بھی ہے۔ لان الولد جزء الوالد: بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے، اس لئے کہ بیٹا اپنے باپ کی ہڈیوں کے گودے سے ہی نکل کر بنتا ہے، اور ﴿خلقھن العزیز العلیم﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ مرکب ہونے سے پاک ہے بلکہ وہ اپنی ذات وصفات وافعال میں واحد حقیقی ہے، اور خالق کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی صفات کا مخالف ہوا کرتا ہے اور بیٹا اپنے باپ کا جزء ہوتا ہے لہٰذا اولاد میں باپ کی مماثلت پائی جاتی ہے، پس اللہ کے لئے اولاد کا تصور محال ہے اور کافر اپنے خیال میں مضبوط نہیں ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۳۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿ام﴾ بِمَعْنٰی هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ وَالْقَوْلُ مُقَدَّرٌ اَیْ اَتَقُوْلُوْنَ ﴿اتخذ مما یخلق بنت﴾ لِنَفْسِهٖ ﴿واصفکم﴾ اَخْلَصَكُمْ ﴿بالبنین (۱۶)﴾ اَللَّازِمُ مِنْ قَوْلِكُمُ السَّابِقِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْمُنْكَرِ ﴿واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلا﴾ جَعَلَ لَهٗ شِبْهًا بِنِسْبَةِ الْبَنَاتِ اِلَيْهِ لِاَنَّ الْوَلَدَ يُشْبِهُ الْوَالِدَ الْمَعْنٰی اِذَا اُخْبِرَ اَحَدُهُمْ بِالْبِنْتِ تَوَلَّدَ لَهٗ ﴿ظل﴾ صَارَ ﴿وجهه مسودا﴾ مُتَغَيِّرًا تَغَيُّرَ مُغْتَمٍّ ﴿وهو كظيم (۱۷)﴾ مُمْتَلِئٌ غَمًّا فَكَيْفَ يَنْسِبُ الْبَنَاتِ اِلَيْهِ تَعَالٰی عَنْ ذٰلِكَ ﴿او﴾ هَمْزَةُ الْاِنْكَارِ وَ وَاوُ الْعَطْفِ لِجُمْلَةٍ اَیْ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ ﴿من ینشؤا﴾ اَیْ يُتَرَبّٰی ﴿فی الحلیة﴾ الزِّيْنَةِ ﴿وهو فی الخصام غیر مبین (۱۸)﴾ مُظْهِرُ الْحُجَّةِ لِضُعْفِهٖ عَنْهَا بِالْاُنُوْثَةِ ﴿وجعلوا الملئکة الذین هم عبد الرحمن اناثا اشهدوا﴾ حَضَرُوْا ﴿خلقهم ستکتب شهادتهم﴾ بِاَنَّهُمْ اِنَاثٌ ﴿ویسئلون (۱۹)﴾ عَنْهَا فِی الْاٰخِرَةِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا الْعِقَابُ ﴿وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدنهم﴾ اَیِ الْمَلٰٓئِكَةُ فَعِبَادَتُنَا اِيَّاهُمْ بِمَشِيَّتِهٖ فَهُوَ رَاضٍ بِهَا قَالَ تَعَالٰی ﴿ما لهم بذلک﴾ الْمَقُوْلُ مِنَ الرِّضَا بِعِبَادَتِهَا ﴿من علم ان﴾ مَا ﴿هم الا یخرصون (۲۰)﴾ يَكْذِبُوْنَ فِيْهِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِمُ الْعِقَابُ بِهٖ ﴿ام اتینهم کتبا من قبله﴾ اَیِ الْقُرْاٰنِ بِعِبَادَتِهِمْ غَيْرَ اللّٰهِ ﴿فهم به مستمسکون (۲۱)﴾ اَیْ لَمْ يَقَعْ ذٰلِكَ ﴿بل قالوا انا وجدنا اباء نا علی امة﴾ مِلَّةٍ ﴿وانا﴾ مَاشُوْنَ ﴿علی اثرهم مهتدون (۲۲)﴾ بِهِمْ وَكَانُوْا يَعْبُدُوْنَ غَيْرَ اللّٰهِ ﴿وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریة من نذیر الا قال مترفوها﴾ مُتَنَعِّمُوْهَا مِثْلَ قَوْلِ قَوْمِكَ ﴿انا وجدنا اباء نا علی امة﴾ مِلَّةٍ ﴿وانا علی اثرهم مقتدون (۲۳)﴾ مُتَّبِعُوْنَ ﴿قال﴾ لَهُمْ ﴿ا﴾ تَتَّبِعُوْنَ ذٰلِكَ ﴿ولو جئتکم باهدی مما وجدتم علیه ابائکم قالوا انا بما ارسلتم به﴾ اَنْتَ وَمَنْ قَبْلَكَ ﴿کفرون (۲۴)﴾ قَالَ تَعَالٰی تَخْوِيْفًا لَهُمْ ﴿فانتقمنا منهم﴾ اَیْ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ لِلرُّسُلِ قَبْلَكَ ﴿فانظر کیف کان عاقبة المکذبین (۲۵)﴾۔

﴿ترجمہ﴾

کیا(ام بمعنی ہمزہ انکاری کے ہے، یہاں قــول مقدر ہے کیاتم کہتے ہو)اس نے (اپنے لیے)اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں خاص کردیا(اصفکم بمعنی اخلصکم ہے)بیٹوں کے ساتھ(یہ قول ان کے سابقہ قول سے لازم آتا ہے اور یہ جملہ انکاری ہے)اور جب ان میں سے کسی کو خوشخبری دی جائے اس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لیے بتا چکا ہے (یعنی اللہ ﷻ کی لڑکیوں کی نسبت کر کے اس کے لیے شبیہ بنادی کہ اولاد باپ کے مشابہ ہوتی ہے آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے......ا......)تو ہوجائے (ظل بمعنی صار ہے)اس کا چہرہ سیاہ (غم کے سبب اس کا چہرہ متغیر ہوجاتا ہے)اور وہ غم کھایا ہوا ہے (یعنی غم سے بھرا ہو تو وہ اللہ ﷻ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کیسے کرتے ہیں؟ اللہ ﷻ اس سے بلند و بالا ہے)اور کیا(او میں ہمزہ انکار کے لیے اور واؤ عطف کے لیے ہے عطف اس جملہ محذوف پر ہے، یجعلون الله یعنی وہ اللہ ﷻ کے لیے ٹھہراتے ہیں)وہ جو پروان چڑھے (یعنی نشو نما پائے)زیوروں میں یعنی زینت میں اور بحث میں صاف بات نہ کرے (صنف نازک کی وجہ سے کمزور ہے، اپنی دلیل کو ظاہر نہیں کرسکتی ہے......۲......)اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا وہ حاضر تھے (شهـدوا بمعنی حــضــروا ہے)ان کے بناتے وقت اب لکھ لی جائیگی ان کی گواہی (فرشتوں کے عورتیں ہونے پر)اور ان سے پوچھا جائے گا(اس کے بارے میں آخرت میں پھر ان پر عذاب الٰہی مرتب ہوگا)اور بولے اگر رحمٰن چاہتا تو ہم انہیں (یعنی فرشتوں کو) نہ پوجتے (پس ہمارا ان کی عبادت کرنا مشیت الٰہی کے سبب ہے اور وہ اس سے راضی ہے، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے)انہیں اس کی (یعنی اس بات کی کہ اللہ ﷻ فرشتوں کی پرستش کیے جانے سے راضی ہے)حقیقت کچھ معلوم ہے وہ تو نہیں (ان بمعنی مــا نافیہ ہے) مگر اٹکلیں دوڑاتے (یعنی اس بارے میں جھوٹ بولتے ہیں اس کے نتیجہ میں ان پر عذاب الٰہی کا نزول ہوگا) یا اس سے قبل (یعنی قرآن پاک سے قبل غیر اللہ کی عبادت کرنے سے متعلق)ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں (یعنی ایسا تو وقوع پذیر نہیں ہوا) بلکہ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملت پر پایا اور ہم (چل رہے ہیں)ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے (اور وہ بھی غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے......۳......مهتدون کے بعد بهم محذوف ہے)اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے امیروں نے یہی کہا(یعنی ان کے آسودہ حال لوگوں نے تمہاری قوم کے قول کی مثل ہی کہا) کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملت پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں(مقتدون بمعنی متبعون ہے)فرمایا(ان لوگوں سے) کیا(تم اس کی پیروی کروگے)اگرچہ میں تمہارے پاس لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے جس پر تمہارے باپ دادا تھے بولے جو کچھ تم (یعنی ہم اور تم سے پہلے والے) لے کر بھیجے گئے ہم اسے نہیں مانتے (اللہ ﷻ نے انہیں خوف دلانے کے لیے ارشاد فرمایا) تو ہم نے ان سے (یعنی تم سے پہلے آنے والے رسولوں کو جھٹلانے والوں سے) بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

﴿ترکیب﴾

﴿ام اتخذ مما یخلق بنت و اصفکم بالبنین﴾

ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، اتخذ: فعل بافاعل، مـمـا یـخلق: ظرف مستقر مفعول ثانی، بـنـت: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصفکم: فعل بافاعل ومفعول، بالبنین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "جعلوا" پر معطوف ہے۔

﴿واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا وهو كظيم﴾

و: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بشر احدهم: فعل مجہول ونائب الفاعل، ب: جار، ما: موصولہ، ضرب: بمعنی جعل فعل

بافاعل، للرحمن: ظرف مستقر مفعول ثانی. مثلا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ظل: فعل ناقص، وجہ: مضاف، ہ: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہو کظیم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم، مسودا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اومن ینشوا فی الحلیة وهو الخصام غیر مبین﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "یجتزء ون" من: موصولہ، ینشوا فعل "ہو" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہو: مبتدا، الخصام: ظرف لغو مقدم، غیر: مضاف بمعنی الا نافیہ، مبین: صفت شبہ بافاعل اپنے ظرف لغو مقدم سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، فی الحلیة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر فعل محذوف "یجعلون للہ" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلوا الملئکة الذین هم عبد الرحمن انا ثا اشهدوا خلقهم﴾

و: عاطفہ، جعلوا فعل بافاعل، الملئکة: موصوف، الذین: موصولہ، ہم عبد الرحمن: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، اناثا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ہمزہ: حرف استفہام، شہدوا: فعل بافاعل، خلقهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ستکتب شهادتهم ویسئلون وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدنهم﴾

س: حرف استقبال، تکتب: فعل، شہادتہم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یسئلون: فعل مجہول بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، قالوا: قول، لو: شرطیہ، شاء الرحمن: فعل بافاعل "عدم عبادة الملئکة" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ماعبدنہم: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿مالهم بذلک من علم ان هم الا یخرصون﴾

ما: نافیہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، بذلک: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، علم: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، ہم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، یخرصون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام اتینهم کتبا من قبله فهم به مستمسکون﴾

ام: مستانفہ عاطفہ، اتینہم: فعل بافاعل ومفعول، کتبا: مفعول ثانی، من قبلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اشہدوا" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، بہ مستمسکون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بل قالوا انا وجدنا اباء نا علی امة وانا علی اثرهم مهتدون﴾

بل: حرف واضراب، قالوا: قول، انا: حرف شبہ واسم، وجدنا اباء نا: فعل بافاعل ومفعول، علی امة: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انا: حرف شبہ واسم، علی اثرہم: ظرف لغو مقدم، مہتدون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریة من نذیر الا قال مترفوها انا وجدنا اباء نا علی امة وانا علی اثرهم مقتدون﴾

کذلک: ظرف مستقر "ارسالا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل، من قبلک: ظرف لغو، فی قریة: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، نذیر: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، مترفوها: جملہ فعلیہ قول، انا وجدنا......الخ: ترکیب ماقبل ملاحظہ کریں، مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل اولو جئتکم باھدی مما وجد تم علیه اباء کم قالوا انا بما ارسلتم به کفرون﴾

قل: قول، ھمزہ: حرف استفہام، و: حالیہ، لو: شرطیہ، جئتکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، اھدی: اسم تفصیل بافاعل، مما وجد تم علیه اباء کم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، انا: حرف شبہ واسم، بما ارسلتم به: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر فعل محذوف "تقتدون باباء کم" کے فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ داخل استفہام مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبة المکذبین﴾

ف: عاطفہ، انتقمنا: فعل بافاعل، منھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة المکذبین: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بیٹیوں کے فضائل:

۱...... امام رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ بیٹیوں کو قتل کرتے تھے ان کفار کے طریقے جدا جدا تھے، ان میں سے بعض گڑھا کھود کر بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کردیتے حتی کہ وہ مرجاتی، اور بعض اس کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے تھے، بعض اس کو غرق کردیتے تھے، بعض اس کو ذبح کردیتے تھے، ان کا یہ اقدام بعض اوقات غیرت اور حمیت کی بناء پر ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر وفاقہ کے خوف کی وجہ سے وہ ایسا کیا کرتے تھے۔ (الرازی، ج۷، ص ٢٢٥ وغیرہ)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون ومکان مکی مدنی سلطان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی النفقة، رقم ١٩٢٣، ص ٥٧٠)

☆...... ایک روایت میں ہے: "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے: "پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو اس کے لئے جنت ہے"۔ (ایضا، رقم: ١٩١٩، ص ٥٦٩)

☆...... انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ دونوں بالغ ہوگئیں، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر فرمایا قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: فضل احسان الی البنات، رقم: (٦٥٩٠)/٢٦٣١، ص ١٢٩٥)

عورت کا صنف نازک وکمزور ہونا:

۲...... مفسرین کرام فرماتے ہیں اگر عورت نافرمانی کرے تو پہلے اسے نصیحت کی جائے شاید کارگر ثابت ہو، ورنہ اس کا بستر الگ کردے کہ کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور اگر پھر بھی کوئی صورت نہ بنے تو ضرب خفیف کا حکم دیا گیا ہے اور تمام ہی مفسرین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ عورت کو ایسا نہ مارا جائے کہ اسکی ہڈیاں توڑ دی جائیں یا گوشت پھاڑ دیا جائے یا کوئی اور سخت قسم کی تکلیف دی جائے کہ باعث ضرر شدید بنے۔ (جلالین کلاں، ص ٦٣٦ وغیرہ)

☆...... حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً یعنی وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتی جنہوں نے کسی عورت کو اپنے کام کا والی بنالیا ہو"۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب النبی ﷺ، رقم:۴۴۲۵، ص۷۵۳)

غیر شرعی دلیل قابل قبول نہیں!

س......اسلام رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے اور اسلام کی بنیاد قرآن مجید کے رہنما اصولوں پر قائم ودائم ہے اگر ان اصولوں کو پس پشت ڈال دیں تو دینِ اسلام کی ترویج واشاعت میں بگاڑ آنا شروع ہو جائے گا۔ انسان کی ذاتی عقل میں کوئی بات اگر چہ کامل طور پر نہ آسکے لیکن قرآن میں اس کا حکم دے دیا گیا تو مسلمان کے لئے ماننے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ان اصول وقوانین کے مقابلے میں اپنے دلائل پیش کرتا ہے تو اس کی نہ تو اسلام میں اجازت ہے نہ یہ طریقہ محبوبان خدا کا رہا ہے۔ بلکہ قرآن میں جگہ جگہ کفار، مشرکین مکہ، منافقین، یہود ونصاریٰ کے اقوال کا ذکر ہے کہ انہوں نے غیر شرعی دلائل اور اپنی من مانی بات داخل کرنے کی کوشش کی اور قرآن میں رب کریم نے ان کا رد بھی فرمایا اور ضد کرنے والوں کی مذمت بھی خوب فرمائی اور انہیں مان لینے کی ترغیب بھی ارشاد فرمائی لیکن مانتا وہی ہے جس کے دل میں اللہ ﷻ کی محبت ہو اور دین اسلام کی عقیدت بھی ہو۔ آج بھی ہم بحیثیت مسلمان مان لینا سیکھ جائیں تو کتنے ہی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اگر چہ آج کا مسلمان اکثر ایسا کرتا نظر نہیں آتا بلکہ دین اسلام کے معاملے میں ہر دوسرا آدمی اپنی من مانی بات داخل کر کے در پردہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

اغراض:

اخلصكم: بمعنی اخصکم ہے۔فهو من جملة المنكر: جس کا عطف ﴿اتخذ﴾ پر ہے، اور ام بمعنی ہمزہ انکاریہ ہے۔
الزينة: یعنی عورتیں اپنے نقص کو زیب وزینت سے مزین کرتی ہیں، اور اپنی ذات کو زینت کے ذریعے مکمل کر لیتی ہیں۔
اى لم يقع ذلك: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ہمزہ انکاریہ ہے۔ ماشون: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿على اثرهم مهتدون﴾ میں جار مجرور "ان" کی خبر اور دوسری خبر "مهتدون" ہے۔ مثل قول قومك: مفعول مطلق مصدر محذوف کی صفت ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "اى قولا مثل قول قومك"۔
لهم: نبی پاک علیہ السلام سے خطاب ہے یعنی اے محمد ﷺ اپنی قوم سے کہہ دیجئے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۴۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿و﴾اذْكُرْ﴿اذ قال ابرهيم لابيه وقومه انني براء﴾اَیْ بَرِیْءٌ﴿مما تعبدون(۲۶)الا الذى فطرنى﴾خَلَقَنِیْ﴿فانه سيهدين(۲۷)﴾يُرْشِدُنِیْ لِدِيْنِهٖ﴿وجعلها﴾اَیْ كَلِمَةَ التَّوْحِيْدِ الْمَفْهُوْمَةِ مِنْ قَوْلِهٖ اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ﴿كلمة باقية فى عقبه﴾ذُرِّيَّتِهٖ فَلَا يَزَالُ فِيْهِمْ مَنْ يُوَحِّدُ اللّٰهَ ﴿لعلهم﴾اَیْ اَهْلُ مَكَّةَ﴿يرجعون(۲۸)﴾عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ اِلٰی دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَبِيْهِمْ﴿بل متعت هؤلاء﴾الْمُشْرِكِيْنَ﴿وابائهم﴾وَلَمْ عَاجِلْهُمْ بِالْعُقُوْبَةِ﴿حتى جاء هم الحق﴾الْقُرْاٰنُ﴿ورسول مبين(۲۹)﴾مُظْهِرٌ لَهُمُ الْاَحْكَامَ الشَّرْعِيَّةَ وَهُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ﴿ولما جاء هم الحق﴾الْقُرْاٰنُ﴿قالوا هذا سحروانا به كفرون(۳۰)وقالوا لولا﴾هَلَّا﴿نزل هذا القران على رجل من القريتين﴾من ايةٍ منهما﴿عظيم(۳۱)﴾اَیِ الْوَلِيْدُ ابْنُ الْمُغِيْرَةِ بِمَكَّةَ وَعُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیِّ بِالطَّائِفِ﴿اهم يقسمون رحمة ربك﴾النُّبُوَّةَ﴿نحن قسمنا بينهم معيشتهم فى الحيوة

الدنیا﴾فَجَعَلْنَا بَعْضَهُمْ غَنِيًّا وَبَعْضَهُمْ فَقِيْرًا﴿ورفعنا بعضهم﴾بِالْغِنٰی﴿فوق بعض درجت ليتخذ بعضهم بعضا﴾اَلْغَنِیُّ﴿سخريا﴾مُسَخَّرًا فِی الْعَمَلِ لَهٗ بِالْاُجْرَةِ وَالْيَاءِ لِلنَّسَبِ وَقُرِئَ بِكَسْرِ السِّيْنِ﴿ورحمت ربک﴾اَیِ الْجَنَّةُ﴿خير مما يجمعون(۳۲)﴾فِی الدُّنْيَا﴿ولولا ان يكون الناس امة واحدة﴾عَلَى الْكُفْرِ﴿لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم﴾بَدَلٌ مِنْ لِمَنْ﴿سقفا﴾بِفَتْحِ السِّيْنِ وَسُكُوْنِ الْقَافِ وَبِضَمِّهِمَا جَمْعًا﴿من فضة و معارج﴾كَالدَّرَجِ مِنْ فِضَّةٍ﴿عليها يظهرون(۳۳)﴾يَعْلُوْنَ اِلَى السَّطْحِ﴿ولبيوتهم ابوابا﴾مِنْ فِضَّةٍ﴿و﴾جَعَلْنَا لَهُمْ﴿سررا﴾مِنْ فِضَّةٍ جَمْعُ سَرِيْرٍ﴿عليها يتكئون(۳۴)وزخرفا﴾ذَهَبًا اَلْمَعْنٰی لَوْلَا خَوْفُ الْكُفْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ مِنْ اِعْطَاءِ الْكَافِرِ مَا ذُكِرَ لَاَعْطَيْنَاهُ ذٰلِكَ لِقِلَّةِ خَطَرِ الدُّنْيَا عِنْدَنَا وَعَدَمِ حَظِّهٖ فِی الْاٰخِرَةِ فِی النَّعِيْمِ﴿وان﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ﴿كل ذلك لما﴾بِالتَّخْفِيْفِ فَمَا زَائِدَةٌ وَبِالتَّشْدِيْدِ بِمَعْنٰی اِلَّا فَاِنْ نَافِيَةٌ﴿متاع الحيوة الدنيا﴾يَتَمَتَّعُ بِهٖ فِيْهَا ثُمَّ يَزُوْلُ﴿والاخرة﴾اَلْجَنَّةُ﴿عند ربک للمتقين(۳۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور (یادکرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ......۱......اورقوم سے فرمایا میں بیزار ہوں (براء بمعنی بری ہے) تمہارے معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا (فطرنی بمعنی خلقنی ہے) ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دیگا (یعنی اپنے دین کی طرف میری رہنمائی کریگا ......۲......) اور اسے (یعنی کلمہ توحید کو جواللہ کے فرمان ﴿انی ذاهب الی ربی سیهدین (الصّٰفّٰت:۹۹)﴾) اس کی نسل میں باقی کلام رکھا (پس اللہ ﷻ کی توحید کے مُقِرّ اِن کی اولاد میں ہوتے رہیں گے، عــــــقبة بمعنی ذرية ہے) کہ کہیں وہ (یعنی اہل مکہ) باز آجائیں (اس باطل مذہب سے جس پر ہیں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرف) بلکہ میں نے انہیں (یعنی مشرکین) اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے (اور ان لوگوں کو جلد سزا نہیں دی......۳......) یہاں تک کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن پاک) اور رسول مبین تشریف لایا (یعنی احکام شرعیہ کو ظاہر فرمانے والے، مراد اس سے محمد ﷺ ہیں) اور جب ان کے پاس حق (یعنی قرآن پاک) آیا بولے یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں اور بولے کیوں نہیں (لولا بمعنی هلا ہے) اتارا گیا یہ قرآن ان دوشہر (والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر (یعنی مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی پر قرآن نازل کیوں نہ ہوا......۴......) کیا تمہارے رب کی رحمت (یعنی نبوت) وہ بانٹتے ہیں ہم نے ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا (پس ہم نے ان میں کے بعض کو غنی اور بعض کو فقیر بنادیا) اور ان میں بعض کو (یعنی غنی کو) دوسرے پر (یعنی فقیر پر) درجوں بلندی دی کہ ان میں سے بعض (یعنی غنی) بعض (یعنی فقیر کو) مسخر کرے (یعنی اسے اجرت دیکر اپنے کام کے لیے مسخر کرلے، سخريا میں یاء نسبت کی ہے اور اسے سین مکسور کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور تمہارے رب کی رحمت (یعنی جنت) ان کے (دنیا میں) جمع جتھا سے بہتر اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین (کفر) پر ہوجائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے ان پر گھروں کے لیے ("لبیوتهم" لمن يكفر ......الخ سے بدل ہے) چھتیں (سقفا سین مفتوحہ اور قاف ساکنہ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ بصیغہ جمع پڑھا گیا ہے) چاندی کی اور سیڑھیاں بناتے (چاندی کی) جن پر چڑھتے (جن کے ذریعے سطح پر بلند ہوتے، يظهرون بمعنی يعلون ہے) اور ان کے گھروں کے لیے (چاندی کے) دروازے اور (ہم نے ان کے لیے بنادیئے چاندی کے) تخت ("سرر" سرير کی جمع ہے) جن پر تکیہ لگاتے اور

سونا (معنیٰ آیت یہ ہے کہ اگر کافروں کو مذکورہ اشیاء عطا کرنے سے مومنین کے کفر کو اختیار کر لینے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ضرور یہ اشیاء کفار کو دے دیتے کہ ہمارے نزدیک اس دنیاوی سامان کی کچھ وقعت نہیں اور آخرت کی نعمتوں میں ان کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ ق۔۔۔۔۔) اور بیشک (ان مخففہ من الثقیلۃ ہے) یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے (جس سے دنیا میں نفع حاصل کیا جائیگا پھر یہ فناء ہو جائیگا، لما مخفف ہو تو اس صورت میں ما زائد ہوگا اور مشدد ہونے کی صورت میں یہ بمعنی الا ہوگا، نیز ان اس صورت میں نافیہ ہوگا) اور آخرت (یعنی جنت) تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قال ابرھیم لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیهدین﴾

و: مستانفہ، اذ: مضاف، قال ابرھیم: فعل بافاعل، لابیه وقومه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اننی: حرف شبہ واسم، براء: صفت شبہ بافاعل، من: جار، ماتعبدون: موصول صلہ، ملکر مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، الذی: موصول، فطرنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ تعلیلیہ، انه حرف شبہ واسم، سیهدین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون﴾

و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، ھا: ضمیر مفعول اول، کلمة: موصوف، باقیة فی عقبة: شبہ جملہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، لعلهم: حرف شبہ واسم، یرجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بل متعت ھولاء واباء ھم حتی جاء ھم الحق ورسول مبین﴾

بل: حرف اضراب وعطف، متعت: فعل بافاعل، ھولاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباء ھم: معطوف، ملکر مفعول، حتی: جار، جاء ھم: فعل ومفعول، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رسول مبین: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولما جاء ھم الحق قالوا ھذا سحر وانا به کفرون﴾

و: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، جاء ھم الحق: جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، ھذا سحر: جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انا به کفرون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم﴾

و: عاطفہ، قالوا: قول، لولا: حرف تحضیض، نزل: فعل مجہول، ھذا القران: نائب الفاعل، علی: جار، رجل: موصوف، من القریتین: ظرف مستقر صفت اول، عظیم: صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ھم: مبتدا، یقسمون: فعل بافاعل، رحمت ربک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، نحن: مبتدا، قسمنا: فعل بافاعل، بینهم: ظرف، معیشتهم: ذوالحال، فی الحیوة الدنیا: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ورفعنا بعضهم فوق بعض درجت لیتخذ بعضهم بعضا سخریا ورحمت ربک خیر مما یجمعون﴾

و: عاطفہ، رفعنا: فعل بافاعل، بعضهم: ممیز، درجت: تمیز، ملکر مفعول، فوق بعض: مفعول ثانی، لام: جار، یتخذ بعضا: فعل وفاعل، سخریا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، رحمت ربک: مبتدا، خیر: اسم

تفصیل بافاعل، مما یجمعون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضة ومعارج علیھا یظھرون﴾

و: مستانفہ، لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، یکون الناس امة واحدة: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ شرط، لام: تاکیدیہ، جعلنا: فعل بافاعل، لمن یکفر بالرحمن: جار مجرور ظرف مستقر مبدل منہ، لبیوتھم: جار مجرور، ملکر ظرف مستقر بدل، ملکر مفعول ثانی، سقفا: موصوف، من فضة: ظرف مستقر صفت، ملکر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ معارج: موصوف، علیھا یظھرون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ جواب لولا واقع ہے۔

﴿ولبیوتھم ابوابا وسررا علیھا یتکئون وزخرفا﴾

و: عاطفہ، لبیوتھم: ظرف مستقر فعل محذوف "جعلنا" کیلئے مفعول ثانی، ابوابا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سررا: موصوف، علیھا یتکئون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، زخرفا: معطوف ثانی، ملکر مفعول اول "جعلنا" فعل محذوف اپنے متعلقات سے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان کل ذلک لما متاع الحیوة الدنیا والاخرة عند ربک للمتقین﴾

و: عاطفہ، ان: نافیہ، کل ذلک مبتدا، لما: بمعنی، الا: اداۃ حصر، متاع الحیوة الدنیا: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الاخرة مبتدا ذوالحال، عند ربک: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا، للمتقین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آیت مذکورہ میں اَبْ سے مراد کون ہے؟

۱...... قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء میں لکھا ہے چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن مجید میں ہے کہ ﴿نعبد الھک والہ ابائک ابراھیم واسمعیل و اسحق الھا واحد (البقرة:۱۳۳)﴾ اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ علیہ السلام عم (چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو عم (چچا) فرمایا چنانچہ فرمایا: رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ اور یہاں ابی سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۶۰)

ابن ابی حاتم اور حاتم ابوشیخ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اور آزر بت پرست تھا۔ (الدر المنثور، ج۳، ص۴۴)

مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا یا تارخ، متأخرین مفسرین کی تحقیق یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کے والدِ ماجد کا نام تارخ تھا اسی بات کو امام اہلسنت فاضلِ بریلوی نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا یہ کہنا کہ اللہ مجھے راہ دیگا کے معانی:

۲...... فانہ سیھدین سے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ عزوجل مجھے ثابت قدم رکھے، سین استقبال کے لئے نہیں بلکہ تاکید کے لئے ہے جس کا بیان ﴿یھدین (الشعراء:۷۸)﴾ میں بھی ہے، اور دونوں مقامات پر مضارع استقرار کے لئے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سیھدین سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مابعد والی ذریت ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۵، ص۱۰۶)

امام جریر طبری کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ عزوجل مجھے دین حق پر قائم ودائم رکھے اور ہدایت کے راستے کی توفیق عطا فرمائے، اسی طرح کے اقوال اہل تاویل نے کئے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۵،ص۷۵)

مشرکین کو ڈھیل ومہلت دینا:

۳......نظام قدرت یہ نہیں کہ بندہ گناہ کرے اور اُسے فوراً ہی سزا دے دی جائے، اور اللہ عزوجل کی حکمت میں یہ بات شامل ہوجائے تو اس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اللہ عزوجل انسان کو مہلت دیتا ہے، بعض اوقات اتنی مہلت ملتی ہے جسے لوگ مہلت ہی نہیں سمجھتے، جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے مال واسباب میں فراخی فرمادی، غور کریں کہ جس آدمی کے مال میں کشادگی ہوجائے، اسباب دنیا بڑھنے لگیں، اس دنیا میں بہت کچھ مال سے خریدا جاتا ہے بلکہ انسان بھی مال کے عوض کسی نہ کسی طریقے سے بک جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مالدار آدمی کے جرائم پر پردہ ڈالنے والے مال ہی کی لالچ میں ایسا کرتے ہیں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ تاہم عقلمند اور دیندار لوگ اسے اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں مال میں اضافہ آخرت میں مایوسی کا سبب تو نہیں بن جائے گا۔ اکابرین اگر کسی کو بددعا دیتے تو فرماتے: "جا اللہ عزوجل تیرے مال میں اضافہ کرے"۔ ہمارے بعض بھولے بھالے مسلمان یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ کافروں کے پاس اتنا مال ہے، اسباب زندگی اور عالی شان وسائل کی بہتات ہے اور ہم اللہ عزوجل کو ایک ماننے والے کس تنگی کا شکار ہیں......وغیرہ۔ تو ایسے لوگ اس آیت کو پڑھیں اور جان لیں کہ اللہ عزوجل نے مال دے کر انہیں مزید امتحان میں ڈال دیا ہے کہ ایک تو ایمان کی دولت ان کے پاس نہیں، دوسری مال کی بہتات نے انہیں اس جانب سے توجہ ہی بالکل ہٹادی ہے لہٰذا اس بناء پر یہ قابل رحم ہوئے نہ کہ ہم مسلمان کہ ہم تنگی میں صبر کرکے اور فراخی میں شکر کرکے درجات میں اضافے کرسکتے ہیں۔

کفار کے نزدیک دو بڑے فضل والے کون ہیں؟

۴......جب اللہ عزوجل کی جانب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن ہوا تو مشرکین قریش نے اعتراض کیا کہ اگر نزول قرآن ہونا ہی تھا تو فضل واکرام والوں پر کیوں نہ ہوا؟ مکہ اور طائف کے رؤسا پر کیوں نزول نہ ہوا؟ اس بارے میں اختلاف ہے کہ مشرکین قریش کے نزدیک کون سے دو بڑے سردار تھے، اس بارے میں چند اقوال یہ ہیں: (۱)......اہل مکہ میں سے ولید بن مغیرہ مخزومی، اور اہل طائف میں سے حبیب بن عمرو بن عمیر الثقفی۔ (۲)......اہل مکہ میں سے عتبہ بن ربیعہ اور اہل طائف میں سے ابن عبد یالیل۔ (۳)......اہل مکہ سے ولید بن مغیرہ اور اہل طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی۔ (۴)......اہل مکہ سے ولید بن مغیرہ اور اہل طائف سے کنانہ بن عبد بن عمرو۔

(الطبری، الجزء:۲۵،ص۷۶وغیرہ)

عند اللہ مالدار ہونا قابل فخر نہیں:

۵......مومن دنیا میں مال خرچ کرکے بھی آخرت کا ثواب کمالیتا ہے، اپنے اہل وعیال کی خدمت کی کفالت کرکے بھی نیکی حاصل کرلیتا ہے، الغرض ایمان کی وجہ سے آخرت میں اجر کا مستحق بنتا ہے لیکن کافر کے لئے آخرت میں کچھ نہیں، دنیا کا مال دنیا ہی میں خرچ ہوجائے گا، دنیا میں بظاہر نیکی بھی کرے گا تو اس کا صلہ دنیا ہی میں پالیگا، ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الدنیا سجن المومن وجنة الکافر دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن المؤمن، رقم:(۷۳۱۱)/۲۹۵۶، ص۱۴۵۱)

اغراض:

اذکر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظرف محذوف ہے اور عنقریب آنے والا فرمان مقدس نشان ﴿لعلھم یرجعون﴾ بھی اسی ظرف

کی جانب متعلق ہوگا۔ یرشدنی لدینہ: یعنی اللہ مجھے نماز وغیرہ احکامات کی رہنمائی کرے گا، اور اس جملے میں اس اعتراض کا رد بھی پایا جاتا ہے کہ ہدایت تو اُسے مل چکی ہے جس کا ذکر ﴿الست بربکم﴾ میں ہوا اور یہاں ﴿سیھدین﴾ میں مضارع اور سین کے ساتھ خطاب کیسے ممکن ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مذکورہ خطاب کی دلیل اس فرمان: ﴿ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان﴾ سے ملتی ہے، اور یہ بھی کہ مذکورہ بالا کلام میں سین زائدہ ہے اور مضارع استمرار کے لئے ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ مجھے ہدایت پر دوام بخشے گا اور یہ بھی معنی ہوسکتا ہے کہ اللہ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے گا۔

ای اھل مکۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿لعلھم﴾ متعلق ہے ﴿اذکر﴾ کے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: ''اذکر یامحمد لقومک ما ذکر یعنی اے محمد جو آپ کو نصیحت کی جاتی ہے وہ اپنی قوم سے فرمادیجئے، تاکہ ان کے لئے دین ابراہیمی کی جانب رجوع کرنا آسان ہوجائے۔ای الولید بن المغیرۃ: جوکہ کافر ہی رہا اور کفر پر مرگیا۔ولم اعاجلھم بالعقوبۃ: یعنی ہم نے اُنہیں نعمت عظمٰی اور حرم میں امن عطا فرمایا اور پھلوں کی نعمت دی، اور ان نعمتوں کے مقابلے میں اُنہوں نے ہماری ناشکری اور زیادہ کی اور ہم نے انہیں مہلت دی اور انتقام لینے میں جلدی نہ کی۔

وعروۃ بن مسعود: اللہ نے اُنہیں اسلام کی توفیق بخشی، اور اسلام لے آئے اور سید عالم ﷺ کے صحابی بن گئے۔

والیاء للنسب: یعنی یاء کی ''السخرۃ'' کی جانب نسبت کردی، مراد وہ عمل ہے جو اجرت کے بغیر ہو، اور مفسر نے ''بالاجرۃ'' کی قید تعلیل کی صحت کی جانب نظر کرنے کے لئے لگائی ہے اور درست یہ ہے کہ ''السخریۃ'' سے مراد ''الاستھزاء'' ہے، یعنی غنی شخص فقیر پر استہزاء کرے اور لام عاقبت اور صیر ورت کے لئے ہوگا۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۴۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿ومن یعش﴾ یُعْرِضْ ﴿عن ذکر الرحمن﴾ اَیِ الْقُرْاٰنِ ﴿نقیض﴾ نُسَبِّبْ ﴿لہ شیطنا فھو لہ قرین (۳۶)﴾ لَایُفَارِقُہٗ ﴿وانھم﴾ اَیِ الشَّیَاطِیْنَ ﴿لیصدونھم﴾ اَیِ الْعَاشِیْنَ ﴿عن السبیل﴾ اَیْ طَرِیْقِ الْھُدٰی ﴿ویحسبون انھم مھتدون (۳۷)﴾ فِی الْجَمْعِ رِعَایَۃُ مَعْنٰی مَنْ ﴿حتی اذا جاء نا﴾ اَلْعَاشِیْ بِقَرِیْنِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ﴿قال﴾ لَہٗ ﴿یا﴾ لِلتَّنْبِیْہِ ﴿لیت بینی و بینک بعد المشرقین﴾ اَیْ مِثْلَ بُعْدِ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ﴿فبئس القرین (۳۸)﴾ اَنْتَ لِیْ قَالَ تَعَالٰی ﴿ولن ینفعکم﴾ اَیِ الْعَاشِیْنَ تَمَنِّیْکُمْ وَنَدَمُکُمْ ﴿الیوم اذ ظلمتم﴾ اَیْ تَبَیَّنَ لَکُمْ ظُلْمُکُمْ بِالْاِشْرَاکِ فِی الدُّنْیَا ﴿انکم﴾ مَعَ قُرَنَائِکُمْ ﴿فی العذاب مشترکون (۳۹)﴾ عِلَّۃٌ بِتَقْدِیْرِ اللَّامِ لِعَدَمِ النَّفْعِ وَاِذْ بَدَلٌ مِنَ الْیَوْمِ ﴿افانت تسمع الصم او تھدی العمی ومن کان فی ضلل مبین (۴۰)﴾ بَیِّنٍ اَیْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿فاما﴾ فِیْہِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِیَّۃِ فِیْ مَا الزَّائِدَۃِ ﴿نذھبن بک﴾ بِاَنْ نُمِیْتَکَ قَبْلَ تَعْذِیْبِھِمْ ﴿فانا منھم منتقمون (۴۱)﴾ فِی الْاٰخِرَۃِ ﴿او نرینک﴾ فِیْ حَیَاتِکَ ﴿الذی وعدنھم﴾ بِہٖ مِنَ الْعَذَابِ ﴿فانا علیھم﴾ عَلٰی عَذَابِھِمْ ﴿مقتدرون (۴۲)﴾ قَادِرُوْنَ ﴿فاستمسک بالذی اوحی الیک﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿انک علی صراط﴾ طَرِیْقٍ ﴿مستقیم (۴۳)﴾ وانہ لذکر﴾ لَشَرَفٌ ﴿لک ولقومک﴾ لِنُزُوْلِہٖ بِلُغَتِھِمْ ﴿وسوف تسئلون (۴۴)﴾ عَنِ الْقِیَامِ بِحَقِّہٖ ﴿وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن﴾ اَیْ

غَیْرِہٖ ﴿الھة یعبدون (۴۵)﴾ قِیْلَ ھُوَ عَلٰی ظَاھِرِہٖ بِاَنْ جُمِعَ لَہُ الرُّسُلُ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ وَقِیْلَ الْمُرَادُ اُمَمُ مَنْ اَیْ اَھْلُ الْکِتَابَیْنَ وَلَمْ یَسْاَلْ عَلٰی وَاحِدٍ مِنَ الْقَوْلَیْنِ لِاَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاَمْرِ بِالسُّوَالِ التَّقْرِیْرُ لِمُشْرِکِیْ قُرَیْشٍ اِنَّہُ لَمْ یَاتِ رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰہِ وَلَا کِتَابٌ بِعِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰہِ۔

﴿ترجمہ﴾

اور جو اعراض برتے (یعش بمعنی یعرض ہے) رحمٰن کے ذکر (یعنی قرآن پاک......ا......) سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے (اس سے جدا نہ ہو، آیت مذکورہ میں نقیض بمعنی نسبب ہے) اور بیشک وہ (یعنی شیاطین) ان کو (یعنی اعراض برتنے والوں کو) راہ سے (یعنی راہ ہدایت سے روکتے ہیں) اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں (یہاں صیغہ جمع کو ذکر کرنے میں من کے معنی کی رعایت برتی گئی ہے) یہاں تک کہ جب وہ (یعنی قرآن پاک سے اعراض کرنے والا بروز قیامت اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ) ہمارے پاس آئے گا وہ (اپنے شیطان سے) کہے گا ہائے (یالیت میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا (یعنی مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ کی مثل ہم میں دوری ہوتی) تو کیا ہی برا ساتھی ہے (میرے حق میں......۲......، اللہ عزوجل فرماتا ہے) اور ہر گز تمہیں نفع نہ دیگا (قرآن سے اعراض کرنے والوں، تمہارا یہ تمنا کرنا اور ندامت ظاہر کرنا) آج جب کہ تم نے ظلم کیا (یعنی دنیا میں شرک کر کے تمہارا ظلم کرنا تم پر ظاہر ہو جانے کے بعد) کہ تم (اپنے شیطانوں کے ساتھ) عذاب میں شریک ہو (انکم فی العذاب مشترکون لام مقدرہ کے ساتھ علت ہے معرضین کی تمنا اور ندامت کے سودمند نہ ہونے کی، اذ ما قبل الیوم سے بدل بن رہا ہے) تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں (یعنی یہ لوگ ایمان لے کر آئیں گے......۳......، مبین بمعنی بین ہے) تو اگر (فاما یہاں ان شرطیہ کے نون میں ما زائدہ کا ادغام کیا گیا ہے) ہم تمہیں لے جائیں (یوں کہ انہیں عذاب دینے سے قبل تمہیں موت عطا فرمائیں) تو (آخرت میں) ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے یا تمہیں (تمہاری حیاتی میں) دکھا دیں جس کا ہم نے انہیں وعدہ دیا ہے (یعنی عذاب، بہ ضمیر عائد الی الموصول محذوف ہے) تو ہم ان پر (یعنی ان پر عذاب نازل کرنے پر) بڑی قدرت والے ہیں (مقتدرون بمعنی قادرون ہے) تو مضبوط تھامے رہو اسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی (یعنی قرآن پاک کو) بیشک تم سیدھی راہ پر ہو (صراط بمعنی طریق ہے) اور بیشک وہ شرف ہے (ذکر بمعنی شرف ہے) تمہارے اور تمہاری قوم کے لیے (کہ یہ تمہاری زبان میں نازل ہوا ہے) اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا (اس کے حقوق قائم کرنے نہ کرنے سے متعلق......۴......) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے (دون بمعنی غیر ہے) جن کی پوجا ہو (ایک قول کے مطابق یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے کہ شب معراج حضور ﷺ کے لیے تمام رسولوں کو جمع کیا گیا اور ایک قول کے مطابق یہاں دونوں اہل کتاب قومیں مراد ہیں، دونوں میں سے کسی یعنی قول کو مراد لینے کی صورت میں حضور ﷺ نے کسی سے اس بابت سوال نہیں فرمایا کیونکہ یہاں سوال کرنے کا حکم دینے سے مراد مشرکین قریش کو یہ باور کروانا ہے نہ کوئی ایسا رسول تشریف لایا اور نہ کوئی ایسی کتاب آئی جو غیر اللہ عزوجل کی عبادت کرنے کا حکم دیتی ہو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعش: فعل بافاعل، عن ذکر الرحمن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نقیض لہ: فعل بافاعل وظرف لغو، شیطنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ھو: مبتدا، لہ: ظرف مستقر حال

مقدم،قرین: ذوالحال،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانهم ليصدونهم عن السبيل ويحسبون انهم مهتدون حتى اذا جاءنا قال يليت بينى وبينك بعد المشرقين﴾

و: عاطفہ،انھم حرف شبہ واسم،لام: تاکیدیہ،یصدونھم: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،یحسبون: فعل بافاعل،انھم مھتدون: جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،ھم: ضمیر مفعول،عن السبیل: ظرف لغو،حتی: جار،اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،جاء نا: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،قال: قول،یا: حرف تنبیہ،لیت حرف شبہ،بینی: معطوف علیہ،و: عاطفہ معطوف،ملکر ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم،بعد المشرقین: اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبئس القرين﴾

ف: فصیحیہ،بئس: فعل،القرین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ "انت" مبتدا محذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولن ينفعكم اليوم اذ ظلمتم انكم في العذاب مشتركون﴾

و: مستانفہ،لن ینفعکم: فعل نفی ومفعول،الیوم: مبدل منہ،اذ مضاف،ظلمتم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر بدل،ملکر ظرف،انکم: حرف شبہ واسم،فی العذاب مشترکون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿افانت تسمع الصم اوتهدى العمى ومن كان فى ضلل مبين فاما نذهبن بك فانامنهم منتقمون﴾

ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ،انت مبتدا،تسمع الصم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او: عاطفہ،تھدی: فعل بافاعل،العمی: معطوف علیہ،و: عاطفہ،من: موصولہ،کان فی ضلل مبین: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: عاطفہ،اما: شرطیہ،ما: زائدہ،نذھبن بک: جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،انا جرف شبہ واسم،منھم منتقمون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اونرينك الذى وعدنهم فانا عليهم مقتدرون﴾

او: عاطفہ،نرینک: فعل بافاعل ومفعول،الذی وعدنھم: موصول صلہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،انا جرف شبہ واسم،علیھم مقتدرون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ماقبل "فاما بذهبم بك" پر معطوف ہے۔

﴿فاستمسك بالذى اوحى اليك انك على صراط مستقيم﴾

ف: فصیحیہ،استمسک: فعل امر بافاعل،ب: جار،الذی اوحی الیک: موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان علمت هذا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،انک جرف شبہ واسم،علی صراط مستقیم: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانه لذكر لك ولقومك وسوف تسئلون﴾

و: عاطفہ،انہ جرف شبہ واسم،لام: تاکیدیہ،ذکر: موصوف،لک: جار مجرور معطوف علیہ،و: عاطفہ،لقومک: جار مجرور معطوف،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،سوف جرف استقبال،تسئلون: فعل نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون﴾

و: عاطفہ،سئل: فعل امر بافاعل،من: موصولہ،ارسلنا من قبلک: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ذوالحال،من رسلنا: ظرف مستقر حال،ملکر

مفعول اول،ھمزہ: حرف استفہام،جعلنا: فعل بافاعل،من دون الرحمن: ظرف مستقر مفعول ثانی،الھۃ: موصوف،یعبدون: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول اول،ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ذکر بمعنی قرآن یا کچھ اور......!

(۱)......متذکرہ آیت ﴿ومن یعش عن ذکر الرحمن ......الخ اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے(الزخرف:۳۶)﴾ میں ذکر بمعنی قرآن ہے۔

(۲)......﴿واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولاتکن من الغفلین اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا(الاعراف:۲۰۵)﴾ میں ذکر بمعنی قرآن ہے کیونکہ ماقبل آیت میں قرآن کو خاموشی سے سننے کا بیان ہے۔

(۳)......﴿فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم واشد ذکرا پھر جب اپنے مناسک کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ(البقرۃ:۲۰۰)﴾ میں جہری اور جماعت کے ساتھ ذکر و اذکار کرنا مراد ہے۔

(۴)......﴿فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے(النساء:۱۰۲)﴾۔یہاں ذکر سے مراد تسبیح،تہلیل،تحمید اور تکبیر وغیرہ سب ہی داخل ہے۔

(۵)......﴿یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی بہت یاد کرو کہ تم مراد کو پہنچو(الانفال:۴۵)﴾ میں ذکر بمعنی دعا ہے۔

(۶)......﴿یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا اے ایمان والوں اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو(الاحزاب:۴۱تا۴۲)﴾ میں ذکر بمعنی صبح وشام کی نماز بھی مراد ہو سکتی ہے اور خاص تسبیحات بھی۔

(۷)......﴿فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ(الجمعۃ:۱۰)﴾ میں ذکر بمعنی ذکر و اذکار یعنی تسبیح،تہلیل،تحمید اور تکبیر وغیرہ کرو۔

(۸)......﴿فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو(البقرۃ:۱۵۲)﴾ میں ذکر بمعنی ذکر لسانی،ذکر قلبی اور ذکر بالجوارح مراد ہے۔

(۹)......﴿انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کی یاد کی جائے تو ان کے دل ڈر جائیں(الانفال:۲)﴾ میں ذکر بمعنی وعیدات ہیں۔

(۱۰)......﴿اللہ نزل احسن الحدیث کتبا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی رغبت میں (الزمر:۲۳)﴾ میں ذکر بمعنی یاد الٰہی عزوجل ہے اور یہ یاد کسی بھی طریقے سے ہو سکتی ہے۔

(۱۱)......﴿وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم اور اے محبوب خوشخبری سنا دو تواضع والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں (الحج: ۳۴ تا ۳۵)﴾ میں ذکر بمعنی مطلق یاد الٰہی ﷻ ہے چاہے کسی بھی ذریعے سے ہو۔

(۱۲)......﴿فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھداکم تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر الحرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی (البقرۃ: ۱۹۸)﴾ میں ذکر بمعنی تلبیہ وتہلیل وتکبیر وثناء ودعا کے ساتھ یا نماز مغرب وعشاء کے ساتھ۔

(۱۳)......﴿بل ھم عن ذکر ربھم معرضون بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے مونہہ پھیرے ہیں (الانبیاء: ۴۲)﴾ میں ذکر بمعنی قرآن ہے۔

کیا شیطان فقط اخروی اعتبار سے برا ساتھی ہے؟

۲......اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین ہم اس پر شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے (الزخرف: ۳۶)﴾ یعنی دنیا میں شیطان ہی نے انہیں کفر پر مائل کیا، حلال سے روکا اور حرام کی جانب ڈال دیا اور فرمانبرداری سے باز رکھا اور اسے نافرمانی پر ابھارا، یہی معنی ابن عباس نے اس آیت کے تحت کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ آخرت میں جب انسان (اپنی قبر) سے اٹھایا جائے گا جیسا کہ سعید جریری کا قول اس وقت پشیمان ہوگا۔ غیر مرفوع حدیث میں یہ بھی ہے: ''جب کافر اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو شیطان کی سفارش اس کے حق میں کارگر نہ ہوگی بلکہ یہ دونوں ہی آگ میں داخل کردیئے جائیں گے اور مومن جب اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو فرشتہ اس کی سفارش کرے گا اور اللہ ﷻ ان دونوں کے مابین فیصلہ فرمائے گا''، اسے مہدوی نے ذکر کیا ہے۔ ابن عباس کا ایک قول یہ بھی ہے کہ شیطان ایسے (کافر) شخص کا ملازم ومصاحب ہوگا۔ اور کافروں کا یہ گمان ہوتا تھا کہ شیطان قیامت کے دن ان کی مدد کرے گا پس اسی اعتبار سے وہ دنیا میں اس کی پیروی کرتے تھے۔ لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو اسی کافر نے کہنا ہے: ﴿یلیت بینی وبینک بعد المشرقین ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا (الزخرف: ۳۸)﴾ یعنی سردی وگرمی کے مشارق میں دوری ہوجاتی، مقاتل کہتے ہیں کافر تمنا کرے گا کہ کاش ان کے اور شیطان کے مابین مشرق سے مشرق (یعنی مغرب) کی طرح یا کچھ کم دوری ہوجاتی، فراء کہتے ہیں المشرقین سے مراد مشرق ومغرب دونوں ہی ہیں، جیسا کہ القمران سے شمس وقمر، العمران سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور البصرتان سے کوفہ وبصرہ العصران سے شام کا وقت اور نماز عصر مراد لی جاتی ہے یہاں بھی یونہی مراد ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۵، ص ۷۸)

کیا نبی کسی کو اپنی ذاتی مرضی سے ہدایت دے سکتے ہیں؟

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿افانت تسمع الصم او تھدی العمی کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے﴾، انکار تعجب کی وجہ سے ہے کہ سید عالم ﷺ ان کی ہدایت پر قادر ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ کفر کے عادی ہیں، اور اس پر زیرک ہیں اور گمراہی میں غرق ہیں پس اسی مناسبت سے عمی کو صمم کے ساتھ ملایا گیا کہ دین حق کے معاملے میں اندھے بھی ہیں اور بہرے بھی، اور ﴿ومن کان فی ضلال مبین اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں (الزخرف: ۴۰)﴾ کا عطف ﴿عمی﴾ پر باعتبار تغایر کیا گیا ہے یعنی اندھے ہونے اور گمراہ ہونے کو مفہوم کے اعتبار سے متحد کردیا گیا ہے اور انکار کا مدار گمراہی پر جمے رہنا ہے اور سید عالم ﷺ کی جانب اس حوالے سے قصور کا تصور ہی نہیں ہوسکتا اور یہی ایک ایسا نکتہ ہے کہ کسی کی ہدایت صرف اللہ ﷻ ہی کی دی ہوئی قدرت پر منحصر ہے کہ واضح ہے تو ایسے لوگ بہرے ہی ہیں جس کا بیان آیت متذکرہ میں واضح طور پر ذکر ہوا۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۵، ص ۱۱۶)

قرآن کے حقوق :

☜......اس ضمن میں دو فرامین مصطفیٰ درج ذیل ہیں:

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی سی شکل ہی بنالو''۔

(سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب فی حسن الصوت بالقرآن، رقم:١٣٣٧، ص٢٣٧)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میرے والد ماجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے تو انہیں اپنے آنسوؤں پر اختیار نہ ہوتا یعنی زار و قطار رونے لگتے''۔ (شعب الايمان، باب في الخوف من الله، رقم:٨٠٦، ج١، ص٤٢٨)

اغراض:

يعرض: یعنی غفلت و اعراض کرنا، جس کی دلیل اللہ کے اس فرمان میں بھی ملتی ہے: ﴿ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا﴾(طه:١٢٤)۔ **في الجمع:** تینوں مواقع پر، ﴿ليصدونهم عن السبيل ويحسبون انهم﴾۔

ياء: تنبیہ کے لئے ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ یاء ندائیہ ہو اور منادیٰ محذوف ہو، تقدیر عبارت یوں ہوگی: ''قريني''۔

اى مثل ما بين المشرق والمغرب: پس یہ دونوں نہ تو مل سکتے ہیں اور نہ ہی قریب ہو سکتے ہیں اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ **قال تعالى:** ماضی بمعنی مضارع ہے، اس لئے کہ اس کا حاصل آخرت میں ہے۔

اى تبين لكم: مراد آخرت کا دن ہے جس میں انسان کو اپنے دنیاوی اعمال کا بدلہ چکانا ہے، ایک سوال کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ظلم (یعنی نافرمانی) دنیا میں وقوع پذیر ہوئی اور ﴿اليوم﴾ سے مراد آخرت کا دن ہے اور ﴿اذ﴾ بدل ہے ﴿اليوم﴾ سے، پس ماضی کی حال پر دلالت کیسے درست ہو سکتی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ مراد ظلم و زیادتی کا ظہور اور بیان ہے جو کہ قیامت کے دن ہی ہوگا کہ انسان کے اعمال کھل کر اس کے سامنے آجائیں گے۔

واذ بدل من اليوم: یعنی بدل کل مراد ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اس دن کا عمل تمہیں کچھ نفع نہ دے گا اور ''اذ'' کو مستقبل کے ساتھ بیان کر دیا، جب کہ ﴿اليوم﴾ حال کے لئے، ﴿اذ﴾ ظرف ماضی، پس مستقبل کیسے حال اور ماضی میں عمل کرے گا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مستقبل حال میں عمل کرے گا اور مستقبل اور حال دونوں قریب ہوتے ہیں اور ماضی کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ وہ حال سے تاویل کیا گیا ہے۔

بان نميتك قبل تعذيبهم: یعنی ہم ان سے انتقام لینے سے پہلے بھی اگر آپ ﷺ دار فانی سے چلے جائیں پھر بھی ان سے انتقام لیں گے۔ **قيل هو على ظاهره:** بغیر تقدیری کلام کے، بلکہ مراد خاص رسولوں سے ان کی ذات کے بارے میں سوال کرنا ہے، اور یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ آیت مقدسہ مکی ہے (جیسا کہ ایک قول اس آیت کے مدنی ہونے کا بھی ہے جو کہ آغاز میں بیان ہو چکا)۔

بان جمع له الرسل: ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ سید عالم ﷺ بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری میں ہوئے ہیں، پس آپ ﷺ کو کیسے سوال کرنے کا کہا جائے گا جس سے آپ ﷺ ملے ہی نہیں؟۔

وقيل المراد امم: کلام مذکورہ میں مضاف حذف ہے، معنی یہ ہے ''اسل امم من ارسلنا یعنی اُن امتوں سے سوال کیجئے جن میں ہم نے رسل بھیجے ہیں''۔

اى اهل الكاتبين: امم کی تفسیر ہے، اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آیت مقدسہ مدنی ہے کیونکہ اہل کتاب مدینہ منورہ ہی میں پائے جاتے تھے۔ **ولم يسال على واحد من القولين:** یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، حضرت ابن عباس اور ابن زید کہتے ہیں کہ

جب سید عالم ﷺ نے اسری کا سفر مسجد حرام سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس کی طرف فرمایا تو اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے پیچھے دیگر حضرات انبیائے کرام کو بھیجا اور جبرائیل امین علیہ السلام سید عالم ﷺ کے ساتھ ہی تھے، پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آذان ارشاد فرمائی اور سید عالم ﷺ نے حضرات انبیائے کرام کی امامت فرمائی، پھر جب امامت سے فارغ ہو چکے تو حضرت جبرائیل امین نے سید عالم ﷺ سے یہی آیت ارشاد فرمائی۔ دوسرا قول جو حضرت ابن عباس کے علاوہ بیان کیا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے پیچھے سات صفیں بنیں، جن میں سے تین رسل عظام کی، چار حضرات انبیائے کرام کی، حضرت محمد مصطفٰی کے پیچھے حضرت ابراھیم علیہ السلام، دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام، بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام، پھر حضرت موسی علیہ السلام، پھر دیگر حضرات مرسلین، پس دو رکعتیں پڑھی گئیں، پھر اللہ نے اپنے حبیب کو وحی فرمائی کہ ان سب سے اللہ کی توحید کے بارے میں استفسار کیا جائے پس ایسا ہی ہوا جس کا جواب یوں دیا گیا: "اے محمد ﷺ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم سب ایک ہی قسم کی دعوت پر جمع کئے گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ "لا الہ الا اللہ" اور یہ کہ لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور بیشک آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور سید المرسلین ہیں، اور آپ ﷺ کی امامت نے یہ سب کچھ واضح کر دیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے مگر یہ کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے جو کہ آپ ﷺ کی شریعت کے پیروکار ہونگے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۴۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿ولقد ارسلنا موسی بایتنا الی فرعون وملائه﴾اَیِ الْقِبْطِ﴿فقال انی رسول رب العلمین (۴۶)فلماجاء هم بایتنا﴾اَلدَّالَةِ عَلٰی رِسٰلَتِهٖ﴿اذاهم منها یضحکون(۴۷)وما نریهم من ایة﴾مِنْ اٰیٰتِ الْعَذَابِ کَالطُّوْفَانِ وَهُوَ مَاءٌ دَخَلَ بُیُوْتَهُمْ وَوَصَلَ اِلٰی حُلُوْقِ الْجَالِسِیْنَ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَالْجَرَادُ﴿الا هی اکبر من اختها﴾قَرِیْنَتِهَا الَّتِیْ قَبْلَهَا﴿واخذنهم بالعذاب لعلهم یرجعون (۴۸)﴾عَنْ کُفْرِهِمْ﴿وقالوا﴾لِمُوْسٰی لَمَّا رَاَوُ الْعَذَابَ﴿یایه السحر﴾اَیِ الْعَالِمُ الْکَامِلُ لِاَنَّ السِّحْرَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ عَظِیْمٌ﴿ادع لنا ربک بما عهد عندک﴾مِنْ کَشْفِ الْعَذَابِ عَنَّا اِنْ اٰمَنَّا﴿اننا لمهتدون (۴۹)﴾اَیْ مُؤْمِنُوْنَ﴿فلما کشفنا﴾بِدُعَاءِ مُوْسٰی﴿عنهم العذاب اذاهم ینکثون (۵۰)﴾یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ وَیُصِرُّوْنَ عَلٰی کُفْرِهِمْ﴿ونادی فرعون﴾اِفْتِخَارًا﴿فی قومه قال یقوم الیس لی ملک مصر وهذه الانهر﴾اَیْ مِنَ النِّیْلِ﴿تجری من تحتی﴾اَیْ تَحْتَ قُصُوْرِیْ﴿افلا تبصرون (۵۱)﴾عَظَمَتِیْ﴿ام﴾تُبْصِرُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ﴿انا خیر من هذا﴾اَیْ مُوْسٰی﴿الذی هو مهین﴾ضَعِیْفٌ حَقِیْرٌ﴿ولا یکاد یبین(۵۲)﴾یُظْهِرُ کَلَامَهٗ لِلُثْغَتِهٖ بِالْجَمْرَةِ الَّتِیْ تَنَاوَلَهَا فِیْ صِغَرِهٖ﴿فلولا﴾هَلَّا﴿القی علیه﴾اِنْ کَانَ صَادِقًا﴿اسورة من ذهب﴾جَمْعُ اَسْوِرَةٍ کَاَغْرِبَةٍ جَمْعُ سِوَارٍ کَعَادَتِهِمْ فِیْمَنْ یُسَوِّدُوْنَهٗ اَنْ یُّلْبِسُوْهُ اَسْوِرَةَ ذَهَبٍ وَیُطَوِّقُوْهُ طَوْقَ ذَهَبٍ﴿او جاء معه الملئکة مقترنین (۵۳)﴾مُتَتَابِعِیْنَ یَشْهَدُوْنَ بِصِدْقِهٖ﴿فاستخف﴾اِسْتَفَزَّ فِرْعَوْنُ﴿قومه فاطاعوه﴾فِیْمَا یُرِیْدُ مِنْ تَکْذِیْبِ مُوْسٰی﴿انهم کانوا قوما فسقین (۵۴)فلما اسفونا﴾اَغْضَبُوْنَا﴿انتقمنا منهم فاغرقنهم اجمعین(۵۵)فجعلنهم سلفا﴾جَمْعُ سَالِفٍ کَخَادِمٍ وَخَدَمٍ اَیْ سَابِقِیْنَ عِبْرَةً﴿و مثلا للاخرین (۵۶)﴾بَعْدَهُمْ یَتَمَثَّلُوْنَ بِحَالِهِمْ فَلَا یُقْدِمُوْنَ عَلٰی مِثْلِ اَفْعَالِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں......۱...... کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں (یعنی قبطیوں) کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے پھر جب وہ ان کے پاس ہماری (وہ) نشانیاں لایا (جو اس کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں) جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے (یعنی عذاب کی نشانیاں جیسے طوفان، اس طوفان کا پانی ان کے گھروں میں داخل ہوگیا اور بیٹھنے والوں کی گردنوں تک پہنچ گیا یہ عذاب سات دن تک ان پر مسلط رہا اور ٹڈیوں کا عذاب) وہ اپنے ساتھ والی بڑی ہوتی (یعنی اپنے سے ماقبل ملی ہوئی نشانی سے بڑی ہوتی) اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ (وہ اپنے کفر سے) باز آجائیں اور بولے (جب انہوں نے عذاب دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کہ اے ساحر......۲...... (یعنی عالم کامل کیونکہ ان کے نزدیک سحر ایک عظیم علم تھا) ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے) کہ وہ ہم سے عذاب دور کردے تو ہم لوگ ایمان لے آئیں گے) بیشک ہم ہدایت پر آئیں گے (یعنی ایمان والے ہوجائیں گے) پھر جب ہم نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے سبب) ان سے عذاب ٹال دیا جبھی وہ عہد توڑ گئے (اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے، ینکثون کے معنی عہد کو توڑ ڈالنے کے ہے) اور فرعون......۳...... (فخر کرتے ہوئے) اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم! کیا میرے لیے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں (یعنی مصر کی نہریں) جو میرے نیچے (یعنی میرے محلات کے نیچے......۴......) بہتی ہیں کیا تم (میری عظمت) دیکھتے نہیں یا (تم دیکھتے ہو؟ اور اس وقت) میں بہتر ہوں اس سے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کہ ذلیل ہے (یعنی ضعیف وحقیر ہے......۵......) اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا (اور تو تلاہٹ کے سبب صحیح کلام نہیں کرسکتا، یہ معاملہ بچپن میں منہ میں انگارہ لے لینے کے باعث ہوا تھا......۶......) تو کیوں نہیں (لولا بمعنی ھلا ہے) اس پر ڈالے گئے (اگر یہ سچا ہے) سونے کے کنگن (ان لوگوں کا عرف تھا کہ جسے وہ اپنا سردار بناتے تھے اسے سونے کے کنگن پہناتے نیز اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالا کرتے تھے "اسورۃ" اغربۃ کی طرح جمع ہے، اسورۃ کا مفرد سوار ہے) یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے (اس کی سچائی کی گواہی دیتے ہوئے......۷......) پھر اس نے (یعنی فرعون نے) اپنی قوم کو کم عقل کرلیا (استخف بمعنی استقر ہے) تو وہ اس کے کہنے پر چلے (جو وہ چاہتا تھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانا) بیشک وہ بے حکم لوگ تھے پھر جب انہوں نے ہمیں غضبناک کرنے والے کام کیے (اسفونا بمعنی اغضبونا ہے) ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے انہیں کردیا اگلی داستان (یعنی اگلوں کے لیے عبرت......۸......، "سلفا" سالف کی جمع ہے جیسا کہ "خادم" خدم کی جمع آتی ہے) اور کہاوت پچھلوں کے لیے (بعد والوں کے لیے کہ وہ ان کے حال سے عبرت حاصل کریں اور ان کی مثل افعال کرنے کی طرف پیش قدمی نہ کریں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا موسی بایتنا الی فرعون وملائه فقال انی رسول رب العلمین﴾

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، موسی: ذوالحال، بایتنا: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، الی فرعون وملائہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، قال: قول، انی: حرف شبہ واسم، رسول رب العلمین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما جاء هم بایتنا اذا هم منها یضحکون﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، جاء هم بایتنا: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر

شرط،اذا: فجائیہ،ھم:مبتدا،منھایضحکون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما نریھم من ایة الا ھی اکبر من اختھا واخذنھم بالعذاب لعلھم یرجعون﴾

و: عاطفہ،مانریھم:فعل نفی بافاعل ومفعول،من: زائد،ایة:موصوف،الا: اداۃ حصر،ھی:مبتدا،اکبر من اختھا: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت،ملکر مفعول ثانی،و: عاطفہ،اخذنا:فعل بافاعل،ھم: ذوالحال،لعلھم یرجعون: جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،بالعذاب:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا یایہ السحر ادع لنا ربک بما عھد عندک اننا لمھتدون﴾

و: عاطفہ،قالوا:قول،یا:حرف نداء قائم مقام ادعو افعل انا ضمیر فاعل،یہ:موصوف،السحر:صفت،ملکر مفعول منادی،ادع لنا:فعل امر بافاعل وظرف لغو،ربک:مفعول،بماعھدعندک:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء اول،اننا:حرف شبہ واسم،لام:تاکید یہ،مھتدون:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ بالنداء ثانی،ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما کشفنا عنھم العذاب اذا ھم ینکثون﴾

ف: عاطفہ،لما:شرطیہ،کشفنا:فعل بافاعل،عنھم:ظرف لغو،العذاب:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،اذا: فجائیہ،ھم:مبتدا،ینکثون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ونادی فرعون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر وھذہ الانھر تجری من تحتی﴾

و: مستانفہ،نادی فرعون:فعل وفاعل،فی قومہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ،قال:قول،یقوم:نداء،ھمزہ:حرف استفہام،لیس:فعل ناقص،لی:ظرف مستقر خبر مقدم،ملک مصر: معطوف علیہ،و:عاطفہ،ھمزہ:مبدل منہ،الانھر:بدل،ملکر مبتدا،تجری من تحتی: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ماقبل "نادی فرعون" کی تفسیر واقع ہے۔

﴿افلا تبصرون ام انا خیر من ھذا الذی ھو مھین ولا یکاد یبین﴾

ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "لا تعقلون" "لاتبصرون: فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ام:عاطفہ منقطعہ بمعنی بل،انا: مبتدا،خیر:اسم تفضیل بافاعل،من: جار،ھذا:مبدل منہ،الذی:موصول،ھو مھین: جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایکاد:فعل نفی مقارب بااسم،یبین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "لاتبصرون" پر معطوف ہے۔

﴿فلولا القی علیہ اسورة من ذھب اوجاء معہ الملئکة مقترنین﴾

ف: عاطفہ،لولا: بمعنی ھلا حرف تحضیض،القی علیہ: فعل مجہول وظرف لغو،اسورة:موصوف،من ذھب: ظرف مستقر صفت،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،او:عاطفہ،جاء:فعل،معہ:ظرف،الملئکة: ذوالحال،مقترنین: حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستخف قومہ فاطاعوہ انھم کانوا قوما فسقین﴾

ف: عاطفہ،استخف قومہ:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اطعوہ:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،انھم:حرف شبہ واسم،کانوا:فعل ناقص بااسم،قوما فسقین:خبر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما اسفونا انتقمنا منھم فاغرقنھم اجمعین﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، اسفونا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، انتقمنا: فعل بافاعل، منہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل، ہم: موکد، اجمعین: تاکید، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فجعلنٰھم سلفا ومثلا للاخرین﴾

ف: عاطفہ، جعلنٰھم: فعل بافاعل ومفعول، سلفا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثلا: موصوف، للاخرین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کی نو نشانیاں:

۱...... اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان ،ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ یہ تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونیوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

سحر کی تعریف:

۲...... شیخ جرجانی فرماتے ہیں کہ سحر سے مراد تخییل (کوئی چیز مشتبہ کرنا)، ملمع سازی اور اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو جیسا کہ کئی متکلمین کے نزدیک سحر کی یہی تعریف ہے۔ (التعریفات، ص ۱۲۱)

جن سے فرعون نے قرب کا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم موسی علیہ السلام پر غالب آ گئے تو میرے مقرب ہو جاؤ گے ان جادوگروں کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل کے نزدیک ان کی تعداد بہتر تھی جن میں دو قبطی اور ستر بنی اسرائیلی تھے، کلبی کے قول کے مطابق ان کی تعداد اہل نینوی کے ستر عام آدمی تھے، کعب کے قول کے مطابق بارہ ہزار اور سدی کے مطابق تین ہزار اور کچھ زائد، عکرمہ کے مطابق ستر ہزار اور محمد بن منکدر کے مطابق اسّی ہزار جادوگر تھے، مقاتل کہتے ہیں کہ جادوگروں کا سردار شمعون تھا اور ابن جریج کے مطابق یوحنا نامی شخص جادوگروں کا سردار تھا۔ (البغوی، ص ۳۱۷)

حضرت موسی علیہ السلام کے دور کا فرعون:

۳...... فرعون عمالقہ (یعنی قبطی قوم) کے بادشاہ کو کہتے ہیں جو کہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہوتے تھے، جیسا کہ ایرانیوں کے بادشاہ کا نام کسری اور رومیوں کے بادشاہ کا نام قیصر ہوتا تھا، (حضرت سیدنا موسی علیہ السلام کے زمانے کے) فرعون کے نام کے بارے میں اکثر مفسرینِ کرام کی رائے ہے کہ اس کا نام ولید بن معصب بن ریان تھا جسکی عمر چار سو برس سے زیادہ تھی اور یہی مشہور قول ہے۔ (الجمل، ج ۱، ص ۷٤)

فرعون کے محلات کے نیچے بہنے والی مصر کی نہریں:

۴...... مراد وہ چار نہریں ہیں جو دریائے نیل میں جا ملتی ہیں جن کے نام یہ ہیں: نہر ملک، نہر طولون، نہر دمیاط اور نہر تنیس ،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ نہریں فرعون کے محل کے نیچے بہتی تھیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ فرعون جاہ ومنصب ومال کے اعتبار سے بہت طاقت وقوت کا حامل تھا۔ (الرازی، ج ۹، ص ۶۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فرعون کے محلات دریائے نیل کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور دریائے

نیل سے سات قسم کی ندیاں نکلتی تھیں جن کے نام یہ ہیں: خلیج اسکندریہ، خلیج سخا، خلیج دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منف، خلیج الفیوم، خلیج المنھی اور تمام ندیوں کے اطراف میں کھیتیاں بھی تھیں اور مصر کی سرزمین کے سولہ گز اطراف میں بلند عمارتیں، پل اور عمدہ ندیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، اسی مناسبت سے دریائے نیل کو نیل سلطان کہا جاتا ہے کہ سولہ گز کے اطراف میں پھیلے ہوئے احاطے پر محیط ہے اور ابن ابی رواد کے قول کے مطابق آج بھی ایسا ہی ہے۔ نیل سلطان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دریا لوگوں کی جانب نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے دریائے نیل کو تمام دریاؤں کا سردار بنایا ہے اور اس کے لئے مشرق و مغرب کے دریا مسخر کردیئے ہیں، اور تمام دریا کو اس کا تابع کردیا ہے اور جب اللہ عزوجل دریائے نیل کو جاری کرنا چاہتا ہے تو باقی تمام دریاؤں کو رک جانے کا حکم دے دیتا ہے، پس باقی دریا اپنے پانی کو روک لیتے ہیں اور اللہ عزوجل دریائے نیل کے لئے چشمے جاری کردیتا ہے اور جب اللہ عزوجل اپنے حکم کی انتہاء کا ارادہ فرماتا ہے تو پانی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے عناصر کی جانب لوٹ جائیں۔

(القرطبی، الجزء ۱۹، ص۹۷)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں نازیبا کلام کرنا:

۵......''میں بہتر ہوں، موسیٰ سے'' یہ جملہ فرعون کا تھا کیونکہ بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام ضعیف الحال تھے، فقر وفاقہ آپ کا شعار تھا۔ فرعون نے یہ جملہ دو وجوہ کی بناء پر تلفظ کیا۔(۱)......حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہری مال و دولت والے نہ تھے بلکہ ضعیف الحال اور بظاہر فقر وفاقہ جیسی عظیم خصلتوں و سعادتوں کے مالک تھے۔(۲)......ظاہری اعتبار سے فرعون آپ کے کلام میں لکنت محسوس کرتا تھا اگرچہ حقیقت کچھ اور تھی کیونکہ نبی کی ذات میں عیب نہیں ہوسکتا اور لکنت ہونا یہ عیب کو مستلزم ہے۔ پس یہ دو وجوہ ہیں جو مفسرین نے اس آیت کے تحت ذکر کی ہیں اگرچہ لگا ہے بگا ہے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں نازیبا کلام کیا ہے لیکن یہاں کلام سے یہی مقصود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی لکنت:

۶......روایت کیا جاتا ہے کہ بچپن میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پرورش پا رہے تھے، فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ فرعون کے مونھ پر چانٹا مار دیا، بی بی آسیہ جو کہ فرعون کی زوجیت میں تھیں مزاحمت پر کہنے لگی ارے بچہ ہے اسے کیا سمجھ، خیر سرخ انگارے اور یاقوت الگ الگ تھال میں رکھ دیئے گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے لہذا یاقوت کی جانب بڑھنے لگے لیکن حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کا رخ انگاروں کی طرف کردیا جسے آپ نے مونھ میں رکھ لیا اور زبان میں لکنت پیدا ہوئی۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ جل گیا جیسا کہ زبان میں انگارہ رکھنے سے لکنت ہوئی تھی، لیکن فرعون کے علاج کرانے کے باوجود ٹھیک نہ ہوا۔ ایک قول کے مطابق زبان کی لکنت بچپن ہی سے تھی۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محسوس ہوتا تھا کہ لوگ ان کے کلام کو سمجھ نہیں پاتے حالانکہ اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام کو فصاحت و بلاغت عطا فرمائی تھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قوم ان کے کلام کو نہ سمجھے اور قوم آپ کے کلام کرنے سے متنفر نہ تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ قوم (زیادہ سے زیادہ) ان کے کلام سے مستفیض ہوتی رہے۔

(روح المعانی، الجزء السادس عشر، ۶۶۰۰ وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

کیا نبوت کی تصدیق کے لئے ملائکہ کا پیچھے چلنا ضروری امر ہے؟

۷......قتادہ کے نزدیک مقترنین بمعنی متتابعین ہے، مجاہد کہتے ہیں فرعون کے نزدیک فرشتوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چلنے کے معنی یہ ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دیتے ہوئے انہی کے ساتھ رہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق فرشتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے والوں کی مدد و نصرت کریں، معنی یہ ہیں کہ فرشتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہولیں کیونکہ اگر یہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے نبی متعین ہیں تو اوامر و نواہی (کے اجراء) میں فرشتوں کا ان کے ساتھ ہونا ضروری ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا خوف لاحق ہو جائے۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں تو رسل عظام (فرشتوں) کا بھی ان کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور سماوی امداد و نصرت بھی ان کے ساتھ لاحق ہونی چاہیے۔ اور ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے متبوعین کے مقابلے میں ایک واحد حقیقی رب کی نگہبانی اور حفاظت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور عصا اور ید بیضاء والے معجزات سونے کے کنگن اور فرشتوں کے ساتھ چلنے سے زیادہ مددگار ہیں اور جہاں تک فرعون کا تعلق ہے تو وہ اس صورت میں بھی ایمان لانے والا نہ تھا کیونکہ جب کہ وہ فرشتوں کے خالق کا ہی منکر ہے۔

(القرطبی، الجزء:۲۵، ص ۸۷ وغیرہ)

فرعون کا غرق اور عبرتناک انجام:

۸.....اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا: ﴿فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر ...... الخ ترجمہ: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار، تو جبھی دریا پھٹ گیا(الشعراء: ٦٣) ﴾ فرعون کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو پالینا تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اذن کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا جس سے بارہ قبیلوں کے بارہ راستے بن گئے اور ہر قبیلہ اپنے راستے پر چل نکلا، دریا کا پانی پہاڑ کی مثل کھڑا تھا اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وہ قدرت ظاہر ہوئی جو کن فیکون پر قادر ہے۔ لوگ خوشی خوشی جھومتے ہوئے دریا پار کر گئے اور آگے والے پیچھے والے سب ایک دوسرے سے دریا پار مل گئے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ دوبارہ دریا پر اپنا عصا ماریں کیونکہ پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے پیچھا کئے آ رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کے علاوہ بظاہر کوئی اور چارہ بھی نہ تھا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیں چنانچہ فرمان مقدس ہوا: ﴿واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبو دیا جائے گا(الدخان: ۲٤) ﴾۔ حضرت عبداللہ ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ربیع، ضحاک، قتادہ، کعب الاحبار، سماک بن حرب، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ فرعون مع اپنے لشکر کے دریا میں غرق ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ، قصۃ ھلاک فرعون وجنودہ، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۹۹ وغیرہ)

اغراض:

من کشف العذاب :لما کا بیان ہے۔ وحینئذ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿انا خیر ﴾ مسبب ہے محذوف سے، قاضی مظہری نے اس کی وضاحت یوں فرمائی کہ اکثر مفسرین کے نزدیک ام بمعنی بل ہے، فراء کے نزدیک ام پر وقف فرمایا گیا ہے اس صورت میں کلام میں کچھ محذوف ہوگا، پس تقدیر عبارت یوں ہوگی: "افلا تبصرون ام تبصرون"، بعد میں نیا کلام ہے، اور ایک قول کے مطابق ام متصلہ ہے کیونکہ مسبب کو سبب کے قائم مقام کیا گیا ہے کیونکہ ﴿انا خیر ﴾ کا معنی ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں بہتر ہوں بہتر ہونے کا علم دیکھنے کے سبب سے ہے گویا تقدیر عبارت یوں ہوگی: "افلا تبصرون ام تبصرون فتعلمون انی خیر"۔ حقیر: معاذ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون نے یہ جملہ کہا، جو کہ فقط اپنی ذات کا مالک ہے اور اسکی سلطنت بھی نہیں چلتی۔

التی تناولھا فی صغرہ: جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تماچہ دے مارا تھا، پس اُس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اُس کی بیوی بی بی آسیہ نے اُسے اس بُرے ارادے سے باز رکھا اور بولی: بچہ ہے، اُسے کھجور اور آگ کے شعلے کی پہچان نہیں ہو پائے گی، پس وہ ایک تھال میں کھجور اور دوسرے میں آگ کا انگارا لایا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام (وصفِ نبوت کی برکت سے) کھجور کی

جانب بڑھے لیکن جبرائیل امین نے انہیں انگارے کی جانب پھیر دیا، پس اسی انگارے کو منہ میں رکھنے سے لکنت محسوس ہوتی تھی اور جب اللہ نے ان کے لئے اعلانِ نبوت کے منصب کی طرف رہنمائی فرمائی تو یہ محسوس ہونے والی لکنت بھی دور فرما دی، پس اس مقام پر فرعون نے اُسی کا ذکر کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچانتا ہے۔ استخف قومہ: یعنی فرعون نے اپنی قوم کو کم عقل کرلیا اور اُس میں یہ شبہ ڈال دیا کہ فرعون اُن کا معبود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور قوم اس کی پیروکار ہوگئی۔ اسفونا: یعنی لغویات، عناد و عصیان کے ذریعے اُنہوں نے ہمیں ناراض کردیا۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۴۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿ولما ضرب﴾ جُعِلَ ﴿ابن مريم مثلا﴾ حِيْنَ نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰى اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ فَقَالَ الْمُشْرِكِيْنَ رَضِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ اٰلِهَتُنَا مَعَ عِيْسٰى لِاَنَّهُ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴿اذا قومك﴾ اَلْمُشْرِكُوْنَ ﴿منه﴾ مِنَ الْمَثَلِ ﴿يصدون (۵۷)﴾ يَضْحَكُوْنَ فَرَحًا بِمَا سَمِعُوْا ﴿وقالوا ء الهتنا خير ام هو﴾ اَىْ عِيْسٰى فَنَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ اٰلِهَتُنَا مَعَهُ ﴿ما ضربوه﴾ اَىِ الْمَثَلَ ﴿لك الا جدلا﴾ خُصُوْمَةً بِالْبَاطِلِ لِعِلْمِهِمْ اَنَّ مَا لِغَيْرِ الْعَاقِلِ فَلَا يَتَنَاوَلُ عِيْسٰى عليه السلام ﴿بل هم قوم خصمون (۵۸)﴾ شَدِيْدُ الْخُصُوْمَةِ ﴿ان﴾ مَا ﴿هو﴾ عِيْسٰى ﴿الا عبد انعمنا عليه﴾ بِالنُّبُوَّةِ ﴿وجعلنه﴾ بِوَجُوْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَبٍ ﴿مثلا لبنى اسرائيل (۵۹)﴾ اَىْ كَالْمَثَلِ لِغَرَابَتِهٖ يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا يَشَاءُ ﴿ولو نشاء لجعلنا منكم﴾ بَدَلَكُمْ ﴿ملئكة فى الارض يخلفون (۶۰)﴾ بِاَنْ نُهْلِكَكُمْ ﴿وانه﴾ اَىْ عِيْسٰى ﴿لعلم للساعة﴾ تُعْلَمُ بِنُزُوْلِهٖ ﴿فلا تمترن بها﴾ اَىْ تَشُكُّنَّ فِيْهَا حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِلْجَزْمِ وَ وَاوُ الضَّمِيْرِ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ وَقُلْ لَهُمْ ﴿واتبعون﴾ عَلَى التَّوْحِيْدِ ﴿هذا﴾ الَّذِىْ اٰمُرُكُمْ بِهٖ ﴿صراط﴾ طَرِيْقٌ ﴿مستقيم (۶۱) ولا يصدنكم﴾ يَصْرِفَنَّكُمْ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ ﴿الشيطن انه لكم عدو مبين (۶۲)﴾ بَيِّنُ الْعَدَاوَةِ ﴿ولما جاء عيسى بالبينت﴾ بِالْمُعْجِزَاتِ وَالشَّرَائِعِ ﴿قال قد جئتكم بالحكمة﴾ بِالنُّبُوَّةِ وَشَرَائِعِ الْاِنْجِيْلِ ﴿ولابين لكم بعض الذى تختلفون فيه﴾ مِنْ اَحْكَامِ التَّوْرٰةِ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ وَغَيْرِهٖ فَبَيَّنَ لَهُمْ اَمْرَ الدِّيْنِ ﴿فاتقوا الله واطيعون (۶۳) ان الله هو ربى وربكم فاعبدوه هذا صراط﴾ طريق ﴿مستقيم (۶۴) فاختلف الاحزاب من بينهم﴾ فِىْ عِيْسٰى اَهُوَ اللّٰهُ اَوْ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ﴿فويل﴾ كَلِمَةُ عَذَابٍ ﴿للذين ظلموا﴾ كَفَرُوْا بِمَا قَالُوْهُ فِىْ عِيْسٰى ﴿من عذاب يوم اليم (۶۵)﴾ مُؤْلِمٍ ﴿هل ينظرون﴾ اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ اَىْ مَايَنْتَظِرُوْنَ ﴿الا الساعة ان تأتيهم﴾ بَدَلٌ مِنَ السَّاعَةِ ﴿بغتة﴾ فَجْئًا ﴿وهم لا يشعرون (۶۶)﴾ بِوَقْتِ مَجِيْئِهَا قَبْلَهُ ﴿الاخلاء﴾ عَلَى الْمَعْصِيَةِ فِى الدُّنْيَا ﴿يومئذ﴾ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ ﴿بعضهم لبعض عدو الا المتقين (۶۷)﴾ اَلْمُتَحَابِيْنَ فِى اللّٰهِ عَلٰى طَاعَتِهٖ فَاِنَّهُمْ اَصْدِقَاءُ.

﴿ترجمہ﴾

اور جب ابن مریم .... کی مثال بیان کی جائے (ضرب بمعنی مثل ہے، جب اللہ ﷻ کا یہ فرمان نازل ہوا ﴿انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم (الانبیاء:۹۸)﴾) جبھی تمہاری (مشرک) قوم اس سے (یعنی اس مثال سے) ہنسنے لگتی ہے

(یعنی اس سے تکروہ لوگ ہنسنے لگتے ہیں)اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر یا وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام؟ ، پس ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے خدا ان کے ساتھ ہو) انہوں نے نہ بیان کیا اس کو (یعنی اس مثل کو) تم سے مگر ناحق جھگڑے کو (جدالا کا معنی ناحق جھگڑنا ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مـــا غیر عاقل کے لیے ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کو شامل نہیں ہے) بلکہ وہ سخت جھگڑالو لوگ ہیں......۵۸

(خصمون کے معنی سخت جھگڑالو ہے)وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر ایک بندہ جس پر ہم نے (نبوت عطا فرما کر) احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنایا (بغیر باپ کے وجود عطا فرما کر) نبی اسرائیل کے لیے مثل (یعنی ان کے عجیب وغریب معاملے کو مثال کر دیا......۵۹......) اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے (منکم بمعنی بدلکم ہے) فرشتے بساتے (یوں کہ ہم تمہیں ہلاک فرما دیتے) اور بیشک وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی خبر ہے (ان کے نزول سے قرب قیامت کا علم ہوگا) تو ہر گز قیامت میں شک نہ کرنا (تمترن بها بمعنی تشکن فیها ہے، لا تمترن میں نون اعرابی حرف جازم کی وجہ سے اور واؤ ضمیر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کردی گئی ہے)اور (ان سے فرما دو) میرے پیرو ہونا یہ (جس کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں) سیدھی راہ ہے (صراط بمعنی طریق ہے) اور ہرگز تمہیں پھیر نہ دے (دین الٰہی سے، یصدنکم بمعنی یصدفنکم ہے) شیطان بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (یعنی اس کی دشمنی کھلی اور ظاہر ہے) اور جب عیسی روشن نشانیاں لایا (یعنی معجزات اور احکام شرعیہ لایا) اس نے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا (یعنی نبوت اور انجیل کے شرعی احکام لے کر آیا) اور اس لیے میں تم سے بیان کردوں بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو (یعنی امر دین وغیرہ تورات کے احکامات پھر آپ علیہ السلام نے ان کے لیے امور دین کو واضح فرما دیا......۶۳......) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب تو اسے پوجو یہ سیدھی راہ ہے (صراط بمعنی طـریق ہے) پھر جب گروہ (حضرت یحیی علیہ السلام کے بارے میں) آپس میں مختلف ہوگئے (کہ حضرت عیسی علیہ السلام خود خدا ہیں یا تین میں کے تیسرے خدا ہیں......۶۴......) تو خرابی ہے (ویـل یہ کلمہ عذاب ہے) ظالموں کی (یعنی کافروں کی حضرت یحیی علیہ السلام کی شان میں بکواس کرنے کے سبب) ایک دردناک دن کے عذاب سے (الیم بمعنی مؤلـم ہے) کاہے کے انتظار میں ہیں وہ (یعنی کفار مکہ ،ھل ینظرون بمعنی ماینتظرون ہے) مگر قیامت کے کہ وہ ان پر آجائے (''ان تاتیھم'' الساعۃ سے بدل ہے) اچانک (بغتۃ بمعنی فجـاۃ ہے) اور انہیں خبر نہ ہو (اس سے قبل اس کے آجانے کی) گہرے دوست (گناہوں کے معاملے میں دنیا میں) اس دن (یعنی بروز قیامت، یومئذ یہ مابعد فرمان سے متعلق ہے) ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (اطاعت خداوندی پر اللہ ﷻ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے لوگ آپس میں دوست ہوں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون﴾

و : مستانفہ ،لـمـا :شرطیہ ،ضـرب :فعل مجہول ،ابـن مـریـم : نائب الفاعل ،مثـلا :مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،اذا : فجائیہ ،قومک :مبتدا ،منہ یصدون : جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالواء الھتنا خیر ام ھو ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون﴾

و : عاطفہ ،قـالـوا :قول ،ھـمـزہ :حرف استفہام ،الھتنا :معطوف علیہ ،ام :متصلہ عاطفہ ،ھو :معطوف ،ملکر مبتدا ،خیر :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،مـاضـربـوہ لک :فعل نفی بافاعل ومفعول وظرف لغو ،الا :اداۃ حصر ،جدلا :مفعول لہ ،ملکر جملہ فعلیہ ،بل :عاطفہ وحرف اضراب ،ھم قوم :موصوف ،خصمون :صفت ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هو الا عبد انعمنا عليه و جعلنه مثلا لبنی اسراء يل﴾

ان: نافیہ، هو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، عبد: موصوف، انعمنا علیہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول، مثلا: موصوف، لبنی اسراء یل: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو نشاء لجعلنا منكم ملئكة فی الارض يخلفون﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، نشاء: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکید، جعلنا: بمعنی فعل بافاعل، منکم: ظرف لغو، ملئکۃ: موصوف، فی الارض یخلفون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون﴾

و: عاطفہ، انہ: حرف شبہ واسم، لام: تاکیدیہ، علم: موصوف، للساعۃ: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، لاتمترن بھا: فعل نہی واؤ ضمیر محذوف فاعل، وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿هذا صراط مستقيم ولا يصدنكم الشيطن انه لكم عدو مبين﴾

ھذا: مبدا، صراط مستقیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لایصدنکم: فعل نہی ومفعول، الشیطن: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف شبہ واسم، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، عدو مبین: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولما جاء عيسى بالبينت قال قد جئتكم بالحكمة ولابين لكم بعض الذى تختلفون فيه﴾

و: مستانفہ، لما: شرطیہ، جاء عیسی بالبینت: جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، قد جئتکم: فعل بافاعل ومفعول، بالحکمۃ: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، ابین لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، بعض: مضاف، الذی یختلفون فیہ: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاتقوا الله واطيعون ان الله هو ربى وربكم فاعبدوه﴾

ف: مستانفہ، اتقوا اللہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، اطیعون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف شبہ واسم، ھو: مبتدا، ربی وربکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اعبدوہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هذا صراط مستقيم فاختلف الاحزاب من بينهم فويل للذين ظلموا من عذاب يوم اليم﴾

ھذا: مبتدا، صراط مستقیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اختلف: فعل، الاحزاب: ذوالحال، من بینھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ویل: مبتدا، للذین ظلموا: ظرف مستقر خبر اول، من: جار، عذاب: مضاف، یوم الیم: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هل ينظرون الا الساعة ان تاتيهم بغتة وهم لا يشعرون﴾

ھل: حرف استفہام للنفی، ینظرون: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، الساعۃ: مبدل منہ، ان: مصدریہ، تاتی: فعل "ھو" ذوالحال، بغتۃ: حال، ملکر فاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین﴾

الاخلاء: مبتدا، یومئذ: ظرف مقدم، عدو: اسم مبالغہ با فاعل، ملکر ذوالحال، لبعض: ظرف مستقر حال مقدم، ملکر خبر، بعضھم: مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، المتقین: مستثنی، ملکر مبتدا ثانی اپنی خبر سے، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ولما ضرب ابن مریم......☆ جب سید عالم ﷺ نے قریش کے سامنے یہ آیت ﴿وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم﴾ پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ اے مشرکین تم اور جو چیز اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابن زبعری کہنے لگا یا محمد ﷺ کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں ہی کے لئے ہے یا ہر امت وگروہ کے لئے ہے؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی اور سب امتوں کے لئے بھی ہے اس پر اس نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسی بن مریم نبی ہیں اور آپ ان کی اور انکی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاری ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں یعنی یہود وغیرہ ان کو پوجتے ہیں تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں گے تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر یہود خوب ہنسے اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور ہونگے (الانبیاء: ۱۰۱)﴾ اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿ولما ضرب ابن مریم﴾ جس کا مطلب ہے کہ جب زبعری نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسی بن مریم کی مثال بیان کی اور سید عالم ﷺ سے مجادلہ کیا کہ نصاری انہیں پوجتے ہیں تو قریش اس کی بات پر ہنسنے لگے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب:

۱......مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن الیود بن اخنز بن صادوق بن عیازوز بن الیاقیم بن ایبود بن زربابیل بن شالتال بن یوحینا بن برشا بن اموں بن میشا بن حزقا بن احاز بن موثام بن عزریا بن یورام بن یوشافاط بن ایشا بن ایا بن رحبعام بن سلمان بن داؤد کے بیٹے کا نام عیسی ہے، جوکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (البدایۃ والنھایۃ، باب: قصۃ عیسی ابن مریم، ج۲، الجزء الثانی، ص ۴۴۱)

آیت متذکرہ میں جھگڑالو لوگوں سے مراد کون ھیں؟

۲......ہمارے معبودان باطل بہتر ہیں یا حضرت عیسی علیہ السلام؟ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام سے جھگڑا کرتے اور کہتے کیا اللہ ﷻ کے سوا جن کی بھی عبادت کی جائے وہ (معبودان باطل) آگ میں جائیں گے؟ تو ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہمارے معبودان باطل، حضرت عیسی علیہ السلام، حضرات ملائکہ وحضرت عزیر علیہ السلام ساتھ ہوں۔ پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا یہی لوگ جہنم سے دور ہونگے (الانبیاء: ۱۰۱)﴾ سید عالم ﷺ سے جھگڑا کرنے والے جانتے تھے کہ ان کا مجادلہ (جھگڑا) کرنا باطل ہے اور مرنے کے بعد جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۵، ص ۸۹، الخازن، ج ۴، ص ۱۱۲)

☆......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم تلا رسول اللہ ﷺ ھذہ الایت: ﴿ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون انہوں نے تم سے یہ نہ کہی

مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے (الزخرف:۵۸) ﴾۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ ہدایت کے بعد کبھی گمراہ نہ ہونگے مگر یہ کہ اِن میں جھگڑالو پیدا ہوجائیں، پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت: ﴿ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے (الزخرف:۵۸) ﴾ تلاوت فرمائی''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، ،باب سورۃ الزخرف:رقم:۳۲۶۴،ص۹۳۵)

حضرت عیسی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لئے مثال کرنا:

۳.....حضرت عیسی علیہ السلام دیگر بندوں کی طرح بندے نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے ان پر انعام فرمایا ہے اور وہ اس طرح کہ انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں نبوت کے منصب پر فائز کیا اور دیگر کئی عجیب وغریب انعام واکرام سے نوازا۔حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کا بظاہر سبب فرشتے کا بی بی مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونکنا تھا،اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کے فضل سے فرشتے کے سبب سے حمل کا قرار پانا بھی ممکن ہے۔اور یہ مثال کہ حضرت عیسی علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک حضرت عیسی علیہ السلام بیت المقدس کی وادی میں نزول فرمائیں گے جسے افیق کہتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں جنگی ہتھیار ہوگا اور اس کی مدد سے دجال سے قتال کریں گے اور پھر بیت المقدس میں تشریف لاکر نماز صبح (فجر) ادا فرمائیں گے، پس امام امامت کو مؤخر کرے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی قدم بوسی کرے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام شریعت محمدی علیہ السلام کے طریقے کے مطابق نماز ادا فرمائیں گے، پھر خنزیر کو قتل فرمائیں گے، سلیب توڑیں گے اور یہود ونصاری کے عبادتگاہوں کو مسمار کریں گے اور سوائے ایمان لانے والوں کے دیگر نصاری سے قتال فرمائیں گے''۔ (الرازی، ج۹،ص ۶۴۰)

حضرت عیسی علیہ السلام کا امور دینیہ کو واضح فرمانا:

۴.....اللہ عزوجل کی ذات وصفات وافعال کی معرفت کا علم عطا فرمادیا،اور بعض احکامات تکلیفیہ میں جس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی قوم اختلاف کرتی تھی آپ نے انہیں بھی واضح طریقے سے پہنچادیا جس سے حق ان کے سامنے واضح ہوگیا اور آیت مذکورہ میں بالحکمۃ سے مراد اصول دین ہے اور ان کی قوم فروع دین کے معاملے میں کچھ اختلاف رکھتی تھی، پھر اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس اختلاف کو بیان کیوں نہ کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جن امور میں اختلاف تھا اُن کی معرفت کی نہ تو حاجت تھی اور نہ ہی رسول علیہ السلام پر اسے بیان کرنا واجب تھا۔ (الرازی، ج۹،ص ۶۴۱)

حضرت عیسی علیہ السلام کے حوالے سے عقیدۂ تثلیث رکھنا:

۵.....قرآن مجید اور معتبر تفاسیر کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض عیسائیوں کا یہ کہنا ہے کہ مسیح بعینہ اللہ عزوجل ہی ہیں، اسلئے کہ اللہ عزوجل کبھی کسی زمانے میں کسی شخص پر تجلی فرماتا ہے اور اسوقت اللہ عزوجل نے حضرت عیسی علیہ السلام پر تجلی ڈالی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ عیسی علیہ السلام سے جو افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی قدرت ہو ہی نہیں سکتی،بعض عیسائی تین خدا مانتے ہیں اللہ عزوجل، مریم اور مسیح اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ عزوجل کا بیٹا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہ ولد اللہ من مریم (معاذ اللہ)۔

(المدارک، ج۱ ص۴۶۴)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں عقیدۂ تثلیث سے انکی مراد باپ، بیٹا اور روح القدس یہ تینوں ایک ہی خدا ہیں (روح القدس سے انکی مراد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں)۔ (عطائین ج۱،ص۸۸۵)

اغراض:

فرحا بما سمعوا: مشرکین یہ سمجھے کہ سید عالم ﷺ اس جدال سے مغلوب ہو جائیں گے۔

لعلمهم ان ما: یعنی جانتے تھے کہ ﴿انکم وما تعبدون﴾ میں ''ما'' غیر عاقل کے لئے ہے کیونکہ قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے اور جہاں تک ذوی العقول کا تعلق ہے تو ﴿ان هو الا عبد﴾ کا خطاب ہے، معنی یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ عزوجل کے وہ مکرم بندے ہیں جو نبوت کے منصب کے ساتھ متصف کئے گئے ہیں۔ وبوجوده من غير اب: اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے ساتھ تخلیق ہونے پر دلیل ہے۔

اهو الله: یہ نصاری کے فرقہ یعقوبیہ کا قول ہے۔ او ابن الله: اور یہ بھی نصاری کے فرقے مرقوسیہ کا قول ہے۔

او ثالث ثلاثة: اور یہ بھی نصاری ہی کے گروہ ملکانیہ کا قول ہے، پس ایک گروہ کا کہنا تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور انہوں نے سید عالم ﷺ کی بعثت کا انکار کیا اور یہود کا کہنا تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے نبی نہیں ہیں بلکہ ابن زنا (زنا سے پیدا شدہ ہیں معاذ اللہ)، اللہ کی اُن پر لعنت ہو۔ كلمة عذاب: مراد عذاب ہے، ''فويل'' ترکیب میں مبتداء ہے۔ اى كفار مكة: جن سے عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا۔ على المعصية: مطلقاً احباب مراد ہیں اور اس صورت میں آیت میں موجود استثناء متصل ہوگا ورنہ منقطع۔

فانهم اصدقاء: یعنی وہ بعض کی شفاعت بھی کریں گے اور دوسروں سے محبت کرنے والے ہیں، جیسا کہ دنیا میں دوسروں کا ساتھ دیتے تھے۔ ويقال لهم: اور ﴿يعباد لا خوف...... الخ﴾ کے ذریعے اللہ نے اُن کے شرف اور قلوب کی پاکیزگی کی جانب اشارہ فرمایا ہے، وارد ہوتا ہے کہ ایک منادی اسی آیت مذکورہ کے ذریعے ندا فرمائے گا تو ان لوگوں کے سر بلند ہو جائیں گے، پس منادی کہے گا: ﴿الذين امنوا باٰيتنا وكانوا مسلمين﴾ پس جب یہ ندا ہوگی تو مسلمانوں کے سوا دیگر ادیان والے اپنے سر ذلت سے جھکا دیں گے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۴۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

وَيُقَالُ لَهُمْ ﴿يعباد لا خوف عليكم اليوم ولا انتم تحزنون (۶۸) الذين امنوا﴾ نَعْتٌ لِعِبَادِیْ ﴿باٰيتنا﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿وكانوا مسلمين (۶۹) ادخلوا الجنة انتم﴾ مُبْتَدَأٌ ﴿وازواجكم﴾ زَوْجَاتُكُمْ ﴿تحبرون (۷۰)﴾ تُسَرُّوْنَ وَتُكْرَمُوْنَ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ ﴿يطاف عليهم بصحاف﴾ بِقِصَاعٍ ﴿من ذهب واكواب﴾ جَمْعُ كُوْبٍ وَهُوَ اِنَاءٌ لَاعُرْوَةَ لَهُ لِيَشْرَبَ الشَّارِبُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ ﴿وفيها ما تشتهيه الانفس﴾ تَلَذُّذًا ﴿وتلذ الاعين﴾ نَظْرًا ﴿وانتم فيها خلدون (۷۱) وتلك الجنة التى اورثتموها بما كنتم تعملون (۷۲) لكم فيها فاكهة كثيرة منها﴾ اَیْ بَعْضُهَا ﴿تاكلون (۷۳)﴾ وَمَايُؤْكَلُ يُخْلِفُ بَدْلَهُ ﴿ان المجرمين فى عذاب جهنم خلدون (۷۴) لا يفتر﴾ يُخَفَّفُ ﴿عنهم وهم فيه مبلسون (۷۵)﴾ سَاكِتُوْنَ سُكُوْتَ يَاْسٍ ﴿وما ظلمنهم ولكن كانوا هم الظلمين (۷۶) ونادوا يملك﴾ هُوَ خَازِنُ النَّارِ ﴿ليقض علينا ربك﴾ لِيُمِتْنَا ﴿قال﴾ بَعْدَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿انكم ماكثون (۷۷)﴾ مُقِيْمُوْنَ فِى الْعَذَابِ دَائِمًا قَالَ تَعَالٰى ﴿لقد جئنكم﴾ اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ ﴿بالحق﴾ عَلٰى لِسَانِ الرَّسُوْلِ ﴿ولكن اكثركم للحق كرهون (۷۸) ام ابرموا﴾ اَیْ

كُفَّارُ مَكَّةَ اَحْكَمُوْا ﴿امرا﴾ فِي كَيْدِ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿فانا مبرمون (۷۹)﴾ مُحْكِمُوْنَ كَيْدَنَا فِي اِهْلَاكِهِمْ ﴿ام يحسبون انا لا نسمع سرهم ونجوهم﴾ مَا يُسِرُّوْنَ اِلٰى غَيْرِهِمْ وَمَا يَجْهَرُوْنَ بِهٖ بَيْنَهُمْ ﴿بلى﴾ نَسْمَعُ ذٰلِكَ ﴿ورسلنا﴾ اَلْحَفَظَةُ ﴿لديهم﴾ عِنْدَهُمْ ﴿يكتبون (۸۰)﴾ ذٰلِكَ ﴿قل ان كان للرحمن ولد﴾ فَرْضًا ﴿فانا اول العبدين (۸۱)﴾ لِلْوَلَدِ لٰكِنْ ثَبَتَ اَنْ لَا وَلَدَ لَهٗ تَعَالٰى فَانْتَفَتْ عِبَادَتُهٗ ﴿سبحن رب السموت والارض رب العرش﴾ اَلْكُرْسِيُّ ﴿عما يصفون (۸۲)﴾ يَقُوْلُوْنَ مِنَ الْكِذْبِ بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ اِلَيْهِ ﴿فذرهم يخوضوا﴾ فِي بَاطِلِهِمْ ﴿ويلعبوا﴾ فِي دُنْيَاهُمْ ﴿حتى يلقوا يومهم الذى يوعدون (۸۳)﴾ فِيْهِ الْعَذَابَ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿وهو الذى﴾ هُوَ ﴿فى السماء اله﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِسْقَاطِ الْاُوْلٰى وَتَسْهِيْلِهَا كَالْيَاءِ اَيْ مَعْبُوْدٌ ﴿وفى الارض اله﴾ وَكُلٌّ مِنَ الظَّرْفَيْنِ مُتَعَلِّقٌ بِمَا بَعْدَهٗ ﴿وهو الحكيم﴾ فِي تَدْبِيْرِ خَلْقِهٖ ﴿العليم (۸۴)﴾ بِمَصَالِحِهٖ ﴿وتبرك﴾ تَعَظَّمَ ﴿الذى له ملك السموت والارض وما بينهما وعنده علم الساعة﴾ مَتٰى تَقُوْمُ ﴿واليه ترجعون (۸۵)﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿ولا يملك الذين يدعون﴾ يَعْبُدُوْنَ اَيِ الْكُفَّارُ ﴿من دونه﴾ اَيِ اللّٰهِ ﴿الشفاعة﴾ لِاَحَدٍ ﴿الا من شهد بالحق﴾ اَيْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴿وهم يعلمون (۸۶)﴾ بِقُلُوْبِهِمْ مَا شَهِدُوْا بِهٖ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ عِيْسٰى وَعُزَيْرٌ وَالْمَلٰئِكَةُ فَاِنَّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ولئن﴾ لَامُ قَسَمٍ ﴿سالتهم من خلقهم ليقولن الله﴾ حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ وَوَاوُ الضَّمِيْرِ ﴿فانى يؤفكون (۸۷)﴾ يُصْرَفُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وقيله﴾ اَيْ قَوْلِ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَصْبُهٗ عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ اَيْ وَقَالَ ﴿يرب ان هؤلاء قوم لا يؤمنون (۸۸)﴾ قَالَ تَعَالٰى ﴿فاصفح﴾ اَعْرِضْ ﴿عنهم وقل سلم﴾ مِنْكُمْ وَهٰذَا قَبْلَ اَنْ يُؤْمَرَ بِقِتَالِهِمْ ﴿فسوف يعلمون (۸۹)﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ تَهْدِيْدٌ لَهُمْ.

﴿ترجمہ﴾

(اوران سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندوں آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ایمان لائے (''الذین امنو'' عبادی کی صفت ہے) ہماری آیتوں پر (یعنی قرآن پاک پر) اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم (انتم ضمیر مبتدا ہے) اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطر میں ہوئیں (تمہیں خوش کیا جائے گا تمہاری عزت افزائی ہوگی، تحبرون مبتدا کی خبر بن رہی ہے، ازواجکم بمعنی زوجاتکم ہے) ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں......۱......(صحاف بمعنی قصاع ہے) اور جاموں کا (''اکواب'' کوب کی جمع ہے، کوب بغیر کنڈے کے برتن کو کہتے ہیں کہ پینے والا جس مقام سے چاہے پی لے) اور اس میں (ان کی لذت اندوزی کے لیے) جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے (یعنی وہ جس کو دیکھنے سے آنکھ کو لذت پہنچے) اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے (یعنی ان میں سے بعض کو) کھاؤ (جو کھالیا جائے گا اس کے بدلہ دوسرا آجائے گا......۲......) بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی ہلکا نہ پڑے گا (لایفتر بمعنی لایخفف ہے) ان سے اور وہ اس میں مایوسی سے خاموش ہوں گے (مبلسون کا معنی ناامیدی کے سبب خاموشی اختیار کرنا ہے) اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک! (یہ داروغہ جہنم کا نام ہے) تیرا رب ہمیں تمام کر چکے (یعنی وہ ہمیں موت دے دے) وہ فرمائے گا (ایک ہزار سال کے بعد) تمہیں تو ٹھہرنا ہے (عذاب میں ہمیشہ، مکثون بمعنی مقیمون ہے

،اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے) بیشک ہم تمہارے پاس (اے اہل مکہ) حق لائے (اپنے رسول کی زبانی) مگر تم میں اکثر کو حق ناگوار ہے کیا انہوں نے (یعنی کفار مکہ نے) پکا کرلیا ہے (ابرموا بمعنی احکموا ہے) کوئی کام (ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے کے بارے میں) تو ہم اپنا کام پکا کرنے والے ہیں (ان کو ہلاک کرنے کی اپنی خفیہ تدبیر یکی کرنے والے ہیں ــــ۳ــــ) کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مشاورت نہیں سنتے (یعنی آہستہ آواز میں جو باتیں وہ دوسروں سے کرتے ہیں اور با آواز بلند جو باتیں وہ باہم کرتے ہیں، انہیں) ہاں کیوں نہیں (ہم یہ سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے (رسل سے مراد محافظ فرشتے ہیں) ان کے پاس (لدیھم بمعنی عندھم ہے، یہ سب) لکھ رہے ہیں تم فرماؤ (بالفرض) رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے (اس بچہ کو) میں پوجتا (لیکن یہ ثابت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی بچہ نہیں ہیں تو اس بچے کی بھی منتفی ہوگئی) پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو کرسی کے رب (آیت میں مذکور لفظ عرش کے معنی کرسی ......۴...... ہے) ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اولاد کی نسبت کر کے یہ لوگ جو جھوٹ بکتے ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے) تو تم انہیں چھوڑو کہ بیہودہ باتیں کریں (اپنے زعم باطل میں) اور کھیلیں (اپنی دنیا میں) یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا ان سے وعدہ ہے (یعنی جس میں عذاب دیئے جانے کا انہیں وعدہ ہے، مراد اس سے روز قیامت ہے) اور وہی آسمان والوں کا خدا (الٰہ کے معنی معبود ہے، السماء اور الٰہ یہ دونوں دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور السماء کے ہمزہ کے اسقاط اور یاء کی طرف اس کی تسہیل کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور زمین والوں کا خدا (اور یہ دونوں ہی ظرف اپنے مابعد یعنی الٰہ کے معنی معبود سے متعلق ہیں) اور وہی حکمت والا ہے (اپنی مخلوق کی تدبیر کرنے میں) علم رکھنے والا ہے (ان کی مصلحتوں کا) بڑی عظمت والا ہے (تبارک بمعنی تعظیم ہے) وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم (کہ قیامت کب قائم ہوگی) اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے (ترجعون علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جن کو یہ (یعنی کفار) اللہ کے سوا پوجتے ہیں (یدعون بمعنی یعبدون ہے، کسی کی) شفاعت کا اختیار نہیں رکھتا ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں (یعنی لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوجائیں) اور علم رکھیں (اپنے دلوں کے ساتھ اس پر جس کی گواہی انہوں نے اپنی زبانوں سے دی ہے اور وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت عزیز علیہ السلام اور فرشتے ہیں، یہ یقیناً مسلمانوں کی شفاعت کریں گے......۵......) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے (لیقولن سے نون اعرابی اور ضمیر جمع واؤ کو حذف کردیا گیا ہے) تو کہاں اوندھے جاتے ہو (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے کہاں پھرتے ہیں) اور مجھے ان کے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) اس کہے کی قسم (قیل مصدر کے معنی قول ہے، یہ فعل مقدر قال کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے) کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے) تو ان سے درگزر کرو (اصفح بمعنی اعرض ہے) اور فرماؤ سلام (یہ سلام متارکہ ہے، یہ امر حکم جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) کہ آگے جان جائیں گے (یعلمون علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس میں کفار کے لیے تہدید ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یعباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون﴾

یعباد: نداء، لا: نافیہ، خوف بذوالحال، الیوم: ظرف متعلق بمحذوف مبتدا، علیکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، انتم: مبتدا، تحزنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر قول محذوف "یقال لھم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین امنوا بایتنا و کانوا مسلمین ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون﴾

الذین: موصول، امنوا بایتنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ، کانوا مسلمین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر "عبادی" کی صفت واقع ہے، ادخلوا الجنۃ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انتم: معطوف علیہ ،و ازواجکم: معطوف، ملکر مبتدا، تحبرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یطاف علیہم بصحاف من ذھب واکواب﴾

یطاف علیہم: فعل مجہول با نائب الفاعل وظرف لغو، ب:جار، صحاف: موصوف، من ذھب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ ،و:عاطفہ، اکواب: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین وانتم فیھا خلدون﴾

و:عاطفہ، فیھا: ظرف مستقر خبر مقدم، ما: موصولہ، تشتھیہ الانفس: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ، تلذ الاعین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ،و:عاطفہ، انتم: مبتدا، فیھا خلدون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون لکم فیھا فاکھۃ کثیرۃ منھا تاکلون﴾

تلک: مبتدا، الجنۃ: موصوف، التی: موصول، اورثتموھا بما کنتم تعملون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، فاکھۃ: موصوف، کثیرۃ: صفت اول، منھا تاکلون: جملہ صفت ثانی، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان المجرمین فی عذاب جھنم خلدون لا یفتر عنھم وھم فیہ مبلسون﴾

ان المجرمین: حرف شبہ واسم، فی عذاب جھنم: ظرف لغو مقدم، خلدون: اسم فاعل واؤ ضمیر ذوالحال، لا یفتر: فعل نفی مجہول، عنھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال اول ،و:حالیہ، ھم فیہ مبلسون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ظلمنھم ولکن کانوا ھم الظلمین ونادوا یملک لیقض علینا ربک﴾

و:عاطفہ، ما ظلمنھم: فعل نفی با فاعل ،و:حالیہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، ھم: ضمیر فصل، الظلمین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ، نادوا: فعل با فاعل، یملک: نداء، لیقض: فعل امر، علینا: ظرف لغو، ربک: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال انکم ماکثون لقد جئنکم بالحق ولکن اکثرکم للحق کرھون﴾

قال: قول، انکم: حرف شبہ واسم، ماکثون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، جئنکم: فعل با فاعل وکم ضمیر ذوالحال ،و:حالیہ، لکن اکثرکم: حرف شبہ واسم، للحق کرھون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ام ابرموا امرا فانا مبرمون﴾

ام: منقطعہ بمعنی بل، ابرموا: فعل نفی با فاعل، امرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انا: حرف شبہ واسم، مبرمون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام یحسبون انا لا نسمع سرھم ونجوھم بلی ورسلنا لدیھم یکتبون﴾

ام: عاطفہ، یحسبون: فعل بافاعل، انا: حرف شبہ واسم، لانسمع: فعل نفی "نحن" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، رسلنا: مبتدا، لدیھم یکتبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، سرھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجوھم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العبدین﴾

قل: قول، ان: شرطیہ، کان: فعل ناقص، للرحمن: ظرف مستقر خبر مقدم، ولد: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، انا مبتدا، اول العبدین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿سبحن رب السموت والارض رب العرش عما یصفون﴾

سبحن: مصدر مضاف، رب السموت والارض: مبدل منہ، رب العرش: بدل، ملکر مضاف الیہ فاعل، عما یصفون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذرھم یخوضوا ویلعبوا حتی یلقوا یومھم الذی یوعدون﴾

ف: فصیحیہ، ذرھم: فعل امر بافاعل، ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یخوضوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یلعبوا: فعل بافاعل، حتی: جار، یلقوا: فعل بافاعل، یومھم: موصوف، الذی یوعدون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿وھو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ﴾

و: مستانفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، فی السماء: ظرف لغو مقدم، الہ: بمعنی "معبود" اسم مفعول با نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، فی الارض الہ: شبہ جملہ "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وھو الحکیم العلیم وتبرک الذی لہ ملک السموت والارض وما بینھما وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون﴾

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الحکیم العلیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، تبرک: فعل، الذی: موصول، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملک: مضاف، السموت والارض وما بینھما: معطوفین، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عندہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، علم الساعۃ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، الیہ ترجعون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون﴾

و: عاطفہ، لایملک: فعل نفی، الذین: موصول، یدعون من دونہ: فعل بافاعل، وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من شھد بالحق: موصول صلہ، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، الشفاعۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھم: مبتدا، یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سالتھم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، خلقھم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن: قول، اللہ: خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم قائم

مقام، جواب شرط، ملکر قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فانی یوفکون وقیلہ یرب ان ھولاء قوم لا یومنون﴾

ف: عاطفہ، انی: اسم استفہام بمعنی کیف حال مقدم، یوفکون: فعل مجہول الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: قسمیہ جار، قیلہ: مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "اقسم" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، یرب: نداء، ان ھولاء: حرف شبہ و اسم، قوم: موصوف، لا یومنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ قسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاصفح عنھم وقل سلم فسوف یعلمون﴾

ف: فصیحیہ، اصفح: فعل امر با فاعل، عنھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قل قول، سلم: مبتدا محذوف "الامر" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان عرفت ھذا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، یعلمون: فعل با فاعل "مغبۃ امرھم" مفعول، محذوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......قل ان کان للرحمن...... ☆نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا عزوجل کی بیٹیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نضر بن حارث کہنے لگا دیکھتے ہو کہ قرآن میں میری تصدیق آ گئی، ولید نے کہا تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رحمٰن عزوجل کے ولد نہیں ہے اور میں اہل مکہ میں سے پہلا موحد ہوں اس سے ولد کی نفی کرنے والا اس کے بعد اللہ عزوجل کی تنزیہ کا بیان ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سونے کے پیالوں میں مشروب پینا:

۱...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا: "(مردوں) ریشم نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، اور بڑے چوڑے پیالے میں کھانا نہ کھاؤ، کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں (حلال) ہے۔

☆......ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی جنتی ایسا نہیں ہوگا کہ اُس کے لیے طوبیٰ (جنت کا ایک باغ) آراستہ نہ کیا جائے، وہ اُس باغ میں جائے گا اور جو چاہے سفید، سرخ، سبز، زرد، سیاہ چیز اپنی پسند کی حاصل کر لے"۔

(البدور السافرۃ، باب لباس اھل الجنۃ، رقم: ۱۹۵۹، ۱۹۶۲، ص۵۴۶)

لیکن دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور (دھونی دینا) کرنا منع ہے اور یہ ممانعت مَرد و عورت دونوں کے لئے ہے، عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔ زیور کے سوا دوسری طرح سونے چاندی کا استعمال مَرد و عورت دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سُرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں مونھ دیکھنا، ان کی قلم و دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کُرسی پر بیٹھنا، مَرد و عورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۴۹۲)

جنتی میوہ جات کا بیان:

۲......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "دنیا میں جنت کی مثل سوائے نام کے کوئی چیز نہیں"۔ انہی سے روایت ہے کہ "جنت کے پھلوں کی لمبائی دس ہاتھ ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے"۔

☆......ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں نے جنت کے انار کو دیکھا تو وہ اونٹ کی پالان نما بڑا تھا"۔

(البدور السافرة، باب ثمرات الجنة، رقم: ۱۸۸۹، ۱۸۹۵، ۱۸۹۷، ص ۵۳۲ وغیرہ)

☆......نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کا گمان ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ شخص جسے سو آدمی کی جماعت دی گئی وہ بھی کھائیں، پیئے گے، جماع اور شہوت پوری کریں گے"، اُس شخص نے عرض کی: کیا کھانے پینے (کے بعد) کوئی حاجت بھی ہوگی؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان کی حاجت جسم کی کھالوں سے خوشبودار پسینے کی صورت میں نکلے گی، اور جب ایسا ہو جائے تو (جان لینا) کہ کھانا ہضم ہو چکا"۔

☆......ابو نعیم نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جنتی شخص کو سو آدمیوں کی مقدار میں شہوت اور خوراک دی جائے گی اور جب وہ کھالے گا تو پاکیزہ شراب سے سیراب ہوگا جو کہ اس کی کھال سے مشک کے دانوں کی طرح پسینے کی صورت میں نکلے گی پھر اس کی شہوت دوبارہ لوٹا دی جائے گی۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن بول و براز (پیشاب پاخانہ) نہ کریں گے نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک کی گندگی ہوگی، ہاضمہ خوشبودار ڈکار اور پسینے کی صورت میں ہوگا، پھر شہوت لوٹا دی جائے گی"۔

(البدور السافرة، باب طعام اهل الجنة، رقم: ۱۹۰۳، ۱۹۰٤، ۱۹۰۵، ص ۵۳۵ وغیرہ)

نبی کے ساتھ مکر کا انجام ھلاکت وتباھی:

۳......کیا مشرکین یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ان کی خفیہ باتیں نہیں سماعت کرتا، آپس کے مشورے اور سرگوشیاں اللہ عزوجل کے علم میں نہیں ہیں؟ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ کعبہ معظمہ کے اطراف میں تین اشخاص جن میں سے دو قریشی اور ایک ثقفی یا ایک قریشی اور دو ثقفی بیٹھے تھے، تو ان میں سے ایک نے کہا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ عزوجل ہماری باتیں سن لیتا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا اگر تم بلند آواز سے کلام کرو گے تو وہ سن لیگا اور اگر سرگوشی میں کوئی بات کہو گے تو نہ سنے گا، دوسرے شخص نے کہا: تم اعلانیہ کہو یا سرگوشی میں اللہ عزوجل سن لیتا ہے، پس آیت نازل ہوئی: ﴿ام یحسبون انا لا نسمع سرهم ونجوهم بلى ورسلنا لديهم يكتبون کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مشورت نہیں سنتے ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں (الزخرف: ۸۰)﴾۔

کرسی کی تحقیق:

۴......مفسرین کرام نے کرسی کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ چنانچہ، تفسیر صاوی میں علامہ احمد بن محمد الصاوی فرماتے ہیں کہ کرسی کا اطلاق علم پر کیا جاتا ہے جس طرح تخت کا اطلاق اسکے بیٹھنے والے پر ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق کرسی ساتویں آسمان سے بھی اوپر موجود اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم مخلوق ہے اس کرسی کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، جن میں سے ہر فرشتے کے چار

چرے ہیں، انکے قدم اس چٹان میں ہیں جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، ان فرشتوں میں ایک فرشتہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں ہے، وہ لوگوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے اور ایک فرشتہ بیل کی صورت میں ہے وہ بہائم کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے، ایک فرشتہ درندوں کے سردار کی صورت میں ہے جو کہ وحشی درندوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے اور ایک پرندوں کے سردار یعنی گدھ کی صورت میں ہے جو کہ پرندوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے۔ ایک قول کے مطابق عرش اٹھانے والے فرشتوں اور کرسی اٹھانے والے فرشتوں کے درمیان ستر حجاب تاریکی کے اور ستر ہی نور کے ہیں۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو کرسی اٹھانے والے فرشتے عرش اٹھانے والے فرشتوں کے نور سے جل جائیں۔ جب کہ عرش اور کرسی اللہ تعالی کے حکم سے تخلیق ہوئے نہ کہ ان فرشتوں کی حاجت کیلئے۔ علامہ خازن نے تفسیر خازن میں کرسی سے مراد چار اقوال ذکر کئے ہیں۔ جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد عرش ہے دوسرا قول یہ کہ کرسی سے مراد عرش نہیں ہے اور تیسرا قول یہ کہ کرسی سے مراد اسم اعظم ہے۔ جبکہ چوتھا قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد اللہ تعالی کا ملک، اسکی بادشاہت اور قدرت ہے۔ (جلالین کلاں، ج۱، ص ۳۴۱ وغیرہ)

کن کن کی شفاعت کون کون کرے گا؟

۵.....حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن حضرات انبیائے کرام، علماء اور پھر شہداء شفاعت کریں گے''۔ (ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: ذکر الشفاعة، رقم: ۴۳۱۳، ص ۷۱۵)

☆.....ابو درداء سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا''۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب: فی فضل الشهادة، رقم: ۲۵۲۲، ص ۴۷۲)

☆.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کی صفیں بنی ہوئی ہونگی، پھر جنتی میں سے کوئی جنتی گزرے گا جہنمی اُس سے کہیں گے: اے فلاں! تجھے یاد ہے کہ میں نے تجھے پانی پلایا تھا؟ جنتی شخص اس کی شفاعت کرے گا، اسی طرح ایک اور جنتی سے جہنمی کہے گا کہ میں نے فلاں موقع پر تیری حاجت روائی کی تھی، پس جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا''۔

(ابن ماجه، کتاب الادب، باب: فضل صدقة الماء، رقم: ۳۶۸۵، ص ۶۱۱)

☆.....حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قرآن پڑھے اور اس کے حلال کو حلال جانے اور حرام کو حرام جانے تو اللہ عزوجل اُسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کی شفاعت سے اس کے اہل خانہ میں سے دس آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا جس پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی''۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل قاری، رقم: ۲۹۱۴، ص ۸۲۳)

☆.....ابو موسی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ''حاجی قیامت کے دن اپنے گھر کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا''۔

☆.....ابن عمر سے روایت ہے کہ عالم اپنے شاگردوں کی شفاعت کرے گا اگر چہ آسمان کے ستاروں کی مقدار میں ہوں''۔

(البدور السافرة، باب: شفاعة غير النبي، رقم: ۱۱۵۹، ۱۱۶۱، ص ۳۷۳)

اغراض:

زوجاتکم: یعنی مومنہ ازواج مراد ہیں۔ تسرون: یعنی خوشی کے آثار جنتیوں کے چہرے پر ظاہر ہونگے۔ بقصاع: جمع ہے قصعة کی، مراد برتن ہیں جس میں دس افراد شکم سیر ہوسکیں، یا وہ برتن جفنہ سے بڑا ہوتا ہے۔ یا وہ برتن مراد ہے جس میں پانچ آدمی کھانا کھاسکیں یا دو یا تین آدمی کے کھانے کے لئے کافی ہو، اور وارد ہوتا ہے کہ ادنی درجے کے جنتی شخص کے لئے یہ برتن گھومتے ہونگے، ستر ہزار غلام اور ستر ہزار سونے کے پیالے، المختصر۔ نظرا: اور سب سے عظیم ترین نظر اللہ کا دیدار ہوگی۔

لا عروۃ له: یعنی ایسا پیالہ جس میں پکڑنے کا کوئی مقام نہ پایا جائے، یعنی بغیر کنڈے والا پیالہ۔لیشرب الشارب من حیث شاء: کیونکہ کنڈے ہونا دیگر جہات سے روکتا ہے، روایت کی جاتی ہے کہ جنتی کو کھانا اور پانی پیش کیا جائے گا، پھر جب اختتام کا وقت ہوگا تو شراب طہور پیش کی جائے گی، پس وہ پاکیزہ شراب پیٹ میں پہنچے گی اور پاکیزہ خوشبودار پسینہ بن کر اُن کی کھالوں سے نکلے گی ،پس اللہ نے فرمایا: ﴿وسقھم ربھم شرابا طھورا (الدھر:۲۱)﴾۔تلذذا: یعنی جنت کے کھانے اور پینے سے جنتی متلذذ ہونگے ،انہیں پیاس باقی نہ رہے گی۔

یخلف بدلہ: انسان جنت میں ایک چیز ختم کرے گا تو دوسری اسی کی مثل موجود ہوگی جیسا کہ چشمے کا پانی ہوتا ہے کہ جب آپ نے استعمال کرلیا تو دوسرا مزید برآمد ہو جائے گا۔سکوت یاس: یعنی ناامید ہونا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونگے، اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ متذکرہ آیت: ﴿لا یفتر عنھم...... الخ﴾ میں فرمایا کہ جہنمی اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر بیٹھیں گے، اور دوسری آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ونادوا یملک﴾ یعنی وہ لوگ مددطلب کریں گے اور کلام کریں گے، دونوں مقامات بظاہر متضاد ہیں، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ کبھی وہ ناامید ہوتے ہوئے حیران و پریشان ہونگے اور کبھی مددطلب کریں گے ،پس جہنمیوں کے احوال مختلف ہونگے۔ ھو خازن النار: جہنم کے خازن، جس کی مجالس وسطِ نار میں ہونگی، یعنی جہنم کے وسط میں بنے ہوئے پل پر عذاب کے فرشتے ہونگے، ان کی خصوصیت یہ ہوگی کہ جو قریب سے دیکھیں گے وہی دور سے ملاحظہ کریں گے۔

بعد الف سنة: ایک قول کے مطابق، یعنی جب جہنمی موت کے لئے پکاریں گے تو انہیں جواب ایک ہزار سال کے بعد ملے گا اور ایک قول کے مطابق چالیس سال بعد، یا تین سو ساٹھ سال بعد، یا قیامت کا ایک دن دنیاوی اعتبار سے ہزار سال کا ہوگا، پس اس مناسبت سے جواب دیا جائے گا۔ذلک: ان کی سرگوشیاں مراد ہیں۔مقیمون فی العذاب دائما: یعنی تمہیں عذاب سے راہِ فرار نہیں، نہ موت کے ذریعے اور نہ ہی کسی اور ذریعے سے۔فی کید محمد: یعنی نبی پاک ﷺ کے ساتھ مکر کرنے کے معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ کرلیا ہو، اللہ ﷻ محمد ﷺ کو ثابت وقائم رکھے گا جس کا بیان اللہ کے فرمان: ﴿واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک﴾ میں فرمایا گیا ہے۔

فانتفت عبادته: اللہ کے لئے اولاد ہونا اور اس کا عبادت کرنا جائز نہیں اور ایک محال کا دوسرے محال کو لازم ہے یعنی دونوں کی نفی ابلغ اور قوی ترین وجوہ کی بناء پر ثابت ہے۔وھو یوم القیامة: مناسب یہ تھا کہ "یوم موتھم" کہا جاتا، کیونکہ اُن (کافروں) کا باطل معاملات میں پڑ جانا موت کے دن تک ہے۔متعلق بما بعده: مراد معبود حقیقی ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "اللہ آسمان وزمین کا معبود حقیقی ہے اور اس میں شک نہیں کہ آسمان پر عبادت کرنے والے اور زمین میں عبادت کرنے والوں کا رب ایک ہی ہے اور اس تقریر سے یہ وہم بھی دور ہوگیا کہ متعدد خدا نہیں ہوسکتے کیونکہ آیت کا ظاہر یہی تقاضا کرتا ہے کیونکہ جب نکرہ کی تکرار کی جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے۔والتاء: اللہ کے فرمان: ﴿والیه ترجعون﴾ میں تاء غیبت سے التفات یا تہدید وتقریع کی جانب اشارہ کرنے کیلئے ہے۔وھذا قبل ان یؤمر بقتالھم: یعنی آیت مقدسہ ﴿فاصفح عنھم...... الخ﴾ منسوخ ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقابلہ کلام کے ذریعے ہو ہاتھ روک لئے جائیں اور اس صورت میں آیت مقدسہ منسوخ نہ ہوگی۔ (الصاوی، ج۵،ص ۲۵۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الدخان مکیۃ الا"انا کاشفوا العذاب" الایۃ وھی ست او سبع او تسع وخمسون آیۃ

(سورۂ دخان مکیہ ہے سوائے آیت نمبر ۱۵ ﴿انا کاشفوا العذاب ......الخ﴾ کے اس کی کل آیات ۵۶، ۵۷ یا ۵۹ ہیں)

تعارف سورۃ الدخان

اس سورت میں تین رکوع، ستاون یا انسٹھ آیتیں، تین سو چھیالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو اکتیس حروف ہیں۔ اہل مکہ کی وہی پرانی بیماریاں ہیں اور انہی کا علاج یہاں مقصود ہے قرآن مجید کو وہ کلام الٰہی ماننے کے لئے تیار نہ تھے، اس سلسلہ میں شکوک و شبہات کے وہ انبار لگا دیا کرتے تھے ان کے ازالہ کے لئے فرما دیا یہ تو کتاب مبین ہے اس کا انداز بیان، اس کے پراز حکمت مضامین خود بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ ﷻ کی کتاب ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کتاب کے نزول سے تم گوناگوں مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے ہو اور تمہیں نحوست نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، یہ تمہاری کج فہمی ہے یہ کتاب تو خیر و برکت کا سرچشمہ ہے وہ رات جس میں یہ نازل ہوئی، اس کے نزول کے باعث دوسری راتوں پر فوقیت لے گئی سال کے بعد جب وہ رات لوٹ کر آتی ہے اللہ ﷻ کے دریائے رحمت میں جوش آجاتا ہے اور انگنت گناہگاروں کو نوید بخشش سنادی جاتی ہے۔ وہ لوگ قیامت کے بھی منکر تھے اور اس انکار پر انہیں شدید اصرار تھا۔ وقوع قیامت کی حکمت بیان فرمادی کہ اگر قیامت کے عقیدے کو خارج کر دیا جائے تو جہاں ایک کھیل تماشا بن کررہ جائے گا جس میں "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون نافذ ہوگا۔ اس سورت میں دخان یعنی دھویں کا ذکر ہے چنانچہ حضرت ابن عمر، ابوہریرہ، زید بن علی اور حسن کہتے ہیں: "دخان سے مراد حقیقی معنی میں دھواں ہے جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور اس کی علامت قرب قیامت ہے، جس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے اور آسمان و زمین کے مابین بھی بھر جائے گا، چالیس دن اور رات تک یہی سلسلہ رہے گا، مومن کو اس کی وجہ سے زکام لاحق ہوگا اور کافر کو نشہ طاری ہو جائے گا، یہ پیٹ میں بھر جائے گا اور دیگر راستوں سے باہر نکلے گا اور پوری زمین ایسی لگے گی جیسا کہ آگ بھر دی گئی ہے۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کی رات سورۃ الدخان پڑھی وہ صبح مغفور حالت میں کرے گا اور اس کیلئے جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی"۔

☆ ......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے سورۃ الدخان جمعۃ المبارک کی رات میں پڑھی، صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے"۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے سورۃ الدخان جمعۃ المبارک کی رات پڑھی، اللہ اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا"۔

(الصاوی، ج۵، ص ۲۰۵)

رکوع نمبر: ۱۴

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا ہے

﴿حم (١)﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ ﴿والكتب﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿المبين (٢)﴾ اَلْمُظْهِرِ لِلْحَلَالِ مِنَ الْحَرَامِ ﴿انا انزلنه في ليلة مبركة﴾ هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ اَوْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَزَلَ فِيْهَا مِنْ اُمِّ الْكِتٰبِ اَيِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ﴿انا كنا منذرين (٣)﴾ مُخَوِّفِيْنَ بِهٖ ﴿فيها﴾ اَيْ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَوْ لَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ ﴿يفرق﴾ يُفْصَلُ ﴿كل امر حكيم (٤)﴾ مُحْكَمٍ مِنَ الْاَرْزَاقِ وَالْاٰجَالِ وَغَيْرِهِمَا الَّتِيْ تَكُوْنُ فِيْ سَنَةٍ اِلٰى مِثْلِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ ﴿امرا﴾ فَرْقًا ﴿من عندنا انا كنا مرسلين (٥)﴾ الرُّسُلَ مُحَمَّدًا وَمَنْ قَبْلَهٗ ﴿رحمة﴾ رَاْفَةٍ بِالْمُرْسَلِ اِلَيْهِمْ ﴿من ربك انه هو السميع﴾ لِاَقْوَالِهِمْ ﴿العليم (٦)﴾ بِاَفْعَالِهِمْ ﴿رب السموت والارض وما بينهما﴾ بِرَفْعِ رَبُّ خَبَرٌ ثَالِثٌ وَبِجَرِّهٖ بَدَلٌ مِنْ رَّبِّكَ ﴿ان كنتم﴾ يَا اَهْلَ مَكَّةَ ﴿موقنين (٧)﴾ بِاَنَّهٗ تَعَالٰى رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَيْقِنُوْا بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُهٗ ﴿لا اله الا هو يحي ويميت ربكم ورب اباء كم الاولين (٨) بل هم في شك﴾ مِنَ الْبَعْثِ ﴿يلعبون (٩)﴾ اِسْتِهْزَاءً بِكَ يَامُحَمَّدُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ قَالَ تَعَالٰى ﴿فارتقب﴾ لَهُمْ ﴿يوم تاتي السماء بدخان مبين (١٠)﴾ فَاَجْدَبَتِ الْاَرْضُ وَاشْتَدَّ بِهِمُ الْجُوْعُ اِلٰى اَنْ رَاَوْا مِنْ شِدَّتِهٖ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ﴿يغشى الناس﴾ فَقَالُوْا ﴿هذا عذاب اليم (١١) ربنا اكشف عنا العذاب انا مؤمنون (١٢)﴾ مُصَدِّقُوْنَ بِنَبِيِّكَ قَالَ تَعَالٰى ﴿انى لهم الذكرى﴾ اَيْ لَايَنْفَعُهُمُ الْاِيْمَانُ عِنْدَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ ﴿وقد جاء هم رسول مبين (١٣)﴾ بَيِّنُ الرِّسَالَةِ ﴿ثم تولوا عنه وقالوا معلم﴾ اَيْ يُعَلِّمُهُ الْقُرْاٰنَ بَشَرٌ ﴿مجنون (١٤) انا كاشفوا العذاب﴾ اَيِ الْجُوْعِ عَنْكُمْ زَمَنًا ﴿قليلا﴾ فَكُشِفَ عَنْهُمْ ﴿انكم عائدون (١٥)﴾ اِلٰى كُفْرِكُمْ فَعَادُوْا اِلَيْهِ اُذْكُرْ ﴿يوم نبطش البطشة الكبرى﴾ هُوَ يَوْمُ بَدْرٍ ﴿انا منتقمون (١٦)﴾ مِنْهُمْ وَالْبَطْشُ الْاَخْذُ بِقُوَّةٍ ﴿ولقد فتنا﴾ بَلَوْنَا ﴿قبلهم قوم فرعون﴾ مَعَهٗ ﴿وجاء هم رسول﴾ هُوَ مُوْسٰى عليه السلام ﴿كريم (١٧)﴾ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ان﴾ اَيْ بِاَنْ ﴿ادوا الى﴾ مَا اَدْعُوْكُمْ اِلَيْهِ مِنَ الْاِيْمَانِ اَيْ اَظْهِرُوْا اِيْمَانَكُمْ بِالطَّاعَةِ لِيْ يَا ﴿عباد الله انى لكم رسول امين (١٨)﴾ عَلٰى مَااُرْسِلْتُ بِهٖ ﴿وان لا تعلوا﴾ تَتَجَبَّرُوْا ﴿على الله﴾ بِتَرْكِ طَاعَتِهٖ ﴿انى اتيكم بسلطن﴾ بُرْهَانٍ ﴿مبين (١٩)﴾ بَيِّنٍ

عَلٰی رِسَالَتِیْ فَتُوْعَدُهُ بِالرَّجْمِ فَقَالَ﴿والی عذت بربی وربکم ان ترجمون (۲۰)﴾بِالْحِجَارَةِ﴿وان لم تؤمنوا لی﴾تُصَدِّقُوْنِیْ﴿فاعتزلون (۲۱)﴾فَاتْرُكُوْا اَذَاىَ فَلَمْ یَتْرُكُوْهُ﴿فدعا ربه ان﴾اَیْ بِاَنَّ﴿هؤلاء قوم مجرمون(۲۲)﴾مُشْرِكُوْنَ فَقَالَ تَعَالٰی﴿فاسر﴾بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَوَصْلِهَا﴿بعبادی﴾بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ﴿لیلا انکم متبعون (۲۳)﴾یَتْبَعُكُمْ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ﴿واترک البحر﴾اِذَا قَطَعْتَهُ اَنْتَ وَاَصْحَابُكَ﴿رهوا﴾سَاكِنًا مُنْفَرِجًا حَتّٰی یَدْخُلَهُ الْقِبْطُ﴿انهم جند مغرقون(۲۴)﴾فَاطْمَاَنَّ بِذٰلِكَ فَاُغْرِقُوْا﴿کم ترکوا من جنت﴾بَسَاتِیْنَ﴿وعیون (۲۵)﴾تَجْرِیْ﴿وزروع ومقام کریم (۲۶)﴾مَجْلِسٍ حَسَنٍ﴿ونعمة﴾مُتْعَةٍ﴿کانوا فیها فکهین (۲۷)﴾نَاعِمِیْنَ﴿کذلک﴾خَبَرُ مُبْتَدَاءٍ اَیِ الْاَمْرُ﴿واورثنها﴾اَیْ اَمْوَالَهُمْ﴿قوما اخرین (۲۸)﴾اَیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ﴿فما بکت علیهم السماء والارض﴾بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَبْكِیْ عَلَیْهِمْ بِمَوْتِهِمْ مُصَلَّاهُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَمَصْعَدُ عَمَلِهِمْ مِنَ السَّمَاءِ﴿وما کانوا منظرین(۲۹)﴾مُؤَخَّرِیْنَ لِلتَّوْبَةِ.

﴿ترجمہ﴾

حم (اس سے جو مراد ہے اللہ ﷻ بخوبی جانتا ہے) قسم اس کتاب (یعنی قرآن پاک) مبین کی (یعنی حلال وحرام ظاہر کرنے والی کی......۱......) بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا (اس سے مراد یا تو لیلۃ القدر ہے یا شعبان کی پندرھویں شب کہ اس رات میں قرآن پاک ام الکتاب سے ساتویں آسمان اور ساتویں آسمان سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوا......۲......) بیشک ہم ڈرسنانے والے ہیں (اس کتاب کے ذریعے، منذرین بمعنی مخوفین ہے) اس میں (یعنی لیلۃ القدر یا شعبان کی پندرھویں شب میں) فیصلہ کردیا ہے (یفرق بمعنی یفصل ہے) ہر حکمت والے کام کا (یعنی محکم غیر مُبَدَّل کام، جیسے رزق اور موت وغیرہ جو کہ اس سال میں آئندہ سال کی اسی رات تک ہونے والے ہوتے ہیں......۳......) ہمارے پاس کی تقسیم سے (امرا بمعنی فرقا ہے) بیشک ہم بھیجنے والے ہیں (رسولوں کو محمد ﷺ اور ان سے پہلے آنے والے رسولوں کو) رحمت (یعنی جن کی طرف انہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ان کے لیے سراپا رحمت بنا کر) تمہارے رب کی طرف سے بیشک وہی سننے والا ہے (لوگوں کے اقوال کو) علم رکھنے والا ہے (ان کے افعال کا) وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (رب کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ ماقبل ھو ضمیر کی خبر ثالث ہوگا اور مجرور پڑھنے کی صورت میں یہ ماقبل من ربک سے بدل ہوگا) اگر تمہیں (اے اہل مکہ) یقین ہو (اس بات کا کہ اللہ ﷻ ہی زمین وآسمان کا رب ہے تو تم اس کا بھی یقین کرلو کہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں) اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب بلکہ وہ شک میں پڑے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے سے) کھیل رہے ہیں

(یعنی اے حبیب ﷺ تمہارے ساتھ استہزاء کررہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں دعا ضرر کی کہ اے اللہ عزوجل ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سالوں کی طرح قحط مسلط فرمادے ۔۔۔۔۔۔، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) تو تم منتظر رہو (ان کے لیے) اس دن کے جب آسمان ایک ظاہر دھواں ۔۔۔۔۔ لائے گا (زمین خشک ہوگی) کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا (پھر لوگوں نے کہا) یہ ہے دردناک عذاب اے ہمارے رب ہم پر عذاب سے کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں (تیرے نبی کی ہم تصدیق کرتے ہیں) کہاں سے ہوانہیں نصیحت ماننا (یعنی عذاب نازل ہوتے وقت ان کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع نہیں دے گا ۔۔۔۔۔۔) حالانکہ ان کے پاس رسول مبین تشریف لاچکا (جن کی رسالت بالکل واضح و بین تھی) پھر اس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہوا (یعنی کسی انسان نے اسے قرآن سکھادیا ہے) دیوانہ ہے ہم عذاب کھولے دیتے ہیں (بھوک کا ان لوگوں سے) تھوڑے (عرصے، پھر اللہ عزوجل نے ان سے یہ عذاب کھول دیا) تو تم (اپنے کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے (پس ایسا ہی ہوا وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے، یاد کرو) جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے (البطشة الكبرى سے مراد یوم بدر ہے) بیشک ہم (ان سے) بدلہ لینے والے ہیں (البطش کا معنی سختی سے پکڑنا ہے) اور بیشک ہم نے اس سے پہلے فرعون کی قوم کو (فرعون کے ساتھ) جانچا (فتنا بمعنی بلونا ہے) اور ان کے پاس تشریف لائے رسول (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) جو (اللہ عزوجل کے نزدیک) معزز ہیں کہ (ان اصل میں بیان ہے) مجھے سپرد کردو (وہ جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں یعنی ایمان، میری اطاعت کرکے تم لوگ اپنے ایمانوں کو ظاہر کردو، اے) اللہ کے بندوں بیشک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت والا (اس پر جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں) اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو (اس کی فرمانبرداری ترک کر کے تعلوا بمعنی تتجبروا ہے) میں تمہارے پاس ایک روشن دلیل لاتا ہوں (اپنی رسالت پر، مبین بمعنی بین ہے، پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رجم کردینے کی دھمکی دی) اور (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو (پتھروں سے) اور اگر میرا یقین نہ لاؤ (یعنی میری تصدیق نہ کرو) تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ (مجھے ایذا دینے سے باز آجاؤ لیکن انہوں نے یہ کام ترک نہ کیا ۔۔۔۔۔۔) تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ (ان اصل میں بان ہے) یہ مجرم (یعنی مشرک) لوگ ہیں (اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا) تو لے کر نکل (فاسر یہ ہمزہ قطعی و وصلی دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) میرے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو رات میں ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا (فرعون اور اس کی قوم تمہارا پیچھا کرے گی) اور دریا کو چھوڑ دے (جب تو اور تیری قوم دریا پار کر چکے تب بھی) جگہ جگہ سے کھلا (اور ہر سکون، حتی کہ قبطی دریا میں داخل ہو جائیں، رهوا بمعنی متفرجا سا کتا ہے) بیشک وہ لشکر ڈبو دیا جائے گا (یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مطمئن ہو گئے پھر ان لوگوں کو غرق کر دیا گیا) کتنے چھوڑ گئے باغ (جنت بمعنی بساتین ہے) اور (بہتے) چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات (یعنی خوبصورت مجلسیں) اور ساز و سامان (نعمة بمعنی متعة ہے) جن میں آسانیوں میں تھے (فكهين بمعنی ناعمين ہے، معاملہ) یونہی ہے (كذلك مبتدا محذوف الامر کی خبر ہے) اور ان کا

(یعنی ان کے اموال کا) وارث دوسری قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو کردیا تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے (بخلاف مسلمانوں کے کیونکہ مسلمانوں کی موت پر ان کی جائے نماز اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے ان کا عمل صالح بلند ہوتا ہے روتے ہیں) اور انہیں مہلت نہ دی گئی (توبہ کی، منظرین بمعنی موخرین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم والکتب المبین ان انزلنہ فی لیلۃ مبرکۃ انا کنا منذرین﴾

حم: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، الکتب المبین: مجرور، ملکر ظرف مستقر "نقسم" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انا جرف شبہ واسم، انزلنہ: فعل با فاعل ومفعول، فی لیلۃ مبرکۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم اول، انا: حرف شبہ واسم، کنامنذرین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم ثانی، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنامرسلین﴾

فیھا: ظرف لغو مقدم، یفرق: فعل مجہول، کل: مضاف، امر حکیم: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر نائب الفاعل، امرا: موصوف، من عندنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ، انا جرف شبہ واسم، کنامرسلین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم رب السموت والارض وما بینھما﴾

رحمۃ: موصوف، من: جار، ربک: مبدل منہ، رب السموت والارض ومابینھما: بدل، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ماقبل "یفرق" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ، انہ جرف شبہ واسم، ھو السمیع العلیم: جملہ اسمیہ خبر اول، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان کنتم موقنین﴾

ان: شرطیہ، کنتم موقنین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فالیقنوابان محمدا رسولہ" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لاالہ الا ھو یحی ویمیت ربکم ورب ابائکم الاولین﴾

لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: ذوالحال، یحی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمیت: معطوف، ملکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل "انہ" کی خبر ثانی واقع ہے، ربکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب ابائکم الاولین: مرکب اضافی معطوف، ملکر "انہ" کی خبر ثالث واقع ہے۔

﴿بل ھم فی شک یلعبون﴾

بل: عاطفہ وحرف اضراب معطوف علی محذوف "فلیسوا بموقنین" ھم: مبتدا، فی شک: ظرف لغو مقدم، یلعبون: فعل با فاعل، ملکر

جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون﴾

ف: فصیحیہ،ارتقب:فعل امر بافاعل،یوم:مضاف،تاتی السماء:فعل وفاعل،ب:جار،دخان مبین:موصوف،یغشی:فعل بافاعل،الناس:ذوالحال،ھذا:مبتدا،عذاب الیم: خبر،ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "قائلین لربک" کیلئے مقولہ اول،ربنا:نداء،اکشف:فعل امر بافاعل،عنا:ظرف لغو،العذاب:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ ثانی،ملکر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،انا:حرف شبہ واسم،مومنون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ فعل امر للدعاء۔

﴿انی لهم الذکری وقد جاء هم رسول مبین﴾

انی: اسم استفہام بمعنی کیف متعلق بمحذوف علی الظرفیۃ خبر مقدم،لام:جار،ھم:ضمیر ذاالحال،و:حالیہ،قد:تحقیقیہ،جاء ھم رسول مبین:جملہ فعلیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال مقدم،الذکری:ذوالحال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون﴾

ثم: عاطفہ معطوف علی محذوف "لم یذکروا" تولوا عنہ:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،قالوا:قول،معلم:خبر اول مبتدا محذوف "ھو" کیلئے،مجنون:خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون﴾

انا: حرف شبہ واسم،کاشفوا:اسم فاعل مضاف واؤ ضمیر فاعل،العذاب:مضاف الیہ مفعول،قلیلا:ظرف زمان،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،انکم:حرف شبہ واسم،عائدون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم نبطش البطشة الکبری انا منتقمون﴾

یوم: مضاف،نبطش:فعل بافاعل،البطشۃ الکبری: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "ننتقم" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،انا:حرف شبہ واسم،منتقمون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد فتنا قبلهم قوم فرعون وجاء هم رسول کریم ان ادوا الی عباد الله﴾

و: مستانفہ،لام قسمیہ،قد:تحقیقیہ،فتنا:فعل بافاعل،قبلھم:ظرف،قوم فرعون: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ،و:عاطفہ،جاء ھم:فعل ومفعول،رسول کریم: فاعل،ان:مصدریہ،ادوا:فعل بافاعل،الی:ظرف لغو،عباد اللہ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین و ان لا تعلوا علی اللہ انی اٰتیکم بسلطن مبین﴾

انی: حرف شبہ واسم، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، رسول امین: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: مصدریہ، لاتعلوا: فعل نہی بافاعل، علی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ماقبل "ان ادوا انی" پر معطوف ہے، انی: حرف شبہ واسم، اتیکم: فعل بافاعل ومفعول، بسلطن مبین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانی عذت بربی وربکم ان ترجمون﴾

و: عاطفہ، انی: حرف شبہ واسم، عذت: فعل بافاعل، ب: جار، ربی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ربکم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ان: مصدریہ، ترجمون: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر من جار مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان لم تومنوالی فاعتزلون فدعا ربہ ھولاء قوم مجرمون﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، لم تومنوالی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اعتزلون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ معطوف علیہ مقدر "فلم یترکوہ" دعا ربہ: فعل بافاعل ومفعول، ھولاء: حرف شبہ واسم، قوم: موصوف، مجرمون: صفت، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ تقدیر ب جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون﴾

ف: فصیحیہ، اسر بعبادی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، لیلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان کان الامر کما تقول" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انکم: حرف شبہ واسم، متبعون: خبر، ملکر جملہ تعلیلیہ۔

﴿واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون﴾

و: عاطفہ، اترک: فعل امر بافاعل، البحر: ذوالحال، رھوا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اسر بعبادی" پر معطوف ہے، انھم: حرف شبہ واسم، جند: موصوف، مغرقون: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فکھین﴾

کم: خبریہ ممیز، من: جار، جنت: معطوف علیہ، وعیون وزروع ومقام کریم: معطوفات، و: عاطفہ، نعمۃ: موصوف، کانوا فیھا فکھین: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف رابع، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول مقدم، ترکوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک واورثنھا قوما اخرین﴾

کذلک: ظرف مستقر "الامر" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اورثنھا: فعل بافاعل ومفعول، قوما اخرین: مرکب

توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "کم ترکوا" پر معطوف ہے۔

﴿فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اغرقوا" ما بکت: فعل نفی، علیھم: ظرف لغو، السماء والارض: فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،ما: نافیہ ،فعل ناقص بااسم ،کانوا منظرین: خبر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

چند حرام ذرائع کا بیان:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ(النساء:۲۹)﴾۔اس آیت سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق: "اس سے سود، جوا، غصب، چوری، خیانت، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم کے ذریعے مال بیچنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "باطل سے مراد وہ مال ہے جو انسان سے کسی عوض کے بغیر لیا جاتا ہے"۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "گودنے والی، گودوانے والی، سود لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی، کتے کی قیمت اور زنا کی کمائی کھانے سے منع فرمایا اور تصویریں بنانے والے پر بھی لعنت فرمائی"۔

(المسند للامام احمد ،حدیث ابی جحیفہ، رقم:۱۸۷۸۱،ج۷،ص۱۹۷)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "چار افراد ایسے ہیں کہ اللہ ﷻ نہ تو انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور نہ ہی اس کی نعمتیں چکھائے گا: شراب کا عادی، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور والدین کا نافرمان"۔

(المستدرک ،کتاب البیوع، باب:ان اربی الرباعرض، رقم:۲۲۶۰،ج۳،ص۴۵۸)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، فالتو پانی اور نر کو روکنا ہے"۔(مجمع الزوائد ،کتاب الایمان ،باب: فی الکبائر ،رقم:۳۹۷،ج۱،ص۱۳۸) یادرکھیں کہ جفتی لگانے کی اجرت اسی صورت میں جائز ہوگی جب کہ جانور کلی اختیارات سے حاصل کرے اور پھر جفتی بھی کرالے۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے چوری کے مال کو جاننے کے باوجود وہ مال خریدا وہ اس کے عیب اور گناہ میں شریک ہوگیا"۔

(شعب الایمان ،باب:فی قبض الید عن الاموال المحرمة، رقم:۵۵۰۰،ج۴،ص۱۹۲۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کھانا ذخیرہ کیا وہ نافرمان ہے"۔

(صحیح مسلم ،کتاب المساقاة، باب:تحریم الاحتکار فی الاقوات، رقم:(۴۰۱۳)/۱۶۰۵،ص۷۸۹)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب:قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا،رقم:(۱۸۵)/۱۰۱،ص۷۰)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''۔

(جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب:ماجاء فی کراهیة الغش،رقم:۱۳۱۹،ص۴۰۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹی قسم سامان کو بیچنے والی لیکن برکت کو مٹانے والی ہے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب البیوع، باب:فی کراهیة الیمین فی البیع، رقم:۳۳۳۵،ص۶۳۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تلف کرنے کی نیت سے لوگوں کا مال لیا اللہ عزوجل اس پر تلف کردے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستقراض والدیون، باب:من اخذ اموال الناس، رقم:۲۳۸۷،ص۳۸۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، دو آدمیوں کا حاکم کبھی نہ بننا اور یتیم کے مال کی جانب مائل نہ ہونا''۔

(صحیح مسلم ،کتاب الامارة، باب:کراهة الامارة بغیر ضرورة، رقم:(٤٦١٢)/١٨٢٥،ص۹۲۹)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بالشت بھر زمین کا ٹکڑا ناحق لے لیا قیامت کے دن اسے سات زمینوں میں دھنسایا جائے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم ،باب:اثم من ظلم شیئا ،رقم: ٢٤٥٤،ص۳۹۵)

اسی طرح بعض دیگر حرام ذرائع اس میں امرد سے بدکاری کرنا، بدکاری پر اکسانے والے کو لونڈی بیچنا، لہولعب کے آلات بنانے والے، اسلام میں بطور امداد اسلحہ بیچنا، نشہ کے کاروبار، نجش (دھوکے سے قیمت میں اضافہ کرنا جیسا کہ نیلام کی صورتوں میں ہوتا ہے کہ ایک فرضی گاہک کسی چیز کی قیمت بڑھاتا جاتا ہے)، دوسرے کی بیع پر بیع کرنا، دوسرے کی خرید پر خرید کرنا، گانے باجے اور دیگر آلات موسیقی کی خرید وفروخت، فلموں، ڈراموں اور کمرشلز میں کام کرنا، اداکاری کے ذریعے مال کمانا وغیرہ حرام ذرائع ہیں جس میں آج کے مسلمان بہت زیادہ منہمک ہیں اور افسوس کہ ان حرام ذرائع کو حرام بھی نہیں سمجھتے بلکہ سمجھانے کی کوشش کی جائے تو بعض اوقات ناراض ہوجاتے ہیں اور مزید دین اسلام کے خلاف بولتے ہیں اور بعض اوقات ایسوں تک رسائی ہی کما حقہ نہیں ہوتی۔

اللیلة المبارکة سے مراد کون سی رات ہے؟

ع...... اللیلة المبارکة سے مراد لیلۃ القدر ہے یا نصف شعبان المعظم کی رات، اور اس رات کے چار نام ہیں: اللیلة المبارکة، لیلة البرائة، لیلة الصک، لیلة القدر۔ اس کو برکت والی رات اس لئے کہا گیا ہے کہ اس رات اللہ عزوجل اپنے بندوں پر برکات، خیرات اور ثواب نازل فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رمضان کی پہلی رات میں صحف نازل ہوا، اور تورات

رمضان کی چھ تاریخ میں نازل ہوئی، زبور رمضان کی بارہ تاریخ کو نازل ہوئی، انجیل آٹھ تاریخ کو نازل ہوئی اور قرآن رمضان کی چوبیس تاریخ کو نازل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مکمل قرآن رمضان کی اسی (لیلۃ القدر کی چوبیس) تاریخ کو نازل ہوا پھر حسب ضرورت دیگر ایام میں نزول ہوتا رہا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن مجید مکمل لیلۃ القدر میں نازل ہو چکا نہ کہ سارے سال میں نازل ہوتا رہا، ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی۔ عکرمہ کہتے ہیں یہاں اللیلۃ المبارکۃ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے۔ قتادہ اور ابن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے آسمان دنیا پر بیت العزت نامی جگہ میں مکمل قرآن اسی رات نازل فرمادیا پھر اس کے بعد کم وبیش تیئس سال کے عرصے میں نزول قرآن ہوتا رہا۔ (القرطبی، الجزء:۲۵، ص ۱۱۰)

نزول قرآن کی رات تقدیر کا لکھ دیا جانا:

۳۔۔۔۔۔ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ اس رات میں زندگی، موت اور رزق کے احکامات کے فیصلے فرماتا ہے، قتادہ، مجاہد اور حسن نے بھی یہی کہا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ شقاوت اور سعادت کے امور میں بھی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ام الکتاب میں اس رات زندگی، موت، رزق، بارش، حج وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بندہ بازار میں گھوم رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کی موت لکھ دی جاچکی ہوتی ہے۔ اور یہ احکامات جو بندوں سے متعلق ہوتے ہیں فرشتوں کے ذمے کر دیئے جاتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک لکھ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں اولاد ہوتی ہے جب کہ اس کی موت لکھ دی جاچکی ہوتی ہے''۔ (المرجع السابق)

سید عالم ﷺ کا دعائے ضرر دینا:

۴۔۔۔۔۔علامہ صاوی لکھتے ہیں: کہ وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ ﷻ نے نفس کی تخلیق فرمائی تو اس سے پوچھا: ''میں کون ہوں؟ وہ بولی تو تو ہے اور میں میں ہوں، پس اللہ ﷻ نے اُسے بھوک کے دریا میں ڈال دیا، پس جب وہ بھوک کی شدت میں پڑ گئی تو بولی: تو اللہ وحدہ لاشریک ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔ عارفین کے نفس کی تربیت بھوک سے ہوتی ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۰۷)

روایت کی جاتی ہے کہ ابولہب کے تین بیٹے تھے جس میں سے دو یعنی عتبہ اور معتب فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے لیکن اپنا اسلام چھپائے رکھا اور سید عالم ﷺ نے انہیں دعا دی اور اسی دعا کی برکت سے دونوں کو شہادت ملی اور غزوہ حنین وطائف میں شہید ہوئے۔ ابو لہب کا تیسرا بیٹا جس کا نام عتیبہ تھا اور یہ اسلام نہ لایا۔ کہا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں ام کلثوم بنت محمد ﷺ عتیبہ اور رقیہ بنت محمد ﷺ عتبہ کے نکاح میں تھیں لیکن جب ابولہب کے متعلق سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے بزور طلاق دینے کا مطالبہ کیا اور انہیں طلاق دلوائی۔ عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ ملک شام کے تجارت کے سفر کے لئے نکلا تھا کہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سید

عالم ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات تلفظ کئے، بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بارگاہ اقدس میں طلاق دے ڈالی، سید عالم ﷺ نے اس کے لئے دعا کی کہ اے اللہ ﷻ اس پر اپنا کتا مسلط فرما، پس ابوطالب بھی اس واقعہ سے مغموم ہوئے کیونکہ وہ بھی اس وقت حاضر تھے۔ یہ لوگ ملک شام میں رات کے وقت قیام پزیر تھے کہ شیر اُس پر حملہ آور ہوا اور عتیبہ کو چیر پھاڑ ڈالا۔ (روح المعانی، الجزء:۳۰، ص ۶۸۶ملخصاً)

دھویں سے متعلق قیامت کی نشانی:

۵.....حضرت ابن عباس، ابن عمر اور حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ابن جریر ثعلبی اور بغوی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی پہلی نشانیوں میں سے دھواں، حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول اور آگ ہوگی جو عدن کے غار سے نکلے گی جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف ہانکے گی جب لوگ قیلولہ کریں گے تو آگ بھی ٹھہر جائے گی''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ دخان کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا: ''دھواں مشرق و مغرب کو بھر دے گا، وہ چالیس دن رہے گا جہاں تک مومن کا تعلق ہے اسے دھویں سے اتنی تکلیف ہوگی جیسے زکام لگ جاتا ہے، کافر بیہوشی کے عالم میں ہوگا، اس کے نتھنوں، کانوں اور دبر (پیچھے کے مقام) سے دھواں نکل رہا ہوگا''۔ (المظهری، ج۶، ص ۲۹۵)

کس وقت کا ایمان لانا معتبر ھے؟

۶.....حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول (کرنا رد) نہیں کرتا جب تک غرغرہ موت نہ ہو۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فضل التوبة والاستغفار، رقم:۳۵۴۸، ص۱۰۱۵)

غرغرہ موت اس وقت کو کہتے ہیں کہ جب آدمی کی روح نکل کر حلق تک پہنچ جائے اور اس کو موت کا یقین ہو جائے، یا اسے عذاب نظر آنے لگے، اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اعتزال کے معنی میں معتزلہ کا اختلاف رائے ھونا:

۷.....حضرت موسی علیہ السلام نے گویا یوں فرمایا کہ اگر میری تصدیق نہیں کرتے اور اللہ ﷻ کی طرف سے مجھ پر ظاہر ہونے والے دلائل کی تصدیق نہیں کرتے تو مجھے اذیت بھی نہ دو۔ مصنف (امام فخر الدین رازی) کہتے ہیں کہ معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی لفظ ''اعتزال'' آیا ہے، وہ اس سے **اعتزال عن الباطل** مانتے ہیں نہ کہ **اعتزال عن الحق**، اور میرا (امام رازی) کا کہنا یہ ہے کہ اس آیت میں **اعتزال عن دین موسی و طریقته** یعنی حضرت موسی علیہ السلام کے دین اور ان کے طریقے سے کنارہ کرنا مراد ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی **اعتزال عن الحق** ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۶۵۹)

اغراض:

القرآن: یہ کتاب کی تفسیر میں ایک قوی ترین قول ہے، اور یہ کہ اللہ نے قرآن کے ذریعے قسم یاد دلائی کہ اللہ نے اس پاک کتاب کو

مبارک رات نازل فرمایا ہے، اور یہ بلیغ ترین کلام ہے جو قرآن مجید کی انتہاء درجے کی تعظیم میں نازل ہوا، جیسا کہ حدیث میں ہے: "میں تیری رضا کی پناہ میں آیا تیری ناراضگی سے، تیری معافی میں آیا تیری سزا سے، اور تیری امان میں آیا"۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کتاب سے مراد نازل ہونے والی کتاب ہے اور ﴿انزلنه﴾ میں موجود ضمیر سیاق کلام پر دلالت کرتی ہے۔

ھی لیلۃ القدر: یہ قتادہ، ابن زید اور اکثر مفسرین کا قول ہے، اور اس پر دلیل اللہ کا فرمان: ﴿انا انزلنه فی لیلة القدر﴾ مراد مبارک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں اور اس کی دلیل اس فرمان میں بھی ملتی ہے: ﴿شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن﴾، ﴿انا انزلنه فی لیلة مبارکة﴾ اور اس برکت والی رات کے ضمن میں مکمل سورت اللہ نے نازل فرمادی ہے۔

لیلۃ النصف من شعبان: مراد عکرمہ اور دیگر گروہ کا قول ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ النصف شعبان کے چار نام ہیں: اللیلۃ المبارکۃ، ولیلۃ البرائۃ، ولیلۃ الرحمۃ، و لیلۃ الصک۔ اور اس رات میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے پس وارد ہوتا ہے: "جس نے اس رات میں سو رکعت ادا فرمائیں، اللہ اُس پر سو فرشتے بھیجے گا، جس میں سے تیس جنت کی بشارت دیں گے، تیس عذاب نار سے بچائیں گے، تیس دنیا کی آفات کو اُس سے دور کریں گے اور دس شیطان کے مکر سے حفاظت کریں گے"۔ ایک حدیث میں یوں وارد ہوا: "اللہ اس رات میں میری امت پر (خاص) رحم فرماتا ہے، بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی کے برابر (جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے)"۔ ایک حدیث میں وارد ہوا: "اللہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے، مگر کاہن، جادوگر، شرابی، والدین کو ستانے والا، زنا کا عادی نہیں بخشے جاتے"۔

نزل فیھا: یعنی اس رات میں مکمل کتاب نازل ہوگئی، اور مراد یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک مکمل کتاب نازل ہوگئی، حضرت جبرائیل امین اس کتاب کا املاء آسمان کے فرشتوں سے فرماتے، پس وہ اُسے صحف میں لکھ لیتے، اور ان فرشتوں کے پاس آسمانوں پر موجود جگہ ہے جسے بیت العزت کہتے ہیں، پھر اللہ ان مذکورہ فرشتوں کو حضرت جبرائیل کے پاس بیس سال تک جمع فرماتا ہے، پھر سید عالم ﷺ پر کتاب کا نزول موقع محل کی مناسبت سے فرماتا ہے۔ محکم: بمعنی مبرم یعنی جس میں تغیر و تبدل نہ ہو۔ فایقنوا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے اور جملہ شرطیہ معترضہ دونوں خبروں کے مابین ہے اور ﴿لا اله الا ھو﴾ چوتھی خبر ہے۔

فقال اللھم اعنی علیھم بسبع: یعنی سات سال، اور یہ محذوف پر مفرغہ ہے، جس کی دلیل مفسر کے قول "استھزاء" میں ملتی ہے، یعنی جب ان کا استہزاء اور عناد بڑھ گیا تو دعا فرمائی "اللھم اعنی علیھم" یعنی ان پر مدد طلب فرمائی۔

قال تعالی: یعنی اللہ نے سید عالم ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور اس دعا کی قبولیت کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے، یعنی مکی زندگی میں قبول ہوئی یا مدنی زندگی میں۔ اور راجح یہی ہے کہ مدنی زندگی میں یہ دعا قبول ہوئی۔

کھیئة الدخان: میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں حقیقی دخان (دھواں) مراد نہیں ہے، بلکہ وہ چیز دیکھیں گے جس سے اُن کی

آنکھیں کمزور پڑجائیں گی، اور یہی قول حضرت ابن عباس، مقاتل، مجاہد اور ابن مسعود کا ہے پس ان پر کام مشکل ہوجائے گا۔ سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں ابوسفیان آیا اور بولا: ''اے محمد (ﷺ) آپ صلہ رحمی کا درس لے کر آئے ہیں، اور آپ (ﷺ) کی قوم ہلاک ہورہی ہے، اللہ سے دعا کریں کہ اللہ انہیں قحط سے بچائے، پس اللہ نے اُن پر بارش نازل فرمائی اور یہ بارش اُن پر سات دن تک مسلسل ہوتی رہی، یہاں تک کہ وہ کثرت بارش کے باعث پریشان ہونے لگے، پس سید عالم ﷺ کے پاس ابوسفیان آیا اور بارش سے نجات کی پکار سنائی، پس سید عالم ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے، حضرت ابن عمر، ابو ہریرہ، زید بن علی اور حسن کہتے ہیں: ''دخان سے مراد حقیقی معنی میں دھواں ہے جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور اس کی علامت قرب قیامت ہے، جس سے مشرق ومغرب بھر جائیں گے اور آسمان وزمین کے مابین بھی بھر جائے گا، چالیس دن اور رات تک یہی سلسلہ رہے گا، مومن کو اس کی وجہ سے زکام لاحق ہوگا اور کافر کو نشہ طاری ہوجائے گا، یہ پیٹ میں بھر جائے گا اور دیگر راستوں سے باہر نکلے گا اور پوری زمین ایسی لگی گی جیسا کہ آگ بھردی گئی ہے۔

ای لا ینفعهم الایمان: یعنی عذاب دور ہونے کے بعد بھی انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جو انہوں نے ایمان لانے کے حوالے سے کیا تھا۔

فعادوا الیه: یعنی اپنے کفر پر جمے رہے اور ان میں ایمان بالفعل نہ پایا گیا۔

بلونا: بمعنی امتحنا ہے، یعنی ہم نے اُن پر نعمتیں زیادہ کردیں اور انہوں نے (یعنی فرعونیوں) نے کفر اور سرکشی میں زیادتی اختیار کی۔ **معه:** ظاہری آیت کے پیش نظر ہونے والے وہم کو دور کرنا مقصود ہے، اور وہ وہم یہ ہے کہ آیا آزمائش فقط فرعون ہی کے لئے تھی؟ میں (علامہ صاوی) یہ جواب دوں گا کہ مراد فرعون اور اس کی قوم ہیں۔

علی الله: جسے اللہ عزوجل نے معزز فرمایا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کے ساتھ مختص فرما کر تکریم عطا فرمائی اور یہ کلام فرعون کے قول کے رد کے لئے نازل ہوا جیسا کہ فرعون نے کہا تھا: ﴿ام انا خیر من هذا الذی هو مهین (الزخرف:۵۲)﴾، پس اس کلام میں فرمادیا گیا کہ حضرت موسیٰ مهین نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے معزز ہیں۔ ای بان: میں اشارہ ہے کہ ''ان'' مصدر یہ ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ مفسرہ ہو، یا مخففه من الثقیلة ہو۔

علی ما ارسلت به: متعلق ہے ﴿امین﴾ کے، یعنی اللہ نے جس رسالت کے ساتھ مجھے بھیجا ہے وہ اس سے مامون ہیں اور اللہ (رسالت کے معاملے میں) زیادتی ونقصان نہیں فرماتا اور امانت کا ذکر رسالت کے بعد فرمایا اس لئے کہ رسالت کو امانت لازم ہوتی ہے۔

تتجبروا: یہاں ﴿تعلوا﴾ کی تفسیر تتجبروا سے کی، اور اس کے علاوہ کو تکبر، بغاوت، بہتان، بڑائی چاہنے سے تعبیر کیا اور یہ سارے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ **فاترکوا اذای:** یعنی مجھ سے بُرائی طلب نہ کرو (یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں سے فرمایا یعنی اگر میری رسالت کو نہیں مانتے تو مجھ سے کنارہ کرلو)۔

اذا قطعته انت واصحابک: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر اختیار کرنے سے پہلے تعلیم کی گئی، کہ دریا میں اپنے لشکر سمیت داخل

ہو جائیں اور اپنی عصا کو دریا پر ماریں خود بخود راستے بنتے جائیں گے اور فرعون مع اپنی ہمراہیوں کے پیچھا کرے گا لیکن آپ اسی عاتے سے نجات پائیں گے اور فرعون مع اپنے لشکر کے ہلاک ہوگا۔مجالس حسن: یعنی جنت کی مجالس اور منازل جن میں شدہ ہونگی جیسے کہ ملوک کی مجالس کو دیکھا جاتا ہے۔متعۃ: یعنی وہ امور جس کی وجہ سے جنتی نفع دیئے جائیں گے جیسا کہ خوبصورت پوشاک اور سواریاں۔ناعمین: یعنی جنتی اللہ کی نعمت پر مسکراتے، چہکتے پھرتے ہونگے۔ای الامر: یعنی فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت مراد ہے۔ ای بنی اسرائیل: یعنی جب فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر پہنچے، اللہ نے فرمایا: ﴿واورثناھا قوما آخرین﴾، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کیونکہ فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت کے بعد کچھ بھی نہ بچا تھا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یوں دوں گا کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد اللہ نے پھر سے سرزمین مصر کو ہرا بھرا اور انعام والا کر دیا۔ (الصاوی، ج۵،ص۲۶۰ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۵

﴿ولقد نجينا بنى اسرائيل من العذاب المهين (۳۰)﴾قَتْلَ الْاَبْنَاءِ وَاسْتِخْدَامِ النِّسَاءِ﴿من فرعون﴾قِيْلَ بَدَلٌ مِنَ الْعَذَابِ بِتَقْدِيْرِ مُضَافٍ اَىْ عَذَابِ وَقِيْلَ حَالٌ مِنَ الْعَذَابِ﴿انه كان عاليا من المسرفين(۳۱)ولقد اخترنهم﴾اَىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ﴿على علم﴾مِنَّا بِحَالِهِمْ﴿على العلمين(۳۲)﴾اَىْ عَالِمِىْ زَمَانِهِمْ اَىِ الْعُقَلَاءِ﴿واتينهم من الايت ما فيه بلؤا مبين (۳۳)﴾نِعْمَةٌ ظَاهِرَةٌ مِنْ فَلْقِ الْبَحْرِ وَالْمَنِّ وَالسَّلْوٰى وَغَيْرِهَا﴿ان هؤلاء﴾اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ﴿ليقولون (۳۴)ان هى﴾مَا الْمَوْتَةُ الَّتِىْ بَعْدَهَا الْحَيٰوةُ﴿الا موتتنا الاولى﴾اَىْ وَهُمْ نُطَفٌ﴿وما نحن بمنشرين(۳۵)﴾بِمَبْعُوْثِيْنَ اَحْيَاءً بَعْدَ الثَّانِيَةِ﴿فاتوا بابائنا﴾اَحْيَاءً﴿ان كنتم صدقين (۳۶)﴾اِنَّا نُبْعَثُ بَعْدَ مَوْتَتِنَا اَىْ نُحْيَا قَالَ تَعَالٰى﴿اهم خير ام قوم تبع﴾هُوَ نَبِىٌّ اَوْ رَجُلٌ صَالِحٌ﴿والذين من قبلهم﴾مِنَ الْاُمَمِ﴿اهلكنهم﴾لِكُفْرِهِمْ وَالْمَعْنٰى لَيْسُوْا اَقْوٰى مِنْهُمْ فَاُهْلِكُوْا﴿انهم كانوا مجرمين(۳۷)وما خلقنا السموت والارض وما بينهما لعبين (۳۸)﴾بِخَلْقِ ذٰلِكَ حَالٌ﴿ما خلقنهما﴾وَمَا بَيْنَهُمَا﴿الا بالحق﴾اَىْ مُحِقِّيْنَ فِىْ ذٰلِكَ لِيُسْتَدَلَّ بِهٖ عَلٰى قُدْرَتِنَا وَوَحْدَانِيَّتِنَا وَغَيْرِ ذٰلِكَ﴿ولكن اكثرهم﴾اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ﴿لا يعلمون (۳۹)ان يوم الفصل﴾يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ اللّٰهُ فِيْهِ بَيْنَ الْعِبَادِ﴿ميقاتهم اجمعين(۴۰)﴾لِلْعَذَابِ الدَّائِمِ﴿يوم لا يغنى مولى عن مولى﴾بِقَرَابَةٍ اَوْ صَدَاقَةٍ اَىْ لَا يَدْفَعُ عَنْهُ﴿شيئا﴾مِنَ الْعَذَابِ﴿ولا هم ينصرون (۴۱)﴾يُمْنَعُوْنَ مِنْهُ وَيَوْمَ بَدَلٌ مِنْ يَوْمِ الْفَصْلِ﴿الا من رحم الله﴾وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ فَاِنَّهٗ يَشْفَعُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴿انه هو العزيز﴾الْغَالِبُ فِىْ اِنْتِقَامِهٖ مِنَ

الْكُفَّارِ﴿الرحيم(۴۱)﴾بِالْمُؤْمِنِيْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی (بیٹوں کے قتل اورعورتوں کے باندیاں بنائے جانے سے ......۱......)فرعون سے (ایک قول کے مطابق فرعون سے قبل مضاف عذاب مقدر ہے،اور یہ العذاب المهين سے بدل ہےاور ایک قول کے مطابق یہ العــــذاب سے حال ہے) بیشک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں میں سے تھااور بیشک ہم نے انہیں (یعنی بنی اسرائیل کو) دانستہ چن لیا(یعنی ان کے حال کا ہمیں علم تھا) زمانے والوں سے (ان کے زمانہ والوں سے یعنی اس زمانے کے عقلاء میں سے)اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطافرمائیں جن میں صریح انعام تھا(ظاہری نعمتیں، جیسے دریا کا پھاڑ دینا،من وسلوی کا نازل کرنا، وغیرہ......۲......)بیشک یہ(یعنی کفار مکہ) کہتے ہیں وہ تو نہیں (یعنی وہ موت جس کے بعد حیاتی ہو، ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر ہمارا ایک دفعہ کا مرنا(اور ہمارا بصورت نطفہ ہونا ہے)اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے(دوبارہ موت کے بعد زندہ کر کے......۳......منشرین بمعنی مبعـوثیـن ہے) تو ہمارے باپ دادا کو(زندہ کر کے) لے آؤ اگر تم سچے ہو(اس بات میں کہ ہمیں ہماری موت کے بعد اٹھایا جائے گا یعنی ہمیں زندہ کیا جائے گا، اللہ ﷻ فرماتا ہے) کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم (تبع یا تو اللہ ﷻ کے نبی تھے یا ایک صالح شخص ......۴......)اور جو(امتیں)ان سے پہلے تھیں ہم نے انہیں ہلاک کردیا (ان کے کفر کی وجہ سے، معنی آیت یہ ہے کہ یہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور نہیں،انہیں ان کی طاقت کے باوجود ہلاک کردیا گیا) بیشک وہ مجرم لوگ تھے اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر(اس تخلیق کے ذریعے سے......۵......، لـعبين حال ہے) ہم نے ان دونوں کو(اور جو کچھ ان کے درمیان ہے) نہ بنایا مگر حق کے ساتھ (یعنی ہم اس میں بھی حق پر ہیں تا کہ اس تخلیق کے ذریعے ہماری قدرت اور ہماری وحدانیت پر استدلال کیا جاسکے)لیکن ان میں اکثر (یعنی کفار مکہ) جانتے نہیں بیشک فیصلہ کا دن (مراداس سے قیامت کا دن ہے،اسے یـــوم الفصل اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ ﷻ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا)ان سب کی میعاد ہے(دائمی عذاب کے لیے) جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا(خواہ ان کے مابین رشتے داری ہو یا دوستی یعنی وہ اس سے دور نہ کر سکے گا) کچھ(یعنی عذاب)اور نہ ان کی مدد ہو(یعنی ان سے عذاب الٰہی روکا جاسکے،''یوم ''یـوم الفصل سے بدل بن رہا ہے) مگر جس پر اللہ رحم کرے (اور وہ مرحومین مومنین ہیں کہ وہ باذن الٰہی ﷻ ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے) بیشک وہی عزیز ہے (کفار سے انتقام لینے میں غالب ہے)مہربانی کرنے والا ہے(مسلمانوں پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد نجينا بنی اسراء يل من العذاب المهين من فرعون انه كان عاليا من المسرفين﴾

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، نجينا بنی اسراء يل: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، العذاب المهين: ذوالحال، من فرعون: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ملکر جملہ قسمیہ، انہ حرف شبہ واسم، كان: فعل ناقص بااسم، عاليا: خبر اول، من المسرفين: ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد اخترنهم على علم على العلمين واتينهم من الايت ما فيه بلوا مبين﴾

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اخترنا: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذوالحال، على علم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، على العلمين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، اتينهم: فعل بافاعل ومفعول، من الايت: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، فيه بلوا مبين: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هولاء ليقولون ان هى الا موتتنا الاولى وما نحن بمنشرين﴾

ان هولاء: حرف شبہ واسم، لام: تاکیدیہ، يقولون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، هى: مبتدا، الا: اداۃ حصر، موتتنا: موصوف، الاولى: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، منشرين: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتوا بابائنا ان كنتم صدقين﴾

ف: فصیحیہ، اتوا بابائنا: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان كنتم صادقين فيما تقولون" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: شرطیہ، كنتم صدقين: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاتوا بابائنا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اهم خير ام قوم تبع والذين من قبلهم اهلكنهم انهم كانوا مجرمين﴾

همزه: حرف استفہام، هم: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، قوم تبع: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من قبلهم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، خير: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اهلكنهم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، انهم: حرف شبہ واسم، كانوا مجرمين: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما خلقنا السموت والارض وما بينهما لعبين﴾

و: مستانفہ، ما خلقنا: فعل نفی ونا ضمیر ذوالحال، لعبين: حال، ملکر فاعل، السموت: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، و: عاطفہ، ما بينهما: معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ما خلقنهما الا بالحق ولكن اكثرهم لا يعلمون ان يوم الفصل ميقاتهم اجمعين﴾

ماخلقنا: فعل نفی با فاعل، هما: ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، بالحق: ظرف مستقر حال، و: حالیہ، لکن اکثرهم لایعلمون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف شبہ، یوم الفصل: اسم، میقات: مضاف، هم: ذوالحال، اجمعین: حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا ولا هم ینصرون الا من رحم الله﴾

یوم: مضاف، لایغنی مولی: فعل نفی وفاعل، عن مولی: ظرف لغو، شیئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، هم: مبتدا، ینصرون: فعل واؤ ضمیر مبدل منہ، الا: اداۃ حصر، من رحم الله: موصول صلہ، ملکر بدل، ملکر نائب فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "یفصل" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انه هو العزیز الرحیم﴾ انه: حرف شبہ و اسم، هو العزیز الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات:

۱......عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ ''جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی سرائیل کولیکر روانہ ہوئے تو فرعون کو یہ اطلاع دی گئی، اسنے کہا: ''جب تک صبح کا مرغ اذان نہ دے لے اس وقت تک انکا تعاقب نہ کرو۔'' راوی فرماتے ہیں کہ ''خدا عزوجل کی قدرت ایسی کہ اس رات مرغ نے اذان ہی نہ دی یہاں تک کہ صبح ہوگئی، صبح فرعون نے ایک بکری منگوا کر ذبح کی اور کہا کہ میرے کلیجی کھانے سے فارغ ہونے سے پہلے چھ لاکھ قبطیوں کا لشکر تیار ہو جانا چاہئے، چنانچہ اسکے فارغ ہونے سے پہلے لشکر تیار ہوگیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحکمِ الٰہی جب ساحلِ سمندر پر پہنچے تو آپ کے ایک ساتھی جس کا نام یوشع بن نون تھا، اس نے پوچھا: ''اب آپ کے رب کا امر کدھر کو ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے سامنے ہے۔'' اور سمندر کی طرف اشارہ فرمادیا، یہ سن کر یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور گہرے پانی تک جا پہنچے اور جب غوطہ کھانے لگے تو واپس لوٹ آئے اور پھر پوچھا: ''آپ کے رب کا حکم کس طرف ہے؟ اللہ جل جلالہ کی قسم! نہ آپ نے جھوٹ بولا اور نہ آپ سے جھوٹ بولا گیا۔'' اسی جملے کی تین مرتبہ تکرار کی، پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں، انہوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا اور درمیان میں راستہ نمودار ہوگیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اوران کے پیروکار بخیریت دوسرے کنارے پر پہنچ گئے، فرعون نے بھی ان کا پیچھا کیا، جب وہ سب اس سمندری راستے میں اتر چکے تو اللہ عزوجل نے سمندر کو پہلی حالت پر کردیا اور سارا لشکر چشمِ زدن میں ڈوب گیا۔ (ابن کثیر، ج۱، ص۱۱۷)

یہ واقعہ بحر قلزم کا ہے جس کے دونوں کناروں کے مابین چار فرسخ کا فاصلہ تھا، جو کہ ایک قول کے مطابق بحرِ فارس کے

کنارے پر یا بحر ماورائے مصر پر واقع ہے، اسکو ''اساف'' بھی کہتے ہیں۔ (الخازن، ج۱، ص۴۵)

بنی اسرائیل پر انعام واکرام:

۲...... وہ میٹھی چیز جو آسمان سے برف کی طرح طلوع فجر سے طلوع شمس تک اترتی، ہر انسان ایک صاع لیتا، اور جنوب کی سمت سے چلنے والی ہوا ان پر آسمانی پرندے گزارتی اور ہر شخص اپنی ضرورت کے تحت اس سے حاصل کرلیتا۔ (الجمل، ج۳، ص۱۲۷)

نوٹ: بنی اسرائیل پر اللہ ﷻ کے انعامات جس میں پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہوجانا، من و سلوی کا آسمان سے نازل ہونا (جس کا ماقبل ذکر کردیا)، ایک مخصوص مقدار کے مطابق ہر ایک کا حاصل کرسکنا، ذخیرہ شدہ کا خراب ہوجانا، ہٹ دھرمی کرتے ہوئے بیت المقدس میں سرین کے بل گھسٹ کر گزرنا وغیرہ کا ذکر ہم نے اول جلد میں سورۃ البقرۃ کے تحت کردیا ہے یہاں ہم دوبارہ ذکر نہیں کررہے۔

بعث بعد الموت کا بیان:

۳...... بعث یہ ہے کہ اللہ ﷻ قبروں سے مُردوں کو اٹھائے گا، ان کے اعضائے اصلیہ جمع فرمائے گا (ان اعضائے اصلیہ سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کا روح سے خاص تعلق ہوتا ہے، ایک قول کے مطابق منی۔۔ ایک قول کے مطابق مٹی جو کہ منی سے گوندھی گئی ہو جیسا کہ حدیث میں ہے: ''کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں کہ اس پر اس کی قبر کی مٹی نہ چھڑک دی گئی ہو''۔) پھر اللہ ﷻ ان مرنے والوں کی ارواح کو جسموں تک لوٹائے گا، اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون. پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے (المومنون:۱۶)﴾، ﴿قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انہیں بنایا (یس:۷۹)﴾۔ (شرح العقائد، البحث: البعث حق، ص۲۴۷)

مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جدا ہوگئی، مگر بدن پر جو گزرے گا روح ضرور اس سے آگاہ و متاثر ہوگی، جس طرح حیات دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اس سے زائد، دنیا میں ٹھنڈا پانی، سرد ہوا، نرم فرش، لذیذ کھانا، سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں، مگر راحت و لذت روح کو پہنچتی ہے اور اس کے برعکس بھی جسم ہی پر وارد ہوتے ہیں اور کلفت و اذیت روح پاتی ہے، اور روح کے لئے خاص اپنی راحت و الم کے الگ اسباب ہیں، جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے، بعینہ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔ مرنے کے بعد انسان کی روح حسبِ مرتبہ مختلف مقامات پر رہتی ہے، بعض کی قبر میں، بعض کی چاہِ زمزم شریف میں، بعض کی آسمان و زمین کے درمیان، بعض کی پہلے، دوسرے، ساتویں آسمان تک، بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، بعض کی روحیں زیرِ عرش قندیلوں میں، بعض کی اعلی علیین میں، مگر کہیں ہوں، اپنے جسم سے ان کو تعلق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے، پہچانتے، اس کی بات سنتے، بلکہ روح کا دیکھنا قُربِ قبر ہی سے مخصوص نہیں، اس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی ہے کہ: ''ایک طائر پہلے قفص میں بند تھا اور اب آزاد کردیا گیا''۔ (بہار شریعت مخرجہ، ج۱، حصہ اول، عالم برزخ کا بیان، ص۱۰۰ وغیرہ)

تبع کون تھا؟

یہ......اس بارے میں کئی اقوال ہیں کہ تبع کون تھا؟ (۱)......مراد ایک قوم ہے جس پر بہت زیادہ انعام واکرام کئے گئے۔(۲)......مراد ایک فرد واحد نہیں بلکہ یمن کے بادشاہ ہیں۔(۳)......یمن کے بادشاہوں کو تبابعۃ کہتے تھے۔(۴)......تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا جیسا کہ خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے۔(۵)......سہیلی کے قول کے مطابق تبع ملک یمن، شحر اور حضر موت کے ہر بادشاہ کو کہتے ہیں۔(٦)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تبع کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ مومن تھا''۔(۷)......اس بارے میں اختلاف ہے کہ تبع نبی تھا یا بادشاہ، ابن عباس کے قول کے مطابق نبی تھا، کعب کا قول یہ ہے کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا نام تبع تھا، اور اس کی قوم کاہن تھی اور کچھ اہل کتاب بھی اس کی قوم میں تھے، پس اس نے اپنی قوم کے دونوں فریقوں کو قربانی پیش کرنے کا حکم دیا تو اہل کتاب کی قربانی قبول کر لی گئی اور وہ ایمان لے آئی۔ (القرطبی، الجزء:۲۵،ص ۱۲٦ وغیرہ مخلصا وملتقطا)

آسمان وزمین اور ان کے مابین کچھ بیکار نہیں!

۵......کائنات کی ہر ہر چیز اپنی قیمت وحیثیت رکھتی ہے، کچھ بیکار نہیں۔ نہ ہی ایسی کہ انسان اللہ ﷻ کی نعمتوں میں کھیل کود میں پڑ جائے، آسمان وزمین کے مابین سب حق ہے جس میں تدبیر کی اجازت ہمیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت پر موقوف ہے۔ اس سے مقصود بعث بعد الموت اور جزا وسزا کے معاملے میں تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ ہم نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی، جب چاہتے ہیں مُردار کو زندہ کر دیتے ہیں اور جب چاہیں بغیر کسی طاعت، امر ونہی کا امتحان لئے فنا کر دیں، طاعت گزار کو اس کی طاعت پر اور نافرمان کو اس کی نافرمانی پر جزا دے اور یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ ہم جانیں کہ کون ہمارے امر ونہی کے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لیجزی الذین اساء وا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی تا کہ برائی کرنیوالوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے (النجم:۳۱)﴾۔ لیکن اکثر مشرکین اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق فرمایا، لیکن وہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے نہ تو گھبراتے ہیں اور نہ ہی اس کی بارگاہ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۵،ص ۱۵۲ ملخصا)

اغراض:

وقیل حال من العذاب: محذوف کے متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ جو عذاب فرعون اور اس کی قوم کو پیش آیا اللہ نے اُس سے بنی اسرائیل کو نجات بخش دی۔ **بحالھم**: یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو اہلِ اصفیاء کے لئے خاص کر لیا، یعنی ان میں کثرت سے حضرات انبیائے کرام ہوئے۔ **ای عالمی زمانھم**: یہاں ایک وہم کا دور کرنا مقصود ہے کہ اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو دیگر اقوام پر فضیلت عطا فرمائی یعنی دیگر تمام عالم پر، لیکن امت محمد ﷺ بنی اسرائیل سے معزز ہے، پس اس وہم کا دور کرنا مقصود تھا کہ مراد اُس دور کے لوگ ہیں جن پر بنی اسرائیل کو معزز کیا گیا۔

العقلاء: مناسب یہ ہے کہ ''الثقلین'' کہا جائے، اور تمام عقلاء میں ملائکہ بھی شامل ہیں اور بنی اسرائیل ان سے بھی معزز نہیں ہے۔ نعمة ظاهرة: یہ ''بلاء'' کی تفسیر ہے، اور ''بلاء'' کے معنی ''الاختبار'' ہے، جن پر بنی اسرائیل نے صبر کیا یا نہیں، شکر کا معاملہ اختیار کیا یا کہ نہیں۔ ای کفار مکة: یعنی قریب کا اشارہ کفار کی تحقیر کے لئے فرمایا۔ هو نبی او رجل صالح: یا خلاف حکایت قول ہے، قوم ''تبع'' کے بارے میں دو اقوال ہیں ایک قول حضرت ابن عباس کا ہے جب کہ دوسرا بی بی عائشہ کا ہے، مراد کوئی بادشاہ ہے یا کسی قوم کا کاہن یا اس شخص کے ساتھ کوئی قوم تھی جو کہ اہل کتاب تھی، پس انہیں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا گیا جو وہ بجالائے، پس اللہ نے اہل کتاب کی قربانی کو قبول فرمایا اور وہ (مردِ صالح) اسلام لے آیا۔ للعذاب الدائم: یعنی کافروں کے لئے دائمی عذاب اور مومنین کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۶۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿ان شجرت الزقوم (۴۳)﴾هِیَ مِنْ اَخْبَثِ الشَّجَرِ الْمُرِّ بِتِهَامَةِ یُنْبِتُهَا اللّٰهُ فِی الْجَحِیْمِ﴿طعام الاثیم(۴۴)﴾اَیْ اَبِیْ جَهْلٍ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الْاِثْمِ الْکَبِیْرِ﴿کالمهل﴾ اَیْ کَدِرْدِی الزَّیْتِ الْاَسْوَدِ خَبَرٌ ثَانٍ ﴿ یغلی فی البطون (۴۵)﴾بِالْفَوْقَانِیَةِ خَبَرٌ ثَالِثٌ وَبِالتَّحْتَانِیَةِ حَالٌ مِنَ الْمُهْلِ﴿کغلی الحمیم (۴۶)﴾اَلْمَاءِ الشَّدِیْدِ الْحَرَارَةِ﴿خذوه﴾یُقَالُ لِلزَّبَانِیَةِ خُذُوا الْاَثِیْمَ﴿فاعتلوه﴾بِکَسْرِ التَّاءِ وَضَمِّهَا جُرُّوْهُ بِغِلْظَةٍ وَشِدَّةٍ﴿الی سواء الجحیم (۴۷)﴾وَسْطَ النَّارِ﴿ثم صبوا فوق رأسه من عذاب الحمیم (۴۸)﴾اَیْ مِنَ الْحَمِیْمِ الَّذِیْ لَایُفَارِقُهُ الْعَذَابُ فَهُوَ اَبْلَغُ مِمَّا فِیْ اٰیَةِ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ وَیُقَالُ لَهٗ﴿ذق﴾اَیِ الْعَذَابَ﴿انک انت العزیز الکریم(۴۹)﴾بِزَعْمِکَ وَقَوْلِکَ مَابَیْنَ جَبَلَیْهَا اَعَزُّ وَاَکْرَمُ مِنِّیْ وَیُقَالُ لَهُمْ﴿ان هذا﴾الَّذِیْ تَرَوْنَ مِنَ الْعَذَابِ﴿ما کنتم به تمترون (۵۰)﴾فِیْهِ تَشُکُّوْنَ﴿ان المتقین فی مقام﴾مَجْلِسٍ﴿امین (۵۱)﴾یُوْمَنُ فِیْهِ الْخَوْفُ﴿فی جنت﴾بِسَاتِیْنَ﴿وعیون (۵۲)یلبسون من سندس واستبرق﴾اَیْ مَارَقَّ مِنَ الدِّیْبَاجِ وَمَا غَلُظَ مِنْهُ﴿متقبلین (۵۳)﴾حَالٌ اَیْ لَا یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰی قَفَا بَعْضٍ لِدَوَرَانِ الْاَسِرَّةِ بِهِمْ﴿کذلک﴾ یُقَدَّرُ قَبْلَهُ الْاَمْرُ﴿وزوجنهم﴾مِنَ التَّزْوِیْجِ اَوْ قَرَنَّاهُمْ﴿بحور عین (۵۴)﴾بِنِسَاءٍ بِیْضٍ وَاسِعَاتِ الْاَعْیُنِ حِسَانِهَا﴿یدعون﴾یَطْلُبُوْنَ الْخَدَمَ﴿فیها﴾اَیِ الْجَنَّةِ اَنْ یَاْتُوْا﴿بکل فاکهة﴾مِنْهَا ﴿امنین(۵۵)﴾مِنْ اِنْقِطَاعِهَا وَمَضَرَّتِهَا وَمِنْ کُلِّ مُخَوِّفٍ حَالٌ﴿لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی﴾اَیِ الَّتِیْ فِی الدُّنْیَا بَعْدَ حَیٰوتِهِمْ فِیْهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِلَّا بِمَعْنٰی بَعْدَ﴿ووقهم

عذاب الجحیم (۵۶) فضلا ﴾ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی تَفَضُّلًا مَنْصُوْبٌ بِتَفَضُّلٍ مُقَدَّرًا ﴿ من ربک ذلک ھو الفوز العظیم (۵۷) فانما یسرنہ ﴾ سَهَّلْنَا الْقُرْاٰنَ ﴿ بلسانک ﴾ بِلُغَتِکَ لِتَفْهَمَهُ الْعَرَبُ مِنْکَ ﴿ لعلھم یتذکرون (۵۸) ﴾ یَتَّعِظُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ لٰکِنَّهُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ ﴿ فارتقب ﴾ اِنْتَظِرْ اِهْلَاکَهُمْ ﴿ انھم مرتقبون (۵۹) ﴾ هِلَاکُکَ وَهٰذَا قَبْلَ نُزُوْلِ الْاَمرِ بِجِهَادِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک تھوہڑ کا پیڑ (یہ مقام تہامہ میں پیدا ہونے والا سب سے کڑوا درخت زقوم ہے، اللہ ﷻ نے اس درخت کو جہنم میں اگایا ہے ......۱......) گناہ گاروں کی (یعنی ابوجہل اور اس کے ساتھیوں، نیز کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کی) خوراک ہے کڑکڑاتے سیاہ تیل کی تلچھٹ کی طرح (المھل کے معنی کڑکڑاتے سیاہ تیل کی تلچھٹ کے ہیں) پیٹوں میں جوش مارتا ہے (یغلی کو علامت مضارع تاء کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں یہ خبر ثالث ہوگا اور علامت مضارع یاء کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ المھل سے حال ہوگا) جیسے کھولتا پانی جوش مارے (الحمیم کا معنی شدید کھولتا پانی ہے) اسے پکڑو (یعنی اس گناہ گار کو پکڑو، یہ بات کے فرشتوں کی زبانی ارشاد فرمائی جائے گی) اسے بزور گھسیٹے لے جاؤ (فاعتلوہ تاء مکسورہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی زور وقوت سے گھسیٹنا ہے) آگ کے بیچ میں (سواء الجحیم بمعنی وسط النار ہے) پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو (یعنی وہ کھولتا پانی ڈالو جو اس سے جدا نہ ہونے والا ہے، یہ آیت مبارکہ یصب من فوق رءو سھم الحمیم سے زیادہ بلیغ ہے اور پھر اس گناہ گار سے فرمایا جائے گا) چکھ (اس عذاب کو) ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے (اپنے گمان میں اور تیرا کہنا تھا کہ ان دو پہاڑوں کے مابین مجھ سے بڑھ کر عزت والا کرم کوئی نہیں ہے اور اس سے کہا جائے گا) بیشک یہ (عذاب جو تم دیکھ رہے ہو) وہ ہے جس میں تم شبہ کرتے تھے (بہ تمترون بمعنی فیہ تشکون ہے) بیشک ڈر والے امان کی مجلس میں ہیں (جس میں انہیں خوف سے امن ہے، مقام کے معنی مجلس ......۲...... ہے) باغوں (جنت بمعنی بساتین ہے) اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور قنادیز (سندس کے معنی باریک ریشم اور استبرق بمعنی موٹا ریشم ہے......۳......) آمنے سامنے (متقابلین حال ہے، ان کے تختوں کے گھومنے کے سبب وہ ایک دوسرے کی گدیوں کو دیکھ نہ سکیں گے، معاملہ) اسی طرح ہے (کذلک خبر ہے مبتدائے مقدر الامر کی) اور ہم نے انہیں بیاہ دیا (زوجھنم یا تو بمعنی تزویج ہی ہے یا پھر یہ بمعنی قرناھم ہے یعنی ہم نے ان میں ملا دیا) جو حور عین کے ساتھ (گوری رنگت اور خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں کے ساتھ) مانگیں گے (یدعون بمعنی یطلبون ہے) اس میں (یعنی جنت میں کہ لاؤ) ہر قسم کا میوہ امن وامان سے (یعنی وہ ان میوں کے منقطع ہونے اور ان کے مضر اثرات ہونے سے اور ہر خوف دلانے والی سے امن میں ہونگے، امنین حال ہے) اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے (یعنی دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد دنیا میں جو

پہلی موت آئی اس کے بعد وہ دوسری موت نہیں چکھیں گے بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ یہاں الا بمعنی بعد ہے) اور انہیں (ان کے رب نے) آگ کے عذاب سے بچالیا تمہارے رب کے فضل سے (فضل بمعنی تفضل مصدر مفعول مطلق ہے، فعل مقدر تفضل کے لیے) یہی بڑی کامیابی ہے تو ہم نے اسے (یعنی قرآن پاک کو) کہ وہ نصیحت حاصل کریں (یتذکرون بمعنی تیعظون ہے، اور نصیحت قبول کر کے ایمان لے آئیں لیکن یہ لوگ ایمان لے کر نہیں آئے) تو تم انتظار کرو (ان کے ہلاک کئے جانے کا، ارتقب بمعنی انتظو ہے) وہ بھی انتظار میں ہیں (تمہاری ہلاکت کے، یہ امر حکم جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان شجرت الزقوم طعام الاثیم کالمهل یغلی فی البطون کغلی الحمیم﴾

ان شجرت الزقوم: حرف شبہ و اسم، طعام الاثیم: ذوالحال، یغلی فی البطون: فعل با فاعل و ظرف لغو، کاف: جار، غلی الحمیم: مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر "غلیانا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر اول، کالمهل: ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خذوه فاعتلوه الی سواء الجحیم ثم صبوا فوق راسه من عذاب الحمیم﴾

خذوه: فعل امر با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اعتلوه: فعل امر با فاعل و مفعول، الی سواء الجحیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، صبوا: فعل امر با فاعل، فوق راسه: ظرف، من عذاب الحمیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر قول محذوف "یقال لهم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ذق انک انت العزیز الکریم ان هذا ما کنتم به تمترون﴾

ذق: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول محذوف "یقاله" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انک: حرف شبہ و اسم، انت العزیز الکریم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان هذا: حرف شبہ و اسم، ما: موصولہ، کنتم به تمترون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان المتقین فی مقام امین فی جنت وعیون یلبسون من سندس واستبرق متقلبین﴾

ان المتقین: حرف شبہ و اسم، فی مقام امین: جار مجرور مبدل منہ، فی جنت وعیون: جار مجرور بدل، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر، یلبسون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، متقلبین: حال، ملکر فاعل، من سندس واستبرق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک وزوجنهم بحور عین﴾

کذلک: ظرف "الامر" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، زوجنهم: فعل با فاعل و مفعول، ب: جار، حور عین: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یدعون فیھا بکل فاکھۃ امنین لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی﴾

یدعون: فاعل واؤضمیر ذوالحال، فیھا: ظرف لغو اول، بکل فاکھۃ: ظرف لغو ثانی، امنین: اسم فاعل آمیں "ھم" ضمیر مستقر ذوالحال، لایذوقون: فعل بافاعل، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، الموت: مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، الموتۃ الاولی: مستثنی، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، یدعون اپنے متعلقات سے، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل "زوجنھم" کی "ھم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿ووقھم عذاب الجحیم فضلا من ربک ذلک ھو الفوز العظیم﴾

و: عاطفہ، وقھم: فعل وفعل بافاعل ومفعول، عذاب الجحیم: مفعول ثانی، فضلا: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدا، ھو الفوز العظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانما یسرنہ بلسانک لعلھم یتذکرون فارتقب انھم مرتقبون﴾

ف: فصیحیہ، انما: حرف شبہ وما کافہ، یسرنہ: فعل بافاعل ومفعول، بلسانک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، لعلھم: حرف شبہ واسم، یتذکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، ارتقب: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان لم یتعظوا ولم یومنوا بہ" کی جزا، ملکر جملہ شرط، انھم: حرف شبہ واسم، مرتقبون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تھوہڑ کا درخت:

۱.....تھوہڑ یعنی زقوم کا درخت، خاردار، گلے میں جا کر پھندا ڈالے، جب اتارنے کے لئے پانی مانگا جائے گا تو کھولتا ہوا پانی دیا جائے کہ منہ کے قریب ہوتے ہی چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ یہ درخت جہنم کی تہہ میں اُگتا ہے جو کہ جہنمیوں کا کھانا ہے، مجاہد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے اہل دنیا کی معیشت برباد ہوجائے''۔ (الطبری، الجزء:۲۵، ص ۱۵۳)

ابن سلام کہتے ہیں کہ یہ درخت آگ کے شعلوں میں نشونما پاتا ہے جس طرح دنیا میں درخت پانی سے نشونما پاتا ہے، اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿طعام الاثیم﴾ سے مراد یہ ہے کہ گناہگاروں کی غذا ہے، کافروں کی غذا ہے، جس پر دلیل ﴿یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا (الدخان:۴۱)﴾ ہے یعنی ان کے لائق کوئی سفارش نہیں لہذا یہ جہنم میں داخل ہونگے اور ان کی غذا یہی درخت بنے گا۔ سید عالم ﷺ کی روایت کے مطابق یہ جہنم میں ہر فاجر کا کھانا ہوگا۔ (روح البیان، ج۸، ص ۵۷۲)

مجلس کسے کہتے ہیں؟

۲......متذکرہ آیت میں مقام بمعنی مجلس ہے، جس کے معنی موضع قیام ہے۔ایک قول کے مطابق اس سے مراد ٹھہرنے کی جگہیں ہیں چہ جائے کہ ان پر قیام کیا جاتا ہو یا کہ نہیں۔ایک قول کے مطابق اس سے مراد خاص قسم کا جائے قیام ہے لیکن عام طور پر اس کا اطلاق ہر قسم کی جائے قیام پر کیا جانے لگا۔ (روح البیان ،ج۸،ص۵۷٦،الرازی،ج۹،ص٦٦٥)

مفسرین کرام کی عبارت کی روشنی میں یہ نتیجہ بخوبی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جہاں چند لوگوں کا اجتماع ہو جائے ،لوگ وہاں ٹھہر کر کچھ کام کرتے ہوں، وہاں وعظ ونصیحت کا سلسلہ ہوتا ہو، یا دنیاوی امور کی انجام دہی کے لئے کچھ لوگ اکھٹے ہو جاتے ہوں تو ایسی جگہ عندالشرع مجلس کہلاتی ہے۔

جنتی لباس ریشمی کپڑے ہونگے:

۳......انسان بحیثیت مسلمان اگر بات کی جائے تو اپنی ذات پر شریعت کی لگام لگانے میں عافیت ہے، ریشم دنیا میں مرد پر پہننا حرام جب کہ آخرت کی طویل زندگی زہے نصیب کہ محبوب کریم ﷺ کے صدقے میں جنت مل جائے تو لباس بھی ریشم کا ہوگا اور مزید کئی انعامات ملیں گے۔ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا''۔

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''مردو! ریشم نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، بڑے چوڑے پیالے میں کھانا نہ کھاؤ، کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تمہارے لئے آخرت میں (حلال) ہے''۔

(البدور السافرۃ ،باب:لباس اھل الجنۃ، رقم:۱۹۵۸،۱۹۵۹،ص۵٤٦)

اغراض:

ای کدردی الزیت الاسود: یہ''المھل'' کا ایک معنی ہے، اور اس کا اطلاق قیح، پیپ، دھوئیں وغیرہ پر بھی صادق آتا ہے۔حال من المھل: یعنی ﴿تغلی﴾ ''المھل'' سے حال ہے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ ﴿طعام﴾ سے حال ہے اس لئے کہ ﴿طعام﴾ کے وصف کو پگھلے ہوئے تانبے کے ساتھ جوش مارنے سے تشبیہ دی گئی ہے، پس اس صورت میں یہ ﴿المھل﴾ کا وصف نہ ہونے کی بناء پر اسے اس کے ساتھ متصف نہیں کیا جائے گا۔

جروہ بغلظۃ: یعنی سختی کے ساتھ پکڑو، اور لوہے کے گُرز سے ان کے سروں پر ضرب لگاؤ۔من الحمیم الذی: یعنی جب کھولتا پانی پہنچے گا تو عذاب کی شدت میں زیادتی آجائے گی۔ویقال لہ: یعنی جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ اہانت اور تحقیر کا مزہ چکھو۔

ما بین جبلیھا: مکہ کے دونوں اطراف کے پہاڑوں کے مابین رہنے والی قوم، جن کا خیال تھا کہ سید عالم ﷺ سے زیادہ معزز ومکرم ہیں۔

یؤمن فیہ الخوف: یعنی خالق یا مخلوق کا خوف، معنی یہ ہے کہ جس مقام پر نفوس کو امن ہوگا، پس اہل جنت اللہ کے غضب سے امن

میں ہونگے اور تمام اذیت والی چیزوں سے جو ان کے بدن، اہل اور مال میں ہوا کرتی تھیں اور ہر قسم کے خطرات سے مامون ہونگے۔ای مارق من الدیباج: دیباج سے مراد حریر ہے،اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں ریشم مَردوں پر حرام ہے تو ایسا لباس جنت میں نعمت کے طور پر کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ دنیا کا ریشم غلیظ ہے نہ کہ جنت کا، بلکہ جنت کا ریشم اعلیٰ ہے۔ای لا ینظر بعضھم الی قفا بعض: یعنی دوسروں کی گدیوں کی جانب دیکھنا غم میں مبتلا کرتا ہے اور جنت میں غم کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

من التزویج: مراد جوڑا بنانا ہے، یعنی اللہ فرماتا ہے کہ ہم جنت (میں بھی) انہیں جوڑے جوڑے کردیں گے۔واسعات الاعین: یہ ﴿عین﴾ کی تفسیر ہے، یا یہ مراد ہے کہ یہاں مطلق سفید رنگت کی حوریں مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ جنتی حوریں سخت سفید اور سیاہ آنکھوں والی ہونگی اور اس بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا جنت کی حوریں؟ اور حق یہ ہے کہ دنیا کی عورتیں افضل ہیں، کیونکہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک آدمی حوروں سے ستر ہزار کمزوریوں کے ساتھ (بھی) افضل ہے''۔

وھذا قبل الامر بالجھاد: پس یہ آیت: ﴿فارتقب انھم مرتقبون﴾ سے منسوخ ہے، یعنی انہیں بغیر قتال کے مہلت دینے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ ان کے اور آپ (ﷺ) کے مابین فیصلہ فرمادے۔ (الصاوی، ج۵،ص۲۶۳)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ الا "قل للذین امنوا" الایۃ وھی ست او سبع وثلثون آیۃ

(سورۂ جاثیہ مکیہ ہے سوائے مذکورہ بالا آیت نمبر ۱۴ کے، اس سورۂ مبارکہ کی کل آیات ۳۶ یا ۳۷ ہیں)

تعارف سورۃ الجاثیۃ

اس سورت میں چار رکوع، سینتیس آیات، چار سو اٹھاسی کلمات اور دو ہزار ایک سو اکیانوے حروف ہیں۔ عقیدۂ توحید کو تسلیم کرنا ان کے لئے بڑا دشوار تھا اسی دشواری کی دیوار کو منہدم کرنے کیلئے عالم رنگ و بو کی بلندیوں اور پستیوں میں بکھری ہوئی ان روشن نشانیوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی جو پکار پکار کر اپنے بنانے والے کی حکمت بالغہ، قدرتِ کاملہ اور علم محیط کی شہادت دے رہی ہے۔ چشم خرد کھو کر زمین و آسمان کی پہنائیوں کو دیکھو، خود اپنے وجود اور اس کی بوقلمونیوں کی سیر کرو، حیوانات کے بے شمار انواع واقسام پر نگاہ ڈالو، گردش لیل ونہار کے دقیق نظام میں غور وفکر کرو ہر چیز تمہیں خالق علیم کا پتہ دے گی جو قدیر و حکیم بھی ہے اور وحدہ لاشریک بھی ہے البتہ کذاب اور بدکار لوگ قدم قدم فروزاں ان روشن قندیلوں کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ ان کی قدر ومنزلت وہی لوگ جان سکتے ہیں جو فکر وتدبر کے خوگر ہیں۔

رکوع نمبر: ۱۷

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (۱)﴾اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ﴿تنزیل الكتب﴾اَلْقُرْاٰنُ مُبْتَدَاٌ﴿من الله﴾خَبُرُهٗ﴿العزیز﴾فِی مُلْكِهٖ﴿الحكیم (۲)﴾فِی صُنْعِهٖ﴿ان فی السموت والارض﴾اَیْ فِی خَالِقِهِمَا﴿لایت﴾دَالَّةٍ عَلٰی قُدْرَتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَوَحْدَانِيَّتِهٖ تَعَالٰی﴿للمؤمنین (۳) وفی خلقكم﴾اَیْ خَلْقِ كُلٍّ مِنْكُمْ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ عَلَقَةٍ ثُمَّ مُضْغَةٍ اِلٰی اَنْ صَارَ اِنْسَانًا﴿و﴾خَلْقِ﴿ما یبث﴾یُفَرِّقُ فِی الْاَرْضِ﴿من دابة﴾هِیَ مَا يُدَبُّ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ النَّاسِ وَغَيْرِهِمْ﴿ایت لقوم یوقنون (۴)﴾بِالْبَعْثِ﴿و﴾فِی﴿اختلاف الیل والنهار﴾ذِهَابِهِمَا وَمَجِيْئِهِمَا﴿وما انزل الله من السماء من رزق﴾مَطَرٍ لِاَنَّهٗ سَبَبُ الرِّزْقِ﴿فاحیا به الارض بعد موتها وتصریف الریح﴾تَقْلِيْبِهَا مَرَّةً جُنُوْبًا وَمَرَّةً شِمَالًا وَبَارِدَةً وَحَارَّةً﴿ایت لقوم یعقلون (۵)﴾الدَّلِيْلَ فَيُؤْمِنُوْنَ﴿تلك﴾الْاٰيٰتُ الْمَذْكُوْرَةُ﴿ایت الله﴾حُجَجُهُ الدَّالَّةُ عَلٰی وَحْدَانِيَّتِهٖ﴿نتلوها﴾نَقُصُّهَا﴿علیك بالحق﴾مُتَعَلِّقٌ بِنَتْلُوْهَا﴿فبای حدیث بعد الله﴾اَیْ حَدِيْثِهٖ وَهُوَ الْقُرْاٰنُ﴿وایته﴾حُجَجِهٖ﴿یؤمنون (۶)﴾اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ اَیْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَفِی قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ﴿ویل﴾ كَلِمَةُ عَذَابٍ﴿لكل افاك﴾ كَذَّابٍ﴿اثیم (۷)﴾ كَثِيْرِ الْاِثْمِ﴿یسمع ایت الله﴾الْقُرْاٰنِ﴿تتلی علیه ثم یصر﴾عَلٰی كُفْرِهٖ﴿مستكبرا﴾مُتَكَبِّرًا عَنِ الْاِيْمَانِ﴿كان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (۸)﴾مُؤْلِمٍ﴿واذا علم من ایتنا﴾اَیِ الْقُرْاٰنِ﴿شیئا اتخذها هزوا﴾اَیْ مَهْزُوًّا بِهَا﴿اولئك﴾اَیِ الْاَفَّاكُوْنَ﴿لهم عذاب مهین (۹)﴾ذُوْ اِهَانَةٍ﴿من ورائهم﴾اَیْ اِمَامِهِمْ لِاَنَّهُمْ فِی الدُّنْيَا﴿جهنم ولا یغنی عنهم ما كسبوا﴾مِنَ

الْمَالِ وَالْفِعَالِ﴿شيئا ولا ما اتخذوا من دون الله﴾اَيِ الْاَصْنَامِ﴿اولياء ولهم عذاب عظيم(۱۰)هذا﴾اَيِ الْقُرْاٰنُ﴿هدى﴾مِنَ الضَّلَالَةِ﴿والذين كفروا بايت ربهم لهم عذاب﴾حَظٌّ﴿من رجز﴾اَىْ عَذَابٍ﴿اليم(۱۱)﴾موجع.

﴿ترجمہ﴾

حم (اس کی جومراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) کتاب (یعنی قرآن پاک) کا اتارنا ہے ("تنزیل الکتب" مبتدا ہے) اللہ کی طرف سے (من اللہ...... الخ خبر ہے) جو غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) بیشک آسمانوں اور زمین میں (یعنی ان دونوں کی پیدائش میں) نشانیاں ہیں (اللہ ﷻ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی......۱......) ایمان والوں کے لیے اور تمہاری پیدائش میں (یعنی تم سب کی مکمل پیدائش میں نطفہ سے خون بست، پھر گوشت کی بوٹی بننے سے لے کر مکمل انسان ہونے تک میں......۲......) اور (ان کی پیدائش میں) جو جانور وہ پھیلاتا ہے (یعنی زمین میں جنہیں منتشر فرماتا ہے، دابة زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں یعنی انسانوں وغیرہ کو) ان میں نشانیاں ہیں (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر) یقین رکھنے والوں کے لیے اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں (یعنی ان کے آنے اور جانے میں) اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے رزق (یعنی بارش کو) اتارا (بارش کو رزق اس لیے فرمایا کہ یہ رزق کا سبب ہے......۳......) تو اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں (یعنی ہواؤں کے بدلنے میں کہ کبھی ہوا جنوبی ہوتی ہے کبھی شمالی، کبھی ٹھنڈی تو کبھی گرم) نشانیاں ہیں (دلیل کو) سمجھنے والوں کے لیے (کہ وہ ان دلائل کو سمجھ کر ایمان لے آئیں) یہ (یعنی آیات مذکوہ) اللہ کی آیتیں ہیں (اس کے دلائل ہیں جو اس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں......۴......) کہ ہم بیان کرتے ہیں (نتلوها بمعنی نقصها ہے) تم سے حق کے ساتھ ("بالحق" نتلو کے متعلق ہے) پھر اللہ (کی بات یعنی قرآن پاک) کو اور اس کی آیتوں کو (یعنی اس کے دلائل کو) چھوڑ کر وہ (یعنی کفار مکہ) کونسی بات پر ایمان لائیں گے (یعنی یہ لوگ ایمان لے کر نہیں آئیں گے، ایک قرائت میں "یومنون" علامت مضارع تاء کے ساتھ ہے) خرابی ہے ("ویل" کلمہ عذاب ہے) ہر بڑے جھوٹے (افاک بمعنی کذاب ہے، باکثرت) گناہ کرنے والے کے لیے (اثیم بمعنی کثیر الاثم......۵......ہے) اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) کو سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر اصرار کرتا ہے (کفر پر) تکبر کرتا (ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے......۶......) گویا انہیں سنا ہی نہیں تو اسے خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی (الیم بمعنی مؤلم ہے) اور جب ہماری آیتوں میں سے (یعنی شرک میں سے) کسی پر اطلاع پائے اس کی ہنسی بناتا ہے (یعنی اس کے ذریعے ہنسی کرتا ہے) ان کے لیے (ان کذابوں کے لیے) خواری کا عذاب ہے (مهین بمعنی ذو اهانة ہے) ان کے آگے (وراء کے معنی آگے ہے کیونکہ یہ لوگ عند الکلام دنیا میں تھے) جہنم ہے اور انہیں کچھ کام نہ آئے جو (اموال اور افعال) انہوں نے کمایا اور نہ وہ جو اللہ کے سوا (یعنی بت) حمایتی ٹھہرا رکھے تھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یہ (یعنی یہ قرآن پاک) راہ دکھاتا ہے (گمراہی سے) اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے دردناک عذاب میں سے عذاب (کا حصہ) ہے (من رجز سے پہلے حظ محذوف ہے، رجز بمعنی عذاب ہے، اور الیم بمعنی موجع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم تنزيل الكتب من الله العزيز الحكيم﴾

حم: "هذه" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزيل الكتب: مبتدا، من: جار، الله: موصوف، العزيز الحكيم: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی السموت والارض لایت للمومنین وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایت لقوم یوقنون﴾
ان: حرف شبہ، فی السموت والارض: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، للمومنین: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، فی: جار، خلقکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یبث من دابۃ: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، ایت: موصوف، لقوم یوقنون: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واختلاف الیل والنھار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریح ایت لقوم یعقلون﴾
و: عاطفہ، اختلاف الیل والنھار: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، انزل اللہ: فعل بافاعل، من السماء: ظرف لغو، من رزق: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احیابہ: فعل بافاعل وظرف لغو، الارض: ذوالحال، بعد موتھا: ظرف متعلق بحذوف حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ملکر صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، تصریف الریح: معطوف ثانی، ملکر تقدیری جار مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، ایت: موصوف، لقوم یعقلون: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تلک ایت اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وایتہ یومنون﴾
تلک: مبتدا، ایت اللہ: ذوالحال، نتلو: فعل بافاعل، ھا: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، علیک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ب: جار، ای: مضاف، حدیث: موصوف، بعد اللہ: ظرف متعلق بحذوف صفت، ملکر معطوف علیہ، و ایتہ: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، یومنون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویل لکل افاک اثیم یسمع ایت اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعھا﴾
ویل: مبتدا، لام: جار، کل: مضاف، افاک: موصوف، اثیم: صفت اول، یسمع: فعل بافاعل، ایت اللہ: ذوالحال، تتلی علیہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یصر: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، مستکبرا: حال اول، کان: مخففہ من الثقیلۃ باضمیر شان محذوف "ہ" اسم، لم یسمعھا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبشرہ بعذاب الیم واذا علم من ایتنا شیئا اتخذھا ھزوا﴾
ف: فصیحیہ، بشرہ: فعل امر بافاعل ومفعول، بعذاب الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، علم: فعل بافاعل، من ایتنا: ظرف مستقر حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اتخذھا: فعل بافاعل ومفعول اول، ھزوا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولئک لھم عذاب مھین من ورائھم جھنم﴾
اولئک: مبتدا، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب مھین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، من ورائھم: ظرف مستقر خبر مقدم، جھنم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا یغنی عنھم ما کسبوا شیئا ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء﴾
و: عاطفہ، لا یغنی عنھم: فعل نفی وظرف لغو، ما کسبوا: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ما: موصولہ، اتخذوا: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر مفعول اول، ہ: ضمیر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر

معطوف،ملکر فاعل،شیئا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولهم عذاب عظيم هذا هدى والذين كفروا بايت ربهم لهم عذاب من رجز اليم﴾

و:عاطفہ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب عظیم:مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،ھذا:مبتدا،ھدی:خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،و:عاطفہ،الذین کفروا بایت ربھم:موصول صلہ،ملکر مبتدا،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب:موصوف،من رجز:ظرف مستقر صفت اول،الیم:صفت ثانی،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ویل لکل افاک اثیم......☆ یہ نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جو عجم کے قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآن پاک سننے سے روکتا تھا اور یہ آیت ہر ایسے شخص کے لئے عام ہے جو دین کو ضرر پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

زمین و آسمان کا نشانی ہونا:

۱......آسمان میں موجود سورج، چاند، ستارے اور زمین میں پہاڑ، دریا، ریگستان، درخت، پودے، زمینی حیوان، الغرض جس چیز کی طرف نگاہ ڈالی جائے اللہ ﷻ کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔ انسان کسی چیز کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اِسے دیکھ کر مجھے خدا یاد نہیں آیا بلکہ جس جس چیز کو دیکھے، جہاں جہاں دیکھے قدرت کے عظیم کارناموں پر بین دلیل ہے۔ نظامِ قدرت نے انسان کو اِس فکر میں مبتلا کرنا چاہا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں جہاں انسان جیسی اشرف المخلوقات رہتی ہے اس کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت اور اس کے بے بہا انعام و اکرام و تجلیات کے ظہور کو چھوڑ کر کہیں جائے پناہ نہیں۔

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل:

۲......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اللہ ﷻ نے ہفتے کے دن مٹی کو پیدا فرمایا، اتوار کے دن پہاڑوں کو، پیر کے دن درختوں کو، ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، بدھ کے روز نور کو، جمعرات کے دن زمین میں چوپائے بسائے اور جمعہ کے دن سب سے آخر میں عصر کے وقت کی آخری گھڑیوں میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا''۔

(صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة ،باب ابتداء الخلق و خلق آدم ،رقم :(٦٩٤٨)/٢٧٨٩، ص١٣٧٤)

اور پیدائشِ انسان کی ابتداء مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدرے پانی کے خلاصے سے، قرار پکڑنے کی جگہ میں پھر اسے سننے اور دیکھنے والا کر دیا، کہ وہ اس سے پہلے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اور انسان کو علم اور تعلیم سے شرف بخشا اور اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے عزت والے بے مثل ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور اس مجسمے کو صورت دی، اور اس میں اپنی روح پھونکی، اور فرشتوں نے اسے سجدہ کیا، اور اس سے اس کا جوڑا بی بی حوا ''ام البشر'' کو بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے مانوس کر دیا، اور دونوں جنت میں رہنے لگے۔ اللہ ﷻ نے ان دونوں پر اپنی نعمتیں مکمل فرمائیں، پھر ان دونوں کو زمین پر بھیج دیا جس میں اس حکمت والے رب ﷻ کی حکمت کارفرما تھی، اور آدم و حوا علیہما السلام سے زمین میں کئی مرد و عورتیں پھیلا دیں اور اپنی قدرت عظیمہ سے انہیں بادشاہ اور رعایا، فقراء اور غرباء، آزاد اور غلام کر دیا۔ (البداية و النهاية، ج ١،ص٥)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انسان کو تین مرتبہ بنایا گیا، چمٹنے والی مٹی سے، خشک مٹی سے اور سیاہ بدبودار مٹی

سے۔ابن عسا کر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتی کہ وہ چمٹنے والی ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتی کہ وہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہوگئی، پھر اللہ عزوجل نے اپنے شایانِ شان ہاتھ سے ان کا پتلا بنایا حتی کہ وہ خشک ہوگیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹی ہوگیا جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھنکتی ہوئی آواز نکلے۔

(الدرالمنثور، ج٤، ص ١٨٢)

نزول بارش سے رزق کو تعبیر کرنا:

۳.....زمین سے پیدا ہونے والی انواع اقسام کی کھیتیاں اور پھل پھول سب کے سب بارش کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ حقیقی قدرت اللہ جل جلالہ ہی کی ہے لیکن مجازاً بارش کی جانب نسبت کی گئی۔یہی بارش اگر بنجر علاقوں میں ہو تو کانٹے دار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں اُگاتی لہذا بارش اگر چہ سبب ہے لیکن مسبب الاسباب ذات اللہ عزوجل کی ہے کہ وہی نہ چاہے تو کچھ نہیں ہوسکتا۔

متذکرہ رکوع سے اجمالا نشانیوں کا بیان:

۴.....سورۃ الجاثیہ کے ابتداء میں اللہ جل جلالہ نے جن نشانیوں کا ذکر کیا ان کا اجمالی خاکہ یوں ہے کہ سب سے پہلے زمین وآسمان کو نشانی قرار دیا کیونکہ یہ بندوں کی نظر میں سب سے عظیم نعمتیں ہیں کہ باقی ساری نعمتیں ان ہی کے وجود سے ہیں یعنی باقی ساری نعمتیں یا تو زمین میں پھیلی ہوئی ہیں یا آسمانوں میں جڑی ہوئی ہیں لہذا سب سے پہلے زمین وآسمان کا بیان کیا، پھر زمین پر بسنے والی مخلوق جن میں انسان ہوں یا حیوان، چرند، پرند الغرض سب ہی داخل ہیں تاہم خاص طور پر دابۃ کا لفظ استعمال کیا گیا۔دن ورات کی تبدیلی نظام قدرت کا عظیم شاہکار ہے اور اس میں کبھی بھی کہیں بھی کوئی تبدیلی آج تک نہ آئی ہے اور نہ تا قیام قیامت آنے والی ہے۔ساتھ ہی بارش اور ہواؤں کا ذکر کیا کہ رزق کی فراہمی کا یہ مؤثر ذریعہ ہیں۔لیکن ان تمام نشانیوں کو وہی مانے گا جو ایمان لاتا ہے جس کی عقل میں خلل آگیا ہو وہ نہیں مانتا بلکہ وہ تو نقص بیان کرتا ہے۔

آیت کے تناظر میں کوئی خاص گناہگار مراد ہے یا......:

۵.....آیت کے شان نزول کے تحت اگر چہ نضر بن الحرث کا نام بیان کیا جاتا ہے لیکن اس سے حاصل ہونے والا حکم عمومی ہے اور یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی آیتوں پر ایمان لانا، دل وجان سے سرِ تسلیم خم کرنا، عمل کرنا، دوسروں تک صحیح معنوں میں پہنچانا، سب ہی ضروری ہے۔یہی اسلام کا درس ہے اور اسی میں مومن کی شان ہے۔جو اِن سب سے کنارہ کرے وہ اپنے ایمان کی کیفیت کو دیکھ لے۔قرآن کی آیات اگر چہ کسی خاص تناظر میں نازل ہوتی ہیں لیکن اس سے حکم عمومی اعتبار ہی سے نکلتا ہے۔

تکبر کی مذمت:

٦.....اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنا پسندیدہ حلہ یعنی لباس پہنے، کنگھا کر کے اتراتا ہوا چل رہا تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه، رقم :٥٧٨٩/٥٧٩٠، ص ١٠٢١)

☆.....حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو زرد رنگ کے کپڑوں میں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کفار کے رنگ ہیں انہیں نہ پہنا کرو''۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: النهی عن لبس، رقم :(٥٣٢٧)/٢٠٧٧، ص ١٠٥٠)

اغراض:

وتری کل امة جاثیة: اس سورت کو ''سورۃ الشریعة '' بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں ﴿ثم جعلناک علی شریعة﴾ کا قول مذکور ہے۔ مکیة الا قوله: ﴿قل للذین امنوا ﴾ سے لے کر ﴿ایام الله﴾ تک، حضرت ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق آیت مذکورہ مدنی ہے، عبداللہ بن اُبَی نے سید عالم ﷺ کی جانب عیب کی نسبت کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کرنا چاہا، پس یہ آیت نازل ہوئی، پھر اس آیت کو آیت جہاد سے منسوخ کر دیا گیا۔

فی صنعه: اللہ عزوجل ہر چیز کو اس کے محل میں رکھتا ہے، پس اللہ نے اپنی حکمت کے مطابق معزز ترین کتاب قرآن مجید کو اپنے خاص بندے محمد ﷺ پر نازل کیا۔ای فی خلقهما: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے اور اس کی صراحت اللہ کے اس فرمان: ﴿ان فی خلق السموت والارض﴾ میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ ال عمران کے تحت ہو چکی ہے۔

هی ما یدب: بمعنی یتحرک ہے۔الآیات المذکورة: یعنی آسمان وزمین اور اس کے بعد کے ذکر سے متعلق آیات مراد ہیں۔ای لا یؤمنون: کے ذریعے آیت میں استفہام انکاری کی جانب اشارہ ہے۔کذاب: یعنی اللہ اور اس کی تخلیق کے بارے میں بہت زیادہ جھوٹ بولنے کی مذمت کا بیان ہے۔کلمة عذاب: مطلق عذاب اور مطلق وادیٔ جہنم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔کثیر الاثم: یعنی معصیت کا بہت زیادہ ہونا۔ای الافاکون: افاک کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے جمع لائے۔ای امامهم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿وراء﴾ کا اطلاق جہاں پیچھے رہنے کے حوالے سے کیا جاتا ہے وہیں آگے نکل جانے کے حوالے سے بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ ''جون'' کا اطلاق سفید و سیاہ دونوں پر ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲٦٦ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۸

﴿الله الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک﴾ السُّفُنُ ﴿فیه بامره﴾ بِاِذْنِهٖ ﴿ولتبتغوا﴾ تَطْلُبُوْا بِالتِّجَارَةِ ﴿من فضله ولعلکم تشکرون (۱۲) وسخر لکم ما فی السموت﴾ مِنْ شَمْسٍ وَقَمَرٍ وَنَجْمٍ وَمَاءٍ وَغَیْرِهٖ ﴿وما فی الارض﴾ مِنْ دَابَّةٍ وَشَجَرٍ وَنَبَاتٍ وَاَنْهَارٍ وَغَیْرِهٖ اَیْ خَلَقَ ذٰلِکَ لِمَنَافِعِکُمْ ﴿جمیعا﴾ تَاکِیْدٌ ﴿منه﴾ حَالٌ اَیْ سَخَّرَهَا کَائِنَةً مِّنْهُ تَعَالٰی ﴿ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون (۱۳)﴾ فِیْهَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿قل للذین امنوا یغفروا للذین لا یرجون﴾ یَخَافُوْنَ ﴿ایام الله﴾ وَقَائِعَهٗ اَیْ اِغْفِرُوْا لِلْکُفَّارِ مَاوَقَعَ مِنْهُمْ مِنَ الْاَذٰی لَکُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِجِهَادِهِمْ ﴿لیجزی﴾ اَیِ اللّٰهُ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ ﴿قوما بما کانوا یکسبون (۱۴)﴾ مِنَ الْغَفْرِ لِلْکُفَّارِ اَذَاهُمْ ﴿من عمل صالحا فلنفسه﴾ عَمِلَ ﴿ومن اساء فعلیها﴾ اَسَاءَ ﴿ثم الی ربکم ترجعون (۱۵)﴾ تَصِیْرُوْنَ فَیُجَازِی الْمُصْلِحَ وَالْمُسِیْءَ ﴿ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتب﴾ التَّوْرٰةَ ﴿والحکم﴾ بِهٖ بَیْنَ النَّاسِ ﴿والنبوة﴾ لِمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ مِنْهُمْ ﴿ورزقنهم من الطیبت﴾ الْحَلَالَاتِ کَالْمَنِّ وَالسَّلْوٰی ﴿وفضلنهم علی العلمین (۱٦)﴾ عَالِمِیْ زَمَانِهِمُ الْعُقَلَاءِ ﴿واتینهم بینت من الامر﴾ اَمْرِ الدِّیْنِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَبَعْثِهٖ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ ﴿فما اختلفوا﴾ فِیْ بِعْثَتِهٖ ﴿الا من بعد ما جاء هم العلم بغیا بینهم﴾ اَیْ لِبَغْیٍ حَدَثَ بَیْنَهُمْ حَسَدًا لَهٗ ﴿ان ربک یقضی بینهم یوم القیمة فیما کانوا فیه یختلفون (۱۷) ثم جعلنک﴾ یَامُحَمَّدُ ﴿علی شریعة﴾ طَرِیْقَةٍ ﴿من

الامر﴾اَمْرِ الدِّیْنِ﴿فاتبعها ولا تتبع اهواء الذین لا یعلمون(۱۸)﴾فِی عِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰهِ﴿انهم لن یغنوا﴾یَدْفَعُوْا﴿عنک من الله﴾مِنْ عَذَابِهٖ﴿شیئا وان الظلمین﴾الْکَافِرِیْنَ﴿بعضهم اولیاء بعض والله ولی المتقین(۱۹)﴾اَلْمُؤْمِنِیْنَ﴿هذا﴾الْقُرْاٰنُ﴿بصائر للناس﴾مَعَالِمُ یَتَبَصَّرُوْنَ بِهَا فِی الْاَحْکَامِ وَالْحُدُوْدِ﴿وهدی ورحمة لقوم یوقنون(۲۰)﴾بِالْبَعْثِ﴿ام﴾بِمَعْنٰی هَمْزَةِ الْاِنْکَارِ﴿حسب الذین اجترحوا﴾اِکْتَسَبُوْا﴿السیات﴾الْکُفْرَ وَالْمَعَاصِیْ﴿ان نجعلهم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء﴾خَبَرٌ﴿محیاهم ومماتهم﴾مُبْتَدَأٌ وَمَعْطُوْفٌ وَالْجُمْلَةُ بَدَلٌ مِنَ الْکَافِ وَالضَّمِیْرَانِ لِلْکُفَّارِ اَلْمَعْنٰی اِحْسِبُوْا اَنْ نَجْعَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ فِیْ خَیْرٍ کَالْمُؤْمِنِیْنَ اَیْ فِیْ رَغَدٍ مِنَ الْعَیْشِ مُسَاوٍ لِعَیْشِهِمْ فِی الدُّنْیَا حَیْثُ قَالُوْا لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَئِنْ بُعِثْنَا لَنُعْطٰی مِنَ الْخَیْرِ مِثْلَ مَا تُعْطَوْنَ قَالَ تَعَالٰی عَلٰی وَفْقِ اِنْکَارِهٖ بِالْهَمْزَةِ﴿ساء ما یحکمون(۲۱)﴾اَیْ لَیْسَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ فَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ عَلٰی خِلَافِ عَیْشَتِهِمْ فِی الدُّنْیَا وَالْمُؤْمِنُوْنَ فِی الْاٰخِرَةِ فِی الثَّوَابِ بِعَمَلِهِمُ الصَّالِحَاتِ فِی الدُّنْیَا مِنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ وَالصِّیَامِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ وَمَا مَصْدَرِیَّةٌ اَیْ بِئْسَ حُکْمًا حُکْمُهُمْ هٰذَا.

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کردیا کہ اس میں اس کے اذن سے کشتیاں (الفلک بمعنی السفن ہے) چلیں ......۱...... (بامرہ بمعنی باذنہ ہے) اور اس کے لیے تم تلاش کرو (یعنی تجارت کرکے طلب کرو) اس کا فضل اور اس لیے کہ حق مانو اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں (یعنی سورج، چاند، ستارے اور پانی وغیرہ) اور جو کچھ زمین میں (یعنی چوپائے درخت، نباتات، نہریں وغیرہ سب تمہارے نفع کو بنائے) سب کچھ (جمیعا تاکید کے لئے ہے) اپنی طرف سے (ان اشیاء کا تمہارے لیے مسخر کیا جانا اللہ کی طرف سے ہے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں (ان میں) تفکر کرنے والوں کے لیے (کہ غور وفکر کرکے ایمان لے آئیں) ایمان والوں سے فرماؤ درگزر کریں ان سے جو امید نہیں رکھتے (یعنی نہیں ڈرتے) اللہ کے دنوں سے (ایام اللہ بمعنی وقائعہ ہے معنی آیت یہ ہے کہ اے مسلمانوں کفار کی طرف سے تمہیں جو اذیتیں ملی ہیں تم ان سے درگزر کرو یہ امر حکم جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) تاکہ وہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) بدلہ دے (ایک قرائت میں لیجزی کو علامت مضارع نون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) ایک قوم کو اس کی کمائی کا (یعنی مسلمانوں کو ایذائے کفار سے درگزر کرنے کا) جو بھلا کام کرے تو اپنے لیے (اس نے عمل کیا) اور برا کرے تو اپنے برے کو (یعنی اس نے اپنا ہی برا کیا) پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے (تو وہ نیکوکار اور بدکار کو بدلہ دیگا، ترجعون بمعنی تصیرون ہے) اور بیشک ہم نے عطا کی بنی اسرائیل کو کتاب (یعنی تورات) اور حکم (لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب) اور نبوت (حضرت موسیٰ علیہ السلام وھارون علیہ السلام کو جو بنی اسرائیل سے تھے) اور ہم نے انہیں ستھرا رزق دیا (یعنی رزق حلال دیا، جیسے من وسلوی) اور انہیں زمانے والوں پر (یعنی ان کے زمانے کے عقلاء پر......۲......) فضیلت بخشی اور ہم نے انہیں اس امر کی (یعنی امر دین کی) روشن دلیلیں دیں (حلال اور حرام اور بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) تو انہوں نے اختلاف نہ کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں) مگر بعد اس کے کہ علم ان کے پاس آچکا آپس کی عداوت سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کے سبب ان میں پیدا ہوئی) بیشک تمہارا رب ان میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے ہیں پھر ہم نے تمہیں (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کام

(یعنی دین کے کام......الخ......) کے راستے پر (شریعة بمعنی طریقة ہے) تو اسی راہ پر چلو اور ان کی خواہشوں کی اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے (یعنی جو غیر اللہ کی عبادت میں مگن ہیں) بیشک وہ ہرگز تم سے دور نہ کر سکیں گے (یغنوا بمعنی یدفعوا ہے) اللہ (کے عذاب) کو (اسم جلالت سے ماقبل لفظ عـــذاب مضاف مقدر ہے) کچھ بھی اور بیشک ظالم (یعنی کافر) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور متقین (یعنی مومنین) کا دوست اللہ ہے یہ (یعنی قرآن پاک) لوگوں کی آنکھیں کھولتا ہے (یعنی ایسی رہنمائی ہے جس کے ذریعے احکام وحدود کے بارے بصیرت ہوتی ہے) اور (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر) یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت ورحمت، کیا یہ سمجھتے ہیں وہ جنہوں نے ارتکاب کیا برائیوں کا (کفر وگناہوں کا، اجترحوا بمعنی اکتسبوا ہے) ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ برابر ہو جائے (سواء یہ خبر ہے) ان کی زندگی اور موت (محیاھم ومماتھم بصورت معطوف مبتدا ہے یہ جملہ سواء محیاھم ومماتھم کالذین ......الخ سے بدل ہے اور محیاھم مماتھم دونوں کی ضمیر کا مرجع کفار ہے معنی آیت یہ ہے کیا کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آخرت میں خیر کے معاملے میں ہم انہیں مسلمانوں کی طرح کردیں گے یعنی مسلمانوں کی خوشگوار ووسیع افزا زندگانی ان کے دنیاوی عیش کے مساوی ہوگی......الخ......؟ کفار مسلمانوں سے کہا کرتے تھے اگر مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ اٹھایا بھی گیا تب بھی ہمیں اس سے اچھی نعمتیں ہی ملیں گی جو تم کو ملی ہونگی، اللہ عزوجل نے ہمزہ انکاری کے ذریعے ان کی اس بات کی تردید اور ان پر انکار فرمایا ہے) کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں (یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے کفار اپنے دنیاوی عیش کے برخلاف آخرت میں عذاب میں ہوں گے اور مسلمان اپنے دنیا میں کئے گئے نیک کاموں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج، وغیرہ کے سبب آخرت میں ان نیکیوں کے ثواب میں ہوں گے، ما یحکمون میں ما مصدریہ بمعنی بئس حکما حکمھم ھذا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون﴾

الـلـــــہ: مبتدا، الـــذی: موصول، ســــخـــر لـــکـــم الـبـحـــر: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، لام: جار، تـجـری: فعل، الـفـلـک: ذوالحال، بـامـرہ: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فیـہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، تبـتـغـوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لـعـلـکـم تشـکـرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر بافاعل، من فضلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسخر لکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون﴾

و: عاطفہ، ســخـر لـکـم: فعل بافاعل وظرف لغو، مـــا فـی الـسـمـوت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مـــا فـی الارض: معطوف، ملکر ذوالحال، جـمـیـعـا: حال اول، مـنـــہ: ظرف مستقر حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف شبہ، فـی ذلـک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یتفکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل للذین امنوا یغفروا للذین لایرجون ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون﴾

قـل لـلـذیـن امنوا: قول، یـغـفـروا: فعل بافاعل، لام: جار، الـذیـن لایـرجـون ایـام الـلـہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، لام: جار، یـجـزی قوما: فعل بافاعل ومفعول، بـمـا کانوا یکسبون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "اغفروا" جملہ امر کیلئے جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ثم الی ربکم ترجعون﴾

من: شرطیہ مبتدا، عمل صالحا: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ ،لنفسہ ظرف مستقر فعل محذوف "عمل" کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ،و: عاطفہ ،من: شرطیہ مبتدا، اساء: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ ،علیہا ظرف مستقر "السوئۃ" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ثم: عاطفہ ،الی ربکم ظرف لغو مقدم ،ترجعون: فعل با نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد اتینا بنی اسراء یل الکتب والحکم والنبوۃ﴾

و: مستانفہ ،لام قسمیہ ،قد تحقیقیہ ،اتینا: فعل بافاعل ،بنی اسراء یل: مفعول اول ،الکتب: معطوف علیہ ،والحکم والنبوۃ: معطوفات ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿ورزقنہم من الطیبت وفضلنہم علی العلمین﴾

و: عاطفہ ،رزقنہم: فعل بافاعل ومفعول ،من الطیبت: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ایتنا" پر معطوف ہے ،و: عاطفہ ،فضلنہم: فعل بافاعل ومفعول ،علی العلمین: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ایتنا" پر معطوف ہے۔

﴿واتینہم بینت من الامر فما اختلفوا الا من بعد ما جاء ہم العلم بغیا بینہم﴾

و: عاطفہ ،اتینہم: فعل بافاعل ومفعول ،بینت: موصوف ،من الامر: ظرف مستقر صفت ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،ما اختلفوا: فعل نفی بافاعل ،الا: اداۃ حصر ،من: جار ،بعد: مضاف ،ما: مصدریہ ،جاء ہم العلم: فعل ومفعول وفاعل ،بغیا: موصوف ،بینہم: ظرف متعلق بمحذوف صفت ،ملکر مفعول لہ ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربک یقضی بینہم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون﴾

ان ربک: حرف شبہ واسم ،یقضی: فعل "ھو" ضمیر مستقر ذوالحال ،یوم القیمۃ: ظرف متعلق بمحذوف حال ،ملکر فاعل ،بینہم: ظرف ،فیما کانوا فیہ یختلفون: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم جعلنک علی شریعۃ من الامر فاتبعہا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون﴾

ثم: عاطفہ ،جعلنک: فعل بافاعل ومفعول ،علی: جار ،شریعۃ: موصوف ،من الامر: ظرف مستقر صفت ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،اتبعہا: فعل امر بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،لا تتبع: فعل نہی بافاعل ،اھواء: مضاف ،الذین لا یعلمون: موصول صلہ ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انہم لن یغنوا عنک من اللہ شیئا وان الظلمین بعضہم اولیاء بعض واللہ ولی المتقین﴾

انہم: حرف شبہ واسم ،لن یغنوا: فعل نفی بافاعل ،عنک: ظرف لغو ،من اللہ: ظرف لغو ثانی ،شیئا: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،ان الظلمین: حرف شبہ واسم ،بعضہم: مبتدا ،اولیاء بعض: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،اللہ: مبتدا ،ولی المتقین: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوقنون﴾

ھذا: مبتدا ،بصائر: موصوف ،للناس: ظرف مستقر صفت ،ملکر معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،ھدی: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،رحمۃ: معطوف ،ملکر موصوف ،لقوم یوقنون: ظرف مستقر صفت ،ملکر معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلهم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاهم ومماتهم﴾
ام: منقطعہ بمعنی ھمزہ وبل، حسب: فعل، الذین اجترحوا السیات: موصول صلہ ملکر فاعل، ان: مصدریہ، نجعلهم: فعل بافاعل ومفعول اول، کاف: جار، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر ذوالحال، سواء: مصدر، محیاهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مماتهم: معطوف، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿ساء مایحکمون﴾ ساء: فعل ذم، مایحکمون: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......قل للذین امنوا...... ☆شان نزول میں کئی قول ہیں ایک یہ کہ غزوہ بنی مصطلق میں مسلمان بیر مریسیع پر اترے یہ ایک کنواں تھا عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے غلام کو پانی کے لئے بھیجا وہ دیر میں آیا تو اس سے دریافت کیا اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنویں کے کنارے پر بیٹھے تھے جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مشکیں نہ بھر گئیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو پانی بھرنے نہ دیا یہ سن کر اس بدبخت نے ان حضرات کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تلوار لے کر تیار ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس تقدیر پر یہ آیت مدنی ہوگی۔ مقاتل کا قول ہے کہ قبیلۂ بنی غفار کے ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو آپ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آیت ﴿من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا (الحدید: ۱۱)﴾ نازل ہوئی تو فنحاص یہودی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب محتاج ہو گیا (معاذ اللہ) اس کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچی اور اس کی تلاش میں نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر انہیں واپس بلوا لیا۔
☆......کالذین امنوا وعملوا الصلحت...... ☆مشرکین مکہ کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہو تو ہم ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے کشتی کا چلنا:

۱......دریاؤں اور بڑے بڑے سمندروں میں کشتی چلنا یقیناً اللہ عزوجل کی قدرت کے مرہون منت ہے، کہ اللہ عزوجل نے ہواؤں کو اس قابل کر دیا کہ مخالف سمت نہ چلیں بلکہ اسی سمت میں چلیں جس جانب کشتی نے سفر اختیار کرنا ہے۔(۲)......زمین کی کشش ثقل بھاری چیز کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے، لیکن ہزاروں ٹن وزنی بڑے بڑے جہاز پانی کی سطح پر عمدگی سے تیزے چلے جاتے ہیں، یہ بھی اللہ عزوجل کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔(۳)......ان کشتیوں کے چلنے کے لئے ایندھن، گیس اور تیل کا اہتمام اللہ عزوجل کی قدرت کے تحت ہے۔(۴)......انسان کو عقل وفہم عطا فرمائی اور ہنر سکھا دیا کہ کس طرح بحری سفر اختیار کرنے کے لئے بڑے اور چھوٹے جہاز بنائے جا سکتے ہیں؟۔

عقل کی تعریف اور تناظر میں بحث:

۲......امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: علم کو قبول کرنے والی قوت کا نام عقل ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے انسان اسی قوت کے ذریعے جسے عقل کہتے ہیں علم حاصل کرتا ہے۔(المفردات، ص ۳۴۵)۔ پھر اہل علم نے عقل کی دو اقسام کی ہیں: عقل طبعی جس کی

مثال ذیل میں موجود پہلی حدیث ہے جو انسان کے دماغ میں مرکوز ہے، جس سے انسان اچھے بُرے کی تمیز کرسکتا ہے۔ باقی احادیث کا تعلق عقل سمعی سے ہے اور اس سے مراد وہ علوم ہیں جو کسی سے سن کر، کتابوں سے پڑھ کر حاصل ہوتے ہیں۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ عزوجل نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: کھڑی ہو، وہ کھڑی ہوگئی، پھر اس سے فرمایا پیٹھ پھیر تو اس نے پیٹھ پھیرلی، پھر فرمایا: سامنے ہو تو وہ سامنے ہوگئی، پھر فرمایا: بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی، پھر اس سے فرمایا: میں نے تجھ سے عمدہ اور افضل اور اچھی مخلوق کوئی نہیں پیدا کی، میں تیرے سبب سے لیتا ہوں اور تیرے سبب سے عطا کرتا ہوں اور تیرے سبب سے پہچانا جاتا ہوں اور تیرے سبب سے ناراض ہوتا ہوں اور تیرے سبب سے ہی ثواب ہے اور تجھ ہی پر عقاب ہے''۔ (شعب الایمان ،باب: فی تعدید نعم اللہ و شکرھا ،فصل:فی فضل العقل الذی ھو من النعم ،رقم:٤٦٣٤،ج٤،ص١٦٨١)

☆......ابوبکر عیاش کہتے ہیں: زبان کو روکنا اور نرم گفتاری عقل مندی ہے اور بدزبانی اور سخت کلامی بے عقلی ہے۔

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عاقل وہ ہے جو اللہ عزوجل کے حکم سے کسی بُرے کام سے رک جائے اور جس نے زمانہ مصائب پر صبر کیا''۔

(المرجع السابق، رقم:٤٦٨٣،ص ١٦٩٣وغیرہ)

حدیث کی رو سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ممتاز ہونا:

۳......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: (۱)......ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی، (۲)......تمام روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ کردیا گیا، (۳)...... میرے لئے مال غنیمت کو حلال کردیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، (۴)...... مجھے شفاعت (کبریٰ) دی گئی، (۵)...... پہلے انبیاء علیہم السلام کو کسی ایک قوم کے لئے بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب:،رقم:٣٣٥،ص٥٨)

کافر اور مسلمان کی زندگی اور موت برابر نہیں:

۴......موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو زندگی بھر گناہ میں مصروف رہتے ہیں وہ مسلمان بھی موت کی حقیقت کو نہیں جھٹلاتے، فرق صرف اتنا ہے کہ تیاری پھر بھی نہیں کرتے۔ خیر مومن اور کافر کی زندگی اور موت یکساں نہیں بلکہ نیک اور بد کی زندگی اور موت برابر نہیں چہ جائے کہ دونوں ہی مسلمان ہوں۔ چنانچہ احادیث کے مضامین درج ذیل ہیں جس سے مسئلہ واضح ہوجائے گا۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پس اگر وہ شخص نیک ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح! تو پاکیزہ جسم میں تھی تو تعریف و تحسین کئے جانے کی حالت میں نکل آ، تجھے خوشی اور راحت کی بشارت ہو اور رب کے ناراض نہ ہونے کی خوشی ہو، اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتی کہ اسکی روح نکل آئے گی، پھر اس کو آسمان کی طرف اوپر لے جایا جائے گا اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: یہ کون ہے؟ فرشتے کہیں گے: یہ فلاں شخص ہے تو کہا جائے گا کہ پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو یہ پاکیزہ جسم میں تھی تو تعریف و تحسین کے ساتھ داخل ہو اور راحت کی بشارت کو قبول کر اور رب کے ناراض نہ ہونے کو، اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ اس آسمان میں پہنچ جائے گا جس میں اللہ عزوجل کی ذات پاک اپنی شان کے لائق جلوہ فرما ہے، جب فرشتے کسی فاجر کی روح قبض کرنے کے لئے جائیں تو اس سے کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو خبیث جسم میں تھی، تو اس حال میں نکل کہ تیری مذمت کی جارہی ہے، تیرے لئے گرم پانی اور پیپ اور اسی طرح کے اور عذابوں کی بشارت ہے، اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ روح نکل آئے گی، پھر اس کو آسمان کی جانب لے جایا جائے گا، پھر اس کے متعلق پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ تو بتایا جائے گا کہ یہ

فلاں شخص ہے، تو کہا جائے گا: یہ خبیث جسم میں تھی، اس کو خوش آمدید نہ ہو، تو مذموم ہونے کے حال میں واپس ہو جا، تیرے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، پھر اس کو آسمان سے بھیج دیا جائے گا اور وہ قبر میں چلی جائے گی''۔

(مشکوۃ المصابیح ،کتاب الجنائز، باب: ما یقال عند من حضرہ الموت ،الفصل الثالث، ص ۱٤۱)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن سید عالم ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''کامیاب زندگی وہ ہے جو تمہاری زندگی ہے اور کامیاب موت وہ ہے جو تمہاری موت ہے۔ (صحیح مسلم ،کتاب الجهاد، باب:فتح مکة، رقم:(٤٥١٤)/١٧٨٠،ص ٩٠٠)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب مومن کی روح نکلتی ہے اور انہوں نے اس کی خوشبو کا ذکر کیا، تو دو فرشتے اس روح کو اوپر لے جاتے ہیں اور آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح زمین کی جانب سے آئی ہے۔ تجھ پر اللہ عزوجل کی رحمت ہو اور جس جسم میں تو تھی اس پر بھی اللہ عزوجل کی رحمت ہو، پھر اس روح کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جایا جائے گا، پھر اللہ عزوجل فرمائے گا اس روح کو اس کی آخری میعاد تک لے جاؤ اور جب کافر کی روح نکلتی ہے، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر کیا، اور آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح زمین کی جانب سے آئی ہے، پھر کہا جائے گا: اس کو اس کی آخری میعاد تک لے جاؤ''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة، باب رعض مقعدالمیت من الجنة، رقم:(٧١١٥)/ ٢٨٧٢، ص١٤٠٦)

اغراض:

بـاذنـه: یعنی اللہ کے ارادے اور مشیت سے، اور اگر اللہ چاہے تو کشتی نہ چلے۔ بالتجارة: یعنی حج اور غزوات وغیرہ مصالح دینی اور دنیاوی۔ وغیـره: جیسا کہ ملائکہ کہ وہ زمین والوں کے لئے مسخر ہوتے ہیں، ان کے معاش کے معاملات میں تدبیر کرتے ہیں، اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿ولقد كرمنا بنى آدم﴾ میں پائی جاتی ہے۔ حال: ہے ''ما'' سے، اور یہ بھی درست ہے کہ ﴿جميعا﴾ کی صفت ہو، پس اول صورت میں معنی یہ ہونگے کہ تمہارے لئے اشیاء اس حال میں مسخر کردیں کہ (تم) اس کی مخلوق ہو اور ثانی صورت میں معنی یہ ہونگے: تمام چیزیں اس احکم الحاکمین کی جانب سے تمہارے لئے ہیں۔

اي اغفـروا لـلـكـفـار: میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿يغفروا﴾ قول کا مقول محذوف ہے، تقدیر عبارت یوں ہونی چاہیے: ''قل لهم اغفروا يغفروا ''۔ وهذا قبل الامر بجهادهم: پس یہ آیت: ﴿قل للذين امنوا يغفروا......الخ﴾ سے منسوخ ہے، اور یہ آیت ایک قول کے مطابق مکی اور ایک کے مطابق مدنی ہے، اور منافقین سے ہاتھ روکنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ مشرکین کہیں گے محمد (ﷺ) اپنے ہی اصحاب کو قتل کرتے ہیں، یہاں تک کہ مسلمان اور منافقین میں فرق کرنے کا حکم آ گیا، اور ایک قول اس آیت کے عدم منسوخ ہونے کا ہے بلکہ یہ آیت منازعت (لڑائی جھگڑے) کے ترک کرنے کی وجہ سے بھی کہی گئی ہے کیونکہ اس صورت میں منافقین کی زبانیں مزید دین اسلام کے لئے لغویات کہیں گی۔

التـورلـة: صرف اسی ایک کتاب کے ذکر پر اس لئے اختصار کیا گیا ہے کہ یہ کتاب بنی اسرائیل کو باقی کتب سے بے پرواہ کردے گی، اور بنی اسرائیل کو اس کے سوا کسی اور کتاب کی پرواہ نہیں رہے گی اور اللہ نے اس کتاب میں احکام شرعیہ بیان فرمائے ہیں جبکہ بنی اسرائیل کی کتب تین ہیں، توریت، زبور اور انجیل۔ کـالـمـن والسلوی: یعنی ایک خاص قسم کا میٹھا اور نمکین، جو کہ مقام تیہ میں نازل ہوتا تھا۔ فی بعثته: یعنی سید عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ اس بات پر متفق تھے لیکن جب سید عالم ﷺ علم اور شریعت لے کر تشریف لائے تو اختلاف میں پڑ گئے، حالانکہ درحقیقت انہیں متفق ہونا چاہیے تھا۔

معالم: جمع معلم ہے، یعنی جس سے راستے کا استدلال کیا جاسکے، مراد یہ ہے کہ یہ آیات قرآنیہ لوگوں کو احکام کی سمجھ عطا کرتی ہیں۔

ای لیس الامر کذلک: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ہمزہ نفی کے لئے ہے اور مفسر کے لئے مناسب یہ تھا کہ اسے ﴿ساء ما یحکمون﴾ سے پہلے لاتے، معنی یہ ہے کہ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو برابر ایک جیسا کر دیں گے؟ ہرگز نہیں! دونوں چیزیں برابر نہیں ہوسکتیں، پس ایمان اور طاعت کے باعث دنیا میں شرف حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت اور رضا مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اور کفر اور معصیت دنیا میں پریشانی اور آخرت کے دائمی عذاب اور اللہ کی لعنت کا سبب بنتا ہے اور دنیا میں عیش وعشرت کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا میں فراخی وعیش قسمت کی وجہ سے ملتا ہے چہ جائے کہ مومن ہو یا کافر یا جانور ہی کیوں نہ ہو۔

(الصاوی، ج۵، ص۲٦۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿وخلق الله السموت والارض بالحق﴾مُتَعَلِّقٌ بِخَلَقَ لِيَدُلَّ عَلٰى قُدْرَتِهٖ وَوَحْدَانِيَّتِهٖ﴿ولتجزى كل نفس بما كسبت﴾مِنَ الْمَعَاصِىْ وَالطَّاعَاتِ فَلَا يُسَاوِى الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ﴿وهم لا يظلمون (۲۲) افرء يت﴾اَخْبِرْنِىْ﴿من اتخذ الهه هوه﴾مَا يَهْوَاهُ مِنْ حِجْرٍ بَعْدَ حِجْرٍ يَرَاهُ اَحْسَنَ﴿واضله الله على علم﴾مِنْهُ تَعَالٰى اَىْ عَالِمًا بِاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الضَّلَالَةِ قَبْلَ خَلْقِهٖ﴿وختم على سمعه وقلبه﴾فَلَمْ يَسْمَعِ الْهُدٰى وَلَمْ يَعْقِلْهُ﴿وجعل على بصره غشوة﴾ظُلْمَةً فَلَمْ يُبْصِرِ الْهُدٰى وَيُقَدَّرُ هُنَا الْمَفْعُوْلُ الثَّانِىْ لِرَاَيْتَ اَىْ اَيَهْتَدِىْ﴿فمن يهديه من بعد الله﴾اَىْ بَعْدَ اِضْلَالِهٖ اِيَّاهُ اَىْ لَا يَهْتَدِىْ﴿افلا تذكرون (۲۳)﴾تَتَّعِظُوْنَ فِيْهِ اِدْغَامُ اِحْدَى التَّائَيْنِ فِى الذَّالِ﴿وقالوا﴾اَىْ مُنْكِرُوا الْبَعْثِ﴿ما هى﴾اَىِ الْحَيٰوةُ﴿الا حياتنا﴾الَّتِىْ فِىْ﴿الدنيا نموت ونحيا﴾اَىْ يَمُوْتُ بَعْضٌ وَيَحْيٰى بَعْضٌ بِاَنْ يُوْلَدُوْا﴿وما يهلكنا الا الدهر﴾اَىْ مُرُوْرُ الزَّمَانِ قَالَ تَعَالٰى﴿وما لهم بذلك﴾مَقُوْلٍ﴿من علم ان﴾مَا﴿هم الا يظنون (۲۴) واذا تتلى عليهم ايتنا﴾مِنَ الْقُرْاٰنِ الدَّالَّةِ عَلٰى قُدْرَتِنَا عَلَى الْبَعْثِ﴿بينت﴾وَاضِحَاتٍ حَالٌ﴿ماكان حجتهم الا ان قالوا ائتوا باباٰئنا﴾اَحْيَاءً﴿ان كنتم صدقين (۲۵)﴾اَنَّا نُبْعَثُ﴿قل الله يحييكم﴾حِيْنَ كُنْتُمْ نُطَفًا﴿ثم يميتكم ثم يجمعكم﴾اَحْيَاءً﴿الى يوم القيمة لا ريب﴾شَكَّ﴿فيه ولكن اكثر الناس﴾وَهُمُ الْقَائِلُوْنَ مَا ذُكِرَ﴿لا يعلمون (۲٦)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا (بالحق یہ خلق سے متعلق ہے تا کہ اللہ ﷻ کی قدرت اس کی وحدانیت پر استدلال کیا جا سکے) اور اس لیے کہ بدلہ پائے ہر جان اپنے کیے کا (گناہوں اور نیکیوں کا، پس کافر اور مومن دونوں باہم مساوی نہیں ہیں) اور ان پر ظلم نہ ہوگا بھلا دیکھو تو (مجھے خبر تو دو) وہ جس نے اپنی خواش کو خدا ٹھہرا لیا (یعنی ایک بعد دوسرا جو اچھا لگتا ہے اسے وہ خدا بنا لیتا ہے) اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا (یعنی اللہ ﷻ کو اس کی پیدائش سے پہلے بھی اس کا علم تھا کہ یہ شخص گمراہوں میں سے ہوگا......۱......) اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی (تو نہ وہ ہدایت کو سن سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا (یعنی اندھیرا کر دیا کہ وہ ہدایت کو دیکھ نہیں پایا......۲...... یہاں رایت کا مفعول ثانی ایھتدی مقدر ہے) تو کون راہ دکھائے گا اسے اللہ کے بعد (یعنی اسے اللہ ﷻ کے گمراہ کر دینے کے بعد یعنی ایسا شخص راہ یاب نہیں ہوسکتا) تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (تذکرون

بمعنی تتعظون ہے،تذکرون کی دوتاء میں سے ایک کا ادغام ذال میں کردیا گیا ہے)اور بولے(حشر ونشر کے منکر)وہ(زندگی)تو نہیں مگر یہی ہماری زندگی(جو)دنیا میں ہے مرتے ہیں اور جیتے ہیں(یعنی ہم میں سے بعض مرتے اور بعض پیدا ہوکر جیتے ہیں)اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ(یعنی زمانے کا گزرنا......۔۔۔۔۔۔،اللہ ﷻ فرماتا ہے)انہیں اس کا(اس بات کا)علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں(یعنی قرآن پاک کی آیتیں جو مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر ہمارے قادر ہونے پر دلالت کرتی ہیں، بینت بمعنی واضحات حال بن رہا ہے)تو بس ان کی حجت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو(زندہ کرکے)لے آؤ اگر تم سچے ہو(اس بات میں کہ ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا)تم فرماؤ اللہ تمہیں جلاتا ہے(جب تم بصورت نطفہ تھے)پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو(زندہ کرکے)اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں(ریب کے معنی شک ہے)لیکن اکثر لوگ(جو مذکور بات کے قائل ہیں)انہیں اس کا علم نہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿وخلق الله السموت والارض بالحق ولتجزى كل نفس بما كسبت وهم لايظلمون﴾

و:عاطفہ،خلق الله:فعل وفاعل،السموت والارض:ذوالحال،بالحق:ظرف مستقر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لام:جار،تجزى:فعل مجہول،كل نفس:ذوالحال،و:حالیہ،هم لايظلمون:جملہ اسمیہ حال،ملکر نائب الفاعل،بما كسبت:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف مستقر معطوف،ملکر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افرءيت من اتخذ الهه هوه واضله الله على علم﴾

همزه:حرف استفہام،ف:عاطفہ،رايت:بمعنی اخبرنی:فعل بافاعل،من:موصول،اتخذ الهه:فعل بافاعل ومفعول اول،هوه:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،هو:عاطفہ،واضل:فعل،ه:ضمیر ذوالحال،على علم:ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،الله:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مفعول اول "مهتديا" مفعول ثانی محذوف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشوة﴾

و:عاطفہ،ختم على سمعه وقلبه:جملہ فعلیہ ماقبل "اخله الله" پر معطوف ہے،و:عاطفہ،جعل على بصره غشوة:جملہ فعلیہ ماقبل "اضله الله" پر معطوف ہے۔

﴿فمن يهديه من بعد الله افلا تذكرون﴾

ف:عاطفہ،من:استفہامیہ مبتدا،يهديه:فعل بافاعل ومفعول،من بعد الله:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،همزه:حرف استفہام،ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "يصرون على الغى" "لاتذكرون":فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا ما هى الا حياتنا الدنيا نموت ونحيا وما يهلكنا الا الدهر﴾

و:مستانفہ،قالوا:قول،ما:نافیہ،هى:مبتدا،الا:اداۃ حصر،حياتنا الدنيا:جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ،نموت:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ،و:عاطفہ،نحيا:فعل و"نحن"ضمیر مستقر ذوالحال،و:حالیہ،مايهلكنا:فعل نفی ومفعول،الا:اداۃ حصر،الدهر:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومالهم بذلك من علم ان هم الا يظنون﴾

و:عاطفہ،ما:نافیہ،لهم:ظرف مستقر خبر مقدم،بذلك:ظرف لغو مقدم،من علم:مصدر بافاعل،ملکر شبہ جملہ مبتدا موخر،ملکر جملہ

اسمیہ، ان: نافیہ، ھم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، یظنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت ما کان حجتھم الا ان قالوا ائتوا باٰبائنا ان کنتم صدقین﴾

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو، ایتنا: ذوالحال، بینت: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ما: نافیہ، کان حجتھم: فعل ناقص واسم، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، قالوا: قول، ائتوا باٰبائنا: جملہ فعلیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاتوا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل الله یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیمۃ لاریب فیہ ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾

قل: قول، الله: مبتدا، یحییکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یمیتکم: جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، یجمعکم: فعل بافاعل ومفعول، الی: جار، یوم القیمۃ: ذوالحال، لاریب فیہ: جملہ اسمیہ حال اول، و: حالیہ، لکن اکثر الناس لایعلمون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء ......☆ مشرکین مکہ کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہم ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بعض کو گمراہ کرنے کی توجیہ:

۱...... اللہ ﷻ کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم رکھتا ہے، اور بندوں میں سے کسی پر ظلم بھی نہیں کرتا۔ اب بندہ اگر اپنی خواہشات اور نفس کے تقاضوں کو پیچھے ڈال کر اللہ ﷻ کی فرمانبرداری اختیار کرلے تو بہت اچھا اور معاملہ برعکس ہو جائے کہ جانتا ہے کہ نفس کے ان تقاضوں اور خواہشوں کو ماننے میں اللہ ﷻ کی نافرمانی ہوگی، اللہ ﷻ ناراض ہوتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نفس کی تسکین کی خاطر ایسا ہی کر گیا جو اللہ ﷻ کی نافرمانی کا سبب بنے تو اس نے اپنے لئے خود ہی گمراہی کو خرید لیا، اللہ ﷻ ایسے شخص کے اندر جو علم کے باوجود اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہ کرے گمراہی پیدا کر دیتا ہے، اب بات درست ہوگئی کہ: "اللہ ﷻ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کردیا"۔ اللہ ﷻ کو ایسے شخص کے متعلق پہلے ہی سے علم ہوتا ہے کہ کون نیکی و پرہیزگاری کو قبول کر کے اُخروی انعامات کو حاصل کرے گا اور کون برعکس معاملہ کرے گا؟ اور جس کے بارے میں اللہ ﷻ کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ نیکی، پرہیزگاری، تقوی، طاعت گزاری کو قبول کرے گا وہ نہ صرف نیک ہوگا بلکہ دوسروں کو بھی نیک بنائے گا اور اللہ ﷻ کے دین کی ترویج واشاعت میں ہر ممکن کوشش کرے گا، ہر مشقت وزحمت کو اپنے گلے کا ہار سمجھ کر سینے سے لگائے گا اور ایسی ہی صفات کے حاملین کے لئے اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے (الانعام:۱۲٤)﴾۔

امام رازی کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ ارواح بشریہ کے جواہر مختلف ہیں، ان میں سے بعض مشرقہ نورانیہ علویہ الٰہیہ ہوتے ہیں جن کا اللہ ﷻ کی ذات وصفات کی طرف میلان ہوتا ہے اور بعض میلے سفلیہ ہوتے ہیں جن کا جسمانی شہوتوں کی طرف بہت زیادہ میلان ہوتا ہے، اس لئے اللہ ﷻ نے ہر ایک کے جوہر ذات کے اعتبار سے اور اس کی حقیقت اور صلاحیت کے اعتبار سے کر دیئے، چنانچہ مردودین کے متعلق فرمایا: ﴿واضلہ اللہ علی علم اور اللہ نے اسے باوصف علم گمراہ کیا (الجاثیۃ:۲۳)﴾ اور مقبولین کے متعلق

فرمایا:﴿الله اعلم حیث یجعل رسالته اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے(الانعام: ١٢٤)﴾۔(الرازی، ج٩، ص ٦٧٨)

دو سورتوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ بیان:

۲......جن دو صورتوں میں خصوصیت کے ساتھ کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کا بیان ہے ان میں سے ایک سورۃ البقرۃ اور دوسری سورۃ الجاثیہ ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے(البقرۃ:٧)﴾،﴿وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشوة اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا(الجاثیہ:٢٣)﴾۔اب دونوں آیات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ البقرۃ کی آیت میں اللہ ﷻ نے پہلے دل کا ذکر فرمایا پھر کان کا، اور سورۃ الجاثیہ میں اللہ ﷻ نے پہلے کان کا ذکر فرمایا پھر دل کا، دونوں کے مدرکات میں فرق ہے۔ کبھی انسان کسی کے کلام کو سن کر دل میں اس کا اثر قائم کرلیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے بارے میں اس کے دل میں منفی بات ہوتی ہے اور جب ایسے شخص کے بارے میں کلام سنتا ہے تو بے توجہی سے سنتا ہے کیونکہ دل میں پہلے ہی سے بداعتمادی راسخ ہوتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل کا اثر اعضاء سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کفار مکہ سید عالم ﷺ کی بابت جو بھی باتیں کہتے، کاہن، جادوگر اور اسی قسم کی دیگر باتیں تو بعض وہ لوگ جو ناواقف ہوتے، کفار مکہ سے یہ باتیں سن کر ان کے دلوں پر اثرانداز ہوجاتی اور یہی کانوں سے دل کے متاثر ہونے کی مثال ہے جس کا ذکر سورۃ الجاثیہ میں اللہ ﷻ نے فرمایا، جب کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جس کے دل میں کسی کا بغض ہی جمع ہوجائے جیسا کہ سید عالم ﷺ کے حوالے سے کئی کفار مکہ کا ہوتا تھا تو اب سید عالم ﷺ کے حوالے سے کوئی بات بھی سن نہیں پاتے بلکہ سنی ان سنی کردیتے۔ یہی دل سے کانوں کے متاثر ہونے کی دلیل ہے جس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں اللہ ﷻ نے فرمایا ہے۔ (تبیان القرآن، ج١٠، ص٨١٣ وغیرہ ملخصاً)

دھر کی تعریف اور اس سے متعلق احادیث نبویہ:

۳......امام راغب فرماتے ہیں: اس جہان کے وجود میں آنے سے اس کے اختتام کی مدت کو دہر کہتے ہیں، اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا بیشک آدمی پر ایک وقت وہ بھی گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا(الدھر:١)﴾۔اس کے بعد ہر مدت کثیرہ کو دہر کہا جانے لگا، اس کے برخلاف زمانہ کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں مدتوں پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا دہر، اس سے مراد اس شخص کی حیات ہوتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانہ نے فلاں شخص پر مصائب نازل کردیئے۔ (المفردات، ص١٧٩)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم دہر کو بُرا کہہ کر مجھے اذیت پہنچاتا ہے، میں (خالق) دہر ہوں اور رات اور دن کو گردش دیتا ہوں"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ومایھلکنا الا الدھر، رقم:٤٨٢٦، ص٨٥٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:"اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم دہر کو بُرا کہتا ہے اور میں (خالق) دہر ہوں میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن کی گردش ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لاتسبوا الدھر، رقم: ٦١٨١، ص١٠٧٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اللہ ﷻ فرماتا ہے ابن آدم کہتا ہے: اے دہر کی ناکامی! تو وہ مجھے اذیت پہنچاتا ہے، لہذا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے دہر کی ناکامی یا نامرادی! پس بیشک میں (خالق) دہر ہوں، میں ہی

رات اوردن کوگردش میں رکھتا ہوں اور میں جب چاہوں گا تو ان کو قبض کرلونگا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا،باب النھی عن السب للدھر،رقم: (۵۷۵۷) ۲۳۴۶ ص۱۲۳۶)

اغراض:

متعلق بخلق: یعنی فاعل یا مفعول سے حال ہے۔لیدل علی قدرتہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان:﴿ولتجزی﴾علتِ محذوفہ پر معطوف ہے۔من حجر: پتھروں کے علاوہ سورج، چاند کو اللہ کے سوا معبود بنایا،عاقل ہو یا غیر عاقل، پس کفر یہی ہے کہ ان کی عبادت کی جائے اور انہیں اللہ کی بارگاہ کی طرح متقرب جانا جائے اور جہاں تک صالحین اور حضرات انبیائے کرام کی قبروں کا تعلق ہے تو ان کے ساتھ عقیدت رکھنا عبادت کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ یہ تو غیر سے نفع حاصل کرنا کہلاتا ہے اور حضرات اولیائے کرام سے راضی ہونا اور حضرات انبیائے کرام کی بارگاہ میں صلوٰۃ سلام پڑھنا، یہ سب غیر سے نفع کے حاصل کرنے کے لئے مشروع ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ ان میں تاثیر پیدا کرنے والی ذات اللہ ہی کی ہے جیسا کہ وارد ہوتا ہے:"بیشک فرشتے فاعل ومفعول دونوں کے لئے انتظام فرماتے ہیں، جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے اور اُن سے توسل کرتے ہیں، یہ اللہ کی فرمانبراری اختیار کرنا ہے، اور یہ بندگان خدا اللہ کے محبوب ہیں، اللہ انہیں اپنے بندوں کی عبادت میں سے ان کی عبادت کو زیادہ پسند فرماتا ہے اور اپنی وحدانیت اور دین کا پیغام پہنچانے میں ان کی صداقت کا اعتماد فرماتا ہے اور ان کے فضل کا اعتراف کرنا معصیت اور شرک نہیں ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں جو جہل مرکب یا عقیدہ زائغہ کے حاملین ہیں۔

ای عالما بانہ من اھل الضلالۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان:﴿علی علم﴾ فاعل یا دوسرے قول کے مطابق مفعول سے حال ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ انہیں اس حال میں گمراہ کردیگا کہ اللہ حق جانتا ہے اور وہ حق سے جاہل (معاذ اللہ) نہیں، اور اس بیان میں خواہشات پر چل کر بتوں اور دیگر اشیاء کو معبود بنانے والوں پر سخت قباحت کا ذکر کیا گیا ہے۔

ای مرور الزمان: جاہل لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر دن اور رات ہمیں مار ڈالتے ہیں وہی ہیں جو زندگی اور موت دیتے ہیں، پس لوگ زمانے کو بُرا بولتے تھے، پس اللہ نے فرمایا:"مجھے ابن آدم ازیت دیتے ہیں، وہ زمانے کو بُرا بولتے ہیں اور زمانہ میں ہی ہوں، میرے اختیار میں تمام امور ہیں اور میں دن ورات کو پھیرتا ہوں"۔حاصل کلام یہ ہے کہ کافروں کا ایک گروہ زمانے کو بُرا بولتا تھا۔ (الصاوی، ج۵،ص ۲۷۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿وللہ ملک السموت والارض ویوم تقوم الساعۃ﴾یُّبْدَلُ مِنْہُ﴿یومئذ یخسر المبطلون (۲۷)﴾الْکَافِرُوْنَ اَیْ یَظْھَرُ خُسْرَانُھُمْ بِاَنْ یَصِیْرُوْا اِلَی النَّارِ﴿وتری کل امۃ﴾اَیْ اَھْلَ دِیْنٍ﴿جاثیۃ﴾عَلَی الرُّکَبِ اَوْ مُجْتَمِعَۃً﴿کل امۃ تدعی الی کتبھا﴾کِتَابِ اَعْمَالِھَا وَیُقَالُ لَھُمْ﴿الیوم تجزون ما کنتم تعملون (۲۸)﴾اَیْ جَزَائَہُ﴿ھذا کتبنا﴾دِیْوَانُ الْحَفَظَۃِ﴿ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ﴾نُثْبِتُ وَنَحْفِظُ﴿ما کنتم تعملون (۲۹)فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ﴾جَنَّتِہٖ﴿ذلک ھو الفوز المبین (۳۰)﴾اَلْبَیِّنُ الظَّاھِرُ﴿واما الذین کفروا﴾فَیُقَالُ لَھُمْ﴿افلم تکن ایتی﴾الْقُرْاٰنُ﴿تتلی علیکم فاستکبرتم﴾تَکَبَّرْتُمْ﴿وکنتم قوما مجرمین (۳۱)﴾کَافِرِیْنَ﴿واذا قیل﴾لَکُمْ اَیُّھَا الْکُفَّارُ﴿ان وعد اللہ﴾بِالْبَعْثِ﴿حق والساعۃ﴾بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ﴿لا ریب﴾شَکَّ﴿فیھا قلتم ما

نـدری ماالساعة ان نظن الا ظنا﴾قَالَ الْمُبَرِّدُ اَصْلُهٗ اِنْ نَحْنُ اِلَّا نَظُنُّ ظَنًّا﴿وما نحن بمستيقنين(٣٢)﴾اِنَّهَا اٰتِيَةٌ﴿وبدا﴾ظَهَرَ﴿لهم﴾فِي الْاٰخِرَةِ﴿سيات ما عملوا﴾فِي الدُّنْيَا اَيْ جَزَاءُ هَا﴿وحاق﴾نَزَلَ﴿بهم ما كانوا به يستهزء ون(٣٣)﴾اَيِ الْعَذَابُ﴿وقيل اليوم ننسكم﴾نَتْرُكُكُمْ فِي النَّارِ﴿كما نسيتم لقاء يومكم هذا﴾ اَيْ تَرَكْتُمُ الْعَمَلَ لِقَائِهٖ﴿وماوكم النار وما لكم من نصرين(٣٤)﴾مَانِعِيْنَ مِنْهَا﴿ذلكم بانكم اتخذتم ايت الله﴾الْقُرْاٰنِ﴿هزوا وغرتكم الحيوة الدنيا﴾حَتّٰى قُلْتُمْ لَابَعْثَ وَلَاحِسَابَ﴿فاليوم لايخرجون﴾بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ﴿منها﴾مِنَ النَّارِ﴿ولا هم يستعتبون(٣٥)﴾اَيْ لَايُطْلَبُ مِنْهُمْ اَنْ يُرْضُوْا رَبَّهُمْ بِالتَّوْبَةِ وَالطَّاعَةِ لِاَنَّهَا لا تَنْفَعُ يَوْمَئِذٍ﴿فلله الحمد﴾اَلْوُصْفُ بِالْجَمِيْلِ عَلٰى وَفَاءِ وَعْدِهٖ فِي الْمُكَذِّبِيْنَ﴿رب السموت ورب الارض رب العلمين(٣٦)﴾خَالِقُ مَا ذُكِرَ وَالْعَالَمُ مَا سِوَى اللّٰهِ وَجُمِعَ لِاِخْتِلَافِ اَنْوَاعِهٖ وَرَبِّ بَدَلٌ﴿وله الكبرياء﴾اَلْعَظَمَةُ﴿فى السموت والارض﴾حَالٌ اَيْ كَائِنَةً فِيْهِمَا﴿وهو العزيز الحكيم(٣٧)﴾تَقَدَّمَ.

﴿ترجمہ﴾

اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جس دن قیامت قائم ہوگی (یوم تقوم الساعة مبدل منہ ہے) باطل والوں کی (یعنی کافروں کی) اس دن ہار ہے (یعنی ان کا خسارہ میں ہونا ظاہر ہوجائے گا یوں کہ انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا) اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے (یعنی ہر اہل دین کو) زانو کے بل گرے ہوئے (جاثية بمعنی زانو کے بل گرنے والے یا بمعنی جمع کردہ ہے......۱......) ہر گروہ اپنی کتاب (یعنی اپنے نامۂ اعمال) کی طرف بلایا جائے گا......۲...... (اور اس سے کہا جائے گا) آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا (یعنی تمہیں تمہارے اعمال کی جزا ملے گی......۳......) یہ ہماری کتاب ہے (فرشتوں کا رجسٹر ہے) تم پر حق بولتا ہے ہم ثبت و محفوظ کرتے رہے تھے (نستنسخ کے معنی ثبت کرنا محفوظ کرنا ہے) جو تم نے کیا تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب انہیں اپنی رحمت (یعنی جنت) میں لے گا یہی کھلی کامیابی ہے (المبین بمعنی البین الظاهر ہے) اور جو کافر ہوئے (ان سے فرمایا جائے گا) کیا نہ تھا کہ میری آیتیں (یعنی قرآن پاک کی آیتیں) تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے (استکبر تم بمعنی تکبر تم ہے) اور تم مجرم (یعنی کافر......۴......) لوگ تھے اور جب (اے کافروں! تم سے) کہا جاتا (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا) اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (الساعة کو مرفوع و منصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے) میں شک نہیں (ریب کے معنی شک ہے) تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے (ان نظن الا ظنا امام مبرد کے قول کے مطابق یہ اصل میں یوں تھا ان نحن الا نظن ظنا) اور ہمیں یقین نہیں (قیامت آنے کا) اور ان پر کھل گئیں (یعنی ظاہر ہوگئیں آخرت میں) ان کے (دنیا میں) کئے گئے کاموں کی برائیاں (یعنی ان برائیوں کا بدلہ) اور ان پر نازل وہ (یعنی عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے اور فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں (آگ میں) چھوڑ دیں گے (ننسا کم بمعنی نترککم ہے) جیسے تم اپنے اس دن کے ملنے کو بھولے ہوئے تھے یعنی اس دن کے ملنے کے لیے عمل کرنے کو ترک کر رکھا تھا) اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں (جو تم سے عذاب الٰہی روک سکے) یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) کا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا (حتی کہ تم نے کہا حشر و نشر کچھ نہیں) تو آج وہ نہ نکالے جائیں گے (یخرجون فعل معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اس سے (یعنی آگ سے) اور

نہ کوئی ان سے منانا چاہے (یعنی نہ ان سے یہ بات کہ وہ توبہ کر کے اطاعت الٰہی کر کے اپنے رب کو راضی کریں کیونکہ اس دن یہ کام انہیں کچھ نفع نہ دیں گے) تو اللہ ہی کے لیے حمد (جھٹلانے والوں کو عذاب دینے کے وعدے کو پورا فرمانے پر اسی کے لیے وصف جمیل ہے) آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہاں کا رب (یعنی اللہ عزوجل مذکورہ تمام اشیاء کا خالق ہے، رب بمعنی خالق ہے، عالم مـا سوی اللہ عزوجل کو کہتے ہیں عـالـمین صیغہ جمع لانا اس میں رہنے والی مخلوق کے مختلف انواع میں منقسم ہونے کے اعتبار سے ہے اور رب ماقبل مذکورہ کو اسم جلالت ''الـلـه'' کا بدل ہے) اور اسی کے لیے عظمت ہے (الـکـبـریـاء بمعنی الـعـظـمـة ہے) آسمانوں اور زمین میں (''فی السموت والارض'' حال ہے کا ئنۃ کے متعلق ہو کر) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولله ملک السموت والارض ویوم تقوم الساعة یومئذ یخسر المبطلون﴾

و: مستانفہ، لـلـه ظرف مستقر خبر مقدم، مـلـک السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، یوم مضاف، تـقـوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، یومئذ: بدل، ملکر ظرف مقدم، یخسر المبطلون: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتری کل امة جاثیة کل امة تدعی الی کتبها الیوم تجزون ما کنتم تعملون﴾

و: عاطفہ، تـری: فعل بافاعل، کـل امة: مفعول، جـاثیة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، کـل امة: مبتدا، تـدعـی: فعل مجہول بانائب الفاعل، الـی کتبهـا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الیـوم ظرف مقدم، تـجـزون: فعل بافاعل، مـا کـنـتـم تعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول محذوف ''یقال لهم'' کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿هذا کتبنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون﴾

هذا: مبتدا، کتبـنـا: خبر اول، یـنطق: فعل ''هو'' ضمیر ذوالحال، بـالـحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، انا حرف شبہ و اسم، کنا: فعل ناقص و اسم، نستنسخ: فعل بافاعل، مـا کنتم تعملون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیدخلهم ربهم فی رحمته ذلک هو الفوز المبین﴾

ف: عاطفہ، امـا حرف شرط، الـذیـن امـنـوا وعـمـلـوا الـصـلحت: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، یـدخـلـهـم ربهم فی رحمته: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف ''مهما یکن من شیء فی الدنیا'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ذلک مبتدا، هو الفوز المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واما الذین کفروا افلم تکن ایتی تتلی علیکم﴾

و: عاطفہ، اما حرف شرط، الـذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، همزه: حرف استفہام، ف: جزائیہ، لـم تکن ایتی: فعل نفی ناقص و اسم، تتـلـی علیکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول محذوف ''یـقـال لهم'' کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف ''مهما یکن من شیی فی الدنیا'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین واذا قیل ان وعد الله حق والساعة لاریب فیها قلتم ما ندری ماالساعة﴾

ف: عاطفہ، استـکـبـرتـم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کـنـتـم: فعل ناقص بااسم، قـومـا مـجـرمین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اذا: شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، قیل: فعل مجہول بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ان وعـد الـلـه حق: جملہ

اسمیہ معطوف علیہ ،والساعة لاریب فیھا: جملہ اسمیہ معطوف ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر شرط ،قلتم :فعل بافاعل قول ،ماندری :فعل نفی بافاعل ،ما: استفہامیہ مبتدا ،الساعة: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین﴾

ان : نافیہ ،نظن :فعل بافاعل ،الا :اداۃ حصر ،ظنا :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،ما :مشابہ بلیس ،نحن :اسم ،بہ :زائدہ ،مستیقنین :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبدالھم سیات ما عملوا وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزء ون﴾

و : مستانفہ ،بدالھم :فعل وظرف لغو ،سیات :مضاف ،ما عملوا :موصول صلہ ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،حاق بھم :فعل وظرف لغو ،ما :موصولہ ، کانوا بہ یستھزء ون : جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقیل الیوم ننسکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا﴾

و : عاطفہ ،قیل :قول ،الیوم :ظرف مقدم ،ننسکم :فعل بافاعل ومفعول ، کاف : جار ،ما :موصولہ ،نسیتم :فعل بافاعل ،لقاء :مضاف ،یومکم :موصوف ،ھذا :صفت ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر "انسیانا" مصدر محذوف کی صفت ،ملکر مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وماوکم النار وما لکم من نصرین ذلکم بانکم اتخذتم ایت اللہ ھزوا وغرتکم الحیوة الدنیا﴾

و : عاطفہ ،ماوکم :خبر مقدم ،النار :مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،ما :نافیہ ،لکم :ظرف مستقر خبر مقدم ،من :زائد ،نصرین :اسم مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ذلکم :مبتدا ،ب: جار ،انکم :حرف شبہ واسم ،اتخذتم :فعل بافاعل ،ایت اللہ : مفعول اول ،ھزوا :مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،غرتکم الحیوة الدنیا : جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مجرور ،ملکر ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالیوم لا یخرجون منھا ولاھم یستعتبون﴾

ف: فصیحیہ ،الیوم :ظرف مقدم ،لا یخرجون منھا : فعل نفی بانائب الفاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لا :نافیہ ،ھم :مبتدا ،یستعتبون : جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف ،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فللہ الحمد رب السموت ورب الارض رب العلمین﴾

ف: مستانفہ ،لام :جار ،اللہ :موصوف ،رب السموت : معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،رب الارض :معطوف ،ملکر صفت اول ،رب العلمین : صفت ثانی ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم ،الحمد :مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولہ الکبریاء فی السموت والارض وھو العزیز الحکیم﴾

و :عاطفہ ،لہ :ظرف مستقر خبر مقدم ،الکبریاء : ذوالحال ،فی السموت والارض : ظرف مستقر حال ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،ھو :مبتدا ،العزیز الحکیم : خبران ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

قیامت کے دن صرف کافر ہی گھٹنوں کے بل کھڑے ہونگے؟

۱.....حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قیامت کے دن ایک ایسی گھڑی ہوگی جس کا دورانیہ دس سال کے برابر ہوگا جس میں تمام لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہونگے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان میں شامل ہونگے، آپ ندا کررہے ہونگے نفسی لا اسئلک الا نفسی اے اللہ عزوجل مجھے معاف کردے میں اپنے سوا کسی کے بارے میں تجھ سے سوال نہیں کرتا''۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کل امۃ جاثیۃ مجتمع یہ جثوۃ سے مشتق ہے، جس کا معنی جماعت ہے۔ جزری نے ''نھایہ'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے ان الناس یصیرون یوم القیامۃ جثاء جثاء کو جثی بھی روایت کیا ہے، جو جاث کی جمع ہے، یعنی قیامت کے دن اپنے اپنے نبی کے پیچھے جماعت در جماعت چل رہے ہونگے۔ جب یہ جاث کی جمع ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ گھٹنے کے بل بیٹھا ہوا ہے۔ عبداللہ بن احمد رضی اللہ عنہما نے زوائد زہد میں اور بیہقی نے عبداللہ بن ثانیہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گویا میں تمہیں جہنم سے پرے کرم کے مقام پر اکھٹے دیکھ رہا ہوں، پھر سفیان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وتری کل امۃ جاثیۃ اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے (الجاثیۃ:۲۸)﴾ ، ابن حجر نے کہا یہاں کرم سے مراد وہ بلند جگہ ہے جس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ (المظھری، ج۶، ص ۳۱۰)

☆.....حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' قیامت کے دن دس سال تک لوگ گھٹنوں کے بل گرے ہونگے حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پکاریں گے: اے میرے رب عزوجل! میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا''۔ (معالم التنزیل، ج، ص)

☆.....کعب بن الاحبار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: '' قیامت کے روز دوزخ چنگھاڑ رہی ہوگی اور اس وقت ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل دو زانو بیٹھا ہوا ہوگا، حتی کہ خلیل یہ کہیں گے: آج میں تجھ سے اپنے نفس کے سوا کسی چیز کا سوال نہیں کرتا، حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام یہ کہیں گے کہ آج کے دن میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرتا، میں تجھ سے اپنی ماں مریم کے متعلق بھی سوال نہیں کرتا''۔ (ابن کثیر، ج۴، ص۱۷۹)

☆.....امام سعید بن منصور، امام احمد اور امام بیہقی نے عبداللہ بن باباہ سے روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گویا میں دوزخ کے قریب تمہیں ٹیلوں پر دیکھ رہا ہوں، پھر سفیان نے یہ آیت پڑھی ﴿وتری کل امۃ جاثیۃ اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے (الجاثیۃ:۲۸)﴾۔

☆.....امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ہے: ''ہر امت اپنے نبی کے ساتھ ہوگی حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلہ پر آئیں گے اور آپ تمام مخلوق سے بلند ہوں گے، یہی مقام محمود ہے''۔ (الدر المنثور، ج۵، ص۷۶۰)

نامۂ اعمال کی جانب بلائے جانے کے معانی:

۲.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام نامۂ اعمال عرش کے نیچے ہیں، جب حشر برپا ہوگا اللہ عزوجل ایک ہوا بھیجے گا، وہ دائیں بائیں ان صحیفوں کو اڑائے گی۔ اس میں سب سے پہلی تحریر ہوگی: ﴿اقراء کتبک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا (الاسراء:۱۴)﴾ یہ نامۂ اعمال جن کو ہمارے حکم سے کراما کاتبین نے لکھا ہے، اسی لئے کتاب کی اضافت ذات کی جانب کی گئی ہے۔ جو اعمال تم کرتے تھے ہم فرشتوں کے ذریعے وہ لکھوا لیا کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا نستنسخ یعنی ہم نسخہ لے لیتے ہیں اس کی صورت یہ تھی کہ فرشتے انسانوں کے اعمال اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ میں لے جاتے جن اعمال

پر ثواب وعتاب مرتب ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے باقی رکھتا اور لغو عمل ختم کر دیتا۔ (المظھری، ج٦،ص٣١٠)

اخروی جزاء کے متعلق حدیث:

۳۔۔۔۔۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم محشر میں تمام امتوں سے بلندی پر ہونگے، پھر باقی امتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا: تم کس کو دیکھ رہے ہو؟ لوگ کہیں گے: ہم اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے: ہم آپ کو دیکھیں گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا تجلی فرمائے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو لے جائے گا، اور لوگ اس کے پیچھے جائیں گے اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ منافق ہو یا مومن اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل کے اوپر آن کھڑے ہونگے جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا وہ آنکڑے پکڑ لیں گے، پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے، نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہونگے، یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا اور یہی وہ لوگ ہونگے جو بلا حساب داخل جنت ہونگے، اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی اور صلحاء شفاعت کریں گے حتی کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جو کے برابر بھی کوئی نیکی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا، پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی سے دانہ ہرا بھرا نکل آتا ہے، ان سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے، پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا زائد علاقہ جنت میں دیا جائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان ،باب: ادنی اھل الجنة منزلة فیھا، رقم:(٣٥٧)/١٩١،ص١١٨)

جن تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ان کا حکم:

۴۔۔۔۔۔اصول امام بزدوی میں ہے: دار الحرب میں مسلمان جو کہ ہجرت کر کے دار الاسلام نہ آیا ہو، اس کی شرعی مسائل میں جہالت عذر ہے کہ اس عذر کی بنا پر وہاں اس کے لئے لازم نہ ہونگے کیونکہ یہ اس کی طرف سے کوتاہی ہی نہیں ہے، یونہی جب پہلا خطاب نازل ہوا اور دار الاسلام میں رہنے والے کو نہ پہنچا تو وہ بھی معذور قرار پائیگا لیکن وہ خطاب جب دار الاسلام میں پھیل جائے اور تبلیغ تام ہو جائے اس کے بعد جو جاہل رہے تو یہ اس کی کوتاہی شمار ہوگی تو وہ معذور قرار نہ پائے گا جیسا کہ کوئی شخص آبادی میں جہاں پانی موجود ہے تو پانی طلب یا تلاش کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج١١،ص ٢٢٨)

اغراض:

ای یظھر خسرانھم: یہ جملہ ان لوگوں کے سوال کے جواب میں کہا گیا ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ کافروں کے لئے نقصان ازل ہی سے مقدر کر دیا گیا ہے۔ او مجتمعة: یا خلاف حکایت بیان ہے، ایک قول "متمیزة" کیا گیا ہے جب کہ ایک قول "خاضعة" بھی کیا گیا ہے۔

نثبت و نحفظ: پس نسخ سے مراد اثبات اور نقل ہے، اور یہ اثبات و نقل یا تو لوح محفوظ سے یا مصحفِ مکتوبہ سے ہوتی ہے جیسا کہ اے محبوب! آپ ﷺ جانتے ہیں۔فیقال لھم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ "اما" کا جواب محذوف ہے۔

ای جزاؤھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے۔نترککم فی النار: میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نسیان سے مراد ترک مجاز ہے، اس لئے کہ جب (انسان) کسی چیز کو بھول کر چھوڑ دیتا ہے، پس یہاں بھی یہی معنی ہے کہ لامحالہ اللہ بھی انہیں عذاب میں گرفتار کر کے بھلا دے گا، یہاں حقیقی طور پر بھلانا مراد نہیں ہے۔

ای ترکتم العمل للقائہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مصدر کی اضافت ظرف کی طرف ہے جیسا کہ یہاں ﴿لقاء﴾ کی اضافت ﴿یوم﴾ کی طرف ہے۔

العمل: معنی یہ ہے کہ تم نے عمل کرنا ترک کر کے اللہ سے ملاقات کے اس دن کو بھلا دیا تھا، پس مصدر کی اضافت مفعول کی جانب جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ زجر و توبیخ اس ملاقات کے دن کو جھٹلانے کی وجہ سے ہے نہ کہ مطلق دن کو جھٹلانے کی وجہ سے۔

لانھا لا تنفع یومئذ: پس توبہ اور طاعت دنیا میں نفع دیتی ہیں، پس عقلمند کے لئے ان چیزوں کے محل کے فوت ہونے سے پہلے انہیں اختیار کرنا مناسب ہے۔

علی وفاء وعدہ فی المکذبین: جس طرح اللہ مکذبین سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا ایسے ہی مومنین سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا، اور مفسر نے خاص طور پر مکذبین کا بیان کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تا کہ اس وہم کو دور کیا جا سکے کہ اللہ فقط انہی کا بیان فرماتا ہے جس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے، پس اس جملے سے یہ وہم دور ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اللہ اپنے عدل کا بیان بھی فرماتا ہے، کیونکہ اللہ کے جملہ اوصاف مبارک ہیں۔

وھو العزیز الحکیم: یعنی اللہ اشیاء کو ان کی جگہوں پر رکھنے میں غالب ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۷۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الاحقاف مکیۃ الا ﴿الآیۃ(١٠)﴾، والا ﴿الآیۃ(١٥)﴾ والا ﴿الآیۃ(٣٥)﴾ الثلاث آیات، وھی اربع او خمس وثلاثون آیۃ

(سورۃ الاحقاف مکیہ ہے سوائے ان آیات مبارکہ کے ﴿قل ارء یتم ان کان من عند اللہ﴾، ﴿ووصینا الانسان بوالدیہ﴾، ﴿فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل﴾ الآیۃ سے تین آیات مبارکہ، اس کی کل چونتیس یا پینتیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الاحقاف

اس سورت میں چار رکوع اور پینتیس آیتیں ہیں اس کے کلمات کی تعداد چھ سو چوالیس اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ سو پچانوے ہے۔ یہ سورت ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سورت میں آپ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ صبر فرمایئے جیسے پہلے اولوالعزم رسولوں نے کیا کیونکہ یہ مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار کے ظلم وستم کی انتہا ہوگئی تھی وہ اسلام کی ترقی کو دیکھ کر غیض وغضب کا شکار ہوجاتے تھے۔ عوام الناس اسلام کی سچی تعلیمات سے متاثر ہوکر اور حضور ﷺ کی پاکیزہ سیرت وصورت سے مسحور ہوکر اسلام کی طرف راغب ہونے لگتے تو یہ لوگ ان سادہ منش عوام کو یہ کہہ کر برگشتہ کردیتے کہ اے لوگو! ہمیں دیکھو اس بھرے شہر میں اس سارے علاقہ میں، علم وفہم میں ہمارے پائے کا کوئی دوسرا آدمی ہے؟ کوئی ایسا آدمی جسے احوال عالم کا تجربہ ہم سے زیادہ ہو، تمہارا مشاہدہ ہے کہ جنگ اور صلح ہر حالت میں ہماری رائے ہی صائب اور درست ہوتی ہے، مزید برآں ہماری قسمت کا ستارا بڑی بلندی پر ہے اگر یہ دین سچا ہوتا تو اسے قبول کرنے میں ہم سبقت لے جاتے اور یہ بھاڑ جھونکنے والے ہم سے نہ سبقت لے جاتے۔ یہ کیونکر ممکن تھا اس لئے کہ ہمارا اس دین کو قبول نہ کرنا اس بات کے لئے کافی سند ہے کہ یہ دین کسی مصرف کا نہیں بیکار محض ہے۔

رکوع نمبر: ١

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (١)﴾ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِہٖ ﴿تنزیل الکتب﴾ اَلْقُرْآنِ مُبْتَدَاٌ ﴿من اللہ﴾ خَبَرُہٗ ﴿العزیز﴾ فِی مُلْکِہٖ ﴿الحکیم (٢)﴾ فِی صُنْعِہٖ ﴿ما خلقنا السموت والارض وما بینھما الا﴾ خَلْقًا ﴿بالحق﴾ لِیَدُلَّ عَلٰی قُدْرَتِنَا وَوَحْدَانِیَتِنَا ﴿واجل مسمی﴾ اِلٰی فَنَائِھِمَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ﴿والذین کفروا عما انذروا﴾ خُوِّفُوْا بِہٖ مِنَ الْعَذَابِ ﴿معرضون (٣) قل ارء یتم﴾ اَخْبِرُوْنِیْ ﴿ما تدعون﴾ تَعْبُدُوْنَ ﴿من دون اللہ﴾ اَیِ الْاَصْنَامِ مَفْعُوْلٌ اَوَّلٌ ﴿ارونی﴾ اَخْبِرُوْنِیْ تَاکِیْدٌ ﴿ماذا خلقوا﴾ مَفْعُوْلٌ ثَانٍ ﴿من الارض﴾ بَیَانٌ "ما" ﴿ام لھم شرک﴾ مُشَارِکَۃٌ ﴿فی﴾ خَلْقِ ﴿السموت﴾ مَعَ اللّٰہِ وَ"ام" بِمَعْنٰی ھَمْزَۃُ الْاِنْکَارِ ﴿ایتونی بکتب﴾ مُنَزَّلٍ ﴿من قبل ھذا﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿او اثرۃ﴾ بَقِیَّۃٍ ﴿من علم﴾ یُؤْثَرُ عَنِ الْاَوَّلِیْنَ بِصِحَّۃِ دَعْوَاکُمْ فِی عِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ اِنَّھَا تقربُکُمْ اِلَی اللّٰہِ ﴿ان کنتم صدقین (٤)﴾ فِی دَعْوَاکُمْ ﴿ومن﴾ اِسْتِفْھَامٌ بِمَعْنَی النَّفْیِ اَیْ لَا اَحَدٌ ﴿اضل ممن یدعوا﴾ یَعْبُدُ ﴿من دون اللہ﴾ اَیْ غَیْرِہٖ ﴿من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ﴾ وَھُمُ الْاَصْنَامُ لَا یُجِیْبُوْنَ عَابِدِیْھِمْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْاَلُوْنَہٗ اَبَدًا ﴿وھم عن دعائھم﴾ عِبَادَتِھِمْ ﴿غفلون (٥)﴾ لِاَنَّھُمْ جَمَادٌ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿واذا حشر الناس کانوا﴾ اَیِ الْاَصْنَامُ ﴿لھم﴾ لِعَابِدِیْھِمْ ﴿اعداء وکانوا بعبادتھم﴾ بِعِبَادَۃِ عَابِدِیْھِمْ ﴿کفرین (٦)﴾ جَاحِدِیْنَ ﴿واذا تتلی علیھم﴾ اَیْ اَھْلِ

مَكَّةَ﴿ايتنا﴾الْقُرْآن﴿بينت﴾ظَاهِرَاتٍ حَالٌ﴿قال الذين كفروا﴾مِنْهُمْ﴿للحق﴾اَيِ الْقُرْآن﴿لما جاء هم هذا سحر مبين (٧)﴾بَيِّنٌ ظَاهِرٌ﴿ام﴾بِمَعْنٰى بَلْ وَهَمْزَةُ الْاِنْكَارِ﴿يقولون افتره﴾اَيِ الْقُرْآنَ﴿قل ان افتريته﴾فَرْضًا﴿فلا تملكون لى من الله﴾اَىْ مِنْ عَذَابِهِ﴿شيئا﴾اَىْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰى دَفْعِهٖ عَنِّىْ اِذَا عَذَّبَنِى اللّٰهُ﴿هو اعلم بما تفيضون فيه﴾تَقُوْلُوْنَ فِى الْقُرْآنِ﴿كفى به﴾تَعَالٰى ﴿شهيدا بينى و بينكم وهو الغفور﴾لِمَنْ تَابَ﴿الرحيم (٨)﴾بِهٖ فَلَمْ يُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوْبَةِ﴿قل ما كنت بدعا﴾بَدِيْعًا﴿من الرسل﴾اَىْ اَوَّلَ مُرْسَلٍ،قَدْ سَبَقَ مِثْلِىْ قَبْلِىْ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَكَيْفَ تُكَذِّبُوْنَنِىْ﴿وما ادرى ما يفعل بى ولا بكم﴾فِى الدُّنْيَا اَاُخْرَجُ مِنْ بَلَدِىْ اَمْ اُقْتَلُ كَمَا فُعِلَ بِالْاَنْبِيَاءِ قَبْلِىْ،اَوْ تُرْمَوْنَ بِالْحِجَارَةِ اَمْ يُخْسَفُ بِكُمْ كَمَافُعِلَ بِالْمُكَذِّبِيْنَ قَبْلَكُمْ﴿ان﴾مَا﴿اتبع الا ما يوحى الى﴾اَىِ الْقُرْآنَ وَلَا اَبْتَدِعُ مِنْ عِنْدِىْ شَيْئًا﴿وما انا الا نذير مبين (٩)﴾بَيِّنُ الْاِنْذَارِ﴿قل ارء يتم﴾اَخْبِرُوْنِىْ مَاذَا حَالُكُمْ﴿ان كان﴾اَىِ الْقُرْآنُ﴿من عند الله و كفرتم به﴾جُمْلَةٌ حَالِيَةٌ﴿وشهد شاهد من بنى اسرائيل﴾هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ﴿على مثله﴾اَىْ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴿فامن﴾الشَّاهِدُ ﴿واستكبرتم﴾تَكَبَّرْتُمْ عَنِ الْاِيْمَانِ وَجَوَابُ الشَّرْطِ بِمَا عَطَفَ عَلَيْهِ السْتُمْ ظَالِمِيْنَ دَلَّ عَلَيْهِ﴿ان الله لا يهدى القوم الظلمين(١٠)﴾

﴿ترجمہ﴾

حم......۱...... (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ با خوبی جانتا ہے) کتاب (یعنی قرآن پاک) کا اتارنا ہے (''تنزيل الكتب'' مبتدا ہے) اللہ کی طرف سے (من الله ......الخ خبر ہے) جو (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والا (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق......۲...... کے ساتھ (بنائے تا کہ یہ ہماری قدرت اور ہماری وحدانیت پر دلالت کریں) اور ایک مقررہ میعاد پر (بروز قیامت زمین و آسمان کے فنا ہونے تک) اور کافر اس چیز سے کہ ڈرائے گئے (یعنی عذاب سے) مونھ پھیرے ہیں تم فرماؤ بھلا دیکھو تو (مجھے خبر تو دو، ارء یتم بمعنی اخبرونی ہے) وہ جو تم اللہ کے سوا (یعنی بتوں) کو پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) مجھے دکھاؤ (مجھے خبر دو، ارء یتم بمعنی اخبرونی ہے، یہ ارء یتم ماقبل ارء یتم کی تاکید ہے) انہوں نے کیا بنایا (ماذا خلقوا مفعول ثانی ہے) زمین میں سے (''من الارض'' ما کا بیان ہے) یا آسمان (کی پیدائش) میں ان کا کوئی حصہ ہے (اللہ ﷻ کے ساتھ، یہاں ام کے معنی ہمزہ انکاری کے ہے) میرے پاس لاؤ اس سے (یعنی قرآن پاک سے) پہلے (نازل کردہ) کوئی کتاب یا کچھ بچا کچا علم (جو اگلوں سے منقول ہو تمہارے اس دعوی کی درستگی پر کہ بتوں کی پرستش تمہیں اللہ ﷻ کا قرب دیتی ہے، اثارة......۳...... بمعنی بقية ہے) اگر تم سچے ہو (اپنے دعوی میں) اور ان سے بڑھ کر گمراہ کون (یعنی کوئی نہیں، من استفہامیہ بمعنی نفی ہے) جو پوجے (يدعوا بمعنی يعبد ہے) غیر اللہ کو (دون بمعنی غير ہے) جو قیامت تک ان کی نہ سنیں (ان سے مراد بت ہیں کہ وہ اپنے پجاریوں کے کسی سوال کا کبھی بھی جواب نہیں دیں گے) اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں (کیونکہ یہ جمادات ہیں کچھ عقل نہیں رکھتے، دعاءهم بمعنی عبادتهم ہے) اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ (یعنی بت) ان کے (یعنی اپنے پجاریوں کے) دشمن ہوں گے اور وہ ان کی عبادت سے (یعنی اپنے پجاریوں کی عبادت سے) منکر ہو جائیں گے (كفرين بمعنی جاحدين ہے) اور جب ان پر (یعنی اہل مکہ پر) ہماری واضح آیتیں (یعنی قرآن پاک کی، بينات بمعنی واضحات حال بن رہا ہے) پڑھی جاتی ہیں تو

(ان میں سے) کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق (یعنی قرآن پاک......ہ......) کو کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے (مبین بمعنی بین ظاھر ہے) کیا (ام بمعنی بـــل ہے، اور ہمزہ انکاری ہے) کہتے ہیں انہوں نے اسے (یعنی قرآن پاک کو) جی سے بنالیا تم فرماؤ اگر میں نے (بالفرض) اسے جی سے بنالیا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے (یعنی اس کے عذاب کے سامنے) میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے (جبکہ اللہ ﷻ مجھے عذاب دینا چاہے تو تم اس کا عذاب مجھ سے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے) وہ خوب جانتا ہے جو باتیں تم اس کے (یعنی قرآن پاک کے بارے میں) کہہ رہے ہو (تفیضون بمعنی تقولون ہے) اور وہ (یعنی اللہ ﷻ) کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور وہی بخشنے والا ہے (توبہ قبول کرنے والا) مہربانی فرمانے والا ہے (تمہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا) تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں (بدعا بمعنی بدیعا ہے یعنی میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں میری مثل مجھ سے قبل کئی رسل گزر چکے ہیں تو مجھے تم لوگ کیسے جھٹلا رہے ہو؟) اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (دنیا میں نہیں جانتا کہ کیا مجھے میرے شہر سے نکال دیا جائے گا یا پھر شہید کر دیا جائے گا جیسا کہ مجھ سے پہلے انبیاء کرام کے ساتھ ہوا یا تم پر پتھروں کی بارش کی جائیگی یا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا جیسا کہ تم سے پہلے جھٹلانے والوں کے ساتھ کیا گیا......۵......) میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے (یعنی قرآن پاک کا اور میں خود اپنی طرف سے کچھ ایجاد نہیں کرتا) اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا (نذیر مبین بمعنی بین الانذا ہے) تم فرماؤ بھلا دیکھو تو (مجھے خبر تو دو کہ تمہارا کیا حال ہوگا؟ ارء یتم بمعنی اخبـرونـی ہے) اگر وہ (یعنی قرآن پاک) اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا (وکـــفـــرتـــم بـــــہ جملہ حالیہ ہے) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا (اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں......۶......اس پر کہ یہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہے، مثلہ بمعنی عـلیـہ ہے) تو وہ (یعنی وہ گواہ) ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا (ایمان لانے سے، استکبرتم بمعنی تکبرتم ہے جواب شرط ہے "ان کا ن عند اللہ" کا "الستم ظالمین" ہے جس پر مابعد آیت ان للہ لا یھدی......الخ دلالت کر رہی ہے) بیشک اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم﴾

حم: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تـنـزیل الکتب: مبتدا، من: جار، اللہ: موصوف، الـعـزیـز الحکیم: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ماخلقنا السموت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی﴾

مـاخـلـقـنـا: فعل نفی بافاعل، الـسـمـوت: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، ومـا بـیـنـھـمـا: معطوف ثانی، ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، ب: جار، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجل مسمی: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "خلقا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین کفروا عما انذروا معرضون﴾

و: عاطفہ، الـذیـن کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، عن: جار، مـا انـذروا: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، مـعـرضـون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ارء یتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ما ذاخلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموت﴾

قل: قول، ھمزہ: حرف استفہام، رئیتم: فعل بافاعل، ماتدعون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، مـن دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر

مفعول اول، ارونی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ارئیتم" کی تاکید ہے، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، خلقوا من الارض: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ام: منقطعہ بمعنی بل، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، شرک فی السموت: شبہ جملہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ایتونی بکتب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین﴾

ایتونی: فعل امر بافاعل ومفعول، ب: جار، کتب: موصوف، من قبل ھذا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، اثرۃ: موصوف، من علم: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فائتونی" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غفلون﴾

و: مستانفہ، من: استفہامیہ مبتدا، اضل: اسم تفضیل بافاعل، من: جار، من: موصولہ، یدعوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، عن دعائھم غفلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: موصولہ، لایستجیب لہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، الی یوم القیمۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا حشر الناس کانوا لھم اعداء وکانوا بعبادتھم کفرین﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، حشر الناس: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، کانوا: فعل ناقص بااسم، لھم: ظرف مستقر حال مقدم، اعداء: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، بعبادتھم کفرین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت قال الذین کفروا للحق لما جاء ھم ھذا سحر مبین﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو، ایتنا: ذوالحال، بینت: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول فعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر فاعل، للحق: ظرف لغو، لما جاء ھم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ھذا: مبتدا، سحر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ام یقولون افترہ قل ان افتریتہ فلا تملکون لی من اللہ شیئا ھو اعلم بما تفیضون فیہ کفی بہ شھیدا بینی وبینکم﴾

ام: عاطفہ بمعنی بل، یقولون: قول، افترہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قل: قول، ان: شرطیہ، افتریتہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لاتملکون: فعل نفی بافاعل، لی: ظرف لغو، من: جار، اللہ: ذوالحال، ھو: مبتدا، اعلم بما تفیضون فیہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال اول، کفی: فعل ھو ضمیر مستتر ممیز، شھیدا: صفت مشبہ بافاعل، بینی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینکم: معطوف، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ تمیز، ملکر فاعل، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وھو الغفور الرحیم قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولابکم﴾

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الغفور الرحیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، قل: قول، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص بااسم، بدعا: موصوف، من

السرسل: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما ادری: فعل نفی باانا ضمیر فاعل، ما: استفہامیہ مبتدا، یفعل: فعل مجہول با نائب الفاعل، بی: جار مجرور معطوف، و: عاطفہ، لا: نافیہ، بکم: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین﴾

ان: نافیہ، اتبع: فعل با فاعل، الا: اداۃ حصر، ما یوحی الی: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، انا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، نذیر مبین: ظرف توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ارء یتم ان کان من عندالله و کفر تم به﴾

قل: قول، همزه: حرف استفہام، رء یتم: بمعنی اخبرونی فعل با فاعل "حالکم" مفعول اول محذوف، ان: شرطیہ، کان: فعل ناقص با اسم، من عندالله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کفرتم به: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "فقد ظلمتم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وشهد شاهد من بنی اسراء یل علی مثله فامن واستکبرتم ان الله لا یهدی القوم الظلمین﴾

و: عاطفہ، شهد: فعل، شاهد: موصوف، من بنی اسراء یل: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، علی مثله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، امن: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، استکبرتم: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، لایهدی القوم الظلمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ان اتبع الا مایوحی الی......☆اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں ایک یہ کہ قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا وہ مجھے معلوم نہیں یہ معنی ہوں تو یہ آیت منسوخ ہے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزی کی قسم اللہ عزوجل کے ہاں ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یکساں حال ہے انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں ہے اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت ﴿لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر (الفتح:۲)﴾ نازل فرمائی صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لیدخل المؤمنین والمؤمنت جنت تجری من تحتها الانهر (الفتح:۵)﴾ اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿وبشر المؤمنین بان لهم من الله فضلا کبیرا (الاحزاب:۴۷)﴾ تو اللہ عزوجل نے بیان فرما دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرے گا اور مؤمنین کے ساتھ کیا کرے گا۔ دوسرا قول اس آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ آخرت کا حال تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھی معلوم ہے اور مؤمنین کا بھی اور مکذبین کا یہ معنی ہیں کہ دنیا میں کیا کیا جائے یہ معلوم نہیں اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو بھی منسوخ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بتا دیا کہ ﴿لیظهره علی الدین کله اور ما کان الله لیعذبهم وانت فیهم﴾ بہر حال اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ پیش آنے والے امور پر مطلع فرما دیا ہے خواہ وہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے اور اگر درایت معنی ادراک بالقیاس یعنی عقل کے جاننے کے معنی میں لیا جائے تو مضمون اور بھی زیادہ صاف ہے اور اس آیت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مؤید ہے علامہ نیشا پوری نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ اس میں نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے من جہت الوحی جاننے کی نفی نہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حم کے بارے میں علامہ اسمعیل حقی کی رائے:

۱......حم میں موجود حاء سے مراد اہل توحید کی حمایت ہے، اور میم سے مراد مزید اللہ ﷻ کی رضا ہے جو حقیقی توحید کے علم برداروں پر ہوا کرتی ہے، یعنی اللہ ﷻ کی نظر رحمت۔ بعض کہتے ہیں حم کا معنی دلوں کی حمیت ہے جس کے باعث انسان خطرات اور اندیشوں سے بچ نکل کر دینی شواہد اور یقین کی روشنی میں فلاح پا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حم سے مراد وہ سات صفات ہیں جس پر اللہ ﷻ نے انہیں پیدا فرمایا اور وہ یہ ہیں: حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ پس حاء سے مراد حیا اور میم سے مراد کلام ہے۔ پس اللہ ﷻ نے اول وآخر کے ذریعے تمام ہی کا مجموعی طور پر جائزہ لیا، یعنی اللہ ﷻ نے قرآن مجید نازل فرما کر اپنے اسمائے پاک کا اس میں احاطہ کر لیا اور اس طرح اپنی صفات بالا کی تعریف وتوصیف اور اخلاق عظمی کی تخلیق فرمادی۔ (روح البیان، ج۸، ص۶۲۱)

حق کے معانی:

۲......اللہ ﷻ کے ناموں میں سے نام ہے، اور الشیء الحق سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز حقیقت میں ثابت شدہ ہو اور اس کا استعمال صدق وصواب (ٹھیک) طریقے پر ہو، اور لغت کے اعتبار سے حق سے مراد یہ ہے کہ وہ ثابت شدہ حقیقت جس کا انکار ممکن نہ ہو، اور اصطلاح میں وہ حکم ہے جو واقعہ کے مطابق ہو جس کی مطابقت اقوال، عقائد، ادیان، مذاہب کے اعتبار سے ہوتی ہو، اور صدق اقوالِ خاصہ کے ساتھ مشروع ہوتا ہے جب کہ اس کا مدمقابل کذب ہوا کرتا ہے اور ان دونوں میں فرق کا اعتبار جانب واقعہ کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے، اور صدق وہ ہوتا ہے جس کا حکم واقعہ کے مطابق ہو اور معنی حقیقی سے خاص اسی واقعہ کی جانب اشارہ ملتا ہو۔ (التعریفات، ص۹۴)

اثارۃ کے معنی:

۳......اس کے معنی کے بارے میں امام رازی نے تین اقوال ذکر کئے ہیں: (۱)......اثارۃ بمعنی بقیۃ ہے، یا اس سے مراد کسی چیز کے مشتقات ہیں جو کہ اس کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی سے نکلتے (ہیں جیسے اسمائے مشتقات ہوتے ہیں)۔ (۲)...... اثر سے مراد روایت کے آثار ہیں۔ (۳)......اثر بمعنی علامت ہے، صاحب کشاف کہتے ہیں کہ ﴿اثرۃ﴾ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز پر اثر انداز ہونا اور خاص طور پر علم کے ساتھ اس کو وابستہ کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس علم کا احاطہ تمہارے سوا کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آیت پاک میں اثـارۃ کے معنی یہ ہیں: ''ایسا علم جس میں ریت پر کچھ لکیریں کھینچ کر آئندہ کے احوال معلوم کرلئے جائیں''۔ اہل عرب میں یہ علم مشہور تھا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''حضرات انبیائے کرام خط کے علم کو اپنایا کرتے اور جس کا علم خط کے موافق ہوجائے وہ اسی پر عمل کرتا تھا''۔ اس آیت کا معنی اب یہ ہوگا کہ اگر تم بتوں کی عبادت کو صحیح جانتے ہو تو اس کے بارے میں سابق میں موجود علم خط سے دلیل پیش کرو۔

(الرازی، ج۱۰، ص۷)

قرآن کے انکار، استخفاف اور استحقار کا حکم:

۴......قرآن مجید پر اگر بقصد توہین پاؤں رکھا کافر ہوجائے گا۔

(الھندیة، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، ج۵، ص۳۹۸)

(۲)......قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن کرنا کفر ہے، مثلاً داڑھی مونڈانے سے منع کرنے پر اکثر داڑھی منڈے کہہ دیتے ہیں: ﴿کلا سوف تعلمون ہاں ہاں جان جاؤ گے (التکاثر:۳)﴾ جس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں

کہ کہلا کے معنی "صاف کرنا"، یہ قرآن میں تحریف وتبدیل ہے اور اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی بھی اور یہ دونوں باتیں کفر، اسی طرح اکثر باتوں میں قرآن مجید کی آیات بے موقع پڑھ دیا کرتے ہیں اور مقصود ہنسی کرنا ہوتا ہے جیسے کسی کو نماز جماعت کے لئے بلایا، وہ کہنے لگا: میں جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھوں گا، کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الصلوة تنهى بیشک نماز منع کرتی ہے (العنکبوت: ۴۵)﴾۔

(الهندية، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج۲، ص۲۸۸)

(۴)......مزامیر کے ساتھ قرآن پڑھنا کفر ہے، گراموفون کے ساتھ قرآن سننا منع ہے اگرچہ یہ باجا نہیں بلکہ ریکارڈ میں جس قسم کی آواز بھری ہوتی ہے وہی اس سے نکلتی ہے اگر باجے کی آواز بھری جائے تو باجے کی آواز سننے میں آئے گی اور نہیں تو نہیں مگر گراموفون عموماً لہو لعب کی مجالس میں بجایا جاتا ہے اور ایسی جگہ قرآن مجید پڑھنا سخت ممنوع ہے۔ (المرجع السابق)

الاحقاف کی آیت نمبر "۹" میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال:

۵......اس آیت کی تفسیر میں دو امور کی وضاحت نہایت ضروری ہے: (۱)......﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا (الاحقاف:۹)﴾ کی تاویلات ومحرکات کا بیان۔ (۲)......آیت پاک کے ناسخ ومنسوخ کے اعتبار سے احکامات شرعیہ ومفسرین کرام کے اقوال۔

درایت کے معنی کے حوالے سے اہل لغت کے نکات:

کتب لغت میں اس بارے میں یہ نکات موجود ہیں: (۱)......مصباح اللغات میں دری کے معنی یہ ہیں کسی چیز کو حیلہ سے جاننا، (۲)......المفردات میں ہے: وہ معرفت جو کسی حیلہ سے حاصل کی گئی ہو۔ (۳)......المنجد میں ہے: حیلے سے جاننا، (۴)......القاموس میں ہے: کسی قسم کے حیلے سے جاننا۔

﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم﴾ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱)......اس آیت کو احوال دنیا پر محمول کرنا درست ہے۔ (۲)......اس آیت کو آخرت کے امور پر محمول کرنا چاہیے۔ (۳)......میں اپنے اور تمہارے درمیان ہونے والے امور کی درایت نہیں رکھتا، یعنی غالب ومغلوب امور کو نہیں جانتا۔ (۴)......ابن عباس نے کلبی کی روایت کے تحت لکھا ہے کہ جب سید عالم ﷺ کے صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ میں زیادہ تکالیف ہوئیں تو سید عالم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی وادی کی جانب ہجرت فرما رہے ہیں جو سرسبز وشاداب ہے، آپ ﷺ نے اس بات کا ذکر اپنے اصحاب سے فرمایا تو انہوں نے خواہش ظاہر کی تاکہ مشرکین مکہ کی تکالیف سے بھی آزادی مل جائے لیکن سید عالم ﷺ نے فرمایا میں اپنے امور کی انجام دہی میں وحی کا پابند ہوں میں اپنی جانب سے اس حوالے سے کوئی درایت نہیں رکھتا۔ (۵)......ضحاک کا قول ہے کہ سید عالم ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ آپ ﷺ احکام دین پہنچانے میں اللہ ﷻ کی جانب وحی کے منتظر ہوتے، تکالیف دینیہ، شرائع، جہاد کے احکامات، دشمنان اسلام کی جانب سے آزمائشیں اور امتحان، ثواب وعقاب ہر معاملے میں اللہ ﷻ کی جانب متوجہ رہتے۔ (۶)......سید عالم ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی طبعی موت یا قتل کئے جانے کو نہیں جانتے تھے جیسا کہ سابق میں حضرات انبیائے کرام کو شہید کر دیا گیا، اور اس لئے بھی کہ انکار کرنے والوں کے ساتھ اللہ ﷻ کیا معاملہ فرمائے گا، کیا تم آسمان کی جانب پتھر پھینکو گے کہ زمین میں دھنسا دیئے جاؤ یا ایسا کرو گے جو سابقہ امتوں نے (اپنے انبیائے کرام) کے ساتھ کیا، بعض نے اس آیت کو احوال آخرت پر محمول کیا ہے، حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ اور منافق خوش ہوئے کہ ہم ایسے نبی کی پیروی کیوں کریں جو یہ تک نہیں جانتا کہ خود ان کے ساتھ یا ان کے پیروکاروں کے ساتھ کیا ہونا ہے؟۔ پس جب یہ اعتراض ہوا تو اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿انا فتحنا

لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک ــــ الخ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے ــــ اور یہ اللہ کے ہاں بڑی کامیابی ہے (الفتح: ۱تا۵) ﴾۔ اور اس میں واضح کردیا کہ ان کے ساتھ کیا ہونا ہے اور دیگر لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اور یوں اللہ عزوجل نے مشرکین ومنافقین کی ناک خاک آلود کردی۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۹)

علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت سے درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی سید عالم ﷺ جو کچھ جانتے ہیں وحی کے ذریعے جانتے ہیں)۔ عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اُخروی امور سے ہو، اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کو اللہ عزوجل کی ذات، صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں کہ دنیا کے بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا۔ (روح المعانی، الجزء۲۶، ص ۲۳۲)

آیت کے ناسخ ومنسوخ کے بارے میں احکاماتِ شرعیہ:

عکرمہ، حسن بصری نے اس آیت ﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈرسنانے والا (الاحقاف: ۹) ﴾کو ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ تمہارے سبب اللہ گناہ بخشے (الفتح: ۱تا۲) ﴾سے منسوخ مانا ہے، چنانچہ جب سورۂ فتح کی آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ اللہ عزوجل نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے تو بعض مومنوں نے کہا: آپ کو مبارک ہو یا نبی اللہ ﷺ! ہم کو معلوم ہوگیا کہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کے ساتھ کیا کرے گا اور ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ تب اللہ عزوجل نے سورۂ احزاب کی یہ آیت ﴿وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے (الاحزاب: ۴۷) ﴾نازل فرمائی۔ اور یہ آیت بھی نازل فرمائی: ﴿لیدخل المومنین والمومنت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ویکفر عنھم سیاتھم وکان ذلک عند اللہ فوزا عظیما تا کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے (الفتح: ۵) ﴾۔ (الطبری، الجزء۲۶، ص ۱۱)

قاضی شہاب الدین عمر الخفاجی کہتے ہیں: متذکرہ آیت پاک منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت: ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے (الفتح: ۱تا۲) ﴾ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نسخ کا اعتبار خبر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ امر قل کی وجہ سے ہے، یا نسخ سے مراد مطلق تغییر بھی ہوسکتا ہے۔ (عنایۃ القاضی، الجزء۲۶، ص ۴۶۴)

ابن کثیر لکھتے ہیں: متذکرہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے (الفتح: ۱تا۲) ﴾ہے۔ (ابن کثیر، ج۴، ص ۱۸۳، الصاوی، ج۵، ص ۲۷۸، الخازن، ج۴، ص ۱۲۸)

صدر الافاضل لکھتے ہیں: متذکرہ آیت پاک، الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۲۳)

اسی طرح آپ اپنی کتاب الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی علیہ السلام میں لکھتے ہیں: ملا عبد الرحمٰن بن محمد دمشقی اپنے رسالہ ناسخ ومنسوخ میں لکھتے ہیں: قولہ تعالیٰ: ﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ

کیا﴾ الایة نسخ بقوله تعالی:﴿ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک الله ما تقدم من ذنبک و ما تاخر بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے (الفتح: ۱تا۲)﴾ اور اسی کتاب میں کچھ آگے لکھتے ہیں: سورة الفتح وفیها ناسخ ولیس فیها منسوخ فالناسخ قوله تعالی: ﴿لیغفرلک الله ما تقدم من ذنبک و ما تاخر تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے﴾ والمنسوخ قوله تعالی: ﴿وما ادری ما یفعل بی و لا بکم اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا﴾۔ پس ثابت ہوا کہ ناسخ آیت سورۂ فتح کی ہے جب کہ منسوخ آیت سورۃ الاحقاف کی ہے۔ (الکلمة العلیاء لاعلاء علم المصطفی ﷺ، ص ۱۴۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات:

۶..... حضرت عبداللہ بن حنظلہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام بازار میں لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا کر جا رہے تھے، ان سے کہا گیا: کیا اللہ عزوجل نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں تکبر کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں، میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ (تاریخ دمشق، ج ۱۲، ص ۲۵۲)

☆..... حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام لائے جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے، وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے تھے اور قیس بن الربیع از عاصم از شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وصال سے دو سال قبل اسلام لائے تھے، یہ حدیث مرسل ہے اور قیس ضعیف ہیں۔ (الاصابة، ج ۴، ص ۱۰۳)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سنا کہ سید عالم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہیں تو انہوں نے کہا: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱)..... قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟، (۲)..... اہل جنت کا پہلا طعام کونسا ہے؟، (۳)..... بچہ اپنے باپ یا ماں کے کیسے مشابہ ہوتا ہے؟۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(۱)..... قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی اور (۲)..... اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہے، (۳)..... جب مرد اپنی عورت پر غالب آجائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو عورت بچے کی شبیہ اپنی جانب کھینچ لیتی ہے''۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک رسول الله'' یا رسول اللہ ﷺ! بیشک یہود بہت بہتان تراش قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام کا اس سے پہلے علم ہو گیا کہ آپ ﷺ ان سے میرے متعلق سوال کریں تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے، پھر یہود آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ تم میں عبداللہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں، ان کے والد بھی ہم سب سے بہتر ہیں، وہ ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جائیں؟ انہوں نے کہا: اللہ عزوجل ان کو اپنی پناہ میں رکھے، پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ﷺ'' تو یہود نے کہا: وہ ہم میں سب سے بُرے ہیں، سب سے بُرے شخص کے بیٹے ہیں، اور ان کی بُرائیاں کیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا''۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب من کان عدو الجبریل، رقم: ۴۴۸۰، ص ۷۶۱)

☆..... حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ مدینے تشریف لائے تو لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جب میں نے آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا اور میں نے آپ سے سب سے پہلے یہ بات سنی: ''اے لوگو! بہ کثرت سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور رشتے داروں سے میل میلاپ رکھا کرو اور

جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تورات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب:(١٠٦/٤١)، رقم: ٢٤٩٣، ص٧١٧)

☆......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تینتالیس ٤٣ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر العلام النبلاء، ج٤، ص ٦٥ وغیرہ)

اغراض:

الله اعلم بمراده به: اس حوالے سے کئی مرتبہ کلام ہو چکا، اور قولِ مذکورہ مسلم ہے اور یہی سلف کا طریقہ ہے کہ علم متشابہ کو اللہ کی طرف سپرد کر دیتے ہیں۔ **لیدل علی قدرتنا و وحدانیتنا:** اور دیگر صفات کمالیہ، نقائص سے منزہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ مخلوق اللہ کی معرفت سے پہچانی جاتی ہے اور اس لئے کہ ہر صنعت اپنے صانع کے وجود پر دلالت ہوتی ہے اور اسی کی صفات کمال سے متصف ہوتی ہے۔ **بمعنی همزة الانکار:** اور بمعنی بل بھی اضرابیہ منقطعہ ہو سکتا ہے۔ **منزل:** اور مناسب یہ ہے کہ'' الکون'' کے مادہ سے ''عاما'' کو مقدر مانا جائے۔ **لانهم جماد:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ جمادات فہم وفراست نہیں رکھتے۔

وهم الاصنام: بتوں کو کافروں کے گمان کے مطابق عقلاء کی ضمیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جاحدین: بمعنی منکرین ہے، اور اس کی دلیل اللہ کے فرمان: ﴿وقال شرکاؤھم ما کنتم ایانا تعبدون﴾(یونس:٢٨) میں ملتی ہے۔ **ظاهر:** یعنی بغیر اس (قرآن) کے مثل لانے کے اس کے ساتھ معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ **فرضا:** یعنی بطور فرض اور تقدیر قرآن کو تخلیق کر لینے کا بیان ہے۔ **فلم یعاجلکم بالعقوبة:** یعنی اللہ تمہیں مہلت دیتا ہے کہ تم توبہ کرو اور رجوع لے آؤ، اپنی برائی سے اور اس جملے میں توبہ کرنے والوں کے لئے مغفرت کا وعدہ ہے اور تمام بندوں کے لئے رحمت کا اور اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا حلم ورحمت توبہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے جب کہ وہ اللہ کا خوف رکھتے ہوں۔ **بدیعا:** میں اشارہ ہے کہ ﴿بدعا﴾ صفت ہے جیسا کہ حق اور حقیق، اور یہ ''ابتداع'' اور ''اختراع'' کے معنی میں لی جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف کے حذف کے ساتھ مصدر مراد لی گئی ہو، یعنی ''ذا بدع''۔ **هو عبدالله بن سلام:** ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ﴿شاهد﴾ حضرت موسیٰ اور گواہی سید عالم ﷺ کی شان اقدس کی ہے جو توریت میں مذکورہ ہے۔ (الصاوی، ج٥، ص٢٧٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٢

﴿وقال الذین کفروا للذین امنوا﴾ اَیْ فِیْ حَقِّھِمْ ﴿لو کان﴾ اَلْاِیْمَانُ ﴿خیرا ما سبقونا الیه واذ لم یهتدوا﴾ اَیِ الْقَائِلُوْنَ ﴿به﴾ اَیِ بِالْقُرْاٰنِ ﴿فسیقولون هذا﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿افک﴾ کِذْبٌ ﴿قدیم (١١) ومن قبله﴾ اَیِ الْقُرْاٰنِ ﴿کتب موسی﴾ اَیِ التَّوْرٰۃُ ﴿اماما ورحمة﴾ لِلْمُؤْمِنِیْنَ بِہٖ حَالَانِ ﴿وهذا﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿کتب مصدق﴾ لِلْکُتُبِ قَبْلَہٗ ﴿لسانا عربیا﴾ حَالٌ مِنَ الضَّمِیْرِ فِیْ مُصَدِّقٌ ﴿لینذر الذین ظلموا﴾ مُشْرِکِیْ مَکَّۃَ ﴿و﴾ ھُوَ ﴿بشری للمحسنین (١٢)﴾ اَلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا﴾ عَلَی الطَّاعَۃِ ﴿فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (١٣) اولئک اصحب الجنة خلدین فیها﴾ حَالٌ ﴿جزاء﴾ مَنْصُوْبٌ عَلَی الْمَصْدَرِ بِفِعْلِہِ الْمُقَدَّرِ اَیْ یُجْزَوْنَ ﴿بما کانوا یعملون (١٤) ووصینا الانسان بوالدیه احسانا﴾ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ اِحْسَانًا اَیْ اَمَرْنَاہُ اَنْ یُحْسِنَ اِلَیْھِمَا فَنَصَبَ اِحْسَانًا عَلَی الْمَصْدَرِ بِفِعْلِہِ الْمُقَدَّرِ وَمِثْلِہٖ حُسْنًا ﴿حملته امه کرها ووضعته کرها﴾ اَیْ عَلٰی مُشَقَّۃٍ ﴿وحمله وفصله﴾ مِنَ

الرِّضَاعِ ﴿ثلثون شهرا﴾ سِتَّةُ اَشْهُرٍ اَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ وَالْبَاقِيْ اَكْثَرُ مُدَّةِ الرِّضَاعِ وَقِيْلَ اِنْ حَمَلَتْ بِهٖ سِتَّةً اَوْتِسْعَةً اَرْضَعَتْهُ الْبَاقِيْ ﴿حتى﴾ غَايَةٌ لِجُمْلَةٍ مُقَدَّرَةٍ اَيْ وَعَاشَ حَتّٰى ﴿اذا بلغ اشده﴾ هُوَ كَمَالُ قُوَّتِهٖ وَعَقْلِهٖ وَرَاْيِهٖ اَقَلُّهُ ثَلاثٌ وَّثَلاثُوْنَ سَنَةً اَوْ ثَلاثُوْنَ ﴿وبلغ اربعين سنة﴾ اَيْ تَمَامِهَا وَهُوَ اَكْثَرُ الْاَشَدِّ ﴿قال رب﴾ اِلٰى آخِرِهٖ نَزَلَ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ لَمَّا بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً بَعْدَ سَنَتَيْنِ مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ، آمَنَ بِهٖ ثُمَّ آمَنَ اَبَوَاهُ ثُمَّ ابْنُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ عَتِيْقٍ ﴿اوزعنى﴾ اَلْهِمْنِيْ ﴿ان اشكر نعمتك التى انعمت﴾ بِهَا ﴿على وعلى والدى﴾ وَهِيَ التَّوْحِيْدُ ﴿وان اعمل صالحا ترضه﴾ فَاَعْتَقَ تِسْعَةً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يُعَذَّبُوْنَ فِي اللّٰهِ ﴿واصلح لى فى ذريتى﴾ فَكُلُّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ ﴿انى تبت اليك وانى من المسلمين (۱۵) اولئك﴾ اَيْ قَائِلُوْا هٰذَا الْقَوْلِ اَبُوْ بَكْرٍ وَغَيْرُهٗ ﴿الذين نتقبل عنهم احسن﴾ بِمَعْنٰى حَسَنَ ﴿ما عملوا ونتجاوز عن سياتهم فى اصحب الجنة﴾ حَالٌ اَيْ كَائِنِيْنَ فِيْ جُمْلَتِهِمْ ﴿وعد الصدق الذى كانوا يوعدون (۱۶)﴾ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ ﴿والذى قال لوالديه﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْاِفْرَادِ اُرِيْدُ بِهِ الْجِنْسُ ﴿اف﴾ بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِهَا بِمَعْنٰى مَصْدَرٍ اَيْ نَتْنًا وَقُبْحًا ﴿لكما﴾ اَتَضَجَّرُ مِنْكُمَا ﴿اتعدننى﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْاِدْغَامِ ﴿ان اخرج﴾ مِنَ الْقَبْرِ ﴿وقد خلت القرون﴾ الْاُمَمُ ﴿من قبلى﴾ وَلَمْ تَخْرُجْ مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿وهما يستغيثن الله﴾ يَسْئَلَانِهِ الْغَوْثَ بِرُجُوْعِهٖ وَيَقُوْلَانِ اِنْ لَمْ تَرْجِعْ ﴿ويلك﴾ اَيْ هِلَاكَكَ بِمَعْنٰى هَلَكْتَ ﴿امن﴾ بِالْبَعْثِ ﴿ان وعد الله حق فيقول ما هذا﴾ اَيِ الْقَوْلُ بِالْبَعْثِ ﴿الا اساطير الاولين (۱۷)﴾ اَكَاذِيْبُهُمْ ﴿اولئك الذين حق﴾ وَجَبَ ﴿عليهم القول﴾ بِالْعَذَابِ ﴿فى امم قد خلت من قبلهم من الجن والانس انهم كانوا خسرين (۱۸) ولكل﴾ مِنْ جِنْسِ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ ﴿درجت﴾ فَدَرَجَاتُ الْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ عَالِيَةٌ وَدَرَجَاتُ الْكَافِرِ فِي النَّارِ سَافِلَةٌ ﴿مما عملوا﴾ اَيِ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْكَافِرُوْنَ مِنَ الْمَعَاصِيْ ﴿وليوفيهم﴾ اَيِ اللّٰهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ ﴿اعمالهم﴾ اَيْ جَزَاءَهَا ﴿وهم لا يظلمون (۱۹)﴾ شَيْئًا يَنْقُصُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَزَادُ لِلْكُفَّارِ ﴿ويوم يعرض الذين كفروا على النار﴾ بِاَنْ تُكْشَفَ لَهُمْ يُقَالُ لَهُمْ ﴿اذهبتم﴾ بِهَمْزَةٍ وَ بِهَمْزَتَيْنِ وَبِهَمْزَةٍ وَمَدَّةٍ وَبِهِمَا وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ ﴿طيبتكم﴾ بِاشْتِغَالِكُمْ بِلَذَّاتِكُمْ ﴿فى حياتكم الدنيا واستمتعتم﴾ تَمَتَّعْتُمْ ﴿بها فاليوم تجزون عذاب الهون﴾ اَيِ الْهَوَانِ ﴿بما كنتم تستكبرون﴾ تَتَكَبَّرُوْنَ ﴿فى الارض بغير الحق وبما كنتم تفسقون (۲۰)﴾ بِهٖ وَتُعَذَّبُوْنَ بِهَا.

﴿ترجمه﴾

اور کافروں نے مسلمانوں سے (ان کے حق میں) کہا اگر اس (یعنی ایمان) میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ ہم سے آگے اس تک نہ پہنچ جاتے اور جب انہیں (جو اس بات کے قائل تھے) اس کی (یعنی قرآن پاک پر ایمان لانے کی) ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ یہ (یعنی یہ قرآن پاک) پرانا جھوٹ ہے (افک بمعنی کذب ہے) اور اس سے (یعنی قرآن پاک سے) پہلے موسیٰ کی کتاب (یعنی تورات) ہے

پیشوااور مہربانی (مسلمانوں کے لیے، "اماما ورحمة" دونوں حال بن رہے ہیں) اور یہ (یعنی قرآن پاک) کتاب ہے تصدیق فرماتی (اپنے سے ماقبل کتب کی) عربی زبان میں ("لسانا عربیا" مصدق کی ضمیر سے حال ہے) کہ ظالموں (یعنی مشرکین مکہ) کو ڈرسنائے اور (یہ) نیکوں کو (یعنی مسلمانوں کو) بشارت ہے بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر (اطاعت الٰہی پر) ثابت قدم رہے تو نہ ان کو خوف نہ ان کو غم وہ جنت والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے ("خلدین فیها" حال بن رہا ہے) ان کے اعمال کی جزا......۱......("جزا" فعل مقدر یجزون کا مفعول مطلق بننے کے سبب منصوب ہے) اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے (ایک قرائت میں حسنا کی جگہ احسانا ہے معنی آیت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا......۲......احسانا مفعول مطلق ہے یہ اپنے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور حسنا میں بھی اسی کی مثل بحث ہے) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے (کـرها بمعنی المشقة ہے) اور اسے اٹھائے پھرنا اور (رضاعت سے) اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے (اقل حمل چھ ماہ ہے باقی کا عرصہ اکثر مدت رضاعت کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر عورت نے چھ یا سات ماہ میں بچہ جنا تو بقیہ مدت اس کو دودھ پلائے گی......۳......) یہاں تک کہ (حتی جملہ مقدر "وعاش" کے لیے غایت ہے یعنی وہ زندگی گزارتا رہا حتی کہ) جب اپنے زور کو پہنچا (یعنی اپنے کمال قوت عقل اور رائے کو پہنچا اور یہ کمال قوت کم از کم تینتیس سال کی عمر میں ہوتا ہے) اور چالیس برس کا ہوا (یعنی مکمل چالیس سال کا، اور یہ ان قوتوں کے کمال کا کامل درجہ ہے......۴......) عرض کی اے میرے رب (یہ آیت مبارکہ آخر تک حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوتی ہے، نبی پاک ﷺ کی بعثت مبارکہ کے دوسال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ چالیس برس کے ہوئے اور حضور پر نور ﷺ پر ایمان لے آئے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے والدین اور آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اور آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبدالرحمٰن کے فرزند ابوعتیق بھی ایمان لے آئے ......۵......) میرے دل میں ڈال (اوزعنی بمعنی الهمنی ہے) کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جس (کے ذریعے) تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی (اور وہ نعمت توحید پر ایمان لانے کی توفیق ہے) اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے (چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے غلاموں کو آزاد کردیا جنہیں اللہ عزوجل پر ایمان رکھنے کے سبب عذاب دیا جاتا تھا) اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح رکھ (کہ وہ سب کی سب مومن رہیں) میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں یہ ہیں وہ (یعنی اس دعا کے قائل حضرت ابوبکر صدیق وغیرہ ہیں) جن کی نیکیاں ہم قبول کریں گے (احسن بمعنی حسن ہے) اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے جنت والوں میں (فی اصحب الجنة حال ہے یعنی یہ لوگ من جملہ جنتیوں میں سے ہیں) سچا وعدہ جو انہیں دیا جاتا تھا (جس کا بیان اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے ﴿وعد الله المومنین والمومنات جنات﴾) اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا (ایک قرائت میں الوالدیه تثنیہ کی جگہ مفرد کلمہ ہے اور اس مفرد سے مراد جنس لی گئی ہے) اف (اف کو فاء مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ مصدر ہے بمعنی نتنا وقبحا ہے) تم دونوں سے (یعنی میں تم دونوں سے بیزار ہوں) کیا مجھے یہ وعدہ دیتے ہو (تعد اننی ایک قرائت میں ادغام کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤنگا حالانکہ مجھ سے پہلے قومیں گزر چکیں (اور انہیں قبروں سے نہیں نکالا گیا، القرون بمعنی الامم ہے) اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں (یعنی دونوں اللہ عزوجل سے مدد طلب کرتے ہیں اپنے بیٹے کے رجوع کر لینے کے بارے میں اور اس سے کہتے ہیں اگر تو نے اس عقیدے سے رجوع نہ کیا تو) تیری خرابی ہوگی (یعنی تیری ہلاکت ہوگی یعنی تو ہلاک ہوجائے گا، ویلک بمعنی هلاکک ہے) تو (مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر) ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ فرمانے کا) سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا قول تو نہیں) مگر اگلوں کی کہانیاں (یعنی اگلوں کی جھوٹی با

تمیں) یہ ہیں وہ جن پر (عذاب آنے کی) بات ثابت ہوچکی (حق بمعنی و جب ہے) ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے جن اور آدمی بیشک وہ زیاں کار تھے اور ہر ایک کے لیے (جنس مومن اور جنس کافر میں سے) درجے ہیں (تو مسلمانوں کے درجات جنت میں ہیں بلند وبالا اور کافروں کے درجات جہنم کے نچلے طبقے میں ہیں) اس سے جو انہوں نے عمل کیے (یعنی مسلمانوں نے جو نیکیاں کیں اور کفار نے جو برائیاں کیں، ان سے) اور تا کہ وہ (یعنی اللہ ﷻ) انہیں پورے بھردے (لیوفیهم ایک قرائت میں علامت مضارع نون کے ساتھ ہے) ان کے کام (یعنی ان کے اعمال کی جزا) اور ان پر (کچھ) ظلم نہ ہوگا (کہ مسلمانوں کی نیکیاں کم کی جائیں اور کافروں کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے) اور جس دن کافر آگ پر پیش کئے جائیں گے (یوں کہ آگ ان کے لیے ظاہر کردی جائے گی اور ان سے فرمایا جائے گا) تم فنا کرچکے (اذهبتم ایک ہمزہ کے ساتھ اور دو ہمزوں کے ساتھ اور ایک ہمزہ اور مد کے ساتھ اور دونوں ہمزہ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اپنی پاک چیزیں (اپنی لذتوں میں مشغول رہ کر......) اپنی دنیاوی زندگی میں اور انہیں برت چکے (استمتعتم بمعنی تمتعتم ہے) تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا (الهون بمعنی الهوان ہے) سزا اس کی کہ تم زمین پر ناحق تکبر کرتے تھے (استکبرتم بمعنی تکبرتم ہے) اور سزا اس کی حکم عدولی کرتے تھے (اور تمہیں اس کے سبب عذاب دیا جائے گا، بہ ضمیر عائد الی الاسم الموصول محذوف ہے، بہ نکال مفسر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیه﴾

و: عاطفہ، قال: فعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر فاعل، للذین امنوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، لو: شرطیہ، کان: فعل ناقص با اسم، خیرا: ملکر جملہ فعلیہ شرط، ماسبقونا: فعل نفی با فاعل ومفعول، الیه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واذ لم یهتدوا به فسیقولون هذا افک قدیم﴾

و: عاطفہ، اذ: مضاف، لم یهتدوا: فعل نفی با فاعل، به: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "ظهر عنادهم" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، س: حرف استقبال، یقولون: قول، هذا: مبتدا، افک قدیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ومن قبله کتب موسی اماما ورحمة﴾

و: عاطفہ، من قبله: ظرف مستقر خبر مقدم، کتب موسی: ذوالحال، اماما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة: معطوف، ملکر فاعل، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وهذا کتب مصدق لسانا عربیا لینذر الذین ظلموا وبشری للمحسنین﴾

و: عاطفہ، هذا: مبتدا، کتب: موصوف، مصدق: اسم فاعل "هو" ضمیر ذوالحال، لسانا عربیا: مرکب توصیفی حال، ملکر فاعل، لام: جار، ینذر: فعل با فاعل، الذین ظلموا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، بشری: موصوف، للمحسنین: ظرف مستقر صفت، ملکر "هو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون﴾

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، قالوا: قول، ربنا الله: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استقاموا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر اسم، ف: زائدہ، لا: نافیہ، خوف: مبتدا، علیهم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف

علیہ ،و :عاطفہ ،لا :نافیہ ،ھم :مبتدا ،یحزنون : جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک اصحب الجنۃ خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون﴾

اولئک : مبتدا ،اصحب الجنۃ : ذوالحال ،خلدین فیھا : شبہ جملہ حال اول ،جزاء :مصدر بافاعل ،بما کانوا یعملون :ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل ان کی خبر ثانی واقع ہے ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووصینا الانسان بوالدیہ احسنا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصلہ ثلثون شھرا﴾

و : مستانفہ ،وصینا الانسان :فعل بافاعل ومفعول ،بوالدیہ :ظرف لغو ،احسنا :مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ،حملتہ :فعل ومفعول ،امہ : ذوالحال ،کرھا : حال ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ،و : عاطفہ ،وضعتہ :فعل "ھی" ضمیر ذوالحال ،کرھا : حال ،ملکر فاعل ،ہ :ضمیر ذوالحال ،و : حالیہ ،حملہ :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،فصلہ :معطوف ،ملکر مبتدا ،ثلثون : ممیز ،شھرا :تمیز ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ حال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ واصلح لی فی ذریتی﴾

حتی : حرف غایۃ وجار ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،بلغ اشدہ :فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،بلغ اربعین سنۃ : جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر شرط ،قال :قول ،رب : نداء ،اوزعنی :فعل امر بافاعل ومفعول ،ان :مصدریہ ،اشکر :فعل بافاعل ،نعمتک :موصوف ،التی :موصول ،انعمت :فعل بافاعل ،علی : جار مجرور معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،علی والدی :جار مجرور معطوف ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،ان :مصدریہ ،اعمل :فعل بافاعل ،صالحا :موصوف ،ترضہ : جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اصلح لی فی ذریتی :جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقصود بالنداء ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ مجرور ،ملکر ظرف مستقر "عاش" فعل محذوف کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی تبت الیک وانی من المسلمین﴾

انی : حرف مشبہ واسم ،تبت الیک : جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،انی :حرف مشبہ واسم ،من المسلمین :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیاتھم فی اصحب الجنۃ﴾

اولئک : مبتدا ،الذی : موصول ،نتقبل عنھم :فعل بافاعل وظرف لغو ،احسن :مضاف ،ما عملوا :موصول صلہ ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،نتجاوز :فعل بافاعل ،عن : جار ،سیات :مضاف ،ھم : ذوالحال ،فی اصحب الجنۃ : ظرف مستقر حال ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر صلہ ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعد الصدق الذی کانوا یوعدون﴾

وعد : مضاف ،الصدق :موصوف ،الذی کانوا یوعدون : موصول صلہ ،ملکر صفت ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر فعل محذوف "وعدھم اللہ" کیلئے مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعدننی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی وھما یستغیثن اللہ ویلک امن﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، قال لوالدیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، اف: اسم فعل مضاف بمعنی، اتضجر: ذوالحال، لکما: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا، ھمزہ: حرف استفہام، تعدان: فعل "ھما" ضمیر مستقر ذوالحال، و: حالیہ، ھما: مبتدا، یستغیثن: فعل و "ھما" ضمیر مستقر ذوالحال، ویلک: فعل محذوف "الزمک اللہ" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، امن: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی قول محذوف "قائلین" کیلئے، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، اللہ: اسم جلالت مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، خلت القرون من قبلی: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول اول، ان اخرج: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان وعداللہ حق فیقول ما ھذا الا اساطیر الاولین﴾

ان وعداللہ: حرف مشبہ واسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، ف: عاطفہ، یقول: قول، ما: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اساطیر الاولین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولئک الذین حق علیھم القول فی امم قدخلت من قبلھم من الجن والانس﴾

اولئک: مبتدا، الذین: موصول، حق: فعل، علی: جار، ھم: ذوالحال، فی: جار، امم: موصوف، قدخلت من قبلھم: جملہ فعلیہ صفت اول، من الجن والانس: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، القول: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انھم کانوا خسرین ولکل درجت مما عملوا﴾

انھم: حرف مشبہ واسم، کانوا خسرین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لکل: ظرف مستقر خبر مقدم، درجت: موصوف، مما عملوا: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولیوفیھم اعمالھم وھم لا یظلمون﴾

و: عاطفہ، لام: جار، یوفی: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: عاطفہ، ھم لایظلمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول اول، اعمالھم: مفعول ثانی، ملکر فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر ہے فعل محذوف "جازا ھم یذلک" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا﴾

و: مستانفہ، یوم: مضاف، یعرض: فعل مجہول، الذین کفروا: نائب الفاعل، علی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، اذھبتم: فعل بافاعل، طیبتکم: مفعول، فی حیاتکم الدنیا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، استمتعتم بھا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر قول محذوف "یقال لھم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون﴾

ف: فصیحیہ، الیوم: ظرف مقدم، تجزون: فعل بانائب الفاعل، عذاب الھون: مفعول، ب: جار، ما: موصولہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، تستکبرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بغیر الحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، بما کنتم تفسقون: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......وقال الذین کفروا......☆ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اگر دین محمدی ﷺ حق ہوتا تو فلاں وفلاں اس کو ہم سے پہلے کیسے قبول کر لیتے۔

☆......وبلغ اربعین سنة ......☆ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی آپ کی عمر سید عالم ﷺ سے دو سال کم تھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی اسوقت حضور ﷺ کی عمر شریف بیس برس کی تھی حضور ﷺ کی ہمراہی میں بغرض تجارت ملک شام کا سفر کیا ایک مقام پر ٹھہرے وہاں ایک بیری کا درخت تھا حضور ﷺ اس کے سائے میں تشریف فرما ہوئے قریب ہی ایک راہب رہتا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے پاس چلے گئے راہب نے آپ سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں جو اس بیری کے سایہ میں جلوہ فرما ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد بن عبداللہ ہیں عبدالمطلب کے پوتے راہب نے کہا خدا عزوجل کی قسم یہ نبی ہیں اس بیری کے سائے میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد آج تک کوئی نہیں بیٹھا یہی نبی آخر الزماں ہیں۔ راہب کی یہ بات حضرت صدیق اکبر کے دل پر اثر کر گئی اور نبوت کا یقین آپ کے دل میں جم گیا اور آپ نے صحبت شریف کی ملازمت اختیار کر لی۔ سفر وحضر میں آپ سے جدا نہ ہوتے اور جب سید عالم ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ نے آپ کو نبوت ورسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا تو صدیق اکبر آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا فاسق مومن کی بھی مغفرت ہوگی؟

۱......کفر کے سوا کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے مومن بندے کا ایمان خارج نہیں ہوتا، بلکہ اس میں ایمان کی تصدیق باقی رہتی ہے۔ جب کہ معتزلہ کا قول ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا نہ تو مومن رہتا ہے اور نہ ہی کافر، کیونکہ ان کے نزدیک اعمال ایمان کے جزء حقیقی نہیں ہوتے اور نہ ہی مومن بندے میں کفر داخل ہوتا ہے جب کہ خوارج کا نظریہ اس حوالے سے یہ ہے کہ کبیرہ چاہے صغیرہ اس کا قائل کافر ہوتا ہے، اور ایمان وکفر کے مابین کوئی واسطہ نہیں ہوا کرتا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے اور اس کی نفی اسی وقت قابل قبول ہوگی اسی کی مناسبت سے کوئی معاملہ پایا جائے (جیسا کہ کلمہ طیبہ اور دیگر ضروریات دین کا انکار)۔ اور محض کبیرہ کا ارتکاب مثلاً غلبۂ شہوت کی وجہ سے زنا کا صدور ہو جانا، سستی یا کسی اور وجہ سے کبیرہ ہو جانا، مومن کو کافر نہیں کرتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ عزوجل کے عذاب کو ہلکا جان کر یا حلال جان کر کسی حرام کا ارتکاب کرے تو ایسا کرنا یقیناً کفر ہے، کیونکہ اس میں تکذیب (جھٹلانے) کی علامت پائی جاتی ہے۔

(شرح العقائد، المبحث: الکبیرۃ لا تخرج عن الایمان، ص ۲٦٤ وغیرہ)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "شفاعتی لاھل الکبائر من امتی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب منه، رقم: ۲٤٤۳، ص ۷۰۵)

والدین کے ساتھ بھلائی کے متعلق احادیث:

۲......قرآن مجید فرقان حمید میں سات جگہ پر لفظ و الـدیـن آیا ہے، جن میں سے چار مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ عزوجل نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کیساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے، والدین کیساتھ بھلائی کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ایسی کوئی بات کہے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے مال وجان

سے انکی خدمت بجالانے میں قطعادریغ نہ کرے بلکہ جب بھی انہیں ضرورت ہوتو ہر لمحہ انکے پاس حاضر رہے۔

☆......حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: ''میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ بھی یہی جواب ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، رقم: ۵۹۷۱ص ۱۰۴۵)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص نے جہاد کی اجازت چاہی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: توان دونوں کی خدمت کوشش کر۔'' (صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب الجھاد باذن الابوین رقم: ۳۰۰۴، ص ۴۹۶)

☆......حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''والدین کا اپنے بچے پر کیا حق ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''ھما جنتک ونارک یعنی والدین ہی تمہاری جنت ودوزخ ہیں۔''

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالدین، رقم: ۳۶۶۲، ص ۶۰۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اور یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشادفرمایا کہ جس نے اپنے والدین دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوگیا''۔ (ریاض الصالحین، ص ۱۱۵)

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گناہوں میں والدین کی نافرمانی کا بھی ذکر فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر، رقم: (۱۶۱)/۸۷، ص ۶۵)

☆......سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''اللہ عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم: ۱۹۰۷، ص ۵۱۶)

☆...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت کر اور اگر چاہے تو اسے ضائع کردے، اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ایضا، رقم: ۱۹۰۶، ص ۵۶۵)

☆...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔'' یعنی والدہ کے لیے تواضع اختیار کرنا اور انہیں راضی کرنا، یہ دخولِ جنت کا سبب ہے۔ (مسند شھاب القضاعی، باب: الجنۃ تحت اقدام الامھات، رقم: ۱۱۹، ج ۱، ص ۱۰۲)

دودھ پلانے کی مدت کا بیان:

سے...... بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا تحرم المصۃ والمصتان یعنی ایک مرتبہ یا دومرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی''۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصۃ والمصتین، رقم: (۳۴۸۰)/۱۴۵۰، ص ۶۸۵)۔ المص والمصۃ: مصدر ہے اور اس میں واحد تثنیہ جمع مذکر مونث سب برابر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ''المصاص من الشیء'' خالص کہا جاتا ہے کہ '' فلان کریم المصاص'' یا ''ھو مصاص قومہ'' جب نسب کے لحاظ سے خالص ہو۔ اسی سے المصاص ہے یعنی جو چیز چوسی جائے۔ باب نصر اور سمع سے ''مصًا'' میم کے فتح کے ساتھ ان ابواب کا مصدر آتا ہے۔

کتنی چسکیوں سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم آتی ہے پھر وہ منسوخ ہوگیا پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے وصال تک قرآن میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔ جمہور فقہاء تابعین اور مجتہدین کا نظریہ یہ ہے کہ ایک قطرہ چوسنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام مالک و ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے انکی دلیل قرآن مجید کا یہ فرمان مبارکہ ہے کہ ﴿وامھتکم التی ارضعنکم﴾ یہاں کسی عدد کا ذکر نہیں لہذا معلوم ہوا کہ مطلقاً دودھ پلانے سے عورت رضاعی ماں بن جاتی ہے، جمہور کا استدلال قرآن مجید کے اطلاق اور عموم پر ہے خواہ کتنا ہی دودھ پلائے اگر ایک چسکی ہی کیوں نہ پلا دے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور شوافع کا خبر واحد سے استدلال کرنا جب کہ قرآن مجید خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا اور جب اس کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوا تو خبر واحد ہونا بھی ثابت نہیں اور جب خبر واحد میں کوئی طعن ہو تو وہ موجب للعمل نہیں رہتی۔ حدیث مذکورہ امام شافعی کی تائید میں ہے جیسا کہ ماقبل مفصل جواب دیا جا چکا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک مدت رضاعت تیس ماہ ہیں۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا اور اسے اٹھائے پھرنا اور اسکا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے (الاحقاف: ۱۵)﴾ اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے دونوں میں سے ہر ایک مدت تیس ماہ ہے۔ لیکن چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حمل کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہوتی اس لیے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ پر ہی محمول کرنی چاہیے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''انما الرضاعة من المجاعة رضاعت بھوک سے ہوتی ہے'' یعنی جب دودھ سے بھوک مٹ سکے اور یہ دو یا ڈھائی سال کی عمر تک ہوتا ہے اس کی بعد بھوک کھانے سے مٹتی ہے۔ نیز ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ''رضاعت سے حرمت اس وقت تک ثابت ہوتی ہے جب پستان کا دودھ بچہ کی انتڑیوں میں سختی سے پہنچے (یعنی اس کی غذا بنے) یہ اس کے کھانا کھانے کی عمر سے پہلے ہے۔''

(شرح صحیح مسلم، کتاب، باب، ج ۳، ص ۹۱۷)

پکی وپختہ عمر کونسی ہوتی ہے؟

ﷺ......علامہ قرطبی فرماتے ہیں: اللہ کے فرمان: ﴿حتی اذا بلغ اشدہ جب اپنے زور کو پہنچا﴾ کے تحت مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں: (۱)...... اشدہ سے مراد اٹھارہ سال کی عمر مبارک ہے، (۲)...... جس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابیت سے مشرف ہوئے، اس وقت ان کی عمر مبارک بارہ سال اور سید عالم ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی، اور وہ شام کے تجارتی سفر پر ساتھ تھے، ایک مقام جس کا نام سدرہ بتایا جاتا ہے وہاں اُترے، پس سید عالم ﷺ ایک سائے میں تشریف فرما ہو گئے، اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ایک راہب کے پاس موجود تھے جس نے آپ سے سید عالم ﷺ کے دین کے متعلق سوال کئے۔ پس راہب نے کہا اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اس راہب نے کہا خدا ﷻ کی قسم! یہ اللہ ﷻ کے نبی ﷺ ہیں کیونکہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کے لئے اس طرح کا سایہ ہوتا نہیں دیکھا، پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل یقین وتصدیق قرار پکڑ گئی پس اس کے بعد انہوں نے کبھی کسی سفر وحضر میں سید عالم ﷺ کو تنہا نہ چھوڑا۔ پھر جب سید عالم ﷺ نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلان نبوت فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق کی اُس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال تھی، اور جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت

کا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی (الاحقاف:۱۵)﴾۔ شعبی اور ابن زید کہتے ہیں: مراد بردباری کا بڑھنا ہے، حسن کہتے ہیں کہ مراد چالیس سال کی عمر ہے۔ (القرطبی، الجزء، الجزء۲۶، ص ۱۶۶ وغیرہ)

فضائل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

۵......آیت مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ عزوجل نے انہیں ﴿اولوا الفضل منکم والسعۃ اور جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں (النور:۲۲)﴾ فرمایا، اولوا الفضل منکم والسعۃ جمع کا صیغہ ہے اگر یہ واحد کے لئے استعمال کیا جائے تو اس سے فردِ واحد کی تعظیم و توقیر مقصود ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے الفضل کو مطلق بیان فرمایا اور کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا، معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہر جہت سے ہے یعنی فاضل علی الاطلاق ہیں۔ فضل کا ایک معنی زیادتی ہے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبادت دیگر لوگوں سے زیادہ ہے۔ اللہ عزوجل نے انہیں صاحبِ وسعت بھی فرمایا یعنی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے میں، شفقت کرنے اور احسان کرنے میں بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

حضرات انبیائے کرام کے بعد لوگوں میں افضل ترین شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبۃ تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا، ان کے والد کا نام ابو قحافہ عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر القریشی الصدیق التمیمی، بہت زیادہ سچ گو ہونے کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا۔ انہیں سچ گوئی کی قوت وطاقت اولین وآخرین میں سے سب سے زیادہ دی گئی۔ بعض لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض کرتے ہیں جس کا واضح بیان یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے بلایا گیا تو ارشاد فرمایا: "مروا ابابکر فلیصل بالناس یعنی ابوبکر کے پاس جاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب:حد المریض، رقم:۶۶۴، ص۱۰۸)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ بنانے کے بارے میں کہا گیا تو ارشاد فرمایا: "جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا تو مجھ سے بہتر یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور میں خلیفہ نہیں بناتا کیونکہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر (یقیناً) نہیں ہوں"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب:الاستخلاف، رقم: ۷۲۱۸، ص۱۲۴۳)(شرح فقہ الاکبر، باب :افضل البشر بعدالانبیاء بالتحقیق، ص ۱۰۸ وغیرہ)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا"۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنۃ، باب :فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم:۹۴، ص۳۲)

☆......حضرت سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسے سات غلام خرید کر آزاد کئے جنہیں راہِ خدا میں بہت تکالیف دی جاتی تھیں، ان میں بلال حبشی، عامر بن فہیرہ، رضی اللہ عنہما (سیدنا زبیرہ، سیدتنا ام عبیس، سیدتنا نھدیہ، ان کی بیٹی، ابن عمرو بن مؤمل کی لونڈی) شامل ہیں۔ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب:جامع من فضلہ، رقم: ۱۴۳۴۰، ج۹، ص۱۷)

☆......ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "اپنا مال راہِ خدا میں جہاد کے لئے صدقہ کرو"۔ اس فرمان کی تعمیل میں صحابہ کرام نے حسبِ توفیق اپنا مال جہاد کے لئے پیش کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور استفسار فرمایا: "اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو" تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابقیت لھم اللہ ورسولہ اور گھر والوں کے لئے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے"۔ فاروق اعظم یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے: "میں کبھی بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب :فی مناقب ابی بکر وعمر، رقم:۳۶۹۵، ص۱۰۵۱ ملخصاً)

نیک لوگوں کا دنیاوی لذتوں سے نفع اٹھانا:

٦......کافر اپنے اعمال کا نفع دنیا ہی میں اٹھالیں گے اور ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، کیونکہ اُخروی انعام واکرام فقط اُنہی کو ملتے ہیں جو ایمان بھی رکھتے ہوں اور ایمان والے بظاہر دنیا کا مال نہ بھی رکھتے ہوں، ان پر اللہ عزوجل کے احسانات کی بھرمار ہوا کرتی ہے اور بظاہر دنیاوی انعام واکرام واسباب کی جانب انکی توجہ بھی کم ہی ہوتی ہے یا بالکل ہی نہیں ہوتی۔

☆......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کا ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز میں حق نہیں: رہنے کے لئے گھر ہونا، اتنا کپڑا جو اس کی شرم گاہ چھپانے کے لئے کافی ہو، روٹی اور پانی''، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب:(٣٠/٣٠منه)، رقم: ٢٣٤٨، ٦٧٩)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادی سونے کی بنادے، میں نے کہا: نہیں، اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، پھر جب میں بھوکا رہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو میں تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد کروں گا''۔

(سنن الترمذی کتاب الزھد، باب: ما جاء فی الکفاف والصبر، رقم: ٢٣٥٤، ص ٦٨١)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین کے ساتھ لگائے ہوئے تھا اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھے ہوئے تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه، رقم: ٦٤٥٢، ص ١١٢٠)

☆......ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غلام اُن کی بارگاہ میں دودھ لایا، آپ نے اُسے پی لیا، غلام نے عرض کی: میں پہلے جب بھی کوئی چیز پیش کرتا تو آپ اُس کے متعلق دریافت کرتے لیکن اِس دودھ کے متعلق آپ نے کچھ نہیں دریافت کیا؟ یہ سن کر آپ نے پوچھا: یہ دودھ کیسا ہے؟ غلام نے جواب دیا: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک غلام پر منتر پھونکا تھا جس کے معاوضے میں آج اس نے یہ دودھ دیا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے حلق میں انگلی ڈال لی اور دودھ اُگل دیا، اس کے بعد نہایت عاجزی سے دربارِ الٰہی عزوجل میں عرض کیا: ''اے اللہ عزوجل! جس پر میں قادر تھا وہ میں نے کیا، اس کا تھوڑا بہت حصہ جو رگوں میں رہ گیا ہے تو اُسے معاف کردے''۔

(صحیح البخاری، مناقب الانصار، ایام الجاھلیة، رقم: ٣٨٤٢، ص ٦٤٤)

اغراض:

ای فی حقھم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿للذین﴾ میں لام بمعنی فی ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ اِسے اس کے اپنے باب کے ساتھ باقی رکھا جائے۔ اقله ثلاث وثلاثون سنة: کیونکہ اس مدت میں بدنِ انسانی اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے۔ الایمان: اور یہ بھی درست ہے کہ ﴿لو کان﴾ الایمان کے بجائے القرآن یا الرسول مراد لیا جائے، اور سارے معنی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ حالان: یعنی ﴿اماما﴾ اور ﴿رحمة﴾ دونوں ہی ﴿کتب موسی﴾ سے حال ہیں۔

للکتب قبله: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب یا دیگر آسمانی کتب مراد ہیں۔ نزل: اس کا بیان ﴿وبلغ اربعین سنة﴾ کے تحت شانِ نزول میں دیکھیں۔ حال: ﴿اصحب الجنة﴾ کی ضمیر سے حال ہے۔ ارضعته الباقی: دیکھیں حاشیہ نمبر ''٣''۔ فنصب احسانا: پس ''الحسن'' اور ''الاحسان'' کا ایک ہی معنی ہے، مراد قول وفعل میں اچھائی ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ قولی اور فعلی اعتبار سے اچھا برتاؤ کرے۔ ای علی مشقة: حمل کے اعتبار سے ہونے والی مشقت مراد ہے نہ کہ ابتدائی مشقت۔ ثم آمن

ابو اہ: سے مراد حضرت ابوبکر کا شجرہ ہے یعنی عثمان بن عمرو، کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام ام الخیر بنت صخر بن عمرو۔
و ابن عبدالرحمن: کا نام محمد تھا، اوراس نے سید عالم ﷺ کے زمانے کو پایا اور حضرت ابوبکر کے سوا کسی اور صحابی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا، اور حضرت ابوبکر کی زوجہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزی تھا۔ فـاعتـق تسـعة: یعنی کافروں کے چنگل سے مال دے کر چھڑایا، اوران مسلمانوں کو کافروں کی اذیت سے بچایا، اور یہ عتق صوری ہے اور امورِ خیر اللہ ہی کی اعانت سے ہو پاتے ہیں۔
ای قـائـل الـقـول: میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں نیکی کے قبول ہونے کی تعبیر عمومی اعتبار سے کی گئی ہے نہ کہ خصوصی اعتبار سے۔ بمعنی حسن: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اسم تفضیل اس باب سے نہیں ہے۔
ای نتنا: سے مراد گندگی اور ناپسندیدہ بُو ہے، اور یہ بطور کنایہ والدین کی رضامندی کے خلاف اعمال اختیار کرنے سے تعبیر کی گئی ہے۔
ولم تخرج من القبور: یعنی جن کا یہ گمان ہے کہ قبروں سے نکلنا اگر سچی بات ہے تو یہ بات دنیا کے ختم ہونے سے پہلے ہونی ہے۔
یسألانه الغیث: یعنی والدین اپنی اولاد کے لئے اسلام کی توفیق کی دعائیں کرتے ہیں۔ ویقولون: ﴿یستغیثان﴾ کے فاعل سے حالِ محذوف کی جانب اشارہ ہے، معنی یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لئے اس حال میں اللہ کے حضور دعائیں مانگتے ہیں کہ وہ ﴿ویلک﴾ کے امر کے قائل ہیں۔ اکاذیبهم: یعنی پہلوں نے بغیر کسی اصل کے گھڑلیا ہے۔
ای جزائها: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام مذکورہ میں مضاف حذف ہے۔ ینـقص للمؤمنین: یعنی مومنین کے درجات میں ظلم کرتے ہوئے کمی نہ کریں گے، بلکہ ان کے درجات میں اضافہ کریں گے۔ ویـزاد للکفار: اور کافروں کے عذاب میں اضافہ کریں گے، اور بعض کے عذاب میں تخفیف بھی متصور ہے جیسا کہ ابوطالب اور ابولہب۔ یقال لهم: یعنی کافروں سے کہا جائے گا: ﴿اذهبتم﴾ جس وقت انہیں آگ پر پیش کیا جائے گا۔
بان تکشف لهم: میں اس جانب اشارہ ہے کلام (مفسر) میں کچھ الٹ پلٹ والا معاملہ ہے، اصل یہ ہے کہ جس دن کافروں کو آگ میں پیش کیا جائے گا اوران پر سب کچھ ظاہر ہو جائے گا اور جو شخص آگ پر پیش کیا جائے گا وہ سخت اہانت پر پیش کیا جائے گا کیونکہ اس کا آگ پر پیش کیا جانا لکڑی کی مانند اُسے جلانے کے لئے ہے اور اسی مقام پر کچھ الٹ پلٹ والا معاملہ پایا جارہا ہے جسے ''قلب'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس لئے کہ جس پر کوئی چیز پیش کی جائے اُسے اس کا علم اور اطلاع ضرور ہوتی ہے اور آگ میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ پیش کئے جانے سے مراد عذاب ہے یعنی عذاب پر پیش کیا جائے گا اوراس صورت میں ''قلب'' والا معنی نہیں پایا جاتا اوراس کا افادہ مفسر کے آخری قول ''یعذبون بها'' سے ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۷۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿واذکر اخا عاد﴾هُوَ هُوْدٌ علیہ السلام﴿اذ﴾اِلٰى آخِرِهٖ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ﴿انذر قومه﴾خَوَّفَهُمْ﴿بالاحقاف﴾وَادٍ بِالْيَمَنِ بِهٖ مَنَازِلُهُمْ﴿وقد خلت النذر﴾مضَتِ الرُّسُلُ﴿من بين يديه ومن خلفه﴾اَىْ مِنْ قَبْلِ هُوْدٍ وَمِنْ بَعْدِهٖ اِلٰى اَقْوَامِهِمْ﴿أ﴾اَىْ بِاَنْ قَالَ﴿لا تعبدوا الا الله﴾وَجُمْلَةٌ وَقَدْ خَلَتْ مُعْتَرِضَةٌ﴿انى اخاف عليكم﴾اِنْ عَبَدْتُمْ غَيْرَ اللّٰهِ﴿عذاب يوم عظيم (۲۱) قالوا أجئتنا لتأفكنا عن الهتنا﴾لِتَصْرِفَنَا عَنْ عِبَادَتِهَا﴿فأتنا بما تعدنا﴾مِنَ الْعَذَابِ عَلٰى عِبَادَتِهَا﴿ان كنت من الصدقين (۲۲)﴾فِىْ اَنَّهٗ يَاْتِيْنَا﴿قال﴾هُوْد علیہ السلام﴿انما العلم عند الله﴾هُوَ الَّذِىْ يَعْلَمُ مَتٰى يَاْتِيْكُمُ الْعَذَابُ﴿وابلغكم ما ارسلت به﴾اِلَيْكُمْ﴿ولكنى اركم قوما تجهلون (۲۳)﴾بِاسْتِعْجَالِكُمُ الْعَذَابَ﴿فلما راوه﴾اَىْ مَا هُوَ

الْعَذَابُ﴿عارضا﴾سَحَابًا عَرَضَ فِی اُفُقِ السَّمَاءِ﴿مستقبل اودیتهم قالوا هذا عارض ممطرنا﴾اَیْ مُمْطِرُ اِیَّانَا قَالَ تَعَالٰی﴿بل هو ما استعجلتم به﴾مِنَ الْعَذَابِ﴿ریح﴾بَدْلٌ مِنْ مَا﴿ فیها عذاب الیم(۲۴)﴾مُؤْلِمٌ﴿تدمر﴾تُهْلِکُ﴿کل شیء﴾مَرَّتْ عَلَيْهِ﴿بامر ربها﴾بِاِرَادَتِهٖ اَیْ کُلَّ شَیْءٍ اَرَادَ اِهْلَاکَهٗ بِهَا فَاَهْلَکَتْ رِجَالَهُمْ وَنِسَاءَ هُمْ وَصِغَارَهُمْ وَکِبَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ طَارَتْ بِذٰلِکَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَمَزَّقَتْهُ وَبَقِیَ هُوْدٌ وَمَنْ آمَنَ مَعَهٗ﴿فاصبحوا لا یری الا مسکنهم کذلک﴾ کَمَا جَزَيْنَاهُمْ﴿نجزی القوم المجرمین(۲۵)﴾غَيْرَهُمْ﴿ولقد مکنهم فیما﴾فِی الَّذِیْ﴿ان﴾نَافِيَةٌ اَوْ زَائِدَةٌ﴿مکنکم﴾یَااَهْلَ مَكَّةَ﴿فیه﴾مِنَ الْقُوَّةِ وَالْمَالِ﴿وجعلنا لهم سمعا﴾بِمَعْنٰی اِسْمَاعًا ﴿وابصارا وافئدة﴾قُلُوْبًا﴿فما اغنی عنهم سمعهم ولاابصارهم ولا افئدتهم من شیء﴾اَیْ شَيْئًا مِنَ الْاِغْنَاءِ وَمِنْ زَائِدَةٌ﴿اذ﴾مَعْمُوْلَةٌ لِاَغْنٰی وَاُشْرِبَتْ مَعْنَی التَّعْلِيْلِ﴿کانوا یجحدون بایت الله﴾حُجَجِهِ الْبَيِّنَةِ﴿وحاق﴾نَزَلَ﴿بهم ما کانوا به یستهزء ون(۲٦)﴾اَیِ الْعَذَابُ.

﴿ترجمہ﴾

اوریادکروعاد کے ہم قوم کو(یعنی حضرت ھود علیہ السلام کو......۱......)جب(اذانــذر......الــخ بدل اشتمال بن رہا ہے)اس نے ان کوڈرایا(انـذر بمعنی خـوف ہے)سرزمین احقاف میں(احقاف یمن کی ایک وادی ہے جس میں ان کی منازل تھیں......۲......)اور بیشک ڈرسنانے والے(یعنی رسل عظام)گزرچکے(خلت بمعنی مضت ہے)اس سے(یعنی حضرت ھود علیہ السلام سے)پہلے اوران کے بعد(اپنی قوموں کی،من بین یدیه ومن خلفه کامعنی من قبله ومن بعده ہے)کہ(ان بمعنی بان ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا)اللہ کے سواکسی کونہ پوجو(قدخلت جملہ معترضہ ہے)بیشک مجھے تم پرخوف ہے(اگرتم غیراللہ عزوجل کی عبادت کروگےتو)ایک بڑے دن کے عذاب کا،بولےکیاتم اس لیےآئے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیردو(ان کی عبادت سے، لتافکنا بمعنی لتصرفنا ہے)توہم پر لاؤوہ جس کا(جس عذاب کا)ہمیں وعدہ دیتے ہو(ان کی عبادت کرنے پر)اگرتم سچے ہو(اس بات میں کہ عذاب الٰہی آئے گا)اس (یعنی حضرت ھود علیہ السلام)نے فرمایااس کی خبرتواللہ ہی کے پاس ہے(وہی جانتا ہے کہ تم پرعذاب کب آئے گا)میں توتمہیں پہنچاتاہوں تمہارے رب کے پیام(جوتمہاری طرف بھیجے گئے ہیں)ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو(عذاب میں جلدی مچانے کے سبب)پھرجب انہوں نے اسے(یعنی عذاب کو)دیکھاپھیلےہوئے بادل کی طرح(یعنی انہوں نے آسمان کے افق میں بادل پھیلاہوا دیکھا)ان کی وادیوں کی طرف آتاہے بولے:یہ بادل ہے کہ ہم پربرسےگا(یعنی ہم پربارش برسائےگا،اللہ عزوجل نے ارشادفرمایا)بلکہ یہ تو وہ ہے(یعنی وہ عذاب ہے)جس کی تم جلدی مچاتے تھےایک آندھی......۳......ہے(''ریح'' ما کابدل ہے)جس میں دردناک عذاب ہے(الیم بمعنی مـؤلـم ہے)ہر(اس)چیزکوتباہ کرڈالتی ہے(جس پروہ گزرتی ہے)اپنے رب کے حکم سے(یعنی اس کے ارادے سے ہراس چیزکوجس کواللہ عزوجل نے اس کے سبب ہلاک فرمانے کاارادہ کیااس نے اسے ہلاک وتباہ کردیااس آندھی نے مردوں،عورتوں،چھوٹےبڑوں اوران کےاموال کوہلاک کردیا،یوں کہ یہ آندھی انہیں زمین وآسمان کے درمیان اڑارہی تھی اورریزہ ریزہ کررہی تھی،فقط حضرت ھود علیہ السلام اوران پرایمان لانے والے حضرات باقی رہ گئے)توصبح رہ گئے کہ نظرنہ آئے مگران کے سونے مکان اسی طرح(جیسے ہم نے انہیں سزادی)ہم ایسے ہی سزادیتے ہیں(دیگر)مجرموں کواورہم نے ان کومقدوردیئے جو(مـا بمعنی

الذی ہے) تم کو نہ دیئے (اے اہل مکہ وہ قوت اور مال، ان نافیہ ہے یا پھر زائدہ ہے) اور ان کے لیے بنائے کان (سمعا بمعنی اسماعا ہے) اور آنکھ اور دل (افئدۃ بمعنی قلوب ہے) تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے (''شیئا'' اغنی کا مفعول ہے، من زائدہ ہے) جب کہ (اذ معمول اغنی ہے اور اس میں معنیٔ تعلیل کا غلبہ ہے) وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے (یعنی اس کے واضح دلائل کو) اور ان پر نازل ہوا (حاق بمعنی نزل ہے) وہ (یعنی وہ عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذکر اخا عاد اذ انذر قومه بالاحقاف﴾

و: مستانفہ، اذکر: فعل امر با فاعل، اخا عاد: مبدل منہ، اذ: مضاف، انذر قومه: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر ذوالحال، بالاحقاف: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقد خلت النذر من بین یدیه ومن خلفه الا تعبدوا الا الله﴾

و: معترضہ، قد: تحقیقیہ، خلت: فعل، النذر: ذوالحال، من بین یدیه: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من خلفه: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ان: مصدریہ، الاتعبدوا: فعل نہی با فاعل، الا: اداۃ حصر، الله: اسم جلالت مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیرِ جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم قالوا اجئتنا لتافکنا عن الهتنا﴾

انی: حرف مشبہ و اسم، اخاف علیکم: فعل با فاعل و ظرف لغو، عذاب یوم عظیم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قالوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، جئتنا: فعل با فاعل، لام: جار، تافکنا: فعل با فاعل و مفعول، عن الهتنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصدقین﴾

ف: فصیحیہ، اتنا: فعل امر با فاعل و مفعول، بما تعدنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف ''فاتنا بما تعدنا'' کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال انما العلم عند الله وابلغکم ما ارسلت به ولکنی ارکم قوما تجهلون﴾

قال: قول، انما: حرف مشبہ و ما کافہ، العلم: مبتدا، عند الله: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابلغکم: فعل با فاعل و مفعول، ما ارسلت به: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لکنی: حرف مشبہ و اسم، ارکم: فعل با فاعل و مفعول، قوما: موصوف، تجهلون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما راوه عارضا مستقبل اودیتهم قالوا هذا عارض ممطرنا﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف ''فاصروا علی الحاحهم وطمعهم العذاب فجائهم'' لما: شرطیہ، راو: فعل با فاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، عارضا: موصوف، مستقبل اودیتهم: صفت، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، ھذا: مبتدا، عارض: موصوف، ممطرنا: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل ھو ما استعجلتم به ریح فیها عذاب الیم تدمر کل شیء بامر ربها﴾

بل: عاطفہ وحرف اضراب،هو:مبتدا،ما استعجلتم به: موصول صلہ،ملکر مبدل منہ، ریح:موصوف،فیھا:ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب الیم:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ صفت اول،تدمر کل شیء:فعل بافاعل ومفعول،بامر ربھا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی،ملکر بدل،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاصبحوا لایری الا مسکنهم کذلک نجزی القوم المجرمین﴾

ف:عاطفہ،اصبحوا:فعل ناقص بااسم،لایری:فعل نفی مجہول:الا:اداۃ حصر،مسکنھم:نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ مجرور،ملکر جملہ فعلیہ،کذلک:ظرف مستقر"جزاء"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،نجزی:فعل بافاعل،القوم المجرمین:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد مکنهم فیما ان مکنکم فیه﴾

و:عاطفہ،لام:تاکیدیہ لجواب قسم،قد:تحقیقیہ،مکنھم:فعل بافاعل ومفعول،فی:جار،ما:موصولہ،ان:نافیہ،مکنکم فیہ:فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف"واللہ"کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وجعلنا لهم سمعا وابصارا وافدة فما اغنی عنهم سمعهم ولا ابصارهم ولا افدتهم من شیء اذ کانوا یجحدون بایت الله﴾

و:عاطفہ،جعلنالھم:فعل بافاعل وظرف لغو،سمعا:معطوف علیہ،و:عاطفہ،ابصارا:معطوف اول،و:عاطفہ،افئدۃ:معطوف ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،ما اغنی:فعل نفی،عنھم:ظرف لغو،سمعھم:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،ابصارھم:معطوف اول،و:عاطفہ،لا:نافیہ،افئدتھم:معطوف ثانی،ملکر فاعل،من:جار زائد،شیء:"الا غناء"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،اذ:مضاف،کانوا:فعل ناقص بااسم،یجحدون بایت اللہ:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحاق بهم ما کانوا به یستهزء ون﴾

و:عاطفہ،حاق بھم:فعل وظرف لغو،ما:موصولہ،کانوا بہ یستھزء ون:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ھود علیہ السلام کا نسب وحالات تبلیغ:

۱؎..........حضرت ہود علیہ السلام کا نام ھود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کو عابر بن شالخ بن ارفکشد بن سام بن نوح بھی کہا جاتا ہے۔اور حضرت ہود علیہ السلام کو ھود بن عبداللہ بن رباح بن جارود بن عاد بن عوص بن ارم جوکہ سام بن نوح کے بیٹے ہیں بھی کہا جاتا ہے۔ابن جریر نے کہا کہ حضرت ہود علیہ السلام کو عاد بن عوص بن سام بن نوح اس قبیلے کی وجہ سے کہتے تھے جس میں آپ علیہ السلام رہائش پزیر تھے۔وہ قوم عرباکہلاتے تھے جوکہ احقاف یعنی ریت کے پہاڑوں میں رہتے تھے جوکہ عمان کے دائیں جانب کا علاقہ تھا۔ (البدایۃ والنھایۃ،قصۃ ھود،جزء ۱،ج ۱،ص ۱۳۴ وغیرہ)

حضرت ہود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چمکتا تھا۔جب لوگوں نے اس نور کو دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ایک خدا کی عبادت کرے گا اور بتوں کو توڑے گا۔لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کی اور آپ علیہ السلام کے بعد سو سال تک حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے تک کوئی نبی نہ آیا۔اور وہ زمانہ ملوکیت کا تھا اور بادشاہ اوران کی رعایا بتوں کو پوجتے تھے اور ایسے بھی تھے جو سورج اور آگ

کو پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام، نوح علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے۔ آپ علیہ السلام کی عمر چار سو سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق چار سو ساٹھ سال تھی۔ تاریخ شامی میں ابن حبیب کا قول ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو چونتیس سال تھی، اور ابن کلبی کا قول ہے کہ چار سو تریسٹھ سال زندہ رہے اور ان کی ماں کا نام مرجانہ تھا جو کہ پاک باز عورت تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت میں ہے، ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کی قبر مبارک مکہ میں ہے۔ بغوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت کی علاقے کثیب احمر میں ہے اور عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رکن مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیانی حصے میں ننانوے (99) انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ اور حضرت ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی خطے میں ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم ہلاک ہوتی تو وہ نبی اور ان کے نیک ساتھی مکہ مکرمہ میں آ کر اللہ عزوجل کی عبادت کرتے یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت آ جاتا۔ ابن اسحاق نے اخ سے نسبی بھائی مراد لیا ہے۔ اور شیخ ابوبکر نے جنس کا اعتبار کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کو ان میں اس لئے شامل فرمایا کیونکہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کی بات سمجھتے تھے اور آپ علیہ السلام کی حالت سے واقف تھے اور آپ علیہ السلام کی پیروی کرنے میں رغبت رکھتے تھے۔ (المظهری، ج۳، ص٤٧)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک بلاد یمن میں ہے اور متاخرین علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر دمشق میں ہے۔ (البداية والنهاية، قصة هود، جزء ۱، ج۱، ص١٤٦)

احقاف کے معنی اور موجودہ دور میں اس علاقے کی تحقیق:

ع..... احقاف کے معنی ہیں ریت کا ٹیلہ جو کہ بلندی کی جانب اٹھا ہوا ہو، اس کی جمع حـــقف ہے۔ یہ عمان اور عدن کے درمیان سمندر کا ساحل ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ یمن میں حضر موت کے پاس ایک وادی ہے۔ یہ علاقہ بہت زیادہ ریتلا تھا۔ اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔ اسے الربع الخالی بھی کہتے ہیں۔ بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے اندر دھنستی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جو سیاح بھی اس کو عبور کرنے کی جرائت نہیں کرتے۔ یہی وہ علاقہ ہے کہ جہاں کسی زمانے میں اپنے عہد کی ایک طاقتور، زبردست اور متمول قوم آباد تھی جس کی دولت وثروت کے افسانے دور ونزدیک تک زبان پر موجود تھے۔ جب انہوں نے اپنے نبی کی دعوت کو نہ مانا تو عذاب الٰہی نے اُن کا نام ونشان تک مٹا دیا، آج اس علاقے کی ویرانی دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں کوئی ایسی قوم بھی آباد تھی۔ قوم عاد کا یہ مسکن آج ویران بیابان ہے جہاں دیکھ کر یہ احساس کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت یہاں گنجان آباد اور بارونق بستیاں آباد تھیں، یہاں کبھی پھول کھلتے اور بلبلیں چہچہاتی تھیں، یہاں کبھی میٹھے پانی کے چشمے ابلتے تھے۔ نقشے میں دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحرائے احقاف شیبام کا علاقہ حضر موت کے قریب ہے جب کہ صحرائے دھناء الربع الخالی، مقام صنعا، عمان اور مسقط کے علاقے بھی کچھ زیادہ دور نہیں ہیں۔

احادیث طیبہ میں آندھیوں کا ذکر:

۳..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آندھی پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ حکم الٰہی عزوجل کی تابع ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹتی ہے''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب في اللعن، رقم: ٤٩٠٨، ص٩١٨)

☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر بادل دیکھتے، تو اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ دعا کرتے، اے اللہ عزوجل! میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اگر وہ بادل چھٹ جاتا تو اللہ عزوجل کی حمد کرتے اور اگر وہ بادل برستا رہتا

تو دعا فرماتے: ''اے اللہ عزوجل! اس کو نفع پہنچانے والا پانی بنا دے''۔ (المرجع السابق، باب ماجاء فی المطر، رقم: ۵۰۹۹، ص ۱۰۲)

☆.....حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: ''اے اللہ عزوجل! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت میں رکھ''۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما یقول اذا سمع، رقم: ۳۴٦۱، ص ۹۹۴)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''آندھی اللہ عزوجل کی خوشی کے آثار سے ہے، آندھی رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی لاتی ہے، تم آندھی کو برا نہ کہو اور اللہ عزوجل سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگو''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب النهی عن سب الریح، رقم: ۳۷۲۷، ص ۶۱۸)

اغراض:

بدل اشتمال: یعنی بدل اشتمال لانے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ہود اور ان کی قوم کے قصے کا اس کے ذریعے اعتبار کیا جا سکے۔

ومنازلھم: دوسری تفسیر کے مطابق، اور حقف کی جمع احقاف ہے اور اس سے مراد ایسا ریگستان ہے جو مستطیل اور خم دار ہو، اور ایک قول کے مطابق شام کے پہاڑ مراد ہیں۔ **ای من قبل ھود:** حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے چار حضرات انبیائے کرام ہوئے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام، اور ان کے بعد حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیائے کرام جو کہ بنی اسرائیل سے ہوئے ہیں۔

ای بان: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ان﴾ مصدریہ مخففہ من الثقیلہ ہے، اور باء مقدرہ تصویر کے لئے ہے۔ **معترضة:** ﴿قد خلت﴾ جملہ معترضہ ہے جو کہ ''الانذار'' اور اس کے معمول کے مابین بیان کیا گیا ہے۔ **الی اقوالھم:** مضت الرسل کے متعلق ہے۔ **ای ما ھو العذاب:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿راوہ﴾ میں ضمیر ﴿ماتعدنا﴾ کی جانب عائد ہے۔

سحابا عوض: مراد وہ بادل ہیں جو افق پر پیش کئے جاتے ہیں۔ **ای ممطر ایانا:** یعنی جو بارش لے کر آتے ہیں۔

قال تعالی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿بل ھو﴾ اللہ کا کلام ہو اور یہ بھی درست ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا کلام ہو کیونکہ مقصود عذاب چاہنے والوں کے قول کے رد کرنے کے لئے ہو جو انہوں نے کہا تھا: ﴿ھذا عارض ممطرنا﴾۔

فاھلکت رجالھم: اس کا عطف اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فاصبحوا﴾ پر ہے، روایت میں ہے کہ جب حضرت ہود علیہ السلام نے ہوائیں محسوس کیں، تو مومنین کو الگ مقام پر لے گئے، اب مجرمین پر ہوائیں یوں آئیں کہ اللہ کے حکم سے ہوا نے اُن پر ریت ڈال دی، وہ سات راتیں اور آٹھ دن تک ریت کے نیچے پڑے رہے، پھر اللہ نے ہوا کو حکم دیا تو ہوا نے انہیں ننگا کر دیا، ہوا نے انہیں اٹھایا اور سمندر میں پھینک دیا۔ **وبقی ھود ومن آمن معه:** مراد ہزار ہیں، اور یہ ہوا اُن کے لئے نرم اور سازگار تھی، جب کہ مجرمین کے لئے ہلاک کرنے والی جیسا کہ ما قبل بیان ہوا اور یہ ہوا حضرت ہود علیہ السلام کی جانب سے معجزہ ثابت ہوئی۔ **کما جزیناھم:** یعنی جیسا کہ عاد کو ہم نے بدلہ دیا۔ **معمولة لاغنی:** یہاں ﴿اذ﴾ معمول ہے ﴿اغنی﴾ کا، تعلیل نفی کے لئے ہے، یعنی متذکرہ حواس یعنی آنکھ، کان اور دل نے انہیں فائدہ نہ دیا کیونکہ وہ اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے تھے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿ولقد اھلکنا ما حولکم من القری﴾ اَیْ مِنْ اَھْلِھَا کَثَمُوْدَ وَعَادٍ وَقَوْمِ لُوْطٍ ﴿وصرفنا الایت﴾ کَرَّرْنَا الْحُجَجَ الْبَیِّنَاتِ ﴿لعلھم یرجعون (۲۷) فلولا﴾ ھَلَّا ﴿نصرھم﴾ بِدَفْعِ الْعَذَابِ ﴿الذین اتخذوا من دون

اللہ﴾اَیْ غَیْرِہٖ﴿قربانا﴾مُتَقَرِّبًا بِھِمْ اِلَی اللّٰہِ﴿الھۃ﴾مَعَہ وَھُمُ الْاَصْنَامُ وَمَفْعُوْلُ اِتَّخِذُوا الْاَوَّلِ ضَمِیْرٌ مَحْذُوْفٌ یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ اَیْ ھُمْ وَ قُرْبَانًا الثَّانِیْ وَاٰلِھَۃً بَدَلٌ مِنْہُ﴿بل ضلوا﴾غَابُوْا﴿عنھم﴾عِنْدَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ﴿وذلک﴾اَیْ اِتِّخَاذُھُمُ الْاَصْنَامَ اٰلِھَۃً قُرْبَانًا ﴿افکھم﴾کِذْبُھُمْ﴿وما کانو ایفترون (۲۸)﴾یَکْذِبُوْنَ وَ مَا مَصْدَرِیَّۃٌ اَوْ مَوْصُوْلَۃٌ وَالْعَائِدُ مَحْذُوْفٌ اَیْ فِیْہِ﴿و﴾اُذْکُرْ﴿اذ صرفنا﴾اَمَلْنَا﴿الیک نفرا من الجن﴾جِنُّ نَصِیْبِیْنَ مِنَ الْیَمَنِ اَوْ جِنُّ نَیْنَوٰی وَکَانُوْا سَبْعَۃً اَوْ تِسْعَۃً وَکَانَ ﷺ بِبَطْنِ نَخْل یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہِ الْفَجْرَ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ ﴿یستمعون القران فلما حضروہ قالوا﴾اَیْ قَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ﴿انصتوا﴾اَصْغُوْا لِاِسْتِمَاعِہٖ﴿فلما قضی﴾فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِہٖ﴿ولوا﴾رَجَعُوْا﴿الی قومھم منذرین (۲۹)﴾مُخَوِّفِیْنَ قَوْمَھُمْ بِالْعَذَابِ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا وَکَانُوْا یَھُوْدًا﴿قالوا یقومنا انا سمعنا کتبا﴾ھُوَ الْقُرْاٰنُ﴿انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیہ﴾اَیْ تَقَدَّمَہٗ کَالتَّوْرٰۃِ﴿یھدی الی الحق﴾الْاِسْلَامِ﴿والی طریق مستقیم (۳۰)﴾اَیْ طَرِیْقِہٖ﴿یقومنا اجیبوا داعی اللہ﴾مُحَمَّدً ﷺ اِلَی الْاِیْمَانِ﴿وامنوا بہ یغفرلکم﴾اللّٰہُ﴿من ذنوبکم﴾اَیْ بَعْضَھَا لِاَنَّ مِنْھَا الْمَظَالِمُ وَلَاتُغْفَرُ اِلَّا بِرِضَا اَصْحَابِھَا﴿ویجرکم من عذاب الیم (۳۱)﴾مُؤْلِمٌ﴿ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض﴾اَیْ لَایُعْجِزُ اللّٰہَ بِالْھَرْبِ مِنْہُ فَیَفُوْتُہٗ﴿ولیس لہ﴾لِمَنْ لَا یَجِبْ﴿من دونہ﴾اَیِ اللّٰہُ﴿اولیاء﴾اَنْصَارٌ یَدْفَعُوْنَ عَنْہُ الْعَذَابَ ﴿اولئک﴾الَّذِیْنَ لَمْ یُجِیْبُوْا﴿فی ضلل مبین (۳۲)﴾بَیِّنٍ ظَاھِرٍ﴿اولم یروا﴾یَعْلَمُوْا اَیْ مُنْکِرُوا الْبَعْثِ﴿ان اللہ الذی خلق السموت والارض ولم یعی بخلقھن﴾لَمْ یَعْجِزْ عَنْہُ﴿بقدر﴾خَبَرُ اِنَّ وَزِیْدَتِ الْبَاءُ فِیْہِ لِاَنَّ الْکَلَامَ فِی الْقُوَّۃِ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِقَادِرٍ﴿علی ان یحیی الموتی بلی﴾ھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اِحْیَاءِ الْمَوْتٰی﴿انہ علی کل شیء قدیر (۳۳)ویوم یعرض الذین کفروا علی النار﴾بِاَنْ یُعَذَّبُوْھَا یُقَالُ لَھُمْ﴿الیس ھذا﴾التَّعْذِیْبُ﴿بالحق قالوا بلی وربنا قال فذوق العذاب بما کنتم تکفرون (۳۴)فاصبر﴾عَلٰی اَذٰی قَوْمِکَ﴿کما صبر اولوا العزم﴾ذَوُو الثَّبَاتِ وَالصَّبْرِ عَلَی الشَّدَائِدِ﴿من الرسل﴾قَبْلَکَ فَتَکُوْنُ ذَا عَزْمٍ وَ مِنْ لِلْبَیَانِ فَکُلُّھُمْ ذَوُوْ عَزْمٍ وَقِیْلَ لِلتَّبْعِیْضِ فَلَیْسَ مِنْھُمْ اٰدَمُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا وَلَا یُوْنُسَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴿ولا تستعجل لھم﴾لِقَوْمِکَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ بِھِمْ قِیْلَ کَاَنَّہٗ ضَجَرَ مِنْھُمْ فَاَحَبَّ نُزُوْلَ الْعَذَابِ بِھِمْ فَاُمِرَ بِالصَّبْرِ وَتَرْکِ الْاِسْتِعْجَالِ لِلْعَذَابِ فَاِنَّہٗ نَازِلٌ بِھِمْ لَامُحَالَۃَ﴿ کانھم یوم یرون ما یوعدون﴾مِنَ الْعَذَابِ فِی الْاٰخِرَۃِ لِطُوْلِہٖ﴿لم یلبثوا﴾فِی الدُّنْیَا فِیْ ظَنِّھِمْ﴿الا ساعۃ من نھار﴾ھٰذَا الْقُرْاٰنُ﴿بلغ﴾تَبْلِیْغٌ مِنَ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ﴿فھل﴾اَیْ لا﴿یھلک﴾عِنْدَ رُؤْیَۃِ الْعَذَابِ﴿الا القوم الفسقون(۳۵)﴾اَیِ الْکَافِرُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے ہلاک کردیں تمہارے آس پاس کی بستیاں (یعنی بستیوں والوں کو جیسے ثمود، عاد، اور قوم لوط......) اور متعدد بار

نشانیاں لائے (یعنی واضح دلائل لائے، صرفنا بمعنی کرردنا ہے) کہ وہ باز آ ئیں تو ہرگز نہیں (لو لا بمعنی ھلا ہے) مدد کی ان کی (ان سے عذاب الٰہی عزوجل دور کرکے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے) قرب حاصل کرنے کو خدا ٹھہرا رکھا ہے (اللہ عزوجل کے ساتھ، اور مراد اس سے بت ہیں جنہیں ان لوگوں نے اس لیے خدا بنا رکھا ہے کہ یہ انہیں اللہ عزوجل کے قریب کردیں گے، اتخذوا فعل کا پہلا مفعول ھم ضمیر محذوف ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور "قربانا" اتخذوا کا مفعول ثانی ہے اور "الھۃ "قربانا سے بدل ہے) بلکہ وہ گم گئے (ضلوا بمعنی غابوا ہے) ان سے (نزول عذاب کے وقت) اور یہ (یعنی ان کا بتوں کو قرب الٰہی کے حصول کے لیے بتوں کو خدا بنالینا) ان کا جھوٹ ہے اور ان کا افتراء ہے (یفترون بمعنی یکذبون ہے، وما کانوا میں ما یا تو مصدر یہ ہے یا پھر موصولہ اور ضمیر عائد فیہ محذوف ہے) اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے (یعنی مائل کئے اس سے مراد یمن کے علاقے نصیبین کے جن ہیں یا پھر مقام نینوی کے اور ان کی تعداد سات یا نو تھی اور یہ اس وقت حاضر ہوئے جب کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطن نخل میں نماز فجر پڑھا رہے تھے اس حدیث پاک کو شیخین نے روایت کیا ہے) کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے (آپس میں) بولے خاموش رہو (یعنی قرآن بغور سننے کے لیے چپ رہو) پھر جب ہو چکا پڑھنا (یعنی نبی پاک تلاوت قرآن سے فارغ ہو چکے تو) اپنی قوم کی طرف پلٹے (ولوا بمعنی رجعوا ہے) ڈر سناتے (اپنی قوم کو عذاب کا ایمان لے کر نہ آنے کی صورت میں، یہ تو مسلم جنات یہودی تھے......۲......، منذرین بمعنی مخوفین ہے) بولے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی (مراد اس سے قرآن پاک ہے) اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی (جیسے توریت شریف کی، بین یدیہ بمعنی تقدمہ ہے) اور ہدایت دیتی حق (یعنی اسلام) اور سیدھی راہ کی طرف (یعنی راہ اسلام کی طرف) اے ہماری قوم! اللہ کے منادی (داعی الی الایمان محمد ﷺ) کی بات مانو کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی......۳......اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے (من ذنوبکم میں من تبعیضیہ ہے کیونکہ گناہوں میں مظالم بھی ہوتے ہیں اور ظلم بے مظلوم کو راضی کئے معاف نہ ہوں گے) اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے (الیم بمعنی مؤلم ہے) اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں (یعنی اللہ سے بھاگ کر اللہ عزوجل کو عاجز نہیں کر سکتا کہ اللہ عزوجل کے قابو سے نکل جائے) اور اس کے (یعنی اللہ عزوجل کے) سامنے اس کا (یعنی اس کا جو اللہ عزوجل کے منادی کی بات نہ مانے) کوئی مددگار نہیں (جو اس سے عذاب دور کرسکے، اولیاء بمعنی انصار ہے) وہ (جو اللہ عزوجل کے منادی کی نہ مانیں) کھلی گمراہی میں ہیں (مبین بمعنی بین ظاھر ہے) کیا انہوں نے (یعنی مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے منکروں نے) نہ جانا (الم یروا بمعنی الم یعلموا ہے) کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا (یعنی ان کی تخلیق سے عاجز نہ ہوا) قادر ہے ("بقدر" ان کی خبر ہے اور یہاں خبر پر باء کا اضافہ کیا گیا ہے کہ یہ کلام الیس اللہ بقادر کی قوت میں ہے) کہ مردے زندہ کرے کیوں نہیں (وہ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے) بیشک وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور جس دن کافر آگ پر پیش کئے جائیں گے (یوں کہ انہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا ان سے فرمایا جائے گا) کیا یہ (یعنی یہ عذاب دنیا) حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا تو عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا تو تم صبر کرو (اپنی قوم کی اذیتوں پر) جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا (یعنی سختیوں میں ثابت قدم رہنے والے پہلے کے رسولوں نے جس طرح صبر کیا تو تم بھی ہمت والے ہی رہو......۴......، من الرسل میں من بیانیہ ہے کہ تمام ہی رسل عظام ذوعزم ہیں اور ایک قول ضعیف کے مطابق یہاں من تبعیضیہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام ان میں سے نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا ﴿ولم نجد لہ عزما﴾ ہم نے ان سے عزم نہ پایا اور حضرت یونس علیہ السلام بھی ان میں سے نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں فرمایا ﴿ولا تکن کصاحب الحوت اور

مچھلی والے کی طرح نہ ہونا﴾ ان دونوں حضرات کے استثناء کا قول درست نہیں ہے) اوران کے لیے (یعنی اپنی قوم کے لیے) جلدی نہ کرو (ان پر عذاب نازل ہونے کی، ایک قول کے مطابق گویا کہ حضورﷺ اپنی کافر قوم سے اس قدر بیزار ہوگئے کہ ان پر عذاب نازل ہونے کو آپﷺ نے پسند فرمایا تو اس پر حضورﷺ کو صبر کرنے کی اور عذاب میں جلدی نہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ عذاب الٰہی تو ان دشمنانِ خدا ﷻ و مصطفیٰ ﷺ پر لامحالہ نازل ہونا ہے) گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی عذاب آخرت میں ،تو اس کی طوالت کی وجہ سے دنیا میں) نہ ٹھہرے تھے (اپنے گمان میں) دن کی ایک گھڑی بھر یہ (یعنی قرآن) پہنچانا ہے (اللہ ﷻ کی طرف سے تم تک) تو ہلاک نہ کئے جائیں گے (ھل بمعنی لا ہے) مگر فاسق (یعنی کافر) لوگ۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اھلکنا ما حولکم من القری وصرفنا الایت لعلھم یرجعون﴾
و: مستانفہ ،لام: قسمیہ ،قد: تحقیقیہ ،اھلکنا: فعل بافاعل ،ما حولکم: موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من القری: ظرف مستقر حال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،صرفنا: فعل بافاعل ،الایت: ذوالحال ،لعلھم یرجعون: جملہ اسمیہ حال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا الھۃ بل ضلوا عنھم﴾
ف: عاطفہ ،لولا: حرف تحضیض ،نصرھم: فعل ومفعول ،الذین: موصول ،اتخذوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،قربانا: حال ،ملکر فاعل "ھم" ضمیر محذوف مفعول اول ،من دون اللہ: ظرف لغو ،الھۃ: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،بل: حرف اضراب ،ضلوا عنھم: فعل بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وذلک افکھم وما کانوا یفترون﴾
و: عاطفہ ،ذلک: مبتدا ،افکھم: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،ما: موصولہ ،کانوا یفترون: جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القران﴾
و: عاطفہ ،اذ: مضاف ،صرفنا الیک: فعل بافاعل وظرف لغو ،نفرا: موصوف ،من الجن: ظرف مستقر صفت اول ،یستمعون القران: جملہ فعلیہ صفت ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ ،ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین﴾
ف: عاطفہ ،لما: شرطیہ ،حضروہ: جملہ فعلیہ شرط ،قالوا: قول ،انصتوا: فعل امر بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ ،ف: عاطفہ ،لما: شرطیہ ،قضی: جملہ فعلیہ شرط ،ولوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،منذرین: حال ،ملکر فاعل ،الی قومھم: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالوا یقومنا انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیہ یھدی الی الحق والی طریق مستقیم﴾
قالوا: قول ،یقومنا: نداء ،انا: حرف مشبہ واسم ،سمعنا: فعل بافاعل ،کتبا: موصوف ،انزل من بعد موسی: جملہ فعلیہ صفت اول ،مصدقا لما بین یدیہ: شبہ جملہ صفت ثانی ،یھدی: فعل بافاعل ،الی الحق: جار مجرور ،معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،الی طریق مستقیم: جار مجرور معطوف ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم﴾
یقومنا: نداء، اجیبوا: فعل امر بافاعل، داعی اللہ: مفعول، ملکر معطوف، و: عاطفہ، امنوا بہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، یغفر لکم من ذنوبکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یجرکم من عذاب الیم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض ولیس لہ من دونہ اولیاء﴾
و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، لایجب: فعل نفی شرط بافاعل، داعی اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لیس: فعل ناقص بااسم، ب: زائد، معجز فی الارض: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لیس: فعل ناقص، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من دونہ: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک فی ضلل مبین﴾ اولئک: مبتدا، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموت والارض ولم یعی بخلقھن بقدر علی ان یحی الموتی﴾
ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی بافاعل، ان: حرف مشبہ، اللہ: موصوف، الذی: موصول، خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یعی: فعل نفی بافاعل، بخلقھن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر اسم، ب: زائد، قدر: اسم فاعل، علی ان یحی الموتی: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بلی انہ علی کل شیء قدیر﴾ بلی: حرف اضراب، انہ: حرف مشبہ واسم، علی کل شیء قدیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم یعرض الذین کفروا علی النار الیس ھذا بالحق﴾
و: مستانفہ، یوم: مضاف، یعرض: فعل مجہول، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، علی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "یقال لھم" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قول، ھمزہ: حرف استفہام، لیس: فعل ناقص، ھذا: اسم، بالحق: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿قالوا بلی وربنا قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون﴾
قالوا: قول، بلی: حرف ایجاب، و: قسمیہ جار، ربنا: مجرور، ملکر فعل محذوف "نقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، ف: فصیحیہ، ذوقوا العذاب: فعل امر بافاعل ومفعول، بما کنتم تکفرون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار﴾
ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر بافاعل، کاف: جار، ما: موصولہ، صبر: فعل، اولوا العزم: موصوف، من الرسل: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "صبرا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاتستعجل: فعل نہی بافاعل، لھم: ظرف لغو، کاف: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، یوم: مضاف، یرون: فعل بافاعل، مایوعدون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، لم یلبثوا: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، ساعۃ: موصوف، من نھار: ظرف مستقر صفت، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ

ہو کر معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کانت عاقبۃ الکفار ماذکر" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بلغ فھل یھلک الا القوم الفسقون﴾

بلغ: "ھذا" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ھل: حرف استفہام للنفی، یھلک: فعل مجہول، الا: اداۃ حصر، القوم الفسقون: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم ثمود، عاد اور لوط کو تبلیغ دین:

١...... تبلیغ دین کی انجام دہی کے لئے ہر دور میں حضرات انبیائے کرام اللہ ﷻ کے اذن سے کوششیں فرماتے رہے، سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سید عالم ﷺ کے دور تک یہ سلسلہ چلتا رہا، درمیان میں قوم ثمود وعاد اور لوط بھی ہوئیں جن کے تذکرے قرآن میں مفصل طور پر کئی مقامات پر بیان ہوئے۔ ہم نے بھی عطائین ج ٤ تک کے تفسیری نکات میں جگہ جگہ ذکر کرنے کا اہتمام کیا اور کئی مقامات پر مفصل کلام کیا تا کہ قارئین کو تشنگی نہ رہے۔ تاہم یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کسی بات کو بار بار دہرانے کے فوائد ہی ہوا کرتے ہیں کہ نہ جانے کب کہاں کسی کے دل پر چوٹ لگ جائے۔ اللہ ﷻ ہدایت عطا فرمائے اور اس کاوش کو ذریعہ بخشش ونجات بنائے۔

جنات کے قرآن سننے کی بحث حدیث کے تناظر میں:

٢...... اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿واذ صرفنا الیک نفرا من الجن اور جب ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے (الاحقاف: ٢٩)﴾ میں جنات کی دس سے کم تعداد مراد ہے اور النفر کی جمع انفار ہے۔ اس آیت کی تائید میں میرا (علامہ اسماعیل حقی) کا موقف یہ ہے کہ جنات میں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں جیسا کہ انسان میں مختلف مذاہب ہوتے ہیں جیسا کہ رافضی وغیرہ، اور ان کے مابین بھی جدال وقتال ہوتا ہے، اور ابلیس ابوالجن ہے اور ابلیس ودیگر شیاطین میں سوائے ایمان وکفر کے کوئی فرق نہیں۔ روایت میں ہے کہ جنات چوری چھپے قرآن سماعت کرتے تھے، پھر جب انہیں شہاب ثاقب کے ذریعے آسمانوں سے بھگایا گیا تو بولے ہمارے پاس اب کوئی خبر نہیں ہے۔ پس سات یا نو جنات اور ان کے سردار جن کا تعلق "نصیبین" نامی علاقے سے تھا، اور "نصیبین" دیار ربیعہ کا ایک شہر ہے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور الانسان العیون میں ہے مراد شام کے جنات تھے اور ایک قول کے مطابق یمن کے جنات تھے۔ (روح البیان، ج٨، ص ٦٥٥ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

☆...... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے تشریف لے گئے، اس اثناء میں شیاطین جنات اور آسمان کی خبروں کے مابین کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کے مابین کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کے مابین وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق ومغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی نئی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور انہوں نے سفر کیا اور اس چیز پر غور کرتے گئے کہ ان کے اور آسمان کے مابین کونسی چیز حائل ہو گئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں سید عالم ﷺ کھجور کے درخت کے پاس موجود تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے مابین حائل ہو گئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا اے ہماری قوم! ﴿انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی

الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کریں گے (الجن:۱تا۲)﴾۔اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن تم فرماؤ کہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا (الجن:۱)﴾۔اور آپ کی جانب جنات کے قول کی وحی کردی گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر،باب قل اوحی الی،رقم: ۴۹۲۱،ص۸۷۶)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں سید عالم ﷺ کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے''؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ پانی ہے، آپ نے فرمایا: ''مجھ پر ڈالو''، پھر آپ نے وضو فرمایا، پس نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ،باب: الوضوء بالنبیذ، رقم: ۳۸۵،ص۸۴)

جنات کے قول میں حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہات:

۳......مفسرین کرام نے اس کی دو وجوہات بیان کی ہیں: (۱)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿مصدقا لما بین یدیه اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوا﴾ یعنی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب، معنی یہ ہے کہ تمام انبیائے سابقین پر نازل ہونے والی کتب کی تصدیق کرنے والی کیونکہ تمام ہی انبیائے کرام توحید کے داعی تھے، نبوت، معاد، اخلاقِ حمیدہ کے داعی تھے اور یہ کتاب بھی انہی اوصاف کے حامل پر نازل ہوئی ہے۔(۲)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿یهدی الی الحق والی طریق مستقیم حق اور سیدھی راہ دکھاتی (الاحقاف:۳۰)﴾ جان لیں کہ وصف اول جو کہ توحید کی دعوت پر مبنی ہے وہ تمام ہی کتب سماوی میں یکساں ہے۔اور دوسرا وصف، تو قرآن مجید اپنے مطالب کی صداقت پر خود ہی گواہ ہے، اور ہر عقل منداس بات کو بخوبی جانتا ہے چہ جائے کہ اس اعتبار سے سابقہ کتب سماوی میں کوئی تصریح واضح نہ ہو یا اس کا رد ہی کیا گیا ہو، اور جنات نے یہ کیوں کہا: ﴿من بعد موسی موسی کے بعد اتاری گئی﴾؟،اس بارے میں حسن کا قول ہے کہ جنات یہودی تھے، اور ابن عباس کا قول ہے کہ جنات نے حضرت عیسی علیہ السلام کے امر (یعنی رسالت) کے بارے میں کچھ سماعت نہیں کیا تھا اسی لئے ﴿من بعد موسی موسی کے بعد اتاری گئی﴾ کہہ دیا، پھر جب قرآن میں جنات کو انہی اوصاف کے ساتھ متصف کیا گیا تو بولے: ﴿یا قومنا اجیبوا داعی الله اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو﴾ اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ داعی سے مراد اللہ عزوجل کے رسول ﷺ ہیں یا کوئی اور واسطہ؟ تو قریب ترین قول یہی ہے کہ داعی سے مراد رسول ﷺ ہیں کیونکہ انہی کے بارے میں یہ وصف مانا جاتا ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۸ وغیرہ)

اولوالعزم والے کون ہیں؟

۴......ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد بردبار اور صبر والے رسل ہیں، مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد پانچ رسل ہیں: حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد صاحب شریعت رسل ہیں۔ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اولو العزم سے مراد حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں۔اور سید عالم ﷺ بھی اسی وصف کے ساتھ متصف ہیں۔سُدی کہتے ہیں اس سے مراد چھ رسل ہیں: حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسی علیہم السلام اور محمد ﷺ۔ ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت داؤد، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت موسی علیہم السلام شامل ہیں۔مقاتل کے نزدیک چھ رسل ہیں: حضرت نوح علیہ السلام جو کہ اپنی قوم کی اذیت پر صبر کرتے رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے آگ کے الاؤ پر صبر کیا، حضرت اسحاق علیہ السلام جنہوں نے ذبح ہونے پر راضی ہوتے

ہوئے صبر کیا (قول صحیح کے مطابق ذبیح اللہ سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں)، حضرت یعقوب علیہ السلام جو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے گم ہوجانے اور بنیائی چلی جانے پر صبر کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام جو کنویں اور قید کی تکلیف پر صابر رہے اور حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں صابر شاکر رہے۔ ابن جریج کہتے ہیں: اولوا العزم والے حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت ایوب ہیں اور ان میں حضرت یونس، سلیمان اور آدم علیہم السلام شامل نہیں ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۶، ص ۱۸۸)

اغراض:

ومفعول اتخذوا: معنی یہ ہے کہ جن بتوں کو اللہ کی بارگاہ میں مقرب جانا وہ ان کے عذاب کو دور نہ کرسکے، اور اس کلام سے مقصود ان کی توبیخ کرنا ہے۔ یصلی باصحابه الفجر: حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔

وما مصدرية: یعنی جھٹلانے والوں کا افتراء، اور یہی دونوں معطوفین کے درمیان مناسب ہے۔ نصیبین: سے مراد یمن کی بستی ہے۔

او جن نینوی: نون مکسورہ ساکنہ، نون مضمومہ یا مفتوحہ، واوالف مقصورہ، مراد حضرت یونس کی بستی ہے جو کہ موصل کے قریب ہی واقع ہے۔

وکان ﷺ ببطن نخل: بہتر یہ ہے کہ "وکان ﷺ ببطن نخلة" کہا جائے کیونکہ مراد طائف کے قریب علاقہ ہے اور "بطن نخل" سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نماز خوف پڑھی گئی تھی اور یہ مقام مدینہ منورہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے۔

اصغوا: ہمزہ کی کسرہ اور غین کی فتح کے ساتھ، باب رمی سے یا ہمزہ کی فتح اور غین کی ضمہ کے ساتھ رباعی سے ہے۔ وکانوا یھودا: کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ میں جنات اسلام لے آئے، اور ان کی قوم بھی جب کہ وہ ان کے پاس لوٹے اور انہیں ڈرایا اور یہ سات تھے، علماء کہتے ہیں کہ جن میں یہودی، نصرانی، مجوسی اور بت پرست تھے، اور مسلمان بدعتی بھی تھے اور یہ کہ تقدیر کو جھٹلانے والے، قرآن کو مخلوق ماننے والے اور دیگر مذاہب کے بدعتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنات کی تین صنفیں تھیں: (ا)...... جو پَروں پر اُڑتے تھے، (۲)...... کتوں کی شکل میں، (۳)...... مال برداری اور سفر کرنے والے۔ مومن جنات کے بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ان کے لئے ثواب نہیں مگر یہی کہ جہنم سے نجات پا جائیں اور یہ قول ابو حنیفہ اور ابو اللیث کا ہے اور جہنم سے نجات پا جانے کے بعد اُن سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ اور باقی ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ یہ جنت میں داخل ہونگے اور جنت کی نعمتیں کھائیں گے اور پئیں گے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ جنت کے اردگرد مقیم ہونگے۔ ای طریقه: یعنی اسلام، مراد فرمانبرداری اختیار کرنا اور اچھے اعمال اختیار کرنا ہے جیسا کہ نماز اور روزہ۔

کالتوراة: یعنی انجیل اور زبور وغیرہ۔ لم یعجز عنه: یعنی آسمان وزمین کی تخلیق کی وجہ سے کوئی ضعف وتنگی اُس پر نہ آئی۔

فکلھم ذوعزم: جیسا کہ حضرات انبیائے کرام ثابت قدمی اور مصائب پر صبر کرنے والے ہوتے رہے ہیں۔

تبلیغ من الله الیکم: یعنی جو تمہیں خاص تبلیغ دین پہنچی ہے اُس پر ایمان لے آؤ، یا اعمال کے ذریعے درجات عالیہ کو جا پہنچو، جیسا کہ وارد ہوتا ہے کہ اُس وقت تک پڑھو جب تک کہ قبر سے مانوس نہ ہو جاؤ یعنی قبر تک پہنچنے تک علم حاصل کرو۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۸۵ وغیرہ)

سورۃ محمد مدنیۃ الا ﴿وکاین من قریۃ﴾ الایۃ او مکیۃ وھی ثمان او تسع وثلاثون آیۃ

(سورۂ محمد (قتال) مدنیہ ہے سوائے آیت مبارکہ ﴿وکاین من قریۃ﴾ کے جو کہ مکیہ ہے، اس کی کل اڑتیس، یا انتالیس آیات ہیں)

تعارف سورۃ محمد

اس سورت میں چار رکوع، اڑتیس آیتیں پانچ سو اٹھاون کلمات اور دو ہزار چار سو پچھتر حروف ہیں۔ اس سورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایمان والوں اور کافروں کے مابین۔ اس سورت کے نزول سے جو مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہات تھے وہ دور ہو گئے اور ابتدائی آیتوں میں ہی یہ واضح کر دیا گیا ہے کفار خود بھی گمراہ ہیں اور نور حق کو پھیلنے سے بھی روک رہے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوگی۔ ان کی ساری محنت رائگاں جائے گی اور ایمان والوں کی کمزوریوں کو بھی پورا کر دیا جائے گا اور کامیابی کا تاج ان کے سر پر سجایا جائے گا۔ یہ فرمانے کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ میدان جنگ میں کافروں کے پرخچے اڑا دیں اور اسیران جنگ کے ساتھ جو انہوں نے برتاؤ کرنا ہے اس کے اصول بتا دیئے، ساتھ ہی واضح کر دیا کہ جو مسلمان میدان جنگ میں قتل ہوگا اس کو شہادت کی عظیم نعمت سے نوازا جائے گا۔ اسلام کے جس گلشن کی آبیاری وہ اپنے خون سے کریں گے وہ سدا شاداب و سرسبز رہے گا اور ان کی قربانیوں کے طفیل آنے والی نسلیں بھی نور حق سے اپنے دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

رکوع نمبر: ٥

﴿الذین کفروا﴾ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ ﴿وصدوا﴾ غَیْرَھُمْ ﴿عن سبیل اللہ﴾ اَیِ الْاِیْمَانِ ﴿اضل﴾ اَحْبَطَ ﴿اعمالھم (١)﴾ کَاِطْعَامِ الطَّعَامِ وَصِلَۃِ الْاَرْحَامِ فَلَا یَرَوْنَ لَھَا فِی الْاٰخِرَۃِ ثَوَابًا وَیُجْزَوْنَ بِھَا فِی الدُّنْیَا مِنْ فَضْلِہٖ تَعَالٰی ﴿والذین امنوا﴾ اَیِ الْاَنْصَارُ وَغَیْرُھُمْ ﴿وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد﴾ اَیِ الْقُرْآنِ ﴿وھو الحق من﴾ عِنْدَ ﴿ربھم کفر عنھم﴾ غَفَرَ لَھُمْ ﴿سیاتھم واصلح بالھم (٢)﴾ اَیْ حَالَھُمْ فَلَا یَعْصُوْنَہٗ ﴿ذلک﴾ اَیْ اِضْلَالُ الْاَعْمَالِ وَتَکْفِیْرُ السَّیِّئَاتِ ﴿بان﴾ بِسَبَبِ اَنَّ ﴿الذین کفروا اتبعوا الباطل﴾ الشَّیْطَانَ ﴿وان الذین امنوا اتبعوا الحق﴾ اَلْقُرْآنَ ﴿من ربھم کذلک﴾ اَیْ مِثْلَ ذٰلِکَ الْبَیَانِ ﴿یضرب اللہ للناس امثالھم (٣)﴾ یُبَیِّنُ اَحْوَالَھُمْ اَیْ فَالْکَافِرُ یُحْبَطُ عَمَلُہٗ وَالْمُؤْمِنُ یُغْفَرُ زَلَلُہٗ ﴿فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب﴾ مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِہٖ اَیْ فَاضْرِبُوْا رِقَابَھُمْ اَیْ اُقْتُلُوْھُمْ وَعَبَّرَ بِضَرْبِ الرِّقَابِ لِاَنَّ الْغَالِبَ فِی الْقَتْلِ اَنْ یَکُوْنَ بِضَرْبِ الرَّقَبَۃِ ﴿حتی اذا اثخنتموھم﴾ اَیْ اَکْثَرْتُمْ فِیْھِمُ الْقَتْلَ ﴿فشدوا﴾ اَیْ فَاَمْسِکُوْا عَنْہُ وَاَسِرُوْھُمْ وَشُدُّوْا ﴿الوثاق﴾ مَا یُوْثَقُ بِہِ الْاَسْرٰی ﴿فاما منا بعد﴾ مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِہٖ اَیْ تَمُنُّوْنَ عَلَیْھِمْ بِاِطْلَاقِھِمْ مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ ﴿واما فداء﴾ اَیْ تُفَادُوْنَھُمْ بِمَالٍ اَوْ اَسْرٰی مُسْلِمِیْنَ ﴿حتی تضع الحرب﴾ اَیْ اَھْلُھَا ﴿اوزارھا﴾ اَثْقَالَھَا مِنَ السِّلَاحِ وَغَیْرِہٖ بِاَنْ یُسْلِمَ الْکُفَّارُ اَوْ یَدْخُلُوْا فِی الْعَھْدِ وَھٰذِہٖ غَایَۃٌ لِلْقَتْلِ وَالْاَسْرِ ﴿ذلک﴾ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ اَیِ الْاَمْرُ فِیْھِمْ

مَاذُكِرَ ﴿ولو يشاء الله لا نتصر منهم﴾ بِغَيْرِ قِتَالٍ ﴿ولكن﴾ اَمَرَكُم بِهِ ﴿ليبلوا بعضكم ببعض﴾ مِنْهُمْ فِي الْقِتَالِ فَيَصِيْرُ مَنْ قُتِلَ مِنْكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمِنْهُمْ إِلَى النَّارِ ﴿والذين قتلوا﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ قَاتَلُوْا نَزَلَتْ يَوْمَ اُحُدٍ وَقَدْ فَشَا فِي الْمُسْلِمِيْنَ الْقَتْلُ وَالْجِرَاحَاتُ ﴿في سبيل الله فلن يضل﴾ يُحْبِطَ ﴿اعمالهم (۴) سيهديهم﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلٰى مَا يَنْفَعُهُمْ ﴿ويصلح بالهم (۵)﴾ حَالَهُمْ فِيْهِمَا وَمَا فِي الدُّنْيَا لِمَنْ لَمْ يُقْتَلْ وَاُدْرِجُوْا فِي قَتِلُوْا تَغْلِيْبًا ﴿ويدخلهم الجنة عرفها﴾ بَيَّنَهَا ﴿لهم (۶)﴾ فَيَهْتَدُوْنَ اِلٰى مَسَاكِنِهِمْ مِنْهَا وَاَزْوَاجِهِمْ وَخَدَمِهِمْ مِنْ غَيْرِ اِسْتِدْلَالٍ ﴿يا يها الذين امنوا ان تنصروا الله﴾ اَىْ دِيْنَهُ وَرَسُوْلَهُ ﴿ينصركم﴾ عَلٰى عَدُوِّكُمْ ﴿ويثبت اقدامكم (۷)﴾ يُثَبِّتُكُمْ فِي الْمُعْتَرَكِ ﴿والذين كفروا﴾ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ مُبْتَدَاٌ خَبَرُهُ تَعَسُوْا يَدُلُّ عَلَيْهِ ﴿فتعسا لهم﴾ اَىْ هَلَاكًا وَخَيْبَةً مِنَ اللّٰهِ ﴿واضل اعمالهم (۸)﴾ عَطْفٌ عَلٰى تَعَسُوْا ﴿ذلك﴾ اَىِ التَّعْسُ وَالْاِضْلَالُ ﴿بانهم كرهوا ما انزل الله﴾ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى التَّكَالِيْفِ ﴿فاحبط اعمالهم (۹) افلم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم دمر الله عليهم﴾ اَهْلَكَ اَنْفُسَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ﴿وللكافرين امثالها (۱۰)﴾ اَىْ اَمْثَالُ عَاقِبَةٍ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴿ذلك﴾ اَىْ نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَهْرُ الْكَافِرِيْنَ ﴿بان الله مولى﴾ وَلِيٌّ وَنَاصِرٌ ﴿الذين امنوا وان الكفرين لا مولى لهم (۱۱)﴾.

﴿ترجمہ﴾

جنہوں نے کفر کیا (مراد اس سے اہل مکہ ہیں) اور اللہ کی راہ (یعنی ایمان لانے سے دوسروں کو) روکا اللہ نے برباد کئے (اضل بمعنی احبط ہے) ان کے عمل (جیسے کھانا کھلانا، صلہ رحمی کرنا، وہ آخرت میں ان اعمال کا کوئی ثواب نہیں دیکھیں گے ان اعمال کا بدلہ اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے انہیں دنیا ہی میں دے دیا) اور جو ایمان لائے (یعنی انصار وغیرہ) اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ ......۱...... پر اتارا گیا (یعنی قرآن پاک) اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے اتار دیں ان سے (یعنی معاف فرما دیں ان کی) برائیاں اور ان کی حالتیں سنوار دیں (جس کے باعث وہ اللہ ﷻ کی نا فرمانی نہیں کرتے ......۲......، بالھم بمعنی حالھم ہے) یہ (یعنی اعمال کو ضائع کرنا اور برائیوں کو معاف کرنا) اس لیے کہ کافر باطل (یعنی شیطان) کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق (یعنی قرآن پاک) کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے یونہی (یعنی اسی بیان کے مثل) اللہ لوگوں سے ان کے احوال بیان فرماتا ہے (یضرب الله للناس امثالهم بمعنی یبین احوالهم ہے، پس کافر کا عمل اللہ ﷻ کارت فرماتا اور مسلمانوں کی لغزشوں کو معاف کرتا ہے......۳......) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے (ضرب الرقاب یہاں فعل کی جگہ اس کے مصدر کو ذکر کیا گیا ہے اصل میں فاضربوا رقابهم ہے معنی یہ ہے کہ انہیں قتل کر دو اور قتل کرنے کو ضرب الرقاب سے اس لیے تعبیر کیا کہ اکثر قتل کرنے کے لیے گردن ماری جاتی ہے) یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو (اثخنتموهم کا معنی ہے اکثر تم فیهم القتل ہے) تو باندھو (شدوا کا معنی ہیں انہیں پکڑ کر قیدی بنا کر باندھ لو، اور یہاں باندھ دو، وثاق اس شے کو کہتے ہیں جس سے قیدیوں کو باندھا جائے) پھر اس کے بعد احسان کر کے چھوڑ دو (''منا'' یہاں فعل کی جگہ اس کے مصدر کو ذکر کیا گیا ہے معنی آیت یہ ہے تم ان پر احسان کرتے ہوئے بغیر کسی عوض کے انہیں آزاد کر دو......۴......) چاہے فدیہ لو (یعنی مال کی صورت میں یا مسلمان قیدیوں کی صورت میں ان سے فدیہ لے لو......۵......) یہاں تک کہ لڑائی (یعنی لڑائی کرنے والے) اپنا بوجھ رکھ دیں (

یعنی ہتھیار وغیرہ کا بوجھ رکھ دیں، یوں کہ کفار اسلام لے آئیں یا پھر عہد ذمہ میں داخل ہو جائیں، یہ قتل کرنے اور قیدی بنانے کی غایت ہے......٦......) بات یہ ہے (ذلک مبتدا محذوف الامر فیھم ماذ کر کی خبر ہے) اور اللہ چاہتا تو آپ ہی ان سے بدلہ لیتا (بغیر تمہارے قتال کے) مگر (اس نے تمہیں قتال کا حکم دیا) کہ تم میں ایک کو دوسرے سے جانچے (یعنی تم کو ان سے قتال میں جانچے تو جو تم سے قتل ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جو ان میں سے قتل ہوگا وہ جہنم میں) اور جو مارے گئے (ایک قرائت میں والذین قتلوا کی جگہ قاتلوا ہے یہ آیت مبارکہ غزوہ احد میں نازل ہوئی مسلمانوں میں کئی قتل اور زخمی ہوئے تھے) اللہ کی راہ میں اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا (یضل بمعنی یحبط ہے) جلد انہیں راہ دے گا (دنیا و آخرت میں ان کو نفع دینے والے امور کی طرف) اور ان کی حالتیں سنوار دے گا (دنیا و آخرت میں اور جو شہید نہیں ہوئے انہیں تغلیباً شہادت پانے والوں میں شمار فرمایا ہے) اور انہیں جنت میں لے جائے گا انہیں اس کی پہچان کرا دی (یعنی جنت کا بیان ان کے سامنے فرما دیا تو یہ لوگ بغیر رہنمائی کے خود ہی اپنے جنتی مساکن، بیویوں اور خادموں تک پہنچ جائیں گے......٧......) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اس کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی تو) اللہ تمہاری مدد کرے گا (تمہارے دشمنوں کے خلاف) اور تمہارے قدم جما دے گا (تمہیں میدان جنگ میں ثابت رکھے گا......٨......) تو جنہوں نے کفر کیا (اہل مکہ میں سے، الذین کفروا مبتدا ہے اس کی خبر تعسوہ ہے جس پر تعسالھم دلالت کر رہا ہے) تو ان پر تباہی پڑے (اللہ ﷻ کی طرف سے، تعسا کے معنی ہلاکت و بربادی ہے) اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے (واضل اعمالھم کا عطف تعسوا پر ہو رہا ہے) یہ (یعنی ان پر تباہی آنا اعمال کا اکارت ہونا) اس لیے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ نے اتارا (یعنی قرآن پاک جو کہ احکام تکلیف پر مشتمل ہے) تو کیا انہوں نے زمین میں سفر کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اللہ نے ان پر تباہی ڈالی (ان کی جانوں کو ان کے اولاد اور اموال کو ہلاک فرما دیا) اور ان کافروں کے لیے ایسی کتنی ہی ہیں (یعنی ان کافروں کے لیے پہلے والے کافروں کا انجام ہے) یہ (یعنی مسلمانوں کا مدد کرنا کفار کو مغلوب کرنا) اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ (یعنی والی اور مددگار) اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم﴾

الذین: موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، صدوا عن سبیل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اضل اعمالھم: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، امنوا بما نزل علی محمد: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، و: معترضہ، ھو: مبتدا، الحق: ذوالحال، من ربھم: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، کفر عنھم سیاتھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصلح: فعل با فاعل، بالھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بان الذین کفروا اتبعوا الباطل وان الذین امنوا اتبعوا الحق من ربھم﴾

ذلک: مبتدا، ب: جار، ان: حرف مشبہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر اسم، اتبعوا الباطل: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر اسم، اتبعوا الحق من ربھم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر

مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا﴾

ف: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، لقیتم: فعل بافاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ضرب: مصدر مضاف بافاعل، الرقاب: مضاف الیہ مفعول، حتی: جار، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اثخنتموھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، شدوا: فعل امر بافاعل، الوثاق: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مفصل، ف: عاطفہ، اما: حرف شرط وتفصیل، منا: فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، بعد: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اما حرف تفصیل، فداء: "تفدون" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر ماقبل جملے کی تفصیل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو اول، حتی: جار، تضع الحرب اوزارھا: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ ہوکر "اضربوا" فعل امر محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک ولو یشاء اللہ لا نتصر منھم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض﴾

ذلک: "الامر فیھم ما ذکر من القتل والاسر وما بعدہ من المن والفداء" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکن حرف استدراک مہملہ، لام: جار، یبلوا: فعل بافاعل، بعضکم: مفعول، ببعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر فعل محذوف "امرکم بالقتال" کیلئے ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم سیھدیھم ویصلح بالھم ویدخلھم الجنۃ عرفھا لھم﴾

و: عاطفہ، الذین: موصولہ، قتلوا فی سبیل اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، لن یضل: فعل نفی بافاعل، اعمالھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، س: حرف استقبال، یھدیھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یصلح: فعل بافاعل، بالھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یدخلھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، الجنۃ: ذوالحال، عرفھالھم: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، ان: شرطیہ، تنصروا اللہ: جملہ فعلیہ شرط، ینصرکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یثبت: فعل بافاعل، اقدامکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿والذین کفروا فتعسا لھم واضل اعمالھم﴾

و: عاطفہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، تعسالھم: مصدر بافاعل، ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر "تعسوا" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اضل اعمالھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم﴾

ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، کرھوا: فعل بافاعل، ما انزل اللہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احبط: فعل بافاعل، اعمالھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لم یسیروا: فعل نفی بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، ینظروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ الذین من قبلھم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿دمر اللہ علیھم وللکفرین امثالھا ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکفرین لامولی لھم﴾

دمر اللہ: فعل وفاعل، علیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، للکفرین: ظرف مستقر خبر مقدم، امثالھا: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، ب: جار، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، مولی الذین امنوا: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، الکفرین: اسم، لامولی لھم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ولکن لیبلوا بعضکم ببعض...... ☆یہ آیت روزِ احد نازل ہوئی جب کہ مسلمان زیادہ مقتول ومجروح ہوئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نام محمد کی برکتیں:

۱......جس طرح ملتے ہیں لب نام محمد کے سبب — کاش ہم مل جائیں سب نام محمد کے سبب

نام محمد ﷺ کی کئی برکتیں ہیں، جب تک ہونٹ آپس میں مل نہ جائیں یہ نام ادا ہونے سے قاصر ہے، گویا یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ جس طرح ہم محمدی کہلاتے ہیں کاش کہ سچے محمدی بن بھی جائیں۔

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے یامحمد، یا رسول اللہ، یامحمد یارسول اللہ.

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب: فی حدیث الھجرۃ، رقم: (۷۴۱۶)/۳۰۱۴، ص۱۴۷۳)

☆......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں، اللہ عزوجل میرے سبب سے کفر مٹادے گا اور میں حاشر ہوں، اللہ عزوجل میرے بعد حشر قائم کرے گا اور میں عاقب ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۵۳۲، ص۵۹۴)

☆......ابن عساکر ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا نام محمد رکھے، وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے''۔

(کنزالعمال، کتاب النکاح، الباب السابع فی برالاولاد وحقوقھم، رقم: ۴۵۲۱۵، ج۸، ص۱۷۵)

☆......بزار نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب لڑکے کا نام (محمد) رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ محروم کرو''۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن، رقم: ۲۱۴۲،۱۹، ص۱۰۷۷)

☆......حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پاؤں سن ہوگیا، ایک شخص نے کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو، حضرت ابن عمر نے کہا: یا محمداہ.

(ادب المفرد، ص۲۵۰)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب لوگ میت کو دفن کرکے چلے جاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے آکر اُسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ عزوجل ہے، پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کونسا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر پوچھتے ہیں: وہ شخص کون تھا جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہ رسول

اللہ ﷺ ہیں، پھر آسمان سے ندا کی جائے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کیلئے جنت سے فرش بچھادو اور اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دو، المختصر۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی المسالة فی القبر، رقم:٤٧٥٣، ص ٨٩٠)

ملا علی قاری بیان کرتے ہیں: جبرائیل امین علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کا نام "یامحمد" پکارا: "**او قصد به المعنی الوصفی دون المعنی العلمی** یعنی نام محمد ﷺ کے وصف کا ارادہ کیا نہ کہ علَمی ہونے کا"۔

حافظ ابن کثیر "**البدایة و النهایة**" میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: **و کان شعارهم یومئذ یامحمداه** یعنی اس دن لوگوں کا یہ نعرہ تھا یا **محمداه**"۔

یہاں غور کریں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کے نام کی برکت سے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا اور جنتی انعام و اکرام کا آغاز بھی ہوا۔ دنیا و آخرت میں کیسی کیسی برکتیں سید عالم ﷺ کے نام پاک کی ہیں، ہم نے صرف ایک جھلک پیش کی ہے چونکہ ہمیں طوالت کا خوف بھی ہے اور مختصر زندگی میں زیادہ کام کرنے کی جستجو بھی کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام کریں، اللہ عزوجل ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایمان کی برکتیں اور گناہ کے بدلے نیکی کا ملنا:

۲...... اللہ عزوجل نے فرمایا: جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا کیونکہ وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے تو اللہ عزوجل (اس سبب سے) ان کے گناہ معاف فرمادے اور ان کے معاملات کو اچھا کردے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں: ﴿**کفر عنهم سیاتهم** اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں﴾ سے مراد یہ ہے کہ ان کے سابقہ گناہ معاف فرمادیئے، ایمان لانے سے پہلے کے گناہ سے درگزر فرمادے، اور: ﴿**و اصلح بالهم** اور ان کی حالتیں سنوار دیں﴾ ان کی شان بڑھائی، ان کی حالت اچھی کردی یا ان کے امور کو بہتر فرمادیا۔ اور یہ تینوں انعام دنیاوی اعتبار سے ہیں جب کہ نقاش کے قول کے مطابق یہ ہے کہ اللہ عزوجل ان کی نیتوں کی اصلاح فرمادے۔ (القرطبی، الجزء:٢٦، ص ١٩٢)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ایمان کی برکت سے ان کے گناہ مٹادے اور ان کی بُرائیوں کی پردہ پوشی فرمائے اور ان کے اعمال کی اصلاح فرمائے یعنی دنیا میں ان کی مدد و نصرت فرمائے اور اطاعت کی توفیق بخشے، گناہ سے بچائے، شیطان پر غلبہ عطا فرمادے، جنت نعیم میں جگہ عطا فرمادے۔ (المظهری، ج٦، ص ٣٢٤)

☆...... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا، اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا: اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے گناہ کو مخفی رکھا جائے گا، اس سے کہا جائے گا: کیا تو نے یہ گناہ کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا: اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی دے دو، وہ کہے گا: اے میرے رب عزوجل! میرے تو بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا سید عالم ﷺ ہنس رہے تھے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آرہی تھیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها، رقم:(٣٥٥)/١٩٠، ص ١١٨)

☆...... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ مجھ سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور اگر کوئی گناہ ہوجائے تو اس کے بعد فوراً نیکی کرلو، وہ نیکی گناہ کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ"۔

(سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، رقم:١٩٩٣، ص ٥٨٦)

ایمان نہ ہونے کی بناء پر کافر پر نحوستیں:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿کذلک یضرب اللہ للناس امثالھم اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے(محمد:۳)﴾، میں چند وجوہات کا بیان ہے۔(۱)......اللہ عزوجل کافروں کے اعمال کو ضائع کرتا اور مومنین کی بُرائیوں کو معاف فرماتا ہے۔(۲)......کافر تبعا باطل اور مومن تبعا حق کا پیروکار رہتا ہے، اور اس کی بھی وجوہات ہیں۔(۳)......اللہ عزوجل فرمان: ﴿من ربھم﴾ بمعنی عند ربھم ہے، کیونکہ کافر باطل کی پیروی کرتا ہے اور مومنین حق کی، اور ہم کہتے ہیں کہ تمام گمراہیاں اور نیکیاں اللہ عزوجل کی پیدا کردہ ہیں۔(۴)......اللہ عزوجل نے کافر کے اعمال کو برباد اور مومن کے گناہوں کو مٹانے کا بیان فرمایا، اور ظاہری طور پر کفر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں، اور اضلال وتکفیر ایک دوسرے کے ضد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حق اور باطل کے اتباع کی صورت میں ہیں یعنی کوئی گمراہی اختیار کرتا ہے اور کسی کے گناہ مٹائے جاتے ہیں تو اس کی وجہ ایمان وکفر ہیں۔ (الرازی، ج۱۰، ص۳۷)

متذکرہ آیت کی منسوخیت کے بارے میں مفسرین کی رائے؟

۴......کئی مفسرین اس جانب ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے چنانچہ:

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: امام بغوی نے فرمایا علماء کا اس آیت ﴿فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب(محمد:۴)﴾ کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے، ایک قوم نے کہا کہ اس آیت کا حکم اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ(التوبۃ:۵)﴾، ﴿فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم تو اگر تم انہیں کہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسا قتل کرو جس سے ان کے پس ماندوں کو بھگاؤ(الانفال:۵۷)﴾ سے منسوخ ہے۔ قتادہ، ضحاک، سُدی اور ابن جریج کا یہی قول ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے اور یہی امام اعظم کا ایک قول ہے، میں (قاضی ثناء اللہ) کہتا ہوں: ﴿فشرد بھم من خلفھم تو انہیں ایسا قتل کرو جس سے ان کے پس ماندوں کو بھگاؤ﴾ کو اس آیت کا ناسخ بنانا درست نہیں، جب کہ ﴿اقتلوا المشرکین مشرکوں کو قتل کرو﴾ کا حکم بعض مشرکین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ قیدیوں کو غلام اور ذمی بنانا ہمارے احناف اور مالکیہ کے نزدیک درست ہے۔ اس آیت کا حکم ظنی ہے کیونکہ یہ ایسا عام ہے جس میں سے بعض افراد خاص ہیں اور اس وجہ سے وہ اس آیت کی ناسخ نہیں بن سکتی کیونکہ اس کا حکم قطعی ہے۔ دوسرے علماء اس جانب گئے ہیں کہ یہ محکم آیات میں سے ہے۔ کفار میں سے جو لوگ گرفتار کر لئے جائیں ان کے بارے میں امام کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ انہیں قتل کرنے کا حکم دے۔ انہیں غلام بنا لینے کا کہیں، ان پر احسان کرے اور بغیر عوض آزاد کر دے یا مال لے کر یا مسلمان قیدیوں کی صورت میں فدیہ لے کر آزاد کر دے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء رضی اللہ عنہم، اکثر صحابہ اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ امام ثوری، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور ان کی حکومت مضبوط ہوئی تو اللہ عزوجل نے قیدیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا کہ چاہو احسان کرو یا فدیہ لو اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (المظھری، ج۶، ص۳۳۴)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ آیت منسوخ اور اس کی ناسخ: ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ(التوبۃ:۵)﴾ ہے۔ (روح البیان، ج۸، ص۶۷۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ آیت علماء کی ایک جماعت کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ(التوبۃ:۵)﴾ ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۶، ص۱۹۴)

کیا کافر پر بغیر فدیہ لئے احسان کیا جاسکتا ہے؟

۵......علامہ ابن عابدین شامی (وحرم فداؤھم) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ کافر قیدیوں سے مطلق بدلہ یعنی فدیہ لینا جائز نہیں کہ مال لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دے یا مسلمان قیدیوں کے بدلے کافر قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے، پہلی صورت مشہور قول کے مطابق جائز نہیں ہے اور ضرورت کے وقت مال لیکر کافر قیدی کو چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ السیر الکبیر میں ہے اور امام محمد نے کہا کہ مسلمان قیدی کے بدلے میں کافر قیدی کو چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ کافر شیخ فانی ہو اور اس کی نسل بڑھنے کی امید نہ ہو جیسا کہ الاختیار میں ہے اور دوسری صورت یعنی مسلمان قیدی کے بدلے میں کافر قیدی کو چھوڑنا امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔اور پہلی صورت صحیح ہے جیسا کہ الزاد میں ہے لیکن ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ یعنی دوسری صورت بھی جائز ہے جیسا کہ المحیط میں مذکور ہے اور یہ تمام اقوال القھستانی میں مذکور ہیں اور ایسے ہی زیلعی نے السیر الکبیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا جائز ہونا زیادہ ظاہر روایت ہے۔فتح القدیر میں ہے کہ یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے بھی یہ قول ثابت ہے کہ ایک مشرک کے بدلے دو مسلمان اور ایک (مشرک) عورت کے بدلے دو مسلمان چھڑائے گئے جو کہ مکہ مکرمہ میں قید تھے۔

میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ ہم اسی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ فقہ کے متون میں جو یہ لکھا ہے کہ مالی فدیہ کے بدلے میں مشرکین کو چھوڑنا حرام ہے اس قید سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو مال غنیمت کی ضرورت نہ ہو، لیکن جب ان کو مال کی ضرورت ہو تو مشرکین کو مالی فدیہ کے بدلے میں چھوڑنا جائز ہے اور اسی طرح مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں کافر قیدیوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔

(رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب :بیان معنی الغنیمة والفی، ج٦،ص٢٢٨)

کن کفار سے قتال لازم ہے اور کیوں؟

۶......جہاد ابتداً فرض کفایہ ہے پس اگر کسی ایک جماعت نے کرلیا تو سب کی طرف سے ساقط ہوگیا اور اگر سب مسلمانوں نے چھوڑ دیا تو سارے ہی گناہ گار ہونگے۔ (کنز الدقائق مع کشاف الحقائق، کتاب السیر و الجهاد، ص۱۷۷)

(۲) اگر کفار کسی شہر پر ہجوم کریں تو الاقرب فالاقرب کے قانون کے تحت تمام مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہوگا۔اور درر کی عبارت میں ہے کہ جہاد فرضِ عین اس وقت ہوگا جب کہ دشمن اسلامی سرحد پر حملہ کردے تو قرب وجوار کے مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد پر قدرت رکھتے ہوں۔(رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی الفرق بین فرض العین، ج٦،ص٢٠١ ملتقطاً)

(۳)......جہاد کے واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مجاہد کے پاس جنگ کرنے کے لئے ہتھیار ہوں، زاد راہ اور سواری کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ (رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب :طاعة الوالدین فرض عین، ج٦،ص٢٠٥)

(۴)......بچے، عورت، غلام، اندھے، اپاہج اور لنگڑے پر جہاد فرض نہیں ہے اور جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں جب کہ کفار ہجوم کردیں تو عورت اور غلام بھی بغیر اپنے شوہر اور آقا کی اجازت سے جہاد پر نکلیں گے۔

(کنز الدقائق مع کشاف الحقائق، کتاب السیر و الجهاد، ص۱۷۷)

(۵)......جہاد کے مباح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ دشمن کو دی جانے والی دین حق کی دعوت کو قبول کرنے سے باز رہنا اور ان کے (یعنی مسلم اور غیر مسلم ممالک) کے مابین امن وامان اور کوئی عہد و پیمان کی صورت بھی نہ ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان

جہاد کے ذریعے اسلام کی شان وشوکت اور قوت کے بڑھنے کی امید رکھتے ہوں اور اگر ایسی امید نہ ہو تو پھر قتال جائز نہیں کہ انسان اس میں پڑ کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے۔ (عالمگیری، کتاب السیر، باب الاول فی تفسیرہ شرعا و شرطہ، ج۲، ص۲۰۹)

صالحین پر جنتی انعامات کا بیان:

۷...... ہم نے جنتی انعام واکرام کے حوالے سے کئی مقامات پر کلام کیا ہے، یہاں صرف موضوع کی مناسبت سے ایک حدیث پیش خدمت ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مومنین دوزخ سے نجات پا جائیں گے، جنت اور دوزخ کے مابین ایک پُل ہے، اس پر ان کو روک لیا جائے گا، پھر دنیا میں ان میں سے بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہوگی اس کا ان سے بدلہ لیا جائے گا حتی کہ جب وہ بالکل پاک اور صاف ہو جائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنے ٹھکانے کو دنیا میں اپنے ٹھکانے کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہوگا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیمة، رقم:٦٥٣٥، ص١١٣٢)

اللہ عزوجل کے دین کی مدد ونصرت کی برکتیں:

۸...... جو لوگ اللہ عزوجل کے دین کے لئے کوشاں رہتے ہیں، اپنے شب وروز اسی میں بسر کرتے ہیں، نیکی کی دعوت کو عام کرنے اور علماء وصلحاء سے رسم وراہ رکھنے نیز علم دین پر خود بھی عمل کرتے اور اپنے ماتحت لوگوں کو بھی اس کا پابند کرتے ہیں یقیناً وہ خراج تحسین کے لائق ہیں۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ دین اسلام کا پیغام عام ہو لہٰذا دانشمندی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جتنا ہو سکے دین اسلام کے پرچار میں اپنا وقت صرف کیا جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے: ''اللھم انی اسئلک برحمتک التی لا تنال منک الا بالخروج یعنی اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیری اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جو تو اپنی راہ میں نکلنے والوں کو عطا فرماتا ہے''۔ (کنزالعمال، کتاب الاذکار، الادعیة المطلقة، رقم:٥٠٣٠، ج١، ص٢٨٥)

اغراض:

الا وکاین: یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد جب کہ مکہ مکرمہ سے نکلے اور مکہ مکرمہ کی در و دیوار کو ملاحظہ فرماتے ہوئے، فراق کے غم میں ڈوبے ہوئے تھے اور مکی آیات وہ ہوتی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں اگرچہ ہجرت کے بعد ہوئی ہوں لیکن یہ قول ضعیف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ مکی آیات وہ ہوتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی وہ جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اگرچہ مکہ مکرمہ کی زمین پر نازل ہوئی ہوں۔ **القتل:** کہا جاتا ہے کہ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ **وثمان او تسع:** اور ایک قول کے مطابق اس سورت میں چالیس آیات ہیں اور ﴿حتی تضع الحرب اوزارھا﴾، ﴿لذة للشاربین﴾ کیا یہ آیات ایک ہی ہیں یا اپنے ماقبل کا تتمہ ہیں۔

فلا یرون لھا فی الآخرۃ ثوابا: اللہ کا فرمان: ﴿وقدمنا الی ما عملوا من عمل جعلناہ ھباء منثورا (الفرقان:٢٣)﴾۔

یجزون بھا فی الدنیا: یعنی انہیں مال میں وسعت عطا فرمائی، اور ان کے لئے اولاد اور عافیت میں اضافہ کر دیا اور بھی انعام فرمائے اور مقصد یہ تھا کہ (کافر) ان پر فخر اور ریاء نہ کریں۔ **غفر لھم:** یعنی اُن (ایمان والے مومنین) کے گناہوں کو معاف فرما دیا اور فرشتوں کے صحف سے مٹا دیا۔

فلا یعصونہ: یعنی مومنین مذکورہ بالا معصیت پر جمے نہیں رہتے، عمومی طور پر معصیت صادر ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، لیکن یہ معصیت پر جمے نہیں ہوتے۔ **الشیطان:** سے مراد باطل یعنی کفر ہے۔ **ای اقتلوھم:** مطلق گردن مارنا ہے یعنی جس بھی حالت میں کافر کو پاؤ اُسے ہلاک کر دو۔

ای فامسکوا: اس کلام میں اس جانب اشارہ ہے کہ مذکورہ کلام میں دو جملے پوشیدہ ہیں: یعنی قتل اور قید سے روکنا مراد ہے۔ای اهلها: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔بان یسلم الکفار: مراد یہ ہے کہ قتال کرنے کا ہتھیار رکھ دے۔
وھذہ غایۃ للقتل: یعنی یہ مذکورہ حکم گردن مارنے کی قید کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔بغیر قتال: جیسا کہ زمین میں دھنسا دینا۔
الجراحات: اور بہت سے زخمی ہوئے، یہاں لفظ کے عمومی اعتبار سے کلام ہے نہ کہ خصوصی سبب کی وجہ سے، اور قیامت کے دن ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ کی راہ میں، اُس کے دین کی مدد کرتے ہوئے مارا جائے۔
الی ما ینفعھم: یعنی دنیا میں انہیں انعام دیا جائے گا، اعمال صالحہ کی توفیق اور اس پر اخلاص کی نعمت، اور آخرت میں بھی جنت اور اس کی ابدی نعمتوں کا انعام ملے گا اور اس دن اللہ کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہ کر سکے گا اور اللہ اپنی مخالفت سے انہیں محفوظ رکھے گا اور اسی کے متعلق حدیث میں وارد ہوتا ہے: ''اللہ نے اہل بدر والوں کو مطلع کیا کہ اعمال اختیار کرو تمہاری مغفرت کر دی جائے گی''۔اور اس حدیث میں اہل بدر کے لئے معصیت کے مباح ہونے کا وہم کہیں نہیں پایا جاتا بلکہ معنی یہ ہے کہ تم نے اپنے نفوس کو میری محبت میں فنا کر دیا، اور میری رضا کے مقابلے میں اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا، پس میں نے تمہارے نفوس کو جنت کے عوض خرید لیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم(التوبۃ:۱۱۱)﴾۔وما فی الدنیا: یعنی دنیا میں ہدایت اور اعمال کی اصلاح کی نعمت ملے گی۔
ان لم یقتل: یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ کیسے اعمال کی اصلاح اور ہدایت ملے گی جب کہ دنیا میں قتل بالفعل کرنا فرض کیا گیا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہ ہے کہ قتال وقوع پذیر ہو چہ جائے کہ شہادت ملے یا نہ ملے، یعنی وقوع بالفعل ہو یا نہ ہو۔فیھتدون الی مساکنھم: پس وہ جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں ہونگے، حدیث میں ہے: ''مومن دنیا سے اُس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ جنت میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے''۔
ای ھلاکا وخیبۃ لھم: اس بارے میں دس اقوال ہیں: (۱)......التعس کے معنی رسوائی ہونا ہے، (۲)......ان کے لئے پستی ہے، (۳)......اللہ کی جانب سے اُن کے لئے لعنت ہے، (۴)......قباحت ہے، (۵)......غضب ہے، (۶)......شر ہے، (۷)......بدبختی ہے، (۸)......بیماری اور عیب ہے، (۹)......ہلاکت اور لغزش، (۱۰)......لڑکھڑا کر گرنا ہے اور تمام معنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جس سے کسی کی ہلاکت کا پتہ چلتا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۲۹۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر والذین کفروا یتمتعون﴾فِی الدُّنْیَا﴿ویاکلون کما تاکل الانعام﴾اَیْ لَیْسَ ھَمّ اِلَّا بُطُوْنُھُمْ وَفُرُوْجُھُمْ وَلَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلَی الْاٰخِرَۃِ﴿والنار مثوی لھم(۱۲)﴾مَنْزِلٌ وَمَقَامٌ وَمَصِیْرٌ﴿وکاین﴾وَکَمْ﴿من قریۃ﴾اُرِیْدُ بِھَا اَھْلَھَا﴿ھی اشد قوۃ من قریتک﴾مَکَّۃَ اَیْ اَھْلَھَا﴿التی اخرجتک﴾رُوْعِیَ لَفْظَ قَرْیَۃٍ﴿اھلکنھم﴾رُوْعِیَ مَعْنٰی قَرْیَۃِ الْاُوْلٰی﴿فلا ناصر لھم(۱۳)﴾مِنْ اِھْلَاکِنَا﴿افمن کان علی بینۃ﴾حُجَّۃٍ وَبُرْھَانٍ﴿من ربہ﴾وَھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴿کمن زین لہ سوء عملہ﴾فَرَاٰہُ حَسَنًا وَھُمْ کُفَّارُ مَکَّۃَ﴿واتبعوا اھواء ھم(۱۴)﴾فِی عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ اَیْ لَامُمَاثِلَۃَ بَیْنَھُمَا﴿مثل﴾اَیْ صِفَتُ﴿الجنۃ التی وعد المتقون﴾اَلْمُشْتَرَکَۃُ بَیْنَ دَاخِلِیْھَا مُبْتَدَاٌ خَبَرُہٗ﴿فیھا انھر من ماء غیر اسن﴾بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ کَضَارِبٍ وَحَذرٍ اَیْ غَیْرُ مُتَغَیِّرٍ بِخِلَافِ مَاءِ الدُّنْیَا

فَيَتَغَيَّرُ لِعَارِضٍ﴿وانهر من لبن لم يتغير طعمه﴾بِخِلَافِ لَبَنِ الدُّنْيَا لِخُرُوْجِهٖ مِنَ الضُّرُوْعِ﴿وانهر من خمر لذة﴾لَذِيْذَةٍ﴿للشربين﴾بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا كَرِيْهَةٌ عِنْدَ الشُّرْبِ﴿وانهر من عسل مصفى﴾بِخِلَافِ عَسَلِ الدُّنْيَا فَاِنَّهُ لِخُرُوْجِهٖ مِنْ بُطُوْنِ النَّحْلِ يُخَالِطُهُ الشَّمْعُ وَغَيْرُهُ﴿ولهم فيها﴾اَصْنَافٌ﴿من كل الثمرت ومغفرة من ربهم﴾فَهُوَ رَاضٍ عَنْهُمْ مَعَ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ بِمَا ذُكِرَ بِخِلَافِ سَيِّدِ الْعَبِيْدِ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ مَعَ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ سَاخِطًا عَلَيْهِمْ﴿كمن هو خالد فى النار﴾خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ اَىْ اَمَنْ هُوَ فِي هٰذَا النَّعِيْمِ﴿وسقوا ماء حميما﴾اَىْ شَدِيْدَ الْحَرَارَةِ﴿فقطع امعاء هم(١٥)﴾اَىْ مَصَارِيْنَهُمْ فَخَرَجَتْ مِنْ اَدْبَارِهِمْ وَهُوَ جَمْعُ مَعًا بِالْقَصْرِ وَاَلِفُهٗ عِوَضٌ عَنْ يَاءٍ لِقَوْلِهِمْ مَعْيَانٌ﴿ومنهم﴾اَىِ الْكُفَّارُ﴿من يستمع اليك﴾فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ﴿حتى اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم﴾لِعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ اِسْتِهْزَاءً وَسُخْرِيَةً﴿ماذا قال انفا﴾بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ اَىِ السَّاعَةَ اَىْ لَا نَرْجِعُ اِلَيْهِ﴿اولئك الذين طبع الله على قلوبهم﴾بِالْكُفْرِ﴿واتبعوا اهواء هم(١٦)﴾فِي النِّفَاقِ﴿والذين اهتدوا﴾وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴿زادهم﴾اللّٰهُ﴿هدى واتهم تقوهم(١٧)﴾اَلْهَمَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ بِهِ النَّارَ﴿فهل ينظرون﴾مَا يَنْتَظِرُوْنَ اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ﴿الا الساعة ان تأتيهم﴾بَدَلٌ مِنَ السَّاعَةِ اَىْ لَيْسَ الْاَمْرُ اِلَّا اَنْ يَاْتِيَهُمْ﴿بغتة﴾فَجْاَةً﴿فقد جاء اشراطها﴾عَلَامَاتُهَا مِنْهَا بِعْثَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَانْشِقَاقُ الْقَمَرِ وَالدُّخَانُ﴿فانى لهم اذا جاء تهم﴾اَلسَّاعَةُ﴿ذكرهم(١٨)﴾تُذَكِّرُهُمْ اَىْ لَا يَنْفَعُهُمْ﴿فاعلم انه لا اله الا الله﴾اَىْ دُمْ يَا مُحَمَّدُ عَلٰى عِلْمِكَ بِذٰلِكَ النَّافِعِ فِي الْقِيَامَةِ﴿واستغفر لذنبك﴾لِاَجْلِهٖ قِيْلَ لَهٗ ذٰلِكَ مَعَ عِصْمَتِهٖ لِتَسْتَنَّ بِهٖ اُمَّتُهٗ وَقَدْ فَعَلَهٗ ﷺ قَالَ ﷺ اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ﴿وللمؤمنين والمؤمنت﴾فِيْهِ اِكْرَامٌ لَهُمْ بِاَمْرِ نَبِيِّهِمْ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ﴿والله يعلم متقلبكم﴾مُنْصَرَفَكُمْ لِاشْتِغَالِكُمْ بِالنَّهَارِ﴿ومثوكم(١٩)﴾مَاْوَكُمْ اِلٰى مَضَاجِعِكُمْ بِاللَّيْلِ اَىْ هُوَ عَالِمٌ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِكُمْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهَا فَاحْذَرُوْهُ وَالْخِطَابُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور کافر برتتے ہیں (دنیا میں) اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں (کہ کفار کو فقط اپنے پیٹ اور شرمگاہوں کی تسکین ہی کی فکر ہے، یہ آخرت کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے ......) اور آگ میں ان کا ٹھکانہ ہے (مثوی کے معنی منزل، مقام اور مصیر ہے) اور کتنے ہی (کاین کے معنی کم خبریہ ہے) شہر (یعنی شہر میں رہنے والے، قریة کا اطلاق کر کے اهل قرية مراد لئے گئے ہیں) کہ اس سے شہر (یعنی مکہ) سے (یعنی مکہ کے رہنے والوں سے) قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا (التی اخرجتک میں قرية کی رعایت برتی گئی ہے) ہم نے انہیں ہلاک فرمایا (یہاں پہلے والے قرية کی رعایت برتی گئی ہے) تو ان کا کوئی مددگار نہ تھا (انہیں ہمارے ہلاک کرنے

سے بچانے والا) تو کیا جو روشن دلیل پر ہو (بینۃ کے معنی دلیل ہے) اپنے رب کی طرف سے (مراد اس سے مسلمان ہیں) اس جیسا ہو گا جس کے برے عمل اس کے لیے مزین کر دیئے گئے (تو وہ انہیں اچھا سمجھنے لگا، مراد اس سے اہل مکہ ہیں جو بتوں کو پوجتے کے بارے میں) وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے (یعنی مسلمانوں اور کافروں کے مابین کوئی مماثلت نہیں) صفت (مثل بمعنی صفت ہے) اس جنت کی جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے (جو داخل جنت ہونے والوں کے مابین مشترک ہے، الجنۃ التی...... الخ مبتدا ہے اور اس کی خبر فیھا انھار...... الخ ہے) اس میں ایسی پانی کی نہریں جو کبھی نہ بگڑے (یعنی متغیر نہ ہوں......۲......، بخلاف دنیا کے پانی کے کہ وہ کسی عارض کے سبب متغیر ہو جاتا ہے، آسن مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ ضارب اور حذر) اور ایسے دودھ کی نہریں جس کا مزانہ بدلا (بخلاف دنیا کے دودھ کے اس کے تھنوں سے نکلنے کے سبب) اور ایسی شراب کی نہریں جو لذیذ (لذۃ کے معنی لذیذ ہے) پینے والوں کے لیے (بخلاف دنیا کی شراب کے کہ پیتے وقت یہ ناگوار ہوتی ہے) اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا (بخلاف دنیا کے شہد کے کہ دنیاوی شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے نکلتے وقت موم وغیرہ سے مختلط ہوتا ہے) اور ان کے لیے اس میں ہر (قسم کے) پھل ہیں اور اپنے رب کی مغفرت (یعنی ان پر یہ احسان کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ان سے راضی بھی ہے بخلاف غلام کے اس آقا کے جو دنیا میں اپنے غلام پر غضبناک ہونے کے باوجود بھی اس پر احسان کرتا ہے......۳......) اس کی طرح ہیں جنہیں ہمیشہ آگ میں رہنا (کمن ھو خالد...... الخ خبر ہے مقدر" امن ھوفی ھذا النعیم" کی، معنی آیت یہ ہے کیا وہ جو ان نعمتوں میں ہے اس کی طرح ہیں جنہیں ہمیشہ آگ میں رہنا ہے) اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا (حمیم کے معنی کھولتا پانی ہے) کہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی (پھر وہ پچھلے رستے سے نکل جائینگی، امعاء کے معنی آنتیں ہے، "معی" کی جمع ہے جو قصر کے ساتھ ہے اور اس کا الف یاء کے عوض آیا ہے، اہل عرب کہتے ہیں معیان) اور ان میں سے (یعنی کافروں میں سے) بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں (خطبہ جمعہ میں مراد اس سے منافق ہیں) یہاں تک کہ تمہارے پاس سے نکل کر جائیں علم والوں سے کہتے ہیں (یعنی اہل علم صحابہ کرام جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بطور استہزاء اور مذاق کے) ابھی انہوں نے کیا فرمایا (یعنی ہم اس قول پر عمل نہیں کریں گے......۴......، "انفا" مد اور قصر کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی الساعۃ ہے) یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے (کفر کے سبب) مہر کر دی اور وہ (شفاعت کے معاملے میں) اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے اور جنہوں نے راہ پائی (مراد اس سے مسلمان ہین) اس نے (یعنی اللہ عزوجل نے) ان کی ہدایت اور زیادہ بڑھائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی (یعنی انہیں وہ امور الہام کیے جن کے ذریعے وہ آگ سے بچ سکیں) تو وہ انتظار نہیں کر رہے (کفار مکہ، ھل ینظرون بمعنی ما ینتظرون ہے) مگر قیامت کا کہ ان پر اچانک آئے ("الساعۃ" مبدل منہ اور ان تاتیھم الساعۃ بدل اشتمال ہے، بغتۃ بمعنی فجاۃ ہے معنی آیت یہ ہے لیس الامر الا ان تاتیھم بغتۃ ہے) کہ اس کی علامتیں تو آ ہی چکیں ہیں (ان میں سے بعض یہ ہیں: نبی آخر الزمان کا مبعوث ہونا، چاند دو ٹکڑے ہونا، اور آسمان پر دھواں چھا جانا، اشراط بمعنی علامات ہے) پھر جب وہ (یعنی قیامت) آ جائے گی تو کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا (یعنی اس وقت ان کا سمجھنا انہیں نفع نہ دے گا) تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے علم پر قائم رہیں کہ یہ بات قیامت میں نفع دیگی) اور اپنے ذنب کی معافی مانگو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود یہ بات اس لیے فرمائی گئی تا کہ امت کے لیے استغفار کرنا سنت ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا کہ فرماتے ہیں "بیشک میں روزانہ سو مرتبہ اللہ عزوجل کے حضور استغفار کرتا ہوں") اور مؤمن مردوں و عورتوں کی (اس میں مومنوں کا اکرام ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی علیہ السلام کو ان کے لیے استغفار کا حکم فرمایا ہے) اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا (دن میں تمہاری مشغولیت کے سبب

تمہارا پھرنا) اور تمہارا ٹھکانہ (رات میں تمہارے بستروں کو ٹھکانہ بنانے کو، یعنی وہ تمہارے تمام ہی احوال سے واقف ہے اس پر کچھ بھی مخفی نہیں ہے، پس تم اسی سے ڈرو، مثوکم بمعنی ماوکم ہے، یہاں خطاب مسلمانوں اور دیگر لوگوں سے بھی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان الله یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانهر﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یدخل: فعل بافاعل، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر مفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتها الانهر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام﴾

و: عاطفہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، یتمتعون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یاکلون: فعل بافاعل، کاف: جار، ما: موصولہ، تاکل الانعام: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "اکلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والنار مثوی لهم﴾

و: مستانفہ، النار: مبتدا، مثوی: موصوف، لهم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وکاین من قریة هی اشد قوة من قریتک التی اخرجتک اهلکنهم﴾

و: مستانفہ، کاین: بمعنی کم خبریہ ممیز، من: جار، قریة: موصوف، هی: مبتدا، اشد: اسم تفضیل "هو" ضمیر ممیز، قوة: ملکر فاعل، من: جار، قریتک: موصوف، التی اخرجتک: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتدا، اهلکنهم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فلا ناصر لهم افمن کان علی بینة من ربه کمن زین له سوء عمله واتبعوا اهواء هم﴾

ف: عاطفہ، لا: نفی جنس، ناصر: اسم، لهم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "الیس الامر کما ذکر" من: استفہامیہ مبتدا، کان: فعل ناقص بااسم، علی: جار، بینة: موصوف، من ربه: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر اول، کاف: جار، من: موصول، زین له سوء عمله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعوا اهواء هم: جملہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿مثل الجنة التی وعد المتقون فیها انهر من ماء غیر اسن وانهر من لبن لم یتغیر طعمه وانهر من خمر لذة للشربین وانهر من عسل مصفی﴾

مثل: مضاف، الجنة: موصوف، التی وعد المتقون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر ذوالحال، فیها: ظرف مستقر خبر مقدم، انهر: موصوف، من: جار، ماء: موصوف، غیر اسن: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ و: عاطفہ، انهر: موصوف، من: جار، لبن: موصوف، لم یتغیر طعمه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت اول، و: عاطفہ، انهر: موصوف، من عسل مصفی: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر خبر محذوف "فیما یتلی علیکم" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولهم فیها من کل الثمرت ومغفرة من ربهم﴾

و: عاطفہ،لھم:ظرف مستقر"ثابت"اسم فاعل محذوف کیلئے،فیھا:ظرف لغو"ثابت"اسم فاعل محذوف اپنے فاعل وظرف مستقر وظرف لغو سے،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبرمقدم،من کل الثمرت:ظرف مستقر"اصناف"محذوف کیلئے صفت،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،مغفرۃ:موصوف،من ربھم:ظرف مستقر صفت،ملکر معطوف،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کمن ھو خالد فی النار وسقوا ماء حمیما فقطع امعاء ھم﴾

کاف: جزا،من: موصولہ،ھو:مبتدا،خالدفی النار:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکرظرف مستقر مبتدا محذوف"امن ھو خالد فی ھذہ الجنۃ حسنما جری بہ الوعد" کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،سقوا:فعل بانائب الفاعل،ماء حمیما:مرکب توصیفی مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،قطع:فعل بافاعل،امعاء ھم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومنھم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ما ذاقال انفا﴾

و: مستانفہ،منھم:ظرف مستقر خبر مقدم،من:موصولہ،یستمع الیک:فعل بافاعل وظرف لغو،حتی:جار،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،خرجوا من عندک:جملہ فعلیہ شرط،قال للذین اوتوا العلم:قول،ما:استفہامیہ مبتدا،ذا:موصول،قال:فعل"ھو"ضمیر ذوالحال،انفا:حال،ملکرفاعل،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مجرور،ملکرظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرصلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم واتبعوا اھواء ھم﴾

اولئک: مبتدا،الذین:موصول،طبع اللہ علی قلوبھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،اتبعوا اھواء ھم:جملہ فعلیہ معطوف،ملکرصلہ،ملکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین اھتدوا زادھم ھدی واتھم تقوھم﴾

و: عاطفہ،الذین اھتدوا:موصول صلہ،ملکر مبتدا،زادھم:فعل بافاعل ومفعول،ھدی:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،اتھم:فعل بافاعل ومفعول،تقوھم:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ﴾

ف: مستانفہ،ھل:حرف استفہام للنفی،ینظرون:فعل بافاعل،الا:اداۃ حصر،الساعۃ:مبدل منہ،ان:مصدریہ،تاتی:فعل"ھی"ضمیر ذوالحال،بغتۃ:حال،ملکرفاعل،ھم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل،ملکرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فقد جاء اشراطھا فانی لھم﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ،قد:تحقیقیہ،جاء:فعل،اشراطھا:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،انی:اسم استفہام،ملکرظرف متعلق بمحذوف"ثابت"اسم فاعل کیلئے،لھم:ظرف لغو"ثابت"اسم فاعل اپنے فاعل وظرف لغو سے،ملکرشبہ جملہ ہوکر مبتدا محذوف"الخلاص"کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذا جاء تھم ذکرھم﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،جاء تھم:فعل ومفعول،ذکرھم:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف"کیف یتذکرون"کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنت﴾

ف: فصیحیہ، اعلم: فعل امر بافاعل، انہ: حرف مشبہ واسم، لا: نفی جنس، الٰہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، اللہ: مضاف الیہ ملکر اسم "موجود" محذوف خبر ملکر جملہ اسمیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفر: فعل امر بافاعل، لذنبک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، للمومنین والمومنت: جار مجرور معطوف ملکر ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف ملکر شرط محذوف "اذا علمت سعادۃ المومنین وشقاوۃ الکافرین" کی جزا ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم﴾

و: مستانفہ، اللہ: مبتدا، یعلم: فعل بافاعل، متقلبکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثوٰکم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک...... ☆ جب سید عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور غار کی طرف تشریف لے چلے تو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اللہ ﷻ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متذکرہ آیت میں خاص طور پر کافروں کا ذکر کیوں ہوا؟

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والذین کفروا یتمتعون اور کافر برتتے ہیں﴾، اس آیت میں خاص طور پر کافروں کا دنیاوی اسباب سے نفع اٹھانے کا ذکر ہوا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مومنین بھی دنیاوی اسباب سے نفع اٹھاتے ہیں، اس کے دو جوابات ہیں: (۱)......ہم یہ کہیں گے کہ جس کے لئے کوئی عظیم انعام ہو اور مزید کوئی چیز آسانی سے مل جائے تو اس شخص کے حوالے سے فقط اسی عظیم انعام ہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پس مومنین کے لئے جنت کی عظیم نعمت ہے لہذا اس کے بارے میں دنیاوی مال کی طرف التفات کا ذکر نہیں کیا جاتا اور جہاں تک کافر کا معاملہ ہے تو اُس کیلئے چونکہ آخرت میں کچھ ہے ہی نہیں لہذا اس کے لئے دنیاوی مال واسباب سے نفع اٹھانے کا ذکر کیا گیا۔ (۲)......دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور جو قید میں ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قید میں رہ کر مال واسباب کے اعتبار سے اچھی زندگی بسر کررہا ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص۴۴)

جنتی نہروں کا بیان:

۲......انسان اعمال صالحہ، رب ﷻ کے فضل وکرم اور خاص انعام کی برکت سے جنت کی ابدی نعمتیں پائے گا۔ حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں پانی کا ایک دریا ہے، ایک شہد کا دریا ہے، ایک دودھ کا دریا ہے اور ایک پاکیزہ شراب کا دریا ہے پھر اس سے اور دریا نکلتے ہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی صفۃ انھار الجنۃ، رقم: ۲۵۸۰، ص۷۴۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سیحان اور جیحان اور فرات اور نیل جنت کے دریاؤں میں سے ہیں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ، باب مافی الدنیامن انھار الجنۃ، رقم: (۷۰۵۵)/۲۸۳۹، ص۱۳۹۵)

علامہ نووی اس حدیث کے تحت کہتے ہیں سیحان اور جیحان ''ارمن'' کے شہروں میں سے ہیں اور یہ بہت بڑے دریا

ہیں، نیل مصر میں ہے اور فرات عراق میں اور ان دریاؤں کے جنت میں ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصل جنت میں ہے۔

جنتی انعام کے ذکر کے بعد بخشش کا ذکر کرنا:

۳..... ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ جنت میں وہی جاتا ہے جو بخش دیا گیا ہو، یہاں دخول جنت کے بعد بخشش کا ذکر کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ امام رازی نے اس کے چند جوابات دیئے ہیں: (۱)..... ان کو جنت میں پھل ملیں گے اور دخول جنت سے پہلے ان کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔ (۲)..... مغفرت سے مراد تکلف کا اٹھ جانا یعنی مکلف نہ رہنا ہے، اب جنت میں ان سے کچھ محاسبہ نہیں سو وہ جنت کے مشروبات سے پئیں اور پھلوں سے بے فکر ہو کر کھائیں، ان سے کھانے پینے اور جنت کی کسی نعمت کا کوئی سوال نہیں ہوگا جب کہ دنیا میں کھانے پینے اور ہر نعمت کا حساب ہوتا تھا جب کہ جنت میں ایسا نہیں ہوگا۔ (۳)..... مغفرت کے معنی ستر یعنی پردہ پوشی کے ہیں، جب بندے کی مغفرت ہوتی ہے تو اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، دنیا میں کھانے پینے کے بعد چند قبیح چیزوں کا ظہور ہوتا ہے یعنی حاجاتِ طبعیہ سے واسطہ پڑتا ہے جب کہ جنت میں ایسا کچھ بھی نہ ہوگا گویا کہ اللہ ﷻ نے ان قبیح اشیاء سے نجات عطا فرمادی ہے۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۴۷، وغیرہ)

سید عالم ﷺ کے ارشادات سننے والے منافقین کا حال:

۴..... منافق سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، دوزخ کے سات طبقات ہیں: (۱)..... جھنم، (۲)..... لظی، (۳)..... الحطم، (۴)..... سعیر، (۵)..... سقر، (۶)..... جحیم، (۷)..... ھاویہ۔

کبھی ان ساتوں طبقات پر جہنم کا اطلاق کیا جاتا ہے ان طبقات کو درکات اسلئے کہتے ہیں کہ یہ تہہ در تہہ ہیں اور منافقوں کا آخری طبقے میں ہونا انکے عذاب کی شدت پر دلالت کرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافق کو لوہے کے تابوت میں رکھ کر درک اسفل میں ڈالا جائے گا اور ان کا عذاب کافروں سے زیادہ شدید ہوگا اسلئے کہ یہ کفر کو چھپاتے ہیں مسلمانوں کو دھوکا اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (روح المعانی، الجزء الخامس، ص ۲۳۱)

اغراض:

ای صفة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿مثل﴾ بمعنی جنت کی صفات ہیں، یعنی جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہونگی۔

المشترکة بین داخلیھا: مراد جنت نعیم کا مطلق بیان کرنا ہے، جو کہ جنت کی اعلیٰ اور ادنیٰ نعمتوں کے مابین مشترک ہے

خبرہ: ماقبل جملے کی خبر کا بیان جاری ہے جو کہ ﴿فیھا انھار﴾ ہے، اور خبر جملہ حالیہ ہوتی ہے جو مبتداء کی جانب رابطہ ہوتی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ خبر عین مبتداء کے معنی میں ہوتی ہے اور اس میں رابطے کی احتیاج نہیں ہوا کرتی اور یہی اہل عرب میں زیادہ سہل ہے۔ لذیذة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لذة﴾ مصدر بمعنی الالتذاذ ہے، پس اسے وصفِ خمر (شراب کے اوصاف) کے ساتھ تعبیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شراب ''عین اسم'' یعنی کسی چیز کا نام ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد مشتق سے تأویل کرنا ہے جیسا کہ ''زید عدل''۔ یخالطه الشمع وغیرہ: سے مراد شہد کی مکھی کے فضلات ہیں۔

لھو راض عنھم: اس جملے سے ایک وہم دور ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ مغفرت جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگی؟ اور آیت مذکورہ ﴿ولھم فیھا من کل ثمرت ومغفرة من ربھم﴾ اسی بات کا تقاضا کرتی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں مغفرت سے مراد رضا ہے اور رضا سے مراد جنت ہے، اور اس کی وضاحت یوں ہے کہ جنت میں کھانے پینے کی تکالیف اٹھادی جائیں گی، جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں؛ کیونکہ کھانے پینے کا ترتب حساب کتاب پر ہوتا ہے اور جنت میں حساب کتاب کچھ

نہیں پایا جاتا۔ای لا یرجع الیہ: یعنی ابھی ابھی یہ جو کہہ رہے تھے ہم اِس پر عمل نہ کریں گے۔
خبر مبتداء مقدر: اللہ کا فرمان: ﴿کمن ھو خالد فی النار﴾ خبر ہے محذوف مبتداء کے لئے اور﴿من﴾ استفہام انکاری ہے،تقدیر کلام یہ ہوگا''لا یستوی من ھو فی ھذا النعیم المقیم بمن ھو خالد فی النار یعنی جنت کی ابدی نعمت والا اور جہنم میں ہمیشہ رہنے والا برابر نہیں ہوسکتے''۔فی خطبة الجمعة: پس یہ آیات مدنی ہیں اور مکی آیات سے مستثنیٰ ہیں۔
الھمھم ما یتقون به النار: اللہ نے اہل ایمان میں خاص طور پر تقوی اتار دیا اور تقوی یہی ہے کہ انہوں نے خواہشات کی پیروی ترک کردی اور اللہ کے سوا سے بے نیاز ہوگئے اور اپنے دلوں کو اللہ کی جانب ہی پھیرلیا۔
منھا بعثة النبی ﷺ: اور اس کی چھوٹی علامت تو یہی ہے کہ سید عالم ﷺ کی بالفعل بعثت ہوگئی اور بڑی علامت عنقریب آئے گی اور دونوں علامتوں کو ماضی کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا کہ دونوں کا وقوع پذیر ہونا لازم ہے کہ اللہ کا حکم نافذ ہوکر رہے گا۔
ای دم یا محمد: میں خطاب سید عالم ﷺ اور تمام مومنین سے ہے۔علی علمک بذلک: یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔لتستن به امته: یعنی امت کو ان کی پیروی کرنا لازم ہے اور یہ ایک توجیہ ہے اس آیت کی جو زیادہ بہتر ہے۔ایک معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے گناہوں کی معافی کا سوال کرتا ہوں اور سید عالم ﷺ کی دعا مستجاب ہے،اور ان کا استغفار کرنا اللہ کی نعمتوں کا چرچا کرنا ہے اور ذنوب کی معافی چاہنا امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ امت کو انہی کی پیروی مقصود ہے۔اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ذنب مقام و مرتبے کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی جانب اس کی نسبت سے مراد آپ ﷺ کے اہل بیت کے ذنب مراد ہیں اور اس آیت میں امتی کے لئے بشارت ہے کہ سید عالم ﷺ ان کے لئے استغفار فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ذنب سے مراد خلاف اَوْلٰی امور ہیں جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے حوالے معاملہ رونما ہوا اور منافقین کو جہاد سے رہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (الصاوی، ج۵،ص۲۹۶ وغیرہ)

رکوع نمبر:۷

﴿ویقول الذین امنوا﴾طَلَبًا لِلْجِهَادِ﴿لولا﴾هَلَّا﴿نزلت سورة﴾فِيهَا ذِكْرِ الْجِهَادِ﴿فاذا انزلت سورة محكمة﴾اَیْ لَمْ يُنْسَخْ مِنْهَا شَيْءٌ﴿وذكر فیها القتال﴾اَیْ طَلَبُهُ﴿رایت الذین فی قلوبهم مرض﴾اَیْ شَكٌّ وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ﴿ینظرون الیک نظر المغشی علیه من الموت﴾خَوْفًا مِنْهُ وَكَرَاهِيَةً لَهُ اَیْ فَهُمْ يَخَافُوْنَ مِنَ الْقِتَالِ وَيَكْرَهُوْنَهُ﴿فاولی لهم(۲۰)﴾مُبْتَدَاٌ خَبَرُهُ﴿طاعة وقول معروف﴾اَیْ حَسَنٌ لَكَ﴿فاذا عزم الامر﴾اَیْ فَرَضَ الْقِتَالَ﴿فلو صدقوا الله﴾فِی الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ﴿لكان خیرا لهم(۲۱)﴾جُمْلَةُ لَوْ جَوَابُ اِذَا﴿فهل عسیتم﴾بِكَسْرِ التَّبِيْنِ وَفَتْحِهَا وَفِيْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ اِلَی الْخِطَابِ اَیْ لَعَلَّكُمْ﴿ان تولیتم﴾اَعْرَضْتُمْ عَنِ الْاِيْمَانِ﴿ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم(۲۲)﴾اَیْ تَعُوْدُوْا اِلٰی اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنَ الْبَغْيِ وَالْقَتْلِ﴿اولئک﴾اَیِ الْمُفْسِدُوْنَ﴿الذین لعنهم الله فاصمهم﴾عَنْ اِسْتِمَاعِ الْحَقِّ﴿واعمی ابصارهم(۲۳)﴾عَنْ طَرِيْقِ الْهِدَايَةِ﴿افلا یتدبرون القران﴾فَيَعْرِفُوْنَ الحق﴿ام﴾بل﴿علی قلوب﴾لهم﴿اقفالها(۲۴)﴾فلا یفهمونه﴿ان الذین ارتدوا﴾بِالنِّفَاقِ﴿علی ادبارهم من بعد ما تبین لهم الهدی الشیطن سول﴾ زَيَّنَ﴿لهم واملی لهم(۲۵)﴾بِضَمِّ اَوَّلِهٖ وَبِفَتْحِهٖ وَاللَّامُ

وَالْمُمْلِي الشَّيْطَانُ بِاِرَادَتِهٖ تَعَالٰى فَهُوَ الْمُضِلُّ لَهُمْ﴿ذلک﴾اَیْ اِضْلَالُهُمْ﴿بانهم قالوا للذین کرهوا ما نزل الله﴾اَیْ لِلْمُشْرِكِيْنَ﴿سنطیعکم فی بعض الامر﴾اَمْرِ الْمُعَاوِنَةِ عَلٰى عَدَاوَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَثْبِيْطِ النَّاسِ عَنِ الْجِهَادِ مَعَهٗ قَالُوْا ذٰلِكَ سِرًّا فَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴿والله يعلم اسرارهم(۲٦)﴾بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ جَمْعُ سِرٍّ وَبِكَسْرِهَا مَصْدَرٌ﴿فكيف﴾حَالُهُمْ﴿اذا توفتهم الملئكة يضربون﴾حَالٌ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ﴿وجوههم وادبارهم(۲۷)﴾ظُهُوْرَهُمْ بِمَقَامِعَ مِنْ حَدِيْدٍ﴿ذلک﴾اَيِ التَّوَفِّيْ عَلَى الْحَالَةِ الْمَذْكُوْرَةِ﴿بانهم اتبعوا ما اسخط الله وكرهوا رضوانه﴾اَيِ الْعَمَلَ بِمَا يَرْضِيْهِ﴿فاحبط اعمالهم(۲۸)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور مسلمان کہتے ہیں (جہاد طلب کرتے ہوئے کہ) ہرگز (لولا بمعنی ھلا ہے) کوئی سورت نازل نہ کی گئی (جس میں جہاد کا ذکر ہو) پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی (یعنی جس میں سے کچھ منسوخ نہ ہو......۱......) اور اس میں جہاد کا ذکر فرمایا گیا (یعنی جہاد کا حکم ارشاد فرمایا گیا) تو تم دیکھو گے انہیں جن کے دلوں میں مرض (یعنی شک) ہے (مراد اس سے منافقین ہیں) کہ تمہاری طرف اس کا دیکھنا دیکھتے ہیں جس پر غشی طاری ہو (المغشی بمعنی المغمی ہے) موت کی (موت کے خوف کے سبب اور اسے ناپسند کرنے کی وجہ سے، یعنی وہ لوگ قتال سے خوفزدہ ہیں اور اسے ناپسند سمجھتے ہیں) تو ان کے حق میں بہتر تھا (اولی لھم مبتدا ہے، اس کی خبر طاعۃ و قول معروف ہے) کہ فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے (تو یہ ان کے حق میں اچھا تھا) پھر جب حکم ناطق ہو چکا (یعنی جہاد فرض ہو چکا) تو اگر (ایمان اور فرمانبرداری میں) اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا (جملہ لو "اذا" شرطیہ کا جواب ہے) تو کیا تمہارے یہ انداز ہیں (عسیتم بمعنی لعلکم ہے، عسیتم یاء مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس طرز کلام میں غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے) اگر تم پیٹھ پھیرو (ایمان لانے سے، تولیتم بمعنی اعرضتم ہے) تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو (یعنی دوبارہ جاہلیت کے کاموں یعنی ظلم اور باہمی جنگ وجدال کی طرف لوٹ جاؤ گے......۲......) یہ ہیں وہ (یعنی وہ فسادی) جن پر اللہ نے لعنت......۳......کی تو انہیں (حق سننے سے) بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو (راہ ہدایت سے) اندھا کر دیا تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں (کہ نتیجے کے طور پر حق کو پہچان لیں) بلکہ (ام بمعنی بل ہے، ان کے) دلوں پر قفل لگے ہیں (تو اسے سمجھ نہیں پاتے) بیشک وہ جو پھر گئے (نفاق کے سبب) اپنے پیچھے کی طرف بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کھل چکی تھی شیطان نے مزین کر دیا (سول بمعنی زین ہے) ان کے لیے اور انہیں امید دلائی (شیطان انہیں ارادہ الٰہی کے سبب امید دلا کر گمراہ کرنے والا ہے، املی ہمزہ مضمومہ ومفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) یہ (یعنی ان لوگوں کو گمراہ کرنا) اس لیے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جنہیں اللہ کا اتارا ہوا ناگوار ہے (یعنی مشرکین سے) بعض کاموں میں ہم تمہاری مانیں گے (یعنی نبی پاک ﷺ کی عداوت اور حضور ﷺ کے خلاف ان کے دشمنوں کی امداد کرنے میں اور لوگوں کو جہاد سے روکنے میں انہوں نے یہ بات چھپ کر کی تھی اس پر اللہ ﷻ نے ان کی اس بات کو ظاہر فرما دیا) اور اللہ ان کی چھپی ہوئی جانتا ہے ("اسرار" ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہو تو سر کی جمع اور ہمزہ مکسور کے ساتھ ہو تو مصدر ہوگا) تو کیسا (ان کا حال) ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے مارتے ہوئے ("یضربون" جملہ الملائکۃ سے حال بن رہا ہے) ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر (لوہے کے گرزوں سے، ادبارھم بمعنی ظھورھم ہے) یہ (یعنی مذکور حالت پر کفار کی روحیں قبض کرنا) اس لیے کہ وہ ایسی بات کے تابع ہوئے جس میں اللہ کی ناراضی ہے اور اس کی خوشی (یعنی اللہ ﷻ کو راضی کرنے

والے اعمال کرنا) انہیں گوارانہ ہوئی تو اس نے اس کے اعمال اکارت کردیئے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ﴾

و: مستانفہ، یقول الذین امنوا: قول، لولا: حرف تخصیض، نزلت سورۃ: فعل مجہول و نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿فاذا انزلت سورۃ محکمۃ و ذکر فیہا القتال رایت الذین فی قلوبہم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انزلت: فعل مجہول، سورۃ محکمۃ: مرکب توصیفی نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکر فیہا القتال: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، رایت: فعل با فاعل، الذین: موصول، فی قلوبہم مرض: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر ذوالحال، ینظرون الیک: فعل با فاعل و ظرف لغو، نظر: مصدر مضاف، المغشی: اسم مفعول با نائب، علیہ: ظرف لغو اول، من الموت: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ فاعل، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاولی لہم طاعۃ وقول معروف﴾

ف: مستانفہ، اولی: بمعنی "الھلاک" مبتدا، لہم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، طاعۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قول معروف: معطوف، ملکر "امرنا" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرلہم﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، عزم الامر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لو: شرطیہ، صدقوا اللہ: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، کان: فعل ناقص با اسم، خیرلہم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم﴾

ف: مستانفہ، ہل: حرف استفہام، عسیتم: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، تفسدوا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تقطعوا ارحامکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ان: شرطیہ، تولیتم: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فہل عسیتم علیہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمی ابصارہم﴾

اولئک: مبتدا، الذین: موصول، لعنہم اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اصمہم: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اعمی ابصارہم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مبدل، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالہا﴾

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لایتدبرون القران: فعل نفی با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، علی قلوب: ظرف مستقر خبر مقدم، اقفالہا: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطن سول لھم واملی لھم﴾
ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، ارتدوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، علی ادبارھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، من: جار، ما: موصولہ، تبین لھم الھدی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، الشیطن: مبتدا، سول لھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، املی لھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر واللہ یعلم اسرارھم﴾
ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، قالوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، اللہ یعلم اسرارھم: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لام: جار، الذین: موصول، کرھوا: فعل بافاعل، ما نزل اللہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، س: حرف استقبال، نطیعکم: فعل بافاعل ومفعول، فی بعض الامر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فکیف اذا توفتھم الملئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم﴾
ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام فی محل رفع خبر مقدم، اذا: مضاف، توفتھم: فعل ومفعول، الملئکۃ: ذوالحال، یضربون: فعل بافاعل، وجوھھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ادبارھم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبتدا محذوف "حالھم" کیلئے ظرف حال مصدر مضاف الیہ فاعل "حال" مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل وظرف سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم﴾
ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ اسم، اتبعوا: فعل بافاعل، ما اسخط اللہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کرھوا رضوانہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، احبط اعمالھم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ...... ☆ مؤمنین کو جہاد فی سبیل اللہ کا بہت ہی شوق تھا وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہوتا کہ ہم جہاد کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سورۃ محکمۃ کے بارے میں اقوال مفسرین:

۱......امام جلال نے اس کے معنی یہ لئے کہ وہ سورت جس میں کچھ منسوخ نہ ہو۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا (محمد: ۲۰)﴾ سے مراد وہ ہے جس کا حکم بطریق امر کیا گیا ہو، ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم واضح ہے اس میں سوائے قتال کے وجوبی حکم ہونے یا نہ ہونے کے علاوہ کوئی شبہ نہیں ہے۔ قتادہ کہتے ہیں ہر سورت میں قتال کا ذکر ہوتا ہے، پس یہ سورت محکم ہے اور اس میں نسخ کا احتمال نہیں ہے۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۶۹۵)

قاضی شہاب الدین عمر خفاجی کہتے ہیں: یعنی اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی محکم کے ایک معنی ہیں، جب کہ ایک معنی محکمة بمعنی منسوخة ہیں اور یہی قول زمخشری کا ہے کہ قتال کا حکم قیامت تک باقی ہے۔ (حاشية الشهاب، ج۸،ص ۵۰۰)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: قتادہ کہتے ہیں کہ ہر وہ سورت جس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے وہ محکم ہوتی ہے، کیونکہ قتال کی فرضیت نے ان تمام احکام کو منسوخ کر دیا جس میں صلح کا حکم کیا گیا تھا، اس لئے کہ جہاد کا حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ (المظهری، ج۶،ص ۳۴۲)

امام ابی جعفر محمد بن جریر طبری کہتے ہیں: یہ سورت بیان اور فرائض کے اعتبار سے محکم ہے، اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرائت کے اعتبار سے محکمة بمعنی محدثة ہے۔ (الطبری، الجزء:۲۶، ص ۶۴)

کن لوگوں سے رشتے داری رکھی جائے اور کن سے نہ رکھی جائے؟

۲...... امام جریر طبری اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (۱)...... اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فهل عسيتم تو کیا تمہارے یہ انداز ہیں﴾ اے قوم! ﴿ان توليتم اگر تمہیں حکومت ملے﴾ اگر تم اللہ عزوجل کے نازل کردہ احکام سے منہ پھیرو، محمد ﷺ جو قرآنی احکامات لائے ہیں ان سے روگردانی کرو، ﴿ان تفسدوا فی الارض تو زمین میں فساد پھیلاؤ﴾ زمین میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کرو، خون بہاؤ، ﴿وتقطعوا ارحامكم اور اپنے رشتے کاٹ دو (محمد:۲۲)﴾ اللہ عزوجل نے تمہیں اسلام پر جمع فرمایا لیکن تم جاہلیت کے معاملات کی طرف لوٹ جاؤ کہ لڑائی جھگڑا اور گالم گلوچ میں پڑ جاؤ، جب کہ اللہ عزوجل نے اسلام کے ذریعے تمہارے دلوں میں محبت ڈالی۔ (۲)...... قتادہ کہتے ہیں: کیا تمہارے یہ انداز ہیں کہ تم اللہ عزوجل کی کتاب سے منہ پھیرو اور ناحق حرام خون بہاؤ اور باہمی رشتے داریاں کاٹو اور رحمٰن کی نافرمانی میں لگ جاؤ۔

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل جب مخلوق کی تخلیق فرما چکا تو رحم اللہ عزوجل کے سامنے آ کھڑا ہوا، اور کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں تجھ سے قطع کرنے سے پناہ مانگی جاتی ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ہاں! کیا تو اس سے راضی ہے کہ جو تجھ سے وصل رکھے میں اس سے وصل رکھوں اور جو تجھ سے قطع کرے میں اس سے قطع کروں؟ رحم نے کہا: ہاں! اللہ عزوجل نے فرمایا: پس یہ تم کو مل گیا، پھر سید عالم ﷺ نے اس آیت کے پڑھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی"۔ (الطبری، الجزء:۲۶، ص ۶۶)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے، اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحم کرے"۔

(صحيح البخاری، كتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم: رقم: ۵۹۸۶، ص ۱۰۴۸)

☆...... بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو مجھ سے میلاپ رکھے گا، اللہ عزوجل اس سے میلاپ رکھے گا اور جو مجھ کو قطع کرے اللہ عزوجل اس کو قطع کرے گا"۔

(صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب من وصل وصله الله: رقم: ۵۹۸۹، ص ۱۰۴۸)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں اور بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے"۔

(سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة، رقم: ۱۹۲۳، ص ۵۷۰)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، یعنی والدہ کے لئے تواضع کرنا اور انہیں راضی کرنا، یہ دخول جنت کا سبب ہے"۔ (الفيض القدير، ج۳، ص ۴۷۷)

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر.....الخ نہ پاؤ گے انہیں جو اللہ وقیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ ورسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں (المجادلۃ: ٢٢)﴾، ﴿یایھا الذین لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کریگا تو وہی ظالم ہیں (التوبۃ: ٢٣)﴾، ﴿قل ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم ......الخ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (التوبۃ: ٢٤)﴾۔ ان آیات کے ضمن میں اگر بھائی بہن، اور دیگر رشتے دار اسلام کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں یا بدمذہب ہوں تو ان سے ترک موالات کیا جائے۔

کسے لعنت کرنا جائز اور کسے ناجائز ہے؟

س......لعن کے معنی ہیں: ''ناپسندیدہ امور سے دھتکارنا، دور کرنا'' جب کہ اس کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب ہو تو اس کے معنی دنیا میں اللہ ﷻ کی رحمت اور ہدایت سے دور ہونا ہے۔ (المفردات، ص ٤٥٤)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن السباب واللعن، رقم: ٦٠٤٤، ص ١٠٥٥)

☆......حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے کہا، اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کی قیامت کے دن اُسے اُسی چیز سے عذاب دیا جائے گا، انسان پر اس چیز کی نذر نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور مومن پر لعنت کرنا اُسے قتل کرنے کی مثل ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان غلظ تحریم قتل الانسان، رقم: (٢٠٣)/١١٠، (٢٠٤)/١١٠، (٢٠٥)/١١٠، ص ٧٤)

☆......ایک روایت میں ہے: ''مرغ کو گالی (لعنت) نہ دو کیونکہ یہ نماز کے لئے بیدار کرتا ہے''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: فی الدیك والبھائم، رقم: ٥١٠١، ص ٩٥٣)

☆......ایک شخص کو پسو نے کاٹا، اس نے اس پر لعنت کی، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اسے لعنت نہ کرو کیونکہ اس نے حضرات انبیائے کرام میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے بیدار کیا تھا''۔ (مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، رقم: ٢٩٠٩، ج ٣، ص ٣٤)

☆......ایک شخص نے سید عالم ﷺ کے پاس ہوا کو بُرا بھلا کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہوا کو لعنت نہ کرو کیونکہ یہ تو حکم کی پابند ہے جس نے کسی ایسی چیز کو لعنت کی جس کی وہ اہل نہ تھی تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آئے گی''۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب: ماجاء فی اللعنۃ، رقم: ١٩٨٥، ص ٥٨٤)

علامہ نووی کہتے ہیں: سید عالم ﷺ کا فرمان: مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے''، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لغت میں لعنت کا معنی دھتکارنا، دور کرنا اور اصطلاح شرع میں اللہ ﷻ کی رحمت سے دور کرنا ہے۔ اس لئے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، جس شخص کی کفر پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابوجہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا جائز ہے، جیسے

جھوٹوں پر اللہ عزوجل کی لعنت، ظالموں پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو اور فاسقوں اور کافروں پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو، اسی طرح ان تمام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے۔

(نووی علی مسلم، کتاب الایمان، باب:بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات، رقم:(۷۹)/۱۳۲، ص۱۴۳)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یزید پر لعن کرنا جائز ہے کیونکہ وہ امام عالی مقام کا قاتل ہے یا اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے، تو ہم یہ کہتے ہیں اصلاً ثابت نہیں جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اسے قاتل یا آمر نہ کہا جائے چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ نے شہید کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے تو بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف فسق یا کفر کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۱۰، ص۱۹۳ وغیرہ)

اغراض:

ای طلبہ: یعنی اس سورت میں قتال کے امور سے متعلق بحث کی گئی۔ای شک :مراد دین میں کمزور اعتقادی ہے۔خوفا منہ: یعنی موت کا خوف۔ای حسن :اللہ کے فرمان:﴿معروف﴾ کی تفسیر ہے۔ای لعلکم :عسی کی تفسیر ہے، اور استفہام کا ذکر نہ کیا، معنی یہ ہے کہ تم سے ایسا فعل نہیں صادر ہونا چاہیے کہ جو دنیا کی حرص، دین میں تفریط اور فساد فی الارض کے مترادف ہو، ملخصاً۔

اعرضتم عن الایمان: اللہ کے فرمان:﴿تولیتم﴾ کی تفسیر ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ تم خود بھی پھرتے ہو اور امت کو بھی پھرنے پر مجبور کرتے ہو۔

بالنفاق: سے مراد یہود ہیں، اور ایک قول کے مطابق دونوں اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے اپنی کتب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھی تھیں لیکن جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں تو انکار کرتے ہیں۔والمملی الشیطان: سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ ''الاملاء'' کے حوالے سے ہے، سوال یہ ہے کہ فاعل حقیقی تو اللہ کی ذات ہے پھر شیطان کی جانب کیوں نسبت کی گئی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یقیناً حقیقی فاعل اللہ ہی کی ذات ہے لیکن شیطان نے وسوسے کے ذریعے انہیں لمبی زندگی کی آس دلائی۔ای للمشرکین :قائل یہود ہیں یا منافقین، جیسا کہ سورۃ الحشر:﴿الم تر الی الذین نافقوا(الحشر:۱۱)﴾ میں بیان گزرا۔

حالھم: یعنی روح قبض ہونے کے وقت میں تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ میں لوہے کے گرز ہونگے جن سے وہ اُنکے چہروں اور پیٹھوں پر ماریں گے۔

(الصاوی، ج۵، ص ۲۹۹ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللہ اضغانھم (۲۹)﴾ یُظْھِرَ اَحْقَادَھُمْ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿ولو نشاء لاریناکھم﴾ عَرَّفْنَاکُمْ وَکُرِّرَتِ اللَّامُ فِی ﴿فلعرفتھم بسیمھم﴾ عَلَامَتِھِمْ ﴿ولتعرفنھم﴾ اَلْوَاوُ لِقَسَمٍ مَحْذُوْفٍ وَمَا بَعْدَھَا جَوَابُہُ ﴿فی لحن القول﴾ اَیْ مَعْنَاہُ اِذَا تَکَلَّمُوْا عِنْدَکَ بِاَنْ یُعَرِّضُوْا بِمَا فِیْہِ تَھْجِیْنُ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿واللہ یعلم اعمالکم (۳۰) ولنبلونکم﴾ نَخْتَبِرَنَّکُمْ بِالْجِھَادِ وَغَیْرِہٖ ﴿حتی نعلم﴾ عِلْمَ ظُھُوْرٍ ﴿المجھدین منکم والصبرین﴾ فِی الْجِھَادِ وَغَیْرِہٖ ﴿ونبلوا﴾ نُظْھِرَ ﴿اخبارکم (۳۱)﴾ مِنْ طَاعَتِکُمْ وَعِصْیَانِکُمْ فِی الْجِھَادِ وَغَیْرِہٖ بِالْیَاءِ وَالنُّوْنِ فِی الْاَفْعَالِ الثَّلَاثَۃِ ﴿ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ﴾ طَرِیْقِ الْحَقِّ ﴿وشاقوا

الرسول﴾خَالَفُوْهُ﴿من بعد ما تبين لهم الهدى﴾هُوَ مَعْنٰى سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴿لن يضروا الله شيئا وسيحبط اعمالهم(۳۲)﴾يُبْطِلُهَا مِنْ صَدَقَةٍ وَنَحْوِهَا فَلَا يَرَوْنَ لَهَا فِي الْاٰخِرَةِ ثَوَابًا نُزِلَتْ فِي الْمُطْعِمِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَوْ فِي قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ ﴿يايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم(۳۳)﴾بِالْمَعَاصِيْ مَثَلًا﴿ان الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله﴾طَرِيْقَهُ وَهُوَ الْهُدٰى﴿ثم ماتوا وهم كفار فلن يغفر الله لهم (۳۴)﴾نَزَلَتْ فِي اَصْحَابِ الْقَلِيْبِ﴿فلا تهنوا﴾تَضْعُفُوْا﴿وتدعوا الى السلم﴾بِفَتْحِ السِّيْنِ وَكَسْرِهَا اَيِ الصُّلْحُ مَعَ الْكُفَّارِ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ﴿وانتم الاعلون﴾حُذِفَ مِنْهُ وَاوُ لَامُ الْفِعْلِ الْاَغْلَبُوْنَ الْقَاهِرُوْنَ ﴿والله معكم﴾بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ﴿ولن يتركم﴾ينقصكم﴿اعمالكم(۳۵)﴾اَيْ ثَوَابَهَا﴿انما الحيوة الدنيا﴾اَيِ الْاِشْتِغَالُ فِيْهَا﴿لعب ولهو وان تؤمنوا وتتقوا﴾اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ ﴿يؤتكم اجوركم ولايسئلكم اموالكم (۳۶)﴾جَمِيْعَهَا بَلِ الزَّكَاةُ الْمَفْرُوْضَةُ فِيْهَا﴿ان يسئلكموها فيحفكم﴾يُبَالِغْ فِيْ طَلَبِهَا﴿تبخلوا ويخرج اضغانكم (۳۷)﴾لِدِيْنِ الْاِسْلَامِ﴿هانتم﴾يَا﴿هولاء تدعون لتنفقوا فى سبيل الله﴾مَا فُرِضَ عَلَيْكُمْ﴿فمنكم من يبخل ومن يبخل فانما يبخل عن نفسه﴾يُقَالُ بَخِلَ عَلَيْهِ وَعَنْهُ﴿والله الغنى﴾عَنْ نَفَقَتِكُمْ﴿وانتم الفقراء﴾اِلَيْهِ﴿وان تتولوا﴾عَنْ طَاعَتِهٖ﴿يستبدل قوما غيركم﴾اَيْ يَجْعَلُهُمْ بَدَلَكُمْ﴿ثم لا يكونوا امثالكم(۳۸)﴾فِي التَّوَلِّيْ عَنْ طَاعَتِهٖ بَلْ مُطِيْعِيْنَ لَهُ عَزَّوَجَلَّ.

﴿ترجمہ﴾

کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ اللہ نہ نکالے ان کی چھپی دشمنی (یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے خلاف ان کے بغض وکینہ کو ظاہر نہ فرمائے گا) اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھادیں (یعنی ہم تمہیں ان کی پہچان کرادیں، فلعر فهم میں لام کو مکرر تاکید کے لیے ذکر کیا گیا ہے) کہ تم ان کی نشانیوں سے پہچان لو (سیمهم بمعنی علاماتهم ہے) ضرور تم انہیں پہچان لوگے (ولتعر فنهم میں واؤ قسم محذوف کے لیے ہے اور واؤ کا مابعد یعنی لتعر فنهم جواب قسم بن رہا ہے) بات کے اسلوب میں (معنی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے حضور بات کریں گے تو یوں کہ وہ مسلمانوں کے کاموں کی برائیاں تمہارے سامنے بیان کریں گے......ا......) اور اللہ تمہارے عمل جانتا ہے اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے (جہاد وغیرہ کے ذریعے سے تمہیں آزمائیں گے) یہاں تک کہ جان لیں (یعنی ظاہر فرمادیں) تمہارے جہاد کرنے والوں اور (جہاد وغیرہ میں) صبر کرنے والوں کو اور ظاہر کردیں (نبلوا بمعنی نظهر ہے) تمہاری خبروں کو (جہاد وغیرہ میں تمہاری فرمانبرداری اور نافرمانی کو تینوں افعال مذکورہ "لنبلو نكم" "نعلم" "نبلوا" علامت مضارع نون اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھے گئے ہیں) بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور (راہ حق سے) رسول کی مخالفت کی (شاقوا الرسول بمعنی خالفوه ہے......۲......) بعد اس کے کہ ہدایت ان پر ظاہر ہوچکی تھی (سبیل الله کا معنی یہی ہے) وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کرے گا (یعنی ان کے صدقات وغیرہ کو باطل فرمادے گا اور وہ آخرت میں اس کا کچھ ثواب نہ پائیں گے یہ آیت مبارکہ جنگ بدر میں کفار کو کھانا کھلانے والوں کے بارے میں یا بنوقریظہ اور بنونضیر قبیلوں کے بارے میں نازل ہوئی) اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو (مثلاً نافرمانیاں کرکے......۳......) بیشک جنہوں نے کفر کیا

اوراللہ کی راہ سے روکا(یعنی ہدایت سے کہ یہی سبیل اللہ ہے) پھر کافر ہی مرگئے تو اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا(یہ آیت اصحاب قلیب کے بارے میں نازل ہوئی) توتم کمزور نہ پڑو(تھنوا بمعنی تضعفوا ہے) اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ(کفار کے ساتھ صلح کو خود نہ بڑھو جب کہ تم ان سے ٹکراؤ،''السلم''سین مکسورہ ومفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی الصلح ہے) اورتم ہی غالب آؤ گے (الاعلون کے صیغہ سے لام کلمہ واؤ حذف کردیا گیا ہے، یہ بمعنی اغلبون القاھرون ہے) اوراللہ تمہارے ساتھ ہے(مدد اور نصرت کے ساتھ) اورہرگز تمہیں نقصان نہ دے گا(یترکم بمعنی ینقصکم ہے) تمہارے اعمال میں(یعنی اعمال کے ثواب میں) دنیا کی زندگی(یعنی دنیا میں مشغول رہنا) تو یہی کھیل کود ہے اوراگر تم ایمان لاؤ اور(اللہ ﷻ سے) ڈرو(اور یہ امور آخرت کے کاموں میں سے ہیں) تو وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اورتم سے تمہارا(تمام ہی) مال نہ مانگے گا(بلکہ اس میں سے زکوۃ فرض کا مخصوص حصہ لے گا) اگر انہیں تم سے طلب کرے اورزیادہ طلب کرے(یحفکم بمعنی یبالغ فی طلبھا ہے) تم بخل کروگے اوروہ(یعنی وہ بخل) تمہارے دل کے میل کو(جو ایمان میں ہے) ظاہر کردے گا ہاں ہاں یہ تم ہو(ھولاء سے پہلے یا حرف نداء محذوف ہے) جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو(اتنی مقدار جوتم پر فرض ہے) تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے(بخل علیٰ اور عن دونوں صلوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے بخل علیہ وعنہ) اوراللہ بے نیاز ہے(تمہارے خرچ کرنے سے......ہے.....) اورتم سب(اس کے) محتاج اوراگر تم منہ پھیرو(اس کی فرمانبرداری سے) تو وہ تمہارے سوا اورلوگ بدل دے گا(یعنی دوسروں کو تمہاری جگہ بنادے گا) پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے(اطاعت خداوندی سے اعراض کرنے کے معاملے میں، بلکہ وہ اللہ ﷻ کے فرمانبردار ہوں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللہ اضغانھم﴾

ام: عاطفہ، حسب: فعل، الذین: موصول، فی قلوبھم مرض: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر فاعل، ان: مخففہ بالضمیر شان محذوف ''ھم'' اسم، لن یخرج اللہ: فعل نفی وفاعل، اضغانھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو نشاء لارینکھم فلعرفتھم بسیمھم﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، نشاء: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، ارینکھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، عرفتھم: فعل بافاعل ومفعول، بسیمھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولتعرفنھم فی لحن القول واللہ یعلم اعمالکم﴾

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، تعرفنھم: فعل بافاعل ومفعول، فی لحن القول: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یعلم اعمالکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولنبلونکم حتی نعلم المجھدین منکم والصبرین ونبلوا اخبارکم﴾

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، نبلونکم: فعل بافاعل ومفعول، حتی: جار، نعلم: فعل بافاعل، المجھدین: ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، والصبرین: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نبلوا اخبارکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدی لن یضروا اللہ شیئا

﴿وسیحبط اعمالھم﴾

ان : حرف مشبہ ،الذین :موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،وصدوا عن سبیل اللہ :جملہ فعلیہ معطوف اول،و :عاطفہ ،شاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر اسم ،لن یضروا اللہ: فعل نفی با فاعل ومفعول،شیئا :مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،سیحبط اعمالھم :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم﴾

یایھا الذین امنوا : نداء،اطیعوا اللہ :فعل امر با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و :عاطفہ ،اطیعوا الرسول :جملہ فعلیہ معطوف اول،و :عاطفہ ،لاتبطلوا :فعل نہی با فاعل ،اعمالکم :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ نداء۔

﴿ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم﴾

ان: حرف مشبہ ،الذین :موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،صدوا عن سبیل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف اول،ثم: عاطفہ ،ماتوا :فعل واؤ ضمیر ذوالحال،و :حالیہ ،ھم کفار : جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر اسم ،ف: جزائیہ ،لن یغفر اللہ :فعل نفی وفاعل ،ھم :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم﴾

ف: فصیحیہ ،لا :نافیہ ،تھنوا :فعل با فاعل ،ملکر معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،تدعوا :فعل واؤ ضمیر ذوالحال،و :حالیہ ،انتم :مبتدا،الاعلون :خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اللہ :مبتدا،معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول،و :عاطفہ ،لن یترکم: فعل نفی با فاعل ومفعول،اعمالکم :مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر فاعل ،الی السلم :ظرف لغو،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا علمتم وجوب الجھاد" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وان تومنوا وتتقوا یوتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ ،الحیوۃ الدنیا :مبتدا،لعب :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لھو :معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ ،ان :شرطیہ ،تومنوا :جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،تتقوا :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط ،یوتکم :فعل با فاعل ومفعول،اجورکم :مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لایسئلکم اموالکم :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا ویخرج اضغانکم﴾

ان: شرطیہ ،یسئلکموھا :فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،یحفکم :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،تبخلوا :فعل با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،یخرج اضغانکم :فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ھانتم ھولاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ﴾

ھا: للتنبیہ ،انتم :مبتدا،ھولاء :خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،تدعون :فعل با نائب الفاعل ،لام: جار ،تنفقوا فی سبیل اللہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ﴾

ف: عاطفہ للتفریع ،منکم: ظرف مستقر خبر مقدم ،من یبخل :موصول صلہ،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،من :شرطیہ

مبتدا، یبخل: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، انما جرف مشبہ وما کافہ، یبخل: فعل بافاعل، عن نفسہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله الغنی وانتم الفقراء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم﴾

و: مستانفہ، اللہ: مبتدا، الغنی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، انتم: مبتدا، الفقراء: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تتولوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، یستبدل: فعل بافاعل، قوما: موصوف، غیرکم: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لا یکونوا: فعل نفی با اسم، امثالکم: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ماقبل جملہ شرطیہ پر معطوف ہے۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ...... ☆جنگ بدر کے لئے جب قریش نکلے تو وہ سال قحط کا تھا لشکر کا کھانا قریش کے دولتمندوں نے نوبت بہ نوبت اپنے ذمہ لے لیا تھا مکہ مکرمہ سے نکل کر سب سے پہلا کھانا ابوجہل کی طرف سے تھا جس کے لئے اس نے دس اونٹ ذبح کئے تھے، پھر صفوان نے مقام عسفان میں نو اونٹ پھر سہل نے مقام قدید میں دس اونٹ، یہاں سے وہ لوگ سمندر کی طرف پھر گئے اور راستہ گم ہوگیا ایک دن ٹھہرے وہاں شیبہ کی طرف سے کھانا ہوا نو اونٹ ذبح ہوئے، پھر مقام ابواء میں پہنچے وہاں مقبس جمحی نے نو اونٹ ذبح کئے، حضرت عباس کی طرف سے بھی دعوت ہوئی اس وقت آپ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ آپ کی طرف سے دس اونٹ ذبح کئے گئے پھر حارث کی طرف سے نو اونٹ اور ابوالبختری کی طرف سے بدر کے چشمے پر دس اونٹ۔ ان کھانا دینے والوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......ولا تبطلوا اعمالکم...... ☆بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں اسی طرح ایمان کی برکت سے کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ مومن کے لئے اطاعت خدا ﷻ ورسول ﷺ ضروری ہے گناہوں سے بچنا لازم ہے۔

☆......ان الذین کفروا...... ☆یہ آیت اہل قلیب کے حق میں نازل ہوئی، قلیب بدر میں ایک کنواں ہے جس میں مقتول کفار ڈالے گئے تھے ابوجہل اور اس کے ساتھی اور آیت کا حکم ہر کافر کے لئے عام ہے جو کفر پر مرا ہو، اللہ ﷻ اس کی مدد نہ فرمائے گا اس کے بعد اصحاب رسول ﷺ کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم میں تمام مسلمان شامل ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

منافقین کے نفاق کا سید عالم ﷺ کو علم ہونا:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھا دیں کہ تم ان کی نشانیوں سے پہچان لو، ضرور تم انہیں پہچان لو گے بات کے اسلوب میں اور اللہ ﷻ تمہارے عمل جانتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد سید عالم ﷺ کے لئے کسی منافق کا حال پوشیدہ نہ رہا، آپ ﷺ ہر منافق کو اس کی پیشانی سے پہچان لیتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد منافق سید عالم ﷺ کی جناب میں کلام کرنے سے تردد کرتے کیونکہ آقائے دوجہاں ﷺ نے انہیں اللہ ﷻ کی عطا سے پہچان لیا تھا۔ منافق جب آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں ہوتے تو انتہائی تواضع سے کلام کرتے اور سید عالم ﷺ ان کے کلام کو سنتے اور ان کا

(باطنی) حال آپ ﷺ پر ظاہر ہوتا، پس اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اس سے منع فرما دیا، اور منافق اپنے کلام سے صاف طور پر پہچانے جانے لگے۔ (القرطبی، الجزء:۲٦، ص ۲۱۵)

آیت کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا بیان:

۲۔۔۔۔۔اس کی دو وجوہات ہیں: (۱)۔۔۔۔۔مراد اہل کتاب میں سے قریظہ اور بنو نضیر ہیں۔ (۲)۔۔۔۔۔کفار قریش، جو کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿من بعد ما تبین لھم الھدی اس کے بعد ہدایت ان پر کھل چکی تھی﴾ کے تحت ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اہل کتاب پر سید عالم ﷺ کی صداقت واضح ہو چکی، اور اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿لن یضروا اللہ شیئا اور وہ ہرگز اللہ کو نقصان نہ پہنچائیں گے﴾ تہدید کے لئے ہے یعنی اللہ ﷻ کی مخالفت کے ساتھ رسول ﷺ کی مخالفت پیوست ہے اور رسول ﷺ کی مخالفت تو سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے لائے احکام کو نہ مانا جائے لیکن اللہ ﷻ کی مخالفت کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ کافر کا کفر، فاسق کا فسق، اللہ ﷻ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اللہ ﷻ کا یہ فرمان: ﴿وسیحبط اعمالھم اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کر دے گا (محمد:۳۲)﴾ کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ ﷻ کی رضا کی طلب نہ کی جائے بلکہ شیاطین اور بتوں کی رضا چاہی جائے تو اعمال ضرور برباد ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اعمال کے برباد ہونے کا بیان تو ماقبل آیت: ﴿وسیحبط اعمالھم﴾ میں ہو چکا، مزید یہاں مستقبل میں اعمال کی بربادی کا ذکر کیوں کیا جا رہا ہے؟ ہم اس کے دو جواب دیں گے: (۱)۔۔۔۔۔اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا (محمد:۱)﴾ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی، اور سب سے پہلے یہی لوگ وعید میں داخل ہوئے کیونکہ ان کے اعمال شریعت کے خلاف تھے، اور یہاں جن کے اعمال کی بربادی کا بیان ہے وہ اہل کتاب ہیں کہ ان کے اعمال کی بربادی رسول ﷺ کا سبب، رسول ﷺ کو جھٹلانا ہے اور انہیں ان کی توحید، حشر ونشر اور (اپنے) رسول ﷺ پر ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، اور جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اس کا عمل چونکہ کسی بھی لحاظ سے شرع کے موافق نہیں ہے لہذا ان کے اعمال برباد ہی ہیں۔ (۲)۔۔۔۔۔مستقبل میں اعمال کے برباد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد کے معاملے میں مکر وفریب کرنا اور ایسا ان سے اس طرح متصور ہوگا کہ اللہ ﷻ مومنین کی مدد و نصرت فرمائے گا۔ (الرازی، ج۱۰، ص ٦۰)

نفلی عبادات شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں یا نہیں!

۳۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو (محمد:۳۳)﴾۔ اس آیت سے علماء نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ نفل نماز ہو یا روزہ اس کا آغاز کر دینے سے پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور اس معاملے میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ عمل کو ضائع کرنا اللہ ﷻ کو پسند نہیں ہے۔ یہ مسئلہ احناف کے نزدیک ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک فرائض میں تخصیص ضروری ہے اور نفل نماز میں ایسا نہیں اور نفل نماز کو پورا کرنا واجب نہیں۔ شوافع کا گمان یہ ہے کہ آیت میں اعمال کا لفظ صرف فرائض کو شامل ہے یعنی نوافل میں ایسا نہیں ہے، چہ جائے کہ نوافل مکمل کئے جائیں یا نہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲٦، ص ۲۱٦)

علامہ شامی فرماتے ہیں: (۱)۔۔۔۔۔نفل نماز قصداً شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کہ اگر توڑ دے تو قضا پڑھنی ہوگی اور اگر قصداً شروع نہ کی تھی مثلاً یہ گمان تھا کہ فرض پڑھنا ہے اور فرض کی نیت سے شروع کیا پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا تھا تو اب یہ نفل ہے اور توڑ دینے سے قضا واجب نہیں بشرطیکہ یاد آتے ہی توڑ دے اور یاد آنے پر اس نماز کو پڑھنا اختیار کیا تو توڑ دینے سے قضا واجب ہوگی۔
(۲)۔۔۔۔۔اگر بلا قصد نماز فاسد ہوگئی جب بھی قضا واجب ہے مثلاً تیمم سے پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں پانی پر قادر ہوا، یونہی نفل پڑھتے

میں عورت کو حیض آ گیا تو قضا واجب ہوگئی بعد طہارت قضا کرے۔

(۳)......شروع کرنے کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ تحریمہ باندھے، دوسری یہ کہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا بشرطیکہ شروع صحیح ہو اوراگر شروع صحیح نہ ہو مثلاً اُمّی یا عورت کے پیچھے اقتداء کی یا بے وضو نا پاک کپڑوں میں شروع کردی تو قضا واجب نہ ہوگی۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلوة الحاجة، ج۲، ص۴۷۴)

جهاد میں خرچ کرنے کی فضیلت واهمیت:

یہ......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعت میں خرچ کرنا عام ہے خواہ صدقہ واجبہ ہو یا نافلہ، جہاد، طلب علم دین، مریض کا حج اور اپنے عیال پر کشادگی کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ یادرہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مال کو بڑھائے گا جو مال پاک بھی ہو اور اخلاص کے ساتھ خرچ کیا گیا ہو۔ اس بات کی گواہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ "میرے بعد تم میرے اصحاب کی قدر ومنزلت تک نہیں پہنچ سکتے اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے میرے صحابی کے ایک مد یا اسکے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔" اور جاننا چاہئے کہ مضاعفة کی اقل مقدار دس ہے، پھر اس سے زیادہ ستر اور پھر سات سوگنا اور اسکے بعد کوئی انتہا مذکور نہیں مفسر کے کلام سے ظاہر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سات سو گنا مضاعفة کے وعدے کے خلاف نہیں کریگا اور اس کی شان ہے کہ اپنی رحمت سے جتنا چاہے زیادہ کردے اور اسکے ذمۂ کرم پر ہے دس گنا مضاعفة کے وعدے کے خلاف نہ کرے اور زیادہ جتنی چاہے کرے۔

(ماخوذ از صاوی، ج۱، ص۹۵)

☆......حضرت سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نکیل والی اونٹنی لیکر حاضر ہوا اور عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں وقف ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تجھے اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی جن میں سے ہر ایک نکیل والی ہوگی۔"

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الصدقة، رقم:(۴۷۹۰)/۱۸۹۲، ص۹۵۹)

☆......حضرت سیدنا خریم بن فاتک سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کچھ خرچ کرے اس کے لئے سات سو گناہ ثواب لکھا جاتا ہے۔"

(جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فضل النفقة فی سبیل الله، رقم:۱۶۳۱، ص۴۹۹)

حقیقت میں اگانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ اگانے کی نسبت دانے کی طرف اس وجہ سے کی گئی کہ عادۃً یہی اسکا سبب بنتا ہے جیسا زمین اور پانی کی طرف نسبت کردی جاتی ہے۔

(المدارك، ج۱، ص۲۱۶)

اغراض:

احقادهم: جمع ہے حقد کی، مراد عداوت اور بغض پر ابھارنا۔ عرفنا كهم: یہاں علم کے اعتبار سے پہچان کرانا مراد ہے نہ کہ بصر کے اعتبار سے۔ و كررت اللام: لام کی تکرار فرمائی: ﴿فلعرفتهم﴾ میں لام تاکید کے لئے لائے، معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافقین پر دلیل بنادیتے، پس آپ انہیں ان کی پیشانیوں سے سمجھ جاتے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس اللہ کی حمد فرمائی اور اپنی شان بیان فرمائی پھر فرمایا: "بیشک تم میں منافقین ہیں! پس جس کا نام لیا جائے وہ کھڑا ہو جائے، پس فرمایا یا فلاں بن فلاں، یا فلاں بن فلاں، یہاں تک کہ چھتیس افراد کے نام لئے۔

بما فيه تهجين امر المسلمين: التهجين کے معنی قبیح اور عیب والے کلام کرنا مراد ہے، پس منافقین جن الفاظ سے اللہ کے رسول کو مخاطب کرتے تھے وہ اپنے ظاہر کے لحاظ سے اچھے لیکن معنی کے اعتبار سے قبیح (برے) ہوتے تھے جیسا کہ "راعنا" کہنا جس کے ایک معنی "ہمارا چرواہا" ہے۔ خالفه: یعنی جو ہماری فرمانبرداری سے نکل گئے۔

بالجهاد وغيره: یعنی تمام اس قسم کے امور کا شوق رکھنے والے جیسا کہ فرمایا ﴿ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع﴾۔
علم ظهور: یعنی وہ علم جس سے ہماری خلق میں مشاہدہ ہو سکے، ہمارے علم ازلی سے مطابق ہے یعنی اپنے بندوں کے مابین بھیدوں کو ظاہر کردیں (جس سے مطیع وغیر مطیع کا فرق معلوم ہوجائے)۔ طريق الحق: یعنی دین اسلام۔
المطعمين من اصحاب بدر: جنگ بدر میں کفار کو کھانا کھلانے والوں کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے، اس میں کافروں کے وہ اغنیاء شامل ہیں جو فقراء کو سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب کے خلاف جنگ کرنے پر مدد کرتے تھے، جیسا کہ ابو جہل اور اس کے دیگر ساتھی، مزید شان نزول میں ملاحظہ فرمائیں۔
او فی قريظة والنضير: یہ لوگ قریش پر خرچ کرتے، تا کہ سید عالم ﷺ کی عداوت پر مدد طلب کرسکیں۔
بالمعاصي مثلا: یعنی ارتداد کا ارتکاب کر کے اعمال صالحہ کو برباد نہ کرو اور عجب، ریاء اعمال میں ثواب کو ختم کردیتے ہیں اور احسان جتلانا اور اذیت دینا صدقات کو باطل کردیتے ہیں اور احسان جتلانا فقط اللہ کے لئے اپنے بندوں پر جائز ہے، اور رسول کے لئے اپنی امت پر احسان جتلانا جائز ہے، استاد کا اپنے شاگرد پر احسان جتلانا جائز ہے، باپ کا اپنے بیٹے پر احسان جتلانا جائز ہے اور اس کے علاوہ احسان جتلانا جائز نہیں ہے۔
لام الفعل: ﴿اعلون﴾ اصل میں ''اعلوون'' ہے، پس اول لام فعل اور ثانی واو جمع، پس پہلی واو کو حرکت دے کر ماقبل کو فتح دیا، اور الف سے بدل دینے پر اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کردیا۔
ينقصكم: یعنی تمہارے اعمال کو بدلے سے خالی کردیں، ''الترة'' دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک یہ کہ حقدار کے حق میں سے کچھ کم کردینا اور دوسرا یہ ہے کہ بدلے سے خالی (مفرد) کردینا۔
يقال بخل عليه وعنه: یعنی ﴿يبخل﴾ ''علی'' کے معنی کے ساتھ متعدی ہوگا تو ''شح'' کے معنی دیگا اور اگر ''عن'' کے ساتھ متعدی ہوگا تو ''امسک'' کے معنی دیگا۔ (الصاوی، ج۵، ص۳۰۱ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورۃ الفتح مدنیۃ تسع وعشرون آیۃ

(سورۂ فتح مدنیہ ہے اس کی کل آیات انتیس ہیں)

تعارف سورۃ الفتح

اس سورت میں چار رکوع، انتیس آیتیں ہیں، اس کے کلمات کی تعداد پانچ سو تریسٹھ اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ سو انسٹھ ہے۔ جب مسلمان کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں جا بسے تو وہاں بھی کافروں نے مسلمانوں کو چین کا سانس نہ لینے دیا ایک آدھ جھڑپوں کے علاوہ یکے بعد دیگرے بدر، احد اور خندق کی جنگیں ہوئیں جنگ وجدال کا یہ سلسلہ جاری رہا اہل مکہ نے مسلمانوں کے لئے مکہ کے دروازے بند کر دیئے خانہ کعبہ کے طواف وزیارت کے لئے عرب کا ہر آدمی آ سکتا تھا لیکن مسلمانوں پر کٹھن مرحلہ تھا کہ وہ حرم شریف کی زیارت کا قصد کریں۔ اللہ ﷻ نے ان مشرکوں کے ناروا سلوک کے متعلق متعدد مقامات پر ان کی مذمت میں آیات نازل فرمائیں۔ مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا اپنی اس خواہش کا اظہار بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کرتے رہتے تھے لیکن آپ ﷺ اپنے ان غلاموں کو صبر کی تلقین کرتے اور یقین دلاتے کہ عنقریب وہ دن آئے گا جس دن یہ سب رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج وعمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے ایک روز نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو خوشخبری سنائی کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام داخل ہو رہے ہیں یہ سن کر صحابہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے اللہ ﷻ کی حمد وثنا کے نعرے بلند کئے اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی اور صحابہ کرام کو تو یقین تھا کہ ایسا ہوگا لیکن اس کے بارے میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے کہ کہیں قریش کے ساتھ جنگ تو نہیں ہوگی؟ کیا وہ اہل مکہ کو شہر خالی کرنے پر مجبور کریں گے؟ بہر حال سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور باہر کے قبائل کو بھی دعوت دی گئی جو اسلام قبول کر چکے تھے تا کہ وہ بھی اس سفر میں شامل ہو سکیں۔ یکم ذیقعدہ کو یہ قافلہ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں سوئے حرم روانہ ہوا اس کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو کے لگ بھگ تھی۔ حضور ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور ساتھ میں ستر اونٹ قربانی کے لئے ان کے گلوں میں قلاوے ڈال دیئے گئے۔ جب اس قافلہ کی روانگی کی خبر قریش کو ملی تو ان کے دلوں میں خوف وہراس پیدا ہوا کہ مسلمانوں کا عمرہ صرف ایک بہانہ ہے اور اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے انہوں نے طے کیا کہ کسی صورت میں مسلمانوں کو شہر مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور آپ ﷺ کو روکنے کے لئے دو سو سواروں کو خالد بن ولید کی قیادت میں بھیج دیا۔ حضور ﷺ کو ان کے اس ارادہ کی خبر مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا پھر بھی اس ضد سے باز نہیں آتے بہر حال انہوں نے طرح طرح کی ناکام کوششیں کیں کہ کسی نہ کسی طریقہ سے مسلمانوں کو جنگ کے لئے ابھاریں۔

رکوع نمبر: ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿انا فتحنا لک﴾ قَضَیْنَا بِفَتْحِ مَکَّۃَ وَغَیْرِھَا الْمُسْتَقْبَلِ عُنْوَۃً بِجِھَادِکَ ﴿فتحا مبینا(۱)﴾ بَیِّنًا ظَاھِرًا ﴿لیغفر لک اللہ﴾ بِجِھَادِکَ ﴿ما تقدم من ذنبک وما تاخر﴾ مِنْہُ لِتَرْغَبَ اُمَّتُکَ فِی الْجِھَادِ وَھُوَ مُؤَوَّلٌ لِعِصْمَۃِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِالدَّلِیْلِ الْعَقْلِیِّ الْقَاطِعِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاللَّامُ لِلْعِلَّۃِ الْغَائِیَّۃِ فَمَدْخُوْلُھَا مُسَبَّبٌ لَاسَبَبٌ ﴿ویتم﴾ بِالْفَتْحِ الْمَذْکُوْرِ ﴿نعمتہ﴾ اِنْعَامَہٗ ﴿علیک ویھدیک﴾ بِہٖ ﴿صراطا﴾ طَرِیْقًا ﴿مستقیما(۲)﴾ یُثَبِّتُکَ عَلَیْہِ وَھُوَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ ﴿وینصرک

اللہ﴾بہ﴿نصرا عزیزا (۳)﴾نَصْرًا ذَا عِزٍّ لَاذُلَّ مَعَہٗ﴿ھو الذی انزل السکینۃ﴾الطُّمَانِیْنَۃَ﴿فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم﴾بِشَرَائِعِ الدِّیْنِ کُلَّمَا نَزَلَ وَاحِدَۃٌ مِنْھَا اٰمَنُوْا بِھَا وَمِنْھَا الْجِھَادِ﴿وللہ جنود السموت والارض﴾فَلَوْ اَرَادَ نَصْرَ دِیْنِہٖ بِغَیْرِکُمْ لَفَعَلَ﴿وکان اللہ علیما﴾بِخَلْقِہٖ﴿حکیما (۴)﴾فِی صُنْعِہٖ اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِکَ﴿لیدخل﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَیْ اَمَرَ بِالْجِھَادِ﴿المومنین والمؤمنت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ویکفر عنھم سیاتھم وکان ذٰلک عند اللہ فوزا عظیما (۵) ویعذب المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء﴾بِفَتْحِ السِّیْنِ وَضَمِّھَا فِی الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَۃِ ظَنُّوْا اَنَّہٗ لَایَنْصُرُ مُحَمَّدًا ﷺ وَالْمُؤْمِنِیْنَ﴿علیھم دائرۃ السوء﴾بِالذُّلِّ وَالْعَذَابِ﴿وغضب اللہ علیھم ولعنھم﴾اَبْعَدَھُمْ﴿واعد لھم جھنم وساءت مصیرا (۶)﴾مَرْجِعًا﴿وللہ جنود السموت والارض وکان اللہ عزیزا﴾فِی مُلْکِہٖ﴿حکیما (۷)﴾فِی صُنْعِہٖ اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِکَ﴿انا ارسلنک شاھدا﴾عَلٰی اُمَّتِکَ فِی الْقِیَامَۃِ﴿ومبشرا﴾لَھُمْ فِی الدُّنْیَا بِالْجَنَّۃِ﴿ونذیرا (۸)﴾مُنْذِرًا مُخَوِّفًا فِیْھَا مِنْ عَمَلِ سُوْءٍ بِالنَّارِ﴿لتؤمنوا باللہ ورسولہ﴾بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ فِیْہِ وَفِی الثَّلَاثَۃِ بَعْدَہٗ﴿وتعزروہ﴾یَنْصُرُوْہُ وَقُرِیئَ بِزَائَیْنِ مَعَ الْفَوْقَانِیَۃِ﴿وتوقروہ﴾تُعَظِّمُوْہُ وَضَمِیْرُھُمَا لِلّٰہِ اَوْلِرَسُوْلِہٖ﴿وتسبحوہ﴾اَیِ اللّٰہَ﴿بکرۃ واصیلا (۹)﴾بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ﴿ان الذین یبایعونک﴾بَیْعَۃِ الرِّضْوَانِ بِالْحُدَیْبِیَّۃِ﴿انما یبایعون اللہ﴾ھُوَ نَحْوُ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴿یداللہ فوق ایدیھم﴾الَّتِیْ بَایَعُوْا بِھَا النَّبِیَّ ﷺ اَیْ ھُوَ تَعَالٰی مُطَّلِعٌ عَلٰی مُبَایَعَتِھِمْ فَیُجَازِیْھِمْ عَلَیْھَا﴿فمن نکث﴾نَقَضَ الْبَیْعَۃَ﴿فانما ینکث﴾یَرْجِعُ وَبَالُ نَقْضِہٖ﴿علی نفسہ ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیؤتیہ﴾بِالْیَاءِ وَالنُّوْنِ﴿اجرا عظیما (۱۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ہم نے تمہارے لیے فتح فرمادی (مستقبل میں فتح مکہ وغیرہ......۱...... کا فیصلہ تمہارے لیے فرمادیا) کھلی اور واضح فتح (تمہارے جہاد کرنے کے ذریعے، مبین بمعنی بیناً ظاھراً ہے) تاکہ اللہ بخشے تمہارے لیے (تمہارے جہاد کرنے کے سبب سے) تمہارے اگلے اور پچھلے ذنب (وماتاخر کے بعد "منہ" محذوف ہے، تاکہ آپ ﷺ کی امت جہاد میں رغبت کریں، دلیل عقلی قطعی کے سبب انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، یہ آیت مبارکہ مؤول ہے، لیغفر میں موجود لام علت غائیہ کے لیے ہے اس کا مدخول مسبب ہے، سبب نہیں ہے......۲......) اور تمام کردے (مذکورہ فتح کے سبب) اپنا انعام (نعمۃ بمعنی انعام ہے) تم پر اور (مذکورہ فتح کے سبب) تمہیں سیدھی راہ دکھائے (یعنی اس پر استقامت عطا فرمائے "صراط مستقیم" سے مراد دین اسلام ہے اور صراط بمعنی طریق ہے) اور (اس فتح مذکورہ کے باعث) اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے (یعنی ایسی عزت والی مدد جس میں کچھ ذلت نہ ہو) وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینہ (یعنی اطمینان) اتارا تاکہ انہیں ایمان پر ایمان بڑھے (دینی احکام پر کہ جب بھی کوئی حکم دینی نازل ہوتا وہ اس پر ایمان لے آتے اور انہی احکامات میں سے حکم جہاد بھی ہے) اور اللہ ہی کی ملک میں ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے (اگر وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے اپنے دین کی مدد کا ارادہ فرمائے تو وہ کرسکتا ہے) اور اللہ علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کا

)حکمت والا ہے(اپنی صنعت میں، یعنی وہ ہمیشہ سے ان اوصاف سے متصف ہے) تا کہ وہ داخل کرے(''لیدخل'' امر بالجہاد محذوف کے متعلق ہے معنی یہ ہے اس نے جہاد کا حکم اس لیے فرمایا تا کہ وہ داخل کرے) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر گمان رکھتے ہیں برا گمان (مذکور تینوں مقامات میں لفظ ''السوء'' کو سین مفتوحہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے معنی آیت یہ ہے یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ محمد ﷺ کی مدد نہ کریگا) انہیں پر ہے بری گردش (ذلت وعذاب کی) اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور انہیں لعنت کی (یعنی اپنی رحمت سے دور فرمادیا) اور ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ (مصیرا بمعنی مرجعا ہے) اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) اور حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں، یعنی وہ ان اوصاف سے ہمیشہ متصف ہے) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ (بروز قیامت اپنی امت کے حق میں گواہی دینے والا......۳......) اور (ان کو) خوشی سناتا (جنت کی زندگی کی) اور (گناہگاروں کو جہنم کا) ڈرسناتا (نذیرا بمعنی منذرا و مخوفا ہے) تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (لتومنوا، یعزروہ ،یوقروہ ،یسبحوہ ان تمام ہی افعال کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور ان کی مدد کرو (یعزروہ بمعنی ینصروہ ہے اسے ''تعززوہ'' دو زاء اور تاء فوقانیہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور ان کی تعظیم کرو (یوقروہ بمعنی تعظموہ ہے ان دونوں افعال کے ساتھ متصل ضمیر ''ہ'' کا مرجع اسم جلالت یا الرسول ہے) اور اس کی (یعنی اللہ ﷻ کی) صبح وشام پاکی بولو......۴......(بکرۃ کے معنی صبح، اصیلا کے معنی شام ہے) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں (یہاں مذکور بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو مقام حدیبیہ میں ہوئی......۵......) وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں (یہ فرمان عالیشان اس فرمان ذیشان کی مثل ہے ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء:۸۰)﴾) ان کے ہاتھوں پر (جن کے ذریعے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی) اللہ کا ہاتھ ہے (یعنی اللہ ﷻ ان کی بیعت کرنے پر مطلع ہے وہ انہیں اس کا بدلہ دیگا) تو جس نے عہد توڑا (یعنی بیعت کو توڑ ڈالا) تو اس نے اپنے ہی برے کو توڑا (یعنی اس بیعت کو توڑنے کا وبال اسی پر ہے) اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا تھا تو بہت جلد اسے اللہ دے گا (''فسیؤتیہ'' کو علامت مضارع یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بڑا ثواب۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا فتحنالک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر﴾

انا: حرف مشبہ واسم، فتحنالک: فعل بافاعل وظرف لغو، فتحامبینا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، لام: جار، یغفرلک: فعل وظرف لغو، اللہ: فاعل، ما تقدم: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تاخر: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، من ذنبک: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراط مستقیما وینصرک اللہ نصرا عزیزا﴾

و: عاطفہ، یتم: فعل بافاعل، نعمتہ: مفعول، علیک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''یغفرلک'' پر معطوف ہے، و: عاطفہ، یھدیک: فعل بافاعل ومفعول، صراط مستقیما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''یغفرلک'' پر معطوف ہے، و: عاطفہ، ینصرک اللہ: فعل بافاعل ومفعول، نصرا عزیزا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''یغفرلک'' پر معطوف ہے۔

﴿هو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم﴾
هو: مبتدا، الذی: موصول، انزل السکینة: فعل بافاعل ومفعول، فی قلوب المومنین: ظرف لغو، لام: جار، یزدادوا: فعل واؤضمیر ممیز، ایمانا: موصوف، مع ایمانهم: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله جنود السموت والارض وکان الله علیما حکیما﴾
و: عاطفہ، اللہ: ظرف مستقر خبر مقدم، جنود السموت والارض: مرکب اضافی مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان الله: فعل ناقص واسم، علیما حکیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لیدخل المومنین والمومنت جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها ویکفر عنهم سیاتهم﴾
لام: جار، یدخل: فعل بافاعل، المومنین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المومنت: معطوف، ملکر ذوالحال، خلدین فیها: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول اول، جنت: موصوف، تجری من تحتها الانهر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یکفر عنهم: فعل بافاعل وظرف لغو، سیاتهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر فعل محذوف "امر بالجهاد" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان ذلک عندالله فوزا عظیما ویعذب المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت الظانین بالله ظن السوء﴾
و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، ذلک: اسم، عندالله: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، فوزا عظیما: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یعذب: فعل بافاعل، المنفقین: معطوف علیہ، والمنفقت: معطوف اول، والمشرکین: معطوف ثانی، والمشرکت: معطوف ثالث، ملکر موصوف، الظانین: اسم فاعل بافاعل، بالله: ظرف لغو، ظن السوء: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یدخل" پر معطوف ہے۔

﴿علیهم دائرة السوء وغضب الله علیهم ولعنهم واعدلهم جهنم وساءت مصیرا﴾
علیهم: ظرف مستقر خبر مقدم، دائرة السوء: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، غضب الله: فعل وفاعل، علیهم: وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لعنهم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اعدلهم: فعل بافاعل وظرف لغو، جهنم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ساءت: فعل "هی" ضمیر ممیز، مصیرا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "هی" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله جنود السموت والارض وکان الله عزیزا حکیما﴾
و: عاطفہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، جنود السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان الله: فعل ناقص واسم، عزیزا حکیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا ارسلنک شاهدا ومبشرا ونذیرا لتومنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بکرة واصیلا﴾
انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، شاهدا: معطوف علیہ، و مبشرا: معطوف اول، و نذیرا: معطوف ثانی، ملکر حال، ملکر مفعول، لام: جار، تومنوا بالله ورسوله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تعزروه: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، توقروه: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، تسبحوه: فعل بافاعل ومفعول، بکرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصیلا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم﴾
ان: حرف مشبہ ،الذین:موصول ،یبایعون: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر اسم ،انما:حرف مشبہ وما کافہ ،یبایعون :فعل بافاعل ،اللہ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اول ،ید اللہ:مبتدا،فوق ایدیھم:ظرف متعلق بمحذوف خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ﴾
ف: مستانفہ ،من:شرطیہ مبتدا،نکث:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ،ف: جزائیہ ،انما:حرف مشبہ وما کافہ ،ینکث:فعل بافاعل،علی نفسہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما﴾
و: عاطفہ ،من:شرطیہ ،اوفی:بمعنی "وفی"فعل بافاعل ،ب:جار ،ما:موصولہ ،عھد علیہ اللہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط،ف: جزائیہ ،سیؤتیہ اجرا عظیما:جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......انا فتحنا لک فتحا مبینا......☆ان فتحنا حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ پر نازل ہوئی حضور ﷺ کو اس کے نازل ہونے سے ،بہت خوشی ہوئی اور صحابہ نے حضور ﷺ کو مبارکبادیں دیں (بخاری و مسلم)

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مفسرین کے نزدیک فتح سے کونسی فتح مراد ہے؟

ا......اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہاں فتح سے مراد کونسی فتح ہے؟ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ مراد فتح مکہ ہے، مجاہد کے نزدیک اس سے مراد فتح خیبر ہے، اور ایک قول کے مطابق روم وفارس کی فتوحات اور تمام بلادِ اسلامیہ کی فتوحات ہیں جو اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب کی برکت سے عطا فرمائیں۔ (الخازن، ج٤،ص ١٥٢)
علامہ آلوسی نے مختلف اقوال میں فتح سے صلح حدیبیہ، فتح خیبر اور فتح مکہ مراد لی ہے۔ (روح المعانی،الجزء٢٦،ص ٣٣٤)
دیگر مفسرین نے بھی اسی قسم کے اقوال بیان کئے ہیں۔

حدیث کے تناظر میں صلح حدیبیہ کا بیان:

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو، بیشک فتح مکہ بھی فتح ہی ہے لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں، جو حدیبیہ کے دن ہوئی تھی، ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس سے پانی نکالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا، نبی پاک ﷺ تک یہ خبر پہنچی، آپ ﷺ اس کنویں کے پاس آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے ،پھر آپ نے ایک برتن منگایا یا آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا، پھر کلی کی اور دعا کی پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا، پھر اس کنویں میں اس قدر پانی آگیا جو ہمیں اور ہماری سواری کے لئے کافی تھا۔(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ،رقم: ٤١٥٠،ص ٧٠٥)

صلح حدیبیہ میں جو شرائط طے پائی تھیں ان کا بیان درج ذیل احادیث میں ملاحظہ فرمائیں:

☆......بخاری کی طویل حدیث میں جن دو شرائط کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:(۱)......مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں، اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔(۲)......جو کوئی

مسلمان مکہ سے مدینہ چلا جائے، مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اُسے دوبارہ مکہ واپس بھیجیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد......الخ، رقم: ۲۷۳۱،۲۷۳۲، ص ٤٤٧)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ ذوالقعدۃ الحرام سن چھ ہجری کو عمرے کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے تو اہل مکہ نے انہیں روک لیا اور اس بات پر صلح کی کہ مسلمان اس سال فقط تین دن مکہ میں رہیں اور شرائط طے کر لی گئیں اور یہ وہ شرائط ہیں جن پر آقائے دو جہاں ﷺ نے صلح کر لی۔ بعد میں مشرکین نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے، اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ ہی اللہ جل جلالہ کے رسول ہیں تو آپ کو عمرہ سے نہ روکتے لیکن آپ تو محمد بن عبد اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ ہوں اور میں ہی محمد بن عبد اللہ ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کاٹ دو جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا کہ وہ یہ جسارت نہیں کر سکتے، پھر سید عالم ﷺ نے خود ایسا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بجائے محمد بن عبد اللہ باقی رکھا۔ جو شرائط طے پائیں وہ یہ ہیں: (۱)......مکہ میں کوئی شخص ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا، مگر یہ کہ تلوار میان میں رہیں گی، (۲)......اہل مکہ میں سے کسی کو نہیں نکالا جائے گا خواہ وہ آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہو۔ (۳)......آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا، آئندہ سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور تین دن گزارے تو مشرکین مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگے کہ اپنے نبی سے کہو کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، رقم: ٤٢٥١، ص ٧٢٠)

احادیث کے تناظر میں فتح مکہ کا بیان:

☆......عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ سید عالم ﷺ نے غزوہ فتح مکہ رمضان کے مہینے میں کیا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے بھی ایسا ہی سنا ہے، حضرت عبید اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ "کدید" کے چشمے پر پہنچے جو "قدید اور عسفان" کے درمیان واقع ہے تو آپ نے روزہ افطار فرمایا اور اس کے بعد آپ نے اس مہینے میں کوئی روزہ نہیں رکھا، امت کی آسانی کے پیش نظر کیونکہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے مہینے میں حُنین کی جانب نکلے اور اس وقت مجاہدین حضرات نے روزہ رکھا ہوا تھا جب کہ بعض نے نہیں لے رکھا ہوا تھا۔ جب سید عالم ﷺ اپنی سواری پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے دودھ کا برتن طلب فرمایا یا پانی منگوایا، پھر اسے اپنی ہتھیلی پر یا سواری پر رکھ کر لوگوں کی جانب دیکھا، پس روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں سے کہا کہ روزے توڑ دو۔ عبد الرزاق، معمر، ایوب، عکرمہ، حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے سال نکلے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح فی رمضان، رقم: ٤٢٧٥، ٤٢٧٧، ص ٧٢٣)

مغفرت ذنب کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کا مؤقف:

۲......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

اس موضوع کے اعتبار سے کئی اقوال میری نظر سے گزرے، جن کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے:

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ﴿ما تقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے﴾ سے حضرت آدم علیہ السلام و بی بی حوا علیہما السلام کے ذنب، یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذنب، یا یوم بدر کے ذنب، یا فتح سے پہلے کے ذنب مراد لئے ہیں، اور ﴿وما تاخر اور تمہارے

پچھلوں کے ﴾ سے امت کے ذنب، دیگر حضرات انبیائے کرام کے ذنب، یوم حنین کے ذنب مراد ہیں۔(القرطبی، الجزء:۲۶،ص۲۲۵)
حضرت علامہ آلوسی فرماتے ہیں: ذنب سے مراد خلاف اُولی امور ہیں کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے آگے گناہ ہوا کرتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے نماز و روزے میں (مزید زیادتی کردی) یہاں تک کہ پاؤں مبارک متورم ہوگئے، بعض صحابہ نے اس جانب توجہ دلائی کہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وماتاخر ؟ تو جواب دیا: ''کیا میں اللہ ﷻ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔ (روح المعانی، الجزء:۲۶،ص۳۴۲)
علامہ خازن کہتے ہیں: یہ آیت مؤول ہے، کیونکہ سید عالم ﷺ کی ذات کے لئے عام لوگوں کی مانند گناہ کو تصور کرنا جائز نہیں، اور یہاں ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو بشری تقاضے کے اعتبار سے کسی سے سہو وغیرہ ہو جائے جیسا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے آگے گناہ ہوا کرتی ہیں، پس جو اس قبیلے سے تھا یا اس کے علاوہ اللہ ﷻ سب جانتا ہے اور سب ہی معاف ہیں اور اس مغفور ہونے کی سند ﴿ویتم نعمته علیک اور اللہ اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے﴾ میں بھی ملتی ہے۔

(الخازن، ج٤، ص ١٥٣)

امام رازی فرماتے ہیں: حضرات انبیائے کرام کے گناہ نہیں ہوا کرتے پھر معافی کا معاملہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں (امام رازی) اس کے جواب میں چند توجیہات بیان کرتا ہوں جو کہ یہ ہیں: (۱)...... مراد مومنین کے گناہ ہیں۔(۲)...... افضل ترک کرنا مراد ہے۔(۳)...... مراد صغیرہ گناہ ہیں جو کہ حضرات انبیائے کرام کی ذات سے سہواً عمداً جائز ہوا کرتے ہیں۔(۴)...... مراد سید عالم ﷺ کی عصمت بیان کرنا ہے۔ اور ﴿وماتاخر﴾ کی بھی کچھ وجوہات ہیں: (۱)...... سید عالم ﷺ سے وعدہ فرمایا گیا تھا کہ اعلان نبوت کے بعد ان سے گناہ نہ ہونگے۔(۲)...... فتح سے پہلے جو ہو گزرا اور جو بعد فتح ہوگا، سب ہی مراد ہے۔(۳)...... عمومیت مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''جو ملے اُسے بھی مارو اور جو نہ ملے اُسے بھی مارو'' اب نہ ملنے والے کو کیسے مارا جائے گا؟۔(۴)...... نبوت کے اعلان سے پہلے معافی اور اعلان نبوت کے بعد عصمت مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک قبل نبوت ماریہ اور بعد اعلان نبوت زینب کا معاملہ مراد ہے۔ (الرازی، ج١٠، ص ٦٦)

اعلی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: اسی استغفار ذنب کے معاملے میں اعلی حضرت فاضل بریلوی کی جناب میں آریہ قوم کا ایک استفتاء پیش خدمت ہوا، جس میں سید عالم ﷺ کی جناب میں ''ذنب'' کی نسبت کی گئی اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سید عالم ﷺ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے اور اپنے مؤقف پر دلائل بھی قائم کئے گئے۔ ہم ذیل میں آریوں کی جانب سے پیش ہونے والا استفتاء مختصراً اور فاضل بریلوی کا جواب من وعن لکھنے کی سعی کررہے ہیں:

آریہ قوم کے اعتراض کا خلاصہ بصورت استفتاء

مسلمانوں کے پیغمبر گناہوں سے معصوم نہیں؟ اور یہ کہ ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں: ''واستغفر لذنبک لتقصیر والشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اور اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیرؤوں پر کی۔ زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں لکھتے ہیں: لکن یغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک قبل الوحی وما تاخر ومایکون بعد الوحی الی الموت اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ کو جو کہ وحی آنے سے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افتراء وجہالت وناقہمی وبے ایمانی سے کام لیا۔ ہم اس کے پندرہ جوابات درج ذیل میں بالترتیب بیان کرتے ہیں:(۱)......عبارت کہ''الکشاف'' کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے،''الکشاف'' میں اُس کا پتہ نہیں۔

(۲)......بالفرض اگر''الکشاف'' میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بےادب کی تصنیف ہے، اس کا کیا اعتبار۔

(۳)...... یہ تفسیر منسوب''بسید نا ابن عباس'' ہے نہ ان کی کتاب ہے، نہ اُن سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح سے مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔''الاتقان'' میں ہے: واوهی طرقه طريق الكلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک رواية محمد بن مروان اسدی الصغير فهی سلسلة الكذب اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابو صالح سے اور اس کا ابن عباس سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴)......اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے: لتقصير الشكر علی ما انعم الله عليك وعلی اصحابك یعنی اللہ ﷻ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیں۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ پر ہر فرد بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں: كما حققه المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السليم (جیسا کہ مفتی عبدالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے)۔ قال اللہ ﷻ: ﴿وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو گے (النحل:۱۸)﴾۔ جب اس کی نعمت کو کوئی گن ہی نہیں سکتا تو ہر نعمت پر پورا شکر کون کرسکتا ہے؟

شکر میں ایسی کمی ہر گز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے، نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصا خاصوں پر، خصوصا اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں، اس کی کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب (گناہ) سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵)...... بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے گناہ فرمایا گیا ہر گز حقیقۃً گناہ نہیں، ﴿ماتقدم﴾ سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں؟ مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا؟ وحی سے، تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی؟ جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیسا؟۔

(۶)......جس طرح ﴿ماتقدم﴾ میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں، یونہی ﴿ما تاخر﴾ میں نفذ وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُترا اور انہیں یونہی تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا، یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو اُن کی ممانعت اُتری اُسی طریقے سے ان کو ﴿ماتاخر﴾ فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷)...... نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا، ایسا ہی ہے تو وہ لغویات وہزلیات وحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں، بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے''ویدوں'' میں اہل

کھلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان ''وید'' نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلا: ''یجروید'' میں ''ایشور'' کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر پر پڑے پکار رہے ہیں کہ ''او سینکڑوں کی طرح عقل وعلم رکھنے والو! تمہاری سینکڑوں ہزاروں طرح بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر''۔ نیز یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ''اے بوٹیوں کی مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھکو بہت نصیحت کرتا ہوں''۔ ماتا جی کہتی ہیں: ''اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے، گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر''۔ اسی ''یجروید'' کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ''ایشور'' کے متعلق ہے: ''اس کے ہزار سر ہیں، ہزار آنکھیں ہیں، ہزار پاؤں ہیں، زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سید ھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے''۔ نیز ''ویدوں'' میں اس کا نام ''سرو بیا پک'' ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد، ہر مادہ کی فرج، ہر پاخانہ کی ڈھیری میں، ''ایشور'' ہی ''ایشور'' ہے۔ ''دیانند'' نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا، مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے، ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کرو خواہ حکمت سے وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کسی حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸)...... استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے، آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ براہ ہوسکتا ہے۔

علم کا قائدہ مسلمہ ہے: ''اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے''۔

سورۂ مومن وسورۂ محمد کی آیات کریمہ میں کونسی دلیل قطعی ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے ہے۔ سورۂ مومن میں تو اتنا ہے: ﴿واستغفر لذنبک اے دشمن خدا اپنی معافی چاہ﴾، کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے: ﴿اقیموا الصلوۃ نماز قائم رکھو (البقرۃ:۴۳)﴾، یہ خطاب جیسا کہ صحابۂ کرام کو تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی ہوگا، اسی طرح فرمایا: ﴿لانذرکم بہ ومن بلغ تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے (الانعام:۱۹)﴾۔ کتب فقہ کا قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ عزوجل تجھے سعادت مند بنائے)۔ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں، خود قرآن میں ہے: ﴿ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی ارایت ان کان علی الھدی او امر بالتقوی کیا تونے نہ دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے (العلق:۹تا۱۱)﴾۔ ابوجہل نے سید عالم ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں بندے سے مراد سید عالم ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیر سید عالم ﷺ طرف ہے اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: ﴿فما یکذبک بعد بالدین کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہورہی ہے (التین:۷)﴾۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین، آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹)...... بلکہ آیت محمد میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہوئی: ﴿فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی

چاہ(محمد:۱۹) ﴾۔تو یہ خطاب اُن سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کو حکم دینا تحصیل حاصل ہے،تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور مسلمان بھائی کے گناہ کی معافی مانگ،تتمہ آیت کریمہ میں اس عموم کو واضح فرمادیا:﴿ واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم اور اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے(محمد:۱۹) ﴾۔اگر﴿ فاعلم ﴾ میں تاویل کی تو﴿ ذنبک ﴾ میں تاویل سے کون مانع ہے؟،اور اگر﴿ ذنبک ﴾ میں تاویل نہیں کرتا تو﴿ فاعلم ﴾ میں تاویل کیسے کرتا ہے؟،دونوں پر ہمارا مطلب حاصل،اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰)......دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب،نہ کہ معاذ اللہ ﷺ واقع ہوا،جیسے کسی سے کہنا:''اکرم ضیفک یعنی اپنے مہمان کی عزت کر''اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱)......ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن کریم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں،قال ﷻ:﴿ وعصی آدم ربہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی(طٰہٰ:۱۲۱) ﴾ حالانکہ خود فرماتا ہے:﴿ فنسی ولم نجدلہ عزما آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا(طٰہٰ:۱۱۵) ﴾۔لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ،خود اللہ ﷻ نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:﴿ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا اے ہمارے رب!ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں(البقرۃ:۲۸۶) ﴾۔

(۱۲)......جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہوتی ہے،بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا،ہرگز شہریوں سے پسند نہ کریگا،شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء،ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے،اس لئے وارد ہوا:''حسنات الابرار سیئات المقربین نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربین کے حق میں گناہ ہیں''۔وہاں ترک اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں ہے۔

(۱۳)......آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا،اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی،اردو،ہندی سب زبانوں میں رائج ہے،مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف،یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے،اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جَریب ہوا،یہاں نہ ملک،نہ اجارہ،نہ عاریت،اور اضافت موجود ہے،یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا،تو﴿ ذنبک ﴾ سے مراد اہلبیت کی لغزشیں ہیں،اور اس کے بعد﴿ للمومنین وللمومنت ﴾ تعمیم بعد تخصیص ہے،یعنی شفاعت فرمائے اپنے اہل بیت کرام اور سب مَردوں عورتوں کے لئے۔اب آریہ کے اُس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن میں موجود ہے:﴿ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنت اے میرے رب!مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مَردوں اور عورتوں کو(نوح:۲۸) ﴾۔

(۱۴)......اسی وجہ پر آیت کریمہ سورۂ فتح میں لام﴿ لک ﴾ تعلیل کا ہے اور﴿ ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ ﴾ یعنی سیدنا عبداللہ اور سیدہ بی بی آمنہ سے منتہائے نسب کریم تک تمام آباؤ اجداد وامہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم علیہ السلام وشیث علیہ السلام ونوح علیہ السلام وخلیل علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام،اور﴿ ماتاخر ﴾ تمہارے پچھلے اہلبیت وامت مرحومہ،تو حاصل آیت کریمہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ ﷻ تمہارے سبب سے بخش دے،تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں

کے گناہ، والحمد للہ رب العالمین ۔

(۱۵)......﴿ما تقدم من ذنبک وما تاخر تاکہ بخشے تمہارے اگلوں کے گناہ اور پچھلوں کے (الفتح:۲)﴾ سے قبل وبعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا، آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقتِ ذنب خود مندفع، ولله الحمد وصلی اللہ تعالی علی شفیع المذنبین وبارک وسلم الی یوم الدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالی اعلم. (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ:اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والال والاصحاب، عقیدۂ عاشرہ، ج۲۹،ص۳۹٤وغیرہ)

ہمارے دور میں بعض علماء کا اس بارے میں کافی اختلاف رہا ہے جسے ہر ذی علم جانتا ہے، تاہم اس اعتبار سے ہم نے اپنی جانب سے اُنہی مفسرین کے اقوال باحوالہ پیش خدمت کر دیئے ہیں جن سے ہم نے ابھی تک عطائین کے کام میں خوب استفادہ کیا ہے۔ تاہم علماء کا اختلاف باعث رحمت ہوا کرتا ہے لہذا عوام کو اس معاملے میں الجھنے کی ضرورت قطعاً نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی انہیں شریعت اجازت دیتی ہے کہ علمی طبقے کی گفتگو اور ان کے اختلاف کو عوامی سطح پر لا کر مزید خرابی پیدا کریں۔ جب کہ بعض لوگ ایسا کرتے دیکھے گئے ہیں، ان کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ علماء کے منصب کو سمجھیں اور ان کے اختلاف کو ان ہی کی حد تک محدود رکھیں۔ مجھے ان تمام اقوال میں اعلی حضرت فاضل بریلوی کا مؤقف زیادہ اچھا لگا کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں کمال احتیاط کا عنصر نمایاں ہے تاہم دیگر مفسرین کرام نے بھی ذنب کی نسبت امت کی جانب کی ہے اور یہی بہتر ہے۔

حاضر وناظر کا مفہوم :

س......سید عالم ﷺ کا امت پر شاہد (نگہبان، گواہ) ہونے کی تین وجوہات ہیں: (۱)......سید عالم ﷺ اپنی امت پر قیامت کے دن نگہبان ہونگے، جیسا کہ فرمان مبارک ﴿ویکون الرسول علیکم شهیدا اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ (البقرۃ:۱٤۳)﴾ ہے۔ اس بناء پر نبی کو امت پر نگہبان بنایا گیا ہے اور یہ احتمال آخرت کے دن کے حوالے سے ہے۔ (۲)......سید عالم ﷺ کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' کے نگہبان ہیں، اور اس بناء پر نکتہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی کو اپنی وحدانیت پر نگہبان بنایا توحید پر نگہبان نہیں بنایا کیونکہ جس چیز کا دعوی کیا جاتا ہے وہ خلاف ظاہر ہوتی ہے اور اللہ ﷻ کی توحید تو اس کائنات میں ظاہر ہے بلکہ اظهر من الشمس ہے اور بلکہ نبی تو نبوت کا مدعی ہوتا ہے اور اللہ ﷻ نے اسے اپنی ذات پر نگہبان بنایا ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے ﴿واللہ یعلم انک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو (المنافقون:۱)﴾۔ (۳)......دنیا میں امور آخرت سے متعلق نگہبان ہیں مثلاً جنت، دوزخ، میزان، صراط، اسی طرح آخرت کے وہ امور جو دنیا میں پائے جائیں مثلاً طاعت وفرمانبرداری، معصیت، صلاح وکامرانی، فساد وغیرہ امور پر نگہبان ہیں جیسا کہ فرمان مقدس ﴿ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (الاحزاب:٤٥،٤٦)﴾ ہے۔ (الرازی، ج۹،ص۱۷۳)

احادیث کی روشنی میں شاہد ہونے کی بحث:

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا جہنم کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی، اور میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا، اور یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے لئے اونٹیوں کو نامزد کیا تھا''۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:ما جعل اللہ من بحیرۃ، رقم:٤٦٢٤،ص۷۹۱)

☆......حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبد الرحمان جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں

ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب عبدالرحمن بن عوف، رقم: ۳۷۶۸، ص ۱۰۶۹)

☆......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونھ سے سنا ہے وہ فرمار ہے تھے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے پڑوسی ہونگے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحة، رقم: ۳۷۶۲، ص ۱۰۶۸)

☆......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طلحہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحة، رقم: ۳۷۵۹، ص ۱۰۶۷)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص شہید کو زمین میں چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے''۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۷۶۰)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت کا آخری حصہ یوں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے دوزخ میں ایک ڈھال والے شخص کو دیکھا جو اپنی ڈھال سے حجاج کے کپڑے چرایا کرتا تھا اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو وہ کہتا یہ کپڑا میری ڈھال میں اٹک گیا تھا، اور جب وہ شخص غافل ہوتا تو وہ کپڑا لے جاتا، اور میں نے دوزخ میں ایک عورت دیکھی جس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، اس کو کچھ کھانے کو دیا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین پر پڑی ہوئی کوئی چیز کھالیتی حتی کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی''۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوة الکسوف، باب: ما عُرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: (۱۹۸۶)/ ۹۰۴، ص ۴۱۲)

نبی کی تعظیم اصل ایمان ھے:

☆......سب سے پہلے آیت کے سیاق وسباق پر غور کریں، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرة واصیلا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو (الفتح: ۹)﴾۔ آیت کا ابتدائی کلام اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کا ہے یعنی یوں کہیں کہ اللہ عزوجل نے پہلے عقیدے کی درستگی کا حکم دیا، معلوم ہوا علم اصول علم فروع سے مقدم ہے، دوسرے نمبر پر اللہ عزوجل نے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا، یہ بھی عقیدے کی بات ہے اور اس کا تعلق بھی علم اصول سے ہے۔ تیسرے نمبر پر اپنی عبادت کا حکم دیا جس کا تعلق عبادات سے ہے۔ گویا اس آیت میں ہمیں یہ درس دیا گیا کہ اگر عقیدہ درست نہیں، بنیادی ضروریات دین میں سے کسی پر عمل نہ ہو اور انہیں نہ مانا جائے تو اللہ عزوجل تمہاری کسی عبادت کا محتاج نہیں، جب تک عقیدہ درست نہ ہو عبادت کامل نہیں ہوتی۔

اہل ایمان کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اعمال سے سبق حاصل کرنا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا یہ ایمان کا رکن ہے، وہ بشر ضرور ہیں مگر ہم جیسے نہیں، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کی تعظیم وتوقیر میں کہاں کمی چھوڑی؟ کئی واقعات ایسے ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مبارک کی تعظیم کا درس ملتا ہے، کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بول وبراز اور خون مبارک کی برکتیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پائیں اور ان کی بھی تعظیم کر کے جنت کی خوشخبریاں دنیا میں حاصل کیں۔ آیت مبارکہ میں بھی اللہ عزوجل نے یہی سبق دیا ہے کہ جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں اور ان کی تعظیم کریں اور انہیں مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو ان پر اترا تو وہی مراد کو پہنچے۔ اس آیت قرآنی کے ضمن میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے حوالے سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے پر موجود وعیدوں کو ذکر کرتے ہیں تا کہ اس موضوع کو صحیح معنوں میں سمجھا جاسکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بظاہر دیکھنے میں ہماری مثل ہیں لیکن ان کی شان بڑی اعلیٰ ہے جبھی تو اللہ عزوجل نے قرآن پر عمل کرنے کا درس بعد میں دیا پہلے اپنے نبی کی تعظیم کا حکم دیا مولانا

رومی فرماتے ہیں: کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

یعنی اے عزیز! پاک لوگوں کو اپنے جیسا قیاس نہ کر و شیر اگر چہ لکھنے میں شیر (دودھ) کی مانند ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے۔

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا تو لب مبارک بھی زخمی ہوا جس سے خون بہنے لگا، حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ہیں) نے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹ کو اپنے منہ میں لیکر دبانا شروع کر دیا اور اتنا دبایا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی اور خون نکلنا بند ہو گیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹ کو چوس رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے سنان! اسے پھینک دو'' ! تو انہوں نے کہا واللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو زمین میں پر نہ پھینکوں گا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہ خون نگل لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من مس دمی لم تصبه وفی روایة لم تمسه النار یعنی تم میں سے جسے بھی میرا خون چھو جائے اسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی''۔

☆......ابن سعد فرماتے ہیں کہ لو وقع منه شیء علی الارض ،لنزل علیهم العذاب من السماء یعنی اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک میں سے کچھ بھی حصہ زمین پر گرتا تو اللہ عزوجل (اہل احد) پر آسمان سے عذاب نازل فرما دیتا۔

ینابیع میں ہے کہ اللہ عزوجل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے قطرات کو آسمان کی جانب بلند فرما دیا، ینابیع کہتے ہیں کہ لو وقع منها شیء علی الارض لم ینبت علیها نبات یعنی ان خون مبارک کے قطرات میں سے کوئی بھی قطرہ زمین پر گرتا تو وہاں پر سبزہ نہ اُگتا۔ (شرح زرقانی علی المواهب ،کتاب المغازی، ج۲، ص ٤٢٦ ،سبل الهدی والرشاد، کتاب المغازی، ج٤، ص ۲۰۰)

☆......بی بی ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا، میں اٹھی اور اسے پانی سمجھ کر پی گئی کیونکہ میں پیاسی تھی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر جب میں نے بتایا کہ واللہ وہ تو میں پی گئی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواجذ ظاہر ہونے لگے اور فرمایا ''اما انک لا یفجع بطنک بعده ابدا یعنی آج کے بعد تجھے پیٹ میں کبھی بھی درد نہ ہو گا''۔ (المستدرك للحاكم، باب ذكر ام ايمن، رقم: ٦٩١٠، ج٧، ص ٢٤٧٠)

☆......اسی طرح برکت نامی ایک کنیز جو کہ ام المؤمنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ حبشہ سے آئی ہوئی تھیں، انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک پی لیا تھا (جو کہ پاکیزہ تھا جس میں نہ تو بُو تھی اور نہ ہی اس کا ذائقہ متغیر تھا) جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی ''تو نے اپنے پیٹ کو جہنم سے بچا لیا''، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ولم یامر واحدا منهم بغسل فم ولا نهاه عن عوده یعنی حضور نے ان دونوں خواتین سے یہ نہ کہا کہ اپنے مونہوں کو دھوؤ اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنا۔ (نسيم الرياض ،فصل :فی نظافة جسمه، ج۲، ص ۳۱)

☆......مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کردہ طویل حدیث میں ہے کہ عروہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بغور ملاحظہ فرمایا اس نے کہا کہ بخدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوکتے تھے تو کوئی نہ کوئی صحابی اپنا ہاتھ آگے کر دیتا، پھر اس لعاب کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیتے تو سب ہی اس کام کو کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو لینے کیلئے اس طرح جھپٹ پڑتے کہ لگتا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے تو سارے ہی خاموش ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھور کر نہیں دیکھتے، جب عروہ بن مسعود کفار قریش کی جانب گئے تو کہا اے میری قوم خدا عزوجل کی قسم! میں کئی بادشاہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں وفود لے کر گیا ہوں اور میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انکے اصحاب کرتے ہیں، جب یہ تھوکتے ہیں تو کوئی اسے اپنے ہاتھ پر لے لیتا ہے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملتا ہے، جب کسی کام کو کہیں تو صحابہ اس کام کو کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، جب وضو کرتے ہیں تو ایک دوسرے

پر بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں، جب بات کریں تو سارے ہی خاموش ہو کر سماعت کرتے ہیں تم ان کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکو گے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد......الخ، رقم: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ص ۴۴۷)

یہاں تک ہم نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے بارے میں بیان فرما دیا، اب لگے ہاتھوں یہ بھی جان لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی انسان کو کفر تک پہنچا سکتی ہے، تاہم فقہائے کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں اور ایسے شخص کی توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی علامہ ابن عابدین معروف علامہ شامی فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی اور اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے، بہرحال اللہ عزوجل کی جناب میں (یعنی آخرت میں) اس کی توبہ مقبول ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں جو شخص اپنے قول کے ذریعے مقام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرے یا اپنے فعل کے ذریعے ایسا کرے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی بغض ہو، ایسے شخص کو بطور حد قتل کیا جائے گا۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج ٦ ص ٣٧٠، ٣٧١)

ہمارے اسلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرامین کا بھی بے حد احترام فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ہم اسی ضمن میں چند واقعات ذکر کرتے ہیں۔ حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے سامنے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا تو ان کا رنگ شدتِ خوف کے باعث متغیر ہو جاتا اور شدت خشوع کی وجہ سے جھک جاتے یہاں تک کہ اپنی جگہ پر بمشکل بیٹھ پاتے، جب ان سے اس کیفیت کے بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ اگر تم ہمارے اسلاف کے خشوع کی وہ کیفیت دیکھ لیتے جو میں نے دیکھی ہے تو میری اس حالت پر ضرور گواہی دیتے۔

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن المنکدر کو جو کہ اپنے دور کے سید القراء تھے، ہم ان سے جب بھی کسی حدیث کے بارے میں دریافت فرماتے تو وہ رونے لگتے یہاں تک کہ ہمیں ان پر رحم آنے لگتا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا، آپ بہت زیادہ خوش طبعی کرنے والے اور تبسم فرمانے والے تھے لیکن جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا اور میں نے ان کو کبھی بھی بغیر وضو کے حدیث پاک بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا وہ ہمیں حدیث بیان کر رہے تھے انہیں بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنک مارا جس سے ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ گیا لیکن انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث منقطع نہیں کی، جب مجلس برخاست ہوئی تو لوگوں نے وجہ دریافت کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سولہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا اور میں صبر کرتا رہا اور میرا صبر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے احترام کی وجہ سے تھا۔ (نسیم الریاض شرح قاضی عیاض، فصل: فی تعظیم النبی بعد موته، ج ٤، ص ٤٨٧ وغیره، ملتقطاً ملخصاً)

احادیث کے تناظر میں بیعت رضوان کا بیان:

۵......سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں (الفتح: ۱۰)﴾ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اللہ عزوجل کی بیعت قرار دیا گیا، کیونکہ کاف ضمیر خطاب سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اللہ عزوجل کی بیعت اس لئے قرار دیا گیا کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا مقصود اللہ عزوجل ہی کی بیعت تھی۔ (المظهری، ج ٦، ص ٣٥٨)

اس موضوع پر بھی احادیث طیبہ وارد ہیں کہ بیعت رضوان کیسے ہوئی اور اس بیعت کے اعتبار سے کیا حالات رونما ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ کو ہم چودہ سو افراد تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کے

درخت کے نیچے پکڑا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش، رقم:(۴۷۰۲)/ ۱۸۵۶، ص ۹۴۵)

☆...... یزید بن ابی عبید، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ سے پوچھا کہ حدیبیہ کے دن آپ لوگوں نے سید عالم ﷺ کے ہاتھ پر کس چیز کی بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب البیعۃ فی الحرب......الخ، رقم: ۲۹۶۰، ص ۴۸۹)

☆...... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن درخت کے نیچے بیعت ہو رہی تھی اور سید عالم ﷺ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے اور میں آپ کے سر سے درخت کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہٹا رہا تھا اور ہم اس دن چودہ سو افراد تھے، انہوں نے کہا ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی لیکن ہم نے یہ بیعت کی تھی کہ ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش، رقم:(۴۷۱۰)/ ۱۸۵۸، ص ۹۴۶)

☆...... ایک طویل حدیث میں یوں بھی ہے کہ عثمان بن موہب نے بیان کیا ہے کہ اہل مصر میں سے کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیعت رضوان میں حاضر نہ ہونے کا پوچھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت کوئی اور شخص سرزمین مکہ میں اہل مکہ کے نزدیک معزز ہوتا تو آپ ﷺ اسی کو سفارت کے لئے بھیجتے، لیکن سید عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفارت کے لئے بھیجا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد یہ بیعت ہوئی، سید عالم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: ''یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے، اور اس پر اپنا بایاں ہاتھ رکھ دیا، پھر فرمایا: ''عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوگئی''، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاب یہ جوابات لے کر چلتا بن۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب عثمان بن عفان، رقم: ۳۶۹۹، ص ۶۲۲)

سید عالم ﷺ نے یہ بیعت اس وقت فرمائی جب آپ کو یہ جھوٹی اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور اصحاب میں بے چینی پائی گئی تو اپنا دایاں ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر کے ثابت فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور یہ خبر جھوٹی ہے، اور اگر کوئی یہ بات نہ مانے تو نبی کریم ﷺ کے کلام ''یہ ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے''، جھوٹا قرار پائے گا۔

اغراض:

قضینا بفتح مکۃ وغیرھا: یعنی خیبر، حنین، طائف وغیرہ۔ ایک سوال کیا جاتا ہے کہ یہ آیت سن ۶ ہجری میں نازل ہوئی جب کہ سید عالم ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے اور مکہ مکرمہ سن ۸ ہجری میں فتح ہوا، پس ﴿انا فتحنا لک﴾ میں ماضی کے ساتھ تعبیر کیوں کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ماضی کی جانب نسبت کرنے سے قضائے ازلی کی جانب نسبت کرنا مراد ہے، معنی یہ ہے کہ ہم نے ازل ہی سے مکہ مکرمہ کے فتح ہونے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔

عنوۃ: یہ امام مالک اور ابو حنیفہ کا مذہب ہے، کہ سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب مکہ مکرمہ میں قہر و غضب کے انداز میں داخل ہوئے اور بعض صحابہ مثلاً خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں سے قتال کا معرکہ بھی رونما ہوا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ صلح کے انداز میں فتح ہوا، اور کوئی قتال وغیرہ کا معاملہ نہ پیش آیا اور ابو سفیان نے سید عالم ﷺ کے لئے امن کی راہ فراہم کر دی۔

بفتح مکۃ: ایک سوال مقدر کے جواب میں ہے، سوال یہ ہے کہ فتح تو اللہ کی جانب سے مشروع ہوئی ہے اور مغفرت شخصی مراد ہے؟ پس اس اعتبار سے مفسرین کے دونوں اقوال ''بجہادک'' کا ''فتح مکۃ'' کے متعلق ہونا درست نہیں ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہاں اللہ کی بارگاہ سے ملنے والی فتح ہے، لیکن اس کا ترتب نبی پاک ﷺ کے فعل یعنی جہاد سے ہوتا ہے، پس اس اعتبار سے ترتب درست ہے۔ **وھو مؤول:** سید عالم ﷺ کی جانب ''ذنب'' کی نسبت کرنا مؤول (یعنی اس میں

تاویل کی گنجائش) ہے، اور مراد اس سے سید عالم ﷺ کی امت کے گناہ ہیں، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے ذریعے تاویل کرلی جائے، یا اس کے دو معنوں میں سے کوئی ایک معنی درست مانا جائے مثلاً: "الغفر" کے معنی "الستر" ہوتے ہیں اور "الستر" "بندے اور "ذنب" کے مابین ہوگا یا "ذنب" اور "عذاب" کے مابین ہوگا، پس اول قول حضرات انبیائے کرام کے لئے لائق ہوسکتا ہے اور ثانی امت کیلئے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی کی عصمت اعلان نبوت سے پہلے اور بعد دونوں ہی اوقات میں ہوا کرتی ہے یعنی نبی اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں گناہ سے پاک ہوتے ہیں، پھر اس کی نسبت جہاد کی جانب کیسے ممکن ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد مخلوق کی جانب اشارہ کرنا ہے نہ کہ اپنی جانب۔

من الذنوب: یعنی چھوٹے یا بڑے، جان بوجھ کر ہوں یا انجانے میں ہوں، نبوت سے پہلے ہوں یا بعد میں۔

لا سبب: اس لئے کہ سبب وہ ہوتا ہے جس کی جانب حکم مضاف ہو، جیسا کہ زوال وجوب ظہر کے لئے اور مغفرت میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ بالفتح المذکور: مراد فتح مکہ وغیرہ فتوحات ہیں جو آقائے دوجہاں ﷺ کے جہاد کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئیں۔

لا ذل معه: اللہ نہ تو دنیا میں ذلت دے گا اور نہ ہی آخرت میں، یعنی اللہ کی مدد مطلقا ہونا مراد ہے، جیسا کہ دنیا میں بعض کافروں کی مدد ہوجاتی ہے۔ متعلق بمحذوف: یعنی ﴿فتحنا﴾ کے متعلق نہیں ہے۔ لفعل: یعنی اللہ نے اس طرح مدد فرمائی کہ مومنین پر سکینہ (اطمینان) اتار دیا تاکہ وہ دشمنوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کریں اور انہیں اس کام کی بناء پر دنیا اور آخرت میں شرف وعزت میسر ہو۔

فی المواضع الثلاثة: یعنی تینوں مقامات پر سین کی فتح اور ضمہ کے ساتھ، ﴿ظن السوء﴾، ﴿دائرة السود﴾، ﴿وظننتم ظن السوء﴾ لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے اور تیسرے مقام پر فتح کے ساتھ پڑھا جائے اور اسی پر ساتوں قرائت کے قاریوں کا اتفاق ہے۔

هو نحو من يطع الرسول: رسول اللہ ﷺ کی بیعت ایسی ہی ہے جیسا کہ اللہ کی بیعت، یعنی مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کے پاس لوٹے گا اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ جوارح (اعضاء) سے پاک ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۳۰۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿سيقول لک المخلفون من الاعراب﴾حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيِ الَّذِيْنَ خَلَّفَهُمُ اللّٰهُ عَنْ صُحْبَتِکَ لَمَّا طَلَبْتَهُمْ لِيَخْرُجُوْا مَعَکَ اِلٰى مَكَّةَ خَوْفًا مِنْ تَعَرُّضِ قُرَيْشٍ لَکَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ اِذَا رَجَعْتَ مِنْهَا ﴿شغلتنا اموالنا واهلونا﴾عَنِ الْخُرُوْجِ مَعَکَ﴿فاستغفر لنا﴾اللّٰهَ مِنْ تَرْکِ الْخُرُوْجِ مَعَکَ قَالَ تَعَالٰى مُكَذِّبًا لَهُمْ ﴿يقولون بالسنتهم﴾اَیْ مِنْ طَلَبِ الْاِسْتِغْفَارِ وَمَا قَبْلَهٗ﴿ما ليس فى قلوبهم﴾فَهُمْ كَاذِبُوْنَ فِي اِعْتِذَارِهِمْ﴿قل فمن﴾اِسْتِفْهَامٍ بِمَعْنَى النَّفْيِ اَیْ لَا اَحَدٌ﴿يملک لكم من الله شيئا ان اراد بكم ضرا﴾بِفَتْحِ الضَّادِ وَضَمِّهَا﴿او اراد بكم نفعا بل كان الله بما تعملون خبيرا (۱۱)﴾اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِکَ﴿بل﴾فِي الْمَوْضَعَيْنِ لِلْاِنْتِقَالِ مِنْ غَرَضٍ اِلٰى اٰخَرَ﴿ظننتم ان لن ينقلب الرسول والمؤمنون الى اهليهم ابدا وزين ذلک فى قلوبكم﴾اَیْ اَنَّهُمْ يُسْتَاصَلُوْنَ بِالْقَتْلِ فَلَا يَرْجِعُوْنَ﴿وظننتم ظن السوء﴾هٰذَا وَغَيْرُهٗ﴿وكنتم قوما بورا (۱۲)﴾جَمْعُ بَائِرٍ اَیْ هَالِكِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ بِهٰذَا الظَّنِّ﴿ومن لم يؤمن بالله ورسوله فانا اعتدنا للكفرين سعيرا (۱۳)﴾نَارًا شَدِيْدَةً﴿ولله ملک السموت والارض يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء وكان الله غفورا رحيما (۱۴)﴾اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِمَا ذُكِرَ﴿سيقول

المخلفون﴾الْمَذْكُوْرُوْنَ﴿اذا انطلقتم الى مغانم﴾هِيَ مَغَانِمُ خَيْبَرَ﴿لتاخذوها ذرونا﴾اُتْرُكُوْنَا﴿نتبعكم﴾لِنَاخُذَ مِنْهَا﴿يريدون﴾بِذٰلِكَ﴿ان يبدلوا كلم الله﴾وَفِي قِرَاءَةٍ كَلِمَ بِكَسْرِ اللَّامِ اَيْ مَوَاعِيْدَهُ بِغَنَائِمِ خَيْبَرَ اَهْلَ الْحُدَيْبِيَّةِ خَاصَّةً﴿قل لن تتبعونا كذلكم قال الله من قبل﴾اَيْ قَبْلَ عَوْدِنَا﴿فسيقولون بل تحسدوننا﴾اَنْ نُصِيْبَ مَعَكُمْ مِنَ الْغَنَائِمِ فَقُلْتُمْ ذٰلِكَ﴿بل كانوا لا يفقهون﴾مِنَ الدِّيْنِ﴿الا قليلا(۱۵)﴾مِنْهُمْ﴿قل للمخلفين من الاعراب﴾الْمَذْكُوْرِيْنَ اِخْتِبَارًا﴿ستدعون الى قوم اولى﴾اَصْحَابِ﴿باس شديد﴾قِيْلَ هُمْ بَنُوْ حَنِيْفَةَ اَصْحَابُ الْيَمَامَةِ وَقِيْلَ فَارِسَ وَالرُّوْمَ ﴿تقاتلونهم﴾حَالٌ مُقَدَّرَةٌ هِيَ الْمَدْعُوُّ اِلَيْهَا فِي الْمَعْنٰى﴿او﴾هُمْ﴿يسلمون﴾فَلَا تُقَاتِلُوْنَ﴿فان تطيعوا﴾اِلٰى قِتَالِهِمْ﴿يؤتكم الله اجرا حسنا وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذابا اليما(۱۶)﴾مُؤْلِمًا﴿ليس على الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولاعلى المريض حرج﴾فِي تَرْكِ الْجِهَادِ﴿ومن يطع الله ورسوله يدخله﴾بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ﴿جنت تجرى من تحتها الانهر ومن يتول يعذبه﴾بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ﴿عذابا اليما(۱۷)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے (مدینے کے اردگرد رہنے والے، یعنی وہ لوگ جنہیں تم نے اپنے ساتھ مکہ کی طرف چلنے کے لیے طلب کیا تھا اللہ نے انہیں تمہاری صحبت سے پیچھے کر دیا، یہ آپ کے ساتھ اس لیے آئے کہ انہیں خوف تھا کہ حدیبیہ والے سال کفار قریش آپ سے تعرض کریں گے جب آپ دوبارہ لوٹ کر ان کے پاس جائیں گے تو وہ آپ سے کہیں گے) کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا (آپ ﷺ کے ساتھ مکہ جانے سے ......۱......) اب حضور (اللہ عزوجل سے) ہماری مغفرت طلب کریں (اس پر کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ نہ نکل سکے اللہ عزوجل نے ان لوگوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا) اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں (استغفار اور دیگر باتیں) جو ان کے دلوں میں نہیں (تو وہ اپنا عذر بیان کرنے میں جھوٹے ہیں ......۲......) تم فرماؤ تو کون ہے (من استفہامیہ بمعنی نفی ہے یعنی کوئی نہیں) جسے اللہ کے سامنے تمہارا کچھ اختیار ہے اگر وہ تمہارا برا چاہے (ضرا ضاد مفتوحہ ومضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (وہ ہمیشہ سے اس صفت سے متصف ہے) بلکہ ("بل" دونوں مقامات میں ایک سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے کے لیے ہے) تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے (کہ یہ لوگ قتل ہو جائیں گے اور لوٹ کر واپس نہیں آئیں گے) اور تم نے برا گمان کیا (یہ گمان اور دیگر گمان ......۳......) اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے (اللہ عزوجل کے نزدیک اس گمان کے سبب، "بورا" بائر کی جمع ہے بمعنی ھالکین ہے) اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ("سعیرا" کے معنی بھڑکتی آگ ہے) اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یعنی اللہ عزوجل ہمیشہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے) اور اب کہیں گے (مذکورہ لوگ) پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو (مراد اس سے "خیبر" کی غنیمتیں ہیں) ہمیں چھوڑ دو (ذرونا بمعنی اترکونا ہے) ہم تمہارے پیچھے آئیں گے (تاکہ ہم بھی مال غنیمت سے لیں ......۴......) وہ چاہتے ہیں (اس کے

ذریعے) اللہ کا کلام بدل دیں (ایک قرائت میں کلم اللہ لام مکسورہ کے ساتھ ہے یعنی اللہ ﷻ کے وعدے کہ اہل حدیبیہ کی غنیمتیں خاص طور پر اہل حدیبیہ کے لیے ہونگی) تم فرماؤ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اللہ نے پہلے سے یونہی فرمادیا ہے (یعنی ہمارے لوٹنے سے پہلے ہی فرمادیا تھا) تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو (کہ ہم تمہارے ساتھ مال غنیمت میں حصہ دار بن جائیں گے اسی لیے تم نے یہ کہا ہے) بلکہ وہ (دین کو) نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑے (یعنی ان میں سے تھوڑے) ان (مذکورہ) پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے (بطور آزمائش) فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے (ایک قول کے مطابق اس سے مراد اصحاب یمامہ قبیلہ بنو حنیفہ کے افراد ہیں اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد اہل فارس اور اہل روم ہیں......۵......) کہ ان سے لڑو یا مسلمان ہوجاؤ (تو ان سے جنگ نہ کرنا پڑے......٦......''یسلمون'' سے پہلے ھم ضمیر محذوف ہے) پھر اگر تم فرمان مانو گے (ان سے جنگ کرنے کا تو) اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا......ے......اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا (الیم بمعنی مولم ہے) اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ بیمار پر موخذاہ (جہاد پر نہ جانے میں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے داخل فرمائے گا (''یدخل'' علامت مضارع یاء اور نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے) باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب دے گا (''یعذب'' علامت مضارع یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واھلونا فاستغفرلنا﴾

سیقول: فعل، لک: متعلق، المخلفون: ذوالحال، من الاعراب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، شغلتنا: فعل ومفعول، اموالنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اھلونا: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، استغفرلنا: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم﴾

یقولون: فعل بافاعل، بالسنتھم: ظرف لغو، ما: موصولہ، لیس فی قلوبھم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان ارادبکم ضرا او ارادبکم نفعا﴾

قل: قول، ف: عاطفہ، من: استفہامیہ مبتدا، یملک لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، من اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، ارادبکم ضرا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ارادبکم نفعا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف ''فمن یملک لکم......الخ'' کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل کان اللہ بما تعملون خبیرا بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اھلیھم ابدا﴾

بل: عاطفہ وحرف اضراب، کان اللہ: فعل ناقص واسم، بما تعملون خبیرا: شبہ جملہ فعلیہ، بل: حرف اضراب، ظننتم: فعل بافاعل، ان: مخففہ ''ہ'' ضمیر اسم محذوف، لن ینقلب: فعل نفی، الرسول: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المومنون: معطوف، ملکر فاعل، الی اھلیھم: ظرف لغو، ابدا: ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا﴾

و: عاطفہ، زین: فعل مجہول، ذلک: نائب الفاعل، فی قلوبکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ظننتم: فعل بافاعل، ظن

السوء: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص با اسم، قوما بورا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکفرین سعیرا﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، لم یومن باللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انا: حرف مشبہ واسم، اعتدنا: فعل با فاعل، للکفرین: ظرف لغو، سعیرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وللہ ملک السموت والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وکان اللہ غفورا رحیما﴾

و: عاطفہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملک السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، یغفر: فعل با فاعل، لمن یشاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یعذب: فعل با فاعل، من یشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص با اسم، غفورا رحیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلم اللہ﴾

سیقول: فعل، المخلفون: ذوالحال، یریدون: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، یبدلوا کلم اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، اذا: مضاف، انطلقتم: فعل با فاعل، الی مغانم: ظرف لغو، لتاخذوھا: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قول، ذرونا: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، نتبعکم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل﴾

قل: قول، لن تتبعونا: فعل نفی با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، کذلکم: ظرف مستقر ''قولا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، قال اللہ: فعل وفاعل، من قبل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا﴾

ف: عاطفہ، سیقولون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، بل: حرف اضراب، تحسدوننا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بل: حرف اضراب، کانوا: فعل ناقص با اسم، لایفقھون: فعل نفی با فاعل، الا: اداۃ حصر، قلیلا: ''فیھما'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون﴾

قل: فعل امر با فاعل، لام: جار، المخلفین: ذوالحال، من الاعراب: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ستدعون: فعل با نائب الفاعل، الی: جار، قوم: موصوف، اولی باس شدید: صفت اول، تقاتلونھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یسلمون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فان تطیعوا یوتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، تطیعوا: جملہ فعلیہ شرط، یوتکم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، اجرا حسنا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تتولوا: فعل با فاعل، کاف: جار، ما: موصولہ، تولیتم من قبل: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ''التولی'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، یعذبکم عذابا الیما: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج﴾

لیس: فعل ناقص، علی الاعمی: ظرف مستقر خبر مقدم، حرج: اسم مؤخر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، علی الاعرج: ظرف مستقر خبر مقدم، حرج: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لاعلی المریض: ظرف مستقر خبر مقدم، حرج: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جملہ معطوف۔

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یطع: فعل بافاعل، اللہ: معطوف علیہ، ورسولہ: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یدخلہ: فعل بافاعل ومفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن یتول یعذبہ عذابا الیما﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتول: جملہ فعلیہ شرط، یعذبہ عذابا الیما: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......لیس علی الاعمی......☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج وصاحب عذر تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

پیچھے رہ جانے والوں کے عذر کا بیان:

۱......قبیلہ غفار و مزینہ وجہینہ واشجع واسلم کے جب کہ سید عالم ﷺ نے سال حدیبیہ بہ نیت عمرہ مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا تو حوالی مدینہ کے گاؤں والے اور اہل بادیہ بخوف قریش آپ کے ساتھ جانے سے رکے باوجودیکہ سید عالم ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانیاں ساتھ تھیں اور اس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے پھر بھی بہت سے اعراب پر جانا بار ہوا اور وہ کام کا حیلہ کر کے رہ گئے اور ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور قوم ہیں مسلمان ان سے بچ کر نہ آئیں گے، سب وہیں ہلاک ہو جائیں گے اور اب جب کہ مدد الٰہی سے معاملہ ان کے خیال کے بالکل خلاف ہوا تو انہیں اپنے نہ جانے پر افسوس ہوگا اور معذرت کریں گے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۲۰)

عذر بیان کرنیوالوں کو جواب:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اھلیھم ابدا وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے (الفتح: ۱۲)﴾۔ اس آیت میں درج باتیں اہم ہیں: (۱)......گمان کرنے والے منافق تھے لیکن انہیں ان کے معیار کے مطابق اللہ ﷻ نے نزول قرآن کے ذریعے جواب دیا۔ (۲)......شیطان نے ان کے دلوں میں شبہ ڈال دیا۔ (۳)......منافقین کا یہ گمان تھا کہ یا تو اللہ ﷻ اپنے وعدے کے خلاف کرے گا یا رسول اللہ ﷺ اپنے دعوے میں جھوٹے ثابت ہونگے کیونکہ قریش جیسی طاقتور قوم سے مقابلہ ناممکن ہے، چونکہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ محمد ﷺ جنت کے ارادے سے جارہے ہیں جب کہ معاملہ کچھ اور ہی تھا۔

ظن کی تعریف:

۳......وہ اعتقاد راجح (یعنی قابل ترجیح پختہ خیال) جو نقص کے احتمال کے ساتھ پایا جائے اور ظن کا استعمال یقین اور شک

کے معنی میں بھی کیا جاتا ہے۔(التعریفات ، ص ۱۴۷) بدگمانی کے حرام ہونے کی دو صورتیں ہیں چنانچہ ایک صورت یہ ہے کہ گمان وہ حرام ہے جس پر گمان کرنے والا مصر ہو اور اسے اپنے دل پر جمالے نہ کہ وہ گمان جو دل میں آئے اور قرار نہ پکڑے۔

(عمدۃ القاری، کتاب النکاح ،باب لایخطب علی خطبۃ،رقم:۵۱۴۴، ج۱۴، ص۹۶)

دوسری صورت یہ ہے کہ شک یا وہم کی بناء پر مومنین سے بدگمانی اس صورت میں حرام ہے جب کہ اس کا اثر اعضاء پر ظاہر ہو یعنی اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے ، مثلاً اس بدگمانی کو زبان سے بیان کردیا جائے۔ (الحدیقۃ الندیۃ، ج۲، ص۱۳ ،ملخصاً)

منافقین کا خیبر میں شرکت کرنے پر اصرار کی وجہ:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلم اللہ اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں (الفتح:۱۵)﴾۔اس آیت میں یہ بیان کردیا گیا کہ مال غنیمت صرف اُنہی کے لئے ہے جو حدیبیہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔اس آیت میں خیبر کا مال غنیمت مراد ہے جو کہ سن ۷ھ میں فتح ہوا۔یہ مال غنیمت وہی حاصل کرسکتا ہے جو عمرے کے لئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تھا اور جنہوں نے اُس وقت اپنے مال واسباب کی حفاظت کا بہانہ بنایا تھا، آج کیونکر مال واسباب کو چھوڑ کر خیبر کی جانب جانے کو تیار ہے؟ معلوم ہوا کہ ایسا کرنے میں فقط ان کی مال سے رغبت نظر آرہی ہے۔امام رازی اس مقام پر دو وجوہات بیان کرتے ہیں:(۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿یریدون ان یبدلوا کلم اللہ وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں﴾یعنی اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وحی کو مخفی رکھا تھا کہ خیبر کا مال صرف اُنہی لوگوں کے لئے ہے جو حدیبیہ میں ساتھ تھے، مال کی محبت میں منافقین نے چاہا کہ اللہ عزوجل کے کلام کو بدل دیں گے اور وحی الٰہی عزوجل کو جھوٹا ثابت کریں گے۔(۲)......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿فقل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا تو تم فرماؤ کہ تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو (التوبۃ:۸۳)﴾۔لیکن اس آیت پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور غزوۂ تبوک فتح مکہ اور فتح خیبر کے بعد ہوا ہے۔مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ جب مسلمان حدیبیہ سے واپس ہوئے ہیں تو اللہ عزوجل نے اُن سے حدیبیہ کے بدلے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور منافقین خیبر میں شریک ہوکر مال غنیمت حاصل کر کے اللہ عزوجل کے کلام کو بدلنا چاہتے تھے اور اس آیت میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ (الرازی ،ج۱۰،ص۷۶)

سخت جنگجو قوم سے مراد اھل روم یا فارس یا کچھ اور:

۵......سخت جنگجو قوم کون سی تھی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:(۱)......ابن عباس اور مجاہد کے مطابق اہل فارس تھے۔(۲)......کعب کے قول کے مطابق رومی تھے۔(۳)......حسن کے قول کے مطابق اہل روم وفارس دونوں ہی مراد ہیں۔(۴)......سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ہوازن وثقیف ہیں۔(۵)......قتادہ کے مطابق ہوازن وغطفان مراد ہیں، جو یوم حنین کے اعتبار سے جنگجو سمجھے جاتے تھے۔(۶)......زہری اور ایک بڑی جماعت کے مطابق بنو حنیفہ یعنی اہل یمامہ، اصحاب مسیلمہ کذاب تھے۔(۷)......رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو پڑھتے تھے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ پھر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو حنیفہ سے قتال کے لئے پکارا تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس آیت سے یہ لوگ مراد ہیں۔(۸)......ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فارس سے جنگ کے لئے ابھارا۔ (الخازن ،ج۴، ص۱۵۸)

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادئ فکر کے خلاف ہے؟

٦......مرتد واجب القتل ہے، لیکن اس کے کچھ اصول وقوانین ہیں چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں جو شخص معاذ اللہ عزوجل مرتد ہو گیا تو مستحب ہے کہ حاکم اسلام اس پر اسلام پیش کرے اور اگر وہ کچھ شبہ بیان کرے تو اس کا جواب دے اور اگر مہلت مانگے تو تین دن قید میں رکھے اور ہر روز اسلام کی تلقین کرے۔ یونہی اگر اس نے مہلت نہ مانگی مگر امید ہے کہ اسلام قبول کرلے گا جب بھی تین دن قید میں رکھا جائے پھر اگر مسلمان ہو جائے فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے بغیر اسلام پیش کئے اسے قتل کر ڈالنا مکروہ ہے۔ مرتد کو قید کرنا اور اسلام قبول نہ کرنے پر قتل کر ڈالنا بادشاہ اسلام کا کام ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اس سے تعرض نہ کیا گیا تو ملک میں طرح طرح کے فساد پیدا ہونگے اور فتنہ کا دروازہ روز بروز ترقی پذیر ہوگا جس کی وجہ سے امن عامہ میں خلل پڑیگا لہذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مقتضائے حکمت تھا۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب:المرتد، ج٦، ص٣٥٩ وغیره)

اب چونکہ حکومت اسلام ہندوستان میں باقی نہیں کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا، ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے، آئے دن مسلمانوں میں فساد پیدا ہوتا ہے، نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں، ان تمام خرابیوں کا باعث یہی نیا مذہب ہے ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لئے قرآن وحدیث میں ارشاد ہوئی اگر مسلمان اس پر عمل پیرا ہوں تو تمام قصوں سے نجات پائیں، دنیا وآخرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، شادی بیاہ، غرض کہ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں، گویا سمجھیں کہ اب وہ رہا ہی نہیں۔ (بهار شریعت مخرجه، مرتد کا بیان، حصه:نهم، ج٢، ص٤٥٧)

یہ حال وہ ہے جو ہندوستان میں مولانا امجد علی اعظمی نے دیکھا، حضرت کی وفات ١٣٦٧ھ میں ہوئی اور آج ١٤٣٥ھ کا ماہ صفر المظفر جاری وساری ہے۔ تقریباً ٧٠ سال کا عرصہ آپ کی وفات کو ہو چکا ہے۔ زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے، بلکہ یوں کہیں تو بہتر ہوگا کہ آج بے حیائی اور دین کے معاملے میں بے باکی عروج پر ہے۔ عالم دین کی حیثیت کچھ خاص نہیں ہوتی صرف وہی باعزت سمجھا جاتا ہے جو دنیاوی اعتبار سے منصب وعہدے کا حامل ہے اور بس، چاہے وہ منصب وعہدہ دین اسلام کے زریں اصولوں کو پامال کرنے والا ہو۔ قرآن وسنت کے احکام ایک جانب، ترقی کے میدان میں وہی صفِ اول میں نظر آتا ہے جو بے باکی سے جائز ناجائز ہر طریقے سے مال حاصل کرکے مالدار ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال:

٧......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فان تطیعوا یوتکم الله اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما﴾ پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا (الفتح:١٦)۔ اس آیت سے مفسرین کرام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا مسئلہ ثابت کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم وفارس سے جنگ کے لئے لوگوں کو حکم دیا۔ اور اس آیت میں ان دونوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت پر دلیل ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کی طاعت پر جنت کا وعدہ اور نافرمانی پر عذاب نار کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ (الخازن، ج٤، ص١٥٩، الرازی، ج١٠، ص٧٦، المظهری، ج٦، ص٣٧٢، حاشیة الشهاب، ج٨، ص٥٢٦)

اغراض:

حول المدینة: ﴿الاعراب﴾ سے حال ہے یا "لهم" کی صفت۔ فهم کاذبون فی اعتذارهم: مراد استغفار طلب کرنا ہے۔

لـلانتـقـال من غـرض الى آخـر: یعنی ان کے پیچھے رہ جانے اور باطل عذر پیش کر کے عُذر بنانے کو بیان کر دیجئے، معنی یہ ہے کہ ان کے باطل عذر اور جھٹلانے کو رد فرما دیجئے، الختصر۔ نـارا شـديـدة: مراد جہنم کے تمام طبقات ہیں، نہ فقط یہی ایک طبقہ جس کا ذکر ﴿سعیرا﴾ کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔

هى مغانم خيبر: جب سید عالم ﷺ حدیبیہ سے صلح کے بعد بغیر قتال کے لوٹے، اور انہیں کوئی غنیمت میسر نہ آئی تو اللہ نے اُن سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا اور اُن کے لئے خیبر کی غنیمت کا بھی جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے جو کہ اہل مکہ سے غنائم کی عوض بنے گی، اور خیبر میں غنیمت کی تقسیم پر جبار بن صغر انصاری قبیلہ بنی سلمہ سے، زید بن ثابت قبیلہ بنی نجار سے، اس امر پر متعین کئے گئے تھے اور سید عالم ﷺ نے فراخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور جو نہ ہوئے سب کو غنیمت دینے کا حکم صادر فرمایا۔

قیل هم بنو حنيفة: مراد مسیلمہ کذاب کی جماعت ہے، اور سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد حضرت ابو بکر نے اُن سے قتال فرمایا۔

اصحاب اليمامة: یہ یمن کے شہر کا نام ہے، جو کہ ایک عورت کے نام پر موسوم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اُس عورت کا نام زرقاء تھا، وہ عورت تین دن کی مسافت پر سواری کو دیکھ لیتی تھی۔

وقيـل فـارس والـروم: یا مراد فارس و روم کے علاقے ہیں جن کی طرف داعی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، ایک قول یہ کیا گیا ہے مراد ہوازن اور غطفان کے علاقے ہیں اور حنین کے دن داعی آقائے دو جہاں ﷺ تھے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ پیچھے رہ جانے والوں کو جہاد میں جانے کا حکم ہرگز نہ دیں اور دلیل یہ آیت ہے: ﴿فقل لن تخرجوا معی ابدا ولـن تـقـاتلوا معی عدوا (التوبة:۸۳)﴾، تو پھر حنین والے قول کو بعید ماننا پڑے گا جس کے داعی سید عالم ﷺ تھے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس میں کوئی بُعد نہیں ہے، جب کہ یہ فرمان: ﴿لن تخرجوا معی ابدا﴾ فتح مکہ کے بعد تبوک میں نازل ہوا ہے، پس اس صورت میں تینوں اقوال درست ہیں۔ فی ترک الجهاد: یعنی جہاد سے رہ جانے میں، کیونکہ یہ ظاہری اعذار ہیں، کیونکہ اندھے شخص کے لئے جہاد سے فرار ہونا اور جم کر لڑنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح لنگڑے شخص اور مریض کا معاملہ ہے اور اسی میں فقر بھی شامل ہے کہ اگر جہاد میں مشغول ہو گیا تو اہل خانہ کی حق تلفی ہوگی۔ (الصاوی، ج۵، ص ۳۰۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿لقد رضی الله عن المؤمنين اذ يبايعونک﴾ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ﴿تحت الشجرة﴾ هِيَ سَمُرَةٌ وَهُمْ اَلْفٌ وَثَلاثُ مِائَةٍ اَوْ اَكْثَرَ ثُمَّ بَايَعَهُمْ عَلٰى اَنْ يَنَاجِزُوْا قُرَيْشًا وَاَنْ لا يَفِرُّوْا عَلَى الْمَوْتِ ﴿فعلم﴾ اللّٰهُ ﴿ما فى قلوبهم﴾ مِنَ الْوَفَاءِ وَالصِّدْقِ ﴿فانزل السكينة عليهم واثابهم فتحا قريبا (۱۸)﴾ هُوَ فَتْحُ خَيْبَرَ بَعْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ ﴿ومغانم كثيرة يأخذونها﴾ مِنْ خَيْبَرَ ﴿وكان الله عزيزا حكيما (۱۹)﴾ اَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ ﴿وعدكم الله مغانم كثيرة تأخذونها﴾ مِنَ الْفُتُوْحَاتِ ﴿فعجل لكم هذه﴾ غَنِيْمَةَ خَيْبَرَ ﴿وكف ايدى الناس عنكم﴾ فِي عِيَالِكُمْ لَمَّا خَرَجْتُمْ وَهَمَّتْ بِهِمُ الْيَهُوْدُ فَقَذَفَ اللّٰهُ فِي قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ ﴿ولتكون﴾ اَيِ الْمُعَجَّلَةَ عَطْفٌ عَلٰى مُقَدَّرٍ اَيْ لِتَشْكُرُوْهُ ﴿اية للمؤمنين﴾ فِي نَصْرِهِمْ ﴿ويهديكم صراط مستقيما (۲۰)﴾ اَيْ طَرِيْقَ التَّوَكُّلِ عَلَيْهِ وَتَفْوِيْضِ الْاَمْرِ اِلَيْهِ تَعَالٰى ﴿واخرى﴾ صِفَةُ مَغَانِمَ مُقَدَّرٍ مُبْتَدَأٌ ﴿لم تقدروا عليها﴾ هِيَ مِنْ فَارِسَ وَالرُّوْمِ ﴿قد احاط الله

بھا﴾عَلِمَ اَنَّھَا سَتَكُوْنَ لَكُمْ﴿وكان الله على كل شیء قدیرا (۲۱)﴾اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ﴿ولو قاتلکم الذین کفروا﴾بِالْحُدَیْبِیَّةِ﴿لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا﴾یَحْرُسُهُمْ ﴿ولا نصیرا (۲۲)سنة الله﴾مَصْدَرٌ مُؤَكَّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ مِنْ هَزِیْمَةِ الْكَافِرِیْنَ وَنَصْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیْ سَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ سُنَّةً﴿التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا (۲۳)وهو الذی كف ایدیهم عنكم وایدیكم عنهم ببطن مكة﴾بِالْحُدَیْبِیَّةِ﴿من بعد ان اظفركم علیهم﴾فَاِنَّ ثَمَانِیْنَ مِنْهُمْ طَافُوْا بِعَسْكَرِكُمْ لِیَصِیْبُوْا مِنْكُمْ فَاُخِذُوْا وَاُتِیَ بِهِمْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَفَا عَنْهُمْ وَخَلّٰی سَبِیْلَهُمْ فَكَانَ ذٰلِكَ سَبَبُ الصُّلْحِ﴿وكان الله بما تعملون بصیرا (۲۴)﴾بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ﴿هم الذین كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام﴾اَیْ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلَیْهِ ﴿والهدی﴾مَعْطُوْفٌ عَلٰی كُمْ﴿معكوفا﴾مَحْبُوْسًا حَالٌ﴿ان یبلغ محله﴾اَیْ مَكَانَهُ الَّذِیْ یُنْحَرُ فِیْهِ عَادَةً هُوَ الْحَرَمُ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ﴿ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنت﴾مَوْجُوْدُوْنَ بِمَكَّةَ مَعَ الْكُفَّارِ﴿لم تعلموهم﴾بِصِفَةِ الْاِیْمَانِ﴿ان تطئوهم﴾اَیْ تَقْتُلُوْهُمْ مَعَ الْكُفَّارِ لَوْ اُذِنَ لَكُمْ فِی الْفَتْحِ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِنْ هُمْ﴿فتصیبكم منهم معرة﴾اَیْ اِثْمٌ﴿بغیر علم﴾مِنْكُمْ بِهِ وَضَمَائِرِ الْغَیْبَةِ لِلصِّنْفَیْنِ بِتَغْلِیْبِ الذُّكُوْرِ وَجَوَابُ لَوْلَا مَحْذُوْفٌ اَیْ لَاُذِنَ لَكُمْ فِی الْفَتْحِ لٰكِنْ لَمْ یُؤْذَنْ فِیْهِ حِیْنَئِذٍ﴿ لیدخل الله فی رحمته من یشاء﴾كَالْمُؤْمِنِیْنَ الْمَذْكُوْرِیْنَ﴿لو تزیلوا﴾تَمَیَّزُوْا عَنِ الْكُفَّارِ﴿لعذبنا الذین كفروا منهم﴾مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ حِیْنَئِذٍ بِاَنْ نَاْذَنَ لَكُمْ فِی فَتْحِهَا﴿عذابا الیما (۲۵)﴾مُؤْلِمًا﴿اذ جعل﴾مُتَعَلِّقٌ بِعَذَابِنَا﴿الذین كفروا﴾فَاعِلٌ﴿فی قلوبهم الحمیة﴾الْاَنَفَةَ مِنَ الشَّیْءِ﴿حمیة الجاهلیة﴾بَدَلٌ مِنَ الْحَمِیَّةِ وَهِیَ صَدُّهُمُ النَّبِیَّ ﷺ وَاَصْحَابَهُ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴿فانزل الله سكینته علی رسوله وعلی المؤمنین﴾فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰی اَنْ یَعُوْدُوْا مِنْ قَابِلٍ وَلَمْ یَلْحَقْهُمْ مِنَ الْحَمِیَّةِ مَا لَحِقَ الْكُفَّارَ حَتّٰی یُقَاتِلُوْهُمْ﴿والزمهم﴾اَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿ كلمة التقوی﴾لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاُضِیْفَ اِلَی التَّقْوٰی لِاَنَّهَا سَبَبُهَا﴿وكانوا احق بها﴾بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْكُفَّارِ﴿واهلها﴾عَطْفٌ تَفْسِیْرِیٌّ﴿وكان الله بكل شیء علیما (۲۶)﴾اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ وَمِنْ مَعْلُوْمِهٖ تَعَالٰی اَنَّهُمْ اَهْلُهَا.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ (مقام حدیبیہ میں) اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے (یہ ببول کا درخت تھا ان بیعت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو یا اس سے بھی زیادہ تھی، ان حضرات نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ قریش سے جنگ کریں گے اور موت سے راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے......۱......) تو اس سے (یعنی اللہ ﷻ نے) جو ان کے دلوں میں ہے (یعنی سچائی اور بیعت پوری کرنے کا جذبہ) تو ان پر اطمینان اتارا......۲......اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا (حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد، "فتحا قریبا" سے مراد یہاں فتح خیبر ہے) اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں (مقام خیبر سے) اور اللہ عزت و حکمت والا ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے ان

اوصاف سے متصف ہے) اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگے (ان فتوحات کے ذریعے سے) تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی (یعنی خیبر کی غنیمتیں ......۳......) اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (تمہاری عیال کے بارے میں جب تم وہاں سے نکلے اور تمہارے جانے کے بعد یہودیوں نے انہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلیا تھا پھر اللہ ﷻ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ......۴......) اور اس لیے کہ وہ ہو (یعنی وہ جلد ملنے والی غنیمت، اس کا عطف جملہ مقدر لتشکروا پر ہے) ایمان والوں کے لیے نشانی (مسلمانوں کی مدد و نصرت کے بارے میں) اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے (اللہ ﷻ پر توکل کرنے اور اپنے معاملات اللہ ﷻ کی طرف سپرد کرنے کی راہ) اور ایک اور (''اخری'' مغانم مقدر کی صفت بن رہا ہے، یہ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا ہے) جو تمہارے بس کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے (اس سے مراد فارس اور روم کے اموال غنیمت ہیں) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے اس صفت سے متصف ہے) اور اگر کافر تم سے لڑیں (مقام حدیبیہ میں) تو ضرور تمہارے مقابلے سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر وہ کوئی ولی نہ پائیں گے (جو ان کی حفاظت کرے) اور نہ مددگار اللہ کا دستور (''سنة الله'' ماقبل جملہ کے مضمون کو موکد کرنے کے لیے ہے وہ مضمون کفار کا شکست کھانا اور مسلمانوں کا مدد کیا جانا ہے، عبارت مقدر یہ ہے ''سن الله فی ذلک سنة یعنی اس بارے میں اللہ کا دستور یہی ہے'') کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے (''تحویلا'' کے بعد منه محذوف ہے) اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ (یعنی حدیبیہ) میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا (کہ ان میں کے اسّی افراد تمہارے لشکر کے گرد چکر کاٹ رہے تھے تاکہ کچھ نقصان پہنچائیں ان سب کو پکڑ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا گیا، حضور ﷺ نے درگزر سے کام لیا اور ان سب کو رہا فرمادیا اور یہی عمل صلح کا سبب ہوا) اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے اس صفت سے متصف ہے ''یعلمون'' علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) یہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا (یعنی اس تک پہنچنے سے) اور قربانی کے جانور (''الهدی'' ماقبل کم ضمیر پر معطوف ہے) رکے پڑے (معکوفا بمعنی محبوسا حال ہے) اپنی جگہ پہنچنے سے (یعنی اس مقام تک پہنچنے سے جس میں انہیں عادۃً ذبح کیا جاتا ہے یعنی حرم میں، یہ بدل اشتمال بن رہا ہے) اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں (کفار کے ساتھ جو مکہ میں موجود نہ ہوتے) جن کی تمہیں خبر نہیں (یعنی جن کے ایمان لانے کی) کہیں تم انہیں روند ڈالو (یعنی انہیں کفار کے ساتھ قتل کر ڈالو، اگر سورۂ فتح میں تمہیں جہاد کرنے کا اذن مل جاتا، یہ جملہ هم ضمیر سے بدل اشتمال ہے) تو تمہیں ان کی طرف سے کوئی گناہ پہنچے (معرة بمعنی اثم ہے......۵......) بغیر علم کے (یعنی تمہیں اس کا علم نہ ہوا اور غائب کی ضمیریں دونوں اصناف یعنی مرد و عورت کے لیے مذکر ضمیر کو ذکر کرنا مردوں کو غلبہ دینے کے اعتبار سے ہے اور ''لولا'' کا جواب شرط ''لاذن لکم فی الفتح'' محذوف ہے لیکن تمہیں اس وقت جہاد کرنے کا حکم نہیں دیا گیا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے (جیسا کہ مذکورہ مومنین) اگر وہ جدا ہو جاتے (کفار سے تزیلوا بمعنی تمیزوا ہے) تو ضرور ہم ان میں کے (یعنی اہل مکہ کے) کافروں کو دردناک عذاب دیتے (الیماً بمعنی مولماً ہے) جب کہ رکھی (''اذجعل'' عذبنا سے متعلق ہے) کافروں نے اپنے دلوں میں آڑ یعنی ضد (''الحمیة'' کسی شے سے تکبر کرنے کے معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضور ﷺ کے اصحاب کو مسجد حرام سے روکا) تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا (کہ انہوں نے کفار سے سال آئندہ آنے پر صلح کی اور انہیں وہ ضد لاحق نہ ہوئی جو کفار کو ہوئی تھی کہ مسلمان کفار سے جنگ کر بیٹھتے اور ان پر لازم فرمایا (یعنی مومنین پر) پرہیزگاری کا کلمہ (کلمة التقوی سے مراد لا اله الا الله ہے، اسکو التقوی کی طرف اس لیے مضاف کیا گیا ہے کہ یہ پرہیزگاری کا سبب ہے......۶......) اور وہ اس کے (یعنی کلمہ تقوی کے) زیادہ سزاوار

تھے (کفار کے مقابلے میں) اور اس کے اہل تھے (''اھلھا'' عطف تفسیری ہے) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ﴾

لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، رضی اللہ عن المومنین: فعل وفاعل وظرف لغو، اذ: مضاف، یبایعونک: فعل بافاعل ومفعول، تحت الشجرۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا﴾

ف: عاطفہ، علم: فعل بافاعل، ما فی قلوبھم: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انزل السکینۃ: فعل بافاعل ومفعول، علیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اثابھم: فعل بافاعل ومفعول، فتحا قریبا: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و: عاطفہ، مغانم: موصوف، کثیرۃ: صفت اول، یاخذونھا: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان اللہ عزیزا حکیما وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ﴾

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، عزیزا حکیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ، وعدکم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، مغانم: موصوف، کثیرۃ: صفت اول، تاخذونھا: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، عجل لکم: فعل وظرف لغو، ھذہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکف ایدی الناس عنکم ولتکون ایۃ للمومنین ویھدیکم صراطا مستقیما﴾

و: عاطفہ، کف: فعل بافاعل، ایدی الناس: مفعول، عنکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام: جار، تکون: فعل ناقص بااسم، ایۃ: موصوف، للمومنین: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یھدیکم: فعل بافاعل ومفعول، صراطا مستقیما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر ہے فعل محذوف ''تشکروا'' کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واخری لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا﴾

و: عاطفہ، اخری: موصوف، لم تقدروا علیھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا، قد: تحقیقیہ، احاط اللہ بھا: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص بااسم، علی کل شیء: ظرف مقدم، قدیرا: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا﴾

و: مستانفہ، لو: شرطیہ، قاتلکم: فعل ومفعول، الذین کفروا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، ولوا: فعل بافاعل، الادبار: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، ثم: عاطفہ، لا یجدون: فعل نفی بافاعل، ولیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نصیرا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا﴾

سنۃ اللہ: موصوف، التی: موصول، قد خلت من قبل: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر فعل محذوف ''سن اللہ غلبۃ انبیائہ'' کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لن تجد: فعل نفی بافاعل، لسنۃ اللہ: ظرف لغو، تبدیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وهوالذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم﴾

و: مستانفہ، ھو :مبتدا، الذی: موصول، کف :فعل با فاعل، ایدیھم :معطوف علیہ، و :عاطفہ، ایدیکم :معطوف، ملکر مفعول، عنکم: جار مجرور معطوف علیہ، و :عاطفہ، عنھم :جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ببطن مکة :ظرف لغو، من: جار، بعد :مضاف، ان اظفرکم علیھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثالث، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وکان الله بما تعملون بصیرا هم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والهدی معکوفا ان یبلغ محله﴾

و: عاطفہ، کان الله :فعل ناقص واسم، بما تعملون بصیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ھم :مبتدا، الذین: موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و :عاطفہ، صدوکم عن المسجد الحرام :فعل با فاعل، و :بمعنی "مع" مضاف، الھدی :مضاف الیہ ملکر مفعول، معکوفا :اسم مفعول با نائب الفاعل، ان یبلغ محله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "من" جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولولا رجال مومنون ونساء مومنت لم تعلموهم ان تطئوهم﴾

و: عاطفہ، لولا :حرف شرط، رجال مومنون: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و :عاطفہ، نساء مومنت :مرکب توصیفی معطوف، ملکر موصوف، لم تعلموھم: فعل نفی با فاعل، ھم: ضمیر مبدل منہ، ان تطئوھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل اشتمال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط جواب لولا محذوف جس پر مابعد "لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما" دلالت کررہا ہے۔

﴿فتصیبکم منهم معرة بغیر علم لیدخل الله فی رحمته من یشاء﴾

ف :سببیہ، تصیبکم :فعل ومفعول، منھم :ظرف لغو، معرة :موصوف، بغیر علم :ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، لام: جار، یدخل الله :فعل وفاعل، فی رحمته: ظرف لغو، من یشاء :موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو فعل محذوف "کان استقام التسلیط علی اھل مکة وانتفاء العذاب، لیدخل الله......الخ" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذابا الیما اذ جعل الذین کفروا فی قلوبهم الحمیة حمیة الجاهلیة﴾

لو: شرطیہ، تزیلوا: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، عذبنا: فعل با فاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذو الحال، منھم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، عذابا الیما: مرکب توصیفی مفعول مطلق، اذ: مضاف، جعل: فعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر فاعل، فی قلوبھم: ظرف لغو، الحمیة: مبدل منہ، حمیة الجاھلیة: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فانزل الله سکینته علی رسوله وعلی المومنین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فھم المسلمون ان یخالفوا کلام رسول الله ﷺ فی الصلح ودخلوا من ذلک فی امر موبق او یساور قلوبھم الشک" انزل الله: فعل وفاعل، سکینته: مفعول، علی رسوله: جار مجرور معطوف علیہ، و :عاطفہ، علی المومنین: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والزمهم كلمة التقوى وكانوا احق بها واهلها وكان الله بكل شیء علیما﴾
و:عاطفہ،الزمهم:فعل بافاعل ومفعول، كلمة التقوى:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ، کانوا:فعل ناقص بااسم،احق بها:شبہ جملہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،اهلها:معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،کان الله:فعل ناقص واسم،بکل شیء علیما:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وهو الذی کف ایدیهم ......☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ میں سے اسی ہتھیار بند جوان جبل تنعیم سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اترے مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا اور چھوڑ دیا۔

☆......هم الذین کفروا وصدوکم ......☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ معظمہ میں باامن داخل ہوئے اور اصحاب کے سر کے بال منڈائے بعض نے ترشوائے یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب سے بیان کیا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے جب مسلمان حدیبیہ سے بعد صلح کے واپس ہوئے اور اسی سال مکہ مکرمہ میں داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے تمسخر کیا طعن کئے اور کہا کہ وہ خواب کیا ہوا اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال بڑی شان وشوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عندالشرع بیعت کن سے کی جاسکتی ہے؟

۱......ماقبل ہم نے صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موضوع پر کلام کرلیا ہے، بیعت رضوان کے کیا محرکات بنے اس کا بیان بھی اس سورت کے پہلے رکوع کے تحت ہو چکا۔ یہاں ہم نے الگ عنوان قائم کیا ہے تا کہ اس بات کا بھی بیان ہو جائے کہ عندالشرع کن لوگوں کی بیعت ہوسکتی ہے؟ موجودہ دور میں جعلی پیروں کا رواج عام ہوتا جارہا ہے اور مسلمانوں کی لاعلمی اور دین سے دوری کے باعث بعض شریر قسم کے لوگ بیعت،تعویز گنڈے اور غلط عملیات کے نام پر بھولے بھالے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔فاضل بریلوی نے اس موقع پر بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ذیل میں بیعت کی شرائط اور آداب بیعت کا بیان کریں گے۔
بیعت کی چار شرائط ہیں:(۱)......سنی صحیح العقیدہ ہو،(۲)......علم دین رکھتا ہو،(۳)......فاسق معلن نہ ہو،(۴)......اس کا سلسلہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ (الفتاوی الرضویة مخرجه، ج۲۱،ص ۶۰۳)

سکینة کا معنی:

۲......شیخ ابوالحسن الجرجانی فرماتے ہیں: کسی پوشیدہ بات کے نزول کی وجہ سے دل میں اطمینان کا پایا جانا،سکینہ دل کے نور کو کہتے ہیں جس سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یہ عین الیقین کے مبادیات میں سے ہوتا ہے۔ (التعریفات، ص ۱۲۳)

مفسرین کے نزدیک خیبر کے غنائم کا تقسیم ہونا:

۳......جن حضرات نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت کی تھی،اللہ عزوجل نے ان کا اکرام فرمایا،

انہیں اپنی رضامندی عطا فرمائی، ان پر سکینہ (اطمینان) نازل فرمایا، اور فتح کی نوید بھی سنا دی، ساتھ ہی ساتھ خیبر کی غنیموں کا حقدار بنا دیا، اور خیبر کے یہودیوں کا مال خاص بیعت رضوان کرنے والوں کے لئے تھی۔ (الطبری، الجزء:۲۶،ص۱۰۳)

علامہ خازن فرماتے ہیں: خیبر کے مال میں کھیتیں، غیر منقولہ جائیدادیں اور دیگر اموال شامل تھے، پس سید عالم ﷺ نے ان اموال کو (بیعت رضوان میں) شریک لوگوں میں تقسیم فرمادیا۔ (الخازن، ج٤،ص ١٦١، روح البیان، ج۹،ص۴۳)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم کھجوروں سے سیر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ہم کھجووروں سے کبھی سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ خیبر فتح ہوا۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی نے کہا کہ خیبر ایک قطعہ زمین کا نام ہے جو قلعوں، کھیتیوں اور کھجوروں کے باغات پر مشتمل ہے جو کہ حدیبیہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے اور شامی حاجیوں کے راستے کی بائیں سمت واقع ہے۔ (المظہری، ج٦،ص۳۷۳)

حدیث کی روشنی میں کس طرح اللہ نے کفار کو مسلمانوں پر حملے سے روکا:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿وهو الذی کف ایدیهم عنکم وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے (الفتح: ٢٤)﴾۔

☆......حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ کے ۸۰ مسلح افراد تنعیم کے پہاڑ سے سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب کی جانب اترے، وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب پر حملہ کرنا چاہتے تھے، ہم نے ان کو پکڑ لیا، پھر صلح کر کے ان کو چھوڑ دیا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب و هو الذی کف ایدیهم، رقم:(۲.۷٥٤)۱۸۰۸،ص۹۲۰)

معرة کے معانی کا آیت سے ربط:

۵......مفسر جلال نے معرة بمعنی اثم لیا ہے، جب کہ اس کے معنی عیب لگانا بھی لیا جاتا ہے۔ دونوں ہی معنی مناسب ہیں کیونکہ کسی پر عیب لگانا یقیناً گناہ ہی ہے۔ تاہم یہاں مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے سے منع کیا کیونکہ اگر مسلمان ایسا کرتے تو ہوسکتا ہے اس جنگ میں مکہ مکرمہ میں رہنے والے مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آکر شہید ہوتے، کیونکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں بعض ایسے مسلمان بھی رہتے تھے جو ہجرت نہ کر پائے اور ان کا ہجرت نہ کرنا انکی کمزوری اور ناتوانی تھی، لہذا مسلمانوں کو ان مرد و عورت کی وجہ سے جنگ کرنے سے روک دیا گیا اگرچہ کافروں کا ظلم بہت تھا کہ انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک دیا اور عمرے پر جانے کے لئے اجازت نہ دی۔ بعض مفسرین نے ان کمزور مسلمانوں کے نام بھی بیان کئے ہیں جن میں سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور ابو جندل بن سہیل وغیرہ شامل ہیں۔

مفسرین کے نزدیک کلمة التقوی سے مراد کون کونسے کلمات ہے؟

٦......مفسرین کرام کی اس بارے میں مختلف رائے ہے، چنانچہ جو اقوال مفسرین نے نقل کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

علامہ علاؤ الدین بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: (١)......ابن عباس کے مطابق کلمة التقوی سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہو ہے، اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔ (٢)......حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ هو وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ہے۔ (٣)......عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ (٤)......زہری کہتے ہیں کہ مراد بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ (الخازن، ج٤،ص ١٧١)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی لکھتے ہیں: مراد کلمہ شہادت یا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے جسے سید عالم ﷺ نے لوگوں کے لئے منتخب فرمایا، عہد کو پورا کرنا، کلمہ کی اضافت تقوی کی جانب اس لئے کی گئی ہے کیونکہ یہی اس کا سبب ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ کلمہ سے مراد عالم ارواح میں اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار اور اس پر ثابت قدم رہنا ہے۔ (حاشیۃ الشہاب، ج۸،ص ۵۳۷)

اغراض:

ھی سمرۃ: میم کے ضمہ کے ساتھ، مراد درخت کے نیچے بیعت کرنا ہے اور بادام کا درخت مراد ہے جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ان ینا جزوا قریشا: بمعنی یقاتلوھم (مراد اُن سے قتال کرنا) ہے۔بعد انصرافھم من الحدیبیۃ: ماہ ذی الحجہ الحرام میں، پس سید عالم ﷺ نے یہ ماہ اور چند دن ماہ محرم الحرام کے مدینہ میں بسر فرمائے پھر خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور بقیہ محرم الحرام کے دن وہیں گزارے اور وہ سال ۷ ہجری کا تھا۔

من الفتوحات: خیبر کے علاوہ دیگر فتوحات مراد ہیں جو کہ پہلے ہوئیں یعنی فتح مکہ، ہوازن اور کسری اور روم کے شہروں کی فتوحات۔

فی عیالکم: بمعنی عن عیالکم ہے، اور جار مجرور بدل ہیں اللہ کے فرمان: ﴿عنکم﴾ سے، اور مراد ''بالناس'' یعنی خیبر والے اور ان کے حلیف بنی اسد و غطفان ہیں۔ھی فارس والروم: اور باقی اقطار مراد ہیں جن پر مقابلے کی اللہ نے قدرت عطا فرمائی۔

وھمت بھم الیھود: یعنی خیبر کے یہودی، انہوں نے سید عالم ﷺ کے عیال اور اصحاب کی آقائے دو جہاں ﷺ کی عدم موجودگی میں پکڑنا چاہا جب کہ سید عالم ﷺ حدیبیہ میں موجود تھے اور یہی سبب خیبر کے معرکے کا بنا۔ای لم یزل متصفا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿کان﴾ استمراری ہے۔من ھزیمۃ الکافرین: میں ''من'' بیانیہ ہے۔

بالحدیبیۃ: ﴿ببطن مکۃ﴾ کا بیان اس جملے سے کیا گیا ہے، اور مراد حرم مکہ ہے اور بلا اختلاف حدیبیہ کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔

محبوسا: یعنی کسی جان کو مسجد کی خدمت سے روکنا مراد ہے اور ایک مشہور قول مسجد کے اعتکاف سے روکنا بھی مراد لیا گیا ہے۔

ای مکانہ: یعنی خاص حرم مراد لینا ہے تو منی حج والوں کے لئے اور مروہ عمرے والوں کے لیے ورنہ تو پورا حرم ہی قربانی کے لئے ہے۔

موجودون: سے مراد مبتداء کی خبر ہے۔بدل اشتمال من ھم: معنی یہ ہے کہ تم اُن سے قتال کرنا نہ جانتے تھے، اور یہ بھی درست ہے کہ ''ھم'' کے بجائے ''رجال و نساء'' سے بدل ہو۔

کالمومنین المذکورین: یا ''کالمشرکین'' مراد ہے، وہ لوگ جنہیں اہل مکہ نے اسلام کی دعوت دی، چہ جائے کہ کم ہوں یا زیادہ۔

تمیزوا: یعنی اگر مومنین کافروں سے الگ ہو جاتے، جدا ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ کمزور مسلمان کافروں کے ساتھ خلط ملط رہے، اور مشرکین کی اصول مسلمین کی فروع کے ساتھ رہیں جیسا کہ کافروں کی وہ ذریت جن کے اسلام لانے کو اللہ جانتا تھا، پس انہیں عذاب نہ پہنچا۔علی ان یعودوا من قابل: فراء کہتے ہیں کہ تین شرائط پر صلح ہوئی: (۱)......مشرکین میں سے کوئی مسلمان آئے گا تو اُسے لوٹا دیا جائے گا، (۲)......مسلمانوں میں سے کوئی کافروں کی طرف جائے گا تو اُسے نہیں لوٹایا جائے گا۔(۳)......مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والا فقط تین راتیں قیام کر سکے گا اور بغیر ہتھیار آئے گا، اور یہ تین شرائط لکھ لی گئیں۔ (الصاوی، ج۵،ص ۳۱۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿لقد صدق اللہ رسولہ الرء یا بالحق﴾ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی النَّوْمِ عَامَ الْحُدَیْبِیَّۃِ قَبْلَ خُرُوْجِہٖ اَنَّہٗ یَدْخُلُ مَکَّۃَ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ اٰمِنِیْنَ وَیُحَلِّقُوْنَ وَیُقَصِّرُوْنَ فَاَخْبَرَ بِذٰلِکَ اَصْحَابَہٗ فَفَرِحُوْا فَلَمَّا خَرَجُوْا مَعَہٗ وَصَدَّھُمُ الْکُفَّارُ بِالْحُدَیْبِیَّۃِ وَرَجَعُوْا وَشَقَّ عَلَیْھِمْ ذٰلِکَ وَرَابَ بَعْضُ الْمُنَافِقِیْنَ نَزَلَتْ وَقَوْلُہٗ بِالْحَقِّ

مُتَعَلِّقٌ بِصَدق اَوْحَالٌ مِنَ الرُّؤيَا وَمَا بَعْدَهَا تَفْسِيْرٌ لَهَا﴿لتدخلن المسجد الحرام﴾قَطْعًا﴿ان شاء الله﴾لِلتَّبَرُّكِ﴿امنين محلقين رء وسكم﴾اَىْ جَمِيْعَ شُعُوْرِهَا﴿ومقصرين﴾بَعْضَ شُعُوْرِهَا وَهُمَا حَالَانِ مُقَدَّرَتَانِ﴿لا تخافون﴾اَبَدًا﴿فعلم﴾فِى الصُّلْحِ﴿ما لم تعلموا﴾مِنَ الصَّلَاحِ﴿فجعل من دون ذلك﴾اَىِ الدُّخُوْلِ﴿فتحا قريبا (۲۷)﴾هُوَ فَتْحُ خَيْبَرَ وَتَحَقَّقَتِ الرُّؤيَا فِى الْعَامِ الْقَابِلِ﴿هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره﴾اَىْ دِيْنِ الْحَقِّ﴿على الدين كله﴾عَلٰى جَمِيْعِ الْبَاقِى الْاَدْيَانِ﴿وكفى بالله شهيدا (۲۸)﴾اَنَّكَ مُرْسَلٌ بِمَا ذُكِرَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى﴿محمد﴾مُبْتَدَأٌ﴿رسول الله﴾خَبَرُهٗ ﴿والذين معه﴾اَىْ اَصْحَابُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ﴿اشداء﴾غِلَاظٌ﴿على الكفار﴾لَايَرْحَمُوْنَهُمْ﴿رحماء بينهم﴾خَبَرٌ ثَانٍ اَىْ مُتَعَاطِفُوْنَ مُتَوَادُّوْنَ كَالْوَالِدِ مَعَ الْوَلَدِ﴿ترهم﴾تَبْصُرُهُمْ﴿ركعا سجدا﴾حَالَانِ﴿يبتغون﴾مُسْتَانِفٌ يَطْلُبُوْنَ﴿فضلا من الله ورضوانا سيماهم﴾عَلَامَتُهُمْ مُبْتَدَأٌ﴿فى وجوههم﴾خَبَرُهٗ وَهُوَ نُوْرٌ وَبَيَاضٌ يُعْرَفُوْنَ بِهٖ فِى الْاٰخِرَةِ اَنَّهُمْ سَجَدُوْا فِى الدُّنْيَا﴿من اثر السجود﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَا تَعَلَّقَ بِهِ الْخَبَرُ اَىْ كَائِنَةً وَاعْرِبَ حَالًا مِنْ ضَمِيْرِهِ الْمُنْتَقِلِ اِلَى الْخَبَرِ﴿ذلك﴾اَىِ الْوَصْفُ الْمَذْكُوْرُ﴿مثلهم﴾صِفَتُهُمْ﴿فى التورة﴾مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ﴿ومثلهم فى الانجيل﴾مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ﴿كزرع اخرج شطئه﴾بِسُكُوْنِ الطَّاءِ وَفَتْحِهَا فَرَاخُهٗ﴿فازره﴾بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ قَوَّاهُ وَاَعَانَهٗ﴿فاستغلظ﴾غَلَظَ﴿فاستوى﴾قَوّٰى وَاسْتَقَامَ﴿على سوقه﴾اُصُوْلِهٖ جَمْعُ سَاقٍ﴿يعجب الزراع﴾اَىْ زَرَاعَهٗ لِحُسْنِهٖ مِثْلُ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِذٰلِكَ لِاَنَّهُمْ بَدَؤُوْا فِى قِلَّةٍ وَضُعْفٍ فَكَثُرُوْا وَقَوُّوْا عَلٰى اَحْسَنِ الْوُجُوْهِ﴿ليغيظ بهم الكفار﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهٗ اَىْ شَبَهُوْا بِذٰلِكَ﴿وعد الله الذين امنوا وعملوا الصلحت منهم﴾اَىِ الصَّحَابَةِ وَمِنْ لِبَيَانِ الْجِنْسِ لَا لِلتَّبْعِيْضِ لِاَنَّ كُلُّهُمْ بِالصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ﴿مغفرة واجرا عظيما (۲۹)﴾اَلْجَنَّةَ وَهُمَا لِمَنْ بَعْدَهُمْ اَيْضًا فِى آيَاتٍ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ نے سچ کردکھایا اپنے رسول کا سچا خواب (حدیبیہ کے سال رسول ﷺ نے مقام حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ بمع اصحاب کے مکہ معظمہ میں باامن داخل ہوئے اور بعض اصحاب نے سر کے بال منڈوائے اور بعض نے ترشوائے ہیں ،یہ خواب آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی ،پس جب وہ حضور ﷺ کی معیت میں مدینے سے نکلے اور کفار نے انہیں مقام حدیبیہ میں روک دیا اور مسلمان دوبارہ لوٹ آئے تو مسلمانوں پر یہ شاق ہوا اور بعض منافقوں نے شکوک وشبہات کئے ،پھر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ......ا...... ''بالحق'' صدق سے متعلق ہے یا پھر لفظ'' الرویا'' سے حال ہے اور اس کی مابعد آیت ما قبل کی تفسیر کررہی ہے، آیت مفسرہ یہ ہے''لتدخلن...... الخ'')بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے (اللہ ﷻ کا فرمان''ان شاء الله'' ......۲......تبرک کے لیے ہے)امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے (یعنی سر کے تمام ہی بال)اور قصر کراتے (یعنی سر کے بال چھوٹے کراتے ......۳......''محلقين و مقصرين'' یہ دونوں حال بن رہے ہیں)بے خوف (ہمیشہ کے لیے)تو اس نے جانا (صلح میں)جو تمہیں معلوم نہیں (یعنی صلح)تو اس سے (یعنی مکہ میں داخل ہونے سے)پہلے ایک نزدیک آنے والی

فتح کر کی (اس سے مراد فتح مکہ کی خبر ہے اور وہ خواب آئندہ آنے والے سالوں میں پورا ہوگیا) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے (یعنی سچے دین کو) غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ (تمہارے رسول ﷺ ہونے پر جیسا کہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) محمد (ﷺ "محمد" مبتدا بن رہا ہے) اللہ کے رسول ہیں.........(''رسول الله'' اس کی خبر ہے) اور ان کے ساتھ والے (یعنی آپ ﷺ کے مومنین صحابہ "الذین معه" مبتدا ہے، اس کی خبر اشداء علی الکفار ہے) کافروں پر سخت ہیں (وہ کافروں پر رحم نہیں کرتے، اشداء بمعنی غلاظ ہے) اور آپس میں نرم دل (یعنی باہم ایک دوسرے پر مہربانی کرتے اور محبت کرتے ہیں جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے.........''رحماء بینهم'' مبتدا کی خبر ثانی ہے) تو انہیں دیکھے گا (تراهم بمعنی تبصرهم ہے) رکوع کرتے سجدے میں گرتے (''رکعا سجدا'' دونوں حال بن رہے ہیں) چاہتے ہیں (یبتغون بمعنی یطلبون، جملہ مستانفہ ہے) اللہ کا فضل اور رضا ان کی علامت (سیماهم بمعنی علامتهم ہے، اور ''سیماهم'' مبتدا بن رہا ہے) ان کے چہروں میں ہیں (اس سے مراد وہ نور و سفیدی ہے جس کے ذریعے وہ آخرت میں پہچانے جائیں گے کہ یہ دنیا میں اللہ ﷻ کے حضور سجدے کرتے تھے) سجدوں کے نشان سے.........(من اثر السجود متعلق اس سے جس کے ساتھ خبر متعلق ہے یعنی کائنۃ کا، اور اسے ربنائے حال عراب دیا گیا ہے اس کی ضمیر سے جو خبر کی طرف منتقل ہے) یہ (وصف مذکور) ان کی صفت ہے (مثلهم بمعنی صفتهم مبتدا بن رہا ہے، اس کی خبر فی التوراۃ ہے) توریت میں اور ان کی صفت انجیل میں ہے.........(مثلهم مبتدا اور ''فی الانجیل'' خبر ہے) جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا (''شطئه'' طاء ساکنہ و مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی فراخہ ہے) پھر اسے طاقت دی (''فازره'' کو مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ازد بمعنی قوی اور اعان ہے) پھر دبیز ہوئی (استغلظ بمعنی غلظ ہے) پھر سیدھی کھڑی ہوئی (''استوی'' قوی و استقام کے معنی ہے) اپنی ساق پر (یعنی اپنی جڑوں پر ''سوق'' ساق کی جمع ہے) کسانوں کو بھلی لگتی (یعنی اس کی خوبصورتی کی وجہ سے وہ کسانوں کو اچھی لگتی ہے اس مثال کے ذریعے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تمثیل بیان کی گئی ہے کہ یہ حضرات قلت و ضعف میں ظاہر ہوئے پھر بہترین صورتوں کے مطابق کثرت اور قوت میں ہوگئے) تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں (''لیغیظ ......الخ'' کلام محذوف سے متعلق ہے، جس پر ما قبل کلام دلالت کر رہا ہے یعنی حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو کھیتی کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں) اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں (یعنی صحابہ کرام ﷺ، ''منهم'' میں ''من'' بیان کے لیے ہے تبعیضیہ نہیں ہے کیونکہ تمام کے تمام صحابہ ان اوصاف سے متصف ہیں) بخشش اور اجر عظیم کا (یعنی جنت کا، اور مغفرت و اجر عظیم ان لوگوں کے لیے بھی ہے، جو صحابہ کرام ﷺ کے بعد آئے جیسا کہ اس کا بیان دیگر آیات مبارکہ میں ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لقد صدق الله رسوله الرءيا بالحق﴾

لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، صدق الله رسوله: فعل و فاعل و مفعول، الرءیا: تقدیر ''فی'' جار مجرور، ملکر ظرف لغو، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''والله'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين محلقين ر ءوسكم ومقصرين لا تخافون﴾

لام: تاکیدیہ، تدخلن: فعل با واؤ ضمیر محذوف ذو الحال، امنین: حال اول، محلقین: اسم فاعل با فاعل، رءوسکم: مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مقصرین: معطوف، ملکر حال ثانی، لا تخافون: جملہ فعلیہ حال ثالث، ملکر

فاعل، المسجد الحرام: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ان: شرطیہ، شاء الله: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فقد خلتن المسجد الحرام امنین" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا﴾

ف: عاطفہ، علم: فعل با فاعل، مالم تعلموا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، جعل: فعل با فاعل، من دون ذلک: ظرف لغو، فتحا قریبا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله﴾

هو: مبتدا، الذی: موصول، ارسل: فعل با فاعل، رسوله: ذوالحال، ب: جار، الهدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، دین الحق: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، لام: جار، یظهره: فعل با فاعل ومفعول، علی: جار، الدین: مؤکد، کله: تاکید، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و کفی بالله شهیدا محمد رسول الله و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم﴾

و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائد، الله: ضمیر، شهیدا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، محمد: مبتدا، رسول الله: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین معه: موصول صلہ، ملکر مبتدا، اشداء علی الکفار: شبہ جملہ خبر اول، رحماء بینهم: شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ترهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا﴾

تری: فعل با فاعل، هم: ضمیر ذوالحال، رکعا سجدا: حالان، یبتغون: فعل با فاعل، فضلا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رضوانا: معطوف، ملکر مفعول، من الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذلک مثلهم فی التورة﴾

سیماهم: ذوالحال، من اثر السجود: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا، فی وجوههم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، مثلهم: ذوالحال، فی التورة: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و مثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطاه فازره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع﴾

و: عاطفہ، مثلهم: ذوالحال، فی الانجیل: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا، کاف: جار، زرع: موصوف، اخرج شطاه: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ازره: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، استغلظ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ، استوی: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، یعجب الزراع: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، علی سوقه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیغیظ بهم الکفار وعد الله الذین امنوا و عملوا الصلحت منهم مغفرة و اجرا عظیما﴾

لام: جار، یغیظ بهم: فعل با فاعل وظرف لغو، الکفار: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر فعل محذوف "شبهوا ذلک" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ، وعد الله: فعل با فاعل، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، مغفرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجرا عظیما: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نبی پاک ﷺ کے خواب کا بیان:

۱......علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ: "جو کچھ حالت نیند میں دیکھا جاتا ہے اسے خواب کہتے ہیں" (المفردات، ص ۱۹۰)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جزء ہوتا ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الرؤیا، باب رؤیا الصالحین، رقم: ٦٩٨٣، ص ۱۲۰٥)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: "نبوت سے اب صرف بشارتیں باقی رہ گئیں ہیں"، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "سچے خواب"! امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ وہ خواب مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی دوسرا مسلمان اس کے بارے میں دیکھتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، رقم: ٦٩٩٠، ص ۱۲۰٦)

☆......ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہیں، طواف وسعی وحلق وقصر کے ذریعے عمرے سے فارغ ہوتے ہیں۔

☆......قتادہ کا قول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے خواب میں دیکھایا گیا کہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوتا ہوں اور پرامن داخلے اور حلق وقصر پر عمرے کا اختتام کرکے واپس لوٹتا ہوں"۔ (الطبری، الجزء:٢٦، ص ۱۲۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: اچھے خواب کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس میں اللہ کی ﷻ حمد کی جائے، دوسرے یہ کہ اس خواب میں کسی خوشخبری کی جانب اشارہ ملے، تیسرے یہ کہ کسی سے کلام کرنا پایا جائے لیکن پسندیدہ شخصیت سے نہ کہ ناپسندیدہ شخص سے، ناپسندیدہ خواب کی چار قسمیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس خواب سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگی جائے، اور شیطان کے شر سے پناہ مانگی جائے، خواب میں کسی چیز کے ملنے پر تین بار بائیں جانب تھتکارے، چوتھے یہ کہ اس خواب کے بارے میں کسی سے ذکر کرنا پسند نہ کرے۔ (فتح الباری، کتاب التعبیر، باب الرویا من الله، ج۱۲، ص٤٥٨)

اللہ ﷻ کے "ان شاء الله" کهنے کی توجیهات:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن وامان سے (الفتح:۲۷)﴾۔ سید عالم ﷺ کا مکہ مکرمہ میں عمرے کے لئے جانا اللہ ﷻ کی مشیت پر مبنی تھا، بلکہ اس میں بندوں کی تعلیم بھی ہے اور انہیں شعور دلانا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ نہ جاسکیں، مثلاً موت واقع ہوجانے، یا کسی اور وجہ سے جب کہ سید عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے دخول کی خبر کو اللہ ﷻ سچ فرمارہا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خبر سے متعلق کسی قسم کے شک کی جگہ کو رفع کرنے کے لئے "ان شاءاللہ" فرمایا گیا ہو، اور اس کی نظیر حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے اس فرمان: ﴿ادخلوا مصر ان شاء الله امنين داخل ہوجاؤ اس شہر میں اگر اللہ چاہے امن وامان سے (یوسف:۹۹)﴾ میں نہیں ملتی کیونکہ سید عالم ﷺ سے اس کا تصور کرنا بعید از خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیدا ہونے والے شک وشبہے کو مخاطبین کی جانب پھیرنا مناسب ہوگا یا یہ کہ بندوں کی تعلیم دینے کی جانب یا یہ کہ اے محبوب ﷺ! تمہارے ساتھ وہی جائیں گے جن کا جانا اللہ ﷻ کے ہاں منظور ہوگا۔ (حاشیۃ الشهاب، ج۸، ص ٥٣٨)

ان شاءاللہ کہنے کے فوائد وفقہی جزئیات:

ان شاء اللہ عزوجل کہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب انسان کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ نہ ہو سکے تو اس کی وعدہ خلافی نہ کہلائے گی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے ﴿ستجدنی ان شاء الله صابرا اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے (الکھف:۶۹)﴾۔

ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کلام کے متصل ان شاء اللہ کہا تو استثناء درست ہوگا ورنہ نہیں مثلاً اس نے قسم کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہا تو قسم منعقد نہیں ہوگی اور کچھ دیر بعد ان شاء اللہ کہا تو منعقد ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک مجلس میں موجود ہے ان شاء اللہ کہنا معتبر ہے اور مجلس کے بعد معتبر نہیں ہے، یہ حسن اور طاؤس کا قول ہے اور امام احمد بھی ایک روایت میں انہیں کے ساتھ ہیں۔ حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک سال بعد بھی ان شاء اللہ کہا تو معتبر ہوگا۔ (الرازی، ج۷، ص ۴۵۲)

بعض اشاعرہ سے منقول ہے کہ کسی کا یہ کہنا: ''میں ان شاء اللہ عزوجل مومن ہو جاؤں گا''، کہنا صحیح ہے، اس لیے کہ ایمان، کفر، سعادت، شقاوت کا تعلق خاتمہ کے ساتھ ہے، یہاں تک کہ جو ایمان پر مرے وہ سعادت مندیوں کی منزل طے کرتا ہے اگرچہ اس کی عمر کا طویل حصہ کفر و نافرمانی میں گزرا ہو، اسی طرح کا فرید بخت جو کفر پر مر جائے، اگرچہ اس کی زندگی کا طویل حصہ ایمان کی تصدیق اور شکر کرتے ہوئے گزرا ہو برباد ہو جاتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی وہ ہے جو جنتی کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پس کتاب کا علم سبقت کر جاتا ہے اور وہ جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر جہنم میں گر جاتا ہے، اسی طرح تم میں سے کوئی شخص جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اُس کے اور جہنم کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی سبقت کرتی ہے اور وہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جنتی ہو جاتا ہے، سن لو اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے''۔

(الفقه الاكبر، باب: انا مومن ان شاء الله، ص ۲۴۱، صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب: الاعمال بالخواتم، رقم: ۶۴۹۳، ص ۱۱۲۵)

حلق افضل ھے یا قصر:

۳...... حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں بال منڈوائے تھے۔

(صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الاحلال، رقم: ۱۷۲۶، ص ۲۷۹)

☆...... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔ (المرجع السابق، رقم: ۱۷۳۰)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کے بال منڈوانے والوں کے لئے رحم کی دعا کی اور ایک بار سر کے بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی۔

(المرجع السابق، رقم: ۱۷۲۸)

☆...... عبداللہ بن عمران روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ عزوجل! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے دعا کی: ''اے اللہ عزوجل! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، مسلمانوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کتروانے والوں پر؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور بال کتروانے والوں پر بھی''۔ نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی''۔

(المرجع السابق، رقم: ۱۷۲۷)

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عقیدۂ توحید پر قطعی شاھد ھے:

۴...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفی بالله شهیدا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ (الفتح:۲۸)﴾۔ اس آیت کی تائید دیگر کئی آیات سے ہوتی ہے، جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قل هو الله احد تم فرماؤ کہ اللہ ایک

ہے (الاخلاص:۱) ﴾ اے پیارے مصطفی ﷺ اگر یہ مجھے ایک اللہ ﷻ مانے گے تو تیرے ہی کہنے سے مانیں گے، یہاں ان گمراہ لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو کوئی خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، الغرض کائنات میں جن جن کو گمراہوں نے خدا ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا ہے ان سب کی تردید اسی قسم کی آیات سے ہوتی ہے۔ اس آیت سے اہل علم نے ایک نقطہ یہ بھی نکالا ہے کہ جس طرح توحید کو ماننے کے لئے عقیدۂ رسالت کا علم حاصل کرنا ضروری ہے بالکل اسی طرح محمد ﷺ کی رسالت کے ثبوت کے لئے اللہ ﷻ کی شہادت کافی ہے اور اللہ ﷻ کی شہادت کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ کی شہادت کے ثبوت کے لئے معجزات عطا فرمائے جیسا کہ دیگر حضرات انبیائے کرام کو اُنکے ادوار میں معجزات عطا ہوتے رہے۔ یہ آیت اُن کافروں کی تردید میں نازل ہوئی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے سرنامہ پر "محمد رسول اللہ ﷺ" لکھنے سے منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ہم آپ کو رسول ﷺ مان لیں تو پھر جھگڑا ہی کیا رہ جاتا ہے؟ اور اللہ ﷻ نے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر یہ آپ کو رسول نہیں مانتے تو کیا ہوا اللہ نے آپ کو رسالت کا منصب عطا فرما دیا ہے

سید عالم ﷺ کے صحابہ کی دو صفات کا بیان:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (الفتح:۲۹) ﴾۔ اس آیت میں اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کی دو صفات کا بیان فرمایا: (۱)......کافروں پر سختی برتنے والے، (۲)......آپس میں رحم دلی برتنے والے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: اشداء جمع ہے شدید کی، اور رحماء جمع ہے رحیم کی، معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ کے اصحاب میں دشمنان اسلام کے خلاف سخت نفرت اور مومنین کے لئے سخت محبت کا عنصر غالب ہے۔ اگر صرف رحم کا مادہ ذکر کیا جاتا اور اس کے مدمقابل کو بیان نہ کیا جاتا تو کسی کے ذہن میں وسوسہ آ سکتا تھا اور یہ معتبر بھی نہ ہوتا کیونکہ جب تک ضدین بیان نہ کی جائیں بات واضح نہیں ہوتی۔ مومنین پر رحمت اور دشمنوں پر غضب کا بیان اللہ ﷻ نے ایک اور آیت میں بھی فرمایا: ﴿ويحبونه اذلة على المومنين اعزة على الكافرين اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت (المائدۃ:۵۴) ﴾۔ صحابہ میں ان کی نفرت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ صحابہ کرام دشمنان اسلام سے اپنے کپڑوں کو بچاتے، اپنے بدن کو ان کے بدن کے چھونے سے بچاتے، اور جہاں کہیں کوئی مسلمان نظر آتا تو اس سے آگے بڑھ کر سلام و مصافحہ و معانقہ کرتے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۶، ص ۳۸۶)

مومن سجدوں کے نشان سے آخرت میں پہچانا جائے گا:

۶......مومنین سجدوں کے نشانات سے پہچانے جائیں گے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو رات میں نماز کی کثرت کرے دن میں اس کا چہرہ حسین (ترو تازہ) ہو جاتا ہے"۔

(سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوة و السنة، باب: ماجاء في قيام الليل، رقم:۱۳۳۳، ص ۲۳۶)

☆......جب اللہ ﷻ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرما چکا اور اپنی خاص رحمت سے کچھ بندوں کو جہنم سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو حکم صادر فرمایا: "انہیں جہنم سے نکالو جو اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، جو کلمہ طیبہ کی گواہی دیتے ہیں اور ان کی پہچان سجدوں کے نشانات سے ہوگی کیونکہ آگ اس بنی آدم کو نہ جلائے گی جس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان ہیں"۔

(صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب: فضل ليلة القدر، رقم:(۲۶۶۱) ۱۱۶۷، ص ۵۳۶ ملخصاً)

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ نمازیوں کی پیشانیاں چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتی ہونگی۔ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کی پہچان حسن سے ہوگی اور مجاہد کے نزدیک ان کے خشوع و خضوع سے ہوگی۔ منصور کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد

سے اس آیت: ﴿سیماھم فی وجوھھم ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے﴾ کے بارے میں دریافت کیا کہ سجدوں کی وجہ سے جو اثر ہوگا کیا وہ دونوں آنکھوں کے مابین ہوگا یعنی دونوں آنکھوں کے مابین چمک نمودار ہوگی؟ مجاہد نے کہا: نہیں، بلکہ کبھی انسان کی آنکھوں کے مابین کچھ نشان ہوتے ہیں اور دل سخت پتھر کی مانند ہوتا ہے، لیکن چہرے کا نور خشوع کی وجہ سے نمودار ہوتا ہے۔ ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مراد سنجیدگی اور بردباری ہے۔ شمر بن عطیہ کہتے ہیں کہ مراد رات میں قیام کی وجہ سے چہرے کی زردی ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو تم دیکھو تو سمجھو کہ یہ بیمار ہیں لیکن حقیقت میں یہ بیمار نہیں ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۶، ص۲۴۸ وغیرہ)

توریت اور انجیل میں صحابہ کے فضائل:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے (الفتح:۲۹)﴾۔ اور ایک قول کے مطابق کلام یہاں مکمل ہوگیا اور اگر جملہ ﴿ومثلھم فی الانجیل﴾ سے نئے کلام کا آغاز ہوا، جیسا کہ ایک بیج جب ابتداء میں بویا جاتا ہے تو اس سے ایک کونپل نکلتی ہے اور بعد میں پھیلتے پھیلتے یہ کونپل عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ (الخازن، ج۴، ص۱۷۲)

ابن کثیر کہتے ہیں: اس آیت میں رافضیوں کی تکفیر ہے، جو کہ صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جو صحابہ سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔ اور اس کی تائید میں کئی علماء کا موقف ہے۔ اور احادیث میں بھی صحابہ کے کئی فضائل موجود ہیں اور اللہ عزوجل نے خود ہی فرمایا: ﴿وعداللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃ واجرا عظیما اللہ نے وعدہ کیا ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں (الفتح:۲۹)﴾۔ اور یہ کہ اللہ عزوجل ان کے گناہ معاف فرمائے اور ثواب جزیل اور رزق کریم عطا فرمائے گا، اللہ عزوجل کا وعدہ حق اور سچ ہے جو کہ نہ تو بدلے اور نہ ہی اسکی مخالفت ہو، اور جو بھی صحابہ کے نقش قدم پر چلے گا وہ اسی حکم میں داخل ہے اور اس کے لئے فضل وکمال ہے جو کہ امت مسلمہ میں سے کوئی بھی نہیں پاسکتا۔ یہ صحابہ اللہ عزوجل سے راضی ہیں اور اللہ عزوجل ان سے راضی ہے، اور جنت کو اللہ عزوجل نے ان کا ٹھکانہ بنادیا ہے۔ (ابن کثیر، ج۴، ص۲۴۰)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے اصحاب کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردے، پھر بھی وہ ان کے دیئے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں پہنچتا"۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب، رقم: ۳۶۷۳، ص۶۱۷)

☆......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کے متعلق اللہ عزوجل سے ڈرو، میرے صحابہ کے متعلق اللہ عزوجل سے ڈرو، ان کو میرے بعد طنز کا نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے بیشک مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے بیشک اللہ عزوجل کو اذیت دی اور جس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی عنقریب اللہ اسے پکڑ لے گا"۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: فی من سب اصحاب، رقم: ۳۸۸۸، ص۱۰۹۴)

☆......حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہوجائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا"۔

☆......حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ اللہ عزوجل تمہارے شر پر لعنت کرے، یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ص۱۰۹۵)

☆......ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی جانب دیکھ کر فرمایا: ''ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیزیں آجائیں گی جن سے آسمان کو ڈرایا گیا ہے اور میں اپنے اصحاب کی امان ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب کے پاس وہ چیزیں آجائیں گی جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے اصحاب میری امت کی امان ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو ان کے پاس وہ چیزیں آجائیں گی جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل الصحابہ، باب بیان ان بقاء النبی امان لاصحابہ، رقم: (٦٣٦١)/٢٥٣١، ص١٢٥٤)

اغراض:

وراب بعض المنافقين: یعنی شک کرنا مراد ہے، جیسا کہ عبداللہ بن اُبی، عبداللہ بن نفیل اور رفاعہ بن حرث نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم نے نہ تو حلق کروایا اور نہ ہی قصر اور نہ ہی مسجد حرام کی طرف نگاہ کی۔ للتبرک: اللہ نے ﴿ان شاء الله﴾ بندوں کو ادب سکھانے کے لئے فرمایا، اور تمام امور اللہ ہی کے ذمہ کرم پر ہیں، ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہے، وہ اُن اشیاء کی تخلیق سے پہلے بھی ان کا عالم تھا، پھر تعلیق بالمشیئة کا کیا معنی؟ اور یہ بھی کہ تعلیق صرف مخبر متردد یا وقوع معلق میں شک کرنے کی بنا پر ہوتی ہے اور اللہ ان دونوں باتوں سے پاک ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں مقصود تبرک ہے نہ کہ تعلیق، اور یہ بھی جواب ہوسکتا ہے کہ مشیت تمام لشکر کے جمع ہونے کی بنا پر مراد لی جائے، پس جو لوگ حاضر ہوئے، عمرہ ادا کیا اور ان کی تعداد سات سو تھی اور یہ بھی کہ قضائے مبرم میں تعلیق نہیں ہوا کرتی اور یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ مذکورہ کلام فرشتے نے اللہ کی جانب سے رسول کو پہنچایا ہو اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے یہ کلام رسول ہی کا ہو۔

من الصلاح: مراد کمزور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرنا ہے۔ هو فتح خيبر: ایک قول صلح حدیبیہ کا بھی ہے، یا فتح مکہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔

كما قال: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿محمد رسول الله﴾ موکد ہے اس فرمان سے ﴿هو الذى ارسل رسوله﴾۔

لا يرحمونهم: یعنی کافروں کی محبت نہ پائی جائے، پس اللہ نے ان سے سختی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، اور مسلمانوں کی طرف سے کافروں پر سختی ہوئی اور وہ اپنے کپڑوں سے منھ بچاتے (یعنی اپنا بچاؤ جس طرح ممکن ہوتا کرتے)۔

اى الوصف المذكور: یعنی ﴿اشداء﴾، ﴿رحماء﴾، ﴿تراهم ركعا...... الخ﴾، ﴿سيماهم فى وجوههم...... الخ﴾۔

لبيان: من بیانیہ ہے، تبعیضیہ نہیں جیسا کہ بعض کا قول ہے۔ لمن بعدهم: یعنی تابعین اور قیامت تک اُن کے پیروکار۔

لم بعدهم: بعد والوں کے لئے بھی مغفرت کی بشارتیں ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿سابقوا الى مغفرة من ربكم ...... اعدت للذين امنوا بالله ورسله﴾۔

(الصاوی، ج٥، ص٣١٨ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورۃ الحجرات مدنیۃ ثمانی عشرۃ آیۃ

(سورۂ حجرات مدنیہ ہے اس کی کل آیات اٹھارہ ہیں)

تعارف سورۃ الحجرات

اس سورت میں دو رکوع، اٹھارہ آیتیں، تین سو پینتیس کلمات اور ایک ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں۔ اس سورہ مبارکہ کی اگرچہ آیتیں کم ہیں لیکن اس میں جو موضوعات دیئے گئے وہ بہت ہی اہم ہیں جن پر اعتقاد، اخلاق، سیرت اور کردار کا محل تعمیر کر سکتے ہیں جس سے معاشرے میں الفت و محبت اور بھائی چارے کی فضاء قائم کی جاسکتی ہے سب سے پہلے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے ادب واحترام کے احکام بیان فرمائے اور فرمادیا اگر ذراسی بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی تو تمہارے عمر بھر کے تمام اعمال اکارت ہوجائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی جب میرے پیارے محبوب ﷺ آرام فرمارہے ہوں تو ان کو اونچی آوازیں نہ دو بلکہ ان کا خاموشی سے انتظار کرو جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو ان سے اپنی معروضات پیش کرو اور مختلف طریقوں سے دربار رسالت مآب ﷺ کے ادب واحترام کا نقش لوح دل پر اس طرح ثبت کردیا کہ کوئی بھی مؤمن بھولے سے بھی یہ گستاخی نہ کر بیٹھے۔ انسانی معاشرے میں آپس میں کشیدہ حالات کا پیدا ہوجانا اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے دست گریبان ہوجائیں تو اُن کے درمیان صلح کی راہ نکالے۔ اور تصریح کردی کہ مسلمان دنیا کے کسی گوشہ میں بھی ہو، کوئی بولی بولتا ہو، کسی بھی نسل کا ہو، جب اس دین کو قبول کرلیتا ہے تو وہ اخوت اسلامی کے رشتے میں پرویا جاتا ہے۔ اللہ ﷻ اسلامی معاشرے کو صحت منداور ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے اس لئے ان تمام باتوں سے سے منع کردیا جو انسانی دلوں میں نفرت و بغض، حسد وعداوت ایک دوسرے کی عیب جوئی، غیبت کرنا، سب برے افعال سے منع فرمادیا اس لئے کہ اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان باتوں سے دور رہے۔ آخر میں بتادیا کہ اہل ایمان اللہ ﷻ کے راستے میں اپنے مالوں و جانوں سے جہاد کرتے ہیں جو دین اسلام کو قبول کرتے ہیں وہ اسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ ﷻ ان پر احسان کرتا ہے کہ ان کو دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿يايها الذين امنوا لا تقدموا﴾ مِنْ قَدَّمَ بِمَعْنٰى تَقَدَّمَ اَىْ لا تَتَقَدَّمُوْا بِقَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ ﴿بين يدى الله ورسوله﴾ اَلْمُبَلِّغِ عَنْهُ اَىْ بِغَيْرِ اِذْنِهِمَا ﴿واتقوا الله ان الله سميع﴾ لِقَوْلِكُمْ ﴿عليم (۱)﴾ بِفِعْلِكُمْ نَزَلَتْ فِى مُجَادَلَةِ اَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِى تَاْمِيْرِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ اَوِ الْقَعْقَاعِ بْنِ مَعْبَدٍ وَنَزَلَ فِيْمَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ﴿يايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم﴾ اِذَا نَطَقْتُمْ ﴿فوق صوت النبى﴾ اِذَا نَطَقَ ﴿ولا تجهروا له بالقول﴾ اِذَا نَاجَيْتُمُوْهُ ﴿كجهر بعضكم لبعض﴾ بَلْ دُوْنَ ذٰلِكَ اِجْلَالًا لَهُ ﴿ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون (۲)﴾ اَىْ خَشْيَةَ ذٰلِكَ بِالرَّفْعِ وَالْجَهْرِ الْمَذْكُوْرَيْنِ وَنَزَلَ فِيْمَنْ كَانَ يَخْفِضُ صَوْتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ كَاَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ﴿ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله﴾ اِخْتَبَرَ ﴿قلوبهم للتقوى﴾ اَىْ لِتَظْهَرَ مِنْهُمْ ﴿لهم مغفرة واجر عظيم (۳)﴾ اَلْجَنَّةُ وَنَزَلَ فِى قَوْمٍ جَاؤُوْا وَقْتَ الظَّهِيْرَةِ وَالنَّبِىُّ ﷺ فِى مَنْزِلِهٖ فَنَادُوْهُ ﴿ان الذين ينادونك

من وراء الحجرات﴾حُجُرَاتِ نِسَائِهٖ ﷺ جَمْعُ حُجْرَةٍ وَهِيَ مَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ بِحَائِطٍ وَنَحْوِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ نَادٰى خَلْفَ حُجْرَةٍ لِاَنَّهُمْ لَمْ يَعْلَمُوْهُ فِي اَيِّهَا مُنَادَاةَ الْاَعْرَابِ بِغِلْظَةٍ وَجَفَاءٍ﴿اكثرهم لا يعقلون (۴)﴾فِيْمَا فَعَلُوْهُ مَحَلَّكَ الرَّفِيْعَ وَمَا يُنَاسِبُ مِنَ التَّعْظِيْمِ﴿ولوانهم صبروا﴾اَنَّهُمْ فِي مَحَلِّ رَفْعٍ بِالْاِبْتِدَاءِ وَقِيْلَ فَاعِلٌ لِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَيْ ثَبَتَ﴿حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم والله غفور رحيم (۵)﴾لِمَنْ تَابَ مِنْهُمْ وَنَزَلَ فِي الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ وَقَدْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلَقِ مُصَدِّقًا فَخَافَهُمْ لِتِرَةٍ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَرَجَعَ وَقَالَ اِنَّهُمْ مَنَعُوا الصَّدَقَةَ وَهَمُّوْا بِقَتْلِهٖ فَهَمَّ النَّبِيُّ ﷺ بِغَزْوِهِمْ فَجَاؤُوْا مُنْكِرِيْنَ مَا قَالَهُ عَنْهُمْ﴿يايها الذين امنوا ان جاء كم فاسق بنبا﴾خَبَرٍ﴿فتبينوا﴾صِدْقَهُ مِنْ كِذْبِهٖ وَفِي قِرَاءَةٍ فَتَثَبَّتُوْا مِنَ الثَّبَاتِ﴿ان تصيبوا قوما﴾مَفْعُوْلٌ لَهُ اَيْ خَشْيَةَ ذٰلِكَ﴿بجهالة﴾حَالٌ مِنَ الْفَاعِلِ اَيْ جَاهِلِيْنَ﴿فتصبحوا﴾فَتُصِيْرُوْا﴿على ما فعلتم﴾مِنَ الْخَطَاءِ بِالْقَوْمِ﴿ندمين (۶)﴾وَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ ﷺ بَعْدَ عَوْدِهِمْ اِلٰى بِلَادِهِمْ خَالِدًا فَلَمْ يَرَ فِيْهِمْ اِلَّا الطَّاعَةَ وَالْخَيْرَ فَاَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِذٰلِكَ﴿واعلموا ان فيكم رسول الله﴾فَلَا تَقُوْلُوا الْبَاطِلَ فَاِنَّ اللّٰهَ يُخْبِرُهُ بِالْحَالِ﴿لو يطيعكم في كثير من الامر﴾الَّذِيْ تُخْبِرُوْنَ بِهٖ عَلٰى خِلَافِ الْوَاقِعِ فَرَتَّبَ عَلٰى ذٰلِكَ مُقْتَضَاءُ﴿لعنتم﴾لَاَثِمْتُمْ دُوْنَهُ اِثْمَ التَّسَبُّبِ اِلَى الْمُرَتَّبِ﴿ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه﴾حَسَّنَهُ﴿في قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان﴾اِسْتِدْرَاكٌ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى دُوْنَ اللَّفْظِ لِاَنَّ مَنْ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ الخ غَايَرَتْ صِفَتُهُ صِفَةَ مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ﴿اولئك هم﴾فِيْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ﴿الرشدون (۷)﴾الثَّابِتُوْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ﴿فضلا من الله﴾مَصْدَرٌ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ اَيْ اَفْضَلَ﴿ونعمة﴾مِنْهُ﴿والله عليم﴾بِهِمْ﴿حكيم (۸)﴾فِي اِنْعَامِهٖ عَلَيْهِمْ﴿وان طائفتن من المؤمنين﴾الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي قَضِيَّةٍ هِيَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ حِمَارًا وَمَرَّ عَلَى ابْنِ اُبَيٍّ فَبَالَ الْحِمَارُ فَسَدَّ ابْنُ اُبَيٍّ اَنْفَهُ فَقَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ وَاللّٰهِ لَبَوْلُ حِمَارِهٖ اَطْيَبُ رِيْحًا مِنْ مِسْكِكَ فَكَانَ بَيْنَ قَوْمَيْهِمَا ضَرْبٌ بِالْاَيْدِيْ وَالنِّعَالِ وَالسَّعَفِ﴿اقتتلوا﴾جُمِعَ نَظَرًا اِلَى الْمَعْنٰى لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ جَمَاعَةٌ وَقُرِئَ اِقْتَتَلَتَا﴿فاصلحوا بينهما﴾ثُنِّيَ نَظَرًا اِلَى اللَّفْظِ﴿فان بغت﴾تَعَدَّتْ﴿احدهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء﴾تَرْجِعَ﴿الى امر الله﴾اَلْحَقِّ﴿فان فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل﴾بِالْاِنْصَافِ﴿واقسطوا﴾اِعْدِلُوْا﴿ان الله يحب المقسطين (۹) انما المؤمنون اخوة﴾فِي الدِّيْنِ﴿فاصلحوا بين اخويكم﴾اِذَا تَنَازَعَا وَقُرِئَ اِخْوَتِكُمْ بِالْفَوْقَانِيَّةِ﴿واتقوا الله﴾فِي الْاِصْلَاحِ﴿لعلكم ترحمون (۱۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو (''لاتقدموا'' قدم باب تفعیل سے ہے یہ بمعنی تقدم ہے معنی آیت یہ ہے کہ قول یا فعل میں تم سے تقدم لازم نہ ہو یعنی اللہ ﷻ و رسول ﷺ کے اذن کے بغیر پیش قدمی نہ کرو اور رسول ﷺ اللہ ﷻ کی طرف سے

مبلغ ہیں یعنی اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کچھ پیش قدمی نہ کرو......۱......)اور اللہ سے ڈرو بیشک سننے والا ہے (تمہارے اقوال) علم رکھنے والا ہے (تمہارے افعال کا، یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اقرع بن حابس یا قعقاع بن معبد میں سے ایک کو امیر بنانے کے بارے میں باہم تیز آواز سے مباحثہ کرنے پر نازل ہوئی اور ان صاحب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کی تھی) اے ایمان والو (جب تم بات کرو تو) اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے (جب کہ وہ کلام فرمائیں) اور ان سے چلا کر بات نہ کرو (جب کہ تم انہیں پکارو) جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو (بلکہ ان کے جلال و تعظیم کے پیش نظر پست آواز) کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (مذکورہ صورت میں آواز بلند کرنے اور چلانے میں اکارت عمل ہو جانے کا خوف ہے......۲......، یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھنے لگے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ) بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں کہ پرکھ لیا (امتحن بمعنی اختیر ہے) اللہ نے ان کے دل پرہیزگاری کے لیے (یعنی ان سے پرہیزگاری ظاہر ہوتی ہے......۳......) ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب (یعنی جنت) ہے (اگلی آیت مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو دوپہر کے وقت حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان عالیشان میں موجود تھے ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا) بیشک وہ جو تمہیں پکارتے ہیں حجروں کے باہر سے (یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کے باہر سے پکارتے تھے، "حجرات" حجرة کی جمع ہے، حجرہ زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس پر دیوار وغیرہ کے ذریعے سے آڑ کر دی جائے ان لوگوں میں ہر ایک حجرہ کے باہر کھڑے ہو کر پکارنے لگا کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کونسے حجرے میں ہیں، ان کا پکارنا جاہلوں کے پکارنے کا سا تھا، سختی اور شدت کے ساتھ) ان میں اکثر بے عقل ہیں (جو کر رہے ہیں اس کی عقل نہیں رکھتے، تمہارے بلند و بالا مقام اور اس مقام کے لائق تعظم سے یہ لوگ ناآشنا ہیں) اور اگر وہ صبر کرتے ("انهم" مبتدا ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور ایک قول کے مطابق یہ فعل مقدر "ثبت" کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے) یہاں تک کہ تم ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (ان پر، جو بے ادبی کے جرم سے توبہ کر لیں......۴......، اگلی آیت مبارکہ "ولید بن عقبة" کے حق میں نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان عداوت تھی جس کی بناء پر وہ ان کے نقصان پہنچانے سے خوف زدہ ہوئے اور واپس لوٹ آئے اور کہا ان لوگوں نے صدقہ کو منع کر دیا، میرے قتل کے درپے ہو گئے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا اسی اثناء میں وہ لوگ ولید بن عقبہ کی بات کا انکار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے) اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے (نبا کے معنی خبر ہے) تو تحقیق کر لو (اس کے سچ اور جھوٹ ہونے کی، ایک قرائت میں فتثبتوا پڑھا گیا ہے جو ثبات مصدر سے ہے) کہ کہیں تم ایذا دو کسی قوم کو (مفعول لہ ہے یعنی اس بات کا خوف ہونے کی وجہ) بے جانے (بجھلة بمعنی جاهلین فاعل سے حال بن رہا ہے) پھر ہو جاؤ (تصبحوا بمعنی تصیروا ہے) اپنے کیے پر (اس خطاء پر جو تم نے اس قوم کے ساتھ کی) پچھتاتے ہوئے (بنو مصطلق کے افراد کے واپس اپنے شہروں کی طرف لوٹ جانے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کا حال دریافت کرنے بھیجا، آپ نے ان لوگوں میں صرف خیر اور فرمانبرداری ہی دیکھی، پھر آپ نے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی......۵......) اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں (تو کوئی باطل بات مت کرو کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو حقیقت حال کی خبر دے دیگا) بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری مانیں

(جس کی تم انہیں خبر دیتے ہو خلاف واقع اور وہ اس خبر کے مقتضاء کے مطابق کوئی فیصلہ فرما دیں) تو تم ضرور گناہ گار ہو گے (اس فیصلہ کے مرتب ہونے کا سبب بننے کی وجہ سے نا کہ ان پر کچھ الزام ہوگا......۶) لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے آراستہ کر دیا (زینہ بمعنی حسنہ ہے) تمہارے دلوں میں اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی (یہاں معنی کے اعتبار سے استدراک ہے الفاظ کے اعتبار سے نہیں کیونکہ جسے ایمان پیارا کر دیا گیا اس کا حال مذکورہ صفت کے مطابق نہیں ہوگا) ایسے ہی لوگ (''اولئک ھم'' اس طرز کلام میں صیغہ خطاب سے غائب کی طرف التفات کیا گیا ہے) راہ پر ہیں (یعنی اپنے دین پر ثابت ہیں) اللہ کا فضل (''فضلا''، مفعول مطلق ہے فعل مقدر کا) اور (ان کا) احسان اور اللہ علم رکھنے والا ہے (ان لوگوں کا) حکمت والا ہے (ان پر انعام فرمانے کے معاملے میں) اور مسلمانوں کے دو گروہ (اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے نبی پاک ﷺ دراز گوش پر سوار تشریف لئے جا رہے تھے، ابن ابی کے پاس سے گزر ہوا، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کر لی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! حضور ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے، پھر دونوں قوم کے درمیان ہاتھ، جوتے اور تلواریں چلنے لگیں......۶) آپس میں لڑیں (اقتتلوا صیغہ جمع طائفتان کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے کہ ہر طائفہ جماعت ہے اور اس فعل کو بصیغہ تثنیہ اقتتلا بھی پڑھا گیا ہے) تو ان میں صلح کراؤ (''بینھما'' کو بصیغہ تثنیہ ''طائفتان'' کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے) پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے (بغت بمعنی تعدت ہے) تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے (یعنی حق کی طرف، تفئی بمعنی ترجع ہے) پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلاح کر دو (العدل کے معنی انصاف ہے) اور عدل کرو (اقسطوا بمعنی اعدلوا ہے) بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں مسلمان مسلمان (دینی) بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو (جبکہ ان میں باہمی تنازع ہو جائے ''اخویکم'' کی جگہ ایک قراءت میں اخوتکم پڑھا گیا ہے) اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لا تقدموا: فعل نہی با فاعل، بین: مضاف، یدی اللہ ورسولہ: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتقوا اللہ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، سمیع علیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لا ترفعوا: فعل نہی با فاعل، اصواتکم: مفعول، فوق صوت النبی: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون﴾

و: عاطفہ، لاتجھروا: فعل نہی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انتم لاتشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لہ: ظرف لغو اول، بالقول: ظرف لغو ثانی، کاف: جار، جھر: مصدر مضاف، بعضکم: مضاف الیہ فاعل، لبعض: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر ''جھرا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ان تحبط اعمالکم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ''خشیۃ'' مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''لاترفعوا'' پر معطوف ہے۔

﴿ان الذین یغضون اصوتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی﴾

ان: حرف مشبہ ،الذین: موصول،یغضون اصوتھم: فعل بافاعل ومفعول،عند رسول اللہ: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر اسم ،اولئک :مبتدا،الذین: موصول،امتحن اللہ: فعل وفاعل،قلوبھم للتقوی: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لھم مغفرۃ واجر عظیم ان الذین ینادونک من وراء الحجرت اکثرھم لا یعقلون﴾

لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،مغفرۃ:معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اجر عظیم :معطوف،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،ان :حرف مشبہ ،الذین :موصول،ینادونک من وراء الحجرت: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر اسم، اکثرھم :مبتدا،لایعقلون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرالھم واللہ غفوررحیم﴾

و: عاطفہ،لو :شرطیہ ،انھم :حرف مشبہ واسم ،صبروا :فعل بافاعل،حتی تخرج الیھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "ثبت"فعل محذوف کیلئے فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،لام: تاکیدیہ ، کان :فعل ناقص بااسم ،خیر الھم :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ،و :عاطفہ ،اللہ :مبتدا،غفوررحیم: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین﴾

یایھا الذین امنوا: نداء،ان :شرطیہ ،جاء کم فاسق بنبا: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ ،تبینوا :فعل بافاعل،ان :مصدریہ،تصیبوا :فعل واؤضمیر ذوالحال،بجھالۃ :ظرف مستقر حال،ملکر فاعل ،قوما :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،تصبحوا :فعل ناقص بااسم ،علی مافعلتم: جارمجرورظرف لغومقدم ،ندمین :اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر "خشیۃ" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ،ملکر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم﴾

و: عاطفہ ،اعلموا :فعل امر بافاعل،ان :حرف مشبہ ،فیکم :ظرف مستقر خبر مقدم ،رسول اللہ :اسم موخر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،لو: شرطیہ ،یطیعکم :فعل بافاعل ومفعول،فی: جار، کثیر :موصوف،من الامر: ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،لام: تاکیدیہ ،عنتم :فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ماقبل "فیکم" میں "کم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان﴾

و: عاطفہ ،لکن اللہ :حرف مشبہ واسم ،حبب الیکم الایمان: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،زینہ فی قلوبکم: جملہ فعلیہ معطوف اول،و: عاطفہ ، کرہ الیکم :فعل بافاعل وظرف لغو،الکفر :معطوف علیہ ،والفسوق والعصیان :معطوفات،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک ھم الرشدون فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم﴾

اولئک: مبتدا،ھم: مبتدا ثانی،الرشدون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معترضہ ،فضلا :موصوف،من اللہ :ظرف مستقر صفت،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ ،نعمۃ :معطوف ،ملکر فعل محذوف "یتفضون" کیلئے مفعول،ملکر جملہ

فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتدا، علیم حکیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان طائفتن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، طائفتن: موصوف، من المومنین: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "اقتتلوا" کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، اقتتلوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ تفسیر، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اصلحوا بینهما: فعل امر بافاعل وظرف، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان بغت احدهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفی الی امر اللہ﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، بغت احدهما علی الاخری: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قاتلوا: فعل امر بافاعل، التی تبغی: موصول صلہ، ملکر مفعول، حتی: جار، تفی الی امر اللہ: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان فاء ت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، فاء ت: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اصلحوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، بالعدل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بینهما: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقسطوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یحب المقسطین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، المومنون: مبتدا، اخوة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اصلحوا: فعل امر بافاعل، بین اخویکم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، لعلکم ترحمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......**یایها الذین امنوا لا تقدموا**......☆ چند شخصوں نے عید الاضحیٰ کے دن سید عالم ﷺ سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے تقدم نہ کرو۔

☆......**یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم**......☆ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقل سماعت تھا اور ان کی آواز اونچی تھی بات کرنے میں آواز بلند ہوجایا کرتی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ان کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں تو انہیں کوئی بیماری نہیں ہوئی پھر آکر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت نازل ہوئی تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہوگیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حال حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ اہل جنت سے ہے۔

☆......**ان الذین یغضون اصواتهم**......☆ یہ آیت یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط کرنا لازم کرلی اور خدمتِ اقدس میں بہت پست آواز میں عرض معروض کرتے ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......**ان الذین ینادونک**......☆ یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں دوپہر کے وقت

حاضر ہوئے جبکہ حضورﷺ آرام فرمارہے تھے ان لوگوں نے آپ کو حجروں کے باہر سے پکارنا شروع کردیا، حضورﷺ تشریف لے آئے ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور اجلال شان رسول اللہﷺ کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل و بے عقلی ہے اوران لوگوں کوادب کی تلقین کی گئی۔

☆......**یایھا الذین امنوا......** ☆ یہ ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی کہ رسول اللہﷺ نے ان کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اوراُن کے درمیان عداوت تھی جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور انہیں خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ وہ رسول کریمﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں بہت سے لوگ تعظیماً ان کے استقبال کے واسطے آئے۔ ولید نے یہ گمان کیا کہ یہ پرانی عداوت سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں یہ خیال کرکے ولید واپس ہوگئے اور سید عالمﷺ سے عرض کیا کہ حضورﷺ ان لوگوں نے صدقہ سے منع کردیا اور میرے قتل کے درپے ہوگئے۔ حضورﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آذانیں کہتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اوران لوگوں نے صدقات پیش کئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ صدقات لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت عام ہے اس بیان میں نازل ہوئی کہ فاسق کے قول پر اعتماد نہ کیا جائے (مسئلہ) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ ورسول سے آگے بڑھنے کے معانی ومطالب:

ا......اس آیت میں تقدیم اصلی مراد نہیں ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے فعل (عمل) کے اعتبار سے سید عالمﷺ سے سبقت نہ کرو، اللہ عزوجل اور اس کے رسولﷺ کے حکم کو چھوڑ کر کسی جانب مائل نہ ہو اور اوامر ونواہی کے معاملات میں انہی کی پیروی کرو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ کسی معاملے میں سید عالمﷺ سے پیش قدمی نہ کرو اور اس جملے میں سید عالمﷺ کے احترام کی جانب اشارہ ہے اور ان کی جانب سے ملنے والے اوامر ونواہی میں فرمانبرداری کی جانب اشارہ ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کسی بھی قول وفعل میں سید عالمﷺ سے نہ بڑھو جب تک کہ وہ تمہیں اس کام کا حکم دیں یا خود وہ کام کرکے دکھا دیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ عزوجل وسنت کے خلاف نہ تو کچھ حکم دو اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بیان کرو۔ (الخازن، ج٤،ص ١٧٥)

سید عالمﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز سے کلام کرنا:

۲......حضرت اقرع بن حابس بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی پاکﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضرت ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہﷺ! ان کو ان کی قوم پر عامل بنادیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہﷺ! عامل نہ بنائیں، پھر ان دونوں نے نبیﷺ کے سامنے بحث وتکرار کی، یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ رکھتے ہو، یہی جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بیان کردیا گیا کہ اللہ عزوجل کے نبیﷺ کے سامنے اپنی آوازیں بلند نہ کریں۔ اس کے بعد جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سید عالمﷺ کے سامنے کلام کرتے تو ان کی آواز سنائی نہ دیتی تھی بلکہ پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہا؟۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب، رقم: ٤٣٦٧، ص ٧٤٠)

☆......حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ وہ رسول اللہﷺ کی مجلس میں کیوں نہیں حاضر ہوتے؟ انہوں نے کہا: یہ آیت ﴿**لا ترفعوا اصواتکم ...... الخ**﴾ نازل ہوچکی ہے اور تم کو معلوم ہے کہ میری آواز سید عالمﷺ کے سامنے تم

سب سے بلند ہے، سو میں تو اہل دوزخ میں ہوا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جا کر یہ بات سید عالم ﷺ کو بتائی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا ''بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب مخافۃ المؤمن ان یحبط عملہ، رقم: (۲۱۵)/ ۱۱۹، ص ۷۸)

بعض اوقات سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں کسی ضرورت کی بناء پر آواز بلند ہوئی یا نعت کے کلمات کو آپ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے پڑھا گیا، چنانچہ اس کی دلیل ذیل کی احادیث ہیں۔

☆......حضرت عثمان بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سید عالم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ کے تمام مرد وعورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے، خادم سڑکوں پر پھیل گئے اور زور زور سے پکار رہے تھے یا محمد ﷺ! یارسول اللہ ﷺ! یا محمد ﷺ! یارسول اللہ ﷺ!۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب: فی حدیث الھجرۃ، رقم: (۷۴۱٦) ۲۰۱۴، ۳، ص ۱۴۷۳)

☆......جنگ حنین میں مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے، سید عالم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے، حضرت عباس نے کہا: میں سید عالم ﷺ کے خچر کی لگام تھام کر اس کو تیز بھاگنے سے روک رہا تھا اور حضرت ابو سفیان خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے عباس! اصحاب سمرہ (کیکر کے درخت والوں) کو آواز دو، حضرت عباس بلند آواز شخص تھے، وہ کہتے ہیں: میں نے با آواز بلند پکارا: اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟ حضرت عباس نے کہا: خدا عزوجل کی قسم وہ لوگ آواز سنتے ہی اس طرح پلٹے جس طرح گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے، وہ یالبیک یالبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، رقم: (۴۵۰۴)/ ۱۷۷۵، ص ۸۹۷)

کن اعمال سے پرہیزگاری ظاہر ہوتی ہے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے (الحجرات: ۳)﴾ میں امتحن بمعنی شرحھا ووسعھا ہے یعنی اللہ عزوجل نے جن کے دلوں کو تقوی کے لئے منتخب فرمالیتا ہے انہیں کشادہ اور وسیع کر دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ایسوں سے شہوانی خواہشات دور کر دیتا ہے، یعنی اللہ عزوجل انہیں خواہشات کی محبت سے پناہ دے دیتا ہے، بُرے اخلاق سے نجات بخش دیتا ہے۔ حسین قدس سرہ کہتے ہیں کہ جنہیں اللہ عزوجل تقوی کے لئے چن لیتا ہے ان کا مشغلہ قرآن کی تلاوت، اس پر ایمان کے آثار نمودار ہوتے ہیں، غور و فکر کرنا اسکی سوچ میں داخل ہوتا ہے، پاکیزگی اس کا تقوی، طہارت اس کی توبہ، صفائی ستھرائی اس کو حلال، زینت اس کی پرہیزگاری، اس کا علم آخرت کو نفع دینے والا، اس کی مشغولیت اللہ عزوجل کی جانب ہوتی ہے، اس کی جائے مسکن اللہ عزوجل کی رحمت پر منحصر ہوتی ہے، اس کے روزے مرنے کے بعد کے لئے نفع ہوتے ہیں، اس کی افطار گویا جنت کے انعام میں سے کوئی نعمت ہے، اس کی جمع پونجی نیکیاں، اس کا خزانہ اخلاص، اس کی خاموشی مُراقبہ، اس کی نظر مشاہدات پر ہوتی ہے۔ شیخ اکبر قدس سرہ کہتے ہیں کہ زیادہ پاکیزہ تقوی یہ ہے کہ ہر عمل تجھے آگ سے بچائے اور جب آگ سے بچانے والا عمل ہو تو پھر تجھے پردوں سے بھی بچائے، اور اگر تجھ سے پردے اُٹھ جائیں تو تجھے عزت والے کریم رب کے جلوے ہر سو نظر آئیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بنی آدم کا دل ہمیشہ حرص میں مشغول رہتا ہے سوائے اس کے جسے اللہ عزوجل تقوی کے لئے چن لیتا ہے''۔ (روح البیان، ج ۹، ص ۸۰)

حجرات کے معنی کے تحت باہر سے پکارنے والے اکثر تھے یا نہیں؟

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اکثرھم لا یعقلون ان میں اکثر بے عقل ہیں (الحجرات: ۴)﴾۔ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿اکثرھم﴾ میں دو باتیں ہیں: (۱)......عرب کا یہ دستور ہے کہ اکثر کو کل کے برابر جانتے ہیں، اور متذکرہ آیت میں اکثر کا

ذکر کذب سے احتیاط کرتے ہوئے اور کلام میں احتیاط برتنے کے پیشِ نظر کیا گیا ہے، کیونکہ کذب انسان کے عمل کو بعض اشیاء میں منحصر کر دیتا ہے، پس اسی مناسبت سے اکثر کا قول کر کے کل کو مراد لیا گیا ہے۔ پھر اللہ ﷻ نے اپنے علم ازلی کے ذریعے ان تمام چیزوں کا احاطہ فرمایا جو اُس وقت کے لوگوں کے کلام کے مناسب تھا، اور اس میں ایک لطیف نکتے کی جانب اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: میں اپنے علم کے ذریعے ان تمام چیزوں کا احاطہ کرتا ہوں جو تمہاری عادت کے موافق ہیں اور ایسا کرنے میں کذب سے احتراز برتنا ہے اور میرا کلام میری رضا پر دلیل قاطع ہے۔ (۲)......ان میں اکثر لوگ اپنے احوال پر عقل نہیں رکھتے، مثلاً انسان پہلے جاہل وفقیر تھا پھر عالم وغنی ہوگیا، پس اس اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید وہ نہیں ہے جو پہلے تھا اس کا حال پہلے حال سے بہتر ہے۔ (۳)......اس جملے ﴿اکثرھم﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس امر سے باز آجائے، اور ہوسکتا ہے کہ کوئی اس پر قائم رہے، اسی بناء پر ﴿اکثرھم﴾ کا صیغہ استعمال کیا گیا تا کہ اس جملے کی وعید سے وہ لوگ نکل جائیں جو آیاتِ الٰہی سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ (الرازی، ج۱۰، ص۹۶)

عندالشرع فاسق کا قول اور خبر معتبر ہونے یا نہ ہونا:

۵......صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ شہادت کا ادا کرنا فرض ہے اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿ولا یـــاب الشہـــداء اذا مــــا دعـــوا اور گواہ جب بلائے جائیں تو وہ آنے سے انکار نہ کریں(البقرۃ:۲۸۲)﴾، ﴿ولا تکتموا الشہادۃ اور گواہی نہ چھپاؤ(البقرۃ:۲۸۳)﴾۔

جو شخص صغیرہ گناہ کا مرتکب ہے مگر اُس پر اصرار نہ کرتا ہو یعنی متعدد بار نہ کیا ہو اور کبیرہ سے اجتناب کرتا ہو اُس کی گواہی مقبول ہے اور کبیرہ کا ارتکاب کرے گا تو گواہی قبول نہیں۔ یونہی جانور کے ساتھ کھیلنے والا جیسے مرغ بازی، کبوتر بازی، بٹیر بازی کرنے والے کی گواہی مقبول نہیں اسی طرح مینڈھا لڑانے والے، بھینسا لڑانے والے اور طرح طرح کے اس قسم کے کھیل کرنے والے کہ ان کی بھی گواہی مقبول نہیں ہاں اگر محض دل بہلانے کے لئے کسی نے کبوتر پال رکھا ہے، بازی نہیں کرتا یعنی لڑاتا نہ ہو تو جائز ہے مگر جب کہ دوسروں کے کبوتر پکڑ لیتا ہو جیسا کہ اکثر کبوتر بازوں کی عادت ہوتی ہے اور وہ اسے عیب بھی نہیں سمجھتے یہ حرام اور سخت حرام ہے کہ پرایا مال ناحق لینا ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الشہادات، باب:القبول وعدمہ، ج۸، ص۱۸۹ وغیرہ ملخصا وملتقطا)

جو عبادتیں وقت معین میں فرض ہیں کہ وقت نکل جانے پر قضا ہو جاتی ہیں جیسے نماز و روزہ اگر بغیر عذر شرعی ان کو وقت سے مؤخر کر دے فاسق مردود الشہادۃ ہے اور جن کے لئے وقت معین مقرر نہیں جیسے زکوۃ اور حج ان میں اختلاف ہے تاخیر سے مردود الشہادۃ ہوتا ہے یا نہیں، صحیح یہ ہے کہ نہیں ہوتا۔ بلاعذر جمعہ ترک کرنے والا فاسق ہے یعنی محض اپنی کاہلی اور سستی سے جو ترک کرے اور اگر عذر کی وجہ سے نہیں پڑھا مثلاً بیمار ہے یا کسی تاویل کی بنا پر نہیں پڑھتا مثلاً یہ کہتا ہے کہ امام فاسق ہے اس وجہ سے نہیں پڑھتا ہوں تو یہ چھوڑنے والا فاسق نہیں۔ محض کاہلی وسستی سے نماز یا جماعت ترک کرنے والا مردود الشہادۃ ہے اور اگر ترک جماعت کے لئے عذر ہو مثلاً امام فاسق ہے کہ اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور امام کو ہٹا بھی نہیں سکتا یا امام گمراہ بدعتی ہے اس وجہ سے اُس کے پیچھے نہیں پڑھتا گھر میں تنہا پڑھ لیتا ہے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔ فاسق نے توبہ کرلی تو جب تک اتنا زمانہ نہ گزر جائے کہ توبہ کے آثار اُس پر ظاہر ہو جائیں اُس وقت تک گواہی مقبول نہیں اور اس کے لئے کوئی مدت نہیں ہے بلکہ قاضی کی رائے پر ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الشهادات، الباب الرابع فیمن تقبل شهادته ومن لا تقبل، الفصل الثانی:فیمن لا تقبل، ج۳، ص۴۳۲)

حدیث کی رو سے قاضی کے پاس غلط (جھوٹا) بیان دینے کا وبال:

۶......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری مانیں تو تم ضرور گناہ گار ہوگے (الحجرات:۷)﴾۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جو اُن کے بعد ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں پھر ایسی قوم آئے گی کہ اُن کی گواہی قسم پر سبقت کرے گی اور قسم گواہی پر، یعنی گواہی دینے اور قسم کھانے میں بے باک ہونگے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب :لایشھد علی شھادۃ جور، رقم:۲۶۵۲، ص۴۲۹)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ اس کے لئے جہنم واجب کردے گا''۔ (سنن ابن ماجه ،ابواب الاحکام، باب :شھادۃ الزور، رقم:۲۳۷۳، ص۴۰۵)

☆......حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو گواہی کے لئے بلایا گیا اور اُس نے گواہی چھپائی یعنی ادا کرنے سے گریز کی وہ ایسا ہی ہے جیسا جھوٹی گواہی دینے والا''۔ (المعجم الاوسط ،من اسمه علی، رقم:۴۱۶۷، ج۳، ص۱۵۶)

آیت کے تناظر میں مسلمانوں کے دو گروہ کا باہم لڑنا:

۷......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فاصلحوا بینھما تو ان میں صلح کراؤ﴾ یعنی ان میں سے جو غلطی پر ہے اسے ظلم سے روکا جائے، شبہ کو دور کیا جائے اور دونوں فریقوں کو اللہ عزوجل کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، باہمی حسد اور ایک دوسرے سے بغض نہ کرنے کی طرف دعوت دی جائے۔ اگر ان میں کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرے اور قرآن وسنت کا فیصلہ تسلیم نہ کرے اور انہیں ظلم سے روکنا بھی ممکن نہیں کیونکہ ان کے حمایتی موجود ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ بھی اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائیں۔ (المظھری، ج۶، ص۳۹۵)

آج کل لوگ دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، ابھی تو یہ سب آسان لگ رہا ہوگا لیکن قیامت میں بہت مہنگا پڑے گا، اعلی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: جو دنیا میں کسی کے تقریبا تین پیسے دین یعنی قرض دبالیگا بروز قیامت اس کے بدلے سات سو باجماعت نمازیں دینا پڑیں گی''۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، ج۲۵، ص۶۹)

اغراض:

بقول او فعل: قولی اور فعلی دونوں اعتبار سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہے، پس قولی اور فعلی دونوں کی مثال سبب نزول آیت میں ملاحظہ کیجئے، یعنی جن لوگوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی یوم نحر میں قربانی کرلی، پس انہیں حکم کیا گیا کہ دوبارہ قربانی پیش کریں۔ پس جس نے بھی نماز سے پہلے قربانی کرلی وہ صرف گوشت ہی حاصل کرے گا کیونکہ اس قربانی کی کوئی حیثیت نہیں، اور بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ یوم شک میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا کہ اُس وقت تک روزہ نہ رکھا جائے جب تک کہ تمہارے نبی روزہ نہ رکھ لیں، اور ضحاک کہتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے چہ جائے کہ قتال کا معاملہ ہو یا دیگر شرائع دین کا، یعنی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف کام نہ کرو۔

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَولیٰ یہ ہے کہ ''عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کہا جائے، حدیث میں ہے: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اقرع بن حابس یا قعقاع بن معبد میں سے ایک کو امیر بنانے کے بارے میں باہم تیز آواز سے مباحثہ کرنے پر نازل ہوئی'' اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا درس دیا گیا، المختصر۔ ونزل فیمن کان یخفض صوته عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم: جیسا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق، جب انہیں آواز پست رکھنے کے بارے میں حکم ملا تو اب اُن کا حال یہ تھا کہ سید عالم

ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آواز کو انتہائی پست رکھتے تھے۔ **ونزل فی:** مراد بنو تمیم ہیں جو کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے بارے میں کلام کرتے تھے، لیکن جب ان دونوں حضرات کا بنو تمیم میں سے امیر بنائے جانے پر اختلاف ہوا اور دونوں سے صبر نہ ہوسکا اور سید عالم ﷺ نے قرآن کی آیت ارشاد فرمائی: ﴿یایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله﴾ اور جب ان دونوں حضرات کی آواز بڑھ گئی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم﴾ اور جب ان دونوں کی آواز پست ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ان الذین یغضون اصواتهم﴾ اور جب سید عالم ﷺ کو پردے کے پیچھے سے پکارتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ان الذین ینادونک من وراء الحجرات﴾۔ **اذا نطقتم:** بمعنی تکلمتم۔ **اذا نطق:** بمعنی تکلم ہے۔ **ناجیتموہ:** یعنی سید عالم ﷺ سے اشاروں سے کلام کرتے۔

بل دون ذلک: دونوں نہی ﴿لا ترفعوا﴾، ﴿ولا تجهروا﴾ کی جانب راجع ہے، یعنی اپنی آوازوں کو آقائے دوجہاں ﷺ کی آواز سے پست کرلو، نہ کہ آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرنا ختم کرلو۔

ای خشیة ذلک: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ان تحبط﴾ میں مضاف حذف ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "ای خشیة الحبوط"، اور خوف تنازعہ ہونے کا تھا کہ مبادا آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں کوئی تنازعہ نہ ہوجائے، پس فرمایا کہ آواز بلند نہ کرو۔
فیمن کان یخفض صوته: یعنی سابق نہی کی مخالفت کا خوف کرنا مراد ہے، اور یہ سید عالم ﷺ کے اجلال اور تعظیم کی وجہ سے ہے۔
کابی بکر وعمر: یعنی تمام ہی (صحابہ) سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آواز پست رکھتے تھے اور اسی میں سید عالم ﷺ کی تعظیم اور اجلال تھا۔ **ونزل بی قوم:** اور ﴿ان الذین ینادونک﴾ بنی تمیم کے وفد کے حق میں نازل ہوئی۔
ای لتظهر منهم: اور جو لوگ آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آواز پست رکھتے تھے، اُن سے تقوی اور پرہیزگاری کا ظہور محنت شاقہ سے ہوا کرتا تھا اور انہیں اللہ نے اسی تقوی کے لئے چن لیا تھا، یعنی ان کو تقوی کی دولت آقائے دوجہاں ﷺ کی ذات پاک کی برکت سے ملی ہے اور یہی اطلاق السبب علی المسبب ہے۔ **وهی ما یحجر علیه:** یعنی حجرۂ مبارکہ میں داخل ہونے سے رکے رہنا مراد ہے۔ **کان کل واحد منهم:** مخاطب کے صیغے کے ساتھ پکارا، اور یہ مقام احتمال کا مقام ہے یعنی انہوں نے حجرے کے باہر سے پکارنا شروع کردیا جیسا کہ مفسر نے کہا ہے یا یہ مراد ہے کہ اِن میں سے ہر ایک حجرے کے باہر بیٹھ گیا اور پکارنے لگا۔ **ای ثبت:** یہاں فعل مقدر کا بیان کرنا مقصود ہے، معنی یہ ہے: "ثبت صبرهم وانتظارهم یعنی انہیں صبر اور انتظار کرنا چاہیے تھا"۔ اور یہ قول مبرد، زجاج اور کوفیوں کا ہے۔

ونزل فی الولید بن عقبة: بن ابی معیط، جو کہ حضرت عثمان بن عفان کے ماں جائے بھائی ہیں، مزید شان نزول: ﴿یایها الذین امنوا ان جائکم﴾ کے تحت ملاحظہ فرمالیں۔ **مصدقا:** مراد صدقات لینا ہے۔ **اثم التسبب:** یعنی تم نے وہ فعل نہ کیا، پس تم پر گناہ بھی نہ ہوگا۔
الی المرتب: ولید کی زبانی صحابہ نے مرتد ہونے کی خبر سنی تو بنی مصطلق سے قتال کے درپے ہوئے، ملخصاً۔
هی ان النبی ﷺ رکب حمارا: (اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ دراز گوش پر سوار تشریف لئے جارہے تھے ابن ابی کے پاس سے گزر ہوا، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کرلی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! حضور ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے، پھر دونوں قوم کے درمیان ہاتھ، جوتے اور تلواریں چلنے لگیں۔ **ومر علی ابن ابی:** جس کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ **فقال ابن رواحة:** اس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔
وسد ابن ابی انفه: یعنی مجھے دراز گوش کے پیشاب نے اذیت میں ڈال دیا (معاذ اللہ)۔ **اعدلوا:** میں اس جانب اشارہ ہے

اقسط بمعنی عدل ہے۔فی الدین: یعنی مومن کی اصل ایک ہی ہے یعنی ایمان ہونے کی وجہ سے وہ باہم بھائی ہیں۔حین سخروا من فقراء المسلمین: جب بنی تمیم نے مسلمانوں کی کمتر حالت اور بدحالی کو دیکھا،اور یہ صحابہ کے اسلام لانے کے ابتدائی دور کی بات ہے،بعد میں مسلمان اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔

کعمار: مراد اہل صفہ ہیں،جن کے بارے میں یہ فرمان نازل ہوا:﴿للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ﴾۔

ای لا یعب بعضکم بعضا: معنی یہ ہے کہ مومنین ایک جسم واحد کی طرح ہیں،جب کوئی مومن کسی دوسرے پر عیب لگاتا ہے تو گویا وہ اپنی ذات پر عیب لگاتا ہے۔لتکررہ عادۃ: یعنی کسی کو عادتاً ایسا نہیں کہتا،جب تو فاسق نہ ہوگا اور گناہ صغیرہ کہلائے گا لیکن اگر عادتاً ایسے جملے کہتا ہے اور تکرار کرتا رہتا ہے تو پھر کبیرہ گناہ ہو جائے گا۔ (الصاوی، ج۵،ص ۳۲۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿یایھا الذین امنوا لا یسخر﴾ اَلْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِی وَفْدِ تَمِیْمٍ حِیْنَ سَخِرُوْا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کَعَمَّارٍ وَصُھَیْبٍ وَالسُّخْرِیَّةُ الْاِزْدِرَاءُ وَالْاِحْتِقَارُ﴿قوم﴾ اَیْ رِجَالٌ مِنْکُمْ﴿من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم﴾ عِنْدَ اللّٰہِ﴿ولا نساء﴾ مِنْکُمْ﴿من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم﴾ لاتَعِیْبُوْا فَتُعَابُوْا اَیْ لا یُعِیْبُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا﴿ولا تنابزوا بالالقاب﴾ لا یَدْعُوْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا بِلَقَبٍ یَکْرَھُهُ وَمِنْهُ یَافَاسِقُ یَاکَافِرُ﴿بئس الاسم﴾ اَیِ الْمَذْکُوْرِ مِنَ السُّخْرِیَّةِ وَاللَّمْزِ وَالتَّنَابُزِ﴿الفسوق بعد الایمان﴾ بَدَلٌ مِنَ الْاِسْمِ لِاِفَادَتِهِ اَنَّهُ فِسْقٌ لِتَکَرُّرِہٖ عَادَةً﴿ومن لم یتب﴾ مِنْ ذٰلِکَ﴿فاولئک ھم الظلمون (۱۱) یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾ اَیْ مُؤْثِمٌ وَھُوَ کَثِیْرٌ کَظَنِّ السُّوْءِ بِاَھْلِ الْخَیْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَھُمْ کَثِیْرٌ بِخِلافِهِ بِالْفُسَّاقِ مِنْھُمْ فَلا اِثْمَ فِیْهِ نَحْوِ مَا یَظْھَرُ مِنْھُمْ﴿ولا تجسسوا﴾ حُذِفَ مِنْهُ اِحْدَی التَّائَیْنِ لا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَمَعَائِبَھُمْ بِالْبَحْثِ عَنْھَا﴿ولا یغتب بعضکم بعضا﴾ لا یَذْکُرُہٗ بِشَیْءٍ یَکْرَھُهُ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ﴿ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا﴾ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ اَیْ لا یَحْسُنُ بِهِ لا﴿فکرھتموہ﴾ اَیْ فَاِغْتِیَابُهُ فِیْ حَیَاتِهِ کَاَکْلِ لَحْمِهِ بَعْدَ مَمَاتِهِ وَقَدْ عُرِضَ عَلَیْکُمُ الثَّانِیْ فَکَرِھْتُمُوْہُ فَاکْرِھُوا الْاَوَّلَ﴿واتقوا اللہ﴾ اَیْ عِقَابَهُ فِی الْاِغْتِیَابِ بِاَنْ تَتُوْبُوْا مِنْهُ﴿ان اللہ تواب﴾ قَابِلُ تَوْبَةِ التَّائِبِیْنَ﴿رحیم (۱۲)﴾ بِھِمْ﴿یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی﴾ آدَمَ وَحَوَّاءَ﴿وجعلنکم شعوبا﴾ جَمْعُ شَعْبٍ بِفَتْحِ الشِّیْنِ ھُوَ اَعْلٰی طَبَقَاتِ النَّسَبِ﴿وقبائل﴾ ھِیَ دُوْنَ الشُّعُوْبِ وَبَعْدَھَا الْعَمَائِرُ ثُمَّ الْبُطُوْنُ ثُمَّ الْاَفْخَاذُ ثُمَّ الْفَصَائِلُ اٰخِرُھَا مِثَالُهُ خُزَیْمَةُ شَعْبٌ کِنَانَةُ قَبِیْلَةٌ قُرَیْشٌ عِمَارَةٌ بِکَسْرِ الْعَیْنِ قُصَیٌّ بَطْنٌ ھَاشِمٌ فَخْذٌ الْعَبَّاسُ فَصِیْلَةٌ﴿لتعارفوا﴾ حُذِفَ مِنْهُ اِحْدَی التَّائَیْنِ اَیْ لِیَعْرِفَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا لا لِتَفَاخَرُوْا بِعُلُوِّ النَّسَبِ وَاِنَّمَا الْفَخْرُ بِالتَّقْوٰی﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم﴾ بِکُمْ﴿خبیر (۱۳)﴾ بِبَوَاطِنِکُمْ﴿قالت الاعراب﴾ نَفَرٌ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ﴿امنا﴾ صَدَّقْنَا بِقُلُوْبِنَا﴿قل﴾ لَھُمْ﴿لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا﴾ اَیْ اِنْقَدْنَا ظَاھِرًا﴿ولما﴾ اَیْ لَمْ﴿یدخل الایمان فی قلوبکم﴾ اِلَی الْاٰنَ لٰکِنَّهُ یَتَوَقَّعُ مِنْکُمْ﴿وان تطیعوا اللہ ورسوله﴾ بِالْاِیْمَانِ وَغَیْرِہٖ﴿لا یلتکم﴾ بِالْھَمْزَةِ

وَتَرْکِہٖ وَبِاِبْدَالِہٖ اَلِفًا لَایَنْقُصْکُمْ﴿من اعمالکم﴾مِنْ ثَوَابِھَا﴿شیئا ان اللہ غفور﴾لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴿رحیم (۱۴)﴾بِھِمْ﴿انما المؤمنون﴾اَیِ الصَّادِقُوْنَ فِی اِیْمَانِھِمْ کَمَا صَرَّحَ بِہٖ بَعْدُ﴿الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا﴾لَمْ یَشُکُّوْا فِی الْاِیْمَانِ﴿وجھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ﴾فَجِھَادُھُمْ یَظْھَرُ صِدْقُھُمْ فِیْ اِیْمَانِھِمْ﴿اولئک ھم الصدقون (۱۵)﴾فِی اِیْمَانِھِمْ لَا مَنْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَلَمْ یُوْجَدْ مِنْھُمْ غَیْرَ الْاِسْلَامِ﴿قل﴾لَھُمْ﴿اتعلمون اللہ بدینکم﴾مضَعَّفُ عِلْمٍ بِمَعْنٰی شَعُرَ اَیْ اَتُشْعِرُوْنَہٗ بِمَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ فِی قَوْلِکُمْ اٰمَنَّا﴿واللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض واللہ بکل شیء علیم (۱۶) یمنون علیک ان اسلموا﴾مِنْ غَیْرِ قِتَالٍ بِخِلَافِ غَیْرِھِمْ مِمَّنْ اَسْلَمَ بَعْدَ قِتَالٍ مِنْھُمْ﴿قل لا تمنوا علی اسلامکم﴾مَنْصُوْبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ الْبَاءِ وَیُقَدَّرُ قَبْلَ اَنْ فِی الْمَوْضَعَیْنِ﴿بل اللہ یمن علیکم ان ھدکم للایمان ان کنتم صدقین (۱۷)﴾فِی قَوْلِکُمْ اٰمَنَّا﴿ان اللہ یعلم غیب السموت والارض﴾اَیْ مَا غَابَ فِیْھِمَا﴿واللہ بصیر بما تعملون (۱۸)﴾بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ مِنْہُ.

﴿ترجمہ﴾

ایمان والے نہ ہنسیں (یہ آیت مبارکہ بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جو غریب مسلمانوں جیسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے......۱، سخریۃ کا معنی ہلکا سمجھنا حقیر جاننا ہے) مرد (تم میں سے) مردوں پر عجب نہیں کہ (اللہ عزوجل کے نزدیک) وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ (تم میں سے) عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو (یعنی تم کسی پر عیب نہ لگاؤ کہ نتیجہ میں تم پر بھی لگایا جائے معنی آیت یہ ہے کہ ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ ......۲) اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو (یعنی ایک دوسرے کو ایسے لعنت سے نہ پکارو جو ناگوار ہو جیسے فاسق، اے کافر!) کیا ہی برا نام ہے (جو مذکور ہوا جیسے ہی بنانا، طعنہ دینا، برا نام رکھنا......۳) مسلمان ہو کر فاسق کہلانا (الفسوق...... الخ "الاسم" سے بدل ہے اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ ان باتوں کی عادۃً تکرار فسق ہے) اور جو (ان سے) توبہ کریں تو وہی ظالم ہیں اے ایمان والوں! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے (یعنی گناہ میں ڈالنے والا ہوتا ہے اور ایسے گمان کثیر ہیں جیسے نیکوں کار مسلمانوں کے ساتھ برا گمان رکھنا اور نیکو کار مسلمان کثیر ہیں فاسق مسلمانوں کے بارے میں ان سے ظاہر ہونے والے امور کے سبب بدگمان کرنے میں گناہ نہیں ہے) اور عیب نہ ڈھونڈو (یعنی مسلمانوں کے پوشیدہ امور اور ان کے عیوب کی تلاش نہ کرو، ولا تجسسوا کی دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے) اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو (کسی مسلمان کا ایسے وصف کے ساتھ ذکر نہ کرو جو اسے ناگوار گزرے اگرچہ وہ اس میں موجود بھی ہو) کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے (وہ اسے پسند نہ کرے گا "میتا" کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا (یعنی مسلمان کی اس کی زندگی میں غیبت کرنا بعد مرگ اس کا گوشت کھانے کی طرح ہے، دوسری چیز تم پر پیش کی جائے تو تم اس سے اعراض کرو تمہیں پہلی چیز یعنی غیبت سے بھی اعراض برتنا چاہیے) اور اللہ سے ڈرو (غیبت کے بارے میں اس کے عقاب سے ڈرو یوں کہ غیبت سے توبہ کرلو......۴) بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے (تائبین کی) مہربانی کرنے والا ہے (ان لوگوں پر) اے لوگوں! ہم نے تمہیں کیا مرد اور ایک عورت (یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت بی بی حوا) سے پیدا کیا اور تمہیں کیا شاخیں ("شعب" نسل کے اعلیٰ طبقہ کو کہتے ہیں "شعوبا" کی جمع ہے) اور قبیلہ

(اس کا مرتبہ شعوب کے بعد آتا ہے پھر اس کے عمائر، پھر بطون، پھر افخاذ، پھر فضائل ان کی مثال جیسے خزیمہ یہ شعب ہے کنانہ قبیلہ قریش، عمارعین مکسورہ کے ساتھ، قصی بطن ہے، ہاشم فخذ ہے، عباس فیصلہ ہے) کہ آپس میں پہچان رکھو (یعنی ایک دوسرے کو پہچان سکو نہ کہ اس لیے تم اپنے عالی نسب پر باہم فخر کرنے لگو اور فخر کے لائق شے تو تقوی ہی ہے) بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ علم رکھنے والا ہے (تمہارا) خبردار ہے (تمہارے باطن سے) گنوار بولے (قبیلہ بنواسد کے گروہ میں سے) ہم ایمان لائے (یعنی ہم نے اپنے دلوں سے تصدیق کی) تم (ان سے فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے (ظاہر میں اسلمنا بمعنی انقدنا ہے) اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ("لما" لم الی الان کے معنی میں ہے لیکن تم سے ایمان لے آنے کی توقع ہے) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے (ایمان وغیرہ اختیار کر کے......ؤ......) تو کچھ کمی نہ کرے گا (لایلتکم بمعنی ینقصکم ہے، لایلتکم ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تمہارے اعمال میں (تمہارے اعمال کے ثواب میں سے) بیشک اللہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کو) رحم کرنے والا ہے (ان پر) بیشک ایمان والے (یعنی وہ جو اپنے ایمان میں سچے ہیں جیسا کہ اسی کی تصریح آگے آرہی ہے) وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر (ایمان کے بارے میں) شک نہ کیا (لم یرتابوا بمعنی لم یشکوا ہے) اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا (ان کا جہاد کرنا ان کے ایمان میں سچے ہونے کو ظاہر کررہا ہے) وہی (اپنے ایمان میں) سچے ہیں (تاکہ وہ جنہوں نے امنا کہا اور ان سے ظاہری اطاعت کے علاوہ کچھ ظہور میں نہیں آیا) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو (یہاں علم بمعنی شعر ہے، تعلمون مضعف ہے، یعنی کیا تم اسے شعور دلا رہے ہو اس کا جس پر تم ہو، یعنی اپنے قول امنا سے) اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے (تم سے بغیر جنگ کئے، بخلاف ان لوگوں کے جو تم سے جنگ کرنے کے بعد پھر اسلام لے کر آئے ہیں) تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو (اسلامکم یہ حرف جر باء کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے دونوں مقامات میں اس کے ماقبل ان مقدر ہے) بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو (اپنے قول امنا میں) بیشک اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سب غیب (یعنی زمین و آسمان میں موجود تمام ہی غیب کو) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (اس پر ان میں سے کوئی بھی شے مخفی نہیں ہے "تعملون" فعل علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولانساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لایسخر: فعل نہی محذوف، قوم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نساء: معطوف، ملکر فاعل، من قوم: جار مجرور معطوف علیہ، من نساء: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، عسی: فعل مقارب، ان: مصدر یہ، یکونوا خیرا منھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، عسی: فعل مقارب، ان: مصدر یہ، یکن خیرا منھن: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان﴾

و: عاطفہ، لاتلمزوا: فعل نہی با فاعل، انفسکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتنابزوا: فعل نہی با فاعل، بالالقاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، بئس: فعل ذم، الاسم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر مقدم، الفسوق: ذوالحال، بعد الایمان: ظرف متعلق محذوف

حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن لم یتب فاولئک ھم الظلمون﴾

و : عاطفہ،من شرطیہ مبتدا،لم یتب : فعل نفی با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،ف : جزائیہ،اولئک ھم الظلمون : جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾

یایھا الذین امنوا : نداء،اجتنبوا : فعل امر با فاعل، کثیرا : موصوف،من الظن : ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،ان : حرف مشبہ واسم ،بعض الظن : اسم،اثم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا﴾

و : عاطفہ، لاتجسسوا : فعل نہی با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و : عاطفہ ،لایغتب : فعل نہی ،بعضکم : فاعل ،بعضا : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ﴾

ھمزہ : حرف استفہام ،یحب احدکم : فعل وفاعل ،ان : مصدریہ ،یاکل : فعل با فاعل ، لحم اخیہ : ذوالحال،میتا : حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف : فصیحیہ ، کرھتموہ : فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان صح ھذا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم﴾

و : عاطفہ ،اتقوا اللہ : فعل امر با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان اللہ : حرف مشبہ واسم ،تواب رحیم : خبر ان،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا﴾

یایھا الناس : نداء،انا : حرف مشبہ واسم ،خلقنکم : فعل با فاعل ومفعول،من : جار، ذکر : معطوف علیہ ،و : عاطفہ ،انثی : معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و : عاطفہ ،جعلنکم : فعل با فاعل ومفعول،شعوبا : معطوف علیہ ،و : عاطفہ ،قبائل : معطوف،ملکر مفعول ثانی،لام : جار،تعارفوا : جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر﴾

ان : حرف مشبہ ،اکرمکم : ذوالحال،عند اللہ : ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر اسم،اتقکم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ان اللہ : حرف مشبہ واسم ،علیم خبیر : خبر ان،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم﴾

قالت الاعراب : فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ قول،امنا : جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ،قل : قول،لم تومنوا : فعل با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و : عاطفہ ،لکن : حرف استدراک ،قولوا : فعل امر با واؤ ضمیر ذوالحال،و : حالیہ ،لما یدخل : فعل نفی،الایمان : فاعل،فی قلوبکم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قول، اسلمنا : جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم﴾

و : عاطفہ، ان : شرطیہ، تطیعوا : فعل بافاعل، اللہ : معطوف علیہ، ورسولہ : معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لایلتکم : فعل نفی بافاعل ومفعول، من اعمالکم : ظرف مستقر حال مقدم، شیئا : ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، غفوررحیم : خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ﴾

انما : حرف مشبہ وماکافہ، المومنون : مبتدا، الذین : موصول، امنوا باللہ ورسولہ : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم : عاطفہ، لم یرتابوا : جملہ فعلیہ معطوف اول، و : عاطفہ، جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک ھم الصدقون قل اتعلمون اللہ بدینکم واللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض﴾

اولئک : مبتدا، ھم الصدقون : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قل : قول، ھمزہ : حرف استفہامیہ، تعلمون : فعل بافاعل، اللہ : ذوالحال، و : حالیہ، اللہ : مبتدا، یعلم : فعل بافاعل، مافی السموت : معطوف علیہ، و : عاطفہ، مافی الارض : معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، بدینکم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واللہ بکل شیء علیم یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم﴾

و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، بکل شیء علیم : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یمنون علیک : فعل بافاعل وظرف لغو، ان : مصدریہ، اسلموا : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قل : قول، لاتمنوا علی : فعل نہی بافاعل وظرف لغو، اسلامکم : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل اللہ یمن علیکم ان ھدکم للایمان ان کنتم صدقین﴾

بل : حرف اضراب، اللہ : مبتدا، یمن علیکم : فعل بافاعل وظرف لغو، ان : مصدریہ، ھدکم للایمان : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار، مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان : شرطیہ، کنتم صدقین : جملہ فعلیہ جزا محذوف "فھوالمان علیکم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اللہ یعلم غیب السموت والارض واللہ بصیر بما تعملون﴾

ان اللہ : حرف مشبہ واسم، یعلم غیب السموت والارض : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، بصیر بماتعملون : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وان طائفتن من المؤمنین ......☆ نبی کریم ﷺ دراز گوش پر سوار تشریف لے جارہے تھے انصار کی مجلس پر گزر ہوا وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کرلی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے حضور ﷺ تو تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی تو سید عالم ﷺ واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کروادی اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......یایھا الذین امنوا ......☆ اس آیت کے شان نزول میں کئی واقعوں کا ذکر ہوا، پہلا واقعہ یہ ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس

ﷺ کو ثقل سماعت تھا جب وہ سید عالم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے بٹھاتے اوران کے لئے جگہ خالی کردیتے تاکہ وہ حضور ﷺ کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور مجلس شریف بھر گئی اس وقت ثابت ﷺ آئے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا کھڑا رہتا حضرت ثابت ﷺ آئے تو رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھنے کیلئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ جگہ دو جگہ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے اوران کے اور حضور ﷺ کے درمیان صرف ایک شخص رہ گیا انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو اس نے کہا تمہیں جگہ مل گئی بیٹھ جاؤ، حضرت ثابت ﷺ غصہ میں آکر اس کے پیچھے بیٹھ گئے اور جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت ﷺ نے اس کا جسم دبا کر کہا کہ کون اس نے کہا میں فلاں شخص ہوں حضرت ثابت ﷺ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا فلانی کا لڑکا، اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا اور اس زمانہ میں ایسا کلمہ عار دلانے کیلئے کہا جاتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا واقعہ ضحاک نے بیان کیا کہ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضرت عمار وخباب وبلال وصہیب وسلمان وسالم ﷺ وغیرہ غریب صحابہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں یعنی مال دار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیر ذی نسب کی اور نہ تندرست اپاہج کی، نہ بینا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو۔

☆......**عسی ان یکن خیرا**......☆ یہ آیت ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی انہیں معلوم نہیں تھا کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا، اس پر انہیں رنج ہوا اور روئیں اور سید عالم ﷺ سے شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نبی زادی ہو اور نبی زادی کی بی بی ہو تم پر وہ فخر کرتی ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔

☆......**ایحب احدکم ان یاکل**......☆ سید عالم ﷺ جب جہاد کیلئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کردیتے کہ وہ ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح حضرت سلمان ﷺ دو آمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے ایک روز سو گئے اور کھانا تیار نہ کرسکے تو ان دونوں نے کھانا طلب کرنے کیلئے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا حضور ﷺ کے خادم مطبخ حضرت اسامہ ﷺ ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے حضرت سلمان ﷺ نے یہی آکر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اسامہ ﷺ نے بخل کیا ہے، جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

☆......**ان اکرمکم عنداللہ**......☆ رسول کریم ﷺ نے بازار مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا پھر وہ بیمار ہو گیا تو سید عالم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اس کی وفات ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ اس کے دفن میں تشریف لائے اس پر لوگوں نے کچھ کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......**قالت الاعراب امنا**......☆ یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور حقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کردیئے، صبح وشام رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے اور کہتے ہمیں کچھ دیجئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......انما المؤمنون الذین......☆ جب یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو اعرابی سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مخلص مومن ہیں اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور سید عالم ﷺ کو خطاب فرمایا گیا۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

اسلام میں مذاق مسخری کی ممانعت:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم......الخ اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں (الحجرات: ۱۱)﴾ مذاق اڑانا یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، اسے کم حیثیت سمجھے، اور اسے معاشرے میں حیثیت سے اس طرح گرادے کہ اس کی جانب التفات نہ رہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں اللہ ﷻ نے ایک قوم کے دوسری قوم کے ساتھ مذاق اڑانے کی ممانعت کی گئی ہے لہذا فرد واحد کی حیثیت سے کسی کا مذاق اڑانا جائز ہونا چاہیے۔ میں (اسماعیل حقی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جمع کا صیغہ اس لئے نہیں استعمال کیا گیا کہ احتراز عن الواحد ہو جائے بلکہ بیان یہ کرنا مقصود ہے کہ مذاق فرد واحد کا اڑایا جائے، دو افراد کا یا پوری قوم کا، حرام ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی ایک کا فعل بیان کر کے پوری جماعت کو مراد لیا جائے یعنی مذاق اڑانے والا اگرچہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس کے برے عمل سے راضی سب ہی ہوا کرتے ہیں۔ (روح البیان، ج۹، ص ۹٤)

بعض لوگ مذاق مسخری میں ڈراتے، دھمکاتے ہیں، خواہ مخواہ اسے اذیت دیتے اور ہنستے ہیں ایسوں کو درج احادیث سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کا مذاق اڑانے والوں کے لئے آخرت میں ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: چلے آؤ، چلے آؤ، وہ دکھ درد میں مبتلا آئے گا، جب وہ دروازے کے قریب پہنچے گا تو وہ بند ہو جائے گا، پھر اس کے لئے دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: آجاؤ، آجاؤ! وہ تکلیف اور غم کی حالت میں آئے گا، جب وہ اس کے پاس آئے گا تو اس پر دروازہ بند کر دیا جائے گا، اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: آؤ! لیکن وہ مایوسی کی وجہ سے نہیں آئے گا''۔ (الترغیب والترهیب، کتاب الادب، باب الترهیب من احتقار المسلم، رقم: ٥، ج۳، ص۳۷٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان یا مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسلمان کو ڈرائے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب من یاخذ الشیء علی مزاح، رقم: ٥٠٠٤، ص۹۳٥)

☆......سید عالم ﷺ نے اسی جیسا مذاق کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ''مسلمان کو نہ ڈراؤ! کیونکہ مسلمان کو ڈرانا بہت بڑا ظلم ہے''۔ (الترغیب والترهیب، کتاب الادب، باب الترهیب من ترویع المسلم، رقم: ٤، ج۳، ص۳۱۸)

اسلام میں عیب لگانے کی ممانعت:

۲......مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر عیب نہ لگائے، قول کے ذریعے یا اشارۃً، اس لئے کہ مسلمان باہم ایک جان کی طرح ہیں پس جب مومن کسی دوسرے مومن پر عیب لگاتا ہے تو گویا وہ اپنی ہی ذات پر عیب لگاتا ہے۔ اور آیت میں ﴿انفسکم﴾ کو مخاطبین کی جنس سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی مومن مراد ہیں یعنی مسلمان باہم ایک ہی جنس کی طرح ہیں جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿لقد جائکم رسول من انفسکم بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے رسول (التوبۃ: ۱۲۸)﴾، ﴿ولا تقتلوا انفسکم اور اپنی جانیں قتل نہ کرو (النساء: ۲۹)﴾۔ اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو عیب لگا کر کسی دوسرے مسلمان کا مذاق اڑانا شرعاً ممنوع فعل ہے۔ ''اللمز'' میں یہ

تنبیہ ہے کہ کسی پرعیب نہ لگایا جائے چہ جائے کہ مذاق اڑانے کے ذریعے عیب لگایا گیا ہو یا کسی اور ذریعے سے، چہ جائے کہ کسی کی بے عزتی اس کے مونھ کے سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے۔

☆......حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ ﷻ قیامت کے دن اُس کے عیب پر پردہ رکھے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم ،باب لایظلم المسلم المسلم ولایسلمہ، رقم:۲۴۴۲،ص۳۹۴)

بعض اوقات کسی کی بُرائی کرنا ضروری بھی ہوتا ہے، جیسا کہ سید عالم ﷺ کا فرمان: ''**اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس** یعنی فاجر شخص کی بُرائی بیان کروتا کہ لوگ اس سے بچیں''۔ (روح المعانی، الجزء:۲۴،ص ۴۲۴)

معنی یہ ہے کہ جس نے خود ہی اپنا پردہ چاک کر دیا، مثلاً اعلانیہ فسق میں مبتلا ہے، راہ چلتے کو لوٹ لیتا ہے، شراب پیتا پلاتا اور اس کا کاروبار کرتا ہے، سود کے لین دین میں مبتلا ہے، مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ جب یہ سارے اوصاف کسی میں جمع ہو گئے یا کسی ایک وصف کے ساتھ لوگ اُسے جانتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، مال بٹورتا ہے، شراب کے کاروبار میں مبتلا ہے تو اب ایسے شخص کے بارے میں دوسروں کو مطلع کرنا ضروری ہے تاکہ عام مسلمان اس شخص کے دامِ فریب میں نہ آسکیں۔

بُرے القاب سے پکارنے کی ممانعت کا بیان:

۳......کسی کو کسی (بُرے) نام سے پکارنا، یعنی کسی کو ایک یا دو یا تین ناموں سے پکارنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، جیسا کہ ہمارے معاشرے میں کسی کو موٹا، چھوٹا، کالے، وغیرہ القاب دے کر پکارا جاتا ہے۔ حسن اور مجاہد کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کو اسلام لانے کے بعد کافر، یہودی یا نصرانی کہہ کر عار دلانا، پس اسی اعتبار سے یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ کے قول کے مطابق کسی کو یا فاسق، یا منافق کہہ کر پکارنا اور یہی قول مجاہد و حسن کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو لقب دے کر پکارے یا اس کا مذاق اڑائے، وہ فاسق ہے۔

(القرطبی، الجزء:۲۶،ص ۲۸۰)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مسلمان کو کافر کہے تو وہ کفر لوٹتا ہے یا تو اُس جانب جسے کہا گیا ہے یا اُس کی جانب جس نے کہا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال، رقم: ۶۱۰۴،۶۱۰۳،ص۱۰۶۴)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کو ایسے گناہ کی جانب عار دلائی جسے وہ ترک کر چکا ہے، تو اللہ ﷻ اُس عیب لگانے والے کو اُس گناہ میں مبتلا کر دے گا اور اُسے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرے گا''۔

(سنن الترمذی ، کتاب:صفۃ القیامۃ ، رقم: ۵۳/(۱۱۸)،ص۷۲۲)

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک شخص دوسرے کو یہودی کہہ کر پکارے تو اُسے بیس کوڑے مارو اور مخنث کہہ کر پکارے تو بیس کوڑے مارو اور اگر کوئی اپنے محارم سے زنا کرے تو اُسے قتل کر ڈالو''۔

(جامع الترمذی، کتاب الحدود، باب: ما جاء فیمن یقول لآخر یا مخنث، رقم:۱۴۶۷،ص۴۴۹)

کسی مسلمان کو فاسق، فاجر، خبیث، لوطی، سود خور، شراب خور، خائن، دیوث، مخنث، بھڑوا، چور، حرام زادہ، ولد الحرام، پلید، سفلہ، کمین، جواری کہنے پر تعزیر کی جائے یعنی جب کہ وہ شخص ایسا نہ ہو جیسا اس نے کہا اور اگر واقعی میں یہ عیب اس میں پائے جاتے ہیں اور کسی نے کہا تو تعزیر نہیں کہ اس نے خود اپنے آپ کو عیبی بنا رکھا ہے، اس کے کہنے سے اُسے کیا عیب لگا۔

(البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج۵،ص۶۶)

اگر تعزیر ضرب سے ہو تو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں

یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ضرورت ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس اور چالیس کی ہو تو چالیس کوڑے مارے جائیں، یعنی جتنی ضرورت ہوا تنا مارا جائے، اس سے کمی نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس کی ضرورت ہو تو انتالیس سے زیادہ نہ مارے باقی کے بدلے دوسری سزا دے مثلاً قید کردے۔ کم از کم تین کوڑے یہ بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چلے تو تین کی حاجت نہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج۶،ص۱۰۴)

حدیث کے تناظر میں غیبت کی تعریف، حکم اور انجام:

۴...... غیبت یہ ہے کہ کسی انسان کی اس کی عدم موجودگی میں وہ بات کی جائے جو اس کی موجودگی میں ہو یا (بعد میں اُسے معلوم ہو) تو وہ اُسے بُرا جانے۔ (المفردات، ص ۳۷۰)

☆...... سید عالم ﷺ نے اپنے صحابہ سے استفسار فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے جواب دیا، اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو'' عرض کی گئی: جو میں کہتا ہوں اگر وہ میرے بھائی میں موجود ہو تو اس بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟، ارشاد فرمایا: ''اگر جو تم کہتے ہو وہ اس میں موجود ہے تو تم نے غیبت کی اور اگر تم نے ایسی بات کہی جو اس میں موجود ہی نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: تحریم الغیبة، رقم: (٦٤٨٩)/٢٥٩٠،ص١٢٧٩)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر اس کے مسلمان بھائی کا خون، عزت اور مال حرام ہے''۔

(المرجع السابق، باب تحریم ظلم المسلم، رقم:(٦٤٣٦)/٢٥٦٤،ص ١٢٧٠)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''غیبت اور چغلی ایمان کو ایسے کاٹ دیتی ہیں جیسا کہ چرواہا درخت کو کاٹ دیتا ہے''۔

(الترغیب والترهیب، کتاب الادب، باب: الترهیب من الغیبة والبهت، رقم:٢٨، ج٣،ص ٣٣٢)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج ہوئی، ایک قوم پر سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ اپنے مونھ اور سینے نوچتے تھے، میں نے کہا: جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی الغیبة، رقم:٤٨٧٨، ص٩١٣)

کن کن آیات میں اسلام اور ایمان کا بیان ہے؟

۵...... درج ذیل میں ہم ان آیات کا بیان کریں گے جن میں اسلام اور ایمان کا بیان ہے: جاننا چاہیے کہ ایمان اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا الگ الگ چیزیں ہیں؟ یہاں ایمان بالقلب کی نفی ہے، اور اثبات ظاہری اعتبار سے گردن جھکا دینے میں ہے پس اس اعتبار سے دونوں متغائر ہیں، اور اسلام و ایمان شرعی اعتبار سے متحد ہیں اگر چہ ان کے مفاہم مختلف ہیں، کیونکہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جو کہ دو شہادتوں سے ہو جاتی ہے اور اسلام ظاہری طور پر فرمانبرداری کا نام ہے (جو کہ اعمال سے وقوع پذیر ہوتی ہے) اور یہی تصدیق قلبی کی دلیل بنتی ہے۔ (الصاوی، ج۵،ص ۳۳۱)

(۱)...... قرآن پاک میں بے شمار مقامات ہیں جن میں ایمان کا ذکر ہوا جو کہ درج ذیل ہیں ﴿واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا...... الخ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان

اگر ایمان رکھتے ہو(البقرۃ:۹۳)﴾، ﴿ام تریدون ان تسئلوا رسولکم ......الخ کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ بہک گیا(البقرۃ:۱۰۸)﴾، ﴿ود کثیر من اھل الکتاب......الخ بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں(البقرۃ:۱۰۹)﴾، ﴿وکذلک جعلنکم امۃ وسطا......الخ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ اور اے محبوب تم پہلے قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی کے لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے (البقرۃ:۱۴۳)﴾، ﴿ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ......الخ اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیز گاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو اور اللہ سنتا جانتا ہے(البقرۃ:۲۲۴)﴾، ﴿لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم......الخ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کیے اور اللہ بخشنے والا علم والا ہے(البقرۃ:۲۲۵)﴾، ﴿ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم......الخ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے(ال عمران:۷۷)﴾، ﴿کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم......الخ کیونکر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا(ال عمران:۸۶)﴾، ﴿ان الذین کفروا بعد ایمانھم......الخ اور جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے(ال عمران:۹۰)﴾، ﴿یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا......الخ اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے(ال عمران:۱۰۰)﴾، ﴿یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ......الخ جس دن کچھ منہ اوجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ اور وہ جن کے منہ اوجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے(ال عمران:۱۰۶)﴾، ﴿ولیعلم الذین نافقوا......الخ اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ کہ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ کہتے ہیں جو ایمان ان کے دل میں نہیں اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں(ال عمران:۱۶۷)﴾، ﴿الذین قال لھم الناس......الخ وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز ہے(ال عمران:۱۷۳)﴾، ﴿ان الذین اشتروا الکفر بالایمان......الخ وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے(ال عمران:۱۷۷)﴾، ﴿ربنا اننا سمعنا......الخ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر(ال عمران:۱۹۳)﴾، ﴿ومن لم یستطع منکم طولا......الخ اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی کنیزیں اور تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے(النساء:۲۵)﴾، ﴿ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان......الخ اور ہم نے سب

کے لئے مال کے مستحق بنادیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے (النساء:۳۳) ﴾، ﴿الیوم احل لکم الطیبت......الخ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے (المائدہ:۵) ﴾، ﴿ویقول للذین امنوا اھؤلاء الذین ......الخ اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں (المائدہ:۵۳) ﴾، ﴿الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم......الخ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں ان کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں (الانعام:۸۲) ﴾، ﴿واقسموا باللہ جھد ایمانھم......الخ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے (الانعام:۱۰۹) ﴾، ﴿ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملئکۃ......الخ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے جس دن تمہارے رب کی وہ نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی نہ کمائی تھی تم فرماؤ رستہ دیکھو ہم بھی رستہ دیکھتے ہیں (الانعام:۱۵۸) ﴾، ﴿انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ......الخ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں (الانفال:۲) ﴾، ﴿الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم......الخ کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہی کی طرف سے پہل ہوتی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو (التوبۃ:۱۳) ﴾، ﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا ابائکم ......الخ اے ایمان والوں اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں (التوبۃ:۲۳) ﴾، ﴿لا تعتذروا قد کفرتم......الخ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر اگر ہم تم میں کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ مجرم تھے (التوبۃ:۶۶) ﴾، ﴿واذا ما انزلت سورۃ......الخ اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان میں کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان کو ترقی دی تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں (التوبۃ:۱۲٤) ﴾، ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت......الخ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا (یونس:۹) ﴾، ﴿فلولا کانت قریۃ امنت......الخ تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا (یونس:۹۸) ﴾، ﴿من کفر باللہ من بعد ایمانھم......الخ جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے (النحل:۱۰۶) ﴾، ﴿یایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین......الخ اے ایمان والوں چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے (النور:۵۸) ﴾، ﴿وقال الذین اوتوا العلم والایمان......الخ اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بیشک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں اٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اٹھنے کا لیکن تم نہ جانتے تھے (الروم:۵۶) ﴾، ﴿ولما را المؤمنون الاحزاب......الخ اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہیں وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس

کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا (الاحزاب:۲۲) ﴾، ﴿ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر...... الخ بیشک جنہوں نے کفر کیا ان کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے (مومن:۱۰) ﴾، ﴿وقال رجل مؤمن من ال فرعون...... الخ اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس رب کی طرف سے لائے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو (مومن:۲۸) ﴾، ﴿فلم یک ینفعهم ایمانهم...... الخ تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے (مومن:۸۵) ﴾، ﴿هو الذی انزل السکینة...... الخ وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دل میں اطمینان اتارا تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی ملک ہے تمام لشکر زمین اور آسمانوں کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے (الفتح:۴) ﴾، ﴿واعلموا ان فیکم رسول الله...... الخ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت سے معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے (الحجرات:۷) ﴾، ﴿یایها الذین امنوا لایسخر قوم...... الخ اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں (الحجرات:۱۱) ﴾، ﴿قالت الاعراب امنا...... الخ گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا (الحجرات:۱۴) ﴾، ﴿یمنون علیک ان اسلموا...... الخ اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے تم فرماؤ اپنے ایمان کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو (الحجرات:۱۷) ﴾، ﴿والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم...... الخ اور جو ایمان لائے ان کی اولاد کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں (الطور:۲۱) ﴾، ﴿یوم تری المؤمنین والمؤمنات...... الخ جس دن تم ایمان والے مرد ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے (الحدید:۱۲) ﴾، ﴿لاتجد قوما یؤمنون بالله والیوم...... الخ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے (المجادلہ:۲۲) ﴾، ﴿والذین تبوؤ الدار والایمان...... الخ اور جنہوں نے پہلے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے (الحشر:۹) ﴾، ﴿والذین جاء و امن بعدهم...... الخ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے

ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو ہی مہربان رحم والا ہے(الحشر: ١٠) ﴾، ﴿یایها الذین امنوا اذا جاء کم المؤمنت......الخ اے ایمان والوں جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے(الممتحنة: ١٠) ﴾، ﴿قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم......الخ بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا اور اللہ تمہارا مولی ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے(التحریم: ٢) ﴾، ﴿یایها الذین امنوا توبوا الی الله......الخ اے ایمان والوں اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے(التحریم: ٨) ﴾، ﴿ام لکم ایمان علینا بالغة الی یوم القیمة......الخ یا تمہارے لئے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعوی کرتے ہو(القلم: ٣٩) ﴾، ﴿وما جعلنا اصحب النار اور ہم نے جہنم کے داروغہ نہ کئے مگر فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو اس لئے کہ کتاب والوں کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی (مریض) اور کافر کہیں اس اچنبے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لئے نصیحت(المدثر: ٣١) ﴾۔

(٢)......اسلام کے بارے میں بھی قرآن پاک میں سات مقامات پر ذکر ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہے ﴿ان الدین عندالله الاسلام بیشک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے(ال عمران: ١٩) ﴾، ﴿ومن یبتغ غیر الاسلام دینا اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے(ال عمران: ٨٥) ﴾، ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم ......الخ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا(المائدہ: ٣) ﴾، ﴿فمن یرد الله ان یهدیه......الخ اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے (الانعام: ١٢٥) ﴾، ﴿یحلفون بالله ما قالوا......الخ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا(توبة: ٧٤) ﴾، ﴿افمن شرح الله صدره للاسلام تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے(الزمر: ٢٢) ﴾، ﴿ومن اظلم ممن افتری علی الکذب اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا(الصف: ٧) ﴾۔

اغراض:

هو : یعنی بعض گمان مراد ہیں۔**وهم :** یعنی اہلِ خیر مراد ہیں۔**بخلافه بالفساق منهم :** یعنی مومنین مراد ہیں۔

فی نحو ما یظهر منهم : یعنی معصیت جو اُن سے ظاہر ہوتی تھی، یعنی جو اعلانیہ نافرمانی کا ظہور ہوتا تھا۔**لا یحسن به :** ﴿میتا﴾ کی تفسیر ہے۔**هو اعلی طبقات النسب :** "شعوبا" سے مراد قبائل کے سردار ہیں۔

ای فاغتنابه فی حیاته : اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ انسان کی آبرو کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان کا گوشت اور خون، جس طرح کسی انسان کا گوشت کاٹ دیا جائے تو اُسے تکلیف ہوتی ہے بالکل اسی طرح کسی انسان کی آبرو ریزی کرنے سے بھی ایسا ہی نقصان ہوتا ہے اور عاقل کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔

قابل توبة التائبین : میں اس جانب اشارہ ہے کہ توبہ کرنے میں مبالغہ کیا جائے، اور بندے اللہ کی پاک بارگاہ میں کثرت سے توبہ کرتے ہیں اور کوئی گناہ ایسا نہیں کہ بندہ خلوص دل کے ساتھ توبہ کرے اور اللہ اس کی توبہ قبول نہ کرے۔

ثم الفصائل آخرھا: پس سات مراتب ہیں، بعض نے مزید اضافہ کر کے دس شمار کئے ہیں، اور ہر ایک اپنے ماقبل میں داخل ہے، پس ''قبائل'' کا داخلہ ''شعوب'' میں ہے، اور ''عمائر'' کا داخلہ ''قبائل'' میں ہے، اور ''بطون'' ''عمائر'' کے تحت داخل ہیں، اور ''الافخاذ'' کا داخلہ ''بطون'' کے تحت ہے، ''فصائل'' کا داخلہ ''الافخاذ'' کے تحت ہے، اور ''عشائر'' ''فصائل'' کے تحت داخل ہیں۔

لیعرف بعضکم بعضا: یعنی وہ ارحام اور آباء کے نسب کے ساتھ متصل ہیں۔

وانما الفخر بالتقوی: مراد اچھائی کے ساتھ فخر کرنا ہے، اور یہ اچھائی اہل کفر کی کفر کو ترک کرنے اور اسلام اور شعائر اسلام کو تھام لینے پر منحصر ہے۔

نفر من بنی اسد: کا بیان: ﴿قالت الاعراب امنا﴾ کے تحت شان نزول میں دیکھ لیں۔

صدقنا بقلوبنا: اس سوال کے جواب میں ہے کہ ایمان اور اسلام جدا جدا ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں ایمان بالقلب کی نفی ہے، اور اثبات ظاہری اعتبار سے گردن جھکا دینے میں ہے، پس اس اعتبار سے دونوں متغائر ہیں، اور اسلام وایمان شرعی اعتبار سے متحد ہیں اگر چہ ان کے مفاہیم مختلف ہیں، کیونکہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جو کہ دو شہادتوں سے ہو جاتی ہے اور اسلام ظاہری طور پر فرمانبرداری کا نام ہے (جو کہ اعمال سے وقوع پذیر ہوتی ہے) اور یہی تصدیق قلبی کی دلیل بنتی ہے۔

فجھادھم یظھر صدق ایمانھم: اس لئے کہ جہاد فی سبیل اس بات پر دلیل بنتا ہے کہ ایمان لانے والے اپنے ایمان میں سچے ہیں، منافق نہیں ہیں، اور مراد اس سوال کا جواب دینا ہے کہ عمل کا تعلق ایمان سے نہیں، پھر اس آیت کے تحت ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۳۲۹ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ ق مکیۃ الا" ولقد خلقنا السموت الایۃ" فمدنیۃ، خمس واربعون آیۃ

(سورۂ ق مکیہ ہے سوائے آیت "ولقد خلقنا السموت والارض الخ" کے، یہ مدنی ہے اس کی کل آیات پینتالیس ہیں)

تعارف سورۃ ق

اس سورت کے تین رکوع، اور پینتالیس آیات ہیں یہ تین سوستاون کلمات اور ایک ہزار چار سو چورانوے حروف پر مشتمل ہے۔ حضرت قطبہ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں "ق والقرآن المجید" پڑھا کرتے تھے (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب: القرائۃ فی الصبح، رقم: (۹۱۱)/۴۵۷، ص۲۲۳)۔ اہل عرب کے لئے حضور ﷺ کی ساری دعوت ایسی تھی جس نے حیرت میں ڈال دیا تھا لیکن اس بات کو وہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا ان کے بکھرے ہوئے ذرات کو اکٹھا کرنا اور پھر ان کو جوڑ کر زندہ کرنا ان کے نزدیک یہ سب ناممکن تھا اور اسی لئے یہ برملا کہتے تھے کہ ہم قطعاً نہیں مانیں گے لیکن اس ذات کے لئے ذرا سی بھی مشکل نہیں جس کا علم کائنات کے تمام ذرے ذرے کو یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی ہونی والی تبدیلیوں کو بھی جانتا ہے، جس نے اللہ ﷻ کی قدرت کو دیکھنا ہو وہ عالم بالا، عالم زیریں، تحت الثریٰ سے عرش علی تک کی تدابیر پر غور کرے اور اگر اس کی کمال حکمت کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو نظام کائنات کے نظم وضبط اور ہم آہنگی میں غور وفکر کرو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ ایسی ہستی کے لئے انسان کو موت کی نیند سلا کر اس کو عرصۂ دراز کے بعد اس کو وقت مقررہ پر زندہ کر دینا مشکل کام نہیں۔ سورت کے آخر میں فرمایا اے پیارے حبیب ﷺ آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوا کریں بلکہ آپ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو صبح وشام میرا ذکر کرتے رہو یقیناً کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ق﴾ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِہٖ ﴿والقران المجید (۱)﴾ اَلْکَرِیْمِ مَا اٰمَنَ کُفَّارُ مَکَّۃَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ﴿بل عجبوا ان جاء ھم منذر منھم﴾ رَسُوْلٌ یُخَوِّفُھُمْ بِالنَّارِ بَعْدَ الْبَعْثِ ﴿فقال الکفرون ھذا﴾ اَلْاِنْذَارُ ﴿شیء عجیب (۲) ء اذا﴾ بِتَحْقِیْقِ الْھَمْزَتَیْنِ وَتَسْھِیْلِ الثَّانِیَۃِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَیْنَھُمَا عَلَی الْوَجْھَیْنِ ﴿متنا وکنا ترابا﴾ نَرْجِعُ ﴿ذلک رجع بعید (۳)﴾ فِیْ نِھَایَۃِ الْبُعْدِ ﴿قد علمنا ما تنقص الارض﴾ تَاْکُلُ ﴿منھم وعندنا کتب حفیظ (۴)﴾ ھُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فِیْہِ جَمِیْعُ الْاَشْیَاءِ الْمُقَدَّرَۃِ ﴿بل کذبوا بالحق﴾ بِالْقُرْاٰنِ ﴿لما جاء ھم فھم﴾ فِیْ شَانِ النَّبِیِّ ﷺ وَالْقُرْاٰنِ ﴿فی امر مریج (۵)﴾ مُضْطَرِبٍ قَالُوْا مَرَّۃً سَاحِرٌ وَسِحْرٌ وَمَرَّۃً شَاعِرٌ وَشِعْرٌ وَمَرَّۃً کَاھِنٌ وَکَھَانَۃٌ ﴿افلم ینظروا﴾ بِعُیُوْنِھِمْ مُعْتَبِرِیْنَ بِعُقُوْلِھِمْ حِیْنَ اَنْکَرُوا الْبَعْثَ ﴿الی السماء﴾ کَائِنَۃً ﴿فوقھم کیف بنینھا﴾ بِلَا عَمَدٍ ﴿وزینھا﴾ بِالْکَوَاکِبِ ﴿وما لھا من فروج (۶)﴾ شُقُوْقٍ تَعِیْبُھَا ﴿والارض﴾ مَعْطُوْفٌ عَلٰی مَوْضِعِ اِلَی السَّمَاءِ کَیْفَ ﴿مددنھا﴾ دَحَوْنَا عَلٰی وَجْہِ الْمَاءِ ﴿والقینا فیھا رواسی﴾ جِبَالًا تُثْبِتُھَا ﴿وانبتنا فیھا من کل زوج﴾ صِنْفٍ ﴿بھیج (۷)﴾ یُبْھَجُ بِہٖ لِحُسْنِہٖ ﴿تبصرۃ﴾ مَفْعُوْلٌ لَہٗ اَیْ فَعَلْنَا ذٰلِکَ تَبْصِیْرًا مِنَّا ﴿وذکری﴾ تَذْکِیْرًا ﴿لکل عبد منیب (۸)﴾ رَجَّاعٍ

عَلٰی طَاعَتِنَا ﴿ونزلنا من السماء ماء مبرکا﴾ کَثِیْرَ الْبَرْکَۃِ ﴿فانبتنا به جنت﴾ بَسَاتِیْنَ ﴿وحب﴾ اَلزَّرْعِ ﴿الحصید (۹)﴾ اَلْمَحْصُوْدِ ﴿والنخل بسقت﴾ طِوَالًا حَالٌ مُقَدَّرَۃٌ ﴿لها طلع نضید (۱۰)﴾ مُتَرَاکِبٌ بَعْضُہٗ فَوْقَ بَعْضٍ ﴿رزقا للعباد﴾ مَفْعُوْلٌ لَہٗ ﴿واحیینا به بلدۃ میتا﴾ یَسْتَوِیْ فِیْہِ الْمُذَکَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ ﴿کذلک﴾ اَیْ مِثْلُ ھٰذِہِ الْاَحْیَاءِ ﴿الخروج (۱۱)﴾ مِنَ الْقُبُوْرِ فَکَیْفَ تُنْکِرُوْنَہٗ وَالْاِسْتِفْھَامُ لِلتَّقْرِیْرِ وَالْمَعْنٰی اَنَّھُمْ نَظَرُوْا وَعَلِمُوْا مَا ذُکِرَ ﴿کذبت قبلهم قوم نوح﴾ تَاْنِیْثُ الْفِعْلِ بِمَعْنٰی قَوْمٍ ﴿واصحب الرس﴾ ھِیَ بِئْرٌ کَانُوْا مُقِیْمِیْنَ عَلَیْھَا بِمَوَاشِیْھِمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ وَنَبِیُّھُمْ قِیْلَ حَنْظَلَۃُ بْنُ صَفْوَانَ وَقِیْلَ غَیْرُہٗ ﴿وثمود (۱۲)﴾ قَوْمُ صَالِحٍ ﴿وعاد﴾ قَوْمُ ھُوْدٍ ﴿وفرعون واخوان لوط (۱۳) واصحب الایکة﴾ اَیِ الْغَیْضَۃِ قَوْمُ شُعَیْبٍ ﴿وقوم تبع﴾ ھُوَ مَلِکٌ کَانَ بِالْیَمَنِ اَسْلَمَ وَدَعَا قَوْمَہٗ اِلَی الْاِسْلَامِ فَکَذَّبُوْہُ ﴿کل﴾ مِنَ الْمَذْکُوْرِیْنَ ﴿کذب الرسل﴾ کَقُرَیْشٍ ﴿فحق وعید (۱۴)﴾ وَجَبَ نُزُوْلُ الْعَذَابِ عَلَی الْجَمِیْعِ فَلَا یَضِیْقُ صَدْرُکَ مِنْ کُفْرِ قُرَیْشٍ بِکَ ﴿افعیینا بالخلق الاول﴾ اَیْ لَمْ نَعْیَ بِہٖ فَلَا نَعْیَا بِالْاِعَادَۃِ ﴿بل هم فی لبس﴾ شَکٍّ ﴿من خلق جدید (۱۵)﴾ وَھُوَ الْبَعْثُ.

﴿ترجمہ﴾

ق (اس سے جو مراد ہے اللہ ﷻ با خوبی جانتا ہے......۱......) عزت والے قرآن کی قسم (کفار مکہ محمد ﷺ پر ایمان لے کر نہیں آئے المجید بمعنی الکریم ہے) بلکہ انہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا (یعنی رسول آیا، جو انہیں مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور آگ میں ڈالے جانے کا خوف دلاتا ہے......۲......) کافر بولے یہ (یعنی ڈرانا) تو عجیب بات ہے کیا جب (ء اذا یہ دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور ان دونوں کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ ہے) ہم مر جائیں اور مٹی ہو جائیں گے (پھر لوٹیں گے) یہ پلٹنا بہت دور ہے (انتہائی دعویٰ میں ہے) ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے (یعنی کھاتی ہے) اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے (اس کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں جمیع اشیاء مقدرہ کا بیان ہے) بلکہ انہوں نے حق (یعنی قرآن پاک) کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ (نبی پاک ﷺ اور قرآن پاک کے بارے میں) ایک مضطرب بات میں ہیں (کبھی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ ساحر ہیں اور قرآن سحر ہے، کبھی کہتے ہیں محمد ﷺ شاعر ہیں اور قرآن شعر ہے، کبھی کہتے ہیں محمد ﷺ کاہن ہیں اور قرآن کہانت ہے، مریج بمعنی مضطرب ہے) تو کیا انہوں نے نہ دیکھا (اپنی آنکھوں سے بنظر عبرت جب انہوں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کیا تھا......۳......) آسمان کی طرف (موجود ہے) ان کے اوپر ہم نے اسے (بے ستونوں کے) کیسا بنایا اور (اسے ستاروں سے) سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں (کوئی شگاف نہیں جو اسے عیب دار کرے......۴......، فروج بمعنی شقوق ہے) اور زمین کو ("الارض" الی السماء کے محل پر معطوف ہے) ہم نے اسے (کیسا) پھیلایا (پانی تک، مددنھا بمعنی دحونھا ہے) اور اس میں بھاری وزن رکھے (پہاڑ رکھے کہ ہم زمین کو ثابت رکھیں) اور اس میں اگایا ہر قسم (زوج کے معنی قسم ہے) جو بارونق ہے (جس کے ذریعے سے بندے کو خوشی حاصل ہوتی ہے) سوجھ (تبصرۃ مفعول لہ ہے یعنی عبارت مقدر ہے "فعلنا ذلک تبصیرا منا" یعنی ہم نے یہ آنکھیں کھولنے کے لیے کیا) اور سمجھ (ذکری بمعنی تذکیرا ہے، یعنی ہماری فرمانبرداری کی طرف رجوع کرنے والے کو نصیحت کرنے کے لیے) اور ہم نے آسمان سے بہت بابرکت پانی

اتارا......۵......(مبارکا بمعنی کثیر البرکۃ ہے) تو اس سے باغ اگائے (جنات بمعنی بساتین ہے) اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے (حب بمعنی الزرع اور الحصید بمعنی المحصود ہے) اور کھجور کے لمبے درخت (باسقت بمعنی طوالا حال مقدرہ ہے) جن کا پکا گابھا (تہہ در تہہ چڑھا ہوا) بندوں کی روزی کے لیے ("رزقا للعباد" مفعول لہ ہے) اور ہم نے اس سے مردہ شہر جلایا ("میتا" مذکرومونث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے) اس طرح (یعنی اسی کا زندہ کرنے کی مثل تمہارا قبروں سے) نکلنا ہے (تو تم کیسے اس کا انکار کرتے ہو؟ یہاں استفہام تقدیر کلام کے لیے ہے معنی آیت یہ ہے کہ انہوں نے مذکورہ امور دیکھنے، جان لینے کے باوجود بھی انکار کیا ہے) اس سے پہلے جھٹلایا نوح کی قوم (کذبت کو مونث ذکر کرنا قوم کے معنی کی رعایت کرنے کے اعتبار سے ہے) اور کنویں والوں......۶......(الرس کنویں کو کہتے ہیں یہ لوگ اس کنویں کے پاس مقیم تھے، مویشیوں کے ساتھ یہ لوگ بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کے نبی حنظلہ بن صفوان اور ایک قول کے مطابق کوئی اور صاحب تھے) اور ثمود (یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم) اور عاد (یعنی حضرت ھود علیہ السلام کی قوم) اور فرعون اور لوط کی ہم قوموں اور بن والوں نے (یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی) اور تبع کی قوم نے (تبع یمن کے بادشاہ تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر اپنی قوم کو بھی اسلام لانے کی دعوت دی تو اس قوم نے آپ کی تکذیب کی) سب نے (یعنی مذکور سب قوموں نے) رسولوں کو جھٹلایا (جیسا کہ قریش کر رہے ہیں) تو میری وعید ثابت ہو گئی (تو ان سب پر میرے عذاب کا نازل ہونا ثابت ہو گیا تو قریش جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں آپ اس سے تنگ دل نہ ہوں) تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے (یعنی ہم اس سے نہیں تھکے، پس ہم انسان کو دوبارہ زندہ کرنے سے بھی نہیں تھکیں گے) بلکہ وہ شبہ میں ہیں (لبس کے معنی شک ہے) نئے بننے سے (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ق والقران المجید﴾

ق: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، القران المجید: مرکب توصیفی، ملکر ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، جواب قسم محذوف "انک جئتھم منذر بالبعث"، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿بل عجبوا ان جاء ھم منذر منھم فقال الکفرون ھذا شیء عجیب﴾

بل: حرف اضراب و عاطفہ، عجبوا: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، جاء ھم: فعل و مفعول، منذر: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر من جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال الکفرون: قول، ھذا: مبتدا، شیء عجیب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ء اذا متنا و کنا ترابا ذلک رجع بعید﴾

ھمزہ: حرف استفہام، اذا: مضاف، متنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنا ترابا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر فعل محذوف "ترجع" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدا، رجع بعید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قد علمنا ما تنقص الارض منھم وعندنا کتب حفیظ﴾

قد: تحقیقیہ، علمنا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، عندنا: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، کتب حفیظ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ماتنقص الارض منھم: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل کذبوا بالحق لما جاء ھم فھم فی امر مریج﴾

بل: عاطفہ، کذبوابالحق: فعل بافاعل وظرف لغو، لما: بمعنی حین: مضاف، جاء هم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، فی امر مریج: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلم ینظروا الی السماء فوقهم کیف بنینها وزینها وما لها من فروج﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اغفلوا وعموا" لم ینظروا: فعل نفی بافاعل، الی: جار، السماء: مبدل منہ، کیف: اسم استفہام حال مقدم، بنینها: فعل بافاعل، ها: ضمیر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، زینها: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، ما: نافیہ، لها: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، فروج: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، فوقهم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والارض مددنها والقینا فیها رواسی﴾

و: عاطفہ، الارض: منصوب براشتغال فعل محذوف "مددنا" کیلئے مفعول واقع ہے، ملکر جملہ فعلیہ، مددنها: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، القینافیها: فعل بافاعل وظرف لغو، رواسی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانبتنا فیها من کل زوج بهیج تبصرة وذکری لکل عبد منیب﴾

و: عاطفہ، انبتنافیها: فعل بافاعل وظرف لغو، من کل زوج بهیج: ظرف لغوثانی، تبصرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکری: مصدر بافاعل، لکل عبدمنیب: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونزلنا من السماء ماء مبرکا فانبتنا به جنت وحب الحصید والنخل بسقت لها طلع نضید رزقا للعباد﴾

و: عاطفہ، نزلنا من السماء ماء: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انبتنابه: فعل بافاعل وظرف لغو، جنت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حب الحصید: معطوف، و: عاطفہ، النخل: ذوالحال، بسقت: اسم فاعل با "هن" ضمیر ذوالحال، لها: ظرف مستقر خبر مقدم، طلع نضید: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر معطوف ثانی، ملکر مفعول، رزقاللعباد: شبہ جملہ مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واحیینا به بلدة میتا کذلک الخروج﴾

و: عاطفہ، احیینابه: فعل بافاعل وظرف لغو، بلدة میتا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، کذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، الخروج: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذبت قبلهم قوم نوح واصحب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط واصحب الایکة وقوم تبع﴾

کذبت قبلهم: فعل وظرف، قوم نوح: معطوف علیہ، واصحب الرس وثمود وعاد......الخ: معطوفات، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کل کذب الرسل فحق وعید افعیینا بالخلق الاول﴾

کل: مبتدا، کذب الرسل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، حق وعید: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقصدنا الخلق فعجزنا ناعنه حتی یتوهم احد عجزنا عن اعادته" عیینا: فعل بافاعل، بالخلق الاول: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل هم فی لبس من خلق جدید﴾

بل: حرف اضراب وعطف معطوف ثانی علی محذوف "هم غیر منکرین لقدرتنا" هم: مبتدا، فی: جار، لبس: موصوف، من خلق

جدید: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ق کے اسرار ورموز کا بیان:

۱......اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: سورۃ ق کو بـق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس کے نزدیک مراد اس سے قسم ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ ﷻ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں یہ اللہ ﷻ کے ناموں کی چابی ہے جیسا کہ القادر ، القدیر ، القدیم ،القاہر ، القہار ، القریب ، القابض ، القدوس اور القیوم کہا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ق سے مراد القادر ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن کا نام ہے۔ اور ایک قول کے مطابق قسم ہے جس کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے یعنی مراد القائم بالقسط ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قل یا محمد والقرآن المجید ہے، ایک قول ق بمعنی قِف ہے، یعنی اے محمد ﷺ رسالت کی ادائیگی میں کچھ توقف کیجئے۔ (روح البیان، ج۹، ص۱۲۰)

آیت نمبر "۲" کے ضمن میں انکار کی وجہ:

۲......انکار کی وجہ تعجب ہے جب کہ حقیقت میں اس بارے میں تعجب نہیں ہونا چاہیے، مراد یہ ہے کہ انہی میں سے ایک شخص انہیں اس بات کا خوف دلا رہا تھا جس کی دیانت داری اور امانتداری کا یہ خود چرچا کرتے تھے۔ اور ایسا کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو قوم کے لئے ناصح (نصیحت کرنے والا) ہو، اور اُسے اس بات کا خدشہ بھی ہو کہ کہیں میری قوم غلط کام میں نہ پڑ جائے۔ اور جب یہ جان لیا تو پھر انہیں ڈرانا بھی ضروری ہے لہذا اس صورت میں بعث بعد الموت سے انکار کرنے یا تعجب کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں رہتی جب کہ اللہ ﷻ زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب پر قادر ہے۔ اور عقل کے مشاہدے کے ساتھ ہر چیز کی ابتداء کا اقرار ہے تو پھر جزاء کا اقرار بھی ضرور ہونا چاہیے، پس کسی کافر کا یہ کہنا ﴿اء ذا متنا وکنا ترابا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہو جائیں گے (ق: ۳)﴾ میں اس بات پر دلالت پائی جارہی ہے کہ بعث بعد الموت پر تعجب کرنا اسے بعید از قیاس اور حق سے انکار کرنے کے زمرے میں داخل کیا جانا چاہیے۔

(المدارک، ج۳، ص ۳۶۱ ملخصاً)

بعث بعد الموت کا بیان:

۳......امام جوزی لکھتے ہیں کہ مخلوق کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ شبہ انہیں دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے اول یہ کہ وہ مادہ منویہ کی جانب دیکھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جب انسان زمین میں دفن کر دیا گیا اور کیڑے مکوڑے کی غذا بن گیا تو پھر دوبارہ اسی طرح کیسے بن پائے گا؟ امام جوزی جوابات دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کی اصل کی جانب دیکھ لیا جائے تو جواب مل جائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور اسی آدم علیہ السلام کی پشت اطہر سے دیگر انسان بسبب نطفہ بنائے گئے، اسی مٹی سے سبزہ اور دانہ بنتا ہے اور یہی مٹی کیڑے مکوڑوں کے وجود اور ان سے پیدا ہونے والے انڈوں کا ذریعہ ہے۔ اور اسی طرح سونے یا چاندی کے مختلف ٹکڑے بھٹی میں ڈالے جائیں اور یہ ٹکڑے باریک اجزاء کی شکل اختیار کر لینے کے بعد مٹی میں بکھر جاتے ہیں لیکن جب اللہ ﷻ اپنی قدرت سے ان باریک ذروں کو سمیٹ کر ہمارے سامنے ایک مناسب شکل وصورت میں کر دیتا ہے تو انسان جب کہ اس کا جسم بھاری ہو یا لاغر اس کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دوبارہ سمیٹ کر کھڑا کر دینا اس کی شان سے بعید نہیں جب کہ وہ بچپن سے جوان اور پھر بڑھاپے میں جسم کو لاغر و توانا کرتا رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اپنے انبیائے کرام کے

ہاتھوں پر عصا کو اژدھا اور اژدھے کو عصا کر دیتا ہے اور پہاڑوں سے زندہ اونٹنی برآمد کر دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست حق پرست سے کئی مردے بھی زندہ کر دکھائے۔ (تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس ابلیس علی جاحدی البعث، ص ۹۰ وغیرہ)

سائنس کی رو سے آسمان کی کیفیات کا بیان:

۴......آسمان فارسی لغت کے اعتبار سے آس اور مان سے، عربی لغت کے لحاظ سے فلک، اور سنسکرت کے اعتبار سے گگن کو کہتے ہیں، انگریزی میں sky کہتے ہیں، یہ خلا اور فضاء کا حصہ ہے جو کسی بھی فلکیاتی جسم کی سطح سے نظر آتا ہے، کئی وجوہات کی بناء پر اس کی صحیح تعریف ممکن نہیں، زمینی آسمان، ہوا کا سورج کی روشنی کو منتشر کرنے کی وجہ سے، دن کے وقت گہرا نیلا نظر آتا ہے، جب کہ رات کے وقت یہ سیاہ نظر آتا ہے کیونکہ سورج کی روشنی نہیں ہوتی۔ سفید روشنی اصل میں سات رنگوں کا مرکب ہوتی ہے، یعنی سرخ، نارنگی، زرد، سبز، نیلا، کاہی اور بنفشی۔ یہ وہی رنگ ہیں جو آپ کو قوس وقزاح میں نظر آتے ہیں، جب یہ رنگ آپس میں مل جاتے ہیں تو سفید رنگ بن جاتا ہے۔ سورج کی روشنی بھی انہی سات رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب روشنی شیشے یا صاف پانی پر پڑتی ہے تو انعطاف کی وجہ سے ساتوں رنگ الگ الگ نظر آتے ہیں۔ ہمارے سروں پر جو فضا چھائی ہوئی ہے اس میں بیشمار ننھے ننھے ذرات ہر وقت موجود رہتے ہیں، گرد کے یہ ذرات کچھ تو ہماری اپنی ہی زمین کی پیداوار ہیں اور کچھ خلائے لامحدود سے بھی آتے ہیں، جب سورج کی کرنیں اُن ذرات پر پڑتی ہیں تو نیلے رنگ کی شعائیں اُن سے ٹکرا کر دوسرے رنگوں کی بہ نسبت زیادہ تعداد میں نکلتی ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں آسمان نیلا نظر آتا ہے۔ (wiki pedia)

بارش کے پانی کی برکتیں:

۵......بادلوں سے پانی کے علیحدہ علیحدہ قطرے گرنے کو بارش کہتے ہیں۔ بارش کے برصغیر پاک وہند میں بڑے نام ہیں۔ بارش، برکھا، میگھا، مینہ، پونم، وغیرہ۔ بھارت کی ایک ریاست میگھالیہ کا یہ نام وہاں بہت زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایک علاقے میگھنا بھی مینہ یا میگھا سے بنا ہے۔ سمندر، دریا اور جھیل کی سطح سے پانی بخارات بن کر اوپر اڑتا ہے جو کہ بادل بننے کا باعث بنتا ہے اور یہی بادل بارش بن کر برستے ہیں۔ بارش نباتات اور پودوں کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اوسطاً بارش کا ایک قطرہ ایک یا دو ملی لیٹر کا ہوا کرتا ہے۔ بارش برازیل، وسطی افریقہ، اور جنوب مشرقی ایشیاء میں پودوں اور جانوروں کی بے تحاشا قسموں کی باعث ہے۔ یہی بارش جب زیادہ تعداد میں ہو جائے تو فصلوں اور کھیتوں کے لئے نقصان کا باعث بنتی ہے لہذا وسیع انتظامی امور ہوں تو بارش کا پانی بڑے بڑے ڈیموں میں جمع کر لیا جائے تا کہ ضرورت اور قحط سالی کے اوقات میں کام آئے۔

اصحاب الرس کون تھے؟

۶......قاموس میں ہے کہ رس سے مراد کسی بھی چیز کی ابتداء یا پتھروں میں لپٹا ہوا ایک پتھر ہے۔ یہ کنواں ان لوگوں کا تھا جو قوم ثمود میں سے بچ گئے تھے انہوں نے اپنے نبی کی نبوت کو جھٹلایا اور اس کنویں میں بند کر دیا، الـرس کے معنی کھودنا اور دفن کرنا بھی ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ اس سے مراد کنواں ہے۔ جس جگہ کو پتھروں اور اینٹوں سے پختہ کیا گیا ہو اُسے بھی رس کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد مَعْدَن ہے، اس کی جمع رسائس آتی ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون تھے، تاہم چند اقوال یہ ہیں: (۱)...... یہ قوم ثمود کے باقی ماندہ لوگ تھے۔ (۲)......حضر موت کے قریب ایک شہر حاصور میں ایک کنواں تھا، حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے چار ہزار افراد جو عذاب سے محفوظ رہے تھے وہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ حضر موت کے علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ جب وہ یہاں پہنچ گئے تو حضرت صالح علیہ السلام کا انتقال ہو گیا، اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام حضر موت پڑ گیا کیونکہ

حضرت صالح علیہ السلام جب یہاں تشریف لائے تو آپ کا وصال ہوگیا، پس اب انہوں نے یہاں ایک کنواں بنایا اور اس کے پاس بیٹھ کر ایک آدمی کو اپنا امیر بنایا، وہ ایک طویل زمانہ تک وہاں رہے، ان کی آگے نسل پھیلی یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت ہوگئی پھر انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کردی اور کفر اختیار کیا۔(۳)...... کلبی اور قتادہ کے قول کے مطابق یہ ایک کنواں تھا جو یمامہ کے علاقہ میں واقع تھا، ان لوگوں نے اپنے نبی کو قتل کیا تھا تو اللہ عزوجل نے انہیں ہلاک کردیا۔ (المظھری، ج۶،ص۱۰ ۴ ملخصاً وملتقطاً)

اغراض:

الله اعلم بمراده بذلک: اس قول کا بیان ماقبل کئی مواقع پر ہو چکا ہے۔ایک قول کے مطابق ''ق'' سے مراد پہاڑ ہے جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے، جو کہ سبز زمرد کا ہے جس نے زمین کو گھیر رکھا ہے، اس پہاڑ کی سبزی آسمان کی سبزی جیسی ہے اور آسمان اس پہاڑ پر قبہ کی شکل میں ہے۔ الکریم: قرآن مجید وہ معزز کتاب ہے کہ جو اس سے اپنے مقصود کو طلب کرتا ہے، وہ پالیتا ہے۔

ما آمن كفار مكة: میں واو قسمیہ کے محذوف جواب قسم کی جانب اشارہ ہے، عبارت یوں ہے: ''وھو اسهل الاعاريب''۔

فيه جميع الاشياء: اس میں اشارہ ہے کہ جار مجرور ''المحفوظ'' کے متعلق ہیں اور ''جميع'' نائب الفاعل اس کے متعلق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جار مجرور خبر مقدم ہے اور ''جميع'' مبتدائے مؤخر ہے۔

مضطرب: بمعنی مختلط ہے، یعنی کسی امر یا دین کے معاملے میں اضطراب اور اختلاط ہونا ہے۔ تبصيرا منا: مراد تعلیماً وتفهيماً ہے ،اور ''التبصرة''،''التذكرة'' دونوں ﴿السماء﴾، ﴿والارض﴾ کی طرف عائد ہیں معنی یہ ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو دیکھنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے بنایا اور یہ بھی مراد ہوسکتی کہ آسمان دیکھنے کے لئے اور زمین نصیحت کے لئے بنائی گئی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ ''التبصرة'' آیات مستمرہ میں اور ''التذكرة'' آیات متجددہ میں ہوتا ہے۔

رجاع الى طاعتنا: یعنی جس کی جانب رجوع کیا جائے اور جس کا اقبال بلند ہو اور صیغہ نسبت کیلئے ہے نہ کہ مبالغہ کے لئے۔ المحصود: یعنی گیہوں اور جو کی مانند کٹی ہوئی کھیتی مراد ہے۔ حال مقدرة: اللہ کے فرمان: ﴿باسقت﴾ کے معنی طویل ہیں، ''نخل'' کو اسلئے اس نام سے تعبیر کیا گیا کیونکہ اس کے منافع بہت ہوتے ہیں۔ والمعنى: یعنی اگر وہ دیکھتے اور جانتے تو ایمان لے آتے۔ لمعنى قوم: یعنی لانه بمعنى امة ہے۔

هي بئر: یعنی کنواں اپنے اطراف سمیت زمین دوز ہوگیا اور (قوم) کے تمام مال واسباب بھی برباد ہوگئے۔

وقيل غيره: مراد حضرت شعیب علیہ السلام ہیں یا حضرت صالح علیہ السلام کے بعد کے نبی جو قوم ثمود کی جانب بھیجے گئے تھے۔ هو ملك كان باليمن: ایک قول کے مطابق نبی ہیں مراد تبع حمیری ہے، اس کا نام اسعد اور کنیت ابوقرن ہے۔ فلا يضيق صدرك: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر اور نافرمانوں کے لئے تہدید بیان کرنا مقصود ہے۔ (الصاوی، ج۵،ص۳۳۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿ولقد خلقنا الانسان ونعلم﴾ حَالٌ بِتَقْدِيرِ نَحْنُ ﴿ما﴾ مَصْدَرِيَّةٌ ﴿توسوس﴾ تُحَدِّثُ ﴿به﴾ اَلْبَاءُ زَائِدَةٌ اَوْ لِلتَّعْدِيَةِ وَالضَّمِيْرِ لِلْاِنْسَانِ ﴿نفسه ونحن اقرب اليه﴾ بِالْعِلْمِ ﴿من حبل الوريد(۱۶)﴾ اَلْاِضَافَةُ لِلْبَيَانِ وَالْوَرِيْدَانِ عِرْقَانِ بِصَفْحَتَيِ الْعُنُقِ ﴿اذ﴾ نَاصِبُهُ اُذْكُرْ مُقَدَّرًا ﴿يتلقى﴾ يَاخُذُ وَيُثْبِتُ ﴿المتلقين﴾ اَلْمَلَكَانِ الْمُوَكَّلَانِ بِالْاِنْسَانِ مَا يَعْمَلُهُ ﴿عن اليمين وعن الشمال﴾ مِنْهُ ﴿قعيد(۱۷)﴾ اَىْ قَاعِدَانِ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ مَا قَبْلَهُ ﴿ما يلفظ من قول الا لديه رقيب﴾ حَافِظٌ ﴿عتيد(۱۸)﴾ حَاضِرٌ وَكُلٌّ مِنْهُمَا مَعْنَى الْمُثَنّٰى ﴿وجاءت

سکرۃ الموت﴾غَمْرَتُهُ وَشِدَّتُهُ﴿بالحق﴾مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ حَتّٰی يَرَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا عَيَانًا وَهُوَ نَفْسُ الشِّدَّةِ﴿ذلک﴾اَیِ الْمَوْتُ﴿ما کنت منه تحید(۱۹)﴾تَهْرِبُ وَتَفْزَعُ﴿ونفخ فی الصور﴾لِلْبَعْثِ﴿ذلک﴾اَیْ يَوْمَ النَّفْخِ﴿يوم الوعيد(۲۰)﴾لِلْكُفَّارِ بِالْعَذَابِ﴿وجاء ت﴾فِيْهِ﴿کل نفس﴾اِلَی الْمَحْشَرِ﴿معها سائق﴾مَلَكٌ يَّسُوْقُهَا اِلَيْهِ﴿وشهيد (۲۱)﴾يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ الْاَيْدِیْ وَالْاَرْجُلُ وَغَيْرُهَا وَيُقَالُ لِلْكَافِرِ﴿لقد کنت﴾فِی الدُّنْيَا﴿فی غفلة من هذا﴾اَلنَّازِلِ بِكَ الْيَوْمَ﴿فکشفنا عنک غطاء ک﴾اَزَلْنَا غَفْلَتَكَ بِمَا تُشَاهِدُهُ الْيَوْمَ﴿فبصرک اليوم حديد (۲۲)﴾حَادٌّ تُدْرِكُ بِهٖ مَا اَنْكَرْتَهُ فِی الدُّنْيَا﴿وقال قرينه﴾اَلْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ﴿هذاما﴾اَیِ الَّذِیْ﴿لدی عتيد (۲۳)﴾حَاضِرٌ فَيُقَالُ لِمَالِكٍ﴿القيا فی جهنم﴾اَیْ اَلْقِ اَلْقِ اَوْ اَلْقِيَنْ وَبِهٖ قَرَاَ الْحَسَنُ فَاُبْدِلَتِ النُّوْنُ اَلِفًا﴿کل کفار عنيد(۲۴)﴾مُعَانِدٍ لِلْحَقِّ﴿مناع للخير﴾كَالزَّكَاةِ﴿معتد﴾ظَالِمٍ﴿مريب (۲۵)﴾شَاكٍّ فِیْ دِيْنِهٖ﴿الذی جعل مع الله الها اخر﴾مُبْتَدَأٌ ضُمِنَ مَعْنَى الشَّرْطِ خَبَرُهُ﴿فالقيه فی العذاب الشديد (۲۶)﴾تَفْسِيْرُهُ مِثْلُ مَا تَقَدَّمَ﴿قال قرينه﴾اَلشَّيْطَانُ﴿ربنا ما اطغيته﴾اَضْلَلْتُهُ﴿ولکن کان فی ضلل بعيد (۲۷)﴾فَدَعَوْتُهُ فَاسْتَجَابَ لِیْ وَقَالَ هُوَ اَطْغَانِیْ بِدُعَائِهٖ لَهُ﴿قال﴾تَعَالٰی﴿لا تختصموا لدی﴾اَیْ مَا يَنْفَعُ الْخِصَامُ هُنَا﴿وقد قدمت اليکم﴾فِی الدُّنْيَا﴿بالوعيد (۲۸)﴾بِالْعَذَابِ الْاٰخِرَةِ لَوْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلَا بُدَّ مِنْهُ﴿ما يبدل﴾يُغَيَّرُ﴿القول لدی﴾فِیْ ذٰلِكَ﴿وما انا بظلام للعبيد(۲۹)﴾فَاُعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ جُرْمٍ وَظَلَّامٍ بِمَعْنٰی ذِیْ ظُلْمٍ لِقَوْلِهٖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں (''نعلم'' ضمیر مقدر ''نحن'' سے حال بن رہا ہے) اس کے نفس ......۱...... کا اس سے باتیں کرنا (''ماتوسوس'' میں ''ما'' مصدریہ ہے، اور ''توسوس'' بمعنی تحدث ہے، اور به میں ''باء'' یا تو زائدہ ہے یا پھر تعدیہ کے لیے ہے اور ''به'' کی ''ہ'' ضمیر کا مرجع ''الانسان'' ہے) ہم (باعتبار علم) دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں (''حبل الورید'' میں اضافت بیانیہ ہے ''وریدان'' گردن کے دونوں کناروں پر موجود دو رگیں ہیں ......۲......) جب (''اذ''، اذکر مقدر کی وجہ سے منصوب ہے) لیتے ہیں اور ثبت کرتے ہیں (''یتلقی'' کا معنی لینا اور ثبت کرنا ہے) دو لینے والے (مراد اس سے وہ دو فرشتے ہیں جو انسان کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں ......۳......، انسان کے) دائیں اور بائیں بیٹھیں ہیں (''قعید'' بمعنی قاعدان ہے، یہ مبتدا بن رہا ہے اور اس کا ماقبل خبر بن رہا ہے) کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ (''رقیب'' بمعنی حافظ ہے) حاضر ہے (''عتید'' کے معنی حاضر ہے، ''رقیب اور عتید'' دونوں تثنیہ کے معنی میں ہیں) اور آئی موت کی سختی (''سکرة'' بمعنی غشی اور تکلیف و شدت ہے) حق کے ساتھ ہے (یعنی موت کی سختی امور اخروی میں سے ہے اور اس سختی کو اس کا منکر بھی آنکھوں سے دیکھے گا ......۴......) یہ ہے (یعنی یہ موت ہے) جس سے تو بھاگتا تھا (''تحید'' بمعنی تھرب وتفرع ہے) اور صور پھونکا گیا (مردے اٹھانے کے لیے) یہ (یعنی یہ صور پھونکے جانے کا دن کفار کے لیے عذاب کے ......۵......) وعدہ کا دن ہے اور (اس میں) ہر جان (میدان حشر کی طرف) یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا (یعنی

فرشتہ جو اسے محشر کی طرف ہانکے گا) اور ایک گواہ (جو اس کے خلاف اس کے کیئے کی گواہی دے گا اس سے مراد انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اور کافر سے فرمایا جائے گا......٦......) بیشک تو (دنیا میں) اس سے (جو آج تجھ پر نازل ہوا ہے) غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھالیا (یعنی ہم نے تیری غفلت کو زائل کردیا جس کے سبب تو آج اس کا مشاہدہ کر رہا ہے) تو آج تیری نگاہ تیز ہے (جس کے سبب تو ان امور کا ادراک کر رہا ہے جس سے دنیا میں انکاری تھا، حدید بمعنی حاد ہے) اور اس کا ہم نشین (یعنی اس پر مقرر فرشتہ) کہے گا یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے (ما بمعنی الذی ہے، عتید کے معنی حاضر ہے، پھر فرشتے سے ارشاد فرمایا جائے گا) تم دونوں جہنم میں ڈال دو (القیا بمعنی الق الق ہے، یا پھر القین ہے، اور حسن نے اسے اسی طرح پڑھا ہے اور یہاں نون تاکید کو الف سے بدلا گیا ہے) ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو (حق کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کو) جو بھلائی کو بہت روکنے والا (جیسے زکوۃ روکنے والا) حد سے بڑھنے والا (یعنی ظلم کرنے والا) شک کرنے والا (اللہ ﷻ کے دین میں، مریب کے معنی شک کرنے والا ہے) جس نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا ("الذی جعل ......الخ" مبتدا ہے، یہ معنی شرط کو متضمن ہے، اس کی خبر "فالقیاہ......الخ" ہے) تو تم دونوں اسے ڈالو ("فالقیاہ" میں وہی تفصیل ہے جو پہلے گزر چکی) سخت عذاب میں اس کا ہم نشین (یعنی شیطان) کہے گا اے میرے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا (اطغیتہ بمعنی اضللۃ ہے) ہاں یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا (میں نے اسے گمراہی کی دعوت دی اس نے وہ دعوت قبول کرلی اور وہ کہے گا اس نے مجھے گمراہی کی طرف بلا کر گمراہ کردیا......ے......) وہ (یعنی اللہ ﷻ) فرمائے گا میرے پاس نہ جھگڑو (یعنی یہاں تمہارا جھگڑنا کچھ نفع نہ دیگا) میں پہلے ہی تمہاری طرف بھیج چکا (دنیا میں) اپنی وعید (آخرت میں عذاب دینے کی، اگر تم ایمان نہ لائے اور یہ ضرور ہو کر رہنا ہے) میرے یہاں (اس بارے میں) بات نہیں بدلتی (یبدل بمعنی یغیر ہے) اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں (کہ انہیں بغیر کسی جرم کے عذاب دوں، ظلام بمعنی ذی ظلم ہے، اللہ ﷻ کے فرمان ﴿لاظلم الیوم......٤٠:١٧﴾ کی وجہ سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد﴾

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، خلقنا الانسان: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: مستانفہ، نعلم: فعل با فاعل، ما: موصولہ، توسوس به: فعل وظرف لغو، نفسه: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "نحن" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، نحن: مبتدا، اقرب: اسم تفضیل با فاعل، اليه: ظرف لغو اول، من حبل الوريد: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ يتلقى المتلقين عن اليمين وعن الشمال قعيد﴾

اذ: مضاف، يتلقى: فعل، المتلقين: ذوالحال، عن اليمين: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، عن الشمال: جار مجرور، معطوف، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر مقدم، قعيد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد﴾

ما: نافیہ، يلفظ: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، لديه: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، رقيب عتيد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من: زائد، قول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء ت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید﴾

و: مستانفہ، جاء ت: فعل، سکرۃ الموت: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ذلک: مبتدا، ما: موصولہ، کنت: فعل ناقص با اسم، منہ تحید: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول محذوف "یقال لہ فی وقت الموت" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید وجاء ت کل نفس معھا سائق وشھید﴾

و: عاطفہ، نفخ: فعل مجہول الفاعل، فی الصور: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدا، یوم الوعید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، جاء ت: فعل، کل نفس: موصوف، معھا: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، سائق وشھید: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاء ک﴾

لام: تاکیدیہ، قد تحقیقیہ، کنت: فعل ناقص با اسم، فی: جار، غفلۃ: موصوف، من ھذا: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ہوکر قول محذوف "یقال لکل نفس" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، کشفناعنک: فعل بافاعل وظرف لغو، غطاء ک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبصرک الیوم حدید وقال قرینہ ھذا ما لدی عتید﴾

ف: عاطفہ، بصرک: ذوالحال، الیوم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا، حدید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، قال قرینہ: قول، ھذا: مبتدا، ما: موصول، لدی: ظرف متعلق بمحذوف صلہ، ملکر مبتدا، عتید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿القیافی جھنم کل کفار عنید مناع للخیر معتد مریب﴾

القیا: فعل امر بافاعل، فی جھنم: ظرف لغو، کل: مضاف، کفار: موصوف، عنید: صفت اول، مناع للخیر: شبہ جملہ صفت ثانی، معتد: صفت ثالث، مریب: صفت رابع، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول محذوف "یقال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿الذی جعل مع اللہ الھا اخر فالقیہ فی العذاب الشدید﴾

الذی: موصول، جعل: فعل بافاعل، مع اللہ: ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، الھا اخر: مرکب توصیفی مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، القیہ فی العذاب الشدید: فعل امر بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال قرینہ ربنا ماطغیتہ ولکن کان فی ضلل بعید﴾

قال قرینہ: قول، ربنا: نداء، ما اطغیتہ: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لکن: حرف استدراک، کان: فعل ناقص با اسم، فی ضلل بعید: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لاتختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید﴾

قال: قول، لاتختصموا: فعل نہی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد تحقیقیہ، قدمت الیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ب: جار زائد، الوعید: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، لدی: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ما يبدل القول لدی وما انا بظلام للعبيد﴾

مایبدل: فعل نفی مجہول، القول: نائب الفاعل، لدی: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انا: اسم، ب: زائد، ظلام للعبید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نفس کی تعرف اقسام:

۱..... وہ جوہرِ لطیف جو زندہ رہنے کی قوت حس اور حرکت ارادیہ کو (اپنے اندر لیے ہوئے) ہوتا ہے اور حکماء اسے "روح حیوانیہ" کا نام دیتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نفس سے مراد وہ جوہر ہے جو بدن انسانی کے لیے تازگی کا سامان پیدا کرتا ہے اور جب انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے تو اس کی نورانیت جسم کے ظاہر و باطن سے منقطع ہوجاتی ہے۔ نیند کے اوقات میں نفس کی نورانیت ظاہری جسم سے منقطع ہوجاتی ہے جب کہ باطنی جسم میں نورانیت برقرار رہتی ہے، پس ثابت ہوا کہ نیند اور موت ایک ہی قسم سے تعلق رکھتے ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ موت انقطاع کلی اور نیند انقطاع ناقص ہیں۔ پس نفس کا تعلق بدن انسانی سے تین طرح سے ہوسکتا ہے۔(۱)..... پس جب نفس کی رانائی تمام اجزائے بدن کے ظاہری و باطنی اعضاء تک پہنچ جائے تو اسے بیداری کی حالت کا نام دیا جاتا ہے اور(۲)..... جب نفس کی رانائی بدن باطن کے مقابلے میں بدن ظاہر سے نکل جائے تو اسے نیند کا نام دیا جاتا ہے اور (۳)..... جب نفس کی رانائی بدن انسان سے مکمل طور پر نکل جائے تو اسے موت کا نام دیا جاتا ہے۔

اب نفس کی اقسام کی بحث کی جاتی ہے:(۱)..... نفس امارۃ: ایسا نفس جو انسانی طبیعت کو لذات و شہوات حسیہ، اور دل کو شرور و(فتنہ) کی تنزلی اور اخلاق مذمومہ کی جانب مائل کرے۔(۲)..... نفس لوامہ: وہ نفس جو انسانی دل کو غفلت ہوجانے پر تنبیہ کرتا رہے، جب کبھی انسان بشری تقاضے کی وجہ سے بُرا کام کر بیٹھے، نفس لوامہ اسے اُس بُرائی پر عار دلائے اور توبہ کی جانب مائل کرے۔ (۳)..... نفس مطمئنہ: وہ نفس جس کی رانائی انسانی دل کو منور کردے حتیٰ کہ انسانی دل اخلاق حمیدہ کا لباس پہن لے۔

مزید کچھ اقسام یہ بھی ہیں:(۱)..... نفس حیوانی: جسم طبعیہ کا وہ کمال جو اسے جزئیات کے ادراک اور حرکت بالارادہ کے کمال تک پہنچادے۔(۲) نفس انسانی: جسم طبعیہ کا وہ کمال جو اسے تمام کلیات کے ادراک اور افعال فکری کے ساتھ (کمال) تک پہنچادے۔ (التعریفات، ج۲۳۹ وغیرہ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہونے کے معنی:

۲..... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم کلی کا بیان کرنا مقصود ہے، مراد یہ ہے کہ "الورید العرق" سے مراد وہ خون کی نالی ہے جس کے ذریعے خون سارے جسم میں پہنچتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے علم کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ قُریب ہے، کیونکہ خون کی نالی ایک خاص نظام کے تحت گوشت تک خون کے اجزاء کو نہیں پہنچنے دیتی، لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تو کچھ بھی مخفی نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے علم کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۱۳٤)

قاضی شہاب الدین فرماتے ہیں: مراد علم کے اعتبار سے قریب ہونا ہے نہ کہ ذات کے اعتبار سے، سبب کو ذکر کرکے مسبب مراد لیا گیا ہے اس لئے کہ کسی چیز کے قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اُس چیز کے بارے میں علم بھی ہو، اور صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم خفی اور ظاہر سب ہی کو جانتا ہے گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قریب ہونا اسی معنی کے مطابق ہے۔ (حاشية الشهاب، ج۸، ص ٥٧٤)

ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی کہتے ہیں: الحبل بمعنی الورید ہے اور اس کی اضافت نفس کی جانب لفظوں کے اختلاف کی وجہ سے کی گئی ہے۔ حسن کہتے ہیں الورید بمعنی الوتین ہے یعنی وہ رگ جو انسان کے دل سے پیوست ہوتی ہے، اور اسی سے قریب ہونے کا معنی لیا گیا ہے کہ جس طرح دل کے ساتھ رگ جڑی ہوتی ہے، اللہ ﷻ بھی اسی کی مثل علم کے اعتبار سے قریب ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس طرح انسان کے دل میں وسوسے اثر انداز ہوتے ہیں ہم ان وسوسوں کو بھی جانتے ہیں۔ جس طرح دل خون کی نالی کا علم رکھتا ہے اسی طرح اللہ ﷻ کا علم دل کے علم سے کہیں زیادہ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ دل خون کی نالی کا علم رکھتا ہے اور بندے کے دل کے خیالات دوسرے انسان تک نہیں پہنچتے جب تک کہ وہ اُن کا اظہار نہ کرے، لیکن اللہ ﷻ کے علم کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

(القرطبی، الجزء:۲٦، ص ۱۱)

ہر انسان پر کتنے فرشتے متعین ہیں اور کیا لکھتے ہیں؟

۳ع...... یہاں آیت کے تناظر کے اعتبار سے دو فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے اگر چہ اس حوالے سے طویل بحث ہے کہ ہر انسان پر کتنے فرشتے ہیں۔ تاہم یہاں خاص دو فرشتے کراماً کاتبین کا ذکر خیر ہے کہ یہی بندوں کے اعمال کے محافظ ہیں۔ انسان کے دائیں بائیں موجود ان فرشتوں کو اللہ نے اسی خاص امر کے لئے متعین کیا ہے کہ بندوں کے اعمال و احوال کا جائزہ لیں اور انہیں محفوظ کرلیں۔

☆...... حضرت علی ﷛ سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نیکیاں لکھنے والا فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے اور گناہ لکھنے والا فرشتہ بائیں جانب ہوتا ہے، پس جب بندہ اچھے عمل کرتا ہے تو نیکی لکھنے والا فرشتہ اُسے دس گنا تک لکھ دیتا ہے اور جب بندہ بُرا عمل کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ جو کہ نیکی لکھنے پر معمور ہے کہتا ہے: سات ساعات تک چھوڑ دو ہوسکتا ہے کہ گناہ سے لوٹ جائے یا استغفار کرلے''۔

(القرطبی، الجزء:۲٦، ص ۱۲)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ فرشتے ہر کلام لکھ لیتے ہیں؟ تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ حسن اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ فرشتے ثواب اور عتاب والے امور کو لکھتے ہیں اور یہی ابن عباس کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے۔ اور یہی آیت پاک: ﴿ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو(ق:۱۸)﴾ کا ظاہر ہے۔ جب کہ امام احمد نے بلال بن حارث المزنی کی حدیث نقل کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک بندہ اللہ ﷻ کی رضا جوئی میں کوئی بات مونھ سے نکالتا ہے جس کے بارے میں وہ یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ (کمال) تک پہنچے گی، اللہ ﷻ کی جانب سے وہ بات اس کی رضامندی سے ملاقات کے دن کے لئے رکھ لی جاتی ہے اور بندہ کوئی بُری بات مونھ سے نکالتا ہے اور اُسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ (انتہاء) تک پہنچے گی اور اللہ ﷻ کی جانب سے وہ بات اس کی ناراضگی کا پیش خیمہ بنتے ہوئے ملاقات کے دن کے لئے رکھ دی جاتی ہے''۔

(ابن کثیر، ج٤، ص ۲٦۲)

علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی فرماتے ہیں: یہ فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں سوائے دو حالتوں کہ جس میں انسان کی قضائے حاجت اور (ملاعبت ومباشرت) کی حالت داخل ہے کہ اِن حالتوں میں فرشتے لکھنے کے عمل میں تاخیر کرتے ہیں، پس انسان کو ان دونوں حالتوں میں کلام نہیں کرنا چاہیے یہاں تک کہ فرشتے بھی ان حالتوں میں بندوں کے قریب نہیں جاتے جب کہ اس کے سوا تمام حالتوں میں فرشتے اعمال لکھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بندہ موت کے قریب ہوجائے، اس کے ہر نیکی و بدی کے اعمال لکھ لئے جاتے ہیں۔

(الخازن، ج٤، ص ۱۸۷ وغیرہ)

حضرات انبیائے کرام کا موت کی سختی کا بیان:

۴.....موت کے وقت کے احوال جُدا جُدا ہوتے ہیں چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی کہتے ہیں: علقمہ نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی روح ایسے نکلتی ہے جیسا کہ پسینہ نکلتا ہے، کافر کی روح (کھینچ کر) ایسے نکلتی ہے جیسا کہ گدھے کی روح نکالی جاتی ہے، مومن کو اُسکے بُرے اعمال کی سزا موت کے وقت کی سختی کی صورت میں دے دی جاتی ہے تا کہ اُس کے لئے کفارہ بن جائے اور کافر کو اُس کے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا میں موت کے وقت کی آسانی کی صورت میں دیا جاتا ہے''۔

☆.....محاسبی نے: ''الــرعــایة'' میں لکھا ہے کہ بیشک اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے خلیل علیہ السلام! تو نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب دہ ہوئے: ایسے جیسے کہ گوشت بھوننے کی کوئی سیخ ہو جسے کسی اون نما چیز میں سختی سے ڈال کر نکال لیا جائے''، اللہ ﷻ نے فرمایا: اے ابراہیم علیہ السلام! ہم نے تجھ پر آسانی فرمائی''۔

☆.....عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے حواریوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اصحاب کو حواری کہتے ہیں) اللہ ﷻ سے دعا کرو کہ اللہ جل جلالہ موت کی سختی تم پر آسان کردے۔

☆.....روایت میں ہے کہ موت کا ایک وار تلوار کے (ہزار) واروں، آرے سے کاٹنے اور قینچیوں سے کترنے سے زیادہ سخت ہے''۔

☆.....واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سکرات کے وقت میں ملک الموت کو دیکھنا ہی تلوار کے ہزار وار سے سخت تر ہے''۔

☆.....روایت کی جاتی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرلی گئی تو اللہ ﷻ نے اُن سے استفسار فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! تو نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض گزار ہوئے: میں نے موت کو زندہ چڑیا کی مانند پایا جسے زندہ بھون دیا جائے جس کی وجہ سے نہ تو وہ زندگی میں رہ کر سانس لے سکے اور نہ ہی مُردہ کہلائے''۔ انہی سے روایت ہے کہ میں نے موت کو ایسا پایا جیسا کہ قصاب زندہ بکری کی کھال اتار دے''۔

☆.....مالک سید عالم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں: ''بندہ جب موت کی تکلیف وسختی سے امن میں آجائے تو اس کی بعض ہڈیاں بعض دوسری ہڈیوں کو سلام پیش کرتی ہیں اور کہتی ہیں: تجھ پر سلام ہو کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے قیامت کے دن تک کے لئے جدا ہو چکی ہوں''۔(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ، باب: منه فی خروج نفسه وفی باب: ماجاء ان للموت سکرات وفی، حصه اول،ص ١٨ وغیرہ)

صور کا بیان:

۵.....وفات عیسیٰ علیہ السلام کے ایک زمانہ کے بعد جب قیام قیامت کو صرف چالیس برس رہ جائیں گے، ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی، جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہوجائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے، اورانہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن ،باب ذکر الدجال، رقم:(٧٢٦٧)/٢٩٣٧، ص١٤٣٦ ملخصا)

ان کافروں کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی، یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی نہ ہوگا، اب انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے سب مرجائیں گے۔ آسمان، زمین، پہاڑ، یہاں تک کہ صور واسرافیل وفرشتے سب فنا ہوجائیں گے سوائے واحد حقیقی کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ وہ فرمائے گا لـمـن الملک الیوم آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ مگر ہے کون جو جواب دے، پھر خود ہی فرمائے گا لـلــه الـواحــد الـقـهـار یعنی صرف واحد قہار اللہ جل جلالہ کی سلطنت ہے۔ پھر اللہ ﷻ جب چاہے گا اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا، اور صور کو پیدا کرکے دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور پھونکتے ہی تمام اولین وآخرین ملائکہ اورانس وجن سب موجود ہوجائیں گے۔ سب سے پہلے سید عالم ﷺ کی قبر انور شق ہوگی اور وہ قبر انور سے یوں باہر تشریف لائیں گے کہ ان کے

داہنے ہاتھ میں صدیق اکبر اور بائیں ہاتھ میں عمر فاروق کا ہاتھ ہوگا، پھر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دفن ہیں سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔ (عطائین ج۳، ص۴۷۶)

اعضائے انسانی کا کلام کرنا:

۶......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ ہنس پڑے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: ''مجھے بندے کی اپنے رب عزوجل کی جانب سے اس بات پر ہنسی آئی کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب عزوجل! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ عزوجل فرمائے گا کیوں نہیں!، بندہ کہے گا آج میں اپنے خلاف، اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دونگا، اللہ عزوجل فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری گواہی کافی ہوگی، یا کراما کاتبین کی گواہی کافی ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کے موتھ پر مہر کردی جائیگی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بتاؤ، پھر اس کے اعضاء کلام کریں گے، پھر اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا اور پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب: الدنیا سجن المومن، رقم: (۷۳۳۳)/۲۹۶۹، ص۱۴۵۶)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو کیا سورج کے دیکھنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے''؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم کو اپنے رب عزوجل کو دیکھنے سے اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی تمہیں سورج، چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے، پھر اللہ عزوجل بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے تھے، اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا تھا، اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ عزوجل دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں مسخر کئے تھے، اور کیا میں نے تجھے ریاست اور خوشحالی نہیں دی تھی، وہ شخص کہے گا کیوں نہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تیرا گمان تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائیگا میں نے بھی تجھے اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ عزوجل تیسرے بندے کو بلا کر یونہی فرمائے گا وہ کہے گا اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، اپنی استطاعت کے مطابق نیکیاں کیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: ابھی پتہ چل جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ پیش کرتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دیگا؟ پھر اس کے موتھ پر مہر کردی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو اور جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ منافق ہوگا جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب: الدنیا سجن المومن، رقم: (۷۳۳۲)/۲۹۶۸، ص۱۴۵۶)

شیطان کس کا ہم نشین ہے؟

ہے.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلل بعید اس کے ساتھی شیطان نے کہا ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہ کیا ہاں یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا (ق:۲۷)﴾۔ معلوم ہوا کہ شیطان نے بندے کو کفر کی جانب ضرور ورغلایا لیکن کل بروز قیامت اُس سے بے زاری ظاہر کرے گا اور جھٹلا دے گا۔ اور شیطان حق سے دور کی گمراہی میں جا گرا اور اپنے لئے گمراہی اختیار کرلی، اس جملے کا بلا اختلاف قرینہ شیطان ہی ہے جب کہ مقاتل، ابن عباس اور ثعلبی نے یہ قول کیا ہے کہ اس کا قرینہ شیطان نہیں بلکہ فرشتہ ہے، ایک قول کے مطابق ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ بدی لکھنے والا فرشتہ مراد ہے اور انسان کہتا ہے کہ اے میرے رب عزوجل! اس نے مجھے گمراہ کیا لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کافر کہے گا اس (فرشتے) نے مجھ پر کتاب میں زیادتی کی ہے، فرشتہ جواب دے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا یعنی میں نے کتاب میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کی (بلکہ جو اس کے اعمال تھے وہی لکھے ہیں)، پس اللہ عزوجل فرمائے گا: ﴿لا تختصموا لدی یعنی میرے پاس باہم جھگڑا نہ کرو﴾ یہ کلام اللہ عزوجل کافروں اور ان کے شیاطین کو فرمائے گا۔ قُشیری کہتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ شیطان کافر کا ہم نشین ہوگا۔ (القرطبی ،الجزء:۲۶، ص ۱۹)

اغراض:

ما مصدرية: اللہ کے فرمان: ﴿ما توسوس﴾ میں "ما" مصدریہ ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: "ونعلم وسوسة نفسه اياه"، اور یہ بھی درست ہے کہ "ما" موصولہ ہو اور ضمیر اس کی طرف عائد ہو، اس صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: "ونعلم الامر الذی تحدث نفسه به"۔ والضمير للانسان: پس انسان کو اس کے نفس کے ساتھ دو شخصوں میں تقسیم کردیا، جن کے مابین مکالمہ اور محادثہ ہوتا رہتا ہے اور اس وسوسے پر انسان کے لئے خیر و شر نہیں لکھا جاتا، لیکن جب یہی وسوسہ "ھــم" بن جائے تو خیر لکھی جاتی ہے اور شر کا اندراج نہیں ہوتا اور جب عزم ہو جائے خیر و شر دونوں ہی لکھے جاتے ہیں۔

الوريدان عرقان بصفحتي العنق: مراد دو رگیں ہیں جو دل کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں، مزید حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔

یاخذ ويثبت: یعنی فرشتے نیکی اور بدی لکھتے ہیں، پس ان کا قلم انسان کی زبان، ان کی سیاہی انسان کی تھوک اور ان کا محل انسان کے نواجذ یعنی داڑھیں ہیں۔ وكل منهما بمعنى المثنى: یعنی انسان کے پاس دو فرشتے موجود ہوتے ہیں جو کہ اس کے محافظ اور نگہبان ہوتے ہیں۔ حاضر: اور یہ فرشتے فقط تین اوقات میں انسان سے جدا ہوتے ہیں: جب انسان بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے، جماع کے وقت میں اور حالتِ جنابت کے وقت میں اور اس حالت میں انسان جب کوئی نیکی یا بدی اختیار کرتا ہے تو اُس کی خوشبو سے پہچان لیتے ہیں اور لکھ لیتے ہیں۔

الى يوم النفخ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿نفخ﴾ میں زمان پر دلالت پائی جارہی ہے۔ الملك الموكل به: یعنی دنیا میں اعمال کو لکھنے والا فرشتہ، جو کہ محافظ و نگہبان ہے اور اس کا ذکر ماقبل ہو چکا، معنی یہ ہے کہ فرشتہ کہتا ہے: "میرے پاس تیرا یہ عمل لکھا ہوا ہے"۔

ای الــق الــق: مفسر نے واحد کے اعتبار سے کلام کیا ہے، اور ضروری ہے کہ تثنیہ کے حوالے سے کلام کردیا جائے، پس اس کے دو جوابات ہونگے۔ (۱).....تثنیہ حسبِ صورت لائے ہیں، پس فعل "الق" کی تکرار وحدت کیلئے ہے اور دوسرے فعل کو حذف کر کے اس کی جگہ تثنیہ کی ضمیر لے آئے، اور اس صورت میں نون کو حذف کر کے الف فاعل کا باقی رکھا۔ (۲).....الف تثنیہ کا نہیں ہے، بلکہ نون

تاکید خفیفہ کامنقلب ہے اور یہاں وقف کے باعث وصل جاری ہوا ہے۔ معاند: یعنی حق سے اعراض کرتے ہوئے اس سے اختلاف کرنا۔ ای ما ینفع الخصام ھنا :مراد حساب کا وقت ہے، یعنی دنیا میں لڑنا جھگڑنا آخرت کے حساب میں دشواری پیدا کرے گا۔

لا ظلم الیوم: یعنی اس دن سے ظلم کی نفی کر دی گئی ہے، پس اللہ کے سوا سے ظلم کی نفی کی گئی ہے، پس اللہ عقلاً اور نقلاً ظلم کرنے سے پاک ہے۔ (الصاوی، ج۵،ص۳۳۶وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿یوم﴾نَاصِبُهٗ ظَلَّامٌ ﴿نقول﴾بِالنُّوْنِ وَالْيَاءِ ﴿لجهنم هل امتلت﴾اِسْتِفْهَامُ تَحْقِيْقٍ لِوَعْدِهٖ بِمَلْئِهَا﴿ وتقول﴾بِصُوْرَةِالْاِسْتِفْهَامِ كَالسُّوَالِ﴿ هل من مزيد (۳۰)﴾اَیْ فِی لَا اَسَعُ غَيْرَمَاامْتَلَاْتُ بِهٖ اَیْ قَدِ امْتَلَاْتُ ﴿وازلفت الجنة﴾قُرِّبَتْ ﴿ للمتقين﴾مَكَانًا﴿ غير بعيد (۳۱)﴾مِنْهُمْ فَيَرَوْنَهَاوَيُقَالُ لَهُمْ ﴿هذا﴾الْمَرْئِیَّ﴿ ما توعدون﴾بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِی الدُّنْيَا وَيُبْدَلُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ قَوْلُهٗ﴿ لكل اواب﴾رَجَّاعٍ اِلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ﴿ حفيظ (۳۲)﴾حَافِظٌ لِحُدُوْدِهٖ ﴿من خشى الرحمن بالغيب﴾خَافَهٗ وَلَمْ يَرَهٗ﴿ وجاء بقلب منيب(۳۳)﴾مُقْبِلٍ عَلٰی طَاعَتِهٖ وَيُقَالُ لِلْمُتَّقِيْنَ اَيْضًا﴿ادخلوها بسلم ﴾اَیْ سَالِمِيْنَ مِنْ كُلِّ مَخُوْفٍ اَوْمَعَ سَلَامٍ اَوْسَلِّمُوْاوَادْخُلُوْا﴿ذلك ﴾اَلْيَوْمُ الَّذِیْنِ حَصَلَ فِيْهِ الدُّخُوْلُ ﴿يوم الخلود (۳۴)﴾اَلدَّوَامُ فِی الْجَنَّةِ ﴿لهم ما يشاء ون فيها﴾دَائِمًا﴿ ولدينا مزيد (۳۵)﴾زِيَادَةٌعَلٰی مَاعَمِلُوْا وَطَلَبُوْا﴿وكم اهلكنا قبلهم من قرن﴾اَیْ اَهْلَكْنَا قَبْلَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قُرُوْنًااُمَمًا كَثِيْرَةً مِنَ الْكُفَّارِ﴿ هم اشد منهم بطشا ﴾قُوَّةً﴿فنقبوا﴾فَتَّشُوْا﴿ فى البلاد هل من محيص (۳۶)﴾لَهُمْ اَوْ لِغَيْرِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ فَلَمْ يَجِدُوْا ﴿ان فى ذلك﴾الْمَذْكُوْرِ ﴿ لذكرى﴾لَعِظَةً﴿ لمن كان له قلب﴾عَقْلٌ﴿ او القى السمع﴾اِسْتَمَعَ الْوَعْظَ ﴿وهو شهيد(۳۷)﴾حَاضِرٌ بِالْقَلْبِ﴿ولقد خلقنا السموت والارض وما بينهما فى ستة ايام﴾اَوَّلُهَاالْاَحَدُ وَاٰخِرُهَاالْجُمُعَةُ﴿ وما مسنا من لغوب (۳۸)﴾تَعَبٌ نَزَلَ رَدًّاعَلَی الْيَهُوْدِ فِیْ قَوْلِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ اِسْتَرَاحَ يَوْمَ السَّبْتِ وَانْتِفَاءِ التَّعْبِ عَنْهُ لِتَنَزُّهِهٖ تَعَالٰی عَنْ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَلِعَدَمِ الْمُمَاسَةِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴿فاصبر﴾خِطَابٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ﴿ على ما يقولون﴾اَیِ الْيَهُوْدُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ التَّشْبِيْهِ وَالتَّكْذِيْبِ ﴿ وسبح بحمد ربك﴾صَلِّ حَامِدًا﴿ قبل طلوع الشمس ﴾اَیْ صَلَاةُالصُّبْحِ﴿وقبل الغروب (۳۹)﴾اَیْ صَلَاةُ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ﴿ومن اليل فسبحه﴾اَیْ صَلِّ الْعِشَائَيْنِ﴿ وادبار السجود (۴۰)﴾بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ جَمْعُ دُبُرٍ وَبِكَسْرِهَامَصْدَرٌ اَدْبَرَاَیْ صَلِّ النَّوَافِلَ الْمَسْنُوْنَةَعَقْبَ الْفَرَائِضِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ حَقِيْقَةَالتَّسْبِيْحِ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ مُلَابِسًالِلْحَمْدِ﴿واستمع﴾يَا مُخَاطَبُ مَقُوْلِیْ﴿ يوم يناد المناد﴾هُوَ اِسْرَافِيْلُ ﴿ من مكان قريب (۴۱)﴾مِنَ السَّمَاءِ وَهُوَ صَخْرَةُبَيْتِ الْمُقَدَّسِ اَقْرَبُ مَوْضَعٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَاءِ يَقُوْلُ اَيَّتُهَاالْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْاَوْصَالُ الْمُتَقَطِّعَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَفَرِّقَةُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُنَّ اَنْ تَجْتَمِعْنَ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ ﴿يوم﴾بَدَلٌ مِنْ يَوْمَ قَبْلَهٗ﴿ يسمعون ﴾اَیِ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ ﴿الصيحة بالحق﴾بِالْبَعْثِ وَهِیَ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ مِنْ اِسْرَافِيْلَ وَيَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ قَبْلَ نِدَائِهٖ اَوْ

بَعْدَهٗ ﴿ذلک﴾ اَیْ یَوْمَ النِّدَاءِ وَالسَّمَاعِ ﴿یوم الخروج (۴۲)﴾ مِنَ الْقُبُوْرِ وَنَاصِبُ یَوْمَ یُنَادِیْ مُقَدَّرٌ اَیْ یَعْلَمُوْنَ عَاقِبَةَ تَكْذِیْبِهِمْ ﴿انا نحن نحی ونمیت والینا المصیر (۴۳) یوم﴾ بَدَلٌ مِنْ یَوْمَ وَقَبْلَهٗ وَمَا بَیْنَهُمَا اِعْتِرَاضٌ ﴿تشقق﴾ بِتَخْفِیْفِ الشِّیْنِ وَتَشْدِیْدِهَا بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِیَةِ فِی الْاَصْلِ فِیْهَا ﴿الارض عنهم سراعا﴾ جَمْعُ سَرِیْعٍ حَالٌ مِنْ مُقَدَّرٍ اَیْ فَیَخْرُجُوْنَ مُسْرِعِیْنَ ﴿ذلک حشر علینا یسیر (۴۴)﴾ فِیْهِ فَصْلٌ بَیْنَ الْمَوْصُوْفِ وَالصِّفَةِ بِمُتَعَلِّقِهَا لِلْاِخْتِصَاصِ وَهُوَ لَایَضُرُّ وَذٰلِکَ اِشَارَةٌ اِلٰی مَعْنَی الْحَشْرِ الْمُخْبَرِ بِهٖ عَنْهُ وَهُوَ الْاَحْیَاءُ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْجَمْعُ لِلْعَرْضِ وَالْحِسَابِ ﴿نحن اعلم بما یقولون﴾ اَیْ كُفَّارُ قُرَیْشٍ ﴿وما انت علیهم بجبار﴾ تُجْبِرُهُمْ عَلَی الْاِیْمَانِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ ﴿فذكر بالقران من یخاف وعید (۴۵)﴾ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

جس دن (''یوم'' کا ناصب ''ظلام'' ہے) ہم فرمائیں گے (''نقول'' علامت مضارع یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) جہنم سے کیا تو بھر گئی (یہ استفہام جہنم کو بھر دینے کے وعدہ کو متحقق کرنے کے لیے ہے) وہ عرض کرے گی (بصورت استفہام سوال کرنے کی طرح) کچھ اور زیادہ ہے (معنی یہ ہے میں جس مقدار کے ساتھ بھر چکی ہوں اس کے علاوہ کی میں وسعت نہیں رکھتی ہوں یعنی تحقیق میں بھر چکی ہوں......۱......) اور پاس لائی جائے گی جنت (ازلفت بمعنی قربت ہے) پرہیز گاروں کے لیے (وہ مقام ان سے) دور نہ ہوگا (وہ اسے دیکھیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا) یہ (جو دیکھ رہے ہو) وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا (دنیا میں'' توعدون'' علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ''لکل اواب'' للمتقین سے بدل ہے) ہر بڑے رجوع لانے والے (اطاعت الٰہی ﷻ کی طرف، حدود اللہ کی) نگہداشت کرنے والے کے لیے (''حفیظ'' کے معنی حافظ ہے) جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے (یعنی اس کا خوف رکھتا ہے حالانکہ اسے دیکھا نہیں) اور رجوع کرتا ہوا دل لایا (اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کی طرف، منیب بمعنی مقبل ہے، اور متقین سے یہ بھی فرمایا جائے گا) جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ (یعنی خوف میں ڈالنے والی ہر شے سے سلامتی کے ساتھ یا پھر معنی ہے کہ سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ یعنی سلام کرو، اور جنت میں داخل ہو جاؤ) یہ (یعنی یہ دن جس میں دخول کی سعادت حاصل ہوئی ہے) ہمیشگی کا دن ہے (جنت میں رہنے کا......۲......، الخلود بمعنی الدوام ہے) ان کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے (یعنی ان کے عمل اور ان کی طلب سے بھی زیادہ ہے) اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک فرمادیں (یعنی ہم نے کفار قریش سے پہلے کتنی ہی کافر قومیں ہلاک کردیں) کہ قوت میں ان سے سخت تھیں (بطشا بمعنی قوۃ ہے) تو کاوشیں کیں (نقبوا بمعنی فتشوا ہے) شہروں میں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ (موت سے ان کے لیے یا دوسروں کے لیے وہ کوئی ایسی جگہ نہیں پائیں گے) بیشک اس میں (جو مذکور ہوا) ضرور نصیحت ہے (ذکری بمعنی عظة ہے) اس کے لیے جو قلب (یعنی عقل) رکھتا ہو یا کان لگائے (یعنی بغور نصیحت سنے) اور متوجہ ہو (یعنی دل سے حاضر ہو......۳......) اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا (ان میں کا پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا......۴......) اور تھکان ہمارے پاس نہ آئی (''لغوب'' کے معنی تھکن ہے، یہ آیت مبارکہ یہودیوں کے اس قول کے رد کے لیے نازل ہوئی کہ اللہ ﷻ بروز ہفتہ آرام کرتا ہے اللہ ﷻ کی ذات سے تھکن کی نفی کی گئی ہے، اللہ ﷻ کے مخلوق کی صفات سے منزہ ہونے کی وجہ سے اور اس کے اور غیر

کے درمیان عدم ممارست ہونے کے سبب سے......۵......، کہ اللہ عزوجل کی شان تو یہ ہے ﴿انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (یٰسٓ:۸۲)﴾ تو تم صبر کرو (یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے) اس پر جو وہ کہتے ہیں (یعنی یہود وغیرہ کا اللہ عزوجل کو دیگر کے مشابہ قرار دینا، تمہاری تکذیب کرنا) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بولو (یعنی حمد کرتے ہوئے نماز پڑھو) سورج چمکنے سے پہلے (یعنی صبح کی نماز) اور ڈوبنے سے پہلے (یعنی ظہر اور عصر کی نماز) اور رات گئے اس کی تسبیح کرو (یعنی مغرب وعشاء کی نماز پڑھو) اور نمازوں کے بعد (''ادبار'' ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ''دبر'' کی جمع ہے اور ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ''ادبار'' مصدر ہے، معنی آیت یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل مسنونہ پڑھو اور ایک قول کے مطابق یہاں حقیقتاً ان اوقات میں تسبیح حمد کے ساتھ ملا کر پڑھنا مراد ہے، اور اے میرے فرمان کے مخاطب لوگوں......٦......!) کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا (مراد اس سے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں) ایک پاس جگہ سے (یعنی آسمان سے قریب جگہ سے یعنی صخرۃ بیت المقدس سے جو آسمان کی طرف زمین کا سب سے قریبی مقام ہے، حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پکار یہ ہوگی اے گلی ہوئی ہڈیوں، بکھرے ہوئے جوڑوں، ریزہ ریزہ گوشت، پراگندہ بالوں، اللہ عزوجل تمہیں فیصلہ کے لیے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے) جس دن (یہ ''یوم'' ماقبل ''یوم'' سے بدل ہے) سنیں گے (تمام ہی مخلوق) چنگھاڑ حق کے ساتھ (اٹھائے جانے کے لیے، اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نفخہ ثانیہ ہے، اور یہ بھی احتمال ہے، کہ یہ چنگھاڑ آپ علیہ السلام کے ندا فرمانے سے پہلے یا بعد ہو) یہ (یعنی یہ پکار کرنے اور پکار سننے کا دن قبروں سے) باہر آنے کا دن ہے (''یوم'' جو دوسری بار آیا ہے، اس کا ناصب فعل مقدر ''ینادی'' ہے، معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے جھٹلانے کا انجام جان لیں گے) بے شک ہم جلائیں اور ہم ماریں جس دن (یہ ''یوم'' ماقبل یوم سے بدل ہے، اور ان کے مابین جملہ معترضہ ہے) پھٹے گی زمین (''تشقق'' کی شین کو مخفف پڑھا گیا ہے، نیز اس فعل کے تاء ثانیہ کو سین میں مدغم کرکے شین مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ان سے کرتے ہوئے نکلیں گے (''سراعا'' سریع کی جمع ہے یہ حال ہے فعل مقدر یخرجون کی ضمیر سے ہے، یعنی اصل میں یوں ہے ''فیخرجون مسرعین'') یہ حشر ہے ہم کو آسان (''ذلک حشر علینا یسیر'' اس کلام میں اختصاص کے لیے موصوف اور صفت کے درمیان متعلق صفت کے ساتھ فاصلہ کردیا گیا ہے، اور ایسا فاصلہ مضر نہیں ''ذلک'' سے حشر جس کی خبر دی جارہی ہے اس کے معنی کی طرف اشارہ ہے اور حشر سے مراد فناء ہو جانے کے بعد مخلوق کو زندہ کرنا اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں پیش کرنے نیز حساب کتاب کے لیے انہیں جمع کرنا ہے) ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں (یعنی کفار قریش) اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں (کہ انہیں تم ایمان لانے پر مجبور کرو، یہ امر آیت جہاد نازل ہونے سے پہلے کا ہے) تو قرآن سے نصیحت کرواسے جو میری دھمکی سے ڈرے (اور وہ مسلمان ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یوم نقول لجھنم ھل امتلئت وتقول ھل من مزید﴾

یوم: مضاف، نقول لجھنم: قول، ھل: حرف استفہام، امتلئت: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تقول: قول، ھل: حرف استفہام، من: زائد، مزید: ''موجود'' خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف علیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف ''اذکر'' کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید ھذا ما توعدون لکل اواب حفیظ﴾

و: عاطفہ، ازلفت الجنۃ: فعل با نائب الفاعل، للمتقین: جار مجرور مبدل منہ، لکل اواب حفیظ: جار مجرور بدل، ملکر ظرف لغو، غیر بعید: ''مکانا'' محذوف کی صفت، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ھذا: مبتدا، ما توعدون: موصول صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿من خشی الرحمن بالغیب وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلم﴾

من: موصولہ ،خشی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال ،بالغیب: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،الرحمن: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،جاء بقلب منیب: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر صلہ ،ملکر مبتدا ،ادخلو: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال ،بسلم: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،ھا: ضمیر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک یوم الخلود لھم ما یشاء ون فیھا ولدینا مزید﴾

ذلک: مبتدا ،یوم الخلود: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم ،ما: موصولہ ،یشاء ون فیھا: جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،لدینا: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم ،مزید: مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم اشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد ھل من محیص﴾

و: عاطفہ ،کم: ممیّز ،من قرن: ظرف مستقر تمیز اول ،ھم: مبتدا ،اشد: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیّز ،بطشا: تمیز ،ملکر فاعل ،منھم: ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ ،ف: عاطفہ ،نقبوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،ھل: حرف استفہام ،من: زائد ،محیص: "لھم" ظرف مستقر خبر محذوف کیلئے مبتدا ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول محذوف "قائلین" کیلئے مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر حال ،ملکر فاعل ،فی البلاد: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل جملے کے معنی "اشد بطشھم" پر معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر تمیز ثانی ،ملکر مفعول مقدم ،اھلکنا: فعل بافاعل ،قبلھم: ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد خلقنا السموت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب﴾

و: مستانفہ ،لام: تاکیدیہ ،قد: تحقیقیہ ،خلقنا: فعل بافاعل ،السموت: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،الأرض: معطوف اول ،و: عاطفہ ،ما بینھما: موصول صلہ ،ملکر معطوف ثانی ،ملکر مفعول ،فی ستۃ ایام: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،مامسنا: فعل نفی ومفعول ،من: زائد ،لغوب: فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن الیل﴾

ف: فصیحیہ ،اصبر: فعل امر بافاعل ،علی مایقولون: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزاء ،ملکر جملہ شرطیہ ،و: عاطفہ ،سبح: فعل امر ضمیر ذوالحال ،بحمد ربک: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،قبل طلوع الشمس: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،قبل الغروب: معطوف ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،من الیل: "سبح" فعل امر محذوف کیلئے ظرف مستقر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فسبحہ وادبار السجود واستمع یوم یناد المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق﴾

ف: عاطفہ ،سبحہ: فعل امر بافاعل ومفعول ،و: عاطفہ ،ادبار السجود: ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،استمع: فعل امر بافاعل ،یوم: مضاف ،یناد المناد: فعل وفاعل ،من مکان قریب: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر مبدل منہ ،یوم: مضاف ،یسمعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،بالحق: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،الصیحۃ: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر بدل ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک یوم الخروج انا نحن نحی ونمیت والینا المصیر﴾

ذلک: مبتدا،یوم الخروج: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،انا جرف مشبہ واسم،نحن: ضمیر فعل،نحی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،نمیت: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و :عاطفہ،الینا ظرف مستقر خبر مقدم،المصیر :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم تشقق الارض عنهم سراعا ذلک حشر علینا یسیر﴾

یوم: مضاف،تشقق الارض: فعل وفاعل،عن: جار،هم: ضمیر ذوالحال،سراعا: حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر قبل "یوم یسمعون" سے بدل ہے،ذلک: مبتدا،حشر: خبر اول،علینا یسیر: شبہ جملہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نحن اعلم بما یقولون وما انت علیهم بجبار﴾

نحن: مبتدا،اعلم: اسم تفضیل با فاعل،ما یقولون: ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و :عاطفہ،ما: مشابہ بلیس،انت: اسم،علیهم: ظرف لغو مقدم،ب: زائد،جبار: صفت مشبہ با فاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فذکر بالقران من یخاف وعید﴾

ف: فصیحیہ،ذکر: فعل امر با فاعل،بالقران: ظرف لغو،من: موصولہ،یخاف وعید: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ولقد خلقنا السموات......☆ مفسرین نے کہا یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ ﷻ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کائنات کو چھ روز میں بنایا جن میں پہلا ایک شنبہ ہے اور پچھلا جمعہ پھر وہ معاذ اللہ ﷻ تھک گیا اور سنیچر کو اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ ﷻ اس سے پاک ہے کہ تھکے، وہ قادر ہے کہ ایک آن میں سارا عالم بنادے ہر چیز کو حسب اقتضائے حکمت ہستی عطا فرماتا ہے شان الٰہی ﷻ میں یہود کا یہ کلمہ سید عالم کو بہت ناگوار ہوا اور شدت غضب سے چہرہ مبارک پر سرخی نمودار ہوگئی تو اللہ ﷻ نے آپ کی تسکین فرمائی اور خطاب ہوا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

جہنم کا "هل من مزید" کہنا اور نہ کہنا:

۱......اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿هل من مزید کچھ اور زیادہ ہے﴾ میں دو وجوہات ہیں: (۱)......مقصود کثرت بیان کرنا ہے، جیسے کسی کو بہت مارنا یا بہت بُرا بھلا بولنا، اور جب اُس سے پوچھا جائے کہ اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟ اس پر دلیل اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لاملئن جهنم﴾ ہے۔ کیونکہ ﴿لاملئن﴾ میں تحصیل حاصل ہے اور جہنم میں کوئی جگہ نہ رہی کہ ﴿هل من مزید﴾ کے کلمات تلفظ کئے جائیں۔ (۲)......مراد زیادتی طلب کرنا ہے، پس اس صورت میں ﴿لاملئن﴾ کے تین جوابات ہو سکتے ہیں: (۱)......کبھی اس طرح کا کلام کُل کے داخلے سے پہلے ہوا کرتا ہے، اور اس میں ایک لطیفہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جہنم کافروں پر سخت غضب ناک ہے اسی وجہ سے وہ مزید طلب کرتی ہے، پھر جہنم میں فقط نافرمان مومنین ہی کی جگہ باقی رہ جاتی ہے، پھر جہنم دوبارہ طلب کرے گی کہ مبادا کوئی کافر اس میں جانے سے رہ گیا ہو، پس جب مومن جہنم میں داخل ہوتا ہے تو اس کا ایمان جہنم کی حرارت میں بھی ٹھنڈا رہے گا، جہنم کی سختی والے حالات میں بھی مومن کا یقین مستحکم رہے گا، اور اس اعتبار سے کچھ اخبار موجود ہیں۔ (۲)......اول یہ کہ جہنم ابتدائی طور پر وسعت طلب کرتی ہے، پھر مزید طلب کرتی ہے کہ مبادا کوئی کافر اس میں جانے سے رہ نہ جائے۔ (۳)......الملاء کے کئی درجات ہیں: اس لئے کہ جب کیل (ماپ، وزن) جب بغیر کسی بیچنے کے مکمل ہوجائے اور اس میں کچھ مزید ڈالنا ممکن نہ ہو تو "ملی ء یا امتلاء" کے الفاظ

استعمال کئے جاتے ہیں، اسی طرح جب اللہ عَزَّوَجَلَّ جہنم کو بھر دے گا تو اب زیادتی کا طلب کرنا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم میں تنگی کا سا ماحول ہو چکا یا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مزید عذاب میں زیادتی کرنا مقصود ہو۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۱۴۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ پُر نہیں ہوگی یہاں تک کہ اللہ اس میں اپنا پیر (اپنی شان کے لائق) رکھ دے گا اور وہ کہے گی: بس بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض دوسرے کی جانب سکڑ جائیں گے ، پس اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے لئے اللہ ایک مخلوق کو پیدا کر دیگا''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: سورة ق، رقم: ۴۸۵۰، ص ۸۵۸)

جنت میں سلامتی کے ساتھ دخول پر مفسرین کرام کی رائے:

۲......اس بارے میں مفسرین کی رائے درج ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

امام طبری کہتے ہیں: اس جنت میں امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، جو کچھ تکلیف، غم اور دکھ تمہیں دنیا کی زندگی میں ملا تھا اس میں سے کچھ بھی تمہیں نہ ملے گا۔ (الطبری، الجزء ۲۶، ص ۲۰۱)

امام رازی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان: ﴿بسلام﴾ سلامتی، سعادت اور کرامت کے ساتھ داخل ہونا مراد ہے، اور باء معنی حال میں مصاحبت کے لئے ہے، یعنی سلامتی کے ساتھ قرار پکڑتے ہوئے داخل ہو جاؤ، یا یہ معنی ہیں کہ اسلام پر کاربند ہوتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے تم پر سلام بھیجتے ہیں، اور اس میں مزید کئی اقوال ہیں، اور اس جملے میں مومنین کے ان مکارم کا بیان ہے جس کے ذریعے انہیں دنیا میں ہدایت ملتی ہے، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان: ﴿لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اھلھا اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو (النور: ۲۷)﴾۔ مراد یہ ہے کہ اے مومن! یہ تمہارا ٹھکانہ اور تمہاری قیام گاہ ہے، پس اپنی اچھی عادتوں کے ساتھ یہاں داخل ہو جاؤ اور اخلاق کی بلندی کو نہ چھوڑو، پس سلام کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اور اپنی صبح سلام کرنے کے ساتھ کرو، اور ان پر بھی سلام پیش کیا جائے گا اور اس کی دلیل ﴿الا قیلا سلاما سلاما ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام (الواقعۃ: ۲۶)﴾ میں ہے۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۱۴۸)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: عذاب سے سلامتی، نعمت کے زائل ہونے، کسی مکروہ بات کے پہنچنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتوں کے سلام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (روح البیان، ج ۹، ص ۱۵۷)

مومن کی دو نمایاں شانوں کا بیان:

۳......یقیناً نصیحت اُسی وقت کارگر ہوتی ہے جب کہ انسان کان لگا کر سُنے اور دل بھی حاضر ہو، جس کا دل کہیں اور ہو ، ذہن کچھ اور سوچ رہا ہو، کان کسی اور جانب مصروف ہوں تو ایسا شخص اگر علم دین کے حلقے میں بیٹھا بھی ہے تو کیا فائدہ اٹھائے گا فقط اتنا ہی کہ نیک لوگوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ اہم فائدہ جو سن کر دل ودماغ میں بٹھا کر عمل کرنے کا جذبہ ملتا ہے، اس سے محروم ہو گیا۔ متذکرہ آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومن کی انہی دو شانوں کا بیان کیا ہے اور فرمایا: ﴿ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو (ق: ۳۷)﴾۔ یعنی انسان اُسی وقت نفع اٹھا سکتا ہے جب کہ ہر طرح سے توجہ حاصل کرے۔

قرآن میں چھ دنوں کی مقدار کا بیان:

۴......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ولقد خلقنا السموت والارض وما بینھما فی ستة ایام وما مسنا من

لغوب بیشک ہم نے آسمانوں اورزمین کواور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی (ق:٣٨)﴾۔چھ دنوں سے مراد چھ قسم کی مخلوق ہے مثلاً: ارواح، اشباح (شبح کی جمع ،بمعنی شخص)، نفوس (نفس کی جمع)، قلوب (قلب کی جمع، یعنی دل)، الاسرار (سر کی جمع، پوشیدہ راز)، سر الاسرار (یعنی بھیدوں میں سے بھید)۔﴿ان ربکم الله الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام بےشک تمہارا رب ہے جس نے آسمان اورزمین چھ دن میں بنائے (الاعراف:٥٤،یونس:٣)﴾،﴿وھو الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام اوروہی ہے جس نے آسمان اورزمین چھ دن میں بنایا (ھود:٧،الحدید:٤)﴾،﴿الذی خلق السموت والارض ومابینھمافی ستة ایام اوروہی ہے جس نے آسمان اورزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا (الفرقان:٥٩)﴾،﴿الله الذی خلق السموت والارض ومابینھمافی ستة ایام اوروہی اللہ ہے جس نے آسمان اورزمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنایا (السجدۃ:٤)﴾۔ (روح البیان، ج٩،ص١٦٤)
احمد بن محمد الخلوتی الصاوی لکھتے ہیں: چھ دن سے مراد بندوں کو تعلیم دینا ہے، جب کہ اللہ ﷻ نے مختصر وقت میں پلک جھپکنے میں تمام مذکورہ اشیاء کو پیدا فرمایا۔ (الصاوی، ج٥،ص٣٤١)

اللہ ﷻ کی بارگاہ صمدیت میں لغوب کے معنی:

٥......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ومامسنا من لغوب اور تکان ہمارے پاس نہ آئی (ق:٣٨)﴾ ماقبل شان نزول سے بھی واضح ہے کہ یہود کا اعتراض محض اعتراض ہی تھا، اللہ ﷻ ہر چیز کو حسبِ منشاء تخلیق فرماتا ہے اور اسی میں اس کی حکمت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ صمدیت میں زبان طعن سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ایمان ضائع ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اس آیت کے تحت مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ہم ایک مرتبہ تخلیق فرمادیں تو دوبارہ اعادہ کرنے میں تھکتے نہیں۔ اور جدید تخلیق کرنا بھی ہمارے بس سے باہر نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿افعیینا بالخلق الاول تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے (ق:١٥)﴾۔

آیت نمبر ٣٩ اور ٤٠ کے تحت نماز کا اجمالی بیان:

٦......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ق:٣٩)﴾،﴿ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد (ق:٤٠)﴾۔دیگر مقامات پر یونہی نماز پنجگانہ کا اجمالی بیان یوں فرمایا:﴿اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (بنی اسرائیل:٧٨)﴾۔ایک اور مقام پر فرمایا:﴿وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن انائ اللیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضی اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو (طٰہٰ:١٣٠)﴾۔

اغراض:

ای امتلأت: کہا جاتا ہے کہ استفہام زیادتی طلب کرنے کی غرض سے لائے ہیں بمعنی "زدنی"، اور اس پر حدیث بھی دلیل ہے: "دوزخ پُر نہیں ہوگی یہاں تک کہ اللہ اس میں اپنا (بے مثل) پیر رکھ دے گا اور وہ کہے گی: بس بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض دوسرے کی جانب سکڑ جائیں گے، پس اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے لئے اللہ ایک

مخلوق کو پیدا کردیگا''۔حافظ لحدوده: پس ﴿حفیظ﴾ بمعنی حافظ ہے، نہ کہ بمعنی ''محفوظ''۔ویبدل من المتقین: جارکا اعادہ کرتے ہوئے، اور جملہ ﴿هذا ما توعدون﴾ مبدل منہ اور بدل کے مابین جملہ معترضہ ہے۔

ای سالمین من کل مخوف: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿بسلام﴾ حال ہے ﴿ادخلوها﴾ کے فاعل سے ،اور یہاں حال مقارنہ مراد ہے۔او مع سلام: یعنی ایک دوسرے کو سلام کہتے ہوئے داخل ہونگے ،مزید اللہ اور اس کے فرشتوں کی جانب سے بھی اُن پر سلام ہوگا اور یہاں یہ بھی معنی مراد لئے گئے ہیں کہ جنت میں مسلمان داخل ہو جاؤ۔

الیوم الذین حصل فیه الدخول: میں اس جانب اشارہ ہے اور فائدہ ہے کہ مومنین کو بشارت اور ان کے قلوب کو طمانیت حاصل ہو جائے۔

زیادة علی ما عملوا وطلبوا: یعنی اللہ کی نظر رحمت سے مزید اضافہ ہی ہوگا ،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اپنی شان کے لئے ہر جمعہ کی رات اپنے دار کرامت میں تجلی فرمائے گا اور یہی مزید ہونا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ پھلوں سے لدا ہوا بادل جنتیوں کے پاس سے گزرے گا ،پس حوریں عرض کریں گی کہ یہ ہے وہ اضافہ جس کا اللہ نے جنتیوں سے وعدہ کیا تھا ،پس یوں کہیں گی: ﴿ولدینا مزید﴾۔استمع الوعظ: یعنی جو وعظ ونصیحت کو بغور سنے تو یہی وعظ ونصیحت اُسے کمال تک پہنچادے گا۔

اذا اراد شیئا: یعنی کسی چیز کا ایجاد یا معدوم کرنا۔صل حامدا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سبح﴾ بمعنی صل ہے۔

من التشبیه: اللہ کے ساتھ دوسروں کو تشبیہ دیتے ہیں ،یعنی وہ اللہ کے لئے تھکن اور استراحت جیسے کفریات کو مانتے ہیں۔

وبکسرها مصدر ادبر: معنی نماز کے اوقات ہیں ،یعنی فرض نماز کی تکمیل کے بعد نوافل پڑھے۔

وقیل المراد حقیقة التسبیح: مراد نماز کے بعد تسبیح پڑھنا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ جو شخص تینتیس بار حمد ،اتنی ہی بار تکبیر اور اتنی ہی بار تسبیح کرے یعنی سبحان الله والحمد لله اور الله اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھے اور آخر میں یہ پڑھے: لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے گرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں''۔هو اسرافیل: یعنی ندا بھی یہی کریں گے ،یہ ایک قول کے مطابق ہے ،جب کہ ایک قول کے مطابق حضرت جبرائیل ندا کرنے والے اور حضرت اسرافیل صور پھونکنے والے ہونگے۔

ویحتمل ان تکون قبل ندائه او بعده: یعنی ایک چنگھاڑ سنائی دے گی جس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ شاید ندا ہوگی ہی نہیں کیونکہ یہاں ندا ہونا مذکور نہیں جب کہ ماقبل قول میں ندا ہونے اور صور پھونکے جانے کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کے حوالے سے اقوال بیان ہو چکے ہیں۔اقرب موضع من الارض الی السماء: یعنی بارہ میل کی مسافت مراد ہے۔

وهم المؤمنون: مومنین کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا ہے کہ یہی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔(الصاوی، ج۵،ص ۲۳۹ وغیرہ)

سورة الذاريات مكية وهى ستون آية

(سورۂ ذاریات مکیہ ہے اس کی کل آیات ساٹھ ہیں)

تعارف سورة الذاريات

اس سورت میں تین رکوع، ساٹھ آیتیں، تین سوساٹھ کلمے، ایک ہزار دوسو انتالیس حروف ہیں۔ اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عقیدہ قیامت کے بارے میں زندگی کا جو نظام اسلام پیش کرتا ہے اس پر صحیح طور پر عمل اسی وقت ہوسکتا ہے اور اس کے فیوض وبرکات سے انسان اسی وقت مستفیض ہوسکتا ہے جب تک قیامت پر اس کا یقین کامل ہو اور اگر یقین کامل نہ ہو تو اللہ نے متعدد چیزوں کی قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ قیامت کی آمد کا وعدہ سچا ہے وہ دن ضرور آئے گا جس دن نیک وبد کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ دوسرے رکوع میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات بیان فرمائے اور پیرانہ سالی میں انہیں فرزند ارجمند کی ولادت کا مژدہ سنایا۔ اس کے بعد ایسی قوموں کا ذکر فرمایا جو اپنے نبیوں کی دعوت کو ٹھکراتی رہیں۔ تیسرے رکوع میں اللہ عزوجل کی عظمت وشان بیان کرنے کے بعد یہ بتایا کہ اگر نجات چاہتے ہو تو اسی کے دامن کرم میں پناہ لو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اے محبوب ﷺ یہ کافر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں آپ ان سے منہ پھیر لیں اور نصیحت کرتے رہیں اہل ایمان اس سے ضرور فائدہ حاصل کریں گے اور پھر انس وجن کی تخلیق کی غایت بتادی کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں اللہ عزوجل کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ وہ ان سے رزق کا طلب گار ہے اور نہ ہی خوارک کا بلکہ ساری کائنات اسی کے دسترخوان کرم کی ریزہ چین ہے جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ان کے لئے ہلاکت اور خرابی ہے۔

رکوع نمبر: ۱۸

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والذريت﴾اَلرِّيَاحُ تَذرُو التُّرَابَ وَغَيرَهٗ﴿ذروا (۱)﴾مَصْدَرٌ وَيُقَالُ تَذْرِيْهِ ذَرْيًا تَهُبُّ بِهٖ﴿فالحملت﴾اَلسُّحُبُ تَحْمِلُ الْمَاءَ﴿وقرا (۲)﴾ ثِقْلاً مَفْعُوْلُ الْحَامِلَاتِ﴿فالجريت﴾اَلسُّفُنُ تَجْرِیْ عَلٰى وَجْهِ الْمَاءِ﴿يسرا (۳)﴾بِسَهُوْلَةٍ مَصْدَرٌ فِیْ مَوْضَعِ الْحَالِ اَیْ مُیَسَّرَةً﴿فالمقسمت امرا (۴)﴾اَلْمَلٰئِكَةُ تُقَسِّمُ الْاَرْزَاقَ وَالْاَمْطَارَ وَغَيْرَهَا بَيْنَ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ﴿انما توعدون﴾مَا مَصْدَرِيَّةٌ اَیْ اِنَّ وَعْدَهُمْ بِالْبَعْثِ وَغَيْرِهٖ﴿لصادق (۵)﴾لَوَعْدٌ صَادِقٌ﴿وان الدين﴾اَلْجَزَاءَ بَعْدَ الْحِسَابِ﴿لواقع (۶)﴾لَا مَحَالَةَ﴿والسماء ذات الحبک (۷)﴾جَمْعُ حَبِيْكَةٍ كَطَرِيْقَةٍ وَطُرُقٍ اَیْ صَاحِبَةُ الطُّرُقِ فِی الْخِلْقَةِ كَالطُّرُقِ فِی الرَّمْلِ﴿انكم﴾يَا اَهْلَ مَكَّةَ فِیْ شَانِ النَّبِیِّ وَالْقُرْاٰنِ﴿لفی قول مختلف (۸)﴾قِيْلَ شَاعِرٌ سَاحِرٌ كَاهِنٌ شِعْرٌ سِحْرٌ كَهَانَةٌ﴿يؤفک﴾يُصْرَفُ﴿عنه﴾عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَالْقُرْاٰنِ اَیْ عَنِ الْاِيْمَانِ بِهٖ﴿من افک (۹)﴾صُرِفَ عَنِ الْهِدَايَةِ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی﴿قتل الخراصون (۱۰)﴾لُعِنَ الْكَذَّابُوْنَ اَصْحَابُ الْقَوْلِ الْمُخْتَلِفِ﴿الذين هم فی غمرة﴾جَهْلٍ يَغْمُرُهُمْ﴿ساهون (۱۱)﴾غَافِلُوْنَ عَنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ﴿يسئلون﴾النَّبِیَّ اِسْتِهْزَاءً﴿ايان يوم الدين (۱۲)﴾اَیْ مَتٰی مَجِيْئُهٗ وَجَوَابُهُمْ يَجِیْءُ﴿يوم هم علی النار يفتنون (۱۳)﴾اَیْ يُعَذَّبُوْنَ فِيْهَا وَيُقَالُ لَهُمْ حِيْنَ التَّعْذِيْبِ﴿ذوقوا فتنتكم﴾تَعْذِيْبَكُمْ﴿هذا﴾اَلْعَذَابُ﴿الذی كنتم به

تستعجلون(١٤)﴾فِی الدُّنْیَا اِسْتِھْزَاءً﴿ان المتقین فی جنت﴾بَسَاتِیْنَ﴿وعیون(١٥)﴾تَجْرِیْ فِیْھَا﴿اخذین﴾حَالٌ مِنَ الضَّمِیْرِ فِیْ خَبَرِ اِنَّ﴿ماٰاتھم﴾اَعْطَاھُمْ﴿ربھم﴾مِنَ الثَّوَابِ﴿انھم کانوا قبل ذلک﴾اَیْ دُخُوْلِھِمِ الْجَنَّۃَ﴿محسنین(١٦)﴾فِی الدُّنْیَا﴿کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون(١٧)﴾یَنَامُوْنَ مَا زَائِدَۃٌ وَیَھْجَعُوْنَ خَبَرُ کَانَ وَقَلِیْلًا ظَرْفٌ اَیْ یَنَامُوْنَ فِیْ زَمَنٍ یَسِیْرٍ مِنَ اللَّیْلِ وَیُصَلُّوْنَ اَکْثَرَ﴿وبالاسحارھم یستغفرون(١٨)﴾یَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا﴿وفی اموالھم حق للسائل والمحروم(١٩)﴾اَلَّذِیْ لَا یَسْأَلُ لِتَعَفُّفِہٖ﴿وفی الارض﴾مِنَ الْجِبَالِ وَالْبِحَارِ وَالْاَشْجَارِ وَالثِّمَارِ وَالنَّبَاتِ وَغَیْرِھَا﴿ایت﴾دَلَالَاتٌ عَلٰی قُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَوَحْدَانِیَّتِہٖ﴿للموقنین(٢٠)وفی انفسکم﴾اٰیَاتٌ اَیْضًا مِنْ مَبْدَأِ خَلْقِکُمْ اِلٰی مُنْتَھَاہُ وَمَا فِیْ تَرْکِیْبِ خَلْقِکُمْ مِنَ الْعَجَائِبِ﴿افلا تبصرون(٢١)﴾ذٰلِکَ فَتَسْتَدِلُّوْنَ بِہٖ عَلٰی صَانِعِہٖ وَقُدْرَتِہٖ﴿وفی السماء رزقکم﴾اَیِ الْمَطَرُ الْمُسَبَّبُ عَنْہُ النَّبَاتُ الَّذِیْ ھُوَ رِزْقٌ﴿وما توعدون(٢٢)﴾مِنَ الْمَاٰبِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ اَیْ مَکْتُوْبٌ ذٰلِکَ فِی السَّمَاءِ﴿فورب السماء والارض انہ﴾اَیْ مَا تُوْعَدُوْنَ﴿لحق مثل ما انکم تنطقون(٢٣)﴾بِرَفْعِ مِثْلُ صِفَۃٌ وَمَا مَزِیْدَۃٌ وَبِفَتْحِ اللَّامِ مُرَکَّبَۃٌ مَعَ مَا الْمَعْنٰی مِثْلَ نُطْقِکُمْ فِیْ حَقِیْقَتِہٖ اَیْ مَعْلُوْمِیَّتِہٖ عِنْدَکُمْ ضَرُوْرَۃَ صُدُوْرِہٖ عَنْکُمْ.

﴿ترجمہ﴾

قسم ان کی جواڑانے والیاں (یعنی ہوائیں جومٹی وغیرہ کواڑاتی ہیں......١......) خوب اڑانے والی (''ذروا'' مصدر ہے کہا جاتا ہے تذریہ ذریا بمعنی تھب بہ یعنی ہوا نے اسے خوب اڑایا، اوراسے لے کر چلی) پھر بوجھ اٹھانے والوں کی (یعنی بادلوں کی جو پانی کا بوجھ اٹھاتے ہیں......٢......وقرا کے معنی بوجھ ہے یہ'' الحلامات'' کا مفعول ہے) پھر سہولت سے چلنے والیوں کی (یعنی کشتیوں کی جو سطح آب پر آسانی سے چلتی ہیں......٣......یسرا بمعنی سھولۃ ہے یہ موضع حال میں واقع ہے اور بمعنی میسرۃ ہے) پھر سے حکم بانٹنے والوں کی (یعنی فرشتوں کی جو رزق اور بارش وغیرہ لوگوں اور شہروں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں......٤......) بیشک تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (''انما'' میں ''ما'' مصدریہ ہے، یعنی تمہیں مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے وغیرہ کا جو وعدہ دیا جاتا ہے) وہ ضرور سچ ہے (یعنی وہ سچا وعدہ ہے) اور بیشک بدلہ (حساب کتاب کے بعد، الدین بمعنی الجزاء ہے) ضرور ہونا ہے (بلاشک وشبہ کے) رستے والے آسمان کی قسم (''حبک'' حبیکۃ کی جمع ہے جیسا کہ ''طرق'' طریقۃ کی جمع ہے، یعنی تخلیق کردہ رستے والے آسمان کی قسم آسمانوں کی بناوٹ میں اسی طرح راستے ہیں جس طرح خشکی میں ہیں......٥......) بیشک ہم (اے اہل مکہ! نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کے بارے میں) مختلف بات میں (حضور ﷺ کے بارے میں ان لوگوں نے بکا) یہ (شاعر، ساحر یا کاھن ہے، یونہی قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: یہ شعر، سحر یا کہانت ہے) اور اس سے (یعنی نبی پاک ﷺ اور قرآن پاک سے یعنی ان پر ایمان لانے سے) وہی پھیرا جاتا ہے (''یؤفک'' بمعنی یصرف ہے) جسے (علم الٰہی میں ہدایت سے) پھیر دیا گیا ہو مارے جائیں دل سے تراشنے والے (لعنت ہو مختلف باتیں بنانے والے کذابوں پر) جو جہل میں ہیں (جس نے انہیں مدھوش کر دیا ہے......٦......، غمرۃ کے معنی جھل ہے) بھولے ہوئے (یعنی امور آخرت سے غافل ہیں) پوچھتے ہیں (نبی کریم ﷺ سے بطور مذاق سوال کرتے ہوئے) انصاف کا دن کب ہوگا (یعنی وہ دن کب آئے گا اور ان کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ آئے گا) اس دن جس دن وہ آگ

میں عذاب دیئے جائیں گے (یفتنون بمعنی یعذبون ہے، اور پھر ان سے کہا جائے گا انہیں عذاب دیتے وقت) چکھو اپنا عذاب دیا جانا (فتنتکم بمعنی تعذیبکم ہے) یہ ہے (یعنی یہ وہ عذاب ہے) جس کی تمہیں (دنیا میں بطور استہزاء) جلدی تھی بیشک پرہیزگار باغوں (جنات بمعنی بساتین ہے) اور چشموں میں ہیں (جو جنت میں رواں ہیں) لیتے ہوئے (''اخذین''، ان کی خبر میں موجود ضمیر سے حال ہے) اپنے رب کی عطائیں (اتھم بمعنی اعطاھم ہے) یعنی (ثواب) بیشک وہ اس سے پہلے (یعنی جنت میں داخلے سے پہلے) نیکوکار تھے (دنیا میں) وہ رات میں کم سویا کرتے (''ما ھجعون'' میں ''ما'' زائدہ ہے اور'' یھجعون ''، کان کی خبر ہے اور'' قلیلا'' یہ ظرف ہے یعنی وہ رات میں کم بولتے تھے اور رات کے اکثر حصہ میں نمازیں پڑھتے تھے) اور پچھلی رات استغفار کرتے (یوں عرض کرتے اللھم اغفر لنا اے اللہ ہماری بخشش عطا فرمادے) اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور محروم کا (جو باوجود ضرورت مند ہونے کے حیاء کے سبب سوال نہ کرے......) اور زمین میں (یعنی پہاڑوں، سمندروں، درختوں، پھلوں اور نباتات وغیرہ میں) نشانیاں ہیں (جو اللہ ﷻ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں) یقین والوں کے لیے اور خود تم میں (بھی نشانیاں ہیں تمہاری خلقت کی ابتداء سے لے کر تمہاری انتہاء تک میں اور تمہاری خلقت کو ترکیب دینے میں عجیب امور ہیں) تو کیا تم (یہ) دیکھتے نہیں (کہ نتیجۃً تم ان اشیاء کے ذریعے ان اشیاء کے صانع اور اس کی قدرت پر استدلال کرو) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے (یعنی بارش ہے جو نباتات وغیرہ اگنے کا سبب ہے جو کہ تمہارا رزق ہے) اور وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی پانی، ثواب، و عذاب یعنی یہ تمام امور آسمانوں میں لکھے ہیں) تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک وہ (جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے) حق ہے تمہارے بولنے کی مثل (''مثل'' صفت ہونے کی بناء پر مرفوع اور ''ما'' زائدہ ہے، اور'' مثل'' صفت کو ''ما'' کے ساتھ ملکر مرفوع پڑھا گیا ہے، معنی آیت یہ ہے کہ امور آخرت کی حقانیت وحقیقت تمہارے کلام کرنے کی مثل ہے یعنی جس طرح گفتگو تم سے صادر ہوتی ہے تم اسے برابر جانتے ہو تو یونہی امور آخرت کے وقوع کے حق ہونے کا بھی یقین رکھو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والذریت ذروا فالحملت وقرا فالجریت یسرا فالمقسمت امرا انما توعدون لصادق﴾

و: قسمیہ جار، الذریت: اسم فاعل بافاعل، ذروا: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، الحملت: اسم فاعل بافاعل، وقرا: مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف اول، ف: عاطفہ، الجریت: اسم فاعل بافاعل، یسرا: ''جزیا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، ف: عاطفہ، المقسمت: اسم فاعل بافاعل، امرا: مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف ''نقسم'' کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان حرف مشبہ، ماتوعدون: موصول صلہ، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، صادق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وان الدین لواقع والسماء ذات الحبک انکم لفی قول مختلف﴾

و: عاطفہ، ان الدین: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، واقع: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، السماء: موصوف، ذات الحبک: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف ''اقسم'' کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، فی قول مختلف: جار مجرور ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿یوفک عنہ من افک قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون﴾

یوفک عنہ: فعل مجہول وظرف لغو، من افک: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قتل: فعل مجہول

،الخراصون: موصوف، الذین: موصول،ھم: مبتدا،فی غمرۃ ساھون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ،ملکر صفت،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یسئلون ایان یوم الدین یوم ھم علی النار یفتنون﴾

یسئلون فعل بافاعل،ایان: متعلق بمحذوف خبر مقدم،یوم الدین: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،یوم مضاف،ھم: مبتدا،علی النار یفتنون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "یقع" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذوقوا فتنتکم ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون﴾

ذوقوا: فعل امر بافاعل،فتنتکم: مبدل منہ،ھذا موصوف،الذی: موصول، کنتم بہ تستعجلون: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر بدل،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقال لھم حین التعذیر" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان المتقین فی جنت وعیون اخذین ما اتھم ربھم﴾

ان: حرف مشبہ،المتقین: ذوالحال،اخذین: اسم فاعل،ما: موصولہ،اتھم ربھم: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر شبہ جملہ حال،ملکر اسم،فی: جار،جنت: معطوف علیہ،و: عاطفہ،عیون: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انھم کانوا قبل ذلک محسنین کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون﴾

انھم: حرف مشبہ و اسم، کانوا: فعل ناقص با اسم،قبل ذلک: ظرف مقدم،محسنین: اسم فاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، کانوا: فعل ناقص با اسم،قلیلا: موصوف،من الیل: ظرف مستقر صفت،ملکر ظرف مقدم،ما: زائد،یھجعون: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبالاسحارھم یستغفرون وفی اموالھم حق للسائل والمحروم﴾

و: عاطفہ،بالاسحار: ظرف لغو مقدم،یستغفرون: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ھم: مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،فی اموالھم: ظرف مستقر خبر مقدم،حق: موصوف،لام: جار،السائل: معطوف علیہ،و: عاطفہ،المحروم: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وفی الارض ایت للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون﴾

و: عاطفہ،فی الارض: ظرف مستقر خبر مقدم،ایت: موصوف،للموقنین: ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،فی انفسکم: ظرف مستقر "ایت" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ حرف استفہام،ف: عاطفہ،لاتبصرون: فعل نفی با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفی السماء رزقکم وما توعدون﴾

و: عاطفہ،فی السماء: ظرف مستقر خبر مقدم،رزقکم: معطوف علیہ،و: عاطفہ،ما توعدون: موصول صلہ ملکر معطوف،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون﴾

ف: مستانفہ،و: قسمیہ جار،رب السماء والارض: مجرور،ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ ،انہ حرف

مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، حق مصدر "ھو" ضمیر ذوالحال، مثل: مضاف الیہ، ما بزائد، انکم تنطقون: جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اڑتی ہوئی ہواؤں کی قسم کا معنی:

۱......جہاں جہاں بھی قرآن میں قسمیں کھائی گئیں ہیں ان کے مقاصد میں سے یہ ہوتا ہے کہ یا تو اللہ عزوجل کی وحدانیت یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت یا حشر برپا کرنے کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے اور مقصد ایمان کا ثابت کرنا ہے۔جس کے نظائر ان آیات میں ملتے ہیں: ﴿ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن الله اگر تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اللہ نے (الزمر:۳۸)﴾، ﴿والنجم اذا هوى ما ضل صاحبكم وما غوى اس پیارے چمکتے ستارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے (النجم:۱تا۲)﴾، ﴿والضحى والليل اذا سجى ما ودعك ربك وما قلى چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا (الضحی:۱تا۳)﴾، ﴿يس والقرآن الحكيم انك لمن المرسلين حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو (یس:۱تا۳)﴾۔پس ظاہر ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن بھی ہے، پس اللہ نے اسی معجزے کے ذریعے قسم یاد فرمائی تا کہ دلیل قائم ہوجائے، جب کہ باقی سورتوں کا مقسم علیہ حشر ونشر اور جزاء وسزا رہا، جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جو بھی انکار کرے گا وہ گویا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا، جن پانچ سورتوں میں اللہ نے اپنی وحدانیت کا ذکر کیا ہے گویا اللہ کی وحدانیت کی قسمیں ارشاد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک ﴿والصفت قسم ان کی کہ با قاعدہ صف باندھیں (الصفت:۱)﴾ کا تعلق ساکنات سے ہے، جب کہ باقی چار ﴿والذريات قسم ان کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں (الذاریات:۱)﴾، ﴿والمرسلات قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار (المرسلات:۱)﴾ ﴿النازعات قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں (النازعات:۱)﴾ ﴿العاديات قسم ان کی جو دوڑتے ہیں (العادیات:۱)﴾ کا تعلق متحرکات سے ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حشر میں جمع وتفریق کا عنصر پایا جاتا ہے یعنی کیونکہ اللہ متفرق بادلوں کو لانے کے لئے ہواؤں کو متعین فرماتا ہے، پس متفرق بادلوں کو ریاحِ ذاریہ اور ریاحِ مرسلہ کے ذریعے جمع فرماتا ہے۔پس جب اللہ ان خصوصیات کے ذریعے بادلوں کو اکھٹا کر سکتا ہے تو اس کے لئے کیا بعید ہے کہ وہ متفرق اجزائے جسمانیہ کو مختلف طریقوں سے خاص اپنی مشیت کے ذریعے اکھٹا فرمادے۔"الذاريات" میں چار اقوال ہیں: (۱)......مراد ہوائیں ہیں جو مٹی اڑاتی ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان: ﴿تذروه الرياح جیسے ہوائیں اڑائیں (الکھف:۴۵)﴾۔(۲)......مراد ستارے ہیں جو کہ ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے جلدی دوڑتے ہیں۔(۳)......مراد فرشتے ہیں۔(۴)......مراد ہواؤں کو چلانے والا رب العالمین عزوجل جس کی مشیت پر سب ہی کچھ موقوف ہے، اور یہی قول اصح ہے۔

(الرازی، ج۱۰، ص ۱۶۰ وغیرہ)

پانی اٹھانے والے بادل:

۲......اللہ کی قدرت اور منشاء کے مطابق آسمانوں پر چلتے ہوئے بادل بھاپ کی صورت میں اٹھنے والے پانی کو اپنے اندر سما لیتے ہیں اور جب یہ بادل پانی کے بوجھ سے بوجھل ہوجاتے ہیں تو اللہ کی مشیت ورضا کے مطابق برستے ہیں اور یہی برسنے والے بادل زمین کو سیراب کر کے کھیتوں کو لہلہاتے ہیں۔

سطح آب پر چلتی ہوئی کشتیوں کی قسم:

ع..... جو ذات سطح زمین پر موجود پانی میں ایسی قدرت رکھتی ہے کہ بھاری بھرکم جہاز اس پر آسانی سے تیرتے ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر طے کیا جاتا ہے۔ سامان بھی لاد دیا جاتا ہے اور مسافر بھی سفر کرتے ہیں لیکن سطح زمین پہ جہاز ایسے تیرتے ہیں جیسے کم وزن رکھنے والی کوئی بھی چیز سمندر کی ظاہری سطح پر تیرتی ہے۔ یہ سارا انظام قدرت اللہ کی مشیعت پر موقوف ہے۔

فرشتوں کا اللہ ﷻ کے امور میں تصرف کرنا:

ع..... بارش، رزق، زندگی، موت وغیرہ کے معاملات، اسباب تقسیم، بادلوں کا پانی سے بھر جانا، مختلف مقامات پہ فوراً کے بادلوں کا پہنچ کر بارش برسانا، یہ سب اور بہت کچھ امور اللہ ﷻ نے فرشتوں کے ذریعے متعین فرمائے۔ مذکورہ آیات: ﴿فالحملت وقرا فالجریت یسرا فالمقسمت امرا﴾ پھر بوجھ اٹھانے والیاں پھر نرم چلنے والیاں پھر حکم سے بانٹنے والیاں (الذاریات: ۲،۳،۴) ﴾ میں فاء ترتیب کے لئے ہے یعنی مذکورہ امور میں کمال قدرت کو دلیل سے ثابت کرنا پایا جارہا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ترتیب افعال کو بیان کرنا مقصود ہو یعنی پہلے ہوائیں چلتی ہیں، پس یہ ہوائیں بادلوں میں موجود پانی کو اکٹھا کرتی ہیں اور پھر جب بادل ان پانیوں سے بھر جاتے ہیں تو ایک مقام سے دوسرے مقام پر حسبِ حکم باری سبحانہ وتعالی سیر کرتے ہیں اور یہی بھرے ہوئے بادل اللہ ﷻ کے حکم سے، ملائکہ کے عمل دخل سے برستے ہیں اور خوب برستے ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ ﷻ کے امر میں تدبیر کرنے والے ہیں۔ (حاشية الشهاب، ج۸، ص۹۸، وغیرہ ملخصاً)

علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی فرماتے ہیں: مراد چار فرشتے ہیں جو کہ اللہ ﷻ کے امر میں تدبیر فرماتے ہیں۔ (۱)..... حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جو کہ حضرات انبیائے کرام پر وحی لاتے، حضرت میکائیل علیہ السلام رزق اور رحمت کی تقسیم فرماتے، حضرت اسرافیل علیہ السلام صور، لوح محفوظ کے امور پر متعین ہیں، حضرت عزرائیل روح کے قبض کرنے والے ہیں۔ (الخازن، ج۴، ص۱۹۲)

آسمانی رستوں کا بیان:

۵..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والسماء ذات الحبک﴾ آرائش والے آسمان کی قسم (الذاریات: ۷) ﴾۔ کلبی، مقاتل، ضحاک سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ طرقِ محسوسہ ہیں جن پر ستارے گامزن ہیں، یا طُرقِ معقولہ ہیں جو آنکھ دیکھ لیتی ہے اور اسی سے اللہ ﷻ کی وحدانیت، قدرت، علم وحکمت کا پتہ چلتا ہے اور دیکھنے والا اس میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مجازی طور پر ﴿حبک﴾ کا اطلاق نجوم پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ جس طرح آسمانی راستے آسمان کو مزین کرتے ہیں اسی طرح ذاتِ نجوم حبک کی مانند ہوتی ہے یعنی راستوں کی تزیین و آرائش مقصود ہوتی ہے۔ عکرمہ کے قول کے مطابق حبکۃ بمعنی طرفۃ وبرقۃ وبرق ہے۔ ابو الفضل الرازی کے نزدیک الحبکۃ بمعنی عقبۃ وعقب ہے۔ حسن کے قول کے مطابق حبک حاء کے کسرہ وفتح کے ساتھ بمعنی نعم ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۶، ص ۸، وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

فی غمرۃ ساھون کے معنی:

۶..... الغمرۃ کے معنی ہیں وہ جس سے کوئی چیز چھپالی جائے یا ڈھانک دی جائے، اسی سے نہر غَمر ہے یعنی جو بھی اس میں جاتا ہے وہ اُسے چھپالیتی ہے، اور اسی سے غمرات الموت بھی ہے۔ ساھون بمعنی لاھون ہے یعنی آخرت کے امور سے متعلق غافل لوگ مراد ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ۲۶، ص ۳۳)

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری لکھتے ہیں: مراد وہ لوگ ہیں جن پر گمراہی اور بدبختی کے پردے پڑے ہیں، اور اس حق سے کوسوں دور ہیں جو سید عالم ﷺ لائے ہیں، یعنی حق سے کنارہ کئے ہوئے ہیں۔ اہل تفسیر نے اس آیت کے بیان میں مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں۔

(الطبری، الجزء:٢٦،ص ٢٢٤)

علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی فرماتے ہیں: غمرۃ کے معنی غفلت، اندھاپن اور جہالت ہے، جب کہ ساھون کے معنی اُخروی امور سے غفلت برتنا، کوتاہی کرنا ہے۔ (الخازن، ج٤، ص ١٩٣)

نیک لوگوں کی خصوصیات کا خاص بیان:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون وفی اموالھم حق للسائل والمحروم﴾ وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا (الذاریات:١٧تا١٩) ﴿رات گئے اللہ عزوجل کی یاد میں رہتے ہیں، اس سے استغفار کرتے ہیں یعنی اپنی عبادت میں ہونے والی کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہیں۔ استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ رات کے وقت میں مغفرت طلب کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ (الخازن، ج٤،ص ١٩٣)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل اپنی شان کے لائق روزانہ رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے حتی کہ جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟، ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے اور میں اُسے عطا کروں، ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اُسے بخش دوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل، رقم:١١٤٥،ص:٨٢)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے، اب سوال زیادہ کرے یا کم کرے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسئالۃ للناس، رقم:(٢٢٨٨)/١٠٤١،ص٤٧١)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک (ایسا) شخص جو ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا ہے حتی کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب من سال الناس تکثرا، رقم: ١٤٧٤،ص٢٣٩)

اغراض:

مفعول الحاملات: یعنی مفعول بہ ہوگا ﴿حاملات﴾ کے لئے۔ فی الخلقۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد ستاروں کی گزرگاہیں ہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ ناظرین کے اللہ کی توحید پر اس کے ذریعے استدلال کرنے کی بناء پر طرق معنویہ مراد لئے جائیں۔
عن النبی والقرآن: پس ضمیر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف عائد ہوتی ہے، اور اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی خاطر کا بیان ہے یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہے وہ ازلی کافر ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر قول مذکور کی جانب عائد ہو، مراد یہ ہو کہ جس کی اللہ ہدایت چاہے جیسا کہ مومنین۔ دلالات علی قدرۃ اللہ تعالی: یعنی اللہ کی تمام صفات کمالیہ مراد ہیں۔
وجوابھم: یعنی قیامت کے دن کے بارے میں متعجب ہیں، پس انہیں جواب دیا گیا کہ اُس دن کی کوئی تعیین نہیں بیان کی گئی، اسی لئے وہ استہزاء کرتے تھے۔ تجری فیھا: ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے اور سوال یہ ہے کہ متقی لوگ نہروں میں نہیں ہونگے پھر ﴿جنت وعیون﴾ کیوں کہا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ نہروں سے مراد جنتی نہریں ہیں جن کی جنتیں بھی ہیں اور اماکن بھی ہیں۔ یقولون اللھم اغفرلنا: یعنی ہم نے تیرے حق میں کمی کی اور تیرے حق کو ادا کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

وما فی ترکیب خلقکم: یعنی شکل وصورت کا اچھا ہونا مراد ہے۔ ای ما توعدون: سے مراد یہ ہے کہ انہیں جس رزق کا وعدہ کیا تھا وہ دے دیا۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۳٤٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿ھل اتک﴾ خطابٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ ﴿حدیث ضیف ابرھیم المکرمین (۲۴)﴾ وَھُم مَلَائِکَۃٌ اثنا عَشَرَ اَوْ عَشْرَۃَ اَوْ ثَلَاثَۃَ وَمِنْھُمْ جِبْرِیْلُ ﴿اذ﴾ ظَرْفٌ لِحَدِیْثِ ضَیْفٍ ﴿دخلوا علیہ فقالوا اسلما﴾ اَیْ ھٰذَا اللَّفْظَ ﴿قال سلم﴾ اَیْ ھٰذَا اللَّفْظَ ﴿قوم منکرون (۲۵)﴾ لا نَعْرِفُھُمْ قَالَ ذٰلِکَ فِیْ نَفْسِہٖ وَھُوَ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ اَیْ ھٰؤُلَاءِ ﴿فراغ﴾ مَالَ ﴿الی اھلہ﴾ سِرًّا ﴿فجاء بعجل سمین (۲۶)﴾ وَفِیْ سُوْرَۃِ ھُوْدٍ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ اَیْ مَشْوِیٍّ ﴿فقربہ الیھم قال الا تأکلون (۲۷)﴾ عَرَضَ عَلَیْھِمِ الْاَکْلَ فَلَمْ یُجِیْبُوْا ﴿فاوجس﴾ اَضْمَرَ فِیْ نَفْسِہٖ ﴿منھم خیفۃ قالوا لاتخف﴾ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ ﴿وبشروہ بغلم علیم (۲۸)﴾ ذِیْ عِلْمٍ کَثِیْرٍ وَھُوَ اِسْحَاقُ کَمَا ذُکِرَ فِیْ ھُوْدٍ ﴿فاقبلت امرتہ﴾ سَارَۃُ ﴿فی صرۃ﴾ صَیْحَۃٍ حَالٌ اَیْ جَاءَتْ صَائِحَۃً ﴿فصکت وجھھا﴾ لَطَمَتْہُ ﴿وقالت عجوز عقیم (۲۹)﴾ لَمْ تَلِدْ قَطُّ وَعُمُرُھَا تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ سَنَۃً وَعُمُرُ اِبْرَاھِیْمَ مِائَۃَ سَنَۃً اَوْ عُمُرُہٗ مِائَۃٌ وَعِشْرُوْنَ سَنَۃً وَعُمُرُھَا تِسْعُوْنَ سَنَۃً ﴿قالوا کذلک﴾ اَیْ مِثْلَ قَوْلِنَا فِی الْبِشَارَۃِ ﴿قال ربک انہ ھو الحکیم﴾ فِیْ صُنْعِہٖ ﴿العلیم (۳۰)﴾ بِخَلْقِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تمہارے پاس آئی (یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے) ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر (یہ مہمان فرشتے تھے جن کی تعداد بارہ، دس، یا تین تھی ان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی تھے......۱......) جب (''اذ'' یہ ''حدیث ضیف'' کے لیے ظرف بن رہا ہے) وہ اس کے پاس آکر بولے سلام (یعنی یہی لفظ کہا) انہوں نے کہا: سلام (یعنی اسی لفظ سے جواب دیا) ناآشنا سے لوگ ہیں (ہم انہیں نہیں پہچانتے ہیں آپ علیہ السلام نے یہ بات اپنے جی میں کہی تھی ''قوم منکرون'' مبتدا محذوف ''ھولاء'' کی خبر ہے) پھر گیا (''راغ'' بمعنی مال ہے، چپکے سے) اپنے گھر تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا (اور سورۂ ھود میں ہے ''بعجل حنیذ'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے) پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا تم کھاتے نہیں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کے سامنے کھانا پیش فرمایا انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا) تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا......۲......(''اوجس'' کے معنی دل میں کسی چیز کو چھپانا ہے) وہ بولے ڈریئے نہیں (ہم آپ علیہ السلام کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں) اور اسے ایک علیم بیٹے کی بشارت دی (یعنی کثیر علم والے بیٹے کی، مراد اس سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جیسا کہ اس کا ذکر سورۂ ھود میں ہو چکا......۳......) تو اس پر اس کی بیوی (یعنی حضرت سارہ) آئی چلاتی ہوئی (صرۃ بمعنی صیحۃ ہے، فی صرۃ بمعنی جاءت صائحۃ ہے) پھر اپنا ماتھا ٹھونکا (یعنی اپنے چہرے پر تھپکی ماری) اور بولی بوڑھی بانجھ (نے کبھی بچہ نہیں جنا، حضرت سارہ کی عمر مبارک اس وقت ننانوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک سو سال تھی یا ایک سو بیس سال تھی......۴......) انہوں نے کہا اسی طرح (یعنی اس بشارت کے بارے میں ہمارے قول کی مثل) تمہارے رب نے فرمادیا ہے اور وہی حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ھل اتک حدیث ضیف ابرھیم المکرمین اذ دخلوا علیه فقالوا سلما﴾

ھل: حرف استفہام، اتک: فعل ومفعول، حدیث: مضاف، ضیف ابرھیم: موصوف، المکرمین: اسم مفعول باہم ضمیر نائب الفاعل، اذ: مضاف، دخلوا علیه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قالوا: فعل بافاعل، سلما: "قول" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، ، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال سلم قوم منکرون﴾

قال: قول، سلم: "علیکم" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، قوم منکرون: مرکب توصیفی "انتم" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فراغ الی اھله فجاء بعجل سمین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "بادرا الی اکرابھم دون ان یشعرھم" راغ الی اھله: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ تعقیبیہ، جاء: فعل بافاعل، بعجل سمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقربه الیھم قال الا تاکلون فاوجس منھم خیفة﴾

ف: عاطفہ، قربه الیھم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قال قول، ھمزہ: حرف استفہام، لاتاکلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، اوجس: فعل بافاعل، منھم: ظرف لغو، خیفة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا لا تخف وبشروه بغلم علیم﴾

قالوا: قول، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، بشروہ: فعل بافاعل ومفعول، بغلم علیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاقبلت امراته فی صرة فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "لما سمعت سارة امراة ابراھیم البشارة" اقبلت: فعل، امراته: ذوالحال، فی صرة: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صکت وجھھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالت قول، عجوز عقیم: مرکب توصیفی "انا" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا کذلک قال ربک انه ھو الحکیم العلیم﴾

قالوا: قول، کذلک: ظرف مستقر "قولا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، قال ربک: مفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انه جرف مشبہ واسم، ھو: مبتدا، الحکیم العلیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مہمان فرشتے کون تھے اور ان کی تعداد کیا تھی؟

۱......حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کی غرض سے فرشتے نازل ہوئے ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق تین تھے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، ایک قول کے مطابق نوفرشتے تھے، ایک قول کے مطابق بارہ فرشتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اقوال پائے جاتے ہیں۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۴۵)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا جی میں خوف محسوس کرنا:

٢......فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: خوف (عذاب) نہ کیجئے ہم قوم لوط کی جانب بھیجے گئے ہیں، یہ جملہ اس وقت کہا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ جان پائے کہ یہ حضرات کیوں بھیجے گئے ہیں؟۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرہ پر خوف کے آثار دیکھے ہوں یا ان کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا دیکھا ہو۔ (المدارک، ج٢، ص ٧٢)

کس بیٹے کی خوشخبری دی گئی:

٣......اس بارے میں مختلف اقوال نظر سے گزرے ہیں جنہیں من وعن درج ذیل ذکر کیا جاتا ہے:

امام ابوجعفر ابن جریر طبری کہتے ہیں: مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں، اور علیم بمعنی ذا علم۔ ایک قول مجاہد سے یہ ہے کہ مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اور اسی قول کے تحت امام طبری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں کیونکہ بشارت بی بی سارہ کے حوالے سے ملی تھی اور انہی کے ہاں اولاد نہ تھی جب کہ بی بی ہاجرہ صاحب اولاد تھیں اور ان کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام موجود تھے۔ (الطبری، الجزء:٢٦، ص ٢٤٤)

امام نسفی فرماتے ہیں: جمہور کے نزدیک مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ (المدارک، ج٣، ص ٣٧٦)

قاضی شہاب الدین شیخ احمد بن محمد بن عمر خفاجی کہتے ہیں: مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ (حاشیۃ الشھاب، ج٨، ص٥٩٦)

بڑھاپے میں اولاد کی نعمت عطا کرنا:

٤......مراد بڑھاپہ اور بے اولادی کا مرض ہے، مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اس وقت تک بی بی سارہ کے اولاد نہ تھی، عمر مبارک ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک اس وقت ایک سو بیس سال تھی۔ عرب میں یہ قاعدہ ہے کہ جب بھی کوئی تعجب کی بات ہوتی ہے تو عموماً عورتیں اپنا ہاتھ اپنے ہی گال پر مارتی ہیں یہی وجہ ہے کہ بی بی سارہ کو بھی یہ خبر تعجب خیز معلوم ہوئی کہ عمر کے اس حصے میں اولاد کی خبر عجیب وغریب ہے لہٰذا آپ نے بھی ایسا ہی کیا، جس کی جانب اللہ عزوجل نے یوں اشارہ فرمایا: ﴿فصکت وجھھا پھر اپنا ماتھا ٹھونکا (الذاریات:٢٩)﴾۔ (القرطبی، الجزء:٢٦، ص ٤٤)

اغراض:

منھم جبرائیل: تمام اقوال اسی اعتبار سے ہیں۔ سر ا: یعنی مہمان سے خوف محسوس کرنے لگے۔

عرض علیھم الاکل: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الا﴾ عرض کے لئے ہے، مراد نرمی اور مہربانی سے کھانا پیش کرنا ہے۔

صیحۃ: ﴿صرۃ﴾ کی تفسیر ہے، جیسا کہ سورۃ ھود میں گزر چکا کہ بی بی سارہ مسکرانے لگیں، بیٹے کی بشارت اور ولادت میں فقط ایک ہی سال لگا۔ سارۃ: تخفیف وتشدید دونوں لغات ہیں۔ (الصاوی، ج٥، ص٣٤٧)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالیٰ علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿قال فما خطبکم﴾شَانُکُمْ﴿ایها المرسلون (۳۱)قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین (۳۲)﴾کَافِرِیْنَ اَیْ قَوْمُ لُوْطٍ﴿لنرسل علیهم حجارة من طین (۳۳)﴾مَطْبُوْخٌ بِالنَّارِ﴿مسومة﴾مُعَلَّمَةٌ عَلَیْهَا اِسْمُ مَنْ یُرْمٰی بِهَا﴿عند ربک﴾ظَرْفٌ لَهَا﴿للمسرفین(۳۴)﴾بِاِتْیَانِهِمِ الذُّکُوْرَ مَعَ کُفْرِهِمْ﴿فاخرجنا من کان فیها﴾اَیْ قُرَی قَوْمِ لُوْطٍ﴿من المؤمنین(۳۵)﴾لِاِهْلَاکِ الْکَافِرِیْنَ﴿فما وجدنا فیها غیر بیت من المسلمین(۳۶)﴾وَهُمْ لُوْطٌ وَابْنَتَاهُ وُصِفُوْا بِالْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ اَیْ هُمْ مُصَدِّقُوْنَ بِقُلُوْبِهِمْ عَامِلُوْنَ بِجَوَارِحِهِمِ الطَّاعَاتِ﴿وترکنا فیها﴾بَعْدَ اِهْلَاکِ الْکَافِرِیْنَ﴿اٰیة﴾عَلَامَةً عَلٰی اِهْلَاکِهِمْ﴿للذین یخافون العذاب الالیم(۳۷)﴾فَلَا یَفْعَلُوْنَ مِثْلَ فِعْلِهِمْ﴿وفی موسی﴾مَعْطُوْفٌ عَلٰی فِیْهَا الْمَعْنٰی وَجَعَلْنَا فِیْ قِصَّةِ مُوْسٰی اٰیَةً﴿اذ ارسلنه الی فرعون﴾مُتَلَبِّسًا﴿بسلطن مبین(۳۸)﴾بِحُجَّةٍ وَاضِحَةٍ﴿فتولی﴾اَعْرَضَ عَنِ الْاِیْمَانِ﴿برکنه﴾مَعَ جُنُوْدِهٖ لِاَنَّهُمْ لَهٗ کَالرُّکْنِ﴿وقال﴾لِمُوْسٰی هُوَ ﴿سحر اومجنون (۳۹)فاخذنه وجنوده فنبذنهم﴾طَرَحْنَاهُمْ﴿فی الیم﴾اَلْبَحْرِ فَغَرِقُوْا﴿وهو﴾اَیْ فِرْعَوْنَ﴿ملیم (۴۰)﴾اٰتٍ بِمَا یُلَامُ عَلَیْهِ مِنْ تَکْذِیْبِ الرُّسُلِ وَدَعْوَی الرُّبُوْبِیَّةِ﴿وفی﴾اِهْلَاکِ﴿عاد﴾اٰیَةٌ﴿اذ ارسلنا علیهم الریح العقیم (۴۱)﴾هِیَ الَّتِیْ لَاخَیْرَ فِیْهَا لِاَنَّهَا لَا تَحْمِلُ الْمَطَرَ وَلَا تَلْقَحُ الشَّجَرَ وَهِیَ الدَّبُوْرُ﴿ما تذر من شیء﴾نَفْسٍ اَوْ مَالٍ﴿اتت علیه الا جعلته کالرمیم (۴۲)﴾کَالْبَالِیِ الْمُفَتَّتِ﴿وفی﴾اِهْلَاکِ﴿ثمود﴾اٰیَةٌ﴿اذ قیل لهم﴾بَعْدَ عَقْرِ النَّاقَةِ﴿تمتعوا حتی حین (۴۳)﴾اَیْ اِلٰی اِنْقِضَاءِ اٰجَالِکُمْ کَمَا فِیْ اٰیَةٍ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ﴿فعتوا﴾تَکَبَّرُوْا﴿عن امر ربهم﴾اَیْ عَنْ اِمْتِثَالِهٖ﴿فاخذتهم الصعقة﴾بَعْدَ مُضِیِّ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ اَیِ الصَّیْحَةِ الْمُهْلِکَةِ﴿وهم ینظرون(۴۴)﴾اَیْ بِالنَّهَارِ﴿فما استطاعوا من قیام﴾اَیْ مَا قَدَرُوْا عَلَی النُّهُوْضِ حِیْنَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ﴿وما کانوا منتصرین(۴۵)﴾عَلٰی مَنْ اَهْلَکَهُمْ﴿وقوم نوح﴾بِالْجَرِّ عَطْفٌ عَلٰی ثَمُوْدَ اَیْ وَفِیْ اِهْلَاکِهِمْ بِمَافِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اٰیَةٌ وَبِالنَّصْبِ اَیْ اَهْلَکْنَا قَوْمَ نُوْحٍ﴿من قبل﴾اَیْ قَبْلَ اِهْلَاکِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْکُوْرِیْنَ﴿انهم کانوا قوما فسقین(۴۶)﴾.

﴿ترجمہ﴾

(ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا تمہارا کیا کام ہے (خطبکم بمعنی شانکم ہے) اے فرشتوں بولے ہم ایک مجرم (یعنی کافر) قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (مراد اس سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی) کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں (جسے آگ میں پکالیا گیا ہو اور وہ پختہ ہوگئے ہوں) نشان کئے رکھے ہیں (یعنی جس پر جو پتھر برسے گا اس پر اس شخص کا نام لکھا ہے) تیرے رب کے پاس ("عندربک" ظرف ہے) حد سے بڑھنے والوں کے لیے (کفر کے ساتھ ساتھ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی وجہ سے......) تو ہم نے اسے نکال دیا جو اس میں (یعنی قوم لوط کی بستی میں) تھے مومنین میں سے (ان کافروں کو ہلاک فرمانے کے لیے) تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا (اور وہ گھر حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی دو صاحبزادیوں پر مشتمل تھا، ان حضرات کی

توصیف ایمان اور اسلام کے ساتھ کی گئی ہے یعنی یہ حضرات دل سے تصدیق کرنے والے بھی تھے اور اپنے اعضاء سے اطاعت الٰہی ﷻ پر عامل بھی تھے......۳۶......)اور ہم نے اس میں باقی رکھی (کافروں کو ہلاک کرنے کے بعد)نشانی (یعنی ان کے ہلاک کیئے جانے کی علامت)ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں (پس وہ ان کی طرح کے اعمال نہیں کریں گے)اور موسیٰ میں (''فی موسی'' کا عطف ماقبل ''فیھا'' پر ہے معنیٰ آیت یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں نشانی بنائی) جب ہم نے اسے فرعون کے پاس بھیجا (اس حال میں کہ ان کے ساتھ تھی) واضح دلیل (سلطن مبین بمعنیٰ حجۃ واضحۃ ہے،......۳۸......) تو اس نے منہ پھیرا (یعنی ایمان لانے سے اعراض کیا) اپنے لشکر کے ساتھ (برکنہ بمعنیٰ مع جنودہ ہے، کیونکہ یہ لشکر فرعون کے لیے ''رکن'' کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے اسے ''رکن'' سے تعبیر فرمایا) اور بولا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا انہیں (نبذنھم بمعنیٰ طرحناھم ہے) سمندر میں (الیم بمعنیٰ البحر ہے،......۴۰......) اور وہ (یعنی فرعون) ملامت کر رہا تھا (یعنی فرعون نے لائق ملامت افعال کئے جیسے رسل عظام کو جھٹلانا اور خدائی کا دعوی کرنا) اور عاد (کو ہلاک کردینے) میں (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی (''ریح عقیم'' ایسی ہوا کو کہتے ہیں جس میں کچھ خیر و برکت نہ ہو، اس ہوا کو عقیم اس لیے کہا کہ نہ تو یہ بارش کو اٹھا کر لاتی اور نہ درخت اگاتی اس ہوا کو ''دبور'' یعنی پچھوا ہوا کہتے ہیں) جس چیز پر گزرتی (خواہ وہ آدمی ہو یا اموال) اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی (یعنی گلا کر ریزہ ریزہ کر دیتی......۴۲......) اور ثمود (کو ہلاک کر دینے) میں (نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا (ناقہ کی کوچیں کٹنے کے بعد) ایک وقت تک برت لو (یعنی اپنی زندگانی پوری کرنے کے وقت تک جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے ﴿تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام﴾) تو انہوں نے تکبر کیا (فعتوا بمعنیٰ استکبروا ہے) اپنے رب کے حکم سے (یعنی حکم الٰہی ﷻ بجالانے سے) تو انہیں کڑک نے آلیا (یعنی ہلاکت خیز چیخ نے تین دن گزرنے کے بعد) اور وہ دیکھ رہے تھے (دن میں) تو وہ کھڑے نہ ہوسکیں (یعنی عذاب نازل ہو جانے کے بعد وہ اٹھنے کی قدرت بھی نہ رکھتے تھے......۴۵......) اور نہ وہ بدلہ لے سکیں (اس سے جس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا) اور نوح کی قوم (''قوم نوح'' مجرور پڑھے جانے کی صورت میں یہ ''ثمود'' پر معطوف ہوگا معنیٰ آیت یہ ہوگا قوم نوح کو ہلاک کر دینے میں زمین و آسمان میں نشانی موجود ہے اور ''قوم نوح'' منصوب پڑھے جانے کی صورت میں فعل مقدر ''اھلکنا'' کا مفعول ہوگا معنیٰ ہوگا ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کر دیا ہے......) اس سے پہلے (یعنی مذکورہ لوگوں کو ہلاک کرنے سے پہلے) بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال فما خطبکم ایھا المرسلون﴾

قال: قول، ف: فصیحیہ، ما: استفہامیہ مبتدا، خطبکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ایھا المرسلون: نداء، ملکر شرط محذوف ''ان کنتم ملائکۃ کما تقولون'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیھم حجارۃ من طین مسومۃ عند ربک للمسرفین﴾

قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل مجہول با نائب الفاعل، الی: جار، قوم مجرمین: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، لام: جار، نرسل علیھم: فعل با فاعل و ظرف لغو، حجارۃ: موصوف، من طین: ظرف مستقر صفت اول، مسومۃ: اسم مفعول با نائب الفاعل، عند ربک للمسرفین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاخرجنا من كان فيها من المومنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين﴾

ف: فصیحیہ ،اخـرجنا:فعل بافاعل،من:موصولہ،کان:فعل ناقص"هو"ضمیر مستتر ذوالحال،مـن الـمـومنين:ظرف مستقر حال،ملکر اسم،فيهـا:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف:عاطفہ،مـا وجـدنـا:فعل نفی بافاعل،فيهـا:ظرف لغو،غير:مضاف،بيت:موصوف،من المسلمين:ظرف مستقر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتركنا فيها اية للذين يخافون العذاب الاليم﴾

و:عاطفہ،تـركنا:فعل بافاعل،فيها:ظرف لغو،اية:موصوف،لام:جار،الذين:موصول،يـخـافـون العذاب الاليم:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفي موسى اذ ارسلنه الى فرعون بسلطن مبين﴾

و:عاطفہ،فـي موسـى:جار مجرور،ملکر ماقبل"فيهـا"پر معطوف ہے،اذ:مضاف،ارسـلـنـه:فعل وفاعل"ه"ضمیر ذوالحال،بسـلـطـن مبين:ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،الى فرعون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ماقبل"تركنا"کیلئے ظرف ہے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتولى بركنه وقال سحر او مجنون﴾

ف:عاطفہ،تولى:فعل"هو"ضمیر ذوالحال،بركنه:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ،قال:قول،سحر:معطوف علیہ،او:عاطفہ،مجنون:معطوف،ملکر"هو"مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاخذنه وجنوده فنبذنهم في اليم وهو مليم﴾

ف:عاطفہ،اخــذنـــــه:فعل بافاعل وہ ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،هــو مــلـيــم:جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،نبذنهم:فعل بافاعل ومفعول،في اليم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفي عاد اذ ارسلنا عليهم الريح العقيم﴾

و:عاطفہ،فـي عاد:جار مجرور معطوف ہے ماقبل"فـي موسى"پر،اذ:مضاف،ارسـلـنـا عليهم:فعل بافاعل وظرف لغو،الريح العقيم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ماقبل"اذ ارسلنه"پر معطوف ہے۔

﴿ما تذر من شيء اتت عليه الا جعلته كالرميم﴾

مـاتذر:فعل نفی بافاعل،من:زائد،شيء:موصوف،اتـت عليه:جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،الا:اداۃ حصر،جـعـلـته:فعل بافاعل ومفعول،كالرميم:ظرف مستقر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل"الريح"سے حال ہے۔

﴿وفي ثمود اذ قيل لهم تمتعوا حتى حين﴾

و:عاطفہ،فـي ثـمـود:جار مجرور معطوف ہے ماقبل"فـي موسى"پر مضاف،قـيـل لهـم:قول،تـمـتـعـوا:فعل امر بافاعل،حتى حين:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ،ملکر ماقبل"اذ ارسلنه"پر معطوف ہے۔

﴿فعتوا عن امر ربهم فاخذتهم الصعقة وهم ينظرون﴾

ف:عاطفہ،عتوا:فعل بافاعل،عـن امـر ربهم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ف:عاطفہ،اخذت:فعل،هم:ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،هم ينظرون:جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،الصعقة:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فما استطاعوا من قيام وما كانوا منتصرين﴾

ف: عاطفہ، ما: نافیہ، استطاعوا: فعل باواؤضمیر فاعل، من: زائد، قیام: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، منتصرین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقوم نوح من قبل انهم كانوا قوما فسقين﴾

و: عاطفہ، قوم نوح: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فعل محذوف "اھلکنا اذکر" کیلئے مفعول ہے، ملکر جملہ فعلیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، قوما فسقین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم لوط کی عادتِ بد اور عذاب کی کیفیات:

۱..... قوم لوط کی بُری خصلت یہ تھی کہ عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں سے خواہش پوری کرتے تھے، جس کی وجہ سے عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔ اگر کوئی شخص غیر محل یعنی دبر میں وطی کرے تو امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی پر ایسا فعل کرنے کی صورت میں حد لازم ہوگی جبکہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کسی باندی، غلام یا زوجہ سے کرے تو بالا جماع حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، درر میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے یا اس پر دیوار گرادی جائے اور پھر اوپر سے پتھر مار مار کر سنگسار کردیا جائے، الحاوی میں ہے کہ ایسا فعل کرنے والے کو کوڑے لگانا زیادہ صحیح ہے، فتح القدیر میں ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے حتی کہ مرجائے یا توبہ کرلے، اور اگر پھر یہی جرم کرے تو امام وقت اسے قتل کردے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطی یوجب الحد، ج ٦، ص ٣٨) (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے بستی کو الٹ دیا اور اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کردیا اور ان پر پے درپے پتھر برسائے گئے، جس پتھر پر جس کا نام تھا وہ اسی پر پڑا، چہ جائے کہ وہ شہر میں حاضر تھے یا شہر سے غائب کسی سفر وغیرہ میں تھے۔ (قصص الانبیاء، قصہ لوط، ص ١٤٦) مزید تحقیق سورۃ الاعراف کے تحت دوسری جلد میں دیکھ لیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مومن اہل خانہ:

۲..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا (الذاریات: ٣٦)﴾۔ اہل خانہ سے حضرت لوط اور ان کی دو بیٹیاں مراد ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان اور اسلام کو متحد ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ جو مومن ہوتا ہے وہ یقیناً مسلم بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام ایمان سے عام معنی میں مراد لیا جاتا ہے اور عام کا خاص پر اطلاق کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے اسی بناء پر مومن کو مسلم کہہ دیا جاتا ہے، پس اس صورت میں مفاہیم میں اتحاد کو دلیل نہیں بنایا جائے گا۔ (الخازن، ج٤، ص ١٩٥)

آیت "۳۸" میں حضرت موسی علیہ السلام کی کس خاص نشانی کا ذکر ہے؟

۳..... اس بارے میں دو اقوال ہیں: ایک قول کے مطابق سلطن مبین سے مراد عصاء والا معجزہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ عصاء اور دیگر معجزات مراد ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ٢٧، ص ٤٦)۔ اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ ان تمام معجزات کا ذکر سورۂ اعراف میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونیوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔

(الصاوی، ج ٢، ص ٢٧٧)

فرعون کا مع ہمراہی سمندر میں غرق ہونا:

۴......اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا: ﴿فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر ...... الخ تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار، تو جبھی دریا پھٹ گیا(الشعراء: ٦٣)﴾ فرعون کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو پالینا تھا۔ اللہ ﷻ کے اذن کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا جس سے بارہ قبیلوں کے بارہ راستے بن گئے اور ہر قبیلہ اپنے راستے پر چل نکلا، دریا کا پانی پہاڑ کی مثل کھڑا تھا اور یہ اللہ ﷻ کی جانب سے وہ قدرت ظاہر ہوئی جو کن فیکون پر قادر ہے۔ لوگ خوشی خوشی جھومتے ہوئے دریا پار کر گئے اور آگے والے پیچھے والے سب ایک دوسرے سے دریا پار مل گئے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ دوبارہ دریا پر اپنا عصا ماریں کیونکہ پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے پیچھا کئے آرہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کے علاوہ بظاہر کوئی اور چارہ بھی نہ تھا لیکن اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیں چنانچہ فرمانِ مقدس ہوا: ﴿واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبو دیا جائے گا(الدخان: ٢٤)﴾۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ربیع، ضحاک، قتادہ، کعب الاحبار، سماک بن حرب، عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ فرعون مع اپنے لشکر کے دریا میں غرق ہوا۔

(البداية والنهاية، قصة هلاك فرعون وجنوده، ج١، الجزء الاول، ص ٢٩٩ وغيره)

قوم عاد پر عذاب کی کیفیت:

۵......قوم ھود پر عذاب کی کیفیت یہ ہے کہ سات دن اور آٹھ راتوں تک مسلسل زبردست آندھی بھیجی، یہ سخت اور تیز ہوا ان کے نتھنوں میں گھستی اور پچھلے سوراخ سے نکل کر انہیں منہ کے بل زمین پر گرا دیتی حتی کہ وہ اس طرح ہو گئے جس طرح کھجور کے تنے زمین پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس طرح ہلاک کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہوا سخت یخ بستہ اور ٹھنڈی ہو یا وہ ہوا بہت تیز اور بہت سخت ہو اور اس نے ان کو زمین پر پچھاڑ دیا ہو، ان میں سے ہر چیز ممکن ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے کہ: ''ہم نے ھود اور ایمان والوں کو نجات دی''، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آندھی سب پر آئی یعنی ایمان والوں پر بھی اور کافروں پر بھی۔ (الرازی، ج٦، ص٣٦٦)

قوم ثمود پر عذاب کی کیفیت:

٦......قوم صالح پر عذاب کی صورت اس طرح بنی کہ جمعرات کی صبح جس کو ایام النظرۃ کہا گیا ان کے چہرے زرد پڑ گئے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا، دوسرے دن صبح ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور یہ دن جمعہ کا تھا جسے ایام التاجیل کہا گیا ہے، پھر تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور یہ ہفتے کا دن تھا جسے ایام المتاع کہا گیا، چوتھے دن کی صبح اتوار کے دن قوم خوشبو لگا کر عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ عذاب کیسے اور کس جانب سے آئے گا؟ جب سورج طلوع ہوا، آسمان سے ایک زوردار آواز آئی اور ان کے نیچے یعنی زمین سے شدید زلزلہ آیا جس سے روحیں پرواز کر گئیں، نفوس چلے گئے، ہلنا جلنا بند ہو گیا، آوازیں تھم گئیں اور حقیقت ظاہر ہوئی اور گویا صبح ان کی اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے کہ نہ تو ان میں روح باقی رہی اور نہ ہی کوئی حس و حرکت۔ (البداية والنهاية، قصة صالح نبي ثمود، الجزء ١، ج ١، ص ١٥٣)

قوم نوح پر عذاب کی کیفیت:

ے.....اس بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ تمام روئے زمین پرطوفان آیا یا بعض علاقوں میں، یا فقط قوم نوح پر چنانچہ علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: پس طوفان نے روئے زمین پر موجود تمام کافروں کو مذکورہ مدت (چھ ماہ تک) گھیر لیا، پس طوفان کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے جو گھیرنے، احاطہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور اس میں شدت وکثرت کا عنصر بھی پایا جائے اور یہ طوفان سیلان (بہاؤ)، ہواؤں، اندھیروں، قتل، موت، طاعون، چیچک، خسرا پن، بھوک کے عذابات کو لئے ہوئے تھا اور اس دن طوفان میں پانی کا غلبہ تھا اور اس پانی نے تمام زمین کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا۔(روح البیان، ج٦، ص ٥٨١ وروح المعانی ،الجزء: ٢٠، ص ٤٦٧)

اغراض:

وهم لوط ابنتاه: یعنی اُن میں سے تیرہ صاحبزادیاں مراد ہیں جو اسلام میں داخل تھیں۔

وصفوا بالايمان والاسلام: اور یہاں ایمان اور اسلام کے ساتھ اس لئے موصوف کیا کیونکہ مسلم کبھی مومن ہوتا ہے اور کبھی مومن نہیں ہوتا۔

عــلامة: یعنی پتھروں اور چٹانوں کے باہم میلاپ اور درمیان سے بدبودار پانی کے نکلنے نے اُس مقام سے گزرنے والوں کے لئے نشانی بنادی کہ ماضی میں یہاں قوم لوط کے نافرمانوں کی ہلاکت ہوئی ہے۔

المعنى و جعلنا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے اور مفعول محذوف ہے۔**بحجة واضحة:** مراد نو نشانیاں ہیں۔ **كالركن:** جیسا کہ گھر کے کنبے پر اعتماد کیا جاتا ہے، پس ''الجنود'' بمعنی ''الركن'' ہے، کیونکہ اسی پر بھروسہ اور اعتماد پایا جاتا ہے جیسا کہ (جنگوں میں) لشکر پر اعتماد ہوتا ہے۔**لموسى:** سے مراد شانِ موسیٰ ہے۔

آت بما يلام عليه: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''الايلام'' کی اسناد مجازِ عقلی کی وجہ سے ہے۔

من تكذيب الرسول: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''اللوم'' فعل مختلف اوصاف کے اعتبار سے لیا جاتا ہے، پس یہ اعتراض دور ہوجاتا ہے کہ جس طرح فرعون کے اوصاف مذکورہ اور ذوالنون کے اوصاف میں فرق ہے۔**وهي الدبور:** مفسر نے ﴿العقيم﴾ کی تفسیر ''الدبور'' سے کی ہے، اور ایک قول کے مطابق ''النكباء'' مراد ہے، اِس سے مراد دو ہواؤں میں سے وہ ہوا ہے جو خراب ترین ہوا ہے، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا: ''میری صبا کے ذریعے مدد کی گئی اور عاد بُری ہوا سے ہلاک کی گئی''۔

الباقي المتفتت: اور ایک قول کے مطابق ''الرميم الرماد'' ہے، ایک قول کے مطابق راکھ کا ڈھیر ہے اور اسی سے ملتے جلتے معنی کئے گئے ہیں۔**الصيحة المهلكة:** پس حضرت جبرائیل امین کی چنگھاڑ سے سارے ہی ہلاک ہوگئے، اور اس کا اطلاق آگ پر ہوتا ہے جو کہ آسمان سے نازل ہوتی ہے، اور یہی یہاں مراد ہے۔

اى بالنهار: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿وهم ينظرون﴾ کا تعلق ''النظر'' سے ہے، اور ایک قول کے مطابق ''الانتظار'' سے ہے، معنی یہ ہے کہ جس عذاب کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا اُس کا انتظار کرتے ہیں۔

على من اهلكهم: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: ''یعنی وہ اپنی ذات سے عذاب کو دور کرنے کے قابل نہ تھے، اور ان کے لئے اللہ کی مدد نہ تھی بلکہ وہ تو اللہ کے عذاب سے فرار حاصل کرنے کا وہم کرتے تھے''۔

بالجر عطف على ثمود: یہ تمام وجوہات میں سے قریب ترین وجہ ہے۔**واهلكنا:** یہ قوم نوح کی ہلاکت کے اعتبار سے دوسری وجہ ہے اور یہی بہتر ہے۔ (الصلوی، ج٥، ص ٤٨ ٣ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿والسماء بنینها باید﴾بِقُوَّةٍ﴿وانا لموسعون (۴۷)﴾قَادِرُوْنَ يُقَالُ آدَ الرَّجُلَ يَئِيْدُ قَوِيٌّ وَاَوْسَعَ الرَّجُلُ صَارَ ذَا سَعَةٍ وَقُدْرَةٍ وَقُوَّةٍ﴿والارض فرشنها﴾مَهَدْنَاهَا﴿فنعم المهدون (۴۸)﴾نَحْنُ﴿ومن كل شیء﴾مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ﴿خلقنا زوجين﴾صِنْفَيْنِ كَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالسَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالسَّهْلِ وَالْجَبَلِ وَالصَّيْفِ وَالشِّتَاءِ وَالْحُلْوِ وَالْحَامِضِ وَالنُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ﴿لعلكم تذكرون (۴۹)﴾بِحَذْفِ اِحْدَى التَّائَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ فَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ خَالِقَ الْاَزْوَاجِ فَرْدٌ فَتَعْبُدُوْنَهٗ﴿ففروا الی الله﴾اَیْ اِلٰی ثَوَابِهٖ مِنْ عِقَابِهٖ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ وَلَا تَعْصَوْهُ﴿انی لكم منه نذير مبين (۵۰)﴾بَيِّنُ الْاِنْذَارِ﴿ولا تجعلوا مع الله اله اخر انی لكم منه نذير مبين (۵۱)﴾يُقَدَّرُ قَبْلَ فَفِرُّوْا قُلْ لَّهُمْ﴿كذلک ما اتی الذين من قبلهم من رسول الا قالوا﴾هُوَ﴿ساحر او مجنون (۵۲)﴾اَیْ مِثْلَ تَكْذِيْبِهِمْ لَکَ بِقَوْلِهِمْ اِنَّکَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ تَكْذِيْبُ الْاُمَمِ قَبْلَهُمْ رُسُلَهُمْ بِقَوْلِهِمْ ذٰلِکَ﴿اتواصوا﴾كُلُّهُمْ﴿به﴾اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْيِ﴿بل هم قوم طاغون (۵۳)﴾جَمْعُهُمْ عَلٰی هٰذَا الْقَوْلِ طُغْيَانُهُمْ﴿فتول﴾اَعْرِضْ﴿عنهم فما انت بملوم (۵۴)﴾لِاَنَّکَ بَلَّغْتَهُمُ الرِّسَالَةَ﴿وذكر﴾عِظْ بِالْقُرْاٰنِ﴿فان الذكری تنفع المؤمنين (۵۵)﴾مَنْ عَلِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ يُؤْمِنُ﴿وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (۵۶)﴾وَلَا يُنَافِيْ ذٰلِکَ عَدَمُ عِبَادَةِ الْكَافِرِيْنَ لِاَنَّ الْغَايَةَ لَا يَلْزِمُ وُجُوْدَهَا كَمَا فِيْ قَوْلِکَ بَرَيْتُ هٰذَا الْقَلَمَ لِاَكْتُبَ بِهٖ فَاِنَّکَ قَدْ لَا تَكْتُبُ بِهٖ﴿ما اريد منهم من رزق﴾لِيْ وَلِاَنْفُسِهِمْ وَغَيْرِهِمْ﴿وما اريد ان يطعمون (۵۷)﴾وَلَا اَنْفُسَهُمْ وَلَا غَيْرَهُمْ﴿ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين (۵۸)﴾اَلشَّدِيْدُ﴿فان للذين ظلموا﴾اَنْفُسَهُمْ بِالْكُفْرِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِمْ﴿ذنوبا﴾نَصِيْبًا مِنَ الْعَذَابِ﴿مثل ذنوب﴾نَصِيْبِ﴿اصحبهم﴾اَلْهَالِكِيْنَ قَبْلَهُمْ﴿فلا يستعجلون (۵۹)﴾بِالْعَذَابِ اِنْ اَخَّرْتُهُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴿فويل﴾شِدَّةُ عَذَابٍ﴿للذين كفروا من﴾فِيْ﴿يومهم الذی يوعدون (۶۰)﴾اَیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا (باید بمعنی بقوۃ ہے) اور بیشک ہم قدرت والے ہیں (موسعون بمعنی قادرون ہے، کہا جاتا ہے "آدالرجل یئید بمعنی مرد قوی ہو گیا اور "اوسع الرجع" کہتے ہیں یعنی مرد وسعت اور قوت والا ہو گیا) اور زمین کو ہم نے فرش کیا (فرشنھا بمعنی مھدناھا ہے) تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ("نحن" مخصوص بالمدح محذوف ہے) اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے (یعنی دو قسم پر بنایا جیسے مذکر مونث، آسمان اور زمین، سورج چاند، نرم و ہموار، زمین و پہاڑ، گرمی اور سردی، میٹھا و کھٹا، اندھیرا اور اجالا) کہ تم دھیان کرو (اور اس کے نتیجے میں جان لو کہ ان جوڑوں کو پیدا کرنے والا خود فرد یکتا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو ......1......) تو اللہ کی طرف بھاگو (یعنی اس کے عقاب سے اس کے ثواب کی طرف یوں کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو......2......) بیشک میں اس کی طرف سے تمہیں صریح ڈر سنانے والا ہوں (نذیر مبین بمعنی بین الانذار ہے) اور اللہ کے سوا اور معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں (ففروا سے پہلے "قل لھم" محذوف ہے

)یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ (یعنی جس طرح یہ لوگ اپنی اس بات کے ذریعے کہ تم جادوگر ہو یا دیوانے ہو تمہیں جھٹلا رہے ہیں اسی طرح ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اپنے رسولوں کو یہی باتیں کہہ کر جھٹلایا تھا......۵۲......) کیا (وہ سب) آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ کر مرے ہیں (یہاں استفہام بمعنی نفی ہے) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں (اور ان کی سرکشی نے ان سب کو ایک بات پر جمع کیا ہے) تو تم منہ پھیر لو (یعنی اعراض کرو) ان سے تم پر کچھ الزام نہیں (کیونکہ تم نے پیغام الٰہی ان تک پہنچا دیا ہے......۵۴......) اور سمجھاؤ (یعنی قرآن کے ذریعے وعظ ونصیحت کرو) سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (کہ نصیحت کے سبب علم الٰہی میں جس کا ایمان لانا مقدر ہے وہ ایمان لے آئے گا......۵۵......) اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں (کافروں کی عبادت نہ کرنا اس کے منافی نہیں کیونکہ غایت کا وجود لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو میں نے یہ قلم تراشا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے لکھوں حالانکہ تم کبھی اس سے نہیں بھی لکھتے......۵۶......) میں ان سے رزق نہیں مانگتا (اپنے لیے نہ خود ان کے لیے اور نہ دوسرں کے لیے) اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں (نہ خود ان کے لیے اور نہ دوسروں کے لیے) بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے (متین کے معنی شدید ہے) بیشک وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (اپنی جانوں پر ارتکاب کفر کرکے یعنی اہل مکہ وغیرہ) ان کے لیے عذاب میں سے حصہ (ذنوبا بمعنی نصیبا ہے) جیسے کہ ان کے ساتھ والوں کے لیے حصہ تھا (جو ان سے پہلے ہلاک ہوئے، ذنوب بمعنی نصیب ہے......۵۹......) تو مجھ سے جلدی نہ کریں (عذاب کی میں نے قیامت کے دن تک کے لیے اسے مؤخر کر رکھا ہے) تو ہلاکت (یعنی شدید عذاب) ہے کافروں کے لیے اس دن میں (''من یومھم'' میں من بمعنی فی ہے) جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں (یعنی بروز قیامت)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والسماء بنینھا باید و انا لموسعون﴾

و: عاطفہ، السماء: منصوب براشتغال فعل محذوف ''بنینا'' کیلئے مفعول ہے، ملکر جملہ فعلیہ، بنینا: فعل و نا ضمیر ذو الحال، باید: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، انالموسعون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ھا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والارض فرشنھا فنعم الماھدون﴾

و: عاطفہ، الارض: منصوب براشتغال فعل محذوف ''فرشنا'' کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، فرشنھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، نعم: فعل مدح، الماھدون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ''نحن'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین﴾

و: عاطفہ، من کل شیء: ظرف لغو مقدم، خلقنا: فعل بافاعل، زوجین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، تذکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، فروا: فعل امر بافاعل، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف ''اذا علمتم ان اللہ تعالٰی فرد لانظیر لہ و لا نذیر'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انی: حرف مشبہ واسم، لکم: ظرف لغو اول مقدم، منہ: ظرف لغو ثانی مقدم، نذیر: بصفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ ہو کر موصوف، مبین: ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تجعلوا مع اللہ الھا اخر انی لکم منہ نذیر مبین﴾

و: عاطفہ، لاتجعلوا: فعل نہی بافاعل، مع اللہ: ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، الھا اخر: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ، انی لکم منہ نذیر مبین: اسکی ترکیب ماقبل پچھلی آیت میں گزری۔

﴿کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون﴾
کذلک: ظرف مستقر "الامر" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ما اتی: فعل نفی، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، قالوا: قول، ساحر: معطوف علیہ، او: عاطفہ، مجنون: معطوف، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، رسول: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اتواصوا بہ بل ھم قوم طاغون فتول عنھم فما انت بملوم﴾
ھمزہ: حرف استفہام، تواصوا بہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، بل: عاطفہ، ھم: مبتدا، قوم طاغون: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، تول عنھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مستانفہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، ب: زائد، ملوم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذکر فان الذکری تنفع المومنین وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾
و: عاطفہ، ذکر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مستانفہ، ان الذکری: حرف مشبہ واسم، تنفع المومنین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما خلقت: فعل نفی بافاعل، الجن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الانس: معطوف، ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، لام: جار، یعبدون: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون﴾
ما ارید: فعل نفی بافاعل، منھم: ظرف لغو، من: زائد، رزق: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما ارید: فعل نفی بافاعل، ان: مصدریہ، یطعمون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین فان للذین ظلموا ذنوبا مثل ذنوب اصحبھم﴾
ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو: ضمیر فصل، الرزاق: خبر اول، ذوالقوۃ المتین: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، ان: حرف مشبہ، للذین ظلموا: جار مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، ذنوبا: موصوف، مثل ذنوب اصحبھم: صفت، ملکر اسم، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا عرفت حال الکفرۃ الانف ذکرھم مثل عاد وثمود وقوم نوح" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا یستعجلون فویل للذین کفروا من یومھم الذی یوعدون﴾
ف: عاطفہ، لا یستعجلون: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ویل مصدر بافاعل، من: بمعنی فی جار، یومھم: موصوف، الذی یوعدون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مبتدا، للذین کفروا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......فتول عنھم فما انت بملوم...... ☆ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول کریم غمگین ہوئے اور آپ کے اصحاب کو بہت رنج ہوا کہ حضور کو اعراض کرنے کا حکم ہوگیا اب وحی کیوں آئے گی اور جب نبی نے امت کو تبلیغ بطریق اتم فرمادی اور امت سرکشی سے باز نہ آئی اور رسول کو ان سے اعراض کا حکم مل گیا وقت آگیا کہ ان پر عذاب نازل ہو اس پر وہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد آرہی ہے اور اس میں تسکین دی گئی ہے کہ سلسلہ وحی منقطع نہیں ہوا سید عالم کی نصیحت سعادت مندوں کے لئے جاری رہے گی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

اللہ عزوجل وحدہ کے جوڑے بنانے میں حکمت:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو (الذاریات:۴۹) ﴾۔ اللہ عزوجل نے مختلف انواع واصناف میں جوڑے بنائے، ابن زید کہتے ہیں جیسے مرد وعورت، میٹھا وتُرش وغیرہ۔ مجاہد کا قول ہے کہ مذکر ومونث، آسمان وزمین، سورج وچاند، رات ودن، نور وظلمت، آسان ومشکل، جن وانس، خیر وشر، صبح وشام، اور اسی طرح مختلف قسم کی اشیاء جو کھانے سے تعلق رکھتی ہیں ان کی خوشبوئیں، رنگ اور ذائقے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ سب چیزیں ہماری قدرت کی دلیل ہوتی ہیں اور جو اللہ عزوجل ان سب کو ایک مرتبہ پیدا کرسکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان مختلف اصناف کی چیزوں کو دیکھ کر رب وحدہ لاشریک لہ کی وحدانیت پر غور وفکر کرو کیونکہ اللہ عزوجل کی ذات میں حرکت وسکون، نور وظلمت، قیام وقعود یعنی اٹھنا بیٹھنا، ابتداء وانتہاء وغیرہ کسی چیز کا شائبہ نہیں ہے بلکہ خود خالق کائنات ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے: ﴿لیس کمثلہ شیء اس جیسا کوئی نہیں (الشوری:۱۱)﴾۔ اے انسان تجھے اللہ عزوجل کی قدرت میں غور وفکر کرنا چاہیے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۴۸)

اللہ عزوجل کی جانب بھاگنے سے مراد طاعت کی بجا آوری یا کچھ اور:

۲......مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ﴿ففروا الی اللہ تو اللہ کی طرف بھاگو﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ایمان لاکر اللہ عزوجل کے عذاب سے خود کو بچاؤ (بھگاؤ)، توحید بجالاؤ اور طاعت اپناؤ۔ عذاب سے خود کو بچانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے امور کو ایمان لاتے ہوئے بجالاؤ، کیونکہ طاعت انسان کو عذاب سے مامون کرتی ہے لہذا امن حاصل کرنے کی خواہش میں طاعت بجالاؤ۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۸، ص ۶۰۰)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: ہر چیز کو چھوڑ کر اُسی کی جانب متوجہ ہوجاؤ، اسی سے محبت کرو، اسی میں مستغرق رہو، اسی کے حکم کو مانو اور اسی کی سعادتوں کو حاصل کرو تاکہ تم نقائص اور حق سے دور رہنے سے پاک ہوجاؤ، اچھی چیزوں کو پالو، قرب اور کمال کے درجات حاصل کرلو۔ (المظھری، ج۶، ص ۴۳۵)

شیخ اسماعیل حقی کہتے ہیں: بعض کبار اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی محبت وشوق میں ماسوا اللہ عزوجل سے بے خبر ہوجاؤ، کیونکہ درحقیقت یہی فرار دلوں کے قرار کا سبب ہے اور اسی فرار میں فنا کی منازل طے ہونگی۔ (روح البیان، ج۹، ص ۲۰۵)

☆......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے سوا سب ہی سے راہ فرار اختیار کرلو، معصیت سے طاعت کی جانب، جہل سے علم کی جانب، عذاب سے رحمت کی جانب، ناراضگی سے رضا کی جانب، اور محمد بن حامد کہتے ہیں کہ حقیقی معنی میں فرار تو وہی ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ عزوجل میں تجھ سے حزن وغم، عجز، سستی، بخل، غلبۂ قرض اور لوگوں کے غلبے سے پناہ چاہتا ہوں، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: منہ، رقم: ۳۴۹۶، ص ۱۰۰۲)

کس قول نے کافروں کو باہم اکھٹا کیا ہوا ہے؟

۳......جس قول نے کافروں کو اپنے ماقبل کی پیروی پر جمع کردیا وہ یہ ہے: ﴿قالوا ساحر او مجنون بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ (الذاریات:۵۲)﴾، ان کے اس قول پر تعجب ہے اور ان کے انکار پر بھی کہ باوجود اس بات کے کہ کافی زمانہ گزر چکا

لیکن ان میں کوئی ایسا صاحب عقل پیدا نہ ہوا جو انہیں حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے پر مجبور کرے کہ اولین اپنے آخرین کو پندونصائح کا اہتمام کرتے ہیں لیکن یہ لوگ فقط اسی بات ﴿قالوا ساحر او مجنون بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ (الذاریات:٥٢)﴾ پر مصر ہیں۔

مبلغ کا کام فقط پہنچا دینا یا کچھ اور بھی:

۴......اس آیت ﴿فما انت بملوم تو تم پر کچھ الزام نہیں (الذاریات:٥٤)﴾ کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں اے محبوب ﷺ! آپ ان سے مونھ پھیر لیجئے، آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنی مرضی سے ہدایت نہیں دے سکتے اور نہ ہی آپ کو اس عجز (عاجز ہونے) پر کوئی ملامت ہے کیونکہ آپ مبلغ بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہدایت پر چلا دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ بعض نے یوں کہا کہ اے محبوب ﷺ! آپ ان سے مونھ پھیر لیجئے جیسا کہ آپ کو آسان ہو، اور آپ کو اس تبلیغ رسالت پر کوئی ملامت نہیں اور نہ ہی ان کے ظاہری معاملات میں مشغول ہونے پر کوئی ملامت ہے، پس آپ دین متین پر مستقیم رہیں اور ظاہری اعتبار سے تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ (روح البیان، ج۹، ص۲۰۷)

نصیحت کن کو فائدہ دیتی ہے؟

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (الذاریات: ٥٥)﴾۔ نصیحت مومنین کو فائدہ دیتی ہے، اس کی کئی وجوہ ہیں: (۱)...... کیونکہ مومنین ہی یقین قطعی رکھتے ہیں، اللہ نے فرمایا: ﴿لیزدادوا ایمانا تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے (الفتح:٤)﴾، ﴿فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا تو وہ جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس نے ترقی دے دی (التوبۃ:١٢٤)﴾، ﴿زادھم ھدی و اتاھم تقواھم ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی (محمد:١٧)﴾۔ (۲)...... آپ ﷺ کے بعد مومنین ان نصائح سے فائدہ اٹھائیں گے، پس اگر آپ ﷺ کثرت کے ساتھ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں گے تو آپ کا یہ نصیحت کرنا بعد میں آنے والوں کے لئے تواتر کے ساتھ ذکر کیا جائے گا اور اس سے بھی مومنین ہی فائدہ اٹھائیں گے۔ (۳)...... یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ جسے سن کر کافر مومن ہو جائے، اور اگر نفع نہ بھی اٹھائے تو نیکی تو ہے ہی اور نفع اٹھائے تو نیکی کے ساتھ ساتھ فائدہ بھی، یہی وجہ ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وتلک الجنۃ التی اورثتموھا اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے ہو (الزخرف: ٧٢)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص۱۹۱)

وما خلقت الجن والانس سے ملائکہ کو خارج کرنے کی وجوہات:

۶......امام رازی یہاں ایک نکتے کی جانب توجہ دلا رہے ہیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ملائکہ مکلفین ہی ہوتے ہیں لیکن اللہ ﷻ نے ان کا نام نہیں لیا بلکہ فقط جن وانس ہی کو ذکر کیا جب کہ ملائکہ بھی نصیحت سے کثیر نفع اٹھاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿بل عباد مکرمون بلکہ بندے ہیں عزت والے (الانبیاء:٢٦)﴾، ﴿لا یستکبرون عن عبادتہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے (الاعراف: ٢٠٦)﴾، چنانچہ حضرات ملائکہ کا ذکر نہ کرنے میں کیا حکمتیں ہیں؟ میں (امام رازی) اس کا جواب درج وجوہات کی موجودگی میں دوں گا جو کہ یہ ہیں: (۱)...... ماقبل آیت ﴿ان الذکری تنفع المومنین اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (الذاریات:٥٥)﴾ کے تحت ہم نے بیان کیا ہے کہ نصیحت سے صرف ایمان والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، ایمان و کفر دو چیزیں انسان اور جنات میں پائی جاتی ہیں جب کہ فرشتے (معصوم) ہوتے ہیں یعنی ان سے کفر نہیں ہوا کرتا پس یہی وجہ ہے کہ جب قبائح سے نصائح کی جانب مائل کرنا مقصود ہو تو وہی مراد لئے جائیں جو اس دائرے میں آتے ہیں۔ (۲)...... نبی پاک ﷺ کی رسالت عام ہے لہذا آپ جنات کی جانب

بھی مبعوث ہوئے ہیں، پس جب نصیحت کرنے کی بات آئی تو نصیحت جس طرح انسان کو کی جاتی ضروری ہے اسی طرح (ایک خاص طرز پر) جنات کو بھی ضروری ہے۔(۳)...... بتوں کی عبادت کرنے والے کہتے تھے کہ اللہ ﷻ کی ذات عظیم الشان ہے جس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور انہیں اپنی بارگاہ ﷻ کا مقرب کیا اور ہم چونکہ درجات میں اُن سے کم ہیں اور اللہ ﷻ کی عبادت کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور فرشتے اللہ ﷻ کی عبادت کر کے ہمیں اللہ ﷻ کے قریب کردیں گے اور اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں (الذاریات: ٥٦)﴾ اور فرشتوں کا ذکر نہ کیا کیونکہ سب ہی کے نزدیک یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فرشتے مسلم ہی ہوتے ہیں۔(۴)...... ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ الجن کو بطور تناول ملائکہ سے خاص طور پر بیان کیا گیا ہے، اس لئے کہ جن کی اصل استتار (چھپا ہوا ہونا) ہے اور یہ مخلوق سے پوشیدہ ہوتے ہیں اسی لئے جن کو ملائکہ پر مقدم کیا گیا ہے اور ملائکہ میں عبادت کرنے والے اور مخلصین ہی ہوا کرتے ہیں (اس لئے انہیں ذکر نہیں کیا گیا)۔(۵)...... اللہ ﷻ نے جب بھی اپنی خلق کا ذکر کیا تو اس میں جرم وزمان کو بیان کیا، جیسا کہ فرمایا: ﴿خلق السموت والارض وما بینھما فی ستة ایام جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے (الفرقان: ٥٩)﴾، ﴿خلق الارض فی یومین جس نے دودن میں زمین بنائی (فصلت: ٩)﴾، ﴿خلقت بیدی جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا (ص: ٧٥)﴾ وغیرہ، اور جہاں امر کا ذکر کیا تو یوں فرمایا: ﴿انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے (یس: ٨٢)﴾، ﴿قل الروح من امر ربی تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے (الاسراء: ٨٥)﴾، ﴿الا له الخلق والامر سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا (الاعراف: ٥٤)﴾ اور ملائکہ کا شمار عالم امر سے ہوتا ہے نہ کہ عالم خلق سے، پس متذکرہ آیت ﴿وما خلقت الجن والانس میں نے اپنے لئے ہی جن اور آدمی بنائے (الذاریات: ٥٦)﴾ میں عالم خلق کا بیان ہے نہ کہ عالم امر کا، اس اعتبار سے یہ ﴿خالق کل شیء ہر چیز کا بنانے والا (المؤمن: ٦٢)﴾ قول بھی یہاں کرنا باطل قرار پائے گا۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ الجن کو الانس پر کیوں مقدم کیا؟ ہم اس کے جواب میں کہیں گے: (۱)...... اس کی بعض وجوہات تو ماقبل سے ہی سمجھ لیں۔(۲)...... پوشیدہ عبادت ظاہری عبادت پر مقدم ہوا کرتی ہے اور پوشیدہ کی جانے والی عبادت میں ریا کاری داخل نہیں ہوا کرتی، جب کہ ظاہری عبادت میں ریا کاری کا داخل ہونا بعید نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۱۹۲)

ذنوب بمعنی نصیب:

یے...... ذنوب سے مراد عذاب کا حصہ ہے، اصل میں ذنوب کے معنی بڑا ڈول ہوتا ہے جس کی رسی بھی ہو، مجازاً اس پانی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں جسے پانی لانے والا ڈول کے ذریعے تقسیم کرتا ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ لغت میں ذنوب سے مراد حصہ ہے۔ یہ عذاب کا حصہ ان لوگوں جیسا حصہ ہے جو سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم نوح اور قوم لوط۔

(المظھری، ج ٦، ص ٤٣٨)

اغراض:

یقال آد الرجل: کے معنی مضبوط اور قوت والا ہونا مراد ہے جیسا کہ مختار میں ہے اور "آد" فعل "باع" سے ہے۔ مھدناھا: یہاں "الفرش" کو "البسط والتسویة" سے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔ صنفین: باہم متقابل امور مراد ہیں۔ کالذکر والانثی: مشاہدے کے اعتبار سے متعدد مثالوں کو بیان کرنا مقصود ہے، پس جہاں تک عرش، کرسی، لوح اور قلم ہیں تو ان کا اطلاق

''صنفین'' کے قبیلے سے نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو واحد ہیں۔ **ای الی ثوابه من عقابه:** مراد عمومی اعتبار سے فرار حاصل کرنا ہے، کیونکہ قرآن کے اوامر و نواہی عام مخلوق کے لئے یونہی بیان کرنا ہے کہ کسی کا آگ سے بچایا جانا اور جنت میں داخل کرنا مراد ہوتا ہے۔
استفهام بمعنى النفي: مراد انکار نفی ہے، معنی یہ ہے کہ نہ تو پہلوں نے اس قسم کی کوئی وصیت کی تھی اور نہ ہی یہ باہم کسی ایک زمانے سے ملے ہوئے تھے۔
ولا ينافي ذلك: یہاں موجود حصر کا جواب دینا مقصود ہے اور حصر یہ ہے کہ اللہ نے عبادت کو فقط انسان اور جن کے ساتھ خاص کر دیا، پس اس جملے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ (انسان اور جن کو) عبادت سے دور نہیں کرتا جب کہ مشاہدہ یہ ہے کہ اللہ کی کئی مخلوق کفر اور ترک عبادت میں مبتلا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ ﴿لیعبدون﴾ میں لام غایت اور عاقبت کے لئے ہے نہ کہ علت باعثہ کے لئے، اس لئے کہ اللہ نے کسی ایک چیز کو دوسری پر مبعوث نہیں کیا۔
فانک قد لا تکتب به: بندہ اپنے لئے قلم تراشے اور کبھی لکھے اور کبھی نہ لکھے یہ ممکن ہے لیکن اللہ کا اپنے فعل سے تخلف کرنا کیسے ممکن ہے بلکہ اللہ کے فعل کا تقاضا تو یہی ہے کہ لوگ اس کی بندگی کرینگے اور بعض میں اپنے فعل کے خلاف کرنا ممکن نہیں ہے؟ اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: اللہ نے مخلوق پیدا کی، اور اپنی مخلوق میں عبادت کو نافذ کر دیا، پھر اس میں عقل وحواس پیدا کر دیئے، اور انہیں عبادت وطاعت کے قابل بنادیا اور بعد میں انہیں اختیار دے دیا کہ جو بھی اِن میں سے طاعت وفرمانبرداری چاہیں اختیار فرمائیں، پس اس صورت میں لازم نہیں آتا کہ کسی بندے میں عبادت کرنے کی صلاحیت ہے اور وہ بالفعل عبادت کر بھی لیتا ہو۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿لیعبدون﴾ سے مراد اللہ کا اپنے بندوں کو عبادت کا حکم دینا اور مکلف بنانا ہے، نہ یہ کہ وہ فقط دنیا کمائی میں مصروف ہو جائیں، اور اس کی دلیل اس فرمان سے ملتی ہے: ﴿وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت مؤمنین مخلصین شوق سے اور کافر بیزاری سے کرتے ہیں۔
الشديد: یعنی اللہ کو ضعف اور عجز نہیں لاحق ہوتا۔ **شدة عذاب:** اور ایک قول کے مطابق ﴿ویل﴾ سے جہنم کی وادی مراد ہے۔

(الصاوی، ج۵، ص۳۵۰ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورۃ الطور مکیۃ وھی تسع واربعون آیۃ

(سورۃ الطور مکیہ ہے اس کی انچاس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الطور

اس سورت میں دو رکوع اور انچاس آیتیں، تین سو بارہ کلمات اور ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی میں بیمار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو پس میں نے جب طواف کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی جانب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نماز میں پڑھ رہے تھے ﴿والطور و کتب مسطور﴾ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: سورۃ والطور، رقم:٤٨٥٣، ص٨٥٩)۔ کفار یہ بات سن کر حیرت زدہ ہوگئے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے خالق کائنات کے سامنے پیش کیا جائے گا جہاں ان کی دینوی زندگی کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور کفار اسے ناممکن اور خلاف عقل کہنے کی رٹ لگائے بیٹھے ہیں اور علانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہم قیامت پر ہرگز نہیں ایمان لائیں گے حالانکہ آغاز سورت میں کئی چیزوں کی قسم کھا کر کہا جا رہا ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قیامت کو آنے سے روک سکے اگر کوئی ایک سچائی کو نہ مانے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جھوٹ ہی میں شمار ہوگی۔ حضور ﷺ کی ذات پاک اسلام کی سچائی کی ایک روشن دلیل ہے جس کا ان کے پاس توڑ نہیں تھا وہ اس کی اثر انگیزی اور جلال کے سامنے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے تھے اسی لئے کسی موضوع پر ڈٹ کر نہیں رہ سکتے تھے کبھی کاہن کہتے، کبھی مجنون، کبھی شاعر ہونے کا الزام لگاتے اور کہتے کہ یہ کلام اللہ ﷻ کا نہیں ان کی اپنی اختراع ہے ان سب الزامات کا بڑی خوبی سے رد کیا گیا۔

رکوع نمبر: ۳

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والطور (۱)﴾ اَیِ الْجَبَلِ الَّذِیْ کَلَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مُوْسٰی ﴿و کتب مسطور (۲) فی رق منشور (۳)﴾ اَیِ التَّوْرٰةِ اَوِ الْقُرْاٰنِ ﴿والبیت المعمور (۴)﴾ هُوَ فِی السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ اَوِ السَّادِسَةِ اَوِ السَّابِعَةِ بِحَیَالِ الْکَعْبَةِ یَزُوْرُهٗ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ بِالطَّوَافِ وَالصَّلَاةِ لَا یَعُوْدُوْنَ اِلَیْهِ اَبَدًا ﴿والسقف المرفوع (۵)﴾ اَیِ السَّمَاءِ ﴿والبحر المسجور (۶)﴾ اَیِ الْمَمْلُوْءِ ﴿ان عذاب ربک لواقع (۷)﴾ لَنَازِلٌ بِمُسْتَحِقِّهٖ ﴿ما له من دافع (۸)﴾ عَنْهُ ﴿یوم﴾ مَعْمُوْلٌ لِوَاقِعٍ ﴿تمور السماء مورا (۹)﴾ تَتَحَرَّکُ وَتَدُوْرُ ﴿وتسیر الجبال سیرا (۱۰)﴾ تَصِیْرُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا وَذٰلِکَ فِیْ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ﴿فویل﴾ شِدَّةُ عَذَابٍ ﴿یومئذ للمکذبین (۱۱)﴾ لِلرُّسُلِ ﴿الذین هم فی خوض﴾ بَاطِلٍ ﴿یلعبون (۱۲)﴾ اَیْ یَتَشَاغَلُوْنَ بِکُفْرِهِمْ ﴿یوم یدعون الی نار جهنم دعا (۱۳)﴾ یُدْفَعُوْنَ بِعُنْفٍ بَدَلٌ مِنْ یَوْمَ تَمُوْرُ وَیُقَالُ لَهُمْ تَبْکِیْتًا ﴿هذه النار التی کنتم بها تکذبون (۱۴) افسحر هذا﴾ اَلْعَذَابُ الَّذِیْ تَرَوْنَ کَمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِی الْوَحْیِ هٰذَا سِحْرٌ ﴿ام انتم لا تبصرون (۱۵) اصلوها فاصبروا﴾ عَلَیْهَا ﴿او لا تصبروا﴾ صَبْرُکُمْ وَجَزْعُکُمْ ﴿سواء علیکم﴾ لِاَنَّ صَبْرَکُمْ لَا یَنْفَعُکُمْ ﴿انما تجزون ما کنتم تعملون (۱۶)﴾ اَیْ جَزَاءَهٗ ﴿ان المتقین فی جنت ونعیم (۱۷) فاکهین﴾ مُتَلَذِّذِیْنَ ﴿بما﴾ مَصْدَرِیَّةٌ ﴿اتهم﴾ اَعْطَاهُمْ ﴿ربهم ووقهم ربهم عذاب

الجحیم(۱۸)﴾عَطْفٌ عَلٰی اٰتَاھُمْ اَیْ بِاِتْیَانِھِمْ وَوِقَایَتِھِمْ وَیُقَالُ لَھُمْ﴿کلوا واشربوا ھنیئا﴾حَالٌ اَیْ مُھَنَّئِیْنَ﴿بما﴾اَلْبَاءُ سَبَبِیَّۃٌ﴿کنتم تعملون (۱۹)متکئین﴾حَالٌ مِنَ الضَّمِیْرِ الْمُسْتَکِنِّ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی فِیْ جَنّٰتٍ﴿علی سرر مصفوفۃ﴾بَعْضُھَا اِلٰی جَنْبِ بَعْضٍ﴿وزوجنھم﴾عَطْفٌ عَلٰی فِیْ جَنّٰتٍ اَیْ قَرَنَّاھُمْ﴿بحور عین (۲۰)﴾عِظَامُ الْاَعْیُنِ حِسَانُھَا﴿والذین امنوا﴾مُبْتَدَأٌ﴿واتبعتھم﴾مَعْطُوْفٌ عَلٰی اٰمَنُوْا﴿ذریتھم﴾اَلصِّغَارُ وَالْکِبَارُ﴿بایمان﴾مِنَ الْکِبَارِ وَمِنَ الْاٰبَاءِ فِی الصِّغَارِ وَالْخَبَرُ﴿الحقنا بھم ذریتھم﴾اَلْمَذْکُوْرِیْنَ فِی الْجَنَّۃِ فَیَکُوْنُوْنَ فِیْ دَرَجَتِھِمْ وَاِنْ لَّمْ یَعْمَلُوْا بِعَمَلِھِمْ تَکْرِمَۃً لِّلْاٰبَاءِ بِاِجْتِمَاعِ الْاَوْلَادِ اِلَیْھِمْ﴿ وما التنھم﴾بِفَتْحِ اللَّامِ وَکَسْرِھَا نَقَصْنَاھُمْ﴿من عملھم من﴾زَائِدَۃٌ﴿شیء﴾یُزَادُ فِیْ عَمَلِ الْاَوْلَادِ﴿کل امرئ بما کسب﴾عَمِلَ مِنْ خَیْرٍ اَوْ شَرٍّ﴿رھین (۲۱)﴾مَرْھُوْنٌ یُؤْخَذُ بِالشَّرِّ وَیُجَازٰی بِالْخَیْرِ﴿وامددنھم﴾زِدْنَاھُمْ فِیْ وَقْتٍ بَعْدَ وَقْتٍ﴿بفاکھۃ ولحم مما یشتھون (۲۲)﴾وَاِنْ لَّمْ یُصَرِّحُوْا بِطَلَبِہٖ﴿یتنازعون﴾یَتَعَاطَوْنَ بَیْنَھُمْ﴿فیھا﴾اَیِ الْجَنَّۃِ﴿کاسا﴾خَمْرًا﴿لا لغو فیھا﴾اَیْ بِسَبَبِ شُرْبِھَا یَقَعُ بَیْنَھُمْ﴿ولا تاثیم (۲۳)﴾بِہٖ یَلْحَقُھُمْ بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْیَا﴿ویطوف علیھم﴾لِلْخِدْمَۃِ﴿غلمان﴾اَرِقَّاءُ﴿لھم کانھم﴾حُسْنًا وَلَطَافَۃً﴿لؤلؤ مکنون (۲۴)﴾مَصُوْنٌ فِی الصَّدَفِ لِاَنَّہٗ فِیْھَا اَحْسَنُ مِنْہُ فِیْ غَیْرِھَا﴿واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون (۲۵)﴾یَسْاَلُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا عَمَّا کَانُوْا عَلَیْہِ وَمَا وَصَلُوْا اِلَیْہِ تَلَذُّذًا وَاعْتِرَافًا بِالنِّعْمَۃِ﴿قالوا﴾اِیْمَاءً اِلٰی عِلَّۃِ الْوُصُوْلِ﴿انا کنا قبل فی اھلنا﴾فِی الدُّنْیَا ﴿مشفقین(۲۶)﴾خَائِفِیْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ﴿فمن اللہ علینا﴾بِالْمَغْفِرَۃِ﴿ووقنا عذاب السموم (۲۷)﴾اَیِ النَّارِ لِدُخُوْلِھَا فِی الْمَسَامِ وَقَالُوْا اِیْمَاءً اَیْضًا﴿انا کنا من قبل﴾اَیْ فِی الدُّنْیَا ﴿ندعوہ﴾اَیْ نَعْبُدُ مُوَحِّدِیْنَ﴿انہ﴾بِکَسْرِ اِسْتِیْنَافًا وَاِنْ کَانَ تَعْلِیْلًا مَعْنًی وَبِالْفَتْحِ تَعْلِیْلًا لَفْظًا﴿ھو البر﴾اَلْمُحْسِنُ الصَّادِقُ فِیْ وَعْدِہٖ﴿ الرحیم(۲۸)﴾اَلْعَظِیْمُ الرَّحْمَۃُ.

﴿ترجمہ﴾

طور کی قسم (یعنی اس پہاڑ کی جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا......۱......) اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے ......۲......(یعنی توریت یا قرآن کی) اور بیت المعمور کی (بیت المعمور تیسرے، چھٹے، یا ساتویں آسمان میں کعبہ شریف کے بالکل مقابل ہے ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں طواف ونماز کے لیے حاضر ہوتے ہیں پھر کبھی انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا......۳......) اور بلند چھت کی (یعنی آسمان کی) اور بھرے سمندر کی (المسجور بمعنی المملوء ہے......۴......) بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع (یعنی نازل) ہونا ہے (اس کے مستحق یعنی گناہگار پر) اسے کوئی ٹالنے والا نہیں جس دن (''یوم'' الوقع کا معمول ہے) آسمان ہلنا سا ہلنا ہلیں گے (یعنی حرکت کرنے اور گھومنے لگیں گے) اور پہاڑ چلنا سا چلنا چلیں گے (ہوا میں بکھرے مٹی کے ذرات بن جائیں گے اور یہ بروز قیامت ہوگا......۵......) تو شدید عذاب ہے (ویل بمعنی عذاب شدید ہے، رسولوں کو) جھٹلانے والوں کے لیے وہ جو باطل میں (خوض کے معنی باطل ہے) کھیل رہے ہیں (یہی جو اپنے کفر کے ساتھ مشغول ہیں) جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے (یعنی انہیں زبردستی جہنم میں دھکیلا جائے گا ''یوم یدعون...... الخ'' ''یوم تمور'' الخ سے بدل بن رہا ہے، اور انہیں جھڑکتے ہوئے کہا جائے گا) یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے (یعنی کیا یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو یہ بھی جادو ہے

جیسا کہ تم وحی الٰہی ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ جادو ہے) یا تمہیں سوجھتا نہیں اس میں جاؤاب چاہے (اس پر) صبر کر دیا نہ کرو (تمہارا صبر کرنا اور جزع وفزع کرنا......۶......) سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ دیا گیا جو تم کرتے تھے (یعنی تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی گئی ہے بیشک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں تلذذ حاصل کرتے (فکھن بمعنی متلذذین ہے) اپنے رب کی عطاء پر (''بما اتھم'' میں ''ما'' مصدریہ ہے اور اتھم بمعنی اعطاھم ہے) اور اپنے رب کے انہیں آگ کے عذاب سے بچالینے پر (ووقا ھم...... الخ کا عطف اتاھم...... الخ پر ہے، یعنی وہ لوگ اپنے رب کی عطا اور عذاب سے بچالینے پر خوش اور شاداں ہیں اور ان سے فرمایا جائے گا) کھاؤ اور پیو خوشگواری سے (یعنی بحالت خوشگواری) صلہ تمہارے اعمال کا (''بما کنتم تعملون'' میں باء سببیہ ہے) تکیہ لگائے (''متکئین''، فی جنت'' کے متعلق کی ضمیر سے حال بن رہا ہے) تختوں پر جو قطار لگا کر بچھے ہیں (یعنی ایک تخت دوسرے کے ساتھ لگا ہے) اور ہم انہیں ملادیں (زوجنھم بمعنی قرناھم ہے، اس کا عطف ''فی جنات'' پر ہے) خوبصورت بڑی آنکھوں والی حوروں سے (''عین'' کا معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والیاں......۷......) اور جو ایمان لائے (''والذین امنوا'' مبتدا ہے) اور ان کی پیروی کی (''واتبعناھم'' کا عطف امنوا پر ہے) ان کی (نابالغ وبالغ) اولاد نے ایمان کے ساتھ (بالغ اولاد نے از خود ایمان کے ساتھ اور نابالغ اولاد نے اپنے آباء مسلمین کے تابع ہونے کے اعتبار سے) ہم نے ان کی (مذکورہ) اولاد (جنت میں) ان کے ساتھ ملادی (مسلمانوں کی اولاد جنت میں اپنے آباء کے ساتھ ہوگی اگرچہ انہوں نے اپنے آباء کے سے عمل نہ کئے ہوں لیکن ان کے آباء کی عزت افزائی کے لیے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا......۸......، ''الحقنا بھم ذریتھم'' خبر ہے) اور ہم نے کمی نہ کی ان سے (''التنھم'' فعل لام مفتوحہ ومکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، بمعنی نقصنا ھم ہے) ان کے اعمال میں کچھ (''من شیء'' میں ''من'' زائدہ ہے کہ آباء کے اعمال میں کچھ کمی کر کے ان کی اولاد کے عمل میں کچھ اضافہ کر دیا جائے) سب آدمی اپنے کئے (یعنی اپنے اچھے یا برے عمل) میں گرفتار ہیں (یعنی مرھون ہے، بندے کو برائی کرنے پر مواخذہ ہوگا اور نیکی پر اس کو ثواب دیا جائے گا) ہم نے ان کی مدد فرمائی (یعنی وقتاً فوقتاً ہم نے ان کے لیے زائد کیا) میوے اور گوشت سے جو چاہیں (اگرچہ وہ صراحتاً اسے طلب نہ کریں، تب بھی) ایک دوسرے سے لیتے ہیں (یتنازعون بمعنی یتطالبون بینھم ہے) اس میں (یعنی جنت میں......۹......) وہ (شراب کا) جام جس میں بیہودگی نہ ہوگی (یعنی جس کے پینے کے سبب جنتی آپس میں کوئی بیہودگی نہیں کریں گے......۱۰......) اور نہ (اس کے سبب) گناہگاری ہوگی (بخلاف دنیاوی شراب کے) اور ان کے گرد پھریں گے (خدمت گار) لڑکے (یعنی یہ لڑکے جنتیوں کے غلام ہوں گے) گویا وہ (حسن وصاف وپاکیزہ گی میں) موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے (یعنی سیپ میں محفوظ موتی کی طرح، کیونکہ موتی سب سے زیادہ خوبصورت دیگر جگہوں کے بجائے سیپ میں نظر آتا ہے) تو ان میں کے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے (یعنی جنتی آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ دنیا میں کس حال میں تھے اور ان امور کے بارے میں جو انہیں پہنچا تھا اور یہ دریافت کرنا نعمت الٰہی کے اعتراف اور تلذذ کے لیے ہوگا) بولے (جنت میں پہنچنے کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بیشک ہم اس سے (دنیا میں) اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے (عذاب الٰہی سے ڈرے ہوئے تھے ،مشفقین بمعنی خائفین ہے) تو اللہ نے (ہماری مغفرت فرما کر) ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا (یعنی آتش جہنم سے، اس کو لو سے اس لیے موسوم کیا کہ یہ آگ مسام میں داخل ہو جائے گی اور دخول جنت کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی کہیں گے) بیشک ہم نے اس سے پہلے اس کی عبادت کی تھی (یعنی موحد رہ کر اس کی عبادت کی تھی، ندعوہ بمعنی نعبدہ ہے) بیشک وہ (''انہ'' میں حذف ''ان'' سبب استیناف مکسور ہے اگرچہ معنوی طور پر یہ تعلیل بیان کرنے کے لیے آیا ہے اور مفتوحہ ہونے کی صورت

میں یہ لفظا بھی تعلیل کے لیے ہوگا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والطور و کتب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع یوم تمور السماء مورا﴾

و: قسمیہ جار، الطور: معطوف، و: عاطفہ، کتب: موصوف، مسطور: صفت اول، فی رق منشور: ظرف مستقر صفت ثانی ہو معطوف اول، و: عاطفہ، البیت المعمور: معطوف ثانی، والسقف المرفوع: معطوف ثالث، والبحر المسجور: معطوف رابع، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ، ان: حرف مشبہ، عذاب ربک: اسم، لام: تاکیدیہ، واقع: خبر اول، ما: نافیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، دافع: اسم فاعل بافاعل، یوم: مضاف، تمور السماء مورا: فعل بافاعل ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وتسیر الجبال سیرا فویل یومئذ للمکذبین الذین هم فی خوض یلعبون﴾

و: عاطفہ، تسیر الجبال: فعل وفاعل، سیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تمور السماء مورا" پر معطوف ہے، ف: فصیحیہ، ویل: مصدر بافاعل، یومئذ: ظرف، ملکر جملہ مبتدا، لام: جار، المکذبین: موصوف، الذین: موصول، هم: مبتدا، فی خوض یلعبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یدعون الی نار جهنم دعا هذه النار التی کنتم بها تکذبون﴾

یوم: مضاف، یدعون: فعل مجهول بانائب الفاعل، الی نار جهنم: ظرف لغو، دعا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل "یوم تمور السماء" سے بدل واقع ہے، هذه: مبتدا، النار: موصوف، التی: موصول، کنتم به تکذبون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افسحر هذا ام انتم لا تبصرون﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "کنتم تقولون للحی هذا سحر" سحر: خبر مقدم، هذا: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، انتم: مبتدا، لاتبصرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اصلوها فاصبروا او لا تصبروا سواء علیکم﴾

اصلوها: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصبروا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، او: عاطفہ، لاتصبروا: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، سواء: مصدر بافاعل، علیکم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا محذوف "صبرکم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما تجزون ما کنتم تعملون ان المتقین فی جنت ونعیم فاکهین بما اتهم ربهم ووقهم ربهم عذاب الجحیم﴾

انما: حرف مشبہ وماکافہ، تجزون: فعل مجهول بالنداء بافاعل، ما: موصولہ، کنتم تعملون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف مشبہ، المتقین: ذوالحال، فاکهین: اسم فاعل بافاعل، ب: جار، ما: موصولہ، اتهم ربهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وقهم ربهم عذاب الجحیم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر اسم، فی جنت ونعیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كلوا واشربوا هنيئا بما كنتم تعملون متكئين على سرر مصفوفة وزوجنهم بحور عين﴾
كلوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشربوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، هنيئا: حال اول، متكئين: اسم فاعل بافاعل، على: جار، سرر مصفوفة: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ حال ثانی، ملکر فاعل، بما كنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قول محذوف "یقال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، زوجنهم: فعل بافاعل ومفعول، بحور عين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم وما التنهم من عملهم من شيء﴾
و: مستانفہ، الذين: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعتهم: فعل ومفعول، ذريتهم: ذوالحال، بايمان: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، الحقنابهم ذريتهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما التنهم: فعل نفی بافاعل ومفعول، من عملهم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شيء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿كل امرىء بما كسب رهين﴾
كل امرىء: مبتدا، بما كسب: ظرف لغو مقدم، رهين: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وامددنهم بفاكهة ولحم مما يشتهون يتنازعون فيها كاسا لا لغو فيها ولا تاثيم﴾
و: عاطفہ، امددنهم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، فاكهة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لحم: موصوف، مما يشتهون: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، يتنازعون فيها: فعل بافاعل وظرف لغو، كاسا: موصوف، لا: لغو: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، تاثيم: معطوف، ملکر مبتدا، فيها: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ويطوف عليهم غلمان لهم كانهم لؤلؤ مكنون﴾
و: عاطفہ، يطوف عليهم: فعل وظرف لغو، غلمان: موصوف، لهم: ظرف مستقر صفت اول، كانهم: حرف مشبہ واسم، لؤلؤ مكنون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واقبل بعضهم على بعض يتساءلون قالوا انا كنا قبل في اهلنا مشفقين﴾
و: عاطفہ، اقبل: فعل، بعضهم: ذوالحال، يتساءلون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، على بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، كنا: فعل ناقص ونا ضمیر ذوالحال، قبل: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، في اهلنا مشفقين: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فمن الله علينا ووقنا عذاب السموم انا كنا من قبل ندعوه انه هو البر الرحيم﴾
ف: عاطفہ، من الله علينا: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وقنا: فعل بافاعل، عذاب السموم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، كنا: فعل ناقص ونا ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، ندعوه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، هو البر الرحيم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

طور سے مراد کیا ہے؟

۱.....طور کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱).....مراد وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔(۲).....مراد وہ پہاڑ ہے جس کے بارے میں اللہ ﷻ نے ''والتین'' میں فرمایا: ﴿وطور سینین اور طور سینا (التین:۲)﴾۔(۳).....مراد اسم جنس ہے، اور یہاں کسی عام پہاڑ کی نہیں بلکہ عظیم الشان پہاڑ کی قسم کھائی گئی ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص۱۹۸)

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱).....مراد وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔(۲).....اللہ ﷻ نے اس پہاڑ کی قسم اس کی تشریف وتکریم کی وجہ سے کھائی کیونکہ یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔(۳).....سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں چار پہاڑ اور چار نہریں اور چار مَلاَحِم (مراد بدر، احد، خندق، خیبر) ہونگے، چار پہاڑوں میں سے ایک اُحُد کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں، دوسرا طور جو کہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے، تیسرا لُبنان اور چوتھا جُودی پہاڑ''۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۵۲ وغیرہ)

☆.....حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کو نماز مغرب میں سورۃ الطور کی یہ آیات ﴿ام خلقوا السموت والارض بل لا یوقنون ام عندھم خزائن ربک ام ھم المصیطرون یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (حاکم اعلیٰ) ہیں (الطور:۳۷تا۳۸)﴾ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرا دل سینے سے باہر نکل آئے گا''۔ (المرجع السابق، رقم:٤٨٥٤)

کتب مسطور کے بارے میں اقوال:

۲.....کتب مسطور سے مراد قرآن مجید ہے جسے مومنین مصاحف میں پڑھتے ہیں، فرشتے لوح محفوظ میں لکھا پڑھتے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انه لقرآن کریم فی کتب مکنون بیشک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں (الواقعۃ:۷۷،۷۸)﴾۔ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد تمام کتب سماوی ہیں جو حضرات انبیائے کرام پر نازل ہوئیں، کیونکہ ہر کتاب اپنے پڑھنے والے کے لئے لکھی گئی ہے۔کلبی کہتے ہیں مراد وہ کتاب ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ ﷻ نے اپنے بے مثل دستِ قدرت سے لکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم چلنے کی آواز سن لیتے تھے۔فراء کہتے ہیں مراد اعمال نامے ہیں جو کہ نیکوں کو دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور دوسروں کو بائیں ہاتھ میں تھمائے جائیں گے جو مثال اس آیت میں ملتی ہے: ﴿ونخرج له یوم القیمة کتبا یلقه منشورا اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پایا (الاسراء:۱۳)﴾، ﴿واذا الصحف نشرت اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں (التکویر:۱۰)﴾۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد وہ کتاب ہے جس سے فرشتے پڑھتے ہیں اور جس میں جمیع ما کان وما یکون کا علم موجود ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد وہ ہے جو اللہ ﷻ نے مومنین اولیاء کے دلوں میں نقش کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اولئک کتب فی قلوبھم الایمان یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا (المجادلۃ:۲۲)﴾۔(القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۵۳)

بعض اوقات عیسائیوں کی جانب سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ موجودہ طرز پر قرآن مجید سید عالم ﷺ کے ظاہری دور میں نہ تھا یا یہ کہ سید عالم ﷺ کے دور میں قرآن مجید مکمل طور پر جمع و مرتب نہیں ہوا تھا، چنانچہ درج ذیل میں اس موضوع پر احادیث ذکر کی جاتی ہیں جس سے ہر ذی شعور یہ جان سکتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے دور ظاہری ہی میں اس جانب توجہ دی گئی تھی۔

☆.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شاہِ کون ومکان ﷺ سے ہر سال جبرائیل امین علیہ السلام ایک بار قرآن کا دور کراتے اور

جس سال سید عالم ﷺ نے وفات ظاہری فرمائی اس سال دو مرتبہ دور کا اہتمام فرمایا، سید عالم ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف کرتے لیکن جس سال آپ ﷺ نے انتقال فرمایا اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا''۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی ﷺ، رقم: ۴۹۹۸، ص ۸۹۶)

اس حدیث کی شرح میں محدثین کہتے ہیں آخری رمضان تک مکمل قرآن نازل ہو چکا تھا سوائے چند آیات کے جو کہ سورۃ المائدۃ کی تھیں جو کہ یوم عرفہ کے دن نازل ہوئیں چنانچہ: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا (المائدۃ:۳)﴾۔ یہ آیات بہت کم ہیں اور ان کا دور رمضان میں نہیں کیا گیا۔

(فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب: کان جبرائیل یعرض القرآن، رقم:۴۹۹۸، ج۹، ص۵۳)

☆......قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سید عالم ﷺ کے عہد میں کتنے لوگوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ''چار انصاری صحابہ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوزید'' رضی اللہ عنہم۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الرآن، باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی ﷺ، رقم:۵۰۰۳، ص ۸۹۷)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری ہوئی تو سوائے چار صحابہ کے کسی اور نے قرآن جمع نہیں کیا تھا وہ چار یہ ہیں: حضرت ابو درداء، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم انہی کے علوم کے وارث ہیں''۔ (المرجع السابق، رقم:۵۰۰۴)

علامہ عینی کہتے ہیں: ماقبل حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے دور میں فقط چار ہی صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ چار کا لفظ عدد کے لئے استعمال ہوا ہے اور اعداد میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا دیگر صحابہ بھی اس خدمت میں شامل تھے جس کے جوابات یہ ہو سکتے ہیں: (۱)......قرآن مجید کو تمام لغوی، حروف، قرائت اور اسباب نزول کی رعایتوں کے خیال رکھنے کے ساتھ جس طرح مذکورہ صحابہ نے خدمت انجام دی ایسی کسی نے نہیں دی۔ (۲)......سید عالم ﷺ کی مبارک زبان سے کسی نے سن کر قرآن کو اس طرح جمع نہیں کیا جیسا کہ مذکورہ صحابہ نے کیا۔ (۳)......ان چار صحابہ کے سوا کسی اور نے اس کا اظہار نہیں کیا، یوں یہ صحابہ قرآن مجید کی تعلیم و تلقین کے درپے ہو گئے۔ (۴)......یہ وہ چار صحابہ تھے جنہوں نے سید عالم ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی قرآن ایک یا کئی مصاحف میں جمع کر لیا تھا۔ (۵)......ہو سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہو کہ جن صحابہ نے منسوخ آیات کو جمع نہیں کیا وہ یہی چار ہیں۔ (۶)...... ماوردی کے قول کے مطابق ان چاروں صحابہ کے سوا کسی نے جمع قرآن کی خدمت انجام دینے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ (۷)...... باقی صحابہ نے ریا کے خدشے کے پیش نظر اعلان نہیں کیا تھا جب کہ یہ چار صحابہ کو اپنے نفس پر ریا سے اطمینان تھا اس لئے انہوں نے اس خدمت کا اعلان کر دیا۔ (۸)......ان چاروں کے علاوہ دیگر صحابہ نے یا تو حفظِ قرآن کیا یا جمع قرآن کی خدمت انجام دی جب کہ یہ صحابہ دونوں خدمتوں پر مستقیم رہے۔ (۹)......ہو سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان چاروں کے سوا کسی اور صحابی کی خدمت کا علم ہی نہ ہو۔ (عمدۃ القاری، کتاب فضائل القرآن، باب: القراء من اصحاب، ج ۲۰، ص ۲۷، رقم: ۵۰۰۳)

بیت المعمور سے کیا مراد ھے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والبیت المعمور اور بیت معمور (الطور:۴)﴾ وہ مبارک گھر جس کا طواف کرنے والے اپنی کثرت کی وجہ سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں یا اس سے مراد وہ گھر ہے: زمین سے اوپر عین کعبہ معظمہ کے اوپر آسمانوں میں ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک مرتبہ آجائے دوبارہ لوٹ کر کبھی نہیں آئیں گے۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے بیت المعمور سے بلند کیا گیا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کونسا مقام ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک مرتبہ داخل ہو جائے وہ دوبارہ نہیں داخل ہو سکے گا''۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے بیت المعمور کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: ''آسمان میں ایک گھر ہے جسے ''الضراح'' بھی کہا جاتا ہے، مراد وہ گھر ہے جو عین کعبہ معظمہ کے اوپر ہے اور اس کی حرمت آسمانوں میں ایسی ہی ہے جیسی زمین پر کعبہ معظمہ کی حرمت ہے، اس پاک گھر میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، اور دوبارہ کبھی لوٹ کر نہیں آتے''۔

☆......ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد وہ بے مثل گھر ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اور جو ایک مرتبہ آجائے دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا''۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص۲۲)

مذکورہ بالا اشیاء کے اختیار کرنے میں کیا حکمتیں ہیں؟

☆......مذکورہ بالا تینوں اشیاء کے اختیار کرنے کی حکمتیں امام رازی نے یوں بیان فرمائی ہیں: (۱)......طور، بیت المعمور اور البحر المسجور میں حضرات انبیائے کرام کی انفرادیت کی جانب اشارہ ہے، یعنی حضرات انبیائے کرام میں سے تین ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے رب عزوجل کی خلوت، اخلاص اور اللہ عزوجل سے کلام کا شرف انہی مقامات پر حاصل کیا چنانچہ جہاں تک طور کی قسم کا تعلق ہے تو یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ عزوجل سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء وتھدی من تشاء تو کیا ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور جسے چاہے راہ دکھائے (الاعراف:۱۵۵)﴾، ﴿ارنی انظر الیک مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں (الاعراف:۱۴۳)﴾۔ سید عالم ﷺ کا تعلق بیت المعمور سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ،لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک''۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کا تعلق البحر المسجور کے ساتھ بیان کیا گیا چنانچہ اللہ عزوجل نے انہی کا کلام بیان فرمایا: ﴿لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاکی ہے تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا (الانبیاء:۸۷)﴾۔ پس ان مبارک مقامات کی مبارک یادوں کی وجہ سے اللہ عزوجل نے ان کی قسمیں ارشاد فرمائیں، اور جہاں تک کتاب کا ذکر ہے تو یہ حضرات انبیائے کرام کے لئے اللہ عزوجل سے ہم کلام ہونے کا ایک ذریعہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعے اپنے انبیائے کرام سے کلام فرماتا ہے۔ السقف کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ بیت المعمور بلندی پر ہے اور آسمانوں کی بلندی پر جانے والے سید عالم ﷺ ہی ہیں، پس ثابت ہوا کہ مقصود سید عالم ﷺ کی شان ارفع واعلیٰ بیان کرنا ہے۔ (۲)......ان قسموں سے یہ بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل کے عذاب کو کوئی دور نہیں کر سکتا، اور جس کے لئے اللہ عزوجل چاہے اُس سے اپنے عذاب کو دور کردے، جس طرح پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا بالکل اسی طرح یہ قسمیں اللہ عزوجل کی جانب سے اٹل ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ابنِ نوح کے حوالے سے قرآن میں بیان ہوا: ﴿ساوی الی جبل یعصمنی من الماء قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے (ھود:۴۳)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص۱۹۹)

آسمانوں کے گھومنے اور پہاڑ کے چلنے کی کیفیت وحکمت:

۵......ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن آسمان حرکت کرے گا، مورا بمعنی تحریکا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ قیامت

کے دن آسمان گھومتا ہوگا۔ضحاک کہتے ہیں کہ قیامت کے دن آسمان اللہ ﷻ کے حکم سے گھومتا اور حرکت کرتا ہوگا اور ایک دوسرے کے اوپر لہروں کی طرح دکھائی دیگا۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص ۲۷ وغیرہ)

بروزِ قیامت پہاڑ سطحِ زمین سے ہٹ کر اڑتا نظر آئے گا،بعض کہتے ہیں کہ پہاڑ ایسے چلیں گے جیسا کہ بادل چلتے ہیں، پھر آخر میں ایسا بھی ہوگا کہ یہ پہاڑ پھٹ پڑیں گے جیسا کہ کھایا ہوا بھس ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ اللہ ﷻ اپنی خاص تجلی فرمائے گا اور سب کچھ گویا کہ فنا ہو جائے گا اور ایسا ہو جائے گا کہ کچھ بھی نہیں بچے گا سوائے اس عجیب وغریب کیفیت کے کہ پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی مانند اور آسمان گھومتے ہوئے دکھائی دیں اور کوئی ان چیزوں کا ادراک نہ کر سکے۔ (روح البیان، ج۹،ص ۲۲۳)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہاڑوں کے چلنے اور آسمان کے گھومنے کی کیا وجہ ہے؟ ہم (امام رازی) اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ ﷻ کی قدرت سے ممکن ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے سب کے سب دنیاوی منافع کے حصول کا سبب ہیں اور جب دنیا ہی کو معدوم کرنا مقصود ہے تو پھر ان اسباب دنیا کو باقی رکھنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

کافروں کے صبر کرنے یا نہ کرنے کا بیان:

۶......کافروں سے کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اس کی شدت وحرارت کا مزہ چکھو۔ پس یہ عذاب صبر کرتے ہوئے برداشت کرو یا بغیر صبر کئے، لیکن تمہیں اس سے خلاصی ملنے والی نہیں۔کافروں کے لئے عذاب پر صبر کرنا اور نہ کرنا دونوں ہی برابر ہے کیونکہ جزع وفزع کریں یا خاموشی سے عذاب کو بھگتیں، انہیں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، نہ تو ان سے عذاب دور ہوگا، نہ عذاب میں کمی واقع ہوگی، بلکہ صبر کرنا تو دنیا میں فائدہ مند تھا جب طاعت الٰہی ﷻ پر صبر کرتے اور اگر وہاں صبر کر لیتے تو اس دنیا میں اس طرح جزع وفزع نہ کرنی پڑتی، اور اس دنیا کو تیز پیاز کی مانند جان کر برداشت کر لیں تو آخرت میں اس کا پھل انتہائی میٹھے شہد کی طرح ملے گا۔''التاویلات النجمیۃ'' میں ہے کہ تم صرف دنیا کے خیر وشر کے امور پر آخرت میں جزا وسزا دیئے جاؤ گے اور اُخروی جزا وسزا پر صبر کرنا، خضوع وعاجزی، تضرع وگریہ زاری، دعا وغیرہ کرنا کچھ فائدہ نہ دیگا۔حاصل کلام یہ ہے کہ اب پچھتاؤ یا نہ پچھتاؤ لیکن کلام کرنے کا وقت گزر چکا۔ (روح البیان، ج۹،ص ۲۲۵)

جنتی حوروں کے محاسن پر چار روایات:

۷......بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ جب جنتی حوریں یہ کلمات تلفظ کرتی ہیں تو اہل دنیا کی خواتین میں سے (کچھ) یوں جواب دیتی ہیں، جنتی حوروں کا کلام یہ ہوتا ہے:''ہم نماز ادا کرنے والی، روزہ رکھنے والی، وضو سے رہنے والی، صدقہ کرنے والی ہیں تو جو یہ امور بجالائے ،بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پس جوان پر غالب آجائے''۔واللہ اعلم ﷻ۔کعب قرظی کہتے ہیں کہ قسم اس ذات پاک کی، اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر جنت کی حوروں میں سے کوئی اپنی سواری عرش سے ظاہر کرے تو سورج چاند کی چمک اس کے آگے ماند پڑ جائے، تو ان حوروں کا کیا عالم ہوگا اور اگر اللہ ﷻ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو ایسا عالیشان لباس وزیور نہیں پہنایا جیسا کہ حوروں کو پہنایا ہے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنت میں حوروں کو العیناء کہتے ہیں، جب چلتی ہیں تو ان کے دائیں بائیں ستر ہزار (خادمین) چلتے ہیں اور ان کا جملہ یہ ہوتا ہے:''کہاں ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے''۔

☆......حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جنتی حوروں کو لعبۃ کہتے ہیں، جب وہ کسی دریا میں تھوکیں تو اس دریا کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔اور وہ زبان حال سے یوں کہتی ہیں کہ''اگر ہماری طرح کسی کو ہونا ہے تو ہماری طرح اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرے''۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ، باب منہ فی الحور العین و کلامھن وجواب نساء،الجزء:۲،ص ۱۴۱)

مسلمانوں کی اولاد کا جنت میں ان کے ساتھ ہونا:

۸......اس بارے میں مفسرین کرام نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ جو مسلمانوں نے اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرکے ایمان لائے ہیں اگر ان کے اعمال میں کمی ہوگی تو آیا وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں، مسلمانوں کے نابالغ بچے اور کافر کے نابالغ بچوں کے جنتی ہونے یا نہ ہونے میں کیا احکامات ہیں، ہم درج ذیل اقوال مفسرین بیان کرتے ہیں جس سے اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ اس بارے میں شریعت کے مفصل احکامات کیا ہیں۔

(۱)......اہل تاویل نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی (الطور: ۲۱)﴾ کے کیا معنی ہیں؟ ہم مومنین کی ذریت کو ان کے ساتھ جنت میں داخل کریں گے اگرچہ ان کے اعمال اپنی ذریت کے اعمال کے درجات تک نہ پہنچے ہوں، تاکہ ان کے آباؤ اجداد کی تکریم ہو اور ہم ان کے آباؤ اجداد کے عمل نیک کے ثواب میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

(۲)......ایک قول کے مطابق ماقبل آیت سے مراد یہ ہے کہ اگر نابالغ اولاد کا ایمان اس درجے تک نہ بھی پہنچتا ہو تو ہم انہیں ان کے آباء کے درجات میں داخل کریں گے اور ان آباؤ اجداد کے عمل نیک کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (الطبری، الجزء: ۲۷، ص ۳۱ وغیرہ)

(۳)......اسی طرح مومنین کی بالغ اور کافر اولاد اپنے والدین یا آباؤ اجداد کی وجہ سے جنت میں نہ جائے گی جس کی دلیل واضح قرآن مجید میں ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قال ینوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں (ھود: ٤٦)﴾۔ (۴)......سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشرکین کے چھوٹے بچے جو کم سنی میں مرجائیں وہ جنت میں خادمین کی حیثیت سے خدمتگار ہونگے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۷، ص ۱۷٤ وغیرہ)

جنت کے پھل وگوشت کا بیان:

۹......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی سب سے پہلے مچھلی کی کلیجی کا زائد گوشت کھائیں گے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار، رقم:، ص ۱۱۳۳)

☆......حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی کا ذکر کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''سوار اس کی شاخوں کے سائے میں سو سال چل سکتا ہے یا فرمایا اس کے سائے میں سو سوار آرام کرسکتے ہیں، یحیی کو شک ہے کہ اس میں سونے کے گھونسلے ہیں اور اس کے پھل مٹکوں جتنے ہیں''۔ (سنن الترمذی، ابواب صفة الجنة، باب: ما جاء فی ثمار اھل الجنة، رقم: ۲۵۵۰، ص ۷۳۱)

جنت کی شراب کی خصوصیات:

۱۰......جنتی کو ایسا پلایا جائے گا کہ جس میں لغو و باطل کچھ نہ ہوگا اور نہ ہی گناہ و بے ہودگی ہوگی، نہ جھگڑا ہوگا، نہ جنتیوں کی عقلیں زائل ہونگی کہ وہ لغویات و بے ہودگیوں میں جاپڑیں۔ جس طرح دنیا میں شراب نوشی کرنے والے کا حال ہوتا ہے ایسا کوئی معاملہ جنتی کو شراب طہور کے بعد نہ پیش آئے گا۔ (الخازن، ج ٤، ص ۲۰۰)

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس مجلس میں لغویات کیسے ہوسکتی ہیں جو مجلس جنت عدن میں قائم ہو، جس میں پلانا فرشتوں کا ہو، جس میں پینا اللہ عزوجل کی یاد پر منحصر ہو، اور اس مجلس میں اللہ جل جلالہ کی جانب سے سلامتی اترتی ہو، اور جو اس مجلس میں شامل ہوں وہ اللہ عزوجل کے مہمان کی حیثیت سے شامل ہوں۔ اس مجلس کی شان یہ ہوگی کہ اس میں کوئی کسی کو نہیں جھٹلائے گا۔ (القرطبی، الجزء: ۲۷، ص ٦۱)

☆......حکیم بن معاویہ اپنے والد گرامی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب

کے دریا ہیں پھر ان سے نہریں پھوٹتی ہیں''۔(سنن الترمذی، ابواب صفة الجنة، باب:ماجاء صفة انھار الجنة،رقم:۲۵۸۰،ص۷٤۰)

اغراض:

ای الجبل الذی کلم اللہ علیہ موسی: مراد طور سیناء ہے، اور یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے، اور اللہ نے اس پہاڑ کی قسم تشریف وتکریم کی وجہ سے کھائی۔ **ای التوراۃ او القرآن:** یہ دو اقوال تفاسیر میں اس آیت کے تحت مذکور ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿منشور﴾ سے مراد اعمال نامے ہیں، اللہ نے فرمایا: ﴿ونخرج له یوم القیمة کتبا یلقه منشورا﴾ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد تمام کتب سماوی ہیں جو کہ حضرات انبیائے کرام پر نازل ہوئیں اور ایک قول اس کے علاوہ کا بھی ہے۔

ھو فی السماء الثالثة: بیت المعمور کے بارے میں کئی اقوال ہیں، ایک قول کے مطابق پہلے آسمان پر، اور ایک قول کے مطابق چوتھے آسمان پر ہے، اور ایک قول کے مطابق ساتویں آسمان سے اوپر عرش کے نیچے موجود ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المعمور سے مراد عین کعبۂ معظمہ ہے جس کی زیارت حاجی اور زائرین کرتے ہیں، وارد ہوتا ہے: ''ہر سال چھ لاکھ عمرے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اگر یہ تعداد انسانوں سے پوری نہیں ہوتی تو باقی تعداد فرشتے پوری کرتے ہیں''۔ **ای السماء:** جیسا کہ زمین کے لئے چھت کا ہونا، ایک قول کے مطابق عرش مراد ہے کہ یہ جنت کی چھت ہے۔ **معمول لواقع:** یعنی جملہ منفیہ معترضہ عامل اور معمول کے مابین واقع ہے۔ **تتحرک وتدور:** جیسا کہ چکی گھومتی ہے، آسمان ایسے ہی گھومے گا اور بعض آسمان بعض دوسرے میں داخل ہو جائے گا، اجزائے آسمان مختلف ہو جائیں گے اور جیسے کشتی اپنے سواروں کو الٹا دیتی ہے بالکل ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ **تصیر ھباء منثورا:** عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے مطابق تفسیر نہیں کی گئی بلکہ معنی یہ ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دینگے اور ہوا میں پرندوں کی طرح اڑیں گے اور زمین میں ریت کے ذرات کی طرح بکھر جائیں گے، پھر روئی کے گالے کی مانند ہو جائیں گے، یعنی دھنکی ہوئی اون کی مثل ہو جائیں گے، پھر ہوائیں انہیں ادھر اُدھر اڑاتی پھریں گی اور زمین وآسمان کے مابین جو کچھ بھی ہے وہ بنی آدم کے منافع کے لئے ہے اور ان میں سے بھی کچھ باقی نہ رہے گا اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور اس میں مومنین کے لئے سرور وطمانیت ہے اور کافروں کے لئے انتہاء درجے کا غم وکرب ہے (کیونکہ کافر کے لئے دنیا جنت ہے)۔ **یدفعون بعنف:** یعنی داروغۂ جہنم ان کے ہاتھ گردنوں اور پیشانیوں کو قدموں کے ساتھ باندھ کر جہنم کی طرف دھکیلیں گے۔ **لان صبرکم لا ینفعکم:** دنیا میں مکروہ باتوں سے رُک جاتے تو رحمت کے حصول کو واجب کر لیتے، لیکن اب جہنم میں جا کر صبر کرنے یا نہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ای جزائه: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔ **ای قرناھم:** یعنی ہم نے جنتیوں کو حوروں کے قریب کر دیا، اور اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ حور العین جنت میں مِلکِ یمین کی حیثیت میں ہونگی نہ کہ عقدِ نکاح کی حیثیت سے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تزویج بمعنی عقدِ نکاح نہیں ہے بلکہ بمعنی مقارنت ہے۔

عظام الاعین: ﴿عین﴾ کی تفسیر کی گئی ہے اور اس کی جمع ''عیناء'' ہے، اور حور سے مراد سخت سفید ہونا ہے۔ **یزاد فی عمل الاولاد:** یعنی ہم نے آباء کے عمل سے اولاد کے لئے کچھ نہ کیا، بلکہ (جو جس) اکرام کا مستحق تھا وہی اس کے لئے کر دیا اور آباء کے عمل اُن کے اپنے لئے باقی رہے اور ذریت کو محض فضل وکرم سے انعام کیا۔ **وان لم یصرحوا بطلبه:** صرف جنتی کو خیال آئے گا اور وہ چیز اُس کے سامنے موجود ہوگی، وارد ہوتا ہے کہ جنتی کو کسی پرندے کی خواہش ہوگی، پس وہ سامنے کھانے کو آموجود ہوگا، جنتی کو نہ تو اس کا دھواں پہنچے گا اور نہ ہی آگ کی حرارت کا شائبہ گزرے گا، پس جنتی اُس سے کھائے گا اور سیر ہو جائے گا، پھر وہ دوبارہ پرندہ بن کر اُڑ جائے گا۔ **یتعاطون بینھم:** یعنی ایک دوسرے کے جام پر کوشش کریں گے، اور لذت واُنسیت حاصل کرنے کو ایک دوسرے سے جام

لینے کی کوشش کریں گے، مراد اس قول کے قائل مومن، ان کی ازواج اور خادمین جنت ہیں۔
مصون فی الصدف: جمع "اصداف" ہے، مراد پوشیدہ موتی ہے جو سیپ میں ہوتا ہے۔ وما وصلوا الیہ: سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں۔ لدخولھا فی المسام: پس ﴿السموم﴾ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جس میں ایسی گرمی نکلتی ہے جو کہ مسام میں سرائیت کر جاتی ہے۔ وقالوا ایماء ایضا: ایماء سے مراد علت ہے، یعنی اللہ کا فضل ان کے نعمت کے حصول کا سبب بنا ہے، اور اس علت کا بیان: ﴿انہ ھو البر الرحیم﴾ میں بھی پایا جاتا ہے۔ ای نعبدہ: یعنی دنیا میں رہتے ہوئے ہم جہنم سے پناہ مانگتے تھے، اور وارِ قرار (جنت کی ابدی نعمت کا) سوال کرتے تھے۔ (الصاوی، ج ٦، ص ٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿فذکر﴾ دُمْ عَلٰی تَذْکِیْرِ الْمُشْرِکِیْنَ وَلَا تَرْجِعْ عَنْہُ لِقَوْلِھِمْ لَکَ کَاھِنٌ مَجْنُوْنٌ ﴿فما انت بنعمت ربک﴾ اَیْ بِاِنْعَامِہٖ عَلَیْکَ ﴿بکاھن﴾ خَبَرُ مَا ﴿ولا مجنون (۲۹)﴾ مَعْطُوْفٌ عَلَیْہِ ﴿ام﴾ بَلْ ﴿یقولون﴾ ھُوَ ﴿شاعر نتربص بہ ریب المنون (۳۰)﴾ حَوَادِثُ الدَّھْرِ فَیُھْلِکُ کَغَیْرِہٖ مِنَ الشُّعَرَاءِ ﴿قل تربصوا﴾ ھَلَاکِیْ ﴿فانی معکم من المتربصین (۳۱)﴾ ھَلَاکَکُمْ فَعُذِّبُوْا بِالسَّیْفِ یَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّرَبُّصُ الْاِنْتِظَارِ ﴿ام تأمرھم احلامھم﴾ عُقُوْلُھُمْ ﴿بھذا﴾ اَیْ قَوْلُھُمْ لَہٗ سَاحِرٌ کَاھِنٌ شَاعِرٌ مَجْنُوْنٌ اَیْ لَا تَاْمُرُھُمْ بِذٰلِکَ ﴿ام﴾ بَلْ ﴿ھم قوم طاغون (۳۲)﴾ بِعَنَادِھِمْ ﴿ام یقولون تقولہ﴾ اِخْتَلَقَ الْقُرْاٰنَ لَمْ یَخْتَلِقْہُ ﴿بل لا یومنون (۳۳)﴾ اِسْتِکْبَارًا فَاِنْ قَالُوْا اِخْتَلَقَہٗ ﴿فلیأتوا بحدیث﴾ مُخْتَلَقٍ ﴿مثلہ ان کانوا صدقین (۳۴)﴾ فِیْ قَوْلِھِمْ ﴿ام خلقوا من غیر شیء﴾ اَیْ خَالِقٍ ﴿ام ھم الخلقون (۳۵)﴾ اَنْفُسَھُمْ وَلَا یَعْقَلُ مَخْلُوْقٌ بِدُوْنِ خَالِقٍ وَلَا مَعْدُوْمٌ یَخْلُقُ فَلَا بُدَّ لَھُمْ مِنْ خَالِقٍ ھُوَاللّٰہُ الْوَاحِدُ فَلِمَ لَا یُوَحِّدُوْنَہٗ وَیُؤْمِنُوْنَ بِرَسُوْلِہٖ وَکِتَابِہٖ ﴿ام خلقوا السموت والارض﴾ وَلَا یَقْدِرُ عَلٰی خَلْقِھِمَا اِلَّا اللّٰہُ الْخَالِقُ فَلِمَ لَا یَعْبُدُوْنَ ﴿بل لا یوقنون (۳۶)﴾ وَاِلَّا لَاٰمَنُوْا بِنَبِیِّہٖ ﴿ام عندھم خزائن ربک﴾ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالرِّزْقِ وَغَیْرِھِمَا فَیَخُصُّوْا مَنْ شَاؤُوْا بِمَا شَاؤُوْا ﴿ام ھم المصیطرون (۳۷)﴾ اَلْمُتَسَلِّطُوْنَ الْجَبَّارُوْنَ وَفِعْلُہٗ صَیْطِرٌ وَمِثْلُہٗ بَیْطِرٌ وَبَیْقِرٌ ﴿ام لھم سلم﴾ مَرْقٰی اِلَی السَّمَاءِ ﴿یستمعون فیہ﴾ اَیْ عَلَیْہِ کَلَامُ الْمَلَائِکَۃِ حَتّٰی یُمْکِنُھُمْ مُنَازَعَۃُ النَّبِیِّ ﷺ بِزَعْمِھِمْ اِنْ اَدَّعُوْا ذٰلِکَ ﴿فلیأت مستمعھم﴾ اَیْ مُدَّعِی الْاِسْتِمَاعِ عَلَیْہِ ﴿بسلطن مبین (۳۸)﴾ بِحُجَّۃٍ بَیِّنَۃٍ وَاضِحَۃٍ وَلِشِبْہِ ھٰذَا الزَّعْمِ بِزَعْمِھِمْ اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ بَنَاتُ اللّٰہِ قَالَ تَعَالٰی ﴿ام لہ البنت﴾ اَیْ بِزَعْمِکُمْ ﴿ولکم البنون (۳۹)﴾ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا زَعَمْتُمُوْہُ ﴿ام تسئلھم اجرا﴾ عَلٰی مَا جِئْتَھُمْ بِہٖ مِنَ الدِّیْنِ ﴿فھم من مغرم﴾ غُرْمٍ لَکَ ﴿مثقلون (۴۰)﴾ فَلَا یُسْلِمُوْنَ ﴿ام عندھم الغیب﴾ اَیْ عِلْمُہٗ ﴿فھم یکتبون (۴۱)﴾ ذٰلِکَ حَتّٰی یُمْکِنَھُمْ مُنَازَعَۃُ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْبَعْثِ وَاَمْرِ الْاٰخِرَۃِ بِزَعْمِھِمْ ﴿ام یریدون کیدا﴾ بِکَ لِیُھْلِکُوْکَ فِیْ دَارِ النَّدْوَۃِ ﴿فالذین کفروا ھم المکیدون (۴۲)﴾ اَلْمَغْلُوْبُوْنَ الْمُھْلَکُوْنَ فَحَفِظَہُ اللّٰہُ مِنْھُمْ ثُمَّ اَھْلَکَھُمْ بِبَدْرٍ ﴿ام لھم الہ غیر اللہ سبحن اللہ عما یشرکون (۴۳)﴾ بِہٖ مِنَ الْاٰلِھَۃِ وَالْاِسْتِفْھَامِ بِاَمْ فِیْ مَوَاضِعِھَا لِلتَّقْبِیْحِ وَالتَّوْبِیْخِ ﴿وان یروا کسفا﴾ بَعْضًا ﴿من السماء ساقطا﴾ عَلَیْھِمْ

كَمَا قَالُوا فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ اَیْ تَعْذِيبًا لَهُمْ ﴿يقولوا﴾ هٰذَا ﴿سحاب مركوم (۴۴)﴾ مُتَرَاكِبٌ نَرْتَوِیْ بِهٖ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿فذرهم حتى يلقوا يومهم الذى فيه يصعقون (۴۵)﴾ يَمُوْتُوْنَ ﴿يوم لا يغنى﴾ بَدَلٌ مِّنْ يَوْمِهِمْ ﴿عنهم كيدهم شيئا ولاهم ينصرون (۴۶)﴾ يُمْنَعُوْنَ مِنَ الْعَذَابِ فِی الْاٰخِرَةِ ﴿وان للذين ظلموا﴾ بِكُفْرِهِمْ ﴿عذابا دون ذلك﴾ اَیْ فِی الدُّنْيَا قَبْلَ مَوْتِهِمْ فَعُذِّبُوْا بِالْجُوْعِ وَالْقَحْطِ سَبْعَ سِنِيْنَ وَبِالْقَتْلِ يَوْمَ بَدْرٍ ﴿ولكن اكثرهم لا يعلمون (۴۷)﴾ اَنَّ الْعَذَابَ يَنْزِلُ بِهِمْ ﴿واصبر لحكم ربك﴾ بِاِمْهَالِهِمْ وَلَا يَضِيْقُ صَدْرُكَ ﴿فانك باعيننا﴾ بِمَرْاٰی مِنَّا نَرَاكَ وَنَحْفَظُكَ ﴿وسبح﴾ مُتَلَبِّسًا ﴿بحمد ربك﴾ اَیْ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ﴿حين تقوم (۴۸)﴾ مِنْ مَنَامِكَ اَوْ مِنْ مَجْلِسِكَ ﴿ومن اليل فسبحه﴾ حَقِيْقَةً اَيْضًا ﴿وادبار النجوم (۴۹)﴾ مَصْدَرٌ اَیْ عَقْبَ غُرُوْبِهَا سَبِّحْهُ اَيْضًا اَوْ صَلِّ فِی الْاَوَّلِ الْعِشَائَيْنِ وَفِی الثَّانِیْ الْفَجْرِ وَقِيْلَ الصُّبْحُ.

﴿ترجمہ﴾

توتم نصیحت کرو(یعنی مشرکوں کو نصیحت کرنے پر ڈٹے رہواور تمہاری شان میں ان کے یہ برے کلمات بکنے کے باوجود کہ تم کاھن ہو مجنون ہو"العیاذباللہ" انہیں تبلیغ کرنے سے پیچھے نہ ہٹو.....۱.....) کہ تم اپنے رب کے انعام کے سبب (جواس نے تم پرفرمایا، نعمۃ کے معنی انعام ہے) نہ کاھن ہواور نہ مجنون ("بکاهن" معطوف "اومجنون" معطوف علیہ ہے، یہ ملکر "ما" نافیہ کی خبر ہے) یا(ام بمعنی بل ہے) کہتے ہیں (یہ) شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے (یہ بھی دیگر شعراء کی طرح انتقال کر جائیں گے، ریب المنون بمعنی حوادث الدھر ہے) تم فرماؤ (میرے ہلاک کئے جانے کا) انتظار کئے جاؤ میں بھی (تمہاری ہلاکت کا) منتظر ہوں (پھر جنگ بدر میں ان کافروں کو تلواروں کے ذریعے سے عذاب دیا گیا.....۲.....،"التربص" کا معنی انتظار کرنا ہے) کیا ان کی عقلیں (احلامھم بمعنی عقولھم ہے) انہیں یہی بتاتی ہیں (کہ حضورﷺ کے بارے میں وہ یہ کہیں کہ آپ جادوگر، کاہن، شاعر یا مجنون ہیں، العیاذباللہ یعنی ان کی عقلیں تو انہیں یہ نہیں کہتی) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) وہ (اپنے بغض وعناد کے سبب) سرکش لوگ ہیں یا کہتے ہیں انہوں نے اسے خود بنایا ہے (یعنی انہوں نے خود سے قرآن گڑھ لیا ہے، انہوں نے قرآن نہیں بنایا) بلکہ وہ (غرور وتکبر کے سبب) ایمان نہیں لاتے (اگر ان کا یہی کہنا کہ حضورﷺ نے یہ قرآن خود بنایا ہے) تو لے آئیں ایک بات (گھڑی ہوئی) اس جیسی اگر وہ (اپنی اس بات میں.....۳.....) سچے ہیں یا وہ بغیر شے (یعنی بغیر خالق) کے بنائے گئے یا وہی (خود اپنی جانوں کو) بنانے والے ہیں (نہ تو مخلوق بغیر خالق کے پیدا ہو سکتی ہے اور نہ معدوم کو کچھ پیدا کرنے کی طاقت ہے تو وجود مخلوق کے لیے خالق کا ہونا ضروری ہے اور وہ خالق ایک اللہ ﷻ ہے اس حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود پھر یہ لوگ اللہ ﷻ کی وحدانیت کو کیوں نہیں مانتے اور اس رسول ﷺ کی کتاب پر کیونکر ایمان لے کر نہیں آتے) یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے (اور آسمان وزمین کو پیدا کرنے کی قدرت فقط اللہ ﷻ ہی کو ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، پھر یہ اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے) بلکہ انہیں یقین نہیں (ورنہ اگر انہیں اس کا یقین ہوتا تو وہ اللہ ﷻ کے نبی ﷺ پر ضرور ایمان لے آتے) یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں (نبوت اور رزق وغیرہ کے کہ وہ جسے جس نعمت کے ساتھ چاہیں مختص کردیں.....۴.....) یا وہ حاکم اعلیٰ ہیں (وہ تسلط اور غلبہ رکھنے والے ہیں "مصیطرون" کا فعل "سیطر" ہے، اور اس فعل کی مثل یہ افعال ہیں: "بیطر" "بیقر") یا ان کے پاس کوئی زینہ (آسمانوں تک لیجانے والا) کہ جس پر چڑھ کر

(فرشتوں کا کلام) سن لیتے ہیں (حتی کہ ان کے لیے ان کے اپنے گمان میں حضور ﷺ سے جھگڑنا روا ہو گیا ہے، اگر وہ اس بات کے مدعی ہیں) تو ان کا سننے والا (یعنی سننے کا مدعی) کوئی واضح دلیل لے کر آئے (''سلطن مبین'' کا معنی واضح اور روشن دلیل ہے اور ان کے اس گمان کے مشابہ انکا یہ گمان بھی ہے کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) کیا (تمہارے گمان کے مطابق) انکو بیٹیاں اور تم کو بیٹے (اللہ ﷻ ان کے اس باطل گمان سے بلند و بالا پاک ہے) یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو (ان کے پاس یہ دین لانے پر......۵......) تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں (جس کے نتیجے میں وہ اسلام نہیں لا رہے) یا ان کے پاس غیب (یعنی علم غیب) ہے تو وہ (اسے) لکھ لیتے ہیں (حتی کہ حشر و نشر اور امور آخرت کے بارے میں ان کا اپنے گمان کے مطابق نبی پاک ﷺ سے جھگڑنا ممکن ہو گیا ہے تمہارے ساتھ) یا کسی فریب کے ارادے میں ہیں (کہ دار الندوہ میں تمہیں ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں) تو کافروں ہی پر داؤ پڑنا ہے (انہیں کو مغلوب و ہلاک ہونا ہے، پس اللہ ﷻ نے اپنے محبوب ﷺ کی ان لوگوں سے حفاظت کی اور جنگ بدر میں ان لوگوں کو ہلاک فرما دیا) یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ہے ان سے جن کو وہ (اللہ ﷻ کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں (یعنی باطل خداؤں سے، ماقبل مقامات میں مذکور حذف ''ام'' یہ مشرکین کی برائی بیان کرنے اور انہیں زجر و توبیخ کرنے کے لیے ہے) اور اگر وہ کوئی ٹکڑا دیکھیں (کسفا بمعنی بعضا ہے) آسمان سے (اپنے اوپر) گرتا (جسے انہیں عذاب دینے کے لیے گرایا جائے جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا'' فاسقط علینا کسفا من السماء'') تو کہیں گے (یہ) تہہ بہ تہہ بادل ہے (ہم اس کے ذریعے سیراب ہوں گے اور ایمان نہیں لاتے) تو تم انہیں چھوڑ دو کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ موت کا شکار ہوں گے (یصعقون بمعنی یموتون ہے) جس دن کام نہ دے گا (''یوم لا یغنی...... الخ'' من یومھم ......الخ سے بدل بن رہا ہے) کچھ ان کا فریب اور نہ ان کی مدد ہو (یعنی آخرت میں ان سے عذاب کو دور کیا جائے ......۶......) اور بیشک جنہوں نے (کفر کر کے) ظلم کیا ان کے لیے اس سے پہلے (یعنی موت سے قبل دنیا میں) ایک عذاب ہے (ان لوگوں کو بھوک اور قحط سالی کے ذریعے سات سال تک عذاب میں مبتلا رکھا گیا یا پھر اس عذاب سے مراد بدر میں ان لوگوں کا قتل کیا جانا ہے) مگر ان میں اکثر کو علم نہیں (کہ ان پر عذاب نازل ہونا ہے) اے محبوب تم اپنے رب کے (ان مشرکوں کو مہلت دینے کے) حکم پر ٹھہرے رہو (اور تنگ دل نہ ہو) بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو (یعنی ہم تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں اور تمہاری حفاظت فرما رہے ہیں) اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ (دونوں کو ملاتے ہوئے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ پڑھو) جب تم کھڑے ہو (یعنی جب سو کر اٹھو یا مجلس سے اٹھو) اور کچھ رات میں اس کی تسبیح کہو (یہاں بھی درحقیقت تسبیح کرنا مراد ہے) اور تاروں کے پیٹھ دیتے (''ادبار'' مصدر ہے بمعنی عقیب یعنی ستاروں کے چھپ جانے کے بعد اللہ ﷻ کی تسبیح کہو یا تسبیح سے مراد نماز پڑھنا ہے تو یہاں پہلی صورت کا معنی من اللیل فسبحہ کا معنی ہوگا کہ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھو اور دوسری صورت کا یعنی وادبار النجوم کا معنی ہوگا فجر کی سنتیں پڑھو ایک قول کے مطابق معنی ہوگا فجر کی نماز پڑھو......۷......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فذکر فما انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون﴾

ف: فصیحیہ، ذکر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف ''اذا کان الامر کذلک'' ظرف مستقر حال مقدم، ب: زائد، کاھن: اسم فاعل ''ھو'' ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، مجنون: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون﴾
ام: منقطعہ بمعنی بل، یقولون: قول، شاعر: موصوف، نتربص به: فعل با فاعل وظرف لغو، ریب المنون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر "هو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل تربصوا فانی معکم من المتربصین﴾
قل: قول، تربصوا: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ تعلیلیہ، انی: حرف مشبہ و ی ضمیر ذوالحال، معکم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، من المتربصین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام تامرهم احلامهم بهذا ام هم قوم طاغون ام یقولون تقوله بل لایومنون﴾
ام: عاطفہ بمعنی بل، تامرهم: فعل ومفعول، احلامهم: فاعل، بهذا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، هم: مبتدا، قوم طاغون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، یقولون: قول، تقوله: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، لایومنون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صدقین﴾
ف: فصیحیہ، لِام: لام امر، یاتوا: فعل با فاعل، ب: جار، حدیث: موصوف، مثله: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "فان قالوا تقوله" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: شرطیہ، کانوا صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "ان فلیاتوا بحدیث مثله" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخالقون ام خلقوا السموت والارض بل لا یوقنون﴾
ام: عاطفہ، خلقوا: فعل با نائب الفاعل، من غیر شیء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، هم: مبتدا، الخالقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، خلقوا: فعل با فاعل، السموت: معطوف علیہ، و الارض: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بل: عاطفہ، لایوقنون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام عند هم خزائن ربک ام هم المصیطرون ام لهم سلم یستمعون فیه﴾
ام: عاطفہ، عندهم: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، خزائن ربک: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، هم: مبتدا، المصیطرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، سلم: موصوف، یستمعون فیه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلیات مستمعهم بسلطن مبین ام له البنت ولکم البنون﴾
ف: فصیحیہ، لام: لام امر، یات: فعل امر، مستمعهم: فعل، بسلطن مبین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان ادعوا ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ام: عاطفہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، البنت: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، البنون: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام تسئلهم اجرا فهم من مغرم مثقلون ام عند هم الغیب فهم یکتبون﴾
ام: عاطفہ، تسئلهم: فعل با فاعل ومفعول، اجرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، من مغرم مثقلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، عندهم: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، الغیب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ

اسمیہ،ف:عاطفہ،ھم:مبتدا،یکتبون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام یریدون کیدا فالذین کفروا ھم المکیدون ام لھم الہ غیر اللہ﴾

ام: عاطفہ،یریدون:فعل بافاعل، کیدا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،الذین کفروا:موصول صلہ،ملکر مبتدا،ھم المکیدون: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ام:عاطفہ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،الہ:موصوف،غیر اللہ:صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سبحن اللہ عما یشرکون وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم﴾

سبحن: مصدر مضاف،اللہ: اسم جلالت مضاف الیہ فاعل،عما یشرکون:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،ان:شرطیہ،یروا:فعل بافاعل، کسفا:موصوف،من السماء: ظرف مستقر صفت اول،ساقطا:صفت ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،یقولوا:قول،سحاب مرکوم: مرکب توصیفی "ھو" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فذرھم حتی یلقوا یومھم الذی فیہ یصعقون﴾

ف: فصیحیہ،ذرھم:فعل امر بافاعل ومفعول،حتی: جار،یلقوا:فعل بافاعل،یومھم:موصوف،الذی فیہ یصعقون: موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر محذوف "اذا بلغوا فی الکفر العناد الی ھذا الحد" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا ولاھم ینصرون﴾

یوم: مضاف،لایغنی:فعل نفی،عنھم:ظرف لغو، کیدھم:فاعل،شیئا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،ھم:مبتدا،ینصرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر ماقبل "یومھم" سے بدل ہے۔

﴿وان للذین ظلموا عذابا دون ذلک ولکن اکثرھم لا یعلمون﴾

و: عاطفہ،ان:حرف مشبہ،لام:جار،الذین ظلموا:موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم،عذابا:موصوف،دون ذلک: صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،لکن اکثرھم:حرف مشبہ واسم،لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واصبر لحکم ربک فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین تقوم﴾

و: عاطفہ،اصبر:فعل امر بافاعل،لحکم ربک:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ تعلیلیہ،انک:حرف مشبہ واسم،باعیننا:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،سبح:فعل امر با"انت"،ضمیر مستقر ذوالحال،بحمد ربک:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،حین تقوم:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن الیل فسبحہ وادبار النجوم﴾

و: عاطفہ،من الیل:ظرف مستقر فعل محذوف "سبح" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،سبحہ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،ادبار النجوم بمعنی 'وقت غروبھا' فعل محذوف "سبح" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

تبلیغ رسالت پر جمے رہنے کا حکم:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فذکر فما انت بنعمۃ ربک بکاھن و لا مجنون﴾ تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون (الطور:۲۹) ﴾ معنی یہ ہے کہ اے محبوب! آپ قرآنی آیات اور اپنی حکمت بھری باتوں سے ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کوشاں رہیں، اگر یہ آپ کو کاہن، شاعر یا جادوگر ہی کہتے ہوں لیکن آپ ﷺ اپنے منصب پر گامزن رہیں۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷،ص۵۲)

متذکرہ آیت اور تفسیری نکات سے ثابت ہوگیا کہ مبلغ کو اپنے کام سے چھٹی کی اجازت نہیں، یعنی اُسے یہ اجازت نہیں کہ دل برداشتہ ہوجائے، گھر میں بیٹھا رہے، نیکی کی دعوت کا فریضہ ترک کردے، لوگوں سے کنارہ کرنے لگے، مخالفین کی باتوں کو دل میں جگہ دے کر اپنے منصب کو فراموش کردے، دیکھیں کائنات کی عظیم ترین مخلوق، خالق کائنات جل جلالہ نے جنہیں اپنا محبوب ﷺ فرمایا انہیں بھی لوگوں کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر تبلیغ کے منصب کو ادا کرتے رہنے کی تلقین فرمادی، گویا ہمیں سکھایا جارہا ہے کہ حالات کتنے ہی نامصاعب سہی نیکی کا کام نہیں چھوڑنا۔

مسلمان اور کفار کے انتظار کا فرق:

۲......اللہ عزوجل نے ہر حال میں اپنے حبیب ﷺ کی دلجوئی اور تسلی کا اہتمام فرمایا ہے، اور انہیں سکھادیا کہ اے محبوب ﷺ! تجھ پر الزام لگانے، اور مجھے راستے سے نکالنے کی بجائے اللہ جل جلالہ کے فیصلے کا انتظار کرو کیونکہ تم تو مجھے ہلاک کرنے کے درپے ماضی میں بھی رہے اور حال میں بھی تمہارا یہی حال رہا ہے اور ہونا وہی ہے جو اللہ عزوجل چاہے گا تو تم میری ہلاکت کا انتظار کرتے رہو میں بھی تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں۔اب ہلاکت اُسے ہی ملنی ہے جس کے لئے اللہ عزوجل نے لکھ دی اور جس طرح سے لکھ دی، تاریخ اس بات پر گواہ اور مفسرین کرام کے تفسیری نکات اس پر شاہد کہ وہی لوگ جنہوں نے فخر کائنات ﷺ کو شہید کرنے کے لئے دار الندوہ میں مشورے کئے، آج وہ لوگ بدر، اُحد، خندق اور دیگر معرکوں میں کام آگئے۔گویا اس فرمان: ﴿قل تربصوا فانی معکم من المتربصین﴾ تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں (الطور:۳۱) ﴾ میں دلیل ہے کہ سید عالم ﷺ کو اس مبارک کلمات کے ذریعے کافروں کی جلد ہلاکت کی خبر دی جارہی ہے۔

قرآن کی مثل لانے کا حکم:

۳......سید عالم ﷺ نے قرآن مجید میں چار مقامات پر کھلا دعوی پیش کیا وہ یہ ہیں۔(۱)......﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لایاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا﴾ تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو (الاسراء:۸۸) ﴾،(۲)......﴿ام یقولون افترہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وتدعوا من استطعتم من دون اللہ﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے جی سے بنالیا تم فرماؤ تو لے آؤ اس کی مثل سورت اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکے سب کو بلالو (یونس:۳۸) ﴾۔(۳)......﴿قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریت﴾ تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ (ھود:۱۳)۔(۴)......﴿فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صدقین﴾ تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں (الطور:۳۴) ﴾۔ (الجمل، ج۳،ص۳۶۱)

مذکورہ آیت کے تحت رب ﷻ کے خزانوں کا مالک کون ہے؟

۴...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ام عندھم خزائن ربک﴾ یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں (الطور: ۳۷)۔ ان کے پاس نبوت اور رزق وغیرہ کے خزانے نہیں ہیں کہ جنہیں چاہیں دیں اور جس سے چاہیں روک رکھیں۔ الرمانی کہتے ہیں اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کے خزانے کا سید عالم ﷺ کو مختار فرمایا ہے، ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے فرمان ''ام عندھم'' میں اس جانب اشارہ ہے کہ مال، صحت، عزت وغیرہ جمیع امور اللہ ﷻ کی بارگاہ کے مرہون منت ہیں، زہری کہتے ہیں کہ خزائن سے مراد علم و احسانمندی ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۵۵ ملخصاً)

قاضی شہاب الدین عمر خفاجی فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے کائنات میں تصرف کا اختیار انہیں نہیں دیا کہ تمام معاملات میں ان کے مرہون منت ہوں جسے یہ چاہیے اُسے منصب نبوت عطا کی جائے اور جس کے لئے یہ خواہش کریں اُسے اللہ ﷻ کی رضا حاصل ہو۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۸، ص ٦١٦)

امام رازی کہتے ہیں: اس آیت میں خزائن سے مراد درج وجوہ ہوسکتی ہیں: (۱)...... اللہ ﷻ کی رحمت مراد ہے۔ (۲)...... غیب کے خزانے مراد ہیں۔ (۳)...... آنکھوں سے چھپے اسرار و رموز مراد ہیں۔ (۴)...... خلق خدا پر ہونے والے وہ انعام جو نہ مخلوق دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی سن سکتی ہے، اول اور دوم وجوہ تو منقول ہیں جب کہ سوم و چہارم استنباط کی گئی ہیں۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۱۷)

سید عالم ﷺ کی جانب سے اجرت کی نفی کرنے کے محامل:

۵...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ام تسئلھم اجرا فھم من مغرم مثقلون﴾ یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں (الطور: ۴۰) اس کے جواب میں کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)...... اس سوال میں سید عالم ﷺ کی تسلی قلب کا سامان کرنا مقصود ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ سید عالم ﷺ کی بات سننے سے رکنے لگے اور اتباع سے بچنے لگے تو سید عالم ﷺ کی طبیعت نازنین پر گراں گزرا، پس سید عالم ﷺ کو اللہ ﷻ نے فرمایا کہ اے حبیب ﷺ! آپ نے ان تک وہی پہنچایا ہے جو انہوں نے چاہا ہے، پس آپ اپنا دل تنگ نہ کریں اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے، اور آپ پر ملامت اس صورت میں ہوتی جب کہ آپ اُن سے تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت مانگتے، لہذا اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر آپ کیوں حرج میں پڑتے ہیں۔ (۲)...... ان کا حال تو یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے سرداروں سے مال وصول کرتے ہیں اور اے محبوب ﷺ! آپ ان سے اپنی تبلیغ پر کچھ اجر نہیں مانگتے جس کی وجہ سے یہ آپ کی پیروی نہیں کرتے اور آپ کے علاوہ دیگر لوگوں کی پیروی کر جاتے ہیں جہاں سے انہیں مال ملتا ہے۔ (۳)...... اس آیت میں سید عالم ﷺ کے اجر طلب نہ کرنے کا بیان ہے جب کہ ایک آیت میں یوں ہے: ﴿قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی﴾ تم فرماؤ میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت (الشوری: ۲۳) یعنی سید عالم ﷺ نے اجر طلب کیا اور طلب اجر کی صورت اپنی قرابت سے محبت کا اظہار کرنا ہے، لہذا دونوں آیات میں بظاہر ٹکراؤ ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ جہاں تک: ﴿المودۃ فی القربی﴾ کا تعلق ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے کسی دنیاوی منفعت کا سوال نہیں کرتا بلکہ میرے قرابت داروں کی محبت اللہ ﷻ کی رضا جوئی کے لئے طلب کرتا ہوں کیونکہ کاملین کی محبت ناقصین کی محبت کے مقابلے میں زیادہ کارآمد ہوا کرتی ہے، اور اللہ ﷻ کے نیک بندے جن سے اللہ ﷻ کلام کرے یا وہ اللہ ﷻ سے ہم کلام ہوں یا جنہیں اللہ ﷻ دوسروں کے لئے نمونہ بنائے، یہ سارے اُن کے مقابلے میں قریبی ہوتے ہیں جن سے نہ تو اللہ ﷻ کلام فرماتا ہے، نہ ہی جنہیں اللہ ﷻ دوسروں کے لئے نمونہ بناتا ہے اور سید عالم ﷺ کے قرابت دار یقیناً دیگر لوگوں کے لئے مشعل راہ ہیں

،لہذا دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۲۰)

کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا معنی:

۶......مفسرین کرام کہتے ہیں کہ: ﴿فذرھم تم انہیں چھوڑ دو﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ آیت آیتِ سیف سے منسوخ ہے، اور: ﴿حتی یلقوا یومھم الذی فیہ یصعقون یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے (الطور:۴۵)﴾ میں قتادہ کے قول کے مطابق مراد کافروں کی موت کا دن ہے، جب کہ ایک قول یوم بدر کے حوالے سے بھی ملتا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد نفخہ اولی ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس دن قیامت آئے گی اور ان کی عقلیں صحیح سلامت نہ رہینگی۔ ایک قول کے مطابق یصعقون بمعنی من اصعقه الله جسے اللہ عزوجل یوم صاعقہ کی در شواری پہنچائے مراد ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ٦٨)

آیت نمبر "۴۹" کے تحت نماز فجر سے پہلے سنت پڑھنے کی تحقیق:

۷......حضرت ابن عباس، جابر اور انس رضی اللہ عنہم کے مطابق نماز فجر سے (پہلی) دو رکعت مراد ہیں۔ بعض علماء نے ان دو رکعت (سنت) کو مستحب کہا ہے اور بعض نے انہیں پانچ نمازوں کی فرضیت سے منسوخ قرار دیا ہے۔ حضرت ضحاک اور ابن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وادبر النجوم اور تاروں کے پیٹھ دیتے ہیں﴾ سے نماز صبح کا ارادہ کیا گیا ہے اور یہی قول امام طبری نے اختیار فرمایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں مراد نماز کے بعد کی تسبیحات ہیں۔

☆......حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نماز کی اتنی محافظت نہیں فرماتے تھے جتنی فجر سے پہلے کی دو رکعات کی حفاظت فرماتے تھے"۔ (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب تعاھد رکعتی الفجر ومن سماھما تطوعا، رقم:۱۱٦۹، ص۱۸٦)

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادبار النجوم فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں جب کہ ادبار السجود مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ (سنن الترمذي، کتاب التفسیر، باب من سورة طور، رقم: ۳۲۸٦، ص۹٤۱)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز فجر سے قبل دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں"۔

(صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب استحباب رکعتی سنة الفجر، رقم:(۱۵۷۲)/۷۲۵، ص۳۳۳)

اغراض:

حوادث الدھر: کلام میں استعارہ تصریحیہ ہے، یعنی حوادث زمانہ کو "ریب" کے ساتھ مشابہت دی ہے، معنی یہ ہے کہ حوادث زمانہ نے حیران کر دیا ہے اور اُن کی حالت ایک جیسی نہ رہی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿المنون﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب عدد کم رہ جائیں اور مدد بھی ختم ہو جائے۔

ای قولھم لہ ساحر کاھن شاعر مجنون: یہاں تناقض کا بیان کر دیا، اس لئے کہ کاہن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ماہر اور زیرک ہوتا ہے اور صاحبِ رائے بھی ہوتا ہے، شاعر اور ساحر کا بھی یہی حال ہوتا ہے اور جنون کی نسبت کرنا گویا کہ اُن کے اپنے کلام میں نقص پیدا کرتا ہے۔ **ای لا تأمرھم:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام ﴿ام﴾ انکاری سے مستفاد ہوتا ہے اور اس میں توبیخ بھی پائی جا رہی ہے۔ **لم یختلقه:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔ **ولا یعقل مخلوق بدون خالق:** اللہ کے فرمان: ﴿خلقوا من غیر شیء﴾ کی طرف راجع ہے، اور "ولا معدوم یخلق" اللہ کے فرمان: ﴿ام ھم الخالقون﴾، معنی یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی ذات کو خود ہی پیدا کرنے والے ہوتے اور گویا اُن کی اپنی جانیں پہلے معدوم تھیں اور اس توجیہ سے ان کا پہلے معدوم ہونا لازم آیا، اور یہ جب عدم سے وجود میں تشریف لے آئے تو یقیناً کوئی تو ہے جو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اور یہی خدا

ہے جس کی انہیں سمجھ نہیں۔ **والا لامنوا بنبیہ** : پس انہیں اللہ کی تخلیق ہونے پر یقین نہیں، (حالانکہ اس جیسی کئی آیات) توحید اور نبوت پر دلیل ہیں، لیکن ان کا یقین عدم کی طرح ہے اور اس میں سید عالم ﷺ کی ذات کے لئے تسلی ہے۔

المتسلطون : یعنی اشیاء پر غالب ہونا، کہ وہ زمین کے خزانوں میں جیسے چاہیں تدبر کرلیں۔ **ان ادعوا ذلک**: یعنی ملائکہ کی جانب سے کوئی خبر آنا مراد ہے، اور اگر بالفرض ایسا ہے تو ان کے پاس کوئی خبر ضرور آنی چاہیے۔ **ای بزعمکم**: یعنی تمہارے دعوے اور اعتقاد کے مطابق۔

دار الندوۃ: اگر کسی کے کہنے کے مطابق اس سورت کو مکی مان لیں تو دار الندوۃ کا اجتماع ہجرت کی رات وقوع پذیر ہوا ہے، پس اس (ہجرت کی رات) کے ساتھ قید لگانا مشکل ہوگی، اور واضح بات یہ ہے کہ فرمان مقدس میں دار الندوۃ محذوف ہے اس لئے کہ مشرکین مکہ کی جانب سے کید کا ارادہ بعثت کے دن ہوا تھا۔ **ثم اھلکھم ببدر** :یعنی بدر میں کافروں کے سردار ہلاک ہوئے، جن کی تعداد ستر ہے۔ **فی مواضعھا**: مراد پندرہ مقامات ہیں، جہاں ﴿ام﴾ توبیخ وقباحت کے لئے آیا ہے۔

فاسقط علینا کسفا: یہ آیت قوم شعیب کے بارے میں نازل ہوئی، جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے لیکن مفسر کے نزدیک اَوْلیٰ یہ ہے کہ سورۃ الاسراء میں موجود آیت ﴿او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا (الاسراء:۹۲)﴾ کے ساتھ استدلال کیا جائے۔

ویموتون: یعنی موت آنے کا وقت مراد ہے، چہ جائے کہ بدر میں وقت مکمل ہو جائے یا کہیں اور، اور یہی زیادہ بہتر قول ہے۔

من العذاب فی الآخرۃ: مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہوتا ہے۔ **بمرأی منا**: پس ''اعین'' کے اطلاق سے لازم مراد لیا گیا ہے، مراد علم وبصر سے کسی چیز کا احاطہ کرنا ہے، اور اس سے کسی چیز کا مزید حفظ مراد ہے اور جمع کے ساتھ ﴿باعیننا﴾ کہنا نون کی عظمت کے باعث ہے ورنہ سورت طہ میں فرمایا: ﴿ولتصنع علی عینی (طہ:۳۹)﴾۔

من منامک: بی بی عائشہ سے روایت منقول ہے کہ جب سید عالم ﷺ ظاہری طور پر بیدار ہوتے تو دس مرتبہ کلمہ پڑھتے، دس مرتبہ اللہ کی حمد کرتے، دس مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے، دس مرتبہ تہلیل کرتے اور دس مرتبہ استغفار کرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق اور عافیت عطا فرما اور قیامت کے دن کی تنگی سے پناہ طلب فرماتے''۔ اور ایک روایت میں یوں ہے: ''جب ظاہری اعتبار سے بیدار ہوتے تو سورت آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرماتے''۔

او من مجلسک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجلس وہ جگہ ہے جہاں کثرت سے شور ہوتا ہے، پس جب تم مجلس سے اٹھو تو یہ کہہ لو: **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک**، پس یہ کہنا اس کے لئے کفارہ بن جائے گا''۔

ای عقب غروبھا: مراد ستاروں کا غروب ہونا ہے جو یہ غروب ہوتے ہیں تو صبح کی روشنی پھوٹ پڑتی ہے اگرچہ یہ خود آسمان پر طلوع فجر تک باقی رہتے ہیں لیکن غروب ہونے سے مراد ان کی روشنی ماند پڑنا ہے۔ **او صل فی الاول**: یعنی رات میں نماز ادا کرنا مراد ہے، اور مذکورہ کلام اس فرمان: ﴿ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم (النجم:۴۹،۴۸)﴾ یا ﴿وسبح بحمد ربک حین تقوم﴾ کی طرف راجع ہے اور مراد یہاں حقیقی تسبیح ہے جو ہر حال میں اللہ کی ہونی چاہیے۔ **وقیل الصبح**: سے مراد صبح کی نماز ہے۔

(الصاوی، ج ۶، ص ۹ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ النجم مکیۃ ثنتان و ستون آیۃ

(سورۃ النجم مکیہ ہے اس کی کل باسٹھ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ النجم

اس سورت میں تین رکوع، باسٹھ آیتیں، تین سو ساٹھ کلمے، چودہ سو پانچ حروف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا اس وقت وہاں پر جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے پر رکھ لی اور کہا مجھے یہ کافی ہے۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب سجود القرآن، باب: سجدۃ النجم، رقم: ۱۰۷۰، ص ۱۷۳) حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری، رقم: ۱۰۷۱) اس سورت میں سب سے پہلے ان الزامات کی تردید کی گئی جو کفار نے سرور عالم ﷺ پر عائد کئے تھے، کبھی کہتے یہ راہ راست سے بھٹک گئے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اپنی ساری قوم کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کلام یہ پڑھ کر سناتے ہیں اسے خود گھڑ کر لاتے ہیں اور اللہ ﷻ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں پہلی آیتوں میں ان الزامات کی تردید فرمائی ﴿ماضل صاحبکم وماغوی ......الخ﴾ ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ نہ یہ خود آیتوں کو گھڑتے ہیں اور نہ سنی سنائی باتیں کرتے ہیں بلکہ جو ذات انہیں یہ بلاغت سکھاتی ہے اسکا انہوں نے دیدار بھی کیا ہے، بات فقط شنید تک محدود نہیں بلکہ دید تک جا پہنچی ہے۔ اس لئے کفار کا اس کلام کے بارے میں جھگڑنا معقولیت سے کوسوں دور ہے۔ اس کے بعد کفار کو خطاب فرمایا جس عقائد اور نظریات پر تم چمٹے ہوئے ہو انکی بنیاد وہم وگمان کے سوا کچھ نہیں، انکی حقانیت ثابت کرنے کے لئے نہ تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل ہے تم اپنے نفس کی خواہشات سے اس قدر مغلوب ہو کہ تمہارا نفس جو کہتا ہے اسی کو حق تسلیم کر لیتے ہو تم نے کبھی ان باتوں میں چھان بین کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تم خود سوچو کہ کیا ظن وتخمین میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ٹھوس عقائد کو بدل ڈالیں تمہارے کہنے سے نہ حق باطل بن جائے گا اور نہ تمہارے انکار سے حق مٹ جائے گا۔

رکوع نمبر: ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والنجم﴾ اَلثُّرَیَّا ﴿اذا ھوی (۱)﴾ غَابَ ﴿ما ضل صاحبکم﴾ مُحَمَّدٌ ﷺ عَنْ طَرِیْقِ الْھِدَایَۃِ ﴿وماغوی (۲)﴾ مَا لَابَسَ الْغَیَّ وَھُوَ جَھْلٌ مِنْ اِعْتِقَادٍ فَاسِدٍ ﴿وما ینطق﴾ بِمَا یَاْتِیْکُمْ بِہٖ ﴿عن الھوی (۳)﴾ ھَوَی نَفْسِہٖ ﴿ان﴾ مَا ﴿ھو الا وحی یوحی (۴)﴾ اِلَیْہِ ﴿علمہ﴾ اِیَّاہُ مَلَکٌ ﴿شدید القوی (۵) ذو مرۃ﴾ قُوَّۃٍ وَشِدَّۃٍ اَوْ مَنْظَرٍ حَسَنٍ اَیْ جِبْرِیْلُ ﴿فاستوی (۶)﴾ اِسْتَقَرَّ ﴿وھو بالافق الاعلی (۷)﴾ اُفُقُ الشَّمْسِ اَیْ عِنْدَ مَطْلِعِھَا عَلٰی صُوْرَتِہِ الَّتِیْ خَلَقَ عَلَیْھَا فَرَاٰہُ النَّبِیُّ ﷺ وَکَانَ بِحِرَاءَ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ اِلَی الْمَغْرِبِ فَخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ وَکَانَ قَدْ سَاَلَہٗ اَنْ یُّرِیَہٗ نَفْسَہٗ عَلٰی صُوْرَتِہِ الَّتِیْ خَلَقَ عَلَیْھَا فَوَاعَدَہٗ بِحِرَاءٍ فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فِیْ صُوْرَۃِ الْاٰدَمِیِّیْنَ ﴿ثم دنا﴾ قَرُبَ مِنْہُ ﴿فتدلی (۸)﴾ زَادَ فِی الْقُرْبِ ﴿فکان﴾ مِنْہُ ﴿قاب﴾ قَدْرَ ﴿قوسین او ادنی (۹)﴾ مِنْ ذٰلِکَ حَتّٰی اَفَاقَ وَسَکَنَ رُوْعُہٗ ﴿فاوحی﴾ تَعَالٰی ﴿الی عبدہ﴾ جِبْرَئِیْلَ ﴿ما اوحی (۱۰)﴾ جِبْرَئِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَلَمْ یَذْکُرِ الْمُوْحٰی تَفْخِیْمًا لِشَاْنِہٖ ﴿ما کذب﴾ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ

اَنْكَرَ ﴿الفؤاد﴾ فُؤَادُ النَّبِيِّ ﴿ما راى (۱۱)﴾ بِبَصَرِهٖ مِنْ صُوْرَةِ جِبْرَئِيْلَ ﴿افتمرونه﴾ تُجَادِلُوْنَ وَتَغْلِبُوْنَهٗ ﴿على ما يرى (۱۲)﴾ خِطَابٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ الْمُنْكِرِيْنَ رُوْيَةَ النَّبِيِّ ﷺ لِجِبْرَئِيْلَ ﴿ولقد راه﴾ عَلٰى صُوْرَتِهٖ ﴿نزلة﴾ مَرَّةً ﴿اخرى (۱۳) عند سدرة المنتهى (۱۴)﴾ لَمَّا اُسْرِيَ بِهٖ فِي السَّمٰوٰتِ وَهِيَ شَجَرَةُ نَبْقٍ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَا يَتَجَاوَزُهَا اَحَدٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَغَيْرِهِمْ ﴿عندها جنة الماوى (۱۵)﴾ تَاْوِيْ اِلَيْهَا الْمَلَائِكَةُ وَاَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ وَ الْمُتَّقُوْنَ ﴿اذ﴾ حِيْنَ ﴿يغشى السدرة ما يغشى (۱۶)﴾ مِنْ طَيْرٍ وَغَيْرِهٖ وَاِذْ مَعْمُوْلَةٌ لِرَاٰهُ ﴿ما زاغ البصر﴾ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ﴿وما طغى (۱۷)﴾ اَيْ مَا مَالَ بَصَرُهٗ عَنْ مَرْئِيِّهِ الْمَقْصُوْدِ لَهٗ وَلَا جَاوَزَهٗ تِلْكَ اللَّيْلَةَ ﴿لقد راى﴾ فِيْهَا ﴿من ايت ربه الكبرى (۱۸)﴾ اَيِ الْعِظَامَ اَيْ بَعْضَهَا فَرَاٰى مِنْ عَجَائِبِ الْمَلَكُوْتِ رَفْرَفًا خُضْرًا سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ وَجِبْرَئِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ ﴿افرء يتم اللت والعزى (۱۹) ومنوة الثالثة﴾ لِلَّتَيْنِ قَبْلَهَا ﴿الاخرى (۲۰)﴾ صِفَةُ ذَمٍّ لِلثَّالِثَةِ وَهِيَ اَصْنَامٌ مِنْ حِجَارَةٍ كَانَ الْمُشْرِكِيْنَ يَعْبُدُوْنَهَا وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَفْعُوْلُ اَفَرَاَيْتُمُ الْاَوَّلُ اللَّاتَ وَمَا عُطِفَ عَلَيْهِ وَالثَّانِيْ مَحْذُوْفٌ وَالْمَعْنٰى اَخْبِرُوْنِيْ اَلِهٰذِهِ الْاَصْنَامِ قُدْرَةٌ عَلٰى شَيْءٍ مَّا فَتَعْبُدُوْنَهَا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الْقَادِرُ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَلَمَّا زَعَمُوْا اَيْضًا اَنَّ الْمَلٰئِكَةَ بَنَاتُ اللّٰهِ مَعَ كَرَاهَتِهِمِ الْبَنَاتِ نَزَلَ ﴿الكم الذكر وله الانثى (۲۱) تلك اذا قسمة ضيزى (۲۲)﴾ جَائِرَةٌ مِنْ ضَازَهٗ يَضِيْزُهٗ اِذَا ظَلَمَهٗ وَجَارَ عَلَيْهِ ﴿ان هى﴾ مَا الْمَذْكُوْرَاتُ ﴿الا اسماء سميتموها﴾ اَيْ سَمَّيْتُمْ بِهَا ﴿انتم واباؤكم﴾ اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا ﴿ما انزل الله بها﴾ اَيْ بِعِبَادَتِهِمْ ﴿من سلطن﴾ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ ﴿ان﴾ مَا ﴿يتبعون﴾ فِيْ عِبَادَتِهِمْ ﴿الا الظن وما تهوى الانفس﴾ مِمَّا زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مِنْ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴿ولقد جاء هم من ربهم الهدى (۲۳)﴾ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْبُرْهَانِ الْقَاطِعِ فَلَمْ يَرْجِعُوْا عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ ﴿ام للانسان﴾ اَيْ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ ﴿ما تمنى (۲۴)﴾ مِنْ اَنَّ الْاَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ ﴿فلله الاخرة والاولى (۲۵)﴾ اَيِ الدُّنْيَا فَلَا يَقَعُ فِيْهِمَا اِلَّا مَا يُرِيْدُهٗ تَعَالٰى.

﴿ترجمہ﴾

النجم (یعنی ثریا......۱......) کی قسم جب وہ پوشیدہ ہوجائے تمہارے صاحب (یعنی محمد ﷺ راہ ہدایت سے) نہ بہکے......۲......اور نہ بے راہ چلے (یعنی غوی سے ملابس نہ ہوئے......۳......، غوی کہتے ہیں اعتقاد فاسد سے پیدا ہونے والے جہل کو) اور وہ کوئی بات (جو وہ تمہارے پاس لے کر آتے ہیں) اپنی خواش سے نہیں کرتے (یعنی اپنے نفس کی خواش سے نہیں کرتے) وہ تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر وحی جو (انہیں) کی جاتی ہے انہیں (وحی) سکھائی (اس فرشتے نے) جو سخت قوت و طاقت والا ہے (''ذو مرة'' کا معنی قوت و طاقت والا ہے یا پھر خوبصورت، اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں) پھر وہ مستقر ہو (استوی بمعنی استقر ہے) اور وہ افق اعلی میں تھا (افق سورج یعنی سورج کے طلوع ہونے کے مقام کے پاس، حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں تھے جس پر اللہ عزوجل نے آپ کو پیدا فرمایا ہے نبی پاک ﷺ نے غار حراء میں آپ علیہ السلام کو دیکھا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود سے مشرق سے مغرب تک بھر گیا، حضور

ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی آپ ﷺ زمین پر تشریف لے آئے اور خود حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی تھی وہ انہیں اپنا آپ اصلی صورت میں دکھائیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ سے اس کا وعدہ غار حراء میں کرلیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آدمی کی صورت میں نازل ہوئے) پھر وہ نزدیک ہوا (نبی پاک ﷺ سے دلی بمعنی قرب ہے) پھر خوب قریب آگیا (یعنی مزید آگے ہوئے......۸......) تو وہ (حضور ﷺ سے) دو ہاتھ کے فاصلہ پر تھا بلکہ اس سے بھی کم (حتی کہ حضور ﷺ کو افاقہ ہوا اور آپ ﷺ کا خوف جاتا رہا......۵......) اب وحی فرمائی (اللہ جل جلالہ نے) اپنے بندے (حضرت جبرائیل علیہ السلام کو) جو وحی کی (جبرائیل علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ کو وحی کی شان کو خوب اجاگر فرمانے کے لیے جو وحی فرمائی گئی اس کا ذکر فرمایا......۶......) انکار نہ کیا ("کذب" فعل ذال مخفف ومشدد دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) دل نے (نبی پاک ﷺ کے قلب اقدس نے) جو دیکھا (آپ ﷺ نے اپنی مبارک آنکھوں سے......۷......یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بصورت) تو کیا تم ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو ("تماروںہ" کا معنی تم ان سے جھگڑتے اور ان پر غلبہ پانا چاہتے ہو یہ خطاب ان مشرکین سے ہے جو اس بات کے منکر تھے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے) اور انہوں نے تو اسے (اس کی اصلی صورت میں) دوبار دیکھا (نزلۃ بمعنی مرۃ ہے) سدرۃ المنتہی کے پاس اس وقت جب کہ نبی پاک کو معراج کرائی گئی "سدرۃ" بیری کا درخت ہے جو عرش کے دہنی جانب ہے کہ فرشتہ اور کوئی بھی مخلوق اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی......۸......) اس کے پاس جنت الماوی ہے (اسے جنت الماوی اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں فرشتے نیز شہداء یا متقین کی ارواح کا ٹھکانہ ہے) جب (اذ بمعنی حین ہے) سدرۃ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا (یعنی پرندے وغیرہ، "اذ" "یہ راہ" فعل کا معمول بن رہا ہے) آنکھ نہ کسی طرف پھری (نبی پاک ﷺ کی) اور نہ حد سے بڑھی (یعنی آپ ﷺ کی چشم مبارک سے جس ذات کو دیکھنا مقصود تھا اس سے نہ ہٹی اور نہ ہی اس رات میں ذات پاک سے متجاوز ہوئی......۹......) بیشک اس نے دیکھا (اس رات میں) اپنے رب کی بہت عظیم نشانیاں (یعنی حضور ﷺ نے ان میں سے بعض عظیم نشانیاں دیکھیں، کبری بمعنی عظام ہے، حضور ﷺ نے عجائب ملکوت میں سے سبز رنگ کے رفرف کو دیکھا کہ جس کے وجود نے آسمانوں کو بھر دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے) تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزی اور اس تیسری منات کو ("اخری ثالثۃ" کے لیے صفت مذمومہ ہے۔ اور یہ پتھر سے بنے بت تھے جن کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ اللہ عزوجل کے حضور یہ بت سفارش کریں گے، پہلے والے "ارء یتم" کا مفعول "اللات" اور اس کا معطوف علیہ ہے اور دوسرے والے "ارء یتم" کا مفعول محذوف ہے معنی آیت یہ ہے مجھے خبر دو کہ کیا ان بتوں کو کچھ قدرت ہے کہ اللہ جل جلالہ کو جو کہ ماقبل مذکورہ امور پر قدرت رکھتا ہے چھوڑ کر تم ان کی عبادت کرتے ہو کیونکہ مشرکین کا یہ بھی گمان تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ وہ خود اپنے لیے بیٹیاں ہونا ناپسند کرتے تھے ان کے اس طرز عمل کے رد کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی جب تو یہ ظالمانہ تقسیم ہے (ضیزی بمعنی جائدۃ ہے، یہ ضازہ یضیزہ سے مشتق ہے یہ بات اس وقت کہتے ہیں جب کوئی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتا ہے) وہ تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (ان بتوں کے) رکھ لیے (سمیتموھا بمعنی سمیتم بھا ہے) اللہ نے ان کی (ان کی عبادت کیے جانے کی) کوئی سند نہ اتاری (جنہیں تم پوجتے ہو، سلطن کے معنی دلیل و حجت ہے) وہ پیروی نہیں کرتے (ان بتوں کو پوجنے میں، ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر گمان کی اور نفس کی خواہش کے پیچھے چلے (اس خواہش کے جسے شیطان نے ان کے لیے مزین کردیا کہ یہ بت اللہ عزوجل کے حضور ہماری شفاعت کریں گے) حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی (نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک پر دلائل کے ذریعے، پھر بھی انہوں نے اپنے مشرکانہ عقائد سے رجوع نہیں کیا) کیا آدمی کو (یعنی ان میں سے برے انسان کو

)مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے (جیسے ان کی یہ تمنا کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے، نہیں معاملہ اس طرح نہیں ہے) تو آخرت اور اولیٰ (یعنی دنیا) سب کا مالک اللہ ہی ہے (دنیا و آخرت میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ عزوجل ہی کے ارادے سے ہوتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والنجم اذا هوى ماضل صاحبكم وما غوى وما ينطق عن الهوى﴾

و: قسمیہ جار، النجم: مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، اذا: مضاف، هوى: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ماضل: فعل نفی، صاحبكم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ماغوى: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ماينطق عن الهوى: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ان هو الا وحى يوحى علمه شديد القوى ذو مرة فاستوى وهو بالافق الاعلى﴾

ان: نافیہ، هو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، وحى: موصوف، يوحى: جملہ فعلیہ صفت اول، علمه: فعل ومفعول، شديد: معطوف علیہ، القوى: موصوف، ذو مرة: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، استوى: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، هو: حالیہ، بالافق الاعلى: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى ما كذب الفؤاد ما راى﴾

ثم: عاطفہ، دنا: جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تدلى: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، كان: فعل ناقص بااسم، قاب قوسين: معطوف علیہ، او: عاطفہ، ادنى: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اوحى الى عبده: فعل بافاعل وظرف لغو، ما اوحى: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ما كذب: فعل نفی، الفؤاد: فاعل، ما راى: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افتمرونه على ما يرى﴾

همزه: حرف استفہام، فتمرونه: فعل بافاعل ومفعول، على ما يرى: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد راه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى عندها جنة الماوى اذ يغشى السدرة ما يغشى﴾

و: حالیہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، راه: فعل بافاعل ومفعول، نزلة اخرى: مرکب توصیفی ظرف، عند: مضاف، سدرة المنتهى: ذوالحال، عندها: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، جنة الماوى: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف ثانی، اذ: مضاف، يغشى: فعل، السدرة: مفعول، ما يغشى: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ثالث، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ما زاغ البصر وما طغى لقد راى من ايت ربه الكبرى﴾

ما زاغ البصر: فعل نفی وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما طغى: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، راى: فعل بافاعل، من ايت ربه: ظرف مستقر حال مقدم، الكبرى: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿افرءيتم اللت والعزى ومنوة الثالثة الاخرى﴾

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اعقيب ما سمعتم من اثار كما له ونفاذ امره فى الملا الا علىٰ" رءيتم: فعل بافاعل، اللت: معطوف علیہ، و: العزى: معطوف اول، و: عاطفہ، منوة: موصوف، الثالثة

الاخری: صفتان، ملکر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول اول "قادرۃ علی شیئ" مفعول ثانی محذوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الکم الذکر و له الانثی تلک اذا قسمة ضیزی﴾

همزہ: استفہام، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، الذکر: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، له الانثی: جملہ اسمیہ، تلک: مبتدا، اذا: حرف وجزا، قسمة: موصوف، ضیزی: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هی الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطن﴾

ان: نافیہ، هی: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اسماء: موصوف، سمیتموها: فعل واؤ ضمیر موکد، انتم: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباؤکم: معطوف، ملکر فاعل، ما: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ اول، ما انزل الله: فعل نفی با فاعل، بها: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، سلطن: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان یتبعون الا الظن وما تهوی الانفس ولقد جاء هم من ربهم الهدی﴾

ان: نافیہ، یتبعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، جاء هم: فعل ومفعول، من ربهم: ظرف لغو، الهدی: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر حال، ملکر فاعل، الا: اداۃ حصر، الظن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، تهوی الانفس: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام للانسان ما تمنی فلله الاخرة والاولی﴾

ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، للانسان: ظرف مستقر خبر مقدم، ما تمنی: موصول صلہ، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، الاخرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الاولی: معطوف، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

النجم کے بارے میں تفسیری نکات:

۱......اس عنوان کے تحت ہم درج ذیل اقوال مفسرین ذکر کرتے ہیں:

امام قرطبی فرماتے ہیں: ﴿النجم اذا هوی اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے﴾ سے مراد ثریا ستارہ ہے جو کہ طلوع فجر کے ساتھ نمودار ہوتا ہے، اور اہل عرب ثریا کو نجم کہتے ہیں اور اس کی جمع نجوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کل سات ستارے ہیں جن میں سے چھ ظاہر ہیں اور ایک پوشیدہ ہے جس سے لوگوں کی بصارت کو آزمایا جائے گا اور "الشفاء" میں قاضی عیاض کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے ثریا میں گیارہ ستارے دیکھے۔ اور مجاہد سے بھی یہی منقول ہے۔ حسن کہتے ہیں النجم سے مراد وہ ستارہ ہے جو قرب قیامت میں ٹوٹے گا۔ سُدی کہتے ہیں کہ یہاں النجم سے مراد زہرہ ستارہ ہے کیونکہ اہل عرب اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ستارہ ہے جس سے شیطان کو مار بھگایا جائے گا، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو رسول مبعوث فرمایا تو بہت سے ستارے ان کی ولادت سے پہلے ٹوٹے، جس کی وجہ سے اکثر اہل عرب خوفزدہ ہوگئے اور مجبور ہو کر کاہنوں کی جانب اس معاملے کو پیش کیا۔ پس انہی کاہنوں نے جواب دیا کہ دنیا کے معاملات میں تبدیلی ہونے والی ہے لہذا بارہ برج کی جانب دیکھا جائے اگر ان میں سے کوئی برج ٹوٹ کر گر جائے گا تو سمجھ لینا کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس عالم دنیا میں ایک عظیم الشان واقعہ رونما ہوگا، پس ایسا ہی ہوا کہ سید عالم ﷺ اس عالم رنگ وبو میں تشریف لے آئے۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والنجم اذا هوی اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے﴾ پس یہاں نجم سے سید عالم ﷺ کی نبوت

کے ظہور کا بیان کرنا مقصود ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ النجم سے مراد محمد ﷺ کی ذات پاک ہے اور اذا ھوی سے مراد ان کا معراج کی رات دیدار الٰہی ﷻ و عجائبات کے بعد آسمان سے نزول فرمانا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۱۷،ص ۷۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں: مجاہد کے نزدیک النجم سے مراد ثریا ستارہ ہے، اور ایسی ہی روایت ابن عباس سے بھی منقول ہے، ضحاک کہتے ہیں کہ مراد وہ ستارہ ہے جس سے شیطان کو مار بھگایا جاتا ہے۔مجاہد سے ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد قرآن مجید کا نزول ہے اور اس کی تائید اس فرمان سے بھی ملتی ہے: ﴿فلا اقسم بمواقع النجوم انه لقسم لو تعلمون عظیم انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطهرون تنزیل من رب العلمین تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے بیشک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اسے نہ چھوئیں مگر با وضو اتارا ہوا ہے سارے جہاں کے رب کا (الواقعة:۷۵تا۸۰)﴾۔ (ابن کثیر، ج۴،ص ۲۹۰)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس کے مطابق یہاں النجم سے مراد قرآن مجید ہے، اسے نجم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تیس سال کے عرصے میں متفرق اوقات میں نازل ہوا۔اخفش کہتے ہیں کہ نجم ایسی جڑی بوٹی کو کہتے ہیں جس کا تنہ نہیں ہوتا، یہی معنی اس آیت کریمہ: ﴿والنجم والشجر یسجدان اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں (الرحمن:۶)﴾ کے ہیں۔امام جعفر صادق کہتے ہیں النجم سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات ہیں جب کہ آپ معراج سے تشریف لائے اور ھوی سے مراد اترنا ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ النجم سے مراد انسان ہیں اور ھوی سے مراد ان کا قبر میں دفنانا ہے۔ (المظہری، ج۶،ص ۴۴۹)

ضل کے معنی کی وسعت :

۲......امام راغب فرماتے ہیں: ضلال کے معنی راہ حق سے تجاوز کرنا ہے، اور ضل ھدایت کی ضد ہے۔اور یہ تجاوز چاہے عمداً ہو یا سہواً، حق سے زیادہ تجاوز ہو یا کم، ضلال ہی کہلائے گا۔چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "استقیموا ولن تحصوا یعنی سیدھی راہ پر چلو اور راہ مستقیم پر ثابت رہو"۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فمن اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا (یونس:۱۰۸)﴾۔ (المفردات، ص ۳۰۰)

ہم درج ذیل مختلف آیات کے اعتبار سے "ضل، ضلال" کے مختلف معنی ذکر کرتے ہیں جس سے مسئلہ اظہر من الشمس ہو جائے گا اور کما حقہ تسلی و تشفی بھی ہوگی۔

(۱)......اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿ووجدک ضالا فهدی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (الضحی:۷)﴾، (۲)......حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اپنے والد کے بارے میں یہ جملے بیان کئے: ﴿ان ابانا لفی ضلل مبین بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں (یوسف:۸)﴾، ﴿انک لفی ضللک القدیم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں (یوسف:۹۵)﴾، (۳)......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عاجزی کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ﴿وانا من الضالین کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی (الشعراء:۲۰)﴾، (۴)......اعتقادی اعتبار سے اللہ ﷻ کی وحدانیت اور سید عالم ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کے لئے اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ومن یکفر بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیدا اور جو مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا (النساء:۱۳۶)﴾، (۵)......عملی اعتبار سے انکار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله قد ضلوا ضللا بعیدا بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا وہ دور کی گمراہی میں پڑا (النساء:۱۶۷)﴾، (۶)......نسیان کی وجہ سے بھول ہونے کا بیان ان الفاظ میں فرمایا: ﴿ان تضل احدهما کہ کہیں ان میں سے ایک عورت بھولے (البقرة:۲۸۲)﴾، (۷)......نصاریٰ کی گمراہی سے بچنے

کے لئے دعا یوں تعلیم فرمائی: ﴿ولا الضالین اور نہ بہکے ہوئے کا(الحمد:۷)﴾،(۸)......شیطان کی گمراہی کے حوالے سے یوں فرمایا:﴿ولقد اضل منکم جبلا کثیرا اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا(یس:۶۲)﴾،﴿ویرید الشیطن ان یضلهم ضللا بعیدا اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے (النساء:۶۰)﴾،(۹)......مصر کی عورتوں نے بی بی زلیخا کے لئے یوں کہا:﴿قد شغفها حبا انا لنرها فی ضلل مبین بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی (سما گئی) ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں(یوسف:۳۰)﴾،(۱۰)......اللہ عزوجل کی جانب منسوب کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں فرمایا﴿قال علمها عند ربی فی کتب لا یضل ربی ولا ینسی کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے (طٰہٰ:۵۲)﴾،(۱۱)......اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی جانب نسبت کرتے ہوئے فرمایا:﴿وعصی آدم ربه فغوی آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی (طٰہٰ:۱۲۱)﴾۔

متذکرہ آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ما ضل صاحبکم تمہارے صاحب نہ بہکے ﴾،یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طریق حق وہدایت سے عدول نہ فرمایا، ہمیشہ اپنے رب کی توحید وعبادت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی اور بے راہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ حضور ہمیشہ رشد وہدایت کی اعلیٰ منازل پر متمکن رہے، اعتقاد فاسد کا شائبہ کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۳)

غوی کے معنی کے بیان میں مفسرین کے اقوال:

۳......الغی کو الرشد کے مدمقابل بیان کیا جاتا ہے یعنی یہ الرشد کی ضد ہے۔یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس پر اعتقاد فاسدہ کا شبہ بھی نہ ہوسکا۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ باطل کلام کا تلفظ کرنا غیّ کہلاتا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷،ص ۷۵)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: غیّ جہل مرکب کو کہتے ہیں، امام راغب فرماتے ہیں کہ اعتقاد فاسد کی وجہ سے جاہل ہونا، اور کبھی یہ جہالت انسان کے اعتقاد کی وجہ سے نہیں ہوتی اور کبھی کسی اعتقاد کی وجہ سے ہوتی ہے۔اور محققین کے نزدیک الغی اور الضلال میں فرق ہے چنانچہ الغی کسی خاص اعتقادی خطا کو کہتے ہیں جب کہ الضلال عام ہے چاہے خطا اقوال میں ہو یا افعال میں، یا اخلاق میں یا عقائد میں ہو۔ (روح البیان، ج۹،ص ۲۴۹)

سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اور اس میں ہدایت، دین کے مناہج، حق ویقین کے مسالک موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نہ تو بہکے اور نہ ہی کسی اور جانب التفات کیا۔یہ خطاب اہل قریش سے ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام تر تکالیف کے باوجود یہ انہی کا خاصہ ہے اور ان کی برائت میں اللہ عزوجل نے آیات نازل فرمادیں جس میں مکمل طور پر ان کی جانب سے ہر گمراہی اور ناپسندیدہ امور کی برائت کا اعلان کردیا گیا اور ان کی شان عظمت کا بیان واضح انداز میں کردیا گیا۔

(روح المعانی، الجزء:۲۷،ص ۶۵)

دنا فتدلی کے بارے میں اقوال:

۴......اللہ جل جلالہ نے فرمایا:﴿ثم دنا فتدلی پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اترا﴾ کے معنی میں امام رازی نے درج ذیل وجوہ بیان کی ہیں: (۱)......حضرت جبرائیل علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، اور اس بناء پر تین اقوال مراد ہوسکتے ہیں۔(۱) یعنی جبرائیل امین علیہ السلام افق اعلیٰ سے قریب ہوتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے۔(۲) الدنو اور التدلی کا ایک ہی معنی ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے۔(۳) یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کا قصد فرمایا اور جس مکان میں جلوہ فرما تھے اس

سے حرکت کا قصد فرمایا پس سید عالم ﷺ کے قریب ہوئے۔(۲)......اس سے مراد یہ ہے کہ سید عالم ﷺ خلق خدا، اپنی امت کے قریب ہوئے کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے: ﴿وهو بالافق الاعلى اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا(النجم:۷)﴾ یعنی سید عالم ﷺ امت کی جانب نرمی سے تبلیغ رسالت اور دعا دیتے ہوئے قریب ہوئے، پس اسی مناسبت سے اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انا بشر مثلكم يوحى الى میں تمہارے جیسا ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے(فصلت:۶)﴾ یعنی اللہ ﷻ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وحی ارشاد فرمائی۔(۳)......ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ (اپنی شان) کے لائق محمد مصطفیٰ ﷺ کے قریب ہوا، اور یہ ان لوگوں کا مذہب ہے، جو اللہ ﷻ کی ذات کے لئے جہت ومکان مانتے ہیں؛ اور اس پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ "من تقرب الى شبرا تقربت اليه ذراعا یعنی اگر میری جانب کوئی ایک بالشت بھر بڑھتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ہاتھ آگے بڑھتا ہوں......الخ"۔

(الرازی، ج۱۰، ص ۲۳۹)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں: یہاں خاص قسم کا قُرب مراد ہے یعنی وہ قُرب جس میں تاویل نہ کی جاسکے، جیسا کہ الایضاح میں ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۶۹)

امام جریر طبری کہتے ہیں: مراد جبرائیل امین علیہ السلام کا سید عالم ﷺ کے قریب ہونا ہے جب کہ اللہ ﷻ کا اپنی شان کے لائق سید عالم ﷺ سے قریب ہونا بھی بیان کیا گیا ہے۔

(الطبری، الجزء: ۲۷، ص ۵۵)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات اللہ ﷻ اپنے حبیب کے قریب ہوا، حتی کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار قریب، بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قولہ ﷻ و کلم اللہ موسی تکلیما، رقم: ۷۵۱۷، ص ۱۲۹۵)

قاب قوسین او ادنیٰ میں مفسرین کے اقوال:

۵......قاب، قیبہ، قاد اور قید، یہ سب مقدار سے عبارت کئے گئے ہیں، اور یہاں مراد قُرب کا کمال ہے، اس جملے کی اصل یہ ہے کہ اہل عرب میں سے دو فریق کسی معاہدہ کا ارادہ کرتے، اپنی کمانیں نکال کر انہیں آپس میں ملاتے، اور یہ ارادہ کرتے کہ ہر ایک دوسرے کی حمایت کرے گا۔

(المظھری، ج۶، ص ۴۵۱)

امام جریر طبری کہتے ہیں: کان قاب قوسین او ادنی سے مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سید عالم ﷺ کے قریب ہوئے یہاں تک کہ ایک یا دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔

☆......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جبرائیل امین علیہ السلام کو (معراج کی رات) چھ سو پَروں میں ان کی اصل حالت پر دیکھا۔

☆......حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے رب ﷻ کے قریب ہوئے یا سید عالم ﷺ اپنے رب ﷻ کے قریب ہوئے۔(الطبری، الجزء:۲۷، ص ۵۷)

قاضی شہاب الدین لکھتے ہیں: معراج کی رات قُرب کا یہ معاملہ ہے کہ دونوں ایک ہاتھ کے فاصلہ پر قریب ہوگئے، اور اہل عرب میں اس طرح کی مثالیں مشہور تھیں جیسا کہ ہم نے ماقبل بیان کیا کہ عرب اپنی کمانیں آپس میں ملاتے اور ایک دوسرے کی حمایت کا اعلان کرتے۔

(حاشیۃ الشھاب، الجزء:۲۷، ص ۷)

معراج کی رات سید عالم ﷺ کو کیا وحی فرمائی گئی؟

۶......اللہ ﷻ نے اپنے بندۂ خاص یعنی محمد ﷺ کی جانب وحی فرمائی جو چاہی، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ اللہ ﷻ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی اور جبرائیل امین علیہ السلام نے اس وحی کو سید عالم ﷺ کی جانب پہنچایا، اور یہی قتادہ کا قول ہے۔ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ اللہ ﷻ نے کیا وحی فرمائی؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱)......حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ

اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی فرمائی جو کہ سورۃ الم نشرح سے متعلق ہے یعنی فرمایا: ''الم یجدک یتیما فاویتک یعنی ہم نے تجھے یتیم پایا تو پناہ نہیں دی، الم یجدک ضال فھدیتک یعنی ہم نے جب تجھے اپنی محبت میں فریفتہ پایا تو اپنی جانب رہنمائی نہیں کی، الم یجدک عائلا فاغنیتک یعنی ہم نے تجھے حاجت مند پایا تو غنی نہ کردیا، ﴿الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنالک ذکرک کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا (الانشرح:۱تا۴)﴾۔ (۲)......ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی فرمائی کہ جنت میں حضرات انبیائے کرام اس وقت تک نہ جاسکیں گے جب تک کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ داخلِ جنت نہ ہوجائیں اور دیگر انبیائے کرام کی امتیں اس وقت تک داخل جنت نہ ہوسکیں گی جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داخل جنت نہ ہوجائے۔(القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۸۲)

☆......فراش بن ذہب یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، میری گناہ گار امت جو شرک نہ کرے ان کی عذاب نار سے بخشش کی سند عطا کردی گئی''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتھی، رقم:(۳۲۰)/۱۷۳، ص۱۰۶)

☆......معراج کی طویل حدیث میں سے حسب منشاء کلام یہ ہے: ''پس اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی جو وحی فرمانا چاہی اور مجھ پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں'' میں نمازوں کا تحفہ لیے اترا تو چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے، انہوں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کیا فرض فرمایا؟ میں نے جواب دیا کہ رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں، فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جائیں اور کمی کا سوال کیجئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ ہوگی اور مجھے بنی اسرائیل کی آزمائش ہوچکی ہے اور میں ان کا امتحان لے چکا ہوں پس میں اپنے رب عزوجل کی جانب لوٹا اور عرض کی اے میرے رب عزوجل! میری امت سے نمازوں کی تخفیف فرما، پس پانچ نمازیں کم ہوئیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا، انہوں نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کی گئی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پینتالیس بھی ادا نہ کرسکے گی، جائیں اور اپنے رب عزوجل سے امت کے حق میں مزید تخفیف کا سوال کیجئے، میں اپنے رب عزوجل کے حضور جاتا رہا یہاں تک کہ مجھ سے کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''یہ پانچ نمازیں ہر رات اور دن میں ہیں اور ہر نماز کا ثواب دس گنا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قولہ عزوجل وکلم اللہ موسی تکلیما، رقم:۷۵۱۷، ص۱۲۹۵)

رویت باری تعالی پر دلائل:

ے......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ما کذب الفواد ما رای دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا(النجم:۱۱)﴾۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر نے شب معراج کچھ نہ جھٹلایا، یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب اپنے رب عزوجل کا دیدار دل کی آنکھوں سے کیا۔ ایک قول حضرت ابن عباس سے یہ ہے کہ حقیقی بنیاد پر اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا۔ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: '' راہ بفوادہ مرتین یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا''۔(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: معنی قول اللہ، رقم: (۳۲۴)/۱۷۶، ص۱۰۷) اور یہ قول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور دیگر جماعتِ صحابہ کا ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہونے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت الٰہی پر تعجب کرتے ہو''۔ حضرت ابن عباس ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''ہم بنی ھاشم ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا ہے''۔

☆......صحابہ نے سید عالم ﷺ سے استفسار فرمایا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! کیا آپ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا ہے؟ تو سید عالم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: ''میں نے دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ما کذب الفواد ما رای دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا﴾''۔

☆......سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا ہے؟ تو جواب ارشاد فرمایا: ''میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردے پڑے دیکھے اور پردوں کے پیچھے نور دیکھا اور اس کے علاوہ کچھ نہ دیکھا''۔ (القرطبی، الجزء:۲۷،ص ۸۲)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کی کہ کیا آپ نے رب ﷻ کو دیکھا؟ تو ارشاد فرمایا: ''میں نے نور دیکھا''، معنی یہ ہے کہ مجھ پر نور کا غلبہ ہوا اور میں اسی نور میں منہمک رہا اور میں رویت کا انکار نہیں کرتا'' اور یہ روایت اس روایت پر دلیل ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے نور دیکھا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله نورانی اراه، رقم:(۳۳۲)/ ۱۷۸، ص۱۰۸)

☆......مجھے معراج کی رات نیند آئی اور سخت گہری نیند آئی اور میں نے اپنے رب ﷻ کو بہت اچھی حسین صورت میں دیکھا''۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة ص، رقم:۳۲۴۶، ص۹۳۰)

امام رازی کہتے ہیں: اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿سبحن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حوله لنریه من ایتنا پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں (بنی اسرائیل:۱)﴾۔ یہاں سے یہ دلیل ملتی ہے کہ اللہ ﷻ نے شب معراج سید عالم ﷺ کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائی ہیں لیکن اپنا دیدار نہیں کرایا۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۴۶)

علامہ اسماعیل حقی بیان کرتے ہیں: امام رازی کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ﷻ تمام اقسام کے مشاہدات کرائے، لیکن اپنا آپ نہ دکھائے۔ ایک کریم کسی کی دعوت کرے اور اپنے محل میں بلائے لیکن خود نگاہوں سے اوجھل ہوجائے؟۔

(روح البیان، ج۹، ص ۲۷۲)

حتمی فیصلہ اس بارے میں یہی ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنے رب ﷻ کا بے حجاب دیدار فرمایا ہے۔

سدرۃ المنتھی کی بحث:

۸......مقاتل کہتے ہیں کہ سدرہ خیر و منفعت والا مختلف رنگوں کے پھلوں سے بھرپور درخت ہے، اگر اس درخت کا ایک پتہ زمین پر آجائے تو پوری روئے زمین روشن ہوجائے، ایک قول کے مطابق اس سے مراد شجرِ طوبی ہے جس کا ذکر سورۃ الرعد میں ہوا ہے۔

(الخازن، ج۴، ص ۲۰۵ وغیرہ)

امام جریر طبری اس بارے میں مختلف اقوال لکھتے ہیں: (۱)......سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر عالم کا علم ختم ہوجاتا ہے۔ (۲)......کعب کہتے ہیں کہ اس درخت کی اصل (جڑیں) عرش کے ساتھ منسلک ہیں اور اس مقام پر ہر عالم کا علم ختم ہوجاتا ہے، مقرب فرشتے، نبی و رسول، یہ مقام سب کے لئے غیب ہے اور اس مقام کی حقیقت اللہ ﷻ ہی جانتا ہے۔ (۳)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے اوپر کچھ نہیں جاسکتا اور نہ ہی اس مقام سے نیچے کچھ آسکتا ہے، اس لئے اسے سدرۃ المنتہی کہتے ہیں۔ (۴)......سید عالم ﷺ (جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ) چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے جو کہ مقامِ سدرہ ہے، یہاں سے نہ کچھ اوپر جاسکتا ہے اور نہ ہی نیچے ہوسکتا ہے۔ (۵)......ضحاک کہتے ہیں کہ اسے سدرۃ المنتہی کیوں کہتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے

کہ یہاں پر ہر چیز کی انتہاء ہوجاتی ہے اللہ عزوجل کے حکم کے سوا یہاں سے کچھ نہیں لوٹتا۔(۶)......سید عالم ﷺ کی سنتوں کی انتہاء اس مقام پر ہوجاتی ہے کیونکہ (یہاں سے آگے بڑھنا اب صرف سید عالم ﷺ کی خاصیت ہے)۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص۶۳ وغیرہ)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سدرۃ المنتہی تک لایا گیا، جہاں ہجر کے مٹکوں کے برابر بیر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند بڑے بڑے تھے، اور اس کے تنوں سے دو ظاہری اور دو باطنی دریا نکل رہے تھے، میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: دو باطنی دریا سے مراد جنت کے دریا ہیں اور ظاہری دریا سے مراد دریائے فرات اور دریائے دجلہ ہیں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الاسراء، رقم: (۳۰۵)/۱۶٤، ص۱۰۲)

☆......بی بی اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ کے پاس مقام سدرۃ المنتہی کا ذکر ہوا تو میں نے انہیں یہ فرماتے سنا: ''سدرہ کی ایک شاخ کے سائے میں ایک سوار سو سال تک سفر کرتا رہے گا یا ایک سو سال کے سائے میں ہوں گے''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی صفة ثمار، رقم: ۲۵۵۰، ص۷۳۱)

ما زاغ البصر وما طغی سے کیا مراد ہے؟

۹......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ما زاغ البصر وما طغی آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی﴾، الزیغ بمعنی المیل عن الاستقامة یعنی سید عالم ﷺ کی بصارت ادنی درجے بھی کسی جانب پھری نہ حد سے بڑھی۔ بلکہ عجائبات کا ثابت قدمی، صحیح یقین کے ساتھ مشاہدہ فرمایا اور رویت باری میں بھی یہی اطمینان رہا اور یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ سید عالم ﷺ نے اللہ عزوجل کا دیدار اپنی سرِ انور کی مبارک آنکھوں سے فرمایا کیونکہ اگر نیند کی حالت میں دیدار مراد لیا جائے تو پھر ان جملوں کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور یہ بھی کہ دل کے لئے زاغ القلب نہیں کہا جاتا۔ (روح البیان، ج۹، ص۲۶۸)

اغراض:

عن طریق الهدی: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''الضلال'' مخالف ہے ''الغی'' کا، پس ''الضلال'' نافرمانی کو کہتے ہیں جب کہ ''الغی'' جہل مرکب کو کہتے ہیں، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''الضلال'' علم میں گمراہی اختیار کرنے کو کہتے ہیں جب کہ ''الغی'' افعال میں جہالت اختیار کرنے کو کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں مترادف ہیں۔ ملک: سے مراد حضرت جبرائیل ہیں اور ان کی شدت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے قوم لوط کی بستی کو الٹ دیا اور آسمان کی جانب بلند کرکے الٹا پلٹ دیا، قوم ثمود کو برباد کردیا، بنی اسرائیل پر پہاڑ کو مسلط کردیا، اور یہ قوت انہیں فرشتہ ہونے کی صورت میں حاصل ہوتی تھی اور جب بشر کے لباس میں ہوتے تو اس صورت کا حکم نہ ہوتا تھا اور یہی قول جمہور کا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ﴿علمه﴾ سے مراد اللہ کی ذات پاک ہے اور ﴿القوی﴾ سے مراد اللہ کی طاقت وقدرت ہے جیسا کہ اس کی صفات اقتدار اور عظمت ہوا کرتی ہے۔

زاد فی القرب: پس کلام اپنے ظاہر پر باقی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کچھ قلب (الٹ پھیر) والا معاملہ ہے، یعنی کلام یوں ہے: ''فتدلی ثم دنا''، معنی اپنی اصل صورت میں قریب ہونے کے ہے، مزید حاشیہ نمبر ''۴'' کا مطالعہ کیجئے۔ حتی افاق: کا بیان حاشیہ نمبر ''۵'' میں پڑھ لیں۔

ولم یذکر الموحی به تفخیما لشانه: عمومی طور پر وحی کرنے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور کیا وحی کی گئی اس بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اجمالاً ایمان کو بذریعہ وحی بیان کردیا گیا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ نے یوں وحی فرمائی: ''الم اجدک یتیما فاویتک ؟ الم اجدک ضالا فهدیتک ؟ الم اجدک عائلا فاغنیتک ؟الم نشرح لک

صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنالک ذکرک ؟۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کو بیان کردیا گیا کہ جب تک آپ ﷺ جنت میں داخل نہ ہونگے دیگر حضرات انبیائے کرام پر بھی جنت حرام ہے اور جب تک آپ ﷺ کی امت داخل جنت نہ ہوجائے دیگر حضرات انبیائے کرام کی امتیں داخل نہ ہوسکیں گی،مزید حاشیہ نمبر"٦" ملاحظہ کیجئے۔

من صورۃ جبرائیل: ﴿ما رای﴾ کا بیان ہے،اور یہ ایک قول ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اللہ کی ذات ہے،سید عالم ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا،ایک مرتبہ بعثت کے ابتدائی دور میں اور دوسری مرتبہ لیلۃ المعراج میں،مزید حاشیہ نمبر"٧" دیکھیں۔

وھی شجرۃ نبق: مختلف رنگوں کے پھلوں والا درخت جس کے پتے کو زمین پر رکھ دیں تو زمین روشن ہوجائے،مزید حاشیہ نمبر"٨" میں دیکھیں۔تاوی الیھا الملائکۃ: مراد جنت ہے،جس کی پناہ میں حضرت آدم تھے اور پھر نکالے گئے،ایک قول یہ ہے کہ مراد حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں جو جنت الماوی میں پناہ دیئے گئے یا وہ سعید لوگ جو اس میں پناہ دیئے جائینگے۔

من طیر وغیرہ: دیکھیں حاشیہ نمبر"٨"۔رفرفا: اللہ کی جانب سے ایک خادم ہے،جس میں قریب و دور ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے،جیسا کہ براق میں جو کہ حضرات انبیائے کرام کی سواری رہی ہے جو کہ زمین پر مخصوص سواری ہے۔

وھی اصنام من حجارۃ: یعنی یہ تینوں پتھروں کے بنے ہوئے بت ہیں جو کہ کعبہ معظمہ میں پائے جاتے تھے،کہا جاتا ہے کہ لات کو مشرکین نے اللہ کے نام سے،العزی کو العزیز سے اور منات کو منی اللہ الشی ء وقدرہ سے تعبیر کیا تھا۔(الصاوی، ج٦،ص١٣ وغیرہ)

رکوع نمبر:٦

﴿وکم من ملک﴾اَیْ وَکَثِیْرٌ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ﴿فی السموت﴾وَمَا اَکْرَمَھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ﴿لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یأذن اللہ﴾لَھُمْ فِیْھَا﴿لمن یشاء﴾مِنْ عِبَادِہٖ﴿ویرضی (٢٦)﴾عَنْہُ لِقَوْلِہٖ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَمَعْلُوْمٌ اَنَّھَا لَا تُوْجَدُ مِنْھُمْ اِلَّا بَعْدَ الْاِذْنِ فِیْھَا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴿ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ لیسمون الملئکۃ تسمیۃ الانثی (٢٧)﴾حَیْثُ قَالُوْا ھُمْ بَنَاتُ اللّٰہِ﴿وما لھم بہ﴾بِھٰذَا الْقَوْلِ﴿من علم ان﴾مَا﴿یتبعون﴾فِیْہِ﴿الا الظن﴾اَلَّذِیْ تَخَیَّلُوْہُ﴿وان الظن لا یغنی من الحق شیئا (٢٨)﴾اَیْ عَنِ الْعِلْمِ فِیْمَا الْمَطْلُوْبُ فِیْہِ الْعِلْمُ﴿فاعرض عن من تولی عن ذکرنا﴾اَیِ الْقُرْاٰنَ﴿ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا (٢٩)﴾وَھٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِھَادِ﴿ذلک﴾اَیْ طَلَبُ الدُّنْیَا﴿مبلغھم من العلم﴾اَیْ نِھَایَۃُ عِلْمِھِمْ اَنْ اٰثَرُوا الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ﴿ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی (٣٠)﴾اَیْ عَالِمٌ بِھِمَا فَیُجَازِیْھِمَا﴿وللہ ما فی السموت وما فی الارض﴾اَیْ ھُوَ مَالِکٌ لِذٰلِکَ وَمِنْہُ الضَّالُّ وَالْمُھْتَدٰی یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ﴿لیجزی الذین اساء وا بما عملوا﴾مِنَ الشِّرْکِ وَغَیْرِہٖ﴿ویجزی الذین احسنوا﴾بِالتَّوْحِیْدِ وَغَیْرِہٖ مِنَ الطَّاعَاتِ﴿بالحسنی (٣١)﴾اَیِ الْجَنَّۃِ وَبَیَّنَ الْمُحْسِنِیْنَ بِقَوْلِہٖ﴿الذین یجتنبون کبئر الاثم والفواحش الا اللمم﴾ھُوَ صِغَارُ الذُّنُوْبِ کَالنَّظْرَۃِ وَالْقُبْلَۃِ وَاللَّمْسَۃِ فَھُوَ اِسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ وَالْمَعْنٰی لٰکِنَّ اللَّمَمَ تُغْفَرُ بِاجْتِنَابِ الْکَبَائِرِ﴿ان ربک واسع المغفرۃ﴾بِذٰلِکَ وَبِقَبُوْلِ التَّوْبَۃِ وَنَزَلَ فِیْمَنْ کَانَ یَقُوْلُ صَلَاتُنَا صِیَامُنَا حَجُّنَا﴿ھو اعلم﴾اَیْ عَالِمٌ﴿بکم اذ انشاکم من الارض﴾اَیْ خَلَقَ اَبَاکُمْ اٰدَمَ مِنَ التُّرَابِ﴿واذا انتم اجنۃ﴾جَمْعُ جَنِیْنٍ﴿فی بطون

امھتکم فلا تزکوا انفسکم﴾لا تَمْدَحُوْهَا اَیْ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِعْجَابِ اَمَّا عَلٰی سَبِیْلِ الْاِعْتِرَافِ بِالنِّعْمَةِ فَحَسَنٌ﴿هو اعلم﴾اَیْ عَالِمٌ﴿بمن اتقی (۳۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور کتنے فرشتے ہیں.....۱.....(کم بمعنی کثیر، اور ملک بمعنی ملائکۃ ہے) آسمانوں میں (جو اللہ ﷻ کے نزدیک بہت مقرب ہیں) کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اجازت دے دے (انہیں شفاعت کرنے کی اپنے بندوں میں سے) جس کے لیے چاہے اور (جس سے) راضی ہو (کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے ﴿ولا یشفعون الا لمن ارتضی﴾ اور یہ بات معلوم ہے کہ فرشتے شفاعت کریں گے مگر اذنِ شفاعت ملنے کے بعد، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے ﴿من ذالذی یشفع عنده الا باذنه﴾) بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں (کہ وہ فرشتوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں.....۲.....) اور انہیں اس کی (یعنی اس بات کی) کچھ خبر نہیں (اس بارے میں) وہ نہیں (ان بمعنی مــا نافیہ ہے) مگر ایک گمان کی پیروی کرتے (جو انہوں نے خیال کرلیا ہے) اور بیشک گمان یقین کی جگہ کام نہیں دیتا (یعنی جس مقام میں علم مطلوب ہو وہاں ظن کچھ کام نہیں دیتا) تو تم اس سے منہ پھیرلو جو ہمارے ذکر (یعنی قرآن پاک) سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی (یہ امر حکمِ جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) یہ (دنیا کی طلب) ان کے علم کی پہنچ ہے (ان کے علم کی انتہاء ہے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی) بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ جانتا ہے جس نے راہ پائی (وہ دونوں کو جانتا ہے اور انہیں ان کے کئے کا بدلہ دے گا) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں (وہی ان کا مالک ہے لوگوں میں سے بعض گمراہ اور بعض ہدایت پر ہیں وہ جسے چاہتا گمراہ کرتا جسے چاہے ہدایت دیتا ہے.....۳.....) تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا (ان کے شرک وغیرہ) کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں (عقیدہ توحید وغیرہ پر ایمان لاکر نیکی کرنے والوں کو.....۴.....) حسنی (یعنی جنت) عطا فرمائے (محسنین کا بیان اس فرمان میں کیا گیا ہے) وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے (''لمم'' گناہ صغیرہ کو کہتے ہیں جیسا کہ اجنبیہ کو دیکھنا، اس کا بوسہ لینا، اسے چھونا.....۵.....، یہ استثناء منقطع ہے معنی یہ ہے کہ لمم کی بخشش کبیرہ گناہوں سے بچنے کے سبب ہو جائے گی) بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے (کبائر سے بچنے والوں کے لیے، اور کبائر سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلینے کے حق میں، یہ اگلی آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو خود اپنی نیکیوں کی تعریف کرتے اور کہتے ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہماری صبح) وہ تمہیں جانتا ہے (اعلم بمعنی عالم ہے) تمہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا) اور جب تم حمل تھے (''اجنة'' جنین کی جمع ہے) اپنی ماؤں کے پیٹ میں تو اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ (یعنی بطور عجب خود اپنی تعریفیں نہ کرو، ہاں نعمتِ الٰہی ﷻ کے اعتراف کے لیے اپنی نیکیوں کا تذکرہ کرنا مستحسن ہے.....۶.....) وہ جانتا ہے (اعلم بمعنی عالم ہے) جو پرہیزگار ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿وکم من ملک فی السموت لا تغنی شفاعتهم شیئا الا من بعد ان یاذن الله لمن یشاء ویرضی﴾

و: عاطفہ، کم ممیز، من: جار، ملک: موصوف، فی السموت: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتداء، لا تغنی: فعل نفی، شفاعتهم: فاعل، شیئا: مفعول، الا: اداۃ حصر، من: جار، بعد: مضاف، ان: مصدریہ، یاذن الله: فعل بافاعل، لام: جار، ما: موصولہ، یشاء ویرضی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر

مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین لا یومنون بالاخرة لیسمون الملئکة تسمیة الانثی﴾

ان: حرف مشبہ،الذین لا یومنون بالاخرة: موصول صلہ،ملکر اسم،لام: تاکیدیہ،یسمون الملئکة: فعل بافاعل،تسمیة الانثی: مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما لهم به من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا﴾

و: عاطفہ،ما: نافیہ،لہم: ظرف مستقر خبر مقدم،بہ: ظرف لغو مقدم،من: زائد،علم: مصدر بافاعل،ملکر شبہ جملہ مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ان: نافیہ،یتبعون: فعل بافاعل،الا: اداۃ حصر،الظن: ذوالحال،و: حالیہ،ان الظن: حرف مشبہ واسم،لایغنی من الحق شیئا: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوة الدنیا﴾

ف: فصیحیہ،اعرض: فعل امر بافاعل،عن: جار،من: موصولہ،تولی عن ذکرنا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،لم یرد: فعل نفی بافاعل،الا: اداۃ حصر،الحیوة الدنیا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک مبلغهم من العلم ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بمن اهتدی﴾

ذلک: مبتدا،مبلغ: مصدر میمی مضاف،ہم: ضمیر مضاف الیہ فاعل،من العلم: ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ان ربک: حرف مشبہ واسم،ہو: مبتدا،اعلم: اسم تفضیل بافاعل،ب: جار،من ضل عن سبیلہ: موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،ہو اعلم بمن اهتدی: جملہ اسمیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله ما فی السموت وما فی الارض لیجزی الذین اساء وا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی﴾

و: مستانفہ،للہ: ظرف مستقر خبر مقدم،مافی السموت: معطوف علیہ،و: عاطفہ،مافی الارض: موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،لام: مصدریہ،یجزی: فعل بافاعل،الذین: موصول،اساء وا بما عملوا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،یجزی: فعل بافاعل،الذین احسنوا بالحسنی: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "ملک" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرة﴾

الذین: موصول،یجتنبون: فعل بافاعل،کبائر الاثم: معطوف علیہ،و: عاطفہ،الفواحش: معطوف،ملکر مستثنیٰ منہ،الا: اداۃ استثناء،اللمم: مستثنیٰ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ماقبل "الذین" سے بدل ہے،ان ربک: حرف مشبہ واسم،واسع المغفرة: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنة فی بطون امهتکم﴾

ہو: مبتدا،اعلم: اسم تفضیل بافاعل،بکم: ظرف لغو،اذ: مضاف،انشاکم من الارض: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ،اذ: مضاف،انتم: مبتدا،اجنة: موصوف،فی بطون امهتکم: ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف،ملکر ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی﴾

ف: فصیحیہ، لاتزکوا:فعل نہی بافاعل، انفسکم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ھو:مبتدا،اعلم:اسم تفضیل بافاعل،بمن اتقی: ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ھو اعلم بکم اذ انشاکم ......☆یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جونیکیاں کرتے تھے اور اپنے عملوں کی تعریف کرتے تھے اور تحریر کرتے تھے ہماری نمازیں ہمارے روزے ہمارے حج۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

''وکم من ملک'' سے کیا مراد ھے؟

۱......اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ عزوجل کے فرمان:﴿وکم من ملک اور کتنے ہی فرشتے ہیں﴾ میں کم بمعنی کثیر کہنے کا کیا فائدہ ہوا کیونکہ آسمان پر موجود سارے ہی فرشتے شفاعت (سفارش) کرنے کے قابل نہیں ہیں؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اس جملے سے مقصود کفار کارد کرنا ہے جو یہ کہتے تھے کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿لا تغنی شفاعتھم﴾اور یہ نہ فرمایا:''لا یشفعون ''اسلئے کہ ان کا یہ دعوی تھا کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں،اسی طرح اللہ عزوجل کا ایک مقام پر یہ فرمان:﴿من الذی یشفع عندہ الا باذنہ وہ کون جواس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے (البقرۃ:۲۵۵)﴾اور یہاں بغیر اذن (اجازت) شفاعت کی نفی کردی گئی ہے اور یہ بھی فرمایا:﴿ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع اسے چھوٹ کر (لاتعلق ہوکر) تمہارا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (السجدۃ:٤)﴾پس یہاں الشفیع کی نفی کردی گئی اور ماقبل الاغناء کی نفی کردی گئی؟ ہم یہ کہیں گے کہ کافروں کا یہ بنیادی عقیدہ تھا کہ یہ بت ہماری سفارش کریں گے اور انہیں بتوں کی سفارش گویا کہ نفع پہنچائے گی،جیسا کہ فرمایا:﴿لیقربونا الی اللہ زلفی کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں (الزمر:۳)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۵۵)

اللہ عزوجل کی جانب اولاد (بیٹیوں) کی نسبت کرنا:

۲......درج ذیل میں ہم کوشش کرکے ان آیات کوذکر کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی جانب بیٹیوں کی نسبت کی گئی،فرشتوں کو اللہ عزوجل کی بیٹیاں کہا گیا اور اپنے لئے بیٹے پسند کئے گئے۔یعنی جو چیز اپنی ذات کے لئے ناپسند ہے وہی اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کی گئی:

(۱)......﴿ویجعلون للہ البنت سبحنہ ولھم ما یشتھون اور اللہ کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی اس کو اور اپنے لئے جو اپنا جی چاہتا ہے (النحل:۵۷)﴾

(۲)......﴿فاستفتھم الربک البنات ولھم البنون تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کی بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے (الصفت:۱٤۹)﴾

(۳)......﴿اصطفی البنات علی البنین کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر (الصفت:۱۵۳)﴾

(۴)......﴿الکم الذکر ولہ الانثی کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی (النجم:۲۱)﴾

(۵)......﴿ان الذین لا یؤمنون بالاخرۃ لیسمون الملئکۃ تسمیۃ الانثی بیشک وہ جو آخرت پر ایمان رکھتے نہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سار کھتے ہیں (النجم:۲۷)﴾

(۶)......﴿انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون لہ ولد اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ

ہو(النساء:۱۷۱)﴾

(۷)......﴿واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا وھو کظیم اور جب ان میں کسی کو خوشخبری دی جائے اس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لئے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے(الزخرف:۱۷)﴾

(۸)......﴿لم یلد ولم یولد نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا(الاخلاص:۳)﴾

ھدایت وگمراھی اللہ ﷻ کے ھاتھ میں ھونے کا معنی:

۳......شیخ ابوالحسن الجرجانی ھدایۃ اور ضلالۃ کی تعریف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:''الدلالۃ علی ما یوصل الی المطلوب ،وقد یقال :ھی سلوک طریق یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچادے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلوک کا وہ راستہ جو مطلوب (مقصود) تک پہنچادے۔''ھی فقدان ما یوصل الی المطلوب ،وقد یقال :ھی سلوک طریق لا یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی کا فقدان جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچانے سے روکے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ راستہ جو بندے کو مطلوب تک نہ پہنچا سکے، ضلالت کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص ۲۵۱،۱۴۱)

امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب کو مشرکین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ ان سے کہو بیشک اللہ ﷻ تم میں سے جسے چاہے رسوا کرے میری تصدیق کرنے سے اور جو میں اپنے رب ﷻ کے پاس سے لایا اس پر ایمان لانے سے، اور جو رجوع لایا اسے اپنی جانب ھدایت سے نوازے، پس بندہ اپنے کفر سے توبہ کرکے اللہ ﷻ پر ایمان لائے، اور میری فرمانبرداری کرے، جو کتاب میں اپنے رب ﷻ کے پاس سے لایا ہوں اس کی تصدیق کرے اور اللہ ﷻ نے کوئی آیت مجھ پر (ایسی) نازل نہیں کی جو تمہیں گمراہ کرے یا ھدایت دے، ھدایت اور گمراہی اللہ ﷻ کے دستِ قدرت میں ہے، جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق رفیق دے دیتا ہے اور تم میں سے جسے چاہتا ہے رسوا کرتا ہے، پس وہ ایمان نہیں لاتا۔ (جامع البیان ،الجزء ۱۳، ص ۱۷۲)

عقیدہ درست نہ ھو تو عمل مردود ھے:

۴......اللہ ﷻ کے فرمان:﴿ویجزی الذین احسنوا بالحسنی اور نیکی کرنے والوں کو ان کا اچھا صلہ عطا فرمائے (النجم:۳۱)﴾ کے تحت مفسر نے''بالتوحید وغیرہ من الطاعات''جملہ بیان کیا ہے، یہاں سے ہمیں درس ملتا ہے کہ مفسرین جلال کے نزدیک بھی عقیدۂ توحید کے ساتھ اعمال کا ٹھیک ہونا ضروری ہے۔ اگر عقیدہ درست نہ ہو اور فقط اعمال بجالاتے رہیں تو بے کار ، کیونکہ اللہ ﷻ خود فرماتا ہے:﴿قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو ہدیت نہیں دیتا (التوبۃ:۲۴)﴾ معلوم ہوا کہ اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ کرلے، ایمان میں کمی ہوگی تو نجات نہیں ملے گی بلکہ ایسوں کے بارے میں اللہ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:﴿عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ کام کریں مشقت جھیلیں جائیں بھڑکتی آگ میں (الغاشیۃ:۳تا۴)﴾ یعنی اعمال کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی نہ تو اللہ ہی راضی ہوا اور نہ ہی جہنم سے نجات ملی، نہ جنت ملی اور نہ ہی انعام جنت کے حقدار ہوئے۔

اَلَمَمْ کی تعریف اور اس بارے میں تصریحات:

۵......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے (النجم: ۳۲)﴾ ،اللمم کے معنی معصیت کے قریب ہونا مراد ہے اور وہ معصیت شرعی حکم کے اعتبار سے صغیرہ کہلاتی ہے۔ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ پے در پے معصیت کے قریب ہونا۔ (المفردات، ص ٤٥٧)

متذکرہ آیت میں فواحش اور لمم دونوں کا ذکر ہے،فواحش کو کبیرہ گناہ میں اور لمم کو صغیرہ گناہ میں شامل کیا جاتا ہے۔مفسرین کرام نے اس کے بارے میں درج ذیل توجیہات بیان کی ہیں:

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللمة سے مراد یہ ہے کہ زنا کرنے کے بعد توبہ کرے پھر دوبارہ اس کی جانب نہ بڑھے،چوری کرنے کے بعد توبہ کرے اور پھر اس کی جانب نہ بڑھے،شراب پینے کے بعد توبہ کرے اور اس کی جانب نہ بڑھے۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص ۷۹)

(۲)......مراد وہ گناہ ہے جس کا مومن ارادہ تو کرے لیکن اس کو انجام نہ دے۔(۳)......مراد وہ گناہ ہے جس کے کرنے کے بعد مومن نادم ہو جائے جیسا کہ کسی کو جنون طاری ہو اور بعد افاقہ ہونے کے اُسے پشیمانی ہوتی ہے اور اس کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: ﴿والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبهم اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں (ال عمران: ۱۳۵)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۷۰)

(۴)......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابن عباس اور شعبی کے نزدیک اس کے معنی زنا کے علاوہ مراد ہیں۔(۵)......ابن مسعود،ابو سعید خدری اور حذیفہ ومسروق رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ وطی کے علاوہ امور مثلاً غیر عورت کو دیکھنا، ہاتھ سے چھونا یا پکڑنا، پاؤں سے چل کر برائی کی جانب جانا کہ (اعضائے انسانی تو) اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن فرج اس کی تکذیب کرتا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷،ص ۹٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی آدم کے حق میں زنا سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے ،پس وہ درحقیقت پائے گا، چنانچہ آنکھوں کا زنا غیر عورت کو دیکھنا، زبان کا زنا اس کے متعلق کلام کرنا، انسانی نفس زنا کی خواہش کرتا ہے لیکن شرم گاہ اس کی تصدیق وتکذیب کرتی ہے“۔(صحیح البخاری، کتاب القدر،باب وحرم علی قریةاهلکناها،رقم: ٦٦١٢،ص١١٤٣)

فقہائے کرام فرماتے ہیں: اجنبیہ عورت کے چہرے کی طرف اگرچہ نظر جائز ہے، جب کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے،اس زمانے میں ویسے لوگ کہاں جیسے اگلے زمانے میں تھے،لہٰذا اس زمانہ میں اس کو دیکھنے کی ممانعت کی جائے گی مگر گواہ وقاضی کے لئے کہ بوجہ ضرورت ان کے لئے نظر کرنا جائز ہے اور ایک صورت اور بھی ہے کہ اس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس نیت سے دیکھنا جائز ہے کہ حدیث میں آیا ہے: ”جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس کو دیکھ لو کہ یہ بقائے محبت کا ذریعہ ہوگا“۔اسی طرح عورت اس مرد کو جس کے پاس پیغام بھیجا ہے دیکھ سکتی ہے،اگرچہ اندیشہ نہ ہو مگر دیکھنے میں دونوں کی یہی نیت ہو کہ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی النظر والمس، ج۹،ص ٥٣١ وغیرہ)

خود پسندی کی مذمت میں احادیث:

۶......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر سرکش، جوّاظ (مال جمع کرکے رکھ لینے والا، اترا کر چلنے والا یا پھر زیادہ کھانے والا) ،متکبر ،بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے“۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب عتل بعدذلك زنیم، رقم: ٤٩١٨،ص٨٧٣)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”متکبر اور بڑائی چاہنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا“۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: فی حسن الخلق، رقم:٤٨٠١،ص ١٩٠١)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہی مصیبت پہنچتی ہے جو جبارین کو پہنچی تھی''۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب: ما جاء فی الکبر، رقم: ۲۰۰۷، ص ۵۸۹)

☆...... تاجدار رسالت ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم کوئی گناہ نہ کرو تو پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ تم اس سے بڑی چیز یعنی خود پسندی میں مبتلا ہو جاؤ''۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب: الترغیب فی التواضع، ج ۳، رقم: ۴۳، ص ۳۵۸)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور چلنے میں اتراتا ہے، وہ اللہ ﷻ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ ﷻ اس پر غضب فرمائے گا''۔ (المستدرک، کتاب الایمان، باب: من یتعاظم فی نفسه، رقم: ۲۰۱، ج ۱، ص ۸۸)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم سب آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، چاہیے کہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے والی قومیں باز آجائیں، یا پھر وہ اللہ ﷻ کے نزدیک کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہو جائیں گی''۔

(البحر الزخار المعروف مسند البزار، المستظل بن حصین عن حذیفة، رقم: ۲۹۳۸)

اغراض:

ای وکثیرا من الملائکة: میں اس جانب اشارہ ہے ﴿کم﴾ خبریہ بمعنی کثیرا ہے۔ **اما اکرمھم عند اللہ:** جملہ تعجبیہ ہے جو کہ حضرات ملائکہ کی تعظیم اور تشریف کے لئے لایا گیا ہے، اور یہ کہ ان کی شفاعت (بغیر اللہ کے اذن) کے کسی کو کفایت نہ کرے گی۔

ومعلوم انھا لا توجد منھم: اللہ کے فرمان: ﴿ولا یشفعون﴾ کی طرف راجع ہے، اور مقصود دونوں آیات کے مابین توفق ہے یعنی شفاعت کا معاملہ اذن ہونے پر منحصر ہے۔ **بھذا المقول:** یعنی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا مراد ہے۔ **ای عن العلم:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ من بمعنی عن ہے، اور ﴿الحق﴾ بمعنی العلم ہے۔

فیما المطلوب فیه العلم: مراد وہ امر ہے جس کا علم پر اعتماد ہوتا ہے یعنی اعتقادیات، بخلاف عملیات، اور ﴿الظن﴾ سے فقہائے کرام کا فروعی اختلاف مراد ہے، پس حاصل کلام یہ ہے کہ امور اعتقادیہ سے مراد اللہ کی معرفت، اور اس کے رسول کی معرفت اور کتاب اللہ کی معرفت ہے اور اس پر جزم کرنا ضروری ہے اور ﴿الظن﴾ سے مراد امور عملیہ ہیں جیسا کہ فروعیاتِ دین ہوتی ہیں۔

وھذا قبل الامر بالجھاد: مراد یہ ہے کہ مذکورہ آیت: ﴿فاعرض عن من تولی...... الخ﴾ آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

ومنه الضال والمھتدی: ھدایت اور گمراہی کو کیسے آسمان وزمین کے امور کے لئے علت قرار دے دیا گیا جب کہ اللہ کی ذات ثابت ہے؟ میں (علامہ صاوی) کہوں گا کہ یہاں علت محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کا مالک ہے۔

یضل من یشاء: معنی یہ ہے کہ تمام امور کا انجام اللہ کے زیر قدرت ہے، پس اللہ نیکوں کو نیکی اور بدوں کو برائی والے انجام کے ساتھ نوازتا ہے۔ **بذلک:** سے مراد معصیت سے اجتناب کرنا ہے۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۱۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿افرء یت الذی تولی (۳۳)﴾ عَنِ الْاِیْمَانِ اَیْ اِرْتَدَّ لَمَّا عُیِّرَ بِهٖ وَقَالَ اِنِّیْ خَشِیْتُ عِقَابَ اللّٰهِ فَضَمِنَ لَهُ الْمُعِیْرُ اَنْ تَحْمِلَ عَنْهُ عَذَابَ اللّٰهِ اِنْ رَجَعَ اِلَی الشِّرْکَةِ وَاَعْطَاهُ مِنْ مَالِهٖ کَذَا فَرَجَعَ ﴿واعطی قلیلا﴾ مِنَ الْمَالِ الْمُسَمّٰی ﴿واکدی (۳۴)﴾ مَنَعَ الْبَاقِیْ مَاْخُوْذٌ مِنَ الْکُدْیَةِ وَهِیَ اَرْضٌ صَلْبَةٌ کَالصَّخْرَةِ تَمْنَعُ حَافِرَ الْبِئْرِ اِذَا وَصَلَ اِلَیْهَا مِنَ الْحُفْرِ ﴿اعندہ علم الغیب فھو یری (۳۵)﴾ یَعْلَمُ مِنْ جُمْلَتِهٖ اِنْ غَیْرَهٗ یَتَحَمَّلُ عَنْهُ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ لَا وَهُوَ الْوَلِیْدُ بْنُ الْمُغِیْرَةِ اَوْ غَیْرُهٗ وَجُمْلَةُ اَعِنْدَهُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ لِرَاَیْتُ بِمَعْنٰی

اَخْبِرْنِیْ ﴿ام﴾ بَلْ ﴿لم ینبا بما فی صحف موسی (۳۶)﴾ اِسْفَارُ التَّوْرٰىةِ اَوْ صُحُفٍ قَبْلَهَا ﴿و﴾ صُحُفِ ﴿ابرهیم الذی وفی (۳۷)﴾ تَمَّمَ مَا اُمِرَ بِهٖ بِحَقٍّ وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ وَبَيَانُ مَا ﴿الا تزر وازرة وزر اخری (۳۸)﴾ اِلٰى آخِرِهٖ وَاِنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ اَىْ اَنَّهٗ لَا تَحْمِلُ نَفْسٌ ذَنْبَ غَيْرِهَا ﴿وان﴾ اَىْ اَنَّهٗ ﴿لیس للانسان الا ما سعی (۳۹)﴾ مِنْ خَيْرٍ فَلَيْسَ لَهٗ مَنْ سَعْيِ غَيْرِهٖ الْخَيْرُ شَىْءٌ ﴿وان سعیه سوف یری (۴۰)﴾ اَىْ يُبْصَرُهٗ فِى الْاٰخِرَةِ ﴿ثم یجزه الجزاء الاوفی (۴۱)﴾ اَلْاَكْمَلُ يُقَالُ جَزَيْتُهٗ سَعْيَهٗ وَبِسَعْيِهٖ ﴿وان﴾ بِالْفَتْحِ عَطْفًا وَقُرِئَ بِالْكَسْرِ اِسْتِيْنَافًا وَكَذَا مَا بَعْدَهَا فَلَا يَكُوْنُ مَضْمُوْنُ الْجُمَلِ فِى الصُّحُفِ عَلَى الثَّانِىْ ﴿الی ربک المنتهی (۴۲)﴾ اَلْمَرْجِعُ وَالْمَصِيْرُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُجَازِيْهِمْ ﴿وانه هو اضحک﴾ مَنْ شَاءَ اَفْرَحَهٗ ﴿وابکی (۴۳)﴾ مَنْ شَاءَ اَحْزَنَهٗ ﴿وانه هو امات﴾ فِى الدُّنْيَا ﴿واحیا (۴۴)﴾ لِلْبَعْثِ ﴿وانه خلق الزوجین﴾ اَلصِّنْفَيْنِ ﴿الذکر والانثی (۴۵) من نطفة﴾ مَنِيٍّ ﴿اذا تمنی (۴۶)﴾ تُصَبُّ فِى الرَّحِمِ ﴿وان علیه النشاة﴾ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ ﴿الاخری (۴۷)﴾ اَلْخَلْقَةَ الْاُخْرٰى لِلْبَعْثِ بَعْدَ الْخِلْقَةِ الْاُوْلٰى ﴿وانه هو اغنی﴾ اَلنَّاسَ بِالْكِفَايَةِ بِالْاَمْوَالِ ﴿واقنی (۴۸)﴾ اَعْطَى الْمَالَ الْمُتَّخَذَ قِنْيَةً ﴿وانه هو رب الشعری (۴۹)﴾ هِىَ كَوْكَبٌ خَلْفَ الْجَوْزَاءِ كَانَتْ تُعْبَدُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ ﴿وانه اهلک عادا الاولی (۵۰)﴾ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِاِدْغَامِ التَّنْوِيْنِ فِى اللَّامِ وَضَمِّهَا وَبِلَا هَمْزَةٍ وَهِىَ قَوْمُ عَادٍ وَالْاُخْرٰى قَوْمُ صَالِحٍ ﴿وثمودا﴾ بِالصَّرْفِ اِسْمٌ لِلْاَبِ وَبِلَا صَرْفٍ اِسْمٌ لِلْقَبِيْلَةِ وَهُوَ مَعْطُوْفٌ عَلٰى عَادٍ ﴿فما ابقی (۵۱)﴾ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿وقوم نوح من قبل﴾ اَىْ قَبْلَ عَادٍ وَثَمُوْدَ اَهْلَكْنَاهُمْ ﴿انهم کانوا هم اظلم واطغی (۵۲)﴾ مِنْ عَادٍ وَثَمُوْدَ لِطُوْلِ لُبْثِ نُوْحٍ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا وَهُمْ مَعَ عَدَمِ اِيْمَانِهِمْ بِهٖ يُؤْذُوْنَهٗ وَيَضْرِبُوْنَهٗ ﴿والمؤتفکة﴾ وَهِىَ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿اهوی (۵۳)﴾ اَسْقَطَهَا بَعْدَ رَفْعِهَا اِلَى السَّمَاءِ مَقْلُوْبَةً اِلَى الْاَرْضِ بِاَمْرِهٖ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِذٰلِكَ ﴿فغشها﴾ مِنَ الْحِجَارَةِ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴿ما غشی (۵۴)﴾ اَبْهَمَ تَهْوِيْلًا وَفِىْ هُوْدٍ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيْلٍ ﴿فبای الاء ربک﴾ بِاَنْعُمِهٖ الدَّالَّةِ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ ﴿تتماری (۵۵)﴾ تَتَشَكَّكُ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اَوْ تَكْذِبُ ﴿هذا﴾ مُحَمَّدٌ ﷺ ﴿نذیر من النذر الاولی (۵۶)﴾ مِنْ جِنْسِهِمْ اَىْ رَسُوْلٌ كَالرُّسُلِ قَبْلَهٗ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ كَمَا اُرْسِلُوْا اِلٰى اَقْوَامِهِمْ ﴿ازفت الازفة (۵۷)﴾ قَرُبَتِ الْقِيَامَةُ ﴿لیس لها من دون الله﴾ نَفْسٌ ﴿کاشفة (۵۸)﴾ اَىْ لَا يَكْشِفُهَا وَيُظْهِرُهَا اِلَّا هُوَ كَقَوْلِهٖ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ﴿افمن هذا الحدیث﴾ اَىِ الْقُرْاٰنِ ﴿تعجبون (۵۹)﴾ تَكْذِيْبًا ﴿وتضحکون﴾ اِسْتِهْزَاءً ﴿ولا تبکون (۶۰)﴾ لِسَمَاعِ وَعْدِهٖ وَوَعِيْدِهٖ ﴿وانتم سامدون (۶۱)﴾ لَاهُوْنَ غَافِلُوْنَ عَمَّا يُطْلَبُ مِنْكُمْ ﴿فاسجدوا لله﴾ اَلَّذِىْ خَلَقَكُمْ ﴿واعبدوا (۶۲)﴾ وَلَا تَسْجُدُوْا لِلْاَصْنَامِ وَلَا تَعْبُدُوْهَا.

﴿ترجمہ﴾

تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا (ایمان سے، یعنی مرتد......۱...... ہو گیا جب اس کو ایمان لانے پر عار دلایا گیا اس نے کہا کہ ایمان سے پھرنے کی صورت میں مجھے عذاب الٰہی نازل ہونے کا خوف ہے تو عار دلانے والے دو شخصوں نے اسے ضمانت دی کہ اگر وہ دوبارہ شرک کی طرف لوٹ آئے تو وہ اس کی طرف سے اللہ ﷻ کے عذاب کو اپنے اوپر لے لیں گے پھر اس مرتد شخص نے اپنے مال میں سے کچھ ان ضمان اٹھانے والوں کو دیا اور پھر شرک کی طرف پلٹ آیا) اور (مقررہ مال میں سے) کچھ تھوڑا سا دیا اور (باقی مال) روک لیا (اکدی کے معنی منع ہے، ''اکدی'' الکدیة سے ماخوذ ہے، یہ اس سخت زمین کو کہتے ہیں جو چٹان کی طرح ہوتی ہے اور اس زمین پر اونٹ سفر کرنے والے شخص کے اونٹ کے قدموں کے نشان ظاہر نہیں ہوتے) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے (یعنی کیا وہ من جملہ غیوب میں سے یہ جانتا ہے کہ اگر وہ اپنا مذہب بدل لے گا تو دوسرا شخص اس کی طرف سے آخرت کے عذاب کو اپنے سر اٹھا لے گا، نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا اور مرتد ہونے والا یہ شخص ولید بن مغیرہ یا کوئی شخص تھا ''اعندہ...... الخ'' جملہ ''رایت'' فعل کا مفعول ثانی ہے اور رایت بمعنی اخبرنی ہے) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) اسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے (یعنی اسفار تورات یا تورات سے قبل نازل کردہ صحائف میں) اور ابراہیم (کے صحیفوں) میں جو پورے احکام بجا لایا (یعنی اسے جو بھی حکم دیا گیا اسے اس کے جملہ حقوق کے ساتھ اس نے مکمل کر دکھایا، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: اذابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن) اور (مذکور صحائف میں مذکور بات کا ذکر اب ہوتا ہے ﴿الا تزر وازرة وزر اخرى﴾ سے لے کر آخر تک ''الا'' میں ''ان'' مخففة من الثقیلة ہے، اصل میں یوں ہے انه لا تحمل نفس ذنب غیرها یعنی کوئی جان دوسری جان کا گناہ اپنے سر نہ اٹھائیگی......۲......) اور یہ کہ (''ان'' اصل میں انه ہے) آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (جو بھلائی کے بارے میں کوشش، کسی دوسرے نے جو بھلائی کے لیے کوشش کی اس میں اس کے لیے کچھ نہ ہوگا......۳......) اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی (یعنی وہ خود اسے آخرت میں دیکھے گا) پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا (الاوفی بمعنی الاکمل ہے، کہا جاتا ہے جزیته سعیه وبسیعه) اور یہ کہ (''ان'' ھو عطف کی وجہ سے مفتوح اور استیناف کی وجہ سے مکسور پڑھا گیا ہے اور یونہی اس کے مابعد والے ''ان'' کا معاملہ ہے تو دوسری تقدیر پر ان مذکورہ جملوں کا معمول سابقہ صحیفوں میں نہ ہوگا) بیشک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے (مرنے کے بعد تو انہیں ان کے کئے کا بدلہ دے گا، المنتهی بمعنی المرجع المصیر ہے) اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا ہے (جسے چاہے خوش کر دیتا ہے) اور رلاتا ہے (جسے چاہے غمزدہ کر دیتا ہے......۴......) اور یہ کہ وہی ہے جس نے (دنیا میں) مارا اور (مرنے کے بعد حساب کتاب کرنے کے لیے) جلایا اور یہ کہ اسی نے دو قسمیں بنائی (زوجین بمعنی صنفین ہے) نر اور مادہ نطفہ جب ڈالا جائے (رحم میں تمنی بمعنی تصب ہے) اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اٹھانا (''النشاۃ'' کو مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی پہلی خلقت کے بعد حساب کتاب کے لیے دوسری بار پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے) اور یہ کہ اسی نے غنا دی (لوگوں کو بقدر کفایت مال عطا فرما کر) اور اسی نے مال دیا (یعنی مال عطا فرمایا جسے ذخیرہ کیا جاتا ہے) اور یہ کہ وہی ہے ستارہ شعری کا رب (''شعری''......۵...... ایک ستارے کا نام ہے جو جوزاء کے پیچھے ہوتا ہے زمانہ جاہلیت میں اس ستارے کو بھی پوجا جاتا تھا) اور یہ کسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا (پہلی عاد حضرت ھود علیہ السلام کی قوم ہے، اور دوسری عاد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے، ایک قرائت میں ''عاد'' کی دال کو ادغام ''الاولی'' کے لام میں کیا گیا ہے، اور لام کو بغیر ہمزہ کے مضمومہ پڑھا گیا ہے) اور ثمود کو (ثمود منصرف ہے کہ یہ ان کے قبیلے کے جد امجد کا نام ہے یا پھر یہ غیر منصرف ہے قبیلہ کا نام ہے اس کا عطف ''عاد'' پر ہے) تو باقی نہ چھوڑا (ان میں سے کسی کو) اور ان سے پہلے (یعنی عاد و ثمود سے پہلے) نوح کی قوم کو (ہم نے ہلاک کر دیا) بیشک وہ (عاد اور ثمود) زیادہ ظالم اور زیادہ سرکش تھے (کہ حضرت نوح علیہ السلام ان میں طویل عرصے ساڑھے نو سو سال رہے اس کے باوجود ایمان لانا تو درکنار وہ حضرت نوح علیہ السلام کو

اذیت پہنچاتے رہے اور آپ علیہ السلام کو العیاذ باللہ مارتے تھے) اور اس نے الٹنے والی بستی (اس بستی سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی ہے) کو نیچے گرایا (یعنی اسے آسمان کی طرف بلند کر کے اسے الٹا کر کے نیچے گرادیا زمین کی طرف، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے حکم سے یہ کام سرانجام دیا) تو اسے ڈھانپ لیا (اس کے بعد پتھروں نے) جس نے اسے ڈھانپ لیا (یہاں جس چیز نے اس بستی کو ڈھانپ لیا تھا اس میں مبہم لوگوں کو خوف دلانا مقصود ہے، سورہ ھود میں اس طرح کا ذکر یوں ہے ﴿جعلنا عالیها سافلها وامطرنا علیها حجارة من سجیل﴾) تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں (یعنی اللہ عزوجل کی وہ نعمتیں جو اس کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرتیں ہیں، اے انسان) تو ان میں شک کررہا ہے ("تتماری" کا معنی شک کرنا، یا جھٹلانا ہے) یہ (یعنی حضرت محمد ﷺ) ایک ڈرسنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں میں سے (یعنی ان کی جنس ہے یعنی یہ بھی ایک رسول پچھلے رسولوں کی طرح ہیں، انہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہے جیسا کہ پچھلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا گیا) پاس آئی پاس آنے والی (یعنی قیامت، ازفت بمعنی قربت ہے) اللہ کے سوا اس کو کھولنے والی (جان) کوئی نہیں (یعنی اسے اللہ عزوجل ہی کھولے گا اور وہی اسے ظاہر فرمائے گا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے ﴿لا یجلیها لوقتها الا هو﴾) تو کیا اس بات سے (یعنی قرآن پاک سے) تم تعجب کرتے ہو (اسے جھٹلاتے ہوئے) اور (اس کا استہزاء کرتے) ہنستے ہو اور (اس کے وعدہ اور وعید کو سنکر) روتے نہیں......٦......اور تم کھیل میں پڑے ہو (جو چیز تم سے طلب کی جارہی ہے تم اس سے غفلت میں ہو) تو اللہ کے لیے سجدہ کرو (جس نے تمہیں پیدا کیا ہے) اور اس کی بندگی کرو (نہ تو تم بتوں کو سجدہ کرو اور نہ ان کی عبادت کرو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿افرءیت الذی تولی واعطی قلیلا واکدی عنده علم الغیب فهو یری﴾

همزه: حرف استفہام، رایت: فعل بافاعل، الذی: موصول، تولی: جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعطی قلیلا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اکدی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مفعول اول، همزه: حرف استفہام، عنده: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، علم الغیب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، هو یری: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام لم ینبا بما فی صحف موسی وابرهیم الذی وفی الا تزروازرة وزر اخری﴾

ام: منقطعہ بمعنی بل، لم ینبا: فعل نفی بانائب الفاعل، ب: جار، ما: موصول، فی: جار، صحف: مضاف، موسی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابرهیم: موصوف، الذی وفی: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صلہ، ملکر مبدل منہ، ان مخففہ باضمیر شان ضمیر محذوف اسم، الا تزروازرة وزر اخری: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یری﴾

و: عاطفہ، ان مخففہ باضمیر شان محذوف ضمیر اسم، لیس للانسان: فعل ناقص وظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، ما سعی: موصول صلہ، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "الا تزر" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، ان سعیه: حرف مشبہ واسم، سوف یری: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم یجزه الجزاء الاوفی وان الی ربک المنتهی﴾

ثم: عاطفہ، یجزه: فعل بانائب الفاعل ومفعول ثانی، الجزاء الاوفی: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان: حرف

مشبہ، الی ربک :ظرف مستقر خبر مقدم، المنتهى: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "الا تزر وازرة" پر معطوف ہے۔

﴿وانه هو اضحک وابکی وانه هو امات واحیا وانه خلق الزوجین الذکر والانثی من نطفة اذا تمنی﴾

و: عاطفہ، انہ : حرف مشبہ واسم، هو: ضمیر فعل، اضحک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابکی: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "الا تزر" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، انہ حرف مشبہ واسم، هو: ضمیر فعل، امات واحیا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ومعطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، خلق: فعل بافاعل، الزوجین: مبدل منہ، الذکر: معطوف علیہ، و الانثی :معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، من نطفة: ظرف لغو، اذا تمنی: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان علیه النشاة الاخری وانه هو اغنی واقنی وانه هو رب الشعری﴾

و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، علیہ :ظرف مستقر خبر مقدم، النشاة الاخری: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "الا تزر" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، انہ حرف مشبہ واسم، هو: ضمیر فعل، اغنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقنی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انہ حرف مشبہ واسم، هو: ضمیر فعل، رب الشعری: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانه اهلک عادا الاولی وثمودا فما ابقی وقوم نوح من قبل﴾

و: عاطفہ، انہ حرف مشبہ واسم، اهلک: فعل بافاعل، عادا: موصوف، الأولی: صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثمود: معطوف اول، و: عاطفہ، قوم نوح: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ماابقی: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انهم کانوا هم اظلم واطغی والموتفکة اهوی﴾

انهم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، هم: ضمیر فعل، اظلم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطغی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الموتفکة: مفعول مقدم، اهوی: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فغشها ما غشی فبای الاء ربک تتمازی﴾

ف: عاطفہ، غشها: فعل ومفعول، ما غشی: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، ب: جار، ای: مضاف، الاء ربک: مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، تتماری: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان عرفت هذا کله" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿هذا نذیر من النذر الاولی ازفت الازفة لیس لها من دون الله کاشفة﴾

هذا: مبتدا، نذیر: موصوف، من: جار، النذر الاولی: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ازفت: فعل، الازفة: ذوالحال، لیس: فعل ناقص، لها: ظرف مستقر خبر مقدم، من دون الله: ظرف مستقر حال مقدم، کاشفة: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افمن هذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون فاسجدوا لله واعبدوا﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: مستانفہ، من هذا الحدیث: ظرف لغو مقدم، تعجبون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، تضحکون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تبکون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، انتم: مبتدا، سامدون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ف: فصیحیہ، اسجدوا لله: جملہ فعلیہ معطوف

علیہ ،و :عاطفہ ،اعبدوا :جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر شرط محذوف "ان تدبرتم ھذا کلہ" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......افرء یت الذین تولی......☆یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم کے دین کا اتباع کیا تھا مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تو نے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا اس نے کہا میں نے اللہ کے خوف سے ایسا کیا تو عار دلانے والے کافر نے کہا اگر تو شرک کی طرف لوٹ کر آئے اور اس قدر مال مجھ کو دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اس پر ولید اسلام سے منحرف و مرتد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا اور جس شخص سے مال دینا ٹھہرا تھا اس نے تھوڑا سا دیا اور باقی سے منع کر دیا۔

☆......واعطی قلیلا واکدی......☆یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے حق مین نازل ہوئی وہ اکثر امور میں نبی کریم ﷺ کی تائید و موافقت کیا کرتا تھا اور یہ بھی کہا گیا تھا یہ آیت ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی کہ اس نے کہا تھا اللہ کی قسم محمد ﷺ ہمیں بہترین اخلاق کا حکم فرماتے ہیں اس تقدیر پر یہ معنی ہیں کہ تھوڑا سا اقرار کیا اور حق لازم میں سے قدرے قلیل ادا کیا اور باقی سے باز رہا یعنی ایمان نہ لایا۔

☆......وان علیہ النشاۃ الاخری......☆یعنی عمل یہ مراد ہے کہ اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے یہ مضمون بھی صحف ابراہیم وموسی کا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان ہی امتوں کے لئے خاص تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حکم ہماری شریعت میں آیت ﴿الحقنا بھم ذریتھم﴾ سے منسوخ ہو گیا حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ میری ماں کی وفات ہو گئی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں کیا نافع ہوگا فرمایا ہاں۔ مسائل اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ میت کو صدقات وطاعات سے جو ثواب پہنچایا جاتا ہے اور اس پر علماء امت کا اجماع ہے اور اسی لئے مسلمانوں میں معمول ہے کہ وہ اپنے اموات کو فاتحہ سوم چہلم برسی عرس وغیرہ طاعات وصدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مرتد کے احکام:

۱......لغوی اعتبار سے مرتد سے مراد مطلق رجوع کرنے والا ہے اور شرعی اعتبار سے مرتد کے معنی دین اسلام سے رجوع کرنے والا ہے اور اس کا رکن یہ ہے کہ زبان پر ایمان لانے کے بعد کلمۂ کفر جاری کرنا ہے، اور ایمان سے مراد محمد ﷺ کی ان تمام معاملات میں تصدیق کرنا ہے جو وہ اللہ رب العالمین ﷻ کی طرف سے لائے ہیں۔ (الدر المختار ،کتاب الجھاد ،باب المرتد ،ج ۶،ص ۳۵۴)

ارتداد کی شرائط:

مرتد ہونے کی شرائط یہ ہیں (۱)......عقل ،ناسمجھ بچے اور پاگل سے ایسی بات نکلی تو کفر کا حکم نہ ہوگا۔(۲)......ہوش ،اگر حالت نشہ میں کفر بکا تو کفر نہ ہوگا۔(۳)......اختیار ،اکراہ اور مجبوری کی صورت میں حکم کفر نہیں ہوگا مطلب یہ ہے کہ جان جانے ،کوئی عضو تلف ہونے یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو اس صورت میں شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ ظالم کے حکم کے مطابق زبان سے کفر کہہ دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن رہے، ایسی حالت میں بھی کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

☆......جو شخص بطور تمسخر اور مذاق کے کفر کرے گا وہ بھی مرتد ہے اگر چہ یہ کہے کہ اس بات کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

☆......مستحب یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے حاکم اسلام اس پر دعوت اسلام پیش کرے اور اگر کوئی شبہ ظاہر کرے تو حاکم وقت اس

کا شبہ دور کرے اور مہلت مانگنے پر تین دن قید میں رکھے اور ہر روز اس پر اسلام پیش کرے اور مہلت نہ مانگنے پر تین دن قید میں رکھا جائے اور ہر روز اس پر اسلام پیش کیا جائے ہوسکتا ہے کہ اسلام قبول کرلے پھر اگر اسلام قبول کرلے فبہا اور منکر ہی رہے تو اب قتل کردیا جائے بغیر اسلام پیش کئے قتل کرنا مکروہ ہے۔ (الدر المختار ، کتاب الجهاد ،باب المرتد ،ج ٦،ص ٣٥٦،٣٥٩)

☆......جو شخص بعض انبیاء کو ماننے اور بعض کا انکار کرے یا انبیاء ومرسلین کے طور طریقوں سے راضی نہ ہو وہ کافر ہے۔ اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حضرات انبیاء کرام کی طرف فحاشی کو منسوب کرے جیسا کہ انکے بارے میں معاذ اللہ عزوجل زنا کا گمان کرے یا اس قسم کی کوئی اور بات جیسا کہ فرقۂ حشویہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں گمان کیا تھا، فرمایا کہ ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے حضرات انبیاء کرام کی طرف گالی کو منسوب کیا اور انکے مقام ومرتبہ میں کمی چاہی، ابوذر فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہر معصیت کفر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ حضرات انبیاء کرام نے نافرمانی کی تو ایسا کہنے والا شخص کافر ہے کیونکہ اس نے گالی دی، اور جو یہ کہے کہ انہوں نے حالت نبوت میں کفر نہ کیا اور نہ ہی کفر کو قبول کیا تو یہ بھی کفر ہے کہ اسطرح اس نے نصوص کا انکار کیا۔

(الهندية، كتاب السير، باب في احكام المرتدين ،ج ٢،ص ٢٨٥)

☆......اگر کوئی شخص اپنے ارتداد سے انکار کرے تو یہ انکار بمنزلہ توبہ ہے چہ جائے کہ گواہان عادل سے اسکا ارتداد ثابت بھی ہوتا ہو مطلب یہ کہ اس صورت میں یہ کہا جائیگا کہ ارتداد تو کیا تھا مگر اب توبہ کرلی اس صورت میں قتل نہ کیا جائیگا اور باقی احکام ارتداد والے جاری ہونگے مثلاً اسکی عورت نکاح سے نکل جائے گی، سابقہ اعمال صالحہ برباد ہوجائیں گے اسکا وقف باطل ہوجائے گا، عورت بائنہ ہوجائے گی اور حج کی استطاعت رکھنے پر پھر سے حج فرض ہوگا سابقہ حج بیکار گیا۔ (الدر المختار ، کتاب الجهاد ،باب المرتد ،ج ٦،ص ٣٧٠)

☆......مرتد کا نکاح بھی بالاتفاق باطل ہے اسکے لئے جائز نہیں کہ کسی بھی عورت سے نکاح کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا مرتدہ یا ذمیہ یا آزاد یا مملوکہ ہو، اسی طرح مرتد کا ذبیحہ بھی حرام ہے اور اسکا شکار بھی چہ جائے کہ کتا یا باز یا تیر سے شکار کرے (اگرچہ بسم اللہ پڑھے

☆......جو شخص اپنے ایمان میں شک کرے اور کہے انا انشاء اللہ مومن تو ایسا شخص کافر ہے ہاں یہ کہے کہ معلوم نہیں وقت رخصت میں مومن ہونگا یا نہیں، ایسا کہنے والا شخص کافر نہ ہوگا۔

☆......قرآن کی آیتوں کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا یا اسے عیب دار بیان کرنا کفر ہے اور ایسا کرنے والا شخص کافر ہے۔

☆......جو شخص عالم سے بغیر کسی وجہ ظاہر کے بغض رکھے، ایسے شخص پر کفر کا خوف ہے اور اس بات میں بھی کفر کا خوف ہے کہ عالم یا فقیہ کو بغیر کسی وجہ کے گالی دے۔

☆......جو شخص قیامت، جنت، دوزخ، میزان، پل صراط، اعمال نامے اور بعث بعد الموت کا انکار کرے ایسا شخص کافر ہے۔

(الهندية، كتاب السير ،باب المرتدين ،ج ٢،ص ٢٧٨، ٢٨٠، ٢٨٨، ٢٩١، ٢٩٤)

کسی کا بوجھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کا بیان:

۲......امام بغوی کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آمد سے پہلے ایک آدمی کو دوسرے کسی کے جرم کے بدلے میں دھر لیا جاتا تھا، ایک شخص اپنے باپ، بھائی، بیوی اور غلام کے بدلے میں سزا پاتا اور قتل کردیا جاتا تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے اس سے لوگوں کو روکا اور انہیں اللہ عزوجل کی جانب سے احکامات پہنچائے کہ کوئی جان کسی اور کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ میں (قاضی ثناء اللہ) کہتا ہوں کہ ایسا نہیں بلکہ یہ حال دور جاہلیت کے لوگوں کا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اس قسم کا کوئی حکم شرعی نہیں تھا۔ ہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل اوس وخزرج میں یہ سلسلہ جاری تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے معزز اور

مالدار ہوتا تو وہ معزز قبیلہ کی عورت کے بدلے دوسرے قبیلے کے مرد، غلام کے بدلے میں آزاد اور ایک مرد کے بدلے میں دوسرے مرد کو قتل کر دیتے، غلام کو غلام کے بدلے میں اور عورت کو عورت کے بدلے میں قتل کر دیا جاتا۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۰۰)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو کسی ظلم کی وجہ سے قتل کیا جائے گا قیامت کے دن اس کے خون کے عذاب میں سے ایک حصہ حضرت آدم کے پہلے بیٹے قابیل کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کی بنیاد رکھی''۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم و ذریته، رقم: ۳۳۳۵، ص ۵۵٤)

لیس للانسان الا ما سعی کے تحت ایصال ثواب کا ثبوت:

سے......حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ متذکرہ بالا آیت ایک اور آیت: ﴿والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی (الطور:۲۱)﴾ سے منسوخ ہے، اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے والد کے میزان عمل کے وقت آئے گا اور اللہ عزوجل بیٹے کی وجہ سے باپ کو اور باپ کی وجہ سے بیٹے کی شفاعت کرے گا۔ اور اس کی دلیل اس آیت: ﴿اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا (النساء:۱۱)﴾۔ اکثر اہل تاویل اس جانب گئے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت محکم ہے اور کسی کے عمل کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے گا، اور اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے بدلے نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور میت کی جانب سے روزے، حج اور صدقات کی فرضیت نہیں ہوسکتی مگر یہ کہ کسی نے حج کی ادائیگی کی وصیت کی ہو اور پھر انتقال کر گیا تو اس کی جانب سے حج ادا کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک نفلی حج میت کی جانب سے کیا جاسکتا ہے۔ بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی جانب سے اعتکاف کیا اور غلام آزاد کیا۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۰۱)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے تھا، اور جہاں تک اس اُمت کا تعلق ہے تو انسان دوسرے کی کاوش کا بھی نفع اٹھاتا ہے، جس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلیل بنتی ہے کہ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں کچھ نفلی صدقہ کروں تو انہیں فائدہ ہوگا؟ سید عالم ﷺ نے جواب دیا: ''ہاں''۔ ربیع کہتے ہیں کہ متذکرہ بالا آیت میں الانسان سے مراد کافر ہے، اور جہاں تک مومن کا سوال ہے تو وہ اپنی اور دوسروں کی کوششوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ: ﴿والذین امنوا واتبعتھم......الخ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی (الطور:۲۱)﴾ ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۹٤)

☆......حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا: میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ تو آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جی ہاں''، انہوں نے پوچھا کونسا صدقہ افضل ہے؟، فرمایا: ''پانی کا صدقہ''۔ (ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، فی فضل سقی الماء، رقم: ۱۶۷۹، ص ۳۱۵)

☆......حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو وہ اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے، بعد میں سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ جس وقت میری ماں کا انتقال ہوا میں موجود نہیں تھا، کیا میں ان کی جانب سے کچھ صدقہ کروں تو اس کا ثواب انہیں ملے گا؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ گواہ رہیں کہ میں نے

اپنا مخراف نامی کھجوروں کا باغ صدقہ کردیا"۔(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الاشهاد فی الوقف والصدقة، رقم: ۲۷٦۲، ص۴۵۷)

☆......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میری بہن نے حج ادا کرنے کی نذر (منت) مانی تھی اور اس کا انتقال ہوگیا ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے"؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اللہ عزوجل کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من مات علیه نذر، رقم:٦٦٩٩، ص١١٥٦)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک سینگھوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو آپ کی خدمت میں لایا گیا، پھر فرمایا: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! چھری لاؤ، پھر فرمایا: "اس چھری کو پتھر سے تیز کرو، انہوں نے اُس چھری کی دھار تیز کی، پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا، پھر اس کو ذبح کرنے لگے، پھر یہ دعا کی: "بسم اللہ! اے اللہ عزوجل! اس کو محمد اور آلِ محمد اور امتِ محمد کی جانب سے قبول فرما"، پھر اس کو قربان کردیا۔(صحیح مسلم، رقم: کتاب الاضاحی، باب استحباب الضحیة و ذبحها مباشرة (۳۹۸۴)/۱۹٦۷، ص۹۹۲، سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا، رقم: ۲۷۹۲، ص۵۲۸)

اللہ عزوجل کے ہنسانے اور رلانے کا مطلب:

۴......اس موضوع کے حوالے سے چند مسائل ہیں: (۱)......اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وان الی ربک المنتهی اور یہ کہ تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے (النجم:۴۲)﴾ میں اللہ عزوجل کی وحدانیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس قسم کی آیات سے مختلف مسائل کے حوالے سے اللہ عزوجل کی قدرت کا ثبوت ملتا ہے، فلاسفہ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی جانب بالآخر رجوع ہونا ہے! اور وہ ایک ہے لیکن وہ موجب مانتے ہیں قادر نہیں مانتے، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل وہ ہے جو ضدین ہنسی و رونا، زندگی و موت، مرد و عورت کو ایک ہی مادہ (منی) سے پیدا کرتا ہے، اور یہ سارے امور وہی انجام دے سکتا ہے جو قادر مطلق ہو اور اس بات سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا، اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وان الی ربک المنتهی اور یہ کہ تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے (النجم:۴۲)﴾ معاد کے بیان کے لئے لایا گیا ہے، اور اس میں اللہ عزوجل کے اس امر کی جانب اشارہ ہے جو وہ ہنسانے اور رلانے کے اعتبار سے مخلوق میں کرتا ہے اور یونہی اللہ اُخروی معاملہ فرمائے گا۔(۲)......اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں دینا، لینا، روکنا، ممنوع وغیرہ امور ہیں۔(۳)......ان دونوں اوصاف کو مذکر و مؤنث کے ساتھ خاص کردیا گیا ہے کیونکہ انسان ہی ہنستا اور روتا ہے اور اس ہنسی اور رونے کا سبب بھی ہوا کرتا ہے۔ اور ان سب امور کا موجد حقیقی اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے لہٰذا ان کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب کردی گئی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مبہوت ہوجاتا ہے اور ہنسی کی بات پر بھی نہیں ہنستا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد خوش ہونے کی قوت ہے، اور انسان کبھی بہت زیادہ خوش ہوتا ہے لیکن ہنستا نہیں، اور کبھی انتہاء درجے کے غم کے باوجود بھی دوسروں کے سامنے ہنستا ہے، اور اسی طرح رونے کا معاملہ بھی ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ انسانی طبیعتوں کے تقاضے مختلف ہوا کرتے ہیں اور انسان انہی تقاضوں کے اعتبار سے امور انجام دیتا رہتا ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۷۹)

شعری ستارے کے بارے میں تحقیق:

۵......اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وانه هو رب الشعری اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے (النجم:۴۹)﴾ میں کسی قوم کے فساد کی جانب اشارہ ہے، اور اسی بناء پر بعض لوگ اس جانب گئے ہیں کہ فقر و غناء انسان کے اپنے کسب سے ہوتا ہے اور انسان کی اپنی کوشش سے انسان مال حاصل کرتا ہے، اور جو کوئی سُستی کرتا ہے وہ فقر میں جا پڑتا ہے اور بعض اس جانب بھی گئے ہیں کہ امیری و غریبی

قسمت کا کھیل ہے، بعض کے نزدیک تقسیم رزق ستاروں کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان: ﴿ھو اغنی و اقنی اور یہ کہ اسی نے غنی اور قناعت دی (النجم:۴۸)﴾ ہے، اور (ہم یہ کہتے ہیں) کہ نجوم کو تقسیم رزق کا ٹھیکے دار بنانا غلط ہے کیونکہ اللہ عزوجل ان ستاروں کا بھی رب عزوجل ہے جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ﴿وانہ ھو رب الشعری اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے﴾ اور اس آیت میں ھو اور رب میں فصل تاکید کی وجہ سے ہے یعنی اصل عبارت یوں بھی سمجھی جاسکتی ہے: ﴿ھو رب الشعری اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے﴾ جیسا کہ امام رازی نے بیان کیا ہے، اور شعری چمکنے والا ستارہ ہے، اور دو قسم کے شعری ستارے ہیں جن میں سے ایک شامیہ اور دوسرا یمانیہ، اور ظاہر یہی ہے کہ یہاں یمانیہ مراد ہے کیونکہ لوگ اسی کی پوجا کرتے تھے، اسی لئے آگے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وانہ اھلک عاد الاولی اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا (النجم:۵۰)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۲۸۳)

☆......مجاہد کہتے ہیں کہ شعری ستارے سے مراد وہ ستارہ ہے جو جوزاء نامی ستارے سے پیچھے ہوا کرتا ہے، لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔ مجاہد ہی سے منقول ہے کہ جاہلیت کے دور میں لوگ اس ستارے کی پوجا کیا کرتے تھے۔

☆......قتادہ کہتے ہیں: ﴿وانہ ھو رب الشعری اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے﴾ سے مراد وہ ستارہ ہے جس کی لوگ زمانہ جاہلیت میں پوجا کیا کرتے تھے۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۹۰ وغیرہ)

وعیدات کو سن کر توبہ کرنے والوں کا حال:

۱......جہینہ قبیلے کی ایک عورت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور وہ زنا کی وجہ سے حاملہ بھی تھی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایسا جرم کیا ہے کہ جس پر حد ہے، لہذا مجھ پر حد نافذ کیجئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلوا کر فرمایا: ”اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جب وضع حمل ہو جائے تو اُسے میرے پاس لے آنا، پس ایسا ہی کیا گیا۔ حکم فرمایا: تو اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اُسے رَجم کر دیا گیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ کے ستر لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو جائے اور کیا تم نے اس سے افضل کسی کو پایا ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کے لئے اپنی جان قربان کی ہو“۔ (صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسه بالزنی، رقم: (۴۳۲۴)/۱۶۹۶، ص ۸۵۴)

☆...... امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے سنا، اگر میں نے ایک دو دفعہ یہاں تک کہ سات مرتبہ بھی سنا ہوتا تو (بیان نہ کرتا) لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے، میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”بنی اسرائیل میں کِفل نامی ایک شخص رہتا تھا جو کسی گناہ سے نہیں بچتا تھا، اس کے پاس ایک مجبور عورت آئی تو اس نے اُسے ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے گا، پس جب وہ اس سے بدکاری کرنے کے لئے بیٹھا تو وہ عورت کانپنے لگی، اس نے پوچھا: ”تجھے کس چیز نے رُلایا ہے؟ کیا میں نے تجھے مجبور کیا؟ تو عورت نے جواب دیا: ”ایسی بات نہیں، لیکن میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا بلکہ مجھے صرف حاجت نے اس پر مجبور کیا ہے“، اس شخص نے کہا: تجھے یہ کام کرنا پڑ رہا ہے حالانکہ تو نے پہلے کبھی یہ کام نہیں کیا، چلی جا اور یہ دینار بھی تیرے ہیں۔ پس وہ اسی رات مر گیا اور صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: ”بیشک اللہ عزوجل نے کِفل کو بخش دیا“۔ (جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب: (۴۸/۱۱۳)، رقم: ۲۵۰۴، ص ۷۲۰)

اغراض:

ای ارتد: یعنی بالفعل اسلام قبول کرنا مراد ہے، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسلام کے قریب تو

ضرور ہوئے لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ وھو الولید بن المغیرۃ: مقاتل اور اکثر کے قول کے مطابق یہی مراد ہے۔

او غیرہ: یعنی عاص بن وائل السہمی یا ابوجہل۔

تمم ما امر بہ: مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تبلیغ رسالت کرنا ہے، اور مہمانوں کی تواضع کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کے ساتھ کھانا کھانا، روزے کی نیت کرنا، آگ میں ڈالے جانے پر صبر کرنا اور اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنا۔

ای یبصر فی الآخرۃ: یعنی عمل اچھی صورت میں پیش کیا جائے گا جب کہ عمل اچھا کیا ہوگا، اور اگر بُرا عمل ہوگا تو وہ بُری صورت میں پیش کیا جائے گا، پس اس آیت میں مومنین کے لئے سرور اور کافروں کے لئے غم کی نوید ہے۔

افرحہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد حقیقی معنوں میں ہنسنا ہے، اسی طرح رونا بھی، ھی قوم ھود: جسے عاد اولی کہا گیا ہے، اور یہ زمانے کے اعتبار سے قوم صالح سے مقدم ہے جسے قوم ثمود کہتے ہیں۔ پہلی قوم سخت سرد ہواؤں کی وجہ سے اور دوسری قوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چنگھاڑ کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔

یؤذونہ ویضربونہ: حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: "اے میرے رب مجھے بخش دے کہ میری قوم مجھے نہیں جانتی"۔

ایھا الانسان: مطلق انسان مراد ہیں، یا ولید بن مغیرہ، یہ خطاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا اس سے مراد کوئی اور ہے۔ قربت القیامۃ: یعنی قریب میں واقع ہونا مراد ہے، اور قیامت فی نفسہا قریب ہی ہے جس دن سے دنیا بنی ہے کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اعتبار سے بھی قریب ہی ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادی ہیں۔

(الصاوی، ج۶، ص۱۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ القمر مکیۃ الا "سیھزم الجمع" وھی خمس وخمسون آیۃ

(سورۃ القمر مکیہ ہے سوائے آیت "سیھزم الجمع" کے، اس سورۂ مبارکہ کی کل پچپن آیات ہیں)

تعارف سورۃ القمر

یہ سورت مکی ہے اوراس میں تین رکوع، پچپن آیتیں، تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے۔ مقاتل نے درج ذیل آیات کے متعلق کہا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں ﴿ام یقولون نحن جمیع منتصر......الخ(القمر:٤٤تا٤٦)﴾۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ منٰی کی وادی میں تھے یہاں تک کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اُسے پہاڑ کے پیچھے سے بھی ملاحظہ کیا، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم اس پر گواہ ہوجاؤ"۔(الطبری، الجزء:٢٧، ص ٩٩)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے دور میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا، نبی ﷺ نے فرمایا: "تم گواہ ہوجاؤ"۔(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ای یریھم، رقم:٣٦٣٦، ص ٦١٠)۔ کفار آئے روز ایسے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے جن کو دیکھنے کے بعد کوئی سلیم الطبع انسان حضور ﷺ کی رسالت کا انکار نہیں کرسکتا تھا لیکن یہ بد بخت جادوگر کہہ کر ٹال دیتے تھے آخر کار ایک رات ان کی فرمائش پر شق القمر کا معجزہ دکھایا گیا مکہ کے سارے باشندے میدان منٰی میں حاضر تھے، آسمان پر چاند چمک رہا تھا حضور ﷺ نے اپنی انگشت مبارکہ سے اشارہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کی اس جانب چلا گیا پھر اچانک جڑ گیا۔ کفار یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے کیونکہ اب ان کے پاس حضور ﷺ کی نبوت کے انکار کا کوئی عذر باقی نہ بچا تھا اتنے میں ابوجہل آپہنچا کہنے لگا کتنا بڑا جادوگر ہے کہ اس کا جادو آسمان پر بھی اثر کرتا ہے۔ ان کا اس طرح انکار حقیقت تو مسخ نہیں کرسکتا آخر انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا کہ اتنا بڑا کرہ ان کی زمین سے کئی گنا بڑا ہے پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا اگر یہ کرہ پھٹ سکتا ہے تو دوسرے کرے کیوں نہیں پھٹ سکتے لیکن وہ اپنی نفس کی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ قیامت نہ آئے ان بدبختوں کو اس وقت ہوش آئے گا جب فرشتے ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گھسیٹ کر لے جائیں گے۔

رکوع نمبر:٨

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اقتربت الساعة﴾قَرُبَتِ الْقِيَامَةُ﴿وانشق القمر(١)﴾اِنْفَلَقَ فَلْقَتَيْنِ عَلٰى اَبِىْ قُبَيْسٍ وَقُعَيْقَعَانِ آيَةً لَهٗ ﷺ وَقَدْ سَئَلَهَا فَقَالَ اَشْهَدُوْا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ﴿وان يروا﴾اَىْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ﴿اية﴾مُعْجِزَةً لَّهٗ ﷺ كَانْشِقَاقِ الْقَمَرِ﴿يعرضوا ويقولوا﴾هٰذَا﴿سحر مستمر(٢)﴾قَوِىٌّ مِنَ الْمِرَّةِ الْقُوَّةِ اَوْ دَائِمٌ﴿وكذبوا﴾النَّبِىَّ ﷺ﴿واتبعوا اهواء هم﴾فِى الْبَاطِلِ﴿وكل امر﴾مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ﴿مستقر(٣)﴾بِاَهْلِهٖ فِى الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ﴿ولقد جاء هم من الانباء﴾اَخْبَارِ هَلَاكِ الْاُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ رُسُلَهِمْ﴿مافيه مزدجر(٤)﴾لَهُمْ اِسْمُ مَصْدَرٍ اَوْ اِسْمُ مَكَانٍ وَالدَّالُ بَدَلٌ مِنْ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ وَازْدَجَرْتُهٗ نَهَيْتُهٗ بِغِلْظَةٍ وَمَا مَوْصُوْلَةٌ اَوْ مَوْصُوْفَةٌ﴿حكمة﴾خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مَحْذُوْفٍ اَوْ بَدَلٌ مِنْ مَا اَوْمِنْ مُزْدَجِرٍ﴿بالغة﴾تَامَّةٌ﴿فما تغن﴾تَنْفَعُ فِيْهِمْ﴿النذر(٥)﴾جَمْعُ نَذِيْرٍ بِمَعْنٰى مُنْذِرٍ اَىِ الْاُمُوْرُ الْمُنْذِرَةُ لَهُمْ وَمَا

لِلنَّفْيِ اَوْ لِلْاِسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِيْ وَهِيَ عَلَى الثَّانِيْ مَفْعُوْلٌ مُقَدَّمٌ ﴿فتول عنهم﴾ هُوَ فَائِدَةٌ مَا قَبْلَهٗ وَبِهٖ تَمَّ الْكَلَامُ ﴿يوم يدع الداع﴾ هُوَ اِسْرَافِيْلُ وَنَاصِبُ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ بَعْدُ ﴿الى شيء نكر (۶)﴾ بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُوْنِهَا اَيْ مُنْكَرٍ تُنْكِرُهُ النُّفُوْسُ لِشِدَّتِهٖ وَهُوَ الْحِسَابُ ﴿خشعا﴾ ذَلِيْلًا وَفِيْ قِرَاءَةٍ خُشَّعًا بِضَمِّ الْخَاءِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ مُشَدَّدَةً ﴿ابصارهم﴾ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ ﴿يخرجون﴾ اَيِ النَّاسُ ﴿من الاجداث﴾ اَلْقُبُوْرِ ﴿كانهم جراد منتشر (۷)﴾ لَا يَدْرُوْنَ اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ مِنَ الْخَوْفِ وَالْحَيْرَةِ وَالْجُمْلَةِ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ يَخْرُجُوْنَ وَكَذَا قَوْلُهٗ ﴿مهطعين﴾ اَيْ مُسْرِعِيْنَ مَادِّيْنَ اَعْنَاقِهِمْ ﴿الى الداع يقول الكفرون﴾ مِنْهُمْ ﴿هذا يوم عسر (۸)﴾ اَيْ صَعْبٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ كَمَا فِي الْمُدَثِّرِ يَوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ﴿كذبت قبلهم﴾ قَبْلَ قُرَيْشٍ ﴿قوم نوح﴾ تَانِيْثُ الْفِعْلِ لِمَعْنٰى قَوْمٍ ﴿فكذبوا عبدنا﴾ نُوْحًا ﴿وقالوا مجنون وازدجر (۹)﴾ اَيْ اِنْتَهَرُوْهُ بِالسَّبِّ وَغَيْرِهٖ ﴿فدعا ربه انى﴾ بِالْفَتْحِ اَيْ بِاَنِّيْ ﴿مغلوب فانتصر (۱۰) ففتحنا﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿ابواب السماء بماء منهمر (۱۱)﴾ مُنْصَبٍّ اِنْصِبَابًا شَدِيْدًا ﴿وفجرنا الارض عيونا﴾ تَنْبَعُ ﴿فالتقى الماء﴾ مَاءَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ﴿على امر﴾ حَالٍ ﴿قد قدر (۱۲)﴾ بِهٖ فِي الْاَزَلِ وَهُوَ هِلَاكُهُمْ غَرَقًا ﴿وحملنه﴾ اَيْ نُوْحًا ﴿على﴾ سَفِيْنَةٍ ﴿ذات الواح ودسر (۱۳)﴾ وَهِيَ مَا تَشُدُّ بِهِ الْاَلْوَاحُ مِنَ الْمَسَامِيْرِ وَغَيْرِهَا وَاحِدُهَا دِسَارٌ كَكِتَابٍ ﴿تجرى باعيننا﴾ بِمَرْاٰى مِنَّا اَيْ مَحْفُوْظَةٍ بِحِفْظِنَا ﴿جزاء﴾ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَيْ اُغْرِقُوْا اِنْتِصَارًا ﴿لمن كان كفر (۱۴)﴾ وَهُوَ نُوْحٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَقُرِئَ كَفَرَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ اَيْ اُغْرِقُوْا عِقَابًا لَهُمْ ﴿ولقد تركنها﴾ اَبْقَيْنَا هٰذِهِ الْفِعْلَةَ ﴿اية﴾ لِمَنْ يَعْتَبِرُ بِهَا اَيْ شَاعَ خَبَرُهَا وَاسْتَمَرَّ ﴿فهل من مدكر (۱۵)﴾ مُعْتَبِرٌ وَمُتَّعِظٌ بِهَا وَاَصْلُهٗ مُذْتَكِرٌ اُبْدِلَتِ التَّاءُ دَالًا مُهْمَلَةً وَكَذَا الْمُعْجَمَةُ وَاُدْغِمَتْ فِيْهَا ﴿فكيف كان عذابى ونذر (۱۶)﴾ اَيْ اِنْذَارِيْ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ وَكَيْفَ خَبَرُ كَانَ وَهِيَ لِلسُّؤَالِ عَنِ الْحَالِ وَالْمَعْنٰى حَمْلُ الْمُخَاطَبِيْنَ عَلَى الْاِقْرَارِ بِوُقُوْعِ عَذَابِهٖ تَعَالٰى بِالْمُكَذِّبِيْنَ لِنُوْحٍ مَوْقِعَهٗ ﴿ولقد يسرنا القران للذكر﴾ سَهَّلْنَاهُ لِلْحِفْظِ وَهَيَّاْنَاهُ لِلتَّذْكِيْرِ ﴿فهل من مدكر (۱۷)﴾ مُتَّعِظٌ بِهٖ وَحَافِظٌ لَهٗ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَيْ اَحْفَظُوْا وَاتَّعِظُوْا بِهٖ وَلَيْسَ يُحْفَظُ مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ غَيْرُهٗ ﴿كذبت عاد﴾ نَبِيَّهُمْ هُوْدًا فَعُذِّبُوْا ﴿فكيف كان عذابى ونذر (۱۸)﴾ اَيْ اِنْذَارِيْ لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ اَيْ وَقَعَ مَوْقِعَهٗ وَبَيَّنَهٗ بِقَوْلِهٖ ﴿انا ارسلنا عليهم ريحا صرصرا﴾ اَيْ شَدِيْدَةَ الصَّوْتِ ﴿فى يوم نحس﴾ شُؤْمٍ ﴿مستمر (۱۹)﴾ دَائِمِ الشُّؤْمِ اَوْ قَوِيِّهٖ وَكَانَ يَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ اٰخِرَ الشَّهْرِ ﴿تنزع الناس﴾ تَقْلَعُهُمْ مِنْ حُفَرِ الْاَرْضِ الْمُنْدَسِّيْنَ فِيْهَا وَتَصْرَعُهُمْ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ فَتَدُقُّ رِقَابَهُمْ فَتَبِيْنُ الرَّاْسُ عَنِ الْجَسَدِ ﴿كانهم﴾ وَحَالُهُمْ مَا ذُكِرَ ﴿اعجاز﴾ اُصُوْلُ ﴿نخل منقعر (۲۰)﴾ مُنْقَلِعٍ سَاقِطٍ عَلَى الْاَرْضِ وَشُبِّهُوْا بِالنَّخْلِ لِطُوْلِهِمْ وَذُكِّرَ هُنَا وَاُنِّثَ فِي الْحَاقَّةِ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ مُرَاعَاةً لِلْفَوَاصِلِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ ﴿فكيف كان عذابى ونذر (۲۱) ولقد يسرنا القران للذكر فهل من مدكر (۲۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

ساعت (یعنی قیامت) قریب آ گئی......۱...... (اقتربت بمعنی قربت ہے) اور شق ہو گیا چاند (یعنی جبل ابی قبیس اور قیقعان پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا، یہ حضور کا ایک معجزہ تھا، کفار قریش نے اس معجزہ کے ظہور کا سوال کیا تو چاند دو ٹکڑے کر کے حضور نے دکھا دیا تھا کہ گواہ ہو جاؤ، اس حدیث پاک کو شیخین نے روایت کیا ہے......۲......) اور اگر وہ (یعنی کفار قریش) دیکھیں کوئی نشانی (حضور ﷺ کا کوئی معجزہ جیسے چاند دو ٹکڑے کر دینا) تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں (یہ تو) قوت والا جادو ہے (مستمر کے معنی قوی ہے، ''مستمر'' مرۃ سے ماخوذ ہے بمعنی قوۃ یا دائم ہے) پھر انہوں نے (نبی پاک ﷺ) کو جھٹلایا اور (باطل کے بارے میں) اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام (خواہ وہ اچھا ہو یا برا) قرار پائے گا (اپنے اہل کے ساتھ جنت میں یا پھر دوزخ میں) اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آئیں (یعنی پچھلی امتوں کی جو اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی تھیں) جس میں کافی روک تھی (ان کے لیے ''مزدجر'' اسم مصدر ہے، یا پھر اسم مکان ہے ''مزدجر'' میں دال تائے افتعال کے بعد بدلہ میں آئی ہے کہتے ہیں، اذدجرتہ وزجرتہ یعنی میں نے اسے سختی سے منع کیا ''ما فیہ'' میں ما موصولہ یا موصوفہ ہے) انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت (''حکمۃ بالغۃ'' یہ یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے یا ما موصولہ سے بدل ہے یا پھر ''مزدجر'' سے بدل ہے، بالغۃ بمعنی تامۃ ہے) پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے (یعنی پھر ڈرانے والے امور انہیں کیا نفع دیں، ''النذر'' نذیر کی جمع ہے بمعنی منذر فما تغنی میں ''ما'' نفی کا ہے یا پھر استفہام انکاری کے لیے ہے اور دوسری تقدیر پر یہ مفعول مقدم ہوگا) تو تم ان سے منہ پھیر لو (یہ ماقبل کلام سے حاصل ہونے والا فائدہ ہے اور اس کے ذریعے کلام تام ہو گیا ہے) جس دن بلانے والا (''داعی'' سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور ''یوم'' کا ناصب ''یخرجون'' الی شیء نکر، کے بعد مذکور ہے) ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا (یعنی اس کی شدت کی وجہ سے لوگ اسے پہچانتے نہیں پائیں گے اس کا انکار کریں گے اور وہ شے حساب کتاب ہے......۳...... ''نکر'' کو کاف مضمومہ اور ساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) نیچے کیے ہوئے (خاشعا بمعنی ذلیلا ہے، اور ایک قرائت میں خشعا ہے خاء مضمومہ اور شین مفتوحہ مشددہ کے ساتھ) اپنی آنکھیں (''خشعا ابصارھم'' یخرجون کے فاعل سے حال بن رہا ہے) قبروں سے وہ (یعنی لوگ) نکلیں گے (الاجداث بمعنی القبور ہے) گویا وہ ٹڈی ہیں پھیلی ہوئی (خوف وحیرت کے سبب نہیں جانتے ہوں گے کہ کہاں جانا ہے، یہ جملہ ''یخرجون'' کی ضمیر فاعل سے حال ہے، اور یونہی ''مھطعین......الخ'' بھی حال بن رہا ہے) بلانے والے کی طرف لپکتے (اپنی گردنوں کو دراز کر کے تیزی دکھاتے ہوئے ان میں سے) کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے (کافروں پر، جیسا کہ سورۂ ''مدثر'' میں ہے، ''یوم عسیر علی الکافرین''، عسر بمعنی صعب ہے) ان سے پہلے (یعنی کفار قریش سے پہلے) نوح کی قوم نے جھٹلایا (''کذبت'' فعل مونث قوم کی معنوی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے) تو ہمارے بندے کو (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو) جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا (گالیاں وغیرہ دیکر انہیں جھڑکا) تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں (''انی'' ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہے، اصل میں بانی تھا) مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے تو ہم نے کھول دیئے (''ففتحنا'' فعل مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) آسمان کے دروازے زور کے بہتے پانی سے (''منھمر'' کا معنی ہے پانی زور سے بہنے والا......۴......) اور زمین چشمے کر کے بہا دی (یعنی ہم نے تمام زمین کو چشمہ بنا دیا گویا کہ وہ چشموں کی طرح چھوٹ رہی ہے) تو پانی (یعنی آسمان اور زمین کا پانی) مل گئے اس صورت پر (''علی امر'' ذوالحال ہے اور ''قد قدر'' حال ہے) جو (ازل میں) مقدر تھی (ان کے لیے اور وہ ان کا غرق ہو کر ہلاک ہونا تھا) اور ہم نے اس کو (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو) سوار کیا (اس کشتی پر جو) تختوں اور کیلوں والی تھی (''دسر'' ان کیلوں کو کہتے ہیں جن کے ذریعے کشتی کے تختوں کو باہم جوڑا

جاتا ہے......۵......''دسر'' کا مفرد''دسار'' بروزن کتاب ہے) کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی (یعنی ہماری نگہبانی میں بحفاظت چلتی) اس کے صلہ میں (''جزاء'' مفعول ہے فعل مقدر کا، معنی یہ ہے کہ انہیں غرق کر دیا گیا بدلہ لینے کے لیے، اس کا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا (اور وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں، ''کفر'' فعل کو معروف بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا انہیں سزا دینے کے لیے غرق کر دیا گیا) اور ہم نے اسے باقی رکھا (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو نجات اور کافروں کو غرق کرنے کی خبر کو) بطور نشانی (اس کے لیے جو اس سے عبرت حاصل کرے یعنی یہ خبر عام ہوگئی اور اسکے بعد دیگر ادوار میں منتقل ہوتی رہی) تو ہے کوئی دھیان کرنے والا (اس سے عبرت ونصیحت لینے کے لئے ''مدکر'' کی اصل مذتکر ہے، تاء اور ذال کو دال سے بدل کر دونوں دال کا ادغام کر دیا گیا) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا (نذر بمعنی انذاری ہے، یہ استفہام تقریر کلام کے لیے ہے اور'' کیف'' کان فعل ناقص کی خبر ہے اور کیف یہاں کسی حالت کے بارے میں سوال کرنے کے لیے ہے مراد یہ ہے کہ مخاطبین کو اس بات کے اقرار پر ابھارا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر اللہ عزوجل کا عذاب بالکل برمحل نازل ہوا ہے) اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان فرمایا (یعنی اسے حفظ کرنے کے لیے آسان فرما دیا یا معنی یہ ہے ہم نے اس کو نصیحت لینے کے لیے اتارا ہے) تو ہے کوئی یاد کرنے والا (''مدکر'' کا معنی یا تو قرآن پاک کو یاد کرنے والا ہے یا پھر اس سے نصیحت لینے والا ہے......۶...... یہاں استفہام بمعنی ام ہے یعنی مراد یہ ہے کہ قرآن پاک کو یاد کرو اور اس سے نصیحت لو قرآن پاک کے علاوہ دیگر آسمانی کتب زبانی یاد نہیں کی جاتی تھیں) عاد نے جھٹلایا (اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کو، جس کے نتیجے میں انہیں عذاب دیا گیا) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا (انہیں) ڈرانا (عذاب سے، اس کے نزول سے پہلے، نذر بمعنی انذاری ہے، یعنی وہ اپنی جگہ پر بالکل برمحل واقع ہوا، اللہ عزوجل نے اس عذاب کا بیان اپنے اس فرمان میں کیا ہے) بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آواز والی ہوا بھیجی (''صرصرا'' کے معنی شدید آواز والی ہوا ہے) سے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی (یعنی وہ دن دائمی منحوس تھا یا سخت منحوس تھا، یہ مہینے کا سب سے آخری بدھ تھا......۷......) لوگوں کو یوں جدا کرتی تھی (زمین میں ان کے کھودے ہوئے چھپنے کے گڑھوں سے اور انہیں ان کے سر کے بل سے یوں پچھاڑتی تھی کہ ان کی گردنیں پاش پاش ہو جاتیں حتی کہ ان کے سر جسم سے الگ ہو جاتے) گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہیں (جو زمین پر پڑے ہیں، منقعر بمعنی منقلع ہے، ان لوگوں کو کھجور کے پتوں سے اس لیے تشبیہ دی کے ان کے قد لمبے لمبے تھے، یہاں ''نخل'' کی صفت مذکر ذکر کی گئی ہے، اور سورۃ الحاقہ میں مونث کے ساتھ فرمایا'' نخل خاویة یہ امر دونوں مقامات میں فواصل کی رعایت برتنے کے لیے کیا گیا ہے) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

﴿ترکیب﴾

﴿اقتربت الساعة وانشق القمر وان يروا اية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر﴾

اقتربت الساعة: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انشق القمر: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، يروا اية: جملہ فعلیہ شرط، يعرضوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقولوا: قول، سحر مستمر: ''ھذا'' مبتدا کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وكذبوا واتبعوا اهواء هم وكل امر مستقر﴾

و: عاطفہ، كذبوا: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتبعوا اهواء هم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كل امر: مبتدا، مستقر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد جاء هم من الانباء ما فيه مزدجر حكمة بالغة فما تغن النذر﴾
و: عاطفہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، جاء هم: فعل ومفعول، من الانباء: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصول، فيه مزدجر: شبہ جملہ صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ملکر جملہ قسمیہ، حکمة بالغة: مرکب توصیفی "هي" مبتدا محذوف کی خبر ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ما: استفہامیہ، مفعول مقدم، تغن النذر: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتول عنهم يوم يدع الداع الى شيء نكر﴾
ف: فصیحیہ، تول عنهم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، يوم: مضاف، يدع الداع: فعل وفاعل، الى شيء نكر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذكر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿خشعا ابصارهم يخرجون من الاجداث كانهم جراد منتشر مهطعين الى الداع﴾
خشعا: صفت مشبہ، ابصارهم: فاعل، ملکر شبہ جملہ حال مقدم، يخرجون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، كانهم: حرف مشبہ واسم، جراد منتشر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، مهطعين الى الداع: شبہ جملہ حال ثالث، ملکر فاعل، من الاجداث: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿يقول الكفرون هذا يوم عسر كذبت قبلهم قوم نوح فكذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر﴾
يقول الكفرون: قول، هذا: مبتدا، يوم عسر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، كذبت: فعل، قبلهم: ظرف لغو، قوم نوح: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، كذبوا عبدنا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، مجنون: "هو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ازدجر: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فدعا ربه انى مغلوب فانتصر ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر﴾
ف: عاطفہ، دعا ربه: فعل با فاعل ومفعول، انى مغلوب: جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انتصر: فعل امر با فاعل "لي" ظرف لغو محذوف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، فتحنا ابواب السماء: فعل با فاعل ومفعول، ب: جار، ماء: موصوف، منهمر: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفجرنا الارض عيونا فالتقى الماء على امر قد قدر﴾
و: عاطفہ، فجرنا: فعل با فاعل، الارض: ممیز، عيونا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، التقى الماء: فعل وفاعل، على: جار، امر: موصوف، قد قدر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحملنه على ذات الواح ودسر تجرى باعيننا﴾
و: عاطفہ، حملنه: فعل با فاعل ومفعول، على: جار، ذات: مضاف، الواح: معطوف علیہ، و: عاطفہ، دسر: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "سفينة" محذوف کی صفت اول، تجرى: فعل "هي" ضمیر ذوالحال، باعيننا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿جزاء لمن كان كفر ولقد تركنها اية فهل من مدكر﴾
جزاء: مصدر با فاعل، لام: جار، من كان كفر: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "جازيناهم" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، تركنها: فعل با فاعل ومفعول، اية: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هل: حرف استفہام، من: زائد، مدكر: "موجود" محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فکیف کان عذابی ونذر ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر﴾
ف: فصیحیہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عذابی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذر: معطوف، ملکر اسم، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان علمتم ما حل بھم جمیعا جزا وفاقا لعلمھم" کی جزا، ملکر جملہ جزائیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، یسرنا القران: فعل با فاعل ومفعول، للذکر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھل: حرف استفہام، من: زائد مؤکد "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذبت عاد فکیف کان عذابی ونذر انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر﴾
کذبت عاد: وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کیف کان عذابی ونذر: اسکی ترکیب کیلئے آیت نمبر ۱۶، ملاحظ فرمائیں، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا علیھم: فعل با فاعل وظرف لغو، ریحا صرصرا: مفعول، فی یوم نحس مستمر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر فکیف کان عذابی ونذر ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر﴾
تنزع: فعل با فاعل، الناس: ذوالحال، کانھم: حرف مشبہ واسم، اعجاز نخل منقعر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ریحا" کیلئے صفت واقع ہے، فکیف کان عذابی ونذر ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر: ان آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۶، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قیامت قریب ہونے کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

۱...... امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ وہ گھڑیاں قریب ہیں جس میں قیامت رونما ہوجائے گی۔ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿اقتربت﴾ بمعنی افتعلت من القرب ہے، اور اللہ عزوجل نے قیامت کے قریب میں واقع ہونے کا بیان اس لئے فرمایا تا کہ اپنے مخلص بندوں کو خوف دلائے، اور اس کا قریب ہونا دنیا کے فنا ہونے کو مستلزم ہے، اور اللہ جل جلالہ نے قرب قیامت کا امر لوگوں کی استعداد کے مطابق فرمایا کہ مبادا لوگ غفلت کا شکار ہوکر اسے فراموش کردیں۔
(الطبری، الجزء:۲۷، ص ۹۹)

ابوالبرکات نسفی کہتے ہیں: القیامۃ کو الساعۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اچانک آجائے گی یا اس دن میں حساب جلدی سے ہوگا یا یہ وجہ ہے کہ لانھا عنداللہ علی طولھا کساعۃ من الساعات عند الخلق یعنی اللہ عزوجل کے نزدیک قیامت کی لمبائی (طوالت) اتنی ہے جتنی مخلوق کے نزدیک گھڑیوں میں سے ایک گھڑی۔
(المدارک، ج۱، ص ۶۲۲)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: الساعۃ اجزائے زمان میں سے ایک جزء ہے جسے قیامت سے تعبیر کیا گیا ہے، تا کہ اس بات پر تشبیہ دی جاسکے کہ قیامت میں حساب کتاب جلدی ہوگا، یا قیامت دنیا کی ساعتوں میں سے بالکل آخری ساعتوں میں وقوع پذیر ہوگی یا بظاہر تو یہ ہلکی سی ساعت میں رونما ہوجائے گی لیکن یہ ایک امر عظیم کی حیثیت رکھتی ہے یا اس کے علاوہ بھی کوئی معاملہ ہوسکتا ہے اور معنی یہ ہے کہ قیامت کو وقوع پذیر ہونا قریب ہی ہے اور جب یہ وقوع پذیر ہوگی تو گویا دنیا کا نظام تقریبا ختم ہی سمجھیں جیسا کہ مفسر علیہ الرحمۃ نے لانہ ما بقی من الدنیا الا قلیل کے الفاظ سے اس جانب اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "پس اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو قلیل کردیا اور اس قلیل میں جو بھی باقی ہے وہ بھی قلیل ہی ہے اور اس کی مثل ایسی ہے جیسا کہ کسی وادی میں پانی بہنے کی جگہ ہوا کرتی ہے"۔
(روح البیان، ج۹، ص ۲۰۹)

معجزہ شق القمر کا بیان:

۲......سید عالم ﷺ نے اپنی مکی زندگی میں چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے جب کہ کافروں نے معجزہ طلب کیا، اور یہ معجزہ سید عالم ﷺ کی صداقت پر بین دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن لوگوں نے معجزہ دیکھ کر بھی اعراض کیا اور جھٹلایا، اور اسے کھلا جادو قرار دیا اور کہا کہ محمد ﷺ نے جادو کیا ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا (القمر:۲)﴾۔

☆......قتادہ حضرت انس ﷜ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ کی خواہش پر سید عالم ﷺ نے دو مرتبہ چاند کو شق کر کے دکھایا۔

☆......عبد اللہ کہتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ منیٰ کی وادی میں تھے یہاں تک کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اُسے پہاڑ کے پیچھے سے بھی ملاحظہ کیا، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم اس پر گواہ ہو جاؤ''۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۹۹)

☆......حضرت ابن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے دور میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم گواہ ہو جاؤ''۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریھم، رقم:۳۶۳۶، ص ۶۱۰)

☆......حضرت جبیر بن مطعم ﷜ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے دور میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے یہاں تک کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب تھا، لوگوں نے کہا: محمد ﷺ نے جادو کر دکھایا ہے، پھر ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر یعنی مکہ کے باہر کے لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے''۔ (المرجع السابق، رقم:۳۳۰۰)

حساب کتاب کے دن کی شدت وراحت:

۳......اے محمد ﷺ! یاد کرو جب ہم ان سب مشرکوں کو حساب کے لیے جمع کریں گے، اور حشر کی اصل یہ ہے کہ جماعت کا نکالنا اور انہیں اپنے مکانوں یعنی قبروں سے بے آرام کرنا۔ جیسا کہ وہ دنیا میں اس دن کی ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں اس دن کی مقدار کے مقابلے میں ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے لیکن پہلی صورت اولیٰ ہے، حشر کے دن اپنی قبور میں رہنے کے معاملے میں مومنین اور کافرین سب کا ایک ہی حال ہوگا، پس کافر اس دن دنیا میں اپنی عمروں سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے اپنی عمروں کو کم جانیں گے اور مومنین اپنی اعمار سے متمتع ہونے کی وجہ سے اپنی اعمار کو کم نہ جانیں گے (بلکہ مناسب خیال کریں گے)، اور کافروں کا اپنی اعمار کو کم جاننے کا سبب یہ ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں اپنی اعمار کو طلب مال اور حرص دنیا میں ضائع کر دیا اور اللہ ﷻ کی اطاعت نہ کی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کافر جب اس دن کی ہولنا کی دیکھیں گے تو وہ دن ان پر بھاری پڑ جائے گا اور دنیا کی زندگی کو وہ کم جانیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے مقابلے میں وہ آخرت میں زیادہ ایک دوسرے کے قریب کے مکان میں ہونگے۔ یعرف بعضھم بعضا یعنی قبروں سے نکلتے وقت وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے جیسا کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے پھر قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے یہ پہچان بھی ختم ہو جائے گی، بعض آثار میں یہ ہے کہ انسان قیامت کے دن اپنے بعض پڑوسیوں کو پہچانے گا لیکن اس دن کی ہیبت اور خشیت کے باعث کلام نہ کر سکے گا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے احوال مختلف ہونگے بعض ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور بعض نہ پہچانیں گے۔ (الخازن، ج۲، ص ۴۴۵)

قبروں سے نکلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا پہچانیں گے جیسا کہ تھوڑی ہی دیر کے لئے جدا ہوئے ہوں پھر اس دن کی شدت کی وجہ سے ایک دوسرے کی پہچان ختم ہو جائے گی۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۱۰۳)

☆......حضرت سیدنا فضیل بن عیاض ﷜ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت ماں اپنے بیٹے سے ملے گی اور کہے گی، اے بیٹے! کیا تو میرے

پیٹ میں نہ رہا، کیا تو نے میرا دودھ نہ پیا؟ بیٹا عرض کرے گا، اے میری ماں! کیوں نہیں، اس پر ماں کہے گی، بیٹا! میرے گناہوں کا بوجھ بہت بھاری ہے اس میں سے تو صرف ایک ہی گناہ اٹھالے، بیٹا کہے گا، میری ماں! مجھ سے دور ہو جا! مجھے اپنی فکر لاحق ہے، میں تیرا یا کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ (الروض الفائق ،ص ۱۸٤ ،عطائین، ج۲،ص ۷۰۷)

☆......حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گزشتہ امتوں کے مقابلے میں تمہاری مدت اتنی ہے جیسے عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت ہوا کرتا ہے۔ (المعجم الاوسط، من اسمه احمد، رقم: ٤٩٤، ج۱،ص ۱۵۲)

ماء منهمر کے معانی:

۴......اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے (القمر: ۱۱)﴾، مراد مجازی معنی لینا ہے اور اس حوالے سے تین اقوال ہیں: (۱)......آسمان کے دروازے کھولے اور بند کئے جاتے ہیں اور یہ بطریق استعارہ کلام کیا گیا ہے یعنی ظاہر یہی ہے کہ بادل پانی برساتے ہیں، جیسا کہ کوئی قائل کہتا ہے کہ آسمان نے اتنی تیز بارش برسائی کہ پانی جاری کر دیا یعنی بڑی بڑی بوندوں والی بارش برسائی۔ (۲)......اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ففتحنا﴾ میں اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ ﷻ نے بارش کے ذریعے مدد کی اور بارش ہی کے ذریعے آزمائش میں بھی مبتلا کیا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وما انزلنا علی قومه من بعده من جند من السماء وما كنا منزلين ان كانت الا صيحة واحدة اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی (یٰسٓ: ۲۸،۲۹)﴾۔ اس آیت میں اللہ ﷻ کی کمال قدرت کا بیان ہے، اور اس میں عجیب نکتہ بیان کرنا مقصود ہے کہ لوگ دو سال تک بارش کے لئے دعائیں کرتے رہے پس اللہ ﷻ نے انہیں ان ہی کی طلب پر بارش بھیجی جو اُن کی ہلاکت کا باعث بنی۔ (۳)......آسمان کے دروازے کھولنے اور بارش برسانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے خیر کو مقدر فرمایا، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے رزق کے دروازے کھول دیئے اور اس سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اللہ ﷻ نے رزق کے ذرائع قائم کر دیئے۔ (الرازی، ج۱۰،ص ۲۹۵ وغیرہ)

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا بیان:

۵......روایت میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سفینہ دو سال میں بنایا، اس کا طول (یعنی لمبائی) تین سو ذراع، عرض (چوڑائی) پچاس اور چھت کی موٹائی تیس ذراع تھی۔ اس کشتی کے تین درجے تھے، سب سے نچلے درجے میں چوپائے اور وحشی جانور سوار تھے اور درمیانے درجے میں انسان اور سب سے اوپر درجے میں پرندے تھے۔ آپ اس سفینے میں دس رجب کو سوار ہوئے اور دس محرم کو اس سے اُترے۔ (الجمل، ج۳،ص ۵۸)

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿تجری باعیننا﴾ یعنی ہماری حفاظت و نگہبانی میں چلتی تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کشتی میں سوار حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین ہماری نگہبانی میں تھے۔ اس آیت میں عین بمعنی عیون ہے یعنی کشتی میں سوار سارے ہی اللہ ﷻ کے اولیاء (دوست) تھے، اور ایک قول میں عین سے مراد پانی کا چشمہ لیا گیا ہے جس میں کشتی چلتی ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ کشتی فرشتوں کی نگہبانی میں چلتی تھی اور اس کی نسبت کو اللہ ﷻ کی جانب کرنا زیادہ اظہر قول ہے۔ اور یہ ان کے لئے جزاء ہے جو اللہ ﷻ کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے انہیں انکار کرنے والوں سے پناہ عطا فرمائی اور اسی طرح اللہ ﷻ ہر نبی اور ان کی امت کو انعام سے نوازتا ہے۔ (روح المعانی ،الجزء: ۲۷،ص ۲۱۷)

قرآن کے آسان ہونے سے کیا مراد ہے؟

۶......قرآن کے آسان ہونے کے چار معنی ہوسکتے ہیں:(۱)......اسے حفظ کرنا ممکن اور آسان ہے، اس کے سوا اللہ ﷻ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جسے مکمل طور پر یاد کرلیا جاتا ہو۔(۲)......اس کے ذریعے سے نصیحت کرنا آسان کردیا، یعنی اسے حکمت پرمبنی کتاب بناکر اتارا۔(۳)......اسے دلوں پر معلّق کردیا کہ لوگ اس کو سن کر لذت حاصل کرتے ہیں اگرچہ اس کے مفاہیم نہ سمجھتے ہوں اور اس سے اکتاتے نہیں اور یہ نہیں کہتے کہ یہ تو ہم سن چکے ہیں بلکہ ہر بار انہیں لذت سے سماعت کرتے ہیں۔(۴)......جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے لئے (اونٹنی) معجزہ تھی اسی طرح یہ قرآن سید عالم ﷺ کا معجزہ ہے، جو کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے لئے نصیحت ہے، اگرچہ بہت زمانہ گزر جانے کے باوجود اس کا اعجاز ہر ایک کے لئے نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص۳۰۰)

آخری بُدھ کے منحوس ہونے کی حیثیت:

۷......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فی یوم نحس مستمر ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لئے رہی (القمر:۱۹)﴾، یعنی اُن لوگوں میں (بدھ) کا دن منحوس ہونا مشہور تھا، ابن عباس کہتے ہیں کہ اس دن کو لوگ منحوس جانتے تھے۔ زجاج کے قول کے مطابق یہ دن بدھ کا تھا جو لوگوں میں منحوس مانا جاتا تھا۔ ابن عباس ہی کا یہ قول بھی ہے کہ مہینے کا آخری دن یعنی بدھ منحوس مانا جاتا تھا۔

☆......مسروق روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، اور فرمایا کہ آپ قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمائیں کہ بدھ کا دن ہمیشہ سے منحوس ہوتا ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دن صالحین کے لئے نہیں بلکہ مفسدین کے لئے منحوس ہوا کرتا ہے۔ جہاں تک قرآن میں ''ایام نحسات'' کا ذکر ہے تو اس سے مراد یہی ہے، جیسا کہ قوم عاد پر عذاب اسی دن آیا جو کہ دوسرے ہفتے تک اسی دن تک جاری رہا یعنی بدھ کے دن سے عذاب آنا شروع ہوا اور بدھ ہی کے دن تک اس کو جاری رکھا گیا تاہم ایسا نہیں کہ اس عذاب میں سارے ہی گرفتار ہوگئے بلکہ مومنین بھی موجود تھے جو کہ اس عذاب سے بالکل محفوظ و مامون رہے۔ اللہ ﷻ نے قرآن میں اس عذاب کا ذکر یوں فرمایا: ﴿فارسلنا علیهم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں (حم سجدہ:۱۶)﴾، ﴿واما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتیة سخرها علیهم سبع لیال وثمنیة ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویة اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگادی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ (سوکھے تنے) ہیں گرے ہوئے (الحاقة:۶ تا ۷)﴾۔

(القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۱۹)

اغراض:

وقربت القیامة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ فعل مزید فیہ مجرد کے معنی میں ہے، اور مزید فیہ مبالغہ کے معنی میں آتا ہے اس لئے کہ جس طرح بناوٹ کے اعتبار سے زیادتی پائی جاتی ہے بالکل اسی طرح معنی میں بھی زیادتی پائی جاتی ہے اور قیام سے مراد لوگوں کا اپنی قبروں سے باہر نکلنا ہے اور اس کے کئی اور معنی ہیں جیسا کہ: ''الحاقة، الواقعة' جو کہ دین، یوم جزاء کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

فلقتین: تثنیہ کا صیغہ ہے، فلقة کسرہ کے ساتھ جیسا کہ قطعة وزن اور معنی کے اعتبار سے، اور یہ انشقاق (چاند کے دو ٹکڑے ہونا) ہجرت سے پہلے سن ۵ ہجری میں ہوا، اور یہ کہنا کہ جس رات چاند شق ہوا اُس رات مہینے کی چودہ تاریخ تھی، یہ ثابت نہیں ہے۔

وقعیقعان: مراد وہ پہاڑ ہے جو جبل ابی قبیس کے بالمقابل موجود ہے۔ **قوی او دائم**: یہ چار اقوال میں سے دو قول ہیں، تیسرا قول

''ذاھب'' ہےاور چوتھا قول''مر بشع'' کے معنی میں ہے کہ(جیسا کہ عربوں میں مر الشیء و استمر یعنی چلا گیا،اور استمر الشیء اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ مضبوط ہو جائے)۔باھلہ: میں باءبمعنی لام ہے،معنی یہ ہے کہ ثواب وعذاب کے اعتبار سے جو اس کا اہل ہے اس کے لئے ثابت ہے۔تامۃ: یعنی ایسی حکمتیں ہیں جس میں کسی قسم کا کوئی خلل نہیں ہے۔ای الامور المنذرۃ لھم: جیسا کہ سابقہ امتوں کے عذاب کے اعتبار سے واقع ہوا۔مفعول مقدم: یعنی مفعول بہ بنے گا،پس معنی یہ ہوگا کہ انہیں ڈروالی چیزوں میں سے کونسی چیز نفع دے گی یا مفعول مطلق ہوگا یعنی کونسا ڈر کانی ہوگا؟ھو فائدۃ ما قبلہ: یعنی نصیحت(ڈرانے کے) نتیجے اور ثمر سے منہ پھیرلیا۔ھو اسرافیل: یہ دواقوال میں سے ایک قول ہے،اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد حضرت جبرائیل ہیں جو یوں ندا کریں گے:''اے بوسیدہ ہڈیوں،ٹوٹے ہوئے جوڑوں،بکھرے ہوئے گوشت اور بالوں،بیشک اللہ تم سب کو فیصلے کے دن کے لئے جمع کرے گا۔

تنکرہ النفوس: تمام نفوس مراد ہیں یا فقط کافروں کی،کیونکہ مومنین کی نفوس حساب کے دن میں امن سے ہونگی۔

ای الناس: یعنی مومنوں اور کافروں کی روحیں مراد ہیں۔لا یدرون این یذھبون: جاننا چاہیے کہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے،اور اس خطاب کو آیت میں ﴿جراد منتشر﴾ سے تعبیر کیا ہے،اور دوسری آیت میں ﴿فراش المبثوث﴾ سے تعبیر کیا ہے۔مادین اعناقھم:اس جملے سے ﴿مھطعین﴾ کو تعبیر کیا اور مراد تیز چلنا ہے۔

کما فی المدثر: یعنی قیامت کے دن کی صعوبتیں اور سختیاں خاص کافروں کے لئے ہیں۔المعنی قوم: سے مراد امت ہے۔

وغیرہ: جیسا کہ مارنا اور گلا گھونٹنا،پس نافرمانوں نے حضرت نوح کے ساتھ یہی نازیبا افعال اختیار فرمائے اور پھر جب حضرت نوح کو افاقہ ہوا تو یہ دعا فرمائی:''اے اللہ!میری قوم کو بخش دے کہ یہ نہیں جانتے''۔تنبع: یعنی چشموں سے پانی جاری ہوتا ہے،یعنی آسمان وزمین کا پانی چالیس روز تک بارش اور چشموں سے جاری رہا،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آسمان کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا اور زمین کا پانی گرم تھا،آسمان کا پانی زیادہ تھا یا زمین کا یا دونوں برابر اس میں اقوال مختلف ہیں۔وھو نوح: یعنی حضرت نوح اپنی قوم کے لئے نعمت تھے لیکن قوم نے اُس نعمت کی ناشکری کی۔ھذہ الفعلۃ: مراد غرق ہونا ہے اور یہ بتائی جانے والی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے،اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد کشتی ہے جو جودی پہاڑ پر ٹکرائی اور کافی عرصے تک باقی رہی یہاں تک کہ اِس امت کے اوائل نے بھی اسے دیکھا۔وھی للسوال عن الحال: جب کسی کا حال پوچھا جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کیسے ہو؟یعنی تندرست ہو یا بیمار ہو،لیکن یہاں﴿کیف کان عذابی ونذر﴾ کے خطاب سے مخاطبین کو خطاب کیا گیا جو کہ عذاب کے واقع ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

بوقوع عذابہ تعالی: یہاں انتہاء درجے کے عدل کا بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی ظلم وجور نہیں ہے۔

سھلناہ للحفظ: یعنی جو بھی اِس قرآن کو حفظ کرنا چاہے اُس کے لئے آسانی ہے،اور اس کتاب کے علاوہ کوئی کتاب یاد نہیں کی جاسکتی ،بنی اسرائیل میں بھی توریت دیکھ کر پڑھی جاتی تھی سوائے حضرت موسیٰ وہارون ویوشع بن نون وعزیر صلوات اللہ علیہم اجمعین کے۔

او ھیأناہ للتذکر: یعنی اس پاک کلام میں نصیحتوں اور عبرتوں کی کئی مثالیں موجود ہیں،اللہ نے اس کلام کو یاد کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے جو چاہے،یا یہ معنی ہیں قرآن یاد کرنے اور نصیحت کے لئے آسان ہے اور اسی میں دنیا وآخرت کی سعادتیں ہیں۔ای وقع موقعہ: قوم ہود کو عذاب دینا اللہ کی طرف سے عدل تھا،اس لئے کہ پہلے انہیں نبی کی زبان سے تبلیغ فرمائی گئی لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اپنی بُری عادتوں میں اور جری ہو گئے اللہ کسی پر بغیر جرم کے عذاب نہیں بھیجتا اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو یہ ظلم نہیں کہلائے گا کیونکہ اللہ اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے اور ظلم یہ ہوتا ہے کہ کسی اور کی ملک میں بغیر اُس کی اجازت کے تصرف کیا

جائے۔ دائم الشؤم : یعنی دائمی اعتبار سے وہ دن حضرت ہود علیہ السلام کی ہلاک ہونے والی قوم کے لئے منحوس تھا، جب کہ حضرت ہود علیہ السلام اوران کے پیروکاروں کے لئے مبارک تھا، اور مومنین کے لئے بھی وہ دن مبارک تھا۔ آخر الشهر : سے مراد شوال المکرم کی آخری بدھ ہے کیونکہ اسی دن کے غروب شمس تک عذاب جاری رہا، مزید حاشیہ نمبر ''۷'' میں پڑھ لیں۔ (الصاوی، ج٦، ص٢٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿کذبت ثمود بالنذر (۲۳)﴾ جَمْعُ نَذِيْرٍ بِمَعْنٰى مُنْذِرٍ اَىْ بِالْاُمُوْرِ الَّتِىْ اَنْذَرَهُمْ بِهَا بِنَبِيِّهِمْ صَالِحٌ اِنْ لَمْ يُوْمِنُوْا بِهٖ وَيَتَّبِعُوْنَ ﴿فقالوا ابشرا﴾ مَنْصُوْبٌ عَلَى الْاِشْتِغَالِ ﴿منا واحدا﴾ صِفَتَانِ لِبَشَرًا ﴿نتبعه﴾ مُفَسِّرٌ لِلْفِعْلِ النَّاصِبِ لَهٗ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ الْمَعْنٰى كَيْفَ نَتَّبِعُهٗ وَنَحْنُ جَمَاعَةٌ كَثِيْرَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَلِكٍ اَىْ لَا نَتَّبِعُهٗ ﴿انا اذا﴾ اَىْ اِنِ اتَّبَعْنَاهُ ﴿لفى ضلل﴾ ذِهَابٍ عَنِ الصَّوَابِ ﴿وسعر (۲۴)﴾ جُنُوْنٍ ﴿ء القى﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكِهٖ ﴿الذكر﴾ الْوَحْىُ ﴿عليه من بيننا﴾ اَىْ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ ﴿بل هو كذاب﴾ فِىْ قَوْلِهٖ اَنَّهٗ اُوْحِىَ اِلَيْهِ مَا ذَكَرَهٗ ﴿اشر (۲۵)﴾ مُتَكَبِّرٌ بَطِرٌ قَالَ تَعَالٰى ﴿سيعلمون غدا﴾ فِى الْاٰخِرَةِ ﴿من الكذاب الاشر (۲۶)﴾ هُوَ هُمْ بِاَنْ يُعَذَّبُوْا عَلٰى تَكْذِيْبِهِمْ لِنَبِيِّهِمْ صَالِحٍ ﴿انا مرسلوا الناقة﴾ مُخْرِجُوْهَا مِنَ الْهَضْبَةِ الصَّخْرَةِ كَمَا سَاَلُوْا ﴿فتنة﴾ مِحْنَةً ﴿لهم﴾ لِنَخْتَبِرَهُمْ ﴿فارتقبهم﴾ يَا صَالِحُ اَىْ اِنْتَظِرْ مَا هُمْ صَانِعُوْنَ وَمَا نَصْنَعُ بِهِمْ ﴿واصطبر (۲۷)﴾ اَلطَّاءُ بَدَلٌ مِنْ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ اَىْ اِصْبِرْ عَلٰى اَذَاهُمْ ﴿ونبئهم ان الماء قسمة﴾ مَقْسُوْمٌ ﴿بينهم﴾ وَبَيْنَ النَّاقَةِ فَيَوْمٌ لَهُمْ وَيَوْمٌ لَهَا ﴿كل شرب﴾ نَصِيْبٌ مِنَ الْمَاءِ ﴿محتضر (۲۸)﴾ يَحْضُرُهُ الْقَوْمُ يَوْمَهُمْ وَالنَّاقَةُ يَوْمَهَا فَتَمَادُوْا عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ مَلُّوْهُ فَهَمُّوْا بِقَتْلِ النَّاقَةِ ﴿فنادوا صاحبهم﴾ قُدَارًا لِيَقْتُلَهَا ﴿فتعاطى﴾ تَنَاوَلَ السَّيْفَ ﴿فعقر (۲۹)﴾ بِهِ النَّاقَةَ اَىْ قَتَلَهَا مُوَافَقَةً لَهُمْ ﴿فكيف كان عذابى ونذر (۳۰)﴾ اَىْ اِنْذَارِىْ لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ اَىْ وَقَعَ مَوْقِعَهٗ وَبَيَّنَهٗ بِقَوْلِهٖ ﴿انا ارسلنا عليهم صيحة واحدة فكانوا كهشيم المحتظر (۳۱)﴾ هُوَ الَّذِىْ يَجْعَلُ لِغَنَمِهٖ حَظِيْرَةً مِنْ يَابِسِ الشَّجَرِ وَالشَّوْكِ يَحْفَظُهُنَّ فِيْهَا مِنَ الذِّئَابِ وَالسِّبَاعِ وَمَا سَقَطَ مِنْ ذٰلِكَ فَدَاسَتْهُ هُوَ الْهَشِيْمُ ﴿ولقد يسرنا القران للذكر فهل من مدكر (۳۲) كذبت قوم لوط بالنذر (۳۳)﴾ اَىْ بِالْاُمُوْرِ الْمُنْذِرَةِ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِهٖ ﴿انا ارسلنا عليهم حاصبا﴾ رِيْحًا تَرْمِيْهِمْ بِالْحَصْبَاءِ وَهِىَ صِغَارُ الْحِجَارَةِ الْوَاحِدَةِ دُوْنَ مِلْءِ الْكَفِّ فَهَلَكُوْا ﴿الا ال لوط﴾ وَهُمْ اِبْنَتَاهُ مَعَهٗ ﴿نجينهم بسحر (۳۴)﴾ مِنَ الْاَسْحَارِ اَىْ وَقْتَ الصُّبْحِ مِنْ يَوْمٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ وَلَوْ اُرِيْدَ مِنْ يَوْمٍ مُعَيَّنٍ لِمَنْعِ الصَّرْفِ لِاَنَّهٗ مَعْرِفَةٌ مَعْدُوْلٌ عَنِ السَّحَرِ لِاَنَّ حَقَّهٗ اَنْ يُسْتَعْمَلَ فِى الْمَعْرِفَةِ بِاَلْ وَهَلْ اَرْسَلَ الْحَاصِبَ عَلٰى اٰلِ لُوْطٍ اَوْ لَا قَوْلَانِ وَعَبَّرَ عَنِ الْاِسْتِثْنَاءِ عَلَى الْاَوَّلِ بِاَنَّهٗ مُتَّصِلٌ وَعَلَى الثَّانِىْ بِاَنَّهٗ مُنْقَطِعٌ وَاِنْ كَانَ مِنَ الْجِنْسِ تَسَمُّحًا ﴿نعمة﴾ مَصْدَرٌ اَىْ اِنْعَامًا ﴿من عندنا كذلك﴾ اَىْ مِثْلَ ذٰلِكَ الْجَزَاءِ ﴿نجزى من شكر (۳۵)﴾ اَنْعَمْنَا وَهُوَ مُوْمِنٌ اَوْ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

وَاَطَاعَهُمْ﴿ولقد انذرهم﴾خَوَّفَهُمْ لُوْطٌ﴿بطشتنا﴾اَخذَتُنَا اِيَّاهُمْ بِالْعَذَابِ﴿فتماروا﴾تَجَادَلُوا وَكَذَّبُوْا﴿بالنذر (۳۶)﴾بِاِنْذَارِهٖ﴿ولقد راودوه عن ضيفه﴾اَیْ سَاَلُوْهُ اَنْ يُّخَلِّیَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ اَتَوْهُ فِیْ صُوْرَةِ الْاَضْيَافِ لِيَخْبُثُوْا بِهِمْ وَكَانُوْا مَلَائِكَةً﴿فطمسنا اعينهم﴾اَعْمَيْنَاهَا وَجَعَلْنَاهَا بِلَا شَقٍّ كَبَاقِی الْوَجْهِ بِاَنْ صَفَقَهَا جِبْرَئِيْلُ بِجَنَاحَيْهِ﴿فذوقوا﴾فَقُلْنَا لَهُمْ ذُوْقُوْا﴿عذابی ونذر (۳۷)﴾اَیْ اِنْذَارِیْ وَتَخْوِيْفِیْ اَیْ ثَمْرَتَهٗ وَفَائِدَتَهٗ﴿ولقد صبحهم بكرة﴾وَقْتَ الصُّبْحِ مِنْ يَوْمٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ﴿عذاب مستقر (۳۸)﴾دَائِمٌ مُتَّصِلٌ بِعَذَابِ الْاٰخِرَةِ﴿فذوقوا عذابی ونذر (۳۹) ولقد يسرنا القران للذكر فهل من مدكر (۴۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

ثمود نے ڈرانے والوں کوجھٹلایا(''نذر''نذیر کی جمع ہے یہ بمعنی منذر ہے،یعنی ثمود نے ان امور کو جھٹلایا جن کے ذریعے ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ڈرایا کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے اوران کی پیروی نہیں کریں گے تو عذاب میں پڑ جائیں گے) بولے کیا ایک آدمی کی......۱......(''بشرا'' اشتغال کی بناء پر منصوب ہے) جو ہم میں کا ہے(''منا''''واحدا''، یہ دونوں بشر کی صفت ہیں) ہم اس کی تابعداری کریں(''نتبعہ'' یہ''بشرا'' کو نصب دینے والے کی تفسیر بیان کررہا ہے اور یہاں استفہام بمعنی نفی ہے، معنی آیت یہ ہے کہ ہم کیسے اس کی تابعدرای کریں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں اور ہم میں سے ایک فرد ہے یعنی ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے) جب تو ہم ضرور(یعنی اگر ہم اس کی تابعداری کریں گے تو ہم ضرور) گمراہ (یعنی درستگی سے دور جانے والے) اور دیوانے ہیں (''سعر'' کے معنی جنون ہے) کیا اتارا گیا(''ء القی'' یہ دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دونوں ہمزہ کے درمیان دونوں صورتوں کے مطابق الف داخل کرنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ذکر (یعنی وحی) اس پر ہم میں سے (یعنی اس پر بھی وحی نازل نہیں ہوئی) بلکہ وہ سخت جھوٹا ہے(اس بات میں کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے جسے وہ ذکر کرتا ہے) متکبر ہے(اشرا بمعنی متکبر ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) بہت جلد کل (یعنی آخرت میں) جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا متکبر (اور کذاب و متکبر کفار ہی ہیں کہ انہیں ان کے نبی صالح علیہ السلام کو جھٹلانے کے سبب عذاب دیا گیا) ہم ناقہ نکالنے والے ہیں (چٹان سے جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا، مرسلوا الناقة بمعنی مخرجوها ہے، الهضبة بمعنی الصخرة ہے) ان کی جانچ کو (تاکہ ہم ان کی جانچ کریں، فتنة کے معنی آزمائش ہے) تو (اے صالح علیہ السلام) تو راہ دیکھ (اس کی جو وہ کررہے ہیں اور اس کی جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا) اور صبر کر (ان کی اذیتوں پر ''واصطبر'' میں طاء تائے افتعال کے بدلے میں آئی ہے) اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں تقسیم ہے(یعنی ان میں اور اونٹنی میں تقسیم ہے ایک دن وہ اس سے پئیں اور ایک دن وہ پئے گی......۲......، قسمة بمعنی مقسوم ہے) ہر حصہ پر (یعنی پانی کے ہر حصہ پر) حاضر ہو (یعنی وہ لوگ اپنے پینے کے دن حاضر ہوں اور اونٹنی اپنے پینے کے دن، وہ اس تقسیم پر قائم رہے پھر وہ پر ملال ہو گئے اور انہوں اس اونٹنی کو مار ڈالنے کا ارادہ کرلیا) تو انہوں نے اپنے ساتھی (قدار) کو پکارا (تاکہ وہ اونٹنی کو مار ڈالے) تو اس نے لے کر (یعنی اس نے تلوار لے کر) اس کی (یعنی اونٹنی کی تلوار کے ذریعے) کوچیں کاٹ دیں (قوم کے دیگر لوگوں کی موافقت سے......۳......) پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانا (یعنی نزول عذاب سے قبل میرا انہیں عذاب سے ڈرانا کیسا ہوا یعنی یہ معاملہ برمحل واقع ہوا، اللہ عزوجل نے اس عذاب کا بیان اپنے اس فرمان میں کیا ہے) بیشک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسا کہ گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس (''محتظر'' اس شخص کو کہتے ہیں جو خشک گھاس اور کانٹوں کے ذریعے اپنی بکریوں کے لیے ایک محفوظ جگہ بناتا ہے اس جگہ میں

رہ کر وہ بھیڑیوں اور دیگر درندوں سے اپنی بکریوں کی حفاظت کرتا ہے جو گھاس اس سے گر کر ملیامیٹ ہو جاتی ہے اسے ''الھشیم'' کہتے ہیں) اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا (یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی زبانی پہنچنے والے ڈرانے والے امور کو) بیشک ہم نے ان پر پتھروں کی آندھی بھیجی (یعنی ایسی ہوا بھیجی جس نے ان پر کنکریاں پھینکیں، حصباء اس ایک چھوٹے سے کنکر کو کہتے ہیں جو ہتھیلی سے چھوٹا ہو، ان سب کو ہلاک کر دیا گیا) سوائے لوط کے گھر والوں کے (یعنی حضرت لوط اور آپ کی دو بیٹیوں کو......ھ......) ہم نے انہیں پچھلے پہر بچالیا (یعنی سحر کے ایک حصہ یعنی کسی غیر معین دن کے بوقت صبح اور اگر اس سے مراد معین دن ہو تو یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس صورت میں معرفہ ہوگا اور ''سحر'' سے معدول ہوگا کیونکہ اس کا حق یہ ہے کہ اسے معرف باللام کی صورت میں استعمال کیا جائے یہ پتھروں کی آندھی آل لوط پر بھیجی گئی تھی یا نہیں، اس بارے میں دو قول ہیں تو پہلے قول کے مطابق یہاں استثناء متصل ہوگا اور دوسرے قول کے مطابق استثناء منقطع ہوگا، اور جنس سے ہونا عبارت میں تساہل کی بنا پر ہوسکتا ہے) اپنے پاس سے انعام فرما کر (''نعمۃ'' مصدر ہے بمعنی انعام) اسی طرح (یعنی اس صلہ کی مثل) ہم صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے (ہماری نعمتوں کا اور وہ مومن ہو یا شکر سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ اور رسل پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے تو اسے یہ بدلہ دیتے ہیں) اور اس نے (یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے) انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا (یعنی عذاب کے ساتھ انہیں ہمارے پکڑ فرمانے کا خوف دلایا، انذر بمعنی خوف، بطشتنا بمعنی اخذتنا ہے) تو انہوں نے جھگڑا کیا اور جھٹلایا (تماروا بمعنی تجادلوا و کذبوا ہے) اس کے ڈرانے کو (بالنذر بمعنی بالانذار ہے) انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا (یعنی انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا آپ ان کے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں جو کہ بصورت مہمان آپ کے پاس آئے تھے تاکہ وہ ان سے فعل خبیث کرسکیں، یہ مہمان درحقیقت فرشتے تھے) تو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں (یعنی انہیں اندھا کر دیا یوں کہ آنکھوں وغیرہ کے سوراخ بھی باقی نہ رہے باقی چہرے کی طرح یہ جگہ سپاٹ ہوگئی، یوں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان پر اپنے پر مار دیئے......ھ......) تو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا (یعنی میرا ڈرانا اور خوف دلانا یعنی میرے ڈرانے اور خوف دلانے کا ثمر اور فائدہ چکھو) بیشک صبح تڑکے ان کے پاس آیا (یعنی ایک غیر معین دن کی صبح کے وقت) ٹھہرنے والا عذاب (یعنی ایسا دائمی عذاب جو آخرت کے ساتھ متصل ہوگا) تو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت ثمود بالنذر فقالوا ابشرا منا واحدا نتبعه انا اذا لفی ضلل وسعر﴾

کذبت ثمود: فعل وفاعل، **بالنذر:** ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، **ف:** عاطفہ، **قالوا** قول، **ھمزہ:** حرف استفہام، **بشرا:** موصوف، **منا:** ظرف مستقر صفت اول، **واحدا:** صفت اول، **واحدا:** صفت ثانی، ملکر منصوب براشتغال، فعل محذوف ''نتبع'' کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مفسر، **نتبعہ:** جملہ فعلیہ تفسیر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، **انا** جرف مشبہ واسم، **اذا:** حرف جزا وجواب، **لام:** تاکیدیہ، **فی ضلل وسعر** ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء القی الذکر علیه من بیننا بل ھو کذاب اشر﴾

ھمزہ: حرف استثناء، **القی الذکر:** فعل بانائب الفاعل، **علی:** جار، **ہ:** ضمیر ذوالحال، **من بیننا:** ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، **بل** جرف اضراب وعطف، **ھو:** مبتدا، **کذاب اشر:** مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سیعلمون غدا من الکذاب الاشر انا مرسلوا الناقة فتنة لھم﴾

س: حرف استقبال، یعلمون: فعل بافاعل، غدا: ظرف، من: استفہامیہ مبتدا، الکذاب الاشر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، مرسلوا: اسم فاعل مضاف بافاعل، الناقة: مضاف الیہ مفعول، فتنة: موصوف، لھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فارتقبھم واصطبر ونبئھم ان الماء قسمة بینھم کل شرب محتضر﴾

ف: فصیحیہ، ارتقبھم: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصطبر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، نبئھم: فعل امر بافاعل ومفعول، ان الماء: حرف مشبہ واسم، قسمة: موصوف، بینھم: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، کل شرب: مبتدا، محتضر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر فکیف کان عذابی ونذر﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "تمادوا علی ذلک" نادوا صاحبھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، عقر: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، فکیف کان عذابی ونذر: اس کی ترکیب آیت نمبر ۱۶، میں گزری۔

﴿انا ارسلنا علیھم صیحة واحدة فکانوا کھشیم المحتظر﴾

انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا علیھم: فعل بافاعل وظرف لغو، صیحة واحدة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، کاف: جار، ھشیم المحتظر: مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ارسلنا علیھم" پر معطوف ہے۔

﴿ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر کذبت قوم لوط بالنذر﴾

ولقد یسرنا القران......الخ: اس آیت کی ترکیب آیت نمبر ۱۷، میں گزری، کذبت قوم لوط: فعل وفاعل ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا ارسلنا علیھم حاصبا الا ال لوط نجینھم بسحر نعمة من عندنا﴾

انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، علی: جار، ھم: ضمیر مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، ال لوط: مستثنیٰ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، حاصبا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ملکر جملہ اسمیہ، نجینھم: فعل بافاعل ومفعول، بسحر: ظرف لغو، نعمة: موصوف، من عندنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک نجزی من شکر ولقد انذرھم بطشتنا فتماروا بالنذر﴾

کذلک: ظرف مستقر "الجزاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی: فعل بافاعل، من شکر: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، انذرھم: فعل بافاعل ومفعول، بطشتنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، تماروا بالنذر: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد راودوہ عن ضیفه فطمسنا اعینھم فذوقوا عذابی ونذر﴾

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد: تحقیقیہ، راودوہ: فعل بافاعل ومفعول، عن ضیفه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، طمسنا: فعل بافاعل، اعینھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ذوقوا: فعل امر

یا فاعل،عذابی،معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،نذر:معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "قلنا لھم" کیلئے مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولقد صبحھم بکرۃ عذاب مستقر فذوقوا عذابی ونذر ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر﴾

و:عاطفہ ،لام:تاکیدیہ ،قد:تحقیقیہ ،صبحھم:فعل ومفعول،بکرۃ:ظرف،عذاب مستقر: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ،فذوقوا عذابی ونذر: اسکی ترکیب آیت نمبر ۳۷، میں گزری،ولقد یسرنا القران......الخ:اسکی ترکیب آیت نمبر ۱۷، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم صالح کا اپنے نبی کو آدمی کہنا:

۱؎......قوم صالح کا حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت کو جھٹلانے کی دو وجوہات نمایاں طور بیان کی گئی:(۱)......بشر کو رسول کیوں بنا کر بھیجا گیا،فرشتہ کیوں رسول نہ بنایا گیا۔(۲)......حضرت صالح علیہ السلام کو ہی کیوں رسالت سے نوازا گیا،ہم اُن سے بہتر تھے،ہمیں رسالت دی جانی چاہیے تھی۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۹،ص ۳٤)

قرآن مجید میں مذکورہ بالا ایک ہی آیت نہیں بلکہ کئی مقامات پر انبیاء کرام کو اسی خطاب سے نوازا گیا ہے جو کہ یقیناً بے ادبی ہے،چنانچہ ہم ان تمام مقامات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ موضوع میں کسی قسم کی تشنگی نہ رہے،ساتھ ہی نبی کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم شرعی بھی ذکر کیا جاتا ہے:﴿ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ......الخ نہیں تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ دادوں میں نہ سنا وہ نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو(المومنون:٢٤ تا٢٥)﴾،﴿ان ھو الا رجل افتری علی اللہ......الخ وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں(المومنون:٣٨)﴾،﴿وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہو(الفرقان:٨)﴾،﴿قالوا ما ھذا الا رجل یرید ان یصدکم ......الخ کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر ایک مرد کہ تمہیں روکنا چاہتے ہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے(سبا:٤٣)﴾،﴿اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا(الانعام:٩١)﴾،﴿ما نرک الا بشرا مثلنا ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں(ھود:٢٧)﴾،﴿قالوا ان انتم الا بشر مثلنا بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو(ابراھیم:١٠)﴾،﴿قال لم اکن لاسجد لبشر ......الخ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی(الحجر:٣٣)﴾،﴿الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا(الاسراء:٩٤)﴾،﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے(حم سجدہ:٦)﴾،﴿ھل ھذا الا بشر مثلکم یہ کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں(الانبیاء:٣)﴾،﴿ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ......الخ نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے(المومنون:٢٤)﴾،﴿ولئن اطعتم بشرا مثلکم ......الخ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو(المومنون:٣٤)﴾،﴿فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا ......الخ تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے(المومنون:٤٧)﴾،﴿ما انت الا بشر مثلنا تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو(الشعراء:١٠٤)﴾،﴿قالوا ما انتم الا بشر مثلنا......الخ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرے جھوٹے ہو(یس:١٥)﴾،﴿ان ھذا الا قول البشر یہ نہیں مگر آدمی کا کلام(المدثر:٢٥)﴾۔

حضرات انبیائے کرام کی شان میں توہین کرنا،ان کی جناب میں گستاخی کرنا یا ان کو فواحش و بے حیائی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، مثلاً معاذ اللہ ، حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب زنا کی نسبت کرنا۔(الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۸۵)

پانی پینے کی باری کا بیان:

۲.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ونبئهم ان الماء قسمة بينهم اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے (القمر:۲۸)﴾۔اس آیت کے بیان میں اللہ عزوجل نے قوم صالح کیلئے پانی کی تقسیم کا بیان کر دیا، یعنی ایک دن کے ناغے سے قوم پانی سے سیراب ہو اور دوسرے دن پانی ناقۃ اللہ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اور اس تاویل کی وجہ یہی ہے کہ ناقۃ اللہ اور دیگر قوم میں پانی کے معاملے میں تنازعہ نہ ہو اور تقسیم بندی ہو جائے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ جب قوم اپنے ناغے والے دن میں اونٹنی کے پاس آتی تو اونٹنی کے دودھ سے فیضاب ہوتی۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۱۱۹)

امام قرطبی کہتے ہیں: جس دن قوم کی باری ہوتی ناقۃ اللہ اس پانی سے ایک بوند نہ پیتی تھی اور قوم صالح ناقۃ اللہ کے دودھ سے فیضیاب ہوتے تھے جو کہ ان کے لئے مزید ایک نعمت تھا، اور جس دن ناقۃ اللہ کی باری ہوتی تھی تو وہ مکمل پانی پی جاتی اور ان کے لئے پانی کا قطرہ بھی نہیں بچتا تھا۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۲۳)

قدار اور دیگر لوگوں کا ناقہ کو ہلاک کرنا:

۳.....قوم کے سردار قدار بن سالف بن جندع نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، یہ شخص بھورے رنگ کا مالدار آدمی تھا، اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زنا سے پیدا شدہ تھا، یہ کام اتفاق رائے سے ہوا، اس لئے اس کے کام کو سب نہ ماننے والوں کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصۃ صالح نبی ثمود، الجزء:۱، ج۱، ص ۱۵۱)

قوم لوط پر عذاب کی کیفیت:

۴.....حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے کناروں سے قوم لوط کے گھروں کو اکھیڑ کر رکھ دیا، قوم لوط سات شہروں میں قیام پزیر تھی، بعض محققین کا کہنا ہے کہ قوم لوط میں چار سو انسان تھے، ایک قول یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی، اور ان کے ساتھ حیوانات بھی تھے، اور ان کے شہروں میں زمینیں، گھر اور دیگر کام کاج کے ٹھکانے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی جانب بلند کر کے الٹ پلٹ کر رکھ دیا یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغ کی آوازیں سنیں۔ اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور ہر پتھر پر اس کا نام کندہ تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت ہونی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان بھی ہے کہ ﴿مسومة عند ربک للمسرفين (الذاریات:۳۴)﴾۔ (البدایۃ والنھایۃ، ذکر اولاد ابراھیم، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۰۱)

آنکھیں چوپٹ کردینے کے محامل:

۵..... یہاں قوم لوط پر عذاب کی ایک اور شق کا بیان ہے، یعنی اللہ عزوجل نے انہیں اندھا کر دیا۔ روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پَر مارے جس کی وجہ سے وہ اندھے ہو گئے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے چہرے سپاٹ ہو گئے اور ان پر کوئی نشان ہی باقی نہ رہا، جیسا کہ ہوائیں نشانات کو مٹا دیا کرتی ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ نہیں، بلکہ اللہ عزوجل نے ان کی دیکھنے کی طاقت چھین لی تھی۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی بصارت ان معنی میں چھین لی تھی کہ وہ رسل کو دیکھ ہی نہ سکتے تھے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۲۶)

اغراض:

ای الامور التی انذرھم بھا: یہ﴿نذر﴾ کی تفسیر میں سے ایک تفسیر ہے، اور ایک تفسیر میں ''نذیر'' آیا ہے معنی یہ ہے کہ اُن کے پاس ڈرانے والے رسل بھیجے، اور جمع کا صیغہ اس لئے لائے کہ جو ایک رسول کو جھٹلائے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سارے ہی رسولوں کو جھٹلاتا ہے۔ جنون: اللہ کے فرمان میں﴿سعر﴾مفرد استعمال ہوا ہے اور اس کی جمع ''سعیر''، یعنی بھڑکتی آگ ہے، اور جمع لانا بھی درست تھا۔ قال تعالی: قوم کے لئے وعید اور نبی علیہ السلام کے لئے وعدہ تھا۔

ای فی الاخرۃ: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے جو کہ﴿غدا﴾کے بارے میں نازل ہوا، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد دنیا میں اُن (قوم ثمود) پر آنے والے عذاب کا دن ہے۔

الھضبۃ: ھاء کی فتح اور ضاد کے سکون کے ساتھ ہے، مراد وہ پہاڑ ہے جہاں سے اونٹنی والا معجزہ وقوع پذیر ہوا، اور اس کی جمع ھضب اور ھضاب ہے۔ وبین الناقۃ: ظاہر یہی ہے کہ ضمیر فقط قوم ثمود کی طرف راجع ہے لیکن سہل ترین ترکیب کے اعتبار سے ضمیر ناقہ کی طرف راجع کرنا بھی ضروری ہے، پس غلبہ کی وجہ سے ضمیر کو دونوں طرف راجع مانا جائے گا۔

فتمادوا علی ذلک: یعنی قوم اور ناقہ کے مابین پانی وغیرہ کی باری ایک عرصے تک جاری رہی، پھر پانی کی کمی اور اپنے چرائی کے جانور کی فکر دامن گیر ہوئی اور قوم ناقہ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگئی، مزید بیان حاشیہ نمبر ''۴'' میں دیکھیں۔

موافقۃ لھم: یعنی سارے ہی اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ ناقہ کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ سورۃ الشعراء میں بھی اس کا بیان ہو چکا ہے لیکن عملی جامہ ایک ہی بد بخت نے انجام دیا لیکن چونکہ سب ہی اس پر راضی تھے اس لئے﴿فعقروھا﴾یعنی جمع کا صیغہ لائے جب کہ مذکورہ مقام پر واحد کا صیغہ﴿فعقر﴾استعمال فرمایا۔

ریحا ترمیھم بالحصباء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ﴿حاصبا﴾اسم فاعل ہے، محذوف موصوف کی صفت ہے اور اس پر دلیل پتھروں کی اُن پر بارش کرنا ہے کیونکہ یہی ہوا لانے کا ذریعہ تھے۔ من یوم غیر معین: بمعنی غیر مقصود ہے اور مقصود یہاں پر مخاطبین کی تعیین کرنا ہے جب کہ واقعہ اور حاضرین کی تعیین مراد نہیں ہے۔ لیخبثوا بھم: یعنی زنا کی خباثت، مراد وہ عمل بد ہے جس میں قوم لوط مبتلا تھی۔ وجعلنا ھا بلا شق: دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں ظاہری آنکھوں سے دکھایا لیکن انہوں نے نہ دیکھا۔ دائم متصل بعذاب الآخرۃ: یعنی عذاب اُن سے ٹلنے والا نہیں یہاں تک کہ جہنم میں جا پہنچیں۔ (الصاوی، ج۶، ص ۳۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿ولقد جاء ال فرعون﴾قَوْمَهُ مَعَهُ﴿النذر (۴۱)﴾اَلْاِنْذَارُ عَلٰی لِسَانِ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بَلْ﴿كذبوا بايتنا كلها﴾اَيِ التِّسْعَ الَّتِيْ اُوْتِيَهَا مُوْسٰى﴿فاخذنهم﴾بِالْعَذَابِ﴿اخذ عزيز﴾قَوِيٍّ﴿مقتدر (۴۲)﴾ قَادِرٌ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ﴿اكفاركم﴾يَا قُرَيْشُ﴿خير من اولئكم﴾الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ فَلَمْ يُعَذَّبُوْا﴿ام لكم﴾يَا كُفَّارَ قُرَيْشٍ﴿براءة﴾مِنَ الْعَذَابِ﴿فى الزبر (۴۳)﴾اَلْكُتُبِ وَالْاِسْتِفْهَامُ فِي الْمَوْضَعَيْنِ بِمَعْنَى النَّفْيِ اَيْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ﴿ام يقولون﴾اَيْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ﴿نحن جميع﴾اَيْ جَمْعٌ﴿منتصر (۴۴)﴾عَلٰى مُحَمَّدٍ وَلَمَّا قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ يَوْمَ بَدْرٍ اِنَّا جَمْعٌ مُنْتَصِرٌ نَزَلَ﴿سيهزم الجمع ويولون الدبر (۴۵)﴾فَهُزِمُوْا بِبَدْرٍ وَنُصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْهِمْ﴿بل

السـاعة مـوعـدهـم﴾بِالْعَذَابِ﴿والساعة ﴾اَیْ عَذَابُهَا﴿ادهی﴾اَعْظَمُ بَلِیَّةٍ﴿وامر (۴۶)﴾اَشَدُّ مُرَارَةً مِنْ عَذَابِ الدُّنْیَا﴿ان المجرمین فی ضلل﴾هَلَاکٍ بِالْقَتْلِ فِی الدُّنْیَا﴿وسعر (۴۷)﴾نَارٍ مُسَعَّرَةٍ بِالتَّشْدِیْدِ اَیْ مُهَیَّجَةً فِی الْاٰخِرَةِ﴿یوم یسحبون فی النار علی وجوههم﴾اَیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَیُقَالُ لَهُمْ﴿ذوقوا مس سقر (۴۸)﴾اَصَابَةَ جَهَنَّمَ لَکُمْ﴿انا کل شیء﴾مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ یُفَسِّرُهٗ﴿خلقنه بقدر (۴۹)﴾بِتَقْدِیْرٍ حَالٌ مِنْ کُلّ اَیْ مُقَدَّرًا وَقُرِیَ کُل بِالرَّفْعِ مُبْتَدَأً خَبَرُهٗ خَلَقْنَاهُ﴿وما امرنا﴾لِشَیْءٍ نُرِیْدُ وُجُوْدَهٗ﴿الا﴾اَمْرَةٌ﴿واحدة کلمح بالبصر (۵۰)﴾فِی السُّرْعَةِ وَهِیَ کُنْ فَیُوْجَدُ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴿ولقد اهلکنا اشیاعکم﴾اَشْبَاهَکُمْ فِی الْکُفْرِ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِیَةِ﴿فهل من مدکر (۵۱)﴾اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَی الْاَمْرِ اَیْ اُذْکُرُوْا وَاتَّعِظُوْا﴿وکل شیء فعلوه﴾اَیِ الْعِبَادُ مَکْتُوْبٌ ﴿فی الزبر (۵۲)﴾ کُتُبِ الْحَفَظَةِ﴿وکل صغیر وکبیر﴾مِنَ الذَّنْبِ اَوِ الْعَمَلِ﴿مستطر (۵۳)﴾مُکْتُوبٌ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ﴿ان المتقین فی جنت﴾بَسَاتِیْنِ ﴿ونهر (۵۴)﴾اُرِیْدَ بِهِ الْجِنْسَ وَقُرِئَ بِضَمِّ النُّوْنِ وَالْهَاءِ جَمْعًا کَاَسَدٍ وَاُسُدٍ اَلْمَعْنٰی اَنَّهُمْ یَشْرِبُوْنَ مِنَ اَنْهَارِهَا الْمَاءَ وَاللَّبَنَ وَالْعَسَلَ وَالْخَمْرَ﴿فی مقعد صدق﴾مَجْلِسِ حَقٍّ لَا لَغْوَ فِیْهِ وَلَا تَأْثِیْمَ وَاُرِیْدَ بِهِ الْجِنْسُ وَقُرِئَ مَقَاعِدَ الْمَعْنٰی اَنَّهُمْ فِیْ مَجَالِسِ مِنَ الْجَنَّاتِ سَالِمَةٌ مِنَ اللَّغْوِ وَالتَّأْثِیْمِ بِخَلَافِ مَجَالِسِ الدُّنْیَا فَقَلَّ اَنْ تَسْلَمَ مِنْ ذٰلِکَ وَاُعْرِبَ هٰذَا خَبَرًا ثَانِیًا وَبَدْلًا وَهُوَ صَادِقٌ بِبَدْلِ الْبَعْضِ وَغَیْرِهٖ﴿عند ملیک﴾مِثَالِ مُبَالَغَةٍ اَیْ عَزِیْزِ الْمُلْکِ وَاسِعُهٗ﴿مقتدر (۵۵)﴾قَادِرٍ لَا یُعْجِزُهٗ شَیْءٌ وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی عِنْدَ اِشَارَةٌ اِلَی الرُّتْبَةِ وَالْقُدْرَةِ مِنْ فَضْلِهٖ تَعَالٰی.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک آل فرعون (یعنی فرعون کی قوم اور فرعون) کے پاس ڈرانے والے امور آئے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام وھارون علیہ السلام کی زبانی ڈرایا لیکن وہ ایمان نہ لائے بلکہ) انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں (یعنی وہ نو نشانیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئیں ......۱......) تو ہم نے انہیں (عذاب کے ساتھ) پکڑلیا یوں جیسے ایک قوت والے قدرت والے کی شان تھی (عزیز کے معنی قوی ہے، اور "مقتدر" اس قادر کو کہتے ہیں جسے کوئی شے عاجز نہ کر سکے) کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں (جو مذکور ہوئے جیسے قوم نوح سے لے کر قوم فرعون تک اے کفار قریش تو کیا انہیں عذاب نہیں دیا گیا) یا (اے کفار قریش) تمہارے لیے کتابوں میں (عذاب سے) برات لکھی ہے (زبر بمعنی کتب ہے، یہاں دونوں مقامات میں استفہام بمعنی نفی ہے، یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے) یا وہ (یعنی کفار قریش) کہتے ہیں ہم سب ملکر بدلہ لے لیں گے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، جمیع کے معنی جمع ہے، اور جب جنگ بدر کے دن ابوجہل نے کہا بیشک ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ......۲......) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھ پھیر دیں گے (پس کفار کو میدان بدر میں شکست ہوئی اور ان کے خلاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی) بلکہ ان کا وعدہ (عذاب آنے کا) قیامت ہے اور قیامت (یعنی اس کا عذاب) سخت بلاء (ادھی بمعنی اعظم بلیة ہے) سخت کڑوا ہے (دنیاوی عذاب کے مقابلے میں، امر بمعنی اشد مرارة ہے) بیشک مجرم ہلاکت میں ہیں (دنیا میں قتل کئے جانے کے ذریعے، ضلل کے معنی ہلاک ہے) اور بھڑکتی آگ میں ہیں (آخرت میں، سعر بمعنی مسعرة ہے، رائے مشددہ کے ساتھ ہے "مسعرة" کا معنی بھڑکنے والی کے ہیں) جس دن آگ میں

اپنے مونھوں پر گھسیٹے جائیں گے (آخرت میں اور ان سے کہا جائے گا) چکھو دوزخ کی آنچ (یعنی تم تک جہنم کی آگ کا پہنچنا ہے......) بیشک ہم نے ہر چیز (''کل شی'' یہ فعل'' مقدر'' کی وجہ سے منصوب ہے) ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے (قدر کے معنی تقدیر ہے، یہ'' کل '' سے حال بن رہا ہے اور بمعنی مقدرا ہے، اور'' کل شی'' کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ مبتدا ہوگا، خبر خلقناہ ہے) اور ہمارا حکم نہیں ہوتا (کسی شے کے لیے جسے ہم موجود کرنے کا ارادہ فرمائیں) مگر ایک (حکم) جیسے پلک مارنا (وہ حکم سرعت میں گویا پلک مارنے کی طرح ہے اور وہ کلمہ ''کـــــن'' ہے کہ وہ شے موجود ہو جاتی ہے......) اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) اور بیشک ہم نے (کفر میں) تمہاری مثل ہلاک کر دیئے (یعنی ہم نے پچھلی امتوں کو جو کفر میں تمہاری مثل تھیں ہلاک کر دیا) تو ہے کوئی دھیان کرنے والا (یہاں استفہام بمعنی امر ہے، یعنی دھیان کرو اور نصیحت حاصل کرو) اور انہوں نے (یعنی بندوں نے) جو کچھ کیا سب کتابوں میں (مکتوب) ہے (''زبــر'' سے مراد فرشتوں کے رجسٹر ہیں) اور ہر چھوٹا برا (گناہ یا عمل) لکھا ہوا ہے (لوح محفوظ میں، مستطر بمعنی مکتتب ہے) بیشک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں (معنی آیت یہ ہے کہ ''نہر'' سے مراد جنس ہے اور اس لفظ کو نون مضمومہ اور ہاء مضمومہ کے ساتھ بصیغہ جمع پڑھا گیا ہے جیسا کہ ''اسد'' کی جمع اسد آتی ہے معنی آیت یہ ہے کہ پرہیزگار جنت کے پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہروں سے پئیں گے) سچ (یعنی حق) کی مجلس میں (جس میں نہ تو کچھ لغو ہوگا اور نہ گناہ، اور'' مقعد'' سے مراد جنس ہے اور اسے ''مـقـاعـد'' بصیغہ جمع بھی پڑھا گیا ہے معنی آیت یہ ہے کہ پرہیزگار جنت کی ان مجالس میں ہوں گے جو لغو و گناہ گاری سے پاک ہونگیں بخلاف دنیاوی مجالس کے کہ کم ہی دنیاوی مجالس اس امور سے پاک ہوتی ہیں اور اسے خبر ثانی ہونے اور بدل ہونے کے اعتبار سے اعراب دیا گیا ہے اور بدل بعض وغیرہ پر بھی صادق آتا ہے) عظیم اور وسیع ملک والے (''ملیک'' صیغہ مبالغہ ہے بمعنی عـزیـز الـمـلـک واسعہ) عظیم قدرت والے کے حضور (''مقتدر'' اس قادر کو کہتے ہیں جسے کوئی شے عاجز نہ کر سکے اور وہ اللہ ﷻ ہی ہے اور'' عند'' سے رتبہ اور قدرت کی طرف اشارہ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد جاء ال فرعون النذر كذبوا بايتنا كلها فاخذنهم اخذ عزيز مقتدر﴾

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، جاء ال فرعون: فعل ومفعول، النذر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، کذبوا: فعل بافاعل، بايتنا: مؤکد، کلها: تاکید، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذنهم: فعل بافاعل ومفعول، اخذ: مضاف، عزيز مقتدر: مرکب توصیفی مضاف الیہ فاعل، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اكفاركم خير من اولئكم ام لكم براءة في الزبر﴾

همزہ: حرف استفہام، كفاركم: مبتدا، خير: اسم تفضیل بافاعل، من اولئكم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: منقطعہ بمعنی بل، لكم: ظرف مستقر خبر مقدم، براءة: موصوف، في الزبر: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام يقولون نحن جميع منتصر سيهزم الجمع ويولون الدبر﴾

ام: منقطعہ بمعنی بل، يقولون: قول، نحن: مبتدا، جميع منتصر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، س: استقبال، يهزم الجمع: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، يولون: فعل بافاعل، الدبر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر ان المجرمين في ضلل سعر﴾

بل: حرف اضراب، الساعة: مبتدا، موعدهم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الساعة: مبتدا، ادهى: معطوف

علیہ ،و :عاطفہ ،امر :معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ان المجرمین :حرف مشبہ واسم ،فی ضلل و سعر :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم ذوقوا مس سقر﴾

یوم: مضاف ،یسحبون :فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،علی وجوھھم :ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،فی النار :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر ظرف فعل محذوف "لقال لھم" ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول ،ذوقوا :فعل امر با فاعل ،مس سقر :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انا کل شیء خلقنہ بقدر﴾

انا: حرف مشبہ واسم ،کل شیء :منصوب بر اشتغال ذوالحال ،بقدر :ظرف مستقر حال ،ملکر فعل محذوف "خلقنا" کیلئے مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مفسر ،خلقنہ :جملہ فعلیہ تفسیر ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر ولقد اھلکنا اشیاعکم فھل من مدکر﴾

و :عاطفہ ،ما :نافیہ ،امرنا :ذوالحال ،کاف :جار ،لمح :مصدر با فاعل ،بالبصر :ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ مجرور ،ملکر ظرف مستقر حال ،ملکر مبتدا ،الا :اداۃ حصر ،واحدۃ :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،لام :تاکیدیہ ،قد :تحقیقیہ ،اھلکنا :فعل با فاعل ،اشیاعکم :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ ،ف :عاطفہ ،ھل :حرف استفہام ،من :زائدہ مؤکد :"موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکل شیء فعلوہ فی الزبر وکل صغیر وکبیر مستطر﴾

و :عاطفہ ،کل شیء :موصوف ،فعلوہ :جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مبتدا ،فی الزبر :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،کل :مضاف ،صغیر :معطوف علیہ ،و کبیر :معطوف ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مبتدا ،مستطر :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر﴾

ان المتقین: حرف مشبہ واسم ،فی :جار ،جنت :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،نھر :معطوف ،ملکر مجرور ،ملکر مبدل منہ ،فی مقعد صدق :جار مجرور بدل ،ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر ،عند ملیک مقتدر :ظرف متعلق بمحذوف خبر ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......سیھزم الجمع ویولون الدبر ......☆روز بدر جب ابوجہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی پھر ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی فتح ہوئی اور کفار کو ہزیمت ہوئی۔

☆......انا کل شیء خلقنہ بقدر......☆یہ آیت قدریوں کے حق میں نازل ہوئی جو قدرت الٰہی کے منکر ہیں اور حوادث کو کواکب وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں مسئلہ احادیث میں انہیں اس امت کا مجوس فرمایا گیا اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کلام کرنے اور وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کرنے ،مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی گئی اور انہیں دجال کا ساتھی فرمایا گیا وہ بدترین خلق ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم فرعون کو نشانیوں کے ذریعے نصیحت:

۱......اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء ،ید بیضاء ،قحط سالی ،طوفان

ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ (العصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

احادیث کی روشنی میں بدر کے احوال:

ع......ہم نے ماقبل کہیں پر بھی غزوہ بدر کے حوالے سے اس نوعیت کا کلام نہیں کیا، بلکہ اختصاراً جہاں کوئی مضمون بن پایا علماء وطلباء کی سہولت کے لئے بیان کیا ہے۔ تاہم یہاں ہم نے یہ التزام کرنا ہے کہ غزوۂ بدر کے حوالے سے مناسب مواد احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کرنا ہے۔ لہٰذا اسی مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہم درج ذیل عنوان وباب قائم کر کے احادیث طیبہ ذکر کرتے ہیں:

(۱)......غزوۂ بدر کا بیان:

☆......حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں کسی غزوہ میں سید عالم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، سوائے غزوۂ تبوک کے، اور غزوۂ بدر میں بھی شامل نہ ہو سکا تو اس میں شامل نہ ہونے والے کسی فرد پر اللہ عزوجل نے عتاب نہیں فرمایا، کیونکہ سید عالم ﷺ تو قافلۂ قریش کے ارادے سے نکلے تھے، لیکن اللہ عزوجل نے مسلمانوں کا ان کے دشمنوں سے بغیر کسی تیاری کے ٹکراؤ کروادیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: قصة غزوة بدر، رقم: ۳۹۵۱، ص ۶۶۸)

(۲)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿اذ تستغیثون ربکم...... الخ﴾

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود کا جنگ بدر میں ایک ایسا فعل دیکھا کہ اگر وہ مجھے حاصل ہوتا تو میں اُسے دنیا کی ہر نعمت سے عزیز سمجھتا، چنانچہ بات یہ ہے کہ وہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر خدمت ہوئے جب کہ آپ لڑنے کے لئے مسلمانوں کو بلا رہے تھے۔ مقداد عرض خدمت اقدس ہوئے: ہم ہرگز وہ بات نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی: ﴿فاذهب انت وربک فقاتلا تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو (المائدة: ۲٤)﴾ بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے پروانہ وار لڑیں گے، پس میں نے دیکھا کہ ان کی بات سُن کر نبی کریم ﷺ کا مبارک چہرہ دمک اٹھا تھا"۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: اذ تستغیثون...... الخ، رقم: ۳۹۵۲، ص ۶۶۸)

☆......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں اللہ عزوجل کے حبیب ﷺ نے یہ الفاظ تلفظ فرمائے: "اللھم انشدک عھدک ووعدک اللھم ان شئت لم تعبد اے اللہ عزوجل! اگر تو یہ چاہے کہ تیری عبادت کبھی نہ ہو، اتنا ہی فرمانا تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ کا دست اقدس تھاما اور عرض گزار ہوئے کہ بس اتنا ہی کافی ہے، پس آپ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے ﴿سیھزم الجمع ویولون الدبر اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھ پھیر دیں گے (القمر: ٤٥)﴾۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۹۵۳)

☆......مقسم جو کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت: ﴿لا یستوی القاعدون من المومنین برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں (النساء: ۹۵)﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے وہ شاملین بدر کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۹۵٤)

(۳)......اصحابِ بدر کی تعداد:

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں مجھے اور حضرت ابن عمر کو کم عمر شمار کیا گیا، اس جنگ میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ اور انصار کی تعداد دوسو چالیس سے کچھ زیادہ تھی۔ (المرجع السابق فی الباب: عدة اصحاب بدر، رقم: ۳۹۵٦، ص ۶۶۸)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم اصحاب محمد آپس میں کہا کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت

کے برابر تھی، جنہوں نے ان کے ساتھ نہر پار فرمائی تھی اور مومنین کے سوا کوئی پار نہیں کر سکتا تھا، ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۹۵۷، ص۶۶۹)

(۴)......کفارِ قریش کے قتل کی دعا کرنا:

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد کی ہلاکت کے لئے دعا فرمائی یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابو جہل بن ہشام، پس میں اللہ عزوجل کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے بدر میں ان کی لاشیں دیکھیں جو دھوپ کی وجہ سے پھول گئی تھیں اور وہ دن گرم ترین دن تھا۔

(المرجع السابق فی الباب: دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الکفار، رقم: ۳۹۶۰، ص۶۶۹)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ''ایسا کون ہے جو ابو جہل کو دیکھ کر اس کا حال مجھے بتائے''؟، پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے اُسے اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء کے دونوں بیٹوں کی ضربوں سے سسکیاں لے رہا تھا، پس انہوں نے اس کو داڑھی سے پکڑ کر فرمایا: تو ہی ابو جہل ہے، کہنے لگا؟ جن آدمیوں کو ان کی قوم نے قتل کیا ہے کیا ان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی ہے؟، یا جن کو تم نے قتل کیا ہے؟۔ (المرجع السابق، باب قتل ابی جھل، رقم: ۳۹۶۳، ص۶۶۹)

(۵)......مقتولین بدر سے کلام کرنا:

☆......حضرت انس، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن کفار قریش کے چوبیس مقتولین کی لاشوں کو ایک اندھے کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، چنانچہ ان گندے لوگوں کو ایک گندے کنویں میں پھینک دیا گیا، آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کسی قوم پر غلبہ حاصل ہوتا تو وہاں تین راتوں تک قیام فرماتے تھے، جب میدان بدر میں تیسرا روز آیا تو اپنی سواری کا قصد فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اونٹنی پر کجاوہ کَس دیا گیا۔ جب آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے تو صحابہ کرام بھی پیچھے ہو لئے اور ان حضرات کا بیان ہے کہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ آپ کسی حاجت کے تحت جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ اسی کنویں کی منڈیر پر جا پہنچے اور ان لوگوں کے نام مع ولدیت لے کر مخاطب فرمایا: ''اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں،! کیا یہ بات تمہیں اچھی لگتی ہے کہ تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے''۔ بیشک ہمارے رب نے ہم سے جس چیز کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا، بتاؤ جس چیز کا اُس نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ تمہیں مل گئی یا نہیں ملی''۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسے بیجان جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں جان ہی نہیں ہے؟، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم اِن مَرے ہوئے لوگوں سے زیادہ نہیں سنتے''، قتادہ کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں ایک گونہ زندگی ڈال دی، تاکہ وہ سُنیں اور آپ کے ارشاد عالی سے ان کی بیخ کنی، ذلت، سزا، حسرت وندامت کا اظہار ہو جائے۔ (المرجع السابق فی الباب: قتل ابی جھل برقم: ۳۹۷۶، ص۶۷۱)

(۶)......اصحاب بدر کی فضیلت:

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ نے بدر میں شہادت کا جام پیا، اور وہ نو عمر تھے، ان کی والدہ ماجدہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ مجھے حارثہ رضی اللہ عنہ سے کتنا پیار تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرلوں اور ثواب کی امید رکھوں اور معاملہ اگر خدانخواستہ برعکس ہے تو ملاحظہ کیجئے کہ میرا کیا حال ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس ہے، کیا تو پگلی ہو گئی ہے، کیا خدا کی ایک ہی جنت ہے، اس کی جنتیں بہت ہیں اور بیشک وہ جنت الفردوس میں ہے''۔ (المرجع السابق، باب: فضل من شھد بدرا، رقم: ۳۹۸۲، ص۶۷۲)

(۷)......صحابہ کی تربیت:

☆......حضرت ابو اُسید ﷜ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز سید عالم ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب دشمن تمہارے قریب آجائے تو اس وقت تیراندازی کرنا اور اپنے تیروں کو ضائع ہونے سے بچانا''۔ (المرجع السابق، رقم:۳۹۸۵)

(۸)......بدر کے دن نزول ملائکہ:

☆......حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ''یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کا سر تھاما ہوا ہے، اور ہتھیار زیب تن کئے ہوئے ہیں''۔ (المرجع السابق فی الباب:شهود الملائكة بدرا، رقم:۳۹۹۵، ص ٦٧٥)

(۹)......شرکائے بدر کے اسمائے گرامی:

☆......وہ شرکاء جنہیں امام بخاری نے ترتیب دیا ہے وہ یہ ہیں: (۱)......سید عالم ﷺ، (۲)......ایاس بکیر، (۳)......بلال بن رباح مولا ابوبکر قرشی، (۴)......حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی، (۵)......حاطب بن ابو بلتعہ حلیف قریش، (۶)......ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی، (۷)......حارثہ بن ربیع انصاری، ان کا نام حارثہ بن سراقہ بھی ہے یہ بدر کے دن شہید ہوئے حالانکہ کم سن تھے اور صرف جنگ کا نظارہ دیکھنے گئے تھے، (۸)......خبیب بن عدی انصاری، (۹)......خنیس بن حذافہ بن سہمی، (۱۰)......رفاعہ بن عبدالمنذر، (۱۱)......ابولبابہ انصاری، (۱۲)......ابوزید انصاری، (۱۳)......زبیر بن العوام قرشی، (۱۴)......زید بن سہل ابوطلحہ انصاری، (۱۵)......سعد بن مالک یعنی سعد بن ابی وقاص، (۱۶)......سعد بن خولہ قرشی، (۱۷)......سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی، (۱۸)......سہل بن حنیف انصاری، (۱۹)......ظہیر بن رافع انصاری، (۲۰)......ان کے بھائی مظہر، (۲۱)......عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق قرشی، (۲۲)......عبداللہ بن مسعود ہذلی، (۲۳)......عتبہ بن مسعود ہذلی، (۲۴)......عبدالرحمن بن عوف زہری، (۲۵)......عبیدہ بن الحارث قرشی، (۲۶)......عبادہ بن صامت انصاری، (۲۷)......عمر بن خطاب عدوی، (۲۸)......عثمان بن عفان قرشی، انہیں سید عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کی علالت کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے لیکن انہیں مال غنیمت سے حصہ ملا تھا، (۲۹)......علی بن ابوطالب ہاشمی، (۳۰)......عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لوی، (۳۱)......عقبہ بن عمرو انصاری، (۳۲)......عامر بن ربیعہ عنزی، (۳۳)......عاصم بن ثابت انصاری، (۳۴)......عویم بن ساعدہ انصاری، (۳۵)......عتبان بن مالک انصاری، (۳۶)......قدامہ بن مظعون، (۳۷)......قتادہ بن نعمان انصاری، (۳۸)......معاذ بن عمرو بن الجموع، (۳۹)......معوذ بن عفراء، (۴۰)......معوذ کے بھائی عوف یا معافہ، (۴۱)......مالک بن ربیعہ ابواسید انصاری، (۴۲)......مرارہ بن ربیع انصاری، (۴۳)......معن بن عدی انصاری، (۴۴)......مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبدمناف، (۴۵)......مقداد بن عمرو الکندی حلیف بنی زہرہ، (۴۶)......ہلال بن ابوامیہ انصاری رضی اللہ عنہم۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:تسمية من سمي، ص ٦٧٩)

جہنم کی آگ کی سختی:

ع......یہ ایک مکان ہے کہ اُس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمہ (قلیل مقدار) ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ وہ ہر تکلیف و اذیت کہ ادراک کی جائے، ایک ادنی حصہ ہے کہ اس کے بے انتہا عذاب کا۔ جہنم کے شرارے اونچے اونچے محلوں کی برابر اڑیں گے، گویا زرد اونٹوں کی قطار کے پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے، یہ جو دنیا کی آگ ہے اُس آگ کے

ستر جُزوں میں سے ایک جُز ہے، جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا، اسے آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی، جس سے اُس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے، وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہورہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے، سب سے ہلکے درجے کا جس پر عذاب ہوگا، اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا کہ اگر ساری زمین تیری ہوجائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لئے تو سب کو فدیہ میں دیدے گا؟ عرض کرے گا: ہاں! فرمائے گا: کہ جب تو پشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اِس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا۔ جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی، یہاں تک کہ سُرخ ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، تو اب وہ نری سیاہ ہے۔ (بہار شریعت مخرجہ، دوزخ کا بیان، ج۱، حصہ ۱، ص ۱۶۳ وغیرہ)

کلمہ کن کے اسرار ورموز:

۴۔۔۔۔۔اس مقام پر ایک اشکال ذہن میں آتا ہے جس کا شافی کافی جواب امام رازی نے دیا ہے، اعتراض یہ ہے کہ جب کوئی چیز موجود نہ ہو تو اس کے بارے میں اللہ عزوجل کا یہ فرمانا ''ہوجا'' تو یہ معدوم کو خطاب ہے اور اللہ عزوجل کی ذات کے لیے معدوم کا خطاب کرنا عبث ہے، کہ اللہ عزوجل کی شان سے وراء بات ہے۔ اگر وہ چیز موجود تھی تو پھر اللہ عزوجل کا فرمانا ''ہوجا'' سے تحصیل حاصل لازم آئے گا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وہ چیز اللہ عزوجل کے علم اجمالی میں موجود تھی جس کی طرف توجہ کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ''ہوجا'' فرمایا، اس صورت میں معدوم سے خطاب لازم نہ آئے گا۔ بلکہ ہوا یوں کہ وہ چیز پہلے موجود ذہنی میں تھی اور بعد میں موجود خارج میں ہوگئی اور اس بناء پر تحصیل حاصل بھی نہ ہوا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے مخلوق کو سمجھانے کے لیے یہ مثال دی ہو کہ وہ کسی چیز کا ارادہ فرمائے تو اُسے پیدا کرنے میں (وجود میں لانے میں) ذرا دیر نہیں لگتی۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۰۷ وغیرہ)

اغراض:

الانذار: مصدر ہے، اور بہتر یہ ہے جمع ''نذیر'' مراد لیا جائے تا کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نونشانیوں کا اعتبار ہوسکے۔ **التسع**: عصا، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ **من قوم نوح الی فرعون**: پانچ قومیں یعنی قومِ نوح، عاد، ثمود، لوط اور فرعون مع اپنی قوم۔

فلم یعذبوا: معنی یہ ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہارے کفار بہتر ہیں یا وہ جو تم سے پہلے امتوں میں کافر ہوئے؟۔ **نزل**: یعنی یوم بدر مراد ہے، جس کا بیان شانِ نزول ﴿سیهزم الجمع ویولون الدبر﴾ میں فرمادیا گیا ہے۔

نار مسعرة: یعنی سخت آگ مراد ہے۔ **اشباهکم فی الکفر**: مراد کفر میں ملوث لوگ ہیں۔ **ارید به الجنس**: چنانچہ الجنس کی جمع الاجناس اور الجن کی جمع جنات ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۳۴ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الرحمن مکیۃ او الا "۲۹" الآیۃ فمدنیۃ وھی ست او ثمان وسبعون آیۃ

(سورۂ رحمٰن مکیہ ہے سوائے آیت "لایسئلہ من فی السموت ......الخ " کے جو کہ مدنی ہے، اس کی کل آیات ۷۶ یا ۷۸ ہیں)

تعارف سورۃ الرحمن

اس سورت میں تین رکوع، ۷۶ یا ۷۸ آیتیں، تین سو اکیاون کلمے اور ایک ہزار چھ سو چھتیس حروف ہیں۔ اس سورہ مبارکہ میں ان تمام روحانی اور جسمانی، دنیوی اور اخروی نعمتوں کا ذکر تفصیل سے ہورہا ہے جن سے انس وجن کو ابتداء زندگی میں سرفراز فرمایا جارہا ہے یا عالم آخرت میں سرفراز فرمایا جائے گا اس لئے اس کی ابتداء الرحمٰن سے ہوئی۔ الرحمٰن رحمت ولطف کی ان بلندیوں اور وسعتوں کو شامل ہیں کہ جن کا تصور کرنا بھی انسان کی عقلوں سے بالاتر ہے۔ انسان کو اس نے پیدا فرمایا اس میں ایسی صلاحیتیں رکھیں کہ جن میں بعض کا تعلق اس کی روحانی زندگی سے اور بعض کا مادی زندگی کی نشوونماء سے متعلق ہے۔ اس نے پہلے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کا تعلق اس کی قلب وروح کے ساتھ ہے یعنی قرآن کا علم اور اس کے اظہار وبیان کی قوت پھر ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو انسان کی غذا اور اس کی صحت کیلئے فائدہ مند ہوں۔ اس کے ساتھ کچھ احکام بھی ارشاد فرمادیئے اور اپنی شان کبریائی کا تذکرہ کردیا اور نوع انسانی کے ساتھ ساتھ ایک اور نوع کا بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمادیا اور یہ بھی واضح کردیا کہ قرآن پاک کے صرف انسان ہی مکلف نہیں بلکہ جنات بھی اس کے مکلف ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ جنات بھی حضور ﷺ کے امتی ہیں اور وہ بھی قرآن پاک کے احکامات پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور جو جن وانس میں سے سرکش افراد ہیں ان کے انجام کے بارے میں بڑی وضاحت سے بتادیا اور آخر میں ان انعامات واحسانات کا بھی ذکر فرمایا جو اپنے نیک بندوں پر فرمائے گا۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی ابتداء سے انتہاء تک تلاوت فرمائی، صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی، اور یہ سورت جنات پر پڑھی تھی، انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا، جب بھی یہ آیت پڑھتا: ﴿فبای الاء ربکما تکذبن تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے﴾ تو وہ کہتے: لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی اے ہمارے مالک! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس تیرے لئے حمد ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ الرحمن، رقم: ۳۳۰۲، ص ۹۴۵)

رکوع نمبر: ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الرحمن(۱) علم﴾ مَنْ شَاءَ﴿القران(۲) خلق الانسان(۳)﴾ اَیِ الْجِنْسَ﴿علمه البیان(۴)﴾ اَلنُّطْقَ﴿الشمس والقمر بحسبان(۵)﴾ بِحِسَابِ یَجْرِیَانِ﴿والنجم﴾ مَا لَا سَاقَ لَهٗ مِنَ النَّبَاتِ﴿والشجر﴾ مَا لَهٗ سَاقٌ﴿یسجدن(۶)﴾ یَخْضَعَانِ بِمَا یُرَادُ مِنْهُمَا﴿والسماء رفعها ووضع المیزان(۷)﴾ اَثْبَتَ الْعَدْلَ﴿الا تطغوا﴾ اَیْ لِاَجْلِ اَنْ لَّا تَجُوْرُوْا﴿فی المیزان(۸)﴾ مَا یُوْزَنُ بِهٖ﴿واقیموا الوزن بالقسط﴾ بِالْعَدْلِ﴿ولا تخسروا المیزان﴾ تنقصوا الْمَوْزُوْنَ﴿والارض وضعها﴾ اَثْبَتَهَا﴿للانام(۱۰)﴾ لِلْخَلْقِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَغَیْرِهِمْ﴿فیها فاکهة والنخل﴾ ذات الاکمام(۱۱)﴾ اَوْعِیَةُ طَلْعِهَا﴿والحب﴾ کَالْحِنْطَةِ

وَالشَّعِيرِ ﴿ذو العصف﴾ اَلتِّبْنِ ﴿والريحان (۱۲)﴾ اَلْوَرَقِ اَوِ الْمَشْمُوْمُ ﴿فبای الاء﴾ نِعَمِ ﴿ربکما﴾ يٰاَيُّهَا الْاِنْسُ وَالْجِنُّ ﴿تکذبن (۱۳)﴾ ذُكِرَتْ اِحْدٰى وَثَلَاثِيْنَ مَرَّةً وَالْاِسْتِفْهَامُ فِيْهَا لِلتَّقْرِيْرِ لِمَا رَوَى الْحَاكِمُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَرَاَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى خَتَمَهَا ثُمَّ قَالَ مَا لِيْ اَرَاكُمْ سُكُوْتًا لِلْجِنِّ كَانُوْا اَحْسَنَ مِنْكُمْ رَدًّا مَا قَرَاْتُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ مَرَّةٍ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اِلَّا قَالُوْا وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ ﴿خلق الانسان﴾ آدَمَ ﴿من صلصال﴾ طِيْنٍ يَابِسٍ يُسْمَعُ لَهٗ صَلْصَلَةٌ اَيْ صَوْتٌ اِذَا نُقِرَ ﴿کالفخار (۱۴)﴾ وَهُوَ مَا طُبِخَ مِنَ الطِّيْنِ ﴿وخلق الجان﴾ اَبَا الْجِنِّ وَهُوَ اِبْلِيْسُ ﴿من مارج من نار (۱۵)﴾ هُوَ لَهَبُهَا الْخَالِصُ مِنَ الدُّخَانِ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۱۶) رب المشرقین﴾ مَشْرِقِ الشِّتَاءِ وَمَشْرِقُ الصَّيْفِ ﴿ورب المغربین (۱۷)﴾ كَذٰلِكَ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۱۸) مرج﴾ اَرْسَلَ ﴿البحرین﴾ اَلْعَذْبِ وَالْمِلْحِ ﴿یلتقین (۱۹)﴾ فِيْ رَاْيِ الْعَيْنِ ﴿بینهما برزخ﴾ حَاجِزٌ مِنْ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰى ﴿لایبغین (۲۰)﴾ لَا يَبْغِيْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَيَخْتَلِطُ بِهٖ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۲۱) یخرج﴾ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ ﴿منهما﴾ مِنْ مَجْمُوْعِهِمَا الصَّادِقُ بِاَحَدِهِمَا وَهُوَ الْمِلْحُ ﴿اللؤلؤ والمرجان (۲۲)﴾ خَرْزًا حُمْرًا وَصِغَارَ اللُّؤْلُؤِ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۲۳) وله الجوار﴾ اَلسُّفُنُ ﴿المنشئت﴾ اَلْمُحْدَثَاتُ ﴿فی البحر کالاعلام (۲۴)﴾ كَالْجِبَالِ عِظَمًا وَاِرْتِفَاعًا ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۲۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

رحمٰن نے سکھایا (جسے چاہا) قرآن......۱......، انسان (یعنی جنس انسان) کو پیدا فرمایا اسے بیان (یعنی بولنا) سکھایا......۲......سورج اور چاند حساب سے ہیں (ایک حساب سے چلتے ہیں......۳......، حسبان کے معنی حساب ہے) اور سبزے (''نجم'' بغیر تنے کے کھیتی کو کہتے ہیں) اور پیڑ (اور ''شجر'' تنے والی کھیتی کو کہتے ہیں) سجدہ کرتے ہیں (یعنی حکم الٰہی عزوجل کے مطیع ہیں......۴......) اور آسمان کو بلند کیا اور میزان رکھا (یعنی عدل کو ثابت فرمایا......۵......) کہ تم ظلم نہ کرو (یعنی اس لیے کہ تم ظلم نہ کرو) ترازو میں (''میزان'' ترازو کو کہتے ہیں) اور زمین رکھی (یعنی اسے ثابت فرمایا) مخلوق کے لیے (یعنی جن وانس وغیرہ کے لیے، انام بمعنی خلق ہے) اس میں میوے اور کھجوریں (جو معہود ہیں) غلاف والی (یعنی ان کے شگوفوں کی تھیلیاں ہیں) اور اناج (جیسا کہ گندم اور جو) بھوسے کے ساتھ (العصف بمعنی التین ہے) اور خوشبو کے پھول (ریحان کے معنی پتے کے ہے یا بمعنی خوشبودار پھول) تو (اے جن وانس) تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے (یہ جملہ اس سورۂ مبارکہ میں اکتیس بار مذکور ہوا ہے اور یہاں استفہام پختگی کلام کے لیے ہے حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ رحمٰن ہم پر تلاوت فرمائی حتی کہ اس کا اختتام فرمایا پھر ارشاد فرمایا مجھے کیا ہوا میں تمہیں خاموش پاتا ہوں جنات کے سامنے میں نے جب بھی یہ آیت ''فبای الاء ربکما تکذبن......۶......'' پڑھی انہوں نے تم سے اچھا اس کا جواب دیتے ہوئے کہا، اے ہمارے رب عزوجل ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے ہیں اور تو ہی حمد کا سزاوار ہے) اس نے آدمی (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) کو بنایا بجتی مٹی سے (''صلصال'' اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جس میں پھونک مارنے سے آواز سنائی دیتی ہو) جیسے ٹھیکری سے (فخار پکی ہوئی مٹی سے بنے پتھر کو کہتے ہیں) اور جن (یعنی ابوالجن ابلیس) کو پیدا فرمایا آگ کی

لپٹ سے (یعنی آگ کی اس لپٹ سے جو دھویں سے پاک تھی ......۷......) تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے دونوں مشرق کا رب (یعنی سردی اور گرمی کے مشرق کا رب ﷻ) اور دونوں مغرب کا (یعنی سردی اور گرمی کے مغرب کا رب ﷻ ......۸......) تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اس نے بہائے (مرج بمعنی ارسل ہے) دو سمندر (میٹھا اور کھاری دیکھنے میں معلوم ہوں) ملے ہوئے اور ہے ان میں روک (اللہ ﷻ کی قدرت سے ......۹...... برزخ بمعنی حاجز یعنی روک کے ہے) کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا (یعنی ان میں سے ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتا کہ آپس میں مل جائیں) تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے نکلتا ہے (''یخرج'' فعل کو معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) ان میں سے (یعنی ان کے مجموع سے جو ان میں سے ایک یعنی کھاری پر صادق آتا ہے) موتی اور مونگا (سرخ پتھر اور چھوٹے موتی ......۱۰......) تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اور اسی کی ہیں کشتیاں (الجوار بمعنی السفن ہے) جنہیں بنایا گیا ہے (المنشات بمعنی المحدثات ہے) سمندر میں جیسے پہاڑ (عظمت و بلندی میں وہ پہاڑوں کی طرح ہیں) تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿الرحمن علم القران خلق الانسان علمه البيان﴾

الرحمن: ''اللہ'' اسم جلالت مبتدا محذوف کیلئے خبر اول، علم القران: جملہ فعلیہ خبر ثانی، خلق الانسان: جملہ فعلیہ خبر ثالث، علمه البيان: جملہ فعلیہ خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر يسجدن﴾

الشمس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، القمر: معطوف، ملکر مبتدا، بحسبان: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، النجم: معطوف علیہ، و الشجر: معطوف، ملکر مبتدا، يسجدن: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والسماء رفعها ووضع الميزان ان لا تطغوا في الميزان﴾

و: عاطفہ، السماء: فعل محذوف ''رفع'' کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، رفعها: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تفسیر ہے ماقبل کی، و: عاطفہ، وضع الميزان: فعل با فاعل و مفعول، ان: مصدریہ، الا تطغوا في الميزان: فعل نہی با فاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان﴾

و: عاطفہ، اقيموا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بالقسط: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الوزن: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتخسروا: فعل نہی با فاعل، الميزان: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والارض وضعها للانام فيها فاكهة والنخل ذات الاكمام والحب ذو العصف والريحان﴾

و: عاطفہ، الارض: منصوب بر اشتغال ذوالحال، فيها: ظرف مستقر خبر مقدم، فاكهة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النخل: موصوف، ذات الاكمام: صفت، ملکر معطوف، و: عاطفہ، الحب: موصوف، ذو: مضاف، العصف: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الريحان: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فعل محذوف ''وضع'' کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبای الاء ربكما تكذبن﴾

ف: فصیحیہ، ب: جار، ای: مضاف، الاء: مضاف، ربكما: مرکب اضافی مضاف الیہ، ملکر پھر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو

مقدم، تکذبن: فعل والف تنبیہ وخطاب للثقلین الانس والجن، فاعل فعل اپنے متعلقات سے، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار﴾

خلق الانسان: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، صلصال: موصوف، کالفخار: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خلق الجان: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، مارج: موصوف، من نار: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبای الاء ربکما تکذبن رب المشرقین ورب المغربین فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۳، میں گزری، رب المشرقین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب المغربین: معطوف، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، فبای الاء ربکماتکذبن: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۳، میں گزری۔

﴿مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین فبای الاء ربکما تکذبن﴾

مرج: فعل بافاعل، البحرین: ذوالحال، یلتقیان: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بینھما: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، برزخ: موصوف، لایبغین: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، فبای الاء......الخ: اسکی ترکیب آیت نمبر ۱۳، میں گزری۔

﴿یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان فبای الاء ربکما تکذبن ولہ الجوار المنشئت فی البحر کالاعلام﴾

یخرج منھما: فعل وظرف لغو، اللولو: معطوف علیہ، و المرجان: معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، فبای الاء......الخ: اسکی ترکیب آیت نمبر ۱۳، میں گزری، و: مستانفہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الجوار: محذوف الیاء موصوف، المنشئت فی البحر: شبہ جملہ صفت، ملکر ذوالحال، کالاعلام: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فبای الاء ربکماتکذبن﴾ فبای الاء ربکماتکذبن: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۳، میں گزری۔

﴿شان نزول﴾

☆......علم القرآن......☆ جب یہ آیت ﴿ اسجدو اللرحمن ﴾ نازل ہوئی کفار مکہ نے کہا رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے اس پر اللہ ﷻ نے سورۃ الرحمٰن نازل فرمائی کہ جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد ﷺ کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ ﷻ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب ﷺ کو سکھایا۔

☆......کل یوم ھو فی شان......☆ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ ﷻ سنیچر کے روز کوئی کام نہیں کرتا ان کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔ منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے اس نے ایک روز کی مہلت چاہی اور نہایت متفکر اور مغموم ہوکر اپنے مکان پر آیا اس کے حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا اے میرے آقا آپ کو کیا مصیبت پیش آئی بیان کیجئے وزیر نے بیان کیا تو غلام نے کہا اس کے معنی میں بادشاہ کو سمجھادوں گا وزیر نے اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا اے بادشاہ اللہ ﷻ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ اور بیمار کو تندرستی دیتا ہے اور تندرست کو بیمار کرتا ہے مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے اور بے غموں کو مصیبت میں مبتلاء کرتا ہے، عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے اور ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے اور محتاجوں کو مالدار، بادشاہ نے غلام کے جواب کو پسند کیا اور

وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو خلعت وزارت پہنائے غلام نے وزیر سے کہا اے آقا یہ بھی اللہ ﷻ کی ایک شان ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رحمن نے کسے قرآن سکھایا؟

۱.....اللہ ﷻ نے اس سورت میں تین ناموں کو جمع کردیا، الر، حم اور ن، ان تینوں کا مجموعہ الرحمن بنتا ہے، اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کو قرآن کا علم سکھایا تا کہ وہ انہیں لوگوں تک پہنچا سکیں۔ جب سید عالم ﷺ پر اعتراض کیا گیا کہ الرحمٰن سے مراد کون ہے؟ اس کے جواب میں اہل مکہ کو فرمایا گیا کہ رحمٰن وہ ہے جو اپنے حبیب ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے، حالانکہ اہل مکہ کا اعتراض یہ تھا کہ الرحمٰن سے مراد یمامہ کا رہنے والا مسیلمہ کذاب نامی شخص ہے، جس کے نتیجے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی، الجزء:۲۷،ص ۱۳۳)

☆.....ابو شیخ اپنی کتاب "العظمۃ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: "اگر اللہ ﷻ کسی چیز سے غافل ہوتا تو کسی، رائے کے دانے اور مچھر جیسی حقیر چیزوں سے غافل ہوتا"۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اس قرآن میں ہر چیز کا علم اُتارا اور ہمارے لئے اس میں سب کچھ ہی بیان کردیا لیکن ہم نے اس سے بہت کم ہی سیکھا، اور ابن عباس کہتے ہیں: "لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله تعالی اگر میرے اونٹ کے گردن کی رسی بھی گم ہوجاتی تو میں اُسے قرآن سے تلاش کرلیتا"، مرسی کہتے ہیں کہ قرآن اولین وآخرین کے علوم کا مجموعہ ہے اور اس کے علوم کا احاطہ کما حقہ کوئی نہیں کرسکتا مگر جس کے ساتھ کلام کیا گیا ہے، اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو اس پاک کلام کی تاثیر سے فیضاب فرمایا، پھر اس پاک کلام کے حضرات خلفاء اربعہ وارث ہوئے، پھر ان کے بعد تابعین، اور پھر بگاڑ آنے لگا اور جس طرح صحابہ وتابعین کے دور میں قرآن کی عظمت وہیبت ہوا کرتی تھی وہ نہ رہی۔

(روح المعانی، الجزء:۲۷،ص ۱۴۰)

انسان اور بیان کے اطلاقات:

۲.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿خلق الانسان علمه البیان انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا(الرحمن:۴،۳)﴾، بعض قول کے مطابق انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد تمام ہی انسان ہیں، اور انسان سے جنسِ انسان مراد لی گئی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے: ﴿ان الانسان لفی خسر بیشک آدمی نقصان میں ہے(العصر:۲)﴾۔ انسان کو بیان سکھانے کے حوالے سے اہل تاویل کا اختلاف ہے، چنانچہ بعض کے نزدیک بیان سے مراد حلال وحرام کا علم سکھانا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے انسان کو دنیا وآخرت کے حلال وحرام کا علم دے دیا، جس کی انسان کو حاجت ہوتی ہے۔ قتادہ ہی سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اللہ ﷻ نے انسان کو خیر وشر کا علم سکھادیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ نے انسان کو بولنا سکھایا۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص ۱۳۳ وغیرہ)

امام رازی لکھتے ہیں: بیان کیا تھا اور سکھانے کی کیفیت کیا تھی؟ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ نطق کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا کہ کس طرح کلام کیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے، اور اس معاملے میں انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہے، اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿خلق الانسان﴾ میں خاص انسانی مجسمے کی تخلیق کا بیان ہے اور ﴿علمه البیان﴾، ﴿ما کان وما یکون﴾ میں اُسے علم کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز کرنے کا بیان ہے۔ اور بیان کا اطلاق قرآن پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿هذا بیان للناس وهدی یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا (ال عمران:۱۳۸)﴾ اللہ ﷻ نے اس قرآن کو فرقان، بیان، اور حق وباطل کے مابین فرق کرنے والا بیان فرمایا، پس اس صورت میں بیان کے اطلاق سے قرآن کا ارادہ کرنا صحیح ہے۔ (الرازی، ج۱۰،ص ۳۳۸)

سورج اورچاند کا حساب سے چلنا :

۳......سورج اور چاند کے حساب سے چلنے کی مثال یہ ہے: ﴿انا کل شیء خلقنه بقدر بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی (القمر: ٤٩)﴾، ﴿و کل شیء عنده بمقدار اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے (الرعد: ٨)﴾۔ پس یہ اللہ ﷻ کے مقرر کردہ حساب کتاب سے چلتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حسبان سے مراد فلک ہے، جس کے گرد باہول گھومتا ہے جیسا کہ چکی میں پتھر گھومتا ہے اور اس کی دلیل اس فرمان سے ملتی ہے: ﴿و کل فی فلک یسبحون اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے (یٰس: ٤٠)﴾۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سورج اور چاند دونوں ایک ہی حسبان میں گھومتے ہیں یا دونوں الگ الگ مراد ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے حساب کی حِدّت کا بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کل فی فلک (الانبیاء: ٣٣)﴾، یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی فلک میں تیر رہے ہیں بلکہ اللہ ﷻ نے سب کی مقدار الگ الگ متعین کی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿و کل شیء عنده بمقدار اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے (الرعد: ٨)﴾، یعنی ہر ایک کا الگ الگ حساب کتاب ہے، جس طرح میراث میں ہر ایک وارث کا الگ الگ حصہ متعین ہوا کرتا ہے لیکن حساب ایک ہی ہے یعنی کسی کا حصہ چھٹا ہے تو کوئی آٹھواں حصہ لیتا ہے لیکن حساب ایک ہی متعین ہو چکا ہے بالکل اسی طرح (ساتوں) آسمان میں ہر ایک کا اپنی جداگانہ رفتار اور سیر کرنا متعین ہے۔ (الرازی، ج ١٠، ص ٣٤٠)

ستاروں اور درختوں کے سجدے کی کیفیات:

۴......سورج اور چاند کے سجدے کرنے کو بیان نہیں کیا گیا کہ یہ سجدہ کرتے ہیں یا نہیں بلکہ ستارے اور درخت کے سجدہ کرنے کو بیان کیا گیا اور اس کی چند وجوہات ہیں: (١)......نجم اور شجر کے سجدوں سے مراد ان کے سایوں کا سجدہ کرنا ہے۔ (٢)......اللہ ﷻ کے لئے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور درختوں کی کونپلیں زمین سے نکلتی ہیں اور اللہ ﷻ کے اذن سے زمین میں ثابت وقائم رہ جاتی ہیں اور اللہ ﷻ نے سورج و چاند کو حرکت متدیرہ اور ستاروں کو حرکت مستقیمہ میں مسخر کر دیا اور درختوں کو اپنے مکان میں ثابت کر دیا کیونکہ سجدہ کرنے والا ثابت قدمی اختیار کر لیتا ہے۔ (٣)......ان کا حقیقی سجدہ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ انسان ہر چیز کی حقیقت حال سے ناواقف ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ولکن لا تفقهون تسبیحهم ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے (الاسراء: ٤٤)﴾۔ (٤)......سجدے سے مراد زمین پر پیشانی یا سر کو رکھ دینا، اور ستارے و درخت کے سر زمین میں اور ٹانگیں آسمان میں ہوا کرتی ہیں، حیوان کے سر وہ ہوتے ہیں جس سے غذا کھائی اور پی جاتی ہے جب کہ ستاروں اور درختوں کا کھانا پینا ان کے تنوں کے ساتھ وابستہ ہے اور بغیر سر کے کسی میں حیات سرایت نہیں کرتی جب کہ درخت و ستاروں میں ہر چیز باقی رہتی ہے سوائے اس کے کہ ان کی اصول کو کاٹ دیا جائے اور ان کے اصول کے کٹ جانے کی وجہ سے ان کی فروع میں خلل رونما ہو جائے اور اسی وجہ سے بعض نے فروع کو درخت کا سر کہا ہے۔ (الرازی، ج ١٠، ص ٣٤١)

میزان سے متعلق بحث:

۵......ابن عباس سے روایت ہے کہ میزان کی بھی زبان اور کتفان (شانے، بازو و کندھے) ہونگے۔ ابن ابی الدنیا نے حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن وزن کرنے والے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہونگے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قیامت میں لوگوں کا حساب کیا جائے گا، پس جس کی نیکیاں ایک سے زائد ہونگی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ ایک نیکی سے زائد ہونگے وہ آگ میں جائیں گے، پھر فرمایا: میزان ایک دانے کے وزن سے بھی ہلکا ہوگا اور نیکی و بدی کے وزن سے برابر بوجھل ہوتا

رہے گا، پس اعراف والوں کو (پُل) صراط پر روک دیا جائے گا۔ (البدور السافرۃ، باب :المیزان، رقم: ۹۱٤ تا ۹۱٦، ص ۳۱۵)

اس دن میزان ضرور قائم ہوگی، اکثر مفسرین کا قول ہے کہ میزان پر اعمال کے وزن کرنے کا ارادہ کیا جائے گا اور اللہ ﷻ ایک میزان یعنی ترازو جس کے ایک پلڑے کی لمبائی چوڑائی مشرق و مغرب جتنی ہوگی نصب فرمائے گا، علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وزن کرنے کی کیفیت کیا ہوگی؟ چنانچہ اس ضمن میں بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ اعمال جن صحائف پر مذکور ہیں انہیں وزن کیا جائے گا، ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کے ننانوے دفتر ہونگے جو حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ہونگے اس میں سے ایک پرچی جس پر کلمۂ طیبہ لاالہ الااللہ واشھدان محمد عبدہ ورسولہ لکھا ہوگا اس پرچی کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں باقی دفاتر رکھے جائیں گے تو کلمۂ طیبہ والی پرچی جس پلڑے میں ہوگی اس کا وزن بڑھ جائے گا، ایک قول یہ ہے کہ لوگوں کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ روایت میں ہے کہ کل بروز قیامت ایک موٹے شخص کو لایا جائے گا اور اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ اپنے وزن میں مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نیک اعمال اچھی صورت میں لائے جائیں گے اور بُرے اعمال بُری صورت میں لائے جائیں گے اور انہیں میزان میں رکھا جائے گا، اور اعمال کو میزان میں رکھ کر وزن کرنے کی حکمت یہ ہے کہ دنیا میں بندوں کا اللہ ﷻ پر ایمان لانے کے سلسلے میں امتحان ہوجائے اور لوگوں پر عقلی کی حجت بھی تمام ہوجائے۔ (البغوی، ص ۲۹۵ وغیرہ)

جاننا چاہیے کہ قیامت میں لوگوں کے تین گروہ ہونگے ایک متقون، دوسرے مخلطون اور تیسرے کفار، بہر حال متقی و پرہیزگاروں کی نیکیاں، روشن و چمکدار پلڑے میں رکھی جائیں گی اور انکے صغیرہ گناہ دوسرے یعنی گناہوں والے پلڑے میں رکھے جائیں گے اور انکے صغائر کے وزن کو اللہ ﷻ بڑھنے نہ دیگا اور کبائر سے اجتناب کرنے کی برکت سے ان کے صغائر بھی مٹا دیگا اور انہیں جنت میں جانے کا حکم دے دیا جائے گا اور ہر ایک جنتی پر اس کے اعمال کے حساب سے انعام کیا جائے گا، کافروں کے کفریہ اعمال کو اندھیرے میں ڈوبے پلڑے میں رکھا جائے گا اور ان کے اعمال نامے میں کوئی نیکی ہوگی ہی نہیں کہ جسے نیکی والے پلڑے میں رکھا جائے لہذا اللہ ﷻ ان کے بارے میں جہنم کا فیصلہ دے گا ان دونوں قسموں کا بیان قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ آیات وزن میں مذکور ہے، تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو مخلطین کہلاتے ہیں ان کے بارے میں احادیث طیبہ میں مضامین ملتے ہیں چنانچہ ان کی نیکیاں روشن و چمکدار پلڑے میں اور بُرائیاں اندھیرے میں ڈوبے پلڑے میں رکھی جائیں گی تو اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا اگر چہ نیکیاں کم ہوں یا برابر ہوں ایسے لوگوں کی جنت کی طرف رہنمائی کی جائے گی وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے گناہوں کا بوجھ بھاری ہوگا اگر چہ گناہ کم ہی کیوں نہ ہوں انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا مگر اللہ جل جلالہ اپنی رحمت سے جسے چاہے معاف کردے۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲٤۳)

رب ﷻ کی ظاھری وباطنی نعمتوں کا تذکرہ:

۱۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فبای الاء ربکما تکذبن تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے﴾، اس آیت کو اکتیس مرتبہ تکرار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، تا کہ بار بار نعمتوں کا ذکر ہوجائے اور اس کے ذریعے نصیحت ہوجائے۔ پھر اس لئے بھی تکرار کردی تا کہ مخلوق پر اللہ ﷻ کی نعمتوں کی تعداد کا بیان ہوجائے اور ساتھ ہی جن دو نعمتوں کا ایک ساتھ ذکر ہے اس کی اہمیت اجاگر ہوجائے اور نہ ماننے والوں کا حال بھی واضح ہوجائے جیسا کہ کسی کو کہا جائے الم تکن فقیرا فاغنیتک افتنکر ھذا؟ یعنی جب تو فقیر تھا تو تجھے غنی نہ کردیا، کیا تو اس غنی ہونے کا انکار کرتا ہے، اسی طرح کسی کو کہا جائے کہ کیا جب تو برہنہ تھا تو تجھے کپڑوں کی نعمت نہ دی تو کیا تو اس نعمت کا انکار کرتا ہے؟، کیا تجھے حالت حمل میں معزز نہ کیا تو کیا تو اس بات کا انکار کرتی ہے؟، اور اس قسم کے کلام کی کئی مثالیں اہل عرب

میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔ اور اس پر اللہ عزوجل کی وحدانیت کی دلیل اور بیان کی تعلیم، سورج، چاند، ستاروں میں ہونے والی اللہ عزوجل کی نعمتوں کا پرچار جو کہ اللہ عزوجل نے جن وانس کے ساتھ فرمایا، پس یہ ساری نعمتیں جو انسان وجن پر ہوتی رہی ہیں اللہ عزوجل ہی کی قدرت سے منحصر ہیں۔
(الخازن، ج٤، ص ٢٢٦)

☆...... حضرت جابر سے رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے سورۃ الرحمن کی ابتداء سے انتہاء تک تلاوت فرمائی، صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی ، انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا، جب بھی یہ آیت پڑھتا: ﴿فبای الاء ربکما تکذبن تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے﴾ تو وہ کہتے: لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی اے ہمارے مالک! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس تیرے لئے حمد ہے''۔
(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ الرحمن، رقم: ٣٣٠٢، ص ٩٤٥)

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر بے شمار ظاہری وباطنی نعمتیں فرمائیں: (۱)...... اعضائے جسمانی کا صحیح سلامت ہونا، (۲)...... عقل وفہم وفراست کا ملنا، (۳)...... حکمت کی دولت حاصل ہونا، (۴)...... پہننے کو لباس اور کھانے کو خوراک میسر آنا، (۵)...... پینے کو پانی کی نعمت، (۶)...... گناہوں کی پردہ پوشی کی نعمت، (۷)...... پانی اور خوراک کا ہضم ہو جانا اور فضلات کا جسم سے خارج ہو جانا، (۸)...... حواسِ خمسہ کی نعمت، (۹)...... اہل وعیال، (۱۰)...... کاروبار، (۱۱)...... رہائش گاہیں، (۱۲)...... ماہ رمضان، (۱۳)...... خانہ کعبہ، (۱۴)...... حضرات انبیائے کرام اور اہل اللہ عزوجل کی محبت، (۱۵)...... قرآن، (۱۶)...... اللہ عزوجل کی معرفت، (۱۷)...... قوت گویائی، (۱۸)...... دن رات، سورج، چاند، ستارے، (۱۹)...... عہدہ، منصب، اقتدار وغیرہ۔

انسان اور جن کی تخلیق کا نعمت ہونا:

۷...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿خلق الانسان من صلصال کالفخار اس آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری﴾ انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو کہ ابوالبشر ہیں، صلصال سے مراد وہ آواز ہے جو کسی خشک چیز میں ہلانے سے پیدا ہوتی ہے اور اسی سے صل المسمار یعنی کیل ٹھوکنے کی آواز اور الطین الجاف صلصالا یعنی کھوکھلی (خشک) مٹی کا بجنا، اسی سے عمدہ قسم کی گیلی مٹی جس کا پانی سوکھ جائے اور وہ بجنے لگے اور اسی سے صل اللحم یعنی گوشت کا سڑ جانا بھی مراد لیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ٢٨٩)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وخلق الجان من مارج من نار اور جن کو پیدا فرمایا آگ کی لوکے (لپٹ) سے﴾ میں الجان سے مراد ابلیس لعین ہے، کیونکہ یہ ابوالجن ہے، جیسا کہ حضرت آدم ابوالبشر ہیں۔ مارج کے معنی شعلوں کی مختلف ملی جلی لپٹیں، اور الجان واحد ہے جس کی جمع جن ہے۔

مشرق ومغرب میں پوشیدہ نعمتیں:

۸...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿رب المشرقین ورب المغربین دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب (الرحمن: ١٧)﴾، اس آیت میں دو مشرقوں اور دو ہی مغربوں کا ذکر ہے۔ مراد مفسرین کرام نے یہ لی ہے کہ سورج کا طلوع مشرق میں ہوتا ہے اور غروب مغرب میں ہوتا ہے، اور سردی وگرمی کے اعتبار سے سورج کا طلوع وغروب بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے سردیوں میں دن نو گھنٹے کا ہوتا ہے تو رات چودہ گھنٹوں کی ہوتی ہے اور گرمیوں میں معاملہ اس سے برعکس ہوتا ہے، تاہم اسی بناء پر دو مشرق ومغرب مراد لئے گئے ہیں کہ ان میں سوچ وفکر رکھنے والوں کے لئے بہت کچھ سیکھنے کی باتیں ہیں۔ انسانوں اور جنوں میں اللہ عزوجل نے انسان کو فضیلت عطا فرمائی اور اشرف المخلوقات کا تاج حضرت انسان کے سر پر سجایا ہے تاہم جنات ہوں یا انسان مشارق ومغارب کی تبدیلی سے سب ہی

فائدہ اٹھاتے ہیں اگر ایک ہی نظام چلتا رہتا اور موسمی تغیرات کا تصور ہی کچھ نہ ہوتا تو نہ ہی فصلیں پکتیں، کھیت لہلہاتے، سبزے، پھل، بارش ،الغرض نظام زندگی میں ایک تناؤ پیدا ہو جاتا لہٰذا مشارق و مغارب کے اوقات کار میں تبدیلی اللہ ﷻ کی عظیم نعمت ہے۔

دو سمندروں کے ملنے میں نعمت ہونا:

۹......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین اس نے دو سمندر بہائے دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا﴾، مفسرین کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)...... حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد آسمان و زمین کے سمندر ہیں، اور یہی قول مجاہد اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ (۲)......حسن اور قتادہ کے قول کے مطابق روم اور فارس کے سمندر مراد ہیں۔ (۳)......ابن جریج کہتے ہیں مراد نمکین سمندر اور میٹھے پانی کی نہریں ہیں۔ (۴)......ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد مشرق و مغرب کے سمندر ہیں جن کے کنارے آپس میں ملتے ہیں۔ (۵)......مراد موتی اور مرجان کے سمندر ہیں۔ (۶)......قتادہ کے نزدیک دونوں سمندروں کے مابین ایک ایسی آڑ ہے جو لوگوں کو غرق ہونے سے بچاتی ہے۔ (۷)......اگر ان دونوں کے مابین کوئی آڑ نہ ہوتی تو انہیں ملنے سے کوئی چیز نہ روک سکتی تھی۔ (۸)......مراد دنیا و آخرت کی آڑ ہے، یعنی جب تک دوسری مدت کا وجود نہیں ہوتا پہلی مدت اختتام پذیر نہیں ہوگی۔ (۹)......سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ دو سمندروں سے مراد خیر و شر کے دو راستے ہیں اور ان کے مابین توفیق و عصمت کی آڑ ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۴۱)

سمندروں سے موتی وجواہرات نکلنا:

۱۰......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے (الرحمن:۲۲)﴾ یعنی اللہ ﷻ نے تمہارے لئے موتی اور مرجان نکالے، جیسا کہ زمین سے دانے اور پودے نکلتے ہیں۔ اخفش سعید کہتے ہیں کہ ایک قوم نے گمان کیا ہے کہ میٹھے پانی کے سمندر سے موتی نکلتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دو سمندروں میں سے ایک سے موتی اور دوسرے سے مرجان نکلتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد زمین و آسمان کے دو سمندر ہیں اور جب آسمان سے پانی کی بوند گرتی ہے تو وہ سمندر میں ایک خول نما سیپ بناتی ہے جس میں موتی کی افزائش ہوا کرتی ہے۔ اللؤلؤ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں جب کہ المرجان بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۴۲)

علامہ آلوسی کہتے ہیں: ایک غریب تفسیر اس آیت کے حوالے سے یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ دو سمندروں سے مراد بی بی فاطمہ زہرہ اور حضرت علی ہیں جب کہ موتی اور مرجان سے مراد امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۱۵۲)

اغراض:

او الا یسالہ: یہ آیت مدنی ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ مکمل سورت مدنی ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان: اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آسمان و زمین اللہ کی نشانیاں ہیں۔ من شاء: اللہ کی مخلوق یعنی انسان، جنات اور فرشتے، اور بعض مفسرین نے حضرت محمد ﷺ یا جبرائیل امین علیہ السلام کو مراد لیا ہے، کیونکہ مشرکین کے قول ''انہیں کوئی بشر سکھاتا ہے'' کو رد کرنا تھا، اور اول قول اپنے عموم کے اعتبار سے اَوْلیٰ ہے۔ معنی یہ ہے کہ قرآن کو معارضین کے نزدیک نشانی کر دیا کہ وہ اس جیسا لانے سے عاجز ہیں۔

الجنس: یعنی ﴿الانسان﴾ سے مراد جنسِ انسان ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد مراد ہے۔ اور یہاں خاص وہی مراد ہیں جو کلام کی قدرت رکھتے ہیں تا کہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہو جائیں اور یہی ﴿الانسان﴾ کی تفسیر میں کیا گیا ایک قول ہے، اور ایک قول کے مطابق مراد محمد ﷺ کی ذات ہے جو کہ کامل ترین انسان ہیں اور ﴿البیان﴾ سے مراد جمیع ما کان و ما یکون کا علم دینا ہے اور ایک

قول کے مطابق مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ﴿البیان﴾ سے مراد تمام اشیاء کے نام سکھانا ہے، جو لغت میں پائے جائیں اور جو نہ پائے جائیں اور تمام لغات میں افضل ترین عربی لغت ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سات سو لغات میں کلام کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔
یخضعان: یعنی ستارے اور درخت اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اسی کو جھکتے ہیں اور اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتے جب اللہ پھل کا ارادہ فرمائے یا نہ فرمائے وہی کرتے ہیں جو حکم ہوتا ہے۔ **اثبت العدل:** مراد تمام امور ہیں، معنی یہ ہے کہ اللہ نے عدل کو مشروع کیا اور ہر چیز میں اسی کی مناسبت سے حکم دیا، نہ کہ صرف وزن والی چیزوں میں عدل فرمایا۔ **وغیرھم:** مراد باقی بہائم ہیں۔
ایھا الانس والجن: مراد دونوں گروہوں کا خطاب کرنا مقصود ہے، نہ کہ فقط ایک کا، اسی مناسبت سے فرمایا: ﴿ایھا الثقلان﴾۔
ذکرت احدی وثلاثین مرۃ: چنانچہ آٹھ مقامات وہ ہیں جہاں نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ساتھ ہی ﴿فبای آلاء ربکما تکذبان﴾ فرمایا، سات مقامات وہ ہیں جہاں عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ کلام فرمادیا اور آٹھ مقامات وہ ہیں جہاں اوصافِ جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے مثلاً جنت کے دروازوں کا ذکر کرتے ہوئے یہی کلام فرمایا اور مزید آٹھ مقامات پر بھی جنت کا ذکر کرتے ہوئے یہی کلام فرمایا۔
کانوا احسن منکم ردا: اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ''جن'' انسان سے زیادہ حسین ہیں۔ **اذا نقر:** انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا تاکہ اس بات کی خبر ہو کہ اس میں کوئی عیب ہے یا نہیں۔ **وھو ما طبخ من طین:** مراد وہ پکی ہوئی مٹی ہے جو محلات کی تعمیر میں استعمال کی جاتی ہے، اینٹ تھاپنے کے مقصد میں استعمال ہونے والی مٹی مراد نہیں ہے۔ **وھو ابلیس:** یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے جو کہ صحیح ترین ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے مراد ابوالجن یعنی ابلیس کے سوا کوئی اور ہے۔ **ھو لھبھا الخالص من الدخان:** یہ ﴿مارج﴾ کی تفسیر میں ایک قول ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد سرخ، سبز اور زرد رنگ ہیں جو کہ آگ کے شعلوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ **کذلک:** یعنی جس طرح سردی وگرمی کے مشارق کی قسمیں یاد دلائی ہیں بالکل اسی طرح مفسر نے یہاں سردی وگرمی کے مغارب مراد لئے ہیں۔
الصادق باحدھما: ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ میٹھے پانی سے مراد آدمی اور نمکین سے مراد عورت ہیں اور موتی اور مرجان اس سے نکلتے ہیں جیسا کہ مرد وعورت کے میلاپ سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ (الصاوی، ج۶، ص۳۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿کل من علیھا﴾ اَیِ الْاَرْضِ مِنَ الْحَیْوانِ ﴿فان (۲۶)﴾ ھَالِکٍ وَعَبَّرَ بِمَنْ تَغْلِیْبًا لِلْعُقَلَاءِ ﴿ویبقی وجه ربک﴾ ذَاتُهُ ﴿ذوالجلال﴾ اَلْعَظْمَةِ ﴿والاکرام (۲۷)﴾ لِلْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنْعُمِهٖ عَلَیْھِمْ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۲۸) یسئله من فی السموت والارض﴾ اَیْ بِنُطْقٍ اَوْ حَالٍ مَا یَحْتَاجُوْنَ اِلَیْهِ مِنَ الْقُوَّةِ عَلَی الْعِبَادَةِ وَالرِّزْقِ وَالْمَغْفِرَةِ وَغَیْرَ ذٰلِکَ ﴿کل یوم﴾ وَقْتٍ ﴿ھو فی شان (۲۹)﴾ اَمْرٌ یُظْھِرُهُ فِی الْعَالَمِ عَلٰی وَفْقِ مَا قَدَّرَهُ فِی الْاَزَلِ مِنْ اَحْیَاءٍ وَاِمَاتَةٍ وَاِعْزَازٍ وَاِذْلَالٍ وَاِغْنَاءٍ وَاِعْدَامٍ وَاِجَابَةِ دَاعٍ وَاِعْطَاءِ سَائِلٍ وَغَیْرِ ذٰلِکَ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۳۰) سنفرغ لکم﴾ سَنَقْصِدُ لِحِسَابِکُمْ ﴿ایه الثقلن (۳۱)﴾ اَلْاِنْسُ وَالْجِنُّ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۳۲) یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا﴾ تَخْرُجُوْا ﴿من اقطار﴾ نَوَاحِیْ ﴿السموت والارض فانفذوا﴾ اَمْرُ تَعْجِیْزٍ ﴿لا تنفذون الا بسلطن (۳۳)﴾ بِقُوَّةٍ وَلَا قُوَّةَ لَکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۳۴) یرسل علیکما شواظ من نار﴾ ھُوَ لَھَبُھَا الْخَالِصُ مِنَ

الدُّخَانِ اَوْ مَعَهُ﴿ونحاس﴾اَیْ دُخَانٌ لا لَهَبَ فِیْهِ﴿فلا تنتصرن (۳۵)﴾تَمْتَنِعَانِ مِنْ ذٰلِکَ بَلْ یَسُوْقُکُمْ اِلَی الْمَحْشَرِ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۳۶)فاذا انشقت السماء﴾اِنْفَرَجَتْ اَبْوَابًا لِنُزُوْلِ الْمَلَائِکَةِ﴿فکانت وردة﴾اَیْ مِثْلَهَا مُحْمَرَّةً﴿کالدهان (۳۷)﴾کَالْاَدِیْمِ الْاَحْمَرِ عَلٰی خِلَافِ الْعَهْدِ بِهَا وَجَوَابُ اِذَا فَمَا اَعْظَمَ الْهَوْلُ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۳۸)فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان (۳۹)﴾عَنْ ذَنْبِهٖ وَیَسْاَلُوْنَ فِیْ وَقْتٍ آخَرَ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ وَالْجَانُّ هِنَا وَفِیْمَا سَیَاْتِیْ بِمَعْنَی الْجِنِّیِّ وَالْاِنْسِ فِیْهِمَا بِمَعْنَی الْاِنْسِیِّ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۴۰)یعرف المجرمون بسیمٰهم﴾اَیْ سَوَادِ الْوُجُوْهِ وَزُرْقَةِ الْعُیُوْنِ﴿فیؤخذ بالنواصی والاقدام (۴۱)فبای الاء ربکما تکذبن (۴۲)﴾اَیْ تَضُمُّ نَاصِیَةُ کُلٍّ مِنْهُمَا اِلٰی قَدَمَیْهِ مِنْ خَلْفٍ اَوْ قُدَّامٍ وَیُلْقٰی فِی النَّارِ وَیُقَالُ لَهُمْ ﴿هذه جهنم التی یکذب بها المجرمون (۴۳)یطوفون﴾یَسْعَوْنَ﴿بینها وبین حمیم﴾مَاءٍ حَارٍّ﴿ان (۴۴)﴾شَدِیْدِ الْحَرَارَةِ یُسْقَوْنَهُ اِذَا اسْتَغَاثُوْا مِنْ حَرِّ النَّارِ وَهُوَ مَنْقُوْصٌ کَقَاضٍ﴿فبای الاء ربکما تکذبن (۴۵)﴾

﴿ترجمہ﴾

اس پر (یعنی زمین پر) جتنے (حیوان) ہیں سب کو فناء ہے (ہلاک ہونے والے ہیں......۱......اس بات کو "مـــن" سے تعبیر کرنا عقلاء کو دیگر مخلوق پر غلبہ دینے کے لیے ہے) اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات (وجه ربک بمعنی ذاته ہے) عظمت والا اور کرم فرمانے والا (مومنین پر کہ ان پر نعمتیں فرماتا ہے، الجلال بمعنی العظمة ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں (اپنی زبان سے یا زبان حال سے اسی سے مانگتے ہیں، وہ شے جس کی انہیں احتیاج ہوتی ہے جیسے عبادت کی قوت، رزق، مغفرت وغیرہ) اسے ہر دن (یعنی ہر وقت) ایک کام ہے (جسے وہ اپنی ازل میں مقدر کردہ تقدیر کے مطابق عالم میں ظاہر فرماتا ہے جیسے موت دینا، زندگی دینا، عزت دینا، ذلت دینا، غنی کرنا محتاج کرنا، دعا گو کی دعا قبول کرنا، مسائل کی مراد دینا وغیرہ ......۲......) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے جلد ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں (سنفرغ بمعنی سنقصد ہے) اے دونوں بھاری گروہ (یعنی جن وانس) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (تنفذوا بمعنی تخرجوا ہے، اور اقطار کے معنی کنارے کے ہے) تو نکل جاؤ (یہ حکم ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ہے) تم نہیں نکل سکتے مگر قوت کے ساتھ (اور تمہیں اس کی قوت نہیں......۳......سلطن کے معنی قوت ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ ("شواظ" آگ کے بے دھوئیں کی یا دھوئیں والی لپٹ کو کہتے ہیں) اور بیشک لپٹ کا دھواں ("نحاس" کا معنی بے لپٹ کا دھواں ہے) تو تم نہ روک سکو گے (اس کو بلکہ یہ تمہیں محشر کی طرف ہانک کرلے جائے گا، لا تنتصران بمعنی تمتنعان ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے پھر جب آسمان پھٹ جائے گا (یعنی فرشتوں کے نزول کے لیے دروازے ہو کر کھل جائے گا) تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا (یعنی گلاب کے پھول کی مثل سرخ ہو جائے گا) جیسے سرخ رنگی ہوئی کھال (یعنی سابقہ حالت کے برخلاف سرخ کھال کی مثل ہو جائے گا، یہاں "اذا" کا جواب شرط "فما اعظم الهول" محذوف ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تو اس دن گناہ کی پوچھ نہ ہوگی انسان سے اور نہ جن سے (اس کے گناہ کی پوچھ گچھ ہوگی......۴......، یہ گناہوں کی پوچھ کسی دوسرے وقت میں ہوگی کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿لنسئلنک اجمعین﴾ یہاں اور

ماقبل مقامات میں الجان بمعنی الجنی اور الانس بمعنی الانسی ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے مجرم اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے (یعنی سیاہ چہروں اور نیلی آنکھوں سے) تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے (ان میں سے ہر ایک کی پیشانی کو آگے سے یا پیچھے سے دو پہروں کے ساتھ ملا کر جہنم میں ڈالدیا جائے گا اور پھر ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں دوڑیں گے اس میں (یطوفوا بمعنی یسعون ہے) اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں (مجرم جہنم کی گرمی کے سبب پانی مانگیں گے تو انہیں یہ پانی پلایا جائے گا، ان بمعنی شدید الحرارۃ ہے، یہ قاض کی طرح اسم منقوص ہے) تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کل من علیها فان﴾ کل: مضاف، من علیها: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، فان: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویبقی وجه ربک ذوالجلل والاکرام فبای الاء ربکما تکذبن﴾

و: عاطفہ، یبقی: فعل، وجه ربک: موصوف، ذو: مضاف، الجلل والاکرام: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿یسئله من فی السموت والارض کل یوم هو فی شان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

یسئله: فعل ومفعول، من فی السموت والارض: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، کل یوم: ظرف متعلق، محذوف "الاستقرار" مصدر کیلئے، فی شان: ظرف لغو "الاستقرار" مصدر اپنے فاعل وظرف لغو سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، هو: مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، فبای الاء......الخ: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿سنفرغ لکم ایه الثقلن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

سنفرغ لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایه الثقلن: نداء، ملکر جملہ ندائیہ مستانفہ، فبای الاء......الخ: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا﴾

یمعشر الجن والانس: نداء، ان: شرطیہ، استطعتم: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، تنفذوا: فعل فاعل، من اقطار السموت والارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انفذوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿لا تنفذون الا بسلطن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

لاتنفذون: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، بسلطن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، فبای الاء ربکما......الخ: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۳، میں گزری۔

﴿یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصرن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

یرسل علیکما: فعل وظرف لغو، شواظ: موصوف، من نار: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، نحاس: معطوف، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، لاتنتصرن: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، فبای الاء ربکما تکذبن: ماقبل دیکھیں۔

﴿فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدهان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

ف : مستانفہ ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،انشقت السماء : فعل وفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف : عاطفہ ، کانت :فعل ناقص بااسم ،وردۃ :موصوف، کالدھان :ظرف مستقر صفت ،ملکر خبر ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر جزا محذوف "فرئیت امرا عظیما" کی شرط ،ملکر جملہ شرطیہ ،فبای الاء......الخ :اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر۱۳، میں گزری۔

﴿فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

ف :عاطفہ ،یومئذ :ظرف مقدم ،لا یسئل عن ذنبه : فعل نفی مجہول وظرف لغو ،انس :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لا :نافیہ ،جان :معطوف ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،فبای الاء ربکما......الخ :اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿یعرف المجرمون بسیمهم فیوخذ بالنواصی والاقدام فبای الاء ربکما تکذبن﴾

یعرف المجرمون : فعل ونائب الفاعل ،بسیمهم :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،یوخذ :فعل مجہول ،ب :جار ،النواصی :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،الاقدام :معطوف ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،فبای الاء......الخ : اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿هذه جهنم التی یکذب بها المجرمون یطوفون بینها وبین حمیم ان فبای الاء ربکماتکذبن﴾

ھذہ: مبتدا ،جھنم : موصوف ،التی یکذب بھا :فعل مجہول وظرف لغو ،المجرمون :ذوالحال ،یطوفون :فعل بافاعل ،بینها :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،بین :مضاف ،حمیم ان : مرکب توصیفی مضاف الیہ ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ حال ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ،ملکر صفت ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،فبای الاء ربکماتکذبن :اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سب کچھ فنا ہونے کا معنیٰ:

۱......اللہ نے فرمایا: ﴿کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلل والاکرام زمین پر جتنے ہیں سب کوفنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا (الرحمن:۲٦)﴾ ،یعنی زمین پر موجود حیوانات ،مرکبات ،یاجو کچھ بھی زمین پر ہے یہاں تک کہ پہاڑ ،سمندر ،معدنیات سب ہی کوفنا ہے۔ من کا لفظ ذوی العقول کو غلبہ دینے کے لئے ہے یعنی جن وانس سب ہی کوفنا ہونا ہے۔اب فنا ہونا یا تو قیامت قائم ہونے پر ہوگا یا قیامت سے پہلے جب اللہ ﷻ چاہے۔ وجه ربک متشابھات میں سے ہے یعنی اللہ ﷻ عظمت ،بادشاہت ،استغناء مطلق اور فضل والا ہے۔ (المظھری ،ج٦،ص ٤٩٤)

ابن کثیر لکھتے ہیں: اللہ ﷻ تمام زمین والوں کوموت سے ہمکنار فرمائے گا اور یونہی آسمان والوں میں جو چاہے فرمائے گا ،اور اللہ ﷻ کی ذات کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا ،پس اللہ ﷻ کی ذات وہ ہے جسے موت نہیں ،بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں آسکتی۔قتادہ کہتے ہیں اللہ ﷻ نے جو چاہا تخلیق فرمایا اور پھر اس تخلیق کوفنا بھی فرمائے گا۔دعائے ماثورہ ہے: "یا حی یا قیوم یا بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام لااله الا انت برحمتک نستغیث اصلح لنا شاننا کله ولا تکلنا الیٰ لنفسنا طرفة عین ولا الی احد من خلقک یعنی اے زندہ وقائم رہنے والی ذات ،اے آسمان وزمین کے نئے پیدا کرنے والے یا عزت وجلال واکرام والے نہیں کوئی معبود مگر تو ہی ،ہم تیری ہی رحمت کے سوالی ہیں ،ہمارے امور کی اصلاح فرما اور ہمیں ہمارے نفس کی (شرارتوں کے) سپرد ایک آنکھ جھپکنے کی مدت کیلئے بھی نہ کرنا اور سب تیری ہی مخلوق ہیں تیرے سوا کسی کی کوئی تخلیق نہیں"۔ (ابن کثیر ،ج٤، ص ۳۲۲)

ہر آن نئی شان (نیا کام) ہونے کے محامل:

۲......اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿کل یوم ھو فی شان اسے ہر دن ایک کام ہے (الرحمن:۲۹)﴾، ہر دن اللہ ﷻ اپنی مخلوق میں نئی (حکمتیں) فرماتا ہے، تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکالیف دور فرماتا ہے، ایک قوم کو بلند کرتا تو اس کے مقابلے میں دوسری کو نیچا کرتا ہے، اور اس کے علاوہ کئی حوالے سے اس کی شان ہر آن اور ہر دن نمایاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمیر کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ دعا کرنے والوں کی دعائیں سنتا، سوال کرنے والوں کو نوازتا، قیدی کے لئے رہائی کے اسباب کرتا یا بیمار کو تندرست کرتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہر دن وہ دعا قبول کرتا ہے، اور تکلیف دور فرماتا ہے، بیقراروں کی فریاد سنتا ہے، اور گناہگاروں کی بخشش فرماتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ ہر روز نئی زندگی دیتا، موت سے ہمکنار کرتا اور اپنے نئے امور کی تکمیل فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ ﷻ نے لوح محفوظ کو سفید تختی کی مثل بنایا ہے، جس کے دفاتر سرخ یاقوت کے ہیں، قلم نور کا، کتاب نور کی، اس کا عرض زمین و آسمان کے درمیانی حصے کے برابر ہے، اللہ ﷻ ہر روز اس کی جانب تین سو ساٹھ مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے، اور ہر ایک بار نظر رحمت فرمانے میں زندگی و موت کے فیصلے فرماتا، عزت و ذلت دیتا، اور جو چاہتا ہے وہی فرماتا ہے۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۱۰۷ وغیرہ)

امام قرطبی فرماتے ہیں: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے چار چہرے ہیں: (۱)......انسان کی مانند چہرے سے وہ انسانوں کے لئے رزق کا سوال کرتا ہے، شیر کی مانند چہرے سے وہ درندوں کے لئے رزق کا سوال کرتا ہے، بیل نما چہرے سے وہ چوپایوں کے لئے رزق کا سوالی ہوتا ہے اور نسر (ایک قسم کا پرندہ) نما چہرے سے وہ پرندوں کے لئے رزق کا سوال کرتا ہے۔ ابن عطا کہتے ہیں کہ مراد اللہ ﷻ سے عبادت پر قوت کا سوال کرنا ہے۔ مسند بزار کی روایت میں ہے کہ اللہ ﷻ گناہوں کو بخش دیتا ہے، کرب کو دور فرماتا ہے اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کی شان ہے کہ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور عزت و ذلت، رزق و تنگی عطا کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ ہر روز دو امور انجام دیتا ہے ایک دنیاوی اور دوسرا اُخروی۔ ابن بحر کہتے ہیں کہ زمانہ روزانہ دو امور پر مشتمل ہوتا ہے، دنیاوی اور اُخروی۔ ایک دنیاوی مدت ہے اور دوسری اُخروی مدت، پس دنیاوی مدت میں یہ ہے کہ اللہ ﷻ دنیا میں آزمائش، اوامر و نواہی، زندگی و موت، عطا کرنا اور روک لینا شامل فرماتا ہے جب کہ اُخروی مدت میں قیامت کی جزاء و سزا، حساب کتاب وغیرہ امور شامل ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۴۵)

انسان و جن کو زمین و آسمان سے نکل جانے کا حکم:

۳......روایت کی جاتی ہے کہ فرشتے قیامت کے دن نازل ہونگے، اور تمام مخلوق کا احاطہ کرلیں گے، پس جب جنات و انسان انہیں دیکھیں گے تو بھاگیں گے لیکن فرشتے انہیں پکڑ لیں گے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ یہ دنیاوی امر کا بیان ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ لوگ بازاروں میں ہونگے کہ آسمان پھٹ پڑے گا اور فرشتوں کا نزول ہوگا جس کی وجہ سے انسان و جنات بھاگیں گے، پھر فرشتے انہیں گھیر لیں گے اور یہ معاملہ قربِ قیامت سے پہلے ہوگا، ایک قول یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ فرشتے بھاگنے والوں سے کہیں گے کہ اگر تمہیں موت سے راہِ فرار مل سکتی ہے تو فرار کرلو، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اگر تم آسمان و زمین سے کہیں الگ بھاگنا چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ لیکن تم ایسا نہ کرسکو گے اور اللہ ﷻ کی دلیل تمام ہو چکی ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۱۵۹)

انسان و جن سے گناہ کی پوچھ گچھ ہونے یا نہ ہونے کا بیان:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس و لا جان تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے﴾، ﴿ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں (القصص:

۷۸)﴾،﴿فوربک لنسئلنهم اجمعين تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے (الحجر: ۹۲) ﴾۔ یہاں ایک سوال جنم لیتا ہے کہ آیا انسان وجن سے سوال نہیں ہوگا، کیا ان سے ان کے گناہوں کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی؟ اس کے جواب میں مفسرین کرام کے اقوال ہیں: عکرمہ کہتے ہیں کہ قیامت کے طویل دن میں بعض سے سوال ہوگا اور بعض سے نہیں ہوگا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یعنی جب لوگ آگ میں بھیج دیئے جائیں گے تو پھر ان سے کسی قسم کا سوال نہ ہوگا، حسن وقتادہ کہتے ہیں لوگ اپنے گناہوں کے سوال کا جواب نہ دیں گے کیونکہ اللہ ﷻ ان پر محافظ ہے اور فرشتے سب کچھ لکھ رہے ہیں، یہ قول ابن عباس، حسن اور مجاہد رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ ﷻ انس وجن سے سوال نہ کرے گا کیونکہ وہ اِن سے بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے کیا کارنامے انجام دیئے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی سوال کرنے کا ذکر ہے تو وہ زجر وتوبیخ کی وجہ سے ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ کسی سے دوسروں کے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا اور قتادہ کہتے ہیں لوگوں کے مونھوں پر مُہر لگادی جائے گی اور اعضاء گواہی دیں گے۔ اسی ضمن میں اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے (یس: ۶۵) ﴾، ﴿ووجوه يومئذ عليها غبرة ترهقها قترة اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی ان پر سیاہی چڑھ رہی ہیں (عبس: ۴۰،۴۱) ﴾، ﴿فاما الذين اسودت وجوههم تو وہ جن کے منہ کالے تھے (ال عمران: ۱۰۶) ﴾ (القرطبی، الجزء: ۲۷، ص ۱۵۱)

اغراض:

بنطق او حال: یعنی زبان قال وحال، مراد ذلت واحتیاج ہے۔ **من احياء:** یعنی ہر آن زندگی موت، عزت ذلت وغیرہ، میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور یہ تغیر مصنوعات میں ہوتا رہتا ہے اور مزید حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔ **سنقصد لحسابكم:** ایک سوال کے جواب میں مذکورہ ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ ایک شان سے دوسری شان کی جانب مشغول نہیں ہوتا، پھر ﴿سنفرغ لكم﴾ کے کیا معنی ہیں؟ مراد کسی چیز کے قصد اور اس کی بلندی کا بیان کرنا ہے، اور مفسر نے قصد سے ارادہ کا معنی لیا ہے یعنی "ہم تجھ سے حساب لینے کا ارادہ کرتے ہیں" اور اس خطاب میں فرمانبرداروں کو نصیحت اور نافرمانوں کو وعید ہے۔ **قوة:** یہ ﴿بسلطن﴾ کی تفسیر میں دو اقوال میں سے ایک قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مراد اس سے دلائل وبراہین ہیں۔ **وهو لهبها الخالص من الدخان:** یہ چار اقوال میں سے دو کے تحت مراد ہے، جب کہ ﴿شواظ من نار﴾ کے تحت ایک قول آگ کے سرخ شعلے ہیں، یا ایک قول کے مطابق اس سے مراد آگ کے وہ شعلے ہیں جس میں دھواں نہ ہو۔

ای دخان: یعنی مراد منحوس دھواں ہے، یا وہ دھواں جس میں شعلے نہ ہوں اور یہ قول درست نہیں کیونکہ ﴿شواظ﴾ کا اطلاق خالص آگ کے شعلے اور دھوئیں پر ہوتا ہے۔ **من ذلك:** مراد شعلے اور منحوس دھوئیں ہیں۔ **لنزول الملائكة:** زمین کی ساری جہات کے ساتھ عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ **على خلاف العهد بها:** مراد "ق" نامی پہاڑ ہے جس کی رنگت سرخ ہوگی۔ **ويسألون في وقت آخر:** اس جملے میں آیت اور مفسر کے کلام کے ضمن میں جمع کے لانے کی وجہ کا بیان کرنا مقصود ہے جس دن انسان قبر سے اٹھائے جائیں گے سوال نہ ہوگا بلکہ جس دن میدانِ محشر میں جمع ہونگے اُس دن سوال کیا جائے گا۔ **اى سواد الوجوه وزرقة العيون:** یعنی مجرمین کو نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جانا مراد ہے۔ **من خلف:** ضحاک کے قول کے مطابق پیشانی اور قدموں کو باہم زنجیروں سے باندھ کر پیٹھ پیچھے سے نامۂ اعمال دیئے جانے کا بیان کرنا مقصود ہے۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۲۰۴۱، غیرہ)

رکوع نمبر:۱۳

﴿ولمن خاف﴾اَیْ لِکُلِّ مِنْهُمَا اَوْ لِمَجْمُوْعِهِمْ﴿مقام ربه﴾قِیَامَهُ بَیْنَ یَدَیْهِ لِلْحِسَابِ فَتَرَکَ مَعْصِیَتَهُ﴿جنتن(۴۶)فبای الاء ربکما تکذبن(۴۷)ذواتا﴾تَثْنِیَةُ ذَوَاتٍ عَلَی الْاَصْلِ وَلَامُهَا تَاءٌ﴿افنان(۴۸)﴾اَغْصَانٍ جَمْعُ فَنَنٍ کَطَلَلٍ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۴۹)فیهما عینن تجرین(۵۰)فبای الاء ربکما تکذبن(۵۱)فیهما من کل فاکهة﴾فِی الدُّنْیَا اَوْ کُلِّ مَا یَتَفَکَّهُ بِهٖ﴿زوجن(۵۲)﴾نَوْعَانِ رَطْبٌ وَیَابِسٌ وَالْمُرُّ مِنْهُمَا فِی الدُّنْیَا کَالْحَنْظَلِ حُلْوٌ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۵۳)متکئین﴾حَالٌ عَامِلُهُ مَحْذُوْفٌ اَیْ یَتَنَعَّمُوْنَ﴿علی فرش بطائنها من استبرق﴾مَا غَلُظَ مِنَ الدِّیْبَاجِ وَخَشُنَ وَالظَّهَائِرُ مِنَ السُّنْدُسِ﴿وجنا الجنتین﴾ثَمَرُهُمَا﴿دان(۵۴)﴾قَرِیْبٌ یَنَالُهُ الْقَائِمُ وَالْقَاعِدُ وَالْمُضْطَجِعُ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۵۵)فیهن﴾فِی الْجَنَّتَیْنِ وَمَا اشْتَمَلَتَا عَلَیْهِ مِنَ الْعَلَالِیْ وَالْقُصُوْرِ﴿قصرت الطرف﴾اَلْعَیْنَ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ الْمُتَّکِئِیْنَ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ﴿لم یطمثهن﴾یَفْتَضَّهُنَّ وَهُنَّ مِنَ الْحُوْرِ اَوْ مِنْ نِّسَاءِ الدُّنْیَا الْمُنْشَآتِ﴿انس قبلهم ولا جان(۵۶)فبای الاء ربکما تکذبن(۵۷)کانهن الیاقوت﴾صَفَاءً﴿والمرجان(۵۸)﴾اَیِ اللُّؤْلُؤُ بَیَاضًا﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۵۹)هل﴾مَا﴿جزاء الاحسان﴾بِالطَّاعَةِ﴿الا الاحسان(۶۰)﴾بِالنَّعِیْمِ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۶۱)ومن دونهما﴾اَیِ الْجَنَّتَیْنِ الْمَذْکُوْرَتَیْنِ﴿جنتن(۶۲)﴾اَیْضًا لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۶۳)مدهامتن(۶۴)﴾سَوْدَا وَاِنَّ مِنْ شِدَّةِ خُضْرَتِهِمَا﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۶۵)فیهما عینن نضاختن(۶۶)﴾فَوَّارَتَانِ بِالْمَاءِ لَا تَنْقَطِعَانِ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۶۷)فیهما فاکهة ونخل ورمان(۶۸)﴾هُمَا مِنْهَا وَقِیْلَ مِنْ غَیْرِهَا﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۶۹)فیهن﴾اَیِ الْجَنَّتَیْنِ وَقُصُوْرِهِمَا﴿خیرت﴾اَخْلَاقًا﴿حسان(۷۰)﴾وُجُوْهًا﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۷۱)حور﴾شَدِیْدَاتُ سَوَادِ الْعُیُوْنِ وَبَیَاضِهَا﴿مقصورت﴾مَسْتُوْرَاتٌ﴿فی الخیام(۷۲)﴾مِنْ دُرٍّ مُجَوَّفٍ مُضَافَةٌ اِلَی الْقُصُوْرِ شَبِیْهَةٌ بِالْخُدُوْرِ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۷۳)لم یطمثهن انس قبلهم﴾قَبْلَ اَزْوَاجِهِنَّ﴿ولا جان(۷۴)فبای الاء ربکما تکذبن(۷۵)متکئین﴾اَیْ اَزْوَاجِهِنَّ وَاِعْرَابُهٗ کَمَا تَقَدَّمَ﴿علی رفرف خضر﴾جَمْعُ رَفْرَفَةٍ اَیْ بُسُطٌ اَوْ وَسَائِدُ﴿وعبقری حسان(۷۶)﴾جَمْعُ عَبْقَرِیَّةٍ اَیْ طَنَافِسَ﴿فبای الاء ربکما تکذبن(۷۷)تبرک اسم ربک ذی الجلل والاکرام(۷۸)﴾تَقَدَّمَ وَلَفْظُ اسْمٍ زَائِدٌ.

﴿ترجمہ﴾

اور جو ڈرے (جن وانس میں سے یا دونوں کے مجموعہ میں سے) اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے (حساب کے لیے یوں کہ وہ معصیت کو ترک کردے تو) اس کے لیے دو جنتیں ہیں......تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے بہت سی ڈالوں والیاں (بمطابق لغت "ذواتا" ذوات کا تثنیہ ہے اور اس کا لام کلمہ تاء ہے "افناء" فنن کی جمع ہے جیسا کہ طلل کی جمع اطلال آتی ہے یہ بمعنی ٹہنیاں

ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے بہتے ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں ہر (دنیاوی) میوہ (جو حصول لذت کے لیے کھایا جائے، اسے فاکھۃ کہا جاتا ہے) دو دو قسم کا (ذوجان بمعنی نوعان ہے، یعنی خشک و تر دنیاوی خشک و تر کڑواہٹ رکھنے والے میوے بھی وہاں میٹھے ہوں گے) تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے (''متکئین'' حال ہے اس کا عامل ''یتنعمون'' محذوف ہے) ایسے بچھونوں پر جن کا استر قنادیز (استبرق کے معنی دبیز ریشم کے ہے، یعنی موٹا کھردرا ریشم، اور یہ ظاہری پہناوے کا حال ہے) اور دونوں جنتیں (یعنی ان کے پھل) اتنے جھکے ہوئے کے چن لو (یعنی وہ اتنے قریب ہوں گے کہ کھڑا ہوا، بیٹھا ہوا اور لیٹا ہوا شخص بھی اس میں سے لے سکے گا......۲......) تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے ان میں (یعنی ان جنتوں میں اور جن بالا خانوں اور محلات پر وہ مشتمل ہیں ان میں) نیچی نگاہ والی ہوں گی (یعنی جن کی نگاہیں اپنے شوہروں پر ہوں گی خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے جو کہ تکیہ لگائے ہوں گے......۳......) انہیں چھوا نہیں (یعنی ان سے محبت نہیں کی، ان سے مراد یا تو حوریں ہیں یا دنیاوی عورتیں جنہیں اہل جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے) کسی آدمی نے اور نہ جن نے......۴......تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے گویا وہ لعل ہیں (صفائی میں) اور مونگا ہیں (''لؤلؤ'' سفید رنگت کے موتی کو کہتے ہیں) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے نیکی کرنے کا بدلہ نہیں ہے (ھل بمعنی ما ہے) مگر (نعمتیں دیگر) احسان کرنا تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اور ان کے سوا (یعنی مذکور جنتوں کے سوا) دو جنتیں اور ہیں (اس کے لیے جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں (''مدھامتن'' کا معنی یہ ہے کہ دونوں اتنی سیاہ ہیں کہ سبز رنگ کی جھلک دیتی ہیں) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے (پانی سے جو منقطع نہیں ہوتے، نضاختن کے معنی دو فوارے ہیں) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں میوے کھجوریں اور انار ہیں (کھجور اور انار بھی یا تو منجملہ ''فاکھۃ'' میں داخل ہیں یا داخل نہیں ہیں) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں (یعنی جنتوں اور ان کے محلات میں) اچھی عورتیں ہیں (از روئے اخلاق کے) اور جنتیں ہیں (شکل و صورت کے اعتبار سے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے حوریں ہیں (آنکھوں کی پتلیاں سخت سیاہ اور اس کے ارد گرد کا حصہ شدید سفید ہوگا) پردہ نشین (مقصورات بمعنی مستورات ہے) خیموں میں (یہ خیمے خلادار موتی کے ہیں، یہ خیمے محلات کے اندر ہیں اور ان خیموں کو گھر کے پردوں سے تشبیہ دی گئی ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان سے پہلے (یعنی ان کے شوہروں سے پہلے) انہیں ہاتھ لگایا کسی آدمی نے اور نہ جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے ہوئے (ان کے شوہر، اس کے اعراب کی بحث ماقبل گزر چکی ہے) سبز بچھونوں پر (''رفوف'' رفرفۃ کی جمع ہے بمعنی تکیہ) اور منقش خوبصورت قالینوں پر (''عبقری'' عبقریۃ کی جمع ہے بمعنی قالین ہے) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت اور بزرگی والا (اس سے متعلق بحث ماقبل گزر چکی، یہاں ''اسم ربک'' میں ''اسم'' زائد ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولمن خاف مقام ربه جنتن فبای الاء ربکما تکذبن ذواتا افنان﴾

و: عاطفہ، لمن خاف مقام ربه: ظرف مستقر خبر مقدم، جنتن: موصوف، ذواتا افنان: صفت، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۳ میں گزری:

﴿فبای الاء ربکما تکذبن فیھما عینن تجرین فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی آیت کی ماقبل آی نمبر ۱۳ میں ملاحظہ، فیھما ظرف مستقر خبر مقدم، عینن: موصوف، تجرین: جملہ

فعلیہ صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ،فبای الاء ......الخ :اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿فیھما من کل فاکھۃ زوجن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فیھما: ظرف مستقر خبر مقدم،من کل فاکھۃ: ظرف مستقر حال مقدم،زوجن: ذوالحال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،فبای الاء ربکماتکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿متکئین علی فرش بطائنھا من استبرق وجنا الجنتین دان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

متکئین: اسم فاعل بافاعل،علی: جار،فرش: موصوف،بطائنھا: مبتدا،من استبرق: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "امدح" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،جنا الجنتین :مبتدا،دان: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری چکی۔

﴿فیھن قصرت الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولاجان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فیھن: ظرف مستقر خبر مقدم،قصرت الطرف: موصوف،لم یطمثھن: فعل نفی ومفعول،انس :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لا :نافیہ ،جان :معطوف،ملکر فاعل ،قبلھم :ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، فبای الاء......الخ: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿کانھن الیاقوت والمرجان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

کانھن: حرف مشبہ واسم،الیاقوت :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،المرجان :معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھل جزاء الاحسان الا الاحسان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

ھل: حرف استفہام بمعنی نفی،جزاء الاحسان :مبتدا،الا : اداۃ حصر،الاحسان :خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن دونھما جنتن فبای الاء ربکما تکذبن مدھامتن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

و : عاطفہ ،من دونھما :ظرف مستقر خبر مقدم ،جنتن :موصوف ،مدھامتن :صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فیھما عینن نضاختن فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فیھما: ظرف مستقر خبر مقدم،عینن :موصوف،نضاختن :صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "جنتن" کی صفت ثانی واقع ہے،فبای الاء ربکماتکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿فیھما فاکھۃ ونخل ورمان فبای الاء ربکما تکذبن فیھن خیرت حسان فبای الاء ربکما تکذبن﴾

فیھما: ظرف مستقر خبر مقدم،فاکھۃ :معطوف علیہ ،ونخل :معطوف اول،ورمان :معطوف ثانی،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ،فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری،فیھن :ظرف مستقر خبر مقدم،خیرت حسان :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ،فبای الاء: اسکی ترکیب ماقبل گزری۔

﴿حور مقصورت فی الخیام فبای الاء ربکما تکذبن لم یطمثھن انس قبلھم ولاجان﴾

حور :موصوف،مقصورت فی الخیام: شبہ جملہ صفت،ملکر ماقبل "خیرات" سے بدل ہے،فبای الاء ربکما تکذبن: اسکی ترکیب ماقبل گزری،لم یطمثھن انس قبلھم ولاجان: اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۵۶، میں گزری۔

﴿فبای الاء ربکما تکذبن متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان﴾

متکئین: اسم فاعل بافاعل، علی: جار، رفرف خضر: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و: عاطفہ، عبقری حسان: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "مدح" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبای الاء ربکما تکذبن تبرک اسم ربک ذی الجلل والاکرام﴾

تبرک: فعل، اسم: مضاف، ربک: موصوف، ذی الجلل والاکرام: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

دو جنتوں کے بارے میں اقوال:

۱......اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)...... وہ مقام جہاں جنتی رہے گا اور اس کے احباب سے ملاقات بھی ہوگی، اور دوسری وہ جگہ ہے جہاں اس کے ازواج وخدمت گار خدمت کے لئے متعین ہونگے جیسا کہ جبائی کا قول ہے۔ (۲)...... دو باغ یعنی ایک محل کے اندرونی حصے میں اور دوسرا باہر کے حصے میں ہوگا۔ (۳)...... دو مقامات ہونگے کہ اگر کوئی بندہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتا ہو تو اس کی لذت، کرامت اور نوازشات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۴)...... دو جنتوں سے مراد ایک عقیدے کی جنت ہے دوسری عمل کی جنت ہے۔ (۵)...... ایک جنت طاعتوں کی وجہ سے ملے گی اور دوسری نافرمانیوں سے بچنے کی وجہ سے ملے گی۔ (۶)...... ایک جنت ثواب کے طور پر ملے گی اور دوسری جنت فضل وانعام کی وجہ سے ملے گی۔ (۷)...... ایک روحانی جنت ملے گی جب کہ دوسری جسمانی جنت ملے گی۔ (۸)...... جنت عدن اور جنت نعیم ملے گی۔ (۹)...... مخفی نہیں کہ ہر ڈرنے والے کو دو جنتیں ملیں گی، ڈرنے والے انسانوں کے لئے جنت اور ڈرنے والے جنات کے لئے جنت۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۱٦٤)

☆......حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دو جنتیں چاندی کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب سونے کا ہے، انکے رب عزوجل اور جنتیوں کے مابین فقط جنت عدن میں صرف ایک چہرے پر کبریائی کی چادر حائل ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ومن دونھما جنتان، رقم: ٤٨٧٨، ص ٨٦٤)

جنتی نعمتوں کا علمی جائزہ:

۲......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا اپنے بندوں پر ہمیشہ شفاعت، دخول جنت اور رحمت کا معاملہ رہے گا یہاں تک کہ فرمائے گا: "جو کوئی بھی مسلمان ہے وہ داخل جنت ہوجائے" اسی لئے فرمایا: ﴿ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے (الحجر: ۲)﴾۔ (البدور السافرۃ، باب: ربما یود الذین، رقم:، ص ٤٨٠)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے عبادت گزار بندوں کے لئے وہ نعمت تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ ہی کسی کان نے سُنی اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا کوئی کھٹکا گزرا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے (السجدۃ: ۱۷)﴾۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ، رقم: ٣٢٤٤، ص ٥٤١)

جنتی حوریں، تلذذ اور ازدواجی معاملات:

۳......ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ کیا جنت میں مرد وعورت کا نکاح ہوگا؟ تو سید عالم

علیہ السلام نے فرمایا: ''ان کے باہم جماع ہوگا لیکن خروج مَنی وغیرہ کچھ نہ ہوگا''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کیا ہم جنت میں اپنی ازواج کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ فرمایا: ''ایک آدمی ایک دن میں سو کنواریوں کی جانب لوٹایا جائے گا''۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک مرد کو ایک دن میں جماع کے حوالے سے ستر سے زائد لوگوں کی قوت دی جائے گی''۔

☆......ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جنت میں جنتی جس طرح چاہے جماع کرے لیکن افزائش نسل نہ ہوگی۔

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں نغمیں گنگنائیں گی، اور کہیں گی کہ ہم نیک صورت والی حوریں ہیں جو کہ اپنے ازواج کی تعظیم کے پیش نظر انہیں ہدیہ کی گئی ہیں''۔

☆......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں نہ تو کوئی بندہ ایسا داخل ہوگا اور نہ ہی اس کے سائے میں بیٹھ سکے گا مگر یہ کہ اس کے ساتھ دو بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی جو کہ اچھی آواز میں گنگنائیں گی جسے جن انس سب ہی سماعت کریں گے اور یہ گنگنانا شیطان کی بانسری کی مانند نہ ہوگا بلکہ اللہ عزوجل کی تحمید و تقدیس ہونگے''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جنتی حوروں کے نغموں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''ان شاء اللہ ان کے نغمیں اللہ کی تسبیح، تقدیس اور تحمید ہوگی''۔ (البدور السافرة، رقم: ۲۰۶۶، ۲۰۶۸، ۲۰۷۲، ۲۰۷۶، ۲۰۸۹، ۲۰۸۶، ۲۰۸۵، ص ۵۶۹ تا ۵۷٤)

جنات کے دخول جنت کی تحقیق:

ؑ......جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟، اس موضوع پر ایک حدیث تو ماقبل ابو امامہ کے حوالے سے ذکر کردی ہے کہ حوروں کے ترانے جنات و انسان سماعت کریں گے، ثابت ہوتا ہے کہ جنات جنت میں جائیں گے۔ مزید تحقیق درج ذیل ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی قاضی بیضاوی کے تفسیری نکات پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ کسی جن نے (الرحمن:۵۶)﴾ یعنی وہ حوریں (ازواج) جنہیں پہلے کسی انسان یا جن نے نہ چھوا ہو، اس آیت میں دلیل ہے کہ جنات بھی جنت میں جماع کریں گے، اور کسائی نے اس کی قرائت میم کے ضمہ کے ساتھ طمُث سے کی ہے۔ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ انس و جن کی ازواج ہونگی نہ کہ حوریں، لیکن اس کا مخالف بھی لیا جاتا ہے۔ عربی میں الطمث کے معنی جماع لئے جاتے ہیں اور مراد اس سے چھونا ہوتا ہے اور اس کی اصل خون کا نکلنا ہے اور اسی مناسبت سے حیض کو طمث کہا جاتا ہے، پھر اس کا اطلاق باکرہ عورتوں کے ساتھ جماع کی جانب کردیا گیا ہے جنہیں خون نکلتا ہے اور بعد میں ہر قسم کے جماع (باکرہ ہو یا غیر باکرہ) سب ہی سے جماع کی جانب اس کا اطلاق ہونے لگا، اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنتی جنت میں جن خواتین سے جماع کریں گے وہ باکرہ ہونگی اور یہ بھی دلیل ہے کہ جنات بھی جنت میں جماع کریں گے اور جنت میں داخل ہونگے۔ تاہم جس طرح انسانوں کا جنت میں داخلہ ہونا ہے اسی طرح جنات کا بھی ہوگا تا کہ جس طرح نافرمانوں کو جہنم میں جانا ہے اسی طرح نیکوں کو جنت میں جانا ممکن ہوجائے اور یہی صحیح ترین قول ''الانتصاف'' میں مذکور ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ مومن جنات کو ثواب نہیں ملے گا بلکہ ان کی جزاء فقط ترک عقوبت (یعنی نافرمانی کا ترک کرنا ہے)، اور پھر انہیں مٹی کردیا جائے گا جیسا کہ دیگر حیوانات کے ساتھ ہونا ہے۔ اور یہ اس بارے میں دوسرا قول ہے۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۹، ص ۵۹)

علامہ آلوسی کہتے ہیں: اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جنات جنت میں داخل ہونگے اور انسانوں کی طرح جماع بھی کریں گے اور ان پر لعنتیں اسی طرح باقی رہیں گی جس طرح گناہگاروں پر عذاب ہوا کرتا ہے۔ اور یہی آیت کا ظاہر ہے جس کی جانب امام ابو

یوسف اور امام محمد گئے ہیں اور ابن ابی لیلی اور امام اوزاعی اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہی مسئلہ ہے کہ جس طرح گناہ کا عذاب ہے اسی طرح نیکی کے انعام میں جنت ہے اور جنات کا جنت میں داخل ہونا اسی طرح ثابت ہے جیسا کہ انسان کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہے۔اور امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں تین روایات ہیں:(۱)...... جنات کے لئے کوئی ثواب متحقق نہیں ہوگا سوائے اس بات کے کہ انہیں جہنم کی آگ سے نجات دی جائے گی، پھر انہیں کہا جائے گا کہ مٹی ہوجاؤ جیسا کہ دیگر حیوانات مٹی ہوجائیں گے۔(۲)...... جنات کو جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی اور قسم کا ثواب متحقق نہیں ہوگا۔(۳)...... امام صاحب نے اس مسئلے میں توقف ظاہر کیا ہے جیسا کہ امام کردری نے فرمایا ہے کہ اکثر اوقات امام صاحب یونہی فرماتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے جو کہ ''فتاوی ابی اسحٰق بن الصفار'' میں منقول ہے کہ ان کے لئے نہ تو جنت ہوگی اور نہ ہی جہنم بلکہ ان کا معاملہ اللہ ﷻ ہی کو معلوم ہے۔اور ایک قول کے مطابق جنات وسطِ جنت میں ہونگے اور ایک قول اعراف میں ہونے کا بھی ملتا ہے اور امام ضحاک کہتے ہیں کہ وہ اللہ ﷻ کی حمد وثناء میں ایسی لذت پائیں گے جیسا کہ انسان جنت میں جنتی انعام واکرام ملنے پر تلذذ حاصل کرے گا۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۱۶۹)

اغراض:

ای لکل منهم: یعنی ہر خوف رکھنے والے کیلئے دو جنتیں ہیں، مزید حاشیہ نمبر''ا'' میں دیکھیں۔**قیامه بین یدیه:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''المقام'' مصدر میمی بمعنی القیام ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ المقام سے مراد اسم مکان ہے یعنی وہ مقام جہاں حساب کے لئے کھڑا ہونے کا خوف ہو، ایک احتمال یہ ہے کہ مصدر میمی بمعنی قیام اللہ علی الخلائق ہے، یعنی اللہ اپنی شان کے لائق مخلوق سے حساب کے لئے قیام کا معاملہ فرمائے گا۔

فترک معصیته: یعنی اللہ کا خوف رکھتے ہوئے نافرمانی کا ترک کرنا مراد ہے، اور نافرمانی کا ترک کرنا دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے ایک یہ کہ اللہ کے عذاب سے خوف ہو اور یہ عام لوگوں کا خوف ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ کے ہیبت وجلال کا خوف ہو اور یہ خاص لوگوں کا خوف ہے۔**اغصان:** سے مراد درخت کی فروعات ہیں جو پتوں اور پھلوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔**جمع فنن:** دو اقوال میں سے ایک قول مراد ہے، اور ایک قول کے مطابق فن کی جمع سے مراد نوع اور شکل ہیں۔**فی الدنیا:** یعنی دنیا میں موجود حنظل (اندرائن) کی مثل کوئی پھل جنت میں نہ ہوگا۔

ینالہ القائم: یعنی جنت کے درخت کو اللہ نے قریب بنایا یوں کہ قیام کرنے والا، بیٹھنے والا اور لیٹا ہوا بھی آسانی سے اِس تک پہنچ جاتا ہے، امام رازی کہتے ہیں کہ دنیا کے درختوں کے مقابلے میں باغِ جنت کے درخت سردار ہیں، اور اس کی تین وجوہات ہیں:(۱)...... دنیا میں انسان کا درخت سے ٹیک لگانا بعید از خیال معلوم ہوتا ہے جب کہ جنت میں ایسا ہوگا اور اس کے پھل بھی نزدیک ہونگے کہ لیٹنے والا بھی بآسانی حاصل کرلے، (۲)...... دنیا میں انسان پھل تک پہنچنے میں کوشش کرتا ہے جب کہ جنت میں ایسی مشقت نہ ہوگی۔(۳)...... دنیا میں انسان یا تو درخت سے دور ہے یا قریب لیکن جنت میں انسان پھل سے قریب ہی ہے۔

صفاء: یاقوت کے ساتھ تشبیہ دینا صفاء (صفائی یا سفید) کے اعتبار سے ہے نہ کہ حمرة (سرخ ہونے) کے اعتبار سے۔**ای اللؤ لؤ بیاضا:** یعنی مرجان کا اطلاق سرخ اور سفید دونوں اقسام کے موتی پر ہوتا ہے، لیکن یہاں سفید موتی مراد ہیں۔**من شدة خضرتهما:** یعنی بہت زیادہ سبزہ مراد ہے۔**هما منها:** سے ظاہر قول کے مطابق پھل مراد ہیں۔ (الصاوی، ج۶، ص۴۴ وغیرہ)

سورۃ الواقعہ مکیۃ الا"۸۱الایۃ" و"۳۹الایۃ"وھی ست او سبع او تسع وتسعون آیۃ

(سورۃ الواقعہ مکی ہے سوائے متذکرہ بالا دو آیات مبارکہ کے ،اس سورۂ مبارکہ کی کل ۹۶، ۹۷یا۹۹ آیات ہیں)

تعارف سورۃ الواقعۃ

اس سورت میں تین رکوع، چھیانوے آیتیں، ۳۷۸ کلمے اور ایک ہزار سات سوتین حروف ہیں۔ جب یہ سورت نازل ہوئی اس وقت لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے وہ اسے محال اور خلاف عقل یقین کرتے تھے اسی لئے جو اس زمانہ سے پہلے نازل ہوتی تھیں ان میں قیامت کے بارے میں ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور اس سورت کا آغاز ہی قیامت کے ذکر سے ہو رہا ہے نیز اس میں بتایا گیا کہ اس دن نوع انسانی تین گروہ میں تقسیم کردی جائے گی داہنی طرف والے اور بائیں طرف والے اور سبقت لے جانے والے۔ پہلے رکوع میں السابقون اور اصحاب الیمین کے حالات ذکر کئے گئے اور دوسرے رکوع میں اصحاب الشمال (بائیں طرف والے) کی خستہ حالی بیان کی گئی جسے پڑھ کر دل پر خوف طاری ہوجاتا ہے اور وجود باری تعالی اور اس کی وحدانیت کے دلائل ایسے رنگ میں پیش کئے کہ جن کو تسلیم کرنے سے گریز نہیں کرسکتے اور آخری رکوع میں قرآن پاک کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ مواقع النجوم کی قسم اٹھا کر سامعین کو اس طرف متوجہ کیا جارہا ہے جس طرح اس بے نظیر نظام کا نظارہ تم اس دنیا میں کر رہے ہو اسی طرح بے عدیل نظم و نسق اور ہر آیت کا ربط دوسری آیت سے تمہیں قرآن پاک میں بھی نظر آئے گا لیکن اس کے معانی اور معارف تک رسائی ہر شخص کا نصیب نہیں ہے۔ اس سورت کی عظمت وشان میں چند احادیث پیش نظر ہیں: حضرت ابن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ ہرگز نہ آئے گا"۔ (البیھقی، ابن عساکر)۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی عورتوں کو سورہ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ خوشحال کرنے والی سورت ہے" (الفردوس بماثور الخطاب رقم: ٤٠٠٥)۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ﷺ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہوگئے آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ﴿ھود﴾، ﴿الواقعۃ﴾، ﴿المرسلات﴾، ﴿عم یتسالون﴾ اور ﴿ اذاالشمس کورت﴾ نے بوڑھا کردیا"۔ (سنن الترمذی، کتاب:تفسیر القرآن،باب:سورۃ الواقعۃ،رقم: ٣٣٠٨،ص٩٤٦)

رکوع نمبر: ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذا وقعت الواقعۃ (۱)﴾قَامَتِ الْقِيَامَةُ﴿لیس لوقعتھا کاذبۃ(۲)﴾نَفْسٌ تُكَذِّبُ بِاَنْ تَنْفِيَهَا كَمَا نَفَتْهَا فِى الدُّنْيَا﴿خافضۃ رافعۃ (۳)﴾هِىَ مُظْهِرَةٌ لِخَفْضِ اَقْوَامٍ بِدُخُوْلِهِمَ النَّارِ وَلِرَفْعِ آخَرِيْنَ بِدُخُوْلِهِمِ الْجَنَّةَ﴿اذا رجت الارض رجا (۴)﴾حُرِّكَتْ حَرْكَةً شَدِيْدَةً﴿وبست الجبال بسا(۵)﴾فُتِّتَتْ﴿فکانت ھباء﴾غُبَارًا﴿منبثا (۶)﴾مُنْتَشِرًا وَاِذَا الثَّانِيَةُ بَدَلٌ مِنَ الْاُوْلٰى﴿وکنتم﴾فِى الْقِيَامَةِ﴿ازواجا﴾اَصْنَافًا﴿ثلثۃ (۷)﴾فاصحب المیمنۃ﴾وَهُمُ الَّذِيْنَ يُوْتُوْنَ كُتُبَهُمْ بِاَيْمَانِهِمْ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ﴿ما اصحب المیمنۃ (۸)﴾تَعْظِيْمٌ لِشَانِهِمْ بِدُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ﴿واصحب المشئمۃ﴾اَىِ الشِّمَالِ بِاَنْ يُّوْتٰى كُلٌّ مِنْهُمْ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ﴿ما اصحب المشئمۃ (۹)﴾تَحْقِيْرٌ لِشَانِهِمْ بِدُخُوْلِهِمِ النَّارَ﴿والسبقون﴾اِلَى الْخَيْرِ

وَهُمُ الْاَنْبِيَاءِ مُبْتَدَأٌ ﴿السبقون (۱۰)﴾ تَاكِيْدٌ لِتَعْظِيْمِ شَانِهِمْ وَالْخَبَرُ ﴿اولئك المقربون (۱۱) في جنت النعيم (۱۲) ثلة من الاولين (۱۳)﴾ مُبْتَدَأٌ اَيْ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ ﴿وقليل من الاخرين (۱۴)﴾ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وَهُمُ السَّابِقُوْنَ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَهٰذِهِ الْاُمَّةُ وَالْخَبَرُ ﴿على سرر موضونة (۱۵)﴾ مَنْسُوْجَةٍ بِقُضْبَانِ الذَّهَبِ وَالْجَوَاهِرِ ﴿متكئين عليها متقبلين (۱۶)﴾ حَالَانِ مِنَ الضَّمِيْرِ فِي الْخَبَرِ ﴿يطوف عليهم ولدان مخلدون (۱۷)﴾ عَلٰى شَكْلِ الْاَوْلَادِ لَا يَهْرُمُوْنَ ﴿باكواب﴾ اَقْدَاحٍ لَا عُرَى لَهَا ﴿واباريق﴾ لَهَا عُرًى وَخَرَاطِيْمُ ﴿وكاس﴾ اِنَاءِ شُرْبِ الْخَمْرِ ﴿من معين (۱۸)﴾ اَيْ خَمْرٍ جَارِيَةٍ مِنْ مَنْبَعٍ لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا ﴿لا يصدعون عنها ولا ينزفون (۱۹)﴾ بِفَتْحِ الزَّاءِ وَكَسْرِهَا مِنْ نَزَفِ الشَّارِبِ وَاَنْزَفَ اَيْ لَا يَحْصِلُ لَهُمْ مِنْهَا صُدَاعٌ وَلَا ذِهَابُ عَقْلٍ بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا ﴿وفاكهة مما يتخيرون (۲۰) ولحم طير مما يشتهون (۲۱) و﴾ لَهُمْ لِلْاِسْتِمْتَاعِ ﴿حور﴾ نِسَاءٌ شَدِيْدَاتٌ سَوَادُ الْعُيُوْنِ وَبَيَاضُهَا ﴿عين (۲۲)﴾ ضِخَامُ الْعُيُوْنِ كُسِرَتْ عَيْنُهُ بَدَلُ ضَمِّهَا لِمُجَانَسَةِ الْيَاءِ وَمُفْرَدُهُ عَيْنَاءُ كَحَمْرَاءَ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِجَرِّ حُوْرٍ عِيْنٍ ﴿كامثال اللؤلؤ المكنون (۲۳)﴾ اَلْمَصُوْنِ ﴿جزاء﴾ مَفْعُوْلٌ لَهٗ اَوْ مَصْدَرٌ وَالْعَامِلُ مُقَدَّرٌ اَيْ جَعَلْنَا لَهُمْ مَا ذُكِرَ لِلْجَزَاءِ اَوْ جَزَيْنَاهُمْ ﴿بما كانوا يعملون (۲۴) لا يسمعون فيها﴾ فِي الْجَنَّةِ ﴿لغوا﴾ فَاحِشًا مِنَ الْكَلَامِ ﴿ولا تاثيما (۲۵)﴾ اَيْ مَا يُؤْثِمُ ﴿الا﴾ لٰكِنْ ﴿قيلا﴾ قَوْلًا ﴿سلما سلما (۲۶)﴾ بَدَلٌ مِنْ قِيْلًا فَاِنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ ﴿واصحب اليمين ما اصحب اليمين (۲۷) في سدر﴾ شَجَرِ النَّبَقِ ﴿مخضود (۲۸)﴾ لَا شَوْكَ فِيْهِ ﴿وطلح﴾ شَجَرِ الْمَوْزِ ﴿منضود (۲۹)﴾ بِالْحَمْلِ مِنْ اَسْفَلِهٖ اِلٰى اَعْلَاهُ ﴿وظل ممدود (۳۰)﴾ دَائِمٍ ﴿وماء مسكوب (۳۱)﴾ جَارٍ دَائِمًا ﴿وفاكهة كثيرة (۳۲) لا مقطوعة﴾ فِيْ زَمَنٍ ﴿ولا ممنوعة (۳۳)﴾ بِثَمَنٍ ﴿وفرش مرفوعة (۳۴)﴾ عَلَى السُّرُرِ ﴿انا انشانهن انشاء (۳۵)﴾ اَيِ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مِنْ غَيْرِ وِلَادَةٍ ﴿فجعلنهن ابكارا (۳۶)﴾ عَذَارٰى كُلَّمَا اَتَاهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ وَجَدُوْهُنَّ عَذَارٰى وَلَا وَجَعَ ﴿عربا﴾ بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُوْنِهَا جَمْعُ عَرُوْبٍ وَهِيَ الْمُتَحَبِّبَةُ اِلٰى زَوْجِهَا عِشْقًا لَهٗ ﴿اترابا (۳۷)﴾ جَمْعُ تِرْبٍ اَيْ مُسْتَوِيَاتٍ فِي السِّنِّ ﴿لاصحب اليمين (۳۸)﴾ صِلَةُ اِنْشَانَاهُنَّ اَوْ جَعَلْنَاهُنَّ .

﴿ترجمہ﴾

جب ہولے گی وہ ہونے والی (یعنی جب قیامت قائم ہو جائیگی ......۱......) اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی (یعنی کوئی جان اسے یوں نہ جھٹلا سکے گی جیسا کہ دنیا میں اس کا انکار کیا کرتی تھی ......۲......) پست کرنے والی بلند کرنے والی (ایک قوم کی ہستی دخول جہنم کے ذریعے ظاہر کرنے والی اور ایک قوم کی بلندی دخول جنت کے ذریعے ظاہر کرنے والی ......۳......) جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر (یعنی زمین شدید حرکت کرنے لگے گی) اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر (بسا بمعنی فتتت ہے ......۴......) تو وہ ہو جائیں گے غبار ("هباء" کا معنی غبار ہے) پھیلا ہوا (منبثا بمعنی منتشرا ہے، اور دوسرا "اِذا" پہلے والے "اذا" سے بدل بن رہا ہے) اور تم (قیامت میں) تین قسم کے ہو جاؤ گے (ازواجا بمعنی اصنافا ہے) تو دہنی طرف والے (یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں ان کے نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے، یہ مبتدا بن رہا ہے اس کی خبر ما اصحب ہے ......۵......) کیسے دہنی طرف

والے (ان کے داخل جنت ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم شان یوں بیان کی جا رہی ہے) اور جو سبقت لے گئے (بھلائی کی طرف اس سے مراد انبیاء کرام ہیں......٦...... یہ مبتدا بن رہا ہے) وہ تو سبقت لے ہی گئے (یہ تاکید ہے ان کی تعظیم شان کی، "والسابقون السابقون" کی خبر اولئک سے آرہی ہے) وہی مقرب بارگاہ ہیں چین کے باغوں میں اگلوں میں سے ایک گروہ ("ثلة من الاولین" مبتدا ہے یعنی گزشتہ امتوں میں سے ایک جماعت) اور پچھلوں میں سے تھوڑے (یعنی امت محمدی ﷺ میں سے تھوڑے اور یہ امت گزشتہ امتوں پر سبقت لے جانے والی ہے، مبتدا کی خبر "علی سرر......الخ" سے آرہی ہے، یہ امت) جڑاؤ تختوں پر ہوں گے ("موضونة" سے مراد یہ ہے کہ وہ سونے اور جواہرات کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے) ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ("متکئین" "متقبلین" یہ دونوں خبر کی ضمیر سے حال بن رہے ہیں) ان کے گرد لئے پھریں گے ہمیشہ اپنے والے لڑکے (یہ لڑکوں کی صورت میں رہیں گے بوڑھے نہیں ہوں گے......٧......) کوزے ("اکواب" بغیر ہتھے کے برتن کو کہتے ہیں) اور آفتابے ("اباریق" ہتھے اور ٹونٹی والے برتن یعنی صراحی کو کہتے ہیں) اور جام (یعنی شراب پینے کا برتن) اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب (یعنی چشمے سے بہنے والی شراب جو کبھی منقطع نہیں ہوگی......٨......) کہ اس سے نہ انہیں دردسر ہو اور نہ ہوش میں فرق آئے (یعنی اس کے پینے سے نہ انہیں دردسر ہوگا اور نہ ان کی عقل متاثر ہوگی بخلاف دنیاوی شراب کے "ینزفون "زاء مفتوحہ و مکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ نزف الشارب وانزف سے ماخوذ ہے) اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں اور (ان کے لیے ان کے متمتع ہونے کے لیے) بڑی آنکھ والیاں (یعنی وہ عورتیں جن کی آنکھوں کی پتلیاں انتہائی سیاہ اور اس کے اردگرد کا حصہ شدید سفید ہوگا) بڑی آنکھوں والیاں ("عین" کا معنی بڑی آنکھوں والیاں ہے "عینه" میں "ع" کو ضمہ کے بجائے کسرہ دیا گیا ہے اس کے یاء سے مجانست رکھنے کی وجہ سے، "عین" کا مفرد عیناء بروزن حمراء ہے، ایک قرائت میں حورعین کو مجرور پڑھا گیا ہے) جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی (المکنون بمعنی المصون ہے......٩......) بدلہ ("جزاء" مفعول لہ ہے یا مصدر ہے جس کا عامل مقدر ہے، اصل میں یوں تھا "جعلنالهم" ماذکر لجزاء" یا "جزینا هم") ان کے اعمال کا اس میں (یعنی جنت میں) نہ سنیں گے لغو (یعنی فحش کلام) نہ گناہ گاری (یعنی گناہ گار کرنے والی شے......١٠......) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) یہ کہا ہوگا سلام ("سلما" یہ "قیلا" سے بدل ہے کہ وہ سلام سنیں گے) اور دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے بے کانٹوں کی بیریوں میں ("سدر" سے مراد بیری کا درخت ہے، مخضود کے معنی بے کانٹے کا ہونا) اور کیلوں کے گچھوں میں ("طلح" کیلے کے درخت کو کہتے ہیں "منضود" یعنی وہ گچھے نیچے سے اوپر تک تہہ بہ تہہ ہوں گے......١١......) اور ہمیشہ کے سائے میں (ممدود بمعنی دائم ہے) اور ہمیشہ جاری پانی میں (مسکوب کے معنی ہمیشہ جاری رہنے والا) اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں (کسی زمانے میں) اور نہ روکے جائیں (ثمن کی وجہ سے) اور بلند بچھونوں میں (جو تختوں پر لگے ہوں گے) بیشک ہم نے ان کو (یعنی حوروں) کو اچھی اٹھان اٹھایا (بغیر ولادت کے انہیں پیدا کرکے) تو انہیں بنایا کنواریاں (یعنی جب بھی ان کے شوہر ان کے پاس جائیں گے تو انہیں کنوارا پائیں گے، ابکار کے معنی کنواریاں ہیں) اپنے شوہر پر پیاریاں ("عربا" کو راء مضمومہ و ساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ "عروب" کی جمع ہے بمعنی اپنے شوہر سے عشق رکھنے کے سبب اس سے خوب محبت کرنے والیاں) ایک عمر والیاں ("اتراب" ترب کی جمع ہے بمعنی ایک عمر والیاں......١٢......) دہنی طرف والوں کے لیے (یہ انشاناهن یا جعلنا هن کا صلہ ہے) اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا وقعت الوقعة لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة﴾

اذا: مضاف، وقعت الوقعة: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، لیس: فعل ناقص، لوقعتها: ظرف مستقر خبر مقدم، کاذبة: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، خافضة: خبر "هی" مبتدا محذوف کیلئے، رافعة: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا فکانت هباء منبثا﴾

اذا: مضاف، رجت الارض: فعل ونائب الفاعل، رجا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، بست الجبال بسا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ماقبل "اذا وقعت" سے بدل واقع ہے، ف: عاطفہ، کانت: فعل ناقص بااسم، هباء منبثا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکنتم ازواجا ثلثة فاصحب المیمنة ما اصحب المیمنة﴾

و: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، ازواجا ثلثة: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "رجت الارض" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ تعریفیہ، اصحب المیمنة: مبتدا، ما: استفہامیہ مبتدا، مقصود استفہام، التعظیم اصحب المیمنة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واصحب المشئمة ما اصحب المشئمة والسبقون السبقون اولئک المقربون فی جنت النعیم﴾

و: عاطفہ، اصحب المشئمة: مبتدا، ما: استفہامیہ مبتدا، مقصود استفہام التحقیقیہ، اصحب المشئمة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، السبقون: مؤکد، السبقون: تاکید، ملکر مبتدا، اولئک المقربون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، فی جنت النعیم: ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثلة من الاولین و قلیل من الاخرین علی سرر موضونة متکئین علیها متقبلین﴾

ثلة: موصوف، من الاولین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قلیل: موصوف، من الاخرین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، متکئین علیها: شبہ جملہ حال اول، متقبلین: حال ثانی، ملکر مبتدا، علی: جار، سرر موضونة: مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یطوف علیهم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین﴾

یطوف علیهم: فعل وظرف لغو، ولدان مخلدون: مرکب توصیفی فاعل، ب: جار، اکواب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباریق: معطوف اول، و: عاطفہ، کاس: موصوف، من معین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لایصدعون عنها ولا ینزفون وفاکهة مما یتخیرون﴾

لایصدعون عنها: فعل نفی مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لاینزفون: فعل نفی مجہول، بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، فاکهة: موصوف، مما یتخیرون: ظرف مستقر صفت، ملکر ماقبل "کاس" پر معطوف ہے۔

﴿ولحم طیر مما یشتهون وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون﴾

و: عاطفہ، لحم: مضاف، طیر: موصوف، مما یشتهون: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر ماقبل "کاس" پر معطوف

ہے،و :عاطفہ،حور :موصوف،عین :صفت اول،کاف :جار،امثال اللولو المکنون :مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت ثانی،ملکر "لھم" خبر محذوف کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿جزاء بما کانوا یعملون لایسمعون فیھا لغوا و لا تاثیما الا قیلا سلما سلما﴾

جزاء :مصدر بافاعل،بما کانوا یعملون :ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "جزیناھم" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ،لایسمعون :فعل نفی بافاعل،فیھا :ظرف لغو،لغوا :معطوف علیہ،و :عاطفہ،لا :نافیہ،تاثیما :معطوف،ملکر مستثنی منہ،الا :حرف استثناء،قیلا :مبدل منہ،سلما سلما :مؤکد تاکید،ملکر بدل،ملکر مستثنی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واصحب الیمین ما اصحب الیمین فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب وفاکھة کثیرة لامقطوعة ولا ممنوعة وفرش مرفوعة﴾

و :عاطفہ،اصحب الیمین :مبتدا،ما :استفہامیہ،اصحب الیمین :خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر اول،فی :جار،سدر مخضود :معطوف علیہ،و :عاطفہ،طلح منضود :معطوف اول،و :عاطفہ،ظل ممدود :معطوف ثانی،و :عاطفہ،ماء مسکوب :معطوف ثالث،و :عاطفہ،فاکھة :موصوف،کثیرة :صفت،لا :نافیہ،مقطوعة :معطوف علیہ،و :عاطفہ،لا :نافیہ،ممنوعة :معطوف،ملکر صفت ثانی،ملکر معطوف رابع،و :عاطفہ،فرش مرفوعة :معطوف خامس،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اناانشانھن انشاء فجعلنھن ابکار عربا اترابا لاصحب الیمین﴾

انا :حرف مشبہ واسم،انشانھن :فعل بافاعل ومفعول،انشاء :مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف :عاطفہ،جعلنھن :فعل بافاعل ومفعول،ابکار :موصوف،عربا اترابا :صفتان،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،لام :جار،اصحب الیمین :مجرور،ملکر ظرف لغو فعل مقدم "انشانھن" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قیامت کی نشانیاں:

۱...... محققین کہتے ہیں کہ قیامت کے وقت کو مخفی اس لئے رکھا گیا تا کہ لوگ اس سے خوف کرتے رہیں اور ڈرتے رہیں،اس لئے کہ جب لوگوں کو معلوم نہ ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ خوف وامید اور اس دن کی ہولنا کیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے،پس یہ بات انہیں طاعت اور توبہ کی جانب مائل کرے گی اور نافرمانیوں پر زجر بھی کرے گی۔ (الخازن، ج ۲، ص ۲۷۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب قائم ہوگی؟حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم پر افسوس ہے تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی''؟اس نے کہا کہ میں نے قیامت کے لئے اس کے سوا کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم اس کے ساتھ رہو گے جس کے ساتھ محبت کرتے ہو''،ہم حاضرین نے پوچھا کہ ہم بھی اسی طرح ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہاں''!تو ہم اس دن بہت زیادہ خوش ہوئے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب، باب مناقب عمر، رقم: ۳۶۸۸، ص ۶۱۹)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں مسلمانوں سے گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک دیہاتی آگیا اور اس نے کہا کہ قیامت کب آئے گی؟حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام جاری رکھا،بعض کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کلام سن لیا اور اسے پسند نہیں فرمایا اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کلام نہیں سماعت فرمایا،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو ختم فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

: "وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت سے متعلق سوال کیا تھا"، اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا:" جب امانتیں ضائع ہونے لگے گی تو قیامت کا انتظار کرنا"، اس شخص نے پوچھا کہ امانت کیسے ضائع ہوگی؟ فرمایا:" جب منصب نااہل کے سپرد کردیا جائے گا تو تم قیامت کا انتظار کرنا"۔(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سول علماو هو مشتغل فی حدیثه، رقم: ۵۹، ص ۱۴)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول ﷺ نے فرمایا:" قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ حجاز مقدس سے ایک ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں"۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة، رقم: ۷۱۸۳، ص ۱۴۲۱)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:" قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تین جھوٹوں کا خروج نہ ہوجائے اور یہ تینوں جھوٹے یہ گمان کریں گے کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة، رقم: ۷۲۳۶، ص ۱۴۲۹)

☆......حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ بالا خانے سے ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ہم قیامت سے متعلق باہم گفتگو کررہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: سورج مغرب سے طلوع ہوگا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا نکلنا، تین جگہوں کا دھنس جانا ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرہ عرب، آگ عدن کے گڑھوں سے نکل کر لوگوں کو ہانکے گی، یا (فرمایا) جمع کرے گی جہاں وہ رات گزاریں گے وہ بھی رات گزارے گی اور جہاں وہ دوپہر کا قیلولہ کریں گے وہ بھی کرے گی"۔ (جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الخسف، رقم: ۲۱۹۰، ص ۶۳۷)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:" قریب ہے کہ نہر فرات (نہر کوفہ) اپنے خزانے کھول دے تو جو بھی وہاں حاضر ہوگا اس (سونے کے) خزانوں سے کچھ بھی نہ لے گا"۔ (مشکوۃ المصابیح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول، ص ۴۶۹)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں شہنشاہ دوجہاں مکی مدنی آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:" جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے کلام نہ کرلیں، اور اس وقت تک کہ انسان سے اس کی چابک کی رسی کلام کرلے، اور جوتوں کے تسمے بھی کلام کریں گے، اور انسان کی ران اسے بتائے گی کہ اس کے جانے کے بعد اس کے گھر والوں نے کیا کام کیا"۔ (جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فکلام السباع، رقم: ۲۱۸۸، ص ۶۳۷)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں کہ میرے بعد کوئی ایسا نہ ہوگا جس نے حضور پرنور ﷺ سے یہ فرمان سنا ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:" قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی نشانیاں ہیں کہ علم کم ہوجائے گا (یعنی علم اٹھ جائے گا)، جہالت ظاہر (عام) ہوجائے گی، زنا عام ہوجائے گا، عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی، مردوں کی تعداد میں کمی ہوجائے گی یہاں تک کہ ایک مرد کی کفالت میں پچاس پچاس عورتیں ہونگی۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم باب رفع العلم، رقم: ۸۱، ص ۱۹)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:" قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوجائے، پھر جب وہ مغرب سے طلوع ہوگا تو سارے لوگ اسے دیکھ کر ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہ دے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، اور قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ دو آمیوں نے کسی چیز کو خریدنے کے لئے کپڑے پھیلائے ہونگے لیکن خریدنے اور کپڑوں کو لپیٹنے نہ پائیں گے اور قیامت یوں قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص دودھ لے کر چلا ہوگا لیکن

اسے پینے نہ پائے گا اور قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک آدمی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے حوض پر لے جائے گا لیکن پلانے نہیں پائے گا اور قیامت یوں قائم ہوگی کہ ایک آدمی نے کھانے کے لئے لقمہ اٹھایا ہوگا مگر اسے کھانے نہیں پائے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق،باب ،رقم :۶۰: ۶۵۰۶،ص۱۱۲۷)

☆......حضرت سلامہ بنت حر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہل مسجد امامت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کے لئے کوئی امام نہیں ملے گا۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ،باب فی کراھیۃ التدافع،رقم:۵۸۱،ص۱۲۱)

☆......قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ حضرت مرداس اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور تلچھٹ یعنی بھوسی باقی رہ جائے گی جیسے جو کی بھوسی یا ردی کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق،باب ذھاب الصالحین ،رقم:۶۴۳۴،ص۱۱۱۶)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک کون ومکاں مکی مدنی سلطان ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات پاک کی قسم! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ ایک آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن،باب شدۃ الزمان ،رقم:۴۰۳۷،ص۶۶۷)

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ دین کے لئے قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور کسی کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا حتی کہ ان پر قیامت آجائے گی اور اسی حال پر ہوں گے''، حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اللہ عزوجل ایک ہوا بھیجے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور اس کا مس ریشم کی طرح ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی روح قبض کرلے گی پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،باب قولہ ﷺ،رقم:۴۸۵۰،ص۹۷۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو عظیم گروہوں میں جنگ عظیم نہ ہو جائے اور دونوں جماعتوں کا دعوی ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ تیس دجالوں کا ظہور نہ ہو جائے اور یہ سارے ہی خود کو اللہ عزوجل کا رسول گمان کریں گے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ،رقم:۳۶۰۹،ص۶۰۵)

☆......حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: ''مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہ سے ہوگا''۔ (مشکوۃ المصابیح،باب اشراط الساعۃ، الفصل الثانی،ص۴۷۰)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمانہ متقارب نہ ہو جائے اور سال مہینے کی طرح گزرے، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ دن کی طرح، دن ایک گھنٹہ کی مانند، اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی مانند گزر جائے گا۔ (جامع الترمذی، کتاب الزھد،باب ما جاء فی تقارب،رقم:۲۳۳۹،ص۶۷۷)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو ان پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا''، حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ پندرہ کام کیا ہیں؟ جواباً ارشاد فرمایا: ''جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنالیا جائے گا، اور امانت مال غنیمت بنالی جائے گی، زکاۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا، جب لوگ اپنی بیویوں کی فرمانبرداری کریں

گے اور ماؤں کی نافرمانی کریں گے، دوست کے ساتھ تو بھلائی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی، مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی، قوم کے ذلیل ترین شخص کو امام بنالیا جائے گا، جب کسی شخص کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والیاں اور ساز رکھا جائے گا، امت کے آخری لوگ پہلوں کو گالی دیں گے، اس وقت میں تم سرخ آندھیوں، زلزلوں اور مسخ ہونے کے عذاب کا انتظار کرنا"۔ (جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة، برقم: ۲۲۱۷، ص ۶۴۵)

☆.....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک عرب کا حاکم وہ شخص نہیں ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہے اس کا نام میرے نام کے مطابق یعنی محمد ہوگا" اور ایک روایت میں اس طرح ہے: "اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے گا تو اللہ عزوجل اس دن کو اتنا لمبا کرے گا حتی کہ اس دن میں ایک شخص میرے اہل بیت سے مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا، وہ شخص زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب المهدی، باب برقم: ۴۲۸۲، ص ۷۹۶)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہوجائے حتی کہ ایک شخص مال کی زکوۃ لے کر نکلے اور اسے کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اس کو قبول کرے جب تک کہ سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں والی نہ ہوجائے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الترغیب فی الصدقة، برقم: ۲۲۲۸، ص ۴۶۰)

☆.....حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: "تخلیق آدم سے لیکر قیامت تک جو امر کبیر ہے وہ (خروج) دجال ہے"۔ (مشکوۃ المصابیح، باب علامات بین یدی الساعة، الفصل الاول، ص ۴۷۲)

☆.....حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حضرت عیسی علیہ السلام زمین کی جانب نزول فرمائیں گے، وہ شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی، وہ پینتالیس ۴۵ سال عمر گزاریں گے پھر فوت ہونگے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کئے جائیں گے چنانچہ میں اور عیسی علیہ السلام ایک ہی قبر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان سے اٹھائے جائیں گے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب قرب الساعة، الفصل الثالث، ص ۴۸۰)

☆.....اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن میں ان کی روح قبض کی جائے گی، اسی دن صور پھونکی جائے گی اور اسی دن میں صعقہ (گرج، آواز، موت) ہوگی تو تم اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(سنن نسائی، کتاب الجمعه، باب اکثار الصلاة برقم: ۱۳۷۰، ص ۲۴۷)

جاننا چاہیے کہ ایسا شخص جسے کچھ علم نہ ہو، کیا قیامت کے بارے میں اتنی خبریں دے سکتا ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ جو نہ جانتے ہوئے بھی اتنا جانتا ہو کہ بغیر اس کے بتائے کسی کو اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہوتا ہو؟ جہاں سید عالم ﷺ نے یہ فرمایا: "کچھ نہیں جانتا" یا یہ فرمایا: "اے محبوب ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو کہ قیامت کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور وہ اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا" یہ اس لئے تھا کہ یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوجائے کہ یہود کا یہ کہنا کہ ہم قیامت کا علم رکھتے ہیں غلط ہے، اور یہ واضح ہوجائے کہ نبوت کے لوازم میں یہ بات شامل ہی نہیں کہ نبی قیامت کے بارے میں بتائے کہ وہ کب قائم ہوگی؟ ہاں ہم اہل ایمان یہ جانتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو علم عطا فرمایا، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کتنا عطا فرمایا، یہ دینے والا جانے اور جسے دیا گیا وہ جانے، ہمیں ناپ طول کرنے کی حاجت نہیں ہونی چاہیے۔ علامہ آلوسی کی ایک عبارت اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ حضور ﷺ کو

اللہ ﷻ نے علم عطا فرمایا چنانچہ آپ ﴿ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الاقلیلا اور وہ تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ وہ میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (الاسراء: ۸۵)﴾ کے تحت فرماتے ہیں کہ فلم یقبض رسول اللہ ﷺ حتی علم کل شیء یمکن العلم به کما یدل علیه ما اخرجه الامام احمد و الترمذی یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا اس بات پر امام احمد اور ترمذی کی تخریج کردہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ (روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۱۹۶)

قیامت کو جھٹلانا ممکن ہے یا نہیں!

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لیس لوقعتها کاذبة اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی (الواقعۃ: ۲)﴾ کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: لوقعتها میں لام وقت کے لئے ہے اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی اللہ ﷻ پر جھوٹ بولے یا جس طرح اب وہ جھوٹ بولتا ہے اسی طرح اس وقت کی نفی کرنے میں جھوٹ بولے۔ یہ بھی جائز ہے کہ لوقعتها میں لام اجلیہ ہو، اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ قیامت چونکہ قائم ہو چکی ہے اس لئے کوئی بھی جھوٹ نہیں بولے گا کیونکہ جس نے اس قیامت کے بارے میں خبر دی ہے اس نے سچ کہا یا ایسا کوئی نفس نہیں ہوگا جو انسان کو اس کی تکلیف برداشت کرنے کی ہمت دیدے۔ یہ بھی معنی ہوسکتا ہے کہ اس کے آنے کے معاملے میں کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ یہ اٹل اور یقینی طور پر واقع ہونے والی چیز ہے۔ (المظهری، ج ۷، ص ۳)

خافضة رافعة کے معانی:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿خافضة رافعة بلند کرنے والی پست کرنے والی﴾ قیامت کا وقوع جس وقت ہوگا، اقوام دنیا کو پست کردے گی (یعنی زندگی ختم ہوجائے گی) اور جہنمیوں کو آگ کی جانب سختی سے دھکیلا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں قومیں بلند کی جائیں گی اور اللہ ﷻ کی رحمت و جنت کی حقدار بنیں گی اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قریب والوں کے لئے پست اور دور والوں کے لئے بلند ہوگی۔ عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت اللہ ﷻ کے دشمنوں کے لئے پستی کا پیش خیمہ بنے گی کہ وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور اللہ ﷻ کے ولیوں کے لئے یہی قیامت بلند کرنے والی ہوگی یعنی ان کے جنت میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ قیامت میں آواز قریب و بعید سے سنی جائے گی، نافرمان پستی کی طرف یعنی عذاب الٰہی کی جانب دھکیل دیئے جائیں گے اور یہی قیامت اولیائے کرام کے لئے بلندی کا باعث بنے گی کہ ان کے لئے جنت میں داخلے کا سبب بن جائے گی۔

(الطبری، الجزء: ۲۷، ص ۱۹٤)

پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وبست الجبال بسا فکانت هباء منبثا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے چورا ہو کر تو ہوجائیں گے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے (الواقعۃ: ۵ تا ٦)﴾۔ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بروز قیامت پہاڑوں کا حال ستو کی طرح ہوجائے گا کہ جب انہیں پیسا جاتا ہے تو ریزہ ریزہ ہو کر ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں، پہاڑ بھی ایسے ہی دکھائی دیں گے۔ جس طرح بکریوں کو چرانے کے لئے چلایا جاتا ہے اسی طرح قیامت میں پہاڑ بھی چلائے جائیں گے۔ جس کا بیان اللہ ﷻ نے یوں فرمایا: ﴿وسیرت الجبال......الخ پہاڑ چلائیں گے کہ ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا (النباء: ۲۰)﴾۔ اکثر مفسرین کے نزدیک پہاڑ مطلق غبار بن کر اڑنے لگیں گے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوگا

جیسے کہ سورج کی تیز شعائیں کسی جگہ میں داخل ہو کر اُسے منتشر کر رہی ہیں، اور اس حوالے سے آخری قول یہ ہے کہ گویا آگ میں مشتعل ہو رہی ہیں۔ (روح المعانی ،الجزء:٢٧،ص ١٨٦)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قوم مدینہ سے نکل کر یمن، شام اور عراق کی جانب ریزہ ریزہ ہو کر نکلے گی اور مدینہ ان کے لئے بہتر تھا اگر جان لیتے'' اور دوسری روایت میں ہے: ''تمہارے پاس اہل یمن ریزہ ریزہ ہونے کی صورت میں آئیں گے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الفضائل المدینة، باب من رغب عن المدینة، رقم:١٨٧٥،ص ٣٠٢)

اصحاب المیمنة واصحب المشئمة سے مراد کون ہونگے؟

۵......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے آپ کی اولاد کو نکالا گیا تھا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب تھے۔ اللہ عزوجل نے انہی کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے گی، ان تمام اقوام کی صورت میں یہ یمین سے مشتق ہیں جو یسار کی ضد ہے۔ ربیع اور حضرت بصری نے کہا کہ اس سے مراد برکت والے لوگ ہیں جن کی عمریں اللہ عزوجل کی طاعت میں گزری ہیں، اس صورت میں یہ لفظ یمین سے نکلا ہے جس کی ضد شوم ہے۔ ما اصحب المیمنة سے ان حضرات کی شان عظمت اور کمال برکت پر تعجب کا اظہار ہے۔

اصحب المشئمة سے مراد بائیں جانب والے ہیں۔ عرب بائیں جانب والوں کو شومی بھی کہتے ہیں اسی وجہ سے شام اور یمن کا نام بھی پڑا کیونکہ یمن مکہ مکرمہ کی دائیں جانب اور شام مکہ مکرمہ کے بائیں جانب میں واقع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بائیں جانب سے جہنم کی طرف لایا جائے گا یا جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی تو اللہ عزوجل نے انہیں فرمایا یہ جہنمی ہیں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں یا جنہیں نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا اس سے مراد وہ بد بخت لوگ ہونگے جن کی عمریں نافرمانی میں گزریں گی۔ مااصحاب المشئمة میں وہی تعبیر ہوگی جو ماقبل ہوئی۔ (المظھری؛ ج٧،ص ٤)

سبقت لے جانے والے لوگ کون ہونگے؟

٦......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والسابقون السابقون اولئک المقربون اور جو سبقت لے گئے تو وہ سبقت ہی لے گئے (الواقعة: ١٠تا١١)﴾ ماقبل دو اقسام اصحب یمین وشمال سے متعلق کلام ہوا اور یہاں تیسری قسم جو سابقون المقربون یعنی سبقت کرنے والے مقربین کا بیان مقصود ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے احوال مشہور اور محاسن معروف ہوتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لانے میں سبقت کریں، حق ظاہر ہونے پر فرمانبرداری میں سب سے نمایاں رہیں اور اسی سے سبقت زمانی جو کہ دنیاوی کمالات اور فضائل یقینیہ سے متعلق ہو مراد لی جاتی ہے یا اس سے مراد شرف ومنزلت میں دیگر لوگوں پر سبقت حاصل کرنا مراد ہے یا وہ لوگ مراد ہیں جو ثواب اور اعمال صالحہ کے ذریعے سبقت کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿اولئک المقربون. وہی لوگ مقرب بارگاہ ہیں (الواقعة:١١)﴾ یہی لوگ مقربین ہوتے ہیں یعنی جن کے درجات اور مراتب بلند ہوا کرتے ہیں اور نفس پاک وصاف ستھرے ہوا کرتے ہیں، عرش الٰہی کا قُرب پاتے ہیں اور عرش الٰہی جنت کی چھت ہے اور یہ لوگ اپنے رب کے قرب کو حاصل کرنے میں سبقت لے جاتے ہیں جس میں ان کی اپنی ذات کے کمال کے مقابلے میں اللہ کے عظیم فضل، اس کی رحمت ہوتی ہے اور اللہ عزوجل جس پر چاہے اپنی رحمت فرمائے۔ ساتھ ہی اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فی جنت النعیم جنت کے باغوں میں (الواقعة:١٢)﴾۔ جن کے مقام ومنزلت کا یہ حال ہو وہ یقیناً جنت ہی کا حقدار ہوا کرتا ہے۔ (روح البیان، ج٩،ص ٣٧٦)

صدر الافاضل فرماتے ہیں: یہ لوگ جن کا ماقبل ذکر ہوا دخول جنت میں سبقت کرنے والے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ ہجرت میں سبقت کرنے والے ہیں کہ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مہاجرین وانصار ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ سابقین اگلوں میں سے بہت ہیں اور پچھلوں میں سے تھوڑے اور اگلوں سے مراد یا پہلی اُمتیں ہیں، زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید عالم ﷺ کے عہد تک کی، جیسا کہ اکثر مفسرین کرام کا قول ہے لیکن یہ قول انتہائی ضعیف ہے اگرچہ مفسرین کرام نے وجوہ ضعف کے اعتبار سے بہت سی توجیہات بھی بیان کی ہیں۔ قول صحیح تفسیر میں یہ ہے کہ اگلوں سے امت محمد ﷺ ہی کے پہلے لوگ مہاجرین وانصار میں سے جو سابقین اولین ہیں وہ مراد ہیں اور پچھلوں سے ان کے بعد والے مراد ہیں اور احادیث سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث مرفوع میں ہے کہ اولین وآخرین یہاں اسی امت کے پہلے اور پچھلے ہیں اور یہ بھی مراد ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دونوں گروہ میری ہی امت کے ہیں"۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر: ۱۱،۱۲)

جنت میں خادمین لڑکوں کا بیان:

۷.....کلبی کہتے ہیں کہ جنت میں جنتی جس قسم کے تخت پر ٹیک لگائے جلوہ افروز ہونگے وہ تین سو ذراع طویل ہونگے اور مرد و زن ایک دوسرے کے مقابل تشریف فرماں ہونگے، پس جب کوئی شخص یہ آرزو کرے گا کہ اپنی زوجہ کے پاس جا کر بیٹھے تو تخت گویا کہ نیچے کی جانب جھکے گا اور وہ اس پر بیٹھے گا، پھر تخت اپنی سابقہ کیفیت پر دوبارہ بلند ہو جائے گا۔ اور یہ تخت سونے، ہیرے، جواہرات، یاقوت اور زبرجد سے مرصع ہونگے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یطوف علیھم ولدان مخلدون ان کے گرد لئے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے (الواقعہ:۱۷)﴾۔ ایسے غلمان (یعنی لڑکے) جنہیں موت نہ آئے گی، مجاہد کہتے ہیں کہ جنہیں بڑھاپا نہ آئے اور نہ ہی ان کے چہرے متغیر ہوں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مراد وہ لڑکے ہیں جو ہمیشہ (زندہ) رہیں گے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ غلمانِ جنت (اچھا) کلام کریں گے اور یہ جنت میں انعامات واکرام بھی پائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شخص خیر کا کوئی ایک نیا طریقہ رائج کرے، اللہ ﷻ اُس کے لئے جنت میں جگہ بنائے گا اور غلمانِ جنت اس کی خدمت پر متعین ہونگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن بصری کا قول ہے کہ یہاں ولدان سے مراد ولدان مسلمین ہیں یعنی مسلمانوں کے چھوٹے کم سن بچے جن کے نہ تو گناہ ہوتے ہیں اور نہ ہی نیکیاں۔ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشرکین کے چھوٹے بچے جو کم سنی میں مر جائیں وہ جنت میں خادمین کی حیثیت سے خدمتگار ہونگے۔ حسن کہتے ہیں مراد وہ ہیں جن کی نہ تو نیکیاں ہوں جس پر انہیں جزا دی جائے اور نہ ہی گناہ ہوں جس پر مواخذہ کیا جائے، پس انہیں جنتیوں کی خدمت کے لئے معمور کیا جاتا ہے اور مقصود اس سے اہل جنت پر سرور و نعمت کی فراوانی کرنا ہے، اور انسان پر نعمت کا تعلق غلام باندیوں اور خادمین سے مکمل ہوا کرتا ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۷، ص ۱۷۴ وغیرہ)

جنت کی نہ ختم ہونے والی بہتی شراب:

۸.....جنت میں شراب نہروں سے جاری ہوگی، اور یہ دنیاوی شراب کی مانند نہیں ہوگی کہ تکلیف و بیماری میں مبتلا کردے بلکہ یہ بہت زیادہ مقدار میں چشموں اور نہروں میں بہے گی۔ اس شراب میں نشہ بھی نہ ہوگا یعنی انسان کی عقل اسے پینے کے بعد سلامت ہی رہے گی یا اِسے پینے کے بعد انسان بے عقل ہو جائے کہ یہ عقل کو خراب کردے جیسا کہ دنیاوی شراب میں ہوا کرتا ہے۔ (روح البیان، ج۹، ص ۳۸۱)

موتی نما آنکھوں والی حوریں:

۹.....حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے ﴿کامثال اللؤلؤ المکنون جیسے چھپے رکھے ہوئے

موتی (الواقعۃ:۲۳) ﴾ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: "یہ حوریں سیپ سے نکلے ہوئے موتی کی مانند ہونگی جنہیں پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو"۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حور عین زعفران سے تخلیق کی گئی ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۰۸)

☆......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا، اس کا نکاح بہتر ۷۲، بیویوں سے کرایا جائے گا، دو بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی اور باقی ستر بیویاں اُسے دوزخیوں کی میراث سے ملیں گی، ان میں سے ہر بیوی محل شہوت ہوگی اور ان سے اپنی خواہش پوری کرنے میں اہل جنت کو کسی قسم کا ضعف و تھکاوٹ نہیں ہوگی"۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنة، رقم: ٤٣٣٧، ص ٧٢٠)

جنت میں لغویات اور گناہ نہ ہونے کا بیان:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لا یسمعون فیها لغوا و لا تاثیما اس میں نہ سنیں گے کوئی بیکار بات نہ گنہگاری (الواقعۃ:۲۵) ﴾ یعنی جنتی کا کلام لغو نہ ہوگا، ایسا کلام جو بے معنی ہو یا حقیر کلام یا ضعیف کلام ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ گناہ پر مشتمل کلام نہ ہوگا۔ (ابن کثیر، ج٤، ص ٣٤٠)

امام رازی کہتے ہیں: جنت میں ایسا کلام نہ سنا جائے گا کہ جو عظیم فائدہ سے خالی اور اس میں لذت زیادہ ہو اور لغویات سے قریب ہو بلکہ جنتی ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دیں گے۔ (الرازی، ج ١٠، ص ٤٠١)

جنت میں کیلے کے گچھوں کا بیان:

۱۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وطلح منضود اور کیلے کے گچھوں میں (الواقعۃ:۲۹) ﴾، ایک سوال ہوتا ہے کہ الطلح کیا ہے؟، ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد کیلے کا درخت ہے۔ اور یہ سوال کیا جائے کہ المنضود سے کیا مراد ہے؟ ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ مراد پتے اور پھل ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد پتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ کیلے کے درخت کے پتے اوپر سے نیچے تک ایک دوسرے کے ساتھ تہہ در تہہ ہوتے ہیں، جیسا کہ گیہوں کے درخت کے پتے ہوتے ہیں کہ ایک جھڑتے ہیں تو اس کی جگہ دوسرے آجاتے ہیں، اور اسی طرح گنے کے پتے ہوتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بہت پتوں اور وافر پھل والا کیلے کا درخت۔ اور جنت کے درختوں کے سائے ناختم ہونے والے ہونگے، انسان اس سے مستفیض ہوتا ہی رہے گا۔ (الرازی، ج ١٠، ص ٤٠٥)

عربا اترابا کی تحقیق:

۱۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فجعلنهن ابکارا عربا اترابا تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں (الواقعۃ:۳۶،۳۷) ﴾۔ یہ بنی آدم کی عورتیں ہونگی جو دنیا میں تمہاری ازواج ہونگی اللہ عزوجل نے انہیں تمہارے لئے باکرہ بنایا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ﴿عربا اترابا ﴾ کے معنی المَلَقَة (جماع کے حوالے سے فائدہ مند ہونا) ہے۔ انہی سے ایک قول یہ بھی ہے کہ بہت زیادہ محبت کرنے والیاں مراد ہیں۔ انہی سے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اہل عرب کی وہ خواتین ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں سے بہت زیادہ محبت رکھتی ہیں۔ اہل عرب یہ خطاب اُس عورت کو دیتے ہیں جو اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۱۸ وغیرہ)

اغراض:

قامت القیامة: قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ لخفض اقوام: یعنی حسی اعتبار سے اور معنوی اعتبار سے، پس جنتی حسی اور معنوی اعتبار سے بلند ہونگے اور جہنمی بھی اسی اعتبار سے پست ہونگے اور بلندی اور پستی کی نسبت حسی اور معنوی اعتبار سے کرنا فعل کی

اُس کے محل اور زمانے کے اعتبار سے ہے۔ حرکت حرکۃ شدیدۃ: جیسا کہ بچہ اپنے جھولے میں روتا بلکتا ہے اور جھولے سے نیچے آجاتا ہے پس یہی حال زمین کا ہوگا کہ اس کی کپکپاہٹ سے زمین پر موجود سب چیزیں مثلاً پہاڑ وغیرہ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اور ایک اضطراب برپا ہو جائے گا۔

منتشرا: بغیر ہوا کے ہر چیز منتشر ہو جائے گی، جیسا کہ سورج کی روشنی جب کسی سوراخ میں داخل ہوتی ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں۔ تعظیم لشانھم: اللہ کے فرمان: ﴿ما اصحب المیمنۃ﴾، ﴿ما اصحب المشئمۃ﴾ میں استفہام دونوں مقامات پر دونوں کی شان بیان کرنے کی غرض سے ہے، پس ''اصحب المیمنۃ'' میں حسنِ حال کی رعایت اور ''اصحاب المشئمۃ'' میں سوءِ حال کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔

بان یوتی کتابہ بشمالہ: یہ مفسرین کرام کے اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ دائیں والوں کو نامۂ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو کہ نوید جنت ہوگا اور بائیں والوں کے ساتھ برخلاف معاملہ کیا جائے گا۔

ھم الانبیاء: یہ ﴿السبقون﴾ کے بارے میں ایک قول ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ظہورِ حق کے بعد ایمان و طاعت کی جانب بڑھنے والے لوگ مراد ہیں، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو خیرات کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔

وھم السابقون: سے مراد امت محمدیہ ہے، یعنی حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے اور ان کے ایمان پر مجتمع ہونے میں، اس لئے کہ مومنین حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے میں کثیر جماعت میں جمع ہو گئے، اور محمد عربی ﷺ پر ایمان لانے میں دیگر مجموعی اعتبار سے حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے میں کم ہیں لیکن یہ قول امت محمدیہ کے جنتی ہونے کے وصف کے منافی نہیں ہے اور یہ قول حضرات انبیائے کرام کے روبرو حاضر ہو کر ایمان لانے کے لئے جمع ہونا مراد نہیں ہے بلکہ جب یہ جان لیا تو اب مفسرین کے قول جو ابھی سابق میں بیان ہوئے غیر واضح شمار ہونگے، پس مناسب یہ ہوگا کہ یوں کہا جائے: ''ہر نبی کی امت میں سے خیر کی طرف سبقت کرنے والے''، اور بعض مفسرین نے متذکرہ خطاب کو اِس آیت کے ساتھ ملایا ہے، ﴿وکنتم ازواجا ثلاثۃ﴾ اور تین ازواج سے مراد، ایک امت محمدیہ، دوسرے اہلِ یمین یعنی دیگر امتوں میں ایمان والے اور دوسرے اہلِ شمال یعنی کفار مراد ہیں اور اس فرمان: ﴿ثلۃ من الاولین﴾ سے اِس اُمت کے اوائل سے کثیر جماعتیں ہیں اور ﴿قلیل من الآخرین﴾ سے مراد وہ ہیں جو اِس امت کے اوائل کے بعد ہوئیں اگرچہ وہ بھی اپنی ذات کے اعتبار سے بہت زیادہ تعداد میں ہوں، ہوسکتا ہے کہ یہ تفسیر زیادہ قریب بامعنی ہو۔

علی شکل الاولاد: یہاں جنت میں موجود خادمین کا بیان کرنا مقصود ہے، ان کی تخلیق جنت میں پہلے ہوگئی جیسا کہ حورعین ہوئیں، یہ دنیا میں اولاد کی مثل نہیں ہیں بلکہ ان کی جانب اولاد کی نسبت فقط مشاکلت کی وجہ سے کی گئی ہے جیسا کہ مفسر نے افادہ بیان کیا ہے، اور یہی صحیح قول ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جنت کے خادمین سے مراد مومنین کے مرجانے والے بچے ہونگے، کافروں کے بچوں کے بارے میں بھی یہی قول ملتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

لا یھرمون: اللہ کے فرمان: ﴿مخلدون﴾ کی تفسیر ہے، معنی یہ ہے کہ متذکرہ ولدانِ جنت ہمیشہ طراوت (تروتازگی) اور نعمت میں ہونگے جس طرح دنیا میں بچہ بڑا ہوتا ہے اور بوڑھا ہو جاتا ہے ایسا معاملہ نہیں ہوگا۔

لا عری لھا: یعنی ایسے آفتابے مراد ہیں جن کے پکڑنے کی کوئی جگہ خاص نہ ہو، جہاں سے چاہیں پکڑ سکیں۔

شدیدات سواد العیون: یہ ﴿عین﴾ کی جملہ تفاسیر میں سے ایک ہے، پس ان حوروں کی آنکھیں سخت کالی ہونگی اور انکے جسم انتہائی سفید اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس طرح ان کے جسم انتہائی سفید ہونگے بالکل اسی طرح ان کی آنکھیں بھی انتہائی سیاہ ہونگی۔

بدل من قیلا: یا ﴿قیلا﴾ کی صفت ہوگی، معنی یہ ہے کہ جنتی ایک دوسرے کو سلام سلام کہیں گے۔
فانهم یسمعونه: یعنی جنتی اللہ اور فرشتوں کی طرف سے سلامتی کی ندائیں سنیں گے اور ایک دوسرے کو بھی اسی کلام سے یاد کریں گے۔
جار دائما: سے مراد سطح زمین ہے نہ کہ زمین کے اندر کا حصہ۔
ای الحور العین من غیر ولادة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿انشاناهن﴾ میں موجود ضمیر ''الحور العین'' کی جانب عائد ہے جیسا کہ ماقبل گزر چکا اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر ''نساء الدنیا'' کی جانب عائد ہے اور معنی ﴿انشاناهن﴾ بمعنی اعدنا انشاء هن ہے، اور اس کی تائید حضرت ام سلمہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ سے اسی آیت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: ''اے ام سلمہ! جو خواتین دنیا میں بوڑھی، جن کے آدھے بال سفید اور آدھے سیاہ، آنکھ میں کیچڑ والی رخصت ہو جاتی ہیں اللہ انہیں پھر سے جوان کر دے گا، جب بھی ان کے پاس ان کے خاوند آئیں گے وہ انہیں باکرہ ہی پائیں گے''، پس جب بی بی عائشہ نے یہ سنا تو عرض گزار ہوئیں اور بوڑھیاں؟ فرمایا: ''اے عائشہ! وہاں بوڑھیاں نہیں ہونگی (یعنی جنت میں لوگ جوان ہو جائیں گے)''، انسب دلیل یہ ہے کہ ضمیر مذکورہ بالا ''الحور العین'' اور ''نساء الدنیا'' دونوں کی جانب راجع ہو۔ (الصاوی، ج٦، ص ٤٨ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

وهم ﴿ثلة من الاولین (۳۹) وثلة من الاخرین (۴۰) واصحب الشمال ما اصحب الشمال (۴۱) فی سموم﴾ رِیۡحٍ حَارَّةٍ مِنَ النَّارِ تَنۡفُذُ فِی الۡمَسَامِ ﴿وحمیم (۴۲)﴾ مَاءٍ شَدِیۡدِ الۡحَرَارَةِ ﴿وظل من یحموم (۴۳)﴾ دُخَانٍ شَدِیۡدِ السَّوَادِ ﴿لا بارد﴾ کَغَیۡرِهٖ مِنَ الظِّلَالِ ﴿ولا کریم (۴۴)﴾ حُسۡنِ الۡمَنۡظَرِ ﴿انهم کانوا قبل ذلک﴾ فِی الدُّنۡیَا ﴿مترفین (۴۵)﴾ مُنۡعَمِیۡنَ لَایَتۡعَبُوۡنَ فِی الطَّاعَةِ ﴿وکانوا یصرون علی الحنث﴾ اَلذَّنۡبِ ﴿العظیم (۴۶)﴾ اَیِ الشِّرۡکِ ﴿وکانوا یقولون ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون (۴۷)﴾ فِی الۡهَمۡزَتَیۡنِ فِی الۡمَوۡضَعَیۡنِ التَّحۡقِیۡقُ وَتَسۡهِیۡلُ الثَّانِیَةِ وَاِدۡخَالُ اَلِفٍ بَیۡنَهُمَا عَلَی الۡوَجۡهَیۡنِ ﴿او اباؤنا الاولون (۴۸)﴾ بِفَتۡحِ الۡوَاوِ لِلۡعَطۡفِ وَالۡهَمۡزَةِ لِلۡاِسۡتِفۡهَامِ وَهُوَ فِیۡ ذٰلِکَ وَفِیۡمَا قَبۡلَهٗ لِلۡاِسۡتِبۡعَادِ وَفِیۡ قِرَاءَةٍ بِسُکُوۡنِ الۡوَاوِ عَطۡفًا بِاَوۡ وَالۡمَعۡطُوۡفُ عَلَیۡهِ مَحَلُّ اِنَّ وَاِسۡمُهَا ﴿قل ان الاولین والاخرین (۴۹) لمجموعون الی میقات﴾ لِوَقۡتِ ﴿یوم معلوم (۵۰)﴾ اَیۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ﴿ثم انکم ایها الضالون المکذبون (۵۱) لاکلون من شجر من زقوم (۵۲)﴾ بَیَانٌ لِلشَّجَرِ ﴿فمالئون منها﴾ مِنَ الشَّجَرِ ﴿البطون (۵۳) فشاربون علیه﴾ اَیِ الزَّقُّوۡمِ الۡمَاکُوۡلِ ﴿من الحمیم (۵۴) فشاربون شرب﴾ بِفَتۡحِ الشِّیۡنِ وَضَمِّهَا مَصۡدَرٌ ﴿الهیم (۵۵)﴾ اَلۡاِبِلِ الۡعُطَّاشِ جَمۡعُ هَیۡمَانَ لِلذَّکَرِ وَهَیۡمٰی لِلۡاُنۡثٰی کَعَطۡشَانَ وَعَطۡشٰی ﴿هذا نزلهم﴾ مَا اُعِدَّ لَهُمۡ ﴿یوم الدین (۵۶)﴾ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ ﴿نحن خلقنکم﴾ اَوۡجَدۡنَاکُمۡ عَنۡ عَدَمٍ ﴿فلولا﴾ هَلَّا ﴿تصدقون (۵۷)﴾ بِالۡبَعۡثِ اِذِ الۡقَادِرُ عَلَی الۡاِنۡشَاءِ قَادِرٌ عَلَی الۡاِعَادَةِ ﴿افرئیتم ما تمنون (۵۸)﴾ تُرِیۡقُوۡنَ الۡمَنِیَّ فِیۡ اَرۡحَامِ النِّسَاءِ ﴿ءانتم﴾ بِتَحۡقِیۡقِ الۡهَمۡزَتَیۡنِ وَاِبۡدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا وَتَسۡهِیۡلِهَا وَاِدۡخَالِ اَلِفٍ بَیۡنَ الۡمُسَهَّلَةِ وَالۡاُخۡرٰی وَتَرۡکِهٖ فِی الۡمَوَاضِعِ الۡاَرۡبَعَةِ ﴿تخلقونه﴾ اَیِ الۡمَنِیَّ بَشَرًا ﴿ام نحن

الخالقون (۵۹) نحن قدرنا ﴿بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ﴾ بينكم الموت وما نحن بمسبوقين (۶۰) ﴿بِعَاجِزِيْنَ﴾ على ﴿عَنْ﴾ ان نبدل ﴿نَجْعَلَ﴾ امثالكم ﴿مَكَانَكُمْ﴾ وننشئكم ﴿نَخْلُقُكُمْ﴾ في ما لا تعلمون (۶۱) ﴿مِنَ الصُّوَرِ كَالْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ﴾ ولقد علمتم النشاة الاولى ﴿وَفِيْ قِرَاءَ ةٍ بِسُكُوْنِ الشِّيْنِ﴾ فلولا تذكرون (۶۲) ﴿فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ فِي الذَّالِ﴾ افرء يتم ما تحرثون (۶۳) ﴿تُثِيْرُوْنَ الْاَرْضَ وَتُلْقُوْنَ الْبَذْرَ فِيْهَا﴾ ء انتم تزرعونه ﴿تُنْبِتُوْنَهُ﴾ ام نحن الزارعون (۶۴) لو نشاء لجعلنه حطاما ﴿نَبَاتًا يَابِسًا لَاحَبَّ فِيْهِ﴾ فظلتم ﴿اَصْلُهُ ظَلِلْتُمْ بِكَسْرِ اللَّامِ فَحُذِفَتْ تَخْفِيْفًا اَىْ اَقَمْتُمْ نَهَارًا﴾ تفكهون (۶۵) ﴿حُذِفَ مِنْهُ اِحْدَى التَّائَيْنِ فِي الْاَصْلِ تَعْجَبُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَتَقُوْلُوْنَ﴾ انا لمغرمون (۶۶) ﴿نَفَقَةَ زَرْعِنَا﴾ بل نحن محرومون (۶۷) ﴿مَمْنُوْعُوْنَ رِزْقَنَا﴾ افرء يتم الماء الذى تشربون (۶۸) ء انتم انزلتموه من المزن ﴿اَلسَّحَابِ جَمْعُ مُزْنَةٍ﴾ ام نحن المنزلون (۶۹) لو نشاء جعلنه اجاجا ﴿مِلْحًا لَايُمْكِنُ شُرْبُهُ﴾ فلولا ﴿فَهَلَّا﴾ تشكرون (۷۰) افرء يتم النار التي تورون (۷۱) ﴿تَخْرُجُوْنَ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ﴾ ء انتم انشأتم شجرتها ﴿كَالْمَرْخِ وَالْعَفَارِ وَالْكَلْخِ﴾ ام نحن المنشئون (۷۲) نحن جعلنها تذكرة ﴿لِنَارِ جَهَنَّمَ﴾ ومتاعا ﴿بُلْغَةً﴾ للمقوين (۷۳) ﴿لِلْمُسَافِرِيْنَ مِنْ اَقْوَى الْقَوْمِ اَىْ صَارُوْا بِالْقَوٰى بِالْقَصْرِ وَالْمَدِّ اَيِ الْقَفْرِ وَهُوَ مَفَازَةٌ لَا نَبَاتَ فِيْهَا وَلَا مَاءَ﴾ فسبح ﴿نَزِّهْ﴾ باسم ﴿زَائِدٌ﴾ ربك العظيم (۷۴) ﴿اَيِ اللّٰهِ.

﴿ترجمہ﴾

اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے جلتی ہوا (''سموم'' جہنم کی وہ گرم ہوا جو کہ گناہ گاروں کے مسام میں نفوذ کر جائیگی) اور کھولتے پانی میں (''حمیم'' انتہائی گرم پانی) اور سیاہ دھویں کی چھاؤں میں (یحموم انتہائی سیاہ دھوئیں کو کہتے ہیں) جو نہ ٹھنڈی (دیگر اشیاء کے سایوں کی طرح) اور نہ عزت کی (کہ دیکھنے میں بھلی لگے......۱......) بیشک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نعمتوں میں تھے (وہ ہمارے اطاعت گزار نہیں تھے، متر فین بمعنی منعمین ہے) اور اس بڑے گناہ (یعنی شرک) پر مصر تھے (الحنث کے معنی گناہ ہے) اور کہتے تھے کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے......۲......(''ء اذا'' اور ''ء انا '' دونوں کلمات ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور ان دونوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف داخل کرنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (''او'' میں واؤ مفتوحہ عطف کے لیے اور ہمزہ استفہام کے لیے ہے اس مقام میں اور ماقبل مقام مین استفہام استبعاد کے لیے ہے، ایک قرائت میں '' او'' میں واؤ ساکن ہے اس صورت میں یہ عطف ''او'' کے ساتھ ہوگا اور معطوف علیہ ''ان'' اور اس کے اسم کا محل ہوگا) تم فرماؤ بیشک سب اگلے اور پچھلے ضرور اکٹھے کئے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن (یعنی بروز قیامت) کے وقت کے لیے (میقات کے معنی وقت ہے) پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والوں ضرور تھوہڑ کے پیڑ میں سے کھاؤ گے (''شجر من زقوم'' میں ''من زقوم'' شجر کا بیان ہے) پھر اس سے (یعنی اس درخت سے) پیٹ بھرو گے پھر اس پر (یعنی اس کھائے گئے زقوم پر) کھولتا پانی پیو گے پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پئیں (''ھیم'' پیاسے اونٹوں کو کہتے ہیں......۳......یہ ''ھیمان'' کی جمع ہے ھیمان مذکر کے لیے اور ھیمی مونث کے لیے ہے جیسا کہ عطشان مذکر اور عطشی

مونث کے لیے ہے) یہ ان کی مہمانی ہے (جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے) انصاف کے دن (یعنی قیامت کے دن) ہم نے تمہیں پیدا کیا (یعنی تمہیں ہم عدم سے وجود میں لائے) تو تم کیوں نہیں تصدیق کرتے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی کہ جو ابتداء پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے) تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو (عورتوں کے رحم میں، تمنون کے معنی منی گرانا ہے) کیا تم (''ء انتم'' یہ مذکورہ چاروں مقامات میں دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو الف سے تبدیل کرنے کے ساتھ اور ہمزہ مسہلہ اور غیر مسہلہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ اور ترک الف کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس سے (یعنی منی سے) بناتے ہو (آدمی) یا ہم بنانے والے ہیں اور ہم نے ٹھہرایا (''قدرنا'' فعل کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تم میں مرنا اور ہم اس سے ہارے نہیں (یعنی ہم عاجز نہیں ہیں اس سے) کہ تم جیسے اور بدل دیں (تمہاری جگہ) اور تمہیں (یعنی تمہاری صورتوں کو) وہ بنا دیں جس کی تمہیں خبر نہیں (جیسا کہ بندر اور خنزیر) اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان (''النشاۃ'' کو ایک قرائت میں شین ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) پھر کیوں نہیں سوچتے (''تذکرون'' یہاں اصل میں دوسرا تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے) تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو (یعنی زمین کو نرم کر کے اس میں بیج ڈالتے ہو) تو کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو (تم اس کھیتی کو اگاتے ہو) یا ہم بنانے والے ہیں ہم چاہیں تو اسے پامال کر دیں (خشک گھاس کر دیں جس میں کچھ اناج نہ ہو......۴) تو تم دن میں ہو جاؤ (''ظلتم'' اصل میں لام مکسورہ کے ساتھ ظللتم تھا، لام کو تخفیفا حذف کر دیا گیا ہے، ظللتم بمعنی اقمتم نھارا ہے) تعجب کرتے (اس سے ''تفکھون'' کی دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے، اور کہتے ہو) کہ ہم پر چٹی پڑی (ہماری کھیتی کے خرچے کی) بلکہ ہم بے نصیب رہے (ہم سے رزق روک دیا گیا ہے) تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے اتارا (''المزن'' مزنۃ کی جمع ہے بمعنی بادل) یا ہم ہیں اتارنے والے ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں (کہ اسے پینا بھی ممکن نہ رہے، اجاجا کے معنی کھاری ہے) پھر کیوں نہیں شکر کرتے (لو لا بمعنی ھلا ہے) تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو (جسے تم سبز پیڑ سے نکالتے ہو......۵) کیا تم نے اس کا پیڑ (جیسا کہ مرخ اور عفار وغیرہ) پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ہم نے اسے (نار جہنم کا) یادگار بنایا اور مسافروں کا فائدہ جنگل میں (متاعا بمعنی بلغۃ ہے، المقوین بمعنی المسافرین ہے، ''مقوین'' اقوی القوم سے ماخوذ ہے بمعنی صاروا بالقوی ''القوی'' کو مد اور قصر کے ساتھ پڑھا گیا ہے، قوی بمعنی قفر ہے، یعنی وہ میدان جس میں نہ کچھ نباتات ہو اور نہ پانی) تو تم پاکی بولو (یعنی تنزیہہ بیان کرو) اپنے عظمت والے رب (اللہ عزوجل) کی (''باسم ربک'' میں لفظ اسم زائدہ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین﴾

ثلۃ: موصوف، من الاولین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثلۃ: موصوف، من الاخرین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر ''ھم'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واصحب الشمال ما اصحب الشمال فی سموم وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم﴾

و: مستانفہ، اصحب الشمال: مبتدا، ما: استفہامیہ مبتدا، اصحب الشمال: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر اول، فی: جار، سموم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حمیم: معطوف اول، و: عاطفہ، ظل: موصوف، من یحموم: ظرف مستقر صفت اول، لا: نافیہ، بارد: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا کریم: معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿انھم کانوا قبل ذلک مترفین وکانوا یصرون علی الحنث العظیم﴾

انهم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص باواؤضمیر ذوالحال، قبل ذلک: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، مترفین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، یصرون علی الحنث العظیم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکانوا یقولون ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ء انا لمبعوثون اواباونا الاولون﴾

و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، یقولون: قول، ھمزہ: حرف استفہام، اذا: مضاف، متنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنا ترابا وعظاما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "نبعث" کیلئے ظرف، ملکر مقولہ اول، ھمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، مبعوثون: اسم مفعول واؤضمیر ومعطوف علیہ، ھمزہ حرف استفہام، و: عاطفہ، اباونا الاولون: مرکب توصیفی معطوف، ملکر نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم﴾

قل: قول، ان: حرف مشبہ، الاولین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الاخرین: معطوف، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، مجموعون: اسم مفعول بانائب الفاعل، الی: جار، میقات یوم معلوم: مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ثم انکم ایها الضالون المکذبون لاکلون من شجر من زقوم فمالئون منها البطون﴾

ثم: عاطفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، ایها الضالون المکذبون: نداء، لام: تاکیدیہ، اکلون: اسم فاعل بافاعل، من: جار، شجر: موصوف، من زقوم: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، مالئون منها: اسم فاعل بافاعل وظرف لغو، البطون: مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فشاربون علیه من الحمیم فشاربون شرب الهیم﴾

ف: عاطفہ، شاربون: اسم فاعل و "هم" ضمیر مستقر ذوالحال، علیه: ظرف مستقر حال، من الحمیم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر ماقبل "لاکلون من شجر" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، شاربون: اسم فاعل بافاعل، شرب الهیم: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ ماقبل "لاکلون" پر معطوف ہے۔

﴿هذانزلهم یوم الدین نحن خلقنکم فلولا تصدقون﴾

هذا: مبتدا، نزلهم: ذوالحال، یوم الدین: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، نحن: مبتدا، خلقنکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، لولا: حرف تحضیض بمعنی، لاتصدقون: فعل نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افرء یتم ما تمنون ء انتم تخلقونه ام نحن الخالقون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رایتم: فعل بافاعل، ماتمنون: موصول صلہ، ملکر مفعول اول، ھمزہ: حرف استفہام، انتم: مبتدا، تخلقونه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ام منقطعہ بمعنی بل، نحن: مبتدا، الخالقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لاتعلمون﴾

نحن: اسم، قدرنا: فعل بافاعل، بینکم: ظرف، الموت: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، مسبوقین: اسم فاعل بافاعل، علیٰ: جار، ان: مصدریہ، نبدل امثالکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ننشئکم فی ما لاتعلمون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون﴾

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، علمتم: فعل بافاعل، النشاۃ الاولی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، لولا: حرف تحضیض، تذکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افرء یتم ما تحرثون ء انتم تزرعونہ ام نحن الزرعون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رایتم: فعل بافاعل، ما تحرثون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ء: حرف استفہام، انتم: مبتدا، تزرعونہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، نحن الزرعون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لو نشاء لجعلنہ حطاما فظلتم تفکھون انا لمغرمون بل نحن محرومون﴾

لو: شرطیہ، نشاء: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، جعلنہ حطاما: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، ظلتم: فعل ناقص بااسم، تفکھون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، مغرمون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، بل: عاطفہ، نحن: مبتدا، محرومون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر قول محذوف "قائلین" کیلئے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افرء یتم الماء الذی تشربون ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رایتم: فعل بافاعل، الماء: موصوف، الذی تشربون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، ھمزہ: حرف استفہام، انتم: مبتدا، انزلتموہ من المزن: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، نحن: مبتدا، المنزلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لونشاء جعلنہ اجاجا فلولا تشکرون﴾

لو: شرطیہ، نشاء: جملہ فعلیہ شرط، جعلنہ اجاجا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، لولا: حرف تحضیض، تشکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افرء یتم النار التی تورون ء انتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رایتم: فعل بافاعل، النار: موصوف، التی تورون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، ھمزہ: حرف استفہام، انتم: مبتدا، انشاتم شجرتھا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ منقطعہ، نحن المنشئون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿نحن جعلنھا تذکرۃ ومتاعا للمقوین فسبح باسم ربک العظیم﴾

نحن: مبتدا، جعلنھا: فعل بافاعل ومفعول، تذکرۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، متاعا: موصوف، للمقوین: ظرف مستقر صفت، ملکر

معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف فصیحیہ، سبح: فعل امر با فاعل، باسم ربک العظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت ھذہ العوارف والالاء الباھرۃ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

جھنم کے چھاؤں کا بیان:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وظل من یحموم لا بارد ولا کریم اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی (الواقعۃ:۴۳تا۴۴)﴾۔ یعنی سخت کالا دھواں، اہل عرب ہر اُس چیز کے لئے جو سیاہ ہو اس طرح کے جملے کہتے ہیں جیسے اسود یحموم۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے مراد جہنم کا دھواں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سائے میں ٹھنڈک نہ ہوگی بلکہ یہ گرم ہوگا جو کہ جہنم کی بھڑکتی آگ سے پیدا شدہ ہوگا، اور نہ ہی صحت افزاء ہوگا کہ کوئی اس کے سائے میں کچھ نفع اٹھا سکے۔ اور اہل عرب ہر اُس چیز کے لئے جو صحت افزاء و نفع بخش نہ ہو یونہی کلام کرتے ہیں جیسا کہ ناقص اور ناپسندیدہ کھانے کے بارے میں کہا جاتا ہے: "ما ھذا الطعام بطیب ولا کریم"۔ اور اسی طرح ناپسندیدہ گوشت کے بارے میں کہا جاتا ہے: "ما ھذا اللحم بسمین ولا کریم"، اور اسی طرح ایسے گھر کے بارے میں کہا جاتا ہے جو صاف ستھرا نہ ہو: "ما ھذہ الدار بنظیفۃ ولا کریمۃ"۔ اسی قسم کی تاویلات اہل تاویل نے یہاں فرمائی ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۲۵)

بعث بعد الموت:

۲......اس موضوع پر اگرچہ ہم نے کئی مقامات پر کلام کیا ہے لیکن یہاں ہم فقط چار عقائد اس موضوع سے متعلق بیان کریں گے: (۱)......حشر صرف روح کا نہیں، بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے، جو کہے صرف روحیں اُٹھیں گی، جسم زندہ نہ ہونگے وہ بھی کافر ہے۔ (۲)......دنیا میں جو روح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اُس روح کا حشر اُسی جسم میں ہوگا، یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح متعلق کردی جائے۔ (۳)......جسم کے اجزاء اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہوگئے اور مختلف جانوروں کی غذا بن گئے ہوں، مگر اللہ عزوجل ان سب اجزاء کو جمع فرما کر قیامت کے دن اٹھائے گا، قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناختنہ شدہ اٹھیں گے، کوئی پیدل، کوئی سوار، اور ان میں بعض تنہا سوار ہونگے اور بعض پر دو، تین، چار یا دس سوار سواری کریں گے۔ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر کو جائے گا۔ کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے اور کسی کو آگ جمع کرے گی۔ (۴)......یہ میدان حشر ملکِ شام کی زمین میں قائم ہوگا، زمین ایسی ہموار ہوگی کہ ایک کنارہ پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اُس دن زمین تانبے کی ہوگی اور آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ (بہار شریعت مخرجہ، ج۱، حصہ:۱، ص ۱۳۰ وغیرہ)

جھنم کے پانی سے ھیم کی مثال:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فشاربون شرب الھیم پھر ایسا ہوگے جیسے پیاسے اونٹ پئیں (الواقعۃ:۵۵)﴾۔ حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ مراد وہ اونٹ ہے جسے پیاس کی بیماری لگ گئی ہو، حتیٰ کہ اسی بیماری میں وہ مر جائے یا وہ جو بہت زیادہ پانی پیئے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۲۰۷)

امام قرطبی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مراد ایسا پیاسا ہونا ہے جو ریگستان میں سخت پیاس کے عالم میں پانی پیتا ہے، اور دوسرا قول وہی ذکر کیا ہے جو ہم نے ماقبل روح المعانی کے حوالے سے نقل کردیا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۷، ص ۱۸۵)

حطاما فظلتم تفکھون کے معانی:

۴.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لو نشاء لجعلنه حطاما فظلتم تفکھون﴾ ہم چاہیں تو اسے پامال کردیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ(الواقعۃ:۶۵) ﴾۔یعنی تمہارے کھیتوں کو خشک ریزہ ریزہ کردیں جو نہ کھانے پکانے کے کام آسکیں اور نہ ہی کسی اور قسم کی منفعت تمہارے لئے باقی رہے۔اور تم اپنی بُری حالت پر تعجب کرتے رہو اور کھیتیوں کے اچھے حال کو بُرے میں تبدیل ہوتا دیکھ کر تعجب کرو اور نادم ہو کہ تمہارا سب کچھ بیکار ہو گیا اور تمہیں تمہاری معصیت کی وجہ سے نقصان برداشت کرنا پڑا اور پھر تم باتیں بناتے رہو۔

(روح البیان،ج۹،ص ۳۹۵)

آگ اور سبز پیڑ کی مناسبت:

۵.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿افرء یتم النار التی تورون ءانتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون﴾ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے(الواقعۃ:۷۱تا۷۲) ﴾۔تورون بنا ہے وری سے ،جس کے معنی ہیں آگ کا جلنا سلگنا، چقماق سے آگ کا روشن ہونا۔ماضی میں لوگ درختوں کو جلایا کرتے تھے، پھر کچھ ترقی ہوئی تو کوئلہ ایجاد ہوا اور لوگوں نے کوئلے سے یہی منفعت حاصل کرنا شروع کردی، بعد میں جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا چلا گیا لوگوں نے طرح طرح سے نئے طریقے ایجاد کرلئے۔آج عموماً گھروں میں گیس کے چولھے اور دیا سلائی کا استعمال ہوتا ہے۔لیکن گاؤں، گوٹھ اور قبائلی علاقوں میں اس وقت بھی کہیں نہ کہیں پُرانے طریقے رائج ہیں اور لوگ اب بھی آگ کے حصول کے لئے اس قسم کے طریقے حاصل کرتے رہتے ہیں۔

اغراض:

وھم: سے ''اولین و آخرین'' میں اختلاف کا بیان مقصود ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس امت کے اوائل میں سے صحابہ کرام ،تابعین اور تبع تابعین مراد ہیں ،اور آخرین میں ان کے بعد جو بھی قیامت تک آئیں گے وہی مراد ہیں اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ''اولین'' سے سابقہ امتیں اور ''آخرین'' سے موجودہ امت مراد ہے ۔ تنفذ فی المسام: یعنی ایسی گرم ہوائیں مراد ہیں جو انسان کے بدن میں چلی جائیں۔لا یتعبون فی الطاعۃ: یعنی وہ لوگ جنہوں نے طاعت کو ترک کردیا اور حرام معاملات کی لذتوں میں جا پڑے اور جب حلال ذرائع اور طاعت کی لذت حاصل ہو تو ایسی لذت قابل ضرر نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قل من حرم زینۃ اللہ﴾۔بیان للشجر: یعنی اللہ کے فرمان: ﴿لاکلون من شجر من زقوم﴾ میں ''من'' بیانیہ ہے، اور ایک قول کے مطابق من ابتدائیہ غایت کے لئے یا زائدہ ہے۔

من الشجر: مونث کی ضمیر کا اعادہ کیا، اس لئے کہ ''الشجر'' اسم جنس ہے جو کہ مذکر و مونث دونوں ہو سکتا ہے۔

بالبعث : سے مراد مرنے کے بعد کی زندگی ہے۔فی المواضع الاربعۃ: میں چار مقامات پر ہمزہ کا بیان کرنا مقصود ہے، جو کہ یہ ہیں: ﴿ءانتم تخلقونه﴾ ، ﴿ءانتم تزرعونه﴾ ، ﴿ءانتم انزلتموہ من المزن﴾ ، ﴿ءانتم انشأتم شجرتھا﴾۔

تثیرون الارض: مفسر نے ''الحرث'' کی تفسیر معنی لغوی کی رعایت کے لئے دو امور کے مجموعے سے کردی ہے، اس لئے کہ ''البذر'' یعنی دانہ، زمین کے اثر کو قبول کرتا ہے اور مناسب یہ تھا کہ مفسر ''البذر'' کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے یوں کہتے: ''کیا تم نے دانے کو دیکھا جسے تم زمین میں بوتے ہو، تو کیا تم اُس دانے سے کھیت اُگاتے ہو''۔

نباتا یابسا لا حب فیه: یعنی اس اگنے والے کھیت اور باغات کو ایسا خشک کردیا جو نہ تو آدمی کے کھانے کے قابل رہے اور نہ ہی دیگر

کسی کے لئے۔ لا یمکن شربه: مراد وہ کھیت ہے جو قابل نفع نہ ہو۔ من الشجر الاخضر: یا اس کے علاوہ کوئی اور درخت، اور یہاں "الشجر الاخضر" اس لئے کہا گیا ہے تاکہ اللہ کی عظیم قدرت پر دلیل ہو جائے۔

کالمرخ والعفار: اس پر ماقبل سورۃ یٰس میں کلام ہو چکا ہے، اور بہرحال "الکلخ" بلادِ مغرب اور شام میں مشہور و معروف ہے، اور اس درخت کے دو اجزاء کو لے کر باہم رگڑنے سے آگ نکلتی ہے۔

من اقوی القوم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿للمقوین﴾ اُن مسافروں کو کہتے ہیں جو "قوی" میں اپنے ڈیرے ڈالتے ہیں اور یہاں "قوی" سے مراد ایسی زمین ہے جو چٹیل ہو، بے آباد اور آبادی بہت دور ہو۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں عمومی معنی مراد ہے یعنی فقیر جو مال سے خالی ہو اُسے بھی "مقو" کہتے ہیں اور غنی جو اپنے ارادے پر قوت رکھتا ہو۔ معنی یہ ہے کہ ہم نے آیت میں مذکور درختوں کو اغنیاء، فقراء، مسافرین اور حاضرین سب کے لئے نفع بخش کر دیا۔ (الصاوی، ج۶، ص۵۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿فلا اقسم﴾لَا زَائِدَةٌ﴿بموقع النجوم(۷۵)﴾بِمَسَاقِطِهَا لِغُرُوْبِهَا﴿وانه﴾اَیِ الْقَسَمُ بِهَا﴿لقسم لو تعلمون عظیم (۷۶)﴾اَیْ لَوْ كُنْتُمْ مِنْ ذَوِی الْعِلْمِ لَعَلِمْتُمْ عِظَمَ هٰذَا الْقَسَمِ﴿انه﴾اَیِ الْمَتْلُوُّ عَلَيْكُمْ﴿لقران كريم(۷۷)فی كتب﴾مَكْتُوْبٌ﴿مكنون(۷۸)﴾مَصُوْنٍ وَهُوَ الْمُصْحَفُ﴿لا يمسه﴾خَبَرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ﴿الا المطهرون (۷۹)﴾اَیِ الَّذِيْنَ طَهَّرُوْا اَنْفُسَهُمْ مِنَ الْاَحْدَاثِ﴿تنزيل﴾مُنَزَّلٌ﴿من رب العلمين (۸۰)افبهذا الحديث﴾اَلْقُرْاٰنِ﴿انتم مدهنون(۸۱)﴾مُتَهَاوِنُوْنَ مُكَذِّبُوْنَ﴿وتجعلون رزقكم﴾مِنَ الْمَطَرِ اَیْ شُكْرَهٗ﴿انكم تكذبون(۸۲)﴾بِسَقْيَا اللّٰهِ حَيْثُ قُلْتُمْ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا﴿فلو لا﴾فَهَلَّا﴿اذا بلغت﴾الرُّوْحُ وَقْتَ النَّزْعِ﴿الحلقوم(۸۳)﴾وَهُوَ مَجْرَى الطَّعَامِ﴿وانتم﴾يَا حَاضِرِیَ الْمَيِّتِ﴿حينئذ تنظرون(۸۴)﴾اِلَيْهِ﴿ونحن اقرب اليه منكم﴾بِالْعِلْمِ﴿ولكن لا تبصرون (۸۵)﴾مِنَ الْبَصِيْرَةِ اَیْ لَا تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ﴿فلولا﴾فَهَلَّا﴿ان كنتم غير مدينين (۸۶)﴾مَجْزِيِّيْنَ بِاَنْ تُبْعَثُوْا اَیْ غَيْرَ مَبْعُوْثِيْنَ بِزَعْمِكُمْ﴿ترجعونها﴾تَرُدُّوْنَ الرُّوْحَ اِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ بُلُوْغِ الْحُلْقُوْمِ﴿ان كنتم صدقين(۸۷)﴾فِيْمَا زَعَمْتُمْ فَلَوْلَا الثَّانِيَةُ تَاكِيْدٌ لِلْاُوْلٰى وَاِذَا ظَرْفٌ لِتَرْجِعُوْنَ اَلْمُتَعَلِّقُ بِهِ الشَّرْطَانِ وَالْمَعْنٰى هَلَّا تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ نَفَيْتُمُ الْبَعْثَ صَادِقِيْنَ فِیْ نَفْيِهٖ اَیْ لِيَنْتَفِیَ عَنْ مَحَلِّهَا الْمَوْتُ﴿فاما ان كان﴾اَلْمَيِّتُ﴿من المقربين(۸۸)فروح﴾اَیْ فَلَهُ اِسْتِرَاحَةٌ﴿وريحان﴾رِزْقٌ حَسَنٌ﴿وجنت نعيم (۸۹)﴾وَهَلِ الْجَوَابُ لِاَمَّا اَوْ لِاِنْ اَوْ لَهُمَا اَقْوَالٌ﴿واما ان كان من اصحب اليمين(۹۰)فسلم لک﴾اَیْ لَهُ السَّلَامَةُ مِنَ الْعَذَابِ﴿من اصحب اليمين(۹۱)﴾مِنْ جِهَةِ اَنَّهٗ مِنْهُمْ﴿واما ان كان من المكذبين الضالين(۹۲)فنزل من حميم(۹۳)وتصلية جحيم(۹۴)ان هذا لهو حق اليقين(۹۵)﴾مِنْ اِضَافَةِ الْمَوْصُوْفِ اِلٰى صِفَتِهٖ﴿فسبح باسم ربک العظيم(۹۶)﴾تَقَدَّمَ.

﴿ترجمہ﴾

تو مجھے قسم ہے ("لا اقسم" میں "لا" زائدہ ہے) ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں (یعنی تاروں کے غروب ہونے کی جگہ

کی......؎۱......)اور بیشک وہ (یعنی یہ قسم یاد فرمانا) بڑی قسم ہے اگر تم سمجھو (یعنی اگر تم ذوالعقول ہو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ عظیم قسم ہے) بیشک وہ (جو تم پر تلاوت کیا جاتا ہے) عزت والا قرآن ہے لکنوب (کتاب بمعنی مکتوب ہے) محفوظ میں (مراد اس سے مصحف ہے) اسے نہ چھوئیں (لایمسہ خبر کے معنی نہی ہے) مگر مطہر (جو کہ اپنی جانوں کو احداث سے پاک کر لیتے ہوں......؎۲......) اتارا ہوا ہے (تنزیل کے معنی منزل ہے) سارے جہاں کے رب کا تو کیا اس بات سے (یعنی قرآن پاک سے) تم سستی کرتے ہو (اور اسے جھٹلاتے ہو، مدھنون بمعنی متھاونون ہے) اور تم اپنے رزق (یعنی بارش) کو (یعنی بارش آنے پر شکر کرنے کو) جھٹلاتے ہو (اللہ ﷻ کے سیراب کرنے کو، یوں کہ تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے) تو کیا نہ ہوا (لولا بمعنی ھلا ہے) جب (روح وقت نزع) گلے تک پہنچے (''حلقوم'' کھانے کی نالی کو کہتے ہیں) اور تم (اے میت کے پاس موجود لوگوں) اس وقت دیکھ رہے ہو (میت کی طرف) اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں (علم کے اعتبار سے) تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں (یعنی تمہیں اس کا علم نہیں ''لاتبصرون'' بصیرۃ سے ماخوذ ہے) تو کیوں نہ ہوا (لولا بمعنی ھلا ہے) اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں (مرنے کے بعد زندہ کر کے یعنی جیسا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم نہیں اٹھائے جاؤ گے، مدینین مجزیین ہے) کہ اسے لوٹا لاتے (روح کے گلے تک پہنچنے کے بعد اسے دوبارہ جسم کی طرف لوٹا لیتے......؎۳......) اگر تم سچے ہو (اپنے گمان میں دوسرا والا ''لولا'' پہلے والے ''لولا'' کی تاکید کے لیے ہے اور ''اذا'' یہ ترجعون کا ظرف ہے، جس کے ساتھ دو شرطیں متعلق ہیں معنی آیت یہ ہے کہ اگر تم مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی نفی کرنے میں سچے ہو تو روح کو لوٹا کیوں نہیں لیتے) پھر وہ (مرنے والا) اگر مقربون سے ہے تو راحت ہے (یعنی اس کے لیے راحت ہے) اور ریحان (یعنی اچھا رزق......؎۴......) اور چین کے باغ (یہ ''اما'' کا جواب ہے یا ''ان'' شرطیہ کا، یا دونوں اس بارے میں مختلف اقوال ہیں) اور اگر دہنی طرف والوں میں سے ہو تو تم پر سلام ہو (یعنی اس کے لیے عذاب سے سلامتی ہے) دہنی طرف والوں میں سے (یعنی دہنی طرف والوں میں سے ہونے کی وجہ سے) اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا ہے، یہ بیشک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے (''حق الیقین'' میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے) تو تم اپنے عظمت والے رب ﷻ کی پاکی بولو (اس کی بحث ماقبل گزر چکی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلا اقسم بموقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقران کریم﴾

ف: مستانفہ، لا: نافیہ، اقسم: فعل بافاعل، بمواقع النجوم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لقران کریم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: معترضہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، قسم: موصوف، عظیم: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، لو: شرطیہ، تعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف ''نعلمتم'' کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿فی کتب مکنون لا یمسہ الا المطھرون تنزیل من رب العلمین﴾

فی: جار، کتب مکنون: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر ماقبل ''لقران'' کیلئے صفت ثانی واقع ہے، لا یمسہ: فعل نفی ومفعول، الا: اداۃ حصر، المطھرون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ماقبل ''لقران'' کیلئے صفت ثالث واقع ہے، تنزیل: موصوف، من رب العلمین: ظرف مستقر صفت، ملکر ماقبل ''قران'' کیلئے صفت رابع واقع ہے۔

﴿افبھذا الحدیث انتم مدھنون وتجعلون رزقکم انکم تکذبون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ب: جار، ھذا: موصوف، الحدیث: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، مدھنون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ

جملہ ہوکر خبر،انتم:مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،تجعلون رزقکم:فعل بافاعل ومفعول اول،انکم تکذبون: جملہ اسمیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون﴾

ف: مستانفہ،لولا:حرف تحضیض،اذا:مضاف،بلغت:فعل"ھی"ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،انتم:مبتدا،حینئذ تنظرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال اول،و:حالیہ،نحن:مبتدا،اقرب:اسم تفضیل بافاعل،الیہ:ظرف لغو اول،منکم:ظرف لغو ثانی،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لکن:حرف استدراک،لاتبصرون: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر حال ثانی،ملکر فاعل،الحلقوم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "ترجعونھا" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صدقین﴾

ف:عاطفہ،لولا:حرف تحضیض تاکیدیہ ماقبل "لولا" کیلئے،ان:شرطیہ،کنتم غیر مدینین: جملہ فعلیہ شرط مؤکد،ان:شرطیہ،کنتم صدقین: جملہ فعلیہ شرط تاکید جزا محذوف "فردوا روح المحتضر الی جسدہ لینتفی عنه الموت" کیلئے،ملکر جملہ شرطیہ،ترجعونھا:فعل بافاعل ومفعول ماقبل "اذا" کیلئے عامل واقع ہے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنت نعیم﴾

ف: مستانفہ،اما:حرف شرط وتفصیل،ان:شرطیہ،کان من المقربین: جملہ فعلیہ جزا محذوف کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ،ف:جزائیہ،روح:معطوف علیہ،و:عاطفہ،ریحان:معطوف اول،و:عاطفہ،جنت نعیم:معطوف ثانی،ملکر "له" ظرف مستقر خبر مقدم کیلئے مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیئ فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما ان کان من اصحب الیمین فسلم لک من اصحب الیمین﴾

و: عاطفہ،اما:حرف شرط،ان:شرطیہ،کان من اصحب الیمین:جملہ فعلیہ جزا محذوف "فسلم لک من اصحب الیمین" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ،ف:جزائیہ،سلم:ذوالحال،من اصحب الیمین: ظرف مستقر حال،ملکر مبتدا،لک:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیئ فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیة جحیم﴾

و: عاطفہ،اما:حرف شرط،ان:شرطیہ،کان من المکذبین الضالین:جملہ فعلیہ جزا محذوف "نزل من حمیم وتصلیة جحیم" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ف:جزائیہ،نزل:موصوف،من حمیم: ظرف مستقر صفت،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،تصلیة جحیم: معطوف،ملکر "له" خبر مقدم محذوف کیلئے مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیئ فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان ھذا لھو حق الیقین فسبح باسم ربک العظیم﴾

ان ھذا: حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،ھو حق الیقین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،فسبح باسم ربک العظیم: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۷۴، میں گزری۔

﴿شان نزول﴾

☆......فسبح باسم ربک العظیم ......☆ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿فسبح باسم ربک

العظیم﴾ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اس کو رکوع میں داخل کرو اور جب ﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾ نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجدوں میں داخل کرو'' (ابوداؤد)۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تاروں کے غروب ہونے کی جگہ:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فلا اقسم بمواقع النجوم تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں (الواقعۃ:۷۵)﴾۔ اہل تاویل کا اس کے معنی میں اختلاف ہے، چنانچہ اس آیت کا معنی یہ ہوگا: ''مجھے قسم ہے قرآن کے اترنے کی جگہوں کی''۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے: ''سید عالم ﷺ پر قرآن متفرق حصوں میں نازل ہوا''۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ قرآن لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل طور پر نازل ہوا، پھر مختلف سالوں میں تدریجا (سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر) نازل ہوا اور پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت: ﴿فلا اقسم بمواقع النجوم تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں (الواقعۃ:۷۵)﴾ تلاوت فرمائی۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے قرآن کی تین، چار یا پانچ آیات متفرق اوقات میں نازل فرمائیں حتی کہ مکمل قرآن نازل ہو چکا۔ انہی سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا اور مختلف اوقات میں نازل ہوا، پس جبرائیل امین علیہ السلام کوئی سورت لاتے اور لیلۃ القدر میں مکمل (لوح محفوظ) سے آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن محکم آیات پر مشتمل کتاب ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں قرب قیامت میں ستارے ٹوٹ کر گریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مشارق و مغارب کے ستارے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۳۹)

بے وضو قرآن چھونے کا حکم:

۲......ابن زید کہتے ہیں کہ ﴿لا یمسہ الا المطھرون اسے نہ چھوئیں مگر باوضو (الواقعۃ:۷۹)﴾۔ فرشتے، حضرات انبیائے کرام اور رسل جن کے پاس قرآن نازل ہوتا تھا وہ پاک ہستیاں تھیں، انبیائے کرام پاک، قرآن کو لانے والے جبرائیل امین علیہ السلام، اور دیگر رسل جن کے پاس کتب و صحف لائے جاتے تھے سب ہی پاک تھے۔ رسل ملائکہ میں سے ہوں یا بنی آدم میں سے، یہ سب ہی جن کے پاس اللہ ﷻ کی جانب سے کوئی نوشتہ اترتا پاک ہی تھے، اور لوگوں پر جب تلاوت کرتے اس وقت بھی پاک ہی ہوتے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ کتاب الٰہی ہے جسے پاک صاف آدمی ہی چھو سکتے ہیں اور یہ حکم عام ہے اور اس میں حضرات ملائکہ یا کوئی اور تخصیص نہیں ہے۔ جہاں تک ملائکہ و رسل عظام کا تعلق ہے تو وہ گناہوں سے پاک ہی ہوا کرتے تھے۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۴۱)

علامہ کاسانی حنفی ''البدائع الصنائع'' میں لکھتے ہیں: احناف کے ہاں بغیر غلاف کے بے وضو قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ شوافع نے چھونے کو قرائت کے ساتھ تعبیر کیا ہے، یعنی جب بے وضو قرآن پڑھ سکتا ہے تو چھو بھی سکتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لا یمسہ الا المطھرون اسے نہ چھوئیں مگر باوضو (الواقعۃ:۷۹)﴾۔ اور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بے وضو شخص قرآن کو نہ چھوئے'' (سنن النسائی، رقم: ۴۸۵۳)۔ جن دراہم پر قرآن کی آیات لکھی ہوں انہیں بھی بے وضو چھونا جائز نہیں اور اسی طرح تفاسیر کتب کو بے وضو چھونا ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا، رہا فقہ کی کتابوں کا بے وضو چھونا تو مستحب یہی ہے نہ چھوئے۔

دوبارہ جسم کی طرف لوٹا لینے کا بیان:

۳؎......روح کے گلے تک پہنچنے کے بعد اسے دوبارہ جسم کی طرف لوٹاتے ہیں، تاکہ زندگی ختم ہونے کا احساس رہے، موت کی شدت محسوس ہو جائے، اپنے سامنے عزیز و اقارب سے جُدائی کا احساس ہو جن کی وجہ سے اللہ ﷻ کی نافرمانیاں کی گئی ہیں۔ جزاء وسزا کا احساس باقی رہے۔ اگرچہ روح حلق تک پہنچ چکی مگر اللہ ﷻ نے پھر جسم کی جانب لوٹائی تاکہ ماقبل مذکور احساسات کا سامنا کرے۔ ورنہ جزاء وسزا کا مقصد بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب جسم سے روح جدا ہو جاتی ہے اور خالی جسم کو منوں مٹی میں دبا دیا جاتا ہے تو جسم کا روح سے تعلق باقی رہتا ہے، جب جسم کو عذاب دیا جاتا ہے تو روح اُسے محسوس کرتی ہے، اور جب جسم کو جزا دی جاتی ہے تو بھی روح فرحت پاتی ہے۔

ریحان یعنی اچھا رزق:

۴؎......حضرت ابن عباس، مجاہد اور ضحاک کے مطابق ریحان کے معنی رزق ہے، اور دوسری روایت میں ضحاک سے منقول ایک قول کے مطابق ریحان بمعنی استراحت ہے۔ ایک قول کے مطابق ریحان کے معنی خوشبو ہے۔ ابن جریر سے منقول ہے کہ ریحان کے معنی یہ ہیں کہ مومن کی روح خوشبو کے ساتھ نکلے گی اور ساتھ ہی یہ آیت: ﴿فاما ان کان من المقربین پھر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہے (الواقعۃ:۸۸)﴾ تلاوت فرمائی۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ ﷻ کے مقربین میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہو تو اُسے جنت کے پھولوں کی دو ٹہنیاں نہ دی گئی ہوں جسے وہ سونگھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷، ص ۲۲۷)

اغراض:

لام زائدۃ: آیت مبارکہ ﴿فلا اقسم﴾ میں لام زائد ہونے کے علاوہ تاکید کا بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ مقصود قسم ہے، ایک قول کے مطابق لام ابتدائیہ ہے جو کہ مبتدا محذوف پر داخل ہوا ہے اور تقدیری عبارت یوں ہوگی: ''انا اقسم''۔ پس حذف مبتدا کے باعث خبر متصل ہو گئی۔

مساقطھا لغروبھا: یہ قتادہ کا قول ہے، ایک قول کے مطابق نجوم (ستاروں) کی منازل ہیں، اور ایک قول کے مطابق نجوم کے مواقع ہیں اللہ نے قرآن کو نجما نجما اتارا اور اللہ نے (ابتداء) قرآن پاک کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا، پھر حضرت جبرائیل امین نے بیس سال کے عرصے میں نجما نجما نازل فرمایا۔ ای لو کنتم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لو﴾ کا جواب محذوف ہے .لعلمتم عظم ھذا القسم: میں اللہ کی عظیم قدرت اور کمال حکمت کی جانب اشارہ ہے، اور اس لئے کہ رات کے آخری پہر میں ستارے اللہ کی رحمت اور عطائیں لے کر نازل ہوتے ہیں۔ مصون: مصاحف قرآن تغیر و تبدل سے پاک ہیں، نہ تو باطل اس کے سامنے ٹھہر سکتا ہے اور نہ کچھ اپنی جانب سے اس میں شامل کر سکتا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون﴾۔ھو المصحف: ایک قول کے مطابق لوح محفوظ مراد ہے، پس اس صورت میں ﴿لا یمسہ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب منزل کی عظمت پر صرف فرشتے مطلع ہیں جو کہ معنوی گندگیوں سے پاک ہیں، اور اس آیت میں محدث (بے وضو شخص) کے مسِ مصحف پر ممانعت کی دلیل نہیں ہے۔

خبر بمعنی النھی: یعنی مطلق خبر کے ساتھ نہی کا ارادہ کیا گیا ہے، اور اگر ایسا نہ کریں تو قرآن کی خبر باقی رہے گی اور اللہ کی خبر کے خلاف کرنا لازم آئے گا اور اسلئے کہ کئی لوگ قرآن کو بغیر طہارت کے چھوتے ہیں اور اللہ کی خبر کے خلاف کرنا محال ہے اور دو وجوہات

میں سے ایک وجہ مفسر نے یہ بیان کی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں لام نہی کے لئے ہے۔ ماقبل حاشیہ نمبر''۴''ضرور پڑھ لیں۔منزل: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔
حیث قلتم: اور اس جملے کے قائل کافر تھے جو کہ ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے کہ ستارے بارش لاتے ہیں اور جو یہ نہ مانے وہ عاصی ہے۔
من البصیرۃ: معنی یہ ہے کہ تم (انسان) ملک الموت کے لشکر کو نہیں دیکھتے، وارد ہوتا ہے کہ ملک الموت کے لشکر شہ رگ کاٹتے ہیں ،روح کو پورے جسم سے جمع کرتے کرتے حلق تک لے آتے ہیں، پھر ملک الموت انسان کو موت دیتا ہے۔المتعلق بہ الشرطان: مراد﴿ان کنتم غیر مدینین﴾،﴿ان کنتم صادقین﴾ ہے۔
صادقین فی نفیہ: سے مراد دوسری شرط ہے۔ان نفیتم البعث: سے مراد پہلی شرط ہے۔عن محلھا: مراد جسد ہے، مراد یہ ہے کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو روح کو دوبارہ جسم میں داخل کر کے بتا دو، جب موت کی نفی نہیں کی جاتی تو پھر بعث بعد الموت کی نفی کیوں؟ کیونکہ اس کا ترتب بھی موت ہی پر ہوتا ہے۔ای فلہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ روح مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ای لہ السلامۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ﴿سلام﴾ بمعنی سلامتی ہے۔
تقدم: یعنی اللہ فرماتا ہے:''اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو، اس لئے کہ اُسے زمین وآسمان میں سب ہی پکارتے ہیں''، اور اللہ اپنی کتاب کے اسرار خوب جانتا ہے۔ (الصاوی، ج٦، ص ٥٦ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الحدید مکیۃ او مدنیۃ تسع وعشرون آیۃ

(سورۂ حدید مکیہ ہے یا مدنیہ ہے اس کی کل انتیس آیات مبارکہ ہیں)

تعارف سورۃ الحدید

اس سورت میں چار رکوع، انتیس آیتیں، پانچ سو چوالیس کلمے، ۲۴۷۶ حروف ہیں۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول غزوہ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہوا جب اسلام اور کفر کی جنگ بڑے نازک اور فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ بدر اور احد کی جنگیں مسلمانوں اور صرف کفار مکہ کے درمیان تھیں دیگر قبائل جو کہ مکہ کے دور نزدیک آباد تھے وہ ان دونوں جنگوں میں شامل نہ ہوئے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ جنگ مکہ کے دو گروہوں تک محدود ہے اس میں انہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے اور اہل مکہ بھی یہی خیال کئے ہوئے تھے کہ بے سہارا مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے وہی کافی ہیں انہیں کسی دوسرے قبیلے کی مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بدر کی غیر متوقع شکست فاش نے ان کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔ اس کا انتقام لینے کے لئے کفار مکہ نے جس مہم کا انتظام کیا تھا وہ اپنے وسائل اور افرادی قوت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو تہس نہس کر دیں گے۔ جب احد کی پہاڑ کی اترائی میں ان کا مقابلہ مٹھی بھر مسلمانوں سے ہوا تو اس لشکر کے ہوش اڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور اگر مسلمانوں سے جنگ احد میں کوتاہی نہ ہوتی تو جنگ احد کا نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ ابوسفیان جو اس وقت اگر چہ اپنے لشکر کو بچانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اپنے ارادوں میں کامیابی نہ حاصل کر سکا۔ اس کے بعد منافقوں کے بارے مشہور ہو گیا کہ یہ بظاہر مسلمان بننے کے دعویدار تھے لیکن اللہ ﷻ کی راہ میں جان اور مال خرچ کرنے کا جذبہ ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

رکوع نمبر: ۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سبح للہ مافی السموت والارض﴾اَیْ نَزَّھَہٗ کُلُّ شَیْءٍ فَاللَّامُ مَزِیْدَۃٌ وَجِیْءَ بِمَا تَغْلِیْبًا لِلْاَکْثَرِ ﴿وھو العزیز﴾فِیْ مِلْکِہٖ﴿الحکیم (۱)﴾فِیْ صُنْعِہٖ﴿لہ ملک السموت والارض یحی﴾بِالْاِنْشَاءِ ﴿ویمیت﴾بَعْدَہٗ﴿وھو علی کل شیء قدیر (۲) ھو الاول﴾قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ بِلَا بِدَایَۃٍ﴿والاخر﴾بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ بِلَا نِھَایَۃٍ﴿والظاھر﴾بِالْاَدِلَّۃِ عَلَیْہِ﴿والباطن﴾عَنْ اِدْرَاکِ الْحَوَاسِ ﴿وھو بکل شیء علیم (۳) ھو الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام﴾مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَوَّلُھَا الْاَحَدُ وَآخِرُھَا الْجُمُعَۃُ﴿ثم استوی علی العرش﴾اَلْکُرْسِیِّ اِسْتِوَاءً یَلِیْقُ بِہٖ﴿یعلم ما یلج﴾یَدْخُلُ﴿فی الارض﴾کَالْمَطَرِ وَالْاَمْوَاتِ﴿وما یخرج منھا﴾کَالنَّبَاتِ وَالْمَعَادِنِ﴿وما ینزل من السماء﴾کَالرَّحْمَۃِ وَالْعَذَابِ﴿وما یعرج﴾یَصْعَدُ﴿فیھا﴾کَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ وَالسَّیِّئَۃِ﴿وھو معکم﴾بِعِلْمِہٖ﴿این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر (۴) لہ ملک السموت والارض والی اللہ ترجع الامور (۵)﴾اَلْمَوْجُوْدَاتُ جَمِیْعُھَا﴿یولج الیل﴾یُدْخِلُہٗ﴿فی النھار﴾فَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ اللَّیْلَ﴿ویولج النھار فی الیل﴾فَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ النَّھَارَ﴿وھو علیم بذات الصدور (۶)﴾بِمَا فِیْھَا مِنَ الْاَسْرَارِ وَالْمُعْتَقِدَاتِ﴿امنوا﴾دُوْمُوْا عَلَی الْاِیْمَانِ﴿باللہ ورسولہ وانفقوا﴾فِیْ سَبِیْلِ اللہِ﴿مما جعلکم مستخلفین فیہ﴾من مَّالٍ مَنْ تَقَدَّمَکُمْ وَیَسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہِ مِنْ بَعْدِکُمْ

نَزَلَ فِیْ غَزْوَۃِ الْعُسْرَۃِ وَھِیَ غَزْوَۃُ تَبُوْکَ﴿فالذین امنوا منکم وانفقوا﴾اِشَارَۃٌ اِلٰی عُثْمَانَ﴿لھم اجر کبیر(۷)وما لکم لا تؤمنون﴾خِطَابٌ لِلْکُفَّارِ اَیْ لَا مَانِعَ لَکُمْ مِنَ الْاِیْمَانِ﴿باللہ والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم وقد اخذ﴾بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ وَکَسْرِ الْخَاءِ وَبِفَتْحِھِمَا وَنَصَبِ مَا بَعْدَہٗ﴿میثاقکم﴾عَلَیْہِ اَیْ اَخَذَہُ اللّٰہُ فِیْ عَالَمِ الذَّرِّ حِیْنَ اَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی﴿ان کنتم مؤمنین(۸)﴾اَیْ مُرِیْدِیْنَ الْاِیْمَانَ بِہٖ فَبَادِرُوْا اِلَیْہِ﴿ھو الذی ینزل علی عبدہ ایت بینت﴾اٰیَاتِ الْقُرْاٰنِ﴿لیخرجکم من الظلمت﴾اَلْکُفْرِ﴿الی النور﴾اَلْاِیْمَانِ﴿وان اللہ بکم﴾فِیْ اِخْرَاجِکُمْ مِنَ الْکُفْرِ اِلَی الْاِیْمَانِ﴿لرء وف رحیم(۹)وما لکم﴾بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ﴿الا﴾فِیْہِ اِدْغَامُ نُوْنِ اَنْ فِیْ لَامِ لَا﴿تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السموت والارض﴾بِمَا فِیْھِمَا فَیَصِلُ اِلَیْہِ اَمْوَالُکُمْ مِنْ غَیْرِ اَجْرِ الْاِنْفَاقِ بِخِلَافِ مَا لَوْ اَنْفَقْتُمْ فَتُؤْجَرُوْنَ﴿لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح﴾لِمَکَّۃَ﴿وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا﴾مِنَ الْفَرِیْقَیْنِ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِالرَّفْعِ مُبْتَدَاٌ﴿وعداللہ الحسنی﴾اَلْجَنَّۃَ﴿واللہ بما تعملون خبیر(۱۰)﴾فَیُجَازِیْکُمْ بِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یعنی ہر چیز اس کی تنزیہہ بیان کرتی ہے......۱......، اسم جلالت سے ماقبل لام زائدہ لایا گیا ہے اور یہاں ''من'' کے بجائے ''ما'' کو اکثر مخلوق میں غلبہ دینے کے لیے ذکر کیا گیا ہے) اور وہی غلبہ والا ہے (اپنے ملک میں) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت چلاتا ہے (ابتداء پیدا فرما کر) اور (اس کے بعد) مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے وہی اول (قدیم، ہر شے سے اول بلا ابتداء) وہی آخر (ہر شے کے ہلاک وفنا کے بعد رہنے والا اس کے لیے انتہاء نہیں) وہی ظاہر (دلائل و براہین سے) وہی باطن (جو اس کے ادراک سے عاجز ہیں......۲......) وہی سب کچھ جانتا ہے وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے (ایام دنیا سے جن میں پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا) پھر عرش (یعنی کرسی) پر استواء فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے......۳......) جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے (جیسے بارش کا پانی اور مردے، یولج بمعنی یدخل ہے) اور جو اس سے باہر نکلتا ہے (جیسے نباتات ودھات) اور جو آسمان سے اترتا ہے (جیسے رحمت اور عذاب) اور جو اس میں چڑھتا ہے (جیسے اچھے اور برے اعمال، یعرج بمعنی یصعد ہے) اور وہ تمہارے ساتھ ہے (اپنے علم کے ساتھ) تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع (یعنی تمام ہی موجودات کی) رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے (تو دن بڑا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے، یولج بمعنی یدخل ہے) اور دن کو رات کے حصہ میں کرتا ہے (تو رات بڑی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے، یولج بمعنی یدخل ہے) اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے (یعنی دل میں موجود راز وعقائد کو) ایمان لاؤ اللہ اور ان کے رسول پر (یعنی ایمان پر مداومت رکھو) اور خرچ کرو (اللہ عزوجل کی راہ میں) اس میں سے جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا (یعنی تم اپنے سے پہلے گزرنے والے کے اموال میں سے خرچ کرو جن کا ہم نے تمہیں جانشین بنا دیا ہے، یہ آیت مبارکہ غزوہ عسرۃ یعنی جنگ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی......۴......) تو تم میں جو ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے......۵......) ان کے لیے بڑا ثواب ہے اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے (یہ خطاب کفار سے ہے یعنی ایمان لانے سے

تمہارے لیے کچھ مانع نہیں ہے) حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک وہ لے چکا ہے(''اخذ'' فعل کو مجہول بھی پڑھا گیا ہے یعنی ہمزہ مضمومہ خاء مکسورہ اور ذال مفتوحہ کے ساتھ) عہد (ایمان پر یعنی اللہ عزوجل نے عالم ارواح میں جب خود انہیں ان کی ذاتوں پر گواہ بنایا تھا تو فرمایا تھا'' الست بربکم ''تو انہوں نے کہا تھا کیوں نہیں) اگر تم مومن ہو(یعنی اگر تم ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہو تو جلدی ایمان لے آؤ) وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے(یعنی قرآن پاک کی آیتیں) تاکہ تمہیں اندھیریوں (یعنی کفر) سے نور (یعنی اسلام) کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر (تمہیں کفر سے ایمان کی طرف نکالنے میں) ضرور مہربان رحم فرمانے والا ہے اور تمہیں کیا ہے (ایمان لے آنے کے بعد) کہ نہ(''الا'' اصل میں ''ان لا'' تھا''ان'' کے نون کا لام میں ادغام کردیا گیا ہے) خرچ کرو تم اللہ کی راہ میں حالانکہ آسمانوں اور زمین (اور ان میں موجود تمام اشیاء) سب کا وارث اللہ ہی ہے (بالآخر یہ تمہارے اموال اس تک پہنچ جائیں گے مگر تمہیں خرچ کرنے کا اجر نہیں ملے گا اس کے برخلاف اگر تم خرچ کرو گے تو تمہیں راہ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب مل جائے گا) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح (مکہ) سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور سب سے (یعنی دونوں فریقوں سے، لفظ ''کل'' ایک قرائت میں مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے) اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿سبح للہ ما فی السموت والارض وھو العزیز الحکیم﴾

سبح للہ: فعل وظرف لغو، ما: موصولہ، فی: جار، السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الارض: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ھو: مبتدا، العزیز الحکیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لہ ملک السموت والارض یحی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر﴾

لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملک السموت والارض: مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، یحی: فعل بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمیت: فعل بافاعل، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، علی کل شیء: ظرف لغو مقدم، قدیر: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم﴾

ھو: مبتدا، الاول: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الاخر والظاھر والباطن: معطوفات، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، بکل شیء علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھو الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش﴾

ھو: مبتدا، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، السموت والارض: مفعول، ستۃ ایام: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استوی علی العرش: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا﴾

یعلم: فعل بافاعل، ما: موصولہ، یلج فی الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مایخرج منھا: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ماینزل من السماء: موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، مایعرج فیھا: موصول صلہ، ملکر معطوف ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وھو معکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر﴾
و: عاطفہ، ھو: مبتدا، معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اینما: اسم شرط، فی محل نصب ظرف مکان متعلق بمحذوف خبر مقدم، کنتم: فعل ناقص بااسم، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "فھو معکم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، بماتعملون بصیر: شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لہ ملک السموت والارض والی اللہ ترجع الامور یولج الیل فی النھار ویولج النھار فی الیل﴾
لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملک السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الی اللہ: ظرف لغو مقدم، ترجع الامور: فعل الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، یولج الیل فی النھار: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یولج النھار فی الیل: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وھو علیم بذات الصدور امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ﴾
و: عاطفہ، ھو: مبتدا، علیم بذات الصدور: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، امنوا: فعل امر بافاعل، باللہ ورسولہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، انفقوا: فعل امر بافاعل، من: جار، ما: موصولہ، جعلکم: فعل بافاعل ومفعول، مستخلفین فیہ: شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر﴾
ف: مستانفہ، الذین: موصول، امنوا منکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انفقوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، اجر کبیر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما لکم لا تومنون باللہ والرسول یدعوکم لتومنوا بربکم وقد اخذ میثاقکم﴾
و: مستانفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، لاتومنون: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، الرسول: مبتدا، یدعوا: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، اخذ میثاقکم: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، کم: ضمیر مفعول، لام: جار، تومنوا بربکم: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، باللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان کنتم مومنین﴾ ان: شرطیہ، کنتم مؤمنین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فالان ظھرت اعلام الیقین" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ھو الذی ینزل علی عبدہ ایت بینت لیخرجکم من الظلمت الی النور﴾
ھو: مبتدا، الذی: موصول، ینزل علی عبدہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ایت بینت: مفعول، لام: جار، یخرجکم: فعل بافاعل ومفعول، من الظلمت: ظرف لغو اول، الی النور: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان اللہ بکم لرء وف رحیم﴾ و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بکم: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، رء وف: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر اول، رحیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السموت والارض﴾
و: مستانفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، ان: مصدریہ، لاتنفقوا فی سبیل اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر فی

جار مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر اسمیں "ھو" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، میراث السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل مصدر محذوف الفاعل وظرف مستقر سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل﴾

لایستوی: فعل نفی، منکم: ظرف مستقر حال مقدم، من: موصولہ، انفق من قبل الفتح: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قاتل: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا﴾

اولئک: مبتدا، اعظم: اسم تفضیل با "ھو" ضمیر ممیز، درجۃ: تمیز، ملکر فاعل، من: جار، الذین: موصول، انفقوا من بعد: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قاتلوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکلا وعداللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر﴾

و: عاطفہ، کل: مفعول مقدم، وعداللہ: فعل وفاعل، الحسنی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، بما تعملون خبیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......**لا یستوی منکم من انفق** ......☆کلبی نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے اور جنہوں نے راہ خدا میں سب سے پہلے مال خرچ کیا اور رسول کریم ﷺ کی حمایت کی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے؟

۱......زجاج کے مطابق تسبیح سے مراد کلام کرنا ہے، اور اس کی احتیاج دو فرامین سے ہوتی ہے ﴿وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم اس کی تسبیح نہ سمجھتے (الاسراء: ٤٤)﴾، اور اگر یہاں تسبیح سے مراد صانع عالم کی صنعت پر آثار دلالت مقصود ہوتے تو وہ سمجھ لیتے۔ مزید فرمایا: ﴿وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے (الانبیاء: ۷۹)﴾۔ اگر یہاں تسبیح کے ذریعے صانع عالم کی صنعت پر دلالت مقصود ہوتی تو اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی تخصیص نہ پائی جاتی، پس یہ کلام دونوں دلائل کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ اللہ عزوجل نے پہاڑوں میں حیات رکھی ہے یہاں تک کہ وہ تسبیح بھی کرسکتے ہیں۔ لیکن یہاں تسبیح سے مراد عام ہے یعنی عاقل کی تسبیح کرنا یا جمادات کا تسبیح کرنا، پس اس لئے مفسر نے دو وجوہات بیان کی ہیں: (۱)......تسبیح سے مراد اللہ عزوجل کی عظمت وپاکی بیان کرنا مقصود ہے۔ (۲)......ہر ایک کی تسبیح اس کے حسب حیثیت ہوا کرتی ہے جس میں عندالشرع کوئی مانع ودافع کوئی حرج واقع نہ ہوتا ہو، پس جب یہ بات سمجھ لی تو پھر ہم کہیں گے کہ ہم اس آیت میں تسبیح سے بالقول تسبیح مراد لیتے ہیں، پس اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ما فی السموت جو کچھ آسمانوں میں﴾ سے مراد جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے، اب آسمانوں میں حاملین عرش بھی ہیں جن کے بارے میں فرمان باری: ﴿فان استکبروا فالذین عند ربک یسبحون تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہے رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں (فصلت: ۳۸)﴾ اور مزید مقربون کے بارے میں فرمان مقدس نشان ہے: ﴿قالوا سبحنک انت ولینا من

دو نہم وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو تو ہمارا دوست ہے نہ وہ (سبا: ٤١) ﴾ اور دیگر ملائکہ کے بارے میں ہے: ﴿قالوا سبحنک ما کان ینبغی لنا وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار (حق) نہ تھا (الفرقان:١٨) ﴾، اور زمین پر تسبیح کرنے والوں میں حضرات انبیائے کرام بھی ہوتے ہیں جیسا کہ فرامین مقدسہ ہیں: حضرت ذوالنون علیہ السلام نے فریاد کی ﴿لا الہ الا انت سبحنک کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاکی ہے تجھ کو (الانبیاء:٨٧) ﴾، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکارا ﴿سبحانک تبت الیک پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا (الاعراف:١٤٣) ﴾، صحابہ تسبیح کرتے تھے ﴿سبحنک فقنا عذاب النار پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا (آل عمران:١٩١) ﴾۔ زمین و آسمان کی تسبیحات سے معنوی اعتبار سے تسبیح کرنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے، پس آسمان کے اجزاء، زمین کے ذرات، پہاڑ، ریت، دریا، درخت، چوپائے، جنت، دوزخ، عرش، کرسی، لوح، قلم، نور، ظلمت، ذوات، صفات، اجسام، اعراض ہر ایک اللہ ﷻ کے خوف میں سرشار ہو کر تسبیح کرتے ہیں جس کا بیان: ﴿وان من شیء الا یسبح بحمدہ اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوتی اس کی پاکی نہ بولے (الاسراء:٤٤) ﴾ میں بھی ہوتا ہے اور اگر تسبیح سے مراد سجدہ کرنا ہو تو پھر اس کا بیان اللہ ﷻ کے فرمان میں یوں ملتا ہے: ﴿وللہ یسجد ما فی السموت وما فی الارض اور اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (النحل:٤٩) ﴾، ﴿وھو العزیز الحکیم اور وہی عزت و حکمت والا ﴾۔ پس اللہ ﷻ قادر مطلق ہے اور اس آیت میں اس کے کمال قدرت کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے، اور الحکیم میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے علم سے کسی قسم کی جزئیات، کلیات وغیرہ کا بیان چھپ نہیں سکتا۔ (الرازی، ج١٠، ص٤٤٢)

اللہ کے اول، آخر، ظاہر و باطن ہونے کے معنی:

٢۔۔۔۔۔اللہ ﷻ کی ذات ہر چیز سے پہلے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہے گا۔ ذات کا اعتبار کیا جائے تو غیر کو نہ دیکھا جائے کیونکہ درحقیقت اللہ ﷻ کا وجود اصل ہے جو کہ انفکاک اور زوال کا احتمال نہیں رکھتا، جب کہ دوسری اشیاء کا وجود اللہ ﷻ کے وجود سے مستعار ہے۔ ذات کو دیکھا جائے تو اللہ ﷻ ہر شے کے بعد ہے اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ ظہور کے اعتبار سے دیکھیں تو اللہ ﷻ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کیونکہ کسی چیز کا ظہور اس کے وجود کی وجہ سے ہوتا ہے اور معدوم کے لئے کوئی ظہور نہیں ہوتا، جب کہ کائنات کی ہر چیز کا وجود اللہ ﷻ ہی کے وجود سے حاصل شدہ اور اس کا سایہ ہے، اس اعتبار سے ہر چیز کا ظہور اس کے ظہور کی فرع ہوا مگر اللہ ﷻ کے کمال ظہور اور اس کے وجود کے پھیلاؤ کی وجہ سے وہ آنکھوں سے مخفی ہے کیونکہ آنکھوں میں کوتاہی پائی جاتی ہے جس طرح چمگادڑ کی آنکھ سے سورج مخفی ہو جاتا ہے اسی طرح نصف النہار ظہور کی شدت اور نور میں تیزی و کمال کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اللہ ﷻ اپنے کمال ظہور کی وجہ سے مخفی نیز جہاں تک اس کی ذات کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہر چیز سے مخفی ہے، اس کی ذات سے بڑھ کر کوئی چیز مخفی نہیں یہاں تک کہ حضرات انبیائے کرام، صدیقین جو تمام ذوات میں بہتر ہیں وہ بھی اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں (مگر سید عالم ﷺ کا اللہ ﷻ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا مستثنیٰ ہے)۔ (المظہری، ج٧، ص٢٦)

استوائے باری تعالیٰ میں اعلیٰ حضرت کا مؤقف:

٣۔۔۔۔۔قرآن مجید فرقان حمید میں پانچ مقامات پر استوائے باری ﷻ ذکر ہوا ہے: ﴿ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (یونس:٣) ﴾، ﴿اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونہا ثم

استوی علی العرش اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (الرعد:۲)﴾، ﴿تنزیلا ممن خلق الارض والسموت العلی الرحمن علی العرش استوی اس کا اتارا ہوا جس نے زمین اور آسمان بنائے وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (طہ:۴تا۵)﴾، ﴿الذی خلق السموت والارض وما بینھما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (الفرقان:۵۹)﴾، ﴿ھو الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش وہی ہے جس نے زمین اور آسمان چھ دن میں پیدا کئے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (الحدید:۴)﴾۔

اس مسئلے میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں:

(۱)......استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، یہ زبانِ عرب سے ثابت و پیدا ہے، عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے، اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے۔ (۲)......استواء بمعنی علو ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت وسلطان، یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب ''الاسماء والصفات'' میں ذکر فرمائے۔ (۳)......استواء بمعنی قصد وارادہ ہے، یعنی اللہ عزوجل عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع فرمائی، یہ تاویل اہل سنت امام ابو الحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انه الصواب یہ ٹھیک ہے، نقله الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان یعنی یہی تاویل امام جلال الدین سیوطی نے ''الاتقان'' میں لکھی۔ (۴)......استواء بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا، دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے، قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو، استواء بمعنی تمامی خود قرآن میں ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فلما بلغ اشده واستوی (القصص:۱۴)﴾۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، رساله: قوارع القهار علی المجسمة الفجار، ج۲۹، ص ۱۲۵ وغیرہ)

غزوۂ تبوک کس کے خلاف وقوع پذیر ہوا؟

۴......یہ غزوہ عرب کے کسی قبیلے کے خلاف نہ تھا نہ ہی مکہ کے قریش کے خلاف بھی نہ تھا بلکہ رومی سلطنت کے خلاف تھا جو مدینہ پر حملہ آور مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دینے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی کرتے ہوئے رومی علاقے میں تبوک کے مقام پر خیمہ زن ہوئے تھے۔ ایسی مہم کو سرانجام دینے کے لئے جتنے سرمایہ کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور دیگر اکابر صحابہ نے ایثار وفدائیت کے ایسے ایسے مظاہرے کئے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی ایمان تازہ ہو جاتا ہے، لیکن بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مسلمان تو تھے مگر اللہ کی راہ میں مال پیش کرنا ان کے لئے بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ ان کو برانگیختہ کرنے کے لئے انہیں پھر دعوتِ ایمان دی جا رہی تھی۔ اور جو عہد وہ پہلے کر چکے ہیں وہ یاد دلایا جا رہا ہے تاکہ آزمائش کے اس وقت میں وہ ناکام نہ ہو جائیں۔ (ضیاء القرآن، ج۵، ص ۱۱۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انفاق پر دو روایات:

۵......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مسلمانوں کے لئے بئر رومہ وقف کیا اُس کے لئے جنت کی بشارت ہے''، پس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کر لی۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جیش العسرۃ کو سامان مہیا کر دیا اس کے لئے جنت کی بشارت ہے''، یہ خدمت بھی حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سرانجام دی۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب:مناقب عثمان غنی، ص ۶۲۱)

اغراض:

تغلیبا للاکثر: مراد غیر عاقل ہے، پس آسمان وز مین جہتِ علیا اور سفلی ہیں اور اس میں نفسِ سماوات اور ارض شامل ہیں، اور جان۔ لہٰذا چاہیے کہ عقلاء کی تسبیح جو کہ زبان سے ہوتی ہے اس پر سب کا اتفاق ہے اور غیر عقلاء کی تسبیح کرنے پرا... جاتا ہے کہ غیر عقلاء کی تسبیح بالحال صانع عالم کی ہر نقص سے پاکی بیان کرنے پر دلیل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقلاء کی تسبیح کرنے کا بھی یہی حال ہے لیکن غیر عقلاء کی تسبیح کو ہم نہیں جانتے مگر جس کو اللہ (کسی ذریعہ) سے خاص فرمادے۔ **فی ملکہ:** یعنی اللہ اپنے امر میں غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں ہوسکتا۔ **بالانشاء:** عدم سے پیدا کر کے زندہ کرتا ہے، اس جملے میں اُن لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ زندگی بغیر قتل کے حیات کے ترک کرنے کا نام ہے، مثلاً نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں، پس دو آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو قتل کروا دیا۔ **بعدہ:** یعنی زندگی ملنے کے بعد موت کا پایا جانا، اور حیات ثانی کے بعد موت... جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی﴾۔ **بلا بدایة:** یعنی اللہ کے وجود کی کوئی افتتاح نہیں ہے۔

بعد کل شیء: یعنی اللہ اپنے وجود کے ساتھ باقی رہے گا جب کہ باقی چیزوں کو فنا ہے، اور اس جواب سے یہ شبہ بھی دور ہوتا ہے جو پیش کیا جاتا ہے: ''جنت دوزخ اور جو کچھ بھی اِس میں ہے، اِن پر فناء نہیں ہوتی، اس لئے کہ جو بھی عدم کے بعد موجود ہے وہ فنا کے قابل ہے اور جسے بقاء ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے نہ کہ اُس کی ذاتی۔

عن ادراک الحواس: اللہ کی ذات حواس کے ادراک سے پوشیدہ ہے، پس ظاہری اور باطنی اعتبار سے کوئی چیز اِس پر محیط نہیں ہے نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں، اور آخرت میں اللہ کی رویت اور اس کے کلام کا سننا کیف وانحصار واحاطہ کے علاوہ ہوگا کیونکہ تمام مخلوق اللہ کی ذات کے احاطے سے عاجز ہے اور جب بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے تو اللہ اس کے خوف، ہیبت اور عاجز ہونے میں اضافہ کرتا ہے۔ **استواء یلیق بہ:** سلف کا نظریہ تو بار ہا بیان ہوا ہے لیکن خلف نے استوائے باری کو قہر اور غلبہ سے تعبیر کیا ہے۔ **بعلمہ:** سے قدرت وارادہ مراد ہے، پس معیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اپنی مخلوق پر متصرف ہے۔

بما فیھا من الاسرار والمعتقدات: سے مراد خیر وشر کے بھید اور عقائد ہیں۔ **من مال من تقدمکم:** یعنی تم اپنے سے پہلے لوگوں کے جانشین ہو، اور درست یہ ہے کہ مراد وہ مال لئے جائیں جو پہلے کے تھے اور اللہ نے تمہیں اُس میں تصرف کا اختیار دے دیا اور مال کا حقیقی مالک اللہ ہے اور اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جانشین بنایا اور تصرف کا اختیار بھی دیا اور پھر اُن کی اولاد کو بھی اختیار دیا۔

وھی غزوۃ تبوک: حاشیہ نمبر ''۵'' دیکھیں۔ **اشارۃ الی عثمان:** نے تبوک کے موقع پر تین سو اونٹ مع ساز وسامان کے راہ خدا میں عطا فرمائے، اور ایک ہزار دینار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر رکھ دیئے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی نے جیشِ عسرت میں ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں فرمایا: ''عثمان کو اس عمل کے بعد کسی (نفلی) عمل کی حاجت نہیں ہے''۔ اور ایک روایت میں یوں ہے: ''اللہ تیری بخشش کرے اے عثمان! ، جو تو نے پوشیدہ اور ظاہر دیا، وہ قیامت تک (باقی) رہے گا اور اس کے بعد تجھے کسی (نفلی عمل) کی حاجت نہیں ہے''۔ اور اس آیت میں حضرت عثمان کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ کی طرف اشارہ ہے۔ **ای لا مانع لکم من الایمان:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری ﴿مالکم﴾ بمعنی نفی ہے۔

ای مریدین الایمان بہ: اللہ کے فرمان ﴿وما لکم لا تؤمنون باللہ﴾، ﴿ان کنتم مؤمنین﴾ کیسے فرمایا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ معنی یہ ہے کہ اگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤ تو ان دونوں کی شریعتیں

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سرانجام دی۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب:مناقب عثمان غنی،ص ۶۲۱)

اغراض:

تغلیبا للاکثر: مراد غیر عاقل ہے، پس آسمان وزمین جہتِ علیا اور سفلی ہیں اور اس میں نفسِ سماوات اور ارض شامل ہیں، اور جان لینا چاہیے کہ عقلاء کی تسبیح جو کہ زبان سے ہوتی ہے اس پر سب کا اتفاق ہے اور غیر عقلاء کی تسبیح کرنے پر ... جا ما ہے کہ غیر عقلاء کی تسبیح بالحال صانع عالم کی ہر نقص سے پاکی بیان کرنے پر دلیل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقلاء کی تسبیح کرنے کا بھی یہی حال ہے لیکن غیر عقلاء کی تسبیح کو ہم نہیں جانتے مگر جس کو اللہ (کسی ذریعہ) سے خاص فرمادے۔فی ملکہ: یعنی اللہ اپنے امر میں غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں ہوسکتا۔بالانشاء: عدم سے پیدا کر کے زندہ کرتا ہے، اس جملے میں اُن لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ زندگی بغیر قتل کے حیات کے ترک کرنے کا نام ہے، مثلاً نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں، پس دو آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو قتل کروادیا۔بعدہ: یعنی زندگی ملنے کے بعد موت کا پایا جانا، اور حیات ثانی کے بعد موت ... جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی﴾۔بلا بدایۃ: یعنی اللہ کے وجود کی کوئی افتتاح نہیں ہے۔ بعد کل شیء: یعنی اللہ اپنے وجود کے ساتھ باقی رہے گا جب کہ باقی چیزوں کو فنا ہے، اور اس جواب سے یہ شبہ بھی دور ہوتا ہے جو پیش کیا جاتا ہے: ''جنت دوزخ اور جو کچھ بھی اِس میں ہے، اِن پر فنا نہیں ہوگی، اس لئے کہ جو بھی عدم کے بعد موجود ہے وہ فنا کے قابل ہے اور جسے بقاء ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے نہ کہ اُس کی ذاتی۔

عن ادراک الحواس: اللہ کی ذات حواس کے ادراک سے پوشیدہ ہے، پس ظاہری اور باطنی اعتبار سے کوئی چیز اس پر محیط نہیں ہے نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں، اور آخرت میں اللہ کی رویت اور اس کے کلام کا سننا کیف وانحصار واحاطہ کے علاوہ ہوگا کیونکہ تمام مخلوق اللہ کی ذات کے احاطے سے عاجز ہے اور جب بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے تو اللہ اس کے خوف، ہیبت اور عاجز ہونے میں اضافہ کرتا ہے۔استواء یلیق بہ: سلف کا نظریہ تو بار ہا بیان ہوا ہے لیکن خلف نے استوائے باری کو قہر اور غلبہ سے تعبیر کیا ہے۔بعلمہ: سے قدرت وارادہ مراد ہے، پس معیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اپنی مخلوق پر متصرف ہے۔

بما فیھا من الاسرار والمعتقدات: سے مراد خیر وشر کے بھید اور عقائد ہیں۔ من مال من تقدمکم: یعنی تم اپنے سے پہلے لوگوں کے جانشین ہو، اور درست یہ ہے کہ مراد وہ مال لئے جائیں جو پہلے کے تھے اور اللہ نے تمہیں اُس میں تصرف کا اختیار دے دیا اور مال کا حقیقی مالک اللہ ہے اور اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جانشین بنایا اور تصرف کا اختیار بھی دیا اور پھر اُن کی اولاد کو بھی اختیار دیا۔

وھی غزوۃ تبوک: حاشیہ نمبر ''۵'' دیکھیں۔اشارۃ الی عثمان: نے تبوک کے موقع پر تین سو اونٹ مع ساز وسامان کے راہِ خدا میں عطا فرمائے، اور ایک ہزار دینار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر رکھ دیئے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی نے جیشِ عسرت میں ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں فرمایا: ''عثمان کو اس عمل کے بعد کسی (نفلی) عمل کی حاجت نہیں ہے''۔اور ایک روایت میں یوں ہے: ''اللہ تیری بخشش کرے اے عثمان!، جو تو نے پوشیدہ اور ظاہر دیا، وہ قیامت تک (باقی) رہے گا اور اس کے بعد تجھے کسی (نفلی عمل) کی حاجت نہیں ہے''۔اور اس آیت میں حضرت عثمان کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ کی طرف اشارہ ہے۔ای لا مانع لکم من الایمان: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری ﴿مالکم﴾ بمعنی نفی ہے۔ ای مریدین الایمان بہ: اللہ کے فرمان ﴿وما لکم لا تؤمنون باللہ﴾، ﴿ان کنتم مؤمنین﴾ کیسے فرمایا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ معنی یہ ہے کہ اگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤ تو ان دونوں کی شریعتیں

تمہیں حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہیں۔ فبادروا الیہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے۔ لمكة: ایک قول صلح حدیبیہ کا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ (الصاوی، ج۶،ص ۵۹وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿من ذاالذی یقرض الله﴾بِاِنْفَاقِ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴿قرضا حسنا﴾بِاَنْ یُنْفِقَهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰی﴿فیضعفه له﴾وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ فَیُضَعِّفُهٗ بِالتَّشْدِیْدِ مِنْ عَشْرٍ اِلٰی اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ كَمَا ذُكِرَ فِی الْبَقَرَةِ ﴿وله﴾مَعَ الْمُضَاعَفَةِ﴿اجر كريم (۱۱)﴾مُقْتَرَنٌ بِهٖ رِضًا وَاِقْبَالٌ اُذْكُرْ﴿يوم ترى المومنين والمؤمنت يسعى نورهم بين ايديهم﴾اَمَامَهُمْ﴿و﴾يَكُوْنُ﴿بايمانهم﴾وَيُقَالُ لَهُمْ﴿بشركم اليوم جنت﴾اَیْ دُخُوْلُهَا﴿تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها ذلك هو الفوز العظيم (۱۲)يوم يقول المنفقون والمنفقت للذين امنوا انظرونا﴾اَبْصِرُوْنَا وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الظَّاءِ اَیْ اَمْهِلُوْنَا﴿نقتبس﴾نَاْخُذِ الْقَبَسَ وَالْاِضَاءَ ةَ﴿من نوركم قيل﴾لَهُمْ اِسْتِهْزَاءً بِهِمْ﴿ارجعوا وراءكم فالتمسوا نورا﴾فَرَجَعُوْا﴿فضرب بينهم﴾وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿بسور﴾قِيْلَ هُوَ سُوْرُ الْاَعْرَافِ﴿له باب باطنه فيه الرحمة﴾مِنْ جِهَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿وظاهره﴾مِنْ جِهَةِ الْمُنَافِقِيْنَ﴿من قبله العذاب (۱۳)ينادونهم الم نكن معكم﴾عَلَى الطَّاعَةِ﴿قالوا بلى ولكنكم فتنتم انفسكم﴾بِالنِّفَاقِ﴿وتربصتم﴾بِالْمُؤْمِنِيْنَ الدَّوَائِرَ﴿وارتبتم﴾شَكَكْتُمْ فِیْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ﴿وغرتكم الامانى﴾اَلْاِطْمَاعُ﴿حتى جاء امر الله﴾اَلْمَوْتُ﴿وغركم بالله الغرور (۱۴)﴾اَلشَّيْطَانُ﴿فاليوم لايؤخذ﴾بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ﴿منكم فدية ولا من الذين كفروا مأوكم النار هى مولكم﴾اَوْلٰى بِكُمْ﴿وبئس المصير (۱۵)﴾هِیَ﴿الم يأن﴾يَحِنْ﴿للذين امنوا﴾نَزَلَتْ فِیْ شَانِ الصَّحَابَةِ لَمَّا اَكْثَرُوا الْمِزَاحَ﴿ان تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل﴾بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ﴿من الحق﴾اَلْقُرْآنِ﴿ولا يكونوا﴾مَعْطُوْفٌ عَلٰى تَخْشَعُ﴿كالذين اوتوا الكتب من قبل﴾هُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی﴿فطال عليهم الامد﴾اَلزَّمَنُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اَنْبِيَائِهِمْ﴿فقست قلوبهم﴾لَمْ تَلِنْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴿وكثير منهم فسقون(۱۶)اعلموا﴾خِطَابٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ﴿ان الله يحى الارض بعد موتها﴾بِالنَّبَاتِ فَكَذٰلِكَ يَفْعَلُ بِقُلُوْبِكُمْ بِرَدِّهَا اِلَى الْخُشُوْعِ﴿قد بينا لكم الايت﴾اَلدَّالَّةَ عَلٰى قُدْرَتِنَا بِهٰذَا وَغَيْرِهٖ﴿لعلكم تعقلون (۱۷)ان المصدقين﴾مِنَ التَّصَدُّقِ اُدْغِمَتِ التَّاءُ فِی الصَّادِ اَیِ الَّذِيْنَ تَصَدَّقُوْا﴿والمصدقت﴾اَللَّاتِیْ تَصَدَّقْنَ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِتَخْفِيْفِ الصَّادِ فِيْهِمَا مِنَ التَّصْدِيْقِ الْاِيْمَانِ﴿واقرضوا الله قرضا حسنا﴾رَاجِعٌ اِلَى الذُّكُوْرِ وَالْاِنَاثِ بِالتَّغْلِيْبِ وَعَطْفُ الْفِعْلِ عَلَى الْاِسْمِ فِیْ صِلَةِ اَلْ لِاَنَّهٗ فِيْهَا حَلَّ مَحَلَّ الْفِعْلِ وَذِكْرُ الْقَرْضِ بِوَصْفِهٖ بَعْدَ التَّصْدِيْقِ تَقْيِيْدٌ لَهٗ﴿يضعف﴾وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ يُضَعَّفُ بِالتَّشْدِيْدِ اَیْ قَرْضُهُمْ﴿لهم ولهم اجر كريم (۱۸)والذين امنوا بالله ورسله اولئك هم الصديقون﴾اَلْمُبَالِغُوْنَ فِی التَّصْدِيْقِ﴿والشهداء عند ربهم﴾عَلَى الْمُكَذِّبِيْنَ مِنَ الْاُمَمِ﴿لهم اجرهم

ونورھم والذین کفروا و کذبوا بایتنا﴾اَلدَّالَّۃِ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِنَا﴿اولئک اصحب الجحیم(۱۹)﴾اَلنَّارِ.

﴿ترجمہ﴾

کون ہے جو اللہ کو قرض دے (اپنا مال راہ خدا عزوجل میں خرچ کر کے) اچھا قرض (یوں کہ وہ اللہ عزوجل ہی کے لیے خرچ کرے) تو وہ اس کے لیے دونے کرے (ایک قرائت میں '' فیضعفہ '' کو مشدد پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ بڑھوتی دس سے لے کر سات سو سے زیادہ ہوگی ......۱...... جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے) اور اس کے لیے (اس اضافہ کے ساتھ ساتھ) عزت والا ثواب ہے (اجر کریم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل کی رضا وخوشنوری متصل ہو یاد کرو!) جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے دوڑتا ان کے آگے (بین ایدیھم بمعنی امامھم یعنی آگے کے ہے) اور ان کے دہنے (''بایمانھم'' سے پہلے یکون فعل ناقص محذوف ہے، ان سے فرمایا جا رہا ہے) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات جنت ہے (یعنی اس جنت میں داخلہ) جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو (انظرنا بمعنی ابصرونا ہے، اور ایک میں ''انظرونا'' ہمزہ مفتوحہ اور ظاء مکسورہ کے ساتھ ہے بمعنی امھلونا یعنی تم ہمیں مہلت دو) ہم حصہ لیں (اس سے روشنی اور چمک لے لیں ......۲......) تمہارے نور میں کچھ (ان سے) کہا جائے گا (بطور استہزاء) اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو (یہ سنکر وہ پلٹ جائیں گے) جبھی ان کے درمیان (اور مسلمانوں کے درمیان) ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی (کہا گیا ہے یہ وہی دیوار ہے جس کا ذکر سورۂ اعراف میں گزر چکا) جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت (جو مومنین کی چھت میں ہوگا) اور اس کے باہر کی طرف عذاب (جو منافقین کی چھت میں ہوگا ......۳......) منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا (فرمانبرداری میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو (منافقت کر کے) اپنی جان فتنہ میں ڈالی اور تم انتظار کرتے تھے (مسلمانوں پر گردشوں کا) اور شک رکھتے تھے (دین اسلام کے بارے میں، ارتبتم بمعنی شککتم ہے) اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا (الامانی بمعنی الاطماع ہے) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا (یعنی موت آگئی) تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی (یعنی شیطان) نے مغرور رکھا تو آج نہ تم سے لیا جائے (''یوخذ'' علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کوئی فدیہ اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانہ آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے (وہ تمہارے زیادہ لائق ہے) اور کیا ہی برا انجام (مخصوص بالذم ''ھی'' ضمیر یہاں محذوف ہے) کیا وہ وقت نہ آیا (لم یان بمعنی لم یحن ہے) ایمان والوں کو (جب صحابہ کرام آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا (مراد اس سے قرآن پاک ہے ......۴......، نزل فعل مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور ان جیسے نہ ہو (''ولا یکونوا'' کا عطف تخشع پر ہے) جن کو پہلے کتاب دی گئی (مراد اس سے یہود ونصاری ہیں) پھر ان پر مدت دراز ہوئی (ان کے اور ان کے انبیاء کرام کے مابین ایک زمانہ گزر گیا) تو ان کے دل سخت ہوگئے (وہ اللہ عزوجل کی یاد سے بھی نرم نہیں ہوئے) اور ان میں بہت فاسق ہیں جان لو (یہ خطاب مذکورہ مسلمانوں سے ہے) کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے (نباتات کے ذریعے، پس یہی معاملہ وہ تمہارے دلوں کے ساتھ فرمائے یوں کہ وہ تمہارے دلوں کو خشوع وخضوع کی طرف پھیر دے گا) بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں (جو اس بات وغیرہ پر ہماری قدرت ہونے پر دلالت کرتی ہیں) کہ تمہیں سمجھ ہو بیشک صدقہ دینے والے مرد (''المصدقین'' تصدق سے ماخوذ ہے یہاں یاء کو صاد میں مدغم کیا گیا ہے یہ بمعنی الذین تصدقوا ہے) اور صدقہ دینے والی عورتیں (المصدقت بمعنی اللاتی تصدقن ہے، ایک قرائت میں ان دونوں الفاظ کو مخفف پڑھا گیا ہے بمعنی ایمان کی تصدیق کرنے والے) اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا

قرض دیا (یہ کلام مذکور مردوں اور عورتوں کی طرف راجع ہے صیغہ مذکر تغلیبا ذکر کیا گیا ہے اور یہاں فعل کا عطف اس اسم پر کیا گیا ہے جو کہ "ال" کا صلہ ہے اور فعل کے قائم مقام ہے تصدیق کا ذکر کرنے بعد قرض کو ذکر کرنا تصدق کو مقید کرنے کے لیے ہے) ان کے دو نے ہیں (یعنی ان کے قرض کا ثواب دونا ہے، ایک قرائت میں "یضعف" کو مشدد بھی پڑھا گیا ہے) اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے (یعنی صدقہ کرنے میں مبالغہ کرنے والے) اور شہید......۵......اپنے رب کے یہاں (جھٹلانے والی امتوں کے خلاف) ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں (جو کہ وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں) وہ دوزخی ہیں (الجحیم بمعنی النار ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم﴾

من: استفہامیہ مبتدا، ذا: موصوف، الذی: موصول، یقرض اللہ: فعل بافاعل ومفعول، قرضا حسنا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: سببیہ، یضعفہ: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، ہ: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لہ اجر کریم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوم تری المومنین والمومنت یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم﴾

یوم: مضاف، تری: فعل بافاعل، المومنین: معطوف علیہ، والمومنت: معطوف، ملکر ذوالحال، یسعی نورھم: فعل وفاعل، بین: مضاف، ایدیھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ب: زائد، ایمانھم: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بشرکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلک ھو الفوز العظیم﴾

بشر: مضاف، کم: ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، جنت، موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "یقال لھم" کیلئے مقولہ، یقال لھم: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، الیوم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قول اپنے مقولہ سے، ملکر جملہ قولیہ، ذلک: مبتدا، ھو الغفور العظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یقول المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم﴾

یوم: مضاف، یقول: فعل، المنفقون والمنفقت: فاعل، للذین امنوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، انظرونا: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، نقتبس: فعل بافاعل، من نورکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل "یقم" سے بدل واقع ہے۔

﴿قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا﴾

قیل: قول، ارجعوا: فعل امر بافاعل، وراءکم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، التمسوا: فعل امر بافاعل، نورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فضرب بینھم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب﴾

ف: عاطفہ، ضرب: فعل مجہول، بینھم: ظرف، ب: زائد، سور: موصوف، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، باب: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت اول، باطنہ: مبتدا، فیہ الرحمۃ: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ظاھرہ: مبتدا، من قبلہ العذاب: جملہ

اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ینادونهم الم نکن معکم قالوا بلی ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم﴾

ینادونهم: فعل باواؤضمیر ذوالحال، همزه: حرف استفهام، لم نکن معکم: ظرف متعلق بحذوف خبر، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "قائلین" کیلئے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، هم ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، قالوا: قول، بلی: حرف ایجاب، و: عاطفہ، لکنکم: حرف مشبہ واسم، فتنتم انفسکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تربصتم: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ارتبتم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وغرتکم الامانی حتی جاء امر الله وغرکم بالله الغرور﴾

و: عاطفہ، غرتکم: فعل ومفعول، الامانی: فاعل، حتی: جار، جاء امر الله: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، غرکم: فعل ومفعول، بالله: ظرف لغو، الغرور: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فالیوم لا یوخذ منکم فدیة ولا من الذین کفروا﴾

ف: فصیحیہ، الیوم: ظرف مقدم، لایوخذ: فعل نفی مجہول، منکم: مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، من الذین کفروا: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، فدیة: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان شئتم ان تعرفوا مالکم مصائرکم" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ماوکم النار هی مولکم وبئس المصیر﴾

ماوکم: مبتدا، النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، هی: مبتدا، مولکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، بئس: فعل ذم، المصیر: فاعل، ملکر جملہ انشائیہ خبر مقدم "النار" مبتدا محذوف، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله وما نزل من الحق﴾

همزه: حرف استفهام، لم یان: فعل نفی، للذین امنوا: ظرف لغو، ان: مصدریہ، تخشع قلوبهم: فعل وفاعل، لام: جار، ذکر الله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما نزل من الحق: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیهم الامد فقست قلوبهم﴾

و: عاطفہ، لایکونوا: فعل نہی ناقص، کاف: جار، الذین: موصول، اوتوا الکتب من قبل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، طال علیهم الامد: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، قست قلوبهم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکثیر منهم فسقون اعلموا ان الله یحی الارض بعد موتها﴾

و: عاطفہ، کثیر: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، فسقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اعلموا: فعل امر با فاعل، ان الله: حرف مشبہ واسم، یحی الارض: فعل با فاعل ومفعول، بعد موتها: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قد بینا لکم الایت لعلکم تعقلون﴾

قد: تحقیقیہ، بینا: فعل با فاعل، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، الایت لعلکم تعقلون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الایت:

مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعف لھم ولھم اجر کریم﴾

ان: حرف مشبہ ،الف لام: بمعنی الذی، مصدقین: بمعنی "اصدقوا" اپنے صلہ ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ، الف لام: بمعنی الذی، المصدقت: بمعنی "اصدقین" جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اقرضوا اللہ قرضا حسنا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر معطوف،ملکر اسم ،یضعف لھم: فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،اجو کریم :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم﴾

و: مستانفہ ،الذین :موصول،امنوا باللہ ورسلہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا ،اولئک: مبتدا،ھم الصدقون: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ،و :مستانفہ ،الشھداء :ذوالحال ،عند ربھم :ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر مبتدا،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،اجرھم :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،نورھم :معطوف ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحب الجحیم﴾

و :عاطفہ،الذین کفروا وکذبوا بایتنا :موصول صلہ،ملکر مبتدا،اولئک: مبتدا،اصحب الجحیم: خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......الم یان للذین امنوا ان تخشع ......☆حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو مسلمانوں کو دیکھا کہ آپس میں ہنس رہے ہیں فرمایا تم ہنستے ہوا بھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: "اتنا ہی رونا "،اوراترنے والے حق سے مراد قرآن مجید ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نیکی کا اجر سات سو گنا تک ہونا:

لے......کلبی کا قول ہے کہ قرض اس طرح دے کہ بغیر کسی احسان مندی اور دکھلاوے کے ادا کرے تو ایسے کے لئے اجر سات گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے اور جتنا اللہ ﷻ چاہے مزید بھی اضافہ کردے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہ بھی قرض حسن کے زمرے میں آتا ہے جیسا کہ سفیان نے ابن حیان سے روایت کیا ہے۔زید بن اسلم کا قول ہے کہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی قرض حسن ہے۔حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قرض حسن سے مراد نفلی عبادات ہیں۔ایک قول کے مطابق اس سے مراد خیر کے کام ہیں جیسا کہ عرب میں کہا جاتا ہے کہ میرے نزدیک یہ کام اچھا قرض اور یہ بُرا قرض ہے۔قُشیری کہتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا خالص نیت اور پاکیزہ نفس کے ساتھ اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرے اور اس سے اللہ ﷻ کی رضا جوئی چاہے نہ کہ ریاکاری ودکھلاوا مقصود ہو،اور یہ خرچ حلال مال سے ہونا ضروری ہے۔اور قرض حسن ردی مال سے نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان:﴿ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے (البقرۃ: ۲۶۷)﴾۔

(القرطبی،الجزء:۲۷،ص ۲۰۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دن جب اللہ عزوجل کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا سات قسم کے لوگ اللہ عزوجل کے سائے میں ہونگے جن میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے دائیں ہاتھ سے صدقہ کیا اور اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہوسکا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد، رقم: ٦٦٠، ص١٠٧)

کیا آخرت میں منافق مسلمان کے نور سے فائدہ اٹھائے گا؟

۲......اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱)......وہ مومن جو کتاب پر ایمان لایا اس کے لئے قیامت میں نور ہوگا، (۲)......ہر مومن کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔ ابی ابن حاتم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ''قیامت کے دن سخت اندھیرا ہوگا کہ کوئی کافر یا مومن اپنے ہاتھ تک کو نہ دیکھ سکے گا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل مومن کو اس کے اعمال کی مقدار کے مطابق نور عطا فرمائے گا''۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ اندھیروں میں ہونگے کہ اللہ عزوجل نور بھیجے گا، پس جب مومن نور کو دیکھیں گے تو اس کی جانب متوجہ ہو جائیں گے اور وہ نور ان کیلئے اللہ عزوجل کی جانب سے جنت کی طرف دلیل ہوگا۔ اور اس روایت کے منافی کوئی خبر نہیں گزری کہ مومنین اسی نور کی روشنی میں صراط سے گزریں گے جیسا کہ مخفی (اہل علم پر) نہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے نور سے مراد قرآن مجید ہے اور ضحاک کے قول کے مطابق نور بطور استعارہ ھدایت و رضا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (روح المعانی، الجزء:٢٧، ص٢٤٨)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ذلک ھو الفوز العظیم یہی بڑی کامیابی ہے (الحدید:١٢)﴾ اس آیت میں الفوز کے معنی عظیم نور عطا ہونا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مومنین اس دن اللہ عزوجل کے عطا کردہ نور میں ہونگے اور منافق مرد و عورتیں اُن سے نور طلب کریں گے اور ان کا پیچھا کریں گے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے ساتھ بلائے گا تا کہ دوسروں پر پردہ ہو جائے (ماؤں کے ساتھ بلانے میں پردہ یہ ہے کہ کسی کے نسب میں کوئی کمزوری ہو تو میدان محشر میں شرمندگی سے بچ سکے)، پل صراط کے پاس اللہ عزوجل ہر مومن و منافق کو نور عطا فرمائے گا، پھر جب وہ عین صراط پر گامزن ہونگے تو اللہ عزوجل منافقین کے نور کو لے جائے گا، پس منافقین کہیں گے: ﴿انظرونا نقتبس من نورکم ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں (الحدید:١٣)﴾، اور مومنین کہیں گے: ﴿ربنا اتمم لنا نورنا اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کردے (تحریم:٨)﴾، پس اُس وقت کسی کو کسی کی یاد نہ پڑی ہوگی۔ (روح المعانی، الجزء:٢٧، ص٢٤٨ وغیرہ)

امام جریر طبری کہتے ہیں: قتادہ کا قول ہے کہ بعض مومنین کا نور قیامت کے دن اس قدر ہوگا کہ مدینہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض کا نور کم ہوگا کہ فقط ان کے قدموں کی جگہ روشن ہوگی۔ (الطبری، الجزء:٢٧، ص ٢٥٩)

دروازے کے اندر رحمت اور باہر عذاب کن کے لئے ہے؟

۳......مقاتل کہتے ہیں کہ مراد وہ جگہ ہے جو مومنین کے ٹھکانوں سے ملی ہوئی ہوگی یعنی جنت اور ﴿فیہ الرحمۃ﴾ سے مراد ثواب اور وہ نعمتیں ہیں جو کسی بھی قسم کی آلائش سے مبرا ہیں۔ اور ﴿وظھرہ﴾ سے مراد وہ مکان ہیں جو منافقین کے ٹھکانوں سے ملے ہوئے ہیں یعنی جہنم۔ (روح المعانی، الجزء:٢٧، ص ٢٥٠)

امام جریر طبری کہتے ہیں: اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فضرب بینھم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہے (الحدید:١٣)﴾، اللہ عزوجل نے اس آیت میں مومنین و منافقین کے مابین آڑ کا بیان فرمایا ہے یعنی جنت اور جہنم کے مابین ایک آڑ ہوگی۔ (الطبری، الجزء:٢٧، ص ٢٦٢)

اھل ایمان کے دلوں کا اللہ ﷻ کی جانب جھک جانا:

۴..... شداد بن اوس سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خشوع رکھنے والوں کو بلند کیا جائے گا''۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص ۲۶۶)

اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اللہ ﷻ کے لئے دلوں کا خشوع اختیار کرنا یہ ہے کہ عارف باللہ اللہ کی معرفت میں فنا ہو جائے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ میں فنا ہو جانے کا شوق رکھے جو کہ درحقیقت فنا نہیں بلکہ بقا ہے اور اللہ ﷻ کی محبت میں غمگین، مارا مارا پھرے، دل میں رقت و نرمی پائے، بے چینی کی صورت ہونے لگے، اللہ ﷻ کی یاد کے سوا کسی اور امر سے دل کو تسکین حاصل نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو درداء ﷺ کا قول ہے: ''خشوع میں نفاق سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگو'' پوچھا گیا کہ خشوع میں نفاق کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: ''جسم سے تو خشوع ظاہر ہو لیکن دل میں خشوع نہ پایا جائے''۔ (روح البیان، ج۹،ص ۴۳۳)

امام قرطبی لکھتے ہیں: اللہ ﷻ کا یہی فرمان: ﴿الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد میں (الحدید:۱۶)﴾ ابن مبارک اور قاضی فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہما کے ایمان لانے کا سبب بنا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنے باغ میں موجود تھا، رنگ برنگے پھل اور مشروبات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ رات کا طویل حصہ گزر چکا تھا، میرے ہاتھ میں عود کی لکڑی تھی کہ اچانک آواز آئی کہ رات یونہی (نافرمانی) میں گزار دی، میں نے دیکھا کہ میرے اوپر درخت پر پرندہ موجود ہے، لیکن آواز اس کی نہیں تھی میں نے توجہ کی تو آواز آئی اور یہی آیت پڑھی گئی: ﴿الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد میں (الحدید:۱۶)﴾ یعنی میرے ہاتھ میں موجود وہی عود کی لکڑی ایسے کلام کر رہی تھی جیسا کہ انسان کلام کرتا ہے۔ پس میں نے جواب دیا کیوں نہیں! وہ وقت یقیناً آچکا ہے، پس میں نے عود کی لکڑی توڑ ڈالی اور اسے جیسا چاہا استعمال فرمایا۔

یہی آیت حضرت فضیل بن عیاض کے ایمان کا سبب بنی، حضرت فضیل بن عیاض کسی کے عشق میں منہمک تھے، ایک رات ملاقات کا وعدہ تھا، جب وہاں سے اسی نیت کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں دیوار سے آواز آئی: ﴿الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد میں (الحدید:۱۶)﴾، پس آپ پر خوف کا غلبہ ہوا اور جواب دیا: کیوں نہیں، وہ وقت آگیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ توبہ سے پہلے بہت بڑے ڈاکو تھے اور آپ کو توبہ کا موقع ملا۔ (روح البیان، ج۹،ص ۲۱۵)

شھید حکمی کا بیان:

۵..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم ...... الخ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے (الحدید:۱۹)﴾۔ اس آیت کے تحت دو نکات بیان کرتے ہیں: (۱)..... والشھداء سے مراد گواہ ہیں جو کہ مفسر جلال نے مراد لئے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ ان کے لئے ان کے اعمال کا اجر اور نور ہوگا۔ اور مراد اس سے رسل عظام ہیں جو کہ اپنی امت کی تصدیق وتکذیب کی گواہی دیں گے، جس کی دلیل یہ فرمان ہے: ﴿وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں (النساء:۴۱)﴾۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد رسل عظام کی امتیں ہیں جو کہ قیامت کے دن گواہی دیں گی اور ان کی گواہی کی دو اقسام ہونگی یا تو وہ اپنے اعمال کے نیک وبد ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ مجاہد

کا قول ہے یا پھر رسل عظام کی تبلیغ سے متعلق گواہی دیں گے کہ رسل عظام نے اپنی تبلیغ کا فرض ادا فرما دیا جیسا کہ کلبی کا قول ہے۔ مقاتل نے ایک اور قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ ﷻ کی راہ میں مارے جائیں اور اسی کے مطابق ابن عباس کا قول بھی ہے اور انہوں نے اس سے شہداء مومنین مراد لئے ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۷،ص ۲۱۷)

(۲)......مجاہد کہتے ہیں: "کل مومن شهيد ثم قرأها یعنی ہر مومن شہید ہے پر پھر یہی ماقبل آیت تلاوت فرمائی"۔

(الطبری، الجزء:۲۷،ص ۲۶۹)

ابن کثیر لکھتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "شہداء کی چار قسمیں ہیں: (۱)...... بھرپور ایمان والا مومن جو دشمن اسلام سے نبرد آزما ہوا اور جام شہادت نوش کر گیا، (۲)......وہ مومن جسے کانٹا چبھا اور وہ اس کے زہر سے انتقال کر گیا، (۳)......وہ مسلمان جس کے اعمال ملے جلے ہوں اور آخر میں بُرے اعمال میں دشمن سے ملا اور قتل ہو گیا، (۴)...... وہ مومن جو اپنی جان کو بہت زیادہ ہلاکت میں ڈال دے یہاں تک کہ دشمن سے ملے اور قتل ہو جائے۔ (ابن کثیر، ج ٤،ص ۳۷۰)

علامہ آلوسی کہتے ہیں: ابن جریر نے براء بن عازب سے روایت نقل کی ہے کہ سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "میری امت کے مومنین شہید ہیں"، پھر سید عالم ﷺ نے ماقبل آیت تلاوت فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے سید عالم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک دن قوم سے کہا: "تم تمام صدیق اور شہید ہو"، لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ جواب میں ماقبل آیت تلاوت فرمائی۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۷،ص ۲۵۸)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: شہادت حکمی کی کئی اقسام ہیں: (۱)......طاعون میں مرنے والا، (۲)...... پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، (۳)......ڈوبنے والا، (۴)......دب کر مرنے والا، (۵)......نمونیہ میں مرنے والا، (۶)......جل کر مرنے والا، (۷)......دردِ زہ سے مرنے والا، (۸)...... اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، (۹)...... اپنی جان کی حفاظت میں مارا جانے والا، (۱۰)...... اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، (۱۱)...... دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، (۱۲)......سواری سے گر کر مرنے والا، (۱۳)......راہ دین میں مرنے والا مثلاً طلب علم دین کو جانے والا، نماز، حج کو جانے والا، ہر نیک کام کو جانے والا، (۱۴)...... پہاڑ سے گر کر مرنے والا، (۱۵)......جس کو درندے کھا جائیں، (۱۶)...... نفاس میں مرنے والی عورت، (۱۷)......اپنے لئے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا، (۱۸)......اپنے اہل وعیال کے لئے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا، (۱۹)...... کسی مصیبت یا حادثہ میں مرنے والا، (۲۰)......صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا، (۲۱)...... پھیپھڑوں کی بیماری مثلاً دمہ، کھانسی یا تپ دق میں مرنے والا، (۲۲)......سفر میں مرنے والا، (۲۳)......جو شخص ایک دن میں پچاس بار یہ دعا کرے: "اللهم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت"، (۲۴)......نیزہ کی ضرب سے مرنے والا، (۲۵)......جو عاشق پاکدامن رہا، (۲۶)...... بخار میں مرنے والا، (۲۷)......سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا، (۲۸)......گڑھے میں گر کر مرنے والا، (۲۹)......ظلماً قتل کیا جانے والا، (۳۰)......اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، (۳۱)......اللہ ﷻ کی راہ میں بستر پر فوت ہونے والا، (۳۲)......جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے، (۳۳)...... جو اچھو سے مر جائے، (۳۴)...... پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، (۳۵)...... جو چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے، (۳۶)...... جو پتھر گرنے سے مر جائے، (۳۷)...... جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہوئی مر جائے، (۳۸)......نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور بُرائی سے منع کرتے ہوئے مر جائے، (۳۹)......اپنے بھائی کی حفاظت کرتا ہوا مر جائے، (۴۰)...... جو شخص اللہ ﷻ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے

مرجائے، (۴۱)...... جو شخص کسی بھی بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے، (۴۲)...... صبح وشام سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے والا شہید ہے، (۴۳)...... چاشت کی نماز پڑھنے والا، ہر ماہ تین روزے رکھنے والا اور وتر قضاء نہ کرنے والا شہید ہے، (۴۴)...... دائما باوضو رہنے والا، (۴۵)...... بیت المقدس کا خادم شہید ہے، (۴۶)...... زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے، (۴۷)...... غلبہ بدعت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا شہید ہے، (۴۸)...... ہر مومن کامل شہید ہے۔ (تبیان القرآن، ج۱۱،ص ۷۲۹ وغیرہ)

اغراض:

مع المضاعفة: بندہ جب اچھے اعمال کرتا ہے تو اس کی نیکی سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی اُسے اجر دیا جاتا ہے، جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جو ظاہر بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اپنے کرم سے نیکی کا اجر دگنا عطا فرماتا ہے اور یہ دگنی نیکی بندے کے لئے دنیا میں لکھی جاتی ہے اور اس کا وزن قیامت میں کیا جائے گا اور اس کا اجر جنت کی صورت میں پورا کردیا جائے گا۔
رضا واقبال: مقترن کے فاعل ہیں، معنی یہ ہے بندے کو اس کے اعمال کا ثواب اللہ کی رضا اور اس کے اقبال کے بغیر نہیں دیا جاسکتا ،جیسا کہ فرمان اقدس ہے: ﴿ورضوان من الله اکبر﴾۔یکون: سے اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے کہ مومن کا نور دور کہیں کسی جہت میں پایا جائے گا، ﴿بایمانهم﴾ سے تمام ہی جہات مراد ہیں اور بعض سے کل کو تعبیر کیا گیا ہے، مزید حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔ویقال لهم: یعنی فرشتوں کا ملاقات کرکے ﴿بشرکم الیوم﴾ کا خطاب فرمانا یعنی تمہارے لئے بے بہا بشارتیں اور خوش آمدید ہیں۔امهلونا: منافقین مرد وعورت مومنین سے قیامت کے دن نور سے حصہ مانگیں گے، یعنی مہلت طلب کریں گے کہ وہ بھی اس سے فیضیاب ہوں۔بالنفاق: مراد معصیت اور شہوات نفسانی ہیں۔لما اکثروا المزاح: یعنی جب مومنین مدینہ پہنچے تو مدینے میں اُنہیں بہت عیش وراحت میسر آئی اور اسی میں وہ دینی اعتبار سے کمزور ہونے لگے، پس انہیں مزاح وہزل سے منع کیا گیا، مزید حاشیہ نمبر "۴" کا مطالعہ کیجئے۔لم تلن لذکر الله: یعنی اللہ کی یاد کرکے خضوع اور عاجزی اختیار نہ کی بلکہ دل سخت ہوگئے۔خطاب للمؤمنین المذکورین: جن کے بارے میں ماقبل مزاح کے حوالے سے کلام ہوا، انہیں اللہ کی رحمت یاد دلائی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، پس اللہ کی شان تو یہ ہے کہ بنجر زمین کو بھی لہلہا دیتا ہے، جب مومن اس کی بارگاہ میں رجوع کرے تو کیونکر مُردہ دل اُس کے ذکر وفکر سے زندہ نہ ہونگے اور اُس سے علم ومعرفت کے چشمے کیوں نہ پھوٹیں گے۔بهذا: یعنی مُردہ زمین کا زندہ ہونا مراد ہے۔وغیرہ: یعنی امور عجیبہ جو کہ اللہ کی قدرت باہرہ پر دلالت کرتے ہیں۔تقییدلہ: مراد قرضِ حسنہ کی ترغیب دینا ہے۔النار: مراد عذاب کا ٹھکانہ ہے نہ کہ خاص "جحیم" ہونا۔ (الصاوی، ج۶،ص ۶۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولهو وزینة﴾تَزْیِیْنٌ﴿وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد﴾اَیْ اِشْتِغَالٌ فِیْهَا وَاَمَّا الطَّاعَاتُ وَمَا یُعِیْنُ عَلَیْهَا مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ﴿کمثل﴾اَیْ هِیَ فِیْ اِعْجَابِهَا لَکُمْ وَاضْمِحْلَالُهَا کَمَثَلِ﴿غیث﴾مَطَرٍ﴿اعجب الکفار﴾اَلزُّرَّاعَ﴿نباته﴾اَلنَّاشِیُٔ عَنْهُ﴿ثم یهیج﴾یَیْبَسُ﴿فتره مصفر ثم یکون حطاما﴾فُتَاتًا یَضْمَحِلُّ بِالرِّیَاحِ﴿وفی الاخرة عذاب شدید﴾لِمَنْ آثَرَ عَلَیْهَا الدُّنْیَا﴿ومغفرة من الله ورضوان﴾لِمَنْ لَمْ یُؤْثِرْ عَلَیْهَا الدُّنْیَا﴿وما الحیوة الدنیا﴾مَا التَّمَتُّعُ فِیْهَا﴿الا متاع الغرور (۲۰) سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السماء والارض﴾لَوْ وُصِلَتْ اِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰی وَالْعَرْضُ السَّعَةُ﴿اعدت للذین امنوا بالله ورسله ذلک فضل الله یؤتیه من

یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (۲۱) ما اصاب من مصیبة فی الارض ﴿ بِالْجَدْبِ ﴿ ولا فی انفسکم ﴾ کَالْمَرْضِ وَفَقْدِ الْوَلَدِ ﴿ الا فی کتب ﴾ یَعْنِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ﴿ من قبل ان نبراها ﴾ نَخْلُقَهَا وَیُقَالُ فِی النِّعْمَةِ کَذٰلِکَ ﴿ ان ذلک علی اللہ یسیر (۲۲) لکیلا ﴾ کَیْ نَاصِبَةٌ لِلْفِعْلِ بِمَعْنٰی اَنْ اَیْ اَخْبَرَ بِذٰلِکَ تَعَالٰی لِئَلَّا ﴿ تأسوا ﴾ تَحْزَنُوْا ﴿ علی ما فاتکم ولا تفرحوا ﴾ فَرِحَ بَطِرَ بَلْ فَرِحَ شُکْرَ عَلَی النِّعْمَةِ ﴿ بما اتکم ﴾ بِالْمَدِّ اَعْطَاکُمْ وَبِالْقَصْرِ جَائَکُمْ مِنْهُ ﴿ واللہ لا یحب کل مختال ﴾ مُتَکَبِّرٍ بِمَا اُوْتِیَ ﴿ فخور (۲۳) ﴾ بِهٖ عَلَی النَّاسِ ﴿ الذین یبخلون ﴾ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ ﴿ ویأمرون الناس بالبخل ﴾ بِهٖ لَهُمْ وَعِیْدٌ شَدِیْدٌ ﴿ ومن یتول ﴾ عَمَّا یَجِبُ عَلَیْهِ ﴿ فان اللہ هو ﴾ ضَمِیْرُ فَصْلٍ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِسَقُوْطِهٖ ﴿ الغنی ﴾ عَنْ غَیْرِهٖ ﴿ الحمید (۲۴) ﴾ لِاَوْلِیَائِهٖ ﴿ لقد ارسلنا رسلنا ﴾ اَلْمَلَائِکَةَ اِلَی الْاَنْبِیَاءِ ﴿ بالبینت ﴾ بِالْحُجَجِ الْقَوَاطِعِ ﴿ وانزلنا معهم الکتب ﴾ بِمَعْنَی الْکُتُبِ ﴿ والمیزان ﴾ اَلْعَدْلَ ﴿ لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید ﴾ اَخْرَجْنَاهُ مِنَ الْمَعَادِنِ ﴿ فیه بأس شدید ﴾ یُقَاتَلُ بِهٖ ﴿ ومنافع للناس ولیعلم اللہ ﴾ عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ مَعْطُوْفٌ عَلٰی لِیَقُوْمَ النَّاسُ ﴿ من ینصره ﴾ بِاَنْ یَنْصُرَ دِیْنَهٗ بِآلَاتِ الْحَرْبِ مِنَ الْحَدِیْدِ وَغَیْرِهٖ ﴿ ورسله بالغیب ﴾ حَالٌ مِنْ هَاءِ یَنْصُرُهٗ اَیْ غَائِبًا عَنْهُمْ فِی الدُّنْیَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَنْصُرُوْنَهٗ وَلَا یُبْصِرُوْنَهٗ ﴿ ان اللہ قوی عزیز (۲۵) ﴾ لَا حَاجَةَ لَهٗ اِلَی النُّصْرَةِ لٰکِنَّهَا تَنْفَعُ مَنْ یَأْتِیْ بِهَا.

﴿ترجمہ﴾

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش (زینة بمعنی تـزیین ہے) اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا (یعنی ان چیزوں میں مشغول رہنا اور جو چیزیں طاعت پر معین ہوں وہ امور آخرت میں سے ہیں) جسے (دنیاوی زندگی کا تمہیں بھانا اور پھر اس کا بے رنگ ورونق ہوجانا اسی طرح ہے جیسے) بارش (الغیث بمعنی المطر ہے) جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا (یعنی بارش سے پیدا ہونے والا سبزہ انسے بھایا، اعجب الکفار بمعنی الزراع ہے) پھر سوکھا (یھیج کے معنی یبس ہے) پھر پامال کیا ہوا ہوگیا (ریزہ ریزہ ہوگیا......ا......) اور آخرت میں سخت عذاب ہے (ان کے لیے جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیں) اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (ان کے لیے ہے جو آخرت پر دنیا کو ترجیح نہ دیں) اور دنیا کا جینا تو نہیں (یعنی دنیا میں نفع اٹھانا تو نہیں) مگر دھوکے کا مال بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ (یعنی اگر زمین و آسمان کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے اور عرض سے مراد وسعت ہے) تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں (جیسے خشک سالی) اور نہ تمہاری جان میں (جیسے امراض آنا، بچوں کا فوت ہوجانا......۲......) مگر وہ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں (نبرء بمعنی نخلق ہے، اور اسی طرح تمام نعمتوں کا معاملہ ہے) بیشک یہ اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ نہ (''لکیلا'' حرف ناصب للفعل ہے بمعنی ان، یعنی اللہ نے اس کی خبر اس لیے دی تا کہ تم نہ) غم کھاؤ (تاسوا بمعنی تحزنوا ہے) اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو (یعنی اس پر تکبر کے طور پر خوش نہ ہو بلکہ نعمت پر شکر کرتے ہوئے خوش ہو) اس پر جو تم کو دیا (''اتکم'' کو مد کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ بمعنی اعطاکم ہے، اور قصر کے ساتھ ہو تو یہ بمعنی جاء کم منہ ہوگا یعنی اس پر جو اللہ ﷻ کی

طرف سے تمہارے پاس آیا) اور اللہ پسند نہیں کرتا ہر شیخی بگھارنے والے (اللہ عزوجل کے دیئے پر تکبر کرنے والے) فخر کرنے والے کو (یعنی لوگوں پر فخر کرنے والے کو) وہ جو آپ بخل کرے (حقوق واجبہ کی ادائیگی میں) اور اوروں سے (ان کی ادائیگی میں) بخل کرنے کا کہے (ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے) اور جو منہ پھیرے (حقوق واجبہ ادا کرنے سے) تو بیشک اللہ ہی "فان الله هو "ضمیر فصل ہے اور ایک قرائت میں "هـــو" ضمیر فصل کو نہیں پڑھا گیا) بے نیاز ہے (اپنے غیر سے) تعریف بیان فرمانے والا ہے (اپنے اولیاء کی) اور بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا (یعنی اپنے فرشتوں کو رسولوں کی طرف بھیجا) دلیلوں کے ساتھ (یعنی قطعی دلائل کے ساتھ) اور ان کے ساتھ کتابیں (الکتاب بمعنی الکتب ہے) اور عدل کو اتارا (المیزان بمعنی العدل ہے) کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا (یعنی لوہے کو کان سے نکالا......۳......) اس میں سخت آنچ ہے (کہ اس کے ذریعے قتل کیا جاتا ہے) اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے ("لیعلم" سے مراد شاھدہ ہے "لیعلم" لیقوم الناس پر معطوف ہے) اس کو جو اس کی مدد کرتا ہے (یعنی اس کے دین کی مدد کرتا ہے، لوہے وغیرہ کے جنگی آلات کے ذریعے) اور اس کے رسولوں کی بے دیکھے (بالغیب یہ ینصرہ کی "ہ" ضمیر سے حال ہے یعنی دنیا میں اللہ عزوجل لوگوں سے پوشیدہ ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا مسلمان دین الٰہی کی مدد کرتے ہیں اور انہوں نے اللہ عزوجل کو نہیں دیکھا) بیشک اللہ قوت والا غالب ہے (اسے کسی کی مدد کی حاجت نہیں ہے لیکن اس کی مدد کرنے کا فائدہ مددگاروں ہی کو ملتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اعلموا انما الحيوة الدنيا لعب ولهو وزينة وتفاخر بينكم وتكاثر في الاموال والاولاد﴾

اعلموا: فعل امر با فاعل، انما: حرف مشبہ و ما کافہ، الحيوة الدنيا: مبتدا، لعب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لهو: معطوف اول، و زينة: معطوف ثانی، و: عاطفہ، تفاخر: موصوف، بينكم: ظرف متعلق بحذوف صفت، ملکر معطوف ثالث، و: عاطفہ، تكاثر: موصوف، في الاموال والاولاد: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف رابع، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كمثل غيث اعجب الكفار نباته ثم يهيج فتره مصفرا ثم يكون حطاما﴾

كاف: جار، مثل: مضاف، غيث: موصوف، اعجب الكفار: فعل و مفعول، نباته: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، يهيج: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، ترى: فعل با فاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، مصفرا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ثم: عاطفہ، يكون حطاما: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "الحيوة الدنيا" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وفي الاخرة عذاب شديد ومغفرة من الله ورضوان﴾

و: عاطفہ، في الاخرة: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شديد: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مغفرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رضوان: ملکر موصوف، من الله: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور﴾

و: عاطفہ، ما: نافیہ، الحيوة الدنيا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، متاع الغرور: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سابقوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها كعرض السماء والارض اعدت للذين امنوا بالله ورسله﴾

سارعوا: فعل امر با فاعل، الى: جار، مغفرة: موصوف، من ربكم: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنة: موصوف،

عرضھا: مبتدا، کعرض السماء والارض: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت اول، اعدت للذین امنوا باللہ ورسلہ: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم﴾

ذلک: مبتدا، فضل اللہ: ذوالحال، یوتیہ: فعل بافاعل ومفعول، من یشاء: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتدا، ذو الفضل العظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا﴾

ما اصاب: فعل نفی، من: زائد، مصیبۃ: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، فی: جار، کتب: موصوف، من: جار، قبل: مضاف، ان نبراھا: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر حال، ملکر فاعل، فی الارض: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، فی انفسکم: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ذلک علی اللہ یسیر﴾

ان ذلک: حرف مشبہ واسم، علی اللہ یسیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم﴾

لام: جار، کی: مصدریہ، لاتاسوا: فعل نہی بافاعل، علی مافاتکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاتفرحوا: فعل نہی بافاعل، بمااتکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مجرور، ملکر فعل محذوف "اخبرناکم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللہ لایحب کل مختال فخور الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل﴾

و: عاطفہ، اللہ مبتدا، لایحب: فعل نفی بافاعل، کل مختال فخور: مبدل منہ، الذین: موصول، یبخلون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یامرون الناس بالبخل: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتول: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو الغنی الحمید: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط﴾

لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا رسلنا بالبینت: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انزلنا: فعل بافاعل، معھم: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، الکتب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المیزان: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، لام: جار، یقوم الناس بالقسط: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس﴾

و: عاطفہ، انزلنا: فعل بافاعل، الحدید: ذوالحال، فیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، باس شدید: معطوف علیہ، و: عاطفہ، منافع للناس: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز﴾

و :عاطفہ ،لام :جار ،یعلم الله :فعل وفاعل ،من :موصولہ ،ینصر :فعل بافاعل ،ہ :ضمیر معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،رسلہ :معطوف ،ملکر ذوالحال ،بالغیب :ظرف مستقر حال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور ،ملکر ماقبل "لیقوم الناس" پر معطوف ہے ،ان الله :حرف مشبہ واسم ،قوی عزیز :خبران ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آخرت بھلا کر دنیا میں مشغولیت کی مثال:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو......الخ جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال (الحدید:۲۰)﴾۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا :دنیا پر غمزدہ نہ ہو، دنیا چھ چیزوں پر مشتمل ہے: کھانا، پینا، پہننا، خوشبو لگانا، سواری پر سوار ہونا اور نکاح کرنا، پس سب سے اچھا کھانا شہد ہے جو کہ مکھی کا تھوک ہے، سب سے زیادہ پی جانے والی چیز پانی ہے جو کہ تمام حیوان ہی پیتے ہیں، سب سے افضل لباس دیباج کا ہے جو کہ ریشم کے کیڑے کا بنا ہوا ہوتا ہے، سب سے اچھی خوشبو مشک کی ہے جو کہ چوہے کے خون سے بنتی ہے، سب سے افضل سواری گھوڑے کی ہے جس پر بیٹھے لوگ قتل کردیئے جاتے ہیں، اور نکاح عورت سے ہوتا ہے اور اس کی اصل ایک دوسرے کی شرم گاہوں کا ملنا ہے۔ اور عورت زیب وزینت کے ذریعے اپنے محاسن ظاہر کرتی ہے۔

(القرطبی، الجزء:۲۷،ص۲۱۸)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دو چیزوں پر رشک کرنا جائز ہے، ایک شخص کو اللہ ﷻ نے مال دیا اور اسے اس مال کو راہ حق میں صرف کرنے پر مسلط کیا اور ایک شخص کو اللہ ﷻ نے حکمت دی اور اس نے اس حکمت کے مطابق فیصلہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا"۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، رقم: ۷۳، ص۱۷)

تقدیر کی اقسام ثلاثہ:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم پیدا کریں بیشک اللہ کو آسان ہے (الحدید:۲۲)﴾، ﴿وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کا سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے (الشوری:۳۰)﴾۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "لکل امۃ مجوس ومجوس ھذہ الامۃ الذین یقولون لا قدر یعنی ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم:۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ص۸۷۸)

انسانی زندگی میں سب کچھ اچھا ہی نہیں ہے بلکہ اُسے بہت کچھ برداشت بھی کرنا پڑتا ہے۔ زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں۔ خوشی، غمی، مصیبت، آسانی، الغرض یکساں حالات نہیں رہتے۔ ان میں سے کیا کچھ تقدیر کے متعلق ہے؟ اس کے لئے تقدیر کی اقسام ثلاثہ جاننی ضروری ہے، جو بھی مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ ﷻ کے علم میں ثابت ہے۔ چنانچہ قضاو تقدیر کی تین قسمیں ہیں: (۱)......مبرم حقیقی: کہ علم الٰہی میں کسی چیز پر معلق نہیں۔ (۲)......معلق محض: کہ صحفِ ملائکہ میں

کسی چیز پر اُس کا معلّق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔(۳)......معلّق شبیہ بہ مبرم: کہ صحف ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق ہے۔

وہ جو مبرم حقیقی ہے اسکی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنہیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے۔ ملائکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہ رحمتِ محضہ تھے، اُن کا نام پاک ہی ابراہیم یعنی ابِ رحیم، مہربان باپ، اُن کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب عزوجل سے مجادلہ فرمایا: ﴿یجادلنا فی قوم لوط ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں (ھود: ۷۴)﴾۔ اور وہ جو ظاہر قضائے معلّق ہے، اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے، اُن کی دعا، اُن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو متوسط حالت میں ہے، جسے صُحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مُبرَم بھی کہہ سکتے ہیں، اُن تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم اسی کو فرماتے ہیں: ''میں قضائے مُبرَم کو رَدّ کر دیتا ہوں''۔ (بھار شریعت مخرجہ، ج۱، حصہ: ۱، ص ۱۲ وغیرہ)

لوہے کی فضیلت:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ...... الخ اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ (نقصان) (الحدید: ۲۵)﴾۔ لوہے کے اگرچہ کئی فوائد ہوں لیکن ایک فضیلت یہ ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں آیا اور مکمل سورت کا نام ہی اس کے نام سے موسوم ہوا، مزید ایک فضیلت یہ بھی کہ ایک نبی علیہ السلام نے اس کام کو اپنا ہنر اور ذریعۂ معاش بنایا چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وعلمنہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے (زخمی ہونے سے) بچائے تو کیا تم شکر کرو گے (الانبیاء: ۸۰)﴾۔

اغراض:

ای الاشتغال فیھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿انما الحیوۃ الدنیا﴾، ترکیب کلام میں مبتداء ہے جو کہ مضاف کے حذف کے ساتھ ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: انما الاشتغال بالحیوۃ الدنیا لعب''، ماقبل حاشیہ نمبر''ا'' میں یہی قول امام قرطبی کے حوالے سے منقول ہے۔ مطر: جو کہ خشک سالی کے بعد ہوتی ہے۔ الزراع: بمعنی کفارا ہے، کیونکہ کفار زمین میں بیج چھپاتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو اپنے ایمان کو سرکشی اور زیادتی سے چھپاتا (بچاتا) ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ حقیقی کافر ہی مراد ہوں کیونکہ کافر فراخی کے دنوں میں فخر کرتے اتراتے پھرتے ہیں اور تنگی کے دنوں میں بجھ جاتے ہیں جیسا کہ جب کھیتی اچھی ہو تو اتراتے اور بُری ہو تو بجھ جاتے ہیں، پس اس اعتبار سے دنیا کی مثال کافروں کی کھیتی کی مثل ہے۔ ییبس: ''البھیج'' کی تفسیر ہے۔

ما التمتع فیھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿وما الحیوۃ الدنیا﴾ مبتداء ہے جو کہ مضاف کے حذف کے ساتھ ہے۔ بالجدب: یعنی خشک سالی یا کوئی اور مصیبت جیسے زلزلہ وغیرہ۔ ویقال فی النعمۃ کذلک: یعنی بارش سے مخلوق کو کوئی نعمت حاصل ہو، یا انسان اپنی جان میں صحت اور اولاد کا حصول ہو، مگر یہ سب کچھ لوح محفوظ پر مکتوب ہے، جب کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو پیدا نہ فرمایا تھا (اُسی وقت اپنی شان کے لائق سب کچھ مکتوب فرما دیا تھا)۔

ای اخبر تعالی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ لام حرف جر محذوف کے متعلق ہے۔ یحزنوا: غم مایوسی لاتا ہے، اور انسان کی طبیعت میں موجود غم طبیعت کے فرحت بخش ہونے سے زائل ہوتا ہے۔ بل فرح شکر علی النعمۃ: جس طرح غم مایوسی لاتا ہے بالکل اسی طرح خوشی انسان کو (بسا اوقات) فخر، شرارت اور نعمت کا شکر ادا نہ کرنے پر ابھارتی ہے، پس فرحت بخش ہونا اور غمگین ہونا یہ دو طبیعتیں ایسی ہیں جس سے چھٹکارا نہیں ہوتا، لیکن اپنے امور کو اللہ کے سپرد کر دینا اور ہر امر کا مالک و مختار اللہ کو بنا لینا، یہی آیت کا مقصود ہے کہ اللہ

ہر خیر وشر کا مالک ہے جو کہ اللہ نے ازل میں ہی بندے کے مقدر میں لکھ دیئے تھے جس پر اُسے راضی رہنا چاہیے۔بـمـا اوتـی: مراد نعتیں ہیں جو بندے کو دی جاتی ہیں۔
بـه عـلـی النـاس: بہت زیادہ فخر جو کہ نعمتوں کے مل جانے کی وجہ سے انسان کرتا ہے۔العدل: حقیقی معنوں میں میزان مراد نہیں ہے، بلکہ اپنے غیر کو بھی شامل ہے اور مراد ''الـــعـــدل'' سے امور میں درمیانی راہ اختیار کرنا ہے جس میں افراط وتفریط نہ پائی جائے۔اخـرجـنـاه من المعادن: یہ ﴿انـزلنا﴾ کی تفسیر میں ایک قول ہے، جب کہ دوسرا قول اپنی حقیقت پر باقی ہے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں نازل فرمائیں: حجر اسود، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور لوہا۔
یقاتل به: یعنی لوہے سے ڈھال اور ہتھیار بنائے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی امور میں لوہا کام آتا ہے۔
مـن هـاء ینصره: مراد وہ غیوبات ہیں جو اللہ کی بارگاہ سے رسولوں کو دیئے جاتے ہیں۔غـائبا عنهم: یعنی اللہ کی عظمت وجلال کو بغیر دیکھے کون اس کے دین کی مدد کرتا ہے؟۔ولا یـبـصـرونـه: یعنی دنیا میں اللہ کو دیکھا جانا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لئے ممکن نہیں۔لا حاجة له الی النصرة: یعنی سعادت مند اللہ کے دین کی مدد کر کے فائدہ اٹھائے گا اور بد بخت کے ساتھ برعکس معاملہ ہوگا (اور ایسا کرنے میں اللہ کو کسی کی حاجت نہیں)۔لـکـنـهـا تـنـفـع من یاتی بها: سے مراد وہ کلفتیں ہیں جو مکلفین کو ملتی ہیں، اللہ نے فرمایا: ﴿ان احسنتم احسنتم لانفسکم﴾۔ (الصاوی، ج۶، ص ۶۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿ولقد ارسلنا نوحا وابرهیم وجعلنا فی ذریتهما النبوة والکتب﴾ یَعْنِی الْکُتُبَ الْاَرْبَعَةَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَالزَّبُوْرَ وَالْفُرْقَانَ فَاِنَّهَا فِیْ ذُرِّیَّةِ اِبْرَاهِیْمَ ﴿فمنهم مهتد وکثیر منهم فسقون (۲۶) ثم قفینا علی اثارهم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم واتینه الانجیل وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رافة ورحمة ورهبانیة﴾ هِیَ رَفْضُ النِّسَاءِ وَاتِّخَاذُ الصَّوَامِعِ ﴿ابتدعوها﴾ مِنْ قَبْلِ اَنْفُسِهِمْ ﴿ما کتبنها علیهم﴾ مَا اَمَرْنَاهُمْ بِهَا ﴿الا﴾ لٰکِنْ فَعَلُوْهَا ﴿ابتغاء رضوان﴾ مَرْضَاةِ ﴿الله فما رعوها حق رعایتها﴾ اِذْ تَرَکَهَا کَثِیْرٌ مِنْهُمْ وَکَفَرُوْا بِدِیْنِ عِیْسٰی وَدَخَلُوْا فِیْ دِیْنِ مَلِکِهِمْ وَبَقِیَ عَلٰی دِیْنِ عِیْسٰی کَثِیْرٌ مِنْهُمْ فَاٰمَنُوْا بِنَبِیِّنَا ﴿فاتینا الذین امنوا﴾ بِهٖ ﴿منهم اجرهم وکثیر منهم فسقون (۲۷) یایها الذین امنوا﴾ بِعِیْسٰی ﴿اتقوا الله وامنوا برسوله﴾ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلٰی عِیْسٰی ﴿یؤتکم کفلین﴾ نَصِیْبَیْنِ ﴿من رحمته﴾ لِاِیْمَانِکُمْ بِالنَّبِیَّیْنِ ﴿ویجعل لکم نورا تمشون به﴾ عَلَی الصِّرَاطِ ﴿ویغفر لکم والله غفور رحیم (۲۸) لئلا یعلم﴾ اَیْ اَعْلَمَکُمْ بِذٰلِکَ لِیَعْلَمَ ﴿اهل الکتب﴾ اَلتَّوْرٰةِ الَّذِیْنَ لَمْ یُؤْمِنُوْا بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ان﴾ اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِ وَاِسْمُهَا ضَمِیْرُ الشَّانِ وَالْمَعْنٰی اَنَّهُمْ ﴿لا یقدرون علی شیء من فضل الله﴾ خِلَافُ مَا فِیْ زَعْمِهِمْ اَنَّهُمْ اَحِبَّاءُ اللهِ وَاَهْلُ رِضْوَانِهٖ ﴿وان الفضل بید الله یؤتیه﴾ یُعْطِیْهِ ﴿من یشاء﴾ فَاٰتَی الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ کَمَا تَقَدَّمَ ﴿والله ذو الفضل العظیم (۲۹)﴾ جَلَّ وَعَلَا۔

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب باقی رکھی (یعنی چاروں کتابیں تورات، انجیل، زبور، قرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں باقی رکھیں) تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں کئی فاسق ہیں پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے نبی اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا......۱......(یعنی عورتوں سے دور رہنا اور گرجا گھروں کو ٹھکانہ بنالینا) تو یہ نئی بات انہوں نے نکالی (از خود) ہم نے یہ ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں (الا بمعنی لکن ہے، انہوں نے یہ کیا) اللہ کی رضا چاہنے کو (رضوان اللہ بمعنی مرضاۃ اللہ ہے) پھر اسے نہ بنایا جیسا اس کے بنانے کا حق تھا (کہ ان میں سے کئی لوگوں نے اسے ترک کر دیا اور دین عیسی کے ساتھ کفر کر کے اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے ان میں سے کئی لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے دین پر باقی رہے پھر وہ ہمارے نبی پر بھی ایمان لائے) تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے کئی فاسق ہیں اے (حضرت عیسی علیہ السلام پر) ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام) پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا (تمہارے دونبیوں پر ایمان لانے کی وجہ سے......۲...... کفلین بمعنی نصیبین ہے) اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس کے ذریعے چلو گے (پل صراط پر) اور تمہیں بخشش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے یہ اس لیے کہ جان لیں (یعنی اللہ عزوجل نے تمہیں یہ اس لیے بتایا تا کہ جان لیں) اہل کتاب کہ (یعنی وہ اہل تورات جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے کر نہیں آئے ''لئلا'' میں ''ان'' مخففۃ من الثقیلۃ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان ہے معنی آیت ہے بیشک انہیں) کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں (ان کے اس گمان کے برخلاف کہ وہ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور اس کی رضا انہیں حاصل ہے) اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے (یوتیہ بمعنی یعطیہ ہے) جسے چاہے (تو اہل کتاب میں اسے ایمان لانے والوں کو ان کا اجر دوبار عطا فرمائے گا جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا نوحا و ابرھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتب﴾

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، نوحا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابرھیم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، فی ذریتھما: ظرف مستقر مفعول ثانی، النبوۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الکتب: معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فمنھم مھتد و کثیر منھم فسقون﴾

ف: عاطفہ، منھم: ظرف مستقر خبر مقدم، مھتد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کثیر: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، فسقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم قفینا علی اثارھم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم واتینہ الانجیل﴾

ثم: عاطفہ، قفینا: فعل بافاعل، علی اثارھم: ظرف لغو، ب: زائد، رسلنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قفینا: فعل بافاعل، ب: زائد، عیسی: مبدل منہ، ابن: بدل، ملکر مضاف، مریم: مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتینہ: فعل بافاعل ومفعول، الانجیل: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافۃ ورحمۃ ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ﴾

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، فی قلوب الذین اتبعوہ: جار مجرور، ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی، رافۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمۃ: اول، و: عاطفہ، رھبانیۃ: موصوف، ابتدعوھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت

اول، ماکتبنھاعلیھم: فعل نفی بافاعل ومفعول وظرف و، الا: اداۃ حصر، ابتغاء رضوان اللہ: مصدر مضاف بافاعل ومضاف الیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر معطوف ثانی، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فما رعوھا حق رعا یتھا فاتینا الذین امنوا منھم اجرھم﴾

ف: عاطفہ، مارعوھا: فعل نفی بافاعل ومفعول، حق رعایتھا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اتینا: فعل بافاعل، الذین: موصول، امنوا: فعل واؤضمیر ذوالحال، منھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، اجرھم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکثیر منھم فسقون﴾

و: عاطفہ، کثیر منھم: مرکب توصیفی مبتدا، فسقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا اتقوااللہ وامنوا برسولہ﴾

یایھاالذین امنوا: نداء، اتقوااللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امنو ابرسولہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿یوتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفرلکم واللہ غفوررحیم﴾

یوتکم: فعل بافاعل ومفعول، کفلین: موصوف، من رحمتہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے، و: عاطفہ، یجعل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، نورا: موصوف، تمشون بہ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یوتکم" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، یغفرلکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ "یوتکم" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، غفوررحیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لئلا یعلم اھل الکتب الا یقدرون علی شیء من فضل اللہ وان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء﴾

لما: جار، ان: مصدریہ، لا: زائد، یعلم: فعل، اھل الکتب: فاعل، ان: مخففہ باضمیر شان محذوف بااسم، لایقدرون: فعل نفی بافاعل، علی: جار، شیء: موصوف، من فضل اللہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان الفضل: حرف مشبہ واسم، بیداللہ: ظرف مستقر خبر اول، یوتیہ من یشاء: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر فعل محذوف "یفعل ذلک" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللہ ذوالفضل العظیم﴾ و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، ذو: مضاف، الفضل العظیم: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......لئلا یعلم اھل الکتاب......☆جب اوپر کی آیت نازل ہوئی اور اس میں مؤمنین اہل کتاب کو سید عالم کے اوپر ایمان لانے پر دو اجر کا وعدہ دیا گیا تو کفار اہل کتاب نے کہا اگر ہم حضور ﷺ پر ایمان لائیں تو دو اجر ملے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رھبانیت کے معنی ومطالب کی تحقیق:

ا......رھب خوف کرنے کو کہتے ہیں اسی سے ترھیب بھی ہے جس کے معنی عبادت کرنا ہے، جب کہ رھبانیت کے معنی

ہیں: ''افعالِ عبادت کو برداشت کرنے میں حد سے بڑھنا، تجاوز کر جانا''۔ رھبان کا لفظ واحد وجمع دونوں کے لئے مستعمل ہے اور اگر اسے فقط واحد مانیں تو اس کی جمع رھابین ہوگی۔ (المفردات، ص ۲۱۰)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: رہبانیت سے مراد عبادت و ریاضت میں مبالغہ کرنا ہے، لوگوں سے انقطاع اور شہوات کو ترک کرنا، یہاں تک کہ جو چیزیں مباح ہیں انہیں بھی چھوڑ دینا ہے، جس طرح دن کے وقت کھانا، رات کو آرام کرنا اور حقوقِ زوجیت ادا کرنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن پر فقط اپنی رضا چاہنا لازم کیا تھا نہ کہ رہبانیت میں سے کوئی چیز اُن پر لازم کی ہو، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہنا یہ رہبانیت میں داخل نہیں، معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اُن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی چاہت کو فرض کیا تھا۔ اور اکثر لوگ فاسق تھے جنہوں نے عقیدہ تثلیث اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بیٹا مان لیا، یہودیت میں داخل ہوگئے یا بادشاہوں کے دین کو اختیار کر لیا یا حضرت عیسی علیہ السلام کے دین پر قائم رہے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ (المظھری، ج۷،ص ۴۰)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ بعض اقوام نے رہبانیت کے حق کی رعایت نہیں کی، انہوں نے نئی بدعات کا آغاز کیا اور اس پر سختی سے گامزن بھی نہ ہو سکے اور انہوں نے دین عیسوی کو تبدیل کر دیا جو کہ حضرت عیسی علیہ السلام لائے تھے۔ بعض اہل تاویل کا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جو اُن کے بعد آئے جنہوں نے نئی بدعات کا آغاز کیا تھا، اور یہ لوگ کافر تھے اور ان کا کہنا تھا کہ ہم وہی کریں گے جو ہم سے پہلوں نے کیا تھا، پس انہوں نے حق کی رعایت نہ کی۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو ان کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی، ان کا ایک شخص صومعہ بناتا اور جب کوئی سیاحت کر کے آتا تو اس صومعہ بنانے والے پر ایمان لاتا اور اس کے عمل کی تصدیق کرتا۔ (الطبری، الجزء:۲۷،ص ۲۷۶ وغیرہ)

چونکہ اس آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے پیروکاروں کا ذکر ہے کہ وہ پہاڑوں اور غاروں، تنہا مکانوں میں خلوت نشین ہوتے، اہل دنیا سے مخالطت ترک کرتے اور عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھا لیتے، تارکِ دنیا ہوتے اور نکاح نہ کرتے، موٹے کپڑے پہنتے، الغرض رہبانیت کی مثال قائم کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں ان کی اسی رہبانیت کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن جہاں تک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا تعلق ہے تو حدیث میں ہے:

☆...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمام امور کا سردار اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة رقم: ۲۶۲۵، ص ۷۵۳)

☆...... حضرت عبداللہ بن محمد ابن اسماء، عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کی رہبانیت ہوتی ہے اور اس امت کی رہبانیت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا ہے''۔ (مسند ابی یعلی، ابو عمران الجونی عن انس، رقم: ۴۲۰۴، ج۳، ص ۳۵۰)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دو حصے کن کے لئے ہیں؟

۲...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و امنوا برسولہ یوتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفرلکم واللہ غفور رحیم اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (الحدید: ۲۸)﴾۔ یہاں اہل کتاب یعنی توریت وانجیل کے ماننے والوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس نتیجے میں دو اجر کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

امام جریر طبری لکھتے ہیں: دو اجر میں سے ایک اجر حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور دوسرا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا، اور آیت

میں الکفل بمعنی الحظ (حصہ) ہے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ سواری اپنے سوار کی گرنے سے حفاظت کرے، اس طرح آیت کا معنی یہ بنے گا کہ تمہارا دونوں انبیائے کرام پر ایمان لانا تمہیں عذاب میں گرنے سے بچائے گا۔ (الطبری، الجزء:۲۷، ص ۲۸۰)
امام رازی لکھتے ہیں: دو اجر سے مراد وہی ہے کہ ایک اجر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر سید عالم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنے کا، اور اس کی دلیل اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: ﴿اولئک یؤتون اجرھم مرتین﴾ ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا (القصص:۵۴)۔ یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہل کتاب کو دو اجر ملیں اور مسلمانوں کو فقط ایک ہی اجر ملے گا، اس طرح اہل کتاب کا درجہ بڑھ جائے گا؟ جواب میں ایک روایت منقول ہے کہ اہل کتاب اس حوالے سے مسلمانوں پر فخر کرنے لگے، لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور مسلمانوں کا ایک حصہ بھی اہل کتاب کے دو حصوں سے زیادہ ہوگا کیونکہ جب مال کے دو حصے ہوں تو اس کا نصف حصہ ایک حصہ کہلاتا ہے اور جب مال کے سو حصے ہوں تو اس کا ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو ننانوے کے بعد بچ جائے، پس اس لحاظ سے دیکھیں تو ایک حصہ زیادہ بڑا ہوگا بیسویں حصے کے مقابلے میں، اور یہی حال یہاں بھی ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۴۷۵)
☆......حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ایسے ہونگے جنہیں دوگنا اجر ملے گا: (۱)......وہ شخص جس کے پاس کوئی غلام ہو اور وہ اُسے اچھی تعلیم و تربیت کرکے، ادب سکھا کر آزاد کرکے اس کا نکاح کرادے، (۲)......مومن اہل کتاب جو اپنے نبی علیہ السلام پر بھی ایمان لائے اور نبی آخر الزماں ﷺ پر بھی ایمان لائے اس کے لئے بھی دو اجر ہیں، (۳)......وہ بندہ جو اپنے رب عزوجل کے حقوق بھی صحیح ادا کرے اور اپنے آقا کے حقوق کا بھی پاس رکھے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، العلم، باب: من اسلم من اهل الکتابین، تعلیم الرجل امته و اهله، رقم: ۳۰۱۱، ۹۷، ص ۴۹۷ وغیرہ)
☆......سید عالم ﷺ نے ہرقل بادشاہ کو خط بھیجا اور لکھا: ''اسلام قبول کرلے سلامتی میں رہے گا اور تم کو دو اجر ملیں گے''۔
(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب: کیف کان بدء الوحی، رقم:۷، ص ۳)

اغراض:

یعنی الکتب الاربعة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الکتب﴾ میں الف لام جنس کا ہے، اور چار کتابوں کو خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ یہی چار کتب بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ **ھی رفض النساء:** یعنی عبادت و ریاضت میں مبالغہ کرنے والے لوگ مراد ہیں جو دیگر لوگوں سے الگ تھلک رہتے ہیں اور کھانے پینے، پہننے اوڑھنے میں بھی کمی ہی کرتے ہیں، مزید حاشیہ نمبر ''۱'' دیکھیں۔

لکن: ﴿الا﴾ بمعنی لکن ہے، مفسر نے اس کے ذریعے استثناء منقطع کی جانب اشارہ فرمایا ہے، اور اس کی جانب مفسرین کرام کی ایک جماعت گئی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ استثناء سے عمومی احوال مراد لئے گئے ہیں اور معنی یہ ہے ہم نے ان کے لئے اشیاء میں سے کچھ بھی نہ فرض کیا مگر اللہ کی رضا چاہنے کو، کتب بمعنی قضی ہے۔

بعیسیٰ: یہ مفسر کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے، جس پر سیاق کلام کا تقاضا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں خطاب ہر ایک کے لئے عام ہے جو سابقہ رسل میں سے کسی پر ایمان لائے اور اس میں مومنین کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا بھی شامل ہے اور ان سے پہلے رسول پر بھی ایمان لانا شامل ہے۔

لایمانکم بالنبیین: یہاں ظاہری اعتبار سے ایمان لانا مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان لائے اور جب سید عالم ﷺ مبعوث ہوئے تو اُن پر بھی ایمان لائے۔ **ای اعلمکم بذلک:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لئلا یعلم﴾ میں لام زائدہ ہے، اور محذوف کی جانب متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ اگر تم پرہیزگاری کرو اور ایمان لاؤ تو ہم تمہیں دوگنا حصہ دیں گے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۷۰ وغیرہ)

سورۃ المجادلۃ مدنیۃ وھی اثنتان وعشرون آیۃ

(سورۃ المجادلہ مدنی ہے،اس میں بائیس آتیں ہیں)

تعارف سورۃ المجادلۃ

اس سورت میں تین رکوع، بائیس آیتیں، چار سوتہتر کلمے اور سترہ سو بانوے حروف ہیں۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس کا نزول غزوۂ احزاب کے بعد ہوا، سورۂ احزاب جو اس غزوہ کے بعد نازل ہوئی اس میں ظہار کا مسئلہ اجمالاً بیان کیا گیا اور اس سورت میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی چار آیات میں ظہار کے مسئلہ کو بیان کو کیا گیا ہے اور پانچویں اور چھٹی آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ خسارہ اٹھائیں گے، ساتویں اور آٹھویں آیت میں جو چھپ چھپ کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور طرح طرح کی سازشیں کرتے انہیں خبردار کیا گیا کہ جہاں بھی سر جوڑ کر سرگوشیاں کرو اللہ ﷻ تمہارے ساتھ تمہاری ساری باتیں سنتا ہے اور تمہاری حرکتوں سے خوب واقف ہے۔ اور اس لئے مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ تمہاری سرگوشیاں اور مشورے اللہ ﷻ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے لئے نہ ہونی چاہیے بلکہ اپنی مجلسوں میں ایسی تدابیر پر غور کرو جس سے نیکی کو فروغ حاصل ہو اور خدا ﷻ کے دین کا بول بالا ہو۔ آیت نمبر گیارہ، بارہ اور تیرہ میں مجلس کے آداب کی تعلیم دی جارہی ہے کہ جب تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور باہر سے کوئی آئے تو اس کے لئے جگہ بناؤ اور اس کو اپنے پہلو میں جگہ دو ایسا نہ ہو کہ وہ دہلیز پر بیٹھ جائے یا واپس چلا جائے اور ہاں یہ خیال بھی رکھا جائے کی جس شخص کی ملاقات کے لئے آئے ہو اس کی بھی مصروفیات ہوتی ہیں اس لئے تم ضرورت کے مطابق بیٹھو اور خود ہی اجازت لے کر چلے جاؤ۔ آخر میں یہ بھی بتادیا کہ انسانوں کے دو گروہ ہیں ایک حزب الشیطان اور دوسرا حزب اللہ ہے۔

رکوع نمبر: ا

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قد سمع الله قول التي تجادلک﴾ تُرَاجِعُکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ﴿ في زوجها﴾ اَلْمُظَاھِرُ مِنْھَا وَکَانَ قَالَ لَھَا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ وَقَدْ سَاَلَتِ النَّبِیُّ عَنْ ذٰلِکَ فَاَجَابَھَا بِاَنَّھَا حُرِمَتْ عَلَیْہِ عَلٰی مَاھُوَ الْمَعْھُوْدُ عِنْدَھُمْ مِنْ اَنَّ الظِّھَارَ مُوْجِبُہٗ فُرْقَۃٍ مُؤَبَّدَۃٍ وَھِیَ خَوْلَۃُ بِنْتِ ثَعْلَبَۃَ وَھُوَ اَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ ﴿ وتشتكي الى الله﴾ وَحْدَتَھَا وَفَاقَتَھَا وَصَبِیَّۃٍ صِغَارًا اِنْ ضَمَّتْھُمْ اِلَیْہِ ضَاعُوْا اَوْ اِلَیْھَا جَاعُوْا ﴿ والله يسمع تحاوركما﴾ تَرَاجَعَکُمَا ﴿ ان الله سميع بصير (۱)﴾ عَالِمٌ ﴿الذين يظهرون﴾ اَصْلُہٗ یَتَظَھَّرُوْنَ اُدْغِمَتِ التَّاءِ فِي الظَّاءِ وَفِي قِرَاءَ ۃٍ بِاَلْفِ بَیْنَ الظَّاءِ وَالْھَاءِ الْخَفِیْفَۃِ وَفِي اُخْرٰی کَیُقَاتِلُوْنَ وَالْمَوْضَعُ الثَّانِي کَذٰلِکَ ﴿ منكم من نسائهم ما هن امهتهم ان امهتهم الا الى﴾ بِھَمْزَۃٍ وَیَاءٍ وَبِلَا یَاءٍ ﴿ ولدنهم وانهم﴾ بِالظِّھَارِ ﴿ ليقولون منكرا من القول وزورا﴾ کِذْبًا ﴿وان الله لعفو غفور (۲)﴾ لِلْمُظَاھِرِ بِالْکَفَّارَۃِ ﴿والذين يظهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا﴾ اَیْ فِیْہِ بِاَنْ یُخَالِفُوْہُ بِاِمْسَاکِ الْمُظَاھِرِ مِنْھَا الَّذِیْ ھُوَ خِلَافُ مَقْصُوْدِ الظِّھَارِ مِنْ وَصْفِ الْمَرْءَۃِ بِالتَّحْرِیْمِ ﴿ فتحرير رقبة﴾ اَیْ اِعْتَاقُھَا عَلَیْہِ ﴿ من قبل ان يتماسا﴾ بِالْوَطْءِ ﴿ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير (۳) فمن لم يجد﴾ رَقَبَۃً ﴿ فصيام شهرين متتابعين من قبل ان

یتماسا فمن لم یستطع ﴿اَیِ الصِّیَامَ﴾ فاطعام ستین مسکینا ﴿عَلَیْهِ اَیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَتَمَاسَّا حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَی الْمُقَیَّدِ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ مُدٌّ مِنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ﴾ ذلک ﴿اَیِ التَّخْفِیْفُ فِی الْکَفَّارَةِ﴾ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتلک ﴿اَیِ الْاَحْکَامُ الْمَذْکُوْرَةُ﴾ حدود اللہ وللکفرین ﴿بِهَا﴾ عذاب الیم (۴) ﴿مُؤْلِمٌ﴾ ان الذین یحادون ﴿یُخَالِفُوْنَ﴾ اللہ ورسولہ کبتوا ﴿اُذِلُّوْا﴾ کما کبت الذین من قبلھم ﴿فِیْ مُخَالَفَتِهِمْ رُسُلَهُمْ﴾ وقد انزلنا ایت بینت ﴿دَالَّةٍ عَلٰی صِدْقِ الرَّسُوْلِ﴾ وللکفرین ﴿بِالْاٰیَاتِ﴾ عذاب مھین (۵) ﴿ذُوْ اِهَانَةٍ﴾ یوم یبعثھم اللہ جمیعا فینبئھم بما عملوا احصہ اللہ ونسوہ واللہ علی کل شیء شھید (۶) ﴿.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جوتم سے بحث کرتی تھی (اے نبی ﷺ، تجادلک بمعنی تراجعک ہے) اپنے شوہر کے معاملے میں (جس نے اس کے ساتھ ظہار......ا...... کرلیا تھا اور کہا تھا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، پھر اس عورت نے نبی پاک ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عورت شوہر پر حرام ہوگئی ہے۔ اہل عرب کے نزدیک یہی رواج تھا کہ ظہار سے حرمت مؤبدہ ثابت ہو جاتی تھی وہ عورت حضرت خولہ بن ثعلبہ اور ان کے شوہر کا نام اوس بن صامت رضی اللہ تعالی عنہا تھا......۲......) اور اللہ سے شکایت کرتی ہے (اپنے اکیلے پن اور فقر وفاقہ کی اور اپنے چھوٹے بچوں کی کہ اگر انہیں باپ کے ساتھ ملایا جائے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ماں کے ساتھ ملایا گیا تو وہ بھوکے رہ جائیں گے۔) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے (تحاورکما بمعنی تراجعکما ہے) بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے (یعنی اللہ ﷻ علم رکھنے والا ہے) جو اپنی ماں کی جگہ کہہ دیتے ہیں (''یظھرون'' کی اصل یتظھرون ہے، تاء کا ظاء میں ادغام کیا گیا ہے اور ایک قرائت میں ھاء اور ظاء کے مابین الف داخل کر کے پڑھا گیا ہے ایک قرائت میں اسے ''یقاتلون'' کے وزن پر پڑھا گیا ہے اور دوسرے مقام پر مذکور اس الفاظ کی بھی یہی تحقیق ہے) تم میں سے اپنی بیبیوں کو وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں (''الّٰئی'' اسے ہمزہ اور یاء کے ساتھ اور بغیر یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے) جن سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور بیشک وہ (ظہار کر کے) بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں (زورا کے معنی جھوٹ ہے) اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے (کفارہ دینے کے سبب، ظہار کرنے والے کو) اور وہ جو اپنی بیبیوں کو ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے (پھر اگر مظاہر اپنے کہے کے برخلاف عورت کو اپنے پاس روکنا چاہے کہ یہ ظہار کے مقصود کے خلاف ہے کہ ظہار سے مقصود عورت کو حرام کرنا ہوتا ہے) تو (ان پر لازم ہے) ایک غلام آزاد کرنا (تحریر بمعنی اعتاق ہے، یہاں علیہ محذوف ہے) قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں (یعنی جماع سے قبل) یہ ہے جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے (روزے) نہ ہو سکیں تو (اس پر لازم ہے) ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا (قبل از جماع، یہ توضیح مطلق کو مقید کرنے کے قبیل سے ہے، شہر میں عموماً استعمال کیے جانے والے غلہ میں سے ایک مد ہر مسکین کو دیا جائے گا......۳......) یہ (یعنی کفارہ میں یہ تخفیف) اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ (یعنی یہ احکام مذکورہ) اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے (ان کا انکار کرنے والوں کے لیے) دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مولم ہے) بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں (یحادون بمعنی یخالفون ہے) اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے (کبتوا بمعنی اذلوا ہے) جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی (ان کے اپنے رسولوں کی مخالفت کرنے کے معاملہ میں) اور بیشک ہم

نے روشن آیتیں (جو کہ ہمارے رسول ﷺ کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں) اتاریں اور (ان آیتوں کے ساتھ) کفر کرنے والوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے (مھین بمعنی ذواھانۃ ہے) جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے اعمال جتادے گا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر﴾

قد: تحقیقیہ، سمع اللہ: فعل وفاعل، قول: مضاف، التی: موصول، تجادلک فی زوجھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تشتکی: فعل بافاعل، الی: جار، اللہ: ذوالحال، و: حالیہ، اللہ: مبتدا، یسمع تحاورکما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، سمیع بصیر: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذین یظھرون منکم من نسائھم ماھن امھتھم ان امھتھم الا التی ولدنھم﴾

الذین: موصول، یظھرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، من نسائھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ما: مشابہ بلیس، ھن: اسم، امھتھم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ان: نافیہ، امھتھم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، التی: موصول، ولدنھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور﴾

و: عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، یقولون: فعل بافاعل، منکرا: معطوف علیہ، من القول: ظرف مستقر صفت، ملکر "قولا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، عفو غفور: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یظھرون من نساء ھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یظھرون من نساء ھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یعودون: فعل بافاعل، لام: جار، ما قالوا: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، تحریر رقبۃ: ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان یتماسا: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر خبر محذوف "علیہ" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیر﴾

ذلکم: مبتدا، توعظون بہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، بماتعملون خبیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا﴾

ف: عاطفہ، من: موصولہ، لم یجد: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، صیام: مضاف، شھرین: مضاف الیہ، ملکر موصوف، متتابعین: صفت، ملکر ذوالحال، من قبل ان یتماسا: ظرف مستقر حال، ملکر "علیہ" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا﴾

ف: عاطفہ، من: موصولہ، لم یستطع: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، اطعام: مضاف، ستین: ممیز، مسکینا: تمیز، ملکر مضاف الیہ، ملکر "علیہ" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک لتومنوا باللہ ورسولہ وتلک حدود اللہ وللکفرین عذاب الیم﴾

ذلک: مبتدا، لام: جار، تومنوا باللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، تلک: مبتدا، حدود اللہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، للکفرین: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب الیم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم﴾

ان: حرف مشبہ، الذین یحادون اللہ ورسولہ: موصول صلہ، ملکر اسم، کبتوا: فعل مجہول با نائب الفاعل، کاف: جار، ما: موصولہ، کبت: فعل مجہول، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر، ملکر مصدر محذوف "کتبا" کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقد انزلنا ایت بینت وللکفرین عذاب مھین﴾

و: عاطفہ، قد: تحقیقیہ، انزلنا: فعل با فاعل، ایت بینت: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، للکفرین: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب مھین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یبعثھم اللہ جمیعا فینبئھم بما عملوا احصہ اللہ ونسوہ﴾

یوم: مضاف، یبعث: فعل، ھم: ذوالحال، جمیعا: حال، ملکر مفعول، اللہ: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ینبئھم: فعل با فاعل و مفعول، بما عملوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، احصہ: فعل وہ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، نسوہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، اللہ: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿واللہ علی کل شیء شھید﴾ و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، علی کل شیء شھید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......تجادلک فی زوجھا...... ☆ کسی بات پر اوس نے ان سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے یہ کہنے کہ بعد اوس کو ندامت ہوئی یہ کلمہ زمانہ جاہلیت میں طلاق تھا اوس نے کہا میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہوگئی خولہ نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سارا واقعہ عرض کیا اور عرض کیا میرا مال ختم ہو چکا میرے ماں باپ گزر گئے اور عمر زیادہ ہوگئی ہے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں ان کے باپ کے پاس چھوڑوں تو ہلاک ہوجائیں گے، اپنے پاس رکھوں تو بھوک سے مرجائیں گے۔ کیا صورت ہے میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تیرے باب میں میرے پاس کوئی حکم نہیں"، یعنی ظہار کے بارے میں ابھی تک کوئی جدید حکم نازل نہیں ہوا دستور قدیم یہی ہے کہ ظہار سے عورت حرام ہوجاتی ہے۔ عورت نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اوس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے بہت ہی پیارا ہے اسی طرح وہ بار بار عرض کرتی رہی اور اس کا جواب حسب خواہش نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگی یا اللہ میں تجھ سے اپنی محتاجی وبےکسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اپنے نبی پر میرے بارے ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت رفع ہوجائے۔ حضرت ام المؤمنین نے فرمایا خاموش رہو، دیکھ چہرہ انور پر آثار وحی ظاہر ہیں جب وحی پوری ہوگئی، فرمایا اپنے شوہر کو بلا اوس حاضر ہوئے تو حضور نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

«تشریح توضیح واغراض»

ظہار کا بیان:

۱......ظہار کے معنی یہ ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جوکل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اُس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلا کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظهار، ج۵، ص۱۲۸)

مسئلہ نمبر۱: ظہار کے لئے اسلام وعقل وبلوغ شرط ہے، کافر نے اگر کہا تو ظہار نہ ہوا یعنی اگر کہنے کے بعد مشرف باسلام ہوا تو اُس پر کفارہ لازم نہیں، یونہی نابالغ ومجنون یا بوہرے یا مدہوش یا سرسام یا برسام کے بیمار نے یا بیہوش یا سونے والے نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوا اور ہنسی مذاق میں یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اُس حالت میں یا زبان سے غلطی میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔

(الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، ج۱، ص۵۳۶)

مسئلہ نمبر۲: اجنبیہ سے کہا کہ اگر تو میری عورت ہو یا میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے تو ظہار ہو جائے گا کہ ملک یا سببِ ملک کی طرف اضافت ہوئی اور یہ کافی ہے۔ (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الظهار، ج۵، ص۱۲۷)

مسئلہ نمبر۳: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں، یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلا سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (الجوهره النيرة، كتاب الظهار، الجزء الثاني، ص۱۳۹)

مسئلہ نمبر۴: عورت کو ماں یا بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہیں، مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔ (الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، ج۱، ص۵۳۶ وغیرہ)

مسئلہ نمبر۵: عورت سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت کی جائے اگر اُس کے اِعزاز کے لئے کہا تو کچھ نہیں اور طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہے اور کچھ نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔

(الجوهرة النيرة، كتاب الظهار، الجزء الثاني، ص۱۴۲)

مسئلہ نمبر۶: ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں، کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لئے کوئی دوسرا کفارہ لازم نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الظهار، ج۵، ص۱۲۸)

خولہ بنت ثعلبہ اور اوس بن صامت کی سوانح:

۲......دونوں کے نسب وسوانح کی نمایاں باتیں یہ ہیں: (۱)......خولہ بنت ثعلبہ: یہ انصاری صحابیہ ہیں، اور انکے نام اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام "خـولـة" تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ خویلۃ بنت خویلد تھا، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بنت مالک بن ثعلبہ تھا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ بنت ثعلبۃ بن مالک جو کہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، اوس بن صامت رضی اللہ عنہ بوڑھے کمزور انسان تھے ایک دن غصے میں کہا: "تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ"۔ یہ خاتون سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنا واقعہ بیان کرنے پہنچیں۔ (۲)......اوس بن صامت: عبادہ بن صامت کے بھائی تھے۔ (حاشية الشهاب، ج۹، ص۱۱۲)

ظہار کے کفارے کا بیان:

ﷺ.....ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ وطی نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر ارادۂ جماع تھا مگر زوجہ مرگئی تو واجب نہ رہا۔

(الهندية ،كتاب الطلاق، الباب العاشر في الكفارة، ج١،ص٥٣٨)

مسئلہ نمبر۲: روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ اس مدت کے اندر ماہ رمضان نہ ہو، نہ عید الفطر، نہ عید الاضحیٰ، نہ ایام تشریق، ہاں اگر مسافر ہے تو ماہ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر ایام منہیہ (وہ ایام جن میں روزہ رکھنا منع ہے، یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ کے دن) میں اسے روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔

(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب:الكفارة، ج٥،ص١٤٠)

مسئلہ نمبر۳: روزہ اگر پہلی تاریخ سے رکھے تو دوسرے مہینے کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا اگر چہ دونوں مہینے ۲۹ کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے نہ رکھے ہوں تو ساٹھ پورے رکھنے ہونگے اور اگر پندرہ روزے رکھنے کے بعد چاند ہوا پھر اس مہینے کے روزے رکھ لئے اور یہ ۲۹ دن کا مہینہ ہو تو اس کے بعد پندرہ دن اور رکھ لئے کہ ۵۹ دن ہوئے جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(ردالمحتار على الدرالمختار ،كتاب الطلاق، باب:الكفارة، مطلب:لا استحالة في جعل، ج٥،ص١٤٠)

مسئلہ نمبر۴: روزے رکھنے پر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثناء میں روزوں پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقۂ نفل ہو جائے گا اور کفارے میں روزے رکھنے ہونگے اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت اُن کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔

(الهندية، كتاب الطلاق، الباب العاشر في الكفارة، ج١،ص٤٥١)

مسئلہ نمبر۵: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو اُن میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو، ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔(ردالمحتار على الدرالمختار ،كتاب الطلاق ،باب الكفارة ،مطلب :اى حر ليس له ...... الخ، ج٥،ص٤٠٢)

مسئلہ نمبر۶: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو بقدر صدقۂ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے مگر اباحت کافی نہیں اور اُنہیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقۂ فطر دے سکتے ہیں جن کی تفصیل صدقۂ فطر کے بیان میں مذکور ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لئے قیمت دیدے یا شام کو کھلا دے اور صبح کی قیمت دیدے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے اور تیس کو دیدے، غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے یا پاؤ صاع گیہوں اور نصف صاع جَو دیدے یا کچھ گیہوں یا جَو دے باقی کی قیمت ہر طرح اختیار ہے۔

(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الكفارة، مطلب :اى حر ليس له، ج٥،ص١٤٣)

اغراض:

وكان قال لها انت علي كظهر امي: خولہ بنت ثعلبہ ایک خوبصورت خاتون تھیں جو کہ اوس بن صامت کے نکاح میں تھیں، خوبصورت جسم کی مالک جب کہ اوس بڑے غصیلے تھے، ایک دن جب اوس بن صامت گھر میں آئے تو خولہ نماز میں مصروف تھیں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اوس نے قربت کا ارادہ ظاہر کیا تو خولہ نے انکار کر دیا، پس اوس نے غصے میں یوں کہا: "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے"، پھر اپنی

بات پر شرمندہ بھی ہوئے، ظہار اور ایلاء دونوں ہی زمانہ جاہلیت میں طلاق شمار ہوتی تھیں۔اوس نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہوگئی ہو تو بی بی خولہ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ طلاق نہیں ہے، دونوں آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو بی بی عائشہ سید عالم ﷺ کے سرانور کو ایک جانب سے دھورہی تھیں، خولہ اور اوس بن صامت نے پوری بات ارشاد فرمائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی، مزید شان نزول میں ملاحظہ فرمائیں۔عــــن ذلک: یعنی ظہار کا حکم معلوم کرنا مقصود ہے، کہ اس صورت میں زوجین میں تفریق کرنے کا حکم ہے یا نہیں۔فاجابها بانها حرمت علیه: سید عالم ﷺ نے حرمت کے حوالے سے جواب دیا اور اس جواب میں دلیل تھی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ظہار کی حرمت موجود تھی اور سید عالم ﷺ نے یہ حکم اپنی خواہش سے نہ فرمایا تھا۔خولہ بنت ثعلبة و اوس بن الصامت :کا بیان ماقبل حاشیہ نمبر "۲" میں ملاحظہ فرمائیں۔ضاعوا :یعنی بچوں کی نشو ونما و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ضائع ہوجانا مراد ہے۔جاعوا: بچوں کا نفقہ نہ ہونے کے باعث اُن کا بھوکا رہنا مراد ہے، جب کہ اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔

بـالـکـفـارة: پس کفارے کی برکت سے مغفرت ملے گی، اور اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ حدود میں (معاملات کی) درستگی ہے۔مقصود الظهار :کلام میں مضاف کے حذف ہونے کی جانب اشارہ ہے، تقدیر کلام: "ذی الظهار یا بالظهار" ہے۔بالوطء: یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے، جدید قول یہ ہے کہ: "الاستمتاع" ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہوتا ہے اور امام مالک کے نزدیک مراد وطی اور اس کے مقدمات (یعنی مشمولات) ہیں۔حملا للمطلق: کھانا کھلانے میں ﴿من قبل ان یتماسا﴾ کی قید کا ذکر نہیں کیا جب کہ باقی دو صورتوں میں یعنی صیام اور رقبہ میں قید ذکر کی ہے، اس لئے کہ (امام اعظم) کے نزدیک کھانا کھلانے سے پہلے اگر جماع کرلیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانے کی حاجت نہیں کیونکہ اللہ نے کھانا کھلانے میں جماع کرنے سے پہلے کی شرط ذکر نہیں کی ہے۔لکل مسکین مد: مراد سید عالم ﷺ کا مد ہے جو کہ (۳/۱ ۱) کے برابر ہے، یہ قول امام شافعی کا ہے، امام مالک کے نزدیک ہشام بن عبد الملک کا مد ہے، اور یہ مذکورہ مُد سید عالم ﷺ کے مُد پر ظاہری قول کے اعتبار سے بخلاف باقی کفارات کے ایک ثلث زائد بنتا ہے، اور جہاں تک شوافع کے نزدیک سید عالم ﷺ کے مد کا تعلق ہے تو وہ مصری اعتبار سے تیس قدحا (ایک قسم کا پیمانہ یا برتن) بنتا ہے اور ہر مسکین کو نصف دیا جائے گا اور امام مالک کے نزدیک چالیس قدحا بنتا ہے اور ہر مسکین کو ثلث قدحا دیا جائے گا، پس غور کرو، (حاشیہ نمبر ۳ میں امام اعظم کے نزدیک مفصل مسئلہ موجود ہے)۔یخالفون: یعنی اللہ کی مخالفت مراد ہے، یہاں ﴿یخالفون﴾ بمعنی یعادونہ ورسولہ ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی معاندت کرنا، کسی کی مخالفت ایسی کرنا کہ اپنی حد سے نکل کر دوسرے کی حد کی طرف تجاوز کرجائے۔اذلوا: بمعنی اھلکوا ہے، یعنی ہلاک کیا جانا، ایک قول یہ ہے کہ انہیں پکڑا جائے گا، عذاب دیا جائے گا، لعنت کی جائے گی، غضب کیا جائے گا اور یہ سارے معنی ملتے جلتے ہیں، (یعنی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ یہ تمام سلوک ہوسکتے ہیں)۔(الصاوی، ج۶، ص۷۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿الم تر﴾تَعْلَمْ﴿ ان الله یعلم ما فی السموت وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم﴾بِعِلْمِهٖ﴿ ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا هو معهم این ما کانوا ثم ینبئهم بما عملوا یوم القیمة ان الله بکل شیء علیم (۷)الم تر﴾تَنْظُرُ﴿ الی الذین نهوا عن النجوی ثم یعودون لما نهوا عنه ویتنجون بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول﴾هُمُ الْیَهُوْدُ نَهَاهُمُ النَّبِیُّ عَمَّا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ مِنْ تَنَاجِیْهِمْ اَیْ تُحَدِّثُهُمْ سِرًّا نَاظِرِیْنَ اِلَى الْمُوْمِنِیْنَ لِیُوْقِعُوْا فِی قُلُوْبِهِمَ الرِّیْبَةَ﴿ واذا جاءوک حیوک﴾اَیُّهَا النَّبِیُّ﴿بما لم یحیک به الله﴾وَهُوَ قَوْلُهُمْ اَلسَّامُ عَلَیْکَ اَیِ الْمَوْتُ﴿

ویقولون فی انفسہم لو لا ﴿ھلا﴾ یعذبنا اللہ بما نقول ﴿من التحیۃ وانہ لیس بنبی ان کان نبیا﴾ حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر (۸) ﴿ھی﴾ یایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقوی واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون (۹) انما النجوی ﴿بالاثم ونحوہ﴾ من الشیطن ﴿بغرورہ﴾ لیحزن الذین امنوا ولیس ﴿ھو﴾ بضارھم شیئا الا باذن اللہ ﴿ای ارادتہ﴾ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (۱۰) یایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا ﴿توسعوا﴾ فی المجلس ﴿مجلس النبی ﷺ او الذکر حتی یجلس من جاءکم وفی قراءۃ المجالس﴾ فافسحوا یفسح اللہ لکم ﴿فی الجنۃ﴾ واذا قیل انشزوا ﴿قوموا الی الصلوۃ وغیرھا من الخیرات﴾ فانشزوا ﴿وفی قراءۃ بضم الشین فیھما﴾ یرفع اللہ الذین امنوا منکم ﴿بالطاعۃ فی ذلک﴾ و ﴿یرفع﴾ الذین اوتوا العلم درجت ﴿فی الجنۃ﴾ واللہ بما تعملون خبیر (۱۱) یایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول ﴿اردتم مناجاتہ﴾ فقدموا بین یدی نجوکم ﴿قبلھا﴾ صدقۃ ذلک خیر لکم واطھر ﴿لذنوبکم﴾ فان لم تجدوا ﴿ما تتصدقون بہ﴾ فان اللہ غفور ﴿لمناجاتکم﴾ رحیم (۱۲) ﴿بکم یعنی فلا علیکم فی المناجاۃ من غیر صدقۃ ثم نسخ ذلک بقولہ﴾ ء اشفقتم ﴿بتحقیق الھمزتین وابدال الثانیۃ الفا وتسھیلھا وادخال الف بین المسھلۃ والاخری وترکہ ای اخفتم من﴾ ان تقدموا بین یدی نجوکم صدقت ﴿لفقر﴾ فاذ لم تفعلوا ﴿الصدقۃ﴾ وتاب اللہ علیکم ﴿رجع بکم عنھا﴾ فاقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا اللہ ورسولہ ﴿ای دوموا علی ذلک﴾ واللہ خبیر بما تعملون (۱۳)۔

﴿ترجمہ﴾

کیاتم نے نہ جانا (تر بمعنی تعلم ہے) کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے (اپنے علم کے ساتھ) اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہو......۱...... پھر انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے کیاتم نے نہ دیکھا (تر بمعنی تنظر ہے) جنہیں بری مشاورت سے منع کیا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں (اس سے مراد یہودی ہیں، یہودی مسلمانوں کی طرف دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے باتیں کرتے تا کہ مسلمانوں کے دل میں شک وشبہ ڈال سکیں، حضور ﷺ نے انہیں ان سرگوشیوں سے منع فرمایا) اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو تمہیں مجرا کرتے ہیں (اے نبی ﷺ) جو الفاظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے (یعنی السام علیک کہتے ہیں یعنی آپ کو موت لاحق ہو جائے......۲......، العیاذ باللہ) اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ کیوں عذاب نہیں کرتا (لولا بمعنی ھلا ہے) ہمارے اس کہنے پر (یعنی ہماری اس تحیت پر، حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں اگر وہ اللہ ﷻ کے نبی ہیں تو) انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام (مخصوص بالذم "ھی" ضمیر یہاں محذوف ہے) اے ایمان والو تم جب آپس میں مشاورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشاورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کی مشاورت کرو......۳...... اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے اور (گناہ وغیرہ کی) مشاورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے (یعنی

شیطان کے دھوکہ سے) اس لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا (یعنی شیطان) مگر اللہ کے اذن (یعنی اس کے ارادے) سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے جگہ دو (تـفـسـحـوا بمعنی تـوسـعـوا ہے) مجلس میں (نبی پاک ﷺ کی مجلس میں یا مجلس ذکر میں حتی کہ تمہارے پاس آنے والا شخص بھی بیٹھ سکے ایک قرائت میں "الـمـجـلـس" کی بجائے الـمـجـالـس پڑھا گیا ہے) تو جگہ دو اللہ تمہیں (جنت میں) جگہ دے گا......ہے......اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو (نماز وغیرہ نیک کاموں کے لیے، انشـزوا بمعنی قـومـوا ہے) تو اٹھ کھڑے ہو (ایک قرائت میں انشـزوا فعل کو شین مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اللہ تمہارے ایمان والوں کے (جو اس بات میں فرمانبرداری کریں) درجے بلند فرمائے گا اور (بلند فرمائے گا درجے) ان کے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو (حضور ﷺ کی بارگاہ میں آہستہ سے کوئی بات عرض کرنے کا ارادہ کرو) تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ لے لو (بیـن یدی بمعنی قبلھا ہے) یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور (گناہوں کو) بہت پاک کرنے والا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو (اس شے کا جسے تم صدقہ کرسکو) تو اللہ بخشنے والا ہے (تمہاری مناجات کو) رحم کرنے والا ہے (تم پر یعنی فقر کی وجہ سے بغیر صدقہ دیئے سرگوشی و مناجات کرنے میں تم پر کچھ مضائقہ نہیں پھر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ کر دیا گیا ہے) کیا تم اس سے ڈرے ("ء اشـفـقـتـم" دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسری ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ اور دوسری ہمزہ کی تسہیل اور ہمزہ مسھلة کے درمیان الف داخل کرنے اور ترک الف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) کہ تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو (فقر و تنگدستی کی وجہ سے) پھر جب تم نے یہ نہ کیا (یعنی صدقہ نہیں دیا) اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی (یہ حکم اللہ ﷻ نے تم سے اٹھالیا ہے......۵......) تو نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو (یعنی اسکی اطاعت پر ڈٹے رہو) اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض﴾

ھـمـزہ: حرف استفہام، لـم تـر: فعل نفی با فاعل، ان الـلـہ: حرف مشبہ واسم، یـعـلـم: فعل با فاعل، مـا فـی الـسـمـوت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما یکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم ....الا ھو معھم این ما کانوا﴾

ما: نافیہ، یکون: فعل ذم، من: زائد، نجوی ثلثة: مرکب اضافی ذوالحال، الا: اداۃ حصر، ھو رابعھم: جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، خـمـسـة: "نـجـوی" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، ھـو سـادسـھـم: جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ادنـی من ذلـک: شبہ جملہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، لا: نافیہ، اکثر: بذوالحال، الا: اداۃ حصر، ھو: مبتدا، معھم: ظرف متعلق بمحذوف "الاسـتـقـرار" این: مضاف، ما: زائد، کـانـوا: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ثانی "الاسـتـقـرار" مصدر محذوف اپنے فاعل دونوں ظرف سے، ملکر جملہ ہر کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ملکر معطوف ثالث، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیمة ان اللہ بکل شیء علیم﴾

ثم: عاطفہ، ینبئھم: فعل با فاعل ومفعول، بـمـا عـمـلـوا: ظرف مستقر مفعول ثانی، یوم القیمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بکل شیء علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم ترالی الذین نهوا عن النجوی ثم یعودون لما نهوا عنه ویتنجون بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول﴾
ھمزہ: حرف استفہام،لم تر: فعل نفی بافاعل،الی: جار،الذین:موصول،نھوا عن النجوی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،یعودون:فعل بافاعل،لما نھوا عنہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،و: عاطفہ،یتنجون:فعل بافاعل،ب: جار،الاثم:معطوف علیہ،والعدوان:معطوف اول،و: عاطفہ،معصیت الرسول:معطوف ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا جاء وک حیوک بما لم یحیک به الله﴾
و: عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ فیہ مقدم،جاء وک:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،حیوک:فعل بافاعل ومفعول،ب: جار،ما:موصولہ،لم یحیک:فعل نفی ومفعول،بہ: وظرف لغو،اللہ:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویقولون فی انفسهم لولا یعذبنا الله بما نقول حسبهم جهنم یصلونها فبئس المصیر﴾
و: عاطفہ،یقولون فی انفسھم: جملہ فعلیہ قول،لولا:حرف تحضیض،یعذبنا اللہ:فعل ومفعول وفاعل،ب: جار،ما:موصولہ،نقول:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،حسبھم:مبتدا،جھنم: ذوالحال،یصلونھا: جملہ فعلیہ حال،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،بئس: فعل ذم،المصیر: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ "ھی" مبتدامحذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایها الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقوی﴾
یایھا الذین امنوا: نداء،اذا:شرطیہ مفعول فیہ مقدم،تناجیتم:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزئیہ،لاتتناجوا:فعل نہی بافاعل،بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،تناجوا:فعل امر بافاعل،بالبر والتقوی:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واتقوا الله الذی الیه تحشرون﴾
و: عاطفہ،اتقوا:فعل امر بافاعل،اللہ:موصوف،الذی:موصول،الیہ تحشرون: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما النجوی من الشیطن لیحزن الذین امنوا ولیس بضارهم شیئا الا باذن الله﴾
انما: حرف مشبہ وماکافہ،النجوی:مبتدا،من الشیطن: ظرف مستقر خبراول،لام: جار،یحزن:فعل "ھو"ضمیر مستتر ذوالحال،و: حالیہ،لیس:فعل ناقص بااسم،ب: زائد،ضار:اسم فاعل بافاعل مضاف،ھم:ضمیر مضاف الیہ مفعول، شیئا: "ضرار" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،الا: اداۃ حصر،باذن اللہ:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،الذین امنوا:موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعلی الله فلیتوکل المومنون﴾و: عاطفہ،علی اللہ:ظرف لغو مقدم،ف: عاطفہ،لیتوکل:فعل امر،المومنون:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایها الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح الله لکم﴾
یایھا الذین امنوا: نداء،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قیل لکم:قول،تفسحوا:فعل امر بافاعل،فی: حرف جر المجلس: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر شرط،ف: جزائیہ،افسحوا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،یفسح اللہ لکم: فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب امر،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت﴾
و : عاطفہ، اذا :شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لکم : قول، انشزوا :فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ شرط، ف: جزائیہ، انشزوا :فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، یرفع اللہ :فعل وفاعل، الذین امنوا : موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و :عاطفہ، الذین اوتوا العلم :موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، منکم :ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، درجت :ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واللہ بما تعملون خبیر﴾
و : مستانفہ، اللہ :مبتدا، بماتعملون : ظرف لغو مقدم، خبیر :صفت مشبہ با فاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿یایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقۃ﴾
یایھا الذین امنوا: نداء، اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ناجیتم الرسول: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قدموا :فعل امر با فاعل، بین :مضاف، یدی :مضاف، نجوکم :مضاف الیہ، ملکر ظرف، صدقۃ :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ نداء۔

﴿ذلک خیر لکم واطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم﴾
ذلک : مبتدا، خیر : اسم تفضیل با فاعل، لکم :ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و :عاطفہ، اطھر :معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف :عاطفہ، ان :شرطیہ، لم تجدوا :جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ غفور رحیم :جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ء اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوکم صدقت﴾
ھمزہ: حرف استفہام، اشفقتم :فعل با فاعل، ان :مصدریہ، تقدموا :فعل امر با فاعل، بین یدی نجوکم: ظرف، صدقت :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر، من: جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذلم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا اللہ ورسولہ﴾
ف : مستانفہ، اذ :بمعنی ان شرط، لم تفعلوا :فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، و : عاطفہ، تاب اللہ علیکم : جملہ فعلیہ معترضہ، ف :جزائیہ، اقیموا :فعل امر با فاعل، الصلوۃ :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و :عاطفہ، اتوا الزکوۃ :جملہ فعلیہ معطوف اول، و : عاطفہ، اطیعوا اللہ ورسولہ :جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واللہ خبیر بما تعملون﴾ و : عاطفہ، اللہ :مبتدا، خبیر بما تعملون : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......**الم تر الی الذین نھوا عن النجوی**......☆ یہ آیت یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے ان کی طرف اشارہ کرتے جاتے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ ان کے خلاف کوئی پوشیدہ بات کی ہے اوراس سے انہیں رنج ہو، ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے بھائیوں کی نسبت قتل یا ہزیمت کی کوئی خبر پہنچی ہو جو جہاد میں گئے اور یہ اسی کے متعلق باتیں بناتے اور اشارے کرتے ہیں۔ جب یہ حرکات منافقین کی بہت زیادہ ہوئیں اور مسلمانوں نے سید عالم ﷺ کے حضور میں اس کی شکایتیں کیں تو سید عالم ﷺ نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......**یاایہا الذین امنوا اذا قیل لکم ......**☆نبی کریم ﷺ بدر میں حاضر ہونے والے اصحاب کی عزت کرتے تھے ایک روز چند بدری صحابہ ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا حضور ﷺ نے جواب دیا پھر انہوں نے حاضرین کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا وہ اس انتظار میں کھڑے تھے کہ ان کے لئے مجلس میں جگہ کی جائے مگر کسی نے نہ دی یہ سید عالم ﷺ کو گراں گزرا تو حضور ﷺ نے اپنے قریب والوں کو اٹھا کر ان کیلئے جگہ کی، اٹھنے والوں کو اٹھنا شاق ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......**یاایہا الذین امنوا اذا نٰاجیتم ......**☆سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور اس حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وفا کیا ہے فرمایا توحید اور توحید کی شہادت دینا عرض کیا فساد کیا ہے فرمایا کفر و شرک عرض کیا حق کیا ہے فرمایا اسلام و قرآن اور ولایت جب تم کو ملے عرض کیا حیلہ کیا ہے؟ یعنی تدبیر فرمایا ترک حیلہ عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے فرمایا اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت عرض کیا کہ اللہ عزوجل سے کیسے دعا مانگوں فرمایا صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا کیا مانگوں فرمایا عاقبت عرض کیا اپنی نجات کیلئے کیا کروں فرمایا حلال کھا اور سچ بول عرض کیا سرور کیا ہے فرمایا جنت عرض کیا راحت کیا ہے فرمایا اللہ عزوجل کا دیدار، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا (مدارک خازن) حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا کہ اس کی اصل ہے کہ جو مزارات اولیاء پر تصدق کیلئے شرینی وغیرہ لے جاتے ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سرگوشی میں عدد مفرد کا بیان:

۱...... یہاں چند وجوہات کا بیان کرنا ضروری ہے تا کہ موضوع اپنی تکمیل تک پہنچ سکے: (۱)...... مفرد عدد کا ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ عزوجل وتر ہے یعنی ایک ہے، اور وتر ہی کو پسند فرماتا ہے، اور یہاں ﴿**ثلثة الا ھو رابعھم ......**الخ تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا (الکہف: ۲۲)﴾ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تمام ہی معاملات میں اللہ عزوجل کے فرمودات کا لحاظ رکھنا بہتر ہے۔ (۲)...... مصالحت کی غرض و غایت کو بیان کرنا بھی مقصود ہے کہ جب دو افراد کا کسی معاملے میں تنازعہ ہو اور نفی و اثبات میں بحث و تکرار ہو اور تیسرا متوسط ذہن کا مالک ان میں فیصلہ کر دے، تا کہ مشورے اور غرض کی تکمیل ہو جائے، اسی لئے جب کچھ لوگ جمع ہوں اور کسی معاملے میں بحث و تکرار ہو رہی ہو یا مشاورت کا میدان گرم ہو تو اُن میں ایک فرد ایسا ضرور ہونا چاہئے جس کا قول سب کے نزدیک فیصلہ کُن حیثیت رکھتا ہو اسی مناسبت سے ارباب مشاورت میں ایک کا عدد ضروری قرار دیا گیا ہے، اسی مناسبت سے اللہ عزوجل نے "تین میں کا چوتھا اور پانچ میں کا چھٹا" فرما کر باقی پر تنبیہ فرمادی اور یہ بھی کہ تین، پانچ، طاق عدد ہیں۔ (الرازی، ج۱۰، ص۴۹۰)

یہود کا سید عالم ﷺ کو السام علیک کہنا:

۲...... یہود سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں آکر **السام علیک** کہتے، اور ان کا ظاہری مقصد سلام کرنا اور باطنی مقصد سید عالم ﷺ کی وفات کی دعا کرنا ہوتا تھا۔ سید عالم ﷺ جواب میں فرماتے: "علیکم یا دوسری روایت کے مطابق وعلیکم"، ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر محمد (ﷺ) واقعی میں نبی ہوتے تو اللہ عزوجل ہمیں ان کی تذلیل و تخفیف کا موقع ہی نہ دیتا، لیکن وہ اس بات سے جاہل تھے کہ اللہ عزوجل حلیم ہے سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔

☆...... بیشک یہود سید عالم ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کے پاس آئے، اور کہا: السام علیکم ، سید عالم ﷺ نے ان کے مناسب جواب ارشاد فرمایا، اور صحابہ سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اُس نے کیا کہا؟ ، بولے اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا: ''انہوں نے السام علیک کہا، اور میں نے جواب دیا: ''السام علیک ''صحابہ نے کہا: جی ہاں!، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا، یعنی جب تمہیں یہود سلام کہیں تو یونہی کہہ لو جو وہ کہتے ہیں، پس اللہ ﷻ نے آیت نازل فرمائی: ﴿واذا جاؤک حیوک بما لم یحیک به الله﴾''۔ (الترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی التسلیم، رقم: ۲۷۱۰، ص ۷۷۵)

☆......سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں یہود آئے اور یوں مخاطب ہوئے السام علیک یا ابا القاسم ، تو آپ نے فرمایا: ''وعلیکم''، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: السام علیکم اور اللہ ﷻ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کرے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تم نہیں جانتی کہ اللہ ﷻ فحش کلمات کو ناپسند فرماتا ہے''، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہے، سید عالم ﷺ نے جواب دیا: ''انہوں نے جو کہا میں نے اُنہیں واپس لوٹا دیا ہے''، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿بما لم یحیک به الله﴾ یعنی اللہ ﷻ تم پر سلام بھیجتا ہے اور جو انہوں نے تمہارے لئے کہا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب اذاعرض الذمی اوغیرہ، رقم: ۶۹۲۷، ص ۱۱۹۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو یہود تمہیں سلام کہیں تو جواب میں وعلیکم کہہ لو''۔ (المرجع السابق، رقم: ۶۲۵۸، ۶۹۲۶، ص ۱۱۹۳)

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ذمی کو سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں، چنانچہ ابن عباس، شعبی اور قتادہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک واجب ہے جب کہ امام مالک، ابن وہب کے نزدیک واجب نہیں ہے اور ابن طاؤس کہتے ہیں کہ انکو جواب دیا جائے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۸، ص ۲۴۸)

کفار کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم کہے، اگر ایسی جگہ گزرنا ہو جہاں مسلم و کافر دونوں ہوں تو السلام علیکم کہے اور مسلمانوں پر سلام کا ارادہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ السلام علی من اتبع الھدی کہے۔ (الھندیة، کتاب الکراھیة، الباب السابع فی السلام، ج ۵، ص ۱۶۴ ملخصاً و ملتقطاً)

مشورے کی اہمیت:

ﷲ......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایها الذین امنوا اذا تناجیتم......الخ اے ایمان والو جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے کا مشورہ نہ کرو (المجادلة: ۹)﴾، ﴿وشاورھم فی الامر اپنے کاموں میں ان سے ضرور مشورہ لو (ال عمران: ۱۵۹)﴾۔ مشورہ لینا دین اسلام میں باعث برکت ہوا کرتا ہے۔ سید عالم ﷺ پر مشورہ کرنا واجب نہیں قرار دیا گیا بلکہ یہاں امت کی تعلیم کے لئے فرمایا تاکہ امت نبی کے افعال پر عمل پیرا ہو کر برکتیں پائے، کئی مواقع پر سید عالم ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ طلب کرنا آپ ﷺ کی اعلیٰ ظرفی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆......ابن عدی اور بیہقی نے سند حسن سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت: ﴿وشاورھم فی الامر اپنے کاموں میں ان سے ضرور مشورہ لو﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سنو اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ مشورہ لینے سے غنی ہیں لیکن اللہ ﷻ نے اسے (مشورہ لینے کو) میری امت کے لئے رحمت بنایا تو جو میری امت میں سے مشورہ لیتا ہے اس سے ہدایت کبھی معدوم نہیں ہوتی اور جو اُسے ترک کردے تو اُس سے گمراہی کبھی معدوم نہیں ہوتی''۔

☆......طبرانی اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو استخارہ کرلے وہ خائب و خاسر نہیں رہتا اور جو

مشورہ کرلے وہ نادم نہیں ہوتا"۔ (الدر المنثور، ج ۲، ص ۱۵۹)

مجلس میں کسی ایک کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا:

ے......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿یایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلس میں جگہ دو (المجادلۃ: ۱۱)﴾۔ اللہ عزوجل نے اس آیت میں مجلس کے آداب بیان فرمائے، آنے والے کے لئے جگہ کشادہ کی جائے تاکہ اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں بغض و کینہ اور نفرت پیدا نہ ہو، اور اللہ عزوجل نے یہ حکم اسی بناء پر دیا ہے تاکہ مسلمان نفرتوں کا شکار نہ ہوں۔ بعض اوقات دو لوگ باہم سرگوشی کرتے ہیں جس سے تیسرے آدمی کو تشویش ہوتی ہے چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿انما النجوی من الشیطن لیحزن الذین امنوا ......الخ وہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے اس لئے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے (المجادلۃ: ۱۰)﴾۔

☆......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک آدمی کے سامنے دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث، رقم: ۶۲۸۸، ص ۱۰۹۵)

☆......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں کے تین افراد ایک کو چھوڑ کر باہم سرگوشی نہ کریں کہ تم اس کو تشویش و غم میں مبتلا کر دو، تم لوگوں سے میل جول رکھو"۔ (المرجع السابق، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ، رقم: ۶۲۹۰، ص ۱۰۹۵)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کلام سے قبل صدقہ دینا:

۵......مجاہد کا قول ہے کہ پہلے پہل مسلمانوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مناجات کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم تھا، اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿یایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا......الخ اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (المجادلۃ: ۱۲)﴾، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ مناجات کرنے سے پہلے ایک دینار صدقہ دیا۔ مجاہد ہی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتاب اللہ عزوجل میں ایک آیت ہے جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی بعد میں عمل کرے گا، اور اسی آیت مذکورہ بالا کی جانب نشاندہی فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے پہلے درہم صدقہ کیا، پھر رخصت کا حکم نازل ہوا، چنانچہ فرمایا گیا:﴿ء اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوکم صدقت ...... الخ کیا تم اس سے ڈرے کہ اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو (المجادلۃ: ۱۳)﴾۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عام طریقہ تھا کہ اکثر مسائل جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے اور انہیں دشواری ہوتی تو وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تخفیف فرما دیتا، پھر جب مسلمانوں میں صبر بہت زیادہ پایا جانے لگا اور انہوں نے مسائل میں تنگی کی شکایت کرنا ترک کردی تو اللہ عزوجل نے حکم نازل فرمایا:﴿فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم ......الخ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو (المجادلۃ: ۱۳)﴾، پس اللہ عزوجل نے ان پر وسعت فرما دی اور انہیں تنگی میں نہ رکھا۔ (الطبری، الجزء: ۲۸، ص ۲۶)

اغراض:

لیوقعوا فی قلوبھم الریبۃ یعنی مسلمانوں کو وہم میں ڈالتے تھے کہ انہیں مسلمانوں کے سرایا سے نکالے جانے کی خبریں ملی ہیں، یا قتل ہونے یا مرجانے یا نقصان اٹھانے کی خبریں ملی ہیں، پس اس طرح وہ مسلمانوں کے دلوں میں غم ڈالتے تھے جس سے انہیں منع کیا گیا۔ وھو قولھم السام علیک: ماقبل حاشیہ نمبر "۲" بخاری کی حدیث کے تحت یہی مواد موجود ہے۔

ھی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مخصوص بالذم محذوف ہے۔بالاثم والعدوہ: یعنی غیبت اور شیطان (کے مشورے) کے سبب مسلمانوں سے کلام سے اعراض کرنا تاکہ مسلمانوں کو دکھ میں مبتلا کردیں حالانکہ مسلمانوں کا اس میں کچھ نقصان نہیں بلکہ اِن کا اپنا نقصان ہے۔عارفین کہتے ہیں جن کے بُرے خاتمے کا خوف ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف باہم مشورہ کرنا۔

ھو: یعنی شیطان۔فی الجنۃ: اللہ تمہارے لئے جنت میں، دنیا میں، قبر اور قیامت میں کشادگی کرے گا۔وغیرھا: یعنی جہاد اور ہر قسم کا کارِ خیر۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ﴿انشزوا﴾ کے معنی اپنی جگہوں سے اُٹھ کھڑے ہونا ہے تاکہ دیگر تمہارے بھائیوں کے لئے جگہ کشادہ ہوجائے۔فی ذلک: سے مراد نماز کے لئے کھڑا ہونا یا دیگر طاعتیں مراد ہیں۔یعنی فلا علیکم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے اور اللہ کا فرمان: ﴿فان اللہ غفور رحیم﴾ محذوف کے لئے تعلیل ہے اور اس محذوف پر دلیل ہے۔ثم نسخ ذلک: یعنی سید عالم ﷺ سے سرگوشی اختیار کرنے سے پہلے صدقہ دینا ایک قول کے مطابق ایک زمانے کے بعد منسوخ ہوگیا، یا ایک ساعت یا ایک دن یا دس دن کے بعد منسوخ ہوگیا اور منسوخ ہونے کی وجہ کیا ہوئی اس بارے میں ایک قول یہ ملتا ہے کہ اس کے بعد والی آیت نے متذکرہ آیت کے حکم کو منسوخ کردیا اور جمہور مفسرین نے یہی کہا ہے اور ایک قول کے مطابق آیت زکوۃ نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کردیا۔الفقر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ﴿ااشفقتم﴾ کا مفعول محذوف ہے، معنی یہ ہے کہ تمہیں یہ خوف لاحق ہے کہ کیا صدقہ پہلے دینا ضروری ہے؟۔ای دوموا علی ذلک: مراد نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی طاعت پر مداومت کرنا ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص۷۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿الم تر﴾تَنظُرُ﴿ الی الذین تولوا﴾هُمُ الْمُنَافِقُوْنَ﴿ قوما﴾هُمُ الْيَهُوْدُ﴿ غضب اللہ علیھم ما ھم﴾اَیِ الْمُنَافِقُوْنَ﴿ منکم﴾مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿ ولا منھم﴾مِنَ الْيَهُوْدِ بَلْ هُمْ مُذَبْذَبُوْنَ﴿ ویحلفون علی الکذب﴾اَیْ قَوْلِهِمْ اَنَّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ﴿ وھم یعلمون (۱۴)﴾اَنَّهُمْ كَاذِبُوْنَ فِيْهِ﴿اعد اللہ لھم عذابا شدیدا انھم ساء ما کانوا یعملون (۱۵)﴾مِنَ الْمَعَاصِیْ﴿اتخذوا ایمانھم جنة﴾سِتْرًا عَنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴿ فصدوا﴾بِهَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴿ عن سبیل اللہ﴾اَیِ الْجِهَادِ فِيْهِمْ بِقَتْلِهِمْ وَاَخْذِ اَمْوَالِهِمْ﴿ فلھم عذاب مھین (۱۶)﴾ذُوْ اِهَانَةٍ﴿لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ﴾مِنْ عَذَابِهٖ﴿ شیئا﴾مِنَ الْاِغْنَاءِ﴿ اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون (۱۷)﴾اُذْكُرْ﴿یوم یبعثھم اللہ جمیعا فیحلفون لہ﴾اَنَّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ﴿ کما یحلفون لکم ویحسبون انھم علی شیء﴾مِنْ نَفْعِ حَلْفِهِمْ فِی الْاٰخِرَةِ كَالدُّنْيَا﴿ الا انھم ھم الکذبون (۱۸)استحوذ﴾اِسْتَوْلٰی﴿ علیھم الشیطن﴾بِطَاعَتِهِمْ لَهٗ﴿ فانسھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن﴾اِتْبَاعُهٗ﴿ الا ان حزب الشیطن ھم الخسرون (۱۹)ان الذین یحادون﴾يُخَالِفُوْنَ﴿ اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین (۲۰)﴾الْمَغْلُوْبِيْنَ﴿کتب اللہ﴾فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ قَضٰى﴿ لاغلبن انا ورسلی﴾بِالْحُجَّةِ وَالسَّيْفِ﴿ ان اللہ قوی عزیز (۲۱)لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون﴾يُصَادِقُوْنَ﴿ من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا﴾اَیِ الْمَحَادُّوْنَ﴿ اباء ھم﴾اَیِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم﴾بَلْ يَقْصِدُوْنَهُمْ بِالسُّوْءِ وَيُقَاتِلُوْنَهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ كَمَا وَقَعَ لِجَمَاعَةٍ مِنَ

الصَّحَابَۃِ﴿ اولئک﴾الَّذِیْنَ لَایُوَادُّوْنَھُمْ﴿ کتب﴾اَثْبَتَ﴿ فی قلوبھم الایمان.وایدھم بروح﴾بِنُوْرٍ﴿ منہ﴾تَعَالٰی﴿ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم﴾بِطَاعَتِہٖ﴿ ورضوا عنہ﴾بِثَوَابِہٖ﴿ اولئک حزب اللہ﴾یَتَّبِعُوْنَ اَمْرِہٖ وَیَجْتَنِبُوْنَ نَھْیَہٗ﴿ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون(۲۲)﴾اَلْفَائِزُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے (مراد اس سے منافقین ہیں) جن پر اللہ کا غضب ہے (مراد اس سے یہودی ہیں......۱......) وہ (یعنی منافقین) نہ تم میں سے (یعنی مومنین میں سے) نہ ان میں سے (یعنی یہودیوں میں سے بلکہ وہ تذبذب میں مبتلا ہیں) وہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں (یعنی اس بات میں کہ وہ مومن ہیں) حالانکہ وہ جانتے ہیں (کہ وہ اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے (یعنی گناہ کرتے تھے) انہوں نے اپنی قسموں کو آڑ بنا لیا ہے (اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بچانے کے لیے، جنۃ بمعنی ستر ہے) تو روکا (اس کے ذریعے مسلمانوں کو) اللہ کی راہ سے (یعنی جہاد سے کہ کہیں مسلمان ان کے خلاف جہاد کر کے انہیں قتل کر کے ان کے اموال ان سے نہ چھین لیں) تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے (مھین بمعنی ذو اھانۃ ہے) ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے (یعنی اس کے عذاب کے سامنے) انہیں کچھ کام نہ دیں گے (''تغنی'' اغناء سے ماخوذ ہے) وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا (یاد کرو) جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے (کہ وہ مسلمان ہیں) جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی شے پر ہیں (یعنی دنیا کی طرح ان کی قسم آخرت میں بھی فائدہ دے گی......۲......) سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان غالب آ گیا (استحوذ بمعنی استولی ہے، کیونکہ یہ شیطان کی اطاعت کرتے تھے) تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں (یعنی شیطان کے پیروکار ہیں) سنتا ہے بیشک شیطانی گروہ ہار میں ہے بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں (یحادون بمعنی یخالفون ہے) اللہ اور اس کے رسول کی وہ سب سے زیادہ ذلیلوں (یعنی مغلوبوں......۳......) میں ہیں اللہ لکھ چکا (لوح محفوظ میں یا معنی ہے کہ فیصلہ فرما چکا ہے) کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول (دلائل کے ذریعے یا تلوار کے ذریعے) بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے تم نہ پاؤ گے انہیں جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں (یوادون بمعنی یصادقون ہے) ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ (مخالفت کرنے والے) ان کے (یعنی مسلمانوں کے) باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں وہ (جو ان سے دوستی نہیں کرتے) اس نے لکھ دیا (یعنی نقش فرما دیا، کتب بمعنی اثبت ہے) ان کے دلوں میں ایمان اور اپنی طرف کی روح (یعنی نور) سے ان کی مدد کی (روح کے معنی نور ہے) اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی (یعنی ان کی فرمانبرداری سے) اور وہ اللہ سے راضی (یعنی اس کے ثواب سے) یہ اللہ کی جماعت......۴......ہے (اس کے امر کی پیروی اور اس کی نہی سے بچنے والی) سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے (المفلحون بمعنی الفائزون ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر الی الذین تولوا قوما غضب اللہ علیھم ما ھم منکم ولا منھم ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون﴾

ھمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی با فاعل، الی: جار، الذین: موصول، تولوا: فعل با فاعل، قوما: موصوف، غضب اللہ

علیہم: جملہ فعلیہ صفت اول، ما: مشابہ بلیس، ھم: اسم، منکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، منھم: جار مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یحلفون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، علی الکذب: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، ھم یعلمون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اعد اللہ لھم عذابا شدیدا انھم ساء ما کانوا یعملون﴾

اعد اللہ لھم: فعل وفاعل وظرف لغو، عذابا شدیدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، ساء: فعل، ما کانوا یعملون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین﴾

اتخذوا: فعل با فاعل، ایمانھم: مفعول اول، جنۃ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، صدوا: فعل با فاعل، عن سبیل اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب مھین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئا اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون﴾

لن تغنی عنھم: فعل نفی وظرف لغو، اموالھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، اولادھم: معطوف، ملکر فاعل، من اللہ: ظرف لغو، شیئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اولئک: مبتدا، اصحب النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ھم: مبتدا، فیھا خلدون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یبعثھم اللہ جمیعا فیحلفون لہ کما یحلفون لکم﴾

یوم: مضاف، یبعثھم اللہ جمیعا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، یحلفون لہ: فعل با فاعل وظرف لغو، کاف: جار، ما یحلفون لکم: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "حلفا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویحسبون انھم علی شیء الا انھم ھم الکذبون﴾

و: حالیہ، یحسبون: فعل با فاعل، انھم: حرف مشبہ واسم، علی شیء: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یحلفون" کی "ضمیر فاعل" سے فاعل واقع ہے، الا: حرف تنبیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، ھم الکذبون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿استحوذ علیھم الشیطن فانسھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھم الخسرون﴾

استحوذ: فعل، علیھم: ظرف لغو، الشیطن: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، انسھم: فعل با فاعل ومفعول، ذکر اللہ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، اولئک: مبتدا، حزب الشیطن: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الا: حرف تنبیہ، ان: حرف مشبہ، حزب الشیطن: اسم، ھم الخسرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین﴾

ان: حرف مشبہ، الذین یحادون اللہ ورسولہ: موصول صلہ، ملکر اسم، اولئک: مبتدا، فی الاذلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز﴾

کتب اللہ: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ بمعنی قسم جملہ قسمیہ، لام: تاکیدیہ، اغلبن: فعل ضمیر مستتر مؤکد، انا: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، رسلی: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، قوی عزیز: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون........... اواخونھم اوعشیرتھم﴾

لاتجد: فعل نفی بافاعل، قوما: موصوف، یومنون باللہ والیوم الاخر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول اول، یوادون: فعل بافاعل، من: موصولہ، حاد اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، لو: وصلیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، ابناء ھم: معطوف علیہ، او ابناء ھم او خونھم او عشیرتھم: معطوفات، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ﴾

اولئک: مبتدا، کتب: فعل بافاعل، فی قلوبھم: ظرف لغو، الایمان: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایدھم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، روح: موصوف، منہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ﴾

و: عاطفہ، یدخلہ: فعل بافاعل، وھم: ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، رضی اللہ عنھم: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، رضوا عنہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون﴾

اولئک: مبتدا، حزب اللہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الا: حرف تنبیہ، ان: حرف مشبہ، حزب اللہ: اسم، ھم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......اعد اللہ لھم عذابا شدیدا......☆ یہ آیت عبداللہ بن نبتل منافق کے حق میں نازل ہوئی جو رسول کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتا اور یہاں کی بات یہود تک پہنچاتا ایک روز حضور اقدس ﷺ دولت سرائے اقدس میں تشریف فرما تھے حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت ایک آدمی آئے گا جس کا دل نہایت سخت اور شیطان کی طرح کی آنکھوں سے دیکھتا ہے تھوڑی دیر بعد عبداللہ بن نبتل آیا اس کی آنکھیں نیلی تھیں حضور سید عالم ﷺ نے اس سے فرمایا تو اور تیرے ساتھی کیوں ہمیں گالیاں دیتے ہو؟ وہ قسم کھا گیا کہ وہ ایسا نہیں کرتے اور اپنے یاروں کو لے آیا انہوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم نے آپ کو گالیاں نہیں دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عندالشرع دوستی کس سے ہونی چاہیے؟

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الم تر الی الذین تولوا قوما غضب اللہ علیھم ماھم منکم ولا منھم ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون﴾ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں (المجادلۃ: ۱۴) ﴾۔ اس آیت میں منافقین کا یہود کی جانب پھر جانا اور ان سے رسم وراہ استوار کرنے کا بیان کرنا مقصود ہے۔ منافق وہ قوم ہیں جن پر اللہ جل جلالہ کا غضب ہوتا ہے اور یہ تمہارے دین وملت میں نہیں ہیں، اور نہ ہی یہود کے دین وملت میں ان کا شمار ہوتا ہے حالانکہ ان پر بھی اللہ عزوجل کا غضب ہے، بلکہ ان منافقین کا حال تو یہ ہے: ﴿واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا انا معکم انما نحن مستھزءون ...... الخ جب ایمان والوں سے ملیں کہیں ہم ایمان لائے ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں (البقرۃ: ۱۴) ﴾۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس ایک ایسا

شخص آئے گا جو شیطان کی آنکھ سے دیکھے گا، پھر تھوڑی دیر بعد ارزق آیا، تو سید عالم ﷺ نے اس سے کہا: ''تم مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو''، تو وہ قسم کھا گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الطبری، الجزء:۲۸، ص ۲۸ وغیرہ)

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا اے ایمان والوں غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے (ال عمران: ۱۱۸)﴾، عندالشرع مسلمان آپس میں دوستی رکھیں، حدیث قدسی ہے اللہ ﷻ نے فرمایا: ''جو میرے عزت وجلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لئے نور کے منبر ہونگے، انبیاء وشہدا ان پر غبطہ (رشک) کریں گے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب:ما جاء فی حب اللہ، رقم:۲۳۹۷، ص۶۹۲)

منافقین کا آخرت میں قسم کھانا:

۲.....حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ منافق قیامت میں اللہ ﷻ کی قسمیں کھائیں گے جیسا کہ ان کے اولیاء دنیا میں قسمیں کھاتے تھے: (۱).....اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور اپنے رب کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے (الانعام: ۲۳)﴾۔ (۲).....اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ویحلفون باللہ انھم لمنکم اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں (التوبۃ: ۵۶)﴾۔ معنی یہ ہے کہ منافقین شدید نفاق کا مظاہرہ کریں گے اور ان کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کے سامنے اپنے جھوٹے ایمان کو ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، اور ان کا یہ مذموم فعل ان کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا، اور اس جانب اس فرمان مقدس نشان میں اشارہ ہے: ﴿ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ اگر واپس بھیجے جائیں تو وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے (الانعام: ۲۸)﴾۔ جبائی اور قاضی کا قول یہ ہے کہ آخرت میں منافقین جھوٹ نہ بولیں گے، بلکہ آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ ہم اپنی ذات میں کفر کو نہ پاتے تھے، اور اسی بنیاد پر ان کی یہ قسم جھوٹ پر مبنی نہ کہلائے گی، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الا انھم ھم الکاذبون سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں (المجادلہ: ۱۸)﴾ یعنی یہ لوگ دنیا میں جھوٹے تھے، اور جاننا چاہیے کہ اس بناء پر آیت کی تفسیر اپنی نظم کے اعتبار سے بہت کمزوری کا تقاضا کرتی ہے۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۴۹۸)

علامہ آلوسی کے نزدیک اللہ ورسول کی مخالفت والے کون ہیں؟

۳.....اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں (المجادلۃ: ۲۰)﴾، ﴿ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم...... الخ بیشک جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے ہیں جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی (المجادلۃ: ۵)﴾۔ یعنی اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے معاندت ومخالفت کرے کیونکہ ہر معاندت کرنے کا حال یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ عداوت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکل جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ معاندت سے مراد لوہے کے کثرت سے استعمال کے اعتبار سے تردد کرنا ہے جو کہ جنگ میں تلواروں وغیرہ کے اعتبار سے استعمال کئے جاتے ہیں، لیکن اول قول زیادہ بہتر ہے۔ علامہ ناصر الدین بیضاوی کا قول ہے کہ وہ اللہ ﷻ اور اسکے رسول ﷺ کی حدود کو چھوڑ کر کچھ اور ہی وضع کرتے اور اختیار کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام سعد اللہ جلبی کہتے ہیں: اسی بناء پر امراء ودیگر حکمرانوں کا شرع کی حدود کے خلاف امور اختیار کرنے کی نفی کی گئی ہے۔ امام شہاب الدین خفاجی ماقبل قول کے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ عارف باللہ شیخ بہاء الدین: ''رسالۃ'' میں لکھتے ہیں: امراء وحکمرانوں کے قوانین پر اس وقت تک عمل کرو جب تک کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہوں کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا (المائدۃ: ۳)﴾ کیونکہ دین اپنے کمال مرتبے تک پہنچ چکا ہے اور مزید نئے

سرے سے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، اور جب کسی معاملے میں اللہ ﷻ کا حکم آجائے تو مخلوق میں کسی اور کا حکم نہیں چل سکتا، لیکن عقل والے کہاں ہیں جو یہ سب سوچیں!۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸، ص ۳۰۱)

قرآن کی رو سے اللہ کی جماعت کونسی ہے؟

۳۔۔۔۔۔اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ......الخ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ کی ہی جماعت کامیاب ہے (المجادلۃ:۲۲)﴾۔ وہ لوگ جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اپنے آباء واجداد اور دیگر رشتے داروں کی وجہ سے کر لیتے ہیں وہ نہ تو اللہ ﷻ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں، اور یونہی پلٹ جاتے ہیں جیسا کہ یہود پلٹ جایا کرتے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ ﷻ ورسول ﷺ کی مخالفت نہیں کرتے، چہ جائے کہ ان کے آباؤ اجداد و دیگر عزیز کچھ ہی کریں، ان کے لئے اللہ ﷻ نے ایمان کو نقش کردیا ہے، ان کے دل ایمان کے نور سے بھرے ہوئے ہیں اور اللہ ﷻ کی مزید مدد براہین قاطعہ اور نور وہدایت کے تناظر میں فرمائے گا اور انہیں ایسے باغوں میں بسائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور اللہ ﷻ دنیا میں ان کی طاعت گزاری سے راضی ہے اور یہ لوگ آخرت میں داخل جنت ہونے کی صورت میں اللہ ﷻ سے راضی ہونگے۔ اور یہی اللہ ﷻ کے گروہ کی خصوصیات ہیں۔ یہ لوگ اللہ ﷻ کے اولیاء اور گروہ میں شامل ہیں اور ان کے لئے بقاء ونجات ہے، ان کی طلب کا ثمرہ پانے کے لئے جو انہوں نے دنیا میں اللہ ﷻ کی طاعت بجالا کر اللہ ﷻ سے جنت کا سودا کیا۔

(الطبری، الجزء:۲۸، ص ۳۲ وغیرہ)

اغراض:

بل ھم مذبذبون: یعنی (منافقین) خالص ایمان اور خالص کفر کے بارے میں متردد ہیں، کیونکہ یہ ظاہری اعتبار سے تو ایمان کی طرف ہیں لیکن باطنی اعتبار سے کفر کی جانب ہیں۔ **المغلوبین:** مراد کفار اور منافقین ہیں۔ **بالحجۃ او السیف:** رسول کبھی تلوار سے غالب ہوتے ہیں اور کبھی دلائل و براہین سے اور کبھی دونوں ہی باتیں پائی جاتی ہیں۔ **کما وقع لجماعۃ من الصحابۃ:** حضرت ابن مسعود اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو غزوۂ اُحُد کے دن قتل کردیا تھا یا ان کے بیٹے مراد ہوں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے نے غزوۂ بدر میں دعوت مبارزت دی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ پہلے دستے میں شامل ہو جاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا ہمیں اپنے آپ سے لطف اندوز کریا ان کے بھائی مراد ہوں جیسے مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کردیا یا خاندان کے لوگ مراد ہوں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خالو عاص بن ہاشم بن مغیرہ کو بدر میں قتل کردیا، حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ نے بدر کے دن عتبہ، شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے تھے اور ولید بن عتبہ سے جنگ کی اور انہیں قتل کردیا، جن لوگوں نے کفار سے دوستی نہیں کی انہیں کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثابت کردیا ہے، یہاں ایمان سے مراد تصدیق ہے۔ **بنور:** ایک قول کے مطابق روح سے مراد مدد کی روح ہے، ایک قول کے مطابق قرآن اور حجتیں ہیں اور ایک قول کے مطابق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مراد ہیں۔ **رضی اللہ عنھم:** یعنی اللہ ان کے ساتھ اپنی رضا والا معاملہ فرمائے گا، انہیں (مزید) طاعات کی توفیق دے گا، ان کی عبادتیں قبول کر کے ثواب عطا فرمائے گا۔

(الصاوی، ج۶، ص ۸۰ وغیرہ)

سورة الحشر مدنية وهى اربع وعشرون اية

(سورۃ الحشر مدنی ہے اس کی کل چوبیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الحشر

اس سورت میں تین رکوع، چوبیس آیتیں، ۴۴۵ کلمے، ایک ہزار نو سو تیرہ حروف ہیں۔ اس سورت میں جس حقیقت کا بیان ہو رہا ہے وہ یہ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتی ہے اور اس کی حمد بیان کرتی ہے کیونکہ وہی بڑی عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دانائی اور حکمت کو ثابت کرنے کے لئے بنی نضیر کے انجام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو ان کے قلعے کتنے شاندار اور گڑھیاں کتنی مضبوط تھیں، ان کے پاس اسلحہ کے کتنے ذخائر تھے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یوں مغلوب کیا کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے شاندار گھروں کو برباد کر رہے ہیں اور بغیر جنگ کئے اپنے گھروں کو چھوڑنے پر تیار ہو گئے پھر یہ بتایا گیا کہ ان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کیونکہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور جو بھی اس طریقہ کو اختیار کریگا اس کا یہی انجام ہوگا اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ دشمن کو شکست دینے کے لئے جنگی تدابیر ناگزیر ہیں مال فیئے کی تقسیم کا حکم بتایا اور اسلامی نظام معاشیات کے اہم ستون کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا پھر انصار و مہاجرین کی عزت و حوصلہ افزائی فرمائی اور منافقین کی رذیل حرکتوں پر انہیں جھنجھوڑا بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہا کرتے تھے درحقیقت وہ کفر کے دلدادہ تھے اور اسلام کے کھلے دشمن تھے آخری رکوع میں مضامین کے علاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اسماء گرامی کا ذکر فرمایا جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و شان کا پتہ چلتا ہے۔

رکوع نمبر: ۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سبح لله ما فى السموت وما فى الارض﴾ اَىْ نَزَّهَهُ فَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ وَفِى الْاِتْيَانِ بِمَا تَغْلِيْبُ للاكثر ﴿وهو العزيز الحكيم (۱)﴾ فِى مُلْكِهٖ وَصُنْعِهٖ ﴿هو الذى اخرج الذين كفروا من اهل الكتب﴾ هُمْ بَنُو النَّضِيْرِ مِنَ الْيَهُوْدِ ﴿من ديارهم﴾ مَسَاكِنِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ ﴿لاول الحشر﴾ هُوَ حَشْرُهُمْ اِلَى الشَّامِ وَآخِرُهُ اَنْ اَجْلاهُمْ عُمَرُ فِى خِلَافَتِهٖ اِلٰى خَيْبَرَ ﴿ما ظننتم﴾ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿ان يخرجوا وظنوا انهم مانعتهم﴾ خَبَرُ اَنَّ ﴿حصونهم﴾ فَاعِلُهٗ بِهٖ تَمَّ الْخَبَرُ ﴿من الله﴾ مِنْ عَذَابِهٖ ﴿فاتهم الله﴾ اَمْرُهٗ وَعَذَابُهٗ ﴿من حيث لم يحتسبوا﴾ لَمْ يَخْطِرْ بِبَالِهِمْ مِنْ جِهَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿وقذف﴾ اَلْقٰى ﴿فى قلوبهم الرعب﴾ بِسُكُوْنِ الْعَيْنِ وَضَمِّهَا اَلْخَوْفُ بِقَتْلِ سَيِّدِهِمْ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ ﴿يخربون﴾ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ مِنْ اَخْرَبِ ﴿بيوتهم﴾ لِيَنْقُلُوْا مَا اسْتَحْسَنُوْا مِنْهَا مِنْ خَشَبٍ وَغَيْرِهٖ ﴿بايديهم وايدى المؤمنين فاعتبروا ياولى الابصار (۲) ولولا ان كتب الله﴾ قَضٰى ﴿عليهم الجلاء﴾ بِالْخُرُوْجِ مِنَ الْمَوَاطِنِ ﴿لعذبهم فى الدنيا﴾ بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ كَمَا فُعِلَ بِقُرَيْظَةَ مِنَ الْيَهُوْدِ ﴿ولهم فى الاخرة عذاب النار (۳) ذلك بانهم شاقوا﴾ خَالَفُوْا ﴿الله ورسوله ومن يشاق الله فان الله شديد العقاب (۴) ما قطعتم﴾ يَا مُسْلِمُوْنَ ﴿من لينة﴾ نَخْلَةٍ ﴿او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله﴾ اَىْ خَيَّرَكُمْ فِى ذٰلِكَ ﴿وليخزى﴾ بِالْاِذْنِ فِى الْقَطْعِ ﴿الفسقين (۵)﴾ اَلْيَهُوْدَ فِى اِعْتِرَاضِهِمْ بِاَنَّ قَطْعَ الشَّجَرِ الْمُثْمِرِ فَسَادٌ ﴿وما افاء﴾ رَدَّ ﴿الله على

رسولہ منھم فما اوجفتم﴿اَسْرَعْتُمْ يَامُسْلِمُوْنَ﴾ علیہ من﴿زَائِدَةٌ﴾خیل ولا رکاب﴿ابل ای لم تقاسوا فیہ مشقة﴾ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر(٦)﴿فَلَاحَقَّ لَكُمْ فِيْهِ وَيَخْتَصُّ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَفْعَلُ فِيْهِ مَايَشَاءُ فَاَعْطٰى مِنْهُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَثَلَاثَةً مِنَ الْاَنْصَارِ لِفَقْرِهِمْ﴾ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری﴿كَالصَّفْرَاءِ وَوَادِي الْقُرٰى وَيَنْبُعَ﴾ فللہ﴿يَاْمُرُ فِيْهِ بِمَايَشَاءُ﴾ وللرسول ولذی﴿صَاحِبِ﴾ القربی﴿قَرَابَةِ النَّبِيِّ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ﴾ والیتمی﴿اَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ هَلَكَتْ آبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ﴾ والمسکین﴿ذَوِي الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ وابن السبیل﴿الْمُنْقَطِعِ فِيْ سَفَرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَيْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ وَالْاَصْنَافُ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى مَاكَانَ يَقْسِمُهُ مِنْ اَنَّ لِكُلٍّ مِنَ الْاَرْبَعَةِ خُمُسَ الْخُمُسِ وَلَهُ الْبَاقِيْ﴾ کی لا﴿كَيْ بِمَعْنَى اللَّامِ وَاَنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَهَا﴾ یکون﴿الْفَيْءُ عِلَّةَ الْقِسْمَةِ كَذٰلِكَ﴾ دولة﴿مُتَدَاوَلًا﴾ بین الاغنیاء منکم وما اتکم﴿اَعْطَاكُمْ﴾ الرسول﴿مِنَ الْفَيْءِ وَغَيْرِهٖ﴾ فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب(٧)للفقراء﴿مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَيْ اَعْجَبُوْا﴾ المھجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصدقون(٨)﴿فِيْ اِيْمَانِهِمْ﴾والذین تبوؤ الدار﴿اَيِ الْمَدِيْنَةَ﴾ والایمان﴿اَيْ اَلِفُوْهُ وَهُمُ الْاَنْصَارُ﴾ من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجة﴿حَسَدًا﴾ مما اوتوا﴿اَيْ اٰتَى النَّبِيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ مِنْ اَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ الْمُخْتَصَّةِ بِهٖ﴾ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة﴿حَاجَةٌ اِلٰى مَا يُؤْثِرُوْنَ بِهٖ﴾ ومن یوق شح نفسہ﴿حِرْصَهَا عَلَى الْمَالِ﴾ فاولئک ھم المفلحون(٩)والذین جاء ومن بعدھم﴿مِنْ بَعْدِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا﴿حِقْدًا﴾للذین امنوا ربنا انک رء وف رحیم(١٠)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اللہ کی پاکی بولتا ہے(اس کی تنزیہہ بیان کرتا ہے)جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے(اسم جلالت پر لام زائدہ ہے اور ''ما'' کو ذکر کرنا اکثری مخلوق کو غلبہ دینے کے اعتبار سے ہے)اور وہی غلبہ رکھنے والا ہے(اپنے ملک میں)حکمت والا ہے(اپنی صنعت میں)وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو(یعنی یہودمیں سے بنو نضیر کو مدینے میں)ان کے گھروں سے نکالا(من دیارھم بمعنی من مساکنھم ہے)ان کے پہلے حشر کے لیے(یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے جو کہ شام کی طرف تھا اور انکا آخری حشر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں خیبر کی طرف نکالا......١......،اے مسلمانوں!)تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے(''مانعتھم'' یہ ''ان'' کی خبر ہے ''حصونھم'' ''مانعة'' کا فاعل ہے یہ ملکر خبر بن جائیں گے)انہیں اللہ سے(یعنی اس کے عذاب سے)بچالیں گے تو اللہ(یعنی اس کا امر اور عذاب)ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا(یعنی مسلمانوں کی طرف سے کہ اس کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہ آیا تھا)اور اس نے ڈالا(قذف بمعنی القی ہے)ان کے دلوں میں رعب......٢......(''رعب'' کو عین ساکنہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ رعب ان کے دلوں میں اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل کئے جانے کے سبب

ہوا) کہ ویران کرتے ہیں ("یخربون" فعل کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے بصورتِ تخفیف یہ اخرب سے ماخوذ ہوگا) اپنے گھر (تاکہ اس کی پسندیدہ لکڑیاں وغیرہ اپنے ساتھ لے جاسکیں) اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت کرلوائے نگاہ والو! اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر لکھ دیا ہوتا (ان کے لیے فیصلہ کردیا ہوتا) جلاوطنی کو (الجلاء کے معنی جلاوطنی ہے) تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا (قتل اور قیدی بنائے جانے کی صورت میں جیسا کہ یہودیوں میں سے بنو قریظہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا) اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے مخالفت کی (شاقوا بمعنی خالفوا ہے) اللہ اور اس کے رسول کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے......۴...... تو بیشک اللہ (اسے) سخت عذاب دینے والا ہے (اے مسلمانو!) جو درخت تم نے کاٹے (یعنی کھجور کے درخت) یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا (یعنی اس نے تمہیں اس بارے میں اختیار دیا تھا) اور اس لیے کہ رسوا کرے (درخت کاٹنے وغیرہ کی اجازت دیکر) فاسقوں کو (یعنی یہودیوں کو ان کا اس بات پر اعتراض کرنے میں کہ پھل دار درخت کو کاٹ دینا فساد ہے) اور جو پھیری (افاء بمعنی ردہ ہے) غنیمت اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے نہیں دوڑائے (اوجفتم بمعنی اسرعتم ہے) اس پر گھوڑے ("من خیل" میں "من" زائدہ ہے) اور نہ اونٹ ("رکاب" سے مراد اونٹ ہیں یعنی اس میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوئی) ہاں! اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے (پس اس میں تمہارا کچھ حق نہیں ہے یہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ مختص ہے اور ان کے ساتھ جن کا دوسری آیت میں ذکر ہے یعنی مخصوص چار اقسام کے افراد حضور ﷺ ان میں سے ہر ایک قسم پر خمس کا پانچواں حصہ تقسیم فرمائیں گے اور بقیہ تمام حضور ﷺ کی ملک ہے وہ اس میں جو چاہیں کریں حضور ﷺ نے اس میں سے مہاجرین کو عطا فرمایا اور تین انصاری صحابہ کرام کو ان کی احتیاج کی وجہ سے اس مال میں سے عطا فرمایا......۶......) جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے (جیسا کہ صفراء، وادی قری اور ینبع سے) تو وہ اللہ کے لیے ہے (وہ اس کے بارے میں جو چاہے حکم فرمائے) اور رسول کے لیے ہے اور قرابت والوں کے لیے (لذی القربی میں ذی کے معنی صاحب ہے، یہاں اس سے مراد نبی پاک ﷺ کے قرابت دار ہیں یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب) اور یتیموں کے لیے (یعنی ان مسلمان بچوں کے لیے جو فقر کی حالت میں ہوں اور ان کے باپ کا انتقال ہو چکا ہو) اور مسکینوں کے لیے (یعنی صحت مند مسلمانوں کے لیے) اور مسافروں کے لیے (جو سفر میں مسلمانوں سے جدا ہو گیا ہو یعنی اس کے نبی پاک ﷺ اور مذکورہ چار افراد مستحق ہیں حضور ﷺ یہ مال ان میں تقسیم فرمائیں گے یوں کہ ان چار اقسام کے افراد کو خمس الخمس ملے گا اور بقیہ تمام مال حضور ﷺ کی ملکیت ہوگا) کہ نہ ہوجائے ("کی" بمعنی لام ہے، اور اس کے مابعد "ان" مقدر ہے) وہ (یعنی مال فئے ......۵...... یہاں مال فئے کو اس طرح تقسیم کرنے کی علت بیان کی جارہی ہے) اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں (مال فئے وغیرہ سے، اتکم بمعنی اعطاکم ہے) اور جس سے منع کریں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ان فقراء ("الفقراء" فعل محذوف "اعجبوا" سے متعلق ہے) مہاجرین کے لیے......۶...... جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں (اپنے ایمان میں) اور جنہوں نے گھر بنایا اس شہر (یعنی منورہ) میں اور ایمان میں (یعنی انہیں اس سے الفت ومحبت کی، مراد اس سے انصار ہیں) ان سے پہلے ہی دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت (یعنی حسد) نہیں پاتے اس چیز پر جو انہیں دیا گیا (یعنی بنونضیر کا وہ مال جو کہ حضور ﷺ کے ساتھ مختص تھا مہاجرین کو عطا فرمادینے پر) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو (یعنی جس چیز کو وہ ایثار کررہے ہیں خود انہیں اس شے کی شدید حاجت ہو......ے......) اور جو اپنے نفس کو لالچ سے بچا گیا (نفس کی حرص مال سے بچا گیا......۸......) تو وہی کامیاب ہیں اور وہ جو ان کے بعد آئے (یعنی قیامت تک انصار اور مہاجرین کے بعد

جو آئیں گے) عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے......۹......اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ(غل بمعنی حقد ہے) اے رب ہمارے! بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿سبح لله ما في السموت وما في الارض وهو العزيز الحكيم﴾

سبح لله: فعل وظرف لغو، ما في السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما في الارض: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، العزيز الحكيم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هو الذى اخرج الذين كفروا من اهل الكتب من ديارهم لاول الحشر﴾

هو: مبتدا، الذى: موصول، اخرج: فعل، الذين كفروا: ذوالحال، من اهل الكتب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، من ديارهم: ظرف لغو، لاول الحشر: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ما ظننتم ان يخرجوا وظنوا انهم ما نعتهم حصونهم من الله﴾

ماظننتم: فعل نفی بافاعل، ان يخرجوا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ظنوا: فعل بافاعل، انهم: حرف مشبہ واسم، مانعة: اسم فاعل مضاف، هم: ضمیر مضاف الیہ مفعول، حصونهم: فاعل، من الله: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاتهم الله من حيث لم يحتسبوا وقذف في قلوبهم الرعب﴾

ف: عاطفہ تعقیبیہ، اتهم الله: فعل ومفعول وفاعل، من: جار، حيث: مضاف، لم يحتسبوا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قذف: فعل بافاعل، في قلوبهم: ظرف لغو، الرعب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿يخربون بيوتهم بايديهم وايدى المومنين فاعتبروا ياولى الابصار﴾

يخربون: فعل بافاعل، بيوتهم: مفعول، ب: جار، ايديهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ايدى المومنين: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: فصیحیہ، اعتبروا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "تدبر تم هذا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ياولى الابصار: نداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ولولا ان كتب الله عليهم الجلاء لعذبهم في الدنيا﴾

و: مستانفہ، لولا: شرطیہ، ان: مصدریہ، كتب الله عليهم الجلاء: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "موجود" خبر محذوف کیلئے، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، عذبهم في الدنيا: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿ولهم في الاخرة عذاب النار ذلك بانهم شاقوا الله ورسوله﴾

و: مستانفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، في الاخرة: ظرف مستقر حال مقدم، عذاب النار: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ذلك: مبتدا، ب: جار، انهم: حرف مشبہ واسم، شاقوا الله ورسوله: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن يشاق الله فان الله شديد العقاب﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، يشاق: فعل بافاعل، الله: اسم جلالت مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان الله: حرف مشبہ

واسم،شدید العقاب:خبر،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ماقطعتم من لينة اوتركتموها قائمة على اصولها فباذن الله﴾

ما: شرطیہ ذوالحال،من لینۃ:ظرف مستقر حال،ملکر مفعول مقدم،قطعتم:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او:عاطفہ،ترکتموھا:فعل بافاعل ومفعول اول،قائمة على اصولها: شبہ جملہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،ف: جزائیہ،باذن اللہ ظرف مستقر "قطعها" مبتدا محذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وليخزى الفسقين﴾

و: عاطفہ،لام:جار،یخزی الفسقین:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر "يسير المومنين ويعزهم" پر معطوف ہے،ملکر فعل محذوف "اذن في قطعها" کیلئے ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب﴾

و: مستانفہ،ما:موصولہ،افاء الله على رسوله منهم: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،ف: جزائیہ،ما اوجفتم:فعل نفی بافاعل،علیہ:ظرف لغو،من:زائد،خیل:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،رکاب:معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شيء قدير﴾

و: عاطفہ،لکن اللہ:حرف مشبہ واسم،یسلط:فعل بافاعل،رسلہ:مفعول،على من يشاء: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،اللہ مبتدا،على كل شيء قدير: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذى القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل﴾

ما: موصولہ،افاء اللہ:فعل وفاعل،علی: جار،رسولہ:ذوالحال،من اهل القرى:ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،ف: جزائیہ،للہ:جار مجرور معطوف علیہ،و:عاطفہ،للرسول:جار مجرور معطوف اول،و: عاطفہ،لام:جار،ذی القربی: معطوف علیہ،و:عاطفہ،الیتمی والمسکین وابن السبیل:معطوفات،ملکر مجرور،ملکر معطوف ثانی،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم﴾

کی: حرف تعلیل وجر بمعنی لام،لا: نافیہ،یکون:فعل ناقص بااسم،دولة:موصوف،بین الاغنیاء:ظرف متعلق بمحذوف صفت،ملکر ذوالحال،منکم:ظرف مستقر حال،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾

و: عاطفہ،ما:موصولہ،اتکم الرسول: جملہ فعلیہ،ملکر مبتدا،ف: جزائیہ،خذوہ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،ما:موصولہ،نهكم عنه:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،ف: جزائیہ،انتھوا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واتقوا الله ان الله شديد العقاب﴾

و: عاطفہ،اتقوا اللہ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان اللہ:حرف مشبہ واسم،شدید العقاب:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿للفقراء المهجرين الذين اخرجوا.......... ورضوانا وينصرون الله ورسوله﴾

لام: جار،لفقراء:موصوف،المھجرین:صفت اول،الذین:موصول،اخرجوا من ديارهم واموالهم: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر

صفت ثانی، ملکر ذوالحال، یبتغون: فعل بافاعل، فضلا: موصوف، من الله: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، رضوانا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ینصرون الله ورسوله: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ماقبل "لذی القربی" سے بدل واقع ہے (عند امام اعظم) اور امام شافعی کے نزدیک "اعجبوا" فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر ہے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک هم الصدقون والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم﴾

اولئک: مبتدا، هم: مبتدا ثانی، الصدقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، الذین: موصول، تبوو الدار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الایمان: ذوالحال، من قبلهم: ظرف مستقر حال، ملکر فعل محذوف "اخلصوا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، یحبون: فعل بافاعل، من هاجر الیهم: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة﴾

و: عاطفہ، لایجدون فی صدورهم: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، حاجة: موصوف، مما اوتوا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یوثرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لو: وصلیہ، کان: فعل ناقص، بهم: ظرف مستقر خبر مقدم، خصاصة: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، علی انفسهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ، یوق: فعل مجہول بانائب الفاعل، شح نفسه: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، هم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿والذین جاء و من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رء وف رحیم﴾

و: مستانفہ، الذین: موصول، جاء و من بعدهم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، یقولون: قول، ربنا: نداء، اغفر: فعل امر بافاعل، لنا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاخواننا: موصوف، الذین سبقونا بالایمان: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر معطوف ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تجعل: فعل نہی بافاعل، فی قلوبنا: ظرف مستقر مفعول ثانی، غلا: موصوف، للذین امنوا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ربنا: نداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر معطوف، ملکر مقولہ اول، انک رء وف رحیم: جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......سبح لله ما فی السموت وما فی الارض......☆ یہ سورت بنونضیر کے حق میں نازل ہوئی یہ لوگ یہودی تھے جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہوکر کسی سے لڑیں اور نہ آپ سے جنگ کریں گے، جب جنگ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنونضیر نے کہا یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کی صفت توریت میں ہے پھر جب احد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے اور انہوں نے سید عالم ﷺ اور ان کے نیاز مندوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا اور جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو لے کر مکہ مکرمہ میں پہنچا اور کعبہ عظیمہ کے پردے کو تھام کر قریش کے سرداروں سے رسول کریم ﷺ کے خلاف معاہدہ کیا اللہ ﷻ کے علم دینے سے

حضور اس حال پر مطلع تھے اور بنی نضیر سے ایک خیانت اور بھی واقع ہو چکی تھی کہ انہوں نے قلعہ کے اوپر سے سید عالم ﷺ پر باارادہ فاسد ایک پتھر گرایا تھا۔ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو خبردار کر دیا اور بفضلہٖ تعالیٰ حضور ﷺ محفوظ رہے غرض جب یہودی بنونضیر نے خیانت کی اور عہد شکنی کی اور کفار قریش سے حضور ﷺ کے خلاف عہد کیا تو سید عالم ﷺ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو حکم دیا انہوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر دیا پھر حضور ﷺ مع لشکر کے بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ اکیس روز رہا اس درمیان منافقین نے یہود سے ہمدردی وموافقت کے بہت سے معاہدے کئے لیکن اللہ ﷻ نے ان سب کو ناکام کیا۔ یہود کے دلوں میں رعب ڈالا آخر کار انہیں حضور ﷺ کے حکم سے جلاوطن ہونا پڑا اور وہ شام وار یحا وخیبر کی طرف چلے گئے۔

☆......**ما قطعتم من لينة**......☆ جب بنونضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو سید عالم ﷺ نے ان کو درخت کاٹ ڈالنے اور انہیں جلا دینے کا حکم فرمادیا اس پر وہ دشمنان خدا بہت گھبرائے اور رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے مسلمان اس باب میں مختلف ہو گئے بعض نے کہا یہ درخت نہ کاٹو یہ غنیمت ہے جو اللہ ﷻ نے ہمیں عطا فرمائی بعض نے کہا اس سے کفار کو رسوا کرنا اور انہیں غیظ میں ڈالنا منظور ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ مسلمانوں میں جو کوئی درخت کاٹنے والے ہیں وہ درست ہیں اور جو نہیں کاٹنا چاہتے وہ بھی درست ہے کیونکہ درختوں کا کاٹنا اور چھوڑ دینا یہ دونوں اللہ ﷻ کے اذن واجازت سے ہے۔

☆......**ولو كان بهم خصاصة**......☆ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا حضور نے ازواج مطہرات کے حجروں میں معلوم کرایا کہ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے معلوم ہوا کسی بی بی کے ہاں کچھ بھی نہیں ہے، تب حضور نے ان سے فرمایا کہ جو شخص اس کو اپنا مہمان بنائے گا اللہ اس پر رحمت فرمائے گا۔ حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف دو بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے حضرت ابوطلحہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانا کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور بجھا دینا تاکہ وہ اچھی طرح سے کھالے یہ اس لئے کہ مہمان یہ نا جان سکے کہ اہل خانہ ان کے ساتھ کھانا نہیں کھا رہے کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا۔ اسی طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور سید عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا۔ اللہ ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قبیلہ بنو نضیر کی مدینے سے جلاوطنی کے محرکات:

۱...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿**هو الذى اخرج الذين كفروا من اهل الكتاب من ديارهم لاول الحشر**...... الخ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے (الحشر:۲)﴾۔ اس بارے میں مفسرین نے جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: (۱)...... جلاوطنی کا ایک سبب جیسا کہ ماقبل شان نزول سے واضح ہے کہ قبیلہ بنونضیر نے معاہدے کی خلاف ورزی کی، اور دوسرا فاسد ارادہ سید عالم ﷺ کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے پتھر پھینکنا بھی تھا۔ (۲)...... جنگ اُحُد سے لوٹنے کے بعد سید عالم ﷺ نے بنونضیر کو مدینہ سے خیبر کی جانب جلاوطنی پر مجبور کیا۔ (۳)...... زہری کہتے ہیں کہ بنونضیر کا سید عالم ﷺ سے جلاوطن ہونے پر معاہدہ طے پا گیا تاہم ان میں سے بعض شام کی جانب اور بعض دیگر خیبر کی جانب جلاوطن ہو کر چلے گئے ، اور اپنے سارے اسباب اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ (۴)...... کہا جاتا ہے کہ جب سید عالم ﷺ اور ان کے صحابہ نے یہود کا محاصرہ کر لیا

تو منافقین یہود کے پاس پہنچے اور انہیں اس بات پر ابھارا کہ یہاں سے نہ جائیں اور اپنے محلات میں ہی مقیم رہیں، اور مدد کا انتظار کریں لیکن اللہ عزوجل نے بنونضیر کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا۔(۵)......زہری کہتے ہیں کہ جب بنونضیر کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طور پر صلح ہوئی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں گے تو اب یہود اپنے گھروں کے اندرونی دروازے تک اکھاڑ کر لے گئے۔(۶)......ضحاک کہتے ہیں کہ بنونضیر کے لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے محلات کو برباد کر دیا۔(۷)......بنونضیر کا یہ پہلا حشر تھا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوا لیکن آخری حشر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے شام کی جانب دھکیلا، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری حشر سے مراد قیامت کے دن میں ہونے والا حشر ہے جو کہ ملک شام ہی میں ہونا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ جسے یہ شک ہو کہ حشر کا میدان کہیں اور برپا ہوگا اُسے یہ آیت پڑھ لینی چاہیے جو میدان حشر ملک شام میں ہونے پر بطور دلیل ہے۔(۸)......عکرمہ اور زہری کے نزدیک ایک قول یہ ہے کہ پہلا حشر ملک شام ہی کی سرزمین ہوگی، اور حدیث میں ہے کہ جب (قبروں سے نکلنے کا حکم ہوگا تو) لوگ کہیں گے نکل کر کہاں جائیں، تو کہا جائے گا کہ سرزمین محشر (یعنی شام)"۔ اور یہ قول ضعیف ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت قائم ہونے سے قبل آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب دھکیلے گی۔

(الطبری، الجزء:۲۸،ص ۳۴ وغیرہ ،ملتقطاوملخصا،روح المعانی ،الجزء:۲۸،ص۳۲۶)

یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب:

۲......دل کسی کے خوف سے بھر جائے، عقل میں تغیر آجائے، نفس عاجز ہو جائے، رائے میں تشویش آجائے، تدبیر میں فرق ہو جائے اور بدن میں نقصان ہونے لگے۔ بعض کہتے ہیں دل میں خوف کا جم جانا رعب کہلاتا ہے۔ (روح البیان، ج۹،ص ۴۹۳)

بعض نے کہا کہ یہود کے دلوں میں ان کے سردار کعب بن اشرف، محمد بن مسلمۃ، سلکان بن سلامۃ بن وقش جو کہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی تھا، کی ہلاکت کی وجہ سے رعب قائم ہو گیا تھا۔ (القرطبی، الجزء:۲۸،ص ۷)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نُصرت بالرعب بین یدی مسیرۃ شھر یعنی رعب کے ذریعے دس ماہ کی مسافت سے میری مدد کی گئی"۔

(صحیح البخاری، کتاب التیمم،باب ،رقم: ۳۳۵،ص۵۸)

قرآن کی آیت اور مذکورہ بالا حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ دشمنان اسلام چہ جائے کہ وہ یہود کی صورت میں ہوں یا نصاری کی بگڑی ہوئی حالت میں موجود ہوں، کفار کے کسی بھی روپ میں ہوں، اسلام اور مسلمانوں سے نہ صرف اُس وقت خوفزدہ تھے بلکہ آج بھی خوفزدہ ہی ہیں، مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کے نام پر مر مٹنے کو تیار رہنے والی قوم ہے یہی وجہ ہے کہ اغیار نے ان میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت کو کم کرنے کے لئے طرح طرح سے کوششیں کی ہیں جس کی مثالیں بیان کرنے کی حاجت نہیں ہم سب ہی سمجھ سکتے ہیں، مزید جذبۂ جہاد کو ختم کرنے اور اس کی حیثیت کو دنیا بھر میں کم تر منوانے کے لئے جہاد کے نام پر کاروبار اور مال کمانے کے جو طریقے آج اپنائے جا رہے ہیں یہ بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ جہاد کے نام پر عورتوں کی عصمت فروشی جیسے واقعات کس کے سامنے نہیں، پھر مسلمانوں کو عیاشیوں میں لگا دینا، طرح طرح سے عیاشیوں اور حرامکاریوں کو فروغ دینا، حکمرانوں کو خرید کر، مال کی لالچ میں سرزمین پاکستان و دیگر اسلامی ممالک میں بے حیائی کو عام کرنا اور مزید نام نہاد کوٹ پینٹ اور ٹائی میں ملبوس اور گانے باجے والوں کے ہاتھ میں قرآن وحدیث تھما دینا، کیا یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کریں گے؟ جن سے وضو وغسل و نماز کے فرائض پوچھے جائیں تو ان سے جواب نہ بن پڑے۔ یہ مسلمانوں کا رعب اور خوف ہی ہے جو دشمنان اسلام اپنا مال اس طرح سے ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ مسلمان اِن چکروں میں پڑ کر دین اسلام کی حقیقی تعلیم سے دور رہیں گے۔ اور جب تک یہ سوتے رہیں گے، دنیا بھر میں ہماری حکمرانی

ہوگی اور جب یہ جاگ جائیں گے ہمیں کوئی نہ پوچھے گا بلکہ یہ ہم پر غالب آجائیں گے لہٰذا انہیں سوتا رہنے دو......

شاقوااللہ ورسولہ کی تفسیر میں نکاتِ مفسرین:

۱۶۶......ابن اسحاق، یزید بن رومان سے نقل کرتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ بنونضیر پر حملہ آور ہوئے اور نضیری گروہ اپنے محلات میں بند ہوکر رہ گئے، تو سید عالم ﷺ نے ان سے درخت کاٹنے اور انہیں اندر ہی جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ محمد بن یوسف صالحی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ابولیلی مازنی اور عبداللہ بن سلام کو درخت کاٹنے کی ذمہ داری دی تھی۔ ابولیلی عجوہ کھجوریں کاٹنے لگے اور عبداللہ بن سلام لینہ کھجوریں کاٹنے لگے، ابولیلی نے بتایا کہ عجوہ کھجوروں کے درخت میں یہود کے لئے جلا رہا ہوں اور عبداللہ بن سلام کھجوریں کاٹ لی گئیں تو عورتوں نے اپنے گریبان پھاڑ لئے اور منہ پر طماچے مارنے لگیں اور ہلاکت ہلاکت پکارنے لگیں۔ اس موقع پر سلام بن مشکم نے حیی سے کہا کہ اب جب کہ عجوہ کھجوریں کاٹ لی گئی ہیں، تیس سال تک ایک گھوڑنے کے عوض بھی عجوہ کھجور کا گچھا کھانے کو نہ ملے گا۔ حیی نے سید عالم ﷺ کی جانب پیغام بھیجا کہ آپ تو فساد روکنے آئے تھے تو پھر یہ معاملہ کیوں؟ بعض لوگوں نے ان کی بات کا اپنے اندر اثر لیا کہ کہیں یہ بھی فساد کے ضمن میں نہ آتا ہو، بعض نے کہا کہ انہیں نہ کاٹو کہ اللہ ﷻ نے یہ ہمیں مالِ غنیمت کے طور پر دی ہیں، اور بعض نے کہا کہ ہم انہیں غصہ دلانے کے لئے کاٹیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المظھری، ج۷، ص ۷۱)

مالِ غنیمت کی تعریف اورتقسیم کا طریقہ :

۱۶۷......شیخ ابوالحسن جرجانی فرماتے ہیں کہ نفل (جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انفال جمع ہے نفل کی) کے لغوی معنی زیادتی ہے اسی زیادتی کی وجہ سے مالِ غنیمت کو نفل کہتے ہیں اسلئے کہ مالِ غنیمت کی زیادتی، مقصود شرعی جہاد یعنی اللہ ﷻ کا نام بلند کرنے اور اس کے دشمنوں پر غضب کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور شرعی لحاظ سے وہ اسم ہے جو فرائض اور واجبات کی زیادتی سے مشروع ہو اور شرع میں مندوب، مستحب اور تطوع کو بھی نفل کہتے ہیں۔ (التعریفات، ص ۲۴۱)

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ نفل غنیمت کے مال کو کہتے ہیں، لیکن مختلف اعتبار سے اُس کے مختلف معنی لئے جاتے ہیں کسی جنگ میں کامیابی کے اعتبار سے حاصل ہونے والے مال کو مالِ غنیمت کہتے ہیں اور یہ اعتبار کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتدأ یہ مال اللہ ﷻ کی طرف سے عطیہ ہے اسی وجہ سے نفل اور غنیمت میں عموم خصوص کا فرق ہے چنانچہ جو مال مشقت یا بغیر مشقت، بطور استحقاق یا بغیر استحقاق کے حاصل ہو، جہاد میں کامیابی ملنے سے پہلے یا بعد میں حاصل ہو تو ایسے مال کو مالِ غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق بغیر تقسیم سے پہلے ملنے والے مال کو بھی غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر کسی قتال کے حاصل ہو اس سے مراد مالِ فئے ہے۔ ایک قول کے مطابق مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کرلی جاتی ہیں اسے نفل کہتے ہیں جیسا کہ آیت قرآنیہ میں ہے ﴿یسئلونک عن الانفال اے محبوب وہ تم سے غنیموں کو پوچھتے ہیں (الانفال:۱)﴾۔ (المفردات، ص ۵۰۴)

☆......حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں، ہر نبی کو اپنی مخصوص قوم کی جانب مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ وسیاہ کی جانب مبعوث کیا گیا، میرے لئے غنیمت حلال کی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئی تھی، میرے لئے تمام روئے زمین طاہر مطہر اور سجدہ گاہ بنادی گئی ہے پس جو شخص جس جگہ نماز کا وقت پائے نماز ادا فرمالے، اور ایک میل کی مسافت پر رعب طاری کردیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کردی گئی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب، رقم: ۳۳۵، ص۵۸)

مالِ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو اہلِ حرب سے قہر اور غلبہ کے ذریعے حاصل کیا جائے اور یہ قہر وغلبہ فوج ہی کے ذریعے حاصل ہوگا، چاہے وہ فوج حقیقتاً ہو یا حکماً اور حکماً فوج سے مراد امام کا اذن ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اہلِ حرب سے غلبے کے ساتھ جو مال بھی حاصل کیا جائے وہ غنیمت ہے۔ اور امام شافعی فوج یا امام کے اذن کی شرط نہیں لگاتے۔ اس بات سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جب فوج دار الحرب میں داخل ہوا اور انہیں مالِ غنیمت حاصل ہو تو بالا جماع اس مالِ غنیمت کو تقسیم کیا جائے گا، چاہے فوج امام کے اذن سے داخل ہوئی ہو یا بغیر اذن کے، جبکہ مالِ غنیمت قہر وغلبہ سے حاصل ہو۔ (البدائع الصنائع ،کتاب السیر ،باب واما الغنیمۃ، ج۷،ص۱۷٤)

امام مالِ غنیمت کے پانچ حصے کرے، ایک حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کردیئے جائیں گے اور سوار بہ نسبت پیدل کے دُگنا پائے گا، یعنی ایک اس کا حصہ اور ایک گھوڑے کا اور گھوڑا عربی ہو یا اور قسم کا سب کا ایک ہی حکم ہے، سردار، لشکر اور سپاہی دونوں برابر ہیں یعنی جتنا سپاہی کو ملے گا اتنا ہی سردار کو بھی ملے گا، اونٹ اور گدھے اور خچر کسی کے پاس ہوں تو اونٹ کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا یعنی اسے بھی پیدل والے کے برابر ملے گا اور کسی کے پاس چند گھوڑے ہوں جب بھی اتنا ہی ملے گا جتنا ایک گھوڑے کی وجہ سے ملتا تھا۔ (المختصر القدوری مع توضیح الضروری ،کتاب السیر ،ص۲٤٦ وغیرہ،ملخصاً،بھار شریعت مخرجہ، حصہ:۹،باب :غنیمت کی تقسیم، ج۲، ص ٤٣٧)

مال فئے کی تعریف اور باغ فَدک کا معاملہ:

۵..... مال فئے: اس چیز کا نام ہے کہ جس کے حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو نہ دوڑایا ہو جیسے امام المسلمین کی جانب بھیجے جانے والا مال یا وہ مال جو اہلِ حرب سے کسی معاہدہ کے ذریعے حاصل ہوا ہو اور اس مال میں خمس واجب نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ مالِ غنیمت نہیں ہے جبکہ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے جنگ میں غلبہ اور قہر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور جو مال اس طرح حاصل نہ ہو اس پر خمس نہیں، مال فئے صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہے۔ آپ ﷺ کے لئے جائز تھا جیسا چاہیں اس مال میں تصرف کریں، چاہیں تو اپنی ذات پر ہی خرچ کریں اور چاہیں تو لوگوں میں تقسیم کردیں۔ مال فئے کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وما افاء الله علی رسوله اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے (الحشر: ٦)﴾۔

(البدائع الصنائع ،کتاب السیر ،باب واما الفئی، ج۷،ص۱۷۲)

☆...... مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث کا ذکر کیا، بس میں چل پڑا، یہاں تک کہ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُن سے اسّ حوالے سے پوچھا، مالک بن اوس کا بیان ہے کہ میں گیا، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ کے غلام یرفا نے کہا کہ کیا آپ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو اجازت دیتے ہیں، انہوں نے کہا، ہاں!، پس انہیں اجازت دے دی گئی، راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ اندر داخل ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ پھر یرفا تھوڑی دیر ہی ٹھہرا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کیا آپ حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما کو اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں!، پس اُن دونوں کو اجازت دے دی گئی، جب وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عباس نے کہا کہ اے امیر المومنین! میرے اور اِن کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر کے ایک کو دوسرے سے مطمئن کردیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جلدی نہ کرو، میں آپ کو اُس خدا عزوجل کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ہمارا کوئی وارث نہیں، جو مال ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے“۔ اس سے سید عالم ﷺ کی مراد اپنی ذات تھی۔ لوگ کہنے لگے کہ واقعی

سید عالمﷺ نے یہی فرمایا تھا، اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی جانب توجہ کی اور فرمایا: میں آپ کو اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کیا آپ دونوں حضرات جانتے ہیں کہ سید عالمﷺ نے یہی فرمایا ہے؟ دونوں نے کہا واقعی یہی فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں آپ کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں، اللہ عزوجل نے سید عالمﷺ کو فئے کے مال کی خصوصیت مرحمت فرمائی تھی، جب کہ یہ چیز کسی دوسرے نبی کو نہیں مرحمت فرمائی گئی، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما افاء الله علی رسوله اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو (الحشر:٦)﴾ یہ چیز خاص سید عالمﷺ کے لئے تھی، خدا عزوجل کی قسم! انہوں نے آپ حضرات کو چھوڑ کر اپنے لئے مال جمع نہیں فرمایا لیکن آپ حضرات میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہیں دی، بیشک سید عالمﷺ اس میں سے آپ حضرات کو بانٹتے اور تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ صرف یہ مال باقی رہ گیا، پس سید عالمﷺ اس مال سے اپنی ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچتا اُسے راہ خدا عزوجل میں خرچ کر دیتے۔ سید عالمﷺ اپنی حیات مقدسہ میں اسی طرح کرتے رہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں، کیا آپ جانتے ہیں کہ صورت حال یہی تھی، لوگوں نے اثبات میں جواب دیا، پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں آپ دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ اُمر یہی ہے، دونوں نے کہا: ہاں، پھر اللہ عزوجل نے اپنی نبیﷺ کو وفات عطا فرمائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سید عالمﷺ کا جانشین ہوں، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اُس وقت تک وہ بھی اس مال کو اِسی طرح خرچ کرتے رہے جس طرح سید عالمﷺ کیا کرتے تھے اور آپ دونوں اُس وقت موجود تھے۔ پھر حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ حضرات کے گمان کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ راستی پر نہ تھے؟ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ اس بارے میں سچے، نیکوکار، راہ یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو وفات عطا کر دی تو میں نے کہا کہ میں سید عالمﷺ اور ان کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں، پھر میں نے دو سال اِسے اپنے قبضے میں رکھا اور اُسی طرح عمل کیا جیسے سید عالمﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے، پھر آپ دونوں میرے پاس آئے اور دونوں کی بات اور مقصد ایک ہی تھا۔ آپ لوگ میرے پاس اس لئے آئے کہ مجھ سے اپنے بھتیجے کا حصہ مانگتے تھے اور وہ اپنی بیوی کے والد کا، پس میں نے کہا آپ دونوں چاہیں تو میں اِسے اللہ عزوجل کے عہد اور اُس کے میثاق پر آپ کے سپرد کر دیتا ہوں کہ اس کو اُسی طرح خرچ کیا جائے گا، جیسے سید عالمﷺ نے خرچ کیا اور جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِسے خرچ کیا اور جیسے اب تک میں نے خرچ کیا، بصورت دیگر اس بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کی جائے، آپ دونوں حضرات نے کہا کہ یہ ہمیں دے دیجئے، پس میں نے یہ ان کے سپرد کر دیا، اور کہا کہ میں آپ کو خدا عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ میں نے مال اِن دونوں کو دے دیا تھا یا نہیں، لوگوں نے اثبات میں جواب دیا، راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں کو خدا عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ کیا میں نے وہ مال آپ کی تحویل میں دیا تھا؟ دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب: حبس الرجل قوت سنة، رقم:٥٣٥٨، ص٩٥٦)

فقراء مھاجرین پر خرچ کرنے کا بیان:

٦.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم...... الخ ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے (الحشر:٨)﴾ جن فقراء کو کافروں نے ان کے گھروں سے باہر نکالا اور ان کے مال پر غاصب ہو گئے، اُن پر خرچ کرنے کا بیان اس آیت میں فرمایا گیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، کیا سارے ہی مہاجرین پر مال خرچ کیا جائے، یا فقط کوئی خاص قسم کے مہاجرین ہیں جن پر مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس کا جواب ماقبل آیت میں

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے (الحشر:۷)﴾۔ یہاں ان چار قسم کے مہاجر صحابہ کا بیان ہوا۔ مزید مفسرین کرام فرماتے ہیں، اللہ ﷻ نے جن مہاجر صحابہ پر مال خرچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اُن کی خصوصیات یہ ہیں: (۱)...... وہ فقراء ہوں، (۲)...... مہاجر ہوں، (۳)...... وہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ہوں یعنی کفار مکہ نے انہیں مال واسباب چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہو۔ (۴)...... یہ اللہ ﷻ کی رضا وفضل کی تلاش میں اپنے گھروں اور مالوں کی پرواہ کئے بغیر مکہ مکرمہ چھوڑ گئے، اور اللہ ﷻ کا فضل جنت ہے اور اللہ ﷻ کی رضا سب سے بڑی جیسا کہ فرمایا: ﴿ورضوان من اللہ اکبر (التوبۃ:۷۲)﴾۔ (۵)...... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وینصرون اللہ ورسولہ اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں﴾ یعنی ان کو مال واسباب سے مدد دی جائے گی۔ (۶)...... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اولئک ھم الصادقون وہی سچے ہیں (الحشر:۸)﴾ یعنی انہوں نے دنیا کے لئے ہجرت نہ کی اور تکالیف نہ برداشت کیں، مگر دین کی سربلندی کے لئے تاکہ دین کی حقانیت آشکار ہو جائے، یہاں سے بعض علماء نے سیدنا صدیق اکبر ﷛ کی امامت پر بھی دلیل قائم کی ہے، پس کہا کہ یہ فقراء مہاجر وانصار حضرت ابوبکر ﷛ کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کہتے تھے، اور اللہ ﷻ کی صداقت پر گواہ ہے، پس اس سے سیدنا صدیق اکبر ﷛ کی امامت پر جزم کرنا واجب ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص۵۰۷)

اپنی خواہش کو دوسروں کی ضرورت پر ترجیح دینا:

☆...... اللہ نے فرمایا: ﴿ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو (الحشر:۹)﴾۔ یہاں اسلام کی وہ عظیم شان ظاہر ہو رہی ہے جس کا بیان کرنے سے ہی ایک لرزہ طاری ہوتا ہے اور اپنی حالتِ زار پر حیرت ہوتی ہے کہ یہاں مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ رہا ہے اور جس کا جب دل چاہے پورے شہر میں کرفیو کا ماحول بنادے، دوسری طرف ان لوگوں کا حال ہے کہ اپنی ضرورت اور محتاجی کو پس پشت ڈال کر اپنے مہاجرین بھائیوں کی مدد پر کمربستہ ہیں۔ اللہ ﷻ ان انصار صحابہ کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے جن کی مدح سرائی قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہدایت بنتی ہے اور دشمنانِ اسلام بھی اگر اس بات کو سمجھ لیں اور ضد چھوڑ کر اسلام کے دامن میں آجائیں تو قرآن میں ان کے لئے بھی ہدایت ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے (الحشر:۹)﴾ حسن کہتے ہیں کہ انصار صحابہ کے دلوں میں حسد، کوئی حرارت، غصہ کچھ بھی نہ تھا بلکہ وہ اس بات پر خوش تھے کہ ان کے مہاجر صحابہ کی مدد ونصرت ہو رہی ہے۔ اور حاجت کا لفظ مطلقاً حسد، حرارت اور غصہ کے مقابلے میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں حاجت کو روک نہیں سکتیں۔ معلوم ہوا کہ نہ تو ان میں غصہ تھا جو انہیں مجبور کرتا، نہ حرارت اور حسد نما کوئی چیز جو انصار صحابہ کو مال اپنی ضرورت کے لئے روکے رکھنے پر مجبور کرتی۔

☆...... حضرت سہل ﷛ کہتے ہیں کہ ایک عورت سید عالم ﷺ کے پاس ایک منقش چادر لے کر حاضر ہوئی اور کہا میں نے یہ چادر اپنے ہاتھوں سے خاص آپ ﷺ کے لئے تیار کی ہے تاکہ آپ کو پہناؤں، سید عالم ﷺ نے اُس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ ﷺ کو اس وقت چادر کی ضرورت بھی تھی، سہل ﷛ کہتے ہیں کہ جب وہ چادر پہن کر سید عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور مانگ لی، سید عالم ﷺ نے اُسے چادر دے دی، حضرت سہل ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے اُس شخص سے کہا کہ تم نے سید عالم ﷺ سے چادر مانگ لی اور تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے، اس شخص نے جواب دیا میں نے اس چادر کا سوال پہننے کے لئے نہیں کیا بلکہ اس لئے کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے، راوی کہتے ہیں جب اُس شخص کا انتقال ہوا تو اُسے اسی

چادر میں کفن دیا گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی، رقم: ١٢٧٧، ص٢٠٤)

بخل اورشح میں فرق کا بیان:

٨......قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ جسے نفس کے بخل سے بچالیا گیا یہاں تک کہ اس نے نفس کی ان معاملات میں مخالفت کی جن میں نفس انسان پر عموماً غالب ہوتا ہے جیسے مال کی محبت اور مال خرچ کرنے میں بغض کرنا تو وہ فلاح پانے والے ہیں۔شح کا معنی بخل اور حرص ہے، قاموس اور صحاح میں اسی طرح ہے، امام بغوی کہتے ہیں کہ علماء نے بخل اور شح میں فرق کیا ہے۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: "شح اور ایمان مومن کے دل میں اکھٹے نہیں ہوسکتے"۔ابن عمر کہتے ہیں کہ شح یہ نہیں کہ آدمی اپنا مال روک لے بلکہ شح یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے مال پر بھی نظر رکھے جو اُس کا نہیں ہے۔اور بعض نے کہا: شح یہ ہے کہ انسان وہ چیز بھی حاصل کرے جو اُسے اللہ نے حاصل کرنے سے منع کیا ہے اور جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے وہ اُسے لینے سے نہیں رکتا، پس اللہ نے اُسے بچالیا۔

(الصاوی، ج٦، ص ٩٠ ملخصاً)

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت:

٩......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رء وف رحیم اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے (الحشر: ١٠)﴾۔اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اس آیت میں مغفرت طلب کرنے پر دلیل ہے اور بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے طلب مغفرت کرے اور اس کی دعا اپنے مسلمان بھائی کے حق میں قبول ہوتی ہے، جیسا کہ مشہور یہی ہے۔ (روح البیان، ج٩، ص ٥١٣)

ابن کثیر لکھتے ہیں: بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بعض لوگ صحابہ کو گالیاں نکالتے ہیں (اور وجہ باغِ فدک کا معاملہ ہے)، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ صحابہ کے لئے استغفار طلب کرو، پس وہ (رافضی وغیرہ) اُنہیں گالیاں دیتے ہیں، پھر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیر، ج٤، ص ٤٠٣)

علامہ خازن فرماتے ہیں: اس آیت میں اپنے لئے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے طلب مغفرت کے لئے دعا کرنے کا جواز ہے۔

(الخازن، ج٤، ص ٢٧٢)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: اللہ ﷻ اپنی مخلوق پر بڑا رحیم ہے، رحمت فرمانے والا ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ بجالائے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے۔ (الطبری، الجزء: ٢٨، ص ٥٤)

علامہ شہاب الدین فرماتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے کہ موجودین کی دعا سابقین کے حق میں قبول ہوتی ہے، اور خلف کی دعا سلف کے حق میں، اور اس آیت میں یہ تعلیم ہے کہ اپنے سے پہلے ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہونے والوں کے لئے دعا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اس کی تعلیم دی گئی ہے اور انہیں خیر سے یاد کیا جائے۔ (حاشیۃ الشھاب، ج٩، ص ١٤٣)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سید عالم ﷺ سے عرض کی، میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے، اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو کچھ صدقہ کرتیں؟، اگر میں کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا، فرمایا: "ہاں!"۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، الوصایا، باب موت الفجاۃ بغتۃ، مایستحب لمن توفی فجاۃ، رقم: ١٣٨٨، ٢٧٦٠، ص٢٢٣، ٢٢٣ وغیرہ)

☆......حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کا صدقہ آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: ''پانی کا''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب: فی فضل سقی الماء، رقم: ۱۶۷۹،۱۶۸۰، ص ۳۱۵)

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی لیکن اب اس کا انتقال ہو چکا ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتے''، اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: ''تو اللہ عزوجل کا قرض بھی ادا کرو کہ وہ ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے''۔(صحیح البخاری، کتاب الایمان و النذر، باب من مات علیہ نذر، رقم: ۶۶۹۹، ص ۱۱۵۶)

☆......حنش روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے اُن سے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں اُن کی جانب سے قربانی کروں، سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔(ترمذی کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ میں اب کبھی اس قربانی کو ترک نہ کروں گا)۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب: الاضحیۃ عن المیت، رقم: ۲۷۹۰، ص ۵۲۷)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیاء کرام وشہداء کی حاضری سعادت بر سعادت اور اُنہیں ایصال ثواب مندوب وثواب، اور مالیدہ وشیرنی خصوصیات عرفیہ میں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں، اور قبر پر لے جانے کی نہ ضرورت اور نہ اس میں معصیت، ہاں اُسے شرعاً لازم جانے بغیر اُس کے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے، قبور مسلمین خصوصاً قبور اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی، مگر شیرنی وغیرہ جو اِس قسم کی چیزیں لے جائے، اس کو قبر پر نہ رکھے، یہ ممنوع ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۹، ص ۵۳۲)

اغراض:

ھم بنو النضیر من الیھود: مراد حضرت ہارون کی ذریت ہے، جنہوں نے بنی اسرائیل کے فتنے کے وقت میں مدینہ منورہ میں نزول کیا اور اس بات کے منتظر تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہو تو اُن کے دین پر ایمان لائیں۔ **بالمدینۃ:** مراد مدینہ منورہ کے قریب اراضی ہے، جس بستی میں بنو نضیر آباد تھے، اُس میں اور مدینہ منورہ میں دو میل کا فاصلہ تھا۔ **الی خیبر:** بنو نضیر کا پہلا حشر مدینہ میں ہوا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوا، لیکن آخری حشر خیبر اور تمام جزیرۂ عرب سے شام کے اذرعات اور اریحاء کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ ماقبل حاشیہ نمبر ''۱'' کا مطالعہ کیجئے۔

من جھۃ المؤمنین: اللہ کے فرمان: ﴿فاتھم اللہ﴾ کا عطف تفسیری ہے جو کہ عذاب لانے کی جہت بیان کر رہا ہے، معنی یہ ہے کہ یہود پر اللہ کا عذاب مسلمانوں کی جانب سے آیا جس کے بارے میں اُنہیں خبر تک نہ تھی، اس لئے کہ وہ مسلمانوں کو کمزور جانتے تھے پس انہیں اس قسم کا کوئی خدشہ ہی نہ تھا مسلمان بھی اُن پر قادر ہو سکتے ہیں۔ **بقتل سیدھم:** یہود کا سردار کعب بن اشرف سن ۳ ہجری میں ربیع الاول کے مہینے میں مارا گیا۔ **من اخرب:** اللہ کے فرمان میں ﴿یخربون﴾ تخفیف کی جانب راجع ہونے کی صورت میں، جب کہ تشدید کی جانب راجع ہونے کی صورت میں خرب سے ہوگا۔ **لہ:** جزائے محذوف کی تعلیل کے لئے لایا گیا ہے، بمعنی یعاقبہ ہے۔ **ای خیر کم فی ذلک:** یعنی تمہیں دونوں ہی میں اختیار تھا، چہ جائے کہ تم کھجور کے درخت کاٹ ڈالو یا نہ کاٹو۔

اسرعتم الخ: یعنی الایجاف کے معنی تیز چلنا ہے۔ **یا مسلمین:** یاء کے ساتھ ہے اور ماقبل بھی، مراد قلم کا سبقت کرنا ہے، اور بہتر واو کے ساتھ ''مسلمون'' ہی ہے کیونکہ منادی کی بناء رفع کے ساتھ ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جمع مذکر سالم ''واو'' رفع

کے ساتھ ہوتا ہے، پس منادی کی بناء اسی پر ہے۔

ای لم تقاسوا فیه مشقة: یعنی مالِ فئے کے حصول کے لئے تم نے نہ تو کوئی مسافت طے کی اور نہ ہی کوئی جنگ وغیرہ کا سامنا کیا اور یہ اس لئے کہ اُن کی بستی تمہارے قریب ہی ہے اور ان کی طرف کوئی گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑانے پڑے بلکہ (اللہ نے بنونضیر کے مال) سید عالم ﷺ کے قبضے میں کر دیئے۔ فاعطی منه المهاجرین: پس مہاجرین کو بطورِ تقرر مال دیا گیا تا کہ اُن سے انصاریوں کی معونت ختم ہو جائے کیونکہ انصار مہاجرین کی اپنے مال واسباب و دیار سے مدد کرتے تھے۔

وثلاثة من الانصار: تین انصاریوں کو مال دیا گیا، ابو دجانہ، سہل بن حنیف اور حرث بن الصمۃ، اور ایک قول کے مطابق سعد بن معاذ کو ابن ابی الحقیق کی تلوار عطا کی گئی جس کی صحابہ کرام میں بڑی عزت تھی۔ کالصفراء: یعنی سرزمین قریظہ، بنونضیر اور مدینہ ہیں اور فدک نامی بستی مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور (ابن عباس کے قول کے مطابق) عرینہ اور ینبع نامی بستی بھی شامل ہیں۔

من بنی هاشم وبنی عبدالمطلب: یہ امام شافعی کا مذہب ہے جب کہ امام مالک کے نزدیک قرابت داروں سے مراد فقط بنی ہاشم ہیں۔ المنقطع فی سفره: مراد وہ محتاج ہے جسے سفر میں محتاجی کا سامنا ہوا گرچہ اپنے شہر میں غنی ہو۔ ای اعجبوا: مراد مہاجرین کے حال سے تعجب کرنا ہے، یعنی انہوں نے اپنے گھر اور مال اللہ کی رضا کے حصول کے لئے چھوڑ دیئے۔ ای المدینة: انصاریوں نے سید عالم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے دو سال قبل اپنے دین واسلام کی حفاظت کے لئے مدینہ کو جائے قرار بنایا۔ حسدا: انصاریوں کے دل میں مہاجرین پر مال تقسیم کرنے کے حوالے سے کوئی غم وغصہ نہ تھا، روایت میں ہے کہ مہاجرین انصار کے گھروں میں رہتے تھے اور ان کے مالوں سے فائدہ اٹھاتے جب سید عالم ﷺ نے بنونضیر کے اموال غنیمت حاصل کئے اور ثابت بن قیس بن شماس کو بلایا، آپ نے فرمایا اپنی قوم کو میرے پاس بلاؤ، ثابت نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا صرف خزرج کو بلالاؤں؟ فرمایا: تمام انصار کو بلاؤ، وہ سب کو بلا لائے، سید عالم ﷺ نے ان سے کلام کیا اور اللہ کی تعریف وتوصیف کی اور پھر انصار کو بلایا جنہوں نے مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کیا، اپنے گھروں میں جگہ دی، اپنے مال دیئے اور اپنے آپ پر مہاجرین کو ترجیح دی، پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں بنونضیر کے اموال تمہارے اور مہاجرین کے مابین تقسیم کردوں اور مہاجرین اسی طرح تمہارے گھروں میں رہیں اور تمہارے اموال سے نفع اٹھائیں اور اگر تم پسند کرو تو بنونضیر کے اموال مہاجرین کو دے دوں اور وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں۔ حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ سارا ہی مال مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے اور جس طرح وہ ہمارے گھروں میں رہ رہے ہیں بالکل اسی طرح وہ ہمارے گھروں میں رہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ انصار پر رحم فرما''۔

من بعد المهاجرین والانصار: مراد مہاجرین کے ہجرت اور انصار کے ایمان کے بعد کے لوگ ہیں۔ الی یوم القیامة: یعنی تابعین اور ان کے پیروکار قیامت تک کے لوگ مراد ہیں۔ حقدا: مراد عداوت اور نفرت وغضب ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر ۵:

﴿الم تر﴾ تَنظُرُ ﴿الی الذین نافقوا یقولون لاخوانهم الذین کفروا من اهل الکتب﴾ وَهُمْ بَنُو النَّضِیْرِ وَاِخْوَانُهُمْ فِی الْکُفْرِ ﴿لئن﴾ لَامُ قَسَمٍ فِی الْاَرْبَعَةِ ﴿اخرجتم﴾ مِنَ الْمَدِیْنَةِ ﴿لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم﴾ فِی خُذْلَانِکُمْ ﴿احدا ابدا وان قوتلتم﴾ حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّامُ الْمُوَطِّئَةُ ﴿لننصرنکم والله یشهد انهم لکذبون(۱۱) لئن اخرجوا لایخرجون معهم ولئن قوتلوا لا ینصرونهم ولئن نصروهم﴾ اَیْ ﴿لیولن الادبار﴾ وَاسْتَغْنٰی بِجَوَابِ الْقَسَمِ الْمُقَدَّرِ عَنْ جَوَابِ الشَّرْطِ فِی الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ ﴿ثم

لاینصرون(۱۲)﴾اَیِ الْیَھُوْدُ﴿لاانتم اشد رھبۃ﴾خَوْفًا﴿فی صدورھم﴾اَیِ الْمُنَافِقِیْنَ﴿من الله﴾لِتَاخِیْرِ عَذَابِہٖ﴿ ذلک بانھم قوم لا یفقھون (۱۳)لا یقاتلونکم﴾اَیِ الْیَھُوْدُ﴿ جمیعا﴾مُجْتَمِعِیْنَ﴿ الا فی قری محصنۃ اومن وراء جدر﴾سُوْرٍ وَفِیْ قِرَاءَ ۃٍ جُدُرٍ﴿ باسھم﴾حَرْبُھُمْ﴿ بینھم شدید تحسبھم جمیعا﴾مُجْتَمِعِیْنَ﴿ وقلوبھم شتی﴾مُتَفَرِّقَۃٌ خِلَافَ الْحِسْبَانِ﴿ ذلک بانھم قوم لا یعقلون (۱۴)﴾مَثَلُھُمْ فِیْ تَرْکِ الْاِیْمَانِ﴿کمثل الذین من قبلھم قریبا﴾بِزَمَنٍ قَرِیْبٍ وَھُمْ اَھْلُ بَدْرٍمِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴿ذاقوا وبال امرھم﴾عُقُوْبَتَہٗ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْقَتْلِ وَغَیْرِہٖ﴿ ولھم عذاب الیم(۱۵)﴾مُؤْلِمٌ فِی الْاٰخِرَۃِ مَثَلُھُمْ اَیْضًا فِیْ سِمَاعِھِمْ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَتَخَلُّفُھُمْ عَنْھُمْ﴿کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منک انی اخاف الله رب العلمین(۱۶)﴾ کَذِّبَ مِنْہُ وَرِیَاءً﴿فکان عاقبتھما﴾اَیِ الْغَاوِیْ وَالْمُغْوِیْ وَقُرِئَ بِالرَّفْعِ اِسْمُ کَانَ﴿ انھما فی النار خلدین فیھا وذلک جزؤا الظلمین(۱۷)﴾اَلْکَافِرِیْنَ.

﴾ترجمہ﴿

کیاتم نے نہ دیکھا(الم تر بمعنی الم تنظر ہے)منافقوں کو کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں(بنونضیر اور اپنے دیگر کفر شریک بھائیوں سے)اگر(مذکورہ چاروں مقام پر"لئن"میں لام قسمیہ ہے)تم نکالے گئے(مدینہ سے)توضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں(تمہاری رسوائی کے بارے میں......)ہرگز کسی کی نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوتی("قوتلتم"میں سے لام تاکید کو حذف کردیا گیا ہے)توہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کی بھی(یعنی اگر وہ ان کی مدد کو آ بھی جائیں)توضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے(یہاں پانچوں مقامات میں شرط مقدر نے جواب شرط کے ذکر کو مستغنی کردیا ہے)پھر وہ(یعنی یہودی)مدد نہ پائیں گے بیشک ان کے(یعنی منافقین کے)دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے(کہ اللہ ﷻ اپنے حکم کی وجہ سے ان سے عذاب کو مؤخر فرماتا ہے،رھبۃ بمعنی خوفا ہے)یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں یہ سب(یہودی)مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے(جمیعا بمعنی مجتمعین ہے)مگر قلعہ بند شہروں میں یا شہر پناہ کے پیچھے(جدر بمعنی سور ہے،اور ایک قرائت میں"جدر"آیا ہے)ان کی جنگ(باسھم بمعنی حربھم ہے)آپس میں سخت ہے تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے(جمیعا بمعنی مجتمعین ہے)اور ان کے دل الگ الگ ہیں(تمہارے گمان کے برخلاف،شتی بمعنی متفرقۃ ہے)یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں(ایمان کو ترک کرنے میں......)ان کی کہاوت جو ابھی قریب(زمانہ)میں ان سے پہلے تھے(مراد اس سے مشرکین اہل بدر ہیں)انہی نے اپنے کام کا وبال چکھا(یعنی دنیا میں قتل وغیرہ کی صورت میں اپنے کئے کی سزا پائی)اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے(آخرت میں،الیم بمعنی مؤلم ہے،یہودیوں کی کہاوت منافقین کی باتیں سننے اور منافقین کے ان سے پیچھے رہ جانے میں)شیطان کی کہاوت ہے جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کرلیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب(شیطان نے یہ بات اس سے بطور جھوٹ اور ریاکاری کے کہی)تو ان دونوں کا(گمراہ کرنے والے اور گمراہ کردہ)انجام("عاقبتھما"کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ کان کا اسم ہوگا)یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہے اور ظالموں(یعنی کافروں)کی یہی سزا۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا وان قوتلتم لننصرنکم﴾

ھمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل بافاعل، الی: جار، الذین نافقوا: من: موصول، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، یقولون: فعل بافاعل، الا: جار، خوانھم: موصوف، الذین کفروا: صفت، ملکر ذوالحال، من اھل الکتب: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، خوجتم: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، نخرجن معکم: جملہ فعلیہ جواب قسم محذوف کیلئے قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ قسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا نطیع: فعل نفی بافاعل، فیکم: ظرف لغو، احدا: مفعول، ابدا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، قوتلتم: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، ننصرنکم: جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ قسمیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿واللہ یشھد انھم لکذبون﴾

و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یشھد: فعل بافاعل، انھم لکذبون: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لئن اخرجوا لا یخرجون معھم ولئن قوتلوا لا ینصرونھم﴾

لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اخرجوا: جملہ فعلیہ شرط، لایخرجون: فعل نفی بافاعل، معھم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، قوتلوا: جملہ فعلیہ شرط، لاینصرونھم: جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جملہ شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولئن نصروھم لیولن الادبارثم لا ینصرون﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، نصروھم: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یولن: فعل باواؤ ضمیر محذوف فاعل، الادبار: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لاینصرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ﴾

لام: ابتدائیہ، انتم: مبتدا، اشد: اسم تفضیل با"ھو" ضمیر ممیز، رھبۃ: بافاعل، فی صدورھم: ظرف لغو، من اللہ: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانھم قوم لا یفقھون﴾

ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، قوم: موصوف، لایفقھون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر﴾

لایقاتلون: فعل نفی بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، جمیعا: حال، ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، فی: جار، قری محصنۃ: مرکب توصیفی مجرور، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، من وراء جدر: جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿باسھم بینھم شدید تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی ذلک بانھم قوم لا یعقلون﴾

باسھم: مبتدا، بینھم: ظرف مقدم، شدید: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، تحسب: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قلوبھم: مبتدا، شتی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول اول، جمیعا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، قوم: موصوف، لایعقلون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کمثل الذین من قبلھم قریبا ذاقوا وبال امرھم﴾

کاف: جار، مثل: مضاف، الذین: موصول، من قبلھم: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، قریبا: ظرف "الاستقرار" مصدر بافاعل اپنے ظرف مستقر وظرف سے، ملکر شبہ جملہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "مثلھم" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذاقوا: فعل بافاعل، وبال امرھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولھم عذاب الیم کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر﴾

و: مستانفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب الیم: مرکب توصیفی مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، کاف: جار، مثل: مضاف، الشیطن: مبدل منہ، اذ: مضاف، قال للانسان: قول، اکفر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر "مثل المنافقین فی الحزاء علی القتال" مبتدا محذوف کی خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما کفر قال انی بریء منک انی اخاف اللہ رب العلمین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فکفر" لما: شرطیہ، کفر: جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، انی: حرف مشبہ واسم، بریء منک: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل بافاعل، اللہ: مبدل منہ، رب العلمین: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا وذلک جزؤا الظلمین﴾

ف: عاطفہ، کان: فعل ناقص، عاقبتھما: خبر مقدم، انھما: حرف مشبہ، وھما: ضمیر ذوالحال، خالدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر اسم، فی النار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ اسم، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ذلک: مبتدا، جزء وا الظلمین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

منافقین کا یھود سے بظاھر ھمدردی ظاھر کرنا:

۱؎.....اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم...... الخ کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائی کافر کتابیوں سے کہتے ہیں(الحشر:۱۱)﴾۔ اللہ عزوجل اپنے نبی سے فرماتا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم اپنے دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے، ان منافقین یعنی عبداللہ بن اُبی سلول، ودیعہ، مالک، نوفل اور سُوید کے بیٹے، داعس، جب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے پاس جنگ کے لئے اُترے، ثابت قدم رہو اور اگر تم لڑو گے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے، اور اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے، پس یہود انتظار کرتے ہیں لیکن منافقین ان کی کوئی مدد نہ کریں گے، اور اللہ عزوجل نے یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ ڈال دیا، پس یہود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطنی کے بارے میں پوچھنے لگے، کہ مسلمان اُن سے اپنے ہاتھ روک دیں، پس یہود نے جلاوطنی اختیار کرلی اور اپنا سارا ساز وسامان اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿الم تر

الی الذین نافقوا...... الخ کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا(الحشر:۱۱) کے مطابق منافقین میں عبداللہ بن اُبی سلول، رفاعہ، رافعہ بن تابوت، اور حارث کے قول کے مطابق رفاعہ بن تابوت، عبداللہ بن نبتل، اوس بن قیظی شامل تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ منافقین نے بنونضیر سے کہا تھا کہ اگر تم اپنے گھروں اور مالوں سے دور کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ جلاوطنی اختیار کرلیں گے، اور ہم بھی تمہارے ساتھ اپنے گھروں اور مال واسباب کو چھوڑ دیں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین نے کہا کہ ہم تمہاری رسوائی کے معاملے میں کسی کی بات نہ مانیں گے اور تمہاری مدد نہ چھوڑیں گے اور اگر محمد ﷺ تم سے قتال کریں تو ہم تمہاری مدد کرنے کو تمہارے ساتھ ہونگے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿واللہ یشھد انھم لکذبون اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں(الحشر:۱۱)﴾ یعنی اللہ ﷻ اِن منافقین کے جھوٹ پر خبردار ہے، یہ جو بنونضیر سے وعدے کررہے ہیں، یہ اپنے تمام وعدوں میں جھوٹے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۸، ص ۵۴ وغیرہ)

یھود کی بزدلی کا بیان:

۲...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنة...... الخ یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں(الحشر:۱۴)﴾، یہود ومنافق مل کر یا فقط یہود اپنے تمام احباب کے ساتھ مل کر بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے، اللہ ﷻ نے تمہارا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے اور تم جو انہیں الفت واتحاد میں ایک ہی سمجھ رہے ہو یہ سارے جُدا جُدا ہیں، ان کے دل میں کوئی محبت نہیں ہے، بلکہ ان کے دلوں میں باہم عداوتیں ہیں، یہ ایک دوسرے کا بدلہ کیسے لینگے؟۔ اللہ ﷻ نے اِن باتوں سے گویا مسلمانوں کے دل مزید مضبوط کردیئے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸، ص ۳۵۰ وغیرہ ملخصاًوملتقطاً)

امام قرطبی کہتے ہیں: مسلمان انہیں (یہود ومنافقین، مشرکین ویہود) کو ایک جیسا نہ سمجھیں، ان کی آراء مختلف ہیں، ان کی شہادتیں، خواہشات جدا جدا ہیں اگرچہ یہ لوگ اہل حق کی عداوت میں اکھٹے نظر آئیں لیکن معاملہ برعکس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ منافقین ویہود کا دین بھی جدا جدا ہے اور اس میں مسلمانوں کے دلوں کی تقویت ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۸، ص ۳۴)

اغراض:

فی الاربعة مواضع: جو کہ یہ ہیں: ﴿ولئن اخرجتم﴾، ﴿ولئن اخرجوا﴾، ﴿ولئن قوتلوا﴾، ﴿ولئن نصروھم﴾ بلکہ پانچ مقامات ہیں جن میں سے چار مذکور ہوئے اور پانچواں مقام یہ ہے جس میں لام مقدر مانا جائے گا: ﴿وان قوتلتم﴾۔ من المدینة: مراد سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب ہیں۔

فی خذلانکم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔ ای الیھود: یہ دیگر اقوال میں سے ایک قول ہے جو کہ ضمیر کے مرجع کے بارے میں ہے، اور ایک قول کے مطابق ﴿ینصرون﴾ کی ضمیر کا مرجع منافقین ہیں اور ایک قول کے مطابق دونوں ہی مراد ہیں اور یہی قول قریب ترین ہے۔ مجتمعین: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿جمیعا﴾ حال ہے۔

متفرقة: یعنی اُن کے دل خوف کے باعث متفرق ہیں، ان کے دل ان کے جسم کا ساتھ نہیں دیتے، بلکہ ان کے دلوں میں خوف ودہشت اور حیرت موجود ہے۔ خلاف الحسبان: یعنی تمام صورتوں کی موجودگی میں تمہارے گمان کے خلاف معاملہ ہے۔ مثلھم: بنونضیر جیسے اوصاف ہیں جنہیں ذلت پہنچی یا اہل مکہ جیسے جنہیں بدر میں ہزیمت اور قید وقتل کا سامنا کرنا پڑا، پس ہر ایک اسلام دشمن کیلئے دنیا اور آخرت میں بربادی وذلت ہے۔

بزمن قریب: یعنی بنونضیر اور بدر کے معاملے میں فقط ڈیڑھ سال کا فاصلہ ہے، کیونکہ بنونضیر کا غزوہ ربیع الاول کے مہینے میں سن ۴ ہجری میں رونما ہوا اور بدر کا معرکہ رمضان کے مہینے میں سن ۲ ہجری میں رونما ہوا۔ مثلھم ایضا: مراد بنونضیر کے اوصاف ہیں۔ وتخلفھم: یعنی

منافقین کا مسلمانوں سے پلٹ آنا مراد ہے۔ کذہا منہ وریاء: اس لئے کہ شیطان اللہ کا خوف نہیں رکھتا۔(الصاوی، ج٦، ص٩٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿یایها الذین امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد﴾لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ﴿ واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون(۱۸)ولا تکونوا کالذین نسوا الله﴾تَرَکُوْا طَاعَتَهٗ﴿فانسهم انفسهم﴾اَنْ یُقَدِّمُوْا لَهَا خَیْرًا﴿ اولئک هم الفسقون (۱۹)لا یستوی اصحب النار واصحب الجنة اصحب الجنة هم الفائزون(۲۰)لو انزلنا هذا القران علی جبل﴾وَجُعِلَ فِیْهِ تَمْیِیْزٌ کَالْاِنْسَانِ﴿ لرایته خاشعا متصدعا﴾مُتَشَقِّقًا﴿ من خشیة الله وتلک الامثال﴾اَلْمَذْکُوْرَةُ﴿ نضربها للناس لعلهم یتفکرون(۲۱)﴾فَیُؤْمِنُوْنَ﴿هو الله الذی لا اله الا هو علم الغیب والشهادة﴾اَلسِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ﴿ هو الرحمن الرحیم (۲۲)هو الله الذی لا اله الا هو الملک القدوس﴾الطَّاهِرُ عَمَّا لَایَلِیْقُ بِهٖ﴿السلام﴾ذُوْالسَّلَامَةِ مِنَ النَّقَائِصِ﴿ المؤمن﴾اَلْمُصَدِّقُ رُسُلِهٖ بِخَلْقِ الْمُعْجِزَةِ لَهُمْ﴿ المهیمن﴾مِنْ هَیْمَنَ یُهَیْمِنُ اِذَا کَانَ رَقِیْبًا عَلَی الشَّیْءِ اَیِ الشَّهِیْدُ عَلٰی عِبَادِهٖ بِاَعْمَالِهِمْ ﴿العزیز﴾اَلْقَوِیُّ﴿الجبار﴾جَبَّرَ خَلْقَهٗ عَلٰی مَا اَرَادَ﴿ المتکبر﴾عَمَّا لَایَلِیْقُ بِهٖ﴿ سبحن الله﴾نَزَّهَ نَفْسَهٗ﴿ عما یشرکون(۲۳)﴾بِهٖ﴿هو الله الخالق الباری﴾اَلْمُنْشِیءُ مِنَ الْعَدَمِ﴿ المصور له الاسماء الحسنی﴾اَلتِّسْعَةِ وَالتِّسْعُوْنَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِیْثُ وَالْحُسْنٰی مُؤَنَّثُ الْاَحْسَنِ﴿ یسبح له ما فی السموت والارض وهو العزیز الحکیم(۲۴)﴾تَقَدَّمَ اَوَّلَهَا.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے (یعنی روزِ قیامت کے لیے) کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے (اس کی اطاعت کو ترک کر دیا) تو اس نے ان کی جانیں بھلا دیں (کہ وہ اپنے لیے کچھ بھلائی آگے کر سکے......۱......) وہی فاسق ہیں دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے (اور اس میں انسان کی طرح تمیز رکھتے) تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش (متصدعا بمعنی متشققا ہے) اللہ کے خوف سے اور یہ (مذکورہ) مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں (اور نتیجہ میں ایمان لے آئیں) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں وعیاں کو جاننے والا (الغیب والشهادة بمعنی السر والعلانیة ہے) وہی ہے بڑا مہربان رحم والا وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک (ہر اس شے سے پاک جو اس کی شان کے لائق نہ ہو) سلامتی والا (نقائص سے......۲......السلام بمعنی ذوالسلامة ہے) تصدیق کرنے والا (اپنے رسولوں کی ان کے ہاتھ پر معجزات پیدا فرما کر) حفاظت فرمانے والا (یعنی اپنے مخلوق کے اعمال پر گواہ "مهیمن" سے ماخوذ ہے، کوئی شخص کسی شے پر نگران ہو تو "مهیمن" کہتے ہیں) قوت والا (العزیز بمعنی القوی ہے) جبار (اپنی مخلوق کو اپنے چاہے پر مجبور کرنے والا) بڑائی والا (ہر اس شے سے جو اس کی لائق شان نہ ہو) اللہ کو پاکی ہے (اس نے خود اپنی تنزیہہ بیان فرمائی ہے) اس سے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں (اس کے ساتھ) وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا (یعنی عدم سے وجود میں لانے والا) صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام (ننانوے نام جو حدیث پاک میں وارد ہیں......۳......"حسنی" "الحسن" کا مونث ہے) اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

ہیں اور وہی عزت وحکمت والا ہے (اس کی بحث ابتدائے سورت میں گزر چکی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون﴾

یایھا الذین امنوا: ندا،اتقوا اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،و :عاطفہ،لتنظر :فعل امر، نفس: فاعل،ماقدمت لغد: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،اتقوا اللہ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم،خبیر بماتعملون :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولئک ھم الفسقون﴾

و :عاطفہ،لا تکونوا:فعل نہی ناقص بااسم، کاف: جار،الذین :موصول،نسوا اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ،انسھم انفسھم: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ،اولئک :مبتدا،ھم الفسقون: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یستوی اصحب النار واصحب الجنۃ اصحب الجنۃ ھم الفائزون﴾

لایستوی: فعل نفی،اصحب النار: معطوف علیہ،و :عاطفہ،اصحب الجنۃ :معطوف،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،اصحب الجنۃ: مبتدا،ھم الفائزون: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لو انزلنا ھذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ﴾

لو: شرطیہ،انزلنا:فعل بافاعل،ھذاالقران :مفعول،علی جبل :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،لام :تاکیدیہ،رایت :فعل بافاعل،ہ :ضمیر مفعول اول،خاشعا :موصوف،متصدعامن خشیۃ اللہ : شبہ جملہ صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون﴾

و: مستانفہ،تلک :مبدل منہ،الامثال :مبتدا،نضربھا: فعل بافاعل ومفعول،لام: جار،الناس :ذوالحال،لعلھم یتفکرون: جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم﴾

ھو: مبتدا،اللہ: موصوف،الذی :موصول،لا :نفی جنس،الہ :موصوف،الا :بمعنی غیر مضاف،ھو :مضاف الیہ،ملکر صفت،ملکر اسم "موجود" خبر محذوف،ملکر جملہ اسمیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر خبر اول،علم :اسم فاعل بافاعل مضاف،الغیب :معطوف علیہ،و :عاطفہ،الشھادۃ :معطوف،ملکر مضاف الیہ مفعول،ملکر شبہ جملہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ،ھو :مبتدا،الرحمن الرحیم: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلم المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر﴾

ھو: مبتدا،اللہ: موصوف،الذی لا الہ الا ھو :موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر خبر اول،الملک القدوس:......الخ :خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سبحن اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق الباریٔ المصور لہ الاسماء الحسنی﴾

سبحن: مصدر مضاف،اللہ: اسم جلالت مضاف الیہ فاعل،عن: جار،مایشرکون :موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ

فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ ،ھو :مبتدا، اللہ :خبر اول ،الخالق :خبر ثانی ،البارئی :خبر ثالث ،المصور :خبر رابع ،ملکر جملہ اسمیہ ،لہ :ظرف مستقر خبر مقدم ،الاسماء الحسنی :مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یسبح لہ ما فی السموت والارض وھو العزیز الحکیم﴾

یسبح: فعل ،لـــہ :ظرف لغو ،مـــا :موصولہ ،فـــی السمـــوت والارض :ظرف مستقر صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،ھو :مبتدا ،العزیز الحکیم :خبران ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آگے کے لئے بھلائی بھیجنا:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولئک ھم الفسقون اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں (الحشر:۱۸تا۱۹)﴾۔ اللہ عزوجل سے ڈرنے کے معنی یہ ہے کہ نیکی کا حکم کرتا رہے اور بُرائی سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچائے ،فرائض کی ادائیگی اور معصیت سے اجتناب کرتا رہے۔ اور قیامت کے دن کے لئے کیا تیاری کی ہے اس کے بارے میں سوچتا رہے ،اہل عرب مستقبل کو الغد سے بطور کنایہ بیان کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ الغد کا ذکر کرنے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قیامت کا وقت قریب ہے۔ حسن وقتادہ کہتے ہیں کہ قیامت کے نزدیک ہونے کو الـــغـــد سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت آنے والی ہے۔ اور موت بھی لامحالہ آکر ہی رہے گی۔ ماقدمت کے معنی ہیں کہ انسان نے اپنی اُخروی زندگی کے لئے کیا خیر اور کیا شر تیار کر رکھا ہے؟۔ اور دوبارہ "واتقوا اللہ" کا خطاب کرنے میں تاکید پیدا کرنا مقصود ہے کہ انسان جلدی جلدی قیامت کی تیاری کرنے میں مصروف ہو جائے۔ اور تقوی کا اختیار کرنا گویا کہ گناہوں پر توبہ کرنے کی پہلی سیڑھی ہے ،اور دوسری سیڑھی مستقبل میں نافرمانیوں سے بچنا مراد ہے۔ اور اللہ عزوجل کے احکامات کو نہ بھلا دو کہ خیر والے اعمال کرنا چھوڑ دو۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ عزوجل کے حقوق کی پرواہ کرنا چھوڑ دی تو اللہ عزوجل نے اُن کے حق کو فراموش کر دیا ،سفیان کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کو بھلا دینا ان معنوں میں ہیں کہ اللہ عزوجل کا شکر اور اس کی تعظیم کو بجا نہ لایا جائے۔

(القرطبی، الجزء:۲۸، ص ۳۹ وغیرہ)

اللہ عزوجل کی ذات ہر نقص سے پاک ہے:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ھـــو الـلـــہ الـــذی لا الـــہ الا ھـــو...... الـخ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (الحشر:۲۳)﴾، اللہ عزوجل کی ذات ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے ،اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ ہر کمال وخوبی کا جامع ہے ،بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو ،نہ نقصان ،وہ بھی اُس کے لئے مُحال ،مثلاً جھوٹ ،دغا ،خیانت ،ظلم ،جہل ،بے حیائی وغیرہ عیوب اُس پر قطعاً مُحال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے ،مُحال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا کا انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ مُحالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی باطل محض ہے ،کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان! نقصان تو اُس مُحال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اُس میں صلاحیت نہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، ج۱، حصہ:۱، ص ٦)

اللہ ﷻ کے مبارک ناموں کے اسرار و رموز:

۳۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے اپنے پاک کلام میں چار مقامات پر اسماء الحسنٰی کا بیان فرمایا: ﴿لہ الاسماء الحسنی...... الخ اسی کے ہیں سب اچھے نام (الحشر:۲۴)﴾، ﴿وللہ الاسماء الحسنی فدعوہ بہا اور اللہ ہی کے ہیں سب اچھے نام تو اسے ان سے پکارو (الاعراف:۱۸۰)﴾، ﴿فلہ الاسماء الحسنی و لاتجھر بصلاتک اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز بہت آواز سے نہ پڑھو (الاسراء:۱۱۰)﴾، ﴿اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنی اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام (طٰہٰ:۸)﴾۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو، انہیں کوئی یاد نہیں کرتا مگر وہ جو جنت میں داخل ہو، اور اللہ ﷻ طاق (یعنی وتر) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب للہ مائۃ اسم ، رقم ۶۴۱۰، ص۱۱۱۳)

اغراض:

ترکوا طاعتہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ نسیان سے مراد ترک کرنا ہے نہ کہ یاد نہ ہونا یا ذکر نہ کرنا۔

ان یقدموا بھا خیرا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: "فانساھم تقدیم خیز لانفسھم" پس ان کے اللہ کو چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا پس اللہ کے حقوق چھوڑ دینے کا نتیجہ نقصان کی صورت میں پیش آیا اور اس کی دلیل اس فرمان میں ہے: ﴿وان اساتم فلھا﴾، ﴿ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ﴾، ﴿ومن کفر فعلیہ کفرہ﴾، اس لئے کہ اللہ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ **وجعل فیہ تمییز کالانسان:** اس کلام کا مقصود یہ ہے کہ کفار کی سخت دلی اور غلیظ طبیعت پر تنبیہ ہو جائے، اور اس میں ہر قاری کے لئے اشارہ ہے جو قرآن کی تلاوت کے وقت خشوع کم محسوس کرتا ہے اور اس پر غور و فکر سے اعراض کرتا ہے اور نہ تو نیکی کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی بُرائی سے منع کرتا ہے، پس واجب ہے کہ قرآن پر تدبر کیا جائے اور تلاوت کے اوقات میں خشوع اختیار کیا جائے اور اس کے ترک کرنے پر کوئی عذر باقی نہیں رہتا اس لئے کہ اگر پہاڑ کو اس قرآن سے خطاب کیا جاتا تو پہاڑ بھی خوف کے مارے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ **المذکورۃ:** اس سورت میں بیان کردہ یا تمام ہی قرآن میں بیان کردہ مثالیں مراد ہیں۔

المصدق رسلہ بخلق المعجزۃ لھم: یعنی حضرات اولیائے کرام کو کرامات اور مومنین کو ایمان اور اخلاص کی نعمت سے نوازا اس لئے کہ اللہ کی (معرفت) اخلاص کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ **القوی:** اللہ غالب و قہر والا ہے، اور یہ بھی درست ہے **العز** بمعنی قِل لیا جائے اور اللہ کے قہر و قوت کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ **جبر خلقہ علی ما اراد:** مراد اسلام، کفر، طاعت اور معصیت ہے، پس جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اُسے عاجز نہیں کر سکتا اور اللہ کی یہ صفت الجبر بمعنی الاصلاح سے ماخوذ ہے۔ **عما لا یلیق بہ:** سے صفات حادثہ مراد ہیں۔ (الصاوی، ج۶، ص۹۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالٰی علی محمد

سورة الممتحنة مدنية وهى ثلث عشرة آية

(سورۂ ممتحنہ مدنی ہے جس میں تیرہ آیتیں ہیں)

تعارف سورة الممتحنة

اس سورت میں دو رکوع، تیرہ آیتیں اور تین سو اڑتالیس کلمے اور ایک ہزار پانچ سو دس حروف ہیں۔ اس سورت میں جو واقعات مذکور ہیں ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ جب بھی کسی خاص مشن پر جانے کی تیاری کرتے تو اسے صیغۂ راز میں رکھتے تاکہ دشمن قبل از وقت اپنے دفاع کی مکمل تیاری نہ کرلے۔ اذن الٰہی کے مطابق جب فتح مکہ کی تیاری شروع کی گئی تو حسب معمول انتہائی رازداری سے کام لیا گیا لیکن حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی کہ ان کے بال بچے مکہ میں تھے اور ان کا کوئی رشتہ دار مکہ میں نہ تھا جو ان کے بچوں کا خیال رکھ سکے تو انہوں نے اس ارادہ سے کہ ان کے بچوں کو محفوظ رکھا جائے اس راز کے بارے میں ایک خط لکھا لیکن وہ خط پکڑا گیا۔ اسی لئے اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ اللہ کو کافروں سے تمہارا یارانہ ناپسندیدہ ہے تم اپنی طرح انہیں بھی صاف دل خیال کرتے ہو حالانکہ تم نے ان کو اس صفات عالیہ سے دور رکھا ہے جن کی تم ان سے توقع رکھتے ہو ان کے سینوں میں تمہارے خلاف بغض وحسد کے شعلے بھڑک رہے ہیں اگر تم نے احتیاط نہ کی تو تم بھی ان کے ساتھ نقصان اٹھاؤ گے۔

رکوع نمبر: ۷

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم﴾اَیْ کُفَّارَ مَکَّۃَ﴿ اولیاء تلقون﴾تُوْصِلُوْنَ﴿ الیهم﴾قَصَدَ النَّبِیُّ غَزْوَهُمُ الَّذِیْ اَسَرَّهٗ اِلَیْکُمْ وَوَرّٰی بِحُنَیْنٍ﴿ بالمودة﴾بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ کَتَبَ حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ اِلَیْهِمْ کِتَابًا بِذٰلِکَ لِمَا لَهٗ عِنْدَهُمْ مِنَ الْاَوْلَادِ وَالْاَهْلِ الْمُشْرِکِیْنَ فَاسْتَرَدَّهُ النَّبِیُّ مِمَّنْ اَرْسَلَهٗ مَعَهٗ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهٗ بِذٰلِکَ وَقَبِلَ عُذْرَ حَاطِبٍ فِیْهِ﴿ وقد کفروا بما جاء کم من الحق﴾اَیْ دِیْنَ الْاِسْلَامِ وَالْقُرْاٰنِ﴿ یخرجون الرسول وایاکم﴾مِنْ مَکَّۃَ بِتَضْیِیْقِهِمْ عَلَیْکُمْ﴿ ان تؤمنوا﴾اَیْ لِاَجْلِ اَنْ اٰمَنْتُمْ﴿ بالله ربکم ان کنتم خرجتم جهادا﴾لِلْجِهَادِ﴿ فی سبیلی وابتغاء مرضاتی﴾وَجَوَابُ الشَّرْطِ دَلَّ عَلَیْهِ مَا قَبْلَهٗ اَیْ فَلَا تَتَّخِذُوْهُمْ اَوْلِیَاءَ﴿ تسرون الیهم بالمودة وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعله منکم﴾اَیْ اِسْرَارُ خَبَرِ النَّبِیِّ اِلَیْهِمْ﴿ فقد ضل سواء السبیل (۱)﴾اَخْطَاءَ طَرِیْقَ الْهُدٰی وَالسَّوَاءَ فِی الْاَصْلِ الْوَسْطُ﴿﴿ان یثقفوکم﴾یَظْفِرُوْا بِکُمْ﴿ یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیهم﴾بِالْقَتْلِ وَالضَّرْبِ﴿ والسنتهم بالسوء﴾بِالسَّبِّ وَالشَّتْمِ﴿ وودوا﴾تَمَنَّوْا﴿ لو تکفرون (۲)﴾لن تنفعکم ارحامکم﴾قَرَابَتُکُمْ﴿ولا اولادکم﴾ اَلْمُشْرِکُوْنَ الَّذِیْنَ لِاَجْلِهِمْ اَسْرَرْتُمُ الْخَبَرَ مِنَ الْعَذَابِ فِی الْاٰخِرَۃِ﴿ یوم القیمة یفصل﴾بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ﴿ بینکم﴾وَبَیْنَهُمْ فَتَکُوْنُوْنَ فِی الْجَنَّۃِ وَهُمْ فِیْ جُمْلَۃِ الْکُفَّارِ فِی النَّارِ﴿ والله بما تعملون بصیر (۳)قد کانت لکم اسوة﴾بِکَسْرِ الْهَمْزَۃِ وَضَمِّهَا فِی الْمَوْضِعَیْنِ قُدْوَۃٌ﴿ حسنة فی ابرهیم﴾اَیْ بِهٖ قَوْلًا وَفِعْلًا﴿ والذین معه﴾مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿ اذ قالوا لقومهم انا برء وا﴾جَمْعُ

بَـرِیءَ کَـظَرِیُفٍ﴿منكم ومما تعبدون من دون الله كفرنا بكم﴾اَنْكَرُنَاكُمُ﴿ وبدا بيننا و بينكم العداوة والبغضاء ابدا﴾بِتَحُقِيُقِ الُهَمُزَتَيُنِ وَاِبُدَالِ الثَّانِيَةِ وَاوًا﴿ حتى تومنوا بالله وحده الا قول ابرهيم لابيه لاستغفرن لک﴾مُسُتَثُنٰى مِنُ اُسُوَةٍ اَیُ فَلَيُسَ لَكُمُ التَّاَسِّیُ بِهٖ فِی ذٰلِکَ بِاَنُ تَسُتَغُفِرُوُا لِلُكُفَّارِ وَقَوُلُهٗ﴿ وما املک لک من الله﴾اَیُ مِنُ عَذَابِهٖ وَثَوَابِهٖ﴿من شیء﴾ كَنٰى بِهٖ عَنُ اَنَّهٗ لَايَمُلِکُ لَهٗ غَيُرَ الْاِسُتِغُفَارِ فَهُوَ مَبُنِیٌّ عَلَيُهِ مُسُتَثُنٰى مِنُ حَيُثُ الُمُرَادُ مِنُهُ وَاِنُ كَانَ مِنُ حَيُثُ ظَاهِرِهٖ مِمَّايَتَاَسّٰى فِيُهِ قُلُ فَمَنُ يَّمُلِکُ لَكُمُ مِنَ اللّٰهِ شَيُئًا وَاِسُتِغُفَارُهٗ قَبُلَ اَنُ يَّتَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِلّٰهِ كَمَا ذُكِرَ فِی بَرَاءَةٍ﴿ ربنا عليک توكلنا واليک انبنا واليک المصير (٤)﴾مِنُ مَقُوُلِ الُخَلِيُلِ وَمَنُ مَعَهٗ اَیُ وَقَالُوُا﴿ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا﴾اَیُ لَاتُظُهِرُهُمُ عَلَيُنَا فَيَظُنُّوُا اَنَّهُمُ عَلَى الُحَقِّ فَيَفُتِنُوُا اَیُ تَذُهَبُ عُقُوُلُهُمُ بِنَا﴿ واغفرلنا ربنا انک انت العزيز الحكيم(٥)﴾فِی مُلُكِکَ وَصُنُعِکَ﴿لقد كان لكم﴾يَااُمَّةَ مُحَمَّدٍ جَوَابُ قَسَمٍ مُقَدَّرٍ﴿ فيهم اسوة حسنة لمن كان﴾بَدَلُ اِشُتِمَالٍ مِنُ كُمُ بِاِعَادَةِ الُجَارِ﴿ يرجوا الله واليوم الاخر﴾اَیُ يَخَافُهُمَا اَوُ يَظُنُّ الثَّوَابَ وَالُعِقَابَ﴿ ومن يتول﴾بِاَنُ يُوَالِیَ الُكُفَّارَ﴿ فان الله هو الغنى﴾عَنُ خَلُقِهٖ﴿ الحميد(٦)﴾لِاَهُلِ طَاعَتِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والومیرے اوراپنے دشمنوں کو (یعنی کفار مکہ کو) دوست نہ بناؤتم انہیں پہنچاتے ہو (نبی پاک ﷺ کا ان کے ساتھ جنگ کرنے کا منصوبہ جوبطورِراز انہوں نے تمہیں بتایا تھااور حنین کا معاملہ دیگرلوگوں پر ظاہر نہیں فرمایا تھا) دوستی سے (جوان کےاور تمہارے درمیان ہے، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے کفار مکہ کواس غزوے کی پیشگی اطلاع کردی تھی، وجہ اس کی یہ تھی آپ کی اولاد اور بیوی جو مشرک تھےان لوگوں کے پاس مکہ ہی میں تھے جومکتوب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے روانہ کیا تھا حضور ﷺ نے اللہ عزوجل کے بتانے سے اس ایلچی کے ہاتھ سے وہ مکتوب لے لیا اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں عذر قبول فرمالیا) حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے (یعنی دین اسلام اور قرآن کے) جوتمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کواور تمہیں (مکہ سے تمہاری زندگیاں دشوار کر کے......۱......) اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے (یعنی تمہارے اللہ جل جلالہ پر ایمان لانے کی وجہ سے) اگر تم نکلتے ہو جہاد کو (یعنی جہاد کے لیے) میری راہ میں اور میری رضا چاہنے کو (یہاں جواب شرط مقدر ہے جس پر ماقبل کلام دلالت کررہا ہے یعنی ''فلا تتخذوهم اولياء'') تم انہیں خفیہ پیام محبت بھیجتے ہواور میں خوب جانتا ہوں جوتم چھپاؤاور جوظاہر کرواور تم میں جوایسا کرے (کہ نبی پاک ﷺ کی خفیہ باتیں ان تک پہنچائے) بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا (یعنی راہ ہدایت سے خطا کر گیا ''السواء'' کا لغوی معنی الوسط ہے) اگر تمہیں پائیں (یعنی اگر تم پر غالب آجائیں) تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کریں گے (قتل کرنے اور قیدی بنانے کو) اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ (سب وشتم کرنے کو) اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ ......۲......(ودوا بمعنی تمنوا ہے) ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گے تمہارے وہ رشتے دار (ارحامکم بمعنی قرابتکم ہے) اور وہ اولاد (جو مشرک ہیں، عذاب جہنم کے سامنے جن کی وجہ سے تم راز کی باتیں کفار تک پہنچاتے ہو) قیامت کے دن تمہیں (ان سے) الگ کردے گا (توتم توجنت میں ہوگے اور وہ دیگر کفار کے ساتھ جہنم میں، ''یفصل'' فعل کو معروف اور مجہول دونوں طرح

پڑھا گیا ہے) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے بیشک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی (''اسوۃ'' دونوں مقامات میں ہمزہ مضمومہ اور مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ابراہیم میں (یعنی ان کے قول وفعل میں) اور ان کے ساتھ والوں میں (یعنی مسلمانوں میں) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بیشک ہم بیزار ہیں (''براؤا'' بری کی جمع ہے جیسا کہ ظریف کی جمع بھی اسی وزن پر آتی ہے) تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے (کفرنا لکم بمعنی انکر ناکم ہے) اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لیے (''البغضاء ابدا'' دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو واؤ کے ساتھ بدلنے کے ساتھ ہے) جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے رب سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا (یہ قول ''اسوۃ'' سے مستثنی ہے، یعنی تمہارے لیے ان کے اس قول سے دلیل لینا جائز نہیں کہ تم کفار کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگو، ......اور ان کا یہ قول) اور میں اللہ کے سامنے تیرے لیے مالک نہیں (یعنی اس کے عذاب اور اس کے ثواب کا) کسی شے کا (''کنایۃ'' اس کلام سے آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ اس کے لیے استغفار کرنے کے علاوہ کسی شے کے مالک نہیں ہیں پس آپ کا یہ قول ''وما املک...... الخ'' یہ آپ کے قول ''لا ستغفرن'' پر مبنی ہے، من حیث المراد یہ بھی وہ قول ہے جو حکم پیروی سے مستثنی ہے اگر چہ کہ ظاہراً مذکورہ قول ان امور سے لگتا ہے جن میں آپ کی سیرت پر عمل کا حکم ہے یہ قول ﴿قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا﴾ کے بطور شاہد ہونے کی وجہ سے آپ کا اس شخص کے لیے استغفار کرنا آپ پر یہ ظاہر ہونے سے قبل کا معاملہ تھا کہ یہ اللہ عزوجل کا دشمن ہے جیسا کہ اس بات کا تذکرہ سورۂ برائت میں ہے) ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے (یہ بھی حضرت خلیل اللہ اور آپ علیہ السلام کے ساتھ والوں کا قول ہے اور انہوں نے عرض کیا) اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال (یعنی انہیں ہم پر غلبہ عطا نہ فرما کہ وہ خود کو حق پر سمجھنے لگیں اور یوں فتنہ میں پڑ جائیں یعنی ہمارے سبب اس کی عقلیں جاتی رہیں) اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! بیشک تو ہی غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) اور حکمت والا (اپنی صنعت میں) بیشک تمہارے لیے (''اے امت محمدیہ''، یہاں جواب قسم مقدر رہے) ان میں اچھی پیروی تھی اس کے لیے (''لمن کان......الخ''، یہ بدل اشتمال ہے۔ کم ضمیر سے حرف جر کا یہاں اعادہ کیا گیا ہے) جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو (یعنی اللہ عزوجل اور پچھلے دن کا خوف رکھتا ہو یا ثواب اور عقاب پر یقین رکھتا ہو) اور جو منہ پھیرے (یوں کہ کفار کو اپنا دوست بنائے) تو بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) تعریف کرنے والا ہے (اپنے فرمانبرداروں کی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لاتتخذوا: فعل نہی واؤ ضمیر ذوالحال، تلقون الیھم بالمودۃ: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، عدوی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عدوکم: معطوف، ملکر مفعول اول، اولیاء: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وقد کفروا بما جاء کم من الحق یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم﴾

و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، کفروا: فعل بافاعل، ب: جار، ما: موصولہ، جاء کم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من الحق: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''لا تتخذوا'' کے فاعل سے حال واقع ہے، یخرجون: فعل بافاعل، الرسول: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایاکم: معطوف، ملکر مفعول، ان تؤمنوا باللہ ربکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی﴾

ان: شرطیہ، کنتم: فعل ناقص باسم، خرجتم: فعل بافاعل، جهادا فی سبیلی: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابتغاء: مصدر بافاعل مضاف، مرضاتی: مضاف الیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "لاتتخذوا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تسرون الیهم بالمودة وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم﴾

تسرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انا: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، ب: جار، ما اخفیتم: موصول صلہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما اعلنتم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، الیهم: ظرف لغو اول، بالمودة: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن یفعله منکم فقد ضل سواء السبیل﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یفعل: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، ضل: فعل بافاعل، سواء السبیل: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیهم والسنتهم بالسوء﴾

ان: شرطیہ، یثقفوکم: جملہ فعلیہ شرط، یکونوا: فعل ناقص باسم، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، اعداء: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یبسطوا: فعل بافاعل، الیکم: ظرف لغو، ایدیهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، السنتهم: معطوف، ملکر ذوالحال، بالسوء: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ودوا لو تکفرون لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم﴾

و: عاطفہ، ودوا: فعل بافاعل، لو: مصدریہ، تکفرون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "ان یثقفوکم" پر معطوف ہے، لن تنفعکم: فعل نہی و مفعول، ارحامکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، اولادکم: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿یوم القیمة یفصل بینکم والله بما تعملون بصیر﴾

یوم القیمة: ظرف مقدم، یفصل: فعل بافاعل، بینکم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، الله: مبتدا، بما تعملون بصیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابرهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انا برء ؤا منکم ومما تعبدون من دون الله﴾

قد: تحقیقیہ، کانت: فعل ناقص، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، اسوة حسنة: مرکب توصیفی ذوالحال، فی: جار، ابرهیم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین معه: موصول صلہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، قالوا لقومهم: قول، انا: حرف مشبہ و اسم، برء وا: صفت مشبہ بافاعل، منکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: جار، ما تعبدون: موصول صلہ، ملکر صلہ، ملکر ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتی تومنوا بالله وحده﴾

کفرنا بکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، مفسرہ للتبرؤ منهم، و: عاطفہ، بدا: فعل، بیننا: معطوف

علیہ ،و :عاطفہ،بینکم :معطوف ،ملکر ظرف،العداوۃ :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،البغضاء :معطوف ،ملکر فاعل ،ابد :ظرف ،حتی : جار ،تومنوا :فعل بافاعل ،ب : جار ،اللہ :ذوالحال ،وحدہ : حال،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الا قول ابرھیم لابیہ لاستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شیء﴾

الا : حرف استثناء،قول :مصدر مضاف ،ابراھیم :مضاف الیہ فاعل،لابیہ :ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ ،لام :تاکید یہ،استغفرن لک :فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''اقسم'' کیلئے جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،ما املک :فعل نفی بافاعل ،لک :ظرف لغو،من اللہ : ظرف مستقر حال مقدم ،من : زائد ،شیء :ذوالحال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقولہ ،ملکر ماقبل ''اسوۃ حسنۃ'' سے مستثنی متصل واقع ہے۔

﴿ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر﴾

ربنا : نداء،علیک :ظرف لغو مقدم،توکلنا :فعل بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،الیک انبنا : جملہ فعلیہ معطوف اول،و : عاطفہ ،الیک المصیر :جملہ اسمیہ معطوف ثانی ،ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ قول محذوف ''قولوا'' کیلئے مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم﴾

ربنا : مؤکد ،ربنا :تاکید ،ملکر نداء،لاتجعلنا :فعل نہی بافاعل ومفعول ،فتنۃ :مصدر بمعنی فاعل بافاعل ،للذین کفروا : ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اغفر لنا : جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،انک :حرف مشبہ واسم ،انت العزیز الحکیم : جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر﴾

لام : تاکیدیہ ،قد :تحقیقیہ ،کان : فعل ناقص ،لکم : جار مجرور مبدل منہ ،لام :جار ،من :موصولہ ،کان :فعل ناقص بااسم ،یرجوا :فعل بافاعل ،اللہ :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،الیوم الاخر :معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مجرور ،ملکر بدل ،ملکر ظرف ،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم ،فیھم :ظرف مستقر حال مقدم ،اسوۃ حسنۃ : ذوالحال ،ملکر اسم مؤخر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید﴾

و : مستانفہ ،من :شرطیہ ،یتول :جملہ فعلیہ شرط ،ف : جزائیہ ،ان اللہ :حرف مشبہ واسم ،ھو الغنی الحمید : جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... **لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء......** ☆ بنی ہاشم کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سید عالم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئی کی جب آپ فتح مکہ کا سامان فرمارہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو مسلمان ہوکر آئی ہے اس نے کہا نہیں فرمایا ہجرت کرکے آئی عرض کیا نہیں ،فرمایا پھر کیوں آئی ہواس نے کہا محتاجی سے تنگ ہوکر۔ بنی عبدالمطلب نے اس کی امداد کی ،کپڑے بنائے ،سامان دیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ اسے ملے انہوں اسے دس دینار دیئے ،ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم ﷺ تم پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہوسکے کرلو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہوگئی۔ اللہ نے اپنے حبیب کواس کی خبر دی۔ حضور ﷺ نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے گھوڑوں پر روانہ کیا ،فرمایا مقام روضہ

خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے۔وہ خط اس سے لے لو اور اسکو چھوڑ دو اور اگر انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور نے فرمایا تھا۔اس سے خط مانگا وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی صحابہ نے واپسی کا قصد کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سید عالم کی خبر خلاف ہو نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا خط نکال یا گردن رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا۔حضور سید عالم ﷺ نے حضرت حاطب بن بلتعہ کو بلا کر فرمایا اس کا کیا باعث ،انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جب سے اسلام لایا کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیاز مندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا ہے ان کی محبت نہ آئی ۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور ان کی قوم سے نہ تھا میرے سوا اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے اور میرا خط انہیں بچا سکے گا۔سید عالم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق فرمائی۔حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں۔حضور نے فرمایا اے عمر اللہ عزوجل خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔حضرت عمر کے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

دین کی سلامتی کی خاطر ھجرت کرنا:

ا......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ...... الخ اے ایمان والوں میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ(الممتحنۃ:۱)﴾۔دارالحرب سے دارالاسلام میں منتقل ہونے کا نام ہجرت ہے۔

(التعریفات،ص ۱۹۷)

حضرت عکرمہ نے اس کی تین صورتیں بیان کی ہیں:(۱)......ابتدائے اسلام میں مومنین کی ہجرت،(۲)......مجاہدین کی ہجرت کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کو نکلے جب کہ مصائب پر صبر اور ثواب کے طالب ہوں۔(۳)......اللہ عزوجل نے جن چیزوں سے منع کیا ان کو چھوڑ دینا۔ (المظھری، ج۲،ص ۱۶۷)

شیخ اسماعیل الجمل نے ہجرت کی ایک قسم یہ بھی ذکر کی ہے کہ منافقین سید عالم ﷺ کی معیت میں صبر اور احتساب کی حالت میں نکلیں نہ کہ دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے اور آیت مبارکہ﴿ولا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں(النساء:۸۹)﴾ میں یہی ہجرت مراد ہے۔ (الجمل،ج۲،ص ۹۶)

☆......حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجھاد، باب: فی الھجرۃ ھل انقطعت،رقم:۲۴۷۹،ص ۴۶۳)

کافروں کا سید عالم ﷺ کو نقصان پھنچانے کے درپے ھونا:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے

اوران کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ (الممتحنۃ:۲)﴾۔کافر مسلمان کے قتل، قید اور شتم کے درپے ہوتے ہیں، لہذا مسلمان انہیں دوست نہ سمجھیں۔ان سے محبتیں ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ان کی عداوت سبقت کر چکی ہے جس کا بیان اللہ ﷻ کے فرمان ﴿لا تتخذوا عدوی...... الخ (الممتحنۃ:۱)﴾ میں واضح ہے۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۹،ص ۱۵۳)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں: تمہارا ان سے محبتیں استوار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ،اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے دشمن ہی ہونگے۔وہ تمہیں قتل کرنے ،مارنے،گالی دینے کے لئے تیار ہونگے اور خواہش کریں گے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ۔ (المظھری، ج۷،ص ۹۵)

کافروں کے لئے طلب مغفرت کرنے کا مسئلہ:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شیء مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں (الممتحنۃ:۴)﴾۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مایوس ہو گئے اور تمام امکانی امور انجام دے چکے، سوائے استغفار کے کوئی امید نہ رہی تو اسی کا سہارا لینا چاہا لیکن جب ان پر یہ بات واضح ہو چکی کہ ان کے باپ (یعنی چچا آزر) کفر پر قائم رہیں گے اور ان کے مقدر میں ایمان کی دولت ہے ہی نہیں تو پھر ان کے لئے استغفار سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ (الخازن، ج٤،ص ۲۸۱)

مفسرین کرام نے اس آیت ﴿وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا ...... الخ اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا(التوبۃ:۱۱٤)﴾ مفسر جلال کا یہ جملہ وترک الاستغفار لہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں عام ذہنوں میں آنے والے شکوک وشبہات کو دور کر دیتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر سے بیزاری ظاہر کی اور ان کے لئے استغفار کرنا ترک فرمادیا، یہاں سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ آپ علیہ السلام نے اپنے چچا کے لئے اس وقت تک استغفار فرمایا جب تک آپ علیہ السلام پر ظاہر نہ ہوا کہ یہ ایمان لانے والا نہیں پھر جب آپ علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا جیسا کہ قرآن کا بھی بیان ہے کہ ﴿فلما تبین لہ انہ عدو للہ پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے﴾ تو پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اس کے لئے کبھی دعا نہ فرمائی۔ حکم خداوندی کے نزول سے پہلے اگر حضرات انبیائے کرام کسی کام کو کریں تو اس کام کے کرنے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا جیسا کہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے سے اس بد بخت کو کوئی فائدہ نہ ہوگا ہاں دیگر ہزار کفار کے ایمان لانے کا سبب بن جائے گا۔لہذا اس قسم کی آیات سے ان نفوس قدسیہ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں کسی قسم کا شبہ ظاہر کر کے اپنے ایمان کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ہاں زندہ کافروں کیلئے دعا کرنا جائز ہے اس بارے میں سید عالم ﷺ کے فرامین ہماری رہنمائی کرتے ہیں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے ان کے خلاف اللہ ﷻ سے دعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ ﷻ! ثقیف کو ہدایت دے''۔

(الجامع الترمذی ، کتاب المناقب ،باب فی مناقب ثقیف،رقم:۳۹٦۸ ،ص ۱۱۱۱)

☆......نبی پاک ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ ﷻ! اسلام کو عزت دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن خطاب سے''، پھر اگلی صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔(ایضاً،باب فی مناقب ابی حفص ،رقم:۳۷۰۱ ،ص ۱۰۵۲)

اغراض:

کفار مکۃ: عدو کی تفسیر ہے، اور عبرت لفظ کے عمومی اعتبار سے ہے نہ کہ خصوصی اعتبار سے، پس آیت کا حکم تمام کفار کے ساتھ قیامت تک کے لئے کافی ہوگا۔وورِی بحنین: مراد غزوہ حنین ہے، معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا منصوبہ جو (حاطب) کو معلوم تھا دیگر

لوگوں پر ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی اور اسی طرح سے دیگر مواقع پر منافقین کے حوالے سے معاملات پیش آئے، کہ مبادا وہ کافروں کو سب کچھ راز کی باتیں نہ بتادیں جس سے جنگ کی تدبیر ہی فوت ہوجائے اور شریعت میں توریہ انسان کے پوشیدہ معاملات کو کہتے ہیں، جیسا کہ انسان کبھی آگے یا پیچھے کے ہونے والے یا ہوچکنے والے معاملات کو خفیہ رکھتا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کہ خیبر ماہ محرم الحرام سن ۷ ہجری میں، فتح مکہ رمضان المبارک سن ۸ ہجری میں اور حنین شوال المکرّم فتح مکہ والے سال میں وقوع پذیر ہوا۔

کتب حاطب بن ابي بلتعة: شانِ نزول میں ملاحظہ کیجئے۔ ممن ارسلہ: مراد سارہ ہیں، اور ''ارسل'' میں موجود ضمیر مستتر ''حاطب'' کی جانب اور ضمیر بارز ''الکتاب'' کی طرف عائد ہے۔ وقبل عذر حاطب: یعنی حاطب کا عذر قبول فرمالیا کیونکہ وہ مومن تھے، بدری صحابہ میں سے تھے اور اللہ ﷻ نے ان کے ایمان کی گواہی دی، چنانچہ فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا﴾۔

اسرار خبر النبی: اور ﴿بالمودة﴾ میں موجود باء سببیہ ہے جس کی نظیر ماقبل گزر چکی۔ طریق الھدی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سواء السبیل﴾ مفعول ہے ﴿ضل﴾ کا۔

فتکون فی الجنة: کافروں سے موالات کی گنجائش نہیں، کیونکہ مومنین اور کافرین کا قیامت میں اجتماع ہونا قرار نہیں پائے گا۔

فی الموضعین: مراد آنیوالا فرمانِ مقدس: ﴿لقد کان لکم فیھم اسوة﴾ اور اس کے اتباع واقتداء والے معنی ہیں۔

قولا وفعلا: اقتداء کی جہت سے واضح فرمایا، یعنی تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول وفعل کی اقتداء کرو، کیونکہ انہیں کافروں کی جانب سے کوئی شدت وضعف نہ پہنچے گا۔ من المومنین: یہاں بابل کے علاقے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معیت کا اعتبار کیا گیا ہے، کیونکہ اس وقت ان کے پاس سوائے اُن کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے کوئی نہ تھے اور ان کی زوجہ بی بی سارہ تھیں یا یہ مراد ہے کہ جب وہ شام کی طرف تشریف لے آئے اور اس وقت اُن کے ساتھ مومنین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ مستثنی من اسوة حسنة: مراد تمام قسم کے اسوہ ہیں، قولی فعلی ہر قسم کے اسوہ مراد ہیں۔ ای فلیس لکم التأسی به: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کے لئے استغفار کرتے رہتے، امید لئے کہ ایمان لے آئیں گے لیکن جب اِن پر واضح ہوگیا کہ چچا اللہ کے دشمنوں میں شامل ہیں اور ایمان نہ لائیں گے تو پھر استغفار کرنا ترک فرمادیا۔ مستثنی من حیث المراد منه: مراد معنی کنائی ہے۔ وان کان من حیث: مراد معنی وضعی ہے۔

واستغفاره: یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے اپنے چچا کے لئے استغفار کرنے کا عذر بیان کرنا ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فقط ان کے ایمان لانے کی امید پر استغفار کرتے تھے اور جب آزر کا کفر پر خاتمہ ہوا تو اپنے عمل سے رجوع فرمایا جس کا بیان اللہ کے فرمان میں موجود ہے: ﴿وما کان استغفار ابراھیم﴾۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے وعدہ فرمایا تھا جیسا کہ سورہ مریم میں موجود ہے: ﴿ساستغفرلک ربی انه کان بی حفیا (مریم: ۴۷)﴾ اور استغفار کرنے کا ایک قول سورۃ الشعراء میں بھی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿واغفر لابی﴾ پھر اپنے اقوال سے رجوع فرمایا جیسا کہ سورۃ برائت میں یوں ہے: ﴿له انه عدو لله﴾۔

ای لا تظھرھم: یعنی کافروں کو ہم پر غالب نہ کردینا۔ فیظنوا انھم علی الحق: یعنی کافر ہم پر کامیاب ہوجائیں۔

فیفتنوا: یعنی کافر کفر میں زیادتی کرجائیں اور مزید مداومت کریں کیونکہ کسی کو ڈھیل ملے تو وہ کفر میں مزید پختہ ہوتا ہے۔

او یظن الثواب والعقاب: یہ دوسری تفسیر ہے جو کہ ﴿یرجوا﴾ کے معنی کے حوالے سے کی گئی ہے، مراد ثواب کا گمان کرنا، یعنی ثواب کا یقین رکھنا ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۹۵ وغیرہ)

رکوع نمبر:٨

﴿عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم﴾مِنْ کُفَّارِ مَکَّۃَ طَاعَۃَ اللّٰہِ تَعَالٰی﴿ مودۃ﴾بِاَنْ یَھْدِیَھُمْ لِلْاِیْمَانِ فَیَصِیْرُوْا اَوْلِیَاءَ﴿ واللہ قدیر﴾عَلٰی ذٰلِکَ وَقَدْ فَعَلَہٗ بَعْدَ فَتْحِ مَکَّۃَ﴿ واللہ غفور﴾لَھُمْ مَا سَلَفَ﴿ رحیم (٧)﴾بِھِمْ﴿لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم﴾مِنَ الْکُفَّارِ﴿ فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم﴾بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِنَ الَّذِیْنَ﴿ وتقسطوا﴾تَقْضُوْا﴿ الیھم﴾بِالْقِسْطِ اَیِ الْعَدْلِ وَھٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِھَادِ﴿ ان اللہ یحب المقسطین (٨)﴾اَلْعَادِلِیْنَ﴿انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا﴾عَاوَنُوْا﴿ علی اخراجکم ان تولوھم﴾بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِنَ الَّذِیْنَ تَتَّخِذُوْھُمْ اَوْلِیَاءَ﴿ ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون (٩)یایھا الذین امنوا اذا جاء کم المومنت﴾بِاَلْسِنَھِنَّ﴿ مھجرت﴾مِنَ الْکُفَّارِ بَعْدَ الصُّلْحِ مَعَھُمْ فِی الْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اَنَّ مَنْ جَاءَ مِنْھُمْ اِلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یُرَدُّ﴿ فامتحنوھن﴾بِالْحَلْفِ اَنَّھُنَّ مَا خَرَجْنَا اِلَّا رَغْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ لا بُغْضًا لِاَزْوَاجِھِنَّ الْکُفَّارَ وَلاعِشْقًا لِرِجَالٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَذَا کَانَ النَّبِیُّ یَحْلِفُھُنَّ﴿ اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن﴾ظَنَنْتُمُوْھُنَّ بِالْحَلْفِ﴿ مؤمنت فلا ترجعوھن﴾تَرُدُّوْھُنَّ﴿ الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واتوھم﴾اَیْ اَعْطُوْا الْکُفَّارَ اَزْوَاجَھُنَّ﴿ ما انفقوا﴾عَلَیْھِنَّ مِنَ الْمُھُوْرِ﴿ ولا جناح علیکم ان تنکحوھن﴾بِشَرْطِہٖ﴿ اذا اتیتموھن اجورھن﴾مُھُوْرَھُنَّ﴿ ولا تمسکوا﴾بِالتَّشْدِیْدِ وَالتَّخْفِیْفِ﴿ بعصم الکوافر﴾زَوْجَاتِکُمْ لِقَطْعِ اِسْلَامِکُمْ لَھَا بِشَرْطِہٖ اَوِ اللَّاحِقَاتِ بِالْمُشْرِکِیْنَ مُرْتَدَّاتٍ لِقَطْعِ اِرْتِدَادِھِنَّ نِکَاحَکُمْ بِشَرْطِہٖ﴿وسئلوا﴾اُطْلُبُوْا﴿ ما انفقتم﴾عَلَیْھِنَّ مِنَ الْمُھُوْرِ فِی صُوْرَۃِ الْاِرْتِدَادِ مِمَّنْ تَزَوَّجَھُنَّ مِنَ الْکُفَّارِ﴿ولیسئلوا ما انفقوا﴾عَلَی الْمُھَاجِرَاتِ کَمَا تَقَدَّمَ اَنَّھُمْ یُؤْتُوْنَہٗ﴿ ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم﴾بِہٖ﴿ واللہ علیم حکیم (١٠)وان فاتکم شیء من ازواجکم﴾اَیْ وَاحِدَۃٍ فَاَکْثَرَ مِنْھُنَّ اَوْ شَیْءٌ مِنْ مُھُوْرِھِنَّ بِالذِّھَابِ﴿ الی الکفار﴾مُرْتَدَّاتٍ﴿ فعاقبتم﴾فَغَزَوْتُمْ وَغَنِمْتُمْ﴿فاتوا الذین ذھبت ازواجھم﴾مِنَ الْغَنِیْمَۃِ﴿مثل ما انفقوا﴾لِفَوَاتِہٖ عَلَیْھِمْ مِنْ جِھَۃِ الْکُفَّارِ﴿ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون (١١)﴾وَقَدْ فَعَلَ الْمُؤْمِنُوْنَ مَا اُمِرُوْا بِہٖ مِنَ الْاِیْتَاءِ لِلْکُفَّارِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ اِرْتَفَعَ ھٰذَا الْحُکْمُ﴿یایھا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن﴾کَمَا کَانَ یَفْعَلُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ مِنْ وَادِ الْبَنَاتِ اَیْ دَفْنِھِنَّ اَحْیَاءً خَوْفَ الْعَارِ وَالْفَقْرِ﴿ ولا یأتین بھتانا یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن﴾اَیْ بِوَلَدٍ مُلْقُوْطٍ یَنْسِبْنَہٗ اِلَی الزَّوْجِ وَصُفَ بِصِفَۃِ الْوَلَدِ الْحَقِیْقِیْ فَاِنَّ الاُمَّ اِذَا وَضَعَتْہُ سَقَطَ بَیْنَ یَدَیْھَا وَرِجْلَیْھَا﴿ولا یعصینک فی معروف﴾ھُوَمَا وَافَقَ طَاعَۃَ اللّٰہِ تَعَالٰی کَتَرْکِ النِّیَاحَۃِ وَتَمْزِیْقِ الثِّیَابِ وَجَزِّ الشُّعُوْرِ وَشَقِّ الْجَیْبِ وَخَمْشِ الْوَجْہِ﴿ فبایعھن﴾فَعَلَ عَلَیْہِ ﷺ ذٰلِکَ بِالْقَوْلِ وَلَمْ یُصَافِحْ وَاحِدَۃً مِنْھُنَّ﴿ واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفور رحیم (١٢)یایھا الذین امنوا لاتتولوا

قوما غضب الله علیهم﴾هُمُ الْيَهُوْدُ﴿قد يئسوا من الاخرة﴾اَیْ مِنْ ثَوَابِهَا مَعَ اِيْقَانِهِمْ بِهَا لِعِنَادِهِمُ النَّبِیَّ مَعَ عِلْمِهِمْ بِصِدْقِهٖ﴿كما يئس الكفار﴾اَلْكَائِنُوْنَ﴿ من اصحٰب القبور(۱۳)﴾اَیِ الْمَقْبُوْرِيْنَ مِنْ خَيْرِ الْاٰخِرَةِ اِذْ تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ مَقَاعِدُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ كَانُوْا آمَنُوْا وَمَا يَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ النَّارِ.

﴿ترجمہ﴾

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے (یعنی کفار مکہ میں سے) تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے (یوں کہ انہیں ایمان کی ہدایت دیدے اور وہ تمہارے دوست بن جائیں) اور اللہ قادر ہے (اس پر اور فتح مکہ کے بعد اس نے یہ کر دکھایا......۱......) اور اللہ بخشنے والا ہے (ان کو جو انہوں نے پہلے کیا) رحم فرمانے والا ہے (ان پر) اللہ تمہیں ان سے (یعنی ان کفار سے) منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو (''ان تبرهم'' الذين سے بدل اشتمال ہے) اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو (یعنی ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یہ حکم جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں (المقسطين بمعنی العادلین ہے) اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی (ظاهروا بمعنی عاونوا ہے) کہ ان سے دوستی کرو (''ان تولوهم'' الذين سے بدل اشتمال ہے ''ان تولوهم...... الخ'' کا معنی تتخذوا اولیاء ہے) اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (جو زبان سے اسلام کا اقرار کرتی ہوں) آئیں ہجرت کرتے ہوئے (کافروں کے پاس سے حدیبیہ میں تمہارے کافروں کے ساتھ اس شرط کے ساتھ پر صلح کر لینے کے بعد مکہ سے جو مسلمان مدینہ آئے گا اسے دوبارہ واپس کر دیا جائے گا) تو ان کا امتحان کرو (ان سے حلف لے کر کہ وہ گھروں سے اسلام کی طرف رغبت کرتے ہوئے نکلیں نہ کہ اپنے کافر شوہروں سے بغض اور نہ کسی مسلمان مرد کے عشق کی وجہ سے، حضور ﷺ ان عورتوں سے اسی طرح حلف لیا کرتے تھے......۲......) اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ان پر گمان ہو (ان کے قسم لینے کے سبب، علمتموهن بمعنی ظننتموهن ہے) ایمان والیاں ہونے کا تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو (ترجعوهن بمعنی تردوهن ہے) نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور انہیں دیدو (ان عورتوں کے کافر شوہروں کو) جو ان کا خرچ ہوا (ان عورتوں کے مہر) اور تم پر گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو (اس کی شرط کے ساتھ) جب کہ ان کے مہر انہیں دو (اجورهن بمعنی مهورهن ہے) اور نہ جے رہو (''لاتمسكوا'' فعل مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کافرنیوں کے نکاح پر (یعنی کافر بیویوں کے نکاح پر کہ تمہارے اسلام نے اس عورت سے زوجیت کا رشتہ منقطع کر دیا، قطع نکاح کی شرط پائے جانے کے سبب یا معنی یہ ہے کہ جو عورتیں مرتد ہو کر مشرکین کے پاس چلی گئیں، قطع کی شرط پائے جانے کے سبب ان کے ارتداد نے تمہارے ساتھ ان کے رشتہ زوجیت کو منقطع کر دیا ہے......۳......) اور مانگ لو (اسئلوا بمعنی اطلبوا ہے) جو تمہارا خرچ ہوا (ان پر یعنی مہر تمہاری بیویوں کے مرتد ہو کر کافروں سے نکاح کر لیا ان سے) اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا (مہاجرہ عورتوں پر جیسا کہ گزرا ان مہاجرہ عورتوں سے نکاح کرنے والے حضرات سابقہ کافر شوہر کو مہر کی رقم ادا کریں......۴......) یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں (اس کے ذریعے) فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم اور حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں نکل جائیں (ان میں سے خواہ ایک یا زائدہ یا ان عورتوں کے جانے کے سبب ان کا مہر میں سے کچھ چلا جائے) کافروں کی طرف (مرتد ہو کر) تو تم سزا دو (یعنی ان سے جنگ کرو اور مال غنیمت حاصل کرو) تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں انہیں (غنیمت میں سے) اتنا دیدو جو اُن کا خرچ ہوا تھا (کہ ان کا یہ مال کافروں کے ہاتھوں ضائع ہوا ہے) اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے (مسلمانوں نے اس حکم کے مطابق عمل کیا، کفار کو ان

کی مہاجرہ عورتوں کا مہر اور مسلمانوں کی مرتد ہوکر جانے والی عورتوں کے شوہروں کو ان کا ادا کردہ مہر دے دیا پھر بعد میں یہ حکم اٹھالیا گیا) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتی تھیں بچیوں کو عار اور فقر کے خوف کی وجہ سے دفن کر دیا کرتی تھیں "واد البنات بمعنی دفنھن ہے) اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان میں اٹھائیں (یعنی لقطہ میں ملنے والے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کریں اور اسے اس کا سگا بیٹا ہونا جتائیں، ماں جب بچہ جنتی ہے تو وہ بچہ اس کے دونوں ہاتھ اور پیروں کے درمیان گرتا ہے) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کرینگی ("معروف" سے مراد وہ امور ہیں جو اطاعت الٰہی کے موافق ہوں جیسے نوحہ نہ کرنا، کپڑے نہ پھاڑنا، بال نہ نوچنا، چہرہ نہ پیٹنا) تو ان سے بیعت لو (حسب حکم حضور ﷺ نے ان عورتوں سے زبانی بیعت لی اور کسی سے بھی مصافحہ نہ فرمایا) اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے (مراد اس سے یہودی ہیں) وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں (آخرت پر یقین رکھنے کے باوجود آخرت کے ثواب سے ان کا یہ عمل نبی پاک ﷺ کا بغض رکھنے کے سبب ہے یہ باخوبی جانتے ہیں کہ حضور ﷺ سچے ہیں) جیسے کافر (جو کہ ہیں) آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے (قبروں میں مدفون ان افراد کو آخرت کی بھلائی پہنچنے سے ایمان لانے کی صورت میں ملنے والے جنتی ٹھکانے ان پر پیش کئے جائیں گے، پھر انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منهم مودة﴾

عسی اللہ: فعل رجاء با اسم، ان: مصدریہ، یجعل: فعل با فاعل، بینکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بین: مضاف، الذین عادیتم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف متعلق بحذوف مفعول ثانی، مودة: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللہ قدیر واللہ غفور رحیم﴾

و: عاطفہ، اللہ مبتدا، قدیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتدا، غفور رحیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لاینهکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان اللہ یحب المقسطین﴾

لاینهکم: فعل نفی ومفعول، اللہ: فاعل، عن: جار، الذین: موصول، لم یقاتلوکم فی الدین: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یخرجوکم من دیارکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبدل منہ، ان: مصدریہ، تبروهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تقسطوا الیهم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یحب المقسطین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما ینهکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی اخراجکم ان تولوهم﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، ینهکم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، عن: جار، الذین: موصول، قاتلوکم فی الدین: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرجوکم من دیارکم: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ظاهروا علی اخراجکم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبدل منہ، ان تولوهم: جملہ بتاویل مصدر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتولھم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک ھم الظلمون: جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿یایھا الذین اٰمنوا اذا جاء کم المومنت مھجرت فامتحنوھن﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء کم: فعل ومفعول، المومنت: ذوالحال، مھجرت: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، امتحنوھن اللہ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنت فلا ترجعوھن الی الکفار﴾

اللہ: مبتدا، اعلم بایمانھن: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، علمتموھن مومنت: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لاترجعوھن: فعل نفی با فاعل ومفعول، الی الکفار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واتوھم ما انفقوا﴾

لا: نافیہ، ھن: مبتدا، حل: مصدر با فاعل، لھم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھم: مبتدا، یحلون لھن: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اتوھم: فعل امر با فاعل ومفعول، ماانفقوا: موصول، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن﴾

و: عاطفہ، لا: نافیہ جنس، جناح: مصدر با فاعل، ان: مصدریہ، تنکحوھن: فعل با فاعل ومفعول، اذا: مضاف، اتیتموھن اجورھن: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل ب جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر اسم، علیکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تمسکوا بعصم الکوافر وسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا﴾

و: عاطفہ، لاتمسکوا: فعل نہی با فاعل، بعصم الکوافر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سئلوا: فعل امر با فاعل، ماانفقتم: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ لام، لام: امر، یسئلوا: فعل امر با فاعل، ماانفقوا: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم﴾

ذلکم: مبتدا، حکم اللہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یحکم: فعل با فاعل، بینکم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، علیم حکیم: خبر ثنا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، فاتکم: فعل ومفعول، شیء: فاعل، من: جار، ازواجکم: ذوالحال، الی الکفار: ظرف مستقر ”ذاھبات“ شبہ فعل محذوف کیلئے، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، عاقبتم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اتوا: فعل امر با فاعل، الذین: موصول، ذھبت ازواجھم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول اول، مثل: مضاف، ماانفقوا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿والقوا الله الذی انتم به مومنون﴾
و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر با فاعل، الله: موصوف، الذی: موصول، انتم: مبتدا، به مومنون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایها النبی اذا جاء ک المومنت یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادهن ولا یاتین ببهتان یفترینه بین ایدیهن وارجلهن ولا یعصینک فی معروف فبایعهن﴾
یایها النبی: نداء، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء ک: فعل ومفعول، المومنت: ذوالحال، یبایعن: فعل با فاعل، ک: ضمیر مفعول، علی: جار، ان: مصدریہ، لایشرکن بالله شیئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لایسرقن: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لایزنین: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، لایقتلن اولادهن: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، و: عاطفہ، لایاتین: فعل نفی ونون نسوہ ذوالحال، یفترینه: فعل با فاعل ومفعول، بین: مضاف، ایدیهن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ارجلهن: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ببهتان: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف رابع، و: عاطفہ، لایعصینک فی معروف: جملہ فعلیہ بمعروف جملہ فعلیہ معطوف خامس، ملکر شرط، ف: جزائیہ، بایعهن: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واستغفر لهن الله ان الله غفور رحیم﴾
و: عاطفہ، استغفر لهن: فعل امر با فاعل وظرف لغو، الله: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، غفور رحیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یایها الذین امنوا لا تتولوا قوما غضب الله علیهم قد یئسوا من الاخرة کما یئس الکفار من اصحب القبور﴾
یایها الذین امنوا: نداء، لاتتولوا: فعل نہی با فاعل، قوما: موصوف، غضب الله علیهم: جملہ فعلیہ صفت، قد: تحقیقیہ، یئسوا من الاخرة: فعل با فاعل وظرف لغو، کاف: جار، ما: موصولہ، یئس الکفار: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من اصحب القبور: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "یاسا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ مستانفہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......عادیتم منهم مودة......☆ جب اوپر کی آیات نازل ہوئیں تو مؤمنین نے اپنے اہل قرابت کی عداوت میں تشدد کیا ان سے بیزار ہوگئے اور اس معاملہ میں بہت سخت ہوگئے تو اللہ نے یہ آیات نازل فرما کر انہیں امید دلائی کہ ان کفار کا حال بدلنے والا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......لا ینهکم الله......☆ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت خزاعہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور ﷺ سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ آپ سے قتال کریں گے اور نہ آپ کے مخالف کی مدد کریں گے اللہ ﷻ نے ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان کی والدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی ان کی والدہ مدینہ میں تحفے لے کر آئی تھی اور تھیں مشرکہ، تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے ہدایا قبول نہ کئے اور انہیں اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہ دی اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم ﷺ نے اجازت دی کہ انہیں گھر میں بلائیں ان کے ہدایا قبول کریں ان کے ساتھ سلوک کریں۔

☆......واتوھم ما انفقوا......☆یعنی جو مہر انہوں نے اُن عورتوں کو دیئے تھے وہ انہیں واپس کردو، یہ حکم اہل ذمہ کے لئے ہے جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن حربی عورتوں کے مہر واپس کرنا نہ واجب نہ سنت، وان کان الامر بایتاء ما انفقوا الوجوب فھو منسوخ وان کان لندب کما ھو قول الشافعی فلا یہ مہر دینا اس صورت میں ہے جب کہ عورت کا کافر شوہر اس کو طلب کرے اور اگر طلب نہ کرے تو اس کو کچھ نہ دیا جائے گا۔ مسئلہ اسی طرح اگر کافر نے اس مہاجرہ کو مہر نہیں دیا تھا تو بھی وہ کچھ نہ پائے گا۔

☆......ولا جناح علیکم ان تنکحوھن ......☆یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی صلح میں یہ شرط تھی کہ مکہ والوں میں سے جو شخص ایمان لاکر سید عالم کی خدمت میں حاضر ہو مکہ والے اس کو واپس لا سکتے ہیں اس آیت میں یہ بیان فرمادیا گیا کہ یہ شرط ضعیف مردوں کے لئے ہے عورتوں کی تصریح عہدنامہ میں نہیں ہے نہ عورتیں اس قرارداد میں داخل ہوسکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں ۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حکم اول کی ناسخ ہے یہ اس کی تقدیر پر ہے کہ عورتیں عہد صلح میں داخل ہوں مگر عورتوں کا اس عہد میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علی سے عہدنامہ کے یہ الفاظ مروی ہیں ''لایاتیک منا رجل وان کان علی دینک الاردددته یعنی ہم سے جو مرد آپ کے پاس پہنچے خواہ وہ آپ کے دین پر ہی ہو آپ اسکو واپس دیں گے''۔

☆......یایھا النبی ......☆اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے مہاجرہ عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو ادا کردیئے اور کافروں نے مرتدات کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کردیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کفر واسلام کی دوستی ناممکن:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم مودة ...... الخ قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے (الممتحنة:۷)﴾۔

فاضل بریلوی فرماتے ہیں: مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿تری کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خلدون ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فسقون ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے نہ دوستی کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں (المائدة:۸۰تا۸۱)﴾۔ موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اللہ نے عام کفار کی بنسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کافر کا استثناء ماننا اللہ ﷻ پر افترائے بعید اور قرآن مجید کی تحریف شدید ہے بلکہ عالم الغیب نے یہ حکم یہود ونصاری سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جداً ذکر فرمایا کہ کتابی وغیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسر منور ہوجائے، جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور کافر ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو (المائدة:۵۷)﴾۔

الاشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار میں ہے: لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اگر کسی نے ذمی کو

احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج۹، ص ۵۹۱، الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ:تابع النور علی سوالات جبلپور، ج۱۴، ص ۱۴۱ وغیرہ)

مہاجر خواتین کا امتحان:

۲......اللہ عزوجل فرماتا ہے:﴿یایھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنت مھجرت فامتحنوھن اے ایمان والوں جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو(الممتحنۃ:۱۰)﴾۔امتحان کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:(۱)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنے والی عورتوں سے پوچھا جاتا تھا کہ وہ اپنے شوہر سے بغض کی وجہ سے تو نہیں آئیں، یا کسی دوسرے شہر یا علاقے کی جانب رغبت رکھنے کی وجہ سے سفر کرلیا، یا دنیا کی محبت میں سفر اختیار کر کے آئی ہو، یا کسی دوسرے آدمی کے عشق کے چکر میں یا اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں آئی ہے۔پس اگر جو کوئی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا حلف اٹھالیتی، تو اس کے سابقہ شوہر کو مہر واپس کر کے اُن خواتین کو روک لیا جاتا۔(۲)......امتحان کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ہوا کرتا تھا کہ اللہ عزوجل ورسول ﷺ کو مانتی ہے یا نہیں۔(۳)......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ کا امتحان یہی ہوا کرتا تھا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿یایھا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی (الممتحنۃ:۱۲)﴾۔(۴)......اکثر علماء کے نزدیک یہ ناسخ ہے ، جب کہ سید عالم ﷺ نے قریش سے عہد کرلیا تھا، کہ ان کے پاس مسلمانوں میں سے جو بھی آیا، پھر اس حکم کو نساء کے حکم سے منسوخ کردیا، اور یہ مذہب ان کے نزدیک قابل قبول ہے جو قرآن کے ذریعے سنت کے نسخ کو مانتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مرد و عورت سب ہی کے اعتبار سے آیت کا حکم منسوخ ہے، اور امام کے لئے دشمن سے صلح کرنا جائز نہیں کہ وہ سارے مسلمانوں کو واپس کردے گا کیونکہ مسلمان کا دار الحرب میں جہاں شرک کا دور دورہ ہو، رہنا جائز نہیں لیکن یہ کوفیوں کا مذہب ہے۔جب کہ امام مالک کے نزدیک صلح کرنا جائز ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۸، ص ۵۶ وغیرہ)

ارتداد سے نکاح قائم رہنے یا نہ رہنے کا مسئلہ:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون نہ یہ انہیں حلال اور نہ وہ انہیں حلال(الممتحنۃ:۱۰)﴾

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:مرتد شخص کے لئے ضروری ہے کہ تجدید اسلام کرے، اگر عورت رکھتا ہو تو اس سے بعد توبہ وتجدید اسلام پھر نکاح کرے کہ علمائے نے ایسے شخص پر(جو سادات گیلانیہ، سیدی غوث اعظم وغیرہ کو یہودی، نصرانی، خنزیر و کتا کہے)حکم کفر ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:ارتداد احد الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے بلا تاخیر نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب: نکاح الکافر، ج۴، ص۳۶۶)

درمختار میں ہے:فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اولاد ولد زنا قرار پاتی ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الجھاد، باب:المرتد، ج۶، ص ۳۹۰)

جامع الفصولین میں ہے:لو ارتد ھو لا تجبر المرأۃ علی التزوج اگر خاوند مرتد ہوجائے تو عورت کو(دوبارہ)نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ:دوام العیش الائمۃ من قریش، ج۱۴، ص ۲۴۷ وغیرہ)

درمختار میں ہے:زوج یا زوجہ دونوں کافر غیر کتابی تھے، ان میں سے ایک مسلمان ہوا تو قاضی دوسرے پر اسلام پیش کرے اگر مسلمان

ہوگیا فبہا اور انکار یا سکوت کیا تو تفریق کردے، سکوت کی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ تین بار پیش کرے، یونہی اگر کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی تو مرد پر اسلام پیش کیا جائے، اسلام قبول نہ کیا تو تفریق کردی جائے اور اگر دونوں کتابی ہیں اور مرد مسلمان ہوا تو عورت بدستور اس کی زوجہ ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب:نکاح الکافر، ج٤، ص٣٥٤)

شامی میں ہے: عورت مسلمان ہوئی اور شوہر پر اسلام پیش کیا گیا، اس نے اسلام لانے سے انکار کیا یا سکوت کیا تو تفریق کی جائے گی اور یہ تفریق طلاق قرار دی جائے، یعنی اگر بعد میں مسلمان ہوا اور اسی عورت سے نکاح کیا تو اب دو ہی طلاق کا مالک رہے گا، کہ منجملہ تین کے ایک پہلے ہو چکی ہے اور یہ طلاق بائن ہے اگرچہ دخول ہو چکا ہو یعنی اگر مسلمان ہو کر رجعت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، بلکہ جدید نکاح کرنا ہوگا اور دخول ہو چکا ہو تو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت کا نفقہ شوہر سے لے گی اور پورا مہر شوہر سے لے سکتی ہے اور قبل دخول ہو تو نصف مہر واجب ہوا اور عدت نہیں اور اگر شوہر مسلمان ہوا اور عورت نے انکار کیا تو تفریق فسخ نکاح ہے، کہ عورت کی جانب سے طلاق نہیں ہو سکتی ہے پھر اگر وطی ہو چکی ہے تو پورا مہر لے سکتی ہے ورنہ کچھ نہیں۔ (المرجع السابق، ج٤، ص٣٥٤)

اختلاف دارین سے نکاح ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مسئلہ:

ع......ایک دارالاسلام میں آکر رہنے لگا دوسرا دارالحرب میں رہا، جب بھی عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی، مثلاً مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دارالاسلام میں آیا یا یہاں آکر مسلمان یا ذمی ہوا یا قید کرکے دارالحرب سے دارالاسلام میں لایا گیا تو نکاح سے باہر ہوگئی اور اگر دونوں ایک ساتھ قید کرکے لائے گئے یا دونوں ایک ساتھ مسلمان یا ذمی بن کر وہاں سے آئے یا یہاں آکر مسلمان ہوئے یا ذمہ قبول کیا تو نکاح سے باہر نہ ہوئی یا حربی امن لے کر دارالاسلام میں آیا یا مسلمان یا ذمی دارالحرب کو امان لے کر گیا تو عورت نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب:نکاح الکافر، ج٤، ص٣٥٤ وغیرہ)

اغراض:

وقد فعله: اور یہ کہ کئی کفار اسلام لے آئے اور وہ آپس میں دوست اور بھائی بن گئے۔
لهم: یعنی جو عداوت کفر کی وجہ سے تھی، اللہ نے اُن سے ایمان کی وجہ سے دور کردی۔ **بدل اشتمال:** معنی یہ ہے کہ اللہ تمہیں اُن سے احسان کرنے سے نہیں روکتا، **البر** بمعنی **الاحسان** ہے۔ **ای بالعدل:** اور انصاف کرنے کا تعلق فقط مذکورہ لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ انصاف ہر ایک کے ساتھ کرنا واجب ہے اگرچہ قاتل ہی کیوں نہ ہو، پس اَوْلیٰ تفسیر یہ ہے کہ **العدل** کی تفسیر **الاعطاء** سے کی جائے یعنی تم ان کے مالوں میں انصاف سے کام لو، پس **القسط** کا عطف **البر** پر ہے جس طرح خاص کا عطف عام پر ہوا کرتا ہے۔
العادلین: جب کہ **القسط** کی تفسیر **العدل** سے کی جائے، اور **القسط** کی تفسیر **الاعطاء** سے کرنا، پس **المقسطین** بمعنی **المحسنون** ہے۔ **بدل اشتمال:** یعنی اللہ نے تمہیں منع کیا ہے کہ اُن کے ساتھ موالات نہ کرو۔
بعد الصلح: متعلق ہیں ﴿مهجرات﴾ کے یا ﴿جاء کم﴾ کے۔ **بالحلف:** مراد کافروں کی طرف سے ہجرت کرکے آنے والی عورتیں حقیقی مسلمہ ہیں یا نہیں ان کا حلف کرلو؟ اور امتحان کرنے کا سبب یہ ہے تا کہ (معلوم ہو جائے کہ) عورت اپنے کافر شوہر سے الگ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف (دین کے لئے) آئی ہے۔ **بشرطه:** یعنی مسلمان عورت کی عدت مکمل ہو جانے کے بعد اس سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ عورت مدخولہ ہو اور ولی یا گواہ اور دیگر شرائط سے مدخول بہا ہونے یا نہ ہونے کا علم ہوتا ہو۔
او اللاحقات: یہاں یہ صورت بیان ہو رہی ہے کہ مرد مسلمان ہوگیا اور اس کی زوجہ بدستور کافر ہے، پس اس صورت میں مومنین کو کافرہ عورت سے نکاح برقرار رکھنے کی ممانعت ہے، بخلاف اہل کتاب کے، (یعنی مرد وعورت) دونوں ہی اہل کتاب تھے، اور مرد

مسلمان ہوا تو عورت بدستور اس کی زوجہ ہے۔ مزید حاشیہ نمبر ۳ کے تحت مطالعہ کیجئے۔
لقطع اسلامکم لھا بشروطه: یعنی (اسلام کی) شرط منقطع ہونے کی صورت میں، مثلاً مرد اسلام لے آیا اور عورت ایک ماہ کے بعد یا عورت مسلمان ہوئی مرد بعد میں، ہم نے مفصل کلام فتاوی شامی کے حوالے سے ماقبل حاشیہ نمبر "۳" میں واضح کیا ہے، طلباء کے لئے حاشیہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔ **ثم ارتفع هذا الحكم:** یعنی مہر واپس لینے کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے، جب کہ عورت مرتدہ ہو جائے اور کافروں کے ساتھ مل جائے، پس مہر کی واپسی والا معاملہ نہ کیا جائے گا بلکہ مہلت دی جائے گی، پس اگر توبہ کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دی جائیں۔ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس مقام پر لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مہر واپس کرنے کے بارے میں آج بھی عمل کرنا واجب ہے یا نہیں، جب کہ کفار کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا تھا کہ عورتیں بھی واپس کی جائیں گی۔ ایک قول کے مطابق واجب نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، یہی عطاء، حماد اور قتادہ کا قول ہے)۔
ای بولد ملقوط: یعنی عورت کو حمل کی عدم موجودگی کے باعث شوہر سے تفریق کا خوف لاحق ہو اور وہ کسی کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے کہ گویا وہ بچہ اُس عورت کا اُسی کے شوہر سے ہے، پس اسی جانب مفسر نے اپنے قول "ای بولدٍ" سے اشارہ کیا ہے اور یہ بہتان عظیم ہے اور مراد یہاں زنا نہیں ہے کیونکہ زنا کی ممانعت تو ماقبل صراحت سے بیان ہو چکی ہے۔
ترک النیاحة: سے مراد معروف ہے، یعنی جو طریقہ شرع میں اچھا اور معروف ہے، مراد اسم جامع ہے جو کہ ہر خیر کو شامل ہو سکے۔
بالقول: سید عالم ﷺ سے عورتوں کے بیعت لینے کا بیان مذکور ہے، ایک قول کے مطابق سید عالم ﷺ اور عورتوں کے مابین کپڑا موجود تھا جسے پکڑ کر بیعت لی گئی۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب مدینے میں آئے تو انصار کی خواتین گھر میں جمع ہوئیں اور ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آئے اور سید عالم ﷺ کے پیغام ہم تک پہنچاتے، پس بولے: میں رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوں اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی، تو ہم نے: نعم (جی ہاں) کہا۔
(الصاوی، ج۶، ص۹۹ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة الصف مكية او مدنية وهى اربع عشرة آية

(سورۂ صف مکی یا مدنی ہے جس میں چودہ آیتیں ہیں)

تعارف سورة الصف

اس سورت میں دو رکوع، چودہ آیتیں دو سو اکیس کلمات اور نو سو حروف ہیں۔ مکی زندگی میں بھی مشکلات تھیں لیکن وہ الگ نوعیت کی تھیں اب مدنی زندگی میں بھی مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر یہاں پر مسلمانوں کو اذن جہاد مل گیا تھا۔ اب ضرورت صرف اس چیز کی تھی کہ ایسے نوجوان بہادر جانباز ہوں جن کے قول وفعل میں ہم آہنگی ہو اور جو بات کہیں اس میں عمل کر کے دکھائیں کیونکہ جن لوگوں کے قول وعمل میں تضاد ہوتا ہے وہ اپنی قوم کے لئے باعث شرف نہیں بن سکتے اور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو یہاں اس بات کی تنبیہ فرمائی کہ وہ بات نہ کریں جس کو پورا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ یہ طریقہ کار اللہ ﷻ کو سخت ناپسند ہے اور اس کی ناراضگی وغضب کا سبب ہے۔ اور بتا دیا کہ جب تم کفار سے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں اترو تو صفیں باندھ کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ جاؤ تاکہ کفر کے جتنے بھی طوفان آئیں اس دیوار سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جائیں۔ اور فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف آئے تو ان کی قوم والوں نے ان کی قدر نہ کی ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، لیکن تم کبھی بھی اپنے پیارے حبیب ﷺ سے ایسا سلوک نہ کرنا۔ اور آیت نمبر آٹھ اور نو میں اسلام کے غلبہ کی بشارت دی اور فرمایا آندھیاں جتنی بھی آئیں اللہ ﷻ کے روشن چراغ کو بجھا نہیں سکتی جو پیغام اللہ ﷻ کا حبیب ﷺ لے کر آئے ہیں سب ادیان پر غالب آجائے گا۔ اور اس کا پوری دنیا میں غلبہ ہو کر رہے گا اور دوسرے رکوع میں مسلمانوں کو ایسے کاروبار سے آگاہ کیا کہ جس میں نفع ہی نفع ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اللہ ﷻ کے دین کو بلند کرنے کے لئے مالی جانی جہاد کریں۔ اللہ ﷻ اس کے بدلے ان کو جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازے گا اور دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔ اور آخرت میں ایمان والوں کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور اللہ ﷻ کے دین کی تائید ونصرت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اللہ ﷻ ان کی مدد کرے گا اور کامیاب وکامران ہونگے۔

رکوع نمبر: ۹

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سبح لله ما فى السموت وما فى الارض﴾اَىْ نَزَّهَهٗ فَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ وَجِيْءَ بِمَا تَغْلِيْبًا لِلْاَكْثَرِ﴿ وهو العزيز﴾فِى مُلْكِهٖ﴿ الحكيم (۱)﴾فِى صُنْعِهٖ﴿يايها الذين امنوا لم تقولون﴾فِى طَلَبِ الْجِهَادِ﴿ ما لا تفعلون(۲)﴾اِذَا انْهَزَمْتُمْ بِاُحُدٍ﴿كبر﴾عَظُمَ﴿ مقتا﴾تَمْيِيْزٌ﴿ عند الله ان تقولوا﴾فَاعِلُ كَبُرَ﴿ ما لا تفعلون (۳)ان الله يحب﴾يَنْصُرُ وَيُكْرِمُ﴿ الذين يقاتلون فى سبيله صفا﴾حَالٌ اَىْ صَافِّيْنَ﴿كانهم بنيان مرصوص(۴)﴾مُلْزَقٌ بَعْضُهٗ اِلٰى بَعْضٍ ثَابِتٌ﴿و﴾اُذْكُرْ﴿اذ قال موسى لقومه يقوم لم تؤذوننى﴾قَالُوْا اِنَّهٗ آدِرٌ اَىْ مُنْتَفِخُ الْخُصْيَةِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَكَذَّبُوْهُ﴿ وقد﴾لِتَّحْقِيْقِ﴿ تعلمون انى رسول الله اليكم﴾اَلْجُمْلَةُ حَالٌ وَالرَّسُوْلُ يُحْتَرَمُ﴿ فلما زاغوا﴾عَدَلُوْا عَنِ الْحَقِّ بِاِيْذَائِهٖ﴿ ازاغ الله قلوبهم﴾اَمَالَهَا عَنِ الْهُدٰى عَلٰى وَفْقِ مَاقَدَّرَهٗ فِى الْاَزَلِ﴿ والله لا يهدى القوم الفسقين (۵)﴾اَلْكَافِرِيْنَ فِى عِلْمِهٖ﴿و﴾اُذْكُرْ﴿اذ قال عيسى ابن مريم يبنى اسرائيل﴾لَمْ يَقُلْ يَاقَوْمِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ﴿ انى

رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدى﴾قَبْلِیْ﴿ من التورة ومبشرا برسول يأتي من بعدى اسمه احمد﴾قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی﴿ فلما جاء هم﴾جَاءَ اَحْمَدُ الْكُفَّارَ﴿ بالبينت﴾الْاٰیَاتِ وَالْعَلَامَاتِ﴿ قالوا هذا﴾اَیِ الْمَجِیْءُ بِهٖ﴿ سحر﴾وَفِیْ قِرَاءَةٍ سَاحِرٌ اَیِ الْجَائِیْ بِهٖ﴿ مبين(٦)﴾بَیِّنٌ﴿ومن﴾لَا اَحَدٌ﴿اظلم﴾اَشَدُّ ظُلْمًا﴿ ممن افترى على الله الكذب﴾بِنِسْبَةِ الشَّرِیْکِ وَالْوَلَدِ اِلَیْهِ وَوَصْفِ آیَاتِهٖ بِالسِّحْرِ﴿وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدى القوم الظلمين(٧)﴾اَلْکَافِرِیْنَ﴿يريدون ليطفئوا﴾مَنْصُوْبٌ بِاَنْ مُقَدَّرَةٌ وَاللَّامُ مَزِیْدَةٌ﴿ نور الله﴾شَرْعَهٗ وَبَرَاهِیْنَهٗ﴿ بافواههم﴾بِاَقْوَالِهِمْ اَنَّهٗ سِحْرٌ وَشِعْرٌ وَكَهَانَةٌ﴿ والله متم﴾مُظْهِرٌ﴿ نوره﴾وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْاِضَافَةِ﴿ولو كره الكفرون(٨)﴾ذٰلِکَ﴿هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره﴾يُعْلِيَهٗ﴿ على الدين كله﴾جَمِيْعُ الْاَدْيَانِ الْمُخَالِفَةِ﴿ ولو كره المشركون(٩)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اللہ کی پاکی بولتا ہے (یعنی اس کی تنزیہہ بیان کرتا ہے) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (اسم جلالت سے پہلے لام زائدہ ہے، من کے بجائے ما کو ذکر کرنا اپنی مخلوق کو غلبہ دینے کی وجہ سے ہے) اور وہی غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اے ایمان والو! (طلبِ جہاد کے بارے میں) کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ......١...... (جبکہ تم جنگ احد میں شکست سے دوچار ہوئے) کیسی سخت ناپسند ہے (کبر بمعنی عظم ہے، "مقتا" "کبر" کی تمیز ہے) اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو ("ان تقولوا" "کبر" کا فاعل ہے) بیشک اللہ محبوب رکھتا ہے (مدد کرتا اور عزت افزائی کرتا ہے) انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صف باندھ کر (صفا بمعنی صافین حال بن رہا ہے) گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (جس کا بعض حصہ دیگر بعض سے خوب ملا ہوا ہے) اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو (یہ لوگ کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہرنیا کا مرض ہے حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ وہ آپ علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے ......٢......) اور بیشک ("قد" تحقیق کے لیے ہے) تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں ("وقد تعلمون...... الخ" جملہ حالیہ ہے اور رسول ﷺ کا احترام کیا جاتا ہے) پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے (آپ علیہ السلام کو ایذا دیکر انہوں نے حق سے عدول کیا تو) اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے (ازل میں اپنے مقرر کردہ فیصلہ کے موافق انہیں ہدایت سے دور فرمایا) اور اللہ فاسق (یعنی علم الٰہی میں کافر) لوگوں کو راہ نہیں دیتا اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل ("یا قوم" نہیں فرمایا کہ آپ علیہ السلام کی ان سے کوئی قرابت نہیں تھی) میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب (بین یدی بمعنی قبلی ہے) توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے ......٣...... (اللہ عزوجل فرماتا ہے) پھر جب وہ (یعنی احمد ﷺ) ان کے (یعنی کفار کے) پاس آیا روشن نشانیاں لیکر (آیات اور علامات لے کر) بولے یہ (یعنی یہ جو لے کر آئے ہیں) جادو ہے (اور ایک قرائت میں لفظ "ساحر" ہے یعنی آیات لانے والے جادوگر ہیں) کھلا اور اس سے بڑھ کر ظالم کون (یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کی طرف اولاد وشریک کی نسبت کر کے اور اس کی آیات کو سحر کا نام دے کر) حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم (یعنی کافر) لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا چاہتے ہیں کہ بجھا دیں ("لیطفئوا" ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس پر لام زائدہ ہے) اللہ کا نور (یعنی اس کی

شریعت اور اس کے براہین ...... ہے ......) اپنے مونھوں سے (اپنی ان باتوں سے کہ یہ جادو، شعر یا کہانت ہے) اور اللہ کو اپنا نور ظاہر کرنا پڑے (متم بمعنی مظھر ہے، ''متم نورہ'' ایک قرائت میں اضافت کے ساتھ پڑھا گیا ہے) پڑے برا مانیں کافر (اس کو) وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے غالب کرے (لیظھرہ بمعنی یعلیہ ہے) سب دینوں پر (جو کہ دین اسلام کے مخالف ہیں) پڑے برا مانیں مشرک۔

﴿ترکیب﴾

﴿سبح للہ ما فی السموت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم﴾

سبح للہ......الخ: اس آیت مبارکہ کی ترکیب سورۃ حشر کی آیت نمبر ا، میں ملاحظہ ہو۔

﴿یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لام: جار، ما: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، تقولون: فعل با فاعل، ما لا تفعلون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون﴾

کبر: فعل، ھو: ضمیر ممیز، مقتا: موصوف، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر تمیز فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم، ان: مصدریہ، تقولوا ما لا تفعلون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مخصوص بالنداء مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یحب: فعل با فاعل، الذین: موصول، یقاتلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، صفا: حال اول، کانھم: حرف مشبہ واسم، بنیان مرصوص: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، فی سبیلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ قال موسی لقومہ یقوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم﴾

و: مستانفہ، اذ: مضاف، قال موسی لقومہ: جملہ فعلیہ قول، یقوم: نداء، لام: جار، ما: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، تؤذون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، تعلمون: فعل با فاعل، انی: حرف مشبہ واسم، رسول اللہ الیکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف ''اذکر'' کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم واللہ لا یھدی القوم الفسقین﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، زاغوا: جملہ فعلیہ شرط، ازاغ اللہ: فعل وفاعل، قلوبھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، لا یھدی القوم الفسقین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسراء یل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد﴾

و: عاطفہ، اذ: مضاف، قال: فعل، عیسی: مبدل منہ، ابن مریم: مرکب اضافی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قول، یبنی اسراء یل: نداء، انی: حرف مشبہ، ی: ضمیر ذوالحال، مصدقا: اسم فاعل با فاعل، لام: جار، ما: موصولہ، بین یدی: ظرف متعلق بمحذوف

صلہ،ملکر ذوالحال،من التورۃ:ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،مبشرا:اسم فاعل بافاعل،ب:جار،رسول:موصوف،یاتی من بعدی: جملہ فعلیہ صفت اول،اسمہ:مبتدا،احمد:خبر،ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ معطوف،ملکر حال،ملکر اسم،رسول اللہ الیکم: شبہ جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف"اذکر"کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین﴾

ف: مستانفہ،لما:شرطیہ،جاء ھم بالبینت: جملہ فعلیہ شرط،قالوا:قول،ھذا:مبتدا،سحر مبین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام﴾

و: مستانفہ،من:استفھامیہ مبتدا،اظلم:اسم تفضیل بافاعل،من:جار،من:موصولہ،افتری:فعل"ھو"ضمیر مستقر ذوالحال،و:حالیہ،ھو:مبتدا،دعی الی الاسلام: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،علی اللہ:ظرف لغو،الکذب:ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿واللہ لا یھدی القوم الظلمین﴾

و:عاطفہ،اللہ:مبتدا،لایھدی القوم الظلمین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون﴾

یریدون: فعل بافاعل،لام:جار،یطفئوا:فعل واؤضمیر ذوالحال،و:حالیہ،اللہ:مبتدا،متم:اسم فاعل مضاف باھو ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،لو:شرطیہ،کرہ الکفرون: جملہ فعلیہ جزا محذوف"اتمۃ"کی شرط،ملکر جملہ حال،ملکر فاعل،نورہ:مضاف الیہ مفعول،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،نور اللہ:مفعول،بافواھھم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو"ھلاک الرسول اورفع الاسلام او ابطال القران"مفعول محذوف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون﴾

ھو: مبتدا،الذی: موصول،ارسل رسولہ:فعل بافاعل ومفعول،ب: جار،الھدی:معطوف علیہ،و:عاطفہ،دین الحق: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،لام:جار،یظھر:فعل"ھو"ضمیر مستقر ذوالحال،و: حالیہ،لو:شرطیہ،کرہ المشرکون: فعل وفاعل"اظھارہ" مفعول محذوف،ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف"اظھرہ"کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ حال،ملکر فاعل،ہ:ضمیر مفعول،علی: جار،الدین:موکد،کلہ:تاکید،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایھا الذین امنوا ......☆صحابہ کرام کی ایک جماعت گفتگو کررہی تھی کہ یہ وہ وقت تھا جب تک حکم جہاد نازل نہ ہوا تھا اس جماعت میں یہ تذکرہ تھا کہ اللہ ﷻ کو سب سے زیادہ کیا عمل پیارا ہے ہمیں معلوم ہوتا تو ہم وہی کرتے چاہے اس میں ہمارے مال اور ہماری جانیں کام آجائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس آیت کے شان نزول میں اور کئی قول ہیں منجملہ ان میں ایک یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔

☆......یایھا الذین امنوا...... ☆ مؤمنین نے کہا اگر ہم جانتے کہ اللہ کو کونسا عمل بہت پسند ہے تو ہم وہی کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں اس عمل کو تجارت پر تعبیر فرمایا گیا کیونکہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بہترین نفع رضائے الٰہی اور جنت ونجات حاصل ہوتی ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بغیر عمل کے تبلیغ کرنا:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون اے ایمان والوں کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے (الصف:۲)﴾۔ ماقبل مذکور شان نزول کے تحت مزید کچھ اقوال یہ ہیں: (۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ...... الخ بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں (الصف:۴)﴾ نازل فرمائی پس بعض لوگ اُحُد کے دن آزمائے گئے تو پھر گئے اور موت کو ناپسند کرتے ہوئے زندگی کو پسند فرمایا۔ (۲)......ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے دن کے ثواب سے متعلق فرمایا تو بعض نے کہا کہ اگر ہمیں بھی ایسی کوئی صورت پیش آئے تو ہم بھی قتال میں شریک ہوں، پھر جب اُحُد کا معاملہ ہوا تو پھر گئے، پس اللہ عزوجل نے ماقبل آیت کے ذریعے اُنہیں عار دلائی کہ وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ (۳)......ایک شخص قتال کا ذکر کرتا لیکن شریک نہ ہوتا، کھانا کھلانے کا کہتا لیکن خود نہ کھلاتا اور (کافروں کی گردن مارنے کا لوگوں سے کہتا) لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۴)......منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جو مومنین کی مدد ونصرت کا دعوی کرتے تھے لیکن پھر اپنے ہی دعوی میں جھوٹے ہوتے تھے۔ (الخازن، ج٤، ص ٢٨٦)

☆......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کررہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے، دوزخی اس کے گرد جمع ہوکر کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے، وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے منع کرتا تھا لیکن خود بُرائی سے نہیں بچ پاتا تھا''۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابواب الجنة، رقم: ٣٢٦٧، ص ٥٤٤)

قوم کا حضرت موسی علیہ السلام کو بیمار سمجھنا:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذ قال موسی لقومه یقوم لم تؤذوننی...... الخ یاد کرو جب موسی نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو (الصف:۵)﴾۔ مفسرین کرام نے مزید کچھ آیات بھی نقل کی ہیں کہ قوم نے حضرت موسی علیہ السلام کو کس کس طرح اذیتیں پہنچائیں۔ ﴿یا موسی ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها...... الخ اے موسی اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے (المائدہ:۲۲)﴾، ﴿فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں (المائدة:۲۴)﴾۔ مفسر جلال نے تؤذوننی سے خاص وہ بیماری مراد لی ہے جو قوم حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں گمان کرتی تھی، ان کا خیال تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کو کوئی اندرونی بیماری لاحق ہوچکی ہے جس کی بناء پر الگ ہوکر نہاتے ہیں جب کہ قوم کا حال یہ تھا کہ وہ سب کے سامنے برہنہ ہوکر نہانے میں فخر کرتی تھی۔ ﴿واذ استسقی موسی لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجر جب موسی نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو (البقرة:۶۰)﴾ کے تحت ''وهو الذی فر بثوبه'' کے ذریعے بھی نشاندہی فرمائی ہے کہ جس پتھر پر حضرت موسی علیہ السلام نے نہانے کی غرض سے اپنے

کپڑے اتار کر رکھے تھے وہ پتھر اللہ ﷻ کے حکم سے آپ کے کپڑے لے کر بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس کے پیچھے پیچھے بھاگتے گئے تاکہ لوگ جان لیں کہ جس بیماری کو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کررہے ہیں وہ اُس بیماری سے محفوظ ہیں۔

(جلالین کلاں، حاشیہ نمبر ۲۶،ص ۱۰)

احمد نام کی برکتیں:

۳۔۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿من بعدی اسمہ احمد میرے بعد جس کا نام احمد ہوگا(الصف:۶)﴾۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی بشارت کی خبر دی، اور سید عالم ﷺ کی بشارت توریت میں بھی پائی گئی، اور بشارت سے مراد یہ ہے کہ جب لوگ ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لے آئیں۔اور ان کی تصدیق کی خبر توریت میں بھی پائی جاتی ہے۔

☆۔۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اپنی ماں کے خواب کی تصدیق جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، ان سے نور نے خروج کیا جس کی روشنی شام کے محلات تک پھیل گئی''۔

(مسند امام احمد، حدیث :عرباض بن ساریہ، رقم: ج۵،ص ۱۱۲)

☆۔۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ﷺ ہوں، اور احمد ہوں، ماحی ہوں اور اللہ ﷻ میری وجہ سے کفر کو مٹائے گا، حاشر ہوں یعنی اللہ ﷻ قیامت کے دن لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کرے گا اور عاقب ہوں یعنی سب کے بعد آنے والا''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الصف، رقم: ۴۸۹۶،ص ۸۶۸)

☆۔۔۔۔۔۔حافظ ابو طاہر سلفی نے انس سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''روز قیامت دو شخص اللہ ﷻ کے حضور کھڑے کئے جائیں گے، حکم ہوگا کہ انہیں جنت میں لے جاؤ، عرض کریں گے، الٰہی ﷻ! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے، ہم نے تو جنت میں جانے والا کوئی کام نہیں کیا؟ فرمائے گا: ''جنت میں جاؤ! میں نے حلف کیا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ﷺ ہو، وہ دوزخ میں نہ جائے گا''۔

(الفردوس الاخبار، رقم: ۸۵۱۵،ج۲،ص ۵۰۳)

اللہ ﷻ کے نور سے مراد براہین یا کچھ اور:

۴۔۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر(الصف:۸)﴾، ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر(التوبۃ: ۳۲)﴾۔اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔ابن عباس اور ابن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کو باطل خیال کرکے اور اس کی تکذیب کرنے کے ذریعے اللہ ﷻ کے نور کو مٹانا چاہتے تھے، یعنی نور سے مراد قرآن ہے۔ (۲)۔۔۔۔۔۔ابن بحر کہتے ہیں کہ قائم شدہ دلائل کو جھٹلاتے تھے، (۳)۔۔۔۔۔۔ضحاک کہتے ہیں سید عالم ﷺ کی ہلاکت کرکے زمین میں بھونچال مچانا چاہتے تھے۔(۴)۔۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ کی شان کو باطل خیال کرکے، ان کے کلام کے ظاہر کو چھپا کر ملاوٹ کرکے بیان کرتے۔(۵)۔۔۔۔۔۔حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ چالیس دن تک وحی الٰہی ﷻ حکمت کی بناء پر روکی گئی، پس کعب بن اشرف کہنے لگا: اے یہود کے سردارو! خوشخبری ہو کہ اللہ ﷻ نے محمد (ﷺ) کے نور کو بجھادیا، جو اُن پر نازل ہوا کرتا تھا۔ پس جب یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ ﷻ اپنے نور کو مکمل کرے گا اگرچہ کافر ناپسند جانیں، تو سید عالم ﷺ بے حد خوش ہوئے۔

(روح المعانی ،الجزء:۲۸،ص ۳۹۲)

اغراض:

فللام مزیدۃ: یعنی لام تاکید یا تعلیل کے لئے ہے، مراد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس کی رضا کے حصول کے لئے کرو نہ کہ طلب ثواب اور خوف عذاب سے بچنے کے لئے اور یہی مراتب میں سے اعلی درجے کا مرتبہ ہے۔ **فی طلب الجھاد:** مراد آیت کے نزول کا سبب بیان کرنا ہے، ماقبل شان نزول دیکھیں۔

ینصر ویکرم: مراد وہ حقیقی محبت ہے جو اللہ کی جانب کسی بندے کو ہونی چاہیے۔ **ای صافین:** یعنی ﴿صفا﴾ کی تفسیر حال ہونے کی وجہ سے مشتق سے کی ہے، اور مفعول ''انفسھم'' محذوف ہے۔ **ملزق بعضہ الی بعض:** سیسے کی مانند ایک دوسرے کے ساتھ جُڑا ہونا اور برابر ہونا مراد ہے۔ **قالوا انہ آدر:** یعنی حضرت موسی علیہ السلام کو تہمت دینے کی وجہ یہی گمان تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کو کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے کپڑے پہن کر تنہائی میں غسل کرتے ہیں اور اسی کی جانب یہ فرمان: ﴿یا یھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسی (الاحزاب:۶۹)﴾ اشارہ کرتا ہے۔ **قالوا:** یعنی قوم نے حضرت موسی علیہ السلام پر عیب لگائے اور حضرت موسی علیہ السلام کی رسالت کے انکاری ہوئے اور انہیں جھٹلایا۔

الکافرین فی علمہ: ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ نے کئی کافروں کو ہدایت دی اور وہ اسلام پر جمے رہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ جو اسلام لایا اور اللہ نے اُسے ہدایت دی کیونکہ اللہ کے علمِ ازل سے وہ کافر لکھا ہوا نہ تھا اور جو اللہ کے علمِ ازل میں کافر لکھا ہوا تھا تو اس کا کفر پر خاتمہ ضروری ہے اگر چہ اس نے طویل زندگی اسلام پر گزاری ہو۔

اذکر: مقصود حضرت موسی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کے قصے کی تکرار کرنا ہے اور ان کے علاوہ حضرات انبیائے کرام کے قصوں کی بھی، اور اس لئے کہ وعظ ونصیحت ہو جائے کیونکہ کسی بھی چیز کے ایک سے زائد بار ذکر کرنے سے یہی مقصود ہوا کرتا ہے۔

جاء احمد للکفار: یہ مفسرین کرام کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے جو کہ ﴿جائھم﴾ کی تفسیر کے حوالے سے مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر ﴿عیسی﴾ کی جانب عائد ہے۔ **ای لا احد:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نہی ہے۔

شرعہ وبراھینہ: یہ ﴿نور﴾ کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، جب کے نور سے مراد قرآن مجید بھی ہے، ایک قول نور سے مراد اسلام کا بھی کیا گیا ہے اور ایک قول کے مطابق نور سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات بھی ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۰۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم﴾ بِالتَّخۡفِیۡفِ وَالتَّشۡدِیۡدِ ﴿من عذاب الیم (۱۰)﴾ مُؤۡلِمٍ فَکَاَنَّھُمۡ قَالُوۡا نَعَمۡ فَقَالَ ﴿تؤمنون﴾ تُدۡمُوۡنَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ﴿باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ بامو الکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (۱۱)﴾ اَنَّہٗ خَیۡرٌ لَّکُمۡ فَافۡعَلُوۡہُ ﴿یغفر﴾ جَوَابُ شَرۡطٍ مُقَدَّرٍ اَیۡ اَنۡ تَفۡعَلُوۡہُ یَغۡفِرۡ ﴿لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر ومسکن طیبۃ فی جنت عدن﴾ اِقَامَۃٍ ﴿ذلک الفوز العظیم (۱۲) و﴾ یُؤۡتِکُمۡ نِعۡمَۃً ﴿اخری تحبونھا نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المؤمنین (۱۳)﴾ بِالنَّصۡرِ وَالۡفَتۡحِ ﴿یایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ﴾ لِدِیۡنِہٖ وَفِیۡ قِرَاءَۃٍ بِالۡاِضَافَۃِ ﴿کما﴾ کَانَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ کَذٰلِکَ الدَّالُّ عَلَیۡہِ ﴿قال عیسی ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ﴾ اَیۡ مِنَ الۡاَنۡصَارِ الَّذِیۡنَ یَکُوۡنُوۡنَ مَعِیۡ مُتَوَجِّھًا اِلٰی نُصۡرَۃِ اللّٰہِ ﴿قال الحواریون نحن انصار اللہ﴾ وَالۡحَوَارِیُّوۡنَ اَصۡفِیَاءُ عِیۡسٰی وَھُمۡ اَوَّلُ مَنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَکَانُوۡا اِثۡنَیۡ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الۡحُوۡرِ وَھُوَ الۡبَیَاضُ الۡخَالِصُ وَقِیۡلَ کَانُوۡا

قَصَّارِیْنَ یَحُوْرُوْنَ الثِّیَابَ اَیْ یُبَیِّضُوْنَھَا﴿فامنت طائفۃ من بنی اسرائیل﴾بِعِیْسٰی وَقَالُوْا اِنَّہٗ عَبْدُاللّٰہِ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ ﴿ وکفرت طائفۃ﴾لِقَوْلِھِمْ اَنَّہٗ اِبْنُ اللّٰہِ رَفَعَہٗ اِلَیْہِ فَاقْتَتَلَتِ الطَّائِفَتَانِ﴿ فایدنا﴾قَوَّیْنَا﴿ الذین امنوا﴾مِنَ الطَّائِفَتَیْنِ﴿علی عدوھم﴾اَلطَّائِفَۃُ الْکَافِرَۃُ﴿ فاصبحوا ظاھرین(۱۴)﴾غَالِبِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں بچالے(''تـنـجـیـکـم ''فعل کومخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے)دردناک عذاب سے(الیم بمعنی مؤلم ہے،گویا کہ مسلمانوں نے کہا جی ہاں!تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا)ایمان رکھو(تؤمنون بمعنی تداومون علی الایمان ہے)اللہ اوراس کے رسول پراوراللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو (اس کا اپنے لیے بہتر ہونا تو یہ کرگزرو''یغفر ''شرط مقدر کا جواب ہے معنی یہ ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا)وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں (عدن بمعنی اقامۃ ہے)یہی بڑی کامیابی ہے اور ایک اور(نعمت)تمہیں دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور تم مسلمانوں کو خوشخبری سنادو(مدد اور فتح کی)اے ایمان والو خدا کے(یعنی اس کے دین کے)مددگار ہو(ایک قرائت میں ''انـصـار الـلـہ ''کو اضافت کے ساتھ پڑھا گیا ہے)جیسے(حواری تھی،ان کی اس حالت پر یہ فرمان دال ہے)عیسی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کرے(یعنی میرے ساتھ کون مددگار ہے جو دین خدا کی مدد کی طرف متوجہ ہو)حوای بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں(حواری حضرت عیسی عَلَیْہِ السَّلَام کے اصحاب کو کہتے ہیں یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے ان حضرات کی تعداد بارہ تھی،''احـوری ''حـور سے ماخوذ ہے بمعنی خالص سفید،ایک قول کے مطابق یہ حضرات دھوبی تھے جو کپڑے دھوکر سفید کردیا کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں حواری کہا جاتا ہے......۱......)تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا(حضرت عیسی عَلَیْہِ السَّلَام پر اور انہوں نے کہا کہ حضرت عیسی عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں جنہیں اس نے آسمان پر اٹھالیا ہے)اور ایک گروہ نے کفر کیا(یہ کہہ کر کہ حضرت عیسی عَلَیْہِ السَّلَام اللہ کے بیٹے ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے پاس اٹھالیا ہے پھر یہ دونوں گروہ باہم لڑنے لگے ......۲......)تو ہم نے(دونوں گروہ میں سے)ایمان والوں کو قوت دی(ایـدنـا بمعنی قـویـنـا ہے)ان کے دشمنوں پر(یعنی کافر گروہ پر)تو غالب ہو گئے(ظاھرین بمعنی غالبین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم﴾

یـایـھـا الـذین امنوا: نداء،ھل:حرف استفہام،ادلکم:فعل بافاعل ومفعول،علی: جار،تجارۃ:موصوف،تنجیکم:فعل بافاعل ومفعول،من عذاب الیم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم﴾

تـومـنـون: فعل بافاعل،ب:جار،الـلـہ:معطوف علیہ،و:عاطفہ،رسـولـہ:معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،تـجـاھـدون:فعل بافاعل،فـی سـبـیـل الـلـہ:ظرف لغو،بـامـوالـکـم وانـفـسـکـم:ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر''ھی''مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،سوال مقدر''ماھی التجادۃ''جواب واقع ہے۔

﴿ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون﴾

ذلکم: مبتدا، خیر لکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فافعلوہ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتها الانهر ومسکن طیبة فی جنت عدن﴾

یغفرلکم: فعل با فاعل وظرف لغو، ذنوبکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یدخلکم: فعل با فاعل ومفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتها الانهر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مسکن: موصوف، طیبة: صفت اول، فی جنت عدن: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان تؤمنوا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک الفوز العظیم واخری تحبونها نصر من الله وفتح قریب وبشر المومنین﴾

ذلک: مبتدا، الفوز العظیم: ن، و: عاطفہ، اخری: موصوف، تحبونها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر محذوف "لکم" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، نصر: موصوف، من الله: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، فتح قریب: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مبتدا محذوف "تلک النعمة الاخری" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، بشر: فعل امر با فاعل، المومنین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تومنون" پر معطوف ہے کہ "تومنون" بمعنی امر متصل ہے۔

﴿یایها الذین امنوا کونوا انصار الله کما قال عیسی ابن مریم للحوارین من انصاری الی الله﴾

یایها الذین امنوا: نداء، کونوا: فعل امر ناقص با اسم، انصار الله: خبر، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "قلنا لهم ذلک" کیلئے مقولہ، فعل با فاعل وظرف لغو، ذلک: مفعول، کاف: جار، ما: موصولہ، قال: فعل، عیسی ابن مریم: فاعل، للحوارین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، من: استفہامیہ مبتدا، انصاری: ذوالحال، الی الله: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "قــولا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قول اپنے قول اپنے مقولہ سے، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿قال الحواریون نحن انصار الله فامنت طائفة من بنی اسراء یل وکفرت طائفة﴾

قال الحواریون: قول، نحن: مبتدا، انصار الله: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف، "فلمارفع عیسی الی السماء افترق الناس فیه فرقتین" امنت: فعل، طائفة: موصوف، من بنی اسراء یل: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کفرت: فعل، طائفة: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فایدنا الذین امنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاهرین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فاقتتلت الطائفتان" ایدنا: فعل با فاعل، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، علی عدوهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصبحوا: فعل ناقص با اسم، ظاهرین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایها الذین امنوا هل ادلکم ...... ☆ مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ ﷻ کو کونسا عمل پسند ہے تو ہم وہی کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں اس عمل کو تجارت سے تعبیر کیا گیا کیونکہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بہترین نفع رضائے الٰہی اور جنت ونجات حاصل ہوتی ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت عیسی علیہ السلام کا اپنے حواریوں سے مدد چاہنا:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿قال عیسی ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ...... الخ عیسی بن مریم نے حواریوں سے کہا،کون ہے جواللہ کی طرف سے ہوکر میری مدد کرے(الصف:۱۴)﴾۔یہاں اللہ عزوجل کے سوا کسی اور سے مدد مانگنے کا بیان ہے،مزید یہ کہ مدد مانگنے والا بھی اللہ عزوجل کا مقرب برگزیدہ ہے۔حواری خاص دوست کو کہتے ہیں، یہ حور سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کلمات ارشاد فرمائے جب آپ نے لوگوں کوغزوۂ خندق کی دعوت دی، ہرمرتبہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے لبیک کہی،سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر نبی علیہ السلام کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے''۔قاموس میں ہے کہ حواری کے معنی مددگار، یا انبیاء کا مددگار، دھوبی اور گہرا دوست ہے۔ (المظھری، ج۱، ص ۴۷۷)

اسی سے حواریات ہیں یعنی وہ دیہاتی عورتیں جن کی رنگت صاف ہو، حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھیوں کو بھی ان کے خلوصِ نیت اور گہری دوستی کی وجہ سے حواری کہتے ہیں۔ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اس سے مراد وہ بادشاہ ہے جو سفید کپڑے پہنتے تھے جن سے حضرت عیسی علیہ السلام مدد طلب کرتے تھے،ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو دھو کر سفید کردیتے تھے۔ (البیضاوی، ج۱،ص ۲۶۴)

☆......حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حواری سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کے ۱۲اصفیاء ہیں۔پس ان میں کسی کو روم کی جانب بھیجا، کسی کو بابل کی جانب، کسی کو افریقہ کی جانب، کسی کو افسس کی جانب، کسی کو بیت المقدس کی جانب، کسی کو حجاز مقدس کی جانب، کسی کو بربر اوراس کے اردگرد کی جانب،اوران میں سے کسی کے نام وثقہ ہونے کا ذکر نہیں ملتا جیسا کہ''الاتقان''میں سیوطی نے لکھا ہے۔

(تنویرالمقباس، ص ٦٢، روح المعانی، الجزء:۲۸،ص ۳۹۷)

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں خود ساختہ عقیدہ:

۲......کہا جاتا ہے کہ جس وقت اللہ عزوجل نے حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان کی جانب اٹھالیا،قوم تین گروہ میں بٹ گئی،ایک کا کہنا تھا کہ ہم میں خدا عزوجل موجود تھا،پھرآسمان کی جانب بلند ہوگیا اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں،دوسرا کہتا کہ ہم میں اللہ عزوجل کا بیٹا موجود تھا پھرآسمان کی جانب بلند ہوا اس گروہ کونسطوریہ کہتے ہیں،تیسرا گروہ کہتا کہ ہم میں اللہ عزوجل کا بندہ اور رسول علیہ السلام موجود تھا جو کہ آسمان کی جانب اٹھالیا گیا اور یہ گروہ مسلمان تھا۔ (ابن کثیر، ج٤،ص ۴۳۱)

اغراض:

یؤتکم نعمۃ: میں مفسر نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ﴿اخری﴾صفت ہے فعل مقدر کے محذوف مفعول کا،اور یہ مقدر مذکور ماقبل پر معطوف ہے،اور مراد دنیا کی نعمت دینا ہے یعنی آخرت کی نعمت کا ذکر کرنے کے بعد دنیا کی نعمت کا ذکر کرنا مراد ہے۔**کما کان الحواریون کذلک:** یعنی اللہ کے مددگار،معنی یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میرے مددگار بن جاؤ،جس کا بیان اللہ عزوجل کے فرمان میں یوں ہے:﴿من انصاری الی اللہ﴾۔

فاقتتلت الطائفتان: یعنی کافر قوم غالب رہی یہاں تک کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے مبعوث فرمایا،پس مومن کافر پر غالب ہوگئے۔

(الصاوی، ج٦،ص ۱۰۸)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ وھی احدی عشرۃ آیۃ

(سورۃ الجمعۃ مدنی ہے اس کی کل گیارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الجمعۃ

اس سورت میں دو رکوع، گیارہ آیتیں، ایک سو اسی کلمے اور سات سو بیس حروف ہیں۔ اس سورت کا آغاز اللہ ﷻ کی تسبیح اور اس کی صفات سے ہو رہا ہے اللہ ﷻ نے اپنی شان کے بعد اپنے محبوب ﷺ کی تعریف و کمالات بیان فرمائے ہیں۔ امیین کا لفظ ذکر کرکے کافروں کے اس گمان کو باطل کر دیا کہ جو کہتے تھے کہ نبوت صرف بنی اسرائیل کے خاندانوں کی جاگیر ہے۔ ان کو یہ بتا دیا کہ یہ نبوت اللہ ﷻ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اسے کوئی منع نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس ذات باری تعالی پر اعتراض کر سکتا ہے۔ کفار مکہ کے ساتھ ساتھ یہودی اس عداوت میں شریک تھے کہ وہ ہر وقت اسی تانک میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کی چٹانیں کھڑی کر دیں بلکہ ان کا بس چلے تو سرور کائنات حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو بھی (معاذ اللہ ﷻ) قتل کر دیں۔ اس میں یہ بتا دیا کہ ان کا دعوی ایک دھوکا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس موسی علیہ السلام کی کتاب توریت ہے اور ہم ان کے امتی ہیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق ہی نہیں ہے۔ یہ تو اس کی آیتیں بیچ کر مال و دولت اکٹھا کر رہے ہیں ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیں لیکن اسے یہ خبر نہیں کہ اس میں علم و حکمت کے جواہر موجود ہیں۔ اور دوسرے رکوع میں مسلمانوں کو جمعہ کے آداب سکھائے جا رہے ہیں کہ جب اللہ ﷻ کے حبیب ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہوں تو کسی دنیاوی مقصد کے لئے وہاں سے نہ جایا کرو البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسب معاش کی تلاش میں اللہ ﷻ کی زمین میں پھیل جاؤ اور ہر حالت میں اللہ ﷻ کی تسبیح کرتے رہو۔

رکوع نمبر: ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یسبح لله﴾ یُنَزِّهُهُ فَاللَّامُ زَائِدَةٌ ﴿ما فی السموت وما فی الارض﴾ فِی ذِکْرِ مَا تَغْلِیْبٌ لِلْاَکْثَرِ ﴿الملک القدوس﴾ اَلْمُنَزَّهُ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِهٖ ﴿العزیز الحکیم ۱﴾ فِی مُلْکِهٖ وَصُنْعِهٖ ﴿هو الذی بعث فی الامیین﴾ الْعَرَبِ وَالْاُمِّیُّ مَنْ لَا یَکْتُبُ وَلَا یَقْرَاُ کِتَابًا ﴿رسولا منهم﴾ هُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ ﴿یتلوا علیهم ایته﴾ الْقُرْاٰنَ ﴿ویزکیهم﴾ یُطَهِّرُهُمْ مِنَ الشِّرْکِ ﴿ویعلمهم الکتب﴾ اَلْقُرْاٰنَ ﴿والحکمة﴾ مَا فِیْهِ مِنَ الْاَحْکَامِ ﴿وان﴾ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِ وَاِسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَیْ وَاَنَّهُمْ ﴿کانوا من قبل﴾ قَبْلَ مَجِیْئِهٖ ﴿لفی ضلل مبین ۲﴾ بَیِّنٍ ﴿واخرین﴾ عَطْفٌ عَلَی الْاُمِّیِّیْنَ اَیِ الْمَوْجُوْدِیْنَ مِنْهُمْ وَالْاٰتِیْنَ ﴿منهم﴾ بَعْدَهُمْ ﴿لما﴾ لَمْ ﴿یلحقوا بهم﴾ فِی السَّابِقَةِ وَالْفَضْلِ ﴿وهو العزیز الحکیم ۳﴾ فِی مُلْکِهٖ وَصُنْعِهٖ وَهُمُ التَّابِعُوْنَ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَیْهِمْ کَافٍ فِی بَیَانِ فَضْلِ الصَّحَابَةِ الْمَبْعُوْثِ فِیْهِمُ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی مَنْ عَدَاهُمْ مِمَّنْ بُعِثَ اِلَیْهِمْ وَاٰمَنُوْا بِهٖ مِنْ جَمِیْعِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ لِاَنَّ کُلَّ قَرْنٍ خَیْرٌ مِمَّنْ یَلِیْهِ ﴿ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء﴾ اَلنَّبِیَّ وَمَنْ ذُکِرَ مَعَهٗ ﴿والله ذو الفضل العظیم ۴﴾ مثل الذین حملوا التورة ﴾ کُلِّفُوا الْعَمَلَ بِهَا ﴿ثم لم یحملوها﴾ لَمْ یَعْمَلُوْا بِمَا فِیْهَا مِنْ نَعْتِهٖ ﷺ فَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖ ﴿کمثل الحمار یحمل اسفارا﴾ اَیْ

كُتُبًا فِي عَدَمِ اِنْتِفَاعِهِ بِهَا﴿ بئس مثل القوم الذين كذبوا بايت الله﴾اَلْمُصَدِّقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُحَمَّدٍ وَالْمَخْصُوْصُ بِالذَّمِّ مَحْذُوْفٌ تَقْدِيْرُهُ هٰذَا الْمَثَلُ﴿والله لايهدى القوم الظلمين(٥)﴾الْكَافِرِيْنَ﴿قل يايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صدقين(٦)﴾تَعَلَّقَ بِتَمَنِّيْهِ الشَّرْطَانِ عَلٰى اَنَّ الْاَوَّلَ قَيْدٌ فِي الثَّانِي اَيْ اِنْ صَدَقْتُمْ فِي زَعْمِكُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ وَالْوَلِيُّ يُؤْثِرُ الْآخِرَةَ وَمُبْدَؤُهَا الْمَوْتُ فَتَمَنَّوْهُ﴿ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم﴾مِنْ كُفْرِهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمُسْتَلْزِمِ لِكِذْبِهِمْ﴿ والله عليم بالظلمين(٧)﴾الْكَافِرِيْنَ﴿قل ان الموت الذى تفرون منه فانه﴾وَالْفَاءُ زَائِدَةٌ﴿ملقيكم ثم تردون الى علم الغيب والشهادة﴾السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ﴿ فينبئكم بما كنتم تعملون(٨)﴾فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ کی پاکی بولتا ہے (یعنی اس کی تنزیہہ بیان کرتا ہے، اسم جلالت سے پہلے لام زائدہ ہے) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (''ما'' کو ذکر کرنے میں اکثر مخلوق کو غلبہ دیا گیا ہے) بادشاہ کمال پاکی والا (یعنی ہر اس شے سے منزہ جو اس کی شان کے لائق نہ ہو) غلبہ رکھنے والا (اپنے ملک میں) حکمت والا (اپنی صنعت میں) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا (''امیین'' سے مراد عرب ہیں، امی اسے کہتے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو) انہیں میں سے ایک رسول (مراد اس سے محمد ﷺ ہیں) کہ ان پر اس کی (یعنی قرآن پاک کی) آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں (شرک سے، یزکیھم بمعنی یطھرکم ہے) اور انہیں کتاب (یعنی قرآن پاک) اور حکمت (یعنی اس میں موجود احکام) کا علم عطا فرماتے ہیں......۱......اور بیشک (''ان'' مخففة من الثقيلة ہے، اور اس کا اسم محذوف ہے اصل میں ''وانهم'' ہے) اس سے پہلے (یعنی ان کے آنے سے پہلے) وہ ضرور کھلی گمراہی میں تھے (مبین بمعنی بین ہے) اور اوروں کو (''اخرين'' کا عطف الاميين پر ہے یعنی جو ان میں سے موجود اور جو آنے والے ہیں) ان میں سے (ان کے بعد) جو ان اگلوں سے نہ ملے (سبقت لے جانے اور فضیلت پانے میں، مراد اس سے تابعین ہیں اور ان کے ذکر پر اقتصار کرنا صحابہ کرام ﷺ کی فضیلت کے بیان کے لیے کافی ہے ان کے بعد آنے والے افراد پر جن کی طرف حضور ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور جن وانس میں سے جو بھی قیامت تک حضور ﷺ پر ایمان لے کر آئیں گے کہ حضور ﷺ انہی لوگوں یعنی صحابہ کرام ﷺ میں مبعوث ہوئے تھے اور تمام زمانوں سے بہتر وہ زمانہ ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ ملا ہوا ہو) اور وہی غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے (یعنی نبی ﷺ اور ان کے ساتھ والوں کو) اور اللہ بڑے فضل والا ہے ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی (جنہیں اس پر عمل کا مکلف کیا گیا) پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (یعنی اس میں موجود حضور ﷺ کے اوصاف پر عمل نہ کیا وہ حضور ﷺ پر ایمان لے کر نہیں آئے) گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے (وجہ تشبیہ دونوں کا کتاب سے نفع نہ اٹھانا ہے......۲......اسفار بمعنی کتبا ہے) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی (وہ) آیتیں جھٹلائیں (جو نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق کرنے والی تھیں، یہاں مخصوص بالذم ''هذا المثل'' محذوف ہے) اور اللہ ظالموں (یعنی کافروں) کو راہ نہیں دیتا تم فرماؤ اے یہودیوں اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو (یہاں ان کی تمنائے موت کرنا دو شرطوں کے ساتھ متعلق ہے یوں کہ پہلی شرط دوسری کے لیے قید ہے معنی آیت یہ ہے کہ اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو کہ تم اللہ ﷻ کے پیارے ہو اور اللہ اپنے دوست کو ترجیح دیتا ہے اور آخرت کی ابتدا موت سے ہوتی ہے تو تم موت کی تمنا کرو) اور وہ کبھی اس

کی آرزو نہ کریں گے ان اعمال کے سبب جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں (یعنی ان کے نبی پاک ﷺ کے ساتھ کفر کرنے کے سبب ،یہ ان کے جھوٹ کو بھی مستلزم ہے) تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو بیشک وہ (''فانه'' میں فاء زائدہ ہے) تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے (الغیب سے مراد السر اور الشهادة بمعنی العلانية ہے) پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم نے کیا تھا (یعنی تمہیں اس کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿يسبح لله ما فى السموت وما فى الارض الملك القدوس العزيز الحكيم﴾

يسبح: فعل، لام: جار، الله: مبدل منہ، الملك القدوس العزيز الحكيم: بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ما فى السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فى الارض: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هو الذى بعث فى الامين رسولا منهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين واخرين منهم لما يلحقوا بهم﴾

هو: مبتدا، الذى: موصول، بعث: فعل بافاعل، فى: جار، الامين: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرين: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت اول، لما: نافیہ، يلحقوا بهم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، رسولا: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت اول، يتلوا عليهم ايته: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يزكيهم: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، يعلم: فعل بافاعل، هم: ذوالحال، و: حالیہ، ان: مخففہ با ''هو'' ضمیر شان محذوف اسم، كانوا: فعل ناقص واؤ ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، فى ضلل مبين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، الكتب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحكمة: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو العزيز الحكيم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم﴾

و: عاطفہ، هو: مبتدا، العزيز الحكيم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، ذلك: مبتدا، فضل الله: خبر اول، يوتيه من يشاء: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الله: مبتدا، ذوالفضل العظيم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مثل الذين حملوا التورة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا﴾

مثل: مضاف، الذين: موصول، حملوا التورة: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لم يحملوها: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، کاف: جار، مثل: مضاف، الحمار: ذوالحال، يحمل اسفارا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بئس مثل القوم الذين كذبوا بايت الله والله لا يهدى القوم الظلمين﴾

بئس: فعل ذم، مثل: مضاف، القوم: موصوف، الذين كذبوا بايت الله: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف ''هذا المثل'' کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الله: مبتدا، لا يهدى القوم الظلمين: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل يايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت﴾

قل: قول،یایها الذین هادوا: نداء،ان:شرطیہ ،زعمتم:فعل بافاعل ،انکم :حرف مشبہ واسم ،اولیاء:موصوف،لله:ظرف مستقر صفت اول،من دون الناس: ظرف مستقر صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ ،تمنوا:فعل امر بافاعل ،الموت:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرطیہ بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان کنتم صدقین و لا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیهم و الله علیم بالظلمین﴾

ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزامحذوف "فتمنوا الموت" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ ،و :عاطفہ ،لایتمنونه:فعل نفی بافاعل ومفعول،ابدا:ظرف،بماقدمت ایدیهم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،الله:مبتدا،علیم بالظلمین: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم﴾

قل: قول،ان الموت:حرف مشبہ واسم ،الذی:موصول،تفرون منه: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ،ف :مستانفہ ،انه:حرف مشبہ واسم ،ملقیکم:اسم فاعل بافاعل ومفعول،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ثم تردون الی علم الغیب و الشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون﴾

ثم: عاطفہ ،تردون:فعل بانائب الفاعل ،الی: جار،علم:مضاف،الغیب :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،الشهادة:معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،ینبئکم:فعل بافاعل ومفعول،بما کنتم تعملون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آیت مذکورہ میں نبی کے چار اوصاف :

لے......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿هو الذی بعث فی الامیّن رسولا منهم یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے(الجمعة:۲)﴾۔اس آیت میں نبی پاک ﷺ کے چار اوصاف کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... اُمیّین میں تبلیغ کرنا: یہاں آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اُمیین پر کتاب کی تعلیم پہنچائی، جو کہ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ بعض لوگ سید عالم ﷺ کی اُمّی ہونے کی صفت کو یونہی بیان کرتے ہیں جیسا کہ دیگر عام لوگوں کے لئے بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ قرآن کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿الرحمن علم القرآن رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا (الرحمن:۱تا۲)﴾ جب سکھانے والی ذات اللہ عزوجل کی ہے تو پھر نبی ﷺ کی شان میں نقص رہتا ہی کہاں ہے؟۔

(۲)......آیات کا پڑھنا: نازل ہونے والی آیات کو لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں۔

(۳)......تزکیہ فرمانا: اہل عرب کو کفر کی گندگیوں سے پاک کرتے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۸،ص ۱۰۷)

(۴)......کتاب وحکمت کی تعلیم دینا: کتاب سے مراد قرآن اور فرائض کا علم ہے، جب کہ حکمت سے مراد وہ چیزیں جن کو ان کی حقیقت کے ساتھ پہنچانا ہے۔ابن وہب کہتے ہیں مالک کے قول کے مطابق دین اور فقہ کی معرفت واتباع کا نام حکمت ہے۔قتادہ کے مطابق اس سے مراد سنت ہے۔حق وباطل میں فرق کرنے کو بھی حکمت کہتے ہیں،ایک قول کے مطابق احکام وقضا کی معرفت کا نام بھی حکمت ہے، یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد تفہیم قرآن ہے۔ (الخازن، ج۱،ص ۸۲)

علم کی باتیں جاہل کو بیان کرنے کی ممانعت:

۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اسکی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے (الجمعۃ:۵)﴾۔یہود کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ جس طرح کسی گدھے پر علم دین کی کتابیں لادی جائیں تو اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا اور گدھا نہ تو عقل رکھتا ہے اور نہ ہی اس سے نفع اٹھاتا ہے بلکہ یہی حال یہودیوں کا ہے کہ انہیں بھی توریت میں یہی حکم تھا کہ سید عالم ﷺ کے حکم کو بجالائیں لیکن انہوں نے نہیں مانا اور سید عالم ﷺ پر نہ تو ایمان لائے اور نہ ہی ان سے کوئی نفع اٹھایا۔ (الطبری، الجزء:۲۸،ص ۱۱۰ ملخصاً)

امام رازی کہتے ہیں: دیگر حیوانات کے مقابلے میں حمار کی تعیین کا کیا فائدہ ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں:(۱)۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿الخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے (النحل:۸)﴾خیل (گھوڑے) کو بطور زینت استعمال کرنا زیادہ ظاہر قول ہے، دوسرے نمبر پر بغال (خچر) اور تیسرے نمبر پر حمار (گدھا) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیز اُس دور میں سواری کے لئے زیادہ پسند کی جاتی تھی وہ خیل ہی تھا اور حمار کا نمبر سب سے آخر میں آتا تھا گویا علم کی بات کسی جاہل سے کرنا یہی ہے کہ اُس کے گلے میں ہیرے موتیوں کا ہار ڈال دیا جائے۔(۲)۔۔۔۔۔گدھا چونکہ کم عقلی اور سُستی میں سب سے آگے ہوتا ہے اس لئے اُس کے ذریعے مثال قائم کی گئی۔(۳)۔۔۔۔۔حمار میں عمومی اعتبار سے جو ذلت وحقارت کا عنصر پایا جاتا ہے دیگر جانوروں میں ایسا ہرگز نہیں ہوتا، اس مقام پر حمار کا ذکر کرنے سے لوگوں کو عار دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جس طرح لوگ حمار کی کم عقلی اور سُستی سے نفرت کرتے ہیں بالکل اسی طرح دین کی بات جاہل سے کرنے کا وبال ہے۔ (الرازی، ج۱۰،ص ۵۴۰)

اغراض:

المنزہ عما لا یلیق بہ: مراد صفات حوادث سے پاک ہونا ہے، اور﴿القدوس﴾کے ذریعے اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے کہ جس طرح بادشاہوں پر نقص وارد ہوتا ہے ایسا ہی اللہ پر بھی ہوتا ہے، معاذ اللہ۔**یطھرھم من الشرک:** مراد اُن سے شبے کا دور کرنا اور عقیدے کے فساد کو دور کرنا ہے یہاں تک کہ وہ پاک وصاف ستھرے ہوجائیں۔**عطف علی الامیین:** مراد موجودہ مومنین ہیں اور باقی کی دو آیات ہیں وہ خاص سید عالم ﷺ کے زمانے کے مومنین کے لئے نہیں بلکہ موجودین اور غیر موجودین قیامت تک کے لئے سب ہی مراد ہیں۔اور امیین کے بارے میں ماقبل بھی کلام ہوچکا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿یتلوا علیھم آیاتہ﴾اور﴿وآخرین﴾سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ تلاوت، تعلیم اور تزکیہ نفس سید عالم ﷺ کے زمانے کے لوگوں کے لئے اور اُن کے بعد کے لوگوں کے لئے جو قیامت تک آئیں گے واسطہ اور وسیلہ ہے۔**ومن ذکر معہ:** مراد اُمّی اور آخرین ہیں۔

والاقتصار علیھم: تابعین تک اقتصار کرنے کی وجہ بیان کرنا مقصود ہے، اور مراد یہ ہے کہ تابعین کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام کے بعد افضل ہوئے ہیں اور ان کی فضیلت تمام لوگوں کے لئے قیامت تک لازم ہے اور دلیل یہ بھی ہے کہ ہر زمانہ جو سید عالم ﷺ کے زمانے سے ملا ہوا ہوگا وہ بہتر ہے۔**کلفوا بھا:** مراد یہاں توریت کو اپنی پیٹھ پر لادلینا نہیں بلکہ مکلف ہونا ہے۔**الکافرین:** ان کے کفر کا علم اللہ کو پہلے ہی ہے، اور یہ مثال ہر اُس شخص کے لئے ہے جو قرآن کو پڑھتا تو ہے لیکن اُس پر عمل نہیں کرتا۔**تعلق بتمنوا الشرطان:** مراد﴿ان زعمتم﴾،﴿ان کنتم صادقین﴾ہے۔**مبدؤھا:** بمعنی طریقھا ہے۔

من کفرھم: لما کا بیان ہے، اور اللہ کا فرمان:﴿الذی تفرون منہ﴾یعنی موت کی تمنا کرنے سے خوف کرنا، یعنی یہود کو یہ خوف لاحق ہے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لے گا، پس وہ موت کی تمنا نہیں کرتے۔ (الصاوی، ج۶،ص ۱۰۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من﴾ بِمَعْنٰی فِی ﴿یوم الجمعۃ فاسعوا﴾ فَامْضُوْا ﴿الی ذکر اللہ﴾ اَیِ الصَّلٰوۃِ ﴿وذروا البیع﴾ اَیْ اُتْرُکُوْا عَقْدَہٗ ﴿ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (۹)﴾ اَنَّہٗ خَیْرٌ فَافْعَلُوْہُ ﴿فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض﴾ اَمْرُ اِبَاحَۃٍ ﴿وابتغوا﴾ اَیْ اُطْلُبُوا الرِّزْقَ ﴿من فضل اللہ واذکروا اللہ﴾ ذِکْرًا ﴿کثیرا لعلکم تفلحون (۱۰)﴾ تَفُوْزُوْنَ کَانَ النَّبِیُّ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَدِمَتْ عِیْرٌ وَضُرِبَ لِقُدُوْمِھَا الطَّبْلُ عَلَی الْعَادَۃِ فَخَرَجَ لَھَا النَّاسُ مِنَ الْمَسْجِدِ غَیْرَ اِثْنَیْ عَشَرَ رُجُلًا فَنَزَلَ ﴿واذا راو تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا﴾ اَیِ التِّجَارَۃَ لِاَنَّھَا مُطْلُوْبُھُمْ دُوْنَ اللَّھْوِ ﴿وترکوک﴾ فِی الْخُطْبَۃِ ﴿قائما قل ما عند اللہ﴾ مِنَ الثَّوَابِ ﴿خیر﴾ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا ﴿من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرزقین (۱۱)﴾ یُقَالُ کُلُّ اِنْسَانٍ یُرْزَقُ عَائِلَتَہٗ اَیْ مِنْ رِزْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن میں (''من یوم'' میں من بمعنی فی ہے) تو اللہ کے ذکر (یعنی نماز) کی طرف چلو (فاسعوا بمعنی فامضوا ہے) اور خرید وفروخت چھوڑ دو (یعنی عقد بیع کو ترک کردو) یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو (اس کا بہتر ہونا تو عقد بیع ترک کردو......) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ (''فا نتشروا'' یہ امر اباحت کے لیے ہے) اور تلاش کرو (رزق، ابتغوا بمعنی اطلبوا ہے) اللہ کے فضل سے اور اللہ کو بہت یاد کرو (کثیرا کا موصوف ذکرا محذوف ہے) اس امید پر کہ فلاح پاؤ (یعنی کامیاب ہو جاؤ حضور بروز جمعہ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اسی اثناء میں ایک تجارتی قافلہ آگیا حسب عادت قافلے کی آمد کی اطلاع کے لیے طبل بجایا گیا، سوائے بارہ افراد کے دیگر تمام افراد قافلے کی طرف چل رہے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی (یعنی تجارت کی) طرف چل دیئے (کیونکہ یہ ان کا مطلوب تھا نا کہ لہو) اور تمہیں چھوڑ گئے (خطبہ میں) کھڑا ہوا تم فرماؤ جو اللہ کے پاس ہے (یعنی ثواب) کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے (ایمان والوں کے لیے) اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے (کہا جاتا ہے ہر انسان اپنے کنبہ کو رزق دیتا ہے یعنی اللہ کے رزق میں سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، نودی: فعل مجہول با نائب الفاعل، لام: جار، لصلوۃ: ذوالحال، من یوم الجمعۃ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اسعوا: فعل امر با فاعل، الی ذکر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذروا البیع: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون﴾

ذلکم: مبتدا، خیر لکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف ''فافعلوہ'' کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قضیت الصلوۃ: فعل مجہول با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انتشروا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابتغوا من فضل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اذکروا: فعل امر با فاعل ضمیر ذوالحال، لنعلکم تفلحون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، کثیرا: "ذکرا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا راوتجارۃ اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راو: فعل با فاعل، تجارۃ: معطوف علیہ، او: عاطفہ، لھوا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، انفضوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ترکوک: فعل با فاعل و مفعول، قائما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، الیھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرزقین﴾

قل: قول، ما عند اللہ: موصول صلہ، ملکر مبتدا، خیر: اسم تفضیل با فاعل، من اللھو: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من التجارۃ: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتدا، خیر الرزقین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......واذا راو تجارۃ ......☆ نبی کریم ﷺ مدینہ میں روز جمعہ خطبہ فرمارہے تھے اس حال میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور حسب دستور اعلان کیلئے طبل بجایا گیا زمانہ بہت تنگی اور گرانی کا تھا، لوگ بایں خیال اس کی طرف چلے گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اجناس ختم ہو جائیں اور ہم نہ پاسکیں اور مسجد میں صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ آیت نزل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اذان جمعہ کے وقت خریدوفروخت کا مسئلہ:

ا......پہلی اذان ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب، یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید و فروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید و فروخت تو سخت گناہ ہے اور کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے، جمعہ کے لئے اطمینان و وقار کے ساتھ جائے۔

(الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱٦٤، ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ ج۳، ص۳۸)

اغراض:

بمعنی فی: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿من﴾ بیانیہ ہے ﴿اذا نودی﴾ کا اور اسی کی تفسیر ہے۔ فامضوا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ السعی سے مراد چلنے میں کوشش کرنا نہیں ہے بلکہ جب کہ نماز فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو، بلکہ مراد توجہ کرنا ہے اور جب عذر نہ ہو تو پیدل چلنا سواری کے مقابلے میں زیادہ افضل ہے کہ جمعہ کو پیدل چل کر جائے اور نماز ختم ہو جانے کے بعد سواری پر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ای اتر کوا عقدہ: مراد یہ ہے بیع اپنے اختتام کو پہنچے

،اور مراد اس خطاب سے بائع اور مشتری دونوں ہی ہیں اور بیع وشراء کی مثال اجارہ، شفعہ، تولیہ اور اقالہ میں بھی پائی جاتی ہے اور جب یہ واقع ہونگی تو فسخ کردی جائیں گی اور یہ قول امام مالک کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک حرام ہیں لیکن فسخ نہ کی جائیں گی۔

امر اباحۃ: یعنی تمہارے لئے نمازِ جمعہ کے بعد زمین سے منتشر ہونا مباح کردیا گیا ہے اور اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ **غیر اثنی عشر رجلا:** تجارتی قافلے کے لئے بجائے جانے والے طبل کا بیان ہو رہا ہے جس کا بیان شان نزول میں ہوچکا ہے، مسجد میں کتنے افراد باقی رہ گئے، ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق چالیس، یا آٹھ یا گیارہ یا تیرہ یا چودہ افراد رہ گئے، امام مالک کے نزدیک صحیح قول بارہ کا ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک صحیح قول چالیس کا ہے۔

یقال کل انسان: مجازی اعتبار سے رزق دینے والے کئی ہیں لیکن حقیقی اعتبار سے رزق دینے والا ایک ہی ہے۔

ای من رزق اللہ: معنی یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اہل وعیال کا رزق اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں حاصل کرتا بلکہ اللہ اس کے ہاتھ میں رزق جاری کرتا ہے۔

(الصاوی، ج٦، ص ١١١ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة المنافقون مدنية وهى احدى عشرة آية

(سورۂ منافقون مدنی ہے جس میں گیارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورة المنافقون

اس سورت میں دو رکوع، گیارہ آیتیں، ایک سو اسّی کلمے، اور نو سو تہتر حروف ہیں۔ اس سورت میں منافقوں کی منافقت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مدینہ کو دور جاہلیت میں یثرب کہا جاتا تھا جب آپ ﷺ یثرب میں تشریف لائے تو یہ یثرب سے مدینۃ النبی ہو گیا اور یہاں پر دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے۔ ان میں پرانی رنجشیں تھیں جو معمولی سی بات پر آگ کے شعلوں کی طرح بھڑک اٹھتی تھیں اور جب ایک مرتبہ شعلے بھڑک اٹھتے تو برسوں تک یہ جنگ جاری رہتی اور مسلسل خانہ جنگی کے باعث دونوں قبیلے کمزور ہو گئے تھے صلح وامن سے زندگی گزارنے کی امنگیں ان کے دلوں میں انگڑائیاں لے رہی تھیں لیکن کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ان کے درمیان صلح کروا سکے، آخر کار عبداللہ بن ابی جو خزرج قبیلہ کا تھا قائدانہ صلاحیت رکھتا تھا اس کی قیادت پر دونوں قبیلے والے راضی ہو گئے اور اس کی تاجپوشی ہونے والی تھی کہ عقبہ اولی میں چند یثربی مشرف با اسلام ہوئے واپسی پر انہوں نے بڑے جوش خروش کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ شروع کر دی دوسرے سال اسی موقع پر ۷۵ افراد نے قبول اسلام کیا جن میں حضرت ابن عباس، ابن عبادہ بن نصلہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ ابھی نہ کی جائے بلکہ عبداللہ بن ابی کو بھی اس میں شریک کر لیا جائے لیکن دوسرے ساتھیوں نے اس کی بات کو اہمیت نہ دی اور جا کر دست اقدس پر بیعت کر لی۔ جب عبداللہ بن ابی کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ میری تاجپوشی کبھی نہیں ہوگی کیونکہ یہاں کے مسلمانوں میں اوس اور خزرج کے بڑے بڑے روسا بھی شامل تھے اور یہ مسلمان حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا رئیس نہ بنائینگے تو اس نے بھلا اسی میں سمجھا کہ مسلمانوں کا روپ دھار کر ان میں شامل ہو جاؤں اور کسی طریقہ سے ان میں پھوٹ ڈال دوں اور قبیلہ اوس اور خزرج آپ سے مایوس ہو کر مجھ کو اپنا قائد بنالیں گے اور اس نے بظاہر کلمہ بھی پڑھ لیا اور نماز بھی پڑھتا، زکوۃ بھی دیتا اور اسے جب بھی موقع ملتا کھڑے ہو کر اور اپنی جھوٹی عقیدت کے زوردار الفاظ میں اظہار کرتا تاکہ اس کی منافقت مسلمانوں پر عیاں نہ ہو جائے۔ اس نے یہ معمول بنا لیا کہ جب جمعہ کے روز لوگ دور دراز سے حضور ﷺ کی اقتداء میں جمعہ پڑھنے آتے تو یہ وعظ ونصیحت کرتا کہ اللہ ﷻ نے ہمیں ان کی ذات سے شرف بخشا اور عزت دی، آپ سب لوگ مل کر دل وجان سے ان کی تائید کریں اور بسا اوقات اس کے دل کا بغض آشکار ہوتا۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذا جاءك المنافقون قالوا﴾بِاَلْسِنَتِهِمْ عَلٰى خِلَافِ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ﴿ نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد﴾يَعْلَمُ﴿ ان المنفقين لكذبون (۱) ﴾فِيْمَا اَضْمَرُوْهُ مُخَالِفًا لِمَا قَالُوْهُ﴿اتخذوا ايمانهم جنة﴾سُتْرَةً عَنْ اَمْوَالِهِمْ وَدِمَائِهِمْ﴿ فصدوا﴾بِهَا﴿ عن سبيل الله﴾اَيِ الْجِهَادِ فِيْهِ﴿ انهم ساء ما كانوا يعملون (۲) ذلك ﴾اَيْ سُوْءُ عَمَلِهِمْ﴿بانهم امنوا﴾بِاللِّسَانِ﴿ ثم كفروا﴾بِالْقَلْبِ اَيْ اِسْتَمَرُّوْا عَلٰى كُفْرِهِمْ بِهٖ﴿ فطبع﴾خُتِمَ﴿ على قلوبهم﴾بِالْكُفْرِ﴿ فهم لا يفقهون (۳) ﴾الْاِيْمَانَ﴿واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم﴾لِجَمَالِهَا﴿ وان يقولوا تسمع

لقولهم﴾لِفَصَاحَتِهٖ﴿ كانهم﴾مِنْ عِظَمِ اَجْسَامِهِمْ فِي تَرْكِ التَّفَهُّمِ﴿ خشب﴾بِسُكُوْنِ الشِّيْنِ وَضَمِّهَا﴿ مسندة﴾مُمَالَةٌ الى الجدار﴿ يحسبون كل صيحة﴾تُصَاحُ كَنِدَاءٍ فِي الْعَسْكَرِ وَاِنْشَادِ ضَالَّةٍ﴿ عليهم﴾لِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الرُّعْبِ اَنْ يُّنْزَلَ فِيْهِمْ مَا يُبِيْحُ دِمَاءَ هُمْ﴿ هم العدو فاحذرهم﴾فَاِنَّهُمْ يُفْشُوْنَ سِرَّكَ لِلْكُفَّارِ﴿ قاتلهم الله﴾اَهْلَكَهُمْ﴿ انى يؤفكون(۴)﴾ كَيْفَ يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ بَعْدَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ﴿واذا قيل لهم تعالوا﴾مُعْتَذِرِيْنَ﴿ يستغفرلكم رسول الله لووا ﴾بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ عَطَفُوْا﴿رء وسهم ورايتهم يصدون﴾يُعْرِضُوْنَ عَنْ ذٰلِكَ﴿ وهم مستكبرون (۵)سواء عليهم استغفرت لهم﴾اِسْتَغْنٰى بِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ﴿ ام لم تستغفر لهم لن يغفر الله لهم ان الله لا يهدى القوم الفسقين (۶)هم الذين يقولون﴾لِاَصْحَابِهِمْ مِنَ الْاَنْصَارِ﴿ لا تنفقوا على من عند رسول الله﴾مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ﴿ حتى ينفضوا﴾يَتَفَرَّقُوْا عَنْهُ﴿ولله خزائن السموت والارض﴾بِالرِّزْقِ فَهُوَ الرَّازِقُ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَغَيْرِهِمْ﴿ولكن المنفقين لا يفقهون (۷)يقولون لئن رجعنا﴾اَيْ مِنْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ﴿ الى المدينة ليخرجن الاعز﴾عَنَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ﴿ منها الاذل﴾عَنَوْا بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿ ولله العزة﴾الْغَلَبَةُ﴿ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنفقين لا يعلمون(۸)﴾ ذٰلِكَ.

﴿ترجمہ﴾

جب منافق ......۱...... تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں (اپنی زبانوں سے اس کے برخلاف جو ان کے دلوں میں ہے) کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے (یشهد بمعنی یعلم ہے) کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (جو کچھ انہوں نے سینوں میں چھپا رکھا ہے وہ ان کے قول کے برخلاف ہے) اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا (اپنے اموال اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیے) تو (اس کے ذریعے) اللہ کی راہ سے روکا (یعنی راہ خدا میں جہاد کرنے سے روکا) بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں یہ (یعنی ان کا یہ برا عمل) اس لیے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر (دل سے) کافر ہوئے (یعنی حضور ﷺ کے ساتھ کفر کرنے پر ڈٹے رہے) تو ان کے دلوں پر (کفر کی) مہر کردی گئی تو اب وہ نہیں سمجھتے (ایمان کو) اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں (ان کے حسین وجمیل ہونے کے سبب) اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے (ان کی فصاحت لسانی کی وجہ سے) گویا کہ وہ (عظیم جسم رکھنے کے باوجود فہم نہ رکھنے میں) کڑیاں ہیں (خشب شین ساکنہ ومضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ٹکائی ہوئی (دیوار کی طرف، مسندة بمعنی ممالة ہے) ہر بلند آواز کو (جو لگائی جاتی ہے جیسا کہ لشکر میں کی جانے والی پکار یا گمشدہ چیز کی تلاش کے لیے کی جانے والی صدا) اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں (کیونکہ ان کے دلوں میں خوف ہے کہ مسلمانوں پر کوئی حکم نہ اتر آئے جس سے ان کے خون مباح ہو جائیں) وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو (کہ یہ تمہارے راز کفار کے آگے فاش کردیتے ہیں) اللہ انہیں مارے (یعنی اللہ ﷻ انہیں ہلاک کردے......۲......) کہاں اوندھے جاتے ہیں (یعنی ایمان سے کیسے پھرتے ہیں دلائل کے قائم ہو جانے کے بعد) اور جب ان سے کہا جائے آؤ (معذرت کرتے ہوئے) رسول تمہارے لیے معافی چاہیں تو گھماتے ہیں ("لووا"، فعل مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اپنے سر اور تم انہیں دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے مونھ پھیرتے ہیں (یعنی اس سے اعراض کرتے ہیں) ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو (ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزة الوصل ذکر کرنے کی حاجت نہ رہی) یا نہ

چاہو اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا وہی ہیں جو کہتے ہیں (اپنے ساتھ والوں یعنی انصار سے) کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں (یعنی مہاجرین پر) یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں (ان سے، ینفضوا بمعنی یتفرقوا ہے) اور اللہ ہی کے لیے ہیں زمین و آسمان کے (رزق کے) خزانے (وہی مہاجرین وغیرہ سب کو رزق دینے والا ہے) مگر منافقوں کو سمجھ نہیں کہتے ہیں ہم اگر پھر کر گئے (غزوہ بنی مصطلق سے) مدینہ کی طرف تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے (اس سے مراد منافقین نے اپنے نفوس لیے تھے) وہ اس مین سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے (اس سے ان کی مراد مسلمان تھے......۳......) اور اللہ ہی کے لیے عزت (غلبہ) ہے اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے مگر منافقوں کو (اس کی) خبر نہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا جاء ک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول الله و الله يعلم انک لرسوله﴾

اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء ک المنفقون: فعل و مفعول و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، نشهد: فعل بافاعل، انک: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، رسول الله: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: اعتراضیہ، الله: مبتدا، يعلم: فعل بافاعل، انک لرسوله: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله يشهد ان المنفقين لكذبون﴾

و: عاطفہ، الله: مبتدا، يشهد: فعل بافاعل، ان المنفقين: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، كذبون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون﴾

اتخذوا: فعل بافاعل، ايمانهم: مفعول اول، جنة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، صدوا: فعل بافاعل، عن سبيل الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انهم: حرف مشبہ و اسم، ساء: فعل، ما كانوا يعملون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾

ذلک: مبتدا، ب: جار، انهم: حرف مشبہ و اسم، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، كفروا: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، طبع على قلوبهم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، لا يفقهون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثالث، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا رايتهم تعجبک اجسامهم و ان يقولوا تسمع لقولهم﴾

و: عاطفہ، اذا: شرطیہ مفعول فیہ مقدم، رايتهم: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، تعجبک: فعل و مفعول، اجسامهم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، يقولوا: جملہ فعلیہ شرط، تسمع: فعل بافاعل، لقولهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿كانهم خشب مسندة يحسبون كل صيحة عليهم هم العدو فاحذرهم﴾

كانهم: حرف مشبہ و اسم، خشب: موصوف، مسندة: ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، يحسبون: فعل بافاعل، كل صيحة: مفعول اول، عليهم: ظرف مستقر "كائنة" شبہ محذوف کیلئے، ملکر شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، هم: مبتدا، العدو: خبر، ملکر

جملہ اسمیہ مستانفہ ،ف:فصیحیہ ،احذرهم: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت صفتهم" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قاتلهم الله انی یؤفکون واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رءوسهم﴾

قاتلهم الله: فعل ومفعول وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،انی:اسم استفہام بمعنی کیف حال مقدم،یوفکون:فعل مجہول واؤضمیر ذوالحال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قیل لهم: قول،تعالوا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،یستغفر لکم فعل وظرف لغو،رسول الله: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ جواب امر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ شرط ،لووا:فعل بافاعل،رء وسهم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ورایتهم یصدون وهم مستکبرون﴾

و:عاطفہ ،رایت:فعل بافاعل ،هم: ذوالحال،یصدون:فعل واؤضمیر ذوالحال،و: حالیہ ،هم مستکبرون: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم﴾

سواء: مصدر بافاعل،علیهم:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر مقدم،همزہ:حرف استفہام للتسویہ،استغفرت لهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ام:عاطفہ ،لم تستغفر لهم:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر،مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لن یغفر الله لهم ان الله لا یهدی القوم الفسقین﴾

لن یغفر الله: فعل نفی وفاعل،لهم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ان الله:حرف مشبہ واسم ،لایهدی القوم الفسقین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفضوا﴾

هم: مبتدا،الذین: موصول،یقولون:قول،لاتنفقوا:فعل نہی بافاعل،علی: جار،من عند رسول الله: موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،حتی: جار،ینفضوا: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله خزائن السموت والارض ولکن المنفقین لا یفقهون﴾

و: حالیہ،لله ظرف مستقر خبر مقدم،خزائن السموت والارض: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،لکن المنفقین: حرف مشبہ واسم،لایفقهون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر ماقبل "لاتنفقوا" کے فاعل سے حال واقع ہے۔

﴿یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل﴾

یقولون: قول،لام:تاکیدیہ،ان شرطیہ ،رجعنا:فعل بافاعل،الی المدینة: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،لام:تاکیدیہ،یخرجن:فعل،الاعز: فاعل،منها:ظرف لغو،الاذل:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولله العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون﴾

و: حالیہ،لله:جار مجرور معطوف علیہ،و:عاطفہ،لرسوله:معطوف اول،و: عاطفہ،للمومنین:معطوف ثانی،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم،العزة:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لکن المنفقین:حرف مشبہ واسم،لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ

اسمیہ معطوف، ملکر ماقبل "الاعز" سے حال واقع ہے۔

﴿شان نزول﴾

☆......واذا قیل لھم تعالوا......☆غزوہ مریسع سے فارغ ہو کر جب نبی کریم ﷺ نے سرچاہ نزول فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجیر جہجاہ غفاری اور ابن ابی کے حلیف سنان بن دبر جہنی کے درمیان جنگ ہوگئی، جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا اس وقت ابن ابی منافق نے حضور ﷺ کی شان میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اور اپنی قوم سے کہنے لگے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

منافق کی تعریف اور ان کے کفریہ عقائد کا علمی جائزہ:

۱......شرع میں ایک دروازے سے داخل ہونا اور دوسرے سے نکل جانا، نفاق کہلاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان المنفقین ھم الفسقون بیشک منافق وہی پکے بے حکم ہیں (التوبۃ:٦٧)﴾ یعنی منافق شرع مطہرہ سے خارج ہیں، اور اللہ عزوجل نے منافقین کو کافروں سے زیادہ شریر قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں (النساء:١٤٥)﴾۔ (المفردات، ص ٥٠٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے"۔ (صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب من استعاذ من الدین، رقم:٢٣٩٧ ص٣٨٥)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اور سارے جہاں سے زیادہ پیارا نہ ہوں" (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ، رقم:١٣، ص٥)

درج ذیل میں "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" سے کچھ عبارات اور ان پر حکم کفر کا بیان کرتے ہیں:

(ا)......غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص١٥)

عالمگیری میں ہے: یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجھل او العجز او النقص یعنی جو شخص اللہ عزوجل کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

(الھندیۃ، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج٢، ص٢٨٠)

(٢)...... ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ بتاؤ اگر میری قبر پر گزر ہو تو تم اس کو سجدہ کرو گے۔ خود ہی اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا کہ: "بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو"۔ آگے جو گستاخی کی رگ اُچھلے جھٹ آفت کی ،(ف) لکھ کر فائدہ جڑ دیا۔ "یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (تقویۃ الایمان، ص٤٤)

اس کے حامی اور پیرو، ایمان سے بتائیں کہ یہ حدیث کے کس لفظ کا مطلب ہے، کہاں تو وہ لفظ حدیث کہ اگر تو میری قبر سے گزرے، کہاں یہ فائدہ خبیث کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، کیوں یہ کیسا کھلا افتراء ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے"۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم:١٠٧، ص٢٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کیا ہے کہ پیغمبروں کے بدن کھائے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب کتاب الصلاۃ، باب: تفریع ابواب الجمعۃ، رقم:١٠٤٧، ص٢٠٠)

ہم نے فقط مضمون کی تکمیل کی نیت سے اور کچھ اہم مواد پہنچانے کی غرض سے تا کہ اصلاح کا سامان ہو سکے دو حوالاجات پر اکتفاء کیا ہے اگر چہ فاضل بریلوی نے علم کے دریا بہا دیئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قبر پر رحمتیں نازل فرمائے اور ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔
(الفتاوی الرضویۃ مخرجۃ، رسالہ: الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ، ج۱۵، ص۱۶۷ وغیرہ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا منافقین کو ھلاک کرنے کا بیان:

۲......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿قاتلھم اللہ انی یؤفکون اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (المنافقون:۴)﴾۔ جہاں جہاں قرآن وحدیث میں منافقین کا حال پڑھتے ہیں، ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مار ہی دکھائی دیتی ہے اور کیوں نہ ہو دشمنی اور وہ بھی اللہ والوں کی، بلکہ اللہ والوں کی دشمنی بھی ایک طرف اللہ کے بارے میں بھی عقائد درست نہیں جس کی واضح دلیل ماقبل بحث میں اللہ کے علم کے حوالے سے اسماعیل دھلوی کا نظریہ سامنے آ گیا۔ امام طبری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: اللہ انہیں رسوا کرے گا جہاں بھی حق سے پھر کر جائیں گے۔
(الطبری، الجزء:۲۸، ص۱۲۲)

امام قرطبی کہتے ہیں: ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو، اور یہی ابن عباس اور ابو مالک کا قول ہے، اور یہاں مراد زجر و توبیخ کرنا ہے۔ یعنی ہر دشمن خدا پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قہر نازل ہو۔ یعنی جو جھوٹ بولے، حق سے عدول اختیار کرے، ہدایت سے پھر جائے۔ (القرطبی، الجزء:۲۸، ص۱۱۳)
علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو اور رحمت سے دور ہو جائیں، کیونکہ دنیا میں قتل ہونا قابل مذمت و رسوائی ہے، اور یونہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور کر دینا اور اپنی بارگاہ سے دور کرنا انتہاء درجے کے عذاب کی صورت ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸، ص۴۲۵)

عزت وذلت کے پیرائے کا بیان:

۳......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل ......الخ کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے (المنافقون:۸)﴾۔ غزوہ بنی مصطلق (۶ھ) سے واپسی پر منافقین نے مزید گستاخیاں کیں، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازیبا تہمت بھی لگائی جب کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کی پاکدامنی پر متواتر آیات کا نزول فرمایا جس کا بیان ہم نے عطائین، ج۳، ص۸۲، ۸۳، ۷۷ پر کر دیا ہے۔ یہاں موضوع کو تشنگی سے بچانے کی غرض سے مزید شان صدیقہ کا بیان کر کے اپنی آخرت کا سامان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ امی جان کے صدقے میرے اور میرے اہل خانہ، محبین و متوسلین بلکہ جمیع مومنین کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نزول آیات سے پہلے ہی ان کی پاکدامنی کا علم تھا، چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا ولقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا یعنی بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکدامنی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے ساتھ صرف پاکیزگی کا علم ہے''۔
(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: لولا اذ سمعتموہ برقم: ۴۷۵۰، ص۸۳۰)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ بنی مصطلق میں تھے، کسی مہاجر نے انصاری کو تھپڑ مار دیا، مہاجر نے دیگر مہاجروں کو مدد کے لئے پکارا، اے مہاجرو! میری مدد کرو، اسی طرح انصار نے اپنے انصاریوں کو بلایا، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سماعت فرمائیں تو فرمایا: ''یہ زمانہ جاہلیت کی کیسی آوازیں ہیں''۔ لوگوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملے کے بارے میں آگاہ کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھوڑو یہ برا کام ہے''۔ عبد اللہ بن اُبی نے واقعہ سنا تو کہا: کیا واقعی مہاجر نے ایسا کیا ہے؟، اب اگر ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والوں میں سے ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس موقع پر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں اُس منافق

کی گردن اڑادوں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی لوگوں کو مار رہے ہیں''۔ عمرو بن دینا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے، انہوں نے اپنے باپ کو کہا: ''خدا عزوجل کی قسم تم اُس وقت تک مدینہ میں قدم نہ رکھ سکوں گے جب تک یہ نہ کہہ لو کہ تم ذلت والے ہو اور محمد عربی ﷺ عزت والے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سواء علیهم استغفرت لهم، یقولون لئن رجعنا الی المدینة، رقم: ٤٩٠٧، ٤٩٠٥، ص٨٧٠ وغیرہ)

امام رازی لکھتے ہیں: اور اپنے بارے میں معزز ہونے اور معاذ اللہ عزوجل دیگر نفوس قدسیہ کی جناب میں نازیبا کلمات کا تلفظ کیا جس کا بیان اللہ عزوجل نے واضح طور پر فرمایا اور نہ صرف بیان فرمایا بلکہ جواب بھی ارشاد فرمایا۔ غلبہ اور قوت اُسی کو ملتی ہے جو اللہ عزوجل کے ہاں معزز ہوتا ہے، جس کی تائید رسول ﷺ (کی زبان) سے ہو جاتی ہے، اور مومنین سے (مدد مل) جاتی ہے، اور دین اسلام کی مدد و نصرت آج بھی اور تمام ادیان میں ہمیشہ رہی ہے اور رسول ﷺ یہ بات جانتے ہیں لیکن منافقین کو شعور نہیں اگر یہ لوگ جانتے تو اتنی گستاخانہ باتیں نہ کہتے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ہی لئے ہے﴾ سے مراد خاص رسول ﷺ اور مومنین کی عزت افزائی کرنا ہے جیسا کہ ذلت و خواری خاص شیطانوں، کافروں اور منافقوں کے لئے ہوتی ہے۔ اور بعض صالحین سے منقول ہے کہ ردی سامان (یعنی عام سے انسان) کو بھی اسلام عزت سے نواز دیتا ہے جب کہ پہلے ذلت میں مبتلا تھا، ایسے غنی کرتا ہے جس کے بعد فقر نہیں ہوتا، حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسلام کے دامن میں سما کر وہ عزت ملتی ہے جو پہلے نہ تھی اور وہ تونگری حاصل ہوتی ہے جو پہلے نہ حاصل ہوئی تھی اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ بعض عارفین لکھتے ہیں: وہ عزت جس میں تکبر نہ ہو کیونکہ مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ تکبر میں جا پڑے، پس عزت ہی وہ چیز ہے جس سے انسان کی معرفت ہوا کرتی ہے اور تکبر چاہنا یہ جہلاء کی صفات ہیں۔ (الرازی، ج١٠، ص٥٤٩ ملخصاً)

اغراض:

فیما اضمروہ: یعنی جو بات وہ دل میں رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ منافقین آپ ﷺ کو رسول نہیں مانتے، اور ﴿لکذبون﴾ کا خطاب منافقین کی دل کی چھپی ہوئی بات کی وجہ سے کیا گیا ہے، اور یہی مفسر کے قول کا افادہ ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''کذبھم'' سے مراد ان کا قول ﴿نشھد﴾ ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دلی قول کو صمیم قلب سے کہا ہے اور ظاہراً کہا جانے والا قول ﴿انک لرسولہ﴾ دل سے نہیں ہے۔

باللسان: ایک سوال کا جواب ہے کہ منافقین اصلاً ایمان والے نہیں تھے بلکہ کفر پر ثابت قدم تھے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ﴿ثم﴾ تراخی کے لئے آتا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ زبان سے ایمان کا دعوی کرتے ہیں لیکن دل سے انکاری ہیں۔

لجمالھا: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ابن اُبی مضبوط جسم کا مالک اور فصیح اللسان شخص تھا، اور منافقین کی قوم میں سے مدینہ کے سرداروں میں شمار ہوتا تھا جو کہ سید عالم ﷺ کی مجالس میں بیٹھتے تھے، اور دیوار سے لگ کر بیٹھتے جس سے نبی پاک ﷺ اور دیگر حاضرین تعجب کرتے۔ **فی ترک التفھم:** یہ جملہ شبہ کے بیان کے لئے لائے، معنی یہ ہے کہ منافقین کے کلام دیوار کی بیکار لکڑیوں کی مانند ہیں، جو کہ علم و نظر و فکر سے خالی ہوں۔ **ان ینزل فیھم:** ''الرعب'' کے متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں میں یہ رعب (خوف) ہے کہ کہیں قرآن میں ان کے خون حلال ہونے کا بیان نہ نازل ہو جائے۔ **اھلکھم:** اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اُن پر لعنت اور اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ **بعد قیام البرھان:** ایمان کی حقیقت کے بارے میں دلائل قائم ہونے کے بعد انکار کرنے کی مذمت کرنا مقصود ہے۔ **من الانصار:** یعنی مخلص ایمان والے، جب کہ منافقین کا اُن کی صحبت اختیار کرنا ظاہری حال کی وجہ سے تھا۔

من غزوۃ بنی مصطلق: حاشیہ نمبر ''۳'' میں غزوہ بنی مصطلق کا بیان ہے وہیں پڑھ لیں۔ (الصاوی، ج٦، ص١١٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿یایھا الذین امنوا لا تلھکم﴾تُشْغِلُکُمْ﴿ اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ﴾اَلصَّلَوٰاتِ الْخَمْسِ﴿ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون (۹) وانفقوا﴾فِی الزَّکَاۃِ﴿ من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا﴾بِمَعْنٰی ھَلَّا اَوْ لَا زَائِدَۃٌ وَلَوْ لِلتَّمَنِّیْ﴿اخرتنی الی اجل قریب فاصدق﴾بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الصَّادِ اَتَصَدَّقُ بِالزَّکَاۃِ﴿واکن من الصلحین (۱۰)﴾بِاَنْ اَحُجَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا قَصَّرَ اَحَدٌ فِی الزَّکَاۃِ وَالْحَجِّ اِلَّا سَاَلَ الرَّجْعَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ﴿ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون (۱۱)﴾بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو تمہیں مشغول نہ کرے (لا تلھکم بمعنی لاتشغلکم ہے) تمہارے مال، نہ تمہاری اولاد کوئی چیز اللہ کے ذکر (یعنی پانچوں نمازوں......۱......) سے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں اور خرچ کرو (زکوۃ کے مد میں) ہمارے دیئے میں سے قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب (لولا بمعنی ھلا ہے، یہاں لا زائدہ ہے اور ''لو'' تمنا کے لیے ہے) تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا (یعنی زکوۃ ادا کر دیتا ''فاصدق'' یہاں یاء کا ادغام صاد میں کر دیا گیا ہے) اور نیکوں میں ہوتا......۲......(یوں کہ حج کر لیتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس نے بھی زکوۃ وحج کی ادائیگی میں کوتاہی کی، موت کے وقت اللہ اُس سے اِس کوتاہی کا سوال کرے گا) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (''تعملون'' کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، لا تلھکم: فعل نہی ومفعول، اموالکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، اولادکم: معطوف، ملکر فاعل، عن ذکر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یفعل ذلک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک ھم الخسرون: جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وانفقوا من مارزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق﴾

و: عاطفہ، انفقوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، یاتی: فعل، احدکم: مفعول، الموت: فاعل جملہ فعلیہ معطوف، ف: سببیہ عاطفہ، یقول: قول، رب: نداء، لولا: حرف تخصیص، اخرتنی: فعل با فاعل ومفعول، الی اجل قریب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ معطوف، ف: عاطفہ سببیہ، اصدق: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ممارزقنکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واکن من الصلحین﴾

و: عاطفہ، اکن: فعل ناقص با اسم، من الصلحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''اصدق'' کے محل پر معطوف ہے گویا کہ یوں کہا

گیا"ان اخرتنی اصدق" جواب شرط واقع ہو۔

﴿ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون﴾

و: عاطفہ، لن یؤخر: فعل نفی، اللہ: فاعل، نفسا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء اجلھا: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فلن یؤخر اللہ نفسا حان حینھا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، خبیر بما تعملون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مال واولاد کے فتنے کا بیان:

ا......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لاتلھکم اموالکم ولااولادکم عن ذکر اللہ...... الخ اے ایمان والوتمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردے (المنافقون:۹)﴾۔یعنی ایمان والوں تمہیں تمہارے مال اور اولاد امور دینیہ کے انجام دینے سے مشغول نہ کردیں اور تم اللہ عزوجل کی یاد یعنی نماز اور جملہ عبادات سے جو کہ اللہ عزوجل کی جانب سے بندے پر بطور حق متعین ہیں محروم ہو جاؤ۔اللہ عزوجل نے ذکر اللہ کا خطاب مطلق فرمایا اور اس میں تمام عبادات شامل ہیں کیونکہ عبادت اللہ عزوجل کی یاد کا ذریعہ وسبب ہے اور یہی اس سے مقصود حقیقی ہے۔حسن کی روایت میں ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض ہیں، جب کہ ضحاک اور عطاء کہتے ہیں کہ یہاں الذکر بمعنی صلوۃ مکتوبۃ یعنی فرض نماز مراد ہے۔کلبی کہتے ہیں کہ ذکر اللہ سے مراد سید عالم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنا ہے، ایک قول کے مطابق اس سے مراد قرآن ہے۔ایک قول کے مطابق عمومی اعتبار سے جو بھی چیز اللہ عزوجل کی یاد سے محروم کردے وہی یہاں مراد ہے۔صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اموال واولاد کا نام اس لئے خاص طور پر ذکر کیا کہ عمومی اعتبار سے یہی دو چیزیں ہوتی ہیں جو انسان کو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کردیتی ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے (الکھف:۴۶)﴾۔یعنی انسان دنیا میں مشغول ہوکر دین کو نہ بھول جائے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸،ص۴۳۲)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر جہنم میں سب سے پہلے جانے والے تین افراد پیش کئے گئے: زبردستی حکمران بننے والا، مال دار جو راہ دین میں مال خرچ نہیں کرتا، متکبر فقیر"۔(صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ ﷺ، باب:صفۃ النار واھلھا، رقم:۷۴۲۸، ج۱۶، ص۵۲۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا جس کے پاس مال ودولت نہ ہو، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوۃ لے کر آئے، اور یوں آئے کہ اُسے گالی دی، اُسے زنا کی تہمت لگائی، اس کا مال کھایا یا اُس کا خون ناحق گرایا، اُسے مارا تو اُس کی نیکیاں اُسے دے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو اُن کے گناہ لے کر اُس پر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا گیا"۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب:تحریم الظلم، رقم:(۶۴۷۴)/۲۵۸۱،ص۱۲۷۶)

صالحین کی مبارک عادتیں:

۲......ہم درج ذیل میں صالحین کی مبارک عادتوں کا بیان قرآن، احادیث اور اقوال واعمال صالحین کی روشنی میں کریں گے، "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنی صالحین کے ذکر سے رحمت برستی ہے۔

(اتحاف سادات المتقین، کتاب الاداب العزلۃ، الباب الثانی، ج۶،ص۳۵۰)

(۱)......ابوقتادہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب: فی من نام عن صلوۃ، رقم: ۴۳۱، ص ۹۶)

(۲)......حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو، سید عالم ﷺ کے بعد ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے۔

(الطبری، تحت آیت سلام علیکم بما صبرتم، الجزء: ۱۳، ص ۱۷۰)

(۳)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو وہ پہنچائے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الطب، باب: استحباب الرقیۃ من العین، رقم: (۵۶۲۰)/۲۱۹۹، ص ۱۱۰۱)

(۴)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا، ارشاد ہوگا وہ تیرے درجے و عمل کو نہ پہنچے، عرض کرے گا میں نے اپنے اور ان سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے، اس پر حکم ہوگا کہ ان سب کو ملا دیا جائے''۔

(الدرالمنثور، تحت آیت والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم ...... الخ (الطور: ۲۱)، ج ۶، ص ۱۴۸)

(۵)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین اولاد آدم پانچ ہیں: نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام اور ان سب میں بہتر محمد ﷺ ہیں''۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل نبینا محمد ﷺ، ج ۶، رقم: ۳۱۹۰۵، ص ۱۸۳)

(۶)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سب نیکوکاروں سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے''

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب: فضل صلۃ صدقات الاب والام، رقم: (۶۴۰۸)/۲۵۵۲، ص ۱۲۶۵)

اغراض:

الصلوات الخمس: یہ ضحاک کا قول ہے جب کہ حسن تمام فرائض مراد لیتے ہیں، اور ایک قول حج اور زکوۃ کا بھی لیا گیا ہے اور ایک قول کے مطابق قرآن کی قرائت مراد ہے اور ایک قول کے مطابق ﴿ذکر اللہ﴾ سے تمام ہی اذکار مراد ہیں۔

ولو للتمنی: تقدیر کلام یہ ہوگا: ''لیتک اخرتنی الی اجل قریب''۔ بالزکوۃ: ہر واجب حق مراد ہے، یعنی قرض اور دیگر حقوق العباد۔ عند الموت: یعنی جب موت کی نشانیاں نظر آنے لگیں۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۱۱۷)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ التغابن مکیۃ او مدنیۃ وھی ثمانی عشرۃ آیۃ

(سورہ تغابن مکی یا مدنی ہے جس میں اٹھارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ التغابن

اس سورت میں دو رکوع، اٹھارہ آیتیں، دوسو اکتالیس کلمے، ایک ہزار ستر حروف ہیں۔ پہلی چار آیتوں میں صفات باری تعالیٰ کا بیان کیا گیا ہے ان صفات کا جو کائنات کی تخلیق خصوصا انسان کی تخلیق سے متعلق ہیں، اور بتادیا کہ اس کائنات میں جو چیز بھی ہے سب اسی کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ بلندیوں اور پستیوں میں اسی کی حکمرانی ہے اور ہر قسم کی تعریف کا بھی وہ حقدار ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ بعض وہ خوش نصیب ہیں جنھوں نے اس کی وحدانیت کو پہچانا اور اس پر ایمان لے آئے اور اس کے انعامات پر اس کا شکریہ ادا کرتے رہے اور بعض ایسے بدنصیب ہیں جو اس کی سعادت سے محروم رہے اور اللہ ﷻ کی قدرت کا یہ حال ہے کہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ حمد الٰہی کے بعد گزشتہ زمانوں کے کفار کا حال بیان کیا جنھوں اللہ ﷻ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ قومیں تباہ و برباد ہوگئیں، لہذا تم ان سے عبرت حاصل کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس کی پکڑ میں آجاؤ۔ اور آخر میں اہل ایمان کو خبردار کردیا کہ اس سے بچتے رہو انسان کو اپنی اولاد اور بیوی اور دنیا کے مال و دولت کی محبت بڑی آزمائش ہے، لوگ اپنے اہل خانہ کو خوش کرنے کے لئے جن خوابوں کو دیکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن ان کو پچھتانا پڑ جائے۔ آخری آیت میں یہ فرمادیا کہ جہاں تک ہو سکے تقوی اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالو، اللہ ﷻ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے میں فیاضی سے کام لو اس کا تمہیں وہ اجر دے گا کہ جس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یسبح لله ما فی السموت وما فی الارض﴾یُنَزِّھُهٗ فَاللَّامُ زَائِدَةٌ وَاَتٰی بِمَا دُوْنَ مِنْ تَغْلِیْبًا لِلْاَکْثَرِ﴿ له الملک وله الحمد وھو علی کل شیء قدیر ﴿۱﴾ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن﴾فِی اَصْلِ الْخِلْقَةِ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ وَیُعِیْدُھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ﴿ والله بما تعملون بصیر ﴿۲﴾خلق السموت والارض بالحق وصورکم فاحسن صورکم﴾اِذْ جَعَلَ شَکْلَ الْاٰدَمِیِّ اَحْسَنَ الْاَشْکَالِ﴿ والیه المصیر ﴿۳﴾یعلم ما فی السموت والارض ویعلم ما تسرون وما تعلنون والله علیم بذات الصدور ﴿۴﴾﴾بِمَا فِیْھَا مِنَ الْاَسْرَارِ مُعْتَقَدَاتِ﴿الم یاتکم﴾یَا کُفَّارَ مَکَّةَ﴿ نبؤا﴾خَبَرُ﴿ الذین کفروا من قبل فذاقوا وبال امرھم﴾عُقُوْبَةَ کُفْرِھِمْ فِی الدُّنْیَا﴿ ولھم﴾فِی الْاٰخِرَةِ﴿ عذاب الیم ﴿۵﴾﴾مُؤْلِمٌ﴾ذٰلک﴾اَیْ عَذَابِ الدُّنْیَا﴿ بانه﴾ضَمِیْرُ الشَّانِ﴿ کانت تاتیھم رسلھم بالبینت﴾اَلْحُجَجِ الظَّاھِرَاتِ عَلَی الْاِیْمَانِ﴿ فقالوا ابشر﴾اُرِیْدُ بِهِ الْجِنْسَ﴿ یھدوننا فکفروا وتولوا﴾عَنِ الْاِیْمَانِ﴿ واستغنی الله﴾عَنْ اِیْمَانِھِمْ﴿ والله غنی﴾عَنْ خَلْقِهٖ﴿ حمید ﴿۶﴾﴾مَحْمُوْدٌ فِیْ اَفْعَالِهٖ﴿ زعم الذین کفروا ان﴾مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُھَا مَحْذُوْفٌ اَیْ اَنَّھُمْ﴿ لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم وذلک علی الله یسیر ﴿۷﴾فامنوا بالله ورسوله والنور﴾الْقُرْاٰنِ﴿ الذی انزلنا والله بما تعملون خبیر ﴿۸﴾﴾اُذْکُرْ﴿ یوم یجمعکم لیوم الجمع﴾یَوْمَ

الْقِيَامَةِ﴿ذلک یوم التغابن﴾يَغْبِنُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ بِاَخْذِ مَنَازِلِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ فِي الْجَنَّةِ لَوْ آمَنُوْا﴿ ومن یومن باللہ ویعمل صالحا یکفر عنہ سیاتہ ویدخلہ﴾وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ فِي الْفِعْلَيْنِ﴿ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم(۹) والذین کفروا و کذبوا بایتنا﴾اَلْقُرْاٰنِ﴿ اولئک اصحب النار خلدین فیھا وبئس المصیر(۱۰)﴾

﴿ترجمہ﴾

اللہ کی پاکی بولتا ہے (یعنی اس کی تنزیہہ بیان کرتا ہے) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (اسم جلالت پر لام زائدہ ہے" من" کے بجائے "ما" کوذکر کرنا اکثری مخلوق کو غلبہ دینے کے لیے ہے) اسی کی ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان (اصل خلقت میں......ا......، پھر وہ انہیں موت دے گا پھر انہی عقائد پر دوبارہ اٹھائے گا) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی (کہ اس نے انسان کی شکل تمام شکلوں سے اچھی بنائی......۲......) اور اسی کی طرف پھرنا ہے جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے (یعنی دلوں میں موجود اسرار و عقائد کو جانتا ہے) کیا تمہیں (اے کفار مکہ!) ان لوگوں کی خبر (نبـــا کے معنی خبر ہے) نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا (یعنی دنیا میں اپنے کفر کی سزا پائی) اور ان کے لیے (آخرت میں بھی) دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مؤلم ہے) یہ (یعنی یہ دنیاوی عذاب) اس لیے کہ (بانہ میں "ہ" ضمیر شان ہے) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں (یعنی ایمان پر واضح دلائل) لاتے تو بولے کیا آدمی (اس سے مراد ان کی جنس بشر تھی) ہمیں راہ دکھائیں گے تو کافر ہوئے اور (ایمان لانے سے) پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا (ان کے ایمان سے) اور اللہ بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) تعریف کیا گیا ہے (اپنے افعال میں، حمید بمعنی محمود ہے) کافروں نے گمان کیا کہ وہ ("ان" مخففة من الثقيلة ہے، اس کا اسم محذوف ہے اصل میں انهم ہے) ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کرتوت تمہیں جتا دیے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر (یعنی قرآن پاک پر) جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے (یاد کرو) جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن (یعنی بروزِ قیامت) وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا (مومنین کافرین کے اُن ٹھکانوں میں فروکش ہونگے جو ایمان لانے کی صورت میں کافروں کے لئے جنت میں مقدر تھیں......۳......) اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا (ایک قرائت میں "یکفر اور یدخل" دونوں کو علامت مضارع نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے) جس کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں (یعنی قرآن کو جھٹلایا) وہ آگ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا ہی برا انجام (مخصوص بالذم "ھی" ضمیر یہاں محذوف ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض له الملک وله الحمد﴾

یسبح: فعل، للــه: لام، جار، اللـــه: ذوالحال، لــه: ظرف مستقر خبر مقدم، الـمـلـک: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لہ ظرف مستقر خبر مقدم، الحمد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر حال، ملکر ظرف لغو، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ما

فی السموت: معطوف علیہ،و :عاطفہ،مافی الارض :معطوف،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھو علی کل شیء قدیر ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن واللہ بما تعملون بصیر﴾

و :عاطفہ،ھـو :مبتدا،عـلـی کـل شـیء: ظرف لغو مقدم،قـدیـر :شبہ جملہ بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ھو :مبتدا،الذی: موصول،خـلـقـکـم: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ف :عاطفہ،مـنـکـم :ظرف مستقر خبر مقدم،کـافـر :مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،و :عاطفہ،مـنـکـم :ظرف مستقر خبر مقدم،مـومـن :مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،و :عاطفہ،اللہ :مبتدا،بماتعملون بصیر :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلق السموت والارض بالحق وصورکم فاحسن صورکم﴾

خـلـق: فعل "ھـو" ضمیر ذوالحال،بـالـحـق :ظرف مستقر "مـلـتـبـسـا" شبہ فعل محذوف کیلئے،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال،ملکر فاعل،السـمـوت :معطوف،و :عاطفہ،الارض :معطوف،ملکر جملہ فعلیہ،و :عاطفہ،صـورکـم :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ،احسن :فعل بافاعل،صورکم :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والیہ المصیر یعلم ما فی السموت والارض ویعلم ما تسرون وماتعلنون واللہ علیم بذات الصدور﴾

و :عاطفہ،الیہ :ظرف مستقر خبر مقدم،المصیر :مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،یعلم :فعل بافاعل،مافی السموت والارض: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ،یـعـلـم :فعل بافاعل،مـاتسـرون :موصول صلہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،مـاتـعـلـنـون :موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و :عاطفہ،اللہ :مبتدا،علیم بذات الصدور :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم یاتکم نبؤا الذین کفروا من قبل فذاقوا وبال امرھم ولھم عذاب الیم﴾

ھمزہ: حرف استفہام،لـم یاتکم: فعل نفی ومفعول،نبـؤا الـذین کفروا: مرکب اضافی ذوالحال،من قبل: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ،ذاقـوا :فعل نفی بافاعل،وبـال امـرھـم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ،لھـم :ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب الیم :مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینت﴾

ذلک: مبتدا،ب: جار،انہ :حرف مشبہ واسم ،کـانـت :فعل ناقص بااسم،تـاتـیـھـم :فعل ومفعول،رسلھم: فاعل،بـالـبـیـنـت :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا وتولوا واستغنی اللہ واللہ غنی حمید﴾

ف :عاطفہ،قـالـوا :قول،ھـمـزہ :حرف استفہام،بشـر :مبتدا،یھـدونـنـا : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف :عاطفہ،کـفـروا :فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ،تولوا :فعل بافاعل،و :عاطفہ،استـغـنـی اللہ :فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ،اللہ :مبتدا،غنی حمید: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل وربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم﴾

زعم: فعل،الـذین کفروا: فاعل،ان :مخففہ باضمیر شان،ہ :ضمیر محذوف اسم،لن یبعثوا : فعل نفی مجہول بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،قل :قول،بـلـی :حرف ایجاب،و : جار قسمیہ ،ربی :جار مجرور،ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر،ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ،لام :تاکید یہ،تبـعـثـن :فعل مجہول بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم :عاطفہ،لام :تاکید

یہ ،تنبئون بما عملتم: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب قسم ،ملکر جملہ قسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وذلک علی اللہ یسیر فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر﴾

و: عاطفہ، ذلک مبتدا، علی اللہ یسیر: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ف فصیحیہ ،امنوا: موصوف، الذی انزلنا: موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ ،و :عاطفہ ،اللہ مبتدا، بماتعملون خبیر: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن﴾

یوم: مضاف، یجمعکم: فعل بافاعل ومفعول، لیوم الجمع: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ذلک مبتدا، یوم التغابن: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یومن باللہ ویعمل صالحا یکفر عنہ سیاتہ ویدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا﴾

و: مستانفہ ،من شرطیہ مبتدا، یومن باللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ، یعمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط، یکفر عنہ سیاتہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ، یدخلہ: فعل بافاعل وہ ضمیر، خلدین فیھا ابدا: شبہ جملہ حال،ملکر مفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحب النار خلدین فیھا﴾

و: عاطفہ، الذین موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ، کذبوا بایتنا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مبتدا، اولئک: ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال،ملکر مبتدا، اصحب النار: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبئس المصیر﴾ و: عاطفہ، بئس: فعل ذم، المصیر: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف "النار" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اصل خلقت کے اعتبار سے کافر یا مسلمان ہونا:

۱...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن واللہ بما تعملون بصیر وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (التغابن: ۲)﴾۔ یعنی اللہ ﷻ تمہیں جیسا چاہے پیدا فرماتا ہے۔ یعنی تم میں بعض کافر ہوتے ہیں اور بعض اللہ ﷻ پر ایمان لاتے ہیں یا تم میں بعض اللہ ﷻ کا انکار کرتے ہیں اور بعض اقرار کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے کے ساتھ بقیع غرقد میں تشریف لا کر بیٹھ گئے، سید عالم ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی، آپ ﷺ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کُریدنے لگے، پھر فرمایا: "تم میں ہر جاندار شخص کا ٹھکانہ جنت یا جہنم میں لکھ دیا ہے، اور اس کا سعید وشقی ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے"۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کرلیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کردیں؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: "وہ شخص اہل سعادت سے ہوگا جو عنقریب سعادت والے امور کی جانب دوڑے گا اور وہ شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا جو شقاوت والے امور کی جانب دوڑے گا"، پھر آپ نے فرمایا: "عمل کیا کرو کیونکہ سعید لوگوں کے لئے نیک اعمال آسان کردیئے جائیں گے اور شقی لوگوں کے لئے بُرے اعمال آسان کردیئے جائیں گے"۔

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: خلق آدم فی بطن امہ ،رقم: (٦٦٢٦)/٢٦٤٧، ص١٣٠٣)

☆......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل تم میں سے کسی (ہر) ایک کی تخلیق کو چالیس دن اس کی ماں کے پیٹ میں جمع فرماتا ہے، پھر چالیس دن کے لئے وہ جما ہوا خون ہوتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے، پھر اس کی طرف اللہ عزوجل ایک فرشتہ بھیجتا ہے، اس کو چار باتیں لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے، پس وہ اس کا رزق، دنیاوی زندگی، عمل خیر و بد لکھ دیتا ہے، حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کر جاتا ہے اور وہ دوزخ کا عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور بیشک تم میں سے کوئی ایک دوزخیوں والے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر تقدیر الٰہی سبقت کرتی ہے اور وہ جنت میں جانے والے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ولقد سبقت کلمات العبادتنا المرسلین، رقم: ۷۴۵۴، ص ۱۲۸۴)

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال جنم لے کہ جب اللہ عزوجل نے پہلے ہی سب کچھ لکھ دیا ہے اور ہم اسی کے تابع ہیں تو پھر انسان اپنے اعمال کا مکلف نہیں ہونا چاہیے؟ ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ ایسا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ انسان نے جو کچھ کرنا تھا اللہ عزوجل نے اپنے علم کے مطابق وہی کچھ اس کے بارے میں لکھ دیا ہے، اس کی دلیل اس آیت میں ہے: ﴿وکل شیء فعلوہ فی الزبر انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے (القمر: ۵۲)﴾۔

مخلوق میں انسان کو اچھی شکل دینے کے معنی:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وصورکم فاحسن صورکم اور تمہاری تصویر کو تمہاری اچھی صورت بنائی (التغابن: ۳)﴾، یعنی اللہ عزوجل نے تمہیں اچھی صورت عطا کی، ظاہری و باطنی حواس سے تمہیں مضبوط کر دیا کہ جس سے انسان میں پوشیدہ تمام کمالات کو ملا دیا اور تمہیں عمدہ صفات عطا کی گئیں، خصائص سے نوازا گیا اور دیگر تمام مخلوقات میں تمہیں وسعت (فکری ونظری) عطا کی گئی۔ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو عالم علوی اور سفلی کا جامع بنایا ہے، اور اس کی روح کو عالم مجردات اور بدن کو عالم مادیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض شاعر کہتے ہیں کہ انسان اس عالم میں عجیب حیثیت رکھتا ہے جو کہ کئی بھیدوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، جس کا مشاہدہ علم والے ہی کر سکتے ہیں جنہیں باطنی بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض نے انسان کو صورت مدرکہ بالعین کے ساتھ خاص کیا ہے جو کہ معروف ہے۔ اور اللہ عزوجل نے ہر طرح سے انسان کو اچھی صورت سے نوازا ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۸، ص ۴۳۸)

امام نسفی لکھتے ہیں: تمہیں تمام حیوانوں میں اچھا بنایا، کیونکہ انسان دیگر حیوانات کے مقابلے میں اپنی صورت کے خلاف امر انجام نہیں لانا چاہتا، اور اس کی اچھی صورت بنائی اور اُسے بلند کیا نہ کہ پست، اور اگر انسان بدصورت، بُری شکل، قبیح خلقت ہوتا تو اس کی درستگی نہ ہوسکتی لیکن اللہ عزوجل نے انسان کو اچھی صورت سے نوازا اور اُسے خوبصورت و ملیح بنایا جو کہ حسن کی حد سے خارج نہیں ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ دو چیزوں میں انتہا نہیں رکھی گئی: اچھی شکل وصورت میں اور اچھے کلام و بیان میں۔ (المدارک، ج ۲، ص ۴۹۱)

یوم التغابن سے کیا مراد ہے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ذلک یوم التغابن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا﴾ اس سے قیامت کے دن اہل سماوات واہل ارض کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور اسے یوم تغابن کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مجازات وتجارات میں دھوکہ دیا جاتا ہے اور زیادہ رقم حاصل کر لی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جہنمی جہنم میں عذاب دیئے جا رہے ہونگے اور جنتی جنت میں نعمتیں پا رہے ہونگے۔ ایک قول یہ ہے کہ اُس دن حق والے، باطل والے، ہدایت والے، گمراہی والے، ایمان والے، کفر والے سب ہی کا

فیصلہ ہوتا ہے۔جس طرح خرید وفروخت میں غبن ہوتا ہے اسی طرح کافروں نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے خرید کر بُرا سودا کیا ،ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی،پھر مومنین کی بات کی جائے تو مومنین نے نفع بخش تجارت کی جیسا کہ فرمایا:﴿ھل ادلکم علی تجارۃ (الصف:۱۰)﴾۔پس مومنین نے اپنی جانوں کے بدلے جنت کا سودا کیا،چنانچہ یہی دنیاوی زندگی میں کئے جانے والے سودے کافر کے حق میں بُرے اور مومنین کے حق میں بھلے ثابت ہوئے۔اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ومن یومن باللہ ویعمل صالحا اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے (التغابن:۹)﴾یعنی جو کچھ نبی لائے،حشر ونشر،جنت ودوزخ سب پر ایمان لائے،اور مرتے دم تک ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے اچھے اعمال کرتا رہے۔ (الرازی، ج۱۰،ص ۵۵۴)

قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں:اس دن لوگ ایک دوسرے کو نقصان دینے کی کوشش کریں گے اور خوش بخت لوگ بدبختوں کی منازل میں آباد ہونگے جو ایمان اور عمل صالح کی صورت میں ان کے لئے مقدر تھیں اور یوں بھی کہ مظلوم کو ظلم کے عوض میں ظالم کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''مومن اپنے مکانات اور بدبختوں کے ان مکانات کے مالک ہوجائیں گے جو اُن بدبختوں کے لئے اطاعت کی صورت میں تیار کئے گئے تھے''۔ (المظھری ،ج۷،ص ۱۴۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ کہتے ہیں تو اس ہستی پاک کے بارے میں کیا کہتا تھا؟اگر مرنے والا مومن ہو تو وہ کہتا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ ﷻ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں،تو اسے کہا جاتا ہے اپنے جہنم کے ٹھکانے کو دیکھ اللہ ﷻ نے تیرے لئے اس کے بدلے جنت میں یہ ٹھکانہ بنا دیا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز،باب ماجاء فی عذاب القبر،رقم:۱۳۷۳،ص ۲۲۰)

اغراض:

او مدنیۃ: اکثر اقوال کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ثم یمیتھم ویعیدھم:غَیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے،اور ظاہری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ یوں کہا جائے:''ثم یمیتکم ویعیدکم''۔اذجعل شکل الآدمی احسن الاشکال:یعنی انسان کے سر کو بلند کیا،پاؤں کو اسفل میں کر دیا اور بازوؤں کو پہلو میں کر دیا اور مناسب قد وقامت عطا فرمائی۔اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کئی انسان بدشکل بھی ہوتے ہیں؟میں(علامہ صاوی)اس کا جواب یہ دوں گا کہ''التشویہ''کو بنائے جنس کی جانب نسبت دی گئی ہے نہ کہ بہائم کی جانب،اور اگر کوئی شخص بدشکل اور خوش شکل میں موازنہ نہ کرے تو انسان کی صورت کو اچھا پائے گا۔ای عذاب الدنیا:یعنی آخرت کا عذاب،اسم اشارہ مذکورہ کلام کی جانب عائد ہے۔القرآن:اپنے نفس میں ظاہر اور غیر میں مظہر ہے۔منازلھم واھلیھم:اللہ کا فرمان:﴿ومن یؤمن باللہ﴾میں تغابن اور اس کی تفصیل کی وجوہ کا بیان ہے اور (یہ بیان)اس لئے بھی کیا گیا کہ اِس میں سعید اور شقی کی منازل کا بیان کیا گیا۔ (الصاوی، ج۶،ص۱۱۸وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۶

﴿ما اصاب من مصیبۃ الاباذن اللہ﴾بِقَضَائِہٖ﴿ ومن یؤمن باللہ﴾فِی قَوْلِہٖ اِنَّ الْمُصِیْبَۃَ بِقَضَائِہٖ﴿ یھد قلبہ﴾لِلصَّبْرِ عَلَیْھَا﴿ واللہ بکل شیء علیم (۱۱)واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین(۱۲)﴾اَلْبَیِّنُ﴿اللہ لا الہ الا ھو وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (۱۳)یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم﴾بِاَنْ تُطِیْعُوْھُمْ فِی التَّخَلُّفِ عَنِ الْخَیْرِ کَالْجِھَادِ وَالْھِجْرَۃِ فَاِنَّ سَبَبَ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ الْاِطَاعَۃُ فِی ذٰلِکَ﴿ وان تعفوا﴾عَنْھُمْ فِی تَثْبِیْطِھِمْ اِیَّاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ الْخَیْرِ مُعْتَلِّیْنَ

بِمُشَقَّةِ فِرَاقِكُمْ عَلَيْهِمْ﴿ وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحيم (۱۴)﴾انما اموالكم واولادكم فتنة﴿لَكُمْ شَاغِلَةٌ عَنْ أُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ﴿ والله عنده اجر عظيم(۱۵)﴾فَلَا تَفُوْتُوْهُ بِاشْتِغَالِكُمْ بِالْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾نَاسِخَةٌ لِقَوْلِهٖ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ﴿ واسمعوا﴾مَااُمِرْتُمْ بِهٖ سِمَاعَ قُبُوْلٍ﴿ واطيعوا وانفقوا﴾فِي الطَّاعَةِ﴿ خيرا لانفسكم﴾خَبَرُ يَكُنْ مُقَدَّرَةً جَوَابُ الْاَمْرِ﴿ ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون (۱۶)﴾اَلْفَائِزُوْنَ﴿ان تقرضوا الله قرضا حسنا﴾بِاَنْ تَتَصَدَّقُوْا عَنْ طِيْبِ قَلْبٍ﴿ يضعفه لكم﴾وَفِي قِرَاءَةٍ يُضَعِّفُهُ بِالتَّشْدِيْدِ بِالْوَاحِدَةِ عَشْرًا اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ وَاَكْثَرَ﴿ ويغفر لكم﴾مَايَشَاءُ﴿ والله شكور﴾مُجَازٍ عَلَى الطَّاعَةِ﴿ حليم(۱۷)﴾فِي الْعِقَابِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ﴿علم الغيب﴾السِّرِّ﴿ والشهادة﴾الْعَلَانِيَةِ﴿ العزيز﴾فِي مُلْكِهٖ﴿ الحكيم(۱۸)﴾فِي صُنْعِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے اذن (یعنی اس کی قضاء) سے اور وہ جو اللہ پر ایمان لائے (اس کے اس فرمان پر کہ مصیبت اللہ ﷻ کی قضاء سے ہے) اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمائے گا (اس مصیبت پر صبر کرنے کی......۱......) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور اللہ کا حکم مانو رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے (المبین بمعنی البین ہے) اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیویاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو (بھلائی سے پیچھے بیٹھ رہنے میں جیسے جہاد و ہجرت نہ کرنے میں ان کا کہا نہ مانو، اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے اہل خانہ کی باتوں میں ان امور سے رک گئے تھے......۲......) اور اگر معاف کرو (انہیں، کہ انہوں نے تمہیں اچھے کام سے روکا تھا اس وجہ سے کہ تمہاری جدائی ان پر انتہائی شاق تھی) اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے تمہارے مال اور بچے (تمہارے لیے) جانچ ہی ہیں (تمہیں دیگر امور اور آخرت سے مشغول رکھنے والے ہیں) اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے (تو اپنے اموال واولاد میں مشغول ہو کر اسے ہاتھ سے نہ جانے دو) تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے (یہ آیت مبارکہ اللہ ﷻ کے فرمان ''اتقوا اللہ حق تقاتہ'' کے لیے ناسخ ہے) اور سنو (جو تمہیں حکم دیا قبول کرنے کے ارادے سے) اور حکم مانو اور (بھلائی میں) خرچ کرو اپنے بھلے کو (''خیرا لانفسکم'' ''یکن'' مقدر کی خبر ہے، ترکیب میں جواب امر بن رہا ہے) اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچا یا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں (یعنی کامیاب ہیں) اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یوں کہ خوش دلی سے صدقہ خیرات کرو گے ......۳......) وہ تمہارے لیے اس کے دونے کر دے گا (ایک قرائت میں ''یضعفہ'' کو مشدد پڑھا گیا ہے یعنی ایک کے بدلے میں دس سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دے گا قرض حسن سے مراد خوش دلی سے مال صدقہ خیرات کرنا ہے) اور تمہارے لئے بخش دے گا (جو چاہے گا) اور اللہ شکور ہے (بھلائی کا بدلہ دینے والا) حکم والا ہے (کہ گناہ پر عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا) ہر غیب (یعنی نہاں) اور شہادت (یعنی عیاں) کا جاننے والا (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والا (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ما اصاب من مصيبة الا باذن الله﴾

ما اصاب: فعل نفی، من: جار زائد، مصیبۃ: فاعل، الا: اداۃ حصر، باذن اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن یومن باللہ یھد قلبہ واللہ بکل شیء علیم﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یومن باللہ: جملہ فعلیہ شرط، یھد قلبہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتدا، بکل شیء علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین﴾

و: عاطفہ، اطیعوا اللہ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اطیعوا الرسول: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، تولیتم: فعلیہ شرط، جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، علی رسولنا: ظرف مستقر خبر مقدم، البلغ المبین: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿اللہ لا الہ الا ھو وعلی اللہ فلیتوکل المومنون﴾

اللہ: مبتدا، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، علی اللہ ظرف لغو مقدم، ف: زائد، لیتوکل: فعل امر با فاعل، المومنون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا ان من ازوجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، ان: حرف مشبہ، من: جار، ازوجکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولادکم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، عدوا: موصوف، لکم: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ف: فصیحیہ، احذروھم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان اعرفتم ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تعفوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تصفحوا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تغفروا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، غفور رحیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، اموالکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولادکم: معطوف، ملکر مبتدا، فتنۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، اللہ: مبتدا، عندہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، اجر عظیم: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم﴾

ف: فصیحیہ، اتقوا اللہ: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال ومفعول، ما استطعتم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اسمعوا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اطیعوا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، انفقوا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، خیرا لانفسکم: شبہ جملہ فعل محذوف "واتوا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف رابع، ملکر شرط محذوف "ان علمتم انہ تعالی جعل اموالکم واولادکم فتنۃ لکم شاغلۃ عن امورا لاخرۃ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یوق: فعل مجہول با نائب الفاعل، شح نفسہ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک ھم المفلحون: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعفہ لکم ویغفرلکم﴾

ان: شرطیہ، تـقـرضـوا اللہ: فعل بافاعل ومفعول، قـرضـاحسنا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یضعفه لکم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یغفر لکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واللہ شکور حلیم علم الغیب والشھادۃ العزیز الحکیم﴾

و: عاطفہ، الـلـہ: مبتدا، شـکـور حـلـیـم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، عـلـم الـغـیـب والشـھـادۃ: "ھـو" مبتدامحذوف کی خبراول، العزیز الحکیم: خبر ثالث، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......فـاحـذروھم......☆ چند مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے بیوی بچوں نے انہیں منع کیا اور کہا ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کرسکیں گے، تم چلے جاؤ گے ہم تمہارے پیچھے ہلاک ہوجائیں گے، یہ بات ان پر اثر کرگئی اور وہ ٹھہر گئے کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے ہجرت کی تو انہوں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہوگئے ہیں، یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی بی بی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہ قصد کیا کہ ان کا خرچ بند کردیں کیونکہ وہی لوگ انہیں ہجرت سے مانع ہوئے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سید عالم ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والے اصحاب علم وفقہ میں ان سے منزلوں آگے نکل گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اپنے بی بی بچوں سے درگزر کرنے اور معاف کرنے کی ترغیب فرمائی گئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مصیبت پر صبر کرنے کی تلقین:

ا......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ما اصـاب مـن مـصیبة الا بـاذن الـلـہ کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے (التغابن: ۱۱)﴾۔ ابن عباس کہتے ہیں مراد اللہ ﷻ کے حکم کی پیروی کرنا ہے، یعنی اللہ ﷻ کی قدرت ومشیت پر راضی رہنا ہے۔ جو اللہ ﷻ کی جانب سے ملنے والی مصیبت کو آزمائش سمجھ کر قبول کرتا ہے وہ جان لے کہ یہ مصیبت اللہ ﷻ کی قدرت وقضاء کے سبب سے ہے، پس صبر کا دامن پکڑے رہے، اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور اللہ ﷻ کی قضاء کو قبول کرے، پس اللہ ﷻ اس کے دل کو ہدایت سے بھر دے گا، دنیا میں جو کچھ اس سے رہ گیا اس کا عوض عطا فرمائے گا، یقین کی دولت عطا فرمائے گا اور خیر (مزید) عطا فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ومن یومن باللہ یھد قلبہ اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا (التغابن: ۱۱)﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ بندے کو یقین قلبی عطا فرمائے گا پس وہ جان لے گا کہ اُسے جو مصیبت پہنچی ہے وہ اسی کی خطاؤں کا نتیجہ ہے اور اگر وہ خطائیں نہ کرتا تو اُسے ایسی مصیبت نہ پہنچتی۔ (ابن کثیر، ج ٤، ص ٤٤٦ وغیرہ)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے حتی کہ پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے تو اللہ ﷻ اس کے عوض اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے"۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ ﷻ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے دنیا میں مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے"۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بندے کا درجہ اللہ ﷻ کے نزدیک متعین ہوتا ہے اگر وہ بندہ اپنے اعمال کے ذریعے اس مقام تک نہیں پہنچ پاتا تو اللہ ﷻ اُس کے جسم میں مصیبت پیدا کردیتا ہے جس پر صبر کرکے بندہ اُس مقام تک پہنچ جاتا ہے"۔

(تنبیه الغافلین، باب: الصبر علی البلاء والشدۃ، ص ۱٤۱ وغیرہ)

دین کے معاملے میں اھل وعیال کی بات کا معیار:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم اے ایمان والو تمہاری کچھ بی بیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو (التغابن:۱۴)﴾۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اگر اہل وعیال قطع رحمی، اللہ عزوجل کی نافرمانی کی دعوت دیں تو ان کی بات نہ مانی جائے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ تمہارے بی بی بچے تمہارے لئے دین کے معاملے میں دشمن ہیں پس دینی معاملے میں انکی بات ماننے سے بچو۔ (الطبری، الجزء:۲۸، ص ۱۴۱)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاطاعة لاحد فی معصیت اللہ یعنی اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں''۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج ۲۱، ص۱۸۷)

خوش دلی سے صدقہ وخیرات کرنا چاھیے:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا یضعفه لکم ویغفر لکم اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لئے اس کے دونے کردے گا اور تمہیں بخش دے گا (التغابن:۱۷)﴾۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ مال میں اضافہ ہی کرتا ہے''۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الحسن بن عبدالرحمن، رقم: ۴۷۰، ج۳، ص ۱۹۰)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عزوجل درگزر کرنے والے بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرماتا ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: استحباب العفو، رقم: (۶۴۸۷)/۲۵۸۸، ص۱۲۷۸)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر وہ دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! روک رکھنے والے کا مال ضائع فرما''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالی فاما من اعطی، رقم: ۱۴۴۲، ص۲۳۳)

اغراض: فی قوله: مراد قائل کا قول ہے: مصیبت اللہ کی قضاء سے مقدر ہوتی ہے، اور اس کا دل اس بات پر مطمئن بھی ہو اور اس کی تصدیق بھی کرے نہ کہ فقط زبان سے: ''انا للہ وانا الیه راجعون'' کہہ لے اور فقط زبان سے کہہ لینے سے صبر کرنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ ان تطیعوھم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مضاف مقدر ہے، تقدیر کلام یوں ہے: ''فاحذروا طاعتھم''۔ کالجهاد والھجرۃ: ماقبل شان نزول ملاحظہ فرمائیں۔ فی تثبیطھم: یعنی ان (تمہارے بیوی بچوں کا) تمہاری طرف مشغول ہونا اور تمہیں ہجرت سے سستی دلانا۔ ناسخة لقوله اتقوا اللہ حق تقاته: معنی یہ ہے کہ اللہ کی ایسی فرمانبرداری کرو کہ اس کی نافرمانی نہ ہونے پائے، ایسا ذکر کرو کہ بھولو نہیں، ایسا شکر کرو کہ ناشکری نہ ہو اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: اللہ کی قدر جان کر اس کا حق کیسے ادا کیا جائے؟ پس بعض صحابہ نے اس قدر قیام کیا کہ ان کے پاؤں متورم ہو گئے، پس اللہ نے تخفیف فرمائی، پس اللہ نے فرمایا: ﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم﴾ اور مفسر کا اس آیت کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ آیت مذکورہ ناسخ نہیں بلکہ مبنی ہے، پس اس لحاظ سے ﴿اتقوا اللہ حق تقاته﴾ مجمل ہے اور ﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم﴾ مفصل ہے، کیونکہ انسان کی استطاعت آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتی ہیں اور ہر ایک اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق اپنی جان لگا کر اللہ کی طاعت اختیار کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر انسان کی استطاعت برابر نہیں ہوتی اور متذکرہ آیت ﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم﴾ مکلف ہونے کے بیان میں نازل ہوئی ہے اور ﴿اتقوا اللہ حق تقاته﴾ کی ناسخ یا محکم نہیں ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۱۲۰ وغیرہ)

سورۃ الطلاق مدنیۃ وھی اثنتی عشرۃ آیۃ

(سورۂ طلاق مدنی ہے جس میں بارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الطلاق

اس سورت میں دو رکوع، بارہ آیتیں، دوسوانچاس کلمے، ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔ دور جاہلیت میں عرب کا معاشرہ اول تا آخر بگڑ چکا تھا، لغورسوم ورواج کی پابندیوں نے ان کی زندگیوں کو باہمی اعتماد اور سچی خوشیوں سے محروم کر دیا تھا۔ نکاح، طلاق، عدت، رضاعت، نان نفقہ اور دوسرے مسائل جن کا عائلی زندگی سے گہرا تعلق تھا ہر قسم کی معقولیت سے عاری تھے۔ اسلام نے ایک دم ان کو درہم برہم کر کے رکھ دیا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدریجی اقدامات کئے۔ دور جاہلیت میں شوہر اپنی عورت کو نا جانے کتنی کتنی طلاقیں دے سکتا تھا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیا کرتا جس کی وجہ سے عورت کی زندگی اس کے لئے عذاب بن کے رہ گئی تھی۔ سورۂ بقرہ کی آیت دوسوانتیس میں بیان کر دیا کہ شوہر صرف اپنی عورت کو زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں دے سکتا ہے اس کے بعد وہ رجوع نہیں کرسکتا۔ اور مدخولہ عورت کی عدت بھی بتادی کہ تین حیض ہے اور جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کے بارے میں بھی بتادیا کہ اس کی کتنی عدت ہے اور ازدواجی زندگی کا ایک حکم بیان فرمایا کہ اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہوگئی تو عورت اسی وقت نکاح کرسکتی ہے اور اس کو عدت گزارنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب مطلقہ عورت اپنی عدت گزار رہی ہو تو اس وقت اس کی سکونت اور نفقہ کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی اور شیر خوار بچے کی رضاعت کا انتظام اور اخراجات کون برداشت کرے گا؟۔ انسان جب ان آیات پر غور وفکر کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ احکام پر عمل کرنے سے اس کا رب ﷻ کتنا خوش ہوتا ہے پھر بڑی خوش دلی سے ان احکام کو بجالاتا ہے پھر چاہے کتنا ہی خسارہ برداشت کرنا پڑے۔

رکوع نمبر: ۱۷

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یایھا النبی﴾اَلْمُرَادُ وَاُمَّتُهٗ بِقَرِیْنَةِ مَابَعْدَهٗ اَوْقُلْ لَهُمْ﴿اذا طلقتم النساء﴾اَرَدْتُّمُ الطَّلَاقَ﴿ فطلقوهن لعدتهن﴾لِاَوَّلِهَا بِاَنْ یَّكُوْنَ الطَّلَاقُ فِیْ طُهْرٍلَمْ تَمَسَّ فِیْهِ لِتَفْسِیْرِهٖ بِذٰلِكَ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ﴿ واحصوا العدة﴾اِحْفَظُوْها لِتَرَاجَعُوْا قَبْلَ فَرَاغِهَا﴿واتقوا الله ربكم﴾اَطِیْعُوْهُ فِیْ اَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ﴿ لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن﴾مِنْهَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتَهُنَّ﴿ الا ان یأتین بفاحشة﴾زِنًا﴿ مبینة﴾بِفَتْحِ الْیَاءِ وَكَسْرِهَا اَیْ بَیَّنَتْ اَوْبَیِّنَةٍ فَیَخْرُجْنَ لِاِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَیْهِنَّ ﴿ وتلك﴾الْمَذْكُوْرَاتُ﴿ حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك ﴾الطَّلَاقِ﴿امرا (۱)﴾مُرَاجَعَةٍ فِیْمَا اِذَا كَانَ وَاحِدَةً اَوْ اِثْنَتَیْنِ ﴿فاذا بلغن اجلهن﴾قَارَبْنَ اِنْقِضَاءَ عِدَّتِهِنَّ﴿ فامسكوهن﴾بِاَنْ تُرَاجِعُوْهُنَّ﴿ بمعروف﴾مِنْ غَیْرِ ضِرَارٍ﴿ اوفارقوهن بمعروف﴾اُتْرُكُوْهُنَّ حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتُهُنَّ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ بِالْمُرَاجَعَةِ﴿ واشهدوا ذوی عدل منكم﴾عَلَی الرُّجْعَةِ اَوِ الْفِرَاقِ﴿ واقیموا الشهادة لله﴾لَا لِلْمَشْهُوْدِ عَلَیْهِ اَوْ لَهٗ﴿ ذلكم یوعظ به من كان یؤمن بالله والیوم الاخر ومن یتق الله یجعل له مخرجا (۲)﴾مِنْ كُرَبِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴿ویرزقه من حیث لایحتسب﴾یَخْطُرُ بِبَالِهٖ﴿ ومن یتوكل علی الله﴾فِیْ اُمُوْرِهٖ﴿

فهو حسبه ﴾ كَافِيْهِ ﴿ ان الله بالغ امره ﴾ مُرَادِهِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالْإِضَافَةِ ﴿ قد جعل الله لكل شيء ﴾ كَرُخَاءٍ وَّشِدَّةٍ ﴿ قدرا (٣) ﴾ مِيْقَاتًا ﴿ والّئى ﴾ بِهَمْزَةٍ وَيَاءٍ وَبِلا يَاءٍ فِي الْمَوْضِعَيْنِ ﴿ يئسن من المحيض ﴾ بِمَعْنَى الْحَيْضِ ﴿ من نسائكم ان ارتبتم ﴾ شَكَكْتُمْ فِي عِدَّتِهِنَّ ﴿ فعدتهن ثلثة اشهر والّئى لم يحضن ﴾ لِصِغَرِهِنَّ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَالْمَسْأَلَتَانِ فِي غَيْرِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ اَمَّا هُنَّ فَعِدَّتَهُنَّ مَا فِي آيَةِ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴿ واولات الاحمال اجلهن ﴾ اِنْقِضَاءِ عِدَّتِهِنَّ مُطَلَّقَاتٍ اَوْ مُتَوَفّٰى عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ ﴿ ان يضعن حملهن ومن يتق الله يجعل له من امره يسرا (٤) ﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴿ ذلك ﴾ الْمَذْكُوْرُ فِي الْعِدَّةِ ﴿ امر الله ﴾ حُكْمُهُ ﴿ انزله اليكم ومن يتق الله يكفر عنه سياته ويعظم له اجرا (٥) اسكنوهن ﴾ اَيِ الْمُطَلَّقَاتِ ﴿ من حيث سكنتم ﴾ اَيْ بَعْضَ مَسَاكِنِكُمْ ﴿ من وجدكم ﴾ اَيْ سَعَتِكُمْ عَطْفُ بَيَانٍ اَوْبَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهُ بِاِعَادَةِ الْجَارِ وَتَقْدِيْرُ مُضَافٍ اَيْ اَمْكِنَةَ سَعَتِكُمْ لَا مَادُوْنَهَا ﴿ ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن ﴾ الْمَسَاكِيْنَ فَيَحْتَجْنَ اِلَى الْخُرُوْجِ اَوِلنَّفْقَةِ فَيَفْتَدِيْنَ مِنْكُمْ ﴿ وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم ﴾ اَوْلَادَكُمْ مِنْهُنَّ ﴿ فاتوهن اجورهن ﴾ عَلَى الْاِرْضَاعِ ﴿ واتمروا بينكم ﴾ وَبَيْنَهُنَّ ﴿ بمعروف ﴾ بِجَمِيْلٍ فِي حَقِّ الْاَوْلَادِ بِالتَّوَافُقِ عَلٰى اَجْرٍ مَعْلُوْمٍ عَلَى الْاِرْضَاعِ ﴿ وان تعاسرتم ﴾ تَضَايَقْتُمْ فِي الْاِرْضَاعِ فَامْتَنَعَ الْاَبُ مِنَ الْاُجْرَةِ وَالْاُمُّ مِنْ فِعْلِهِ ﴿ فسترضع له ﴾ لِلْاَبِ ﴿ اخرى (٦) ﴾ وَلَا تُكْرِهُ الْاُمُّ عَلٰى اِرْضَاعِهِ ﴿ لينفق ﴾ عَلَى الْمُطَلَّقَاتِ وَالْمُرْضِعَاتِ ﴿ ذوسعة من سعته ومن قدر ﴾ ضُيِّقَ ﴿ عليه رزقه فلينفق مما اته ﴾ اَعْطَاهُ ﴿ الله ﴾ عَلٰى قَدْرِهِ ﴿ لا يكلف الله نفسا الا ما اتها سيجعل الله بعد عسر يسرا (٧) ﴾ وَقَدْ جَعَلَهُ بِالْفُتُوْحِ.

﴿ترجمہ﴾

اے نبی (مابعد قرینے کی وجہ یہاں نبی سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے یا مراد ہے "قل لھم......الخ") جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو (یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو) تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو (یوں کہ انہیں اس میں طلاق دو جس میں ان سے صحبت نہ کی ہو......١......حضور ﷺ نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے) اور عدت کا شمار رکھو (یعنی اس کی محافظت رکھو تا کہ عدت سے فراغت ہونے سے پہلے تم ان سے رجوع کر سکو) اور اپنے رب اللہ سے ڈرو (اس کے امر ونہی میں اس کی فرمانبرداری کرو) عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں (گھروں سے جب تک ان کی عدت پوری نہ ہو جائے ......٢......) مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (تو اس صورت میں ان پر حد قائم کرنے کے لیے انہیں گھروں سے نکل جائے گا، "مبینة" کو یاء مفتوحہ ومکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی بینت یا بینة ہے) اور یہ (جو مذکور ہوا ہے) اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد (یعنی اس طلاق کے بعد) کوئی نیا حکم بھیجے (رجوع کرنے کا جب کہ ایک یا دو طلاقیں واقع ہوئی ہوں) تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں (یعنی اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہو جائیں) تو انہیں روک لو (یوں کہ ان سے رجوع کر لو) بھلائی کے ساتھ (بے نقصان پہنچائے) یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو (یعنی انہیں چھوڑ رکھو کہ ان کی عدت پوری ہو لے، رجعت کر کے انہیں ضرر نہ دو......٣......) اور اپنے میں کے دو ثقہ کو گواہ کر لو (رجعت

یا فراغت پر ......۲......)اور اللہ کے لیے گواہی قائم رکھو (نہ کہ مشہود علیہ اور مشہود کے لیے)اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے (اس کے کاموں میں) نکلنے کی راہ بنادے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو (اس کے دل میں خیال بھی نہ ہو)اور جو اللہ پر بھروسہ کرے (اپنے کاموں میں) تو وہ اسے کافی ہے......۵...... (حسبه بمعنی كافيه ہے) بیشک اپنا امر (یعنی اپنی مراد) پوری فرمانے والا ہے (ایک قرائت میں اسے اضافت کے ساتھ پڑھا گیا ہے)اور بیشک اللہ نے ہر چیز کا (جیسے کشادگی اور شدت کا) وقت رکھا ہے (قدرا بمعنی میقاتا ہے)اور وہ ("اللائی" کو ہمزہ اور یاء کے ساتھ اور بغیر یاء کے ساتھ دونوں مقامات میں پڑھا گیا ہے) جنہیں حیض کی امید نہ رہی (المحیض بمعنی الحیض ہے)تمہاری عورتوں میں سے اگر تمہیں شک ہو (ان کی عدت کے بارے میں ،ارتبتم بمعنی شککتم ہے)تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں (نابالغی کی وجہ سے) حیض نہ آیا (تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے ،یہ دو مسئلے اس عورت کے بارے میں ہیں جس کے شوہر کا انتقال نہ ہوا کہ جن عورتوں کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو تو ان کی عدت سورۃ بقرۃ کی آیت "یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا" کے سبب چار ماہ دس دن ہے)اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے (یعنی ان کی عدت پوری ہونے کی میعاد یہ ہے خواہ وہ عورتیں مطلقہ ہوں یا ان کے شوہر وفات پا گئے ہوں......۶......) کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمادے گا (دنیا اور آخرت میں) یہ (جو عدت کے بارے میں مذکورہ ہوا) اللہ کا حکم ہے (امر الله بمعنی حكمه ہے) کہ اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا انہیں (یعنی مطلقہ عورتوں کو)وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو (یعنی اپنے گھر کے کسی ایک کمرے میں) اپنی طاقت بھر (وجدكم بمعنی سعتكم ہے ،یہ عطف بیان ہے حرف جر کے اعادہ کے ساتھ ماقبل سے بدل ہے اور اس کا مضاف مقدر ہے اصل میں یوں ہے "ای امکنة سعتكم لا ما دونها")اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگ ہو جائیں (کمرے اور وہ گھر سے نکلنے اور نفقہ کی محتاج ہو جائیں پھر انہیں تم سے چھٹکارہ حاصل کرنا پڑ جائے)اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ وہ وضع حمل کریں پھر اگر وہ تمہارے لیے (تمہارے ان سے ہونے والے بچوں کو) دودھ پلائیں تو انہیں (ان کے دودھ پلانے پر)ان کی اجرت دو اور تم (اور وہ) آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو (جو کہ دودھ پلانے کی اجرت کے معلوم ہونے پر تمہاری اپنی اولاد کے حق میں اچھا ہو......۷......بمعروف بمعنی بجمیل ہے) پھر اگر باہم مضائقہ کرو (دودھ پلانے کے معاملے میں کہ باپ اجرت دینے اور ماں بغیر اجرت دودھ پلانے سے منع کر دے ،تعاسرتم بمعنی تضایقتم ہے) تو قریب ہے کہ اسے (یعنی باپ کو) اور دودھ پلانے والی مل جائے گی (اور ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا) چاہیے کہ خرچ کرے (مطلقہ عورتوں پر یا دودھ پلانے والیوں پر) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا (قدر بمعنی ضيق ہے) وہ اس میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے دیا (اپنے مقدور کے مطابق خرچ کرے ،اتاه بمعنی اعطاه ہے) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا (اور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو جنگی فتوحات عطا فرما کر کشادگی کر دی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم﴾

یایها النبی : نداء ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،طلقتم النساء :فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،ف :جزائیہ ،طلقوهن :فعل امر بافاعل ومفعول ،هن :ضمیر مفعول ،لعدتهن :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ ،و :عاطفہ ،احصوا العدۃ :فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول ،و : عاطفہ ،اتقوا اللہ ربکم : جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿لا تخرجوھن من بیوتھن و لا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ﴾

لاتخرجوھن: فعل نہی بافاعل ومفعول،من بیوتھن: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،لایخرجن :فعل نہی ونون نسوۃ ذوالحال،الا :اداۃ حصر،ان :مصدریہ ،یاتین :فعل بافاعل ،بفاحشۃ مبینۃ :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر ب جار مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ﴾

و : مستانفہ ،تلک :مبتدا،حدود اللہ : خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ،و :عاطفہ ،من :شرطیہ مبتدا،یتعد حدود اللہ : فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ،ف :جزائیہ ،قد :تحقیقیہ ،ظلم نفسہ : فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا﴾

لاتدری: فعل نفی بافاعل ،لعل اللہ :حرف مشبہ واسم ،یحدث :فعل بافاعل ،بعدذلک :ظرف ،امرا :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ﴾

ف: عاطفہ ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،بلغن اجلھن :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ،ف : جزائیہ ،امسکو :فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال ،بمعروف :ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،ھن :ضمیر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،او :عاطفہ ،فارقوا :فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال ،بمعروف :ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،ھن :ضمیر مفعول،و : عاطفہ ،اشھدوا :فعل امر بافاعل ،ذوی عدل : موصوف ،منکم :ظرف مستقر صفت ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و : عاطفہ ،اقیموا الشھادۃ :فعل امر بافاعل ومفعول،للہ :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلکم یوعظ بہ من کان یومن باللہ والیوم الاخر﴾

ذلکم : مبتدا،یوعظ :فعل مجہول،بہ :ظرف لغو،من :موصولہ ،کان یومن باللہ والیوم الاخر :جملہ فعلیہ صلہ،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب﴾

و : مستانفہ ،من :شرطیہ مبتدا،یتق اللہ :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،یجعل لہ :فعل بافاعل وظرف لغو،مخرجا :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،یرزقہ :فعل بافاعل ومفعول،من : جار،حیث :مضاف،لایحتسب : جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ﴾

و : عاطفہ ،من :شرطیہ مبتدا،یتوکل علی اللہ: جملہ فعلیہ ہو کر شرط ،ف : جزائیہ ،ھو :مبتدا،حسبہ : خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ

شرط ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بالغ امرہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قد جعل اللہ لکل شیء قدرا والئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر﴾

قد: تحقیقیہ، جعل اللہ: فعل وفاعل، لکل شیء: ظرف لغو، قدرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، الئی: موصول، یئسن: فعل "ھن" ضمیر مستقر ذوالحال، من نسائکم: حال، ملکر فاعل، من المحیض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ان: شرطیہ، ارتبتم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، عدتھن: مبتدا، ثلثۃ اشھر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والئی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن﴾

و: عاطفہ، الئی: موصول، لم یحضن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر "فکذلک" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ فعلیہ بتاویل، و: عاطفہ، اولات الاحمال: مبتدا، اجلھن: مبتدا، ان: مصدریہ، یضعن حملھن: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتق اللہ: جملہ فعلیہ شرط، یجعل لہ: فعل بافاعل وظرف لغو، من امرہ: ظرف مستقر حال مقدم، یسرا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا﴾

ذلک: مبتدا، امر اللہ: ذوالحال، انزلہ الیکم: جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتق اللہ: جملہ فعلیہ شرط، یکفر عنہ سیاتہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعظم لہ اجرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن﴾

اسکنوھن: فعل امر بافاعل ومفعول، من حیث سکنتم: جار مجرور مبدل منہ، من وجدکم: جار مجرور بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتضاروھن: فعل نہی بافاعل ومفعول، لام: جار، تضیقوا علیھن: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، کن اولات: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انفقوا علیھن: فعل امر بافاعل وظرف لغو، حتی: جار، یضعن حملھن: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن واتمروا بینکم بمعروف﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، ارضعن لکم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اتوھن: فعل امر بافاعل ومفعول، اجورھن: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتمروا: فعل امر بافاعل، بینکم: ظرف، بمعروف: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تعاسرتم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، س: حرف استقبال، ترضع لہ: فعل وظرف لغو، اخری: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لینفق ذو سعة من سعته و من قدر علیه رزقه فلینفق مما اته الله﴾

لام: لام امر، ینفق: فعل امر، ذو سعة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، قدر علیہ: فعل مجہول وظرف لغو، رزقہ: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لینفق: فعل امر با فاعل، مما اته الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یکلف الله نفسا الا ما اتها سیجعل الله بعد عسر یسرا﴾

لا یکلف الله: فعل نفی وفاعل، نفسا: مفعول اول، الا: اداۃ حصر، ما اتها: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، س: حرف استقبال، یجعل الله: فعل وفاعل، بعد عسر: ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، یسرا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایها النبی......☆ یہ آیت عبداللہ بن عمر کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے ایام مخصوصہ میں طلاق دی تھی، حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخولہ بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہروں کے پاس گئی ہوں)۔

☆......ومن یتق الله یجعل له مخرجا......☆ عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کرلیا تو عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے رہو۔ عوف رضی اللہ عنہ نے گھر آکر اپنی بی بی سے کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کردیا وہ پڑھ رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہوگیا تھا اور اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی لے آیا، عوف رضی اللہ عنہ نے خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ کیا یہ بکریاں ان کے لئے حلال ہیں؟ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......والئی یئسن من المحیض......☆ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ حیض والی عورتوں کی عدت تو معلوم ہوگئی جو حیض والی نہ ہوں ان کی کیا عدت ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

طلاق کی اقسام ومسائل:

۱......لغوی اعتبار سے طلاق کے معنی "قید سے آزاد کرنے" اور "تخلیہ کرنے کے ہیں" جبکہ شرعی معنی "ملک نکاح سے آزاد کرنا" طلاق کہلاتا ہے پھر طلاق کی تین اقسام ہیں: (۱)......طلاق احسن: یہ ہے کہ آدمی اپنی منکوحہ کو حالت طہر میں، جس میں صحبت نہ کی ہو، ایک طلاق دے کر بغیر دوسری طلاق دیئے چھوڑ دے یہانتک کہ اسکی عدت کا وقت گزر جائے۔ (۲)......طلاق بدعت: ایک ہی جملہ میں تین طلاقیں دیدینا یا ایک طہر میں تین طلاقیں دیدینا طلاق بدعت کہلاتا ہے۔ (۳)......طلاق سنت: یہ ہے کہ کوئی شخص تین طہر میں تین طلاقیں دے۔ (التعریفات، ص ۱۱۷، بہار شریعت، باب ہشتم، ج ۱، ص ۶، ملخصاً)

☆...... "ابغض الحلال الی اللہ تعالی الطلاق اللہ عزوجل کو حلال چیزوں میں سے طلاق دینا سب سے زیادہ ناپسند ہے"۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الطلاق ،باب فی کراهیة الطلاق ،ص ٤٠٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے اور ٹیڑھی ہی چلے گی، اگر تجھے اس سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس سے اسی حال پر نفع اٹھا اگر سیدھا کرنا چاہے گا تو ٹوٹ جائیگی اور اسکا توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔" (صحیح مسلم ،کتاب الرضاع ،باب الوصية بالنساء، ص ٦٩٦)

لہٰذا ضروری ہے کہ زن وشوہر باہم اچھے طریقہ سے رہیں تا کہ طلاق کی نوبت نہ آئے کیونکہ **لان الاصل فی الطلاق هو الحظر و الاباحة لحاجة الخلاص۔** (الهداية، كتاب الطلاق ،باب طلاق السنه ، ج٣،ص١٣٢)

دل میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ اتنی بلند آواز سے کہ جس کو مانع نہ ہونے پر خود سن سکے واقع ہو جاتی ہے۔ (الفتاوى الرضوية ، كتاب الطلاق، ج ١٢، ص ٣٨١)

عدت کے چند ضروری مسائل:

۱......نکاح یا شبہ نکاح کے زوال کے بعد (ایک وقت تک) عورت کا نکاح سے رکنا عدت کہلاتا ہے۔(التعریفات، ص ١٥١)۔ نئے نکاح کے لئے مدت کے گزر جانے کا انتظار کرنا بھی عدت کہلاتا ہے۔ (رد المحتار، ج ٥،ص ١٧٧)

ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور ایک سال کامل وہ شوہر کے ہاں رہ کر نان نفقہ پانے کی مستحق ہوتی تھی، پھر ایک سال کی عدت تو ﴿یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (البقرۃ:٢٣٤)﴾ سے منسوخ ہوگئی جس میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر فرمائی گئی اور سال بھر کا نفقہ آیت میراث سے منسوخ ہوا جس میں عورت کا حصہ شوہر کے ترکے میں مقرر کیا گیا، لہٰذا اب اس وصیت کا حکم باقی نہ رہا، حکمت اسکی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اپنے مورث کی بیوہ کا نکلنا یا غیر سے نکاح کرنا بالکل گوارا ہی نہ کرتے اور اسکو عار سمجھتے تھے اس لئے اگر ایک دم چار ماہ دس دن کی عدت مقرر کی جاتی تو یہ ان پر گراں گزرتا لہٰذا انہیں بتدریج راہ پر لایا گیا۔

(خزائن العرفان، حاشية: ٩،ص٤٨)

اب ہم نفقہ، سکنٰی اور کسوہ سے متعلق موضوع کی مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام کی معتبر کتب کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿لاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن الا ان ياتين بفاحشة﴾ عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (الطلاق:١)﴾ ایک قول کے مطابق اس سے مراد فاحشہ عورت ہے کہ وہ خود کو باہر نکلنے سے روکے رکھے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا کار ہیں کہ انہیں حد کے نافذ کرنے کے لئے ضرور نکالا جائے گا اور وہ عورت کے جس کا شوہر انتقال کر گیا تو اس عورت کے لئے نفقہ واجب نہیں لہٰذا وہ حاجت کی صورت میں دن کے وقت طلب معاش کے لئے نکلے گی اور رات پھیلنے سے قبل گھر واپس ہو جائے گی، اور مطلقہ ایسا نہ کرے کیونکہ اس کا نفقہ اسکے شوہر کے گھر پر ہے یہاں تک کہ عورت عدت کے نفقہ کے عوض خلع کرلے تو ایک قول کے مطابق وہ دن کے وقت میں طلب معاش کے لئے نکلے گی اور ایک قول کے مطابق نہ نکلے گی اس لئے کہ اس سے عدت کا نفقہ ساقط ہو گیا ہے ہاں سکنٰی کا حق عورت معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ (الهداية ، كتاب الطلاق،باب :العدة، ج٣،ص ٢٩٨ ملخصاً)

(۲)......مرد پر لازم ہے کہ سال میں دو جوڑے کپڑے کے ہر چھ ماہ بعد عورت کو دے جیسا کہ المبسوط میں ہے۔ طلاق والی عورت نفقہ اور سکنٰی پائے گی چاہے طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں دی ہوں یا حاملہ ہو یا نہ ہو جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں مذکور

ہے۔ (الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقۃ الزوج، ج۱، ص ۵۷۸ وغیرہ)

(۳)...... اگر خاوند بیوی کو ایسے مکان میں رہائش دیتا ہے جہاں عورت اکیلی ہے اور عورت قاضی سے شکایت کرے کہ خاوند اسے پیٹتا اور اذیت دیتا ہے اور قاضی سے یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ خاوند کو حکم دے کہ وہ ایسی جگہ رہائش دے جہاں اردگرد نیک لوگ ہوں جو خاوند کی نیکی اور بدی معلوم کرسکیں لہٰذا قاضی جانتا ہو کہ عورت کی شکایت درست ہے تو وہ خاوند کو ڈانٹ کر اس کو زیادتی سے منع کرے اور اگر قاضی کو معلوم نہ ہو تو وہ معلوم کرے کہ اگر اردگرد والے نیک لوگ ہیں تو عورت کو وہاں رہنے پر پابند کرے لیکن ساتھ ہی قاضی پڑوسیوں سے خاوند کے سلوک کے متعلق معلومات حاصل کریں اگر پڑوسی عورت کی شکایت کی تائید کریں تو قاضی خاوند کو ڈانٹے اور زیادتی سے منع کرے، اگر پڑوسی لوگ کہیں کہ خاوند کوئی زیادتی اور اذیت نہیں دیتا تو قاضی عورت کو اسی مکان میں رہنے کا پابند کرے اور اگر عورت کے پڑوس میں کوئی قابل اعتماد شخص نہ ہو یا پڑوسی خاوند کے طرفدار ہوں تو پھر قاضی خاوند کو حکم دیگا کہ عورت کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہائش دے اور پھر قاضی کو چاہئے کہ اس معاملے کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور پڑوسیوں کے بیان کو کاروائی کی بنیاد بنادے محیط میں ایسا ہی مذکور ہے۔ (المرجع السابق)

(۴)...... اگر فی الواقع عدت گزر چکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہو گیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہو لیے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جس کے سبب نفقہ لازم ہو، فی ردالمحتار النفقۃ تابعۃ للعدۃ یعنی نفقہ عدت کے تابع ہے۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج۱۳، ص ۴۱۵)

(۵)...... ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ہے سب کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں (زوج وزوجہ) خوشحال ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگ دست ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر واجب ہے، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب دونوں میں سے ایک امیر اور دوسرا غریب ہو، اور مفتی بہ قول کے مطابق دونوں کے حال کی رعایت پر درمیانہ نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زائد ہو۔ (الفتاوی الرضویۃ، ج۱۳، ص ۴۲۷)

(۶)...... کھانا پکانے کے تمام برتن اور سامان شوہر پر واجب ہے مثلاً چکی، ہانڈی، توا، چمٹا، رکابی، پیالہ، چمچہ، وغیرہا جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے حسب حیثیت اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط۔ یوہیں حسب حیثیت اثاث البیت دینا واجب ہے مثلاً چٹائی، دری، قالین، چارپائی، لحاف، توشک، تکیہ، چادر وغیرہا۔ یوہیں کنگھا، تیل، سر دھونے کے لئے کھلی وغیرہ اور صابن یا بیسن میل دور کرنے کے لئے اور سرمہ، مسی، مہندی دینا شوہر پر واجب نہیں اگر لائے تو عورت کو استعمال ضروری ہے۔ عطر، خوشبو وغیرہ کی اتنی ضرورت ہے جس سے بغل اور پسینے کی بو دفع کرسکے۔ (بہار شریعت، حصہ ہشتم، ج۱، ص ۸۱)

رجعت کی ضروری صورتوں کا بیان:

سؔ......عورت کو عدت کے دنوں میں پہلے نکاح پر باقی رکھنے کو رجعت کہتے ہیں اور جو ایسا کرے گویا اس نے رجوع کیا۔

(التعریفات، ص ۱۱۲، بحرالرائق، ج۴، ص ۷۶)

(۱)...... رجعت اُسی عورت کو ہو سکتی ہے جس سے وطی کی ہو، اگر خلوت صحیحہ ہوئی مگر جماع نہ ہوا تو نہیں ہو سکتی اگرچہ اُسے شہوت کے ساتھ چُھوا یا شہوت کے ساتھ فرج داخل کی طرف نظر کی ہو۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب: الرجعۃ، ج۵، ص ۲۴)

(۲)...... رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے اور اگر کرلیا تو تفریق ہو جائے گی اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر

قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہوگئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔ (الجوهرة النيرة، كتاب الرجعة، الجزء الثاني، ص ١٢٤)

(۳)......رجعت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے تجھ سے رجعت کی یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یا تجھ کو واپس لے لیا یا روک لیا، یہ سب صریح الفاظ ہیں کہ اِن میں بلانیت بھی رجعت ہو جائیگی۔ یا کہا تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی تھی یا تو میری عورت ہے تو اگر بہ نیت رجعت یہ الفاظ کہے ہوگئی ورنہ نہیں اور نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے۔

(الهندية ،كتاب الطلاق، باب السادس في الرجعة وفيما تحل به، ج ١ ،ص ٥٠٢)

کن صورتوں میں گواہ کرنا ضروری ہے اور کیوں؟

۴......رجعت ہونے یا نہ ہونے یا رجعت کی مدت میں اختلاف سے بچنے کے لئے گواہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک گواہ کرنا مستحب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے ایک قول کے مطابق رجعت میں گواہ کرنا واجب ہے، اور ظاہر قول کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ جبکہ امام مالک، ابوحنیفہ، احمد اور شافعی اس کے علاوہ قول کے بھی قائل ہیں۔ (القرطبي، الجزء:٢٨، ص ١٤١)

(۱)......زوج یا زوجہ دونوں کہتے ہیں کہ عدت پوری ہوگئی مگر رجعت میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے کہ رجعت ہوئی اور دوسرا منکر ہے تو زوجہ کا قول معتبر ہے اور قسم کھلانے کی حاجت نہیں اور عدت کے اندر یہ اختلاف ہوا تو زوج کا قول معتبر ہے اور اگر عدت کے بعد شوہر نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میں نے عدت میں کہا تھا کہ میں نے اُسے واپس لے لیا یا کہا تھا کہ میں نے اُس سے جماع کیا تو رجعت ہوگئی۔ (الهداية ،كتاب الطلاق، باب الرجعة ، ج ٣، ص ٢١٧)

(۲)......عدت پوری ہونے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے عدت میں رجعت کر لی ہے اور عورت تصدیق کرتی ہے تو رجعت ہوگئی اور تکذیب کرتی ہے تو نہیں۔ (المرجع السابق)

(۳)......زوج و زوجہ متفق ہیں کہ جمعہ کے دن رجعت ہوئی مگر عورت کہتی ہے کہ میری عدت جمعرات کو پوری ہوئی تھی اور شوہر کہتا ہے کہ ہفتہ کو، تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہے۔ (الهندية ،كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به، ج ١ ،ص ٥٠٤)

پریشانیوں، مصیبتوں اور دشواریوں سے نجات کی دعا:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا (الطلاق:۲)﴾۔ شعبی کہتے ہیں جو عدت کے اندر طلاق سے رجوع کرنا چاہے اللہ عزوجل اُس کے لئے راہیں کھول دیگا، دیگر نے یہ قول نقل کیا ہے ہر کام جو بندے پر مشکل ہو جائے اللہ عزوجل اُسے آسان کر دے گا۔ کلبی کہتے ہیں جو مصیبت پر صبر کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جہنم سے جنت تک کی راہ کھول دے گا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: ''اللہ عزوجل اُسے شبہات اور موت کی سختیوں سے نجات دے دیگا، اور قیامت کی سختیوں سے پناہ عطا فرما دے گا''۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اور اس کے بعد والی آیت عوف بن مالک اشجعی کے حق میں نازل ہوئی، ان کے صاحبزادے کو دشمنوں نے قید کر لیا تو وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور شکایت کی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تکرار کرتے رہو''۔ پس اس ورد کی برکت سے ان کا بیٹا واپس آ گیا اور دشمن غافل رہے، بلکہ کشاف میں ہے کہ دشمنوں کو غافل دیکھ کر سو اونٹ بھی اپنے ساتھ لے آیا۔ اور یہ اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ويرزقه من حيث لا يحتسب اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو

یعنی اللہ ﷻ کا خوف رکھنا چاہیے اور حلال کی جستجو اور صبر کا دامن تھامے رکھے تو اللہ ﷻ اس کے لئے مشکل وقت میں بھی کامیابی کے دروازے کھول دے گا اور اُسے وہاں سے روزی ملے گی جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ اور جو مصیبت پہنچے پر اللہ ﷻ پر بھروسہ کرے تو اللہ ﷻ اس کے لئے کافی ہوگا، اسی مناسبت سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جسے یہ پسند ہو کہ وہ لوگوں میں قوی ترین ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ اللہ ﷻ پر بھروسہ کرے''۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۵۶۲)

حمل والی عورتوں کی عدت:

۶......عورت حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہے، عورت حرہ ہو یا کنیز مسلمہ ہو یا کتابیہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضع حمل ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: باب: العدۃ، ج۵، ص۱۸۹)

(۲)......وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی اگر چہ ایک منٹ بعد حمل ساقط ہو گیا اور اعضاء بن چکے ہیں عدت پوری ہوگئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو پچھلے کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہوگی۔ (الجوھر النیرۃ، کتاب العدۃ، الجزء الثانی، ص ۱۵۲)

دودھ پلانے والیوں کے مسائل:

۷......بچے کو دو برس تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگر چہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلادے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا، تو حرمت نکاح نہیں۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج۴، ص۳۹۳)

(۲)......عورت کو طلاق دی اس نے اس بچہ کو دو برس کے بعد تک دودھ پلایا تو دو برس کے بعد کی اجرت کا مطالبہ نہیں کرسکتی یعنی لڑکے کا باپ اجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور دو برس تک کی اجرت اس سے جبراً لی جاسکتی ہے۔ (الھندیۃ، کتاب الرضاع، ج۱، ص۳۷۶)

اغراض:

المراد وامتہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں واو حذف ہے، اور کلام کو فقط آقائے دو جہاں ﷺ تک محدود کیا گیا ہے اس لئے کہ سید عالم ﷺ کی حیثیت سردار کی سی ہے اور بعض نسخوں میں مراد اس کلام سے امتِ محمد یہ ہے یعنی مطلق سید عالم ﷺ کے نام سے امت مصطفیٰ مجازاً مراد لی گئی ہے۔ **او قل لھم:** یہ خطاب کی توجیہ میں دوسرا احتمال ہے، اور ماحصل یہ ہے کہ خطاب فقط سید عالم ﷺ سے ہے لیکن اس سے امر کو حذف کیا گیا ہے گویا کہ یوں کہا گیا ہے: ''اے نبی! اپنی امت سے کہہ دیجئے، الــــخ۔ اور مفسر نے تین احتمالات بیان فرمائے جبکہ چوتھا احتمال یہ ہے کہ مذکورہ خطاب اول سے آخر تک سید عالم ﷺ سے ہے اور جمع کے لفظ کے ساتھ تعظیماً اور تفخیماً خطاب کیا گیا ہے۔

فی الطھر: کیونکہ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا جانا اس کی ضد کی نفی اور نہی کرتا ہے اور اس لئے کہ نہی امر خارج سے ہوا کرتی ہے اور فساد لازم نہیں آتا اور یہاں بھی ایسا ہی ہے، اس لئے کہ نہی کی علت عدت کی طوالت کی وجہ سے ہے۔ **لم تمس فیہ:** سے مراد وطی نہ کرنا ہے، اور یہ قید شک کے ازالے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وطی کرنے سے حمل قائم ہو جائے، پس وطی کو حیض سے وضع حمل کی طرف منتقل کر دیا گیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حمل پوشیدہ ہوتا ہے، پس

اسی بناء پر طلاق کا اس طہر میں ہونا جس میں وطی کی گئی ہو، امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک حرام ہے لیکن ان دنوں کا عدت میں شمار ہوگا اور ان دنوں میں رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ لتراجعوا: سے مراد نان نفقہ اور سکنہ ہے۔
احفظوھا: یعنی وہ وقت مراد ہے جس میں طلاق واقع ہوئی، اور خطاب ازداج سے ہے، اور زوجات بھی اس حکم میں داخل ہیں اس لئے کہ زوج عدت کا شمار رجوع کرنے، نفقہ دینے یا اسی مطلقہ کی بہن سے نکاح بعد عدت مکمل ہونے کے کرسکتا ہے اور یہی مراد ازواج کو اس حکم میں داخل کرنے کی ہے۔
زنا: فاحشہ عورت اور بدکلامی کرنے والی عورت کے لئے عدت سے پہلے بھی شوہر کے گھر سے نکلنا جائز ہے۔ مراجعة: مختصر یہ ہے کہ اللہ بغض، فراق اور اعراض وغیرہ امور کے بعد شوہر کے دل میں محبت اور رغبت ڈال دے اور وہ طلاق دینے پر شرمندہ ہو اور اپنے عمل سے رجوع لائے۔ قاربن انقضاء عدتھن: یعنی کلام مجاز کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔
ولا تضاروھن بالمراجعة: بھلائی کے ساتھ روک لینے کا بیان مقصود ہے، معنی یہ ہے کہ اگر روکنا ہے تا کہ نکاح وزوجیت کا سلسلہ باقی رہے نہ کہ تکلیف دینے کے لئے، زیادہ واضح کلام یہ ہے کہ فراق کے وقت عورت کے حق میں کلام نہ کرو وغیرہ، اور جہاں تک نقصان پہنچانے کے لئے روکنا ہے تو اس کا بیان اللہ نے واضح فرمادیا: ﴿فامسکوھن بمعروف﴾۔
علی الرجعة: تا کہ مرد یا عورت میں سے کسی کے مرجانے کی صورت میں مسئلہ ظاہر ہوجائے اور یہ بھی کہ عدت کا وقت گزر جانے کی صورت میں رجوع اور انکار کی صورت بھی نہ پیدا ہونے پائے۔
اوالفراق: کسی بھی قسم کے جھگڑے اور فساد سے بچنے کے لئے گواہ کرلئے جائیں، اور یہ حکم استحبابی ہے اور امام اعظم، امام مالک اور ایک قول امام شافعی کا یہی ہے۔ جبکہ امام شافعی کا دوسرا قول عدت کے وقت گواہ کرنا واجب جب کہ فراق کے وقت مستحب ہے۔
فعدتھن ثلاثة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿والئی﴾ مبتداء اور اس کا صلہ ﴿لم یحضن﴾ ہے اور خبر محذوف ہے۔
والمسألتان: سے مراد مسئلہ آئیسہ اور مسئلہ صغیرہ ہے۔ شککتم فی عدتھن: یعنی عدت کے دنوں میں جہالت پائی جائے چہ جائے کہ جہالت پائی جائے یا نہ پائی جائے عدت کے دن وہی ہیں جو بیان ہوچکے ہیں، المختصر۔ ای المطلقات: ہر قسم کی مفارقت کی صورت میں شوہر پر سکنی لازم ہے، چہ جائے کہ طلاق کی صورت میں مفارقت ہو یا موت کی صورت میں۔ علی اجر معلوم: یعنی دودھ پلانے کی اجرت وسعت، قدر اور حالت کی صورتحال کے پیش نظر ہوگی۔
والمرضعات: بمعنی المطلقات ہے، اور یہ قید سیاق کلام کی وجہ سے اختیار کی گئی ہے، اور جان لیں کہ طلاق رجعی کی صورت میں بالاجماع نفقہ دینا شوہر پر لازم ہے اور اگر بائنہ طلاق ہو تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک نفقہ دینا شوہر پر لازم نہیں ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک نفقہ واجب ہوگا اور دونوں صورتوں کا یہ بیان اُسی وقت ہے جب کہ عورت حاملہ نہ ہو اور اگر حاملہ ہے تو بالاجماع نفقہ شوہر پر لازم ہے اور دودھ پلانے والی کی اجرت بھی شوہر پر بالاجماع لازم ہے جیسا کہ سکنی کا قول بالاجماع کیا جاتا ہے۔

(الصاوی، ج۶، ص۱۲۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿وکاین﴾ ھِیَ کَافِ الْجَرِّ دَخَلَتْ عَلٰی اَیُ بِمَعْنٰی کَمْ ﴿من قریة﴾ اَیُ وَکَثِیْرٌ مِنَ الْقُرٰی ﴿عتت﴾ عَصَتْ یَعْنِی اَھْلَھَا ﴿عن امر ربھا ورسله فحاسبنھا﴾ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِنْ لَمْ تَجِیءْ لِتَحَقُّقِ وُقُوْعِھَا ﴿حسابا شدیدا وعذبنھا عذابا نکرا (۸)﴾ بِسُکُوْنِ الْکَافِ وَضَمِّھَا فَظِیْعًا وَھُوَ عَذَابُ النَّارِ ﴿فذاقت وبال امرھا﴾ عُقُوْبَتَهٗ ﴿

وکان عاقبۃ امرھا خسرا(۹)﴾خَسَارٌ وَھَلَاکًا﴿اعد اللہ لھم عذابا شدیدا﴾تَکْرِیْرُ الْوَعِیْدِ تَاکِیْدٌ﴿فاتقوا اللہ یاولی الالباب﴾اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ﴿ الذین امنوا﴾نَعْتٌ لِلْمُنَادِیْ اَوْبَیَانٌ لَہٗ﴿قد انزل اللہ الیکم ذکرا(۱۰)﴾ھُوَالْقُرْاٰنُ﴿رسولا﴾اَیْ مُحَمَّدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍاَیْ وَاَرْسَلَ﴿ یتلوا علیکم ایت اللہ مبینت﴾بِفَتْحِ الْیَاءِ وَکَسْرِھَا کَمَا تَقَدَّمَ﴿لیخرج الذین امنوا وعملوا الصلحت﴾بَعْدَمُجِیْءِ الذِّکْرِوَالرَّسُوْلِ﴿من الظلمت﴾اَلْکُفْرِالَّذِیْ کَانُوْا عَلَیْہِ﴿الی النور﴾اَلْاِیْمَانِ الَّذِیْ قَامَ بِھِمْ بَعْدَ الْکُفْرِ﴿ ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ﴾وَفِیْ قِرَاءَ ۃٍ بِالنُّوْنِ﴿ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا قد احسن اللہ لہ رزقا(۱۱)﴾ھُوَ رِزْقُ الْجَنَّۃِ الَّتِیْ لَایَنْقَطِعُ نَعِیْمُھَا﴿اللہ الذی خلق سبع سموت ومن الارض مثلھن﴾یَعْنِیْ سَبْعَ اَرْضِیْنَ﴿یتنزل الامر﴾اَلْوَحْیُ﴿ بینھن﴾بَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَنْزِلُ بِہٖ جِبْرَئِیْلَ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ اِلَی الْاَرْضِ السَّابِعَۃِ﴿ لتعلموا﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَیْ اَعْلَمَکُمْ بِذٰلِکَ الْخَلْقِ وَالتَّنْزِیْلِ﴿ ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما(۱۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور کتنے ہی(''کاین ''میں کاف حرف جر''ای'' پرداخل ہے یہ بمعنی کم ہے)شہر تھے(یعنی کتنے ہی شہر والے تھے)جنہوں نے سرکشی کی (عتت بمعنی عصت ہے)اپنے رب کے حکم اوراس کے رسولوں سے تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا(آخرت میں، آخرت کے تحقق وقوع کی وجہ سے اسے ماضی سے تعبیر کیا اگرچہ آخرت ابھی نہیں آئی)اورانہیں بری مار دی(اس سے مراد عذاب جہنم ہے،''نکرا'' کو کاف ساکنہ ومضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی فظیعا ہے)توانہوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا(یعنی اپنے کئے کی سزا پائی)اوران کے کام کا انجام گھاٹا ہوا(حسرا بمعنی خسار او ھلا کا ہے)اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے......۱......(یہاں تکرار وعید تاکید کے لیے ہے)تو اللہ سے ڈرواے عقل والو(اولی الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے)وہ جو ایمان لائے ہو(''الذین امنوا'' یہ منادی کی صفت ہے یا اس کا بیان ہے)بیشک اللہ نے تمہارے لیے ذکر اتارا ہے(مراد اس سے قرآن پاک ہے)رسول(بھیجا ہے یعنی محمد ﷺ کو رسول بنا کر، فعل مقدر''ارسل'' کی وجہ منصوب ہے)کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے(''مبینت'' کو یاء ساکنہ ومکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس کی بحث ماقبل گزر چکی)تاکہ انہیں جو ایمان لائے اوراچھے کام کئے(ذکر اور رسول ﷺ کے آنے کے بعد)اندھیریوں سے(یعنی کفر سے جس پر پہلے وہ قائم تھے)اجالے کی طرف(یعنی ایمان کی طرف، یعنی کفر کرنے کے بعد جس ایمان پر یہ قائم ہیں)لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اوراچھا کام کرے وہ اسے لے جائے گا(''یدخلہ'' کو ایک قرائت میں علامت مضارع نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے)ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بیشک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی(اس سے مراد جنتی رزق ہے کہ جنت کی نعمتیں کبھی منقطع نہ ہوں گی)اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اورانہیں کے برابر زمینیں(یعنی سات زمینیں......۲......)امر(یعنی وحی)ان کے درمیان(یعنی زمین وآسمان کے درمیان)اترتی ہے(حضرت جبرائیل علیہ السلام ساتویں آسمان سے اسے لے کر ساتویں زمین کی طرف نزول فرماتے ہیں)تاکہ تم جان لو(''لتعلموا'' محذوف کے متعلق ہے یعنی اعلمکم بذلک الخلق والتنزیل کے)کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿وکاین من قریة عتت عن امر ربها ورسله فحاسبنها حسابا شدیدا وعذبنها عذابا نکرا﴾
و: مستانفہ، کاین: بمعنی کم خبریہ، من قریة: تمیز، ملکر مبتدا، عتت: فعل وفاعل، عن: جار، امر: مضاف، ربها: معطوف علیہ، ورسله: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، حاسبنها: فعل بافاعل ومفعول، حسابا شدیدا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عذبنها: فعل بافاعل ومفعول، عذابا نکرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذاقت وبال امرها وکان عاقبة امرها خسرا اعد الله لهم عذابا شدیدا فاتقوا الله یاولی الالباب الذین امنوا﴾
ف: عاطفہ، ذاقت: فعل بافاعل، وبال امرها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، عاقبة امرها: اسم، خسرا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ، اعد الله: فعل وفاعل، لهم: ظرف لغو، عذابا شدیدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، اتقوا: فعل امر بافاعل، الله: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، یا: نداء، ولی الالباب: مبدل منہ، الذین امنوا: بدل، ملکر منادی، ملکر نداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر شرط محذوف "ان عرفتم ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قد انزل الله الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم ایت الله مبینت لیخرج الذین امنوا وعملوا الصلحت من الظلمت الی النور﴾
قد: تحقیقیہ، انزل الله الیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ذکرا: مبدل منہ، رسولا: موصوف، یتلوا علیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ایت الله: ذوالحال، مبینت: حال، ملکر مفعول، لام: جار، یخرج: فعل بافاعل، الذین امنوا وعملوا الصحت: موصول صلہ، ملکر مفعول، من الظلمت: ظرف لغو، الی النور: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یومن بالله ویعمل صالحا یدخله جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها ابدا﴾
ومن یومن بالله......الخ: اس آیت کی ترکیب ماقبل سورۃ التغابن آیت نمبر ۹۶، میں گزری۔

﴿قد احسن الله له رزقا الله الذی خلق سبع سموت ومن الارض مثلهن﴾
قد: تحقیقیہ، احسن الله: فعل وفاعل، له: ظرف لغو، رزقا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، الله: مبتدا، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، سبع سموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من الارض: ظرف مستقر حال مقدم، مثلهن: ذوالحال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یتنزل الامر بینهن لتعلموا ان الله علی کل شیء قدیر وان الله قد احاط بکل شیء علما﴾
یتنزل الامر: فعل وفاعل، بینهن: ظرف، لام: جار، تعلموا: فعل بافاعل، ان الله علی کل شیء قدیر: جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، قد: تحقیقیہ، احاط: فعل "هو" ضمیر ممیز، علما: تمیز، ملکر فاعل، بکل شیء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

وعیدات سے متعلق بیان:

لـ......وعدے کاتعلق خیر وشر کے امور سے ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ نفع یا نقصان کا وعدہ کیا، اسی سے مصادر ''وعدا'' و''موعدا'' و''معیاد'' آتے ہیں۔ وعید کو خاص شر کے امور کے ساتھ محمول کیا جاتا ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿افمن وعدنه وعدا حسنا کیا تو وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا (القصص:٦١)﴾، ﴿وعدکم الله مغانم اللہ نے تم سے وعدہ کیا بہت سی غنیموں کا (الفتح:٢٠)﴾، ﴿وعد الله الذین امنوا اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان والے ہیں (الفتح:٢٩)﴾ وغیرہ۔ اور شر کے وعدے یعنی وعیدات کا بیان قرآن میں یوں ہے: ﴿ویستعجلونک بالعذاب ولن یخلف الله وعده اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا (الحج:٤٧)﴾ جو لوگ اللہ ﷻ کے عذاب کی جلدی کر رہے تھے ان کے لئے یہ وعید ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿قل افانبئکم بشر من ذلکم النار وعدها الله الذین کفروا تم فرماؤ کیا میں تمہیں بتادوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے (الحج:٧٢)﴾، ﴿ان موعدهم الصبح بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے (هود:٨١)﴾، ﴿فاتنا بما تعدنا تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو (الاحقاف:٢٢)﴾، ﴿واما نرینک بعض الذی نعدهم اور اگر ہم تمہیں دکھادیں کچھ اس میں سے جو انہیں وعدے دے رہے ہیں (یونس:٤٦)﴾، ﴿فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا (ابراهیم:٤٧)﴾، ﴿الشیطن یعدکم الفقر شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا (البقرة:٢٦٨)﴾ اس سے دو امور متضمن ہوتے ہیں، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الا ان وعد الله حق سن لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (یونس:٥٥)﴾ پس یہ وعدہ قیامت کے وقوع کے حوالے سے ہے اور بندوں کی جزاء وسزا کے متعلق ہے کہ نیکوں کے لئے خیر اور شریروں کے لئے شر کا وعدہ ہے۔ پس الموعد اور المیعاد دو مصادر ہیں جس کا بیان قرآن میں یوں ہے: ﴿فاجعل بیننا وبینک موعدا تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرادو (طه:٥٨)﴾، ﴿بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لئے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے (الکهف:٤٨)﴾، ﴿وموعدکم یوم الزینة اور ہم نے ان کی بربادی کا ایک وعدہ رکھا تھا (طه:٥٩)﴾، ﴿بل لهم موعد بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے (الکهف:٥٨)﴾، ﴿قل لکم میعاد یوم تم فرماؤ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے (سبا:٣٠)﴾، ﴿ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے (الانفال:٤٢)﴾، ﴿ان وعد الله حق بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (الروم:٦٠)﴾ یعنی بعث بعد الموت کا وعدہ حق ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان ما توعدون لات بیشک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے (الانعام:١٣٤)﴾، ﴿بل لهم موعد لن یجدوا من دونه موئلا بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے (الکهف:٥٨)﴾ اور مواعد کے بارے میں قرآن میں یوں فرمایا: ﴿ولکن لا تواعدوهن سرا ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو (البقرة:٢٣٥)﴾، ﴿وواعدنا موسی ثلثین لیلة اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا (الاعراف:١٤٢)﴾، ﴿واذ واعدنا موسی اربعین لیلة اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا (البقرة:٥١)﴾۔ اور اسی کے مناسب یہ کلام بھی قرآن میں ہے: ﴿ووعدنکم جانب الطور الایمن اور تمہیں طور کی دہنی طرف کا وعدہ دیا (طه:٨٠)﴾، ﴿والیوم الموعود اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (البروج:٢)﴾ اور قیامت کے دن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لمیقت یوم معلوم ایک مقرر دن کے وعدہ پر (الشعراء:٣٨)﴾ اور وعیدوں کی جانب اشارہ

کرتے ہوئے فرمایا:﴿ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل الله اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو(الاعراف:۸٦) ﴾،﴿ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید یہ اس لئے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے(ابراھیم:۱٤) ﴾،﴿فذکر بالقرآن من یخاف وعید تو قرآن سے نصیحت حاصل کرواسے جو میری دھمکی سے ڈرے(ق:٤٥)﴾،﴿قال لا تختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید فرمائے گا میرے پاس نہ جھگڑو میں تمہیں پہلے ہی عذاب کا ڈرسنا چکا تھا(ق:۲۸) ﴾۔ (المفردات، ص ٥٤١)

سات آسمان وزمین کی تحقیق:

۲.....اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿الله الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہیں کی برابر زمینیں(الطلاق:۱۲) ﴾کے بارے میں مفسرین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: قتادہ کا قول ہے کہ اللہ ﷻ نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں، اور ہر آسمان وزمین کے خلق وامر وقضاء کے معاملات ہوتے ہیں۔ ربیع بن انس کہتے ہیں کہ پہلا آسمان موج مکفوف، دوسرا صخرۃ، تیسرا حدید، چوتھا نحاس، پانچواں فضۃ، چھٹا ذھب اور ساتواں یاقوتۃ ہے۔ (الطبری، الجزء:۲۸، ص ۱۷۱ وغیرہ)

امام قرطبی کہتے ہیں: سات آسمان یکے بعد دیگرے موجود ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ حدیث الاسراء میں بھی موجود ہے، لیکن زمینوں کے سات ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یعنی زمینیں سات ہیں یا نہیں، اس بارے میں دو اقوال ہیں۔(ا)......ایک قول جو کہ جمہور کا ہے وہ یہ ہے کہ سات زمینیں ہیں جو کہ ایک دوسرے پر تہہ در تہہ موجود ہیں، اور ہر زمین کی مسافت دوسری زمین کے حوالے سے ایسی ہے جیسا کہ آسمانوں کی باہم مسافت ہے۔ اور ہر زمین میں اللہ ﷻ کی مخلوق کی سکونت کا اہتمام ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ سات زمینیں ہیں لیکن یہ زمینیں بخلاف آسمانوں کے بغیر کسی آفات کے ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ لیکن صحیح ترین قول اول ہی ہے۔ جس پر اخبار دلالت کرتی ہیں جنہیں ہم مضمون کے آخر میں نقل کریں گے۔(۲).....لوگ (تمام) آسمانوں کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، اور اللہ ﷻ نے روشنی بنائی جس سے آسمان مستفیض ہوتے ہیں، اور یہ قول زمین کے بنائے جانے میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ کرۂ ارض کا تخلیق کرنا، اور آیت میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کی جانب کلبی نے ابو صالح سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ ﷻ نے سات زمینیں پھیلا دی ہیں، جو کہ ایک دوسرے کے اوپر تلے نہیں ہیں، ان زمینوں کے مابین سمندروں سے فصل کیا گیا ہے اور انہیں آسمان سایہ کرتا ہے۔ اور اگر یوں ہی ہو تو ایک زمین کا رہنے والا دوسری زمین تک نہیں پہنچ سکتا اور اسلام کی دعوت کا پہنچانا، خود پہنچنے کو لازم کرتا ہے، اور یوں کسی ایک کے لئے بھی ممکن نہ رہے گا کہ وہ دوسری زمین میں جا کر اسلام کی دعوت پہنچائے۔ اور اگر اس میں ایسی قوم ہو جو دوسری زمین پر پہنچ کر اسلام کی دعوت پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو تو ایسا کرنا ہر ممکن صورت میں ضروری ہونا چاہیے، اس لئے کہ سمندر کے ذریعے فصل ہونے سے جب گزرنا ممکن ہو جائے تو اس کے حکم سے پیدا ہونے والی عمومیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اگر ایسا نہیں تو اسلام کی دعوت پہنچانا لازم ہی رہے گا جس پر حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۸، ص ۱۵۵)

علامہ آلوسی کہتے ہیں: جمہور کا قول یہی ہے کہ جس طرح سات آسمان ہیں بالکل یونہی سات زمینیں بھی ہیں جو کہ ایک دوسرے پر تہہ در تہہ موجود ہیں اور جس طرح دو آسمانوں کے مابین مسافت ہے یونہی دو زمینوں کے مابین مسافت پائی جاتی ہے۔ اور ہر زمین میں اللہ ﷻ کی مخلوق بستی ہے لیکن اس کی حقیقت اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸، ص ٤٦٧)

☆.....حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ ﷻ سات آسمانوں کے رب جن پر ان کا سایہ

ہے اور زمینوں کے رب اور جن کو ان زمینوں نے اٹھایا ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب:(۹۰)/۹۰ برقم:۳۵۳۴،ص ۱۰۱۱)

☆......سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: "جس نے کسی کی زمین ظلم کرتے ہوئے چھینی، کل بروز قیامت اس سے اتنی ہی زمین کا سات زمینوں تک طوق بنا کر ڈالا جائے گا"۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب:اثم من ظلم شیئاً، رقم: ۲۴۵۲،ص ۳۹۵)

اغراض:

بمعنی کم: پس مکمل ہی "کم" کے معنی میں ہوگا۔ **لتحقق وقوعها:** اللہ نے فرمایا: ﴿فحاسبناها﴾ حساب کا تعلق تو مستقبل سے ہے، پھر اسے ماضی سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ماضی سے تعبیر کرنے کا مقصد عذاب کے وقوع کو متحقق بنانا ہے۔ **تكرير الوعيد:** وعید کے چار جملے یوں ارشاد فرمائے: ﴿فحاسبناها﴾، ﴿عذبناها﴾، ﴿فذاقت وبال امرها﴾، ﴿وكان عاقبة امرها خسرا﴾۔ **اى محمدا:** رسول کی تفسیر میں مذکور اقوال میں سے ایک قول یہ ہے، جب کہ دیگر اقوال میں سے ایک قول حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرا قول قرآن مجید ہے۔

یعنی سبع ارضین: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آسمان سات ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر تلے ہیں اور جمہور کے نزدیک زمین بھی سات ہی ہیں اور ایک دوسرے کے نیچے اوپر تلے ہیں، اور ہر زمین اللہ کی مخلوق کا مسکن ہے، المختصر۔ مزید حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔ **ينزل به جبرائيل عليه السلام:** وحی بمعنی تصریف ہے، معنی اللہ کا امر اور اس کی قضاء ہے، جو کہ ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک جاری ہوتا ہے اور اللہ عزوجل ہر ذرے کا حقیقی متصرف ہے، اور جب وحی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس سے مراد احکام کا مکلف کرنا ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۶،ص ۲۱۲۹ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورة التحريم مدنية وهى اثنتا عشرة آية

(سورۂ تحریم مدنی ہے، جس میں کل بارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورة التحريم

اس سورت میں دو رکوع، بارہ آیتیں، دو سو سینتالیس کلمے، ایک ہزار بیس حروف ہیں۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر ایک حلال چیز سے اجتناب کرنے کی قسم کھالی تھی اور اگر پابندی برقرار رہتی تو نبی کریم ﷺ کو تکلیف ہوتی نیز امت محمدی ایسا کرنے کو سنت نبوی سمجھ لیتی اور اپنے اوپر پابندیاں عائد کرتی اور اس کو اعمال صالحہ سمجھتی اور مشکلات اور محرومیوں کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتی اس لئے اللہ ﷻ نے فرمایا کہ کفارہ ادا کریں اور اس پابندی سے چھٹکارہ حاصل کریں کیونکہ آپ ﷺ کی اور آپ کی امت کی تکلیف اللہ ﷻ کو گوارہ نہیں ہے۔ آگے ازواج مطہرات کے بارے میں ارشاد فرمایا ان کے دلوں میں نبی پاک ﷺ کی بے پناہ محبت تھی اور بعض اوقات رقابت کے جذبہ کو بھڑکا دیتی اور ایسی صورت حال پیدا کر دیتی تھی کہ حضور ﷺ کے لئے پریشان کن مرحلہ ہو جاتا۔ اللہ ﷻ نے اس صورت میں ازواج کی تادیب فرمائی اور آئندہ کے لئے ایسی کوئی حرکت جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو کوئی تکلیف ہو منع فرمایا خواہ اس کا محرک تمہارا جذبہ محبت ہی کیوں نہ ہو تمہاری محبت خودسر نہیں ہونی چاہئے بلکہ خود رضائے حبیب ﷺ کا حلقہ بگوش ہونا چاہئے تمہارے جذبات شوق کچھ ہوں لیکن میرے محبوب ﷺ کی پسند ناپسند کا پابند ہونا چاہئے اور ایک زوجہ مکرمہ راز افشاں کر بیٹھیں ان کو بھی تعلیم فرمائی اس سے تمام عورتوں کو بھی سبق مل گیا کہ اپنے شوہروں کے رازوں کو محفوظ رکھیں ورنہ ان کی معمولی سی غلطی کی وجہ سے ان کے خاندانوں میں فساد پیدا ہو جائیگا۔ اور آخر میں دو مثالیں ذکر فرمائیں ایک کفار کے لئے اور ایک مسلمانوں کے لئے تاکہ دونوں گروہوں کو اپنی حیثیت کا پورا علم ہو جائے وہ کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا رہیں ایمان اور محبت الٰہی کمزور سے کمزور آدمی کو کس طرح ناقابل تسخیر بنا دیتی ہے اس کو سمجھانے کے لئے حضرت بی بی آسیہ کا تذکرہ فرمایا حضرت مریم کی پاک دامنی کا ذکر کر کے مسلم خواتین کے لئے ترغیب بیان فرمائی ہر عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرے اسے کسی قیمت پر بے آب نہ ہونے دے ہو سکتا ہے کہ اللہ ﷻ اپنے فضل و کرم سے انہیں بھی کسی نیک بخت اور نامور فرزند کی ماں بننے کا شرف بخش دے۔

رکوع نمبر: ۱۹

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿يايها النبى لم تحرم ما احل الله لك﴾مِنْ اَمَتِكَ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةَ لَمَّا وَاقَعَهَا فِي بَيْتِ حَفْصَةَ وَكَانَتْ غَائِبَةً فَجَاءَتْ وَشَقَّ عَلَيْهَا كَوْنُ ذٰلِكَ فِي بَيْتِهَا عَلٰى فِرَاشِهَا حَيْثُ قُلْتَ هِيَ حَرَامٌ عَلَيَّ ﴿تبتغى﴾بِتَحْرِيْمِهَا﴿ مرضات ازواجك﴾اَيْ رِضَاهُنَّ﴿ والله غفور رحيم (۱)﴾غَفَرَ لَكَ هٰذَا التَّحْرِيْمَ ﴿قد فرض الله﴾شَرَعَ﴿ لكم تحلة ايمانكم﴾تَحْلِيْلَهَا بِالْكَفَّارَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ وَمِنَ الْاِيْمَانِ تَحْرِيْمِ الْاَمَةِ وَهَلْ كَفَّرَ ﷺ قَالَ مُقَاتِلٌ اَعْتَقَ رَقَبَةً فِي تَحْرِيْمِ مَارِيَةَ وَقَالَ الْحَسَنُ لَمْ يُكَفِّرْ لِاَنَّهُ مَغْفُوْرٌ لَهُ﴿ والله مولكم﴾نَاصِرُكُمْ﴿ وهو العليم الحكيم (۲)﴾و﴿اُذْكُرْ﴿اذ اسر النبى الى بعض ازواجه﴾هِيَ حَفْصَةُ﴿حديثا﴾هُوَ تَحْرِيْمُ مَارِيَةَ وَقَالَ لَهَا لَاتُفْشِيْهِ﴿ فلما نبات به﴾عَائِشَةَ ظَنًّا مِنْهَا اَنْ لَاحَرَجَ فِي ذٰلِكَ﴿ واظهره الله﴾اَطْلَعَهُ﴿ عليه﴾عَلَى الْمُنَبَّأِ بِهِ﴿ عرف بعضه﴾لِحَفْصَةَ﴿ واعرض عن

بعض ﴾تَكَرُّمًا مِنْهُ ﴿ فلما نباها به قالت من انباك هذا قال نبانى العليم الخبير (۳) ﴾اى اللّٰهُ ﴿ان تتوبا ﴾اَىْ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ﴿ الى الله فقد صغت قلوبكما ﴾مَالَتْ اِلٰى تَحْرِيْمِ مَارِيَةَ اَىْ سِرُّكُمَا ذٰلِكَ مَعَ كَرَاهَةِ لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لَهُ وَذٰلِكَ ذَنْبٌ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوْفٌ اَىْ تَقَبَّلَا وَاَطْلَقَ قُلُوْبَ عَلٰى قَلْبَيْنِ وَلَمْ يُعَبِّرْبِهٖ لِاسْتِثْقَالِ الْجَمْعِ بَيْنَ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا هُوَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ ﴿وان تظهرا ﴾بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِى الْاَصْلِ فِى الظَّاءِ وَفِى قِرَاءَةٍ بِدُوْنِهَا فَتَعَاوَنَا ﴿عليه ﴾اَىِ النَّبِيِّ فِيْمَا يَكْرَهُهٗ ﴿فان الله هو ﴾فَصْلٌ ﴿ موله ﴾نَاصِرُهٗ ﴿ وجبريل وصالح المؤمنين ﴾اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ مَعْطُوْفٌ عَلٰى مَحَلِّ اِسْمِ اِنَّ فَيَكُوْنُوْنَ نَاصِرِيْهِ ﴿ والملئكة بعد ذلك ﴾بَعْدَ نَصْرِ اللّٰهِ وَالْمَذْكُوْرِيْنَ ﴿ ظهير (۴) ﴾ظُهَرَاءُ اَعْوَانٌ لَهٗ فِى نَصْرِهٖ عَلَيْكُمَا ﴿عسى ربه ان طلقكن ﴾اَىْ طَلَّقَ النَّبِيُّ اَزْوَاجَهٗ ﴿ ان يبدله ﴾بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ ﴿ ازواجا خيرا منكن ﴾خَبَرُ عَسٰى وَالْجُمْلَةُ جَوَابُ الشَّرْطِ وَلَمْ يَقَعِ التَّبْدِيْلُ لِعَدَمِ وُقُوْعِ الشَّرْطِ ﴿مسلمت ﴾مُقِرَّاتٍ بِالْاِسْلَامِ ﴿ مؤمنت ﴾مُخْلِصَاتٍ ﴿ قنتت ﴾مُطِيْعَاتٍ ﴿ تئبت عبدت سئحت ﴾صَائِمَاتٍ اَوْمُهَاجِرَاتٍ ﴿ ثيبت وابكارا (۵) يايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم ﴾بِالْحَمْلِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ نارا وقودها الناس ﴾اَلْكُفَّارُ ﴿ والحجارة ﴾كَاَصْنَامِهِمْ مِنْهَا يَعْنِىْ اَنَّهَا مُفْرِطَةُ الْحَرَارَةِ تَتَّقِدُ بِمَا ذُكِرَ لَا كَنَارِ الدُّنْيَا تُتَّقَدُ بِالْحَطَبِ وَنَحْوِهٖ ﴿ عليها ملئكة ﴾خَزَنَتُهَا عِدَّتُهُمْ تِسْعَةَ عَشَرَ كَمَا سَيَاْتِىْ فِى الْمُدَّثِّرِ ﴿غلاظ ﴾مِنْ غِلْظِ الْقَلْبِ ﴿ شداد ﴾فِى الْبَطْشِ ﴿ لا يعصون الله ما امرهم ﴾بَدَلٌ مِنْ لَفْظِ الْجَلَالَةِ اَىْ لَا يَعْصُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ ﴿ ويفعلون ما يؤمرون (۶) ﴾تَاكِيْدٌ وَالْاٰيَةُ تَخْوِيْفٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ الْاِرْتِدَادِ وَلِلْمُنَافِقِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ دُوْنَ قُلُوْبِهِمْ ﴿يايها الذين كفروا لا تعتذروا اليوم ﴾يُقَالُ لَهُمْ ذٰلِكَ عِنْدَ دُخُوْلِهِمُ النَّارَ اَىْ لِاَنَّهٗ لَا يَنْفَعُكُمْ ﴿ انما تجزون ما كنتم تعملون (۷) ﴾اَىْ جَزَاءَهٗ.

﴿ترجمہ﴾

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی (یعنی اپنی کنیز بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں آپ کی غیر موجودگی میں حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت اختیار فرمائی جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو ان پر حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس حجرے میں اور اپنے بستر پر ہونا شاق گزرا، تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا ماریہ مجھ پر حرام ہے......ا......، اس تحریم سے) اپنی بی بیوں کی مرضی چاہتے ہو (اس تحریم کے ذریعے سے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (اس نے تمہاری اس تحریم کو معاف فرمادیا) بیشک اللہ نے مقرر فرمایا (یعنی مشروع فرمایا) تمہارے لیے تمہاری قسموں کا اتار (کفارہ کے ذریعے قسم سے بری ہونا، کفارہ کا ذکر سورۂ مائدہ میں ہے اور کنیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے، حضور ﷺ نے کفارہ قسم فرمایا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں مقاتل نے کہا کہ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحریم کے بارے میں ایک غلام آزاد فرمایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کفارہ نہیں ادا فرمایا اس لیے کہ یہ حضور ﷺ کے لیے معاف کردیا گیا ہے......۲......) اور اللہ تمہارا مولیٰ (یعنی مددگار) ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے اور (یاد کرو) جب نبی نے اپنی ایک بی بی (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ایک راز کی بات فرمائی (یعنی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حرام کرلینے کی اور فرمایا کہ اس کو عام مت کرنا) پھر جب وہ اس کا ذکر

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) کر بیٹھی (یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے) اور اللہ نے اسے (یعنی جو خبر دی گئی تھی،) نبی پر ظاہر کر دیا (یعنی انہیں مطلع کر دیا) تو نبی نے اسے کچھ جتایا (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو) کچھ سے چشم پوشی فرمائی (اپنی اعلیٰ ظرفی کی وجہ سے) پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے خبر دی فرمایا مجھے علم والے خبر دار (یعنی اللہ ﷻ) نے بتایا اگر وہ دونوں (یعنی حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رجوع کریں اللہ کی طرف تو ضرور تمہارے دل کچھ راہ سے ہٹ گئے ہیں (یعنی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملے میں کسی تحریم کی طرف مائل ہو گئے تھے یعنی حضور کو یہ تحریم ناپسند تھی اس کے باوجود تم دونوں اس تحریم سے خوش ہوئی اور یہ ذنب ہے، ان تتوبا کا جواب شرط "تقبلا" محذوف ہے اور قلبین پر قلوب کا اطلاق کیا گیا ہے یہاں تثنیہ کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تثنیہ کے درمیان جمع ثقیل ہوتی ہے) اور اگر زور باندھو (یعنی باہم ایک دوسرے کی مدد کرو "تظاھرا" میں دوسرے تاء کا اصل ظاء میں ادغام کر دیا گیا ہے اور ایک قرائت میں یہ بغیر ادغام کے پڑھا گیا ہے) ان پر (یعنی نبی پاک ﷺ پر ان کے ناپسندیدہ امور کے بارے میں) تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے ("فان اللہ ھو " میں "ھو " ضمیر فصل ہے، ولاہ بمعنی ناصرہ ہے) اور جبرائیل اور نیک ایمان والے (یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اس کا عطف "ان" کے اسم کے محل پر ہے، پس یہ بھی حضور ﷺ کے مددگار میں سے ہیں) اور اس کے بعد (یعنی اللہ ﷻ اور مذکورہ افراد کی مدد کے بعد) فرشتے مدد پر ہیں......۳......(ظھیر بمعنی ظھراء یعنی مددگار کے ہے، یعنی یہ فرشتے بھی تمہارے خلاف حضور کے مددگار ہیں) ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں (یعنی نبی ﷺ پاک اپنی ازواج کو طلاق دیں) تو اللہ نہیں بدل میں دے گا ("یبدلہ" فعل کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تم سے بہتر بیبیاں ("ان یبدلہ...... الخ" یہ "عسی" کی خبر ہے یہ جملہ جواب شرط ہے اور شرط کے عدم وقوع کے سبب یہ تبدیلی واقع نہ ہوئی) اسلام والیاں (یعنی اسلام کا اقرار کرنے والیاں) ایمان والیاں (یعنی اخلاص والیاں) اطاعت والیاں (قنتت بمعنی مطیعات ہے) توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں (سئحت بمعنی صائمات یا مھاجرات ہے) بیاہیاں اور کنواریاں اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو بچاؤ (انہیں اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کی طرف راغب کر کے......۴......) اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی (یعنی کفار) اور پتھر ہیں (جیسا کہ پتھر سے بنے بت، مذکورہ چیزوں کے ذریعے جہنم کی آگ مزید بھڑکے گی ان مذکورہ اشیاء کے ذریعے دنیاوی آگ کی طرح ایندھن سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا) اس پر فرشتے ہیں (جہنم کے داروغہ جن کی تعداد انیس ہے جیسا کہ سورۂ مدثر میں اس کا بیان آئے گا) سخت دل ("غلظ" من غلظ القلب سے ماخوذ ہے) شدید گرفت کرنے والے (یعنی پکڑ کرنے میں سخت ہیں) جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے ("ما امرھم" یہ اسم جلالت سے بدل ہے یعنی وہ اللہ ﷻ کا حکم نہیں ٹالتے) اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں ("ویفعلون...... الخ" یہ تاکید ہے اس آیت میں مسلمانوں کو ارتداد سے اور ان منافقین کو جو کہ زبان سے مومن ہیں دل سے نہیں ڈرایا گیا ہے) اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ (یہ بات ان سے جہنم میں داخل ہوتے وقت کہی جائے گی یعنی یہ بہانہ بازی تمہیں فائدہ نہ دے گی) تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے (یعنی تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم﴾

یایھا النبی: نداء، لام: جار، م: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، تحرم: "انت" ضمیر مستقر ذوالحال، تبتغی: فعل بافاعل، مرضات ازواجک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ما: موصولہ، احل اللہ لک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر

جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،و :عاطفہ ،الله مبتدا، غفور رحیم: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم والله مولكم وهو العليم الحكيم﴾

قد: تحقیقیہ ،فرض الله لكم:فعل وفاعل وظرف لغو،تحلة ايمانكم :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،الله مبتدا،مولكم :خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و : عاطفہ ،هو مبتدا،العليم الحكيم: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ اسر النبي الى بعض ازواجه حديثا﴾

و : مستانفہ ،اذ :مضاف،اسر النبي: فعل وفاعل،الى بعض ازواجه :ظرف لغو،حديثا :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر محذوف "اذكر" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فلما نبات به واظهره الله عليه عرف بعضه واعرض عن بعض﴾

ف : عاطفہ ،لما :شرطیہ ،نبات به: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اظهره الله عليه: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر شرط ،عرف بعضه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اعرض عن بعض :جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نباها به قالت من انباك هذا قال نباني العليم الخبير﴾

ف : عاطفہ ،لما :شرطیہ ،نباها به :جملہ فعلیہ شرط ،قالت :قول،من : استفہامیہ مبتدا،انباك هذا: فعل بافاعل ومفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ،قال :قول،نباني: فعل ومفعول،العليم :موصوف،الخبير :ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما﴾

ان : شرطیہ،تتوبا الى الله : جملہ فعلیہ جزا محذوف "يتب عليكما" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ ،ف :تعلیلیہ ،قد :تحقیقیہ ،صغت : فعل،قلوبكما: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ تعلیلیہ۔

﴿وان تظهرا عليه فان الله هو موله وجبريل وصالح المومنين﴾

و : عاطفہ ،ان :شرطیہ ،تظهرا عليه :جملہ فعلیہ جزا محذوف "يجدنا صرا" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ ،ف :تعلیلیہ ،ان الله: حرف مشبہ واسم،هو: ضمیر مفعول،موله: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،جبريل :معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،صالح المومنين: معطوف،ملکر "ظهير" خبر محذوف کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والملئكة بعد ذلك ظهير﴾

و : عاطفہ ،الملئكة :ذوالحال ،بعد ذلك :ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر مبتدا،ظهير :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن مسلمت مومنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثيبت وابكارا﴾

عسى ربه: فعل مقارب واسم،ان :مصدر،يبدله :فعل بافاعل ومفعول،ازواجا :موصوف،خيرا منكن :شبہ جملہ صفت اول،مسلمت :صفت ثانی،مومنت : صفت ثالث،قنتت :صفت رابع ،تئبت : صفت خامس،عبدت :صفت سادس،سئحت :صفت سابع،ثيبت :معطوف علیہ،وابكار :معطوف ،ملکر معطوف ثانی،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ،ان :شرطیہ ،طلقكن :جملہ فعلیہ جزا محذوف "فعسى ربه ان يبدل" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿يايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا وقودها الناس والحجارة عليها ملئكة غلاظ شداد لايعصون الله

ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون﴾

یایها الذین امنوا: نداء، قوا: فعل امر با فاعل، انفسکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهلیکم: معطوف، ملکر مفعول، نارا: موصوف، وقودها: مبتدا، الناس: معطوف علیہ، والحجارة: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت اول، لایعصون: فعل نفی با فاعل، الله: مبدل منہ، ما امرهم: موصول صلہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یفعلون: فعل با فاعل، ما یؤمرون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت ثالث، علیها: ظرف مستقر خبر مقدم، ملئکة: موصوف، غلاظ شداد: صفتان موصوف اپنی صفات سے، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی موصوف ''نارا'' اپنی دونوں صفتوں سے، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿یایها الذین کفروا لا تعتذروا الیوم انما تجزون ما کنتم تعملون﴾

یایها الذین کفروا: نداء، لاتعتذروا: فعل نہی با فاعل، الیوم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، تجزون: فعل بانائب الفاعل، ما کنتم تعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایها النبی لم تحرم......☆ سید عالم حضرت ام المومنین بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں تھی، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرفراز خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور ﷺ نے اس کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امور امت کے مالک ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہونگے، وہ اس سے خوش ہوگئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد فرمایا گیا کہ جو چیز اللہ ﷻ نے آپ کے لئے حلال کی یعنی ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ انہیں اپنے لئے کیوں حرام کئے لیتے ہیں؟، اپنی بیبیوں حفصہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رضا و دلجوئی کیلئے اور ایک قول آیت کے شان نزول میں یہ بھی ہے کہ ام المؤمنین زینب بنت جحش کے یہاں جب حضور تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں اس ذریعے سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرمارہتے۔ یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ کو ناگوار گزری اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہن سے مغافیر کی بو آتی ہے اور مغافیر کی بو حضور کو ناپسند تھی۔ چنانچہ ایسا کیا گیا حضور کو ان کا منشاء معلوم تھا فرمایا: ''مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے اسے میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں''، مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک فرمائے دیتے ہیں اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

باندی کے حلال ہونے کا بیان:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایها النبی لم تحرم ما احل الله لک اے غیب بتانے والے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی (التحریم:۱)﴾، ﴿ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح ......الخ اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرو جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی (النساء:۲۵)﴾ یہاں آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ سے یہ خطاب بطور عتاب فرمایا گیا ہے، جس کے جواب میں امام

رازی نے تین اقوال نقل کیئے ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)...... یہ خطاب عتاب کے طور پر نہیں بلکہ تنبیہ کے طور پر ہے کہ سید عالم ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ان کے لئے مناسب نہیں ہے۔ (۲)...... اللہ ﷻ نے جو چیز حلال کردی اس کو حرام کرنا ناممکن ہے کیونکہ کسی چیز کے حلال ہونے میں جانبِ حل کی طرف ترجیح ہوتی ہے اور کسی چیز کے حرام ہونے میں جانبِ حرمت کو ترجیح ہوتی ہے، اور کسی چیز میں بیک وقت دونوں ترجیحات کا جمع ہونا ناممکن ہوتا ہے، پس یہ کلام کیوں کر ہوا: ﴿لم تحرم ما احل الله لک کیوں حرام کئے لیتے ہو جو اللہ نے حلال کی ہو﴾؟ ہم کہتے ہیں کہ یہاں تحریم سے مراد ازواج کے ساتھ نفع اٹھانے سے رک جانا مراد ہے، نہ کہ ان کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھنا جنہیں اللہ ﷻ نے حلال کیا ہے، پس سید عالم ﷺ کا حلال ہونے کے اعتقاد کے ساتھ نفع اٹھانے سے رُک جانا وہ تحریم ہے جو اللہ ﷻ نے ان کے لئے حلال فرمائی نہ کہ وہ جو شرع میں حرام ہو، اور شرع میں حرام کی نسبت کو سید عالم ﷺ کی جانب کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟۔ (۳)...... حلال کی تحریم کا حکم کیا ہے؟ ہم کہیں گے کہ اس بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، پس امام ابو حنیفہ کے مطابق یہ قسم ہوگی اور اس سے مقصود نفع اٹھانا ہے یعنی کوئی یہ کہے کہ میں فلاں کھانا نہیں کھاؤں گا یا فلاں لونڈی یا زوجہ سے قربت نہیں کروں گا تو یہ ایلاء کے حکم میں داخل ہوگا جب کہ کوئی نیت نہ ہو اور اگر نیت ہو تو ظہار ہوگا، اور اگر طلاق کی نیت سے ایسے جملے کہے تو بائن ہو جائے گی، اسی طرح دو یا تین طلاق کی نیت کا اعتبار کرنا چاہیے۔ پھر اگر یوں کہا کہ سب حلال اُس پر حرام ہے اور کوئی نیت نہ کی، اور اگر کوئی خاص چیز کی نیت کی تو وہی حرام ہوگی، اور امام شافعی کے نزدیک یہ قسم ہے اور اس کا سبب کفارہ ہے اور اگر عورت کے حوالے سے ایسا ہی کلام کیا تو طلاق رجعی ہوگی اور صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اس معاملے میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۵۶۹)

متذکرہ آیت کے تحت کفارہ ادا کرنے یا نہ کرنے کا بیان:

۲...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا (التحریم: ۲)﴾، ﴿لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم...... الخ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسموں کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ (غلام) آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو (المائدۃ: ۸۹)﴾۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ سید عالم ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کیا تھا یا نہیں، چنانچہ مقاتل کا قول ہے کہ بی بی ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حرام قرار دینے پر سید عالم ﷺ نے ایک غلام آزاد کیا تھا، لیکن حسن بصری کا قول یہ ہے کہ آپ نے کوئی کفارہ ادا نہیں کیا کیونکہ آپ کے تمام (بظاہر) گناہ معاف ہیں۔ میرے (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) کے نزدیک مقاتل کا قول صحیح ہے کیونکہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا﴾ میں لم تحریم کے بعد ہے اور یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ تحریم کی وجہ سے آپ پر کفارہ فرض ہوا تھا اور آپ کا مغفور ہونا کفارہ کے واجب ہونے کے منافی نہیں جس طرح بھول جانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا۔ یہ بھی کہ کفارے کا قول کرنا ایک امر کو ثابت کرنے پر دلیل بنتا ہے اس لئے اِسے قبول کیا جائے گا جب کہ حسن بصری کا قول قولِ نفی پر دلیل ہے۔ (المظہری، ج ۷، ص ۱۷۱)

قرآن سے غیر خدا کا مددگار ہونا ثابت ہے:

۳...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فان الله هو موله ...... الخ بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (التحریم: ۴)﴾۔ ولی کا لفظ قریب مکان کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور نسب، دین، دوستی، مدد و نصرت، اعتقاد

وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ولایت کا معنی کسی چیز میں تصرف کرنا ہے اور ولی و مولی کا معنی متصرف، ناصر اور دوست ہے ۔مومن کو اللہ ﷻ کا ولی کہا جاتا ہے اور یہ بھی اللہ ﷻ مومنین کا ولی اور دوست ہے اور ان کا مولی ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اللہ ولی الذین امنوا اللہ والی ہے مسلمانوں کا (البقرۃ: ۲۵۷) ﴾، ﴿واعتصموا باللہ ہو مولکم فنعم المولی...... الخ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو وہ تمہارا مولی ہے تو کیا ہی اچھا مولی اور کیا ہی اچھا مددگار (الحج: ۷۸) ﴾۔اسی طرح آزاد کرانے والے اور آزاد ہونے والے کو بھی مولی کہا جاتا ہے اور حلیف کو بھی مولی کہا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو دوسرے کے معاملات کا منتظم اور مختار ہو وہ اس کا مولی ہوتا ہے اور اولی کا معنی ہے: لائق، مستحق جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اولی لک فاولی تیری خرابی آ لگی اب آ لگی (القیامۃ: ۳٤) ﴾۔ (المفردات، ص ۵٤۷)

مصباح اللغات میں ہے: مولی کے معنی مالک و سردار، غلام، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، انعام دینے والا، جس کو انعام دیا جائے، محبت کرنے والا، ساتھی، حلیف، پڑوسی، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجا، چچا، داماد، رشتے دار، ولی، تابع۔ (مصباح اللغات، ص ۹٦۸)

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ ﷻ تمہارا ولی اور مددگار ہے اور اللہ ﷻ (کی عطا سے) جبرائیل امین علیہ السلام جو مکروبین ملائکہ میں سے ہیں، اور دیگر فرشتے، جبرائیل امین علیہ السلام کو خاص طور پر نام لے کر ذکر اس لئے کیا کہ ان کی تعظیم و تکریم کرنا مقصود تھا۔ اور نیک مومنین بھی مددگار ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما ہیں جو کہ سید عالم ﷺ کے موالی تھے، دشمنوں پر آپ ﷺ کی مدد کرتے تھے، اور ایک قول کے مطابق تمام نیک مومنین سید عالم ﷺ کے معاون و مددگار ہیں جو بھی ایمان لائے اور اچھے اعمال اکھٹے کئے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو بھی نفاق سے بری ہے وہ آپ ﷺ کا معاون و مددگار ہے۔ ایک قول کے مطابق تمام انبیائے کرام آپ ﷺ کے معاون و مددگار ہیں۔ تمام خلفاء آپ ﷺ کے معاون و مددگار ہیں، تمام صحابہ آپ ﷺ کے معاون و مددگار ہیں۔ اور تمام ملائکہ جو اللہ ﷻ کے حکم سے متعین ہیں اور نیک مومنین جو سید عالم ﷺ کی ظاہری فوج ہیں اور اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وحسن اولئک رفیقا یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں (النساء: ٦۹) ﴾۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۵۷۰)

گھر سے نیکی کی دعوت شروع کرنے کا بیان:

ﷺ...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ ...... الخ اے ایمان والوں اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (التحریم: ٦) ﴾۔ اس بارے میں مفسرین کرام کے اقوال اس طرح پائے جاتے ہیں: (۱)...... ضحاک کہتے ہیں کہ جس طرح اپنی ذات کو آگ سے بچاتا ہے یونہی اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچائے۔ (۲)...... ابن عباس سے روایت ہے کہ اپنی ذات کو آگ سے بچائے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اللہ ﷻ کے ذکر و دعا میں مشغول رہنے کا عادی بنائے۔ (۳)...... حضرت علی، قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اپنی ذات کو عبادت میں مصروف کر دے اور اپنے اہل وعیال کو اسی احکم الحاکمین کی عبادت کی وصیت کرے۔ (٤)...... ابن عربی کے نزدیک یہی قول صحیح ترین ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور نگہبان سے اس کی رعایا سے متعلق سوال کیا جائے گا، پس امام (وقت) عام لوگوں کا نگہبان ہے اور اس سے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کے گھر کے متعلق سوال ہوگا“۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، رقم: ۸۹۳، ص ۱٤۳)

اغراض:

امتک ماریۃ القبطیۃ: بی بی حفصہ اپنے والد ماجد کے گھر گئی ہوئی تھیں، مزید شان نزول اور حاشیہ نمبر "۱" کا مطالعہ کیجئے۔

شروع: شرح متین میں باندی اپنے آقا پر حلال کی گئی ہے۔ تحلیلھا بالکفارۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ قسم کی گرہ کھولنا مقصود ہے، اور یہ کہ سید عالم ﷺ نے قسم کی گرہ کفارہ دینے کے ذریعے کھولی۔ ومن الایمان تحریم الامۃ: اس قول کے ذریعے سید عالم ﷺ نے بی بی ماریہ کو خود پر حرام کیا: "انت علی حرام یعنی تو مجھ پر حرام ہے"۔ پس امام شافعی کے نزدیک اس پر کفارہ یمین ہوگا اور امام مالک کے نزدیک جب غیر زوجہ کے ساتھ تحریم کی جائے تو وہ لغو ہوتی ہے اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوتا جب تک کہ اُسے آزاد کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے مگر یہ کہ اُسے آزاد کرنا لازم ہوگا اور زوجیت میں تحریم کے حوالے سے امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر طلاق کی قسم کھائی جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو کفارہ یمین لازم ہوگا اور امام مالک کے نزدیک اس تحریم کے ذریعے تین طلاقیں لازم ہونگی اگر وہ مدخول بہا ہو اور غیر مدخول بہا ہونے کی صورت میں ایک ہی نافذ ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔

علی المنبأ بہ: سے مراد تحریم بی بی ماریہ ہے، مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "علی انھا قد انبأت بہ"۔

وجواب الشرط محذوف: یعنی اللہ کا فرمان: ﴿فقد صغت قلوبکما﴾ شرط کیلئے تعلیل ہے، معنی یہ ہے کہ دونوں اپنے دلوں کو اللہ کی جانب توبہ کے لئے مائل کریں۔ فصل: یعنی ﴿ھو﴾ ضمیر فصل ہے نہ کہ محل اعراب۔

خبر عسی: سے مراد جملہ ﴿ان یبدلہ﴾ ہے۔ او مھاجرات: سے مراد حسن کا قول ہے۔

منھا: "الاصنام" سے حال ہے اور ضمیر ﴿الحجارۃ﴾ سے عائد ہے۔ من غلظ القلب: یعنی (عذاب دینے پر متعین) فرشتے کسی پر رحم نہیں کرتے کیونکہ وہ اسی صفت کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں اور انہیں خلق کو عذاب کرنے سے محبت ڈالی گئی ہے جیسا کہ بنی آدم کو کھانے اور پینے سے محبت ہوا کرتی ہے۔ فی البطش: کہا جاتا ہے کہ یہ فرشتے جب جہنمی کو ایک گرز ماریں گے تو وہ ستر ہزار سال زمین میں دھنس جائے گا۔ والایۃ تخویف للمومنین: یعنی خالص مومنین مراد ہیں، اور ایک قول کے مطابق مذکورہ آیت: ﴿ویفعلون مایؤمرون﴾ مشرکین کے خطاب سے متعلق ہے، پس اس میں مومنین کو خطاب کرنے کی کونسی صورت رہ جاتی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس آیت میں خالص مومنین پر تخفیف کا بیان ہے اور منافقین پر جو کہ خود کو مومن ظاہر کرتے ہیں۔ ای لانہ لا ینفعکم: مراد یوم جزاء ہے نہ کہ یوم اعتذار، جو کہ زمانے کے ساتھ گزر گیا۔ (الصاوی، ج۶، ص ۱۳۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿یایھاالذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا﴾ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَضَمِّهَا صَادِقَةً بِاَنْ لَایُعَادَ اِلَی الذَّنْبِ وَلَایُرَادُ الْعَوْدُ اِلَیْهِ ﴿عسی ربکم﴾ تُرَجِّیَةٌ تَقَعُ ﴿ان یکفرعنکم سیاتکم ویدخلکم جنت﴾ بَسَاتِیْنَ ﴿تجری من تحتھا الانھر یوم لا یخزی اللہ﴾ بِاِدْخَالِ النَّارِ ﴿النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم﴾ اَمَامَھُمْ ﴿و﴾ یَکُوْنُ ﴿بایمانھم یقولون﴾ مُسْتَانَفٌ ﴿ربنا اتمم لنا نورنا﴾ اِلَی الْجَنَّةِ وَالْمُنَافِقُوْنَ یُطْفِیُ نُوْرُھُمْ ﴿واغفرلنا﴾ رَبَّنَا ﴿انک علی کل شیء قدیر (۸) یایھا النبی جاھد الکفار﴾ بِالسَّیْفِ ﴿والمنفقین﴾ بِاللِّسَانِ وَالْحُجَّةِ ﴿واغلظ علیھم﴾ بِالْاِنْتِھَارِ وَالْمَقْتِ ﴿ومأوھم جھنم وبئس المصیر (۹)﴾ ھِیَ ﴿ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتھما﴾ فِی الدِّیْنِ اِذْ کَفَرَتَا وَکَانَتِ امْرَاَتُ نُوْحٍ وَاِسْمُھَا وَاھِلَةٌ تَقُوْلُ لِقَوْمِهٖ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ

وَامْرَاَتُ لُوْطٍ وَاِسْمُهَا وَاعِلَةُ تَدُلُّ عَلٰى اَضْيَافِهٖ اِذَا نَزَلُوْا بِهٖ لَيْلًا بِاِيْقَادِ النَّارِ وَنَهَارًا بِالتَّدْخِيْنِ﴿ فلم يغنيا﴾اَىْ نُوْحٍ وَلُوْطٍ﴿ عنهما من الله﴾مِنْ عَذَابِهٖ﴿ شيئا وقيل﴾لَهُمَا﴿ ادخلا النار مع الداخلين (۱۰)﴾مِنْ كُفَّارِ قَوْمِ نُوْحٍ وَقَوْمِ لُوْطٍ﴿وضرب الله مثلا للذين امنوا امرت فرعون﴾آمَنَتْ بِمُوْسٰى وَاِسْمُهَا آسِيَةُ فَعَذَّبَهَا فِرْعَوْنُ بِاَنْ اَوْتَدَ يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا وَاَلْقٰى عَلٰى صَدْرِهَا رَحٰى عَظِيْمَةً وَاسْتَقْبَلَ بِهَا الشَّمْسَ فَكَانَتْ اِذَا تَفَرَّقَ عَنْهَا مَنْ وُكِّلَ بِهَا ظَلَّلَتْهَا الْمَلَائِكَةُ﴿ اذ قالت﴾فِىْ حَالِ التَّعْذِيْبِ﴿رب ابن لى عندك بيتا فى الجنة﴾فَكَشَفَ لَهَا فَرَاٰتْهُ فَسَهُلَ عَلَيْهَا التَّعْذِيْبُ﴿ ونجنى من فرعون وعمله﴾وَتَعْذِيْبِهٖ﴿ ونجنى من القوم الظلمين (۱۱)﴾اَهْلِ دِيْنِهٖ فَقَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهَا وَقَالَ ابْنُ كَيْسَانَ رُفِعَتْ اِلَى الْجَنَّةِ حَيَّةً فَهِىَ تَاْكُلُ وَتَشْرِبُ﴿ومريم﴾عَطْفٌ عَلَى امْرَاَةِ فِرْعَوْنَ﴿ ابنت عمران التى احصنت فرجها﴾حَفِظَتْهُ﴿ فنفخنا فيه من روحنا﴾اَىْ جِبْرِيْلُ حَيْثُ نَفَخَ فِىْ جَيْبِ دِرْعِهَا بِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِعْلَهُ الْوَاصِلَ اِلٰى فَرْجِهَا فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى﴿ وصدقت بكلمت ربها﴾بِشَرَائِعِهٖ﴿ وكتبه﴾الْمُنَزَّلَةِ﴿ وكانت من القنتين (۱۲)﴾مِنَ الْقَوْمِ الْمُطِيْعِيْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے (یعنی سچی توبہ کرو کہ بعد توبہ دوبارہ گناہ کی طرف نہ لوٹو اور نہ اس کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہو: ''نصوحا'' کو نون مفتوحہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) قریب ہے کہ تمہارا رب (یہ توجیہ ہے جو واقع ہو چکی ہے) تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے (جنت بمعنی بساتین ہے) جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ رسوانہ کرے گا (جہنم میں داخل فرما کر) نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا......۱......ان کے آگے (بین ایدھم بمعنی امامھم ہے) اور (''بایمانھم'' سے قبل ''یکون'' فعل ناقص محذوف ہے) ان کے دہنے عرض کریں گے (''یقولون'' یہ جملہ مستانفہ ہے) اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے (جنت کی طرف اور منافقین کا نور بجھ چکا ہوگا) اور ہمیں بخش دے (اے ہمارے رب ﷻ) بیشک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے اے نبی کافروں پر (تلوار کے ذریعے) اور منافقوں سے (زبان اور اقامت دلائل کے ذریعے) جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ (انہیں جھڑک کر اور غضبناک ہو کر......۲......) اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام (یہاں مخصوص بالذم ''ھی'' محذوف ہے) اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزا وار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے (دین میں) دغا کیا (کیونکہ یہ دونوں کافرہ تھیں، حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلۃ تھا وہ اپنی قوم سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واعلۃ تھا جب آپ علیہ السلام کے یہاں مسلمان آتے تو رات میں آگ جلا کر اور دن میں دھویں کے ذریعے اپنی قوم کی ان مسلمانوں کی طرف رہنمائی کرتی تھی) تو وہ دونوں (یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام) اللہ کے سامنے (ان دونوں کے) انہیں کچھ کام نہ آئے اور (ان دونوں سے) کہا گیا جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ (یعنی قوم نوح ولوط کے کفار کے ساتھ) اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی ان کا نام حضرت آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا تھا، فرعون انہیں اسی طرح تکلیف دیتا کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں گاڑ دیتا اور ان کے سینے پر بھاری چکی رکھ دیتا اور پھر آپ کو دھوپ میں ڈال دیتا

جب وہ آپ کے پاس سے چلا جاتا تو آپ پر مقرر فرشتے آپ کو سایہ کرتے ......۔۔۔۔۔۔) جب اس نے (عذاب سہنے کی حالت میں)عرض کیا اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس گھر بنا (پھر آپ سے پردے اٹھا دیئے گئے آپ نے جنت میں اپنا گھر دیکھ لیا پھر آپ پر عذاب سہنا آسان ہوگیا) اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے (اور اس کے عذاب سے) نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش (یعنی فرعون اور اس کے اہل دین سے، پس اللہ ﷻ نے آپ کی روح قبض فرمائی حضرت ابن کیسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ ﷻ نے آپ کو زندہ ہی جنت میں پہنچا دیا آپ وہاں کھاتی پیتی ہیں) اور مریم (''مریم'' کا عطف ''امراۃ فرعون'' پر ہے) عمران کی بیٹی جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی (احصنت بمعنی حفظت ہے) تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی (یعنی جبرائیل علیہ السلام نے یوں کہ اس نے آپ کے قمیص کے گریبان میں پھونک ماری اللہ ﷻ کے تخلیق فرمانے سے آپ علیہ السلام کی یہ پھونک حضرت مریم تک پہنچ گئی جس کے سبب حضرت عیسی علیہ السلام ان کے رحم میں ٹھہر گئے) اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات (یعنی اس کے شرائع کی) اور اس کی (نازل کردہ) کتابوں کی اور فرمانبردار (لوگوں) میں سے ہوئی (قنتین بمعنی المطیعین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم﴾

یایھا الذین امنوا: نداء، توبوا الی اللہ: فعل امر بافاعل، وظرف لغو، توبۃ نصوحا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، عسی ربکم: فعل مقارب بااسم، ان: مصدریہ، یکفر عنکم سیاتکم: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ﴾

و: عاطفہ، یدخلکم: فعل بافاعل ومفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، یوم: مضاف، لایخزی اللہ: فعل نفی وفاعل، النبی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین امنوا معہ: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''یکفر عنکم'' پر معطوف ہے۔

﴿نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا﴾

نورھم: مبتدا، یسعی: فعل بافاعل، بین ایدیھم: ظرف معطوف علیہ، و: عاطفہ، بایمانھم: ظرف لغو معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر اول، یقولون: قول، ربنا: نداء، اتمم لنا نورنا: فعل امر بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اغفر لنا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انک علی کل شیء قدیر یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم﴾

انک: حرف مشبہ واسم، علی کل شیء قدیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یایھا النبی: نداء، جاھد: فعل امر بافاعل، الکفار: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المنفقین: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اغلظ علیھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وماوھم جھنم وبئس المصیر ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط﴾

و: مستانفہ، ماوھم: مبتدا، جھنم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، بئس: فعل ذم، المصیر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ''ھی'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ضرب اللہ: فعل وفاعل، مثلا: موصوف، لام: جار، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر

صفت، ملکر مفعول، ثانی مقدم، امرات نوح: معطوف علیہ، و: عاطفہ، امرات لوط: معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخا نتھما﴾

کانتا: فعل ناقص والف تثنیہ اسم، تحت: مضاف، عبدین: موصوف، من عبادنا: ظرف مستقر صفت اول، صالحین: صفت ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، خانتا: فعل بافاعل، ھما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین﴾

ف: عاطفہ، لم یغنیا: فعل نفی بافاعل، عنھما: ظرف لغو، من اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قیل: قول، ادخلا: فعل امر بافاعل، النار: مفعول، مع الداخلین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ﴾

و: عاطفہ، ضرب اللہ: فعل وفاعل، مثلا: موصوف، للذین امنوا: ظرف مستقر صفت، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، قالت: قول، رب: نداء، ابن لی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، عندک: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، بیتا: ذوالحال، ملکر مفعول، فی الجنۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول ثانی مقدم، امرات فرعون: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین﴾

و: عاطفہ، نجنی: فعل امر بافاعل ومفعول، من: جار، فرعون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملہ: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ابن لی" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نجنی: فعل امر بافاعل ومفعول، من القوم الظلمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ابن لی" پر معطوف ہے۔

﴿ومریم ابنت عمرن التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا﴾

و: عاطفہ، مریم: مبدل منہ، ابنت عمرن: مرکب اضافی بدل، ملکر موصوف، التی: موصول، احصنت فرجھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نفخنافیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، من روحنا: ظرف مستقر "روحا" محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر ماقبل "امرات فرعون" پر معطوف ہے۔

﴿وصدقت بکلمت ربھا وکتبہ وکانت من القنتین﴾

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "فحملت بعیسی" صدقت: فعل بافاعل، ب: جار، کلمات ربھا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کتب: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کانت: فعل ناقص بااسم، من القنتین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نور کے آگے اور داہنے دوڑنے سے کیا مراد ہے؟

۱...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم﴾ ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اوران کے داہنے (التحریم:۸)۔ مجاہد، ضحاک، حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ قول مومنین کا ہوگا جو وہ قیامت کے دن منافقین کو دیکھیں گے کہ ان کا نور بجھ چکا ہوگا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں سب سے پہلے قیامت کے دن سجدے میں جانے کی اجازت پاؤں گا، اور سب سے پہلے مجھے ہی اجازت ملے گی کہ اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں، پس میں اپنے آگے امتوں میں

سے اپنی امت کو پہچانوں گا اور اپنے دائیں جانب امتوں میں سے اپنی امت کو پہچانوں گا، اپنی بائیں جانب امتوں میں سے اپنی امت کو پہچانوں گا''، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنی امت کو دیگر امتوں میں سے کیسے پہچان لیں گے؟ جواب ارشاد فرمایا: ''ان کی پیشانیوں پر طہارت کے آثار نمایاں ہونگے، اور کسی اور امت کو یہ وصف نہ ملے گا، اور انہیں دائیں ہاتھ میں نامہ دیئے جانے سے پہچان لوں گا، اور ان کی پیشانیوں اور چہروں پر سجدوں کے نشان ظاہر ہونگے، اور ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا''۔

(ابن کثیر، ج ٤، ص ٤٦٩)

منافقین سے زبانی کلامی جہاد کرنے کا حکم:

۲..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم﴾ اے غیب بتانے والے نبی کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی کرو (التحریم: ۹)۔ اللہ نے اس آیت میں کفار سے تلوار کے ساتھ جہاد کرنے اور منافقین کے ساتھ دلائل سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دونوں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آؤ، جب کہ (تمہیں) نرمی پہنچے۔ حسن کہتے ہیں کہ اکثر سید عالم ﷺ اپنے دورِ ظاہری میں منافقین کے ساتھ سختی سے پیش آتے اور ان پر حدود قائم فرماتے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۸، ص ٤۹۲)

بی بی آسیہ پر مظالم کی کیفیات:

۳..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ونجنی من فرعون وعملہ ...... الخ﴾ اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے (التحریم: ۱۱)۔ اللہ عزوجل نے بی بی آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا (زوجہ فرعون) کو فرعون کے خبیث نفس اور سلطنت سے نجات عطا فرمائی۔ خصوصاً اس کے بُرے عمل یعنی کفر سے نجات بخشی کہ وہ غیر خدا کی عبادت (کا حکم) کرتا اور بغیر کسی جرم کے سخت سزائیں دیتا تھا، اور اس پر اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ملائکتہ ...... وجبرائیل﴾ اور اس کے فرشتے اور اس کے رسولوں اور جبرئیل امین (البقرۃ: ۹۸) دلالت کرتا ہے۔ مقاتل کے قول کے مطابق اللہ عزوجل نے قوم قبط سے انہیں نجات عطا فرمائی جو کہ فرعون کی تابع تھی اور ظلم و زیادتی کرتی تھی۔ کلبی کہتے ہیں کہ مراد اہل مصر ہیں کہ اللہ عزوجل نے مصر والوں کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات بخشی۔ آیت کا ظاہر اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ بی بی آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا (زوجہ فرعون) مومنہ تھیں جو کہ قیامت کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ بعض مفسرین نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ رشتے میں موسی علیہ السلام کی پھوپھی تھیں اور اسی وقت ایمان لے آئی تھیں جب کہ حضرت موسی علیہ السلام کے عصا نے فرعون کی بناوٹوں کو نگل لیا تھا، پس فرعون کو معلوم ہوا تو اُس نے انہیں سزائیں دیں۔ ابو یعلی، بیہقی نے صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرعون نے اپنی زوجہ کو کیلوں سے چاروں ہاتھ پاؤں کے ساتھ ٹھونک دیا تھا، پس جب وہ چلا جاتا تو مقرر فرشتے بی بی آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا پر سایہ کرتے، پس بی بی آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا ایسے حال میں فرماتیں: ﴿رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ﴾ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا (التحریم: ۱۱)۔ پس اللہ عزوجل نے انہیں جنت میں ان کا ٹھکانہ دکھا دیا جو کہ موتیوں کا بنا ہوا تھا اور عبد بن حمید کی روایت میں یوں ہے کہ فرعون نے انہیں اسی طرح چاروں شانے چت لٹا کر کیلیں ٹھونک دیں اور سورج ان کے منہ کے سامنے ہوتا، جب وہ آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتیں تو یونہی عرض کرتیں، پس اللہ عزوجل نے ان کے لئے جنت میں گھر بنایا اور جسے انہوں نے دنیا ہی میں ملاحظہ فرمالیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فرعون نے اپنے ماننے والوں سے کہا کہ انہیں کسی سخت چٹان پر دے مارو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن اللہ عزوجل نے ان کی پکار سن لی اور جب فرعونیوں نے اِنہیں چٹان پر دے مارا اس وقت ان کے جسم میں روح نہ تھی۔ حسن کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے انہیں نجات عطا فرمائی اور انہیں جنت کی جانب بلند کر لیا، پس وہ جنت کے انعام و اکرام سے تلذذ اٹھا رہی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے ظاہری جسم کو ہی جنت کی طرف اٹھا لیا جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس آیت میں دلیل

ہے کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں توبہ کرنا، التجائیں کرنا اور اخلاص کا سوالی ہونا عظیم انعام ہے اور صالحین وانبیائے کرام کی سنن میں سے ہے۔ اور ایسی مثالیں قرآن میں بہت سی موجود ہیں۔ (روح المعانی، الجزء:۲۸،ص ۴۹۵)

اغراض:

بان لا یعاد الی الذنب: یہ ﴿توبة نصوحا﴾ کے بارے میں تیسواں قول ہے، آقائے دو جہاں ﷺ نے تعلیم امت کے لئے فرمایا کہ: ''میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں'' اور ایک روایت میں یوں ہے کہ: ''میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔

والمنافقون یطفا نورهم: قیامت کے دن منافقین کا نور بجھ جائے گا اور وہ جہنم رسید ہو جائیں گے، مومنین اُن کی یہ حالت دیکھ کر اللہ سے نور کی سلامتی کے لئے دعا کریں گے تا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں جہاں اندھیرا نہیں ہوتا، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ مومنین کو کیسے نور کے بجھ جانے کا خوف ہوگا جبکہ مومنین تو امن میں ہونگے ؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مومنین کو خوف نہ ہوگا بلکہ انہیں اللہ کی رحمت سے تلذذ کا شوق اس کلام پر ابھارے گا۔

اذ کفرتا: اللہ کے فرمان: ﴿فخانتا﴾ کی تعلیل ہے۔ **واسما واهلة:** ہاء کو لام پر مقدم کرنے کی صورت میں، حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کا نام ہے، یا اس کے برعکس اور ایک قول کے مطابق ''واعلة'' یعنی عین کی لام پر تقدیم کی صورت میں، یا اس کے برعکس۔

امنت بموسی: یہاں بی بی آسیہ کے ایمان کا بیان ہے، اور بی بی آسیہ کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں، مزید حاشیہ نمبر ''۳'' کا مطالعہ کیجئے۔

فعله: سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فعل ہے یعنی صور پھونکنا۔ **المنزلة:** اپنے زمانے میں، جیسے توریت، انجیل اور صحف ابراہیم۔

(الصاوی، ج۶،ص ۱۳۵ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الملک مکیۃ وھی ثلاثون آیۃ

(سورۂ ملک مکیہ ہے جس میں تیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الملک

اس سورت میں دو رکوع، تیس آیتیں، تین سو تیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حروف ہیں۔ اس سورت کی ابتدا اللہ ﷻ کی عظمت وجلال سے کی جارہی ہے اور اس کا ذکر خود زبان قدرت سے ہو رہا ہے حق تو یہی ہے کہ اسے ہی زیب دیتا کہ اپنی حمد وثنا کرے۔ اور حیات وموت کا جو تسلسل قائم کیا ہے تو فوراً انسان کی توجہ اس کی حکمت کی طرف موڑ دی کہ اس سے مقصد صرف تمہارا امتحان ہے کہ کون تم میں سے اپنی زندگی اچھے سے اچھے کاموں کے لئے وقف کرسکتا ہے اور اس کے بعد اپنی قدرت وحکمت کے ثبوت کے لئے اپنی کائنات کو پیش کیا اور دنیا بھر کے نقاروں کو چیلنج کیا کہ اس میں کوئی عیب یا کوئی اور نقشہ تجویز کرکے دکھائیں جب کسی کو جرأت نہیں کہ وہ اللہ ﷻ کی پیدا کی ہوئی چیز پر انگلی اٹھا سکے تو اس سے بہتر تو کیا اس کی مثل بھی نہیں لا سکتے اور پھر بھی نادان بنتے ہیں، بھلائی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دو اور اس کی تمام صفات وکمالات پر ایمان لے آؤ ورنہ انجام بہت بھیانک ہوگا۔ ایسے دوزخ میں پھینک دیئے جاؤ گے کہ جس کے شعلے غیظ وغضب سے بھڑک رہے ہوں گے اور اس وقت تم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرو گے لیکن اس وقت اعتراف کرنا کوئی کام نہ آئے گا۔ اس ضمن میں یہ بتا دیا کہ سب انسان حق ناشناس نہیں کچھ وہ بھی ہیں جو بن دیکھے اپنے رب ﷻ کو مانتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ ﷻ اجر کبیر عطا فرمائے گا اس کے بعد اپنی قدرت کی کئی اور نشانیاں بیان فرمائیں پھر انہیں جھنجھوڑ کر کہا اگر تم نے انکار کیا اور یہ روش نہ چھوڑی تو اللہ ﷻ کے لئے مشکل نہیں کہ وہ تمہیں عذاب کرے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی ایک سورت میں تیس آیتیں ہیں وہ جس شخص کی بھی شفاعت کرے گی اس کی مغفرت کردی جائے گی، وہ سورت الملک ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک، رقم: ۲۹۰۰، ص ۸۲۰)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا، اس میں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا تھا، حتی کہ اس نے اس کو ختم کرلیا، پھر وہ نبی پاک ﷺ کے پاس گیا اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سورۃ المانعۃ اور المنجیہ ہے یعنی یہ عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے''۔ (المرجع السابق، رقم: ۲۸۹۹)

رکوع نمبر: ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿تبرک﴾تَنَزَّہَ عَنْ صِفَاتِ الْمُحْدَثِیْنَ﴿الذی بیدہ﴾فِی تَصَرُّفِہٖ﴿الملک﴾السُّلْطَانُ وَالْقُدْرَۃُ﴿وھو علیٰ کل شیء قدیر (۱) الذی خلق الموت﴾فِی الدُّنْیَا﴿والحیوۃ﴾فِی الْآخِرَۃِ اَوْ ھُمَا فِی الدُّنْیَا فَالنُّطْفَۃُ تَعْرِضُ لَھَا الْحَیٰوۃُ وَھِیَ مَابِہِ الْاِحْسَاسُ وَالْمَوْتُ ضِدُّھَا اَوْعَدَمُھَا قَوْلَانِ وَالْخَلْقُ عَلَی الثَّانِیْ بِمَعْنَی التَّقْدِیْرِ﴿لیبلوکم﴾لِیَخْتَبِرَکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ﴿ایکم احسن عملا﴾اَطْوَعُ لِلّٰہِ﴿وھو العزیز﴾فِی اِنْتِقَامِہٖ مِمَّنْ عَصَاہُ﴿الغفور (۲)﴾لِمَنْ تَابَ اِلَیْہِ﴿الذی خلق سبع سموت طباقا﴾بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ مِنْ غَیْرِ مُمَاسَّۃٍ﴿ماتری فی خلق الرحمن﴾لَھُنَّ وَلَا لِغَیْرِھِنَّ﴿من تفوت﴾تَبَایُنٍ وَعَدَمِ تَنَاسُبٍ﴿فارجع

البصر﴾اَعِدْهُ اِلَى السَّمَاءِ﴿ هل ترى ﴾فِيْهَا﴿من فطور (۳)﴾صُدُوْعٍ وَشُقُوْقٍ﴿ثم ارجع البصر كرتين﴾ كُرَّةً بَعْدَ كَرَّةٍ ﴿ينقلب ﴾يَرْجِعُ﴿اليك البصر خاسئا﴾ذَلِيْلًا لِعَدَمِ اِدْرَاكِ خَلَلٍ﴿ وهو حسير (۴)﴾مُنْقَطِعٌ عَنْ رُؤْيَةِ خَلَلٍ﴿ولقد زينا السماء الدنيا﴾اَلْقُرْبٰى اِلَى الْاَرْضِ﴿ بمصابيح﴾بِنُجُوْمٍ﴿ وجعلنها رجوما﴾مَرَاجِمَ﴿ للشيطين﴾اِذَا سْتَرَقُوا السَّمْعَ بِاَنْ يَّنْفَصِلَ شِهَابٌ عَنِ الْكَوْكَبِ كَالْقَبْسِ يُؤْخَذُ مِنَ النَّارِ فَيَقْتُلُ الْجِنِّيَّ اَوْيُخْبِلُهُ لا اِنَّ الْكَوْكَبَ يَزُوْلُ عَنْ مَكَانِهٖ﴿واعتدنا لهم عذاب السعير (۵)﴾النَّارِ الْمُوْقَدَةِ﴿وللذين كفروا بربهم عذاب جهنم وبئس المصير (۶)﴾هِيَ﴿اذا القوا فيها سمعوا لها شهيقا ﴾صَوْتًا مُنْكَرًا كَصَوْتِ الْحِمَارِ﴿وهى تفور (۷)﴾تَغْلِيْ﴿تكاد تميز﴾وَقُرِئَ تَمَيَّزُ عَلَى الْاَصْلِ تَنْقَطِعُ﴿ من الغيظ﴾غَضَبًا عَلَى الْكُفَّارِ﴿ كلما القى فيها فوج ﴾جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ﴿سألهم خزنتها ﴾سَوَالُ تَوْبِيْخٍ﴿الم يأتكم نذير (۸)﴾رَسُوْلٌ يُنْذِرُكُمْ عَذَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى﴿قالوا بلى قد جاء نا نذير فكذبنا وقلنا ما نزل الله من شيء ان انتم الا فى ضلل كبير (۹)﴾يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ مِن كَلَامِ الْمَلَائِكَةِ لِلْكُفَّارِ حِيْنَ اَخْبَرُوْا بِالتَّكْذِيْبِ وَاَنْ يَكُوْنُ مِنْ كَلَامِ الْكُفَّارِ لِلنُّذُرِ﴿وقالوا لو كنا نسمع﴾اَىْ سِمَاعَ تَفَهُّمٍ﴿ او نعقل﴾اَىْ عَقْلَ تَفَكُّرٍ﴿ ما كنا فى اصحب السعير (۱۰)فاعترفوا﴾حَيْثُ لَايَنْفَعُ الْاِعْتِرَافُ﴿بذنبهم﴾وَهُوَ تَكْذِيْبُ النُّذُرِ﴿ فسحقا﴾بِسُكُوْنِ الْحَاءِ وَضَمِّهَا﴿ لاصحب السعير (۱۱)﴾فَبُعْدًا لَهُمْ عَنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى﴿ان الذين يخشون ربهم﴾يَخَافُوْنَهٗ﴿ بالغيب﴾فِى غَيْبَةٍ عَنْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَيُطِيْعُوْنَهٗ سِرا فَيَكُوْنُ عَلَانِيَةً اَوْلٰى﴿ لهم مغفرة واجر كبير (۱۲)﴾اَىِ الْجَنَّةُ﴿واسروا﴾اَيُّهَا النَّاسُ﴿ قولكم اواجهروا به انه﴾اَنَّهٗ تَعَالٰى﴿ عليم بذات الصدور (۱۳)﴾بِمَا فِيْهَا فَكَيْفَ بِمَا نَطَقْتُمْ بِهٖ وَسَبَبُ نُزُوْلِ ذٰلِكَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ لَايَسْمَعُكُمْ اِلٰهُ مُحَمَّدٍ﴿الا يعلم من خلق﴾ما تُسِرُّوْنَ اَىْ اَيَنْتَفِىْ عِلْمُهٗ بِذٰلِكَ﴿ وهو اللطيف ﴾فِى عِلْمِهٖ﴿الخبير (۱۴)﴾فِيْهِ لا.

﴿ترجمہ﴾

بڑی برکت والا ہے وہ (یعنی مخلوق کی صفات سے منزہ ہے وہ) جس کے ہاتھ میں (یعنی جس کے تصرف میں) سارا ملک (ساری سلطنت اور قبضہ) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جس نے پیدا کیا موت کو (دنیا میں) اور زندگی کو (آخرت میں یا ان دونوں چیزوں کو دنیا میں کہ نطفہ کو حیات لاحق ہوتی ہے اور حیات اس شے کا نام ہے جس کے ذریعے احساس قائم ہو اور موت اس کی ضد کا نام ہے یا پھر موت عدمی ہے اس بارے میں دو اقوال ہیں دوسرے قول کے مطابق پھر یہاں، خلق کے معنی تقدیر ہوگا) کہ تمہاری جانچ ہو (دنیا میں......! ،لیبلو کم بمعنی لیختبر کم ہے) تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے (کون اللہ عزوجل کا زیادہ فرمانبردار ہے) اور وہی غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے نافرمانوں سے انتقام لینے میں) بخشنے والا ہے (اسے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے) جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا (یعنی آسمان ایک کے اوپر ایک ہے لیکن آپس میں ملے ہوئے نہیں ہیں) تو کیا رحمٰن کے بنانے میں (آسمانوں کو اور دیگر اشیاء کو) فرق دیکھتا ہے (کچھ تباین اور باہمی عدم مناسبت دیکھتا ہے) تو نگاہ اٹھا کر دیکھ (آسمان کی طرف، ارجع بمعنی اعد ہے) تجھے (اس میں) کوئی رخنہ نظر آتا ہے (کوئی شگاف و سوراخ نظر آتا ہے) پھر دوبارہ نگاہ اٹھا (یعنی یکے بعد دیگرے نگاہ اٹھا) نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی

(خلل کاادراک نہ کر پانے کی وجہ سے،ینقلب بمعنی یرجع ہے،اور خاسئا بمعنی ذلیلا ہے)تھکی ماندی(کسی رخنہ کو دیکھنے سے......۲......)اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو(جو کہ زمین سے قریب ہے)آراستہ کیا چراغوں (یعنی ستاروں) سے اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا(جب وہ چوری چھپے سننے کی کوشش کریں یوں کہ ستارے سے آگ کا شعلہ الگ ہو کر اسے لگتا ہے جیسا آگ میں سے شعلے کو نکالا جاتا ہے تو اِس کے ذریعے جنات کو مار دیا جاتا ہے یا پھر انہیں مجنون کر دیا جاتا ہے ایسا نہیں کہ اس کام کے لیے تارے اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہوں......۳......)اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا(السعیر کے معنی بھڑکتی آگ ہے)اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام(یہاں مخصوص بالذم ''ھی'' ضمیر محذوف ہے)جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے(گدھے کی سی قابل کراہت آواز سنیں گے) کہ جوش مارتی ہے(تفور بمعنی تغلی ہے)معلوم ہوتا ہے کہ پھٹ جائیگی(''تمیز'' کو ایک قرائت میں تتمیز یعنی اصل کے مطابق پڑھا گیا ہے،یہ بمعنی تنقطع ہے،کفار پر)شدت غضب کی وجہ سے(الغیظ بمعنی الغضب ہے)جب کبھی کوئی گروہ(کافروں میں سے)اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ(بطور زجر و توبیخ)ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا تھا(کوئی رسول نہ آئے تھے جو تمہیں عذاب الٰہی عزوجل سے ڈراتے)کہیں گے کیوں نہیں!بیشک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں(ان بمعنی ما نافیہ ہے،''ان انتم الافی ضلل کبیر''اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ فرشتے کفار سے کہیں گے جب وہ انہیں انبیاء کرام کو جھٹلانے کی خبر دیں گے یا پھر یہ بات بھی کفار نے ڈرسنانے والے رسولوں سے کہی ہو گی......۴......)اور کہیں گے اگر ہم سنتے(سمجھنے کے ارادے)یا سمجھتے(حقیقتاً سمجھنے کی نسبت سے)تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے اب اقرار کیا(جب کہ یہ اقرار کچھ نفع نہیں دے سکتا)اپنے گناہ کا(یعنی تکذیب انبیاء کا)تو پھٹکار ہو(''سحقا'' کو حاء ساکنہ اور ''سحق'' اور مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے)دوزخیوں کو(یعنی کا فر اللہ عزوجل کی رحمت سے دور ہوں گے)بیشک وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں(یخشون بمعنی یخافون ہے)پوشیدگی میں(جب کہ وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتے یعنی وہ خلوت میں بھی اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کرتے ہیں تو جلوت میں بدرجہ اولی کرتے ہوں گے......۵......)ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے(یعنی جنت ہے)اور(اے لوگوں!)تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ(یعنی اللہ عزوجل)تو دلوں کی جانتا ہے(دلوں میں موجود باتوں کو جانتا ہے اور تمہاری زبان سے کہی گئی باتوں کو کیسے نہیں جانے گا،شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ مشرکین نے آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے باہمی آہستہ آواز میں گفتگو کی کہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سن نہ لے)کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا(جو بات تم آہستہ کہو یا بلند،اس کے علم سے مخفی کچھ نہیں)اور وہی ہے(اپنے علم سے)ہر باریکی جانتا خبردار(اس کے بارے میں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تبرک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر﴾

تبرک: فعل،الذی:موصول،بیدہ:ظرف مستقر خبر مقدم،الملک:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ھو:مبتدا،علی کل شیء:ظرف لغو مقدم،قدیر:صفت مشبہ بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفور﴾

الذی: موصول،خلق:فعل بافاعل،الموت:معطوف علیہ،و:عاطفہ،الحیوۃ:معطوف،ملکر مفعول،لام: جار،یبلوکم:فعل بافاعل

ومفعول،ایکم :مبتدا،احسن: اسم تفضیل باھوضمیر ممیز،عملا:تمیز،ملکر فاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ماقبل "الذی بیدہ الملک" سے بدل واقع ہے،و :عاطفہ،ھو :مبتدا،العزیز الغفور :خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذی خلق سبع سموت طباقا ماتری فی خلق الرحمن من تفوت﴾

الذی: موصول،خلق:فعل بافاعل،سبع سموت:موصوف،طباقا :صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ماقبل "الذی بیدہ الملک" سے بدل ثانی واقع ہے،ماتری:فعل نفی بافاعل،فی خلق الرحمن :ظرف لغو،من :زائد،تفوت :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فارجع البصر هل ترى من فطورثم ارجع البصر كرتين﴾

ف: تعلیلیہ،ارجع البصر :فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ھل :حرف استفہام،تری:فعل بافاعل،من: جار زائد،فطور :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ثم :عاطفہ،ارجع البصر :فعل امر بافاعل ومفعول، کرتین :مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر﴾

ینقلب: فعل مضاف،الیک :ظرف لغو،البصر :ذوالحال،خاسئا : حال اول،و : حالیہ،ھو حسیر : جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنها رجوما للشیطین﴾

و : مستانفہ ،لام :قسمیہ ،قد :تحقیقیہ ،زینا : فعل بافاعل،السماء الدنیا: مرکب توصیفی مفعول،بمصابیح :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ،و :عاطفہ،جعلنھا :فعل بافاعل ومفعول،رجوما :موصوف،للشیطین :ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واعتدنا لهم عذاب السعیر وللذین كفروا بربهم عذاب جهنم وبئس المصیر﴾

و :عاطفہ،اعتدنا:فعل بافاعل،لھم :ظرف لغو،عذاب السعیر :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و :عاطفہ،للذین کفروابربھم :جار مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب جھنم: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و :عاطفہ،بئس :فعل ذم،المصیر :فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف "ھی" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذا القوا فیها سمعوا لها شهیقا وهی تفور﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،القوافیھا :فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،سمعوا :فعل بافاعل،لام: جار،ھا :ضمیر ذوالحال،و : حالیہ،ھی تفور: جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال مقدم،شھیقا : ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تكاد تمیز من الغیظ كلما القی فیها فوج سالهم خزنتها الم یاتكم نذیر﴾

تکاد: فعل مقارب با "ھی" ضمیر مستقر اسم،تمیز:فعل با "ھی" ضمیر مستقر ممیز،من الغیظ :ظرف مستقر تمیز "الی غیظا"،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ، کلما :شرطیہ،القی فیھا فوج: فعل مجہول وظرف لغو ونائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،سالھم :فعل ومفعول،خزنتھا : فاعل،ھمزہ :حرف استفہام،لم یاتکم :فعل نفی ومفعول،نذیر : فاعل،ملکر جملہ فعلیہ استفہامیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالوا بلی قد جاء نا نذیر فكذبنا وقلنا ما نزل الله من شیء﴾

قالوا: قول،بلی:حرف ایجاب،قد جاء نا النذیر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ، کذبنا:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،قلنا:قول،ما نزل الله:فعل نفی وفاعل،من:زائد،شیء:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ معطوف،ملکر پھر معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿ان انتم الا فی ضلل کبیر وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر﴾

ان:نافیہ،انتم:مبتدا،الا:اداۃ حصر،فی ضلل کبیر:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،قالوا:قول،لو:شرطیہ،کنا:فعل ناقص بااسم،نسمع:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او:عاطفہ،نعقل:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ما کنا:فعل نفی ناقص بااسم،فی اصحب السعیر:حرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاعترفوا بذنبهم فسحقا الاصحب السعیر﴾

ف:عاطفہ،اعترفوا:فعل بافاعل،بذنبهم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،سحقا:مصدر بافاعل،لاصحب السعیر:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف"سحقهم الله"کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین یخشون ربهم بالغیب لهم مغفرة واجر کبیر﴾

ان:حرف مشبہ،الذین:موصول،یخشون:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،بالغیب:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ربهم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر اسم،لهم:ظرف مستقر خبر مقدم،مغفرة واجر کبیر:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ان کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واسروا قولکم او اجهروا به انه علیم بذات الصدور﴾

و:مستانفہ،اسروا:فعل امر بافاعل،قولکم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ،او:عاطفہ،اجهروا:فعل امر بافاعل،به:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،انه:حرف مشبہ بااسم،علیم بذات الصدور:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......انه علیم بذات الصدور......☆مشرکین آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے بات کرو محمد (ﷺ) کا خدا سن نہ پائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی یہ کوشش فضول ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

دنیا کی زندگی آزمائش کا گھر ھے:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن عملا وہ جس نے پیدا کی زندگی اور موت کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے(الملک:۲)﴾،﴿ولنبلونکم بشیء من الخوف ضرور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر سے(البقرۃ:۱۵۵)﴾،﴿ولنبلونکم حتی نعلم اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں(محمد:۳۱)﴾،﴿یایها الذین امنوا لیبلونکم الله اے ایمان والوں ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا(المائدۃ:۹۴)﴾،﴿ولیبلی المومنین منه بلاء حسنا اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اچھا انعام عطا فرمائے(الانفال:۱۷)﴾،﴿وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا(ابراھیم:۶)﴾۔موت وحیات کو خلق کے متعلق کردیا جس میں یہ حکمت کار فرما ہے کہ موت وحیات کی تخلیق سے فرمانبردار اور نافرمان کی تمیز ہوجائے ، کیونکہ زندگی پر تکلیف کا انحصار ہوتا ہے اور اسی سے قدرت ممکنہ کا حصول بھی ممکن ہے، جب کہ موت ایک نصیحت ہے جس سے ذہین آدمی نصیحت حاصل کرتا ہے اور آخرت کے لئے زادراہ کے حصول میں فرصت

کے لمحات کو غنیمت جانتا ہے۔ زندگی وموت کا باہم بدلنا اللہ عزوجل کی قدرت پر دلیل بنتا ہے۔ (المظھری، ج۷،ص ۱۸۵)

آسمان میں رخنہ نہ ہونے کا بیان:

۲......امام قرطبی لکھتے ہیں: انسان جب کسی چیز کی طرف ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور اُسے کوئی عیب نہ نظر آئے تو دوبارہ اس کی جانب نہیں دیکھتا، اللہ عزوجل نے دو مرتبہ دیکھنے کا فرمایا کہ کوئی عیب تو کیا نظر آئے گا انسان کی عقل وخرد ہی حیرت میں پڑ جائے گی، اسی لئے فرمایا: ﴿ینقلب الیک البصر خاسئا﴾ یعنی انسان کی نظر خشوع کرتی ہوئی، ذلیل ہو کر لوٹ آئے گی لیکن اللہ عزوجل کی تخلیق میں کوئی کمی نظر نہ آئے گی۔ (القرطبی، الجزء:۲۹،ص ۱۸٤)

کواکب کیوں بنائے گئے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح ...... الخ اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا (الملک: ٦)﴾۔ مصابیح جمع ہے مصباح کی جس کے معنی سراج کے ہیں۔ اور ستاروں کو بھی روشنی وچمک دینے کی وجہ سے مصابیح کہہ دیا جاتا ہے۔ ستارہ خود نہیں گرتا بلکہ اس سے کچھ چیز جدا ہوتی ہے جس سے نہ تو ستارے کی روشنی وچمک میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کی صورت وشکل میں کچھ کمی رونما ہوتی ہے۔ یہ ابو علی نے جواب دیا تھا جب ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ زینت کیسے ہوسکتے ہیں جب کہ انہیں مارا جاتا ہے، جب مارے جاتے ہیں تو باقی نہ رہتے ہونگے۔ مہدوی کہتے ہیں کہ یہ ستاروں کی جگہوں سے کچھ چرالینے کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ قشیری کہتے ہیں کہ شیاطین کو مارے جانے سے پہلے یہ زینت ہوا کرتے تھے۔ قتادہ کا قول ہے کہ آسمانی ستاروں کی تین قسمیں ہیں: (۱)......جو زینت کے لئے بنائے گئے، (۲)...... جو شیاطین کو مارنے کے لئے بنائے گئے، (۳)......خشکی، تری اور دیگر اوقات کے علم کے حصول کے لئے بنائے گئے۔ اور جو اس میں تاویلیں کرے گا وہ حد سے بڑھ جائے گا اور (اپنی جان پر) ظلم کرے گا۔ محمد بن کعب کہتے ہیں اللہ عزوجل کی قسم زمین میں رہنے والے کسی کے لئے بھی آسمان میں ستارہ نہیں ہے، بلکہ کاہن لوگ کہانت کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ستاروں کو علت بتاتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲۹،ص ۱۸۵ وغیرہ)

ضلال کبیر کے قائل میں احتمالات متفرقہ:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قالوا بلی قد جاء نا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلل کبیر کہیں گے کیوں نہیں بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں (الملک:۹)﴾۔ اس میں دو وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱)......ظاہر قول یہ ہے کہ کفار نے رسولوں کو کہا ہو، (۲)...... جہنم کے خازنوں نے کافروں سے کہا ہو۔ (الخازن، ج٤،ص ۳۱۹، المظھری، ج۷،ص۱۸٦)

خلوت وجلوت میں بندگی کرنے والے لوگ:

۵......جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سید عالم ﷺ نے ان کے گال کا بوسہ لیا اور رونے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبارک آنسو عثمان رضی اللہ عنہ کے گال پر بہنے لگے اور صحابۂ کرام بھی رو دیئے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو سائب! تم اس دنیا سے اس طرح چلے گئے کہ تم نے اس کی کسی چیز سے تعلق نہ رکھا''۔ سید عالم ﷺ نے انہیں السلف الصالح کے نام سے پکارا، نیز یہ وہ پہلے صحابی تھے جنہیں بقیع غرقد میں دفن کیا گیا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: ذکر الصحابہ، رقم: ۳۳٦۰۷، ج٦،ص ۳۳۷)

☆......ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں: ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رونے والے تھے، جب قرآن کی تلاوت

کرتے تو آپ کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ ہوتا''۔(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب:المسجد یکون فی الطریق،رقم:٤٧٦،ص٨٢)

☆...... جب سید عالم ﷺ حالت مرض میں تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے سید عالم ﷺ سے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو گریہ کی وجہ سے لوگ تلاوت نہ سن سکیں گے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب:ماجاء فی صلوۃ رسول اللہ ﷺ،رقم: ١٢٣٢،ص٢١٨)

اغراض:

تنزہ عن صفات المحدثین: اللہ کی ذات مخلوق کی (بیان کردہ) صفات سے ازلی اور ابدی طور پر بلند و بالا ہے۔

السلطان: تمام موجودات میں بلند و بالا اور (اپنی) قدرت میں تصرف تامہ رکھتا ہے، جیسا ارادہ فرمائے کر لیتا ہے، اور مفسر کیلئے زیادہ واضح یہ ہوتا کہ ''الید'' کی تفسیر ''القدرۃ'' سے، ''الملک'' کی تفسیر ''مملوکات'' سے کرتے، اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام اپنے ظاہر میں برکت پیدا کردے جیسا کہ مخفی نہیں، اور معنی یوں ہو جائیں گے: ''تبارک الذی بتصرفہ التصرف، ولا معنی لہ''۔

فی الدنیا: یعنی موت دنیا کی زندگی کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ **فی الآخرۃ:** سے مراد مرنے کے بعد کی زندگی، اور مفسر کا یہ قول ''ابتلاء'' پر ترتب کے اعتبار سے مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ کا فرمان: ﴿لیبلوکم﴾ میں اس کا ترتب دنیاوی زندگی پر ہوتا ہے۔ **وھی ما بہ الاحساس:** دونوں اقوال کی بناء پر حیات کی تفسیر کرنا مراد ہے، کیونکہ ایک قول کے مطابق حیات سے مراد حیات دنیاوی ہے۔ **مابہ الاحساس:** مراد صفت وجودیہ ہے جو کہ حس و حرکت کو لازم کرتی ہے۔ **او عدمھا:** سے مراد حیات کا نہ پایا جانا ہے چہ جائے کہ وہ حیات موت پر سابق ہو یا موت سے متاخر ہو۔

والخلق علی الثانی: یعنی موت کی تعریف پر دوسرا قول یعنی حیات کا نہ پایا جانا۔ **بمعنی التقدیر:** اور ''الخلق'' اپنے دوسرے معنی کے اعتبار سے موجودات اور معدومات سے متعلق ہے، اس لئے کہ اس قول کی بناء پر تعلق اللہ کے ارادے اور علم ازلی کی بناء پر ہوگا اور اول قول کی بناء پر اس کا تعلق خلقِ حقیقی پر ہوگا، اس لئے کہ مراد امرِ وجودی ہے۔ **اطلوع للہ:** یہ ﴿احسن عملا﴾ کی ایک تفسیر ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد ''احسن عملا'' بمعنی ''احسن عقلا'' ہے، اور ایک قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے حرام کردہ امور سے بچنا اور اس کی طاعت میں جلدی کرنا اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ﴿احسن عملا﴾ سے مراد اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے اور انہیں اچھے طریقے پر کرنا ہے، پس خالص اللہ کی رضا مقصود ہو اور سنت کے مطابق اُس عمل کو ٹھیک کرنا ہو اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ **بعضھا فوق بعض من غیر مماسۃ:** یعنی آسمان کا اس طرز پر بنا ہوا ہونا اہل سنت کے نظریے کے مطابق ہے جب کہ اہل ہیئت کہتے ہیں زمین کروی ہے اور آسمان دنیا انڈے کے چھلکوں کی مانند تمام جوانب سے انہیں محیط ہیں، اور دوسرا آسمان بھی اسی کی مثل محیط ہے اور اسی طرح عرش کُل کو محیط ہے اور زمین آسمان دنیا کے مقابلے میں ایک حلقہ ہے جو کہ کسی وسیع میدان میں موجود ہے اور اسی طرح دوسرا آسمان دوسری زمین کے مقابلے میں یونہی ہے اور اہل ہیئت کے قول پر اعتماد کرنا نقصان نہیں دیتا اور شرع میں اس کی مخالفت وارد نہیں ہوتی۔ **وعدم تناسب:** مراد وہ اختلاف ہے جو اللہ کی قدرت و ارادے کے متعلق ہو بلکہ اللہ کی تخلیق، اس کی قدرت اور ارادے کے اعتبار سے مستقیم اور متناسب ہے، بخلاف صانع کی تخلیق کے، کیونکہ مخلوق کی تخلیق میں اس کے ارادے کے علاوہ بھی امور پائے جاتے ہیں۔ **ذلیلا:** بمعنی خاضعا صاغرا مبتاعدا ہے۔

القربی الی الارض: یعنی آسمان دنیا کو زمین سے باقی آسمانوں کے مقابلے میں قریب رکھا، پس ''قربی'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''ھند فضلی نساء''، لیکن اس قول سے دیگر کی مخالفت لازم نہیں آتی، بیشک ستارے عرش و کرسی میں ثابت ہیں

اور اس لئے کہ آسمان صاف وشفاف ہے اور اس میں کوئی رکاوٹ والی چیز نہیں پائی جاتی اور آسمان کو ستاروں سے زینت دی گئی ہے لیکن بات یہ نہیں کہ ستارے آسمان میں ثابت ہیں اور یہ اُن کے نزدیک ہے جو اِن ستاروں کو کواکب سبع کے علاوہ مانتے ہیں اور یہ ستارے ہر آسمان میں موجود ہیں اور ہر آسمان کے کواکب بھی ہیں جیسا کہ ''زحل'' ساتویں آسمان پر، ''المشتری'' چھٹے پر، ''المریخ'' پانچویں پر، ''الشمس'' چوتھے پر، ''الزھرۃ'' تیسرے پر، ''عطارد'' دوسرے پر، ''القمر'' آسمان دنیا پر۔

بان ینفصل شهاب: ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ نے کواکب کے ذریعے آسمان دنیا کو مزین کیا اور یہ اس بات کا تقاضا ہے کہ ستاروں کا ثبوت و بقاء آسمان پر ہے، اور انہی کے زوال وانفصال کا معاملہ بھی آیت میں بیان ہوا کہ انہی کے ذریعے شیطان کو مارا جاتا ہے، پس دونوں حالتیں کیسے جمع ہوسکتی ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہ نہیں کہ شیطان کو کواکب کے ذریعے مارا جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اِن کواکب سے جو شعلے نکلتے ہیں جو کہ آگ کے ہوتے ہیں، شیطان کو مارے جاتے ہیں۔ **او یخبله:** ''الخبل'' باء کے سکون کے ساتھ ہے، مراد عقل اور بدن کا فساد ہے۔

لا ان الکوکب یزول عن مکانه: کلام میں مضاف حذف ہے، تقدیر کلام یہ ہے: ''وجعلنا شهبها رجوما''۔

صوتا منکرا: یعنی ناپسندیدہ آواز، جب جہنم میں کافر کو ڈالا جائے گا تو جہنم بھی یونہی ناپسندیدہ آواز نکالے گی جیسا کہ خچر شعیر (جو) کے لئے نکالتا ہے، اور یہ حضرت ابن عباس کا قول تھا۔ **فی غیبتهم عن اعین الناس:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا فرمان: ﴿بالغیب﴾ حال ہے ﴿یخشون﴾ کی واو سے اور باء بمعنی فی ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اس حال میں اپنا خوف دلاتا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے پوشیدہ ہے اور اس حیثیت سے کہ بندے اس کی اطاعت کرتے ہیں، اور بندوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ یہ اللہ کی وہ حالت ہے جو بندوں سے چھپے ہوئے ہونے کی ہے اور اگر ظاہر ہوتو بدرجہ اولیٰ اس کی بندگی ہو، اس لئے کہ انسان کی عادت میں یہ بات شامل ہے کہ انسان لوگوں سے چھپ کر نافرمانی اختیار کرتا ہے، اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے کہ جب بندے کو اللہ کا خوف نہ ہو۔ **فاتسرون:** معنی یہ ہے کہ اللہ تمام مخلوق کے بھیدوں سے واقف ہے، پس لازم ہوا کہ وہ جانتا بھی ہے اور یہ نہ ہوتو پھر بندے کا اللہ کو مصیبت میں پکارنا کیوں کر ثابت ہو کہ اللہ تو کسی بھید کو جانتا ہی نہیں (معاذ اللہ)۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۳۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿هو الذی جعل لکم الارض ذلولا﴾سَهْلَةً لِلْمَشْيِ فِيْهَا﴿فامشوا فی مناکبها﴾جَوَانِبِهَا﴿وکلوا من رزقه﴾اَلْمَخْلُوْقِ لِاَجْلِكُمْ﴿والیه النشور (۱۵)﴾مِنَ الْقُبُوْرِ لِلْجَزَاءِ﴿ء امنتم﴾بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْاُخْرٰى وَتَرْكِهٖ وَاِبْدَالِهَا اَلِفًا﴿من فی السماء﴾سُلْطَانُهٗ وَقُدْرَتُهٗ﴿ان یخسف﴾بَدَلٌ مِنْ مَنْ﴿بکم الارض فاذا هی تمور (۱۶)﴾تَتَحَرَّكُ بِكُمْ وَتَرْتَفِعُ فَوْقَكُمْ﴿ام امنتم من فی السماء ان یرسل﴾بَدَلٌ مِنْ مَنْ﴿علیکم حاصبا﴾رِيْحًا تَرْمِيْكُمْ بِالْحَصْبَاءِ﴿فستعلمون﴾عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ﴿کیف نذیر (۱۷)﴾اِنْذَارِيْ بِالْعَذَابِ اَيْ اَنَّهٗ حَقٌّ﴿ولقد کذب الذین من قبلهم﴾مِنَ الْاُمَمِ﴿فکیف کان نکیر (۱۸)﴾اِنْكَارِيْ عَلَيْهِمْ بِالتَّكْذِيْبِ عِنْدَ اِهْلَاكِهِمْ اَيْ اَنَّهٗ حَقٌّ﴿اولم یروا﴾يَنْظُرُوْا﴿الی الطیر فوقهم﴾فِي الْهَوَاءِ﴿صفت﴾بَاسِطَاتٍ اَجْنِحَتِهِنَّ﴿ویقبضن﴾اَجْنِحَتِهِنَّ بَعْدَ الْبَسْطِ اَيْ وَقَابِضَاتٍ﴿ما یمسکهن﴾عَنِ الْوُقُوْعِ فِيْ حَالِ الْبَسْطِ وَالْقَبْضِ﴿الا الرحمن﴾بِقُدْرَتِهٖ﴿انه بکل شیء بصیر (۱۹)﴾اَلْمَعْنٰى لَمْ يَسْتَدِلُّوْا بِثُبُوْتِ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ عَلٰى قُدْرَتِنَا اَنْ نَفْعَلَ بِهِمْ مَا تَقَدَّمَ وَغَيْرَهٗ مِنَ

الْعَذَابِ ﴿امن﴾ مُبْتَدَاءٌ ﴿هذا﴾ خَبَرُهُ ﴿الذی﴾ بَدَلٌ مِنْ هٰذَا ﴿هو جند﴾ اَعْوَانٌ ﴿لكم﴾ صِلَةُ الَّذِیْ ﴿ينصركم﴾ صِفَةُ جُنْدٍ ﴿من دون الرحمن﴾ اَیْ غَيْرِهٖ يَدْفَعُ عَنْكُمْ عَذَابَهٗ اَیْ لَا نَاصِرَ لَكُمْ ﴿ان﴾ مَا ﴿الكفرون الا فی غرور (۲۰)﴾ غَرَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِاَنَّ الْعَذَابَ لَا يَنْزِلُ بِهِمْ ﴿امن هذا الذی يرزقكم ان امسک﴾ الرَّحْمٰنُ ﴿رزقه﴾ اَیِ الْمَطَرَ عَنْكُمْ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوْفٌ دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهٗ اَیْ فَمَنْ يَرْزُقُكُمْ اَیْ رَازِقَ لَكُمْ غَيْرُهٗ ﴿بل لجوا﴾ تَمَادَوْا ﴿فی عتو﴾ تَكَبُّرٍ ﴿ونفور (۲۱)﴾ تَبَاعُدٍ عَنِ الْحَقِّ ﴿افمن يمشی مكبا﴾ وَاقِعًا ﴿على وجهه اهدى امن يمشی سويا﴾ مُعْتَدِلًا ﴿على صراط﴾ طَرِيْقٍ ﴿مستقيم (۲۲)﴾ وَخَبَرُ مَنِ الثَّانِيَةِ مَحْذُوْفٌ دَلَّ عَلَيْهِ خَبَرُ الْاُوْلٰى اَیْ اَهْدٰى وَالْمَثَلُ فِی الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ اَیْ اَيُّهُمَا عَلٰى هُدًى ﴿قل هو الذی انشاكم﴾ خَلَقَكُمْ ﴿وجعل لكم السمع والابصار والافدة﴾ اَلْقُلُوْبَ ﴿قليلا ما تشكرون (۲۳)﴾ مَا مَزِيْدَةٌ وَالْجُمْلَةُ مُسْتَانِفَةٌ مُخْبِرَةٌ بِقِلَّةِ شُكْرِهِمْ جِدًّا عَلٰى هٰذِهِ النِّعَمِ ﴿قل هو الذی ذراكم﴾ خَلَقَكُمْ ﴿فی الارض واليه تحشرون (۲۴)﴾ لِلْحِسَابِ ﴿ويقولون﴾ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿متى هذا الوعد﴾ وَعْدُ الْحَشْرِ ﴿ان كنتم صدقين (۲۵)﴾ فِيْهِ ﴿قل انما العلم﴾ بِمَجِيْئِهٖ ﴿عند الله وانما انا نذير مبين (۲۶)﴾ بَيِّنُ الْاِنْذَارِ ﴿فلما راوه﴾ اَیِ الْعَذَابَ بَعْدَ الْحَشْرِ ﴿زلفة﴾ قَرِيْبًا ﴿سيئت﴾ اِسْوَدَّتْ ﴿وجوه الذين كفروا وقيل﴾ اَیْ قَالَ الْخَزَنَةُ لَهُمْ ﴿هذا﴾ اَیِ الْعَذَابُ ﴿الذی كنتم به﴾ بِاِنْذَارِهٖ ﴿تدعون (۲۷)﴾ اِنَّكُمْ لَا تُبْعَثُوْنَ وَهٰذِهٖ حِكَايَةُ حَالٍ تَاْتِیْ عُبِّرَ عَنْهَا بِطَرِيْقِ الْمُضِیِّ لِتَحَقُّقِ وُقُوْعِهَا ﴿قل ارءيتم ان اهلكنی الله ومن معی﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِعَذَابِهٖ كَمَا تَقْصِدُوْنَ ﴿اورحمنا﴾ فَلَمْ يُعَذِّبْنَا ﴿فمن يجير الكفرين من عذاب اليم (۲۸)﴾ اَیْ لَا مُجِيْرَ لَهُمْ مِنْهُ ﴿قل هو الرحمن امنا به وعليه توكلنا فستعلمون﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ ﴿من هو فی ضلل مبين (۲۹)﴾ بَيِّنٍ اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ اَوْ هُمْ ﴿قل ارءيتم ان اصبح ماؤكم غورا﴾ غَائِرًا فِی الْاَرْضِ ﴿فمن ياتيكم بماء معين (۳۰)﴾ جَارٍ تَنَالُهُ الْاَيْدِیْ وَالدِّلَاءُ كَمَائِكُمْ اَیْ لَا يَاْتِیْ بِهٖ اِلَّا اللّٰهُ فَكَيْفَ تُنْكِرُوْنَ اَنْ يَبْعَثَكُمْ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَقُوْلَ الْقَارِیْ عَقِيْبَ مَعِيْنٍ اَللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ كَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِيْثِ وَتُلِيَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِنْدَ بَعْضِ الْمُتَجَبِّرِيْنَ فَقَالَ تَاْتِیْ بِهِ الْفُؤُوْسُ وَالْمَعَاوِلُ فَذَهَبَ مَاءُ عَيْنِهٖ وَعَمِیَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْجُرْاَةِ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى اٰيَاتِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی (زمین میں چلنا تمہارے لیے آسان کر دیا) تو اس کے کناروں میں چلو (منا کبھا بمعنی جوانبھا ہے،......۱......) اور اللہ کی (اس) روزی میں سے کھاؤ (جو اس نے تمہارے لیے پیدا کی ہے) اور اسی کی طرف اٹھنا ہے (قبروں سے حساب وکتاب کے لیے) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ("ء امنتم" دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ اور پہلی اور دوسری ہمزہ کے درمیان ادخال الف اور ترک الف کے ساتھ اور ہمزہ کو الف کے ساتھ بدل کر پڑھا گیا ہے) جو آسمان میں ہے (یعنی جس کی سلطنت اور قدرت آسمانوں میں بھی ہے) کہ وہ دھنسا دے......۲...... ("ان یخسف" مَن سے بدل بن رہا ہے) تمہیں زمین میں جبھی وہ (تمہیں لے کر) کانپتی رہے (اور تم پر بلند ہو جائے) یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی

سلطنت آسمان میں ہے کہ بھیجے ("ان یرسل" مَن سے بدل بن رہا ہے) تم پر پتھراؤ (یعنی ایسی آندھی جو تم پر کنکریاں برسائے گی) تو اب جانو گے (یعنی عذاب دیکھ کر) کیسا تھا میرا ڈرانا (یعنی میرا تمہیں عذاب سے ڈرانا یقیناً برحق تھا) اور بیشک ان سے اگلوں نے جھٹلایا (یعنی پچھلی امتوں نے) تو کیسا ہوا میرا انکار (کرنا ان پر ان کو ہلاک فرمانے کے وقت ان کی تکذیب کے سبب یعنی یہ انکار برحق ہوا) اور کیا انہوں نے نہ دیکھے (یروا بمعنی ینظروا ہے) اپنے اوپر (فضاء میں) پرندے پر پھیلاتے (صافات بمعنی باسطات اجنحتھن ہے) اور (اپنے پروں کو) سمیٹے (یقبضن بمعنی قابضات ہے) انہیں کوئی نہیں روکتا (پر پھیلانے سمیٹنے کی حالت میں گرنے سے) سوا رحمٰن کے (جو اپنی شدت سے انہیں روکتا ہے) بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے (معنی آیت یہ ہے کہ وہ پرندوں کے آسمان میں ٹھہرنے سے ہماری قدرت پر استدلال کیوں نہیں کرتے کہ ہم سابق میں ذکر کردہ عذابات انہیں دینے کی قدرت رکھتے ہیں) یا وہ کونسا ("ام من" میں "من" مبتدا ہے، "ھذا" یہ خبر ہے اور "الذی ھو جند.....الخ" سے بدل بن رہا ہے) تمہارا لشکر ہے ("ھو جندلکم" یہ جملہ الذی کا صلہ بن رہا ہے اور، جند بمعنی اعوان ہے) جو تمہاری مدد کرے ("ینصر کم" یہ جملہ "جند" کی صفت بن رہا ہے) رحمٰن کے علاوہ (جو تم سے رحمٰن کے عذاب کو دور کر سکے یعنی تمہارا کوئی ایسا مددگار نہیں......، دون بمعنی غیر ہے) کافر نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر دھوکے میں (شیطان نے انہیں اس دھوکہ میں ڈال رکھا ہے کہ ان پر عذاب نازل نہ ہوگا) یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ (یعنی رحمٰن) اپنی روزی روک لے (یعنی تم سے بارش روک دے اس شرط کا جواب محذوف ہے جس پر ماقبل کلام "من یرزقکم" دلالت کر رہا ہے یعنی اس کے سوا کوئی تمہیں رزق دینے والا نہیں) بلکہ وہ ڈھیٹ بنے ہیں (لجوا بمعنی تمادوا ہے) تکبر (عتو بمعنی تکبر ہے) اور نفرت میں (یعنی حق سے) دوری میں (تو کیا وہ جو اپنے چہرے کے بل گرا ہو (مکبا بمعنی واقعا ہے) زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے (سویا بمعنی معتدلا ہے) سیدھی راہ پر (صراط بمعنی طریق ہے، دوسرے والے "من" کی خبر محذوف ہے پہلے والے "من" کی خبر مقدر پر دلالت کر رہی ہے یعنی "اھدیٰ" یہ مومن و کافر کی مثال ہے یعنی اس کی دونوں میں سے کون ہدایت پر ہے؟) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا (انشاء کم بمعنی خلقکم ہے) اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے (الا فئدۃ بمعنی القلوب ہے) کتنا کم شکر کرتے ہو ("قلیل ما" میں "ما" زائدہ ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے جو اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ ان عطا کردہ نعمتوں پر وہ بہت ہی کم شکر کرتے ہیں) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا (ذرء کم بمعنی خلقکم ہے) زمین میں اور (حساب کتاب کے لیے) اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے اور کہتے ہیں (مسلمانوں سے) یہ وعدہ (یعنی حشر و نشر کا وعدہ) کب آئے گا اگر تم (اس میں) سچے ہو تم فرماؤ علم (قیامت آنے کا) تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں (نذیر مبین بمعنی بین الانذار ہے) پھر جب اسے (یعنی عذاب کو حشر کے بعد) قریب دیکھیں (زلفۃ بمعنی قریبا ہے) بگڑ جائیں گے چہرے (یعنی سیاہ پڑ جائیں گے چہرے......) کافروں کے اور ان سے فرما دیا جائے گا (قائل داروغہ جہنم ہوں گے) یہ (یعنی عذاب) ہے جو تم (جس سے ڈرائے جانے کے سبب) تم دعویٰ کرتے تھے (کہ تمہیں مرنے کے بعد نہیں اٹھایا جائے گا یہ ان کے اس حال کو نقل کیا گیا ہے جو کہ انہیں درپیش آئے گا اس کے یقینی طور پر واقع ہونے کے سبب، اسے فعل ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے) تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو (یعنی مومنین کو اپنے عذاب سے) ہلاک فرما دے (جیسا کہ تمہارا مقصود ہے) یا ہم پر رحم فرمائے (ہمیں ہلاک نہ فرما کر) تو وہ کون ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا (یعنی انہیں اس عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں) تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا تو اب تم جان جاؤ گے (مشاہدہ عذاب کے وقت، "فستعلمون" علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کون کھلی گمراہی میں ہے (ہم یا

تم ،مبین بمعنی بین ہے)تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے (''غورا'' کا معنی زمین میں دھنس جانا ہے)تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا (جس تک ہاتھوں اور ڈول کی رسائی ہو سکے جیسا کہ تمہارے پانی کا حال ہے یعنی پانی دھنس جانے کی صورت میں اسے اللہ ہی لا سکتا ہے تو تم اس کے تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ لفظ'' معین ''پڑھ لینے کے بعد قاری کے لیے''اللہ رب العلمین ''کہنا مستحب ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کسی متکبر کے پاس کی گئی تو اس نے کہا ہم پھاوڑوں اور کدال سے پانی نکال لیں گے، پس اس کی آنکھوں کا پانی چلتا رہا اور وہ اندھا ہو گیا ہم اللہ عزوجل پر اور اس کی آیات پر جرائت کرنے سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿هو الذى جعل لكم الارض ذلولا فامشوا فى مناكبها وكلوا من رزقه واليه النشور﴾

هو : مبتدا،الذی : موصول،جعل : بمعنی''صیر ''فعل بافاعل،لکم :ظرف لغو،الارض :مفعول اول،ذلولا :مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف :فصیحیہ ،امشوا : فعل امر بافاعل،فی مناکبها :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ، کلوا من رزقه : جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف ''ان عرفتم ذلک'' کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ ،و:عاطفہ ،الیہ :ظرف مستقر خبر مقدم،النشور :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء امنتم من فى السماء ان يخسف بكم الارض فاذا هى تمور﴾

همزه : حرف استفہام،امنتم :فعل بافاعل،من فی السماء :موصول صلہ،ملکر مبدل منہ ،ان :مصدریہ ،یخسف بکم الارض :فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل اشتمال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،اذا :فجائیہ ،هی :مبتدا،تمور : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام امنتم من فى السماء ان يرسل عليكم حاصبا فستعلمون كيف نذير﴾

ام :عاطفہ منقطعہ بمعنی بل ،امنتم :فعل بافاعل،من فی السماء :موصول صلہ،ملکر مبدل منہ ،ان :مصدریہ ،یرسل علیکم حاصبا :جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل،ملکر مفعول،،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :فصیحیہ ،سین : حرف استقبال،تعلمون :فعل بافاعل، کیف :اسم استفہام خبر مقدم،نذیر :اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ''اذا کان الامر کذلک'' کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولقد كذب الذين من قبلهم فكيف كان نكير﴾

و : مستانفہ ،لام :قسمیہ ،قد :تحقیقیہ ، کذب : فعل ،الذین من قبلهم :موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ ،ف :عاطفہ، کیف :قسم استفہام خبر مقدم، کان :فعل ناقص ،نکیر :صلہ ''نکیری'' اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم يروا الى الطير فوقهم صفت ويقبضن ما يمسكهن الا الرحمن انه بكل شىء بصير﴾

همزه : حرف استفہام،و : عاطفہ معطوف علی محذوف ''اغفلوا'' لم یروا : فعل نفی بافاعل،الی : جار،الطیر :ذوالحال،فوقهم :ظرف مقدم،صفت :اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،یقبضن :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ما :نافیہ ،یمسکهن :فعل نفی ومفعول،الا : اداۃ حصر،الرحمن :فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ،انه :حرف مشبہ واسم ،بکل شیء بصیر :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿امن هذا الذى هو جندلكم ينصركم من دون الرحمن﴾

ام: عاطفہ بمعنی بل، من: استفہامیہ مبتدا، ھذا: موصوف، الذی: موصول، ھو: مبتدا، جند: موصوف، لکم: ظرف مستقر صفت اول، ینصر: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، من دون الرحمن: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، کم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الکفرون الا فی غرور امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ﴾

ان: نافیہ، الکفرون مبتدا، الا: اداۃ حصر، فی غرور: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ بمعنی بل، من: استفہامیہ مبتدا، ھذا: موصوف، الذی: موصول، یرزقکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، امسک رزقہ: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمن ھذا الذی یرزقکم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل لجوا فی عتو ونفور﴾

بل: عاطفہ، لجوا: فعل بافاعل، فی: جار، عتو: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نفور: معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افمن یمشی مکبا علی وجھہ اھدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: موصول، یمشی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، مکبا علی وجھہ: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، من: موصول، یمشی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، سویا: حال، ملکر فاعل، علی صراط مستقیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، اھدی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون﴾

قل: قول، ھو: مبتدا، الذی: موصول، انشاکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، قلیلا: "شکرا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائد، تشکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، السمع: معطوف علیہ، والابصار والافئدۃ: معطوفان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ھو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون﴾

قل: قول، ھو: مبتدا، الذی: موصول، ذراکم: فعل بافاعل ومفعول، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیہ تحشرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین﴾

و: عاطفہ، یقولون قول، متی: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ھذا الوعد: مرکب توصیفی مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین﴾

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، العلم مبتدا، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، انا مبتدا، نذیر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل ھذا الذی کنتم بہ تدعون﴾

ف: فصیحیہ، لما: شرطیہ، راو: فعل بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، زلفۃ: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ

شرط،سیئت: فعل،وجوہ: مضاف،الذین کفروا: موصول صلہ مضاف الیہ،ملکر فاعل نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ،و: عاطفہ،قیل: قول،ھذا: مبتدا،الذی: موصول،کنتم: فعل ناقص با اسم،بہ تدعون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ارء یتم ان اھلکنی اللہ ومن معی اورحمنا﴾

قل: قول،ھمزہ: حرف استفہام،رئیتم: فعل بافاعل،ان: شرطیہ،اھلکنی: فعل ونون وقایہ،ی: ضمیر معطوف علیہ،و: عاطفہ،من معی: موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،اللہ: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او: عاطفہ،رحمنا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا محذوف "فلا فائدۃ لکم ولا نفع یعود علیکم" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فمن یجیر الکفرین من عذاب الیم﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ،من: استفہام للنفی "ای لا احد" مبتدا،یجیر الکفرین: فعل بافاعل ومفعول،من عذاب الیم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ تعلیلیہ۔

﴿قل ھو الرحمن امنا بہ وعلیہ توکلنا فستعلمون من ھو فی ضلل مبین﴾

قل: قول،ھو: مبتدا،الرحمن: خبر اول،امنابہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،علیہ توکلنا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف: فصیحیہ،سین: حرف استقبال،تعلمون: فعل بافاعل،من: استفہامیہ مبتدا،ھو فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل ارء یتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین﴾

قل: قول،ھمزہ: حرف استفہام،راء یتم: فعل بافاعل،ان: شرطیہ،اصبح: فعل ناقص،ماوکم: اسم،غورا: خبر،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،من: استفہامیہ مبتدا،یاتیکم: فعل بافاعل ومفعول،بماء معین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

زمین کے کناروں پر چلنے سے کیا مراد ھے؟

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فامشوا فی مناکبھا تو اس کے راستوں میں چلو﴾ کے بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)...... ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ تعالی عنہما کے مطابق مناکبھا بمعنی جبالھا ہے۔(۲)......حسن کے قول کے مطابق مناکبھا بمعنی طرقھا وفجاجھا ہے۔(۳)......مجاہد کے قول کے مطابق بمعنی اطرافھا ہے یعنی زمین کے کنارے۔(روح المعانی، الجزء:۲۹،ص۲٤)

دھنسائے جانے والے لوگ کون ھونگے؟

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ءامنتم من فی السماء ان ......الخ کیا تم نڈر ہوگئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے گا (الملک: ١٦)﴾، ﴿افامن الذین مکروا السیات ان......الخ یا جو لوگ بڑے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ انہیں زمین میں دھنسا دے (النحل: ٤٥)﴾، ﴿افامنتم ان یخسف بکم جانب البر کیا تم اس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسا دے (الاسراء: ٦٨)﴾، ﴿فخسفنا بہ وبدارہ الارض تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا (القصص: ٨١)﴾، ﴿لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی

وھنسادیتا(القصص:۸۲)﴾، ﴿ومنھم من خسفنا بہ الارض اوران میں کسی کوزمین میں وھنسادیا(العنکبوت:۴۰)﴾، ﴿ان نشا نخسف بھم الارض ہم چاہیں توانہیں زمین میں وھنسادیں(سبا:۹)﴾، ﴿وخسف القمر اورچاند گہے گا(القیامۃ:۸)﴾۔اللہ ﷻ کے مؤکل فرشتے جوکہ عالم میں تدبیر کے پابند ہیں یااللہ ﷻ کی عین ذات مراد ہے،جس کاحکم وقضاء کائنات میں (ہرجگہ) ہے۔آسمان کاذکرخاص طورپراس لئے فرمایاکہ تعلیم ہوجائے کہ زمین پرموجودبت کیسے خداہوسکتے ہیں جب کہ اللہ ﷻ جہات سے پاک ہےاوریہ بت اجسام کے حامل ہیں اوراللہ ﷻ آسمان وزمین سے بلندوبالاقدرت تامہ اورسلطنت عظیمہ کامالک ومختار ہے جس کے لئے مافوق (وماتحت) کوئی جہت متعین نہیں ہے۔امام شعرانی کہتے ہیں کہ ہم جوآسمان کی جانب ہاتھ بلند کرتے ہیں تواس کامقصد فقط برکات کا حصول اوردعاکاقبلہ متعین کرناہوتاہے کہ آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں اوردعاکاقبلہ آسمان ہےجس طرح نمازکاقبلہ کعبۂ معظمہ ہے۔ (روح البیان،ج۱۰،ص۱۰۳وغیرہ)

اللہ ﷻ کی عطا سے عذاب سے بچانے یا نہ بچانے کا حکم:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿امن ھذا الذی ھو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن ...... الخ یادہ کونسالشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مددکرے (الملک:۲۰)﴾۔عذاب سے بچاناممکن نہیں مگرصرف اللہ ﷻ کی عطاسے،لہٰذاجوکوئی بھی کسی کو عذاب الٰہی ﷻ سے بچانے میں معاون ومددگاربنے گاوہ اللہ ﷻ کی عطاسےایساکرے گا۔ذیل میں احادیث سے ثابت کریں گے کہ کون کس کی کس طرح مددکرے گااورعذابِ الٰہی ﷻ سے بچائے گا۔کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدعالم ﷺ نے فرمایا:''اللہ ﷻ قیامت کے دن لوگوں کوجمع فرمائے گا،اللہ ﷻ مجھے سبزرنگ کاحُلہ پہنائے گا،پس منادی اللہ ﷻ کے اذن سے ندا کرے گااورمیں اللہ ﷻ کے اذن سے جواب دے ہونگا،اوریہی مقام محمود ہے۔ (الطبری،الجزء:۱۵،ص۱۶۶)

☆......بخاری کی طویل حدیث کاآخری مضمون یہ ہے کہ اللہ ﷻ مجھے اجازت دے گاکہ جس نے کلمہ لاالٰہ الااللہ پڑھاہو،پس وہ فرمائے گا،میری عزت وجلال کی قسم!جس نے بھی کلمہ لاالٰہ الااللہ پڑھاہو،اس شخص کوجہنم سے نکال لونگا''۔

(صحیح البخاری،کتاب التفسیر،باب:ذریۃ من حملنا،رقم:۴۷۱۲،ص۸۱۵)

☆......حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدعالم ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن حضرات انبیائے کرام،علماء،شہداء شفاعت کریں گے''۔ (سنن ابن ماجہ،کتاب الزھد،باب:ذکرالشفاعۃ،رقم:۴۳۱۳،ص۷۱۵)

☆......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدعالم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا:''شہداءاپنے گھرکے ستر افرادکی شفاعت کریں گے''۔ (ابوداؤد،کتاب الجھاد،باب:فی الشھید یشفع،رقم:۲۵۲۲،ص۴۷۲)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدعالم ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن لوگوں کی صفیں بنی ہوئی ہونگیں،پھرجنتی میں سے کوئی جنتی گزرے گاجہنمی اُس سے کہیں گے:اے فلاں!تجھے یادہے کہ میں نے تجھے پانی پلایاتھا؟جنتی شخص اس کی شفاعت کرے گا، اسی طرح ایک اورجنتی سے جہنمی کہے گاکہ میں نے فلاں موقع پرتیری حاجت روائی کی تھی،پس جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا''۔

(ابن ماجہ،کتاب الادب،باب:فضل صدقۃ الماء،رقم:۳۶۸۵،ص۶۱۱)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدعالم ﷺ نے فرمایا:''جوقرآن پڑھےاوراس کے حلال کوحلال جانےاورحرام کوحرام جانےتواللہ ﷻ اُسے جنت میں داخل کرے گااوراس کی شفاعت سےاس کےاہل خانہ میں سے دس آدمیوں کوجنت میں داخل کرے گا جس پرجہنم واجب ہوچکی ہوگی''۔ (سنن الترمذی،کتاب فضائل القرآن،باب:ما جاء فی فضل قاری،رقم:۲۹۱۴،ص۸۲۳)

☆......ابو موسیٰ نے سید عالم ﷺ سے فرمایا: "حاجی قیامت کے دن اپنے گھر کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا"۔
☆......ابن عمر سے روایت ہے کہ عالم اپنے شاگردوں کی شفاعت کرے گا اگرچہ آسمان کے ستاروں کی مقدار میں ہوں"۔

(البدور السافرة، باب: شفاعة غير النبي، رقم: ۱۱۵۹، ۱۱۶۱، ص ۳۷۳)

سیاہ چہرے پڑنے والوں کا بیان:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فلما راوه زلفة سيئت وجوه الذين كفروا وقيل هذا الذى كنتم به تدعون﴾ پھر جب اسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اوران سے فرمادیا جائے گا یہ ہے جو تم مانگتے ہے (الملک: ۲۷) ﴾، ﴿يوم تبيض وجوه وتسود وجوه جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے (ال عمران: ۱۰۶) ﴾، ﴿يعرفون كلا بسيماهم ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے (الاعراف: ۴۶) ﴾، ﴿فعقروها فقال تمتعوا فى داركم ثلثة ايام ذلك وعد غير مكذوب تو انہوں نے ان کی کونچیں کاٹیں تو صالح نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو (فائدہ اٹھالو) یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا (هود: ۶۵) ﴾۔

اغراض:

سهلة للمشى فيها: یعنی زمین پر پہاڑ گاڑ دیئے اور اُسے مٹی کی جنس سے کردیا، اگر زمین لوہے یا سونے یا سیسے کی ہوتی تو سردی اور گرمی میں کیا حال ہوتا کوئی انسان اِس پر چل نہ سکتا۔ جوانبها: یہ ﴿مناكبها﴾ کی ایک تفسیر ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا کہ مراد پہاڑ کے کنارے اور اطراف ہیں اور ایک قول کے مطابق فجاج (کشادہ راستے) ہیں۔ المخلوق لاجلكم: یعنی تمہارے لئے زمین (رزق) کو نفع بخش بنایا، پس اسی حکمت کے پیش نظر اللہ نے مخلوق کو قابل نفع رزق عطا فرمایا۔ للجزاء: یعنی تمہارے اعمال کے مطابق جزاء مراد ہے۔ سلطانه: آیت کے ظاہر سے جو جواب وارد ہوتا ہے اُس کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ آیت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا مکان آسمان میں ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ آسمان میں ثابت اور مستقیم ہونا اللہ کی قدرت اور سلطنت کے اعتبار سے ہے مراد عالم علوی ہے اور اس بات کو خاص طور پر ذکر کیا تا کہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ اللہ کی قدرت صرف عالم علوی پر نہیں بلکہ عالم سفلی پر بھی ہے۔ بدل مِن مَنْ: مراد بدل اشتمال ہے۔ ريحا ترميكم: یہ ﴿حاصبا﴾ کی ایک تفسیر ہے، اور ایک قول کے مطابق مراد آسمان سے پتھر پھینکنا ہے۔ عند معاينة العذاب: یعنی یہ معائنہ آخرت میں ہوگا یا روحیں نکلنے کے وقت میں۔ اى انه حق: یعنی ڈر کا واقع ہونا اور نافذ ہونا اللہ کے تقاضے کے اعتبار سے ہوگا۔ عند اهلاكهم: مراد موت یا آخرت میں دیئے جانے والا عذاب ہے۔ اى المطر: مراد نباتات اور اس کے علاوہ باقی اسباب ہیں۔ واقعا: اللہ کے فرمان: ﴿على وجهه﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اندھا جو بغیر کچھ دیکھے راستے پر چلا جاتا ہے اور ہلاکت کے قریب ہوتا۔ والمثل فى المؤمن والكافر: پس اندھا جس کا راستہ متعین نہ ہو اور انکھیارا جو سیدھے راستے پر چلنے والا ہو برابر نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ اندھا ہلاکت اور (مزید اعضاء کے) تلف ہونے کا شکار ہو سکتا ہے جب کہ دوسرا ایسا نہیں، پس اسی طرح کافر کا حال بھی جان لیں۔ ما مزيدة: مراد ﴿قليلا﴾ کی تاکید بیان کرنا مقصود ہے، مراد مومنین کے تھوڑے شکر کرنے کو بیان کیا گیا ہے یا کافر کے بالکل شکر نہ بجالانے کو بیان کیا گیا ہے۔ بين الانذار: مراد دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے ذریعے ڈرانا مقصود ہے۔ اى لا مجير لهم منه: میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿ء امنا﴾ میں استفہام انکاری بمعنی نفی ہے، اور اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ کافر پر سختی برتنے کی وجہ سے ہے۔ لا يأتيكم به الا الله: یعنی تم میرا شکر نہیں بجالاتے اس لئے کہ (گمان کرتے ہو کہ میں عذاب) نہیں لا سکتا۔ (الصاوی، ج۶، ص ۱۴۳ وغیرہ)

سورۃ القلم مکیۃ وھی اثنتان وخمسون آیۃ

(سورۂ قلم مکیہ ہے جس میں باون آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ القلم

اس سورت میں دو رکوع، باون آیتیں، تین سو کلمات، اور ایک ہزار دو سو چھپن حروف ہیں۔ حضور ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بڑی گرم جوشی سے شروع کر دیا قرآن پاک کی جو کوئی آیت نازل ہوتی اس کو آپ ﷺ تلاوت فرماتے اور لوگوں کو سناتے اور احاکم الٰہیہ کی خود بھی پابندی کرتے اور جو دامن رحمت سے وابستہ ہو جاتا وہ بھی ان پر عمل پیرا ہو جاتا۔ لوگ حضور ﷺ کی اس والہانہ محبت کو دیکھ کر تصویر حیرت بن جاتے اور آخر اس نتیجے پر پہنچتے کہ یہ دیوانہ ہے اس کا دماغ ناکارہ ہو گیا ہے (معاذ اللہ)۔ اللہ قسم اٹھا کر کفار کے ان الزامات کی تردید فرما رہا ہے میرا محبوب دیوانہ نہیں ہے بلکہ اخلاق عالیہ کی ان رفعتوں پر فائز ہے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی، جس کا کردار اتنا بلند ہو، جس کی سیرت بے داغ ہو، جس کے اعمال سراپا نور ہوں، بھلا اس کو مجنون کہنا کس کی ہمت ہے۔ اس کے بعد فرمادیا کہ اے حبیب وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ مداہنت سے کام لیں اور مصالحت کا رویہ اختیار کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ سختی کا سلوک ترک کر دیں گے آپ کا یہ شیوہ نہیں ہے، وہ لوگ اپنے معاشرے کے روسا ہیں، اپنے شرکیہ عقائد کے سرغنے ہیں، ذرا ان کے اعمال پر نظر تو ڈالو ہر قسم کی برائیوں کے وہاں ڈھیر لگے ہوئے نظر آئیں گے، نیکی کی کوئی کرن بھی وہاں نظر نہیں آتی، تمہارے جیسا نبی بھلا کیسے ان کی پیروی کر سکتا ہے؟۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ متقی لوگوں کے لئے جنت ہے اور ان کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ بالکل ان سے الگ ہوگا جو مجرموں سے کیا جائے گا جو خواب غفلت میں بے سدھ پڑے ہیں۔

رکوع نمبر: ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ن﴾ اَحَدُ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ ﴿والقلم﴾ الَّذِیْ کَتَبَ بِهِ الْکَائِنَاتِ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ﴿وما یسطرون (۱)﴾ اَیِ الْمَلَائِکَةُ مِنَ الْخَیْرِ وَالصَّلَاحِ ﴿ما انت﴾ یَامُحَمَّدُ ﴿بنعمة ربک بمجنون (۲)﴾ اَیْ اِنْتَفَی الْجُنُوْنُ عَنْکَ بِسَبَبِ اِنْعَامِ رَبِّکَ عَلَیْکَ بِالنُّبُوَّةِ وَغَیْرِهَا وَهٰذَا رَدٌّ لِقَوْلِهِمْ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿وان لک لاجرا غیر ممنون (۳)﴾ مَقْطُوْعٍ ﴿وانک لعلی خلق﴾ دِیْنٍ ﴿عظیم (۴) فستبصر ویبصرون (۵) بایکم المفتون (۶)﴾ مَصْدَرٌ کَالْمَعْقُوْلِ اَیِ الْفُتُوْنِ بِمَعْنَی الْجُنُوْنِ اَیْ اَبِکَ اَمْ بِهِمْ ﴿ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بالمهتدین (۷)﴾ لَهٗ اَعْلَمُ بِمَعْنٰی عَالِمٌ ﴿فلا تطع المکذبین (۸) ودوا﴾ تَمَنَّوْا ﴿لو﴾ مَصْدَرِیَّةٌ ﴿تدهن﴾ تَلِیْنُ لَهُمْ ﴿فیدهنون (۹)﴾ یَلِیْنُوْنَ لَکَ وَهُوَ مَعْطُوْفٌ عَلٰی تُدْهِنُ وَاِنْ جُعِلَ جَوَابُ التَّمَنِّیَ الْمَفْهُوْمِ مِنْ وَدُّوْا قُدِّرَ قَبْلَهٗ بَعْدَ الْفَاءِ هُمْ ﴿ولا تطع کل حلاف﴾ کَثِیْرِ الْحَلْفِ بِالْبَاطِلِ ﴿مهین (۱۰)﴾ حَقِیْرٍ ﴿هماز﴾ عَیَّابٍ اَیْ مُغْتَابٍ ﴿مشاء بنمیم (۱۱)﴾ سَاعٍ بِالْکَلَامِ بَیْنَ النَّاسِ عَلٰی وَجْهِ الْاِفْسَادِ بَیْنَهُمْ ﴿مناع للخیر﴾ بَخِیْلٌ بِالْمَالِ عَنِ الْحُقُوْقِ ﴿معتد﴾ ظَالِمٌ ﴿اثیم (۱۲)﴾ اٰثِمٌ ﴿عتل﴾ غَلِیْظٌ جَافٍ ﴿بعد ذلک زنیم (۱۳)﴾ دُعِیَ فِیْ قُرَیْشٍ وَهُوَ الْوَلِیْدُ بْنُ مُغِیْرَةَ اِدَّعَاهُ اَبُوْهُ بَعْدَ ثَمَانِیْ عَشَرَةَ سَنَةً قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَانَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی وَصَفَ اَحَدَ

بِمَاوَصَفَهُ مِنَ الْعُيُوْبِ فَالْحَقَ بِهٖ عَارًا لَايُفَارِقُهُ اَبَدًاوَتَعَلَّقَ بِزَنِيْمِ الظَّرْف قَبْلَهٗ ﴿ان كان ذا مال وبنين (۱۴)﴾ اَیْ لِاَنْ وَهُوَمُتَعَلِّقٌ بِمَادَلَّ عَلَيْهِ ﴿اذا تتلى عليه ايتنا﴾اَلْقُرْاٰنُ﴿ قال﴾هِیَ﴿ اساطير الاولين(۱۵)﴾اَیْ كَذَّبَ بِهَاالِاِنْعَامِنَاعَلَيْهِ بِمَاذُكِرَ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ اَنْ بِهَمْزَتَيْنِ مَفْتُوْحَيْنِ ﴿سنسمه على الخرطوم (۱۶)﴾سَنَجْعَلُ عَلٰى اَنْفِهٖ عَلَامَةً يُعِيْرُبِهَامَاعَاشَ فَخُطِمَ اَنْفُهُ بِالسَّيْفِ يَوْمَ بَدْرٍ ﴿انا بلونهم﴾اِمْتَحَنَّااَهْلَ مَكَّةَ بِالْقَحْطِ وَالْجُوْعِ﴿ كما بلونا اصحب الجنة ﴾اَلْبُسْتَانَ﴿اذ اقسموا ليصرمنها﴾يَقْطَعُوْنَ ثَمْرَتَهَا﴿ مصبحين (۱۷)﴾وَقْتَ الصَّبَاحِ كَيْلَا يَشْعُرُلَهُمُ الْمَسَاكِيْنُ فَلَا يُعْطُوْنَ مِنْهَامَاكَانَ اَبُوْهُمْ يَتَصَدَّقُ بِهٖ عَلَيْهِمْ مِنْهَا ﴿ولا يستثنون(۱۸)﴾فِیْ يَمِيْنِهِمْ بِمَشْيَةِاللّٰهِ تَعَالٰى وَالْجُمْلَةُ مُسْتَانِفَةٌ اَیْ وَشَانُهُمْ ذٰلِكَ ﴿فطاف عليها طائف من ربك﴾نَارٌاَحْرَقَتْهَالَيْلًا﴿ وهم نائمون (۱۹)فاصبحت كالصريم(۲۰)﴾ كَاللَّيْلِ شَدِيْدِ الظُّلْمَةِ اَیْ سَوْدَاءَ ﴿فتنادوا مصبحين(۲۱)ان اغدوا على حرثكم﴾غَلَّتِكُمْ تَفْسِيْرٌلِلتَّنَادِیْ اَوْاَنْ مَصْدَرِيَّةٌ اَیْ بِاَنْ ﴿ ان كنتم صارمين (۲۲)﴾مُرِيْدِيْنَ الْقَطْعَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ دَلَّ عَلَيْهِ مَاقَبْلَهٗ ﴿فانطلقوا وهم يتخافتون(۲۳)﴾يَتَسَارُوْنَ ﴿ان لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين (۲۴)﴾تَفْسِيْرٌ لِّمَاقَبْلَهٗ اَوْاَنْ مَصْدَرِيَّةٌ اَیْ بِاَن ﴿وغدوا على حرد﴾مَنْعٍ لِلْفُقَرَاءِ﴿ قادرين (۲۵)﴾عَلَيْهِ فِیْ ظَنِّهِمْ﴿فلما راوها﴾سَوْدَاءَ مُحْتَرَقَةً﴿ قالوا انا لضالون (۲۶)﴾عَنْهَااَیْ لَيْسَتْ هٰذِهٖ ثُمَّ قَالُوْا لَمَّاعَلِمُوْهَا﴿بل نحن محرومون (۲۷)﴾ثَمْرَتَهَابِمَنْعِنَاالْفُقَرَاءَ مِنْهَا﴿قال اوسطهم ﴾خَيْرُهُمْ ﴿الم اقل لكم لولا ﴾هَلَّا﴿تسبحون(۲۸)﴾اَللّٰهَ تَائِبِيْنَ ﴿قالوا سبحن ربنا اناكنا ظلمين (۲۹)﴾بِمَنْعِ الْفُقَرَاءِ حَقَّهُمْ﴿فاقبل بعضهم على بعض يتلاومون (۳۰)قالوا يا﴾لِلتَّنْبِيْهِ ﴿ويلنا﴾هَلَاكُنَا﴿ انا كنا طغين (۳۱)عسى ربنا ان يبدلنا﴾بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ﴿خيرا منها انا الى ربنا راغبون(۳۲)﴾لِيَقْبَلَ تَوْبَتَنَا وَيَرُدُّ عَلَيْنَاخَيْرًامِنْ جَنَّتِنَارُوِیَ اَنَّهُمْ اُبْدِلُوْاخَيْرًامِنْهَا ﴿كذلك ﴾اَیْ مِثْلَ الْعَذَابِ لِهٰؤُلَاءِ﴿العذاب ﴾لِمَنْ خَالَفَ اَمْرَنَامِنْ كُفَّارِمَكَّةَ وَغَيْرِهِمْ ﴿ولعذاب الاخرة اكبر لو كانوا يعلمون(۳۳)﴾عَذَابَهَا مَاخَالَفُوْا اَمْرَنَا.

﴿ترجمہ﴾

نون......۱......(یہ ان حروف ہجاء میں سے ایک ہے جس کی مراد اللہ ﷻ ہی جانتا ہے) قلم (جس کے ذریعے تمام ہونے والے امور لوح محفوظ میں لکھے گئے ہیں) اور اس کے لکھنے والوں کی قسم (یعنی فرشتوں کی جو کہ خیر اور صلاح لکھتے ہیں،......۲......) تم (اے محبوب ﷺ) اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (یعنی تمہیں جنون نہیں ہے یہ تم پر تمہارے رب ﷻ کے نبوت وغیرہ انعام فرمانے کے سبب ہے، یہ آیت مشرکین کے قول کے رد میں نازل ہوئی جو آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے) اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے (ممنون بمعنی مقطوع ہے) اور بیشک تم عظیم خلق (یعنی دین......۳......) پر ہو تو اب کوئی دم جاتا کہ تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا (تمہیں جنون تھا یا انہیں "مفتون" "معقول" کی طرح مصدر ہے بمعنی جنون ہے) بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہیں (یہاں، اعلم بمعنی عالم ہے) تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا وہ تو اس آرزو میں ہیں (ودوا بمعنی تمنوا ہے) کہ کسی طرح تم نرمی کرو (ان کے ساتھ، تدھن بمعنی تلین ہے) تو وہ بھی نرم پڑ جائیں (تمہارے لیے

،یدھنون بمعنی یلینون ہے،اور یہ ''تدھن'' پر عطف ہے اور اگر تمنی کا جواب ''ودوا'' کے مفعول کو بنایا جائے تو اس صورت میں اس کے ماقبل حرف فاء کے بعد ''ھم'' ضمیر مقدر ہوگی) اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا (یعنی جھوٹی قسمیں کھانے والا) ذلیل (مھین بمعنی حقیر ہے) بہت عیب بیان کرنے والا (یعنی لوگوں کی غیبت کرنے والا ''ھماز بمعنی عیاب ہے) بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا (یعنی لوگوں کے درمیان جھگڑا کرنے کے لیے اِدھر کی اُدھر لگانے والا) بھلائی سے بڑا روکنے والا (بخیل مال کو حقوق میں خرچ کرنے سے روکنے والا) ظالم (معتد کے معنی ظالم ہے) گناہ گار (اثیم بمعنی اثم ہے) درشت خو (سخت بداخلاق) اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (قریش میں اسے ولید بن مغیرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کے اٹھارہ سال کے ہو جانے کے بعد مغیرہ نے اسے اپنا نام دیا تھا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ہم یہی جانتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے جس کے عیوب بیان فرمائے ہیں اسے ایسا عار لاحق ہوا ہے جو کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوا ''زنیم'' ماقبل ظرف سے متعلق ہے،......۴......) اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے (یہ اس کے متعلق ہے جس پر ماقبل کلام دلالت کر رہا ہے، بان بمعنی لان ہے) جب اس پر ہماری آیتیں (یعنی قرآن پاک) پڑھی جاتی ہیں کہتا ہے کہ (یہ) اگلوں کی کہانیاں ہیں قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے (یعنی ہم اس کے ناک پر ایسی علامت بنا دیں گے جس کے سبب عمر بھر وہ عار محسوس کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جنگ بدر میں تلوار سے اس کی ناک کاٹ دی گئی،......۵......) بیشک ہم نے انہیں جانچا (یعنی اہل مکہ کو قحط اور بھوک کے ذریعے جانچا) جیسا کہ اس باغ والے کو جانچا تھا (الجنۃ بمعنی البستان ہے) جب انہوں نے قسم کھائی کہ اسے کاٹ لیں گے (یعنی اس کے پھلوں کو، یصرمنھا بمعنی یقطعون ہے) صبح کے وقت (تاکہ مساکین کو اس کا علم نہ ہو سکے کیونکہ وہ اس میں سے مساکین کو کچھ دینا نہیں چاہتے تھے جب کہ ان کے والد کھیتی میں سے مساکین پر بھی صدقہ کرتے تھے) اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا (اپنی قسم میں اللہ ﷻ کی مشیت کو شامل نہیں کیا......۶......، یہ جملہ مستانفہ ہے پھر ان کے اس عمل کا حال یہ ہوا کہ) تو اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیری کر گیا (رات میں باغ میں آگ لگ گئی) اور وہ سوتے تھے تو صبح ہو گیا شدید سیاہ (''صریم'' رات کی طرح سخت اندھیری یعنی سیاہ) پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکار کر تڑکے اپنی کھیتی کو چلو (حرثکم بمعنی غلتکم ہے، یہ ''تنادی'' کی تفسیر ہے یا یہاں ''ان'' مصدریہ ہے یعنی اصل میں ''بان'' تھا) اگر تمہیں کاٹنی ہے (یعنی اگر تمہارا ارادہ اسے کاٹنے کا ہے جواب شرط محذوف ہے جس پر ماقبل کلام دلالت کر رہا ہے) تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ (یتخافتون بمعنی یتسارون ہے) آج ہرگز کوئی مسکین تمہارے باغ میں نہ آنے پائے (''ان لا یدخلنھا......الخ'' یہ ماقبل کی تفسیر ہے یا ''ان'' مصدریہ ہے بمعنی لکن ہے) تڑکے چلے منع کرنے پر قدرت سمجھتے (یعنی فقراء کو منع کرنے پر قدرت سمجھتے اپنے گمان میں......۷......، حرد بمعنی منع ہے، پھر جب اسے دیکھا (سیاہ جلا ہوا) بولے بیشک ہم (باغ کے رستے سے) بہک گئے (یعنی یہ ہمارا باغ نہیں پھر جب یقین ہو لیا کہ یہی باغ ہے تو بولے) بلکہ ہم بے نصیب ہوئے (اس کے پھلوں سے کہ ہم اس کے پھل فقراء سے روکنا چاہتے تھے) ان میں جو سب سے اچھا تھا (اوسطھم بمعنی خیرھم ہے) بولا کیا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ کیوں نہیں کرتے (لولا بمعنی ھلا ہے) تسبیح (اللہ ﷻ کی اس کی جناب میں توبہ کرتے) بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہم ظلم کرنے والے تھے (فقراء سے ان کے حق کو روک کر) اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے بولے ہائے ہماری ہلاکت (''یا ویلنا'' میں یا تنبیہ کے لیے اور ویلنا بمعنی ھلاکنا ہے) بیشک ہم سرکش تھے امید ہے ہمیں ہمارا رب بدل دے (''یبدل'' فعل کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اس سے بہتر ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں (تاکہ وہ ہماری توبہ قبول کر لے اور ہمیں اس میں ہمارے باغ سے اچھا باغ دے، منقول ہے کہ انہیں اللہ ﷻ نے اس باغ سے بہتر باغ عطا فرمایا) اسی طرح (یعنی ان لوگوں کو عذاب دینے کی طرح) عذاب ہے (ہمارے حکم کی نا

فرمانی کرنے والوں کے لیے یعنی اہل مکہ وغیرہ کے لیے) اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا اگر وہ جانتے (عذاب آخرت کو تو ہر گز نافرمانی نہ کرتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربک بمجنون﴾

ن: "هذه" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، القلم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یسطرون: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر "نقسم" فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، بنعمة ربک: ظرف مستقر حال مقدم، بمجنون: اسم مفعول با ھو ضمیر نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وان لک لاجرا غیر ممنون﴾

و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، لا: تاکیدیہ، اجرا: موصوف، غیر ممنون: صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "ما انت بنعمة ربک بمجنون" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، انک: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، علی خلق عظیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فستبصر و یبصرون بایکم المفتون﴾

ف: مستانفہ، سین: حرف استقبال، تبصر: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، یبصرون: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بایکم: ظرف مستقر جار مقدم، المفتون: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین﴾

ان ربک: حرف مشبہ و اسم، ھو: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل با فاعل، ب: جار، من: موصولہ، ضل عن سبیلہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، اعلم بالمھتدین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تطع المکذبین ودوا لو تدھن فیدھنون﴾

ف: فصیحیہ، لا تطع: فعل نہی با فاعل، المکذبین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و دوا: فعل با فاعل، لو: مصدریہ، تدھن: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یدھنون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذامال وبنین﴾

و: عاطفہ، لا تطع: فعل نہی با فاعل، کل: مضاف، حلاف: موصوف، مھین: صفت اول، ھماز: صفت ثانی، مشاء بنمیم: شبہ جملہ صفت ثالث، مناع للخیر: شبہ جملہ صفت رابع، معتد: صفت خامس، اثیم: صفت سادس، عتل: صفت رابع، بعد ذلک زنیم: شبہ جملہ صفت ثامن، ملکر مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر مفعول، ان: مصدریہ، کان: فعل ناقص با اسم، ذامال وبنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر "لام" جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین سنسمہ علی الخرطوم﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیہ: فعل مجہول و ظرف لغو، ایتنا: نائب الفاعل ہو کر جملہ فعلیہ

شرط،قال:قول،اساطیر الاولین:"ھی" مبتدا محذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ،سین جرف استقبال،نسمہ:فعل بافاعل ومفعول،علی الخرطوم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿انا بلونهم كما بلونا اصحب الجنة اذاقسموا ليصرمنها مصبحين﴾

انا: حرف مشبہ واسم،بلونھم:فعل بافاعل ومفعول،کاف: جار،ما:مصدریہ،بلونا اصحب الجنة: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف مستقر"بلاء"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،اذا:مضاف،اقسموا:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ،لام:تاکیدیہ،یصرمن:فعل نفی ضمیر محذوف ذوالحال،مصبحین:حال،ملکر فاعل،ھا:ضمیر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا يستثنون فطاف عليهاطائف من ربک وهم نائمون﴾

و: مستانفہ،لایستثنون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ،ف:عاطفہ،طاف علیھا:فعل وظرف لغو،طائف:موصوف،من ربک: ظرف مستقر صفت،ملکر ذوالحال،و: حالیہ،ھم نائمون: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاصبحت كالصريم فتنادوا مصبحين ان اغدوا على حرثكم ان كنتم صارمين﴾

ف:عاطفہ،اصبحت:فعل ناقص بااسم،کالصریم:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،تنادوا:فعل ماضی باواؤضمیر ذوالحال،مصبحین:حال،ملکر فاعل،ان:مصدریہ،اغدوا:فعل امر ناقص بااسم،علی حرثکم:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "ب"جار مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اقسموا" پر معطوف ہے،ان:شرطیہ،کنتم صارمین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاغدوا" کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فانطلقوا وهم يتخافتون ان لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين﴾

ف:عاطفہ،انطلقوا:فعل واؤضمیر ذوالحال،و: حالیہ،ھم یتخافتون: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ان:مصدریہ،لایدخلنھا:فعل نفی ومفعول،الیوم:ظرف،علیکم:ظرف لغو،مسکین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "ب" جار مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وغدوا على حرد قادرين فلما راوها قالوا انا لضالون بل نحن محرومون﴾

و:عاطفہ،غدوا:فعل ناقص واؤضمیر اسم،علی حرد:ظرف لغو مقدم،قادرین:اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،لما:شرطیہ،راوھا:جملہ فعلیہ ہوکر شرط،قالوا:قول،انا:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،ضالون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،بل:عاطفہ،نحن محرومون:جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال اوسطهم الم اقل لكم لولا تسبحون﴾

قال: فعل،اوسطھم: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول،ھمزہ:حرف استفہام،لم اقل لکم:فعل نفی بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول،لولا:بمعنی"ھلا" حرف تحضیض،تسبحون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا سبحن ربنا انا كنا ظلمين فاقبل بعضهم على بعض يتلاومون﴾

قالوا: قول،سبحن:مصدر مضاف،ربنا:مضاف الیہ فاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "نسبح" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول اول،انا:حرف مشبہ واسم،کناظلمین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ،ف:عاطفہ،اقبل:فعل،بعضھم: ذوالحال،یتلاومون: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،علی بعض:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا یویلنا انا کنا طغین عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا رٰغبون﴾

قالوا: قول، یویلنا: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، کنا طغین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، عسی ربنا: فعل مقارب واسم، ان: مصدریہ، یبدلنا: فعل بافاعل ومفعول، خیرا منھا: شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، الی ربنا: ظرف لغو مقدم، راغبون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون﴾

کذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، العذاب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، عذاب الاخرۃ: مبتدا، اکبر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، لو: شرطیہ، کانوا یعلمون: جملہ فعلیہ شرط جواب، لو: محذوف "لما فرط منھم ماسلف من ظلم" ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......عتل بعد ذلک زنیم...... ☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد (ﷺ) نے میرے بارے میں دس باتیں بتائیں ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں یا تو مجھے سچ سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن ماردوں گا، اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مرجائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلالیا تو اس سے ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نون کے اسرارورموز:

۱......اس کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں: (۱)......معاویہ بن قُرّۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے نون سے "نور کی تختی" مراد لی ہے۔ (۲)......ثابت بُنانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد دوات ہے اور یہی قول حسن وقتادہ کا بھی ہے۔ (۳)......مجاہد کہتے ہیں نون سے مراد مچھلی ہے جو کہ ساتویں زمین کی تہہ میں پائی جاتی ہے۔ (۴)......کلبی، سُدی وغیرہ کا قول بھی یہی ہے کہ نون سے مراد زمین میں پائی جانے والی مچھلی ہے۔ (۵)......ابن عباس کہتے ہیں کہ نون "الرحمٰن" میں موجود حروف کا آخری حرف ہے۔ (۶)......ابن زید کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اس نام کے ساتھ قسم ارشاد فرمائی ہے۔ (۷)......ابن کیسان کہتے ہیں یہ سورت کی ابتداء ہے۔ (۸)......ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت کا نام ہے۔ (۹)......عطا اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے سورت کی افتتاح ہے جس کے معنی نصیر، ناصر اور نور ہے۔ (۱۰)......محمد بن کعب کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے نون کے ذریعے مومنین کی مدد کی قسم کھائی ہے، اور یہی حق ہے اور اس کا بیان اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وکان حقا علینا نصر المومنین اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا (الروم: ۴۷)﴾۔ (القرطبی، الجزء: ۲۹، ص ۱۹۵ وغیرہ)

قلم اور لکھنے والوں کی کیفیت:

۲......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ نے سب سے پہلے قلم کو تخلیق کیا، اس کے بعد نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور اس کی دلیل اللہ ﷻ کا مذکورہ کلام: ﴿ن والقلم﴾ ہے۔ پھر فرمایا لکھو تو قلم نے جواب میں عرض کی کیا لکھوں، جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے یعنی عمل، اجل، رزق، پس قلم نے قیامت تک کے تمام امور کو لکھ دیا"۔ پھر قلم پر مہر لگادی

گئی اور وہ قیامت تک کے لئے اپنی خصوصیت سے روک دی گئی۔ پھر عقل کو پیدا کیا گیا، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ''میں نے تجھ سے عجیب تر کوئی پیدا نہیں کی، میرے عزت وجلال کی قسم! جو تجھ سے محبت کرے گا میں اُسے تکمیل تک پہنچادوں گا اور جو تجھ سے بغض رکھے گا میں اُسے نقصان پہنچاؤں گا''۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو کامل عقل والے لوگ ہیں وہ فرمانبرداری کے ذریعے اللہ ﷻ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں''۔ اور قلم سے مراد وہ ہے جس سے لکھا جاتا ہے۔ ابوظبیان نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے: ''اللہ ﷻ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور جمیع ما کان وما یکون کا علم لکھ دیا گیا، پھر پانی بھاپ بن کر اوپر کی جانب بخارات ہو کر اڑنے لگا تو آسمان تخلیق فرمایا، پھر نون کی تخلیق ہوئی اور زمین اُس پر پھیلادی گئی، پھر جب زمین اس کے ساتھ گھوم گئی تو پہاڑ پیدا کر کے گاڑ دیئے گئے۔ اور پہاڑ زمین پر فخر کرنے لگے۔ (القرطبی، الجزء:۲۹، ص۱۹۵ وغیرہ)

☆...... ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ نے قلم کی قسم ارشاد فرمائی جسے اللہ ﷻ نے تخلیق فرمایا، اور اس کے ذریعے وہ سب کچھ کتابت فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب: فی القدر، رقم: ۴۷۰۰، ص۸۷۸)

خلق عظیم کی بحث:

۳...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وانک لعلی خلق عظیم اور بیشک تمہاری خو بو (خلق) بڑی شان کی ہے (القلم:۴)﴾۔ خلق عظیم سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں اقوال یہ ہیں: (۱،۲)...... ابن عباس اور مجاہد کے مطابق خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے، یعنی آپ عظیم دین، دینِ اسلام پر کاربند ہیں۔ (۳)...... قتادہ کہتے ہیں کہ بی بی عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سید عالم ﷺ کے خلق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ قرآن مجید فرقان حمید سید عالم ﷺ کے خلق ہیں''۔ (۴)...... سعید بن ہشام نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ بولے کیوں نہیں، فرمایا: قرآن حضور ﷺ کا خُلق ہے۔ (۵)...... فضیل بن مرزوق عطیہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خلق قرآن کا ادب ہے۔ (۶)...... عبید کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ کے خلق دین اسلام ہیں، کہ انہوں نے اسی چیز کا حکم ارشاد فرمایا جو انہیں اللہ ﷻ کی جانب سے تلقین کیا گیا اور اللہ ﷻ کے دین کے موکل بن کر دین اسلام کا پرچار کیا۔ (الطبری، الجزء:۲۹، ص۲۴ وغیرہ)

☆...... بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے سید عالم ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی، میں اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھی، پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اپنے قبیلے کا بُرا شخص ہے''، پھر آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، جب وہ آیا تو آپ ﷺ نے اُس سے بہت نرمی سے بات کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس کے بارے میں وہ فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے اس سے نہایت نرمی سے بات کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! سب سے زیادہ لوگوں میں بُرا شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی درشت روی (سخت کلامی) کی وجہ سے چھوڑ دیں''۔
(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی فاحشا و لا متفاحشا، رقم: ۶۰۳۲، ص۱۰۵۴)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں دس سال رہا، آپ ﷺ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا، اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یوں نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کوئی کام ترک کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں ترک کیا؟ سید عالم ﷺ کے اخلاق سب سے عمدہ تھے اور کوئی ریشم آپ ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا، میں نے سید عالم ﷺ کے پسینے سے بڑھ کر کوئی مشک یا کسی اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی''۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، الوصایا، رقم: ۱۹۷۳، ۲۷۶۸، ص۳۱۷ وغیرہ)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد نبوی کے کونے میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کو مارنے کے لئے

چھینٹے تو سید عالم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک یا دو ڈول بہادو، کیونکہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو مشکل پیدا کرنے کے لئے نہیں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی یسروا ولا تعسروا، رقم: ۶۱۲۸، ص۱۰۶۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا، اس وقت آپ کی خدمت اقدس میں اقرع بن حابس تیمی بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ عزوجل اس پر رحم نہیں فرماتا''۔ (المرجع السابق، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، رقم: ۵۹۹۷، ص۱۰۴۹)

☆......حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس جب بھی کوئی سائل آتا یا آپ ﷺ کے سامنے کسی کی حاجت پیش کی جاتی، تو فرماتے: ''تم اس کی سفارش کرو، تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ عزوجل اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا''۔

(صحيح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها، رقم: ۱۴۳۲، ص۲۳۱)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں سید عالم ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ ﷺ نے ایک نجرانی چادر زیب تن فرمائی ہوئی تھی، ایک اعرابی نے اُس چادر کو پکڑ کر گھسیٹا، میں نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ کے مبارک کندھوں پر نشان پڑ گئے، اس اعرابی نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ کے پاس جو اللہ عزوجل کا مال ہے وہ مجھے دینے کا حکم دیجئے، سید عالم ﷺ اُس کی جانب مڑ کر دیکھنے کے بعد مسکرائے، اور اُسے کچھ دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (صحيح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، رقم: ۶۰۸۸، ص۱۰۶۲)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں فرماتے، آپ کو کوئی چیز پسند ہوتی تو تناول فرمالیتے اور اگر پسند نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے''۔ (صحيح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، رقم: ۳۵۶۳، ص۵۹۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی کہ مشرکین کے لئے دعائے ضرر فرمائیں، آپ نے فرمایا: ''مجھے لعنت دینے والا بنا کر نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

(صحيح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب، رقم: (۲۶۰۸)/۲۰۹۹، ص۱۲۸۲)

ولید بن مغیرہ کی دس خصلتوں کا بیان:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولا تطع كل حلاف مهين ......الخ اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہو ذلیل بہت طعنے دینے والا ادھر کی ادھر لگانے والا بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار درشت خو اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (القلم: ۱۰ تا ۱۳) ﴾۔ اس آیت میں متواتر نو خصلتیں بیان کی گئی ہیں، جو کہ یہ ہیں: (۱)...... بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا، (۲)...... بے حد ذلیل، (۳)...... بہت طعنے دینے والا، (۴)...... بے جا چغلی کرنے والا، (۵)...... بہت زیادہ نیکی سے روکنے والا، (۶)...... حد سے تجاوز کرنے والا، (۷)...... سخت گناہگار، (۸)......درشت خو، (۹)......اس کی اصل میں خطا ہونا، (۱۰)......تھوتھنی پر داغ ہونا۔ یقیناً یہاں یہی نو خصائص بیان ہوئے ہیں جو کہ آیت پاک سے واضح ہیں تاہم ماقبل شان نزول میں صدر الافاضل نے دس خصلتوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن دسویں خصلت کیا ہے؟ اس کا معلوم نہیں، ہم نے تبیان القرآن میں اس آیت کے تحت مطالعہ کیا تو قبلہ سعیدی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ شیخ سلمان جمل اور علامہ صاوی نے دس خصوصیات کا قول کیا ہے اور صدر الافاضل کی پیروی میں پیر کرم شاہ صاحب الازہری اور مفتی احمد یار خان نعیمی نے یہی قول کیا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات کچھ دشواری پیدا کر رہی تھی کہ یہ اکابر مفسرین کرام نو خصوصیات کے ہوتے ہوئے دس کا ذکر کیوں کریں گے؟ اللہ عزوجل نے ہمارے دل میں القاء کیا کہ ہوسکتا ہے کہ متذکرہ آیت ﴿سنسمه على الخرطوم قریب ہے کہ ہم اس کی سواری کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے (القلم: ۱۶) ﴾ میں موجود حکم

کودسویں خصلت مانا ہو؟ ہم نے یہ بات لکھ کر تفاسیر کی جانب رجوع کرنا شروع کر دیا، تاہم جب صاوی کو کھولا کہ سیدی صاحب نے جوارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے دس خصوصیات مانی ہیں تو شاید دسویں خصوصیت کی نشاندہی مل جائے تو جی جان سے خوشی ہوئی کہ ہمارے مؤقف کی تائید میں علامہ صاوی کا قول موجود ہے اور انہوں نے جن دس خصوصیات کو بیان کیا ہے وہ ﴿ولا تطع کل حلاف مھین اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہو (القلم: ۱۰)﴾ سے لے کر ﴿سنسمه على الخرطوم قریب ہے کہ ہم اس کی سواری کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے (القلم: ۱۶)﴾ تک کے بیان کو دس خصوصیات پر محمول کیا ہے۔

گستاخ رسول کو بُرا بولنے کا جواز:

۵......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿سنسمه على الخرطوم قریب ہے کہ ہم اس کی سواری کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے (القلم: ۱۶)﴾، سے یہ بات واضح ہے کہ منافقین کی مذمت میں قرآن کی ایک نہیں کئی آیات نازل ہوئی اور سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی مذمت میں جگہ جگہ احکامات موجود ہیں بلکہ سورۃ المنافقون بھی اس پر بین دلیل ہے۔

امام رازی کہتے ہیں: یہاں سونڈ سے مراد ہاتھی کی سونڈ نہیں بلکہ ولید کی ناک ہے، اس کو سونڈ اس لئے کہا گیا ہے کہ جب کسی کے اعضاء کو حیوانوں کے اعضاء سے تشبیہ دی جائے تو اسکی تذلیل ہوتی ہے۔ یہاں ناک کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ انسانی اعضاء میں چہرے کی خاص اہمیت ہوا کرتی ہے اور چہرے میں ناک کی حیثیت سب سے نمایاں ہوا کرتی ہے۔ یہ چہرے پر بلند ہوتی ہے اور اسی سے عزت وذلت کا دارومدار ہوا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کی ناک پر تلوار سے نشان لگایا جائے گا یا تا حیات اس میں یہ نشان باقی رہے گا اور یہ بھی روایت درست ہے کہ جنگ بدر میں اس نے تلوار سے قتال کیا اور اسی جنگ میں اس کی ناک پر نشان لگا اور مقاتل اور ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ آخرت میں اُس کی ناک پر نشان ہوگا اور لوگ اُسے اس کی وجہ سے پہچان لیں گے، جس طرح کافروں کے چہروں پر قیامت کے دن سیاہ نشان کئے جائیں گے اور خوف سے ان کی آنکھیں نیلی ہونگی، اسی طرح قیامت کے دن اس کی ناک پر نشان ہوگا۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۶۰۶)

آیت نمبر ۱۸ کے تحت ان شاء اللہ نہ کہنے کا بیان:

۶......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ولا يستثنون اور انشاء اللہ نہ کہا (القلم: ۱۸)﴾۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یمن میں صدوان نامی ایک باغ تھا۔ یہ مقام صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا جسے ایک نیک آدمی نے لگایا تھا۔ جب کھجور کا پھل کاٹتا تو مساکین کے لئے وہ پھل چھوڑ دیتا جو درانتی سے رہ جاتا اور جب کھجور سے پھل نیچے چادر پر پھینکا جاتا تو جو پھل چادر سے دور جا کر گرتا وہ بھی مساکین کے لئے چھوڑ دیتا۔ جب پھل صاف کرتا اور جو دانے ادھر اُدھر بکھر جاتے انہیں بھی مساکین کے لئے چھوڑ دیتا۔ اس صالح مرد کے مرنے پر تین بیٹے اس کے وارث کہلائے۔ انہوں نے کہا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم مال تھوڑا ہے اور افراد زیادہ ہیں۔ یہ عمل تو اس وقت ہو سکتا ہے کہ مال زیادہ ہو اور افراد کم ہوں۔ لیکن اس صورت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے، انہوں نے باہم قسم اٹھائی کہ صبح ہوتے ہی ہم پھل کاٹ ڈالیں گے۔ انہوں نے اپنے عمل پر ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ کہا، ان شاء اللہ کو استثناء کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے ماقبل کے حکم کو خارج کیا جاتا ہے، فرق یہ ہے کہ جو چیز ان شاء اللہ کے نام سے خارج کی جاتی ہے وہ مذکورہ چیز کے خلاف ہوتی ہے جبکہ استثناء کی صورت میں جسے خارج کیا جاتا ہے وہ مستثنیٰ منہ کا عین ہوتا ہے۔ (المظہری، ج ۷، ص ۱۹۹)

فقراء ومساکین سے مال روک لینا:

۷......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿وغدوا على حرد قادرين اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے (القلم: ۲۵)﴾۔ مال

داروں کے مال میں اللہ ﷻ نے غرباء کا حق رکھا ہے۔ لہٰذا یہ حق اسی صورت میں ادا ہو سکے گا جب کہ مالدار اپنے مال کی زکوۃ ادا کریں، دیگر صدقات کا بھی اہتمام فرمائیں۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ایک جہنمی اژدھا آئے گا اور اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغا جائے گا اور یہ عمل اس پورے دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے مابین فیصلہ ہو جائے''۔ (سنن النسائی، کتاب الزکوۃ، باب: التغلیظ فی حبس الزکوۃ، رقم: ۲۴۳۸، ص۵۸٤)

☆......سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرے گا تو اس کا وہ مال قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور اس شخص کی گردن کا ہار بن جائے گا''۔ پھر سید عالم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ولا یحسبن الذین یبخلون بما ...... الخ اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی (ال عمران: ۱۸۰)﴾۔ (سنن ابن ماجه، ابواب الزکوۃ، باب: ماجاء فی منع الزکوۃ، رقم: ۱۷۸٤، ص۳۱۰)

اغراض:

مکیۃ: جمہور کے قول کے مطابق مکمل سورت مکی ہے جب کہ بعض کے نزدیک اس سورت کا بعض حصہ مکی اور بعض مدنی ہے۔ **لہ:** یعنی اللہ ہدایت یافتہ اور دوسروں کے راستے جانتا ہے۔ **لین لھم:** یعنی شرک کے معاملے میں نبی کو ترک کرنے یا دنیاوی زندگی میں ان کی موافقت کر کے مکذبین (جھٹلانے والوں) کی مدد کرو۔ **ای الملائکۃ:** مراد وہ ملائکہ ہیں جو لوح محفوظ سے تقدیر منسوخ کرتے ہیں، یا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ انسان کے اعمال کو یاد کر کے لکھ لیتے ہیں، باقی اقوال کے لئے حاشیہ نمبر ''۱'' کا مطالعہ کیجئے۔

وھذا رد لقولھم: یعنی جیسا کہ اللہ نے کافروں کے قول کی تردید یوں فرمائی: ﴿وقالوا یایھا الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون (الحجر: ٦)﴾۔ **یلینون لک:** آپ ﷺ پر طعن کرنا ترک کر دیں اور آپ ﷺ کے موافق ہو جائیں، معنی یہ ہے کہ وہ تمنا کرتے ہیں کہ آپ وہ باتیں چھوڑ دیں جو اُن کے امور کے موافق نہیں ہیں تو وہ بھی ایسا ہی کریں گے اور وہ باتیں چھوڑ دیں گے جو آپ ﷺ کو ناپسند ہیں، پس آپ ﷺ اُن کے لئے نرم ہو جائیں تو وہ آپ ﷺ کے لئے نرم ہو جائیں گے۔ **کثیر الحلف بالباطل:** مراد حق و باطل کے اعتبار سے بہت حلف اٹھانے والا۔ **عیاب:** مراد بہت زیادہ عیب لگانے والا، لوگوں کی موجودگی اور عدم موجودگی میں بہت عیب بیان کرنے والا۔ **ای المغتاب:** یعنی اپنے بھائی کی ناپسندیدہ باتیں پیٹھ پیچھے کرنے والا۔ **ظالم:** یعنی حق سے تجاوز کرنے والا۔

غلیظ: یعنی طبیعت اور جسمانی اعتبار سے گھٹیا۔ **ادعاہ ابوہ:** مراد ولید بن مغیرہ ہے، اس شخص کا باپ معروف نہ تھا (یعنی اس کی اصل میں خطا تھی)۔ **بعد ثمانی عشرۃ سنۃ:** ولید بن مغیرہ سید عالم ﷺ کی ولادت ظاہری کے سال بعد پیدا ہوا، مزید شان نزول میں ملاحظہ فرمائیں۔ **فخطم انفہ:** اس بدبخت کی ناک بدر کے روز زخمی ہوئی، اور اس زخم کا اثر اس کی باقی زندگی تک برقرار رہا۔

بالقحط: مراد بارش کا نہ ہونا جس کے لئے سید عالم ﷺ نے انہیں دعائے ضرر کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مُردار کھالئے۔

بمشیئۃ اللہ تعالی: یعنی اپنی قسموں میں ''ان شاء اللہ'' نہیں کہتے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مساکین کا حصہ نہیں نکالتے۔

کاللیل: "اللیل" کو ﴿کالصریم﴾ کہا اس لئے کہ انتہائی سیاہ اور دن کے جانے کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی طرح ''النھار'' کو بھی ''صریم'' کہتے ہیں کیونکہ دن بھی رات کے جانے کی وجہ سے آجاتا ہے۔ **فی ظنھم:** یعنی حقیقی بنیاد پر ایسا نہیں تھا، بلکہ رات میں ان کے پھل ہلاک و برباد ہو گئے۔ **ھلاکنا:** یعنی اگر ہمیں ہمارے رب نے معاف نہ کیا تو ہم پر ہلاکت آجائے گی۔ (الصاوی، ج۶، ص۱٤۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا اِنْ بُعِثْنَا نُعْطَ اَفْضَلَ مِنْكُمْ ﴿ان للمتقين عند ربهم جنت النعيم (۳۴) افنجعل المسلمين كالمجرمين (۳۵)﴾ اَیْ تَابِعِیْنَ لَهُمْ فِی الْعَطَاءِ ﴿ما لكم كيف تحكمون (۳۶)﴾ هٰذَا الْحُكْمُ الْفَاسِدُ ﴿ام﴾ بَلْ ﴿لكم كتب﴾ مُنَزَّلٌ ﴿فيه تدرسون (۳۷)﴾ اَیْ بَلْ اَتَقْرَءُوْنَ ﴿ان لكم فيه لما تخيرون (۳۸)﴾ تَخْتَارُوْنَ ﴿ام لكم ايمان﴾ عُهُوْدٌ ﴿علينا بالغة﴾ وَاثِقَةٌ ﴿الى يوم القيمة﴾ مُتَعَلِّقٌ مَعْنًى بِعَلَيْنَا وَفِیْ هٰذَا الْكَلَامِ مَعْنَى الْقَسَمِ اَیْ اَقْسَمْنَا لَكُمْ وَجَوَابُهٗ ﴿ان لكم لما تحكمون (۳۹)﴾ بِهٖ لِاَنْفُسِكُمْ ﴿سلهم ايهم بذلك﴾ اَلْحُكْمِ الَّذِیْ يَحْكُمُوْنَ بِهٖ لِاَنْفُسِهِمْ مِنْ اَنَّهُمْ يُعْطَوْنَ فِی الْاٰخِرَةِ اَفْضَلَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿زعيم (۴۰)﴾ كَفِيْلٌ لَهُمْ ﴿ام لهم﴾ اَیْ عِنْدَهُمْ ﴿شركاء﴾ مُوَافِقُوْنَ لَهُمْ فِیْ هٰذَا الْقَوْلِ يُكَفِّلُوْنَ لَهُمْ بِهٖ فَاِنْ كَانَ كَذَالِكَ ﴿فليأتوا بشركائهم﴾ اَلْكَافِلِيْنَ لَهُمْ بِهٖ ﴿ان كانوا صدقين (۴۱) يوم يكشف عن ساق﴾ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الْاَمْرِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ يُقَالُ كَشَفَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ اِذَا اشْتَدَّ الْاَمْرُ فِيْهَا ﴿ويدعون الى السجود﴾ اِمْتِحَانًا لِاِيْمَانِهِمْ ﴿فلا يستطيعون (۴۲)﴾ تَصِيْرُ ظُهُوْرُهُمْ طَبَقًا وَاحِدًا ﴿خاشعة﴾ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُدْعَوْنَ اَیْ ذَلِيْلَةً ﴿ابصارهم﴾ لَا يَرْفَعُوْنَهَا ﴿ترهقهم﴾ تَغْشَاهُمْ ﴿ذلة وقد كانوا يدعون﴾ فِی الدُّنْيَا ﴿الى السجود وهم سالمون (۴۳)﴾ فَلَا يَاْتُوْنَ بِهٖ بِاَنْ لَا يُصَلُّوْا ﴿فذرنى﴾ دَعْنِیْ ﴿ومن يكذب بهذا الحديث﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿سنستدرجهم﴾ نَاْخُذُهُمْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا ﴿من حيث لا يعلمون (۴۴) واملى لهم﴾ اَمْهِلُهُمْ ﴿ان كيدى متين (۴۵)﴾ شَدِيْدٌ لَا يُطَاقُ ﴿ام﴾ بَلْ اَ ﴿تسئلهم﴾ عَلٰى تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ ﴿اجرا فهم من مغرم﴾ مِمَّا يُعْطُوْنَكَهٗ ﴿مثقلون (۴۶)﴾ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ لِذٰلِكَ ﴿ام عندهم الغيب﴾ اَیِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ الَّذِیْ فِيْهِ الْغَيْبُ ﴿فهم يكتبون (۴۷)﴾ مِنْهُ مَا يَقُوْلُوْنَ ﴿فاصبر لحكم ربك﴾ فِيْهِمْ بِمَا يَشَاءُ ﴿ولا تكن كصاحب الحوت﴾ فِی الضَّجْرِ وَالْعَجَلَةِ وَهُوَ يُوْنُسُ عليه السلام ﴿اذ نادى﴾ دَعَا رَبَّهٗ ﴿وهو مكظوم (۴۸)﴾ مَمْلُوْءٌ غَمًّا فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ ﴿لولا ان تدركه﴾ اَدْرَكَهٗ ﴿نعمة﴾ رَحْمَةٌ ﴿من ربه لنبذ﴾ مِنْ بَطْنِ الْحُوْتِ ﴿بالعراء﴾ بِالْاَرْضِ الْفَضَاءِ ﴿وهو مذموم (۴۹)﴾ لٰكِنَّهٗ رُحِمَ فَنُبِذَ غَيْرَ مَذْمُوْمٍ ﴿فاجتبه ربه﴾ بِالنُّبُوَّةِ ﴿فجعله من الصلحين (۵۰)﴾ اَلْاَنْبِيَاءِ ﴿وان يكاد الذين كفروا ليزلقونك﴾ بِضَمِّ الْيَاءِ وَفَتْحِهَا ﴿بابصارهم﴾ اَیْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرًا شَدِيْدًا يَكَادُ اَنْ يُصْرِعَكَ وَيُسْقِطَكَ عَنْ مَكَانِكَ ﴿لما سمعوا الذكر﴾ اَلْقُرْاٰنَ ﴿ويقولون﴾ حَسَدًا ﴿انه لمجنون (۵۱)﴾ بِسَبَبِ الْقُرْاٰنِ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ ﴿وما هو﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿الا ذكر﴾ مَوْعِظَةٌ ﴿للعلمين (۵۲)﴾ اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ لَا يَحْدُثُ بِسَبَبِهٖ جُنُوْنٌ.

﴿ترجمه﴾

بیشک ڈروالوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغات ہیں کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کردیں (یعنی بخشش وعطا میں ان کے تابع کردیں گے......!......) تمہیں کیا ہوا کیسے لگاتے ہو یہ حکم (فاسد) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) تمہارے لیے کوئی کتاب (نازل کردہ) ہے

جوتم پڑھتے ہو(تدرسون بمعنی تقرء ون ہے) کہ تمہارے لیے اس میں جوتم پسند کرو(تخیرون بمعنی تختارون ہے) یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں (یعنی عہد) ہیں قیامت تک پہنچی ہوئی (بالغة بمعنی واثقة ہے، یہ کلام معنی "علینا" کے متعلق ہے اور اس کلام میں قسم کا معنی پایا جا رہا ہے، بمعنی اقسمنا لکم ہے، اور جواب قسم "ان لکم لما تحکمون" بن رہا ہے) کہ تمہیں ملے گا جو تم (یعنی جس کا تم اپنے لیے) دعویٰ کرتے ہو تم ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس کا (یعنی اس حکم کا جو وہ اپنے بارے میں لگا رہے ہیں کہ آخرت میں بھی انہیں مسلمانوں سے افضل اشیاء دی جائیں گی، کون) ضامن ہے (ان کا، زعیم بمعنی کفیل ہے) یا ان کے پاس (لھم بمعنی عندھم ہے) کچھ شریک ہیں (جو اس قول میں ان کے موافق ہیں جنہوں نے اس کی ضمانت لی ہوئی ہے، پس اگر معاملہ اسی طرح ہے) تو اپنے شریکوں کو لے آئیں (جو اس بات میں ان کے کفیل ہیں) اگر سچے ہیں (یاد کرو) جس دن ایک ساق کھولی جائیگی ("ساق" سے مراد قیامت کے شدید معاملات ہیں جو حساب کتاب وجزا کے وقت ہوں گے جب گھمسان کی جنگ ہو تو کہا جاتا ہے......۲......، کشفت الحرب عن ساق) اور سجدہ کو (آزمائش ایمان کے لیے) بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے (ان کی آنکھیں) نیچی نگاہ کئے ہوئے (وہ آنکھوں کو نہیں اٹھائیں گے "خاشعة" "یدعون" کی ضمیر سے حال بن رہا ہے، خاشعة بمعنی ذلیلة ہے) ان پر چڑھ رہی ہوگی (ترھقھم بمعنی تغشاھم ہے) خواری اور بیشک (دنیا میں) سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے (تو نہیں آتے تھے یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے) تو جو اس بات کو (یعنی قرآن پاک کو) جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو (فذرنی بمعنی دعنی ہے) قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ پکڑیں گے (نستدرجھم بمعنی نا خذھم قلیلا قلیلا ہے) جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی اور میں انہیں ڈھیل دونگا (املی لھم بمعنی امھلھم ہے) بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے (شدید ہے جس کی سہار کی طاقت کسی کی نہیں) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) تم ان سے اجرت مانگتے (تبلیغ رسالت پر) کہ وہ اس تاوان کے (جو انہیں تم کو دینا پڑے گا اس کے) بوجھ میں دبے ہیں (اور اس وجہ سے ایمان نہیں لا رہے) یا ان کے پاس غیب ہے (یعنی لوح محفوظ، جس میں غیب ہے) کہ وہ (اس میں سے) لکھ رہے ہیں (جو وہ کہہ رہے ہیں) تو (ان کے بارے میں) اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو (یعنی اس کے چاہے کا انتظار کرو) اور (بیقراری اور عجلت میں) اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا (مراد اس سے حضرت یونس علیہ السلام ہیں......۳......) جب اس نے پکارا (اپنے رب عزوجل کو، نادی بمعنی دعا ہے) اس حال میں کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا (وہ مچھلی کے پیٹ میں غم سے بھرے ہوئے تھے) اگر اس کے رب کی نعمت (یعنی رحمت) اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور (مچھلی کے پیٹ سے) میدان پر پھینک دیا جاتا (عراء کے معنی چٹیل زمین ہے) الزام دیا ہوا (لیکن اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام پر رحم کیا تو آپ علیہ السلام کو بے الزام دیئے میدان میں ڈال دیا گیا ہے) تو اسے اس کے رب نے (نبوت کے لیے) چن لیا اور اسے صالحین (یعنی انبیائے کرام علیہم السلام) میں سے کر دیا اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ تمہیں گرا دیں گے ("لیزلقونک" یاء مضمومہ و مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اپنی آنکھوں کے ذریعے (یعنی تمہیں خوب گھور کر دیکھتے ہیں کہ تمہیں تمہاری جگہ سے پچھاڑ دیں اور گرا دیں، العیاذ باللہ) جب ذکر (یعنی قرآن پاک) سنتے ہیں اور (بطور حسد) کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں (اس قرآن کے باعث جو لے کر آئے ہیں) اور وہ (یعنی قرآن پاک) تو نہیں مگر ذکر (یعنی نصیحت) سارے جہاں کے لیے (یعنی جن وانس کے لیے اور اس کے سبب جنون پیدا نہیں ہوتا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان للمتقین عند ربھم جنت النعیم افنجعل المسلمین کالمجرمین﴾

ان: حرف مشبہ، للمتقین: ظرف مستقر خبر مقدم، عند ربھم: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، جنت النعیم: ذوالحال، ملکر اسم

مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ حرف استفہام،ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "الحیف فی الحکم" نجعل: فعل بافاعل،المسلمین: مفعول اول،کالمجرمین: ظرف مستقر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿مالکم کیف تحکمون ام لکم کتب فیہ تدرسون﴾

ما: استفہامیہ مبتدا،لام: جار،کم: ضمیر ذوالحال،کیف: اسم استفہام حال مقدم،تحکمون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ام: عاطفہ،لکم: ظرف مستقر خبر مقدم،کتب: ذوالحال،فیہ تدرسون: جملہ فعلیہ حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان لکم فیہ لما تخیرون ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیمۃ﴾

ان: حرف مشبہ،لکم: ظرف مستقر خبر مقدم،فیہ: ظرف مستقر حال مقدم،لام: تاکیدیہ،ماتخیرون: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل "تدرسون" کیلئے مفعول واقع ہے،ام: عاطفہ،لکم: ظرف مستقر "الا ستقرار" مصدر محذوف کیلئے ظرف مستقر،الی یوم القیمۃ: ظرف لغو،"الاستقرار" مصدر محذوف اپنے فاعل وظرف لغو سے،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم،ایمان: موصوف،علینا: ظرف مستقر صفت،بالغۃ: صفت ثانی،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان لکم لما تحکمون سلھم ایھم بذلک زعیم﴾

ان: حرف مشبہ،لکم: ظرف مستقر خبر مقدم،لام: تاکیدیہ،ماتحکمون: موصول صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،سل: فعل امر بافاعل،ھم: ضمیر مفعول،ایھم: مبتدا،بذلک زعیم: شبہ جملہ اسمیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام لھم شرکاء فلیاتوا بشرکائھم ان کانوا صدقین﴾

ام: عاطفہ،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،شرکاء: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: فصیحیہ،لیاتوا: فعل امر بافاعل،بشرکائھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان کان ذلک کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ان: شرطیہ،کانوا صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فلیاتوا بشرکائھم" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطعون خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون﴾

یوم: مضاف،یکشف: فعل مجہول،عن ساق: ظرف لغو قائم مقام نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،یدعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،خاشعۃ: اسم فاعل،ابصارھم: فاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال اول،ترھقھم ذلۃ: شبہ جملہ حال ثانی،و: حالیہ،قد: تحقیقیہ،کانوا: فعل ناقص بااسم،یدعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،ھم سالمون: جملہ اسمیہ حال،ملکر نائب الفاعل،الی السجود: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال ثالث،ملکر نائب الفاعل، الی السجود: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،ف: عاطفہ،لایستطعون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون واملی لھم﴾

ف: عاطفہ،ذر: فعل امر بافاعل،ن: وقایہ،ی: ضمیر معطوف علیہ،و: عاطفہ،من: موصولہ،یکذب بھذاالحدیث: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،سین: حرف استقبال،نستدرجھم: فعل بافاعل

ومفعول،من: جار،حیث :مضاف،لایعلمون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکرظرف لغو،ملکر معطوف علیہ،و :عاطفہ،املی :فعل بافاعل،لھم :ظرف لغو،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان کیدی متین ام تسئلھم اجرا فھم من مغرم مثقلون﴾

ان: حرف مشبہ،کیدی :اسم،متین :خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ام :عاطفہ،تسئلھم :فعل بافاعل ومفعول،اجرا :مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،ف :عاطفہ،ھم :مبتدا،من مغرم مثقلون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام عندھم الغیب فھم یکتبون فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وھو مکظوم﴾

ام: عاطفہ،عندھم :ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم،الغیب :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف :عاطفہ،ھم :مبتدا،یکتبون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف :فصیحیہ،اصبر: فعل امر بافاعل،لحکم ربک: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و :عاطفہ،لاتکن :فعل نہی ناقص بااسم،کاف :جار،صاحب الحوت: مبدل منہ،اذ :مضاف،نادی :فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،و :حالیہ،ھو مکظوم: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لولا ان تدرکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالعراء وھو مذموم﴾

لولا: شرطیہ،ان :مصدریہ،تدرکہ :فعل مفعول،نعمۃ :موصوف،من ربہ: ظرف مستقر صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر محذوف "موجود" کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط،لام :تاکیدیہ،نبذ :فعل مجہول "ھو" ضمیر ذوالحال،و :حالیہ،ھو مذموم :جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،بالعراء :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاجتبہ ربہ فجعلہ من الصلحین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فادرکتہ نعمۃ من ربہ" اجتبہ :فعل ومفعول،ربہ: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف :عاطفہ،جعلہ :فعل بافاعل ومفعول،من الصلحین :ظرف مستقر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر﴾

و: مستانفہ،ان :مخففہ با"ھو" ضمیر شان اسم،یکاد :فعل مقارب،الذین کفروا: موصول صلہ،ملکر اسم،لام :تاکیدیہ،یزلقونک :فعل بافاعل ومفعول،بابصارھم :ظرف لغو،لما :ظرف شرطیہ بمعنی حین مضاف،سمعوا الذکر: جملہ فعلیہ جزا محذوف "کادوا یزلقونک" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مضاف الیہ،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعلمین﴾

و: عاطفہ،یقولون قول،ان :حرف مشبہ،ہ :ضمیر ذوالحال،و :حالیہ،ما :نافیہ،ھو :مبتدا،الا :اداۃ حصر،ذکر :موصوف،للعلمین :ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر اسم،لام :تاکیدیہ،مجنون :خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ان للمتقین ......☆مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا اگر مرنے کے بعد پھر ہم اٹھائے گئے تو وہاں بھی تم سے اچھے رہیں گے اور ہمارا درجہ بلند ہوگا جیسے دنیا میں ہمیں آسائش ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......وان یکاد الذین کفروا......☆منقول ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرہ آفاق تھے اوران کی یہ حالت تھی کہ دعوی کر کے نظر لگاتے تھے اور جس چیز کو انہوں نے گزند پہنچانے کے ارادے سے دیکھا دیکھتے ہی ہلاک ہوگئی ایسے بہت واقعات ان کے تجربہ میں آچکے تھے کفار نے ان سے کہا کہ رسول کریم ﷺ کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا ہم نے نہ ایسا آدمی دیکھا اور نہ ایسی دلیلیں دیکھیں اوران کا کسی چیز کو دیکھ کر حیرت زدہ ہونا ہی ستم ہوتا تھا لیکن ان کی یہ تمام جدوجہد بھی مثل ان کے اور مکائد کے جورات دن وہ کرتے رہتے تھے بیکار گئی اور اللہ ﷻ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل ہوئی، حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو نظر لگے اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کردی جائے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مومن ومجرم برابر نہیں:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿افنجعل المسلمین کالمجرمین کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کردیں (القلم: ۳۵)﴾۔کافروں کے سردار جب دنیا میں اپنی شان وشوکت و مال ودولت کو دیکھیں گے اور مدمقابل مسلمانوں کی بظاہر ذبوح حالی کا مشاہدہ کریں گے تو مطمئن ہونگے لیکن جب یہی کافر آخرت کی بات سنیں گے تو اور جو نعمتیں اللہ ﷻ نے مسلمانوں پر کیں ہیں، کہیں گے کہ اگر یہی صحیح ہے کہ ہم اٹھائے جائیں گے جیسا کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کا گمان ہے تو ان کا ہمارا حال جیسا کہ دنیا میں تھا وہی ہوگا یعنی دنیا میں بھی ہم مال واسباب کا وافر حصہ دیئے گئے تھے لہذا آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو مسلمان کو آخرت میں ہم سے زیادہ نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی ہم پر فضیلت دی جائے گی۔اور ان کا معاملہ ہمارے معاملے جیسا نہ ہوگا۔اس آیت میں اللہ ﷻ نے ان کے اس باطل اعتقاد کا رد فرمایا۔ (روح البیان، الجزء:۲۹،ص ۱۳۷)

امام رازی لکھتے ہیں: یہاں کچھ مسائل ہیں: (۱)...... یہاں مسلمان اور کافر کے برابر نہ ہونے میں ان کے اُخروی انجام کا برابر نہ ہونا مراد ہے ورنہ کئی امور میں مسلمان اور کافر برابر ہیں جیسے جسم، جوہر، حدوث وحیوان ہونے وغیرہ امور میں سب ایک جیسے ہیں، بلکہ یہاں مراد اسلام اور کفر کے اعتبار سے مجرم ہونا ہے اور اس پر کئی آثار مروی ہیں کہ اللہ ﷻ کے نزدیک مسلمان اور کافر کا حال برابر نہیں ہے۔(۲)......جبائی نے یہاں ایک اعتراض یہ بھی قائم کیا ہے کہ ہوسکتا ہے مجرم کا ثواب مومن سے زیادہ ہو کیونکہ مجرم کی عمر مومن سے زیادہ ہونا ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں مطلق برابری کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ ثواب کے اعتبار سے برابری کا حکم دیا گیا ہے ، بلکہ حال تو یہ ہوتا ہے کہ مسلمان میں گناہگار ونیک کے درجات برابر نہیں ہوتے، جب کہ یہاں تو خاص مجرم سے کافر مراد ہیں۔

(الرازی، ج ۱۰، ص ٦۱۱)

یوم یکشف عن ساق کے معنی میں اقوال مفسرین:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یوم یکشف عن ساق جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (القلم: ۴۲)﴾۔اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)...... جماعت صحابہ اور تابعین اہل تاویل نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے کہ کسی سخت ترین امر کی ابتداء کرنا مراد ہے۔(۲)......ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سے مراد جنگ یا شدت کا کوئی دن ہے، انہی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد قیامت کا ہولناک دن ہے۔(۳)......سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کسی بھی امر کا دشوار گزار ہونا ہے۔(۴)......ابن عباس کا قول یہ بھی ہے کہ جاہلیت میں لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ جنگ تیز ہوجائے گی یعنی قیامت قائم ہوجائے گی اور دنیا کا معاملہ

رخصت ہوجائے گا۔(۵)......ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا: ''کیا تمہارے رب نے تمہیں عدل کے ساتھ تخلیق نہیں کیا، پھر تمہیں اچھی صورت سے نواز دیا، پھر تمہیں رزق عطا فرمایا، پھر تم غیر کی جانب پھر گئے جس طرح ہر بندہ جس نے چاہا پھر گیا''، لوگ کہیں گے: کیوں نہیں! پھر منادی کہے گا: ''ہر قوم کا معبود اُنہی کی مثل ہوجائے گا، جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ سب آگ میں ڈال دیئے جائیں گے، اور اہل دعوت باقی رہ جائیں گے تو اُن میں سے بعض ایک دوسرے سے کہیں گے: تم کس چیز کا انتظار کررہے ہو؟ لوگ تو چلے گئے؟ وہ کہیں گے: ہم ندا ہونے کا انتظار کررہے ہیں، پھر ان کے پاس ایک صورت لائی جائے گی، پھر انہیں جو اللہ عزوجل نے چاہا کہا جائے گا اور ساق (بعض نے ساق کے معنی پنڈلی بھی کئے ہیں) کھول دی جائے گی، پھر اہل ایمان سجدے میں چلے جائیں گے سوائے منافقین کے، گویا ان کی پیٹھیں اکڑ جائیں گی۔ پھر ندا ہوگی: اپنے سروں کو بلند کرو نور کی جانب لوٹ جاؤ''۔ (الطبری، الجزء:۲۹، ص ۴۷ وغیرہ)

حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح اور قوم پر عذاب:

۳......حضرت یونس علیہ السلام کا نسب یہ ہے: لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم کے نواسے ہیں، شام کے رہنے والے اور بعلبک کے عمال میں سے تھے، ایک قول کے مطابق یہ بچپن میں فوت ہوگئے تھے ان کی والدہ ماجدہ نے اللہ عزوجل کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے اس بارے میں عرض کی، ان کی دعا کی برکت سے اللہ عزوجل نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ یہ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا، آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے تھے اور اپنے دین کو بچانے کے لئے شام چلے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر اللہ عزوجل نے ان کو اہل نینوا کی جانب بھیجا جو کہ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے جہاں موصل نامی شہر ہے وہاں کا ایک قدیم شہر نینوا بھی ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق، ج۲۸، ص ۱۰۵)

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے کی اور توحید پر قائم رہنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آئے گا، جب ان پر آثار ظاہر ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ان کے اور عذاب کے مابین صرف دو تہائی میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، مقاتل کے قول کے مطابق ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی، بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہوگئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا، اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں، جب ان کو ہلاکت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر راکھ ڈالنے لگے، اور تمام لوگ بڑے چھوٹے سب ہی ایک میدان میں جمع ہوگئے اور سب نے با آواز بلند اللہ عزوجل کی بارگاہ صمدیت میں توبہ کی اور صدق دل سے معافی چاہی اور کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور اللہ عزوجل نے ان کی توبہ قبول کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی توبہ ایسی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کرلی حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر دیوار میں لگایا تھا تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کردیا۔ اور ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کردیا جاتا تھا، تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ناراضگی کے سبب دریا کی جانب چلے گئے اور مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ (ابن کثیر، ج۲، ص ۵۳۷)

عذاب کو دیکھنے کے باوجود قوم یونس کی دعا قبول ہوئی جب کہ فرعون نے عذاب کو دیکھ کر دعا مانگی تو اس کی دعا قبول نہ ہوئی، اس کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں چنانچہ علامہ خازن نے اس کے تین جواب ارشاد فرمائے ہیں۔(۱)......عذاب دیکھ کر دعا کرنا

قوم یونس کے ساتھ خاص ہے کیونکہ و اللہ یفعل مایشاء و یحکم ما یرید کہ اللہ جو چاہے کرے اور جس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔(۲)......فرعون اس وقت ایمان کا دعوے دار ہوا جب کہ اسے عذاب کی خبر دی گئی اور نجات کی امید ہی نہ رہی اور قوم یونس سے عذاب دور تھا اور عذاب ان پر نازل نہ ہوا تھا اور انہیں عذاب کی خبر نہ دی گئی پس وہ ان مریض کی مثل تھے جو موت سے خوف کرے اور نجات کی امید رکھے۔(۳)......اللہ ﷻ نے اپنے علم سے یہ بات جان لی کہ قوم یونس کی دعا سچے دل سے ہے جب کہ فرعون نے سچے دل سے دعا نہ مانگی تھی اسی وجہ سے فرعون کا ایمان لانا نا قابل قبول ہوا۔ (الخازن، ج۲، ص۴٦٦)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے، شعبی کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت مچھلی نے ان کو نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا، قتادہ نے کہا کہ وہ اس میں تین دن رہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس میں سات دن رہے، سعید بن ابوالحسن اور ابومالک نے کہا کہ وہ اس میں چالیس دن رہے اور اللہ ﷻ ہی کو علم ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں کتنا رہے تاہم ان کا وظیفہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین تھا۔ (البدایہ و النہایۃ،قصۃ یونس، الجزء۱، ج۱، ص۲۵۸)

☆......آپ علیہ السلام کی فضیلت میں سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ "میں نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس بن متی سے افضل ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی، رقم:۳۴۱۵، ص۵۷٤)

اغراض: ونزل لما قالوا: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔ای تابعین لھم فی العطاء: مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ "پیروکار اور مجرمین دونوں نوازشات کے معاملے میں برابر ہو جائیں گے"، آیت مبارکہ مسلمین اور مجرمین پر نوازشات میں برابر نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، جب کہ مشرکین اپنی فضیلت کا دعوی کرتے تھے، پس اس صورت میں موافقت نہ پائی جائے گی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا یقیناً آیت پاک نفسِ افضلیت پر اَولٰی اعتبار سے دلالت کرتی ہے اس لئے کہ جب مساوات منتفی ہو جائیں تو افضلیت اَولٰی ہوتی ہے۔عھود: ایمان کے ساتھ تاکید کر دی گئی اس لئے کہ عہد قسم کے ساتھ مؤکد ہوتا ہے۔

ای اقسمنا لکم: اس کا مفعول محذوف ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: "ای اقسمنا لکم ایمانا موثقة"۔

یکفلون لھم بہ: یعنی ان کے اپنے دعوے میں کہ مجرمین اور مومنین عطا ہونے کے معاملے میں ایک جیسے ہیں، تو اس دعوے کی صحت اور نفوذ پر کوئی دلیل لے آئیں۔اذکر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿یوم﴾ محذوف کا معمول ہے، اور جملہ مستانفہ کا تعلق ماقبل سے نہیں ہے، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ظرف ﴿فلیاتوا﴾ کی جانب متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ تو چاہیے کہ اُس دن میں مجرمین اپنے شرکاء کو بلالیں، جو انہیں نفع دیں یا اُن کی شفاعت کریں۔ھو: ﴿یکشف عن ساق﴾ شدت کے معنی کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے، حاشیہ نمبر "۲" کا مطالعہ کیجئے۔دحض مزلقة: یعنی جس دن کی شدت کی وجہ سے قدم ٹھہر نے نہ پائیں۔فی افواہ الجنة: جو کہ "فوھة" کی جمع ہے، مراد پہلی نہر۔

امتحانا لایمانھم: مراد سجدہ کا مکلف کیا جانا نہیں، کیونکہ قیامت کا دن مکلّف کیے جانے کا دن نہیں ہوتا۔بان لا یصلوا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد دوسرا سجدہ یعنی نماز مراد ہے، بلکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں بھی پہلا سجدہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے مراد ہے۔ناخذھم قلیلا قلیلا: یعنی مجرمین کو ڈھیل دیئے جانے کا بیان کرنا مقصود ہے، کہ انہیں ہر طریقے سے یکے بعد دیگرے ڈھیل دی جاتی ہے، معنی یہ ہے کہ جب ہم نے اُن پر انعام کیا تو سمجھے کہ انعام مومنین پر فضیلت دینے کی وجہ سے ہے، جب کہ انعام انہیں ہلاک کرنے کی وجہ سے تھا۔فلا یؤمنون لذلک: تاوان مرتب ہونے کے بارے میں سوال ہے کیونکہ تاوان انسان پر بوجھ بنتا ہے اور نفسِ انسانی اس کی طلب پر بوجھ محسوس کرتی ہے۔ای اللوح: یہ ابن عباس کا قول ہے، جب کہ ﴿الغیب﴾ کے معنی ہیں کہ جو انسان کے (حواس) سے پوشیدہ ہو۔ (الصاوی، ج٦، ص۱۵۳ وغیرہ)

سورة الحاقة مكية وهى اثنتان وخمسون آية

(سورۃ الحاقہ مکیہ ہے جس میں باون آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الحاقۃ

اس سورت میں دو رکوع، باون آیتیں، دو سو چھپن کلمے، اور ایک ہزار چار سو تیئس حروف ہیں۔ قسم اٹھا کر عقیدہ وقوع قیامت بیان کیا گیا ساتھ ہی ثمود، عاد، اور فرعون کا بھی ذکر کیا گیا جو وقوع قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے عمر بھر سرکشی اور طغیانی کا راستہ اختیار کیے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زندگی ایک عبرت ناک تباہی میں ظاہر ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیدہ قیامت افراد اور اقوام کی اصلاح کے لئے کتنا مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ آیات ۱۳ تا ۱۷ میں قیامت کے روز برپا ہونے والے ہولناک حادثات کا ذکر فرمایا گیا اور آیت ۱۸ تا ۳۷ تک میں یہ بتایا گیا کہ جو لوگ قیام قیامت پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن اپنے خالق حقیقی کے سامنے پیش ہونا ہے اور ان کا محاسبہ ہوگا اور ان کے لئے اس روز ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کی بڑی عزت کی جائے گی اور جو لوگ قیام قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اس وقت ان کی حسرت اور ندامت کچھ کام نہ آئے گی اور ان کے ساتھ جو خوفناک برتاؤ کیا جائے گا اس کا ذکر سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرے رکوع میں یہ بتا دیا کہ قرآن کریم کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی کسی کا کرشمہ ہے بلکہ اس کو رب العلمین نے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور میرے رسول ﷺ کی مجال نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دے۔

رکوع نمبر: ۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الحاقة (۱)﴾ اَلْقِيٰمَةُ الَّتِىْ يَحِقُّ فِيْهَا مَا اُنْكِرَ مِنَ الْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ اَوِ الْمُظْهِرَةِ لِذٰلِكَ ﴿ما الحاقة (۲)﴾ تَعْظِيْمٌ لِّشَانِهَا وَهُمَا مُبْتَدَاءٌ وَخَبَرُ خَبَرِ الْحَاقَّةِ ﴿وما ادرك﴾ اَىْ اَعْلَمَكَ ﴿ما الحاقة (۳)﴾ زِيَادَةُ تَعْظِيْمٍ لِّشَانِهَا فَمَا الْاُوْلٰى مُبْتَدَاءٌ وَمَا بَعْدَهُ خَبَرُهُ وَمَا الثَّانِيَةِ وَخَبَرُهَا فِىْ مَحَلِّ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِىْ لِاَدْرٰى ﴿كذبت ثمود وعاد بالقارعة (۴)﴾ اَلْقِيَامَةِ لِاَنَّهَا تَقْرَعُ الْقُلُوْبَ بِاَهْوَالِهَا ﴿فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية (۵)﴾ بِالصَّيْحَةِ الْمُجَاوِزَةِ لِلْحَدِّ فِى الشِّدَّةِ ﴿واما عاد فاهلكوا بريح صرصر﴾ شَدِيْدَةِ الصَّوْتِ ﴿عاتية (۶)﴾ قَوِيَّةٍ شَدِيْدَةٍ عَلٰى عَادٍ مَعَ قُوَّتِهِمْ وَشِدَّتِهِمْ ﴿سخرها﴾ اَرْسَلَهَا بِالْقَهْرِ ﴿عليهم سبع ليال وثمنية ايام﴾ اَوَّلُهَا مِنْ صُبْحِ يَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ لِثَمَانٍ بَقِيْنَ مِنْ شَوَّالٍ وَكَانَتْ فِىْ عَجُزِ الشِّتَاءِ ﴿حسوما﴾ مُتَتَابِعَاتٍ شُبِّهَتْ بِتَتَابُعِ فِعْلِ الْحَاسِمِ فِىْ اِعَادَةِ الْكَىِّ عَلَى الدَّاءِ كَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى حَتّٰى يَنْحَسِمَ ﴿فترى القوم فيها صرعى﴾ مَطْرُوْحِيْنَ هَالِكِيْنَ ﴿كانهم اعجاز﴾ اُصُوْلُ ﴿نخل خاوية (۷)﴾ سَاقِطَةٍ فَارِغَةٍ ﴿فهل ترى لهم من باقية (۸)﴾ صِفَةُ نَفْسٍ مُقَدَّرَةٍ وَالتَّاءُ لِلْمُبَالَغَةِ اَىْ بَاقٍ لَا ﴿وجاء فرعون ومن قبله﴾ اَتْبَاعُهُ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْقَافِ وَسُكُوْنِ الْبَاءِ اَىْ مَنْ تَقَدَّمَهُ مِنَ الْاُمَمِ الْكَافِرَةِ ﴿والمؤتفكت﴾ اَىْ اَهْلُهَا وَهِىَ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿بالخاطئة (۹)﴾ بِالْفِعْلَاتِ ذَاتِ الْخَطَاءِ ﴿فعصوا رسول ربهم﴾ اَىْ لُوْط وَغَيْرِهٖ ﴿فاخذهم اخذة رابية (۱۰)﴾ زَائِدَةً فِى الشِّدَّةِ عَلٰى غَيْرِهَا ﴿انا لما طغا الماء﴾ عَلَا فَوْقَ كُلِّ شَىْءٍ

مِنَ الْجِبَالِ وَغَيْرِهَا زَمَنَ الطُّوفَانِ ﴿حملنكم﴾ يَعْنِي آبَاءَ كُمْ إِذْ أَنْتُمْ فِي أَصْلَابِهِمْ ﴿ في الجارية(۱۱)﴾ السَّفِينَةِ الَّتِي عَمِلَهَا نُوحٌ وَنَجَا هُوَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ فِيهَا وَغَرَقَ الْبَاقُونَ ﴿لنجعلها﴾ أَيْ هٰذِهِ الْفِعْلَةَ وَهِيَ إِنْجَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِهْلَاكُ الْكَافِرِينَ ﴿ لكم تذكرة﴾ عِظَةً ﴿ وتعيها﴾ لِتَحْفَظَهَا ﴿ اذن واعية(۱۲)﴾ حَافِظَةٌ لِمَا تَسْمَعُ ﴿فاذا نفخ في الصور نفخة واحدة(۱۳)﴾ لِلْفَصْلِ بَيْنَ الْخَلَائِقِ وَهِيَ الثَّانِيَةُ ﴿وحملت ﴾ رُفِعَتْ ﴿الارض والجبال فدكتا دكة واحدة(۱۴) فيومئذ وقعت الواقعة(۱۵)﴾ قَامَتِ الْقِيَامَةُ ﴿وَانشقت السماء فهي يومئذ واهية(۱۶)﴾ ضَعِيفَةٌ ﴿والملك ﴾ يَعْنِي الْمَلَائِكَةَ ﴿على ارجائها﴾ جَوَانِبِ السَّمَاءِ ﴿ويحمل عرش ربك فوقهم﴾ أَيِ الْمَلَائِكَةِ الْمَذْكُورِينَ ﴿ يومئذ ثمنية(۱۷)﴾ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَوْ مِنْ صُفُوفِهِمْ ﴿يومئذ تعرضون﴾ لِلْحِسَابِ ﴿ لا تخفى﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿ منكم خافية(۱۸)﴾ مِنَ السَّرَائِرِ ﴿فاما من اوتي كتبه بيمينه فيقول﴾ خِطَابًا بِالْجَمَاعَةِ لِمَا سُرَّ بِهِ ﴿ هاؤم﴾ خُذُوا ﴿ اقرء و كتبيه (۱۹)﴾ تَنَازَعَ فِيهِ هَاؤُمُ وَاقْرَءُوا ﴿انى ظننت ﴾ تَيَقَّنْتُ ﴿انى ملق حسابيه(۲۰) فهو في عيشة راضية(۲۱)﴾ مَرْضِيَّةٍ ﴿في جنت عالية(۲۲) قطوفها﴾ ثِمَارُهَا ﴿دانية(۲۳)﴾ قَرِيبَةٌ يَتَنَاوَلُ مِنْهَا الْقَائِمُ وَالْقَاعِدُ وَالْمُضْطَجِعُ فَيُقَالُ لَهُمْ ﴿كلوا واشربوا هنيئا ﴾ حَالٌ أَيْ مُتَهَنِّئِينَ ﴿بما اسلفتم في الايام الخالية(۲۴)﴾ الْمَاضِيَةِ فِي الدُّنْيَا ﴿واما من اوتي كتبه بشماله فيقول يا﴾ لِلتَّنْبِيهِ ﴿ ليتني لم اوت كتبيه(۲۵) ولم ادرما حسابيه(۲۶) يليتها ﴾ أَيِ الْمَوْتَةُ فِي الدُّنْيَا ﴿كانت القاضية(۲۷)﴾ الْقَاطِعَةَ لِحَيَاتِي بِأَنْ لَا أُبْعَثَ ﴿ما اغنى عني ماليه(۲۸) هلك عني سلطنيه(۲۹)﴾ قُوَّتِي وَحُجَّتِي وَهَاءُ كِتَابِيَهْ وَحِسَابِيَهْ وَمَالِيَهْ وَسُلْطَانِيَهْ لِلسَّكْتِ تَثْبُتُ وَقْفًا وَوَصْلًا اِتِّبَاعًا لِمُصْحَفِ الْإِمَامِ وَالنَّقْلِ وَمِنْهُمْ مَنْ حَذَفَهَا وَصْلًا ﴿خذوه﴾ خِطَابٌ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ﴿فغلوه(۳۰)﴾ اِجْمَعُوا يَدَيْهِ إِلَى عُنُقِهِ فِي الْغُلِّ ﴿ثم الجحيم ﴾ النَّارَ الْمُحْرِقَةَ ﴿صلوه (۳۱)﴾ أَدْخِلُوهُ ﴿ثم في سلسلة ذرعها سبعون ذراعا﴾ بِذِرَاعِ الْمَلَكِ ﴿فاسلكوه(۳۲)﴾ أَيْ أَدْخِلُوهُ فِيهَا بَعْدَ إِدْخَالِهِ النَّارَ وَلَمْ تَمْنَعِ الْفَاءُ مِنْ تَعَلُّقِ الْفِعْلِ بِالظَّرْفِ الْمُقَدَّمِ ﴿انه كان لايؤمن بالله العظيم(۳۳) ولا يحض على طعام المسكين(۳۴) فليس له اليوم ههنا حميم(۳۵)﴾ قَرِيبٌ يَنْتَفِعُ بِهِ ﴿ولا طعام الا من غسلين(۳۶)﴾ صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ شَجَرٌ فِيهَا ﴿لا يأكله الا الخاطئون(۳۷)﴾ الْكَافِرُونَ.

﴿ترجمہ﴾

وہ حق ہونیوالی (یعنی قیامت جس میں ہو جائینگی وہ چیزیں جن کا انکار کیا جاتا تھا جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حساب کتاب ہونا اور لوگوں کو بدلہ دیا جانا یا ''الحاق'' کا معنی ہے حق کو ظاہر کرنے والی یعنی مذکورہ امور کو......) کیسی وہ حق ہونے والی (زیادتی تعظیم کے لیے اس پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے ''ما الحاقة'' مبتدا خبر ہو کر ما قبل الحاقة کی خبر ہے) اور تم نے کیا جانا (ادرٰک بمعنیٰ اعلمک ہے) کیسی وہ حق ہونے والی (زیادتی تعظیم کے لیے اسے اس پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے پہلا والا ''ما'' مبتدا اور ''الحاقة'' خبر ہے اور دوسرا والا ''ما'' اور اس کا مابعد ''ادری'' فعل کے مفعول ثانی کے محل میں ہیں) ثمود اور عاد نے سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا (یعنی قیامت کو، اسے ''قارعة'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی گھبراہٹ اور شدائد دلوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیں گے) تو ثمود

توہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے (جو شدت میں حد سے گزری ہوئی تھی، ''طـــاغية'' کا معنی ہے، حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ) اور رہے عاد وہ ہلاک کیے گئے سخت گرجتی آندھی سے (جو کہ عاد جیسی قوی اور سخت قوم پر بھی شدید تھی، ''صــرصــر'' کا معنی ہے گرجدار اور ''عاتية'' کا معنی ہے سخت قوی) وہ ان پر قوت کے ساتھ بھیجی (سخرها بمعنی ارسلها بالقهر ہے) سات راتیں اور آٹھ دن (ان میں کا پہلا دن بدھ کی صبح سے اگلے بدھ تک آخر ماہ شوال میں تیز سردی کے موسم میں) لگا تار (حسوما بمعنی متتابعات ہے، حاسم کہتے ہیں زخم پر داغ لگانے والے کو، یہاں اسے ''حاسم'' کے لگا تار فعل سے تشبیہ دی گئی ہے کہ حاسم بار بار زخم داغ لگاتا ہے حتی کہ وہ جڑ سے کٹ جاتا ہے......۲......) تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے (ہلاک کردہ، صـرعى بمعنی مطـروحين هـالكين ہے) تو تم ان میں سے کسی بچی ہوئی (جان) کو دیکھتے ہو (''باقية'' یہ ''نـفس'' مقدر کی صفت ہے اور اس میں تاء مبالغہ کی ہے) اور فرعون اور اس سے اگلے (یعنی اس کے پیروکار، ایک قرائت میں ''قبل'' قاف مفتوحہ اور باء ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں معنی ہوگا اس سے پہلے کی امتیں) اور الٹنے والی بستیاں (یعنی بستی والے، اس سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں) خطا لائے (یعنی خطاء پر مبنی افعال انجام دیئے) تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا (یعنی حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کے حکم کو نہ مانا) تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا (یعنی ایسی گرفت سے کہ دوسروں پر کی جانے والی پکڑ سے بڑھ کر تھی) بیشک جب پانی نے سر اٹھایا تھا (طوفان کے زمانے میں پہاڑ وغیرہ ہر شے سے بلند و بالا ہوگیا) تو ہم نے تمہیں سوار کیا (یعنی تمہارے آباء و اجداد کو کہ تم اس وقت ان کی پشتوں میں تھے) کشتی میں (جسے حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا تھا وہ اور جو اِن کے ساتھ کشتی میں تھے نجات پا گئے اور باقی لوگ غرق ہوگئے، الـجـاريـة بمعنی الـسـفـيـنـة ہے) تا کہ اسے (یعنی اس فعل کو یعنی مسلمانوں کو نجات دینے اور کفار کو ہلاک کرنے کو) تمہارے لیے نصیحت کردیں (تذكرة کے معنی نصیحت ہے) اور اسے محفوظ رکھے (تعيها بمعنی لتـحفظها ہے) وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو (''واعية'' کا معنی ہے سنی ہوئی بات کو محفوظ رکھنے والے کان) پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم (مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے) اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر (یہاں حملت بمعنی رفعت ہے) دفعتاً چورا کردیئے جائیں (دكتا بمعنی دقتا ہے) وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی (یعنی اس دن قیامت قائم ہو جائیگی) اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ کمزور ہوگا (واهية بمعنی ضـعـيـفـة ہے) اور فرشتے (الـمـلـک بمعنی الـمـلائـكـة ہے) اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے (''ارجـــائـهـــا'' کا معنی آسمان کے کنارے ہیں) تو اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے (یعنی مذکورہ فرشتے) آٹھ (یعنی آٹھ فرشتے یا پھر فرشتوں کی آٹھ صفیں......۳......) اس دن تم سب (حساب کتاب کے لیے) پیش ہوگے کہ تم سے چھپنے والا (اُس روز) چھپ نہ سکے گا (''لا يـخـفـى'' کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تو وہ جسے اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا (اپنی جماعت سے بات کرتے ہوئے اس شے کے بارے میں جس کے سبب وہ خوش ہوا ہوگا) تو میرے نامۂ اعمال پڑھو (''كتابية'' میں ''ها و م'' اور ''اقرء وا'' فعل کا تنازع ہوا ہے) مجھے یقین تھا (ظننت بمعنی تيقنت ہے) کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا تو وہ من مانے چین میں ہے (راضية بمعنی مـر ضـيـة ہے) بلند باغ میں جس کے خوشے (یعنی جس کے پھلوں کے خوشے) جھکے ہوئے (بیٹھے ہوئے کھڑے ہوئے لیٹے ہوئے جس طرح چاہے اس سے لے سکے اور اس سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو رچتا ہوا (هـنيئا بمعنی متهنين سے حال بن رہا ہے) صلہ اس کا جو تم نے (دنیا میں) گزرے دنوں میں آگے بھیجا (الخالية بمعنی الـمـاضـيـة ہے) اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح (''يـلـيـتـنـى'' میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) مجھے اپنا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ہائے کسی طرح وہ (دنیاوی موت) ہی قصہ چکا جاتی (میری

حیاتی کو منقطع کر دیتی مجھے دوبارہ نہ اٹھایا جاتا) مجھے کچھ کام نہ آیا میرا مال میرا سب زور جاتا رہا (سلطانیة بمعنی قوتی و حجتی ہے، "کتابیة" "حسابیة" "مالیة" اور "سلطانیة" کی ہاء مصحف حضرت عثمان کے اتباع اور نقل کی وجہ سے بحالت وقف اور وصل ثابت رہے گی، بعض قراء بحالت وصل اس "ھـاء" کو حذف کر کے پڑھتے ہیں) اسے پکڑو (یہ خطاب داروغہ جہنم سے ہے) پھر اسے طوق ڈالو (یعنی اس کے ہاتھ کو گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں ڈال دو) پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کرو (الجحیم کے معنی بھڑکتی آگ اور، صلوہ بمعنی ادخلوہ ہے) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے (فرشتوں کے ہاتھوں کے مطابق ......) اسے پرودو (یعنی اسے آگ میں داخل کرنے کے بعد اس زنجیر میں پرودو، فعل کے ظرف مقدم کے ساتھ متعلق ہونے کے سبب یہاں "فاء" کا لانا ممتنع نہیں ہے) بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں (کوئی قریبی دوست جو اسے کچھ نفع دے سکے) اور نہ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ ("غسلین" سے مراد یا تو دوزخیوں کا پیپ ہے یا پھر جہنمی پیڑ) اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار (یعنی کافر لوگ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحاقة ماالحاقة وماادرک ما الحاقة﴾

الحاقة: مبتدا، ما: استفہامیہ مبتدا، الحاقة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، الحاقة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذبت ثمود وعاد بالقارعة فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية﴾

کذبت: فعل، ثمود: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عاد: معطوف، ملکر فاعل، بالقارعة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، اما: شرطیہ، ثمود: مبتدا، ف: جزائیہ، اھلکوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، بالطاغیة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف "مهما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية سخرها عليهم سبع ليال وثمنية ايام حسوما﴾

و: عاطفہ، اما: شرطیہ، عاد: مبتدا، ف: جزائیہ، اھلکوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، ب: جار، ریح: موصوف، صرصر: صفت اول، عاتیة: صفت ثانی، سخر: فعل بافاعل، ھا: ضمیر ذوالحال، حسوما: حال، ملکر مفعول، علیھم: ظرف لغو، سبع لیال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثمنیة ایام: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مهما یکن من شیی فی الدنیا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فترى القوم فيها صرعى كانهم اعجاز نخل خاوية فهل ترى لهم من باقية﴾

ف: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، القوم: ذوالحال، صرعی: حال اول، کانھم: حرف مشبہ واسم، اعجاز: مضاف، نخل خاویة: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، فیھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھل: حرف استفہام، تری: فعل بافاعل، لھم: ظرف لغو، من: زائد، باقیة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء فرعون ومن قبله والموتفكت بالخاطئة فعصوا رسول ربهم فاخذهم اخذة رابية﴾

و: مستانفہ، جاء: فعل، فرعون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من قبلہ: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، الموتفکت: معطوف ثانی، ملکر فاعل، بالخاطئة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، عصوا: فعل بافاعل، رسول ربھم: مفعول، ملکر جملہ

فعلیہ ،ف :عاطفہ ،اخذھم :فعل بافاعل ومفعول،اخذۃ رابیۃ :مرکب توصیفی مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا لما طغا الماء حملنکم فی الجاریۃ لنجعلھا لکم تذکرۃ وتعیھا اذن واعیۃ﴾

انا : حرف مشبہ واسم ،لما :شرطیہ ،طغا الماء :جملہ فعلیہ شرط ،حملنکم :فعل بافاعل ومفعول،فی الجاریۃ :ظرف لغو اول،لام :جار ،نجعلھا :فعل بافاعل ومفعول،لکم :ظرف مستقر حال مقدم ،تذکرۃ :ذوالحال ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،تعیھا :فعل ومفعول ،اذن واعیۃ :فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر تقدیران مجروز ،ملکر ظرف لغو ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ﴾

ف : مستانفہ ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،نفخ :فعل مجہول ،فی الصور : ظرف لغو ،نفخۃ واحدۃ : نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،حملت الارض والجبال :جملہ فعلیہ معطوف اول ،ف :عاطفہ ،دکتا :فعل بافاعل ،دکۃ واحدۃ : مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر شرط ،ف :جزائیہ ،یومئذ :ظرف مقدم ،وقعت الواقعۃ :فعل وفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ والملک علی ارجائھا﴾

و :عاطفہ ،انشقت :فعل ،السماء :فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،ھی :مبتدا ،یومئذ :ظرف مقدم ،واھیۃ :اسم فاعل ،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ ،الملک :مبتدا ،علی ارجائھا :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمنیۃ یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ﴾

و :عاطفہ ،یحمل :فعل ،عرش ربک : ذوالحال ،فوقھم :ظرف متعلق بمحذوف حال ،ملکر مفعول ،یومئذ :ظرف ،ثمنیۃ : فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،یومئذ :ظرف مقدم ،تعرضون :فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال ،لاتخفی :فعل نفی ،منکم :ظرف مستقر حال مقدم ،خافیۃ :ذوالحال ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ حال ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاما من اوتی کتبہ بیمینہ فیقول ھاؤم اقرء وا کتبیہ﴾

ف : مستانفہ ،اما :حرف شرط ،من :موصولہ ،اوتی کتبہ :فعل مجہول بانائب الفاعل ومفعول ثانی ،بیمینہ : ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مبتدا ،ف : جزائیہ ،یقول :قول ،ھاوم :اسم فاعل بمعنی ،خذوا : بافاعل ،ملکر مقولہ اول ،اقرء وا :فعل امر بافاعل ،کتبی :اصلہ "کتابی" ،مفعول ،ہ :ھاء ساکتہ ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انی ظننت انی ملق حسابیہ﴾

انی : حرف مشبہ واسم ،ظننت :فعل بافاعل ،انی :حرف مشبہ واسم ،ملق :اسم فاعل بافاعل ،حسابی :مفعول ،ہ :ھاسکوتی ،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فھو فی عیشۃ راضیۃ فی جنۃ عالیۃ قطوفھا دانیۃ﴾

ف : فصیحیہ ،ھو :مبتدا ،فی : جار ،عیشۃ راضیۃ :مرکب توصیفی مجرور ،ملکر مبدل منہ ،فی :جار ،جنۃ :موصوف ،عالیۃ :صفت اول ،قطوفھا دانیۃ : جملہ اسمیہ صفت ثانی ،ملکر بدل ،ملکر ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر

کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلوا وشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیة﴾

کــلـــــوا: فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،شـــــربـــــوا:فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال،هـنیئا:بافاعل،ب:جار،ما:موصولہ،اسلفتم:فعل بافاعل،فـی ایام الخالیة:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر قول محذوف"یقال لهم ذلک"کا مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واما من اوتی کتبه بشماله فیقول یلیتنی لم اوت کتبیه ولم ادر ماحسابیه﴾

و:عاطفہ،اما:شرطیہ،من:موصولہ،اوتی کتبه بشماله:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،ف:جزائیہ،یقول:قول،یا:للتنبیہ،لیتنی:حرف مشبہ واسم،لــم اوت:فعل نفی بانائب الفاعل،کتبیــــه:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لــم ادر:فعل نفی بافاعل،مــا:استفہامیہ مبتدا،حســابیــه:خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف"مهما یکن من شیی فی الدنیا"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یلیتها کانت القاضیة ما اغنی عنی مالیه هلک عنی سلطنیه﴾

یا: حرف نداء تنبیہ،لیتها:حرف مشبہ واسم،کـانـت:فعل ناقص بااسم،الـقـاضیة:خبر،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،مـا اغنی:فعل نفی،عنی:ظرف لغو،ما:موصولہ،لی:جار مجرور ظرف مستقر صلہ،ہ:ہاء سکوتی،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،هلک:فعل،عنی:ظرف لغو،سلطنیة:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿خذوه فغلوه ثم الجحیم صلوه ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلکوه﴾

خــذوه: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،غـــلـــوه:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،ثـم:عاطفہ،الـجـحـیـم:مفعول فعل محذوف"صــلــو"کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ مفسر،صـلـوه:جملہ فعلیہ مفسر،ملکر معطوف ثانی،ثم:عاطفہ،فی:جار،سلسلة:موصوف،ذرعها:مبتدا،سبعون:ممیز،ذراعا:تمیز،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو مقدم،ف:عاطفہ،اسـلـکـوه:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث،ملکر قول محذوف"یقال لهم"کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿انه کان لا یومن بالله العظیم ولا یحض علی طعام المسکین﴾

انه: حرف مشبہ واسم،کان:فعل ناقص بااسم،لایومن:فعل نفی بافاعل،بـالله العظیم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایحض:فعل نفی بافاعل،علی طعام المسکین:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلیس له الیوم ههنا حمیم ولا طعام الا من غسلین﴾

ف:فصیحیہ،لیـــس:فعل ناقص،لـــه:ظرف مستقر خبر مقدم،الیـوم:ظرف متعلق"الاستـــقـــرار"مصدر محذوف کیلئے،ها:للتنبیہ،هنا:ظرف"الاستقرار"مصدر محذوف اپنے مفعول دونوں سے،ملکر شبہ جملہ حال مقدم،حمیم:ذوالحال،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،طعام:موصوف،الا:اداۃ حصر،من غسلین:ظرف مستقر صفت،ملکر معطوف،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا یا کله الا الخاطئون﴾

لایاکله: فعل نفی ومفعول،الا:اداۃ حصر،الخاطئون:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ"غسلین"ماقبل کی صفت واقع ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

الحاقة کی تکرار میں اسرارورموز:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿الحاقة ما الحاقة وما ادرک ما الحاقة وہ حق ہونے والی کیسی وہ حق ہونے والی اورتم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی ہے(الحاقة:۱تا۳)﴾۔اس بارے میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں:(۱)......قیامت کے ناموں میں سے ایک نام الحاقة بھی ہے،اللہ عزوجل اس کی عظمت کو جانتا ہے اوراپنے بندوں کو اس دن کی شدت سے ڈراتا ہے۔(۲)......قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن سب عمل کرنے والوں کے عمل سامنے پیش کئے جائیں گے۔(۳)......اس دن کی ہولناکی اورشدت کے باعث باربار تکرار کی گئی ہے تاکہ مخلوق کو اس کی شدت وہولناکی سے آگاہ کیا جائے جس کا تصور کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا اورنہ ہی اس کا خیال کسی کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی،الجزء:۲۹،ص ٦٤)

امام رازی لکھتے ہیں:اس بات پراجماع ہے کہ الحاقة سے مراد قیامت کا دن ہے،اوراس کے معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے اوراس بارے میں مفسرین کرام کے اقوال ہیں۔(۱)...... الحاقة بمعنی الحق یعنی ثابت ہوناہے،پس قیامت کا وقوع ثابت واجب ہوچکا ہے کہ وہ ضرور آنی ہے اوراس میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔(۲)......جوامور قیامت کے دن متحقق ہونے ہیں اس کا علم میں نہیں جانتا مگر(اے اللہ عزوجل!)تیرے فرمان کے مطابق۔(۳)......قیامت کا وجود یقینی ہے،ثواب وعتاب دونوں امورواجب ہیں جوکہ قیامت میں وقوع پذیر ہونے ہیں،اوریہی سارے قیامت میں ہونے ہیں۔(۴)...... الحاقة بمعنی الحقة سے ہے جوکہ الحق سے اخص ہے،یعنی مجھ پر قیامت قائم کرنا واجب ہے۔اوریہ صورت پہلی صورت سے قریب ترین ہے۔(۵)......ابواللیث کہتے ہیں کہ اس کے وقوع میں کوئی جھوٹ والی بات نہیں ہے،کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:﴿لیس لوقعتها كاذبة اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی (الواقعة:۲)﴾۔(٦)......وہ جس میں ہرگمراہ اورھدایت یافتہ کو اس کے اعمال کی جزادی جائے گی،مراداس سے قیامت کا دن ہے۔(۷)......مراد وہ وقت ہے جوکسی قوم پرہونا متحقق ہوچکا ہے۔(۸)......قیامت حق ہے جس میں تمام مکلفین کے اعمال پیش ہونے ہیں،پس اس دن یا توبندہ ثواب پائے گا یاسزا کا مستحق ہوگا اورانتظار کی حد سے نکل جائے گا اوریہی قول زجاج کا ہے۔(۹)......باطل کے ذریعے جوبھی اللہ عزوجل کے دین کے معاملے میں جھگڑتے ہونگے ان کے لئے یہ دن فیصلے کا دن ہوگا اسی لئے اس دن کو الحاقة بمعنی الحق کہا گیا ہے۔(۱۰)......ابو مسلم کہتے ہیں اس دن میں اللہ عزوجل کی بات ثابت ہوجائے گی۔ (الرازی،ج۱۰،ص ٦٢٠)

حسوما کے معنی:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿سخرها علیهم سبع لیال وثمنیة ایام حسوما...... الخ وہ ان پرقوت سے لگادی سات راتیں اورآٹھ دن لگاتار (الحاقة:۷)﴾۔اللہ عزوجل نے اس آیت اوراس سے ماقبل آیت میں قوم عاد کی بربادی وہلاکت کا ذکر فرمایا ہے کہ سات راتیں اورآٹھ دن لگاتاراُن پرعذاب الٰہی مسلط رہا۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:حسم کے معنی کسی چیز کے اثر کو زائل کرنا ہے،یعنی کسی جگہ کو وہاں کے نشانات وغیرہ سمیت ختم کردینا،اسی سے اللہ عزوجل کا فرمان بھی ہے:﴿سبع لیال وثمنیة ایام حسوما سات راتیں اورآٹھ دن لگاتار(الحاقة:۷)﴾یعنی قوم عاد کے نقوش کو مٹادیا اوران کی خبروں اوراعمار کو ختم کردیا اوریہ لفظ اپنے عموم کے اعتبار سے ہرچیز کو زائل کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

(المفردات،ص ۱۲۵)

مفسرین کرام نے اس کی دووجوہات بیان کی ہیں:(۱)......اکثر کا قول یہی ہے،کہ یہ عذاب ان پرلگاتار آیا یعنی سات راتیں اورآٹھ

دن مسلسل عذاب میں مبتلا رہے۔ان پر ہوائیں چلتی رہیں،ان میں کوئی انقطاع نہیں ہے۔اور یہ ہوائیں مستقل بنیاد پر جاری رہیں یہاں تک کہ ایک ساعت بھی وقفہ نہ ملتا۔(۲)...... یہ ہوائیں ہر قسم کی خیر کو اپنے ساتھ لے گئیں، ہر برکت کو ختم کر دیا، اور ان میں سے کوئی بھی برکت وخیر باقی نہ رہی۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ٦٢٢)

عرش اٹھانے والے فرشتوں کا بیان:

۳...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والملک علی ارجائها ويحمل عرش ربک فوقهم يومئذ ثمانية فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے (الحاقة:١٧)﴾۔اس آیت میں ارجائها بمعنی اطرافها ہے، یعنی فرشتے جن کا مکان آسمان ہے، اس کے پھٹنے کے وقت میں موجود ہونگے، یہ ابن عباس کا قول تھا جب کہ ثعلبی نے ضحاک سے منقول کیا ہے کہ آسمان اپنے اطراف سے نہیں پھٹے گا کیونکہ آسمان فرشتوں کا جائے مسکن ہے اور جب وہ پھٹ جائے تو فرشتے اطراف میں موجود ہونگے۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرشتے دنیا کے کناروں پر ہوتے ہیں یعنی زمین پر اترتے ہیں اور اس کے کناروں پر پہرہ دیتے ہیں۔ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا تو فرشتے اسی قطعہ پر کھڑے ہونگے جو پھٹنے سے محفوظ ہوگا۔ابن عباس کہتے ہیں کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں لیکن ان کی گنتی اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔اور ابن زید کہتے ہیں عرش اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں۔حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہی ان کی تعداد جانتا ہے کہ وہ آٹھ ہیں یا آٹھ ہزار ہیں۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''آج عرش اٹھانے والے فرشتے چار ہیں لیکن قیامت کے دن ان کی تعداد آٹھ ہوگی''۔ (القرطبی، الجزء:٢٩، ص ٢٣١ وغیرہ)

☆...... حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں دو آسمانوں میں ۷۱ یا ۷۲ یا ۷۳ سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، پھر اس آسمان اور دوسرے آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اسی طرح بتایا۔پھر ساتویں کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی نیچے والی اور اوپر والی سطح میں اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے کا، پھر اس کے اوپر آٹھ بکری نما فرشتے ہیں جن کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا۔پھر ان کی پیٹھوں کے اوپر عرش ہے جس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا، پھر اللہ عزوجل اپنی شان کے لائق موجود ہے۔

(سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب:في الجهمية، رقم: ٤٧٢٣، ص ٨٨٤)

ستر ہاتھ زنجیر میں پرونے کا بیان:

۴...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ثم في سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه پھر ایسی زنجیر جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو (الحاقة:٣٢)﴾۔حسن کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ کتنی ذراع لمبی زنجیریں ہونگی، حضرت ابن عباس کہتے ہیں فرشتوں کی پیمائش کے اعتبار سے ستر ہاتھ لمبی زنجیریں ہونگی۔نوف کہتے ہیں کہ ہر گز ستر باع (ہاتھ پھیلانے کی مقدار جو کہ فیاض آدمی مال لٹاتے ہوئے کرتا ہے) ہے۔مقاتل کہتے ہیں کہ ان زنجیروں کے حلقے ایسے ہیں کہ اگر ان میں پہاڑ بھی پگھلا کر ڈالا جائے تو ڈالا جاسکتا ہے جیسا کہ سونے یا رانگ وسیسہ کو پگھلایا جاتا ہے۔کعب کہتے ہیں کہ ان زنجیروں کے حلقے اتنے مضبوط ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ستر ہاتھ کی مقدار تک لمبے ہیں اور دنیا کے تمام لوہے سے (زیادہ) مضبوط ہیں۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فاسلكوه﴾ یعنی ان کی دُبُر سے مونھ تک کو پرو دیا جائے گا۔مقاتل کہتے ہیں کہ زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ زنجیروں سے باندھ کر کھینچا جائے گا۔ (القرطبی، الجزء:٢٩، ص ٢٣٧)

اغراض:

التی یحق: باب ضرب سے ہے، مراد ثابت اور متحقق ہونا ہے، پس "التحقیق" کی نسبت زمانے کی طرف مجازِ عقلی کے باعث ہے یعنی وہ زمانہ مراد ہے جو دنیا میں بعث بعد الموت کے انکار کرنے کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔ تعظیم لشانھا: اللہ کے فرمان: ﴿ما الحاقة﴾ میں استفہام سے مقصود قیامت کی ہولناکی اور اس کی عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے اور یہاں ضمیر "ما ھی" کے بجائے ﴿ما الحاقة﴾ اسم ظاہر لائے تاکہ کلام میں تاکید پیدا ہو سکے۔ زیادة تعظیم: یعنی تکرار کرنے کی حکمت استفہام ہے، مراد قیامت کی عظمت اور ہولناکی بیان کرنا مقصود ہے اور اس کے بعد ﴿وما ادرک﴾ کا خطاب بھی انہی وجہ سے ہے۔

لانھا تقرع القلوب: یعنی قیامت کے خوف اور غم کے باعث دل مونھ کو آئیں گے۔ بالصیحة: مراد حضرت جبرائیل کی گرجدار آواز ہے، اور یہ آواز قوم ثمود کو سنائی گئی، جس کا ذکر قرآن میں چار مقامات پر ہوا، چنانچہ "الاعراف" میں ﴿الرجفة﴾ کے ذریعے، "ھود" میں ﴿الصیحة﴾ کے ذریعے، "حم سجدہ" میں ﴿الصاعقة﴾ کے ذریعے، اور متذکرہ سورت "الحاقة" میں ﴿الطاغیة﴾ کے ذریعے۔ پس ﴿الرجفة﴾ سے مراد زلزلہ آنا ہے کہ حضرت جبرائیل کی بلند آواز سے اُن پر زمین ہلنے لگی، اور ﴿الصاعقة﴾ سے مراد اُن پر موت طاری ہو جانا ہے، اور ﴿الطاغیة﴾ سے مراد سرکشی اور کفر کی وجہ سے ہلاکت ہونا ہے۔

المجاوزة للحد: یعنی ایسی آواز جس کی وجہ سے ہول وشدت میں حد سے بڑھ کر اضافہ مانا جائے۔ اولھا من صبح یوم الاربعاء: یعنی بدھ سے عذاب کا آغاز ہوا اور مکمل ایک ماہ میں بدھ ہی کے دن عذاب کا اختتام ہوا۔ فارغة: کہا جاتا ہے کہ یہ ہوا اُن کے مونھ کے ذریعے داخل ہوتی اور پیچھے کے راستے آنتوں سمیت باہر نکلتی۔

وغیرہ: سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ایک قرائت کے مطابق ﴿من قبله﴾ میں قاف کی کسرہ کے ساتھ جب کہ دوسری قرائت کے مطابق حضرت موسیٰ کے علاوہ بھی اللہ کے رسول کی مخالفت کرنے والے مراد ہیں، اس صورت میں قاف فتح کے ساتھ ہوگا۔ علی غیرھا: مراد امتوں کا عذاب ہے۔ علا فوق کل شیء من الجبال: یعنی ہلاکت وبربادی کا پانی پہاڑوں سے بھی پندرہ ہاتھ اوپر چڑھ گیا۔ زمن طوفان: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ "زمن نوح"۔ یعنی آباء کم: ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ مخاطبین تو سفینے میں سوار نہ ہو پائے تو اللہ نے اُن پر احسان کیسے کر دیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ کلام میں مضاف حذف ہے مراد "ابائکم" ہے (یعنی پانی جب حد سے تجاوز کر گیا اور اپنی تباہی مچا کر رخصت ہوا)۔

حافظة لما تسمع: "الحفظ" کی نسبت ﴿اذن﴾ کی طرف مجازی ہے، اور مناسب یہ ہے کہ "الحفظ" کی نسبت صاحبِ حفظ کی طرف کی جائے، معنی یہ ہے کہ اقوال، افعال اور اعمال کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروریات دین کو حفظ کیا جائے۔

وھی الثانیة: مراد دوسرا نفخہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے جب کہ دوسرے نفخہ حساب وجزاء پر مشتمل ہے، اور بہتر یہ ہے کہ پہلا نفخہ مراد لیا جائے۔ قامت القیامة: کے معنی قیامت کا پایا جانا ہے۔ ضعیفة: یعنی اُس دن آسمان میں قرار نہ ہوگا، پس وہ دھنکی ہوئی اون کی مثل ہونگے۔ من الملائکة او من صفوفھم: یعنی حاملین عرش کی تعداد کے بارے میں پانچ اقوال میں سے یہ دو اقوال ہیں: تیسرا قول یہ ہے کہ آٹھ ہزار ہونگے، چوتھا قول یہ ہے کہ آٹھ سے نو اجزاء یا پانچویں قول کے مطابق آٹھ سے دس اجزاء (صفوں) کے اعتبار سے ہونگے، مزید حاشیہ نمبر "۴" ملاحظہ کیجئے۔ تنازع فیه: پس ﴿کتابیة﴾ کس کا مفعول ہے، اس بارے میں "ھاء م" اور "اقرء وا" کا تنازعہ ہے، پس بصریوں کے نزدیک دوسرے اور کوفیوں کے نزدیک پہلے فعل کا مفعول ہے۔ تیقنت: مراد یقین ہے، اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ بندہ اسی نعمتوں کا ذکر کرنے کی برکت سے حساب کے دن خوف سے نجات حاصل کر لے گا

جب کہ اُسے یہ یقین ہے کہ اللہ حساب لے گا پس اُسے آخرت کے لئے اعمال اکھٹے کرنے چاہیے، پس اللہ اُس کی امید کو باقی رکھے گا اور خوف سے امن عطا فرمائے گا۔ الماضية في الدنيا: مراد ایام صیام (روزے کے دن) ہیں، مراد یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے کھانے پینے سے رُک جانا، اسی بدلے کے نتیجے میں فرمایا: ﴿کلوا واشربوا﴾۔ ای الموتة في الدنيا: یعنی کاش کے دنیا میں موت آجاتا میری حیات کو مکمل طور پر ختم کر دیتی اور میں دوبارہ نہ اٹھایا جاتا۔ قوتي وحجتي: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سلطانية﴾ کی تفسیر میں دو اقوال ہیں: مراد وہ قوت ہے جو دنیا میں اُس کے لئے تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ دلیل جس کی وجہ سے وہ لوگوں پر حجت بازی کرتا تھا۔ خطاب لخزنة جهنم: یعنی جہنم کے داروغہ کی زبانی کلام ہونا مراد ہے، عنقریب ''المدثر'' میں بیان ہوگا کہ ان کی تعداد نو ہوگی، ایک قول ''ملکا''، ''صنفا'' اور ''صنفا'' کا بھی ہے۔ بذراع الملك: زنجیر دُبُر میں داخل کر کے ناک سے نکالی جائے گی، یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے۔ ایک قول کے مطابق ستر ذراع اور ایک قول کے مطابق ہر زنجیر میں ستر باع (دو ہاتھ کے پھیلانے کی مقدار کا فاصلہ) ہونگی اور ہر باع کی لمبائی مکہ اور کوفہ کے مابین راستے جتنی ہوگی۔ (الصاوی، ج٦، ص۱۵۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿فلا﴾ لَازَائِدَةٌ ﴿اقسم بما تبصرون (۳۸)﴾ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ ﴿وما لا تبصرون (۳۹)﴾ مِنْهَا اَیْ بِكُلِّ مَخْلُوْقٍ ﴿انه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿لقول رسول كريم (۴۰)﴾ اَیْ قَالَهُ رِسَالَةً عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی ﴿وما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون (۴۱) ولا بقول كاهن قليلا ما تذكرون (۴۲)﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِی الْفِعْلَيْنِ وَمَا زَائِدَةٌ مُؤَكِّدَةٌ وَالْمَعْنٰی اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِاَشْيَاءَ يَسِيْرَةٍ وَتَذَكَّرُوْهَا مِمَّا اَتٰی بِهِ النَّبِیُّ مِنْ خَيْرٍ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ فَلَمْ تُغْنِ عَنْهُمْ شَيْئًا بَلْ هُوَ ﴿تنزيل من رب العلمين (۴۳) ولو تقول﴾ اَیِ النَّبِیُّ ﴿علينا بعض الاقاويل (۴۴)﴾ بِاَنْ قَالَ عَنَّا مَالَمْ نَقُلْهُ ﴿لاخذنا﴾ لَنِلْنَا ﴿منه﴾ عِقَابًا ﴿باليمين (۴۵)﴾ بِالْقُوَّةِ وَالْقُدْرَةِ ﴿ثم لقطعنا منه الوتين (۴۶)﴾ نِيَاطَ الْقَلْبِ وَهُوَ عِرْقٌ مُتَّصِلٌ بِهٖ اِذَا انْقَطَعَ مَاتَ صَاحِبُهُ ﴿فما منكم من احد﴾ هُوَ اِسْمُ مَا وَمِنْ زَائِدَةٍ لِتَاكِيْدِ النَّفْیِ وَمِنْكُمْ حَالٌ مِنْ اَحَدٍ ﴿عنه حاجزين (۴۷)﴾ مَانِعِيْنَ خَبَرُ مَا جُمِعَ لِاَنَّ اَحَدًا فِی سِيَاقِ النَّفْیِ بِمَعْنَی الْجَمْعِ وَضَمِيْرُ عَنْهُ لِلنَّبِیِّ اَیْ لَا مَانِعَ لَنَا عَنْهُ حَيْثُ الْعِقَابِ ﴿وانه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنَ ﴿لتذكرة للمتقين (۴۸) وانا لنعلم ان منكم﴾ اَيُّهَا النَّاسُ ﴿مكذبين (۴۹)﴾ بِالْقُرْاٰنِ وَمُصَدِّقِيْنَ ﴿وانه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنَ ﴿لحسرة على الكفرين (۵۰)﴾ اِذَا رَاَوْا ثَوَابَ الْمُصَدِّقِيْنَ وَعِقَابَ الْمُكَذِّبِيْنَ بِهٖ ﴿وانه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنَ ﴿لحق اليقين (۵۱)﴾ اَیْ لِلْيَقِيْنِ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿فسبح﴾ نَزِّهْ ﴿باسم﴾ اَلْبَاءُ زَائِدَةٌ ﴿ربك العظيم (۵۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

تو مجھے قسم ان کی جنہیں (یعنی جس مخلوق کو) تم دیکھتے ہو (''فلا اقسم'' میں ''لا'' زائدہ ہے) اور (ان میں سے) ان کی جنہیں تم نہیں دیکھتے (یعنی تمام ہی مخلوق کی) بیشک یہ (یعنی قرآن پاک) ایک کرم والے رسول کی باتیں ہیں (جو وہ اللہ ﷻ کی طرف سے تمہیں پہنچا رہے ہیں) اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاھن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو (''تؤمنون''، ''تذکرون'' دونوں افعال کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں جگہ مذکور ''ما'' زائدہ ہے تاکید کے لیے، معنی آیت یہ ہے کہ یہ لوگ محمد ﷺ کی لائی ہوئی باتوں میں سے آسان چیزوں پر ایمان لاتے اور اس پر دھیان کرتے ہیں بھلائی

کرنا، صلہ رحمی کرنا، پاکدامنی قائم رکھنا، لیکن یہ چیزیں انہیں نفع نہ دینگی وہ) اس نے اتارا ہے جو سارے جہاں کا رب ہے اور اگر وہ (یعنی نبی پاک ﷺ) ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے (یعنی ہمارے حوالے سے وہ بات کرتے جو ہم نے نہیں کہی) ضرور ہم انہیں قوت سے عقاب کرتے (بالیمین بمعنی بالقوۃ و القدرۃ ہے، لا خذنا بمعنی لَنِلْنا ہے) پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے (''وتین'' رگ دل کو کہتے ہیں یہ دل کے ساتھ متصل ہوتی ہے اس کے کٹنے سے بندہ مرجاتا ہے،......۱......) پھر تم میں کوئی نہ ہوتا (''من احد'' ''ما'' کا اسم ہے اس میں ''من'' زائدہ ہے نفی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ''منکم'' ''احد'' سے حال بن رہا ہے) ان کو بچانے والا (حاجزین بمعنی مانعین ہے، یعنی اس صورت میں انہیں عقاب الٰہی سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، ''ما نعین'' ''ما'' کی خبر ہے اور جمع ہے کہ ''احد'' سیاق نفی میں واقع معنی جمع ہے ''عنہ'' کی ضمیر کا مرجع نبی پاک ﷺ ہیں) اور بیشک یہ (یعنی قرآن پاک ......۲......) ڈرالوں کو نصیحت ہے اور (اے لوگوں!) ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ (قرآن پاک) کو جھٹلانے والے ہیں (اور کچھ اسے ماننے والے ہیں) اور بیشک وہ (یعنی قرآن پاک) کافروں پر حسرت ہے (جب کہ وہ تصدیق قرآن کرنے والوں کا ثواب اور اسے جھٹلانے والوں کے عذاب کو دیکھیں گے) اور بیشک وہ (یعنی قرآن پاک) یقینی حق (''حق الیقین'' میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے) تو اے محبوب پاکی بولو (یعنی تنزیہہ بیان کرو) تم اپنے عظمت والے رب کی (''باسم ربک'' ......۳......میں لفظ ''اسم'' زائد ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر﴾

ف: مستانفہ، لا: زائدہ، اقسم: فعل بافاعل، ب: جار، ماتبصرون: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مالاتبصرون: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، قول رسول کریم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ھو: اسم، ب: زائد، قول شاعر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قلیلا ما تومنون ولا بقول کاهن قلیلا ما تذکرون﴾

قلیلا: ''ایمانا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائد، تومنون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، بقول کاهن: معطوف ہے ماقبل ''یقول شاعر'' پر، قلیلا: ''ایمانا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائد، تذکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تنزیل من رب العلمین﴾

تنزیل: مصدر بافاعل، من رب العلمین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر ''هو'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، تقول علینا: فعل بافاعل وظرف لغو، بعض الاقاویل: نائب مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، اخذنا: فعل با ''نا'' ضمیر ذوالحال، بالیمین: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، منه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قطعنامنه الوتین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فما منکم من احد عنه خاجزین وانه لتذکرة للمتقین﴾

ف: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، منکم: ظرف مستقر حال مقدم، من احد: ذوالحال، ملکر اسم، عنه حاجزین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ

اسمیہ،و:عاطفہ،انہ:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،تذکرۃ للمتقین:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل"لاخذ نا منہ بالیمی"پر معطوف۔

﴿وانا لنعلم ان منکم مکذبین وانہ لحسرۃ علی الکفرین﴾

و:عاطفہ،انا:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،نعلم ان:حرف مشبہ،منکم:ظرف مستقر خبر مقدم،مکذبین:اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،انہ:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،حسرۃ:موصوف،علی الکفرین:ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانہ لحق الیقین فسبح باسم ربک العظیم﴾

و:عاطفہ،انہ:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،حق الیقین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،سبح:فعل امر با فاعل،باسم ربک العظیم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف"اذا کان الامر کذلک"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

وتین کسے کہتے ہیں؟

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ثم لقطعنا منہ الوتین پھران کی رگ دل کاٹ دیتے(الحاقۃ:۴٦)﴾۔الوتین:عرق فی القلب اذا انقطع مات صاحبہ یعنی دل کی ایسی رگ کہ اگر وہ کٹ جائے تو انسان فوراً ہلاک ہوجائے،اورامام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:عرق یسقیُ الکبد اذا انقطع مات صاحبہ یعنی ایسی رگ جو جگر کو سیراب کرتی ہے اور جب یہ کٹ جائے تو انسان مرجاتا ہے۔ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد دل کی رگ ہے،جو کہ دل کے ساتھ معلق رہتی ہے اور باقی جسم کو خون پہنچاتی ہے۔اور یہی قول عکرمہ کا بھی ہے۔ (المفردات،ص۵۲۷،ابن کثیر،ج٤،ص۵۰۰)

قرآن سے عظمتِ قرآن کا بیان:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وانہ لتذکرۃ للمتقین اور بیشک یہ قرآن ڈروالوں کے لئے نصیحت ہے(الحاقۃ:۴۸)﴾،﴿ھدی للمتقین متقین کے لئے ہدایت ہے(البقرۃ:۲)﴾،﴿ھذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے(ال عمران:۱۳۸)﴾،﴿ولقد انزلنا الیکم آیت......الخ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف اتاریں روشن آیتیں اور کچھ ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے گزرے اور ڈروالوں کے لئے نصیحت(النور:۳٤)﴾،﴿ھذا ذکر یہ نصیحت ہے(ص:٤۹)﴾،﴿ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے(النحل:۸۹)﴾،﴿شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ......الخ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی باتیں(البقرۃ:۱۸۵)﴾،﴿وانزل الفرقان اور فیصلہ اتارا(ال عمران:٤)﴾،﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر(الفرقان:۱)﴾،﴿وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں(البقرۃ:٤٤)﴾،﴿ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے(البقرۃ:۱۲۹)﴾،﴿ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون اور تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا(البقرۃ:۱۵۱)﴾،﴿ما بینہ للناس فی الکتاب بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اس کتاب میں واضح فرما چکے(البقرۃ:۱۵۹)﴾،﴿ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری کتاب(البقرۃ:۱۷٤)﴾،﴿ذلک بان اللہ نزل الکتب بالحق یہ اس لئے کہ

اللہ عزوجل نے کتاب حق کے ساتھ اتاری(البقرۃ:۱۷۶)﴾، ﴿وانزل معھم الکتب بالحق اوران کے ساتھ سچی کتاب اتاری(البقرۃ:۲۱۳)﴾ ﴿وما انزل علیکم من الکتب والحکمۃ یعظکم بہ اوروہ جوتم پرکتاب اورحکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو(البقرۃ:۲۳۱)﴾، ﴿ھو الذی انزل علیک الکتب منہ ایت ......الخ وہی ہے جس نے تم پریہ کتاب اتاری اس میں کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اوردوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے (ال عمران:۷)﴾، ﴿ویعلمہ الکتب والحکمۃ والتورۃ اوراللہ سکھائے گا کتاب اورحکمت اورتوریت (ال عمران:۴۸)﴾۔

رکوع اور سجدے میں تسبیحات کا پڑھنا واجب یا:

سے......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿فسبح باسم ربک العظیم تواے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو(الحاقۃ:۵۲)﴾، ﴿سبح اسم ربک الاعلی اپنے رب کے نام کی پاکی بولوجوسب سے بلند ہے(الاعلی:۱)﴾۔

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿فسبح باسم ربک العظیم تواے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو (الحاقۃ:۵۲)﴾ نازل ہوئی توسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کواپنے رکوع میں پڑھا کرواور جب ﴿سبح اسم ربک الاعلی اپنے رب کے نام کی پاکی بولوجوسب سے بلند ہے(الاعلی:۱)﴾ نازل ہوئی توفرمایا کہ اس کواپنے سجدے کے لئے خاص کرلو"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ،باب مایقول الرجل فی رکوعہ،رقم: ۸۶۹،ص۱۶۸)

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازادافرمائی تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اورسجدے میں سبحان ربی الاعلی فرماتے اوررحمت کی آیت پروقف کرتے اوراللہ عزوجل سے رحمت کا سوال کرتے اورعذاب کی آیت نازل ہوتی توتوقف کرکے عذاب سے پناہ طلب کرتے"۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین،باب استحباب تطویل القرائۃ، رقم:(۱۶۹۸)/۷۷۲،ص۳۵۶)

رکوع سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے، تین بارتسبیح ادنی درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادانہ ہوگی اورتین بارسے زیادہ کہے توافضل ہے مگرختم طاق عدد پرہو، ہاں اگر یہ امام ہے اورمقتدی گھبراتے ہوں توزیادہ نہ کرے۔ حلیہ میں عبداللہ بن مبارک وغیرہ سے ہے کہ:"امام کے لئے تسبیحات پانچ بارکہنا مستحب ہے"۔ (بہارشریعت مخرجہ،نماز پڑھنے کا طریقہ ،ج۱،حصہ:۳،ص ۵۲۷)

اغراض:

زائدۃ: اللہ عزوجل کے فرمان:﴿فلا﴾ میں"لام" زائدہ ہے، معنی یہ ہے کہ اے میرے بندوں! میں قسم کھاتا ہوں جوتم نے مخلوقات میں سے مشاہدہ کیااورجومشاہدہ نہ کیا،اورمخلوقات کی قسم اس کی شان عظمت اورشرف کی وجہ سے ہے، کیونکہ مخلوق کی قسم سے اس کی اپنی ذات کی شان وشوکت نہیں بلکہ اللہ کی عظمت وشان ظاہرہوتی ہے۔

ای قالہ رسالۃ: قرآن اللہ کا کلام ہے پھراُسے رسول کا کلام کیوں کہا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تبلیغ کے لحاظ سے قرآن کورسول کا کلام کہا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ قرآن کی نسبت اللہ کی طرف ایجاد کی حیثیت سے، حضرت جبرائیل کی جانب اللہ کی بارگاہ سے لانے کی حیثیت سے اورسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت حضرت جبرائیل امین سے حاصل کرنے کی نسبت سے کی گئی۔

وما زائدۃ مؤکدۃ:ما زائدہ کی تکرارقلت کے معنی کوبیان کرنے کے لئے ہے،اور﴿قلیلا﴾ دونوں مقام پرمصدرمحذوف کی صفت ہے،یعنی"ایمانا قلیلا وتذکرا قلیلا"۔منما اتی بہ النبی: خیر سے مرادصدقہ،صلہ رحمی، زنا سے رک جانایاروک لینا،اوران اشیاء پرحسب موافق طبیعہ ایمان لانا۔لنلنا :یعنی ہم اُسے قوت اورقدرت سے پکڑلیتے۔ (الصاوی ،ج۶،ص۶۴ اوغیرہ)

سورة المعارج مكية وهى اربع و اربعون آية

(سورۃ المعارج مکیہ ہے اوراس کی چوالیس آیتیں ہیں)

تعارف سورة المعارج

اس سورت میں دورکوع، چوالیس آیتیں، دوسو چوبیس کلمات، نوسوانتیس حروف ہیں۔اہل مکہ قیامت قائم ہونے کو ناممکن اور محال سمجھتے تھے اور جب بار بار انہیں قیامت سے ڈرایا جاتا تو استہزا کرتے اور کہتے کہ کب آئے گی قیامت جس کی تم نے رٹ لگار کھی ہے تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ کس طرح کی ہوتی ہے؟۔قیامت کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ جب چاہا آجائے بلکہ اس کا ایک مقرر وقت ہے جب وہ وقت آئے گا تو قیامت خود بخود آجائے گی اور وہ ایک بڑا ہولناک سانحہ ہوگا کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہر جان تھر تھر کانپ رہی ہوگی، ماں باپ اپنی اولا د کو بھول جائیں گے، بھائی بہن ایک دوسرے کو بھول جائیں گے، سب کو صرف اپنی جان کی پڑی ہوگی، اس لئے تم نادان نہ بنو۔اور پھر فرمایا کہ یہ کفار کس بات پر فخر کرتے ہیں اگر ہم ان کے اعمال نامہ کے باعث ان کو تباہ و برباد کر دیں تو یہ دنیا خالی نہیں ہو جائے گی ہم اس کی جگہ ایسے لوگوں کو لا سکتے ہیں جو اپنے حسن عمل سے اس کائنات کو سنوارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں آخر میں پھر قیامت کے قائم ہونے کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی۔

رکوع نمبر:۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سال سائل﴾دَعَادَاعٍ﴿ بعذاب واقع (۱)للكفرين ليس له دافع (۲)﴾هُوَالنَّضْرُبْنُ الْحَارِثِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَاهُوَالْحَقُّ الْاٰيَةِ﴿من الله ﴾مُتَّصِلٌ بِوَاقِعٍ﴿ذى المعارج(۳)﴾مَصَاعِدُالْمَلٰئِكَةِ وَهِىَ السَّمٰوٰتِ﴿تعرج﴾بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ﴿ الملئكة والروح ﴾جِبْرِيْلُ﴿اليه﴾اِلٰى مَهْبَطِ اَمْرِهٖ مِنَ السَّمَاءِ﴿فى يوم﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَىْ يَقَعُ الْعَذَابُ بِهِمْ فِىْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴿ كان مقداره خمسين الف سنة(۴)﴾بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْكَافِرِ لَمَّا يُلْقٰى فِيْهِ مِنَ الشَّدَائِدِ وَاَمَّاالْمُؤْمِنُ فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ اَخَفُّ مِنْ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ يُصَلِّيْهَافِى الدُّنْيَا كَمَاجَاءَ فِى الْحَدِيْثِ ﴿فاصبر﴾هٰذَاقَبْلَ اَنْ يُّؤْمَرَبِالْقِتَالِ﴿ صبرا جميلا (۵)﴾اَىْ لَافَزَعَ فِيْهِ﴿انهم يرونه﴾اَىِ الْعَذَابَ﴿ بعيدا (۶)﴾غَيْرَوَاقِعٍ﴿ونره قريبا (۷)﴾وَاقِعًالَامَحَالَةَ﴿يوم تكون السماء﴾مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَىْ يَقَعُ﴿ كالمهل (۸)﴾ كَذَائِبِ الْفِضَّةِ﴿وتكون الجبال كالعهن(۹)﴾ كَالصُّوْفِ فِى الْخِفَّةِ وَالطَّيَرَانِ بِالرِّيْحِ﴿ولا يسئل حميم حميما (۱۰)﴾قَرِيْبٌ قَرِيْبَهٗ لِاِشْتِغَالِ كُلٍّ بِحَالِهٖ﴿يبصرونهم﴾يُبْصِرُالْاَحِمَّاءُ بَعْضُهُمْ بَعْضًاوَيَتَعَارَفُوْنَ وَلَا يَتَكَلَّمُوْنَ وَالْجُمْلَةُ مُسْتَانِفَةٌ﴿يود المجرم﴾يَتَمَنّٰى الْكَافِرُ﴿ لو﴾بِمَعْنٰى اِنْ﴿ يفتدى من عذاب يومئذ﴾بِكَسْرِالْمِيْمِ وَفَتْحِهَا﴿ ببنيه (۱۱)وصاحبته﴾زَوْجَتِهٖ﴿ واخيه (۱۲)وفصيلته﴾عَشِيْرَتِهٖ لِفَصْلِهٖ مِنْهَا﴿ التى تؤيه (۱۳)﴾تَضُمُّهٗ﴿ومن فى الارض جميعا ثم ينجيه (۱۴)﴾ذٰلِكَ الْاِفْتِدَاءُ عَطْفٌ عَلٰى يَفْتَدِىْ ﴿كلا ﴾رَدْعٌ لِمَايَوَدُّهٗ﴿انها﴾اَىِ النَّارُ﴿ لظى(۱۵)﴾اِسْمٌ لِجَهَنَّمَ لِاَنَّهَا تَتَلَظّٰى اَىْ تَتَلَهَّبُ عَلَى الْكُفَّارِ﴿نزاعة للشوى(۱۶)﴾جَمْعُ شَوَاةٍ وَهِىَ جِلْدَةُالرَّاْسِ﴿تدعوا من ادبر وتولى(۱۷)﴾عَنِ الْاِيْمَانِ بِاَنْ تَقُوْلَ اِلَىَّ اِلَىَّ﴿وجمع﴾اَلْمَالَ﴿

فاوعی (۱۸) ﴿اَمۡسَکَهٗ فِیۡ وِعَائِهٖ وَلَمۡ یُوۡدِ حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنۡهُ﴾ان الانسان خلق هلوعا (۱۹) ﴿حَالٌ مُقَدَّرَةٌ وَتَفۡسِیۡرُهٗ﴾اذا مسه الشر جزوعا (۲۰) ﴿وَقۡتَ مَسِّ الشَّرِّ﴾واذا مسه الخیر منوعا (۲۱) ﴿وَقۡتَ مَسِّ الۡخَیۡرِ اَیِ الۡمَالِ﴾الا المصلین (۲۲) ﴿اَیِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾الذین هم علی صلاتهم دائمون (۲۳) ﴿مُوَاظِبُوۡنَ﴾والذین فی اموالهم حق معلوم (۲۴) ﴿هُوَ الزَّکٰوةُ﴾للسائل والمحروم (۲۵) ﴿اَلۡمُتَعَفِّفِ عَنِ السُّؤَالِ فَیُحۡرَمُ﴾والذین یصدقون بیوم الدین (۲۶) ﴿اَلۡجَزَاءِ﴾والذین هم من عذاب ربهم مشفقون (۲۷) ﴿خَائِفُوۡنَ﴾ان عذاب ربهم غیر مامون (۲۸) ﴿نُزُوۡلُهٗ﴾والذین هم لفروجهم حفظون (۲۹) الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم﴿مِنَ الۡاِمَاءِ﴾ فانهم غیر ملومین (۳۰) فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العدون (۳۱) ﴿اَلۡمُتَجَاوِزُوۡنَ الۡحَلَالَ اِلَی الۡحَرَامِ﴾والذین هم لامنتهم﴿وَفِیۡ قِرَاءَةٍ بِالۡاِفۡرَادِ مَا تُمِنُوۡا عَلَیۡهِ مِنَ الدِّیۡنِ وَالدُّنۡیَا﴾ وعهدهم﴿اَلۡمَاخُوۡذُ عَلَیۡهِمۡ فِیۡ ذٰلِکَ﴾ راعون (۳۲) ﴿حَافِظُوۡنَ﴾والذین هم بشهدتهم﴿وَفِیۡ قِرَاءَةٍ بِالۡجَمۡعِ﴾ قائمون (۳۳) ﴿یُقِیۡمُوۡنَهَا وَلَا یَکۡتُمُوۡنَهَا﴾والذین هم علی صلاتهم یحافظون (۳۴) ﴿بِاَدَائِهَا فِیۡ اَوۡقَاتِهَا﴾اُولئک فی جنت مکرمون (۳۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے (سال سائل بمعنی دعا داع ہے) جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہوگا (کافر سے، یہاں مراد نضر بن حارث ہے جس نے کہا تھا ''اللهم ان کان هذا هو الحق ......الخ '') اللہ کی طرف سے (''من الله'' یہ ''واقع'' سے متعلق ہے) جو بلندیوں کا مالک ہے (فرشتوں کے بلند ہونے کی جگہوں کا یعنی آسمانوں کا مالک ہے) ملائکہ اور جبرائیل (''الروح'' سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہے) عروج کرتے ہیں ......۱......(''یعرج'' فعل علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس دن میں (''فی یوم'' محذوف فعل کے متعلق ہے معنی یہ ہوگا ان پر بروز قیامت عذاب نازل ہوگا) جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے......۲...... (کافر کے حق میں کہ اس روز اس پر تکالیف و شدائد ڈالے جائیں گے اور بہر حال مومن کے حق میں تو دنیا میں پڑھی گئی فرض نماز سے کم ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے) تو تم صبر کرو (یہ حکم امر جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے) اچھی طرح صبر (یعنی ایسا صبر جس میں جزع فزع نہ ہو) وہ اسے (یعنی عذاب کو) دور سمجھ رہے ہیں (سمجھتے ہیں کہ یہ واقع نہ ہوگا) اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں (کہ یقیناً وہ واقع ہو کر رہے گا) جس دن آسمان ہوگا (''یوم تکون السماء'' یقع محذوف کے متعلق ہے) جیسے گلی چاندی (مهل کے معنی پگھلی ہوئی چاندی ہے) اور پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے (ہوا کے ذریعے اڑتے اور ہلکے وخفیف ہونے میں) اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا (اپنی اپنی حالت میں مشغول ہونے کی وجہ سے، حمیم قریبی دوست کو کہتے ہیں) ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے (یعنی یہ گہرے دوست ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے باہم پہچان رہیں ہوں گے اور باہم کلام نہیں کر سکے گے، اور یہ جملہ مستانفہ ہے) مجرم (یعنی کافر) آرزو کرے گا کہ (لو بمعنی ان ہے) کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے (''یومئذ'' میم مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھی گئی ہے) اپنے بیٹے اور اپنی جورو (صاحبته بمعنی زوجته ہے) اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ (خاندان کو ''فصیلته'' اس لیے کہتے ہیں کہ بندہ اسی سے متصل ہوتا ہے) جس میں اس کی جگہ ہے (یعنی جس کے

ساتھ وہ ملا تھا) اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ (یعنی یہ سب فدیہ میں دینا) اسے بچالے (یہ ''یفتدی'' فعل پر عطف کیا گیا ہے) ہرگز نہیں (''کلا'' یہ کافر کی خواہش کی تردید کے لیے آیا ہے) وہ تو (یعنی جہنم تو) بھڑکتی آگ ہے (''لظی'' جہنم کا نام ہے، اسے لظی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کفار پر چڑھ جائے گی، تتلظی بمعنی تتلھب ہے) کھال اتار لینے والی (''شوی'' شواۃ کی جمع ہے بمعنی سر کی کھال) بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی (اور ایمان لانے) سے منھ پھیرا اور (مال کو) جوڑ کر محفوظ کر لیا (یعنی اسے روپوں کی تھیلی میں روک رکھا اس سے حقوق اللہ ﷻ ادا نہیں کیے ......۔۔۔......) بیشک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا (''ھلوعا'' حال مقدرہ ہے اس کی تفسیر آگے آرہی ہے) جب اسے برائی پہنچے تو (برائی پہنچنے کے وقت) سخت گھبرانے والا اور جب بھلائی پہنچے تو (بھلائی یعنی مال ملتے وقت اسے حقوق اللہ ﷻ میں دینے سے) روک رکھنے والا مگر نمازی (یعنی مسلمان) جو اپنی نماز کے پابند ہیں (دائمون بمعنی مواظبون ہے) اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے (مراد اس سے زکوۃ ہے) اس کے لیے جو مانگے اور جو وہ مانگ بھی نہ سکے تو محروم ہے (یعنی مروت کی وجہ سے سوال نہ کرنے کی بناء پر محروم رہ جانے والا) اور وہ جو بدلہ کا دن سچ جانتے ہیں (الدین بمعنی الجزاء ہے) اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں (مشفقون بمعنی خائفون ہے) بیشک ان کے رب کا عذاب (یعنی اس کے نزول سے) نڈر نہیں ہونا چاہیے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں ......۔۔۔......) سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو ان کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں (یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں) اور وہ جو اپنی امانتوں کی (جو ان کے پاس رکھوائی جائیں خواہ تعلق امر دینی سے ہو یا امر دنیاوی سے ''امانتھم'' ایک قرائت میں بصیغہ مفرد آیا ہے) اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں (راعون بمعنی حافظون ہے) اور وہ جو اپنی گواہیوں پر (ایک قرائت میں شھادتھم کو بصیغہ جمع پڑھا گیا ہے) پر قائم ہیں (گواہی قائم کرتے ہیں اور اسے نہیں چھپاتے) اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (انہیں ان کے اوقات میں ادا کر کے) یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

﴿ترکیب﴾

﴿سال سائل بعذاب واقع للكفرين ليس له دافع من الله ذى المعارج﴾

سال سائل: فعل وفاعل، ب: جار، عذاب: موصوف، واقع: اسم فاعل با فاعل، للکفرین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ صفت، ملکر، لیس: فعل ناقص، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، دافع: اسم فاعل با فاعل، من: جار، اللہ: موصوف، ذی المعارج: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تعرج الملئكة والروح اليه فى يوم كان مقداره خمسين الف سنة﴾

تعرج: فعل، الملئکۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الروح: معطوف، ملکر فاعل، الیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، فی: جار، یوم: مضاف، کان: فعل ناقص، مقدارہ: اسم، خمسین: ممیز، الف: ممیز، سنۃ: تمیز، ملکر تمیز، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف ''یقع العذاب بھم'' کیلئے ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاصبر صبرا جميلا انهم يرونه بعيدا ونره قريبا﴾

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر با فاعل، صبرا جمیلا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف ''ان عرفت ھذا'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انھم: حرف مشبہ و اسم، یرونہ: فعل با فاعل و مفعول، بعیدا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نرہ: فعل با فاعل و مفعول، قریبا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿یوم تکون السماء کالمھل وتکون الجبال کالعھن﴾

یوم: مضاف،تکون السماء: فعل ناقص واسم،کالمھل: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،تکون: فعل ناقص، الجبال: اسم،کالعھن: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "یقع العذاب" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یسئل حمیم حمیما یبصرونھم﴾

و :عاطفہ ،لایسئل: فعل نفی،حمیم: فاعل،حمیما :مفعول اول،"شفاعۃ" مفعول ثانی محذوف،ملکر جملہ فعلیہ ،یبصرونھم: فعل مجہول با نائب الفاعل ومفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ واخیہ وفصیلتہ التی تؤیۃ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ﴾

یود المجرم: فعل وفاعل،لو: بمعنی ان مصدریہ ،یفتدی: فعل با فاعل،من: جار،عذاب: مضاف،یومئذ: مرکب اضافی مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ب: جار،بنیہ: معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،صاحبتہ: معطوف اول،و : عاطفہ ،اخیہ: معطوف ثانی،و :عاطفہ ،فصیلتہ: موصوف،التی تؤیۃ: موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر معطوف ثالث،و : عاطفہ ،من فی الارض: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،جمیعا: حال،ملکر معطوف رابع،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم: عاطفہ ،ینجیہ: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یبصرونھم" کی ضمیر "ھم" سے حال واقع ہے۔

﴿کلا انھا لظی نزاعۃ للشوی تدعوا من ادبر وتولی وجمع فاوعی﴾

کلا: حرف، ردع وزجر لو دادتھم الافتداء،انھا: حرف مشبہ واسم ،لظی: ذوالحال،نزاعۃ: صفت مشبہ "ھی" ضمیر مستتر ذوالحال،تدعوا: فعل با فاعل،من: موصولہ ،ادبر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،تولی: جملہ فعلیہ معطوف اول،و :عاطفہ ،جمع: معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،اوعی: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا الا المصلین الذین ھم علی صلاتھم دائمون﴾

ان: حرف مشبہ ،الانسان: مستثنی منہ ،الا: حرف استثناء،المصلین: موصوف،ھم: مبتدا،علی صلاتھم دائمون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مستثنی ،ملکر اسم،خلق: فعل مجہول با "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال،ھلوعا: موصوف،جزوعا: معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،منوعا: معطوف،ملکر صفت،ملکر حال،ملکر نائب الفاعل،اذا: مضاف،مسہ الخیر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اذا: مضاف،مسہ الخیر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم﴾

و :عاطفہ ،الذین: موصول،فی اموالھم: ظرف مستقر خبر مقدم،حق: موصوف،معلوم: صفت اول،لام: جار،السائل: معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،المحروم: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت ثانی،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ،ملکر ماقبل "الذین ھم علی صلاتھم دائمون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین یصدقون بیوم الدین والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون﴾

و :عاطفہ ،الذین: موصول،یصدقون بیوم الدین: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف ہے ماقبل "الذین ھم علی صلاتھم دائمون" پر،و :عاطفہ ،الذین: موصول،ھم: مبتدا،من عذاب ربھم مشفقون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر ماقبل "الذین

هم علی صلاتهم دائمون" پر معطوف ہے۔

﴿ان عذاب ربهم غیر مامون والذین هم لفروجهم حفظون الا علی ازواجهم اوماملکت ایمانهم﴾

ان: حرف مشبہ واسم، عذاب ربهم: اسم، غیر مامون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین موصول، هم: مبتدا، لفروجهم: ظرف لغو مقدم، حفظون: اسم فاعل با فاعل، الا: اداۃ استثناء، علی: جار، ازواجهم: معطوف علیہ، او: عاطفہ، ما: موصولہ، ملکت ایمانکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر اعم احوال سے مستثنیٰ "ای لفروجهم حفظون فی کل حال من الاحوال الاحال علی ازواجهم"، ملکر شبہ جملہ اسمیہ صلہ، ملکر ماقبل "الذین هم صلاتهم دئمون" پر معطوف ہے۔

﴿فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العدون﴾

ف: عاطفہ، انهم جرف مشبہ واسم، غیر ملومین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، ابتغی: فعل با فاعل، وراء ذلک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک مبتدا، هم العدون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین هم لامنتهم وعهدهم راعون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، هم: مبتدا، لام: جار، امنتهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عهدهم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، راعون: اسم فاعل با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "الذین هم علی صلاتهم دائمون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین هم بشهدتهم قائمون والذین هم علی صلا تهم یحافظون اولئک فی جنت مکرمون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، هم: مبتدا، بشدتهم قائمون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر ماقبل "الذین هم علی صلاتهم دئمون" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، الذین: موصول، هم: مبتدا، علی صلاتهم یحافظون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر ماقبل "الذین هم علی صلاتهم دئمون" پر معطوف ہے، اولئک فی جنت ظرف مستقر خبر مقدم، مکرمون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......للکفرین لیس له ......☆ نبی کریم ﷺ نے جب اہل مکہ کو عذاب الٰہی عزوجل کا خوف دلایا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس عذاب کے مستحق کون لوگ ہیں اور یہ کن پر آئے گا سید عالم ﷺ سے پوچھو تو انہوں نے سید عالم ﷺ سے دریافت کیا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور ﷺ سے سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا، اس نے دعا کی تھی کہ یا رب اگر یہ قرآن حق ہو اور تیرا کلام ہو تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا کہ کافر طلب کریں یا نہ کریں عذاب جو اُن کیلئے مقدر ہے وہ آنا ہی ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عروج ملائکہ سے کیا مراد ھے؟

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿تعرج الملئکة والروح﴾ ملائکہ اور جبرئیل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں (المعارج: ٤)۔ اللہ عزوجل کی عادت مبارکہ ہے کہ قرآن میں جب فرشتوں کا ذکر تخویف وتہویل کے ضمن میں فرماتا ہے تو ساتھ ہی روح کا ذکر متصل ضرور فرماتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا﴾ جس دن جبرئیل کھڑا ہوگا اور

فرشتے صفیں بنائے (النبا: ۳۸)﴾۔ یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ روح ملائکہ کے مقابلے میں عظیم قدر کی مالک ہے، پھر یہاں آیت میں اولاً ملائکہ کا ذکر فرمایا پھر روح کا جیسا کہ ماقبل میں دیکھ سکتے ہیں، اور روح کا ذکر پہلے اور ملائکہ کا ذکر بعد میں جیسا کہ ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا جس دن جبرئیل کھڑا ہوگا اور فرشتے صفیں بنائے (النبا: ۳۸)﴾ اور آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ روح اولاً نزول کے درجے میں ہو اور ثانیاً صعود کے درجے میں پائی جائے، اور اسی بناء پر بعض مکاشفین نے کہا ہے کہ روح عظیم حیثیت رکھتی ہے اور یہ اللہ ﷻ کے انوار وتجلیات کا قریب ترین ذریعہ ہے، اور اسی سے حضرات ملائکہ کی روحوں کی صورت پائی جاتی ہے اور روحوں کے آخری درجات کی حامل عام بشر کی روحیں ہوا کرتی ہیں۔ اور دونوں کی روحوں کا اللہ ﷻ کی بارگاہ سے خاص قرب ومنازل ومنزلت کی حقیقی قدر سوائے اللہ ﷻ کے کوئی نہیں جانتا اور ظاہری اعتبار سے دیکھا جائے تو جبرائیل امین علیہ السلام کی روح اس آیت کے اعتبار سے مراد ہے۔ اور اس مسئلے کا بیان ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا جس دن جبرئیل کھڑا ہوگا اور فرشتے صفیں بنائے (النبا: ۳۸)﴾ میں بھی ملتا ہے۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۶۳۸)

قیامت کے دن کی مقدار کا بیان:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے (المعارج: ۴)﴾ پر روحوں کے عروج کا معاملہ قیامت کے دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، یہ حسن کا قول ہے۔ اور حسن یہ بھی کہتے ہیں کہ مقدار کے اعتبار سے صرف یہی قول متعین نہیں ہے بلکہ یہی ماننے کی صورت میں غایت درجے کا حصول ماننا پڑے گا اور اس سے جنت ودوزخ کی نفی ہوگی جو کہ جائز نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ حساب کا دن ہوگا جس میں لوگوں کے مابین فیصلہ ہوگا جس کی مقدار دنیاوی اعتبار سے پچاس ہزار سال ہوگی، پھر جہنمی جہنم کی جانب دھکیل دیئے جائیں گے۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ دن کا پچاس ہزار سال کا ہونا کافروں کے حق میں ممکن ہونا ہے جب کہ مومن کا معاملہ ایسا نہ ہوگا اور اس پر دلیل حدیث پاک ہے۔

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ قیامت کے دن کی طوالت کتنی ہوگی؟ تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس رب ﷻ کی جس کے ہاتھ میری جان ہے مومن کے لئے یہ دن اتنا ہلکا ہوگا جس میں دنیاوی اعتبار سے کوئی فرض نماز ادا کر لی جاتی تھی"۔ (صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ ﷺ، باب: اخبارہ ﷺ عن البعث، رقم: ۷۳۳٤، ج۱۶، ص ۳۲۹)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا: ﴿فی یوم کان مقدارہ الف سنة اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے (السجدة: ۵)﴾۔ دونوں آیات میں تطبیق کس طرح ممکن ہوگی کہ پچاس ہزار سال کا دن مراد ہے یا ایک ہزار سال کا دن مراد ہے۔ وھب کہتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین سے لے کر عرش تک کی مسافت کی مقدار دنیاوی اعتبار سے پچاس ہزار سال کی ہے جب کہ آسمان دنیا یعنی پہلے آسمان سے لے کر زمین تک کی مقدار دنیاوی اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے کیونکہ ہر آسمان کا عرض پانچ سو سال ہے، اور پہلے آسمان سے زمین تک کی مقدار دنیاوی اعتبار سے ایک ہزار سال ہے، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿فی یوم﴾ میں دنیا کا اعتبار کیا گیا ہے اور یہ ایک ہزار سال ہے جب کہ روحیں آسمان دنیا کی جانب چڑھتی ہیں اور جب روحیں زمین سے عرش تک بلند ہونگی اس کی مقدار دنیاوی اعتبار سے پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ (الرازی، ج۱۰، ص ٦٤٠)

مال روک لینے سے کیا مراد ہے؟

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وجمع فاوعی اور جوڑ کر محفوظ کر لیا (المعارج: ۱۸)﴾۔ حرص اور طلب دنیا کے لئے مال جمع کیا، اور اُس مال کو حفاظت سے رکھا اور اُسے خزانہ بنا لیا اور اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی اور اس کے حقوق واجبہ نہیں ادا کئے اور اپنے مال کو دین میں

مشغول رکھا اور تکبر کیا اور یہ سب کچھ لمبی امیدوں اور اللہ ﷻ کے بندوں پر شفقت نہ کرنے کی بناء پر ہوا ہے۔ اور ایسا نہ ہوتا تو مال جمع نہ کرتا بلکہ ''ادبر وتولی'' کا فرمان اس بات پر دلیل بنتا ہے کہ ساری باتیں بخل کی شامت کی وجہ سے ہیں اور بندہ جب بخل میں انتہاء درجے کی خسیس حرکت کر لیتا ہے تو انسان کا یہ حال ہوتا ہے اور یہ مومن کی شان نہیں ہونی چاہیے۔ (روح البیان، ج۱۰، ص ۱۸۸)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بخیل اور صدقہ کرنے والوں کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جنہوں نے سینے سے لے کر پنڈلیوں تک لوہے کی زرہ پہن رکھی ہو، صدقہ کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس کے جسم پر پھیل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے پوروں کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے تابع رہتی ہے جب کہ بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے اور وہ شخص اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: مثل البخیل والمتصدق، رقم:۱۴۴۳، ص۲۳۳)

غلام لونڈی کے نکاح کے احکامات:

☆......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین﴾ مگر اپنی بی بیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر ملامت نہیں (المعارج: ۳۰)، ﴿ومن لم یستطع منکم طولا ...... الخ﴾ اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں (النساء: ۲۵)۔

باندی اپنے آقا کے لئے بغیر نکاح کے حلال ہوتی ہے۔ اور اگر آقا چاہے تو اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا حکم یہ ہوگا کہ جس کنیز سے وطی کرتا ہے اب اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے تو استبراء واجب ہے، اگر نکاح کر دیا اور چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ مولیٰ کا قرار پائے گا یعنی جب کہ وہ کنیز ام ولد ہو اور مولی نے انکار نہ کیا ہو اور ام ولد نہ ہو تو وہ بچہ مولی کا اس وقت ہے جب اس نے دعویٰ کیا ہو اور اگر لاعلمی میں نکاح کیا تو بہر صورت نکاح فاسد ہے، شوہر نے وطی کی ہے تو مہر واجب ہے ورنہ نہیں اور دانستہ نکاح کر دیا تو نکاح ہو جائے گا۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب: نکاح الرقیق، مطلب: فی الفرق بین الاذن والاجارۃ، ج۴، ص۳۳۰)

اغراض:

ھو النضر بن الحارث: یہ ابن عباس کا قول ہے، ایک قول کے مطابق حرث بن نعمان ہے، جب اس کے پاس سید عالم ﷺ کا فرمان: ''یا علی! من کنت مولاہ فعلی مولاہ اے علی! جس کا میں مولا ہوں علی بھی اُس کا مولا ہے''۔ پس اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں آ پہنچا، بولا: اے محمد (ﷺ)! آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ایک ہونے اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، ہم نے آپ کی بات مان لی، آپ حج کی ادائیگی کا حکم کرتے ہیں ہم نے مان لیا، ماہِ رمضان کے روزے کا ہر سال رکھنے کا حکم کرتے ہیں ہم نے مان لیا، پھر بھی آپ راضی نہیں ہوتے اور اپنے چچازاد بھائی کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں؟، یہ چیز آپ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے ہے؟ سید عالم ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، سب اللہ ہی کی جانب سے ہے''، پس حرث بن نعمان یہ کہتا ہوا پلٹا کہ: ''اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو اے اللہ! ہم پر آسمان سے پتھر نازل فرما''، پس خدا کی قسم! یہ شخص اپنی اونٹنی سے اُتر بھی نہ پایا تھا کہ پتھر اس کے سر پر لگا اور پیچھے کے مقام سے باہر نکل گیا اور یہ مر گیا، ابھی پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت ابوجہل یا کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا حضرت نوح کی قوم مراد ہے جس نے عذاب کا سوال کیا تھا۔

مصاعد الملائکۃ: میں اس جانب اشارہ ہے العروج بمعنی الصعود ہے، اور المعارج جمع ہے معرج کی، میم کی فتح کے ساتھ جس کے معنی صعود ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مومنین کا دار الثواب یعنی جنت کی طرف بلند ہونا مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اعمال

صالحہ کا عروج کرنا مراد ہے جو بندوں کے درمیان متفاوت ہوتے ہیں اور یہ تفاوت حسبِ اخلاص وآداب ہوا کرتا ہے۔
لما یلقی فیہ من الشدائد: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد حسبِ تمثیل اور تخییل ہے، حقیقی عدد مراد نہیں ہے، مراد یہ ہے کہ قیامت کا دن کافر پر طویل ہوگا جو کہ شدید ہوگا اور اس کی مقدار یا تو پچاس ہزار سال یا ہزار سال ہوگی، مزید حاشیہ نمبر''۳'' کا مطالعہ کیجئے۔ کما جاء فی الحدیث: حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے پچاس ہزار سال کے قیامت کے دن کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ دن مومنین پر ہلکا ہوگا، یہاں تک کہ دنیا میں ہلکی پڑھی جانے والی فرض نماز جتنا ہوگا''۔ تضمہ: مراد انسان کا اپنے خاندان کو سہارا دینا ہے جو اُسے ہر مشکل میں سہارا دیتا ہے۔
اسم لجھنم: اللہ کا فرمان: ﴿لظی﴾ جہنم کا نام ہے جو کہ شعلے پھوٹنے کا اصل مقام ہے، بطور علم ذکر کیا اور اسباب منع صرف میں سے دو سبب علمیت اور تانیث پائے جاتے ہیں۔ وھی جلدۃ الرأس: یعنی ایسی آگ جو انسان کی جلد نوچ لے گی۔
ای المال: یعنی وہ تمام مال مراد ہے جو اللہ نے بندے پر بطورِ انعام کیا لیکن بندے نے اُس مال کو اللہ کی طاعت میں خرچ نہیں کیا۔
مواظبون: یعنی نماز کی ادا اور قضاء کو ترک نہیں کرتے، بلکہ وقت نکل جانے کی صورت میں قضاء کا اہتمام کرتے ہیں۔
المتجاوزین الحلال الی الحرام: یہ حرمت مَرد کے ساتھ، بہائم کے ساتھ یا زنا کرنے کو شامل ہے (یعنی انسان ان کے ساتھ بدکاری کرکے حرام کی طرف نہ جائے)۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۶۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿فمال الذین کفروا قبلک﴾ نَحْوَکَ ﴿مھطعین (۳۶)﴾ حَالٌ اَیْ مُدِیْمِی النَّظْرِ ﴿عن الیمین وعن الشمال﴾ مِنْکَ ﴿عزین (۳۷)﴾ حَالٌ اَیْضًا جَمَاعَاتٍ حَلْقًا حَلْقًا یَقُوْلُوْنَ اِسْتِھْزَاءً بِالْمُؤْمِنِیْنَ لَئِنْ دَخَلَ ھٰؤلاءِ الْجَنَّۃَ لَنَدْخُلَنَّھَا قَبْلَھُمْ قَالَ تَعَالٰی ﴿ایطمع کل امرئ منھم ان یدخل جنۃ نعیم (۳۸) کلا﴾ رَدْعٌ لَھُمْ عَنْ طَمْعِھِمْ فِی الْجَنَّۃِ ﴿انا خلقنھم﴾ کَغَیْرِھِمْ ﴿مما یعلمون (۳۹)﴾ مِنْ نُطَفٍ فَلَا یَطْمَعُ بِذٰلِکَ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنَّمَا یُطِیْعُ فِیْھَا بِالتَّقْوٰی ﴿فلا﴾ لَا زَائِدَۃٌ ﴿اقسم برب المشرق والمغرب﴾ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَسَائِرِ الْکَوَاکِبِ ﴿انا لقدرون (۴۰) علی ان نبدل﴾ نَاْتِیَ بَدْلَھُمْ ﴿خیرا منھم وما نحن بمسبوقین (۴۱)﴾ بِعَاجِزِیْنَ عَنْ ذٰلِکَ ﴿فذرھم﴾ اُتْرُکْھُمْ ﴿یخوضوا﴾ فِیْ بَاطِلِھِمْ ﴿ویلعبوا﴾ فِیْ دُنْیَاھُمْ ﴿حتی یلقوا﴾ یُلْقُوْا ﴿یومھم الذی یوعدون (۴۲)﴾ فِیْہِ الْعَذَابَ ﴿یوم یخرجون من الاجداث﴾ اَلْقُبُوْرِ ﴿سراعا﴾ اِلَی الْمَحْشَرِ ﴿کانھم الی نصب﴾ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِضَمِّ الْحَرْفَیْنِ شَیْءٌ مَنْصُوْبٌ کَعَلَمٍ اَوْرَایَۃٍ ﴿یوفضون (۴۳)﴾ یُسْرِعُوْنَ ﴿خاشعۃ﴾ ذَلِیْلَۃً ﴿ابصارھم ترھقھم﴾ تَغْشَاھُمْ ﴿ذلۃ ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون (۴۴)﴾ ذٰلِکَ مُبْتَدَاءٌ وَمَابَعْدَہٗ الْخَبَرُ وَمَعْنَاہُ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ.

﴿ترجمہ﴾

تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف (قبلک بمعنی نحوک ہے) ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہیں (مھطعین بمعنی مدیمی النظر، حال بن رہا ہے) داہنے اور (تمہارے) بائیں گروہ کے گروہ (''عزین'' بھی حال بن رہا ہے بمعنی گروہ در گروہ جماعتیں بطور استہزاء مسلمانوں سے کہتے تھے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوئے تو ہم وہاں بھی ان سے پہلے داخل ہونگے ......) اللہ ﷻ

نے فرمایا) کیاان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغوں میں داخل کیا جائے گا ہر گز نہیں (''کلا'' یہ ان کی جنت میں داخلے کی طمع کے انکار کے لیے آیا ہے) بیشک ہم نے انہیں (اور دوسروں کی طرح) اس چیز سے (یعنی نطفوں سے) بنایا جسے وہ جانتے ہیں (تو اس سبب سے انہیں جنت میں داخلے کی طمع نہیں کرنی چاہیے اور جنت میں داخلے کی طمع تقوی کی وجہ سے کرنی چاہیے) تو مجھے قسم ہے (''فلا اقسم'' میں ''لا'' زائدہ ہے تو مجھے قسم ہے سورج، چاند اور تمام ہی ستاروں کے) مشارق اور مغارب کے رب کی......۔......کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ جلد دیں (یعنی ہم ان کے بدلے لے آئیں) اچھے اور ہمیں کوئی عاجز نہیں کرسکتا (مسبوقین بمعنی عاجزین ہے) تو انہیں چھوڑ دو (ذرھم بمعنی اترکھم ہے، اپنے باطل میں) پڑے رہیں اور (اپنی دنیا میں) کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں (یلاقوا بمعنی یلقوا ہے) جس کا (یعنی جس میں) انہیں وعدہ دیا جاتا ہے (عذاب کا) جس دن قبروں سے نکلیں گے (الا جداث بمعنی القبور ہے) جلدی کرتے ہوئے (محشر کی طرف) گویا وہ نشانوں کی طرف (نصب قائم کردہ شے کو کہتے ہیں جیسے علم اور جھنڈہ وغیرہم، ایک قرائت میں نصب کو نون اور صاد مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) لپک رہے ہیں (یوفضون بمعنی یسرعون ہے) آنکھیں نیچے کئے ہوئے (خاشعة بمعنی ذلیلة ہے) ان پر ذلت سوار (ترھقھم بمعنی تغشھم ہے) یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا (''ذلک'' مبتدا اور اس کا مابعد خبر بن رہا ہے اور ''ذلک الیوم'' سے مراد روز قیامت ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فمال الذین کفروا قبلک مھطعین عن الیمین وعن الشمال عزین﴾

ف: مستانفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، قبلک: ظرف مقدم، مھطعین: اسم فاعل بافاعل، عن الیمین: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، عن الشمال: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر حال اول، عزین: حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ایطمع کل امری منھم ان یدخل جنة نعیم﴾

ھمزہ: حرف استفہام، یطمع: فعل، کل: مضاف، امری: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ان: مصدریہ، یدخل: فعل مجہول با نائب الفاعل، جنة نعیم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا انا خلقنھم مما یعلمون﴾

کلا: ''حرف ردع وزجر عن طمعھم الاشعبی بدخول الجنة''، انا: حرف مشبہ واسم، خلقنا: فعل بافاعل، ھم: ضمیر مفعول، مما یعلمون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا اقسم برب المشرق والمغرب انا لقدرون علی ان نبدل خیرا منھم ومانحن بمسبوقین﴾

ف: مستانفہ، لا: زائد، اقسم: فعل بافاعل، برب المشارق والمغارب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، قدرون: اسم فاعل بافاعل، علی: جار، ان: مصدریہ، نبدل: فعل بافاعل، خیرا منھم: شبہ جملہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، مسبوقین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فذرھم یخوضوا ویلعبوا حتی یلقوا یومھم الذی یوعدون﴾

ف: فصیحیہ، ذرھم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یخوضوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یلعبوا: فعل بافاعل، حتی: جار، یلقوا: فعل بافاعل، یومھم: موصوف، الذی یوعدون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ

تقدیراِن مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر، ملکر شرط محذوف "اذا تبین انه لا یفوتنا و لا یعجزنا انزال ما نریده بهم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یوم یخرجون من الاجداث سراعا کانهم الی نصب یوفضون خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة﴾

یوم: مضاف، یخرجون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، سراعا: حال اول، کانهم: حرف مشبہ واسم، الی نصب: ظرف لغو مقدم، یوفضون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال، خاشعة ابصارهم: شبہ جملہ حال اول، ترهقهم ذلة: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل "من الاجداث" ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل "یومهم" سے بدل واقع ہے۔

﴿ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون﴾

ذلک: مبتدا، الیوم: موصوف، الذی: موصول، کانوا یوعدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کافروں کا دخول جنت کے حوالے سے گمان فاسد:

۱.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿عن الیمین وعن الشمال عزین داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ (المعارج:۳۷)﴾۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو تمام جماعتوں کے ساتھ خاص کیا ہے چہ جائے کہ وہ جماعت تین یا چار اشخاص پر مشتمل ہوں، اور یہ بھی مراد ہے کہ اس سے مراد خاص دائیں جانب کی جماعت ہو۔ روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ کعبہ معظمہ کے پاس نماز ادا فرمارہے تھے اور قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے کہ مشرکین جمع ہوگئے اور حلقہ درحلقہ جمع ہونے لگے اور قرآن سننے لگے اور ہنسی اڑانے لگے کہ کیا یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں، ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ پس یہی سبب آیت کے نزول کا بھی بنا اور ایک قول بعض آثار سے یہ بھی منقول ہے کہ مؤمن گروہ در گروہ نہ بیٹھیں گے کہ یہ جاہلوں کی عادت ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۹، ص ۱۰۳)

مشارق ومغارب کے بیان کی توجیہات:

۲.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فلا اقسم برب المشرق والمغرب انا لقدرون تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشارق اور سب مغارب کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں (المعارج:۴۰)﴾۔ یعنی مشارق ومغارب سے سال کے ہر دن کے مشرق ومغرب مراد ہیں، پس اس اعتبار سے گرمی وسردی کے کل ایک سو اَسّی مشرق ومغرب ہوجائیں گے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مشرق سے مراد ہر نبی کی دعوت کا ظہور ہونا ہے اور مغرب سے مراد اُس نبی کی وفات ہونا ہے یا ھدایات وخذلات کے انوار مراد ہوں۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۱۹۸)

اغراض:

ای مدیمی النظر: یعنی آپ کی جانب جلدی کرتے ہوئے، نظریں جمائیں جلدی کرتے ہوئے۔ قال تعالی: (اگرچہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کو جھٹلاتے مگر اگر ایسا ہی ہوتو وہ جنت میں بھی اعلی درجے پر ہونگے)، اللہ نے اُن کے رد میں یہ ﴿ایطمع کل امری منهم﴾ فرمایا۔ من نطف: یعنی نطفہ، پھر علقہ اور پھر مضغہ سے، معنی یہ ہے کہ مقصود اس آیت کا یہ ہے کہ وہ نطفے سے پیدا کئے گئے ہیں، اور عالم قدس کے لئے گندی چیزوں کو جنت میں طلب کرنا مناسب نہیں ہے، پس جو ایمان اور طاعت سے مکمل نہ ہوتی ہوں اور جو اخلاق حمیدہ سے تکمیل پذیر نہ ہوپاتی ہوں۔ یسرعون: کے معنی جلدی اور سبقت کرنا ہے۔ (الصاوی، ج ٦، ص ۱۷۱ وغیرہ)

سورۃ نوح مکیۃ و ھی ثمان و عشرون آیۃ

(سورۂ نوح مکیہ ہے جس میں اٹھائیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ نوح

اس سورت میں دو رکوع، اٹھائیس آیتیں، دوسو چوبیس کلمات، نوسو ننانوے حروف ہیں۔ جب بھی اللہ ﷻ نے کسی قوم کو تباہ برباد کیا تو سب سے پہلے اس قوم کی طرف ایک نذیر بھیجا جو ان کو ڈرائے اور ان کو غفلت کی نیند سے بیدار کرے، یہ اللہ ﷻ کی سنت ہے یونہی کسی کو ہلاک کرنا اللہ ﷻ کی شان نہیں ہے۔ نوح کی دعوت کے تین پہلو تھے (۱)......اللہ ﷻ وحدہ کی عبادت، (۲)......تقوی وپرہیزگاری، (۳)......اپنے نبی کی اطاعت۔ انہی تین اصولوں پر تمام اقوام عالم کا دین و دنیا میں کامیابی پر انحصار ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نجات کا راستہ ہی نہیں دکھایا بلکہ ان سے وعدہ بھی کیا کہا اگر تم میری دعوت کو قبول کروگے تو تمہاری دنیا بھی سنور جائے گی اور تمہارے بنجر میدانوں میں ہریالی لہرائے گی اور ریگستانوں میں نہریں جاری ہوں گی اور تمہیں بکثرت صالح اولاد دی جائے گی، بروقت بارشیں ہوا کریں گی، قحط اور خشک سالی کا جو خوف تمہارے اعصاب پر رہتا ہے اس سے بھی نجات مل جائے گی۔ اور پھر آپ نے اس قوم کے رئیسوں کا ذکر فرمایا کہ وہ خود بھی اس دین کو قبول نہیں کرتے، اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اسے قبول کرنے دیتے ہیں کیونکہ یہ دین ان کی تعلیمات سے ٹکراتا ہے وہ زکوۃ کیسے دیں گے، عیش وعشرت اور میخواری کو کیسے چھوڑیں گے، غریبوں اور عوام کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس نہیں آنے دیتے تھے، ان کے خیر خواہ بن کر ان کو نصیحتیں کرتے کہ ہم تو تم کو اس بات سے آگاہ کر رہے ہیں کہ اس کی باتوں میں نہ آجانا یہ تمہارے دیوتاؤں سے تم کو دور کرنا چاہتا ہے، خبردار تم ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑنا۔ حضرت نوح علیہ السلام نوسو پچاس سال تک دن رات ان لوگوں کی بھلائی کے لئے دین حق کی دعوت دیتے رہے۔ یہ حوصلہ اور ہمت وصبر صرف ایک پیغمبر کو ہی حاصل ہوسکتا ہے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعائے ضرر فرمائی۔

رکوع نمبر: ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر﴾اَیْ بِاِنْذَارِ﴿ قومک من قبل ان یاتیهم﴾اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا﴿ عذاب الیم(۱)﴾مُؤلِمٌ فِی الدُّنْیَاوَالْاٰخِرَۃِ﴿قال یقوم انی لکم نذیرمبین(۲)﴾بَیِّنُ الْاِنْذَارِ﴿ان﴾اَیْ بِاَنْ اَقُوْلَ لَکُمْ﴿ اعبدوا الله واتقوه واطیعون(۳)یغفر لکم من ذنوبکم﴾مِنْ زَائِدَۃٍ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یُغْفَرُبِهٖ مَاقَبْلَهٗ اَوْتَبْعِیْضِیَّۃٌلِاِخْرَاجِ حُقُوْقِ الْعِبَادِ﴿ ویؤخرکم﴾بِلَاعَذَابٍ﴿ الی اجل مسمی﴾اَجَلِ الْمَوْتِ﴿ ان اجل الله﴾بِعَذَابِکُمْ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴿اذا جاء لا یؤخر لو کنتم تعلمون(۴)﴾ذٰلِکَ لَاٰمَنْتُمْ﴿قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا(۵)﴾دَائِمًا مُتَّصِلًا﴿فلم یزدهم دعاءی الا فرارا(۶)﴾عَنِ الْاِیْمَانِ﴿وانی کلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم﴾لِئَلَّا یَسْمَعُوْا کَلَامِیْ﴿واستغشوا ثیابهم﴾غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ بِهَا لِئَلَّا یَنْظُرُوْنِیْ﴿ واصروا﴾عَلٰی کُفْرِهِمْ ﴿واستکبروا﴾تَکَبَّرُوْا عَنِ الْاِیْمَانِ﴿استکبارا(۷)ثم انی دعوتهم جهارا(۸)﴾اَیْ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ﴿ثم انی اعلنت لهم﴾صَوْتِیْ﴿ واسررت لهم﴾لَهُمُ الْکَلَامَ﴿ اسرارا(۹)فقلت استغفروا ربکم﴾مِنَ الشِّرْکِ﴿ انه کان غفارا(۱۰)یرسل

السماء﴾اَلْمَطَرَ وَ کَانُوْا قَدْ مُنِعُوْہُ﴿ علیکم مدرارا(۱۱)﴾ کَثِیْرَ الدُّرُوْرِ﴿ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت﴾بِسَاتِیْنَ﴿ ویجعل لکم انھرا(۱۲)﴾جَارِیَۃً﴿ما لکم لا ترجون للہ وقارا (۱۳)﴾اَیْ تَاْمَلُوْنَ وَقَارَ اللّٰہِ اِیَّاکُمْ بِاَنْ تُؤْمِنُوْا﴿وقد خلقکم اطوارا(۱۴)﴾جَمْعُ طُوْرٍ وَھُوَ الْحَالُ فَطُوْرًا نُطْفَۃً وَطُوْرًا عَلَقَۃً اِلٰی تَمَامِ خَلْقِ الْاِنْسَانِ وَالنَّظْرُ فِیْ خَلْقِہٖ یُوْجِبُ الْاِیْمَانَ بِخَالِقِہٖ﴿الم تروا﴾تَنْظُرُوْا﴿ کیف خلق اللہ سبع سموت طباقا(۱۵)﴾بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ﴿وجعل القمر فیھن﴾اَیْ فِیْ مَجْمُوْعِھِنَّ الصَّادِقِ بِالسَّمَاءِ الدُّنْیَا﴿ نورا وجعل الشمس سراجا (۱۶)﴾مِصْبَاحًا مُضِیْئًا وَھُوَ اَقْوٰی مِنْ نُوْرِ الْقَمَرِ﴿واللہ انبتکم﴾خَلَقَکُمْ﴿ من الارض نباتا (۱۷)﴾اِذْ خَلَقَ اَبَاکُمْ اٰدَمَ مِنْھَا﴿ثم یعیدکم فیھا﴾مَقْبُوْرِیْنَ﴿ ویخرجکم﴾لِلْبَعْثِ﴿ اخراجا (۱۸) واللہ جعل لکم الارض بساطا (۱۹)﴾مَبْسُوْطَۃً﴿لتسلکوا منھا سبلا﴾طُرُقًا﴿ فجاجا(۲۰)﴾وَاسِعَۃً.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا (ان انذر بمعنی بانذار ہے،......۱......) اس سے پہلے کہ ان پر آئے (ایمان نہ لانے کی صورت میں) دردناک عذاب (دنیا میں، الیم بمعنی مؤلم ہے) اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں (مبین بمعنی بین الانذار ہے) کہ (ان بمعنی بان ہے، میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ) اللہ کی بندگی کرو اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا (''من ذنوبکـ'' میں ''من'' زائدہ ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ بخشوا دیتا ہے یا تبعیضیہ ہے اس صورت میں حقوق العباد خارج ہو جائیں گے) اور تمہیں مہلت دے گا (بے عذاب دیئے) ایک مقرر میعاد (یعنی وقت موت) تک بیشک اللہ کا وعدہ (ایمان نہ لانے کی صورت میں تمہیں عذاب دینے کا) جب آئے گا ہٹایا نہیں جائے گا اگر تم جانتے (اسے تو ضرور تم ایمان لے آتے) عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا (دائما متصلا بلاتا رہا) تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا (ایمان لانے سے) اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو انہیں بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں (تاکہ وہ میری بات نہ سن سکیں) اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے (یعنی اپنے سروں کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ مجھے نہ دیکھ سکیں) اور ڈٹے رہے (اپنے کفر پر) اور بڑا تکبر کیا (ایمان لانے سے، استکبروا بمعنی تکبروا ہے) پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا (یعنی اپنی آواز کو بلند کرکے) پھر میں نے ان سے (اپنی آواز میں) باعلان بھی کہا اور آہستہ آہستہ خفیہ (کلام) بھی کیا تو میں نے کہا (شرک کرنے سے......۲......) اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر آسمان (سے بارش) بھیجے گا (ان لوگوں سے بارش کو روک دیا گیا تھا) موسلا دھار (مدرارا کے معنی موسلا دھار ہے) اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنائے گا (جنت بمعنی بساتین ہے) اور تمہارے لیے (جاری) نہریں بنائے گا تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت ملنے کی امید نہیں رکھتے (یعنی تمہیں ایمان لاکر اللہ عزوجل سے عزت ملنے کی امید رکھنی چاہیے......۳......) حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا (پہلے نطفہ کی صورت میں، پھر خون کی پھٹک سے لے کر مکمل انسان بننے تک ادوار میں اور انسان کا اپنی خلقت میں غور کرنا بھی اپنے خالق پر ایمان لانے کا موجب ہے، ''اطوار'' طور کی جمع ہے بمعنی حال) کیا تم نہیں دیکھتے (الم تروا بمعنی الم تنظروا ہے) اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک (''طباق'' کا معنی یہ ہے کہ آسمان یکے بعد دیگرے ہیں) اور ان میں (یعنی ان کے مجموعہ میں کہ جس

پرآسمان دنیا کا لفظ صادق آتا ہے اس میں) چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ (''سـراج'' کا معنی روشن چراغ ہے، سورج کا نور چاند سے قوی تر ہے) اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا (انبتکم بمعنی خلقکم ہے) سبزے کی طرح زمین سے (کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے) پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا (تمہیں قبروں میں دفن کیا جائے گا) اور دوبارہ (حساب کتاب کے لیے) اٹھائے گا اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا (بساطا بمعنی مبسوطا ہے) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (سبلا بمعنی طرقا ہے اور فجاجا بمعنی واسعۃ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم﴾

انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا نوحا: فعل با فاعل ومفعول، الی قومہ: ظرف لغو، ان: مصدریہ، انذر قومک: فعل امر با فاعل ومفعول، من: جار، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، یاتیهم عذاب الیم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ب جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال یقوم انی لکم نذیر مبین ان اعبدوا الله واتقوه واطیعون یغفر لکم من ذنوبکم ویؤخرکم الی اجل مسمی﴾

قال: قول، یقوم: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، لکم: ظرف لغو مقدم، نذیر: صفت مشبہ با فاعل، ان: مصدریہ، اعبدوا الله: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتقوه: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اطیعون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر امر، یغفر: فعل با فاعل، لکم: ظرف لغو، من ذنوبکم: ظرف مستقر مفعول لان من للتبعیض، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یؤخرکم الی اجل مسمی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر، ملکر بتاویل مصدر بتقدیر ب جار، مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف، مبین: صفت، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان اجل الله اذا جاء لایؤخر لو کنتم تعلمون﴾

ان: حرف مشبہ، اجل الله: اسم، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لایؤخر: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لو: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف ''لامنتم'' کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا﴾

قال: قول، رب: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، دعوت: فعل با فاعل، قومی: مفعول، لیلا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نهارا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلم یزدهم دعاءی الا فرارا وانی کلما دعوتهم لتغفرلهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم﴾

ف: عاطفہ، لم یزدهم: فعل نفی ومفعول، دعاءی: فاعل، الا: اداۃ حصر، فرارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، کلما: شرطیہ، دعوتهم: فعل با فاعل ومفعول، لام: جار، تغفرلهم: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، جعلوا: فعل با فاعل، اصابعهم: مفعول اول، فی اذانهم: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا﴾

و: عاطفہ، استغشوا: فعل با فاعل، ثیابهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصروا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، استکبروا استکبارا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر ماقبل ''جعلوا'' پر معطوف ہے۔

﴿ثم انی دعوتهم جهارا ثم انی اعلنت لهم واسررت لهم اسرارا﴾
ثم: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، دعوت: فعل ت ضمیر ذوالحال، جهارا: حال، ملکر فاعل، هم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، اعلنت لهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اسررت لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، اسرارا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا﴾
ف: عاطفہ، قلت: قول، استغفروا: فعل امر بافاعل، ربکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یرسل: فعل بافاعل، السماء: ذوالحال، مدرارا: حال، ملکر مفعول، علیکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان غفارا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿ويمددكم باموال وبنين ويجعل لكم جنت ويجعل لكم انهرا﴾
و: عاطفہ، یمددکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، اموال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بنین: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یرسل" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، یجعل: فعل بافاعل، لکم: ظرف مستقر مفعول ثانی، جنت: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یجعل لکم انهرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "یرسل" پر معطوف ہے۔

﴿مالكم لا ترجون لله وقارا وقد خلقكم اطوارا﴾
ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، لاترجون: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، خلق: فعل بافاعل، کم: ذوالحال، اطوارا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، لله: ظرف لغو، وقارا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تروا كيف خلق الله سبع سموت طباقا وجعل القمر فيهن نورا وجعل الشمس سراجا﴾
همزہ: حرف استفہام، لم تروا: فعل نفی، کیف: اسم استفہام حال مقدم، خلق: فعل، الله: ذوالحال، ملکر فاعل، سبع سموت: موصوف، طباقا: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل القمر: فعل بافاعل ومفعول، فیهن: ظرف مستقر حال مقدم، نورا: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل الشمس سراجا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والله انبتكم من الارض نباتا ثم يعيدكم فيها ويخرجكم اخراجا﴾
و: عاطفہ، الله: مبتدا، انبتکم: فعل بافاعل ومفعول، من الارض: ظرف لغو، نباتا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یعیدکم فیها: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یخرجکم اخراجا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله جعل لكم الارض بساطا لتسلكوا منها سبلا فجاجا﴾
و: عاطفہ، الله: مبتدا، جعل: فعل بافاعل، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، الارض: ذوالحال، ملکر مفعول اول، بساطا: مفعول ثانی، لام: جار، تسلکوا: فعل بافاعل، منها: ظرف مستقر حال مقدم، سبلا فجاجا: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن میں خوف دلاکر تبلیغ کرنے کے مختلف انداز:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے(نوح:۱)﴾، ﴿ان الذین کفروا سواء ...... الخ بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے(البقرۃ:٦)﴾، ﴿واوحی الی هذا القرآن...... الخ اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن کو پہنچے(الانعام:١٩)﴾، ﴿وانذر به الذین یخافون ان ...... الخ اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں گے(الانعام:٥١)﴾، ﴿اکان للناس عجبا ان اوحینا...... الخ کیا لوگوں کو اس کا اچھنبا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو(یونس:٢)﴾، ﴿وانذر الناس یوم یاتیهم العذاب...... الخ اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا(ابراهیم:٤٤)﴾، ﴿ان انذروا انه لا اله الا انا...... الخ کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو(النحل:٢)﴾، ﴿وما انذروا هزوا اور جو ڈر انہیں سنائے گئے تھے اُس کی ہنسی بنالی(الکهف:٥٦)﴾، ﴿وانذرهم یوم الحسرة...... الخ اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا(مریم:٣٩)﴾، ﴿قل انما انذرکم بالوحی تم فرماؤ کہ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں(الانبیاء:٤٥)﴾، ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ(الشعراء:٢١٤)﴾، ﴿لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غفلون تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے(یس:٦)﴾، ﴿وانذرهم یوم الازفة اذ القلوب ...... الخ اور انہیں ڈراؤ اس کے نزدیک آنے والی آفت کے دن سے(مومن:١٨)﴾، ﴿فان اعرضوا فقل انذرتکم ...... الخ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ تمہیں ڈراتا ہوں(حم سجدہ:١٣)﴾، ﴿والذین کفروا عما انذروا معرضون اور کافر اس چیز سے ڈرائے گئے منہ پھیرے ہیں(الاحقاف:٣)﴾، ﴿اذ انذر قومه بالاحقاف...... الخ جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا(الاحقاف:٢١)﴾، ﴿ولقد انذرهم بطشتنا فتماروا بالنذر...... الخ اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا(القمر:٣٦)﴾، ﴿قم فانذر کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ(المدثر:٢)﴾، ﴿انا انذرنکم عذابا قریبا ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں(النبا:٤٠)﴾، ﴿فانذرتکم نارا تلظی تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے(اللیل:١٤)﴾۔

اعلانیہ اور آہستہ تبلیغ دین کرنا:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ثم انی اعلنت لهم واسررت لهم اسرارا فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے(نوح:۹تا۱۰)﴾۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جہری انداز میں با آواز بلند تبلیغ دین فرمائی اور جب ایسا موقع آیا کہ حکمت و مصلحت کچھ اور تھی تو خفیہ انداز میں بھی اللہ ﷻ کی توحید کا درس دیا۔ مزید اللہ ﷻ نے فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے رب ﷻ سے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اپنے کفر کی توبہ اختیار کریں اور اس کے سوا دیگر معبودان باطل کی عبادت سے گریز کریں اور خاص میری عبادت بجالائیں، اللہ ﷻ ان کی بخشش فرمادیگا، اور بیشک اللہ ﷻ اُن کی بخشش کرنے پر قادر ہے جو اس کی بارگاہ اقدس میں رجوع لائے اور اپنے گناہوں کی توبہ اختیار فرمائیں۔ (الطبری، الجزء:۲۹، ص ۱۱۱)

اللہ ﷻ کی ذات کو وسیلہ بنانے یا نہ بنانے کا مسئلہ:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ما لکم لا ترجون للہ وقارا تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے (نوح:۱۳)﴾، ﴿واستغفر لھم اوران کی شفاعت کرو (ال عمران:۱۵۹)﴾۔ان آیات کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں کہ بڑا چھوٹے سے سفارش کرسکتا ہے، دیکھو اللہ عزوجل نے رب عزوجل ہوکر اپنے حبیب ﷺ سے خطا کاروں کی سفارش فرمائی، مگر اس کا نام سفارش ہوگا نہ شفاعت، لہذا اللہ عزوجل کو شفیع نہیں کہہ سکتے، وہ جو حدیث میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ عزوجل کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں تو سید عالم ﷺ اس پر ناراض ہوئے، اس کی یہی وجہ تھی، لہٰذا وہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں''۔

(نور العرفان، ص ۱۱۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی نے شفیع اور سفارش میں فرق کردیا ہے حالانکہ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔اور مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ مؤقف اعلیٰ حضرت کے مؤقف کے خلاف بھی ہے جس کی دلیل فاضل بریلوی کی کتاب: ''الامن والعلی'' میں ملتی ہے چنانچہ فاضل بریلوی نے فرمایا: ''جو بات عظمت شانِ الٰہی عزوجل کے خلاف ہو، اسے سن کر سید عالم ﷺ کا یہ برتاؤ ہوتا ہے، حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے، جس کے پاس سفارش لائی گئی، ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ سکیں، ولہذا وہ صحابی اعرابی باآنکہ اہل زبان تھے، اس نکتے سے غافل رہے۔

☆......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! لوگ پریشان ہوگئے، بچے ضائع ہوگئے، اموال کم ہوگئے، اور مویشی ہلاک ہوگئے ہیں، آپ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو آپ کے حضور میں شفیع بناتے ہیں۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم جانتے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو، سید عالم ﷺ سبحان اللہ پڑھنے لگے، اور کافی دیر تک یہی پڑھتے رہے یہاں تک کہ اصحاب کے چہروں پر ملال ظاہر ہونے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر افسوس ہے! تم پر افسوس ہے!، اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ میں شفیع نہیں بنایا جاتا، اللہ عزوجل کی شان اس سے بھی بلند ہے''۔(سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب: فی الجھمیۃ، رقم: ۴۷۲۶، ص ۸۸۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: اللہ عزوجل اپنے حبیب سے متعلق فرماتا ہے: ﴿یعلمھم الکتب والحکمۃ انہیں (تیری) کتاب اور پختہ علم سکھائے (البقرۃ:۱۲۹)﴾، یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا جل جلالہ ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط بننے سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے؟ کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہٰذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم حضور ﷺ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں جیسا کہ ماقبل حدیث سے واضح ہوا تو سید عالم ﷺ پر یہ گراں گزرا۔اہل اسلام انبیاء واولیاء سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ جل جلالہ اور اس کا رسول ﷺ غضب فرمائیں اور اسے اللہ عزوجل کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الٰہی عزوجل سے کرے تو کافر ہوجائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ عزوجل کا ادب نہ رسول ﷺ سے خوف، نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاک نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ جل جلالہ سے خاص کئے دیتے ہیں۔یعنی یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا عزوجل سے توسل کرکے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بنائے، اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارہ الٰہی عزوجل میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہوجائیں۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: برکات الامداد، ج ۲۱، ص ۳۰۳ وغیرہ)

اغراض:

ان بانذار: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ان﴾ مصدر یہ ہے اور یہ بھی درست ہے کہ تفسیر یہ ہو، کیونکہ مقصود کسی قوم کو بات کے معنی پہنچانے تھے نہ کہ حروف۔

فی الدنیا و لآخرۃ: مراد طوفان اور عذاب نار ہے۔ای بـان اقول لکم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ان﴾ تفسیریہ ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ سابق کی طرح مصدر یہ مانا جائے، پس دونوں صورتیں درست ہوسکتی ہین۔ لاخـراج حـقـوق العباد: یعنی حقوق العباد اسلام لانے سے معاف نہیں ہوتے، پس کافر جب اسلام لائے گا تو اُسے حدود، لوگوں کے ناحق مال تلف کرنے اور قرض جو اُس کے ذمہ ادا کرنا لازم ہوگا، ان امورِ حقوق العباد کے بارے میں طلب کیا جائے گا۔

بـلا عذاب: سوال مقدر کا جواب ہے، کیسے عذاب کو موت تک کے لئے مؤخر کیا جائے گا جب کہ دوسری آیت میں یوں ہے: ﴿ولن یؤ خـر الـلـه نفسا اذا جاء اجلها (المنافقون: ١١)﴾؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا یہاں ﴿ویـؤخـر کـم الی اجل مسمی﴾ اجل پہلے اور عذاب بعد میں ہوگا، جو کہ ترک ایمان پر معلق کیا گیا ہے، اور دوسری آیت ﴿ولـن یؤخـر الله نفسا اذا جاء اجلها﴾ سے انتہاءِ عمر مراد ہے جس میں مقدم و مؤخر کچھ نہ ہوگا، چہ جائے کہ وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔

لامنتم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لو﴾ شرطیہ ہے۔وکـانـوا قد منعوہ: یعنی جب انہوں نے حضرت نوح کو جھٹلایا، اللہ نے اُن سے بارش روک لی اور ان کی عورتوں کو چالیس سال تک بانجھ کردیا، پس ان کے مال اور مویشی ہلاک ہوئے، پس حضرت نوح نے اُن سے کہا: ﴿استـغـفـروا ربکم﴾۔بساتین: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد دنیاوی جنت ہے، اور ''جعل'' فعل کی تکرار فرمائی گئی اور یوں نہ کہا گیا: ''یجعل لکم جنات و انهارا''، معمول کے متغائر ہونے کی وجہ سے۔فی خلقه: یعنی انسان مراد ہے، معنی یہ ہے کہ انسان کے احوال میں تأمل کرنا مراد ہے، جو کہ ایمان باللہ کے اسباب میں سے ہیں۔

تنظروا: مراد اعتبار اور غور و تفکر سے دیکھنا ہے۔بعضها فوق بعض: بغیر ایک دوسرے سے ملے ہوئے، بلکہ ایک دوسرے کے مابین پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال ہے۔ای فی مجموعهن: اس عبارت سے ایک اعتراض کا دور کرنا مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ چاند تو فقط آسمان دنیا ہی پر ہوا کرتا ہے پھر اس کی اضافت کل کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں جمع کا اطلاق افراد کی تعداد کے لحاظ سے نہیں کیا گیا اور یہ ضروری بھی نہیں ہے، پس بہتر جواب یہ ہے کہ آسمان اپنا صاف وشفاف ہے کہ ساتوں آسمان ایک ہی محسوس ہوتے ہیں، پس اسی بناء پر کل کا اطلاق کیا گیا ہے۔مـضـیـئـا: یا یوں کہا جائے کہ سورج کا محلِ انتشار چاند کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے اور اگر چاند کی روشنی کا پھیلنا سورج کے مقابلے میں زیادہ ہوتو پھر برعکس قول کیا جاتا بلکہ چاند کی روشنی میں بہت تھوڑے ہی لوگ کچھ پڑھ سکتے ہیں۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۷۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿قـال نـوح رب انهـم عـصـونـی واتبعوا﴾ اَیِ السُّفْلَةُ الْفُقَرَاءُ﴿ من لم یزده ماله وولده﴾ وَهُمُ الرُّؤَسَاءُ الْمُنْعَمُ عَلَیْهِمْ بِذٰلِکَ وَوُلْدِ بِضَمِّ الْوَاوِ وَسُکُوْنِ اللَّامِ وَبِفَتْحِهَا وَالْاَوَّلُ قِیْلَ جَمْعُ وَلَدٍ بِفَتْحِهَا کَخَشَبٍ وَخُشْبٍ وَّقِیْلَ بِمَعْنَاهُ کَبُخْلٍ وَبَخَلٍ﴿ الا خسارا (۲۱)﴾ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا﴿ ومکروا﴾ اَیِ الرُّؤَسَاءُ﴿ مکرا کبارا (۲۲)﴾ عَظِیْمًا جِدًّا بِاَنْ کَذَّبُوْا نُوْحًا وَّاٰذَوْهُ وَمَنِ اتَّبَعَهٗ﴿ وقالوا﴾ لِلسُّفْلَةِ﴿ لا تذرن الهتکم ولا تذرن ودا﴾ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَضَمِّهَا﴿ ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا (۲۳)﴾ هِیَ اَسْمَاءُ اَصْنَامِهِمْ ﴿وقد اضلوا

کثیرا ﴾مِنَ النَّاسِ بِاَنْ اَمَرُوْهُمْ بِعِبَادَتِهَا﴿ولا تزد الظلمین الا ضللا (۲۴)﴾عَطْفٌ عَلٰی قَدْاَضَلُّوْا دَعَا عَلَیْهِمْ لِمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قومک اِلَّامَنْ قَدْ اٰمَنَ﴿مما﴾مَاصِلَةٌ﴿خطیئتهم﴾وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ خَطِیْئٰتِهِمْ بِالْهَمْزَةِ﴿ اغرقوا﴾بِالطُّوْفَانِ﴿ فادخلوا نارا ﴾عُوْقِبُوْبِهَاعَقْبَ الْاِغْرَاقِ تَحْتَ الْمَاءِ﴿فلم یجدوا لهم من دون ﴾اَیْ غَیْرِ﴿الله انصارا (۲۵)﴾یَمْنَعُوْنَ عَنْهُمُ الْعَذَابَ ﴿وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا (۲۶)﴾اَیْ نَازِلُ دَارٍوَالْمَعْنٰی اَحَدًا﴿انک ان تذرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا (۲۷)﴾مَنْ یَّفْجُرُوَیَکْفُرُقَالَ ذٰلِکَ لِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْاِحَاءِ اِلَیْهِ ﴿رب اغفرلی ولوالدی﴾وَکَانَامُؤْمِنَیْنَ﴿ ولمن دخل بیتی﴾مَنْزِلِیْ اَوْمَسْجِدِیْ﴿ مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنت﴾اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴿ ولا تزد الظلمین الا تبارا(۲۸)﴾هَلَاکًافَاُهْلِکُوْا.

﴿ترجمہ﴾

نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور وہ (یعنی نچلے طبقہ کے لوگ اور فقراء) ایسے کے پیچھے ہوئے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا (یہ وہ رئیس افراد تھے جن پر مال واولاد وغیرہ کی صورت میں انعام کیا گیا تھا، ''وُلد'' واو مضمومہ اور لام ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں کو مفتوحہ بھی پڑھا گیا ہے ''وُلد'' کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ ''وَلَد'' کی جمع ہے جیسا کہ خَشَب کی جمع خُشب آتی ہے جیسا کہ بخل کی جمع بخل آتی ہے اس کے مال واولاد نے انہیں خسارا، سرکشی اور کفر ہی میں اضافہ کیا) اور وہ قوم کے سردار (بڑا داؤں کھیلے یوں کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو جھٹلایا اور اذیتیں دیں ''کبارا بمعنی عظیما جدا'' ہے) اور (نچلے طبقے کے لوگوں سے) بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ کو (''ود'' کو واو مضمومہ ومفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر......ا......کو (یعنی ان کے بتوں کے نام تھے) اور بیشک انہوں نے (ان بتوں کے ذریعے) بہتوں کو بہکایا (یعنی بہت سے لوگوں کو بہکایا انہیں ان بتوں کی عبادت کا حکم دے کر) اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کرنا مگر گمراہی (اس جملہ کا عطف ''قد اضلوا'' پر ہے پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ ﴿انہ لن یومن من قومک الا من قد امن ﴾ تو آپ نے ان کے لیے دعائے ضرر کی......۲......) اپنی کیسی خطاؤں پر (''من'' میں ''ما'' زائدہ ہے جو کہ تاکید کے لیے لایا گیا ہے، ایک قرائت میں ''خطایاهم'' کی جگہ ''خطیئا تهم'' ہمزہ کے ساتھ آیا ہے) ڈبوئے گئے (طوفان میں) پھر آگ میں داخل کئے گئے (غرق کئے جانے کے بعد انہیں پانی کے نیچے آگ کے ذریعے عذاب دیا گیا ہے) تو انہوں نے اللہ کے علاوہ (یعنی غیر اللہ کو) اپنا کوئی مددگار نہ پایا (جو ان سے عذاب کو روک سکے) اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ (یعنی گھر میں رہنے والا یعنی کسی بھی کافر کو نہ چھوڑ) بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو نہ ہوگی مگر وہ بھی بدکار (یعنی فاسق وفاجر ونافرمان، یہ بات سابقہ وحی کی وجہ سے عرض کی تھی) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو (آپ علیہ السلام کے ماں باپ مومن تھے) اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے بہت (یعنی میرے گھر یا مسجد) میں داخل ہو اور (قیامت تک آنے والے) سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی (یعنی ہلاکت وبربادی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال نوح رب انهم عصونی واتبعوا من لم یزده ماله وولده الا خسارا﴾

قال نوح: قول، رب: نداء، انهم: حرف مشبہ واسم، عصونی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعوا: فعل بافاعل، من: موصولہ، لم یزده: فعل نفی ومفعول اول، ماله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ولده: معطوف، ملکر فاعل، الا: اداۃ حصر، خسارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ومکروا مکرا کبارا﴾ و: عاطفہ، مکروا: فعل بافاعل، مکرا: موصوف، کبارا: صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا لا تذرن الهتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا﴾

و: عاطفہ، قالوا: قول، لا تذرن: فعل نہی بافاعل، الهتکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تذرن: فعل نہی بافاعل، ودا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، سواعا: معطوف اول، و: عاطفہ، لا: نافیہ، یغوث ویعوق ونسرا: معطوفات، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقد اضلوا کثیرا ولا تزد الظلمین الا ضللا﴾

و: عاطفہ، قد: تحقیقیہ، اضلوا: فعل بافاعل، کثیرا: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "قال نوح قد اضلوا" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل "قال انهم عصونی" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لا تزد الظلمین: فعل نہی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، ضللا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف پر معطوف ہے۔

﴿مما خطیئتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لهم من دون الله انصارا﴾

من: جار، ما: زائد، خطیئتهم: مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، اغرقوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ادخلوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، نارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لم یجدوا: فعل نفی بافاعل، لهم: ظرف مستقر مفعول، من دون الله: ظرف مستقر حال، انصارا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا﴾

و: عاطفہ، قال نوح: قول، رب: نداء، لا تذر: فعل نہی بافاعل، علی الارض: ظرف لغو، من الکفرین: ظرف مستقر حال مقدم، دیارا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انک ان تذرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا﴾

انک: حرف مشبہ واسم، ان: شرطیہ، تذرهم: جملہ فعلیہ شرط، یضلوا عبادک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یلدوا: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، فاجرا کفارا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنت﴾

رب: نداء، اغفر: فعل امر بافاعل، لی: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لوالدی: جار مجرور معطوف اول، و: عاطفہ، لام: جار، من: موصولہ، دخل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، مومنا: حال، ملکر فاعل، بیتی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، لام: جار، المومنین والمومنت: معطوف، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ولا تزد الظلمین الا تبارا﴾ و: عاطفہ، لا تزد: فعل نہی بافاعل، الظلمین: مفعول اول، الا: اداۃ حصر، تبارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ود، سواع، یغوث، یعوق اورنسر کی تحقیق:

۱......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:﴿وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو(نوح:۲۳)﴾۔بنی آدم کی قوم کے کچھ افراد، ان معبودانِ باطل کی عبادت کیا کرتے تھے۔محمد بن قیس کہتے ہیں کہ بنی آدم کی قوم میں نیک لوگ تھے، دیگر لوگ عبادت کے معاملے میں ان نیک لوگوں کی پیروی کرتے تھے، پھر جب یہ نیک لوگ انتقال کرگئے تو ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ کیوں نہ ہم ان نیک لوگوں کی صورتوں میں کوئی مجسمے بنالیں جس سے ہمیں عبادت کرنے میں زیادہ شوق حاصل ہوگا چنانچہ انہوں نے ان کے مجسمے بنالئے۔بعد والوں کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈال دی کہ تمہارے آباؤ اجداد ان کی عبادت کرتے تھے لہٰذا تمہارے لئے بھی یہی کرنا ضروری ہے، کیونکہ اسی کی وجہ سے اُن پر بارش ہوا کرتی تھی'۔عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے مابین دس قرون تھے اور تمام ہی اہل اسلام میں سے تھے۔قتادہ کا قول ہے کہ ان بتوں کا تعلق کن علاقوں سے تھا اور کس نام سے موسوم تھے اس کی تفصیل یہ ہے:(۱)......ودّ کا تعلق حی بن کلب بدومۃ الجندل سے تھا، (۲)......سواع کا تعلق ھذیل برِیاط سے تھا۔(۳)......یغوث کا تعلق غطیف من مراد بالجرف سبا سے تھا، (۴)......یعوق کا تعلق ہمدان بلخع سے تھا، (۵)......نسر کا تعلق حِمیر سے تھا۔ (الطبری، الجزء:۲۹،ص ۱۱۷ وغیرہ)

حضرت نوح علیہ السلام کی دعائے ضرر:

۲......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:﴿وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ(نوح:۲۶)﴾۔حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ روئے زمین پر کافروں میں سے کوئی باقی نہ رہے، مراد اس سے وہ کافر ہیں جو ایمان اور طاعت کی جانب بلائے گئے اور انہوں نے ایمان قبول نہ کیا، پھر روئے زمین پر مشرق و مغرب میں پھیل گئے، جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر تھے یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کے لوگ جو جزیرہ عرب کے گرد و نواح میں پھیل گئے، یا یہ خطاب عمومی اعتبار سے ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یعنی خاص طور پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے کافر جو روئے زمین پر پھیل گئے۔میں (علامہ آلوسی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد سارے ہی انبیائے کرام کے دور کے کافر ہیں نہ کہ خاص طور پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے کافر۔یعنی روئے زمین پر رہنے والے تمام ہی کافر مراد ہیں۔ (روح المعانی ،الجزء:۲۹،ص ۱۲۶)

اغراض: ھی اسماء الاصنام: جن کی عبادت کرتے تھے، ابن زبیر کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ حضرت آدم کے پانچ بیٹے تھے ، جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے، لوگ ان کی اقتداء کرتے تھے، جب اِن میں سے ایک انتقال کرگیا تو شیطان لوگوں کے پاس آیا اور انہیں اُسی مرنے والے کی مثل صورت بنانے کا مشورہ دیا اور یہ سلسلہ شروع ہوا اور جیسے جیسے یہ سارے انتقال کرتے گئے یہی ہوتا گیا، مزید حاشیہ نمبر''۱'' کا مطالعہ کیجئے۔ دعا علیھم لما اوحی الیہ: یعنی حضرت نوح علیہ السلام تو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے پھر کیسے قوم کے لئے دعائے ضرر فرمائی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کے ایمان سے مایوس ہوگئے اور اللہ نے انہیں خبر ارشاد فرمائی کہ آپ کی قوم سے فقط یہی لوگ ایمان لائیں گے، پس آپ نے باقیوں کے لئے دعائے ضرر فرمائی۔ای نازل دار: یہ دیار کا لغوی معنی ہے اور مراد اس سے صاحب دار ہے، چہ جائے کہ وہ گھر میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو۔فاھلکوا: کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ اُن کے بچے بھی ہلاک ہوگئے اور اُن میں کوئی بانجھ اور مویشی عذاب سے نہ بچ پائے، مزید حاشیہ نمبر''۲'' کا مطالعہ کیجئے۔ (الصاوی، ج۶،ص ۱۷۶)

سورۃ الجن مکیۃ وھی ثمان وعشرون آیۃ

(سورۂ جن مکیہ ہے جس میں اٹھائیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الجن

اس سورت میں دو رکوع، اٹھائیس آیتیں، دوسو پچاسی کلمے، آٹھ سو ستر حروف ہیں۔ اس سورت کے مکی ہونے میں سب کا اتفاق ہے لیکن مکی زندگی کے کس دور میں اس کا نزول ہوا اس کا تعین مشکل ہے۔ البتہ حضرت ابن عباس کی ایک روایت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مکی زندگی کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ اپنے چند صحابہ کے ہمراہ عکاظ کے بازار کی طرف اسلام کی دعوت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ جنات کا آسمان پر جانا بند ہو چکا تھا اگر وہ جاتے بھی تھے تو روک دیئے جاتے تھے، یہ ماجرا انہوں نے اپنی قوم کے سرداروں کو سنایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابلیس کو بتایا اس نے کہا کہ تم روئے زمین میں پھیل جاؤ اور ضرور کوئی ایسا حادثہ ہوا ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمان کی طرف جانا بند کر دیا گیا ہے۔ جنات کا وہ گروہ جو تہامہ کا چکر لگانے کے لئے آیا تھا انہوں نے نخلہ کے مقام پر حضور ﷺ کو صبح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے جب کلام الٰہی سنا تو کہنے لگے یہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمان کی طرف جانے سے روک دیا گیا ہے اور پھر اپنی قوم کی طرف گئے اور سارا واقعہ سنایا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الجن قل اوحی الی، رقم: ۴۹۲۱، ص۸۷۶)۔ پہلے رکوع میں جنات کے اس گروہ کے حالات بیان ہوئے جسے مقام نخلہ میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے ان کے قلوب و اذہان میں اسلام لانے کا انقلاب پیدا ہوا اور جس جرأت سے انہوں نے اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا اس کی تفصیلات بیان کی گئیں، دوسرے رکوع میں عقیدہ توحید کا اعلان کیا جا رہا ہے اور نبی کریم ﷺ عقیدہ توحید کو بیان فرما رہے ہیں اس کے بعد ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا۔ قیامت کے دن ان کی حالت قابل رحم ہوگی۔ آخر میں اس حقیقت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ علم غیب صرف اللہ ﷻ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے جب تک وہ کسی کو غیب کا علم نہ دے اسے کوئی نہیں جان سکتا اور جادوگروں اور کاہنوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ جس کو اللہ ﷻ چن لیتا ہے یہ شرف صرف اسی کو ملتا ہے۔

رکوع نمبر: ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قل﴾یَامُحَمَّدُ لِلنَّاسِ﴿ اوحی الی﴾اُخْبِرْتُ بِالْوَحْیِ مِنَ اللّٰہِ﴿ انہ﴾اَلضَّمِیْرُ لِلشَّانِ﴿ استمع﴾لِقِرَاءَ تِیْ﴿ نفرمن الجن﴾جِنٌّ نَصِیْبِیْنَ وَذٰلِکَ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ بِبَطْنِ نَخْلَ مَوْضَعٌ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالطَّائِفِ وَھُمُ الَّذِیْنَ ذُکِرُوْا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذْصَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ﴿ فقالوا﴾لِقَوْلِھِمْ لَمَّا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ﴿ انا سمعنا قرانا عجبا (۱)﴾یَتَعَجَّبُ مِنْہُ فِیْ فَصَاحَتِہٖ وَغَزَارَۃِ مَعَانِیْہِ وَغَیْرَ ذٰلِکَ﴿یھدی الی الرشد﴾اَلْاِیْمَانِ وَالصَّوَابِ﴿ فامنا بہ ولن نشرک﴾بَعْدَ الْیَوْمِ﴿بربنا احدا (۲) وانہ﴾اَلضَّمِیْرُ لِلشَّانِ فِیْہِ وَفِی الْمَوْضَعَیْنِ بَعْدَہٗ﴿ تعلی جد ربنا﴾تَنَزَّہَ جَلَالُہٗ وَعَظْمَتُہٗ عَمَّا نُسِبَ اِلَیْہِ﴿ ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا (۳) وانہ کان یقول سفیھنا﴾جَاھِلُنَا﴿ علی اللہ شططا (۴)﴾غُلُوًّا فِی الْکِذْبِ بِوَصْفِہٖ بِالصَّاحِبَۃِ وَالْوَلَدِ﴿وانا ظننا ان﴾ مُخَفَّفَۃٌ

اَیْ اَنَّہٗ﴿لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا(۵)﴾بِوَصْفِہٖ بِذٰلِکَ حَتّٰی تَبَیَّنَّا کِذْبَہُمْ بِذٰلِکَ قَالَ تَعَالٰی﴿وانہ کان رجال من الانس یعوذون﴾یَسْتَعِیْذُوْنَ﴿برجال من الجن﴾حِیْنَ یَنْزِلُوْنَ فِیْ سَفَرِہِمْ بِمَخُوْفٍ فَیَقُوْلُ کُلُّ رَجُلٍ اَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْمَکَانِ مِنْ شَرِّ سُفَہَائِہٖ﴿فزادوھم﴾بِعَوْذِہِمْ بِہِمْ﴿رھقا(۶)﴾طُغْیَانًا فَقَالُوْا سُدْنَا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ﴿وانھم﴾اَیِ الْجِنُّ﴿ظنوا کما ظننتم﴾یَااِنْسُ﴿ان﴾مُخَفَّفَۃٌ اَیْ اَنَّہٗ﴿لن یبعث اللہ احدا(۷)﴾بَعْدَ مَوْتِہٖ قَالَ الْجِنُّ﴿وانا لمسنا السماء﴾رُمْنَا اِسْتِرَاقَ السَّمْعِ مِنْھَا﴿فوجدنھا ملئت حرسا﴾اَلْمَلَائِکَۃُ﴿شدیدا وشھبا(۸)﴾نُجُوْمًا مُحْرِقَۃً وَذٰلِکَ لَمَّا بُعِثَ النَّبِیُّ﴿وانا کنا﴾اَیْ قَبْلَ مَبْعَثِہٖ﴿نقعد منھا مقاعد للسمع﴾اَیْ نَسْتَمِعُ﴿فمن یستمع الان یجد لہ شھابا رصدا(۹)﴾اَیْ اُرْصِدَ لَہٗ لِیُرْمٰی بِہٖ﴿وانا لا ندری اشر ارید﴾بَعْدَ اِسْتِرَاقِ السَّمْعِ﴿بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا(۱۰)﴾خَیْرًا﴿وانا منا الصلحون﴾بَعْدَ اسْتِمَاعِ الْقُرْاٰنِ﴿ومنا دون ذلک﴾اَیْ قَوْمٌ غَیْرُ صَالِحِیْنَ﴿کنا طرائق قددا(۱۱)﴾فِرَقًا مُخْتَلِفِیْنَ مُسْلِمِیْنَ وَکَافِرِیْنَ﴿وانا ظننا ان﴾مُخَفَّفَۃٌ اَیْ اَنَّہٗ﴿لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ھربا(۱۲)﴾اَیْ لَانَفُوْتُہٗ کَائِنِیْنَ فِی الْاَصْلِ اَوْ ھَارِبِیْنَ مِنْھَا اِلَی السَّمَاءِ﴿وانا لما سمعنا الھدی﴾اَلْقُرْاٰنَ﴿امنا بہ فمن یؤمن بربہ فلا یخاف﴾بِتَقْدِیْرِ ھُوَ بَعْدَ الْفَاءِ﴿بخسا﴾نَقْصًا مِنْ حَسَنَاتِہٖ﴿ولا رھقا(۱۳)﴾ظُلْمًا بِالزِّیَادَۃِ فِیْ سَیِّاٰتِہٖ﴿وانا منا المسلمون ومنا القسطون﴾اَلْجَائِرُوْنَ بِکُفْرِہِمْ﴿فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا(۱۴)﴾قَصَدُوْا ھِدَایَۃً﴿واما القسطون فکانوا لجھنم حطبا(۱۵)﴾وَقُوْدًا وَاِنَّا وَاِنَّہُمْ وَاِنَّہٗ فِی اثْنَیْ عَشَرَ مَوْضَعًا ھِیَ وَاِنَّہٗ تَعَالٰی اِلٰی قَوْمِہٖ وَاِنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمَا بَیْنَہُمَا بِکَسْرِ الْھَمْزَۃِ اِسْتِیْنَافًا وَفَتْحِھَا بِمَا یُوَجَّہُ بِہٖ قَالَ تَعَالٰی فِیْ کُفَّارِ مَکَّۃَ﴿وان﴾مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الثَّقِیْلَۃِ وَاسْمُھَا مَحْذُوْفٌ اَیْ وَاِنَّہُمْ وَھُوَ مَعْطُوْفٌ عَلٰی اَنَّہُ اسْتَمَعَ﴿لو استقاموا علی الطریقۃ﴾اَیْ طَرِیْقَۃِ الْاِسْلَامِ﴿لاسقینھم ماء غدقا(۱۶)﴾کَثِیْرًا مِنَ السَّمَاءِ وَذٰلِکَ بَعْدَمَا رُفِعَ الْمَطَرُ عَنْہُمْ سَبْعَ سِنِیْنَ﴿لنفتنھم﴾لِنَخْتَبِرَھُمْ﴿فیہ﴾فَنَعْلَمُ کَیْفَ شُکْرُھُمْ عِلْمَ ظُہُوْرٍ﴿ومن یعرض عن ذکر ربہ﴾اَلْقُرْاٰنِ﴿یسلکہ﴾بِالنُّوْنِ وَالْیَاءِ نُدْخِلُہٗ﴿عذابا صعدا(۱۷)﴾شَاقًّا﴿وان المسجد﴾مَوَاضِعَ الصَّلٰوۃِ﴿للہ فلا تدعوا﴾فِیْھَا﴿مع اللہ احدا(۱۸)﴾بِاَنْ تُشْرِکُوْا کَمَا کَانَتِ الْیَہُوْدُ وَالنَّصَارٰی اِذَا دَخَلُوْا کَنَائِسَہُمْ وَبِیَعَہُمْ اَشْرَکُوْا﴿وانہ﴾بِالْفَتْحِ وَبِالْکَسْرِ اِسْتِیْنَافًا وَالضَّمِیْرُ لِلشَّانِ﴿لما قام عبد اللہ﴾مُحَمَّدٌ النَّبِیُّ﴿یدعوہ﴾یَعْبُدُہٗ بِبَطْنِ نَخْلٍ﴿کادوا﴾اَیِ الْجِنُّ الْمُسْتَمِعُوْنَ لِقِرَاءَتِہٖ﴿یکونون علیہ لبدا(۱۹)﴾بِکَسْرِ اللَّامِ وَضَمِّہَا جَمْعُ لِبْدَۃٍ کَاللِّبْدِ فِیْ رُکُوْبِ بَعْضِہِمْ بَعْضًا اِزْدِحَامًا عَلٰی سِمَاعِ الْقُرْاٰنِ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (اے حبیب ﷺ لوگوں سے) مجھے وحی ہوئی (اللہ ﷻ کی جانب سے بذریعہ وحی مجھے خبر دی گئی) کہ (''انــــــــہ'' میں ''ہ''

ضمیرِ ضمیرِ شان ہے) کچھ جنوں نے (میری تلاوت کو) کان لگا کر سنا (یہ علاقہ نصیبین کے جنات تھے اور سماعت قرآن کا یہ واقعہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع وادیٔ نخلہ میں نماز فجر میں ہوا۔ یہ وہی جنات ہیں جن کا ذکر اللہ ﷻ نے اپنے فرمان ''واذ صرفنا الیک نفرا من الجن...... الایة'' میں کیا، پھر جب یہ جنات حضور ﷺ سے قرآن سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے......۱......) تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا (جس کی فصاحت و بلاغت اور معانی کی گہرائی تعجب خیز ہے) کہ بھلائی (یعنی ایمان وصواب) کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور (آج کے بعد) ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے اور (''انہ'' میں اور مابعد آنے والے دونوں مقامات میں موجود ضمیر ضمیرِ شان ہے) ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے (یعنی جن چیزوں کی اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے ان کا جلال وعظمت اس سے منزہ ہے) نہ اس نے عورت اختیار کی (صاحبة بمعنی زوجة ہے) اور نہ بچہ اور یہ کہ ہم میں کا سفید (یعنی جاہل) اللہ پر بڑھ کر بات کرتا تھا (اس کی طرف بیوی بچہ کی نسبت کر کے جھوٹ میں غلو کرتا تھا......۲......) اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ (''ان'' یہاں مخففہ ہے اصل میں ''انـہ'' تھا) ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے (اللہ ﷻ کو ان امور کے ساتھ متصف کر کے حتی کہ ہم ان کے اس جھوٹ کو صحیح مان کر آگے بیان کرنے لگے) اور آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے (جب کہ دوران سفر وہ کسی منزل پر اترتے اور خوف محسوس کرتے تو ہر شخص یوں کہتا میں اس مقام کے بے وقوفوں کے شر سے بچنے کے لیے اس مقام کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں، یعوذون بمعنی یستعیذون ہے) تو انہوں نے (یعنی لوگوں کے ان سے پناہ مانگنے) اور تکبر بڑھایا (رھقا بمعنی طغیانا ہے، اور کہنے لگے ہم جنات وانسانوں کے سردار ہیں) اور انہوں نے (یعنی جنوں نے) گمان کیا جیسا کہ (اے انسانو!) تمہیں گمان ہے کہ (موت آنے کے بعد) اللہ ہرگز کسی کو نہیں اٹھائے گا (جنات نے کہا) اور یہ کہ ہم نے آسمانوں کو چھوا (ہم سے بعض نے چوری چھپے باتیں سننے کے لیے) تو اسے پایا کہ بھر دیا گیا (فرشتوں کے) سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے (جلانے والے ستاروں سے اور یہ معاملہ نبی پاک ﷺ کی بعثت کے وقت ہوا......۲......) اور یہ کہ ہم (حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے) آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے (للسمع بمعنی نستمع ہے) پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لپٹ پائے (جو اس پر پھینکنے کے لیے تیار کیا گیا ہے) اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے (فرشتوں کی باتیں سننے سے روک دیئے جانے کے بعد) زمین والوں سے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی (رشدا بمعنی خیرا ہے) اور یہ کہ ہم میں (قرآن کو سننے کے بعد) کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں (یعنی ایسے جن ہیں جو نیکوکار نہیں) ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں (یعنی مختلف فرقوں میں بٹے ہیں مسلمان اور کافر......۳......) اور یہ کہ ہمیں یقین ہوا کہ (''ان'' مخففه من الثقلية ہے اصل میں ''انه'' تھا) ہرگز زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں (یعنی زمین میں رہ کر اس کے قابو سے نہیں نکل سکتے اور نہ زمین سے آسمان کی طرف بھاگ سکتے ہیں) اور یہ کہ ہم نے ہدایت کو (یعنی قرآن پاک کو) سنا اس پر ایمان لائے جو اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے خوف نہیں (''فلا یخاف'' میں بعد فاء ''ھو'' ضمیر مقدر ہے) کمی (یعنی نیکیوں میں کمی) اور نہ زیادتی کا (گناہوں میں اضافہ کر کے، رھقا بمعنی ظلما ہے) اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم (سبب اپنے کفر کے، القسطون بمعنی الجائرون ہے) تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی (یعنی انہوں نے ہدایت کا قصد کیا) اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے (حطبا کے معنی ایندھن ہے، ضمائر ''انا، انھم، انه بارہ مقامات پر یعنی ''انه'' سے لے کر فرمان باری تعالی ''وانا منا المسلمون'' تک انہیں کلام مستانفہ ہونے کی وجہ سے ہمزہ مکسورہ کے ساتھ اور اختیار کردہ توجیہ کے مطابق ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہیں اللہ ﷻ نے کفار مکہ کے بارے میں فرمایا) اور یہ کہ (''ان'' مخففه من الثقيلة ہے اس کا اسم محذوف ہے دراصل

''انهم'' کا عطف ''انــه استمع'' پر ہے) اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے (یعنی راہ اسلام پر) تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے (آسمان سے بعد اس امر کے کہ بارش سات سال سے روک دی گئی تھی، غدقا بمعنی کثیرا ہے......ہے......) کہ انہیں جانچیں (لنفتنهم بمعنی لنختبرهم ہے) اس میں (تاکہ ہم دکھادیں کہ وہ کیسا شکرادا کرتے ہیں) اور وہ جو اپنے رب کے ذکر (یعنی قرآن پاک) سے منہ پھیرے وہ اسے داخل کرے گا (''یسلکه'' علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی یدخله ہے) سخت عذاب میں (صعدا بمعنی شاقا ہے) اور یہ کہ مسجدیں (یعنی نماز کی جگہیں) اللہ ہی کی ہیں تو (اس میں) اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو (شرک کرکے، جیسا کہ یہود ونصاری نے اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں جاکر شرک کیا) اور یہ کہ (''انــه'' میں ''ان'' کو مفتوح اور بربنائے استیناف مکسور پڑھا گیا ہے اور ضمیر متصل ضمیرِ شان ہے) جب اللہ کا بندہ (نبی اللہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی بندگی کرنے کو کھڑا ہوا (بطن نخلہ میں، یدعون بمعنی یعبدون ہے) تو قریب تھا کہ (آپ کی زبانی تلاوت سننے والے جنات) اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں (قرآن سننے کی حرص وشوق کی وجہ سے، ''لبدا'' لام مکسورہ ومضمومہ کے ساتھ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یهدی الی الرشد فامنابه﴾

قل: قول، اوحی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، انه: حرف مشبہ واسم، استمع: فعل، نفر: موصوف، من الجن: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، سمعنا: فعل بافاعل، قرانا: موصوف، عجبا: صفت اول، یهدی الی الرشد: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، امنابه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولن نشرک بربنا احدا وانه تعلی جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولاولدا﴾

و: عاطفہ، لن نشرک: فعل نفی بافاعل، بربنا: ظرف لغو، احدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انه حرف مشبہ واسم، تعلی جد ربنا: جملہ فعلیہ معترضہ، ما اتخذ: فعل نفی بافاعل، صاحبة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ولدا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل ''انه استمع'' پر معطوف ہے۔

﴿وانه کان یقول سفیهنا علی الله شططا﴾

و: عاطفہ، انه حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، یقول سفیهنا: فعل وفاعل، علی الله: ظرف لغو، شططا: ''قولا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل ''انه استمع'' پر معطوف ہے۔

﴿وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی الله کذبا﴾

و: عاطفہ، انا حرف مشبہ واسم، ظننا: فعل بافاعل، ان: مخففہ ضمیر شان محذوف کا اسم، لن تقول: فعل نفی، الانس والجن: فاعل، علی الله: ظرف لغو، کذبا: ''قولا'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل ''انه استمع'' پر معطوف ہے۔

﴿وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا﴾

و: عاطفہ، انه حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص، رجال: موصوف، من الانس: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، یعوذون: فعل بافاعل، ب: جار، رجال: موصوف، من الجن: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،زادوھم :فعل بافاعل ومفعول ،رھقا :مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿وانھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا﴾

و :عاطفہ ،انھم :حرف مشبہ واسم ،ظنوا :فعل بافاعل ،کاف :جار ،ما :موصولہ ،ظننتم :فعل بافاعل ،ان :مخففہ باضمیر شان محذوف اس کا اسم ،لن یبعث اللہ :فعل نفی وفاعل ،احدا :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر "ظنا" مصدر محذوف کی صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿وانا لمسنا السماء فوجدنھا ملئت حرسا شدیدا و شھبا﴾

و :عاطفہ ،انا :حرف مشبہ واسم ،لمسنا السماء :جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،وجدنھا :فعل بافاعل ومفعول ،ملئت :فعل مجہول "ھی" ضمیر ذوالحال ،حرسا شدیدا :مرکب توصیفی معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،شھبا :معطوف ،ملکر حال ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد لہ شھابا رصدا﴾

و :عاطفہ ،انا :حرف مشبہ واسم ،کنا :فعل ناقص باسم ،نقعد :فعل بافاعل ،منھا :ظرف لغو مقدم ،مقاعد :اسم ظرف ،ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف ،للسمع :ظرف مستقر صفت ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے ،ف :عاطفہ ،من :شرطیہ مبتدا ،یستمع الان :فعل بافاعل وظرف ،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،یجدلہ :فعل بافاعل وظرف مستقر مفعول ثانی ،شھابا رصدا :مرکب توصیفی مفعول اول ،ملکر جملہ فعلیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض اما ارادبھم ربھم رشدا﴾

و :عاطفہ ،انا :حرف مشبہ واسم ،لاندری :فعل نفی بافاعل ،ھمزہ :حرف استفہام ،شر :مبتدا ،ارید :فعل مجہول بانائب الفاعل ،بمن فی الارض :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ ،ام :عاطفہ ،ارادبھم :فعل وظرف لغو ،ربھم :فاعل ،رشدا :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿وانا منا الصلحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا﴾

و :عاطفہ ،انا :حرف مشبہ واسم ،منا :ظرف مستقر خبر مقدم ،الصلحون :مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،منا :ظرف مستقر خبر مقدم ،دون :بمعنی ،غیر مضاف ،ذلک :مضاف الیہ ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے ،کنا :فعل ناقص بااسم ،طرائق :موصوف ،قددا :صفت ،ملکر خبر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ھربا﴾

و :عاطفہ ،انا :حرف مشبہ واسم ،ظننا :فعل بافاعل ،ان :مخففہ باضمیر شان محذوف اس کا اسم ،لن نعجز اللہ :فعل نفی بافاعل ومفعول ،فی الارض :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،لن نعجز :فعل نفی "نا" ضمیر ذوالحال ،ھربا :حال ،ملکر فاعل ،ہ :ضمیر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿وانا لما سمعنا الھدی امنا بہ فمن یومن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا﴾

و: عاطفہ، انا جرف مشبہ واسم، لما: شرطیہ، سمعنا الھدی: جملہ فعلیہ شرط، امنابہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یومن بربہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لایخاف: فعل نفی بافاعل، بخسا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، رھقا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا﴾

و: عاطفہ، انا جرف مشبہ واسم، منا: ظرف مستقر خبر مقدم، المسلمون: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، منا القاسطون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، اسلم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، تحروا رشدا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا﴾

و: عاطفہ، اما جرف شرط، القاسطون: مبتدا، ف: جزائیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، لجھنم: ظرف مستقر حال مقدم، حطبا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھمایکن من شیء فی الدنیا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینھم ماء غدقا لنفتنھم فیہ﴾

و: عاطفہ، ان مخففہ باضمیر شان محذوف اسم، لو: شرطیہ، استقاموا علی الطریقۃ: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، اسقینھم: فعل بافاعل ومفعول، ماء غدقا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، لام: جار، نفتنھم فیہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعرض عن ذکر ربہ: جملہ فعلیہ شرط، یسلکہ: فعل بافاعل ومفعول، عذابا صعدا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان المسجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا﴾

و: عاطفہ، ان المسجد: حرف مشبہ واسم، للہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، لا تدعوا: فعل نہی بافاعل، مع اللہ احدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا﴾

و: عاطفہ، انہ جرف مشبہ واسم، لما: شرطیہ، قام: فعل، عبداللہ: ذوالحال، یدعوہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، کادوا: فعل مقارب بااسم، یکونون: فعل ناقص بااسم، علیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، لبدا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر ماقبل "انہ استمع" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

جن کے معنی اور ان کا قرآن سننا:

ا...... الجن کی اصل وہ چیز ہے جو انسان کے حواس سے پوشیدہ ہو، اور جن کی دو قسمیں ہیں: (۱)...... روحانی جو کہ حواس سے پوشیدہ ہوتی ہے اور اس قسم میں ملائکہ اور شیاطین داخل ہیں، تمام ملائکہ جن (پوشیدہ) ہیں جب کہ تمام جن ملائکہ نہیں، اور یہ قول ابو

صالح کا ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بعض جن روحانی ہوتے ہیں اور روحانیین کی تین اقسام ہیں: ایک اخیار کہلاتے ہیں مراد اُن سے ملائکہ ہیں، دوسرے اشرار کہلاتے ہیں مراد اس سے شیاطین ہیں اور تیسرے اوساط کہلاتے ہیں جن میں اشرار واخیار دونوں ہی کا ملا جُلا معاملہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وانا منا المسلمون ومنا القسطون اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم(الجن:۱۴)﴾۔ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو جنین کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی دیگر انسانوں سے بلکہ خود ماں سے پوشیدہ ہوتا ہے کہ جنین کی حالت مذکر ہے یا مونث ہے۔ (المفردات، ص ۱۰۵)

☆...... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے تشریف لے گئے، اس اثناء میں شیاطین جنات اور آسمان کی خبروں کے مابین کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آجاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہوگیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کے مابین کوئی چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کے مابین وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق ومغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی نئی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور انہوں نے سفر کیا اور اس چیز پر غور کرتے گئے کہ ان کے اور آسمان کے مابین کونسی چیز حائل ہوگئی ہے؟، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں سید عالم ﷺ کھجور کے درخت کے پاس موجود تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے مابین حائل ہوگئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا اے ہماری قوم! ﴿انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا ہم نے عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے(الجن:۱ تا ۲)﴾۔ اور اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن تم فرماؤ کہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا(الجن:۱)﴾۔ اور آپ کی جانب جنات کے قول کی وحی کر دی گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الجن قل اوحی الی، رقم: ۴۹۲۱، ص۸۷۶)

سید عالم ﷺ اور صحابہ کا جنات کو دیکھنا:

۲...... سید عالم ﷺ کے جنات کو دیکھنے یا نہ دیکھنے دونوں جانب کی احادیث مروی ہیں اور حقیقت حال اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے تاہم موضوع کے اعتبار سے دو اقسام کی احادیث درج ذیل نقل کی جاتی ہیں۔

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں سید عالم ﷺ کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے''؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ پانی ہے، آپ نے فرمایا: ''مجھ پر ڈالو''، پھر آپ نے وضو فرمایا، پس نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ وسننھا، باب الوضوء بالنبیذ، رقم: ۳۸۵، ص۸۴)

☆...... علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو پوچھا کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات سید عالم ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ ﷺ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب میں یوں کہا کہ: ہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہ تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ ﷺ کو گم پایا اور ہمیں یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ ﷺ کو دھوکہ دے دیا ہے، یا کوئی اور غیر مناسب واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ پیش آیا ہے، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غارِ حرا کی جانب سے آتے ہوئے

ملاحظہ فرمایا، ہم نے استفسار کیا: یارسول اللہ ﷺ! اور ہم نے آپ ﷺ سے اپنی پریشانی بیان کی، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، اور میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا''، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شعبی کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا یہ سب ایک جزیرے کے جن تھے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانوں! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنات کی خوراک ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الجهر بالقرائةفی الصبح، رقم: (۹۰۳)/ ٤٥٠، ص ۲۱۹)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ایک سرکش جن مجھ پر رات کو حملہ آور ہونے لگا تا کہ میری نماز خراب کرے، اللہ عزوجل نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، یہاں تک کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، لیکن مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی ﴿رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو (ص: ۳۵)﴾، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الاسیر او الغریم یربط فی المسجد، رقم: ٤٦١، ص ۸۰)

☆......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے تشریف لے گئے، اس اثناء میں شیاطین جنات اور آسمان کی خبروں کے مابین کوئی چیز حائل ہو گئی تھی......... ماقبل حاشیہ نمبر ''۱'' میں روایت موجود ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الجن قل اوحی الی، رقم: ٤٩٢١، ص ۸۷٦)

دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک سید عالم ﷺ نے جنات کو نہیں دیکھا جب کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے جنات کو ملاحظہ کیا ہے۔

جنات کے مومن وکافر ہونے کا بیان:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یھدی الی الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے (الجن: ۲)﴾، ﴿وانا منا الصلحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں (الجن: ۱۱)﴾۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر ان کے کفار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنی بھی ہیں اور بدمذہب بھی، اور ان میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: ان میں قدریہ، مرجیہ، خوارج، روافض، شیعہ اور سنی ہوتے ہیں۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۲۲۷)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: ابن عباس، مجاہد، قتادہ، سفیان رضی اللہ عنہم وغیرہ کے قول کے مطابق جنات میں ہوائے نفس ہوتی ہے اور ان میں مسلمان اور مشرک یعنی کافر سب ہی پائے جاتے ہیں۔ (الطبری، الجزء: ۲۹، ص ۱۳۳)

دین پر استقامت اور مائے غدق کی بشارت:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وان لو استقاموا علی الطریقة لاسقینھم ماء غدقا اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے (الجن: ۱۶)﴾۔ کثرت سے سیراب ہونا، اسی سے آنکھ کا بہت زیادہ آنسو بہانا، اغدق العیش یعنی آسودہ حال ہونا، اغدقت الارض یعنی زمین کا سرسبز ہونا مراد ہے، غدقا المکان یعنی بارش سے تر ہونا اور سرسبز

ہونا۔الغرض زیادتی اور فراوانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔دین اسلام پر عمل کرنے کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان اُخروی زندگی میں سیرابی اور شادابی حاصل کرلے۔اگر نافرمان لوگ حق کے طریقے پر قائم ہوجائیں اور استقامت اختیار کرلیں تو ان پر رزق وسیع کردیا جائے گا،اور دنیا میں بھی اِس کی برکت سے انہیں فراخی ملے گی جس سے نفع اٹھائیں گے۔ابن عباس کہتے ہیں کہ استقامت اور طاعت کی برکت سے انہیں پاک اور کثیر پانی سے سیراب کریں گے۔مجاہد کہتے ہیں کہ اسلام کے طریقے پر جو کاربند رہتے ہیں انہیں کثیر منافع دیئے جاتے ہیں اور انہیں ہم بہت مال دینگے۔قتادہ کہتے ہیں کہ جو ایمان لائیں ان سب کے لئے ہم دنیا کی زندگی بھی وسیع کردیں گے اور انہیں وسیع رزق عطا کریں گے۔اور بعض مفسرین نے یہ قول بھی کیا ہے کہ جو گمراہی پر ڈٹ جائے ہم اُنہیں رزق میں کشادگی دیں گے لیکن یہ کشادگی اُن پر اللہ ﷻ کا انعام نہیں بلکہ ان کے لئے ڈھیل اور آزمائش کی وجہ سے ہوگی۔(الطبری، الجزء:۲۹،ص ۱۳۶ وغیرہ)

اغراض:

جن نصیبین: یمن کا علاقہ ہے اور اصل کے اعتبار سے منصرف ہے جب کہ اس کے علاوہ اس میں علیت اور عجمہ بھی مانا جاتا ہے۔فی صلاۃ الصبح: حاشیہ نمبر''۱'' کے تحت حدیث کا مطالعہ کیجئے۔بین مکۃ و الطائف: یعنی طائف اور مکہ کے مابین ایک رات کا فاصلہ تھا۔فی فصاحتہ: فی بمعنی من ہے،جس پر ماقبل دلالت کرتا ہے یا سببیہ ہے۔وغیر ذلک: جیسا کہ غیب کی خبریں۔مخففۃ: اور ﴿ان﴾ کا اسم ضمیر شان مضمر ہے اور جملہ منفیہ اس کی خبر ہے۔قال تعالی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ مقالہ اور اس کا مابعد مقالہ اللہ کے کلام ہیں جب کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ جن کے کلام ہیں۔حین ینزلون: اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی وادی میں رات قیام کرتے تو یوں کہتے:''اعوذ بسید ھذا الوادی من سفھاء قومہ یعنی میں وادی کی بیوقوف قوم کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں ،مراد جن ہوتے تھے کہ وہ جن سے پناہ مانگتے تھے،پس رات اسی طرح امن سے گزارتے یہاں تک کہ صبح کرتے،اور وہ اس میں خیر جانتے،اور ابتداء میں یمن کی بنی حنیفہ قوم کا یہ حال تھا بعد میں عرب میں یہ طریقہ پھیلتا گیا اور جب اسلام غالب آیا اللہ کی پناہ مانگی جانے لگی نہ جن کی،المختصر۔رمنا: بمعنی قصدنا اور طلبنا ہے۔نجوما محرقۃ: مناسب ہوتا کہ یوں کہا جائے:''شعلا منفصلۃ من نار الکواکب: یعنی ستاروں سے جُدا ہونے والے شعلے''۔کیونکہ شہاب سے مراد وہ شعلے ہیں جو کواکب سے نکلتے ہیں۔

وذلک: سے آسمان کا سخت پہروں اور شہابوں میں ہونا مراد ہے۔ای قوم غیر صالحین: سے مراد غیر مسلمین ہیں۔

وانا: قاضی مظہری کا یہاں بہت عمدہ کلام ہے چنانچہ کہتے ہیں،﴿انا لمسنا السماء﴾ سے لیکر ﴿انا منا المسلمون﴾ کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنوں کا کلام ہے،اس لئے اِنَّ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اَن پڑھیں تو تکلف کرنا ضروری ہوگا کہ اَنکا عطف آمنا بہ کے جار مجرور پر ہوگا اور اس صورت میں ان جملوں کا عطف ﴿انہ استمع نفر من الجن﴾ پر کرنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور یہ امر مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے۔قال تعالی فی کفار مکۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان:﴿وان لو استقاموا...... الخ﴾ کا متعلق''الجن''،نہیں،بلکہ تکمل جملہ اللہ کی وحی کو شامل ہے۔ای طریقۃ الاسلام: مراد اسلام کے طریقے پر عمل کرنا ہے،اور اسلام کا طریقہ مامورات پر عمل اور منہیات سے بچنا ہے۔علم ظھور: خلائق کے لئے،جب کہ اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں،معنی یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ علم سے متعلق امور ظاہر فرما دیتا ہے۔شاقا: لازم کے ساتھ تفسیر کی،ورنہ الصعود بمعنی العلو والارتفاع ہے۔یحجون مکۃ: یعنی مکہ مکرمہ کا حج کرتے،یہاں سید عالم ﷺ کی دعوت تبلیغ دینے کا بیان ہے کہ لوگ اُن کی تبلیغ کو سننے کے شوق میں جمع ہوجاتے اور پہلی مرتبہ یہ معاملہ وادی نخل میں اور دوسری مرتبہ حج کے ایام میں ہوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وادی نخل میں سات یا نو افراد جمع ہوئے جو کہ اس فرمان کے منافی نہیں:﴿کادوا یکونون علیہ لبدا﴾۔ (الصاوی، ج۶،ص ۱۷۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿قل﴾مُجِيْبًا لِلْكُفَّارِ فِيْ قَوْلِهِمْ اِرْجِعْ عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ قَالَ ﴿انما ادعوا ربی﴾اِلٰهًا﴿ ولا اشرک به احدا(۲۰)قل انی لااملک لکم ضرا﴾غَيًّا﴿ ولا رشدا (۲۱)﴾خَيْرًا﴿قل انی لن يجيرنی من الله﴾مِنْ عَذَابِهٖ اِنْ عَصَيْتُهٗ﴿ احد ولن اجد من دونه﴾اَيْ غَيْرِهٖ﴿ ملتحدا(۲۲)﴾مُلْتَجَاءً﴿الا بلغا﴾اِسْتِثْنَاءٌ مِنْ مَفْعُوْلِ اَمْلِكُ اَيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ اِلَّا الْبَلَاغَ اِلَيْكُمْ﴿ من الله﴾اَيْ عَنْهُ﴿ ورسلته﴾عَطْفٌ عَلٰى بَلٰغًا وَمَا بَيْنَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ اِعْتِرَاضٌ لِتَاكِيْدِ نَفْيِ الْاِسْتِطَاعَةِ﴿ ومن يعص الله ورسوله﴾فِي التَّوْحِيْدِ فَلَمْ يُؤْمِنْ ﴿ فان له نار جهنم خلدين﴾حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ مَنْ فِيْ لَهٗ رِعَايَةً لِمَعْنَاهَا وَهِيَ حَالٌ مُقَدَّرَةٌ وَالْمَعْنٰى يَدْخُلُوْنَهَا مُقَدَّرًا خُلُوْدُهُمْ﴿ فيها ابدا (۲۳)حتی اذا راوا﴾حَتّٰى اِبْتِدَائِيَّةٌ فِيْهَا مَعْنَى الْغَايَةِ لِمُقَدَّرٍ قَبْلَهَا اَيْ لَا يَزَالُوْنَ عَلٰى كُفْرِهِمْ اِلٰى اَنْ يَّرَوْا﴿ ما يوعدون﴾مِنَ الْعَذَابِ﴿ فسيعلمون ﴾عِنْدَ حُلُوْلِهٖ بِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ اَوْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴿من اضعف ناصرا واقل عددا (۲۴)﴾اَعْوَانًا اَهُمْ اَمِ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلَى الْقَوْلِ الْاَوَّلِ اَوْ اَنَا اَمْ هُمْ عَلَى الثَّانِيْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ فَنَزَلَ﴿قل ان﴾اَيْ مَا﴿ادری اقريب ما توعدون﴾مِنَ الْعَذَابِ﴿ ام يجعل له ربی امدا(۲۵)﴾غَايَةً وَاَجَلًا لَّا يَعْلَمُهٗ اِلَّا هُوَ﴿علم الغيب﴾مَا غَابَ بِهٖ عَنِ الْعِبَادِ﴿ فلا يظهر﴾يُطْلِعُ﴿ على غيبه احدا (۲۶)﴾مِنَ النَّاسِ﴿الا من ارتضى من رسول فانه﴾مَعَ اِطِّلَاعِهٖ عَلٰى مَاشَاءَ مِنْهُ مُعْجِزَةً لَّهٗ﴿ يسلک ﴾يَجْعَلُ وَيَسِيْرُ﴿من بين يديه﴾اَيِ الرَّسُوْلِ﴿ ومن خلفه رصدا(۲۷)﴾مَلٰئِكَةً يَحْفَظُوْنَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَهٗ فِيْ جُمْلَةِ الْوَحْيِ﴿ليعلم﴾اَللّٰهُ عِلْمَ ظُهُوْرٍ﴿ان﴾ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ اَيْ اَنَّهٗ﴿ قد ابلغوا﴾اَيِ الرُّسُلُ﴿ رسلت ربهم﴾رُوْعِيَ بِجَمْعِ الضَّمِيْرِ مَعْنٰى مَنْ﴿ واحاط بما لديهم﴾عَطْفٌ عَلٰى مُقَدَّرٍ اَيْ فَعَلِمَ ذٰلِكَ﴿ واحصى كل شیء عددا (۲۸)﴾تَمْيِيْزٌ وَهُوَ مُحَوَّلٌ الْمَفْعُوْلِ وَالْاَصْلُ اَحْصٰى عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ.

﴿ترجمہ﴾

فرمایا(کافروں کی اس بات کہ ''تم اپنے مذہب کو چھوڑ دو'' کا جواب دیتے ہوئے ایک قرائت میں'' قال '' کی جگہ قل پڑھا گیا ہے)میں تو اپنے رب ہی کو(معبود) مانتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا تم فرماؤ میں تمہارے برے بھلے کا مالک نہیں (ضرا بمعنی غیا اور رشدا بمعنی خیرا ہے)تم فرماؤ ہر گز مجھے اللہ سے (یعنی اس کے عذاب سے) کوئی نہ بچا سکے گا (اگر بالفرض میں اس کی نا فرمانی کروں)اور ہر گز اس کے سوا(دونه بمعنی غیره ہے) کوئی پناہ نہ پاؤں (ملتحدا بمعنی ملتجا ہے) مگر اللہ کے پیام پہچانا (''بلاغا '' یہ''املک '' کے مفعول سے مستثنیٰ ہے،مقدر عبارت یہ ہے''لا املک لکم الا البلاغ الیکم من الله ''میں من بمعنی عن ہے)اور اس کی رسالتیں (''رسالة '' کا عطف''بلاغا '' پر ہے مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے درمیان استطاعت کی نفی کو موکد کرنے کے لیے یہ کلام معترضہ ہے)اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے (توحید کے بارے میں اور ایمان نہ لائے) تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں (''خلدین ''یعص کی ضمیر سے حال ہے،''له '' کو ذکر کرنے میں ''من '' کے معنیٰ کی رعایت کی گئی ہے یہ حال مقدر بن رہا ہے عبارت مقدرہ یوں ہوگی،ای یدخلونها مقدرا خلودهم) یہاں تک جب دیکھیں گے

(یہاں حتی اس میں ماقبل مقدر کے لیے غایت کا معنی پایا جارہا ہے معنی آیت یہ ہے یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہیں گے اگر چہ دیکھ لیں)جو وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی عذاب کو) تو اب جان جائیں گے (یوم بدر خود پر عذاب نازل ہوتے وقت یا بروز قیامت) کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم (مددگاروں کی پہلے کے مطابق مراد یہ ہوگی کہ ان کافروں کی یا مسلمانوں کی اور دوسرے قول کے مطابق معنی یہ ہوگا میری یا ان کافروں کی یا ان مسلمانوں کی اور دوسرے قول کے مطابق معنی یہ ہوگا میری یا ان کافروں کی بعض کافروں نے نزول عذاب سنکر کہا یہ وعدہ کب آئے گا تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) تم فرماؤ میں نہیں جانتا (ان بمعنی مـا نافیہ ہے) آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی عذاب) یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا (جس کا علم اسی کو ہے، امد کے معنی غایت مدت کے ہے)غیب کا جاننے والا (یعنی ان امور کو جاننے والا جو بندوں کے لیے غیب ہے) تو وہ ظاہر نہیں فرماتا (یعنی مطلع نہیں فرماتا) اپنے غیب پر (لوگوں میں سے) کسی کو سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے وہ (انبیاء میں سے بطور معجزہ جسے غیب پر اپنی مشیت کے مطابق مطلع فرمادیتا ہے......) کہ مقدر کردیتا ہے (یسلک بمعنی یجعل ویسیر ہے) ان کے (یعنی رسولوں کے) آگے پیچھے پہرا (فرشتوں کا کہ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں حتی کہ جملہ وحی ان رسول تک پہنچ جاتی ہے) تا کہ دیکھ لے وہ (اللہ ﷻ اپنا علم ظاہر فرما کر لوگوں کو دکھا دے) کہ (''ان'' مخففہ من الثقیلۃ ہے، اصل میں ''انہ'' ہے) انہوں نے (یعنی رسولوں نے) اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے (یہاں ضمیر جمع کو ذکر کرنے میں ''من'' کے معنی کی رعایت کی گئی ہے) اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے (''واحاط بما لدیھم'' کا عطف عبادت مقدرہ ''فعلم ذلک'' پر ہے) اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے (''عددا'' تمیز ہے جسے مفعول سے پھیرا گیا ہے، اصل میں عبارت یوں ہے احصی عدد کل شیء)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احدا﴾

قل: قول، انما: حرف شبہ وما کافہ، ادعوا ربی: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا اشرک: فعل نفی با فاعل، بہ: ظرف لغو، احدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا﴾

قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، لا املک لکم: فعل نفی با فاعل وظرف لغو، ضرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، رشدا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا الا بلغا من اللہ ورسلتہ﴾

قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، لن یجیرنی: فعل نفی ومفعول، من اللہ: ظرف لغو، احد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لن اجد: فعل نفی با فاعل، من دونہ: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملتحدا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، الا: اداۃ استثناء، بلغا: موصوف، من اللہ: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، رسلتہ: معطوف، ملکر ماقبل ''الا املک'' کے مفعول سے حال واقع ہے۔

﴿ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خلدین فیھا ابدا﴾

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعص اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان: حرف مشبہ، لام: جار، ہ: ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا ابدا: شبہ جملہ حال، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، نار جھنم: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿حتی اذا راوما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا﴾
حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راوا: فعل بافاعل، مایوعدون: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، سیعلمون: فعل بافاعل، من: استفہامیہ مبتدا، اضعف: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، ناصرا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقل عددا: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مجرور، ملکر ماقبل فعل "یکونون علیہ لبدا" کیلئے ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا﴾
قل: قول، ان: نافیہ، ادری: فعل بافاعل، ھمزہ: حرف استفہام، قریب: خبر مقدم، ماتوعدون: موصول صلہ ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، یجعل: فعل، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ربی: فاعل، امدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربھم﴾
علم الغیب: "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، لایظھر: فعل نفی بافاعل، علی غیبہ: ظرف لغو، احدا: مبدل منہ، الا: اداۃ حصر، من: موصولہ، ارتضی: فعل بافاعل، من: زائد، رسولا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، یسلک: فعل بافاعل، من بین یدیہ: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من خلفہ: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، رصدا: مفعول، لام: جار، یعلم: فعل بافاعل، ان: مخففہ باضمیر شان محذوف اسم، قدابلغوا رسلت ربھم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واحاط بما لدیھم واحصی کل شیء عددا﴾
و: عاطفہ معطوف علی محذوف "فعلم ذلک" احاط: فعل بافاعل، بمالدیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، احصی: فعل بافاعل، کل شیء: ممیز، عددا: تمیز، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......الابلغا من اللہ ورسلتہ...... ☆نضر بن حارث نے کہا تھا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اس کے جواب میں آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

علم غیب سے متعلق مفصل بحث:

۱...... علم غیب سے متعلق ہم نے کئی مقامات پر بحث کی ہے لیکن یہاں ہم باقاعدہ قرآن، حدیث، ائمہ، صلحاء، فقہاء، سیرت نگاروں الغرض مختلف عنوانات قائم کرکے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کریں گے، ساتھ ہی مسئلہ کی وضاحت کے لئے مخالفین کی عبارات بھی من وعن نقل کریں گے تاکہ کسی کو اشکال نہ رہے اور جسے اللہ ﷻ کی جانب سے ہدایت ملے وہی نجات پانے والا ہے۔

قرآن سے نبی علیہ السلام کے غیب کا ثبوت:

یہاں ہم ان آیات کا ذکر کریں گے جس سے اہل سنت و جماعت سید عالم ﷺ کی ذات اقدس کے لئے غیب کا علم مانتے ہیں: ﴿عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر تو کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (الجن:۲۶) ﴾، ﴿ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ غیب کی خبریں ہیں ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں (ال عمران:۴۴) ﴾، ﴿وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ......الخ اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے (ال عمران:۱۷۹) ﴾، ﴿تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (ھود:۴۹) ﴾، ﴿ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (یوسف:۱۰۲) ﴾، ﴿وما ھو علی الغیب بضنین اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں (التکویر:۲۴) ﴾۔

احادیث سے نبی علیہ السلام کے علم غیب کا ثبوت:

☆...... حضرت طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر موجود تھے تو سید عالم ﷺ نے مخلوق کی ابتداء سے انتہاء تک سب کچھ بیان فرما دیا یہاں تک کہ جنتی اپنی منازل میں اور جہنمی اپنی منازل میں پہنچ گئے پس جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا"۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب: ما جاء فی قول اللہ، رقم:۳۱۹۲،ص ۵۳۲)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سید عالم ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی، پھر خطاب فرمایا پس آپ ﷺ نے ہمیں قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے بارے میں خبر دے دی، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا سو اس نے بھلا دیا۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما اخبر النبی ﷺ، رقم:۲۱۹۸، ص ۶۴۰)

فقہائے کرام و دیگر شارحین کے حوالہ جات در باب علم غیب مصطفیٰ:

اس میں بھی تین اقسام کے مسائل موجود ہیں:

قسم اول کے مسائل: (۱)...... اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے، بے اُس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔ (۲)...... سید عالم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بعض غیوب کا علم دیا۔ (۳)...... سید عالم ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے، ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔ (۴)...... جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اُس کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لئے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔ (۵)...... زید و عمرو ہر بچے، پاگل، چوپائے کو علم غیب میں محمد ﷺ کے مماثل کہنا سید عالم ﷺ کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے، یہ سب مسائل ضروریات دین سے ہیں اور اُن کا منکر ان میں ادنی شک لانے والا قطعاً کافر ہے۔

قسم ثانی کے مسائل: (۶)...... اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالی ببر کاتھم فی الدارین کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں، مگر بوساطت رسل علیھم السلام، معتزلہ خذلھم اللہ تعالی کہ صرف رسولوں کے لئے اطلاع غیب مانتے اور اولیائے کرام کے علوم غیب کا اصلاً حصہ نہیں مانتے گمراہ و مبتدع ہیں۔ (۷)...... اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین ﷺ کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواترۃ المعنی کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے۔

قسم ثالث کے مسائل: (۸)...... سید عالم کو تعیین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔ (۹)...... سید عالم ﷺ کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم

ہے۔(۱۰)...... جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روزاول سے روز آخر تک تمام ماکان و مایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور در بارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔(۱۱)...... سید عالم ﷺ کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔(۱۲)...... جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ،رسالہ:رماح القہار علی کفر الکفار، ج۲۹،ص۴۱٤وغیرہ)

امام شعرانی کتاب الیواقیت الجواھر میں شیخ اکبر سے نقل کرتے ہیں:''لمجتھدین القدم الراسخ فی علوم الغیب علم غیب میں ائمہ مجتہدین کے لئے مضبوط قدم ہے''۔ (الیواقیت الجواھر، البحث التاسع والاربعون، ج۲،ص ٤٨٠)

امام قسطلانی ''مواھب اللدنیہ'' میں لکھتے ہیں: النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب کی خبر دینا۔ (المواھب اللدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الاول، ج۲،ص ٤٥)

فتاوی شامی میں ہے:لو ادعی علم الغیب بنفسہ یکفر اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعوی کرے تو کافر ہے۔

علامہ صاوی کا نظریہ در بابِ علمِ غیب مصطفی ﷺ:

اللہ ﷻ کے فرمان:﴿فلا یظھر علی غیبہ احدا﴾ میں اظہار تامہ، کاملہ اور مخلوق کے لئے غیب کے جاننے کا جائز ہونا ثابت ہے ،اور یہ آیت حضرات اولیائے کرام کے کشف کی نفی نہیں کرتی لیکن حضرات انبیائے کرام کے غیب کی خبر حضرات اولیائے کرام کی کشف کی خبر سے زیادہ قوی ہوتی ہیں اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام کو غیب وحی کے ذریعے دیا جاتا ہے اور یہ معصوم ہوتے ہیں جب کہ حضرات اولیائے کرام کی اطلاع وحی پر مبنی نہیں ہوتی، پس حضرات انبیائے کرام کی عصمت واجب ہے اور حضرات اولیائے کرام کی عصمت جائز ہے۔اور اللہ کا فرمان:﴿الا من ارتضی﴾ یعنی وہ رسول جنہیں اپنے غیوب کی اطلاع دینے پر اللہ راضی ہوا اور اللہ اپنے غیب جس پر چاہتا ہے ظاہر فرماتا ہے۔ (الصاوی، ج٦،ص١٨٤)

علمائے دیو بند کی علم غیب مصطفی ﷺ کے حوالے سے عبارات:

سید عالم ﷺ کی ذات پاک سے مطلقاً علم غیب کی نفی کرنا درست نہیں۔اور ایسا کوئی اہل ایمان نہیں کرسکتا۔کسی مفسر نے سید عالم ﷺ سے کہیں بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی ہے۔لیکن علمائے دیو بند کا مؤقف اس بارے میں مختلف ہے جو کہ درج ذیل عبارات میں موجود ہے۔(۱)...... قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، اللہ ﷻ نے ان لوگوں کو اختیار دے دیا ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیں کرلیں یہ کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و مرشد کو، امام و امام زادے کو ، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں بلکہ اللہ صاحب نے اپنے ارادے سے کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دے دیتا ہے۔ (بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان،ص۱)

(۲)...... جب انبیائے کو غیب نہیں تو یا رسول اللہ ﷺ کہنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ بکفر ہے۔ (المرجع السابق)

(۳)...... لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ،ص٦١)

(۴)...... پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض

غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ (حفظ الایمان، ص ۷)

(۵)......شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس غیب سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (البراهين قاطعه، ص ۵۱)

اغراض:

غیا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ضرا﴾ بمعنی غیا ہے، پس سبب کا ارادہ کر کے مسبب کا اطلاق کیا گیا ہے، پس ''الضر'' سبب ہے ''الغی'' کا، اور مجاز مرسل ہے اور اسی طرح اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ولا رشدا﴾ میں بھی کہا گیا ہے۔

استثناء من مفعول املک: دو مجموعی امور میں سے، اور وہ دو امور یہ ہیں: ﴿ضرا﴾، ﴿ولا رشدا﴾، جب کہ دونوں میں کسی چیز سے تاویل کرنا مراد ہو جیسا کہ یوں کہا جائے: ''لا املک لکم شیئا الا بلاغا'' ، مراد استثناء متصل ہوگا اور جملہ ﴿قل انی لن یجیرنی﴾ معترضہ ہے مستثنی اور مستثنی منہ کے مابین اور نفی استطاعت کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔

عطف علی بلاغا: یعنی گویا کہ یوں کہا گیا: ''لا املک لکم الا التبلیغ والرسالۃ یعنی میں تم پر صرف تبلیغ اور رسالت کی انجام دہی کا مالک ہو'' معنی یہ ہے کہ میں تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور یہ کہ اللہ یوں فرماتا ہے اور یہ کہ میں بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے اللہ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔

فی التوحید: اللہ کے فرمان: ﴿خالدین فیها ابدا﴾ سے اخذ کیا گیا ہے اس لئے کہ خلود نار قرینہ ہے اور مراد عاصی کافر ہے۔فقال بعضھم: مراد نضر بن حارث ہے اور یہ وہ شخص ہے جس نے سید عالم ﷺ کا مذاق اڑایا اور عذاب کا انکار کیا۔ ماغاب بہ: اللہ کے فرمان: ﴿فلا یظهر علی غیبه احدا﴾ میں اظہار تامہ، کاملہ اور مخلوق کے لئے غیب کے جاننے کا جائز ہونا ثابت ہے، مزید حاشیہ نمبر''۱'' میں ملاحظہ فرمائیں یہی کلام موجود ہے۔

ملائکۃ یحفظونہ: جب اللہ کسی رسول کو مبعوث کرتا ہے، ابلیس اس رسول کے پاس فرشتے کی صورت میں آتا ہے اور اسے خبر دیتا ہے، پس اللہ اُس رسول کے آگے پیچھے فرشتے معین کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے اور شیطان کو دور بھگاتے ہیں، جب شیطان فرشتے کی صورت میں اُس رسول کے پاس آتا تو فرشتے اُسے مطلع کر دیتے کہ یہ شیطان ہے فرشتہ نہیں ہے اور جب فرشتہ حاضر ہوتا تو کہتے کہ یہ تیرے رب کا پیغام پہنچانے والا ہے۔علم ظھور: اس جملے کے ذریعے ﴿لیعلم﴾ سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنا مقصود ہے؟ میں (علامہ صاوی) یہ جواب دوں گا کہ معنی یوں ہے کہ ﴿لیظهر﴾ بمعنی ﴿لیعلم﴾ ہے۔

(الصاوی، ج۶، ص ۱۸۴۳ وغیرہ)

سورۃ المزمل مکیۃ او الاقولہ ﴿ان ربک یعلم﴾ الی آخرھا فمدنیۃ، تسع عشرۃ او عشرون آیۃ

(سورۂ مزمل مکی یا مدنی ہے سوائے اس آیت ﴿ان ربک یعلم﴾ کے، اس میں انیس یا بیس آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ المزمل

اس سورت میں دو رکوع، بیس آیتیں، دو سو پچاسی کلمے، اور آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔ ابتدائی آیات میں اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو تلقین فرمائی کہ آپ رات کا نصف یا اس سے کم و بیش مصروف عبادت رہا کریں کیونکہ رات کی خاموشیوں میں تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے روح کی توانائیوں میں اضافہ ہوتا ہے اس وقت کی عبادت سے اسرار الٰہیہ پر مطلع ہونے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے جو بندے پر فرائض عائد کیے گئے ہیں انکی ادائیگی پر قوت و ہمت پیدا ہوتی ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو بھی سحری کے وقت عبادت و ریاضت کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ انہی ارشادات کی بدولت امت کے اولیاء کرام اور صالحین سحری کے وقت جاگ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے بعد اپنے پیارے حبیب ﷺ کو فرمایا اے حبیب نبوت کی نازک اور بھاری ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں بڑی بڑی مشکلات آئیں گی، مگر آپ ان سے مت گھبرائیے، آپ اپنے رب کو اپنا کارساز بنالیجئے اگر منافقین اذیت پر اتر آئیں تو آپ صبر کی ڈھال پر ان کا ہر وار روکیں ہم خود ہی ان سے نبٹ لیں گے۔ جب ہم ان کی پکڑ کریں گے تو ان کے سارے نشے اتر جائیں گے۔ آیت ۱۵ تا ۱۹ میں کفار مکہ کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں فرعون کی موت کے حسرت ناک انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اس نے بھی اپنی قوم کے ساتھ مل کر ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ستانے میں حد پار کر دی تو ہم نے بھی ان کا کیا حال کیا، اسے اپنی قوت و شوکت پر بڑا ناز تھا لیکن جب ہمارے غضب کی بجلی ان پر پڑی تو ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ دوسرے رکوع میں نماز تہجد میں تخفیف فرما دی کیونکہ آدھی رات جاگ کر لوگوں کے لئے عبادت کرنا دشوار ہے اس لئے کہ ان میں کئی بیمار، مسافر، اور کئی جہاد میں مصروف ہوتے ہیں دن بھر کی تھکاوٹ ان کے بدنوں کو چور چور کر دیتی ہے اس لئے ان سے نرمی فرمادی کہ جتنا آسانی سے کر سکیں لیکن فرض نمازوں کی سختی سے پابندی کریں اور زکوۃ ادا کرنے میں سستی نہ کریں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ تمہیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنا مال و دولت قربان کرنا پڑے تو بخل سے کام مت لینا بلکہ بڑی فیاضی سے خرچ کرنا تم نہیں جانتے کہ قیامت کے دن یہ مال کتنے گناہ بڑھا کر تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یایھا المزمل (۱)﴾ اَلنَّبِیُّ وَاَصْلُہُ الْمُتَزَمِّلُ اُدْغِمَتِ التَّاءُ فِی الزَّاءِ اَیِ الْمُتَلفِفُ بِثِیَابِہٖ حِیْنَ مَجِیْءِ الْوَحْیِ لَہٗ خَوْفًا مِنْہُ لِھَیْبَتِہٖ ﴿قم الیل﴾ صَلِّ ﴿الا قلیلا (۲) نصفہ﴾ بَدَلٌ مِنْ قَلِیْلًا وَّقِلَّتُہٗ بِالنَّظْرِ اِلٰی کُلٍّ ﴿او انقص منہ﴾ مِنَ النِّصْفِ ﴿قلیلا (۳)﴾ اِلٰی الثُّلُثِ ﴿او زد علیہ﴾ اِلٰی الثُّلُثَیْنِ وَاَوْ لِلتَّخْیِیْرِ ﴿ورتل القران﴾ تَثَبَّتْ فِیْ تِلَاوَتِہٖ ﴿ترتیلا (۴) انا سنلقی علیک قولا﴾ قُرْاٰنًا ﴿ثقیلا (۵)﴾ مَھِیْبًا اَوْ شَدِیْدًا لِمَا فِیْہِ مِنَ التَّکَالِیْفِ ﴿ان ناشئۃ الیل﴾ اَلْقِیَامُ بَعْدَ النَّوْمِ ﴿ھی اشد وطاء﴾ مُوَافِقَۃَ السَّمْعِ لِلْقَلْبِ عَلٰی تَفَھُّمِ الْقُرْاٰنِ ﴿واقوم قیلا (۶)﴾ اَبْیَنُ قَوْلًا ﴿ان لک فی النھار سبحا طویلا (۷)﴾ تَصَرُّفًا فِیْ اِشْتِغَالِکَ لَاتَفْرُغُ فِیْہِ لِتِلَاوَتِہٖ

الْقُرْاٰنِ﴿واذکراسم ربک﴾اَیْ قُلْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اِبْتِدَاءِ قِرَاءَ تِکَ﴿وتبتل﴾اِنْقَطِعْ﴿ الیہ﴾فِی الْعِبَادِ﴿ تبتیلا (۸)﴾مَصْدَرُبَتَّلَ جِیْءَ بِہٖ رِعَایَۃً لِلْفَوَاصِلِ وَھُوَمَلْزُوْمُ التَّبَتُّلَ ھُوَ﴿رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا(۹)﴾مَوْکُوْلًالَّہٗ اُمُوْرَکَ﴿واصبرعلی ما یقولون﴾اَیْ کُفَّارُمَکَّۃَ مِنْ اَذَاھُمْ﴿ واھجرھم ھجرا جمیلا(۱۰)﴾لَاجَزْعَ فِیْہِ اَقْبَلَ الْاَمْرِبِقِتَالِھِمْ﴿وذرنی﴾اُتْرُکْنِیْ﴿ والمکذبین﴾عَطْفٌ عَلَی الْمَفْعُوْلِ اَوْمَفْعُوْلٌ مَعَہٗ وَالْمَعْنٰی اَنَاکَافِیْکَھُمْ وَھُمْ صَنَادِیْدُقُرَیْشٍ﴿ اولی النعمۃ﴾اَلتَّنَعُّمِ﴿ ومھلھم قلیلا (۱۱)﴾مِنَ الزَّمَنِ فَقُتِلُوْابَعْدُ یَسِیْرٍمِنْہُ بِبَدْرٍ﴿ان لدینا انکالا﴾قُیُوْدًاثِقَالًاجَمْعُ نِکْلٍ بِکَسْرِالنُّوْنِ﴿ وجحیما (۱۲)﴾نَارًامُحَرَّقَۃً﴿وطعاما ذاغصۃ﴾یَغُصُّ بِہٖ فِی الْحَلْقِ وَھُوَالزَّقُّوْمُ اَوِالضَّرِیْعُ اَوِالْغِسْلِیْنُ اَوْشَوْکٌ مِنْ نَّارٍلَایَخْرُجُ وَلَایَنْزِلُ﴿ وعذابا الیما (۱۳)﴾مُؤْلِمًازِیَادَۃً عَلٰی مَاذُکِرَلِمَنْ کَذَّبَ النَّبِیَّ﴿یوم ترجف﴾تَزَلْزَلُ﴿ الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا﴾رَمْلًامُجْتَمَعًا﴿ مھیلا (۱۴)﴾سَائِلًابَعْدَاِجْتِمَاعِہٖ وَھُوَمِنْ ھَال یَھِیْلُ وَاَصْلُہٗ مَھْیُوْلٌ اِسْتُثْقِلَتِ الضَّمَّۃُعَلَی الْیَاءِ فَنُقِلَتْ اِلَی الْھَاءِ وَحُذِفَتِ الْوَاوُثَانِیُ السَّاکِنَیْنِ لِزِیَادَتِھَاوَقُلِبَتِ الضَّمَّۃُ کَسْرَۃً لِمُجَانَسَۃِالْیَاءِ﴿انا ارسلنا الیکم﴾یَااَھْلَ مَکَّۃَ﴿ رسولا ﴾ھُوَمُحَمَّدٌ﴿شاھدا علیکم﴾یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِمَایَصْدُرُمِنْکُمْ مِنَ الْعِصْیَانِ﴿ کما ارسلنا الی فرعون رسولا(۱۵)﴾وَھُوَمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ﴿فعصی فرعون الرسول فاخذنہ اخذا وبیلا(۱۶)﴾شَدِیْدًا﴿فکیف تتقون ان کفرتم﴾فِی الدُّنْیَا﴿ یوما﴾مَفْعُوْلُ تَتَّقُوْنَ اَیْ عَذَابَہٗ اَیْ بِاَیِّ حِصْنٍ تَتَحَصَّنُوْنَ مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ﴿ یجعل الولدان شیبا(۱۷)﴾جَمْعُ اَشْیَبَ لِشِدَّۃِھَوْلِہٖ وَھُوَیَوْمُ الْقِیَامَۃِوَالْاَصْلُ فِیْ شِیْنِ شِیْبَ الضَّمُّ وَکُسِرَتْ لِمُجَانَسَۃِالْیَاءِ وَیُقَالُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِیَوْمٌ یُشِیْبُ نَوَاصِیَ الْاَطْفَالِ وَھُوَمَجَازٌوَیَجُوْزُاَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادُفِی الْاٰیَۃِالْحَقِیْقَۃ﴿السماء منفطر﴾ذَاتَ اِنْفِطَارٍاَیْ اِنْشِقَاقٍ﴿ بہ﴾بِذٰلِکَ الْیَوْمِ لِشِدَّتِہٖ﴿کان وعدہ﴾تَعَالٰی بِمَجِیْءِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ﴿ مفعولا (۱۸)﴾اَیْ ھُوَکَائِنٌ لَامَحَالَۃَ﴿ان ھذہ﴾اَلْاٰیَاتِ الْمُخَوِّفَۃِ﴿ تذکرۃ﴾عِظَۃٌ لِلْخَلْقِ﴿ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا(۱۹)﴾طَرِیْقًابِالْاِیْمَانِ وَالطَّاعَۃ.

﴿ترجمہ﴾

اے جھرمٹ مارنے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم "مزمل" کا معنی ہے اپنے کپڑوں کے ساتھ چادر میں لپٹ جانے والا، وحی آتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ہیبت کے سبب خائف ہوکر اپنے کپڑوں کے ساتھ چادر کو اوپر ڈال کر لپیٹ لیا تھا......۱......"مزمل" اصل میں "متزمل" تھا تاء کا ادغام زاء میں کردیا گیا) رات میں قیام فرما (یعنی نماز پڑھ) سوا کچھ رات کے آدھی رات ("قلیلا" مبدل منہ "نصفہ" بدل ہے، نصف کو کل کے اعتبار سے قلیل کیا گیا ہے) یا اس سے (یعنی نصف سے) کچھ کم کرو (تہائی رات تک) یا اس پر کچھ بڑھاؤ (دو تہائی رات تک......۲...... یہاں "او" تخییر کے لیے آیا ہے) اور قرآن ترتیل سے پڑھو (اس کی تلاوت کرنے میں ڈٹے رہو ......۳......) بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے (یعنی ہیبت والی یا شدید کہ اس میں احکام تکلیفیہ ہوں گے) بیشک رات کا اٹھنا (یعنی سو کر اٹھنے کے بعد قیام کرنا) وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے (دل کے کان سے قرآن سننے سمجھنے کے زیادہ موافق ہے) اور بات

خوب سیدھی نکلتی ہے(اقوم قیلا بمعنی ابین قولا ہے) بیشک دن میں تو تمہیں بہت کام ہیں (تمہیں اپنے کاموں میں مشغولیت ہے دن میں تمہیں تلاوت قرآن کے لیے فراغت نہیں ہے) اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو (یعنی اپنی تلاوت کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو) سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو (عبادت میں، تبتل بمعنی انقطع ہے۔'' تبتیلا '' بتل کا مصدر ہے جسے رعایت فواصل کے لیے لایا گیا ہے یہ'' تبتل '' کا ملزوم ہے) وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ (اپنے کاموں کو اسی کے سپرد کرو) اور ان کی (یعنی کفار مکہ کی) باتوں پر (یعنی ایذاء رسانیوں پر) صبر کرو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو (جزع جمیل یہ ہے کہ اس میں جزع فزع نہ ہو یہ حکم قتال کے نزول سے پہلے کا حکم ہے) اور مجھ پر چھوڑ دو (ذرنی بمعنی اترکنی ہے) ان جھٹلانے والے ('' المکذبین '' کا مفعول'' لہ '' پر ہے یا مفعول معہ پر معنی یہ ہے میں تمہیں ان کے مقابلے میں یعنی سرداران قریش کے مقابلے میں کفایت کرنے والا ہوں) مال داروں کو (النعمۃ بمعنی التنعم ہے) اور انہیں تھوڑی مہلت دو (کچھ وقت، چنانچہ کچھ مدت کے بعد بدر میں انہیں قتل کر دیا گیا) بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں ('' انکالا ''،'' نکل '' کی جمع ہے بمعنی بھاری بیڑیاں) بھڑکتی آگ (جحیما کے معنی بھڑکتی آگ ہے) اور گلے میں پھنستا کھانا ('' ذاغصۃ '' سے مراد وہ کھانا ہے جو گلے میں پھنس جائے گا اس سے مراد زقوم'' ضریع ''،''غسلین یا آگ کے کانٹے ہیں جو نہ نگل سکیں گے نہ اگل سکیں گے) اور دردناک عذاب (مذکورہ عذابات پر مزید برآں حضور ﷺ کو جھٹلانے والے کے لیے، الیما بمعنی مؤلما ہے) جس دن تھرتھرائیں گے (ترجف بمعنی تزلزل ہے) زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ (کثیب کے معنی مٹی کا ٹیلہ ہے) بہتا ہوا (مھیلا کے معنی مٹی کا ڈھیر ہونے کے بعد اس کا بہہ جانا ہے،'' مھیلا '' ھال یھول سے ماخوذ ہے یہ اصل میں مھیول تھا، یاء پر ضمہ دشوار تھا تو اسے ھاء کی طرف منتقل اجتماع ساکنین کیوجہ سے دوسرے والے حرف یعنی واو کو زائدہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا پھر یاء کی وجہ سے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا گیا، اے اہل مکہ) بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا (یعنی محمد ﷺ) کہ تم پر گواہ ہوں گے (بروز قیامت تم سے صادر ہونے والے گناہوں کے) جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا (وبیلا بمعنی شدیدا ہے) پھر کیسے بچو گے اگر تم نے کفر کیا (دنیا میں) اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا (اپنی شدید گھبراہٹ کی وجہ سے اس دن کی گھبراہٹ سے بچوں کی کنپٹیاں سفید ہو جائیگی یہاں یا تو مجازی معنی مراد ہے اور آیت میں اس کا حقیقی معنی مراد ہونا بھی ہے) آسمان پھٹ جائے گا (منفطر بمعنی ذات انفطار بمعنی انشقاق ہے) اس کے سبب (یعنی اس دن کی شدت کے سبب) اللہ کا وعدہ (اللہ جل جلالہ کا اسے کرنے کا وعدہ) ہو کر رہنا ہے (یعنی وہ یقینی طور پر ہو کر رہے گا) بیشک یہ (خوف دلانے والی آیتیں) نصیحت ہیں (مخلوق کے لیے، تذکرۃ بمعنی عظۃ ہے) تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے (ایمان اور طاعت اختیار کر کے، سبیلا بمعنی طریقا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القران ترتیلا﴾

یایھا المزمل: نداء، قم: فعل امر با فاعل، الیل: مستثنی منہ، الا حرف استثناء، قلیلا: مبدل منہ، نصفہ: بدل، ملکر مستثنی، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، انقص منہ: فعل امر با فاعل وظرف لغو، قلیلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، او: عاطفہ، زد علیہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رتل القران: فعل امر با فاعل ومفعول، ترتیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئة الیل هی اشد وطا واقوم قیلا﴾

انا: حرف مشبہ واسم، س: حرف استقبال، نلقی علیک: فعل بافاعل وظرف لغو، قولا ثقیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، ان: حرف مشبہ، نـاشـئـة الیـل: اسم، هـی: مبتدا، اشـد: اسم تفضیل با"ھـو" ضمیر ممیز، وطـا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقـوم: اسم تفضیل با"ھـو" ضمیر ممیز، قیـلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿ان لک فی النهار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا﴾

ان: حرف مشبہ، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، فی النهار: ظرف مستقر حال مقدم، سبحا: ذوالحال، ملکر موصوف، طویلا: صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اذکـر: فعل امر بافاعل، اسم ربک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ورتـل الـقـران" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، تبتل الیه: فعل امر بافاعل وظرف لغو، تبتیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿رب المشرق والمغرب لا اله الا هو﴾

رب: مضاف، الـمشـرق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الـمـغـرب: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر "ھـو" مبتدا محذوف کی خبر اول، لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف اللہ مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتخذه وکیلا واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلا﴾

ف: فصیحیہ، اتـخـذه: فعل امر بافاعل ومفعول، وکیـلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصبـر: فعل امر بافاعل، عـلـی: جار، مـا یـقـولـون: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اهـجـرهـم هجرا جمیلا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط محذوف "ان عرفت وامنت به" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قلیلا﴾

و: عاطفہ، ذر: فعل امر بافاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الـمـکـذبیـن: موصوف، اولـی الـنـعـمة: صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مهلهم: فعل امر بافاعل ومفعول، قلیلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصة وعذابا الیما یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مهیلا﴾

ان: حرف مشبہ، لـدیـنـا: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، انـکـالا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، جـحـیـمـا: معطوف اول، و: عاطفہ، طـعـامـا: موصوف، ذا غصة: مرکب اضافی صفت، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، عـذابـا: موصوف، الیـمـا: صفت اول، یوم: مضاف، تـرجف الارض والجبال: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کـانـت الـجـبـال کثیبا مهیلا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف صفت ثانی، ملکر معطوف ثالث، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا﴾

انـا: حرف مشبہ واسم، ارسـلـنـا الیکـم: فعل بافاعل وظرف لغو، رسـولا: موصوف، شـاهـدا عـلـیـکـم: شبہ جملہ صفت، ملکر مفعول، کاف: جار، ما: موصولہ، ارسلنا الی فرعون رسولا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "ارسالا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فعصی فرعون الرسول فاخذنه اخذا وبیلا﴾

ف: عاطفہ، عصی فرعون: فعل وفاعل، الرسول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذنہ: فعل بافاعل ومفعول، اخذاوبیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا﴾

ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام حال مقدم، تتقون: فعل واؤضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کفرتم: فعل بافاعل، یوما: موصوف، یجعل: فعل بافاعل، الولدان: مفعول اول، شیبا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر تقدیر ب جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "فکیف تتقون" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿السماء منفطر به کان وعده مفعولا ان هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا﴾

السماء: مبتدا، منفطر به: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، کان: فعل ناقص، وعدہ: اسم، مفعولا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ان هذه: حرف مشبہ واسم، تذکرۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، شاء: جملہ فعلیہ شرط، اتخذالی ربہ: فعل بافاعل وظرف لغو، سبیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مزمل کے معنی کی تحقیق:

۱..... مزمل ای تزمل بثیابه یعنی اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لینا، ڈال دینا۔ جمہور کہتے ہیں کہ جس طرح سید عالم ﷺ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر: "زملونی زملونی یعنی مجھے کپڑا ڈال دو مجھے کپڑا ڈال دو فرمایا"۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، رقم:۳، ص۱) ۔ابونعیم نے "الدلائل" میں لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قریش دارالندوۃ میں جمع ہوئے تو انہوں نے سید عالم ﷺ کے حوالے سے کلام کرنا شروع کردیا بعض نے کہا کہ کاہن ہیں جب کہ بعض نے کاہن ہونے کا انکار کیا، بعض نے کہا مجنون ہیں جب کہ بعض نے مجنون ہونے کا انکار کیا، بعض نے کہا کہ جادوگر ہیں جب کہ بعض نے جادوگر ہونے کا انکار کیا، پس مشرکین نے فرق کرنا شروع کردیا اور ان کی شان میں کلام کرنے لگے، پس سید عالم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے خود پر کپڑا ڈال دیا اور کپڑا لپیٹ لیا، پس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: ﴿یایها المزمل اے جھرمٹ مارنے والے﴾، ﴿یایها المدثر اے بالاپوش اوڑھنے والے﴾"۔ کہاجاتا ہے کہ یہ ندا سید عالم ﷺ کی انسیت کے لئے تھی جیسا کہ اہل عرب کا دستور ہے کہ مخاطب کو اسی صفت سے پکارتے ہیں جس حال میں وہ ہوا کرتا ہے، پس اسی مناسبت سے آثار میں ملتا ہے کہ جب سیدہ خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں کسی معاملے میں کچھ کلام ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں جاکر لیٹ گئے، اس وقت آپ کے جسم پر مٹی لگی ہوئی تھی جسے دیکھ کر سید عالم ﷺ نے فرمایا: "یا اباتراب"۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، رقم:۴۴۱، ص۷۶) ۔قتادہ کا قول ہے کہ سید عالم ﷺ نماز کے لئے کپڑے ڈال لیتے یا لپیٹ لیتے اور نماز کے لئے کوشش میں لگ جاتے تو انہیں ندا کی جاتی ﴿یایها المزمل﴾ جس کے معنی نماز میں جلدی کرنے والے لئے جاتے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی نبوت کا بوجھ اٹھانے والے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۹، ص۱۵۸ وغیرہ ملتقطاً وملخصاً)

سید عالم ﷺ پر نماز تہجد کا حکم:

۲..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه ورتل القران ترتیلا رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات کے یا اس سے کچھ کم کردیا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو (المزمل:۲تا۴)﴾۔

☆......حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ جب رات تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: اللھم لک الحمد انت قیم السموت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السموت والارض ومن فیھن ولک الحمد انت الحق وعدک الحق ولقائک حق وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت ولا الہ غیرک الٰھی! تیرے ہی لئے حمد ہے، آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا تو قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا تو نور ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے تو سب کا بادشاہ ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے، تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملنا (قیامت میں) حق ہے اور جنت حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور محمد (ﷺ) حق ہیں او قیامت حق ہے، اے اللہ ﷻ تیرے لئے میں اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھی پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کی اور تیری ہی مدد سے خصومت کی اور تیری ہی طرف فیصلہ لایا، پس تو مجھے بخش دے جو میں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اور جو چھپا کر کیا اور جو اعلانیہ کیا تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب کے بعد ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر تو اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب: التھجد باللیل، رقم: ۱۱۲۰، ص ۱۸۰)۔ بعض علمائے کرام کے نزدیک نماز تہجد سید عالم ﷺ پر فرض تھی، اور دلیل یہی آیت ہے، اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے سید عالم ﷺ پر تہجد فرض نہیں تھی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ تاویل دو وجوہات کی بناء پر بعید ہے، ایک یہ کہ نفل پر فرض کا اطلاق صحیح نہیں ہے یعنی اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فتھجد بہ نافلۃ لک رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے(الاسراء:۷۹)﴾ اور اگر یہ اطلاق مجازا ہو تو بلاضرورت ہے، دوسری یہ کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ﷻ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب: فیمن لم یوتر، رقم: ۱۴۲۰، ص ۲۶۸)۔ حدیث قدسی میں ہے کہ یہ پانچ عدد نمازیں ہیں اور اجر میں پچاس ہیں، اور میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: کیف فرضت الصلوۃ، رقم: ۳۴۹، ص ۶۲)، ان احادیث میں تصریح ہے کہ پانچ نمازیں ہی فرض ہیں، ایک زائد ماننا درست نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۵، ص ۲۶۷ وغیرہ)

سید عالم ﷺ کے تلاوت قرآن فرمانے کا انداز:

س......اس بارے میں دو احادیث پیش کی جاتی ہیں تا کہ سید عالم ﷺ کی تلاوت کا انداز معلوم ہو جائے:

☆......حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آقائے دو جہاں ﷺ کی تلاوت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھ کر بتایا''۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء کیف کانت قرائۃ النبی ﷺ، رقم: ۲۹۳۲، ص ۸۲۸)

☆......حضرت انس ﷜ سے دریافت کیا گیا کہ سید عالم ﷺ کس طرح قرأت فرماتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ آقائے دو جہاں ﷺ مدّات کے ساتھ قرأت فرماتے یعنی لمبا کھینچ کر پڑھا کرتے تھے، آپ ﷺ بسم اللہ کو کھینچ کر، الرحمن کو کھینچ کر، الرحیم کو کھینچ کر پڑھتے اور لفظ اللہ ﷻ میں لام کے بعد الف کا خوب اظہار کرتے اور رحمان میں میم کے بعد الف کا اظہار فرماتے اور رحیم میں دو سے چھ مدات تک کا کھینچ کر اہتمام فرماتے''۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مدالقراءۃ، رقم: ۵۰۴۶، ص ۹۰۳)

اغراض:

حین مجیء الوحی: حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وحی لے کر حاضر ہونے اور سید عالم ﷺ کا خوفزدہ ہونے کا بیان، جس کا ذکر ہم نے حاشیہ نمبر "۱" میں کیا ہے وہیں دیکھ لیں۔ صل: بمعنی قم ہے یعنی نماز اور عبادت کے لئے اٹھنا مراد ہے۔

وقلتہ: ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک نصف دوسرے نصف کے برابر ہوا کرتا ہے، مگر قلیل؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ نے نصف کو قلیل کے ساتھ اس لئے ذکر کیا تا کہ کل کی طرف نظر ہو سکے، نصفِ آخر کی طرف نظر کرنا مراد نہیں ہے۔ الی الثلث: مراد نصف سے کم رات ہے، جس میں سید عالم ﷺ آرام فرماتے تھے، پس معنی یہ ہوگا کہ دو تہائی رات قیام کیجئے۔

الی الثلثین: یعنی نصف پر زیادتی کیجئے جس میں آپ آرام فرماتے تھے، پس معنی یہ ہے کہ ایک تہائی رات قیام کیجئے، پس حاصل کلام یہ ہوا کہ نصف رات یا دو تہائی یا ایک تہائی قیام کیجئے، آپ کو اختیار دیا گیا ہے، (یہاں وجوبِ اختیاری کا ذکر ہے)۔

مھیبا: یعنی عظیم وجلیل فرمان مراد ہے، ﴿ثقیلا﴾ کے معنی میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ قتادہ کے نزدیک اس کے معنی اللہ کے متعین کردہ فرائض وحدود ہیں، مجاہد کے نزدیک اس سے مراد حلال وحرام کا تعین کرنا ہے، محمد بن کعب کہتے ہیں کہ قرآن منافقین پر بھاری ہے کیونکہ وہ اس کے اسرار سے ناواقف ہوتے ہیں اور ان کا دین باطل ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق ثقیل بمعنی کریم ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب تک کسی چیز کی تائید دل سے نہ ہو وہ بات ثقیل ہی ہوا کرتی ہے اور نفس توحید سے مزین ہوا کرتا ہے اور اس کے معنی میں کئی فوائد ہیں جس کا ادراک عقلِ انسانی نہیں کر سکتی جیسا کہ سمندر میں سے ایک چلّو لے لیا جائے تو پانی میں کمی نہ ہونے پائے گی اور تمام علماء متقدمین ومتاخرین قرآن سے ایسے ہی لیتے آئے ہیں؟۔

القیام بعد النوم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ناشئۃ﴾ مصدر ہے "نشا" کا، جیسا کہ عاقبۃ اور عافیۃ ہوتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ﴿ناشئۃ﴾ کو موصوف کی صفت مان لیا جائے، یعنی نفس دن کے قیام کے مقابلے میں رات کے قیام کو سختی جانتا ہے۔ فی العبادۃ: یعنی خالص اللہ کی رضا کے لئے عبادت کرنا مراد ہے۔

ای قل بسم اللہ الرحمن الرحیم: مفسر نے سہیلی کے قول کی تائید میں یہ بات کہی، جمہور کہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان: ﴿واذکر اسم ربک﴾ عام ہے خاص کے ذکر کے بعد، معنی یہ ہے کہ رات اور دن میں تسبیح، تہلیل اور تحمید وغیرہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے کرے۔ وھذا قبل الامر بقتالھم: مراد آیت قتال سے منسوخ ہونا ہے۔

جمع نکل: مراد قید ہے اور ایک قول کے مطابق بمعنی "الغل" ہے۔ او الضریع: کا بیان عنقریب "الغاشیۃ" میں آئے گا، یہ کانٹے کی ایک قسم ہے جسے چوپایہ بھی اِس کی خباثت کی وجہ سے نہیں کھاتا۔ او الغسلین: مراد جہنمیوں کا پیپ ہے۔ یا اھل مکۃ: غیبت سے خطاب کی طرف التفات کرنا ہے۔

وھو مجاز: اللہ کے فرمان میں لفظ: ﴿شیبا﴾ بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے، مراد شدتِ ہول ہے۔ ویجوز: اور حقیقی معنی مراد لینا بھی جائز ہے، پس مفسر کا کلام مجمل ہے، اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ یوں کہا جائے: حقیقی طور پر بچوں کا بوڑھا ہو جانا مراد لیا جائے جب دنیا کے اوقات کا آخری دن ہوگا اور زلزلۃ الساعۃ قریب ہوگا اور یہ بھی درست ہے کہ مجازی معنی مراد لیا جائے یعنی جب کہ نفخہ ثانیہ پھونکا جائے گا، اس لئے کہ قیامت میں کوئی "شیب" نہیں ہے۔

ذات انفطار: ایک سوال کا جواب دینا مقصود ہے، مونث کا صیغہ ''منفطرۃ'' کیوں استعمال نہ کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس صیغے میں ذاتِ انفطار کی جانب نسبت ہے اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ آسمان کا ذکر باعتبار چھت کے کیا گیا ہو ،اللہ نے فرمایا: ﴿وجعلنا السماء سقفا محفوظا﴾۔

بالایمان والطاعة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿اتخذ الی ربه سبیلا ﴾ کے معنی اللہ کی جانب قرب حاصل کرنا ہے، اور یہ قُرب مامورات پر عمل پیراہ ہونے اور منہیات سے بچے رہنے کی صورت میں ملتا ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۸۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿ان ربک یعلم انک تقوم ادنی﴾اَقَلَّ﴿ من ثلثی الیل ونصفه وثلثه﴾بِالْجَرِّ عَطْفٌ عَلٰی ثُلُثَیِ وَبِالنِّصَفِ عَطْفٌ عَلٰی اَدْنٰی وَقِیَامِهٖ کَذٰلِکَ نَحْوَمَااَمَرَبِهٖ اَوَّلَ السُّوْرَةِ﴿ وطائفة من الذین معک﴾عَطْفٌ عَلٰی ضَمِیْرِتَقُوْمُ وَجَازَمِنْ غَیْرِتَاکِیْدٍلِلْفَصْلِ وَقِیَامُ طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ کَذٰلِکَ لِلتَّاسِیِّ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ کَانَ لَایَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ وَکَمْ بَقِیَ مِنْهُ فَکَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ کُلَّهٗ اِحْتِیَاطًا فَقَالُوْاحَتّٰی اِنْفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ سَنَةً اَوْاَکْثَرَفَخَفَّفَ عَنْهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی﴿ والله یقدر﴾یُحْصِیْ﴿ الیل والنهار علم ان ﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِوَاسْمُهَامَحْذُوْفٌ اَیْ اَنَّهٗ﴿لن تحصوه﴾اَیِ الَّیْلَ لِتَقُوْمُوْافِیْمَایَجِبُ الْقِیَامَ فِیْهِ اِلَّابِقِیَامِ جَمِیْعِهٖ وَذٰلِکَ یَشُقُّ عَلَیْکُمْ﴿ فتاب علیکم ﴾رَجَعَ بِکُمْ اِلَی التَّخْفِیْفِ﴿فاقرء وا ما تیسر من القران﴾فِی الصَّلٰوةِ بِاَنْ تُصَلُّوْامَاتَیَسَّرَ﴿ علم ان ﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِاَیْ اَنَّهٗ﴿سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض﴾یُسَافِرُوْنَ﴿ یبتغون من فضل الله ﴾یَطْلُبُوْنَ مِنْ رِزْقِهٖ بِالتِّجَارَةِوَغَیْرِهَا﴿واخرون یقاتلون فی سبیل الله﴾وَکُلٌّ مِّنَ الْفِرَاقِ الثَّلٰثِ یَشُقُّ عَلَیْهِمْ مَاذُکِرَفِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ فَخَفَّفَ عَنْهُمْ بِقِیَامِ مَاتَیَسَّرَمِنْهُ ثُمَّ نَسَخَ ذٰلِکَ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ﴿ فاقرء وا ما تیسر منه﴾ کَمَاتَقَدَّمَ﴿ واقیموا الصلوة﴾اَلْمَفْرُوْضَةَ﴿ واتوا الزکوة واقرضوا الله﴾بِاَنْ تُنْفِقُوْامَاسِوَی الْمَفْرُوْضِ مِنَ الْمَالِ فِیْ سَبِیْلِ الْخَیْرِ﴿ قرضا حسنا﴾عَنْ طِیْبِ قَلْبٍ﴿ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند الله هو خیرا﴾مِمَّاخَلَفْتُمْ وَهُوَفَصْلٌ وَمَابَعْدَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعْرِفَةٌ یُشْبِهُهَالِاِمْتِنَاعِهٖ مِنَ التَّعْرِیْفِ﴿ واعظم اجرا واستغفروا الله ان الله غفور رحیم(۲۰)﴾لِلْمُؤْمِنِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو تہائی رات سے کم (ادنی بمعنی اقل ہے) کبھی آدھی رات، کبھی تہائی (''ثلثه'' مجرور ہونے کی صورت میں ''ثلثی'' پر اور منصوب ہونے کی صورت میں ''ادنی'' پر معطوف ہوگا حضور ﷺ اسی طرح قیام کیا کرتے جس کا سورت کی ابتداء میں حکم دیا گیا ہے،......ا......) اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی (''طائفة......الخ'' کا عطف ''تقوم'' کی ضمیر پر ہے اور ضمیر مرفوع متصل پر ضمیر منفصل للتاکید لائے بغیر عطف کرنا بھی درست ہے حضور ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اسی طرح قیام کرتی ہے اور ان میں سے بعضوں کو اندازہ نہ ہو پاتا کہ رات کے کتنے حصہ میں قیام کیا ہے اور کتنا حصہ باقی رہ گیا ہے تو احتیاطا وہ ساری رات قیام کرتے حتی کہ ان کے پاؤں سوج جاتے یہ طرز عمل ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک رہا، اللہ ﷻ

نے ارشاد فرمایا) اور اللہ شمار فرماتا ہے (یقدر بمعنی یحصی ہے) رات اور دن اسے معلوم ہے کہ (علم" ان" میں ان مخففه من الثقیلة ہے) شمار (اس کا اسم محذوف ہے اصل میں ''انه'' تھا یعنی رات کا کہ تم اس میں بمقدار واجب قیام کر سکو پھر تمہیں تمام ہی رات قیام کرنا پڑے گا اور یہ تمہارے لیے گراں ہوگا) تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا (تخفیف کی طرف، تاب علیکم بمعنی رجع بکم ہے) تو اب قرآن میں جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو (نماز میں یعنی جتنی دیر با آسانی نماز پڑھ سکو پڑھو) اسے معلوم ہے کہ (''ان'' مخففه من الثقیلة ہے اصل میں ''انه'' تھا) اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے (یضربون بمعنی یسافرون ہے) اللہ کا فضل تلاش کرنے (یعنی تجارت وغیرہ کر کے رزق تلاش کرنے، یبتغون بمعنی یطلبون ہے) اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے (اور ان تینوں طبقات کے افراد پر مذکورہ قیام کرنا شاق و دشوار ہوگا، اللہ ﷻ نے جتنا قیام آسانی سے کیا جا سکے مقرر فرما کر تخفیف کر دی پھر اس کی فرضیت کو پانچ نمازوں سے منسوخ فرما دیا......۲......) تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو (جیسا کہ پہلے گزر چکا) اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو (یوں کہ مقدار فرض کے علاوہ مال کو بھلائی کے رستے میں خرچ کرو) اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے بہتر (اس سے جو پیچھے چھوڑ آئے ''ھو خیرا'' میں ''ھو'' ضمیر فصل ہے اس کا مابعد اسم اگرچہ معرفہ نہیں لیکن اس پر حرف تعریف لانا چونکہ ممتنع ہے پس اس نسبت کی بناء پر اسم معرفہ کے مشابہ ہے) اور بڑے ثواب کی اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کو) مہربانی فرمانے والا ہے (ان پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفه وثلثه﴾

ان ربک: حرف مشبہ واسم، یعلم: فعل بافاعل، انک: حرف مشبہ واسم، تقوم: فعل بافاعل، ادنی: اسم تفضیل بافاعل، من ثلثی الیل: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، نصفه: معطوف اول، و: عاطفہ، ثلثه: معطوف، ملکر ''وقتا'' محذوف کی صفت، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وطائفة من الذین معک واللہ یقدر الیل والنہار﴾

و: عاطفہ، طائفة: موصوف، من: جار، الذین معک: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر ماقبل ''تقوم'' کی ضمیر فاعل پر معطوف ہے، و: مستانفہ، اللہ: مبتدا، یقدر: فعل بافاعل، الیل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النہار: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرء وا ما تیسر من القران﴾

علم: فعل بافاعل، ان: مخففہ با ضمیر شان محذوف اس کا اسم، لن تحصوہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تاب: فعل بافاعل، علیکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اقرء وا: فعل امر بافاعل، ما تیسر: موصول صلہ، ملکر مفعول، من القران: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿علم ان سیکون منکم مرضی﴾

علم: فعل بافاعل، ان: مخففہ با ضمیر شان محذوف اس کا اسم، سیکون: فعل ناقص، منکم: ظرف مستقر خبر مقدم، مرضی: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ﴾

و: عاطفہ، اخرون مبتدا، یضربون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، یبتغون من فضل اللہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اخرون مبتدا، یقاتلون فی سبیل اللہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاقرء وا ما تیسر منه واقیموا الصلوة واتوا الزکوة واقرضوا الله قرضا حسنا﴾

ف: عاطفہ، اقراؤا: فعل بافاعل، ماتیسر منه: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقیموا الصلوة واتوا الزکوة: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقرضوا اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، قرضا حسنا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند الله هو خیرا واعظم اجرا﴾

و: عاطفہ، ما: شرطیہ ذوالحال، من خیر: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول مقدم، تقدموا لانفسکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، تجدوہ: فعل بافاعل ومفعول، عنداللہ: ظرف، ھو: ضمیر فعل، خیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعظم: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، اجرا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واستغفروا الله ان الله غفور رحیم﴾

و: عاطفہ، استغفروا اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، غفور رحیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نماز تہجد میں کتنا قرآن پڑھا جائے؟

۱۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا: ﴿فاقرء وا ما تیسر من القرآن اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو (المزمل: ۲۰)﴾۔ یہ حکم رخصت کے امور میں سے ہے کہ فرمایا: "جو میسر ہو سکے پڑھو"۔ یعنی جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لو کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاؤ۔ اگر یہ کہا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو تخفیف نماز کا حکم ہے اور طویل قیام کی ممانعت کی جا رہی ہے تو پھر صحابہ کرام (بلکہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام فرمایا کہ پائے اقدس متورم ہو جاتے)، کئی تابعین رات بھر قیام فرماتے، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی جیسا کہ امام ابوحنیفہ، سعید بن مسیب، فضیل بن عیاض، ابوسلیمان دارانی، مالک بن دینار، علی بن بکار رضی اللہ عنہم وغیرہ نے طویل قیام کی عادتیں قائم کر لی تھیں بلکہ علی بن بکار کا حال تو یہ تھا کہ انہوں نے چالیس سال تک طلوع فجر تک قیام پر مداومت فرمائی اور بعض اکابرین کا یہ حال ہوا کرتا تھا کہ رات قیام کی حالت میں ایک رکعت میں ایک بار ختم قرآن فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عثمان اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کا معمول رہا

(روح البیان، ج ۱۰، ص ۲٦٠)

نماز تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا:

۲۔۔۔۔۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه ...... الخ بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی (المزمل: ۲۰)﴾، یہ آیت ان کے لئے دلیل بنتی ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نماز تہجد فرض مانتے تھے اور بعد میں اس آیت کے نزول کی وجہ سے فرضیت کو منسوخ مانتے ہیں۔ اور ان کی جانب سے دلیل یہ ہے کہ سید عالم کے لئے یہ امر دشوار گزار ہوا کرتا تھا کہ نصف رات یا ایک تہائی یا دو تہائی رات کا اندازہ کر کے قیام کیا جائے اور بسا اوقات صحابہ کی جماعت بھی ساتھ ہوا کرتی تھی لہذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تخفیف فرمائی اور فرضیت کو منسوخ فرمایا اور مستحب کے باب میں داخل فرما دیا۔ ہم نے ماقبل اسی سورت کے پہلے رکوع میں اپنا مؤقف بیان کر دیا ہے جو کہ امام قرطبی کے ارشادات کی

روشنی میں ہے نہ کہ ہمارا اپنا تجزیہ، اس مؤقف کا بیان ہم نے عطائین، ج ۳، ص ۳۷۵ پر بھی کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم.

اغراض:

ومنھم من کان لا یدری: یہاں اُن صحابہ کا بیان کرنا مقصود ہے جو سید عالم ﷺ کی اتباع میں رات قیام نہ کرتے تھے، پس صحابہ کرام اس بارے میں دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، پس ایک فرقہ وہ تھا جو دو تہائی، نصف یا ایک تہائی قیام کرتا اور دوسرا گروہ وہ تھا جو اپنی ذات پر مشقت برداشت کرتے ہوئے پوری رات قیام کی صعوبت برداشت کرتا۔

او اکثــــــــر: ایک سال سے زائد کے قول کے مطابق سولہ ماہ مراد ہیں، اس لئے کہ سورت پاک مکی ہے یا دس سال کیونکہ اللہ کا فرمان: ﴿ان ربک یعلم﴾ کی تائید اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے، پس سورت پاک مدنی ہے۔

فخفف عنھم: یعنی صحابہ کے گروہ نے رات کے قیام میں تخفیف کر دی۔ **رجع بکم الی التخفیف:** مراد لغوی توبہ ہے، نہ کہ گناہ کی توبہ کرنا، کیونکہ صحابہ نے رات قیام کرنے میں کمی کر کے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ **ماتیسر:** اگر چہ رات میں دو رکعتیں ہی پڑھ لو۔

بان تصلوا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد نماز کی قرائت ہے، جزء کا کل پر اطلاق مراد ہے۔

وغیرھا: مراد طلب علم اور صلۂ رحمی ہے۔ **ثم نسخ ذلک بالصلوۃ الخمس:** یعنی اُمت کے حق میں بالاتفاق رات کی نماز کی فرضیت پانچ نمازوں کے حکم سے ثابت ہے، جب کہ امام مالک کے نزدیک سید عالم ﷺ کے حق میں رات کی نماز کی فرضیت منسوخ نہیں ہے بلکہ تہجد کے واجب ہونے کی صورت میں باقی رہی، لیکن یہ حکم فقط حالت حضر میں تھا، امام شافعی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی ذات کے حوالے سے بھی واجب ہونے کا حکم منسوخ ہو چکا، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ پانچ نمازوں کا واجب ہونا قیام لیل کے وجوب کے منافی نہیں ہے اور ناسخ کی شرط اس کے حکم کو منسوخ کے حکم سے منفی کر دیتی ہے اور حق یہ ہے کہ نسخ کی حدیث موجود ہے، سید عالم ﷺ سے ایک اعرابی نے رات دن میں پانچ نمازوں کی فرضیت کے علاوہ کچھ فرض ہونے کا سوال کیا تو سید عالم ﷺ نے نفی میں جواب مرحمت فرمایا، اور فرمایا: "سوائے نفلی عبادت کے کوئی فرض اس کے علاوہ نہیں"، پس سید عالم ﷺ کا نفی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ کچھ فرض نہیں ہے۔ **مما خلفتم:** بمعنی ورائکم ہے۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۱۹۰ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ المدثر مکیۃ وھی ٥٦ او خمس وخمسون آیۃ

(سورۂ مدثر مکی ہے جس میں چھپن یا پچپن آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ المدثر

اس سورت میں دو رکوع، چھپن (یا پچپن) آیتیں، دوسو پچپن کلمات، اور ایک ہزار دس حروف ہیں۔ پہلی سات آیات کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزول وحی کا آغاز ان آیات سے ہوا تھا لیکن محققین کے نزدیک یہی بات مسلم ہے کہ سورہ اقراء ہی سے آغاز ہوا تھا اس کے بعد کچھ عرصہ تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تھا جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ بہت پریشان رہتے تھے ایک دن غار حرا میں حسب عادت عبادت سے فارغ ہو کر گھر آرہے تھے کہ اچانک آپ کو افق آسمان پر وہی فرشتہ نظر آیا جو پہلی بار وحی لے کر آیا تھا اس منظر کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی طبیعت میں ہراس پیدا ہوگیا، تو آپ فوراً گھر پہنچے اور فرمایا: "مجھے لحاف اڑھاؤ، مجھے لحاف اڑھاؤ" حضور ﷺ لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اسی حالت میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں فرائض نبوت کی ادئیگی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پہلی وحی میں صرف یہ بتایا تھا کہ آپ کو نبوت کے لئے چن لیا گیا ہے اور اس وحی سے آپ کو نبوت کے فرائض سے آگاہ کیا گیا اور ان کی ادائیگی کے لئے تیار ہونے کی تلقین فرمائی گئی۔ آیت گیارہ تا چھبیس میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔ ان آیات میں ولید بن مغیرہ کا بغیر نام کے ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا دل تو نبی کریم ﷺ کی نبوت اور قرآن کو کلام اللہ ﷻ مانتا تھا لیکن اپنی قوم کی ناراضگی کے خوف اور اپنی سرداری کو برقرار رکھنے کے لئے اظہار نہیں کرتا بلکہ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ پر افتراء بازی کرتا ہے، آپ کو ساحر اور آیات قرآنی کو سحر کہتا ہے۔ اس کو بتا دیا کہ اسے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنایا جائے گا، اس کے شعلے اس کو بھون کر رکھ دیں گے، نہ تو وہ مردوں میں شمار ہوگا اور نہ ہی زندوں میں۔ فمالھم سے کافروں کی خبیث طبیعتوں کا ذکر فرمایا کہ جب ان کے سامنے اللہ ﷻ کا کلام سنایا جاتا ہے تو یوں بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہیں حالانکہ یہ کتاب سراپا نصیحت ہے اس میں لوگوں کی کامیابی کا سامان ہے چاہیے تو یہ تھا کہ اسے سنتے اور اس سے اپنے قلوب کو منور کرتے اور منزل مقصود تک پہنچ جاتے۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یایھا المدثر (۱)﴾ اَلنَّبِیُّ وَاَصْلُہُ الْمُتَدَثِّرُ اُدْغِمَتِ التَّاءُ فِی الدَّالِ اَیِ الْمُتَلَفِّفِ بِثِیَابِہٖ عِنْدَ نُزُوْلِ الْوَحْیِ عَلَیْہِ ﴿قم فانذر (۲)﴾ خَوِّفْ اَھْلَ مَکَّۃَ بِالنَّارِ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا ﴿وربک فکبر (۳)﴾ عَظِّمْ عَنْ اِشْرَاکِ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿وثیابک فطھر (۴)﴾ عَنِ النَّجَاسَۃِ اَوْقَصِّرْھَا خِلَافَ جَرِّ الْعَرَبِ ثِیَابَھُمْ خُیَلَاءَ فَرُبَّمَا اَصَابَتْھَا نَجَاسَۃٌ ﴿والرجز﴾ فَسَّرَہُ النَّبِیُّ بِالْاَوْثَانِ ﴿فاھجر (۵)﴾ اَیْ دُمْ عَلٰی ھَجْرِہٖ ﴿ولا تمنن تستکثر (۶)﴾ بِالرَّفْعِ حَالٌ اَیْ لَاتُعْطِ شَیْئًا لِتَطْلُبَ اَکْثَرَ مِنْہُ وَھٰذَا خَاصٌّ بِہٖ ﷺ لِاَنَّہٗ مَامُوْرٌ بِاَجْمَلِ الْاَخْلَاقِ وَاَشْرَفِ الْاٰدَابِ ﴿ولربک فاصبر (۷)﴾ عَلَی الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاھِیْ ﴿فاذا نقر فی الناقور (۸)﴾ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ وَھُوَ الْقَرْنُ النَّفْخَۃُ الثَّانِیَۃُ ﴿فذلک﴾ اَیْ وَقْتُ النَّقْرِ ﴿یومئذ﴾ بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَہُ الْمُبْتَدَاءُ وَبُنِیَ لِاِضَافَتِہٖ اِلٰی غَیْرِ مُتَمَکِّنٍ وَخَبَرُ الْمُبْتَدَاءِ ﴿یوم عسیر (۹)﴾ وَالْعَامِلُ فِیْ اِذَا مَادَلَّتْ عَلَیْہِ الْجُمْلَۃُ اَیْ اِشْتَدَّ الْاَمْرُ ﴿علی الکفرین غیر یسیر (۱۰)﴾ فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ یَسِیْرٌ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَیْ فِیْ عُسْرِہٖ ﴿ذرنی﴾ اُتْرُکْنِیْ ﴿ومن

خلقت ﴿عَطْفٌ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اَوْمَفْعُوْلٌ مَعَهٗ﴾ وحيدا (۱۱) ﴿حَالٌ مِنْ مَنْ اَوْمِنْ ضَمِيْرِهِ الْمَحْذُوْفِ مِنْ خَلَقْتُ اَىْ مُنْفَرِدًا بِلَا اَهْلٍ وَّلَامَالٍ وَّهُوَالْوَلِيْدُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ﴾ وجعلت له مالا ممدودا (۱۲) ﴿وَاسِعًامُّتَّصِلًامِنَ الزُّرُوْعِ وَالضُّرُوْعِ وَالتِّجَارَةِ﴾ وبنين ﴿عَشَرَةً اَوْاَكْثَرَ﴾ شهودا (۱۳) ﴿يَشْهَدُوْنَ الْمَحَافِلَ وَتَسْمَعُ شَهَادَاتُهُمْ﴾ ومهدت ﴿بَسَطْتُ﴾ له ﴿فِي الْعَيْشِ وَالْعُمُرِ وَالْوَلَدِ﴾ تمهيدا (۱۴) ثم يطمع ان ازيد (۱۵) كلا ﴿لَا اَزِيْدُهٗ عَلٰى ذٰلِكَ﴾ انه كان لايتنا ﴿اَىِ الْقُرْاٰنِ﴾ عنيدا (۱۶) ﴿مُعَانِدًا﴾ سارهقه ﴿اُكَلِّفُهٗ﴾ صعودا (۱۷) ﴿مَشَقَّةً مِنَ الْعَذَابِ اَوْجَبَلًامِنْ نَّارٍ يَصْعَدُفِيْهِ ثُمَّ يَهْوِىْ اَبَدًا﴾ انه فكر ﴿فِيْمَا يَقُوْلُ فِى الْقُرْاٰنِ الَّذِىْ سَمِعَهٗ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ﴾ وقدر (۱۸) ﴿فِىْ نَفْسِهٖ ذٰلِكَ﴾ فقتل ﴿لُعِنَ وَعُذِّبَ﴾ كيف قدر (۱۹) ﴿عَلٰى اَىِّ حَالٍ كَانَ تَقْدِيْرُهٗ﴾ ثم قتل كيف قدر (۲۰) ثم نظر (۲۱) ﴿فِىْ وُجُوْهِ قَوْمِهٖ اَوْفِيْمَا يَقْدَحُ بِهٖ﴾ ثم عبس ﴿قَبَضَ وَجْهَهٗ وَكَلَحَهٗ ضَيِّقًا بِمَا يَقُوْلُ﴾ و بسر (۲۲) ﴿زَادَفِى الْقَبْضِ وَالْكُلُوْحِ﴾ ثم ادبر ﴿عَنِ الْاِيْمَانِ﴾ واستكبر (۲۳) ﴿تَكَبَّرَ عَنْ اِتِّبَاعِ النَّبِيِّ ﷺ﴾ فقال ﴿فِيْمَا جَاءَ بِهٖ﴾ ان ﴿مَا﴾ هذا الا سحر يؤثر (۲۴) ﴿يُنْقَلُ عَنِ السَّحَرَةِ﴾ ان ﴿مَا﴾ هذا الا قول البشر (۲۵) ﴿كَمَا قَالُوْا اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾ ساصليه ﴿اُدْخِلُهٗ﴾ سقر (۲۶) ﴿جَهَنَّمَ﴾ وما ادرك ما سقر (۲۷) ﴿تَعْظِيْمٌ لِّشَانِهَا﴾ لا تبقى ولا تذر (۲۸) ﴿شَيْئًا مِّنْ لَّحْمٍ وَّلَا عَصَبٍ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ ثُمَّ يَعُوْدُ كَمَا كَانَ﴾ لواحة للبشر (۲۹) ﴿مُحْرِقَةٌ لِظَاهِرِ الْجِلْدِ﴾ عليها تسعة عشر (۳۰) ﴿مَلَكًا خَزَنَتُهَا قَالَ بَعْضُ الْكُفَّارِ وَكَانَ قَوِيًّا شَدِيْدَ الْبَاسِ اَنَا اَكْفِيْكُمْ سَبْعَةَ عَشَرَ اَكْفُوْنِىْ اَنْتُمُ اثْنَيْنِ قَالَ تَعَالٰى﴾ وما جعلنا اصحب النار الا ملئكة ﴿اَىْ فَلَا يُطَاقُوْنَ كَمَا يَتَوَهَّمُوْنَ﴾ وما جعلنا عدتهم ﴿ذٰلِكَ﴾ الا فتنة ﴿ضَلَالًا﴾ للذين كفروا ﴿بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لِمَ كَانُوْا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ ليستيقن ﴿لِيَسْتَبِيْنَ﴾ الذين اوتوا الكتب ﴿اَىِ الْيَهُوْدُ صِدْقَ النَّبِيِّ فِىْ كَوْنِهِمْ تِسْعَةَ عَشَرَ الْمُوَافِقَ لِمَا فِىْ كِتَابِهِمْ﴾ ويزداد الذين امنوا ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ﴾ ايمانا ﴿تَصْدِيْقًا لِمُوَافَقَةِ مَا اَتٰى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ لِمَا فِىْ كِتَابِهِمْ﴾ ولا يرتاب الذين اوتوا الكتب والمؤمنون ﴿مِنْ غَيْرِهِمْ فِىْ عَدَدِ الْمَلٰئِكَةِ﴾ وليقول الذين فى قلوبهم مرض ﴿شَكٌّ بِالْمَدِيْنَةِ﴾ والكفرون ﴿بِمَكَّةَ﴾ ماذا اراد الله بهذا ﴿الْعَدَدِ﴾ مثلا ﴿سَمُّوْهُ لِغَرَابَتِهٖ بِذٰلِكَ وَاُعْرِبَ حَالًا﴾ كذلك ﴿اَىْ مِثْلَ اِضْلَالِ مُنْكِرِ هٰذَا الْعَدَدِ وَهُدَى مُصَدِّقِهٖ﴾ يضل الله من يشاء ويهدى من يشاء وما يعلم جنود ربك ﴿اَلْمَلَائِكَةَ فِىْ قُوَّتِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ﴾ الا هو وما هى ﴿اَىْ سَقَرُ﴾ الا ذكرى للبشر (۳۱) ﴿.

﴿ترجمہ﴾

اے بالاپوش اوڑھنے والے (نبی ﷺ، "المدثر" کی اصل "المتدثر" ہے تاء کا دال میں ادغام کردیا گیا ہے یعنی اے نزولِ وحی کے وقت اپنے کپڑوں کے ساتھ چادر میں لپٹنے والے......) کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ (اہلِ مکہ کو آگ کا ایمان نہ لانے کی صورت میں، انذر بمعنی خوف ہے) اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو (مشرکین کے شرک سے اس کا بلند و بالا ہونا بیان کرو) اور اپنے کپڑے

پاک رکھو (نجاست سے یا یہ معنیٰ ہیں کہ اپنے کپڑے کوتاہ کیجئے اہل عرب کی عادت کے برخلاف کہ وہ بطور تکبر کپڑے دراز رکھتے ہیں کہ دراز ہونے کی صورت میں کپڑوں کے نجس ہونے کا احتمال رہتا ہے.....۲.....) اور بتوں سے (''الرجز'' کی تفسیر نبی پاک ﷺ نے ''اوثان'' سے کی ہے) دور رہو (یعنی بتوں کو ترک کرنے ہی پر جمے رہو) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو (''تستکثر'' مرفوع ہے حال واقع ہو رہا ہے یعنی کسی کو اس لیے کچھ نہ دو تا کہ بدلہ میں اس سے زیادہ لے سکو، یہ حکم نبی پاک ﷺ کے ساتھ خاص ہے کہ آپ ﷺ کو عمدہ ترین اخلاق اور افضل ترین آداب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے.....۳.....) اور اپنے رب کے لیے صبر کئے رہو (اوامر ونواہی پر) پھر جب صور پھونکا جائے گا (اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے، نقر بمعنی نفخ ہے، اور، ناقور کے معنی صور یعنی سینگ ہے) تو وہ (صور پھونکے جانے کا وقت) وہ دن (''یومئذ'' ماقبل سے بدل بن رہا ہے اور مبتدا واقع ہو رہا ہے غیر متمکن اسم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے یہ مبنی ہے اور مبتدا کی خبر ''یوم عسیر'' ہے) سخت دن ہے (''اذا'' میں عامل وہ معنی ہے جس پر جملہ دلالت کر رہا ہے یعنی ''اشتدا لا مر'') کافروں پر آسان نہیں (اس میں دلیل ہے کہ یہ دن کفار پر سخت ہونے کے باوجود مسلمانوں کے لیے آسان ہوگا) اسے مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے پیدا کیا (ذرنی بمعنی اترکنی ہے، اور ''ومن خلقت'' یہ مفعول بہ پر عطف یا مفعول معہ پر ہے) اکیلا (یعنی جسے میں نے اکیلا پیدا کیا بغیر مال واہل کے، مراد اس سے ولید بن مغیرہ ہے، ''وحیدا من'' سے یا ''خلقته'' کی ''ہ'' ضمیر محذوف سے حال بن رہا ہے) اور اسے وسیع مال دیا (جیسے کھیتیاں، مویشی تجارت، ممدودا بمعنی واسعا متصلا ہے) اور بیٹے دیئے (دس یا اس سے زائد) سامنے حاضر رہتے (وہ محافل میں موجود رہتے اور ان کے کلام کو سنا جاتا) اور میں نے اسے اس کے لیے (اس کی زندگی، عمر اور اولاد میں.....۴.....) طرح طرح کی کشادگیاں کیں (مھدت بمعنی بسطت ہے) پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ہرگز نہیں (میں اسے اور زیادہ نعمتیں نہ دوں گا) وہ تو میری آیتوں سے (یعنی قرآن پاک سے) عناد رکھتا ہے (عنید بمعنی معاند ہے) قریب ہے کہ میں اسے تکلیف دوں گا (سارھقه بمعنی اکلفه ہے) صعود کی (عذاب کی تکلیف جھیلنے کی یا صعود نامی آگ کے پہاڑ پر چڑھنے کی وہ ہمیشہ اس پر چڑھتا رہے گا اور گرتا رہے گا) بیشک وہ سوچا (نبی پاک ﷺ سے قرآن پاک سن کر اس کے بارے میں) اور (اپنے دل میں) کچھ بات ٹھہرائی تو اس پر لعنت وعذاب ہو (قتل کے معنی لعن وعذاب ہے) کیسی ٹھہرائی (کیف قدر کے معنی علی ای حال کان تقدیرہ ہے) پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا (اپنی قوم کے چہروں کی طرف) پھر تیوری چڑھائی (ان کی بات کو شاق سمجھ کر منہ بگاڑا) اور منہ بگاڑا (یعنی مزید منہ بگاڑا اور تیوری چڑھائی) پھر پیٹھ پھیری (ایمان لانے سے) اور تکبر کیا (اتباع نبی ﷺ سے، استکبر بمعنی تکبر ہے) پھر بولا (قرآن کے بارے میں جو حضور ﷺ لے کر آئے) یہ تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر جادو جسے نقل کیا گیا ہے (جادوگروں سے، یوثر بمعنی ینقل ہے) یہ نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر آدمی کا کلام (جیسا کہ کفار کہتے تھے ''انما یعلمه بشر انہیں کوئی بشر یہ سکھلاتا ہے''.....۵.....) کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں داخل کرتا ہوں (ساصلیه بمعنی ادخلیه اور سقر کے معنی جہنم ہے) اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے (یہاں استفہام تعظیم شان بیان کرنے کے لیے ہے) نہ چھوڑے اور نہ لگی رکھے (نہ گوشت کو اور نہ پٹھوں کو یہ آگ سب کو جلا کر راکھ کر دے گی پھر جسم دوبارہ صحیح ہوگا اور یہی عذاب دوبارہ شروع ہوگا اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا) آدمی کی کھال کو جلا دیتی ہے (اوپری کھال کو، لواحة بمعنی محرقة ہے) اس پر انیس (فرشتے داروغہ) ہیں (ایک طاقتور کافر نے یہ آیت سن کر کہا تھا سترہ فرشتوں کو تمہاری طرف سے میں کافی ہو جاؤں گا اور بقیہ دو کو تم میری طرف سے کافی ہو جانا، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) ہم نے دوزخ کے لیے داروغہ نہ کئے مگر فرشتے (پس ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی جیسا کہ کفار کا خیال ہے) اور ہم نے ان کی (یہ) گنتی نہ رکھی مگر

کافروں کی گمراہی کو (فتنة بمعنی ضلالا ہے، کہ کافران کی تعداد سن کر کہیں کہ ان کی گنتی انیس کیوں ہے؟......ع......) اور ظاہر ہو جائے (لیستقین بمعنی لیستبین ہے) کتابیوں پر (یعنی یہودیوں پر نبی پاک ﷺ کی صداقت کہ ان فرشتوں کی تعداد کا انیس ہونا یہودیوں کی اپنی کتاب کے موافق ہے) اور ایمان والوں کا (کتابیوں میں سے) ایمان بڑھے (یعنی تصدیق بڑھے کہ جو بات نبی پاک ﷺ ان کے پاس لے کر آئے ہیں وہ ان کی کتاب کے موافق ہے) اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو (یعنی کتابی ایمان والوں کے غیر کو) کوئی شک نہ رہے اور (مدینہ میں) وہ لوگ کہیں جن کے دل میں مرض ہے اور کافر (جو مکہ میں ہیں) اللہ اس سے (اس عدد کو بیان کرنے سے "مثلا" حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اسے اس کی غرابت کی وجہ سے "مثلا" کہا گیا ہے) یونہی (یعنی اس عدد کے منکر کو گمراہ کرنے اور اس عدد کے مصدق کو ہدایت دینے ہی کی طرح) اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو (یعنی فرشتوں کو ان کی قوت کو اور ان کے مددگاروں کو) اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ (یعنی جہنم) تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر والرجز فاهجر﴾

یایها المدثر: نداء، قم: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انذر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ربک: مفعول مقدم، ف: زائد، کبر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، ثیابک: مفعول مقدم، ف: زائد، طهر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث، و: عاطفہ، الرجز: مفعول مقدم، ف: زائد، اهجر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف رابع، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر﴾

و: عاطفہ، لاتمنن: فعل نہی "وانت" ضمیر ذوالحال، تستکثر: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لربک: ظرف لغو مقدم، ف: زائد، اصبر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکفرین غیر یسیر﴾

ف: تعلیلیہ سببیہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، نقر فی الناقور: فعل مجہول با نائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، ذلک: مبدل منہ، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف بدل، ملکر مبتدا، یوم: موصوف، عسیر علی الکفرین: شبہ جملہ صفت اول، غیر یسیر: صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت له مالا ممدودا وبنین شهودا﴾

ذر: فعل امر با فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من خلقت: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، وحیدا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلت: فعل با فاعل، له: ظرف مستقر مفعول ثانی، مالا ممدودا: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و: عاطفہ، بنین شهودا: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومهدت له تمهیدا ثم یطمع ان ازید﴾

و: عاطفہ، مهدت له: فعل با فاعل وظرف لغو، تمهیدا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، یطمع: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، ازید: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "مهدت" پر معطوف ہے۔

﴿کلا انه کان لایتنا عنیدا سارهقه صعودا انه فکر وقدر﴾

کلا: حرف ردع وزجر، انہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، لایتنا عنیدا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، سارهقه: فعل بافاعل ومفعول، صعودا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، فکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر﴾

ف: عاطفہ، قتل: فعل مجہول "ھو" ضمیر ذوالحال، کیف: اسم استفہام حال مقدم، قدر: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، قتل کیف قدر: جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، نظر: جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، عبس: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بسر: جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، ادبر: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، استکبر: جملہ فعلیہ۔

﴿فقال ان هذا الا سحر یؤثر ان هذا الا قول البشر﴾

ف: عاطفہ، قال: قول، ان: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، سحر: موصوف، یوثر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مؤکد، ان: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، قول البشر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تاکید، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ساصلیه سقر وما ادرک ماسقر لا تبقی ولا تذر لواحة للبشر﴾

س: حرف استقبال، اصلیہ: فعل بافاعل ومفعول، سقر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "سارھقة صعودا" سے بدل واقع ہے، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، سقر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لاتبقی: فعل نفی بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاتذر: فعل بافاعل، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، لواحة: جرف، للبشر: شبہ جملہ اسمیہ "ھی" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿علیها تسعة عشر وما جعلنا اصحب النار الا ملئكة﴾

علیھا: ظرف مستقر خبر مقدم، تسعة عشر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ماجعلنا: فعل نفی بافاعل، اصحب النار: مفعول اول، الا: اداۃ حصر، ملئکة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وما جعلنا عدتهم الا فتنة للذین کفروا لیستیقن الذین اوتوا الکتب ویزداد الذین امنوا ایمانا﴾

و: عاطفہ، ماجعلنا: فعل نفی بافاعل، عدتھم: مفعول اول، الا: أداۃ حصر، فتنة: مصدر بافاعل، لام: جار، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، لام: جار، یستیقن: فعل، الذین اوتوا الکتب: موصول صلہ، ملکر الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یزداد: فعل، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر فاعل، ایمانا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یرتاب الذین اوتوا الکتب والمومنون ولیقول الذین فی قلوبهم مرض والکفرون ماذا اراد الله بهذا مثلا﴾

و: عاطفہ، لایرتاب: فعل نفی، الذین اوتوا الکتب: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، المومنون: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یستقین" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لام: جار، یقول: فعل، الذین فی قلوبھم مرض: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الکفرون: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، اراد اللہ: فعل وفاعل، ب: جار، ھذا: ذوالحال، مثلا: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ہوکر تقدیر ان مجرور، ملکر ماقبل "یستقین" پر

معطوف ہے۔

﴿كذلک يضل الله من يشاء ويهدی من يشاء وما يعلم جنود ربک الا هو﴾

كذلک: ظرف مستقر "اضلالا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، يضل الله: فعل وفاعل، من يشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، يهدی: فعل بافاعل، من يشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما يعلم: فعل نفی، جنود ربک: مفعول، الا: اداۃ حصر، هو: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما هی الا ذکری للبشر﴾

و: عاطفہ، ما: نافیہ، هی: مبتدا، الا: اداۃ حصر، ذکر: مصدر بافاعل، للبشر: ظرف لغو ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایها المدثر......☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا میں کوہ حرا پر تھا کہ مجھے ندا دی گئی (یامحمدانک رسول الله) میں نے اپنے دائیں بائیں کچھ نہ پایا اوپر دیکھا ایک شخص آسمان وزمین کے درمیان بیٹھا ہے (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) یہ دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے کہا مجھے پاپوش اڑھاؤ انہوں نے اڑھادیا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا ﴿یایها المدثر﴾۔

☆......ذرنی ومن خلقت وحیدا......☆ یہ آیت ولید بن مغیرہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی وہ اپنی قوم میں وحید کے لقب سے ملقب تھا۔

☆......ان هذا الا قول البشر......☆ جب ﴿حم تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم﴾ نازل ہوئی اور سیّد عالم نے مسجد میں تلاوت فرمائی، ولید نے سنا اس قوم کی مجلس میں آکر اس نے کہا خدا کی قسم میں نے محمد سے ابھی ایک کلام سنا نہ وہ آدمی کا نہ جن کا بخدا اس میں عجیب شرینی اور تازگی اور فوائد ودلکشی ہے وہ کلام سب پر غالب رہے گا قریش کو ان کی باتوں سے بہت غم ہوا اور ان میں مشہور ہوگیا کہ ولید آبائی دین سے برگشتہ ہوگیا ابوجہل نے ولید کو ہموار کرنے کا ذمہ لیا اور اس کے پاس آکر بہت غمزدہ صورت بنا کر بیٹھ گیا ولید نے کہا کیا غم ہے ابوجہل نے کہا غم کیسے نہ ہو تو بوڑھا ہوگیا ہے قریش کے خرچ کے لئے روپیہ جمع کردیں گے انہیں کیا کہ تو نے محمد کے کلام کی تعریف اس لئے کی کہ تجھے ان کے دسترخوان کا بچا ہوکھانا مل جائے اس پر اسے بہت طیش آیا اور کہنے لگا قریش کو میرے مال ودولت کا حال معلوم نہیں ہے اور کیا محمد اور ان کے اصحاب نے کبھی سیر ہوکر کھانا بھی کھایا ان کے دسترخوان پر کیا بچے گا پھر ابوجہل اٹھا اور قوم میں آکر کہنے لگا تمہیں خیال ہے کہ محمد ﷺ مجنون ہیں کیا تم نے ان میں کبھی کوئی دیوانگی کی بات دیکھی ہے سب نے کہا ہرگز نہیں کہنے لگا تم انہیں کاہن سمجھتے ہو کیا تم نے انہیں کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا نہیں کیا، تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے پایا؟ سب نے کہا نہیں، کہنے لگا تم انہیں کذاب کہتے ہو کیا تمہارے تجربہ میں کبھی انہوں نے جھوٹ بولا؟ سب نے کہا نہیں، اور قریش میں آپ کا صدق ودیانت ایسا مشہور تھا کہ قریش آپ کو امین کہا کرتے تھے۔ یہ سن کر قریش نے کہا پھر کیا بات ہے تو ولید سوچ کر بولا بات یہ ہے کہ وہ جادوگر ہے تم نے دیکھا ہوگا ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے، باپ بیٹے سے جدا ہوجاتے ہیں، بس یہی جادو کا کام ہے اور جو قرآن پڑھتے وہ دل میں اثر کرجاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ وہ جادو ہے اس آیت کریمہ میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

المدثر کے حوالے سے اہم معلومات:

۱۔۔۔۔۔المدثر کی اصل المتدثر ہے، مراد یہ ہے کہ سونے کے لئے چادر موٗنھ پر ڈال لینا، سردی کی وجہ سے گرم کپڑا ڈال لینا ۔علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ المدثر سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات پاک ہے، لیکن یہ خطاب کیوں دیا گیا؟ اس بارے میں دو طرح کے کلام پائے جاتے ہیں: (۱)۔۔۔۔۔جب اوائل میں نزول قرآن ہونے لگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں غارِ حرا میں تھا، مجھے ندا کی گئی، اے محمد ﷺ بیشک آپ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ ہیں، پس میں نے دائیں بائیں جانب دیکھا لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا، پس میں نے آسمان کی جانب نگاہ بلند کی تو میں نے آسمان وزمین کے مابین عرش پر ایک فرشتے کو ملاحظہ فرمایا، پس مجھے کچھ خوف محسوس ہوا اور میں بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو، اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈال دو، پس جبرائیل امین علیہ السلام کا نزول ہوا اور انہوں نے فرمایا: ﴿یایھا المدثر﴾''۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ المدثر، رقم: ۴۹۲۲، ص ۸۷۶)۔(۲)۔۔۔۔۔ابوجہل، ابولہب، ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سید عالم ﷺ کو اذیت دیا کرتے تھے، یہ سب جمع ہوئے اور کہا عرب کے کچھ وفود ایام حج میں جمع ہونگے، پس وہ ہم سے محمد (ﷺ) کے بارے میں سوال کریں گے تو ہم جواب یہ دیں گے: مجنون ہیں، کاہن ہیں، شاعر ہیں، پس ہمارے مختلف جواب سن کر اہل عرب کہیں گے کہ ان کے جواب مختلف ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ یہ باطل جوابات دے رہے ہیں چلو کسی ایک جواب پر متفق ہوجائیں، پس ان میں ایک کہے گا کہ وہ شاعر ہیں ولید نے کہا ان کا کلام کسی شاعر کے جیسا نہیں، دوسرے نے کاہن کہہ دیا، ولید کہتا ہے کہ کون کاہن؟ بولے جو ایک بات سچی کہے اور دوسری بات جھوٹی۔ ولید کہتا ہے کہ قسم خدا کی محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، پھر کسی نے کہا کہ مجنون ہیں، ولید نے کہا کہ وہ مجنون کیسے ہیں؟ بولے لوگوں سے خوف کرتے ہیں، ولید نے کہا واللہ! محمد (ﷺ) کسی سے کبھی بھی خوف نہیں کرتے، یہ کہہ کر ولید اٹھا اور اپنے گھر کی جانب چل دیا، اور لوگ کہنے لگے کہ ولید بن مغیرہ نے اپنا مذہب تبدیل کرلیا ہے، پھر لوگ ابوجہل کے پاس گئے اور حالات بیان کئے تو ابوجہل ولید کے پاس جا پہنچا اور کہا: اے ابوشمس! کیا ہوا؟ قریش تمہارے متعلق کیا کہہ رہے ہیں کہ تم نے اپنا مذہب تبدیل کرلیا ہے؟ ولید نے کہا کہ مجھے اپنا مذہب تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں محمد (ﷺ) سے متعلق غور وفکر کررہا ہوں، میں نے سوچا کہ وہ جادوگر ہیں جو باپ بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے، اور محمد (ﷺ) نے ایسا ہی کیا ہے، پھر وہ سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ محمد (ﷺ) جادوگر ہیں۔ پھر وہ سب باہر نکل کر مکہ کی سرزمین پر چلا چلا کر کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) جادوگر ہیں، اور لوگوں میں یہ شور مچ گیا کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں جس سے سید عالم ﷺ کو بہت رنج ہوا، اور آپ غمزدہ ہوکر باہر تشریف لائے اور چادر اوڑھ کر آرام فرمانے لگے جس پر یہ آیت ﴿یایھا المدثر﴾ نازل ہوئی۔(۳)۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ کپڑا اوڑھے آرام فرمارہے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: ﴿یایھا المدثر قم فانذر﴾ یعنی اے محمد ﷺ! کپڑے سے باہر ہوں اور نیند سے بیدار ہوجائیں، اور جس کام کے لئے آپ ﷺ کو آپ کے رب عزوجل نے منتخب فرمایا ہے اس میں مصروف ہوجائیں۔(۴)۔۔۔۔۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں مدثر سے مراد ظاہری اعتبار سے کپڑا لینا یا اوڑھ لینا مراد نہیں بلکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں لباسِ تقوی اور علم کی رداء اوڑھائی ہے اور انہیں علم سے مزین فرمایا ہے یا یہ مراد ہے کہ اے نبوت سے مزین کئے جانے والے نبی ﷺ! اٹھیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں۔(۵)۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ غار حرا میں لوگوں سے چھپے ہوئے تھے ہوسکتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو یہ خطاب کیا گیا ہو، کہ اے محمد ﷺ! اٹھیں اور لوگوں سے پوشیدہ نہ رہیں بلکہ

اپنے منصب کی ادائیگی میں مصروف ہو جائیں اور لوگوں کو حق کی معرفت کا درس دیں۔(۲)......سید عالم ﷺ کو اللہ ﷻ نے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے، پس یہ خطاب اس لئے بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے علم و حکمت کے پردوں میں لپٹے ہوئے نبی ﷺ، انھیں اور لوگوں کو اپنے رب ﷻ کے عذاب کا خوف دلائیں۔ (الرازی، ج۱۰، ص۶۹۶ وغیرہ ملخصاً)

سید عالم ﷺ کو کپڑا پاک رکھنے کا حکم:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وثیابک فطھر اور اپنے کپڑے پاک رکھو(المدثر:٤)﴾۔امام راغب فرماتے ہیں کہ طہارت کی دو اقسام ہیں، ایک جسم کے طہارت اختیار کرنا اور دوسری نفس کا طہارت اختیار کرنا، جس پر عام طور پر آیات محمول کی جاتی ہیں وہ جسم کے طہارت اختیار کرنے کے حوالے سے کی جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وثیابک فطھر اور اپنے کپڑے پاک رکھو(المدثر:٤)﴾۔کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں سید عالم ﷺ کو کپڑوں کی پاکی کا حکم دے کر نفس کو عیوب سے پاک رکھنے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور اسی طرح دل کو پاک رکھنا بھی اسی معنی کے تحت آتا ہے، اور حسن ؓ کہتے ہیں کہ اخلاق حسنہ کا حکم دیا گیا ہے۔اور ایک روایت میں یوں ہے: ''اپنے اخلاق کو اچھا کیجئے اگرچہ آپ کے ساتھ کفار و ابرار دونوں ہی شریک ہوں یا یوں روایت ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح کیجئے''۔ایک حدیث میں یوں ہے: ''انسان انہیں کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جس میں اُس کی موت واقع ہوئی ہوگی''۔اور ثیابک بمعنی اعمالک بھی ہو سکتا ہے کہ سید عالم ﷺ کو اپنے اہل کے حوالے سے خطاب فرمایا گیا ہو کہ اپنے اہل کو وعظ و نصیحت، ادب و آداب کی تعلیم کے ذریعے پاک و صاف کیجئے اور اہل عرب ''اہل'' کو ''ثوب ولباس'' سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ھن لباس لکم و انتم لباس لھن وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو(البقرۃ: ۱۸۷)﴾۔

(المفردات، ص ۳۱۰، روح البیان، ج۱۰، ص ۲۶۶)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ''تطھیر ثیاب'' تطہیر نفس سے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے، جب اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ کے لئے ظاہری نجاست سے راضی نہیں ہے تو باطنی نجاست کیسے پسند فرما سکتا ہے؟۔ (روح المعانی، الجزء:۲۹، ص۱۸۲)

احسان کرکے بدلے میں زیادہ کی امید رکھنا:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ولا تمنن تستکثر اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو (المدثر:٦)﴾۔اہل تاویل کا اس آیت کے اعتبار سے اختلاف ہے، چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے لوگوں کو عطا نہ کیجئے۔ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ضحاک کہتے ہیں کہ یہاں حلال ربا مراد ہے یعنی ھدیہ دینا، جب کہ حرام ربا کو سب ہی جانتے ہیں۔قتادہ کہتے ہیں کہ کسی کو اس لئے کوئی چیز نہ دیں کہ اُس سے کوئی دنیاوی منفعت وابستہ ہو۔مجاہد کہتے ہیں کہ کسی کو اس لئے نہ دیں کہ دنیا میں اس سے کچھ مزید حاصل کر لینے کی نیت ہو۔ضحاک بن مزاحم کا قول ہے کہ یہ آیت سید عالم ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہے جب کہ دیگر لوگوں پر اس حوالے سے وسعت ہے۔بعض اہل تاویل یہ کہتے کہ کثرت کی خواہش کی وجہ سے اپنے رب ﷻ کے لئے اعمال نہ کیجئے۔

(الطبری، الجزء:۲۹، ص ۱۷۶ وغیرہ)

ولید بن مغیرہ پر انعامِ خداوندی اور......:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت لہ مالا ممدودا وبنین شھودا ومھدت لہ تمھیدا اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے وسیع مال دیا اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے اور میں نے اس کے لئے طرح طرح کی تیاریاں کیں (المدثر:۱۱تا۱٤)﴾۔قتادہ کہتے ہیں اللہ ﷻ نے ولید بن مغیرہ کو اکلوتا پیدا کیا، مال و ثروت سے نہ نوازا تھا

پھر اللہ ﷻ نے اُسے مال دیا، اولاد کی نعمت بھی عطا فرمائی، جاہ وثروت اور بڑھنے والا مال دیا۔ بعض اہل تاویل نے کہا کہ اللہ ﷻ نے اُسے ہزار دینار کا مالک بنایا تھا۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے جب کہ بعض کا قول چار ہزار دینار کا بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے دس بیٹے ہوئے اور اس نے بہت عیش والی زندگی گزاری۔ اہل تاویل کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ مزید مال واولاد کا خوگر ہوا اور جتنا اُسے دیا گیا تھا اس میں بھی اضافہ چاہا لیکن اللہ ﷻ نے اس آیت میں واضح فرمایا: ﴿کلا انه کان لاٰیتنا عنیدا ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے (المدثر:۱٦)﴾۔ یعنی اُسے ہرگز مال واولاد میں زیادتی نہ ملے گی، اُسے اس کی ماں کے بطن سے اکیلا پیدا کیا اور مال واولاد کی نعمت عطا فرمائی جو کہ اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے ہے لیکن وہ حق سے دور ہی رہا اور اجتناب کرتا رہا اور حد سے بڑھ گیا۔

(الطبری، الجزء:۲۹، ص ۱۸۲ وغیرہ)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: جیسے کہ دنیا میں ہدیے اور نیوتے دینے کا دستور ہوتا ہے، یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے دے گا، اس قسم کے ہدیے اور نیوتے شرعاً جائز ہیں، مگر نبی کریم ﷺ کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ شانِ نبوت بہت ارفع واعلیٰ ہے اور اس منصب عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو، اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر۷)

ولید بن مغیرہ کے افعال واعمال کا جائزہ:

۵۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال ان ھٰذا الا سحر یؤثر ان ھٰذا الا قول البشر تو اس پر لعنت کیسی ٹھہرائی پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا یہ نہیں مگر آدمی کا کلام (۱۹ تا ۲۵)﴾۔ یہاں ولید بن مغیرہ کے جن جن افعال کو نمایاں انداز میں بیان کیا گیا ہے، ہم ان افعال کو لغت کی زبان میں بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ وضاحت اپنی تکمیل تک پہنچ جائے اور ولید بن مغیرہ جیسے دیگر معاندین کا بھی طشتِ بام ہو جائے۔

(۱)۔۔۔۔۔ قدر: التقدیر سے ہے، اور اس کا تعلق انسان کے ساتھ دو طریقوں سے ہوا کرتا ہے، ایک کسی معاملے میں تفکر کرنے کے حوالے سے جو کہ حسب نظر معاملات کے اعتبار سے عقل ودانست کی موجودگی میں ہوا کرتا ہے اور یہ شرعاً محمود ہے جب کہ دوسرا تفکر، خواہش اور شہوت کے اعتبار سے جو کہ مذموم ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿انه فکر وقدر بیشک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی (المدثر:۱۸)﴾۔ اور قدر کا لفظ قدرت اور حالِ مقدرہ سے مستعار لیا گیا ہے یعنی کسی کا مالی اعتبار سے وسعت والا ہونا، اور القدر سے مراد کسی چیز کا مکان کا اُس کے لئے مقدر ہونا مراد ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ نظر: کسی چیز کے مشاہدے کے لئے نظر اٹھا کر دیکھنا، اور اس کے ذریعے تأمل کا ارادہ کیا جاتا ہے، اور پھر رویت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ دیکھا جاتا ہے لیکن تامل نہیں پایا جاتا جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿قل انظروا ماذا فی السمٰوٰت دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا ہے (یونس:۱۰۱)﴾ یعنی تأملوا، یعنی صرف آسمان کا مشاہدہ ہی نہ کریں بلکہ تأمل بھی کریں۔ اور نظر کا تعلق بصر سے ہونا عام لوگوں کے نزدیک ہوا کرتا ہے جب کہ نظر کا تعلق بصیرت سے ہونا خاص لوگوں کے نزدیک ہے یعنی عام لوگوں کا دیکھنا فقط دیکھنا ہی ہے جب کہ خاص لوگوں کا دیکھنا فقط دیکھنا ہی نہیں بلکہ تأمل کرنا بھی ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔عبس: دل میں کسی حوالے سے تنگی ہونا، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿عبس وتولّٰی تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا (عبس:۱)﴾، ﴿ثم عبس وبسر پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا (المدثر:۲۲)﴾۔ اسی سے یوم عبوس بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ

کا فرمان: ﴿یوما عبوسا قمطریرا ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے(الدھر:۱۰)﴾۔
(۴)...... بسر: کسی چیز میں وقت سے پہلے جلدی کرنا، جیسا کہ کسی شخص کا حاجت کے معاملے میں بے وقت جلدی مچانا، اسی سے ﴿عبس و بسر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا (المدثر:۲۲)﴾ ہے اور اسی سے یہ فرمان بھی ہے: ﴿وجوہ یومئذ باسرۃ اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے (القیمۃ:۲۴)﴾ یعنی جہنم میں آگ کی سزا ختم ہونے سے پہلے ہی ان کے چہرے سوکھے مرجھائے ہوئے ہونگے اور اسی جانب اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اشارہ ہے۔
(۵)...... ادبر: دابر کے معنی کسی چیز کا متاخر یا متابع ہونا، یا تو مکان کے اعتبار سے متاخر ہوگا یا زمان کے اعتبار سے متابع و متاخر ہوگا یا مرتبے کے اعتبار سے متاخر و متابع ہوگا اور ادبر کے معنی ہیں کسی چیز سے پس پشت ہو جانا یا کسی چیز سے منہ موڑ لینا، پیچھا چھڑانا وغیرہ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿ثم ادبر واستکبر پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا(المدثر:۲۳)﴾۔(المفردات، ص ۵۶،۲۲۳،۴۹۹،۳۹۷)

داروغۂ دوزخ کی تعداد کا بیان:

۱...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿علیھا تسعۃ عشر اس پر انیس داروغہ ہیں(المدثر:۳۰)﴾۔ جہنم پر اُنیس فرشتے متعین ہیں اور یہ داروغۂ جہنم ہیں۔ ایک کا نام مالک ہے اور اٹھارہ دوسرے ہیں۔ ابن مبارک اور بیہقی میں سے ایک نے ابی العوام کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اُنیس فرشتے ہیں، ان کے کندھوں کے درمیان اتنا اتنا فاصلہ ہے۔ ابن وہب نے زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں ایک کے کندھوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سال کا ہوگا، ان سے رحمت نکال لی گئی ہے، ان میں سے ایک فرشتہ ایک ہی وقت میں ستر ہزار جہنمیوں کو اٹھالیگا اور جہنم میں جہاں چاہے گا پھینک دیگا۔ امام بغوی نے کہا کہ حضرت ابن عباس، قتادہ، ضحاک رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ بیہقی نے ابن اسحاق سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو جہل نے قریش سے کہا تمہاری مائیں تم پر روئیں، میں سنتا ہوں کہ ابن ابی کبشہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) خبر دیتے ہیں کہ جہنم کے کل اُنیس داروغہ ہیں جب کہ تم بڑے طاقتور، کثیر اور بہادر ہو، کیا تم میں سے دس بھی مل کر ایک کو نہ پکڑ سکیں گے؟ ابو الاشد بن کلدہ نے کہا میں تمہاری طرف سے سترہ کو تو کافی ہوں، دس میری پشت پر ہوں گے۔ سات پیٹ میں تم صرف دو کا ذمہ لے لو۔ (المظھری، ج۷، ص ۲۸۵)

اغراض:

عن النجاسۃ: اس لئے کہ کپڑوں کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کی شرط میں سے ہے، اس کے بغیر نماز درست نہ ہوگی، اور یہ نماز کے علاوہ بھی اَولیٰ اور محبوب عمل ہے اس لئے کہ مومن پاک صاف ستھرا ہوا کرتا ہے، اور اُسے خباثت نہیں چھوتی اور یہ آیت مشرکین کے رد میں ہے کیونکہ مشرکین اپنے کپڑوں کو صاف ستھرا نہ رکھتے تھے، پس اللہ نے مومنین کو اُن کی مخالفت کا حکم ارشاد فرمایا۔
قصرھا: یعنی کپڑوں کا لمبا ہونا نجاست لگنے کو لازم کرتا ہے، یہاں لازم سے ملزوم کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے، اور کپڑوں (یعنی تہبند) کی تقصیر کا حکم حدیث میں بھی ہے: ''مومن کی تہبند اُس کی پنڈلی کے نصف تک ہو اور اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ پنڈلی اور ٹخنوں کے مابین ہو اور جو اِس سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے''۔ ایک حدیث میں یوں وارد ہوا ہے: ''جس نے اپنی تہبند تکبر کی وجہ سے نیچے کی اللہ قیامت کے دن اُس کی طرف نظرِ رحمت نہ کرے گا''۔ ای دم علی ھجرہ: اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے جو آیت کے ظاہر سے پیدا ہو رہا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) بتوں کی عبادت کرنے میں مبتلا تھے اس لئے انہیں بتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔
لا تعط شیئا لتطلب اکثر منہ: یعنی کسی پر اسلئے احسان نہ کیجئے کہ اس کا عوض لینا مقصود ہو، کہ کسی کو کچھ دیں اور اس کے بدلے میں زیادہ لینے کی خواہش ہو۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کسی کو دکھانے کی غرض سے بہت زیادہ نوازشات نہ کریں کیونکہ ﴿متاع الدنیا

قلیل ﴾ کی طرف نظر رکھے۔ اکثر منه: یعنی نہ تو زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان کرے اور نہ ہی برابر لینے کی نیت سے اور نہ ہی کم لینے کی نیت سے احسان کرے، مراد یہ ہے کہ کسی سے عوض کا ذہن ہی نہ رکھے اس لئے کہ سید عالم ﷺ کسی کو عطا کرتے تو عوض کا ذہن نہ رکھتے تھے اور نفس کو خاص طور پر آقائے دو جہاں ﷺ سے ملتفظ کرنا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ دنیا اور آخرت دونوں مقامات میں اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں، اللہ کے خزانوں کے تقسیم کرنے والے ہیں اور بندہ اپنی تمام عبادات کو اللہ کی جانب منسوب کر کے انہیں تھوڑا خیال کرے نہ کہ زیادہ اور کسی فقیر کو مال دے کر عوض نہ چاہے کیونکہ بندہ دنیا میں غنیٔ مطلق (اللہ وحدہ لاشریک) کے نائب کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے اور اللہ کو احسان کے بدلے عوض طلب کرنا پسند نہیں، پس غور کرے۔

هو القرن: صور کے مابین آسمان وزمین کے دائرے کے برابر ایک سوراخ ہے، اور روحوں کی تعداد کے مطابق اس میں سوراخ ہیں اور ان سوراخوں میں الگ الگ روحیں جمع ہونگی، پھر جب دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا تو روحیں نکل کر اپنے اپنے جسموں میں پہنچ جائیں گی اور اللہ کے حکم سے جسم میں جا کر جسم زندہ کر دیں گی۔ فیه دلالة: اللہ کا فرمان: ﴿علی الکافرین﴾ جار مجرور کی قید کے ساتھ بیان کیا ،اس کلام میں اشارہ ہے کہ مومنین کے لئے یہ دن آسان ہوگا اور اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ "غیـــر یسیـــر" اور "عسیـر" کہنے میں کیا فوائد موجود ہیں جبکہ اللہ بے پرواہ ہے، پس اس میں کافروں پر وعید اور سختی میں زیادتی کرنے کی جانب اشارہ ہے اور بشارت اور مومنین کی تسلی کا سامان کرنا ہے۔

الضروع: بمعنی المواشی ہے۔ تعظیم لشانها: اس کی نظیر ما قبل سورة الحاقة میں گزری۔

عشرة: مذکورہ بدبختوں میں سے، اور امام خازن نے اپنی تفسیر میں سات نام ذکر کئے ہیں: ولید، خالد، عمارۃ، ہشام، عاص، قیس اور عبد شمس۔ او اکثر: یا دس سے زیادہ بارہ، تیرہ، سترہ اور ان میں سے تین بعد میں اسلام لائے، یعنی خالد، ہشام اور ولید۔

یشهدون المحافل: یعنی لوگوں کا اپنی وجاہت کے ساتھ دیگر لوگوں میں جمع ہونا، یا اپنے والد کے ساتھ کسی جگہ موجود ہونا، جب کہ سفر کی حاجت نہ ہوتی ہو اور یہ کثرت نعمت اور خدمت سے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔ وتسمع شهاداتهم: بمعنی کلامهم ہے۔ فی العیش والعمر والولد: یہاں تک کہ اسے (ولید بن مغیرہ کو) ریحانہ قریش کہتے ہیں، کیونکہ وہ قریش کے آگے ہونے اور سرداری ہونے میں اکیلا ہی تھا۔ لا ازیده: نہ تو اس کا مال زیادہ ہوا اور نہ ہی کم ہوا، بلکہ وارد ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اس کے مال واولاد میں نقصان ہوتا گیا، یہاں تک کہ تنگی کے عالم میں پاؤں میں کانٹا چبھنے کی تکلیف کے باعث مر گیا۔

محرقة لظاهر الجلد: یعنی چہرے کو جلا دینے والی (جہنم کی آگ یا گرمی) اور کھال کے عذاب دیئے جانے کا تمام انسان پر اطلاق کیا، اور کھال کا جھلسا دیا جانا اُس وقت مانا جائے گا جب کہ انسان جہنم رسید کیا جائے لیکن اول معنی زیادہ قریب ترین ہے۔

قال بعض الکفار: ابو جہل نے قریش سے کہا تمہاری مائیں تم پر روئیں، میں سنتا ہوں کہ ابو کبشہ (محمد ﷺ) خبر دیتا ہے کہ جہنم کے کل انیس داروغہ ہیں جب کہ تم بڑے طاقتور، کثیر اور بہادر ہو، تم میں سے دس بھی مل کر ایک داروغہ کو نہ پکڑ سکو گے، ابوالاشد بن کلدہ نے کہا میں تمہاری طرف سے سترہ کو تو کافی ہوں، دس میری پشت پر ہونگے، سات پیٹ پر، تم صرف دو کا ذمہ لے لو۔

(الصاوی، ج۶، ص ۱۹۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿کلا﴾ اِسْتِفْتَاحٌ بِمَعْنٰی اِلَّا ﴿والقمر(۳۲) والیل اذ﴾ بِفَتْحِ الذَّالِ ﴿ادبر(۳۳)﴾ جَاءَ بَعْدَ النَّهَارِ وَفِیْ قِرَائَةٍ اِذْ اَدْبَرَ بِسُکُوْنِ الذَّالِ بَعْدَهَا هَمْزَةٌ اَیْ مَضٰی ﴿والصبح اذا اسفر(۳۴)﴾ ظَهَرَ ﴿انها﴾ اَیْ سَقَرَ ﴿لاحدی

الکبر (۳۵) ﴿اَلْبَلَایَا الْعِظَامِ ﴿نذیرا﴾ حَالٌ مِنْ اِحْدٰی وَذُکِرَ لِاَنَّھَا بِمَعْنَی الْعَذَابِ ﴿للبشر (۳۶) لمن شاء منکم﴾ بَدَلٌ مِنَ الْبَشَرِ ﴿ان یتقدم﴾ اِلَی الْخَیْرِ اَوِالْجَنَّۃِ بِالْاِیْمَانِ ﴿ اویتاخر (۳۷) ﴾ اِلَی الشَّرِّ اَوِالنَّارِ بِالْکُفْرِ ﴿کل نفس بما کسبت رھینۃ (۳۸) ﴾ مَرْھُوْنَۃٌ مَاْخُوْذَۃٌ بِعَمَلِھَا فِی النَّارِ ﴿الا اصحب الیمین (۳۹) ﴾ وَھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ فَنَاجُوْنَ مِنْھَا کَائِنُوْنَ ﴿فی جنت یتساء لون (۴۰) ﴾ بَیْنَھُمْ ﴿عن المجرمین (۴۱) ﴾ وَحَالُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ بَعْدَ اِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿ما سلککم﴾ اَدْخَلَکُمْ ﴿فی سقر (۴۲) قالوا لم نک من المصلین (۴۳) ولم نک نطعم المسکین (۴۴) وکنا نخوض﴾ فِی الْبَاطِلِ ﴿ مع الخائضین (۴۵) وکنا نکذب بیوم الدین (۴۶) ﴾ اَلْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ ﴿حتی اتنا الیقین (۴۷) ﴾ اَلْمَوْتُ ﴿فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین (۴۸) ﴾ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَالْمَعْنٰی لَاشَفَاعَۃَ لَھُمْ ﴿فما﴾ مُبْتَدَاءٌ ﴿ لھم﴾ خَبَرُہٗ مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اِنْتَقَلَ ضَمِیْرُہٗ اِلَیْہِ ﴿ عن التذکرۃ معرضین (۴۹) ﴾ حَالٌ مِنَ الضَّمِیْرِ وَالْمَعْنٰی اَیُّ شَیْءٍ حَصَلَ لَھُمْ فِیْ اِعْرَاضِھِمْ عَنِ الْاِتِّعَاظِ ﴿کانھم حمر مستنفرۃ (۵۰) ﴾ وَحْشِیَّۃٌ ﴿فرت من قسورۃ (۵۱) ﴾ اَسَدٍ اَیْ ھَرَبَتْ مِنْہُ اَشَدَّ الْھَرَبِ ﴿بل یرید کل امریٔ منھم ان یؤتی صحفا منشرۃ (۵۲) ﴾ اَیْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِاتِّبَاعِ النَّبِیِّ کَمَا قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ ﴿کلا﴾ رَدْعٌ عَمَّا اَرَادُوْہُ ﴿ بل لا یخافون الاخرۃ (۵۳) ﴾ اَیْ عَذَابَھَا ﴿کلا﴾ اِسْتِفْتَاحٌ ﴿ انہ﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿ تذکرۃ (۵۴) ﴾ عِظَۃٌ ﴿فمن شاء ذکرہ (۵۵) ﴾ قَرَءَہٗ فَاتَّعَظَ بِہٖ ﴿وما یذکرون﴾ بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ ﴿ الا ان یشاء اللہ ھو اھل التقوی﴾ بِاَنْ یُّتَّقٰی ﴿واھل المغفرۃ (۵۶) ﴾ بِاَنْ یَّغْفِرَ لِمَنِ اتَّقَاہُ.

﴿ترجمہ﴾

ہاں ہاں (کلا استفتاحی بمعنی الا ہے) چاند کی قسم اور رات کی جب (''اذا'' یہ ذال مفتوحہ کے ساتھ ہے) پیٹھ پھیرے (اختتام دن کے بعد آئے ایک قرائت میں ''اذا ادبر'' کو ذال ساکنہ کے ساتھ ''اذ ادبر'' پڑھا گیا ہے یعنی ''دبر'' کو باب افعال سے پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ بمعنی مضی ہوگا) اور صبح کی جب اجالا ڈالے (یعنی ظاہر ہو جائے......1) بیشک وہ (یعنی سقر) بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے (''الکبر'' کا معنی بڑی مصیبتیں) ڈرانے والی (''نذیرا'' یہ ''احدی'' سے حال بن رہا ہے اسے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بمعنی عذاب ہے) آدمیوں کو اسے جو تم میں سے چاہے (''لمن شاء منکم'' یہ ''البشر'' سے بدل بن رہا ہے) کہ آگے آئے (ایمان لاکر بھلائی یا جنت کی طرف) یا پیچھے رہے (کفر کر کے برائی یا دوزخ کی طرف) ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے (جہنم میں اس سے اس کے عمل کا مواخذہ ہوگا، رھینۃ بمعنی مرھونۃ ہے) مگر دہنی طرف والے (مراد اس سے مومنین ہیں جو جہنم سے نجات پانے والے ہوں گے، وہ ہوں گے) باغوں میں (آپس میں) پوچھتے ہوں گے مجرموں کے بارے میں (اہل توحید جب جہنم سے تمام ہی نکل آئیں گے تو مسلمان کافروں سے کہیں گے) تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی (سلککم بمعنی ادخلکم ہے) وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور (باطل کے بارے میں) غور و خوض کرنے والوں کے ساتھ غور و خوض کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن (یعنی اٹھائے جانے اور جزا دیئے جانے کے دن) کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہمیں موت آئی......2 (''الیقین'' سے یہاں ''موت'' مراد ہے) تو انہیں سفارشیوں (یعنی فرشتوں، انبیاء کرام اور صالحین) کی سفارش کام نہ دے گی

(معنیٰ آیت یہ ہے کہ ان کی کوئی شفاعت نہیں کرے گا) تو کیا ہوا (''ما'' مبتدا بن رہا ہے) انہیں (''لھم'' محذوف شبہ فعل سے متعلق ہو کر مبتدا کی خبر بنے گا اور محذوف شبہ فعل میں موجود ضمیر اس خبر یعنی جار مجرور کی طرف منتقل ہو گی) نصیحت سے مونھ پھیرتے ہیں (''معرضین'' ''لھم'' کی ''ھم'' ضمیر سے حال بن رہا ہے اور معنیٰ آیت یہ ہے نصیحت سے اعراض کرنے کے بارے میں انہیں کیا شے حاصل ہو گئی ہے) گویا کہ وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں (یعنی وحشی گدھے جو کہ بھڑکے ہوئے ہوں) کہ شیر سے بھاگے ہوں (شیر کے خوف سے تیزی سے بھاگے ہوں، قسورۃ بمعنی اسد ہے) بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ (نبی کریم ﷺ کی پیروی کے سبب اللہ ﷻ کی طرف سے) کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں (جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے قرآن پاک میں ان کے مقولے کو نقل کیا ﴿لن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقرءہ ۰ (اسرائیل:۹۳)﴾) ہرگز نہیں (''کلا'' یہاں کافروں کے اس ارادے و مقصد کی تردید کے لیے ہے) بلکہ ان کو آخرت کا (یعنی عذاب آخرت کا) خوف نہیں ہاں ہاں! (''کلا'' استفتاحیہ ہے) بیشک وہ (یعنی قرآن پاک) نصیحت ہے (تذکرۃ بمعنی عظۃ ہے) تو جو چاہے اس سے نصیحت لے (''ذکرہ'' یعنی اسے پڑھ کر اس کے ذریعے نصیحت لے) اور وہ کیا نصیحت مانیں (''یذکرون'' کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) مگر جب اللہ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق (کہ اس سے ڈرا جائے) اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا (کہ اپنی ذات سے ڈرنے والوں کی مغفرت فرمائے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿کلا والقمر والیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر انھا لاحدی الکبر نذیرا للبشر﴾

کلا: حرف ردع وزجر، و: قسمیہ جار، القمر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیل: مبدل منہ، اذ ادبر: ظرف متعلق بمحذوف بدل، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، الصبح: مبدل منہ، اذا اسفر: ظرف متعلق بمحذوف معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف ''اقسم'' کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ، انھا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، احدی الکبر: ذوالحال، نذیرا للبشر: شبہ جملہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لمن شاء منکم ان یتقدم اویتاخر﴾

لام: جار، من: موصولہ، شاء: فعل بافاعل، منکم: ظرف مستقر حال مقدم، ان: مصدریہ، یتقدم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یتاخر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ماقبل ''للبشر'' سے بدل واقع ہے۔

﴿کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحب الیمین﴾

کل نفس: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، اصحب الیمین: مستثنیٰ، ملکر مبتدا، ب: جار، ما کسبت: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، رھینۃ: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فی جنت یتساء لون عن المجرمین ماسلککم فی سقر﴾

فی جنت: ظرف مستقر ''ھم'' مبتدا محذوف کی خبر اول، یتساء لون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، ما: استفہامیہ مبتدا، سلککم فی سقر: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف ''قائلین'' کیلئے مقولہ، ملکر شبہ جملہ ہو کر حال، ملکر فاعل، عن المجرمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی مبتدا اپنی دونوں خبر سے، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین و کنا نخوض مع الخائضین﴾
قالوا: قول،لم نک: فعل ناقص،با نحن: ضمیر مستقر اسم،من المصلین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ،لم نک: فعل نفی ناقص با اسم،نطعم المسکین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول ،و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص با اسم،نخوض مع الخائضین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿و کنا نکذب بیوم الدین حتی اتنا الیقین﴾
و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص با اسم،نکذب بیوم الدین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لم نک من المصلین" پر معطوف ہے،حتی: جار وحرف غایۃ،اتنا الیقین: فعل ومفعول فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل امور اربعۃ کیلئے غایۃ واقع ہے۔

﴿فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین فمالھم عن التذکرۃ معرضین﴾
ف: عاطفہ،ما تنفعھم: فعل نفی ومفعول،شفاعۃ الشافعین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف: مستانفہ،ما: استفھامیہ مبتدا،لام: جار،ھم: ذوالحال،عن التذکرۃ معرضین: شبہ جملہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ﴾
کانھم: حرف مشبہ واسم،حمر: موصوف،مستنفرۃ: صفت اول،فرت من قسورۃ: جملہ فعلیہ صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "معرضین" اسم فاعل کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔

﴿بل یرید کل امری منھم ان یؤتی صحفا منشرۃ﴾
بل: عاطفہ،یرید: فعل، کل امری: موصوف،منھم: ظرف مستقر صفت،ملکر فاعل،ان: مصدریہ،یوتی: فعل مجھول با نائب الفاعل،صحفا منشرۃ: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا بل لا یخافون الاخرۃ کلا انہ تذکرۃ فمن شاء ذکرہ﴾
کلا: حرف ردع وزجر،بل: عاطفہ،لایخافون الاخرۃ: فعل نفی با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ، کلا: حرف ردع وزجر،انہ: حرف مشبہ واسم،تذکرۃ: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: عاطفہ،من: شرطیہ مبتدا،شاء: فعل با فاعل،"ان یذکرہ" جملہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ذکرہ: جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یذکرون الا ان یشاء اللہ ھو اھل التقوی و اھل المغفرۃ﴾
و: عاطفہ،ما یذکرون: فعل نفی با فاعل،الا: اداۃ استثناء،ان: مصدریہ،یشاء اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اعم احوال سے مستثنی ہے،"ای ما یذکرون فی حال من الاحوال،الا فی حال ان یشاء اللہ"،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ھو: مبتدا،اھل التقوی: معطوف علیہ،و: عاطفہ،اھل المغفرۃ: معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رات ،دن، چاند اور اجالے کی قسم سے کیا مراد ھے؟

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿کلا والقمر واللیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر ہاں ہاں چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب اجالا ڈالے (المدثر: ۳۲ تا ۳۴)﴾۔امام رازی کہتے ہیں کہ اس میں کچھ وجوہات ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)......چاند کو نصیحت کے لئے بنایا، بعد اس کے کہ کفار انکار کرتے ہیں اور اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔(۲)......چاند بھی ایک قسم کی بڑی

نصیحت ہے، اس کے لئے جواُسے نصیحت مانے۔(۳)......ابوجہل اوراس کے ساتھیوں کے لئے چاند کوبطور نصیحت روک بنایا کہ جس طرح یہ داروغۂ جہنم کے لئے باتیں کرتے ہیں ایسا کلام نہ کریں۔(۴)......ان کے استہزاء کے رد کے لئے خاص طور پر چاند کی مخصوص حالت کوبطور قسم بیان کیا گیا ہے۔روایت میں ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس سے اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿اذادبر﴾ کے متعلق سوال کیا تو وہ خاموش ہوگئے یہاں تک کہ رات جانے لگی تو فرمایا: ''اے مجاہد! یہ رات جانے کا معاملہ ہے''۔ابوعبیدہ اورابن قتیبہ کے نزدیک ﴿دبر﴾ یہ ہے کہ جودن کے بعد آئے یعنی رات دن کے بعد آتی ہےاور یہاں یہی مراد ہے۔(الرازی، ج ۱۰، ص ۷۱۳)

چار نمایاں کوتاہیوں کے ضمن میں کفار کا احکام فرعیہ میں مکلف ہونا:

ے......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ماسلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین وکنا نکذب بیوم الدین تمہیں کیابات دوزخ میں لے گئی وہ بولےہم نماز نہ پڑھتے تھےاور مسکین کو کھانانہ دیتے تھےاور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھےاور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے(المدثر: ۴۲تا۴۶)﴾۔اس سوال سے مقصود زجروتوبیخ میں زیادتی کا بیان کرنا ہے، معنی یہ ہے کہ ان کے آگ میں رو کے رہنے کی حسب ذیل چاروجوہات ہیں :(۱)......اول یہ ہے نماز ہی نہ پڑھتے تھے۔(۲)......مساکین کو کھانا نہ کھلاتے، اور یہاں ایک عجیب نکتہ ہے کہ فرض نماز کو غیرواجب امر کے ساتھ محمول کیا گیا یعنی مساکین کو کھانا کھلانا واجب نہیں ہے، اوراس کے ترک کرنے پر عذاب بھی نہیں ہونا چاہیے۔(۳)...... باطل اورغیرضروری باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔(۴)......عذاب کے دن کو جھٹلاتے ہیں یعنی قیامت کے دن اورموت کے وقت ہی کا انکار کرتے ہیں، اورظاہرقول کا تقاضا یہی ہے کہ یہ تمام ہی اموراس وقت سب میں پائے جاتے تھے، اور ہمارے اصحاب نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ کفار فروعِ شرع کو ترک کرنے کی وجہ سے بھی عذاب دیئے جائیں گے، اور اس کی مکمل وضاحت: ''المحصول فی اصول الفقه ''میں ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ اس قول: ﴿وکنا نکذب بیوم الدین اورہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے(المدثر ۴۶)﴾ کو آخر میں کیوں ذکر کیا جب کہ یہ سب سے قبیح خصلت تھی، ہم کہتے ہیں کہ جو ان مذکورہ بالا تینوں صفات کا حامل ہواور وہ قیامت کو بھی جھٹلاتا ہے لیکن یہاں مقصود قیامت کے دن کے عظیم ہونے کا بیان کرنا ہے، اور کفار احکام فرعیہ کے مکلف ہوتے ہیں اور ہم نے مکمل تفصیل اپنی کتاب: ''المحصول فی اصول الفقه ''میں کی ہے۔

ہمارے اکثر اصحاب اوراکثر معتزلہ کا موقف یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ میں اللہ عزوجل کا حکم حصول ایمان پر موقوف نہیں ہے اورامام ابوحنیفہ کے جمہور اصحاب کا نظریہ اس کے برخلاف ہے یعنی ان کے نزدیک احکام شرعیہ فرعیہ میں امر(حکم)حصول ایمان پر موقوف ہے۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فلا صدق ولا صلی اس نے نہ تو سچ مانااورنہ نماز پڑھی(القیمة:۳۱)﴾ میں دلیل ہے کہ کافر مستحق عذاب ہوگا جس طرح مومن نماز نہ پڑھنے پر مستحق عذاب ہوگا۔ (الرازی، ج ۱۰، ص ۷۱۶،۷۳۶)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ﴿فلا صدق ولا صلی اس نے نہ تو سچ مانااورنہ نماز پڑھی(القیمة:۳۱)﴾۔انسان پرواجب ہے کہ جواس کی جانب اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل ہوا یعنی قرآن کی تصدیق کرے اورنماز کی ادائیگی کا اہتمام بھی کرے جو کہ اس پر فرض کی گئی ہے اوراس میں دلیل ہے کہ کفار فروعات کے مکلف ہیں اوراُن سے مواخذہ بھی ہونا ہے یعنی جس طرح مسلمان پر نماز کو ترک کرنے پر مواخذہ ہونا ہے بالکل اسی طرح کافر پر بھی ترک نماز پر مواخذہ ہوگا۔(روح البیان، ج ۱۰، ص ۳۰۲)

مزید وضاحت اصول فقہ کی کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

اغراض:

حال من احدی: اللہ کا فرمان: ﴿نذیرا﴾ حال ہے، اور یہ کئی احتمالات میں سے ایک احتمال ہے جیسے احد مشعر ہوتا ہے اور یہی ظاہر قول ہے۔ **ماخوذة بعلمها:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿بما﴾ میں موجود "ما" مصدریہ ہے اور الکسب بمعنی العمل ہے۔

ویقولون لهم: مراد مجرمین ہیں، اور یہ جنتیوں کا خطاب جہنمیوں سے ہوگا اور اس کے علاوہ پہلے اُن کے مابین کوئی بات نہ ہوئی ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جنتی جب جنت میں اپنی جگہ پہنچ جائیں گے، منادی ندا کرے گا: "اے اہل جنت بغیر موت کے ہمیشہ جنت میں رہنا ہے اور اسی طرح جہنمی سے بھی خطاب ہوگا کہ بغیر موت کے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، پس (جنتی) ایک دوسرے سے اُن مجرمین کے بارے میں سوال کریں گے جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، پھر اُن پر بات واضح ہو جائے گی اور اُنہیں مخاطب کیا جائے گا: ﴿ما سلککم فی سقر﴾۔

والمعنی لا شفاعة لهم: پس نفی قید و مقید دونوں پر مسلط ہے اور یہ خلاف قاعدہ ہے کیونکہ نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو فقط قید پر مسلط ہوتی ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے کہ شفاعت بغیر نفع کے پائی جائے بلکہ یہاں شفاعت کے سرے سے نہ پائے جانے کا بیان موجود ہے۔

استفتاح: مراد زجر و توبیخ ہے۔ **الیه:** مراد خبر ہے جو کہ جار مجرور سے مل کر بنتی ہے، اور قاعدہ ہے کہ جب جار مجرور خبر بنتے ہیں تو اس کا متعلق وجوبی اعتبار سے حذف ہوتا ہے اور ضمیر اس کی جانب متعلق ہوتی ہے اور اس وقت اُسے ظرف یا جار مجرور کہا جاتا ہے، اس میں استقرار ضمیر ہونے کی وجہ سے۔

وحشیة: یہ ﴿مستنفرة﴾ کی تفسیر نہیں ہے، پس مناسب یہ تھا کہ اسے "وحشیة" کو ﴿مستنفرة﴾ پر مقدم کرتے۔

اسد: مراد وہ لوگ ہیں جو شیر کا شکار کرنے کے لئے بھاگے جا رہے ہیں۔ (الصاوی، ج۶، ص۱۹۹ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة القيمة مكية وهى اربعون آية

(سورۂ قیامہ مکی ہے اس میں چالیس آیات ہیں)

تعارف سورة القيامة

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیتیں، ایک سو ننانوے کلمے اور چھ سو بانوے حروف ہیں۔ قیامت کے بارے میں کفار و مشرکین جن شکوک وشبہات میں گرفتار تھے کئی طرح کی قسمیں کھا کر ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جا رہا ہے؟ فرمایا کہ جس چیز کو تم محال سمجھ رہے ہو وہ بالکل آسان ہے۔ اس کے بعد قیامت کے ہولناک احوال کا ذکر کیا اور غافل انسانوں کی بے بسی اور بے کسی بیان کی جا رہی ہے ابتدائے اسلام میں حضور ﷺ بڑی مشقت محسوس فرماتے تھے اس بات کا احساس بے چین رکھتا تھا کہ کہیں کوئی لفظ بھول نہ جائے اس لئے جب جبرئیل امین علیہ السلام کلام پاک کی وحی کرتے تو آپ ﷺ جلدی جلدی پڑھتے اللہ ﷻ نے اس خدشہ کو بھی دور فرما دیا، فرمایا: اے حبیب ﷺ آپ کے قلب پر وحی ثبت کر دینا ہماری ذمہ داری ہے، آپ پریشان نہ ہوں، اس کے معانی و مطالب بھی اور اسرار و معارف سے آگاہی بھی ہم ہی کریں گے اور اس بات پر آپ ہرگز پریشان نہ ہوں۔ اس اطمنان کے بعد بتایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے چہرے گلاب کے پھول کی طرح کھلے ہوئے ہوں گے اور دیدار الٰہی میں مستغرق ہوں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو تھر تھر کانپ رہے ہوں گے۔ آخر میں ایک مغرور رئیس کا ذکر فرمایا اور اس کے احوال واطوار بیان کئے اس کو اس کے فطری انجام سے آگاہ کیا تا کہ عبرت پکڑنے والے عبرت پکڑ سکیں۔

رکوع نمبر: ۱۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿لا﴾ زَائِدَةٌ فِي الْمَوْضَعَيْنِ ﴿اقسم بيوم القيمة(۱) ولا اقسم بالنفس اللوامة(۲)﴾ اَلَّتِيْ تَلُوْمُ نَفْسَهَا وَاِنِ اجْتَهَدَتْ فِي الْاِحْسَانِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ اَيْ لَتُبْعَثُنَّ دَلَّ عَلَيْهِ ﴿ايحسب الانسان﴾ اَيِ الْكَافِرُ ﴿الن نجمع عظامه(۳)﴾ لِلْبَعْثِ وَالْاِحْيَاءِ ﴿بلى﴾ نَجْمَعُهَا ﴿قادرين﴾ مَعَ جَمْعِهَا ﴿على ان نسوى بنانه(۴)﴾ وَهُوَ الْاَصَابِعُ اَيْ نُعِيْدُ عِظَامَهَا كَمَا كَانَتْ مَعَ صِغَرِهَا فَكَيْفَ بِالْكَبِيْرَةِ ﴿بل يريد الانسان ليفجر﴾ اَللَّامُ زَائِدَةٌ وَنَصَبُهُ بِاَنْ مُقَدَّرَةٌ اَيْ يُكَذِّبُ ﴿امامه(۵)﴾ اَيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دَلَّ عَلَيْهِ ﴿يسئل ايان﴾ مَتٰى ﴿يوم القيمة(۶)﴾ سُوَالُ اِسْتِهْزَاءٍ وَتَكْذِيْبٍ ﴿فاذا برق البصر(۷)﴾ بِكَسْرِ الرَّاءِ وَفَتْحِهَا دَهِشَ وَتَحَيَّرَ لَمَّا رَاٰى مِمَّا كَانَ يُكَذِّبُ بِهٖ ﴿وخسف القمر(۸)﴾ اَظْلَمَ وَذَهَبَ ضَوْءُهٗ ﴿وجمع الشمس والقمر(۹)﴾ فَطَلَعَا مِنَ الْمَغْرِبِ اَوْ ذَهَبَ ضَوْءُ هُمَا وَذٰلِكَ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿يقول الانسان يومئذ اين المفر(۱۰)﴾ اَلْفِرَارُ ﴿كلا﴾ رَدْعٌ عَنْ طَلَبِ الْفِرَارِ ﴿لا وزر(۱۱)﴾ لَا مَلْجَاءَ يَتَحَصَّنُ بِهٖ ﴿الى ربك يومئذ المستقر(۱۲)﴾ مُسْتَقَرُّ الْخَلَائِقِ فَيُحَاسَبُوْنَ وَيُجَازُوْنَ ﴿ينبؤ الانسان يومئذ بما قدم واخر(۱۳)﴾ بِاَوَّلِ عَمَلِهٖ وَاٰخِرِهٖ ﴿بل الانسان على نفسه بصيرة(۱۴)﴾ شَاهِدٌ تَنْطِقُ جَوَارِحُهٗ بِعَمَلِهٖ وَالْهَاءِ لِلْمُبَالَغَةِ فَلَابُدَّ مِنْ جَزَائِهٖ ﴿ولو القى معاذيره(۱۵)﴾ جَمْعُ مَعْذَرَةٍ عَلٰى غَيْرِ قِيَاسٍ اَيْ لَوْ جَاءَ بِكُلِّ مَعْذِرَةٍ مَاقُبِلَتْ مِنْهُ قَالَ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ ﴿لا تحرك به﴾ بِالْقُرْاٰنِ قَبْلَ فَرَاغِ جِبْرَئِيْلَ مِنْهُ ﴿لسانك لتعجل به(۱۶)﴾ خَوْفَ اَيْ يُنْفَلَتُ

مِنۡکَ ﴿ان علینا جمعه﴾فِیۡ صَدۡرِکَ ﴿ وقرانه(۱۷)﴾قِرَاءَ تِکَ اِیَّاهُ اَیۡ جَرَیَانَهُ عَلٰی لِسَانِکَ ﴿فاذا قرانه﴾عَلَیۡکَ بِقِرَاءَ تِ جِبۡرَئِیۡلَ ﴿ فاتبع قرانه (۱۸)﴾اِسۡتَمِعۡ قِرَاءَ تَهٗ فَکَانَ ﷺ یَسۡتَمِعُ ثُمَّ یَقۡرَءُ ﴿ثم ان علینا بیانه(۱۹)﴾بِالتَّفۡهِیۡمِ لَکَ وَالۡمُنَاسَبَةِ بَیۡنَ هٰذِهِ الۡاٰیَةِ وَمَاقَبۡلَهَا اَنَّ تِلۡکَ تَضَمَّنَتِ الۡاَعۡرَاضِ عَنۡ اٰیَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهٰذِهِ تَضَمَّنَتِ الۡمُبَادَرَةِ اِلَیۡهَا بِحِفۡظِهَا ﴿کلا﴾اِسۡتِفۡتَاحٌ بِمَعۡنٰی اِلَّا ﴿ بل تحبون العاجلة(۲۰)﴾اَلدُّنۡیَا بِالتَّاءِ وَالۡیَاءِ فِی الۡفِعۡلَیۡنِ ﴿وتذرون الاخرة (۲۱)﴾فَلَا تَعۡمَلُوۡنَ لَهَا ﴿وجوه یومئذ﴾اَیۡ فِیۡ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ ﴿ ناضرة(۲۲)﴾حَسَنَةٌ مُضِیۡئَةٌ ﴿الی ربها ناظرة (۲۳)ووجوه یومئذ باسرة(۲۴)﴾ کَالِحَةٌ شَدِیۡدَةُ الۡعُبُوۡسِ ﴿تظن﴾تُوۡقِنُ ﴿ ان یفعل بها فاقرة (۲۵)﴾دَاهِیَةٌ عَظِیۡمَةٌ تَکۡسِرُ فَقَارَ الظَّهۡرِ ﴿ کلا ﴾بِمَعۡنٰی اِلَّا ﴿اذا بلغت﴾اَلنَّفۡسُ ﴿ التراقی (۲۶)﴾عِظَامَ الۡحَلۡقِ ﴿وقیل﴾قَالَ مَنۡ حَوۡلَهٗ ﴿ من راق (۲۷)﴾یُرۡقِیۡهِ لِیَشۡفٰی ﴿وظن﴾اَیۡقَنَ مَنۡ بَلَغَتۡ نَفۡسُهٗ ذٰلِکَ ﴿ انه الفراق (۲۸)﴾فِرَاقُ الدُّنۡیَا ﴿والتفت الساق بالساق (۲۹)﴾اَیۡ اِحۡدٰی سَاقَیۡهِ بِالۡاُخۡرٰی عِنۡدَ الۡمَوۡتِ اَوِ الۡتَفَّتۡ شِدَّةَ فِرَاقِ الدُّنۡیَا بِشِدَّةِ اِقۡبَالِ الۡاٰخِرَةِ ﴿الی ربک یومئذ المساق(۳۰)﴾اَیِ السُّوۡقِ وَهٰذَا یَدُلُّ عَلَی الۡعَامِلِ فِیۡ اِذَا الۡمَعۡنٰی اِذَابَلَغَتِ النَّفۡسُ الۡحُلۡقُوۡمَ تُسَاقُ اِلٰی حُکۡمِ رَبِّهَا.

﴿ترجمہ﴾

لااقسم (''لااقسم بیوم القیمة ''اور'' لااقسم بالنفس اللوامة ''میں دونوں مقامات پر''لا''زائدہ ہے)روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں اور نفس لوامۃ کی (یعنی اس جان کی جو نیکیوں میں کوشش کرنے کے باوجود ہمیشہ اپنے آپ کو ملامت کرے......ا......اس کا جواب قسم'' لتبعثن ''محذوف ہے جس پر مابعد کلام دلالت کر رہا ہے) کیا آدمی (یعنی کافر) یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے (حساب کتاب کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے کے لیے) کیوں نہیں (ہم انہیں جمع فرمائیں گے) ہم قادر ہیں (ان ہڈیوں کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ) ان کے پورا ٹھیک بنانے پر (''بنانه'' سے مراد انگلیاں ہیں یعنی ان کی ہڈیوں کو دوبارہ ویسا ہی کر دیں گے جیسا کہ پہلے تھیں ان کے چھوٹے ہونے کے باوجود تو جو چھوٹی ہڈیوں کو جمع کر کے دوبارہ ویسا ہی بنا سکتا ہے تو وہ بڑی ہڈیوں کا اعادہ کیونکر نہ کر سکے گا) بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ جھٹلائے (''لیفجر ''میں لام زائدہ ہے اور یہ''ان ''مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور بمعنی یکذب ہے)اس کی نگاہ کے سامنے (روز قیامت مفعول بہ محذوف کی تعیین پر مابعد کلام دلالت کر رہا ہے) پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا (استہزاء کرنے اور جھٹلانے کے طور پر سوال کرتے ہوئے، ایان بمعنی متی ہے) پھر جب آنکھ چوندھیائے گی (جس کو وہ جھٹلاتا تھا اسے آنکھوں سے دیکھ کر اس کی آنکھیں متحیر اور دہشت زدہ ہو کر رہ جائینگی ''برق ''فعل کو راء مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور چاند گہے گا (یعنی اندھیرے والا ہو جائے گا اور اس کی روشنی جاتی رہے گی) اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے (اس کا معنی یا تو یہ ہے کہ چاند اور سورج دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے یا بے نور ہونے میں دونوں کا ملا دیا جانا مقصود ہے اور یہ معاملہ بروز قیامت ہوگا) اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں (المفر بمعنی الفرار ہے) ہرگز نہیں (یعنی طلب فرار کی خواہش کو رد کرنے کے لیے ہے) کوئی پناہ نہیں (کوئی صلجاء نہیں جس میں پناہ لی جا سکے) اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر (مخلوق کا) ٹھہرنا ہے (پھر ان کا حساب لیا جائے گا اور ان کے کیئے کا بدلہ دیا جائے گا) اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا (اس کے پہلے عمل سے لے کر آخری عمل تک) بلکہ آدمی

خود ہی اپنے نفس پر گواہ ہے (بصیرۃ بمعنی شاھد ہے، کہ اس کے اپنے اعضاء اس کے عمل کی گواہی دیں گے پس بدلہ ضرور مل کر رہنا ہے "بصیرۃ" میں "ۃ" مبالغہ کی ہے) اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے (یعنی اگر وہ سب بہانے بھی لے کر آئے تب بھی وہ قبول نہ ہوں گے، "معاذیرہ" خلاف قیاس "معذرۃ" کی جمع ہے، اللہ عزوجل اپنے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے) تم حرکت نہ دو اس کے (یعنی قرآن پاک) کے ساتھ (جبرائیل علیہ السلام وحی الٰہی پہنچانے سے فارغ ہونے سے قبل) اپنی زبان کو کہ تم اس کے ساتھ جلدی کرو (یہ خوف کرتے ہوئے کہ کہیں) بیشک اس کا محفوظ کرنا (آپ کے سینہ مبارکہ میں) اور پڑھنا (یعنی آپ کا اسے پڑھنا یعنی آپ کی زبان پر اسے جاری کر دینا) ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں (آپ پر بذریعہ قرائت جبرائیل علیہ السلام) اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو (یعنی اس کی قرائت بغور سنو پس حضور ﷺ وحی الٰہی کو بغور سنتے پھر اس کو پڑھتے ......۲......) پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان کرنا (تم سے اس کی باریکیوں کا فہم عطا فرمانا اس آیت اور ماقبل آیت کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ پچھلی آیت میں اللہ عزوجل کی آیت سے اعراض کرنے والوں کے بیان پر مشتمل تھی اور یہ آیات اللہ عزوجل کو یاد کرنے میں جلدی کرنے کو متضمن ہے) کوئی نہیں ("کلا" استفتاحی بمعنی الا ہے) بلکہ تم جلدی والی (یعنی دنیا) کو دوست رکھتے ہو ("تحبون، تذرون" دونوں کو علامت مضارع یاء اور تاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو (تم اس کے لیے عمل نہیں کرتے ہو) کچھ منہ اس دن (یعنی بروز قیامت) ترو تازہ ہوں گے (یعنی خوبصورت اور چمکدار ہوں گے) اور اپنے رب کو دیکھتے (یعنی وہ آخرت میں اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے) اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے (باسرۃ بمعنی کالحۃ شدید العبوس ہے) انہیں یقین ہوگا (تظن بمعنی توقن ہے) کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے (یعنی وہ عظیم مصیبت ہوگی جو کمر توڑ دے گی) ہاں ہاں (کلا بمعنی الا ہے) جب (جان) پہنچے گی گلے کو ("تراقی" حلق کی ہڈی کو کہتے ہیں) اور کہا جائے گا (اس کے ارد گرد والے کہیں گے) کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے (تاکہ اسے شفا ہو، راق کے معنی جھاڑ پھونک کرنا) اور اسے یقین ہو جائے گا (اسے جس کی جان گلے تک آ پہنچی ہے) کہ یہ (دنیا سے) جدائی کی گھڑی ہے اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی ......۳...... (یعنی موت کے وقت مردے کی ایک پنڈلی دوسری سے مل جائے گی یا معنی یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف سفر آخرت کی طرف رخ کرنے کی تکلیف باہم مل جائے گی) اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے (المساق بمعنی السوق ہے، اور یہ کلام اذا کے عامل پر دلالت کر رہا ہے معنی آیت یہ ہوگا جب جان گلے کو پہنچ جائے گی تو اسے اس کے رب عزوجل کے حکم کی طرف ہانکا جائے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لا اقسم بیوم القیمة و لا اقسم بالنفس اللوامة﴾

لا: زائد، اقسم: فعل بافاعل، بیوم القیمة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: زائد، اقسم: فعل بافاعل، بالنفس اللوامة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم محذوف "لتبعثن" کیلئے قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ایحسب الانسان الن نجمع عظامه بلی قادرین علی ان نسوی بنانه﴾

ہمزہ: حرف استفہام، یحسب الانسان: فعل و فاعل، ان: مصدریہ، الن نجمع: فعل نفی بافاعل، عظامه: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بلی: حرف ایجاب، قادرین: اسم فاعل بافاعل، علی: جار، ان نسوی بنانه: جملہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "نجمعها" کے فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل یرید الانسان لیفجر امامه یسئل ایان یوم القیمة﴾

ہے۔ابوبکر طمستانی کہتے ہیں کہ نعمت عظمیٰ نفس سے (خواہشات کا) نکل جانا ہے، کیونکہ نفس اللہ عزوجل اور اس کے بندے کے مابین بہترین حجاب ہے اور سہل کہتے ہیں کہ بندہ نفس کی مخالفت اور خواہشات کی مخالفت کرنے کے معاملے میں کسی کے مثل نہیں ہوسکتا۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اپنی تکمیل نفس کی خواہشات کو نہ تھما دے کیوں کہ نفس امارہ تجھے اندھیرے ہی کی جانب دھکیل لے جائے گی۔یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ دل سے خواہش نہیں جاتی مگر یہ کہ خوف کے باعث بے قراری ہو یا شوق کے باعث بے قراری ہو"۔اور جان لینا چاہیے کہ نفس کی مذموم ترین صفت حسد کرنا ہے۔ (الرسالة القشيرية، باب:مخالفة النفس و ذكر عيوبها ،ص۲۲۳ ملتقطاً و ملخصاً)

سید عالم ﷺ کا وحی سماعت کرنے کے بعد تکرار کرنا:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿فاذا قرانه فاتبع قرانه تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو(القيامة:۱۸)﴾۔حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قرائت کو اللہ کی قرائت کہا گیا، اور یہ جبرائیل امین علیہ السلام کے لئے عظیم شرف ومنزلت ہے ،اور اس کی نظیر اللہ عزوجل کے اس فرمان سے بھی ملتی ہے:﴿من يطع الرسول فقد اطاع الله جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا (النساء:۸۰)﴾۔ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام کے پڑھے گئے قرآن کی پیروی فرمائی اور اس میں دو وجوہات ہیں:(۱)......قتادہ کہتے ہیں کہ قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے۔(۲)......جبرائیل امین کی قرائت کی پیروی کے معنی یہ ہیں کہ سید عالم ﷺ کی قرائت اور جبرائیل امین کی قرائت آپس میں ملی ہوئی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ واجب ہے کہ جب تک جبرائیل امین علیہ السلام تلاوت میں مصروف ہیں سید عالم ﷺ خاموشی کا اہتمام فرمائیں، اور جب جبرائیل امین علیہ السلام خاموش ہو جائیں اور تلاوت مکمل فرما چکیں تو سید عالم ﷺ قرائت کا آغاز فرمائیں۔اور یہ امر اَولیٰ ہے کیونکہ سید عالم ﷺ کو جبرائیل امین علیہ السلام کی تلاوت سماعت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔یہاں تک کہ جبرائیل امین علیہ السلام تلاوت سے فارغ ہو جائیں، اور یہ اس امر کے وضع کے خلاف نہیں کہ جو قرآن کے حلال وحرام کے حوالے سے وضع کیا گیا ہے۔ (الرازی،ج۱۰،ص۷۲۸)

پنڈلی کا دوسری پنڈلی سے لپٹ جانا:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والتفت الساق بالساق اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی(القيامة:۲۹)﴾۔شدت کے ساتھ شدت متصل ہو جائے گی، ایک دنیا سے رخصت ہونے کی شدت وتکلیف اور دوسری آخرت کے سفر کی ابتداء ہونے کی تکلیف ،اور یہی قول ابن عباس اور حسن وغیرہما کا ہے۔شعبی کہتے ہیں کہ انسان کی پنڈلی موت کے وقت شدید کرب وتکلیف کی وجہ سے لپٹ جائے گی۔قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے موت کی سب سے زیادہ تکلیف یہی دیکھی ہے کہ مرنے والا اپنی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر مارتا ہے۔سعید بن مسیب اور حسن کہتے ہیں کہ انسان کی پنڈلی موت کے بعد کفن سے لپٹ جاتی ہے اور یہی یہاں مراد ہے۔اور زید بن اسلم کا قول بھی یہی ہے۔حسن کا ایک قول یہ ہے کہ مرنے کی وجہ سے پنڈلی خشک ہو جایا کرتی ہے۔ابن عباس کا ایک قول یہ بھی ہے کہ انسان موت کی سختی کی شدت سے نکل کر آخرت کے سخت شدت والے سفر کی ابتداء کی جانب بڑھتا ہے اور جس پر اللہ عزوجل چاہے رحم ہو جاتا ہے۔اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:﴿الی ربک یومئذ المساق اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے(القيمة:۳۰)﴾۔مجاہد کہتے ہیں کہ آزمائش پر آزمائش نمودار ہو جاتی ہے اور شدائد یکے بعد دیگرے آجاتے ہیں۔ضحاک اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس پر دو سخت امور جمع ہو جاتے ہیں:انسانی جسم کے کفن ودفن کا سامان کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر فرشتے روح کو منتقل کرنے کے امور انجام دیتے ہیں اور اہل عرب ساق کا ذکر سخت شدت کے امر میں کرتے ہیں۔(القرطبی، الجزء:۲۹،ص۱۰۲)

بل: عاطفہ، یرید الانسان: فعل بافاعل، لام: جار، یفجر امامہ: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، یسئل: فعل بافاعل، ایان: ظرف اسم استفہام متعلق بمحذوف خبر مقدم، یوم القیمۃ: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر﴾

ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، برق البصر: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، خسف القمر: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، جمع الشمس والقمر: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط، یقول الانسان: فعل وفاعل، یومئذ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قول، این: اسم استفہام ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، المفر: مصدر میمی مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿کلا لا وزر الی ربک یومئذ المستقر﴾

کلا: حرف ردع وزجر، لا: نفی جنس، وزر: اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ، الی ربک: ظرف مستقر "الا ستقرار" مصدر محذوف کیلئے، یومئذ: ظرف مصدر اپنے فاعل وظرف مستقر وظرف سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، المستقر: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر﴾

ینبوا الانسان: فعل مجہول بانائب الفاعل، یومئذ: ظرف، ب: جار، ما: موصولہ، قدم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ﴾

بل: عاطفہ، الانسان: مبتدا، علی نفسہ: ظرف لغو مقدم، بصیرۃ: صفت مشبہ "ھی" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لو: شرطیہ، القی معاذیرہ: جملہ فعلیہ جزا محذوف "ما ساغت وما قلبت" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ﴾

لاتحرک: فعل نہی بافاعل، بہ: ظرف لغو، لسانک: مفعول، لام: جار، تعجل بہ: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقال لہ" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، ان: حرف مشبہ، علینا: ظرف مستقر خبر مقدم، جمعہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قرانہ: معطوف، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قرانہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اتبع قرانہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ثم: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، علینا: ظرف مستقر خبر مقدم، بیانہ: اسم موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاخرۃ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ﴾

کلا: حرف ردع وزجر، بل: عاطفہ، تحبون: فعل بافاعل، العاجلۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تذرون: فعل بافاعل، الاخرۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، وجوہ: موصوف، یومئذ ناضرۃ: شبہ جملہ صفت، ملکر مبتدا، الی ربہا ناظرۃ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ﴾

و: عاطفہ، وجوہ: موصوف، یومئذ باسرۃ: شبہ جملہ صفت، ملکر مبتدا، تظن: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یفعل بہا فاقرۃ: جملہ فعلیہ

بتاویل مصدر مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق﴾

کلا: حرف ردع وزجر، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بلغت: فعل بافاعل، التراقی: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قیل: قول، من: استفہامیہ مبتدا، راق: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ظن: فعل بافاعل، انه الفراق: جملہ اسمیہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، التفت الساق بالساق: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، بلکہ شرط، الی ربک: ظرف مستقر خبر مقدم، یومئذ: ظرف مقدم، المساق: اسم مصدر "ای تساق الی حکم ربهم" بافاعل، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ جواب شرط، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ایحسب الانسان...... ☆ یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں تب بھی میں نہ مانوں گا اور آپ پر ایمان نہ لاؤں گا، کیا اللہ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کر دے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرتے اور گلنے اور ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے اور ہواؤں کے ساتھ اڑ کر دور دراز مقامات میں منتشر ہو جانے سے ایسی ہو جاتی ہیں کہ ان کا جمع کرنا کافر ہماری قدرت سے باہر سمجھتا ہے یہ خیال فاسد ہے اس کے دل میں کیوں آیا اور اس نے کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔

☆......لاتحرک به لسانک...... ☆ سید عالم ﷺ جبرائیل امین علیہ السلام کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی فرماتے تھے اور جلد جلد پڑھتے اور زبان اقدس کو حرکت دیتے، اللہ عزوجل نے سید عالم ﷺ کی مشقت گوارانہ فرمائی اور قرآن کریم کو سینہ میں محفوظ کرنا اور زبان اقدس پر جاری فرمانا اپنے ذمہ لے لیا اور یہ آیت نازل فرما کر حضور ﷺ کو مطمئن فرمایا۔

☆......اولی لک فاولی...... ☆ جب یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم ﷺ نے بطحا میں ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر اس سے فرمایا ﴿اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی تیری خرابی آ لگی اب آ لگی پھر تیری خرابی آ لگی (القیمۃ: ۳۴، ۳۵)﴾ تو ابوجہل نے کہا اے محمد تم مجھے دھمکاتے ہو تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، میں مکہ کے پہاڑوں کے درمیان سب سے زیادہ قوی زورآور صاحب شوکت ہوں مگر قرآنی خبر ضرور پوری ہونی تھی اور رسول کریم کا فرمان ضرور پورا ہونے والا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جنگ بدر میں ابوجہل ذلت وخواری کے ساتھ بری طرح مارا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے میری امت کا فرعون ابوجہل ہے۔ اس آیت میں اس کی خرابی کا ذکر چار مرتبہ فرمایا گیا ہے پہلی خرابی ہے بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت دوسری خرابی قبر کی سختیاں اور وہاں کی شدتیں تیسری خرابی یہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت گرفتار مصائب ہونا، چوتھی خرابی عذاب جہنم۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نفس لوامہ کا بیان:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی المأوی وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کی خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے (النازعات: ۴۰ تا ۴۱)﴾۔ جاننا چاہیے کہ نفس کی مخالفت کرنا عبادت کی کنجی ہے۔ مشائخ عظام سے پوچھا گیا کہ نفس کو کیسے زیر کیا جائے تو فرمایا: "نفس کو مخالفت کی چھری سے ذبح کردو"۔ حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ عبادت کی کنجی غور و تفکر ہے اور اس عبادت کا ٹھیک ہونا نفس کی مخالفت کرنے میں مضمر

اغراض:

زائدة في الموضعين: قسم کی تاکید کے لئے ہے،اوراس میں دلیل ہے کہ ﴿لا﴾ کلام میں کئی مواقع پرزائدہ ہوتا ہے چہ جائے کہ کلام کے اول میں ہو یا وسط میں، برخلاف اِس قول کے جو کیا جاتا ہے:''﴿لا﴾ وسط کلام میں زائدہ ہوتا ہے لیکن اول کلام میں نہیں ہوتا''۔

التي تلوم نفسها: یعنی نفس لوامہ دنیا میں ملامت کرتا جب اُسے (اپنے عمل) کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔صوفیاء نے نفس کی سات قسمیں بیان کی ہیں:(۱)......امارۃ: سے مراد کافروں کا نفس ہے جو اپنے نفس ہی کی پیروی کرتے ہیں اور جوانہیں اصلاً خیر کا حکم نہیں کرتا اور یہ اپنے معاملات پرخوش رہتے ہیں ۔(۲)......لوامۃ: مراد وہ نفس ہے جو اپنے صاحب کو ملامت کرتا ہے،اگر چہ نیکی کے معاملے میں کوشش کرتا ہو اور یہی خیر کا آغاز اور ترقی کرنے (کا راستہ) ہے۔(۳)......ملھمہ : وہ نفس جو انسان کو فسق وفجور اور پرہیز گاری کا الہام کرتا ہے ۔(۴)......مطمئنہ: مراد وہ نفس ہے جو اللہ کی رضا پر اطمینان میں رہتی ہے اور اس کی تقدیر پر راضی ہوتا ہے۔(۵)...... راضیہ: مراد وہ نفس ہے جو ہر حال میں اللہ سے راضی رہتا ہے۔(۶)......مرضیہ: مراد وہ نفس ہے جو اللہ کی رضا کے حصول میں زیادتی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔(۷)......کاملہ: نفس کا اپنی انتہاء درجے کے مرتبے کو پالینا۔

کما کانت: جیسا کہ دنیا میں انگلیوں کو پور پور درست کیا تھا بالکل اب بھی ایسا ہوسکتا ہے۔**وھو الاصابع:** بمعنی اطراف ہیں، یعنی انگلیوں کے اطراف و پورے۔**وذلک في یوم القیامة:** اگر یہ کہا جائے کہ سورج وچاند کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کے دن نہیں بلکہ قیامت سے ایک سو بیس سال پہلے ہوگا، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد قیامت کے دن سے وہ وقت ہے جو عظیم امور کے انجام دینے کے وقت کو شامل ہوگا۔

علی غیر قیاس: اور قیاس ﴿معاذیرہ﴾ کے بجائے ''معاذر'' ہے۔**ولو جاء بکل معذرۃ:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں استعارہ تبعیہ ہے، یعنی عذر کرنے سے تشبیہ دی جارہی ہے کہ زبان سے وہ بات ہورہی ہے جو خلاف قیاس ہے جیسا کہ ڈول کنویں میں پانی کے طلب کرنے کے لئے ڈالنا، پس القی بمعنی جاء ہے۔**قبل فراغ جبرائیل منه:** یعنی حضرت جبرائیل کے قرآن کے القاء کرنے سے پہلے آپ اپنی زبان کو حرکت میں نہ لائیں۔

بالتفھیم: یعنی آپ پر اس قرآن کے مشکل معانی کی تفہیم کا سلسلہ کریں گے۔**تضمنت الاعراض:** یعنی سابقہ آیت منکرین بعث کے بارے میں بیان ہوئی جو کہ قرآن پر اعتراض کرتے ،مراد کافر ہیں،اور دو متضاد چیزیں بھول وغیرہ ہونے کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔**ای في یوم القیامة:** ظرف کے معنی کی تفسیر ہے اور ﴿یومئذ﴾ میں موجود تنوین جملہ سے عوض ہے مراد وہ دن ہے جس میں قیامت وقوع پذیر ہوگی۔

النفس: سے مراد نفسِ مومنہ یا کافرہ، معنی یہ ہے کہ موت کے وقت نفس پکڑی جائیگی (یعنی موت جب ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جائے گی)۔**والتفت شدۃ فراق الدنیا:** مراد یہ ہے کہ ساق میں دو شدتیں پائی جائیں گی اور ساق کا اطلاق شدت پر ہوتا ہے اور یہ معنی کافر کے حوالے سے ظاہر ہے اس لئے کہ نفس سکرات موت سے عذاب قبر کی جانب منتقل ہوگی (پس یہاں یہی شدتیں مراد ہیں)۔

(الصاوی ،ج۶،ص ۲۲۰۲ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۸

﴿فلا صدق﴾ اَلْاِنْسَانُ ﴿ ولا صلی(۳۱)﴾ اَیْ لَمْ یُصَدِّقْ وَلَمْ یُصَلِّ ﴿ولکن کذب﴾ بِالْقُرْاٰنِ ﴿

وتولی (۳۲) ﴿عَنِ الْاِیْمَانِ﴾ ﴿ثم ذھب الی اھلہ یتمطی (۳۳)﴾ یَتَبَخْتَرُ فِیْ مَشْیَتِہٖ اِعْجَابًا ﴿اولی لک﴾ فِیْہِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغِیْبَۃِ وَالْکَلِمَۃِ اِسْمُ فِعْلٍ وَّالْاَمُ لِلتَّبْیِیْنِ اَیْ وَلِیْکَ مَاتَکْرَہُ ﴿فاولی (۳۴)﴾ اَیْ فَھُوَ اَوْلٰی بِکَ مِنْ غَیْرِکَ ﴿ثم اولی لک فاولی (۳۵)﴾ تَاکِیْدٌ ﴿ایحسب﴾ یَظُنُّ ﴿الانسان ان یترک سدی (۳۶)﴾ ھَمَلًا لَایُکَلَّفُ بِالشَّرَائِعِ اَیْ لَایُحْسَبُ ذٰلِکَ ﴿الم یک﴾ اَیْ کَانَ ﴿نطفۃ من منی یمنی (۳۷)﴾ بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ تُصَبُّ فِی الرَّحْمِ ﴿ثم کان﴾ اَلْمَنِیُّ ﴿علقۃ فخلق﴾ اَللّٰہُ مِنْھَا الْاِنْسَانَ ﴿فسوی (۳۸)﴾ عَدَّلَ اَعْضَائَہُ ﴿فجعل منہ﴾ مِنَ الْمَنِیِّ الَّذِیْ صَارَ عَلَقَۃً اَیْ قِطْعَۃَ دَمٍ ثُمَّ مُضْغَۃً اَیْ قِطْعَۃَ لَحْمٍ ﴿الزوجین﴾ اَلنَّوْعَیْنِ ﴿الذکر والانثی (۳۹)﴾ یَجْتَمِعَانِ تَارَۃً وَیَنْفَرِدُ کُلٌّ مِنْھُمَا عَنِ الْاٰخِرِ تَارَۃً ﴿الیس ذلک﴾ اَلْفَعَّالُ لِھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ ﴿بقدر علی ان یحی الموتی (۴۰)﴾ قَالَ بَلٰی.

﴿ترجمہ﴾

اس نے (یعنی انسان نے) نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی (لا صدق ولا صلی بمعنی لم یصدق ولم یصل ہے۔.....الخ) ہاں (قرآن پاک کو) جھٹلایا اور (ایمان لانے سے) منہ پھیرا پھر اپنے گھر کو چلا اکڑتا (اپنے آپ کو کچھ سمجھتا چال میں اکڑتا) تیری خرابی آ لگی (اس خطاب میں غیبت سے التفات کیا گیا ہے، "اولی لک" اسم فعل ہے اور لام تبیین کے لیے ہے یہ بمعنی ولیک ما تکرہ ہے) اب آ لگی (یعنی یہ خرابی دیگر کے مقابلے میں تیرے زیادہ لائق ہے) پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی ("ثم اولی لک فاولی" تاکید کے لیے ہے) کیا آدمی اس گمان میں ہے (یحسب بمعنی یظن ہے) کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا (مہمل چھوڑ دیا جائے گا اسے احکام شرعیہ کا مکلف نہیں کیا جائے گا وہ ایسا نہیں سمجھتا) کیا وہ ایک بوند نہ تھا (یعنی وہ ایسا ہی تھا) اس منی کا کہ گرائی جائے (رحم میں "تمنی" اسے علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) پھر وہ (یعنی منی) خون کی پھٹک کی ہوئی تو اس نے (یعنی اللہ عزوجل نے) پیدا فرمایا (اس سے انسان کو) پھر ٹھیک بنایا (اس کے اعضاء کو معتدل بنایا) تو اس سے (یعنی اس منی سے جو کہ خون کی پھٹک تھی، پھر گوشت کی بوٹی بنی "علقۃ" خون کی بوٹی کو اور "مضغۃ" گوشت کی بوٹی کو کہتے ہیں) دو جوڑ بنائے (زوجین بمعنی نوعین ہے) مرد اور عورت (کبھی ایک حمل میں دونوں پیدا ہوتے اور کبھی دونوں میں سے ایک) کیا وہ (جو ان اشیاء کو انجام دینے والا ہے) قادر نہیں کہ وہ مردے جلا سکے (نبی پاک ﷺ نے اس آیت مبارکہ کے بعد ارشاد فرمایا ہاں کیوں نہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلا صدق ولا صلی﴾

ف: عاطفہ، لا: نافیہ، صدق: فعل "ھو" ضمیر راجع بسوئے "الانسان" فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ایحسب الانسان" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لا: نافیہ، صلی: جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿ولکن کذب وتولی ثم ذھب الی اھلہ یتمطی اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی﴾

و: عاطفہ، لکن مخففہ مہملہ، کذب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تولی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوف، ثم: عاطفہ، ذھب: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، یتمطی: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، الی اھلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، اولی لک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اولی: جملہ فعلیہ معطوف، ثم: عاطفہ، اولی لک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اولی: جملہ فعلیہ

معطوف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفة من منی یمنی﴾

همزہ: حرف استفہام،یحسب الانسان:فعل وفاعل،ان:مصدریہ،یترک سدی:فعل"ھو"ضمیر ذوالحال،سدی:حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،همزہ:حرف استفہام،لم یک:فعل ناقص باسم،نطفة:موصوف،من:جار،منی:موصوف،یمنی:جملہ فعلیہ صفت،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم کان علقة فخلق فسوی فجعل منه الزوجین الذکر والانثی﴾

ثم:عاطفہ،کان:فعل ناقص باسم،علقة:خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،خلق:جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،سوی:جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،جعل:فعل بافاعل،منہ:ظرف مستقر مفعول ثانی،الزوجین:مبدل منہ،الذکر:معطوف علیہ،و:عاطفہ،الانثی:معطوف،ملکر بدل،ملکر مفعول اول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الیس ذلک بقدرعلی ان یحیی الموتی﴾

همزہ: حرف استفہام،لیس:فعل ناقص،ذلک:اسم،ب:زائد،قدر:اسم فاعل بافاعل،علی ان یحی الموتی:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فلاصدق ولاصلی کے بارے مفسرین کرام کی رائے:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿فلا صدق ولا صلی اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی(القیمة:۳۱)﴾۔اہل تاویل کے کئی نکات اس بارے میں موجود ہیں:(۱)......کتاب اللہ عزوجل کی تصدیق نہیں کرتے،اور نہ ہی نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی کتاب کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری سے مونھ پھیرتے ہیں۔(۲)......قتادہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ عزوجل کی تصدیق نہیں کرتے اور نماز بھی ادا نہیں کرتے۔(۳)......اللہ عزوجل اور اس کے رسول علیہ السلام کی جانب سے جس چیز کی تصدیق کرنا واجب تھا وہ نہیں کرتے اور نہ ہی نماز فرض ادا کرتے ہیں۔(۴)......انسان پر واجب ہے کہ جو اس کی جانب اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے رسول علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا یعنی قرآن کی تصدیق کرے اور نماز کی ادائیگی کا اہتمام بھی کرے جو کہ اس پر فرض کی گئی ہے اور اس میں دلیل ہے کہ کفار فروعات کے مکلف ہیں اور اُن سے مواخذہ بھی ہوتا ہے یعنی جس طرح مسلمان پر نماز کو ترک کرنے پر مواخذہ ہوتا ہے بالکل اسی طرح کافر پر بھی ترکِ نماز پر مواخذہ ہوگا۔ (الطبری، الجزء:۲۹،ص،روح المعانی،الجزء:۲۹،ص۲۲۸،روح البیان، ج۱۰،ص ۳۰۲)

اغراض:

ای لا یحسب ذلک:یعنی انسان کے لئے ایسا گمان کرنا مناسب ولائق نہیں ہے(یعنی انسان کو مہمل نہیں چھوڑا جائے گا)۔

النوعین:افراد مراد نہیں ہیں،پس اگر کسی عورت کا دو بچے اور ایک بچی یا برعکس پیدا ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کان علیہ السلام بلی: جب سید عالم علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا:"سبحانک اللھم بلی"۔حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جو کوئی یہ آیت پڑھے﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾تو چاہے امام ہو یا منفرد اُسے چاہیے کہ یوں کہے:"سبحان ربی الاعلی"اور جو تم میں یہ پڑھے:"﴿لا اقسم بیوم القیامة...... الخ﴾تو یوں پڑھے:"سبحانک اللھم بلی"امام ہو یا کوئی اور۔ (الصاوی،ج۶،ص ۲۰، وغیرہ)

سورة الدهر مكية او مدنية وهى احدى وثلثون آية

(سورۃ الدہر مکی ہے یا مدنی ہے، جس میں ۳۱ آیات ہیں)

تعارف سورۃ الدھر

اس سورت میں دو رکوع، اکتیس آیتیں، دو سو چالیس کلمے، اور ایک ہزار چون حروف ہیں۔ انسان جو آج اپنے اوپر اتنا فخر و ناز کرتا ہے اور اپنے خالق حقیقی کو بھول چکا ہے اسے بتایا جا رہا ہے کہ تو ہمیشہ سے ایسا نہ تھا بلکہ تجھے نیست سے ہست کیا گیا اور جو تمہیں عیش و آرام کی زندگی دی اس کا مقصد صرف تمہاری آزمائش ہے کہ کیا تم ان نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر کر کے شکر گزار بننا چاہتے ہو یا پھر کفران نعمت کر کے نافرمانوں میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا جو اس کے شکر گزار بندوں پر کئے جائیں گے۔ وہ ایسا دور تھا کہ انسان خود غرض تھے اور خستہ حال آدمی کو دیکھ کر اس کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایسے زمانے میں ان لوگوں کی توصیف کی جا رہی ہے جو مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو محض اللہ ﷻ کی رضا کی خاطر کھانا کھلایا کرتے تھے۔ پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا جن سے ان لوگوں کو نوازا جائے گا۔ اس کے بعد دنیا کے ان لوگوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جو دنیا کی لذتوں میں مگن ہیں اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ یہ کتاب سراپا نصیحت ہے اب جس کی مرضی ہے وہ اس کی نصیحت پر عمل کرے یا نہ کرے وہ اس کا نصیب۔

رکوع نمبر: ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿هل﴾قَدْ﴿ اتى على الانسان﴾ادَمَ﴿ حين من الدهر﴾اَرْبَعُوْنَ سَنَةً﴿ لم يكن﴾فِيْهِ﴿ شيئا مذكورا (۱)﴾ كَانَ فِيْهِ مُصَوَّرًامِنْ طِيْن لَا يُذْكَرُاَوِالْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ الْجِنْسَ وَبِالْحِيْنِ مُدَّةَ الْحَمْلِ ﴿انا خلقنا الانسان﴾اَلْجِنْسَ﴿ من نطفة امشاج ﴾اَخْلَاطٍ اَىْ مَاءِ الرَّجُلِ وَمَاءِ الْمَرْاَةِ الْمُخْتَلَطَيْنِ الْمُمْتَزَجَيْنِ ﴿نبتليه﴾نَخْتَبِرُهُ بِالتَّكْلِيْفِ وَالْجُمْلَةُ مُسْتَانِفَةٌ اَوْحَالٌ مُقَدَّرَةٌ اَىْ مُرِيْدِيْنَ اِبْتِلَائِهٖ وَحِيْنَ تَاَهُّلِهٖ﴿ فجعلنه﴾بِسَبَبِ ذٰلِكَ﴿ سميعا بصيرا (۲)انا هدينه السبيل ﴾بَيَّنَّالَهُ طَرِيْقَ الْهُدٰى بِبَعْثِ الرُّسُلِ﴿اما شاكرا﴾اَىْ مُؤْمِنًا﴿ واما كفورا (۳)﴾حَالَانِ مِنَ الْمَفْعُوْلِ اَىْ بَيَّنَّالَهُ فِىْ حَالِ شُكْرِهٖ اَوْكُفْرِهِ الْمُقَدَّرَةِ وَاِمَّالِتَفْصِيْلِ الْاَحْوَالِ ﴿انا اعتدنا﴾هَيَّاْنَا﴿ للكفرين سلسلا﴾يُسْحَبُوْن بِهَافِى النَّارِ﴿ واغللا﴾اَعْنَاقِهِمْ تُشَدُّ فِيْهَاالسَّلَاسِلُ﴿ وسعيرا (۴)﴾نَارًمُسَعَّرَةً اَىْ مُهَيَّجَةً يُعَذَّبُوْنَ بِهَا﴿ان الابرار﴾جَمْعُ بَرٍّاَوْبَارٍ وَهُمُ الْمُطِيْعُوْنَ﴿ يشربون من كاس﴾هُوَاِنَاءُ شُرْبِ الْخَمْرِ وَهِىَ فِيْهِ وَالْمُرَادُ مِنْ خَمْرٍ تَسْمِيَةٌ لِلْحَالِ بِاِسْمِ الْمَحَلِّ وَمِنْ لِلتَّبْعِيْضِ ﴿ كان مزاجها﴾مَاتُمْزَجُ بِهٖ﴿ كافورا (۵)عينا﴾بَدَلٌ مِنْ كَافُوْرًافِيْهَارَائِحَتُهٗ﴿ يشرب بها﴾مِنْهَا﴿ عباد الله﴾اَوْلِيَاءُهٗ﴿ يفجرونها تفجيرا (۶)﴾يَقُوْدُوْنَهَاحَيْثُ شَاءُوْا مِنْ مَنَازِلِهِمْ ﴿يوفون بالنذر﴾فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ﴿ ويخافون يوما كان شره مستطيرا (۷)﴾مُنْتَشِرًا﴿ويطعمون الطعام على حبه﴾اَىِ الطَّعَامِ وَشَهْوَتِهِمْ لَهٗ﴿ مسكينا﴾فَقِيْرًا﴿ويتيما﴾لَااَبَ لَهٗ﴿ واسيرا (۸)﴾يَعْنِى الْمَحْبُوْسَ بِحَقٍّ ﴿انما نطعمكم لوجه الله﴾لِطَلَبِ ثَوَابِهٖ﴿ لا نريد منكم جزاء ولا شكورا (۹)﴾شُكْرًافِيْهِ عَلَى الْاِطْعَامِ وَهَلْ تَكَلَّمُوْا بِذٰلِكَ اَوْعَلِمَهُ اللّٰهُ مِنْهُمْ فَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ بِهٖ قَوْلَانِ ﴿انا نخاف من ربنا يوما عبوسا﴾تَكْلَحُ

الْوُجُوْهُ فِيْهِ اَیْ كَرِيْهُ الْمُنْتَظِرِ لِشِدَّتِهٖ ﴿ قمطريرا (۱۰)﴾ شَدِيْدًا فِيْ ذٰلِكَ ﴿فوقهم الله شر ذلك اليوم ولقهم﴾ اَعْطَاهُمْ ﴿ نضرة ﴾ حُسْنًا وَاَضَاءَةً فِيْ وُجُوْهِهِمْ ﴿وسرورا (۱۱) وجزهم بما صبروا﴾ بِصَبْرِهِمْ عَنِ الْمَعْصِيَةِ ﴿جنة﴾ اُدْخِلُوْهَا ﴿ وحريرا (۱۲)﴾ اَلْبِسُوْهُ ﴿متكئين﴾ حَالٌ مِّنْ مَّرْفُوْعِ اُدْخِلُوْهَا الْمُقَدَّرَةِ وَكَذَا لَايَرَوْنَ ﴿ فيها على الارائك﴾ اَلسُّرُرِ فِي الْحِجَالِ ﴿ لايرون﴾ يَجِدُوْنَ حَالٌ ثَانِيَةٌ ﴿ فيها شمسا ولا زمهريرا (۱۳)﴾ اَیْ لَاحَرًّا وَّلَابَرْدًا وَّقِيْلَ الزَّمْهَرِيْرُ الْقَمَرُ فَهِيَ مُضِيْئَةٌ مِنْ غَيْرِ شَمْسٍ وَّلَاقَمَرٍ ﴿ودانية﴾ قَرِيْنَةٌ عَطْفٌ عَلٰى مَحَلِّ لَايَرَوْنَ اَیْ غَيْرَ رَائِيْنَ ﴿عليهم﴾ مِنْهُمْ ﴿ ظللها﴾ شَجَرُهَا ﴿ وذللت قطوفها تذليلا (۱۴)﴾ اُدْنِيَتْ ثِمَارُهَا فَيَنَالُهَا الْقَائِمُ وَالْقَاعِدُ وَالْمُضْطَجِعُ ﴿ويطاف عليهم﴾ فِيْهَا ﴿ بانية من فضة واكواب﴾ اَقْدَاحٍ بِلَاعُرًى ﴿ كانت قواريرا (۱۵) قوارير من فضة﴾ اَیْ اِنَّهَا مِنْ فِضَّةٍ يُرٰى بَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا كَالزُّجَاجِ ﴿ قدروها﴾ اَیِ الطَّائِفُوْنَ ﴿ تقديرا (۱۶)﴾ عَلٰى قَدْرِرِيِّ الشَّارِبِيْنَ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّلَانَقْصٍ وَذٰلِكَ اَلَذُّ الشَّرَابِ ﴿ويسقون فيها كاسا﴾ اَیْ خَمْرًا ﴿ كان مزاجها﴾ اَیْ مَاتُمْزَجُ بِهٖ ﴿ زنجبيلا (۱۷) عينا﴾ بَدَلٌ مِنْ زَنْجَبِيْلًا ﴿ فيها تسمى سلسبيلا (۱۸)﴾ يَعْنِيْ اَنَّ مَاءَهَا كَالزَّنْجَبِيْلِ الَّذِيْ تَسْتَلِذُّ بِهِ الْعَرَبُ سَهْلَ الْمَسَاغِ فِي الْحَلْقِ ﴿ويطوف عليهم ولدان مخلدون﴾ بِصِفَةِ الْوِلْدَانِ لَايَشِيْبُوْنَ ﴿ اذا رايتهم حسبتهم﴾ لِحُسْنِهِمْ وَانْتِشَارِهِمْ فِي الْخِدْمَةِ ﴿ لؤلؤا منثورا (۱۹)﴾ مِنْ سِلْكِهٖ اَوْمِنْ صَدَفِهٖ وَهُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ ﴿واذا رايت ثم﴾ اَیْ وُجِدَتِ الرُّؤْيَةُ مِنْكَ فِي الْجَنَّةِ ﴿ رايت﴾ جَوَابُ اِذَا ﴿ نعيما﴾ لَايُوْصَفُ ﴿ وملكا كبيرا (۲۰)﴾ وَاسِعًا لَاغَايَةَ لَهٗ عَلَيْهِمْ فَوْقَهُمْ فَنَصَبُهٗ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ وَهُوَ خَبَرُ الْمُبْتَدَاءِ بَعْدَهٗ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِ الْيَاءِ مُبْتَدَاٌ وَمَابَعْدَهٗ خَبَرُهٗ وَالضَّمِيْرُ الْمُتَّصِلُ بِهٖ لِلْمَعْطُوْفِ ﴿عليهم ثياب سندس﴾ حَرِيْرٌ ﴿ خضر﴾ بِالرَّفْعِ ﴿ واستبرق﴾ بِالْجَرِّ مَاغَلُظَ مِنَ الدِّيْبَاجِ وَهُوَ الْبَطَائِنُ وَالسُّنْدُسُ الظَّهَائِرُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ عَكْسُ مَاذُكِرَ فِيْهِمَا وَفِيْ اُخْرٰى بِرَفْعِهِمَا وَفِيْ اُخْرٰى بِجَرِّهِمَا ﴿ وحلوا اساور من فضة﴾ وَفِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ ذَهَبٍ لِلْاِيْذَانِ بِاَنَّهُمْ يُحَلَّوْنَ مِنَ النَّوْعَيْنِ مَعًا وَّمُفَرَّقًا ﴿ وسقهم ربهم شرابا طهورا (۲۱)﴾ مُبَالَغَةٌ فِيْ طَهَارَتِهٖ وَنَظَافَتِهٖ بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا ﴿ان هذا﴾ اَلنَّعِيْمَ ﴿ كان لكم جزاء وكان سعيكم مشكورا (۲۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

بیشک (ھل بمعنی قد ہے) آدمی (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) پرگزرا ایک وقت (چالیس سال) کہ (اس میں) کہیں اس کا نام بھی نہ تھا (اس میں آپ علیہ السلام کی تصویر مٹی سے بنائی گئی تھی اس وقت آپ علیہ السلام کا نام نہ تھا یا یہاں ''الانسان'' سے مراد جنین انسان ہے اور'' حین '' سے مراد مدت حمل ہے،......ا......) بیشک ہم نے انسان (یعنی جنس انسان) کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے (یعنی مرد اور عورت کے ملے ہوئے پانی سے، امشاج بمعنی اخلاط ہے) کہ ہم اسے جانچیں (مکلف کر کے، نبتلیہ بمعنی نختبرہ ہے، یہ جملہ مستانفہ ہے یا حال مقدرہ ہے'' یعنی اُسے مکلف ہونے کا اہل بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں'') تو ہم نے اسے بنایا (اسی سبب سے) سنتا دیکھتا بیشک ہم نے اسے راہ دکھائی (رسول بھیج کر راہ ھدایت اس کے لیے واضح کردی) یا حق مانتا (یعنی مسلمان ہوتا) یا ناشکری کرتا (''

شاکرا‘‘ ’’کفورا ‘‘ دونوں مفعول سے حال بن رہے ہیں، یعنی ہم نے اُن کے شکر کرنے اور چُھپے ہوئے کفر کے احوال کو بیان کردیا، اور ’’اما‘‘ تفصیل احوال کے لئے ہے) بیشک ہم نے تیار کر رکھی ہیں (اعتدنا بمعنی ھیانا ہے) کافروں کے لیے زنجیریں (جس کے ذریعے انہیں باندھ کر جہنم میں گھسیٹا جائے گا) اور طوق (جو کہ ان کی گردنوں میں ہوں گے اور انہیں زنجیریں بندھی ہوں گیں) اور بھڑکتی آگ (جس کے ذریعے انہیں عذاب دیا جائے گا، سعیرا بمعنی مسحرۃ ہے) بیشک نیک (’’الابرار‘‘ ’’البر‘‘ یا ’’بار‘‘ کی جمع ہے مراد مطیعین ہیں) پئیں گے اس جام میں سے (’’کاس‘‘ شراب پینے کے برتن کو کہتے ہیں اور اس سے مراد مظروف یعنی شراب ہے، یہ تسمیۃ الحال با سم المحل کے قبیل سے ہے یہاں ’’من‘‘ تبعیضیہ ہے) جس کی ملونی (مزاجھا بمعنی ما تمزج بہ ہے) کافور ہے ایک چشمہ (’’عینا‘‘ ’’کافور‘‘ سے بدل بن رہا ہے یعنی اس چشمہ میں کافور کی خوشبو ہو گی......۲......) جس میں سے پئیں گے (بھا بمعنی منھا ہے) اللہ کے بندے (یعنی اس کے اولیاء) اسے جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے (وہ اسے اپنے محلوں میں جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے اللہ کی فرمانبرداری میں) (اپنی منت پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈراتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے (مستطیرا بمعنی منتشرا ہے) اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی خود کو کھانے کی محبت اور خواہش ہوتی ہے اس کے باوجود کھلاتے ہیں) مسکین (یعنی فقیر) اور یتیم کو (یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو) اور اسیر کو (یعنی اسے جو کسی حق کے سبب قید میں ہو......۳......) ہم تمہیں کھانا دیتے ہیں خالص اللہ کے لیے (اس کے ثواب کو پانے کے لیے) تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں مانگتے (شکورا بمعنی شکرا ہے، یہاں کھانا کھلانے کی علت کا بیان ہے یہ بات انہوں نے خود کہی ہے یا اللہ ﷻ نے ان کی یہ حالت جان کر خود ان کی تعریف میں فرمائی ہے اس کے بارے میں دونوں اقوال ہیں) بیشک ہمیں اپنے رب کے حضور ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے (’’عبوسا‘‘ یعنی ایسا دن ہے، جس میں چہرے بگڑ جائیں گے یعنی اس دن کی شدت کی وجہ سے چہرے کو ’’کریۃ المنظر‘‘ کہا جائے گا، قمطریرا بمعنی شدیدا ہے) تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں عطا فرمائی (لقھم بمعنی اعطاھم ہے) تازگی (چہروں میں خوبصورتی اور چمک) اور شادمانی اور انہیں بدلہ دیا ان کے (گناہوں سے) صبر کرنے پر جنت (یعنی انہیں جنت میں داخل کردیا گیا) اور ریشمی کپڑے (جو انہیں پہنا دیئے گئے) تکیہ لگائے ہوں گے (’’ادخلوھا‘‘ مقدر کی ضمیر مرفوع متکئین سے حال بن رہا ہے) اس میں تختوں پر نہ دیکھیں گے (’’لا یرون‘‘ یہ دوسرا حال ہے، یہ بمعنی لا یجدون ہے) اس میں دھوپ نہ ٹھٹھر (یعنی نہ گرمی اور نہ سردی، ایک قول یہ ہے ’’زمھریر‘‘ سے مراد چاند ہے معنی یہ ہوگا کہ جنت بغیر سورج چاند کے روشن ہوگی......۴......) اور قریب ہوں گے (’’دانیۃ‘‘ کا عطف ’’لا یرون‘‘ کے محل پر ہے یعنی وہ نہ دیکھیں گے، دانیۃ بمعنی قریبۃ ہے) ان پر (یعنی ان سے) اس کے (یعنی درختوں کے) سائے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے (ان کے پھلوں کو یوں قریب کر دیا جائے گا کہ کھڑا ہوا بیٹھا ہوا لیٹا ہوا شخص بھی انہیں لے سکے) اور ان پر (جنت میں) دور ہوگا چاندی کے برتنوں کا اور کوزوں کا (’’اکواب‘‘ بغیر کنڈے کے پیالے) جو شیشے کی مثل ہو رہے ہوں گے (یعنی وہ برتن تو چاندی کے ہوں گے لیکن ان کا اندرونی حصہ باہر سے شیشہ کی طرح دکھائی دے گا) انہوں نے (یعنی ساقیوں نے) انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا (یعنی پینے والوں کی خواہش کے مطابق نہ تو اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم اور یہ لذیذ ترین مشروب ہوتا ہے) اور اس میں وہ (شراب کے) جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی (مزاجھا بمعنی ما تمزج بہ ہے) زنجبیل ہوگی وہ ایک چشمہ (’’عینا‘‘ ’’زنجبیلا‘‘ سے بدل بن رہا ہے) جنت میں جسے سلسبیل کہتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی، زنجبیل یعنی ادرک کی طرح ہوگا جسے عرب حلق سے باآسانی مشروب اتارنے کی لذت پانے کے لیے استعمال کرتے ہیں......۵......

)اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے (''مخلدون'' ''ولدان'' کی صفت ہے یعنی وہ بوڑھے نہیں ہوں گے) جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے (ان کی خوبصورتی اور ان کی خدمت میں پہلے ہونے کی وجہ سے) کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے (دھاگے میں پروئے گئے یا اپنی سیپ میں موجود اور موتی کی یہ حالت سب سے بہترین ہوتی ہے)اور جب تو ادھر نظر اٹھائے پھر (یہاں رایت بمعنی وجدت الرؤیۃ منک ہے) تو دیکھے (یہ'' رایت'' ''اذا'' کا جواب شرط بن رہا ہے)ایک نعمت (جس کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا یعنی مخلوق اس کا ادراک نہیں کر سکتی)اور بڑی سلطنت (جس کی غایت نہ ہوگی، کبیرا بمعنی واسعا ہے)ان کے اوپر (علیھم بمعنی فوقھم ہے، یہ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے اور مابعد آنے والے مبتدا کی خبر ہے اور ایک قرائت میں اسے یاء ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ مبتدا ہوگا اور اس کا مابعد خبر اور اس کے ساتھ متصل ضمیر معطوف ''علیھم'' کی جانب لوٹے گی) ریشم کے سبز کپڑے ......(سندس کے معنی ریشم ہے، ''خضر'' کو مرفوع پڑھا گیا ہے)اور قنادیز کے (''استبرق'' موٹے ریشم کو کہتے ہیں ''استبرق'' کپڑے کے اندرونی حصہ کو ''السندس'' ظاہری حصہ کو کہتے ہیں اور ایک قرائت میں ماقبل جو اعراب ذکر کیا گیا ہے اس کے برعکس پڑھا گیا ہے اور ایک قرائت میں دونوں کو مرفوع اور ایک قرائت میں دونوں کو مجرور پڑھا گیا ہے)اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے (دوسرے مقام میں سونے کے کنگنوں کا ذکر ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ انہیں دونوں طرح کے کنگن ایک ساتھ یا الگ الگ پہنائے جائیں گے)اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی (''طھورا'' کے ذکر سے دنیاوی شراب کے برخلاف اس شراب کی طہارت اور ستھرائی میں مبالغہ کرنا ہے) بیشک یہ (یعنی نعمت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

﴿ترکیب﴾

﴿ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا﴾

ھل: بمعنی قد یا استفہامیہ للتقریر، اتی علی الانسان: فعل وظرف لغو، حین: موصوف، من الدھر: ظرف مستقر صفت اول، لم یکن: فعل نفی ناقص با اسم، شیئا مذکورا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا﴾

انا: حرف مشبہ و اسم، خلقنا: فعل با فاعل، الانسان: ذوالحال، نبتلیہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: جار، نطفۃ امشاج: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جعلنہ: فعل با فاعل ومفعول، سمیعا بصیرا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا﴾

انا: حرف مشبہ و اسم، ھدینا: فعل با فاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، اما: حرف تفصیل، شاکرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اما: حرف تفصیل، کفورا: معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، السبیل: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا اعتدنا للکفرین سلسلا واغللا وسعیرا﴾

انا: حرف مشبہ و اسم، اعتدنا للکفرین: فعل با فاعل وظرف لغو، سلسلا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اغللا: معطوف اول، و: عاطفہ، سعیرا: معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا﴾

ان الابرار: حرف مشبہ واسم ،یشربون: فعل بافاعل ،من: جار، کاس :موصوف، کان مزاجھا کافورا: جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر ہوکر "حمدا" موصوف محذوف کی صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا﴾

عینا: موصوف ،یشرب بھا عباداللہ: جملہ فعلیہ صفت اول ،یفجرونھا تفجیرا: جملہ فعلیہ صفت ثانی ،ملکر فعل محذوف "یشربون" کیلئے مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا﴾

یوفون بالنذر: فعل بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ متانفہ ،و: عاطفہ ،یخافون: فعل بافاعل ،یوما: موصوف، کان شرہ: فعل ناقص واسم ،مستطیرا: خبر ،ملکر جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا﴾

و: عاطفہ ،یطعمون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،علی حبہ: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،الطعام: مفعول ،مسکینا: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،یتیما: معطوف اول ،و: عاطفہ ،اسیرا: معطوف ثانی ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ ،نطعمکم: فعل و "نحن" ضمیر مستقر ذوالحال ،لانرید منکم جزاء ولاشکورا: جملہ فعلیہ حال ،ملکر فاعل ،کم: ضمیر مفعول ،لوجہ اللہ: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا﴾

انا: حرف مشبہ واسم ،نخاف: فعل بافاعل ،من ربنا: ظرف لغو ،یوما: موصوف ،عبوسا: صفت اول ،قمطریرا: صفت ثانی ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فوقھم اللہ شر ذلک الیوم ولقھم نضرۃ وسرورا وجزھم بما صبروا جنۃ وحریرا﴾

ف: عاطفہ ،وقھم اللہ: فعل ومفعول وفاعل ،شر ذلک الیوم: مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،لقھم: فعل بافاعل ومفعول ،نضرۃ: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،سرورا: معطوف ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،جزھم: فعل بافاعل ومفعول ،بماصبروا: ظرف لغو ،جنۃ: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،حریرا: معطوف ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿متکئین فیھا علی الارائک لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا﴾

متکئین: اسم فاعل بافاعل ،علی الارائک: ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ ذوالحال ،فیھا: ظرف مستقر حال ،ملکر ماقبل "جزاھم" کے مفعول کا حال اول ہے ،لایرون فیھا شمسا ولازمھریرا: جملہ فعلیہ "جزائھم" کی ضمیر کیلئے حال ثانی واقع ہے۔

﴿ودانیۃ علیھم ظللھا وذللت قطوفھا تذلیلا﴾

و: حالیہ ،دانیۃ: اسم فاعل ،علیھم: ظرف لغو ،ظللھا: فاعل ،ملکر جملہ شبہ حال ثالث ہے ماقبل "جزئھم" کے مفعول سے ،و: عاطفہ ،ذللت قطوفھا: فعل مجہول با نائب الفاعل ،تذلیلا: مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویطاف علیھم بانیہ من فضۃ واکواب کانت قواریرا قواریرا من فضۃ قدروھا تقدیرا﴾

و: عاطفہ ،یطاف: فعل مجہول ،علیھم: ظرف لغو ،ب: جار ،انیہ: موصوف ،من فضۃ: ظرف مستقر صفت ،ملکر معطوف

علیہ، و: عاطفہ، اکواب: موصوف، کانت: فعل ناقص با اسم، قواریرا: مبدل منہ، قواریرا: موصوف، من فضۃ: ظرف مستقر صفت اول، قدروھا تقدیرا: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو قائم مقام نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا عینا فیھا تسمی سلسبیلا﴾

و: عاطفہ، یسقون: فعل مجہول با نائب با فاعل، فیھا: ظرف لغو، کاسا: موصوف، کان مزاجھا: فعل ناقص و اسم، زنجبیلا: مبدل منہ، عینا: موصوف، فیھا: ظرف مستقر صفت اول، تسمی سلسبیلا: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویطوف علیھم ولدان مخلدون اذا رایتھم حسبتھم لؤلؤا منثورا﴾

و: عاطفہ، یطوف: فعل، علیھم: ظرف لغو، ولدان: موصوف، مخلدون: صفت، ملکر ذوالحال، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، رایتھم: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، حسبتھم: فعل با فاعل و مفعول، لؤلؤا منثورا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ حال، ملکر جملہ شرطیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا﴾

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، رایت: فعل با فاعل، ثم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ شرط، رایت: فعل با فاعل، نعیما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ملکا کبیرا: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿علیھم ثیاب سندس خضر واستبرق﴾

علیھم: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ثیاب: مضاف، سندس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، استبرق: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر موصوف، خضر: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ویطعمون الطعام......☆ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمہ اور ان کی کنیز فضہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے ان حضرات نے ان کی صحت پر تین دن کے روزوں کی نذر فرمائی اللہ عزوجل نے صحت دی نذر کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ایک صاع تین دن تک پکایا لیکن جب وقت افطار آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین اور ایک روز یتیم اور ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔

☆......فاصبر لحکم ربک......☆ یہ آیت عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اس کام سے باز آجائیں، عتبہ نے کہا آپ ایسا کریں گے تو میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں گا اور بغیر مہر کے آپ کے پاس حاضر کردوں گا، ولید نے کہا میں آپکو اتنا مال دے دوں گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آیتِ متذکرہ میں الانسان کے معنی میں محامل:

ا......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا﴾ بیشک آدمی پر ایک وقت

وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا (الانسان:۱)﴾۔(۱)......مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ایک قول کے مطابق الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔(۲)......ایک قول کے مطابق اس سے مراد بنو آدم ہیں جس کی دلیل اس فرمان میں ہے: ﴿انا خلقنا الانسان من نطفة بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا منی سے (الدھر:۲)﴾۔(۳)......انسان پر ایسا وقت گزرے جس میں اس کا نام ونشان نہ تھا، ایک قول کے مطابق اس وقت سے مراد چالیس سال کا وقت ہے۔اس قول کی بناء پر انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام لیں تو حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہونے کے بعد آپ مٹی کے پتلے کی صورت میں بغیر روح کے چالیس سال رہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام چالیس سال تک مٹی کی صورت میں، چالیس سال تک صلصال (بجنے والی)، اور چالیس سال تک حمأ مسنون (سیاہ بدبودار گارا) کی شکل میں رہے پھر ان کی تخلیق ایک سو بیس سال میں مکمل ہوگئی، اور یہ مدت وہ تھی جس میں انسان کی کوئی شناخت نہ تھی اور کوئی اُسے نہ پہچانتا تھا۔(۴)......حسن کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے خشکی اور تری میں تمام ہی چیزیں جو دیکھی جاتی ہیں یا نہیں دیکھی جاتیں چھ دن میں تخلیق فرمائیں جس میں زمین وآسمان اور آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی شامل ہے اور اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿لم یکن شیئا مذکورا کہیں اس کا نام بھی نہ تھا﴾، پھر اگر یہ کہا جائے کہ بجتی ہوئی مٹی جو کہ سیاہ بدبودار گاڑھی جس میں انسان کی روح نہ پھونکی گئی، اور آیت مذکورہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جس میں اس کی کوئی شناخت ہی نہ تھی یعنی کبھی وہ بجتی ہوئی مٹی کی صورت میں تو کبھی سیاہ بدبودار گاڑے کی صورت میں تھا۔ہم یہ کہتے ہیں کہ الانسان سے مراد اگر نفس ناطقہ لیجائے تو مناسب ہوگا کیونکہ روح پھونکے جانے سے پہلے بھی انسان کسی نہ کسی شکل میں تو ضرور تھا چہ جائے کہ مٹی کا پتلا ہی تھا۔اور نفسِ ناطقہ مان لینے کی صورت میں اشکال بھی ختم ہو جاتا ہے اور اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ انسان فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات فقط اللہ جل جلالہ کی ہے۔

(الرازی، ج ۱۰، ص ۷۳۹)

جنتی کافور کی تحقیق:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا بیشک نیک پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں لے جائیں گے (الانسان:۵)﴾۔یہاں کچھ سوالات بطور اعتراض بعض اذہان میں جنم لیتے ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)......بطور مشروب کافور کوئی لذیذ چیز تو نہیں، پھر یہاں اس کے ذکر کا مقصود کیا ہے؟ اس سوال کے تین جوابات ہیں: (۱) کافور جنت میں ایک چشمے کا نام ہے جس کا پانی سفید، خوشگوار اور ٹھنڈا ہوتا ہے، لیکن اس سے پیا نہیں جاتا اور نہ ہی مضر ہوتا ہے، پس اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جنت میں جو کافور ملا ہوا پانی پلایا جائے گا وہ شیریں ہوگا۔(۲)......دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل جنت کے چشمے میں کافور کی آمیزش فرمادے گا، پس اسی بنا پر کافور کا چشمہ کہہ دیا گیا ہے۔(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جنت میں کافور کی تخلیق فرمائی اور اُسے خوشگوار اور لذیذ کر دیا اور اس کی ضرر پہنچانے والی کیفیت کو دور کر دیا اور پھر اللہ عزوجل نے اس میں جنت کے چشمے کا پانی ملایا جیسا کہ اللہ عزوجل نے جنت میں تمام ہی نقصان پہنچانے والے ماکولات ومشروبات کا خاتمہ فرمادیا ہے۔

(۲)......اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿کان مزاجھا کافورا وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے (الانسان:۵)﴾ کہنے کا کیا فائدہ ہوا؟ اس کے جواب میں بعض اہل تاویل نے کہا ہے کہ یہاں عبارت میں کچھ خفا ہے اصل عبارت یوں ہے: ''کاس مزاجھا کافورا'' ہے۔اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا مزاج اللہ عزوجل کے علم میں ہے، اور اس کا حکم کافور ہونے کا ہے۔

(الرازی، ج ۱۰، ص ۷۴۴)

مسکین ،یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت

پر مسکین یتیم اور اسیر کو(الانسان:۸)﴾۔اس آیت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کی ترغیب ہے۔ چنانچہ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جو حالت مسکینی میں پایا جائے اور اپنے کھانے پینے کیلئے دوسروں سے سوال کرتا رہے۔ اور یتیم سے مراد جو مسلمانوں میں کے یتیم ہیں۔ منصور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کھانے پر ایک یتیم حاضر ہوا، پھر ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُسی یتیم کو کھانے پر بلایا لیکن وہ موجود نہ تھا پھر جب وہ یتیم آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس کے لئے ستو اور شہد کا انتظام فرمایا ۔اور اسیر سے مراد وہ ہے جو قید میں ہوتا ہے، یا وہ جو مشرکین کے قبضے میں ہو یا وہ قیدی جو مسلمان کے پاس کسی حق کی وجہ سے روک لیا گیا ہو۔ سید عالم ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''مسکین سے مراد فقیر ہے، یتیم سے مراد ہے جس کا باپ اُس کی نابالغی میں فوت ہو گیا ہو اور اسیر سے مراد غلام یا قیدی ہے''۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم آیت صدقات سے منسوخ ہو چکا اور اسیر کو کھانا کھلانے کا حکم آیت سیف سے منسوخ ہو چکا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ حکم ثابت ہے اور یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا نفلی عبادت ہے اور اسیر کو کھانا کھلانا اس میں امام کے اختیار کا تعلق ہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ یہاں اسیر سے ناقص العقل کا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اپنی خبط اور جنون کی وجہ سے قید میں ہے، اور جہاں تک مشرک قیدی کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ امام وقت کے سپرد ہے۔ اور عطاء کا قول ہے کہ اہل قبلہ وغیرہ اسیر مراد ہیں جن پر احسان کیا جائے گا۔ میں (امام قرطبی) کہتا ہوں کہ اسیر کو کھانا کھلانے کا قول عام ہے چہ جائے کہ کافر ہی کیوں نہ ہو جب کہ کھانا کھلانا صدقات واجبہ سے نہ ہو کیونکہ کفار کو صدقات واجبہ سے کھانا کھلانا جائز نہیں۔ اور اس آیت کا حکم عمومی طور پر سبھی کے لئے ہے، یعنی جو بھی اللہ عزوجل کی راہ میں مال خرچ کرے، اُسے یہ سعادت ملے گی۔ (القرطبی، الجزء:۲۹، ص۱۱٤ وغیرہ)

جنت میں زمہریر کے متعلق ارشادات مفسرین:

۴.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر (سخت سردی)(الانسان:۱۳)﴾۔ قاموس میں ہے کہ زمہریر سے مراد چاند کی سخت ٹھنڈک ہے، ازمھرت الکواکب سے مراد ہے کہ ستارے چمکے، زمہریر سے مراد سخت سردی ہے اور شمس سے مراد اس کا لازم یعنی سخت گرمی ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ جنت میں نہ تو سخت سردی ہوگی اور نہ ہی سخت گرمی، اس میں معتدل ہوا ہوگی۔ ابن مبارک اور عبداللہ بن احمد نے اپنی زوائد میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت راحت بخش ہے نہ اس میں سخت سردی ہے اور نہ ہی سخت گرمی اور نہ ہی ٹھنڈک ہے۔ یہاں زمہریر سے مراد چاند ہے یا ستاروں کا چمکنا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت بذات خود روشن ہے اور اپنے رب عزوجل کے نور سے چمک رہی ہے۔ اسے نہ سورج کی ضرورت ہوگی اور نہ چاند کی ضرورت ہوگی۔ (المظھری، ج۷، ص۳۱۱)

سلسبیل اور زنجبیل کے انعام کا بیان:

۵.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا عینا فیھا تسمی سلسبیلا اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی اور وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں(الانسان:۱۷تا۱۸)﴾۔ اہل عرب اس شراب سے مستفیض ہوتے تھے جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوتی تھی۔ اللہ عزوجل نے مومنوں سے اسی چیز کا وعدہ کیا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے قرآن میں جنت کی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کا نام لیا ہے، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ جنت میں ایک چشمے کا نام ہے جس میں زنجبیل کا ذائقہ ہوتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس چشمے سے صرف مقربین ہی پئیں گے۔ باقی جنتیوں کو اس میں سے کچھ ملا کر پلایا جائے گا۔ یہ پانی پینے والوں کی رغبت

کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ جس کی طبیعت میں گرمی ہو، اُسے ٹھنڈی چیز پسند آتی ہے اور وہ ایسے جام کو پسند کرے گا جس میں کافور ملا ہوا ہو، اور جس کے بدن میں سردی کی طبیعت پائی جائے وہ ایسے پانی کو پینا پسند کرے گا جو خوشگوار ہو اور ساتھ ہی گرمائش فراہم کرے۔ پس جنت میں ہر ایک کے لئے وہی کچھ ہوگا جس کی اُسے خواہش ہوگی۔

سعید بن منصور، ہناد اور بیہقی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سلسبیل نیزے کے نرم لوہے کو کہتے ہیں، جو شراب حلق سے آسانی سے اُتر جائے اُسے سلسل سلسالا و سلسبیلا کہتے ہیں۔ مقاتل اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ راستے اور اُن کے گھروں میں بہے گا۔ یہ چشمہ عرش کے نیچے سے نکلے گا اور جنتیوں کی طرف بہے گا، جنت کی شراب میں کافور کی ٹھنڈک، زنجبیل کا ذائقہ اور کستوری کی خوشبو ہوگی۔ (المرجع السابق)

سبز رنگ پہننے کا جواز:

۶۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿علیهم ثیاب سندس خضر واستبرق وحلوا اساور من فضة وسقهم ربهم شرابا طهورا﴾ ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قناویز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی (الانسان: ۲۱) ﴾، ﴿ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق اور سبز کپڑے کریب اور قناویز کے پہنے گے (الکہف: ۳۱) ﴾۔ یہاں جنتی لباس کی صفت کا بیان ہے، جنت میں موٹے اور باریک ریشم کے لباس ہونگے جن کا رنگ سبز ہوگا۔
بعض اذہان میں سبز رنگ کو اہمیت دینے پر اشکال پایا جاتا ہے انہیں قرآن مجید کی اِن آیات سے درس حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے جنت میں اہل جنت کے لئے لباس کا رنگ سبز پسند فرمایا ہے۔ دنیا میں پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے روضۂ اقدس کے گنبد کا رنگ بھی سبز ہی ہے لہٰذا اگر ان نسبتوں کی وجہ سے اگر کوئی سبز رنگ کو اہمیت دیتا ہے اور اس رنگ کو اپنے سر پر عمامے کی صورت میں سجا لیتا ہے تو یقیناً جائز اور بلاشبہ جائز ہے۔

اغراض:

اربعون سنة: یعنی روح پھونکے جانے سے پہلے انسان پر ایک وقت گزرا ہے جس میں وہ کوئی قابل شناخت چیز نہ تھا اور مکہ و طائف کے مابین پڑا رہا، روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے اور اسی حالت میں چالیس سال رہے، مزید حاشیہ نمبر "۱" کا مطالعہ کیجئے۔ **او المراد بالانسان الجنس:** مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم ہیں۔ **وبالحین مدة الحمل:** سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت کے مدت حمل، اس لئے کہ "الحین" سے مراد مدتِ محدودہ ہے چہ جائے کہ وہ قلیل ہو یا کثیر۔ **اخلاط:** یعنی انسان کو دو قسم کے پانیوں کے مجموعے سے پیدا کیا گیا ہے۔

مریدین: یعنی اُسے آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تاکہ اُسے سمیع و بصیر بنا دیں، اور انسان کو سمیع و بصیر کسی فعل کی آزمائش کے لئے کیا گیا اور آیت مذکورہ میں تقدیم و تاخیر نہیں پائی جاتی۔ **بسبب ذلک:** یعنی ہمارے آزمانے کا ارادہ کرنے کے سبب۔ **یبعث الرسول:** یعنی رسالت کے آغاز یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے سید عالم ﷺ تک کے بھیجے جانے کا سلسلہ مراد ہے۔ **او بار:** جیسا کہ شاهد اور اشهاد۔

وهم المطیعون: یعنی ایمان میں سچے اگرچہ گناہگار ہوں، پس ابرار ہونے میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ہمیشہ جہنم کا حقدار نہیں بنے گا، اور آیت ﴿ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم﴾ میں فاجروں کا ابرار سے مقابلہ کیا گیا ہے اور یہ مطلق ابرار کی تعریف ہے جس سے "البر" کی نفی نہیں ہوتی جس میں ذرہ برابر بھی اذیت نہیں ہوتی یا جس میں اللہ کے حق کی ادائیگی اور وعدوں کی

پاسداری ہوتی ہے یااس کے علاوہ امورِ خیر شامل ہوتے ہیں،اور یہاں کامل ابرار کی تعریف بیان ہوئی ہے۔
ومنھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿بھا﴾ میں باء ابتدائیہ ہے،مراد جنتیوں کا کافوری چشمے سے پینے کا آغاز کرنا ہے۔یفجرونھا: یعنی کافوری چشمے کو آسانی سے جہاں چاہیں لے جائیں گے۔یعنی المحبوس بحق: اولیٰ صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ باطل طریقے سے حق کو روک لینا مراد ہے۔
بصبرھم عن المعصیۃ: یعنی بُرائی کو چھوڑنے کی اور بھلائی کو اختیار کرنے کی جزاء،اور مصیبت پہنچنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور شکوہ نہ کرنا،پس صبر کی تین قسمیں ہیں لیکن مفسر نے فقط ایک ہی قسم ''معصیت پر صبر کرنا'' پر اقتصار کیا ہے اس لئے کہ مذکورہ ایک قسم مزید دو اقسام کو لازم کرتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جو معصیت پر صبر کرتا ہے وہ اللہ کی فرمانبرداری پر دوام اختیار کرتا ہے اور اپنے رب سے شکوہ نہیں کرتا۔
من غیر شمس ولا قمر: مراد عرش کا نور ہے،اور یہ نور سورج اور چاند کے نور سے زیادہ قوی ہوگا۔شجرھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں درخت کا حقیقی سایہ ہونا مراد ہے،پس اس صورت میں یہ وہم دور ہو جاتا ہے کہ سایہ وہاں پایا جاتا ہے جہاں سورج ہو اور جنت میں سورج نہ ہوگا۔اقداح بلا عری: یعنی ایسے پیالوں میں پینا آسان ہوتا ہے کہ جس جانب سے بھی چاہیں پی سکتے ہیں۔وذلک الذ الشراب: یعنی ایسا لذیذ پانی جو ضرورت کے تحت میسر آئے نہ زیادہ ہو کہ بچ ہی جائے اور نہ کم کہ دوبارہ حاجت پڑے اور یہ جنت کی نعمت ہے (جس میں کمی بیشی نہیں ہوتی)۔
یعنی ان ماء ھا کالزنجبیل: نام کی وجہ سے مماثلت پایا جانا مراد ہے،جنت میں پائے جانے والے درخت،محل،کھانے پینے کی چیزیں،لباس اور پھل کی مشابہت دنیا میں نہیں پائی جاتی مگر صرف مثال بیان کرنے کے لئے نام لیا جاتا ہے لیکن اللہ ان ناموں سے بھی عمدہ چیز کی طرف لوگوں کی رغبت فرماتا ہے اور دنیاوی چیزوں سے زیادہ لذیذ چیز متعارف کراتا ہے تاکہ بندہ دنیا میں موجود چیز سے زیادہ لذیذ چیز کے حصول کے لئے کوشش کرے جو کہ قائم رہنے والی نعمت ہے۔
وھو احسن منہ فی غیر ذلک: خادمین جنت کو ''لؤلؤ المنثور'' سے تعبیر کیا اور ''لؤلؤ المنظوم'' نہ کہا،کیوں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ خادمین جنت کے حسن و جمال اور اپنے کام میں مشغول ہونے کے باعث انہیں ''لؤلؤ المنثور'' کہا گیا۔وھو خبر المبتداء بعدہ: مراد ثیاب ہے،اور یہ بھی درست ہے کہ اس کے برعکس ہو یعنی ﴿عالیھم﴾ مبتداء اور ﴿ثیاب﴾ اس کی خبر ہو۔مفرقا: یعنی جنتی کبھی صرف سونا،کبھی صرف چاندی،کبھی صرف موتی کے زیور یعنی کنگن پہنیں گے،جیسے اُن کی خواہش ہوگی۔

(الصاوی، ج۶،ص۲۰۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿انا نحن﴾ تَاکِیْدٌ لِاِسْمِ اِنَّ اَوْفَصْلٌ ﴿ نزلنا علیک القران تنزیلا(۲۳)﴾ خَبَرُ اِنَّ فَصَّلْنَاہُ وَلَمْ نُنَزِّلْہُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً ﴿فاصبر لحکم ربک﴾ عَلَیْکَ بِتَبْلِیْغِ رِسَالَتِہٖ ﴿ ولا تطع منھم﴾ اَیِ الْکُفَّارِ ﴿ اثماً او کفورا(۲۴)﴾ اَیْ عُتْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ وَالْوَلِیْدَبْنَ الْمُغِیْرَۃِ قَالَا لِلنَّبِیِّ ﷺ اِرْجِعْ عَنْ ھٰذَا الْاَمْرِ وَیَجُوْزُ اَنْ یُّرَادَ کُلُّ اٰثِمٍ وَّکَافِرٍ اَیْ لَاتُطِعْ اَحَدَھُمَا اَیًّا فِیْمَا دَعَاکَ اِلَیْہِ مِنْ اِثْمٍ اَوْ کُفْرٍ ﴿واذکر اسم ربک﴾ فِی الصَّلٰوۃِ ﴿ بکرۃ واصیلا(۲۵)﴾ یَعْنِی الْفَجْرَ وَالظُّھْرَ وَالْعَصْرَ ﴿ومن الیل فاسجد لہ﴾ یَعْنِی الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ﴿ وسبحہ لیلا طویلا(۲۶)﴾ صَلِّ التَّطَوُّعَ فِیْہِ کَمَا تَقَدَّمَ مِنْ ثُلُثَیْہِ اَوْنِصْفِہٖ اَوْثُلُثِہٖ ﴿ان ھولاء یحبون العاجلۃ﴾ اَلدُّنْیَا

یَختَارُوْنَ عَلٰی الْاٰخِرَۃِ﴾ ویذرون وراء ھم یوما ثقیلا(۲۷)﴿شَدِیْدًا اَیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَایَعْمَلُوْنَ لَہٗ﴾نحن خلقنھم وشددنا﴿قَوَّیْنَا﴾ اسرھم﴿اَعْضَاءَ ھُمْ وَمَفَاصِلَھُمْ﴾ واذا شئنا بدلنا﴿جَعَلْنَا﴾ امثالھم﴿فِی الْخِلْقَۃِ بَدَلًامِنْھُمْ بِاَنْ نُّھْلِکَھُمْ﴾ تبدیلا(۲۸)﴿تَاکِیْدٌ وَوَقَعَتْ اِذَامَوْقَعَ اِنْ نَحْوَاِنْ یَّشَا یُذْھِبْکُمْ لِاَنَّہٗ تَعَالٰی لَمْ یَشَاذٰلِکَ وَاِذَا لَمَّایَقَعْ﴾ان ھذہ﴿اَلسُّوْرَۃَ﴾ تذکرۃ﴿عِظَۃٌ لِّلْخَلْقِ﴾ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا(۲۹)﴿بِالطَّاعَۃِ﴾وما تشاء ون﴿بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ اِتِّخَاذَالسَّبِیْلِ بِالطَّاعَۃِ﴾ الا ان یشاء اللہ﴿ذٰلِکَ﴾ ان اللہ کان علیما﴿بِخَلْقِہٖ﴾ حکیما(۳۰)﴿فِیْ فِعْلِہٖ﴾یدخل من یشاء فی رحمتہ﴿جَنَّتِہٖ وَھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ والظلمین﴿نَاصِبُہٗ فِعْلٌ مُّقَدَّرَۃٌ اَیْ اَعَدَّ یُفَسِّرُہٗ﴾ اعدلھم عذابا الیما(۳۱)﴿مُؤْلِمًا وَھُمُ الْکٰفِرُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ہم نے (''نحن ''ضمیر''ان'' کے اسم کی تاکید کے لیے ہے یاپھر یہ ضمیر فصل ہے) تم پر قرآن بتدریج نازل کیا (یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے یعنی قرآن کو یکبارگی مکمل نازل نہیں فرمایا) تو اپنے رب کے حکم پر ثابت رہو (اس کے پیغام کو پہنچاتے رہو) اور ان میں سے (یعنی کافروں میں سے) کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ سنو (یعنی عتبہ بن ربیعہ، ولید بن مغیرہ، ان دونوں نے نبی پاک ﷺ سے کہا تھا کہ آپ اس کام سے رجوع کر لیجئے اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے ہر گناہ گار و ناشکرا مراد ہے یعنی گناہ گار و ناشکرا خواہ کوئی ہو آپ کو گناہ یا ناشکری کی طرف بلائے تو اس کی نہ مانئے......ا......) اور اپنے رب کا نام ذکر کرو (نماز میں) صبح وشام (یعنی فجر، ظہر اور عصر میں) اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو (یعنی مغرب اور عشاء میں) اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو (یعنی رات میں نفل پڑھو جیسا کہ پہلے گزرا، دو ثلث، نصف یا تہائی رات تک) بیشک یہ لوگ پاؤں تلے کی (یعنی دنیا کو) عزیز رکھتے ہیں (اور اسے آخرت پر ترجیح دیتے ہیں) اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں (یعنی قیامت کے دن کو اور اس کے لیے عمل نہیں کرتے ہیں......۲......ثقیلا بمعنی شدیدا ہے) ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ مضبوط کئے (شددنا بمعنی قوینا اور اسر ھم بمعنی اعضاء ھم ومفاصلھم ہے) اور ہم جب چاہیں ان جیسے (خلقت میں) اور بدل دیں (تبدیلا، تاکید کے لئے لائے اور ان کی جگہ اذا لائے جیسا کہ فرمایا﴿ان یشأ یذھبکم﴾ یعنی اللہ نے ایسا نہ چاہا جب ہی ایسا نہ ہوا) بیشک یہ (یعنی یہ سورت) نصیحت ہے (مخلوق کے لیے، تذکرۃ بمعنی عظۃ ہے) تو جو چاہے (فرمانبرداری کر کے) اپنے رب کی طرف راہ لے اور تم نہیں چاہ سکتے (فرمانبرداری کر کے اپنے رب ﷻ کی طرف راہ لینا، تشاء ون فعل علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) مگر یہ کہ اللہ چاہے (اسے) بیشک وہ علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کا) حکمت والا ہے (اپنے افعال میں) اپنی رحمت (یعنی اپنی جنت) میں لیتا ہے جسے چاہے (اور وہ مومنین ہیں) اور ظالم (الظلمین فعل مقدر''اعد'' کی وجہ سے منصوب ہے اس فعل مقدر کی تفسیر مابعد مذکور فعل''اعد'' کر رہا ہے) کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (الیما بمعنی مؤلما ہے، جن کے لیے عذاب تیار کیا گیا ہے وہ کافر ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا نحن نزلنا علیک القران تنزیلا﴾

انا: حرف مشبہ واسم، نحن: ضمیر فصل، نزلنا: فعل با فاعل، علیک: ظرف لغو، القران: مفعول، تنزیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاصبر لحکم ربک ولا تطع منھم اثما او کفورا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا﴾

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر بافاعل، لحکم ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تطع: فعل نہی بافاعل، منھم: ظرف مستقر حال مقدم، اثما: معطوف علیہ، او: عاطفہ، کفورا: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اذکر: فعل امر بافاعل، اسم ربک: مفعول، بکرۃ: معطوف علیہ، و اصیلا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط محذوف "ان عرفت ھذا" کی جزا، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن الیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا﴾

و: عاطفہ، من الیل: ظرف لغو مقدم، ف: زائد، اسجد لہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سبحہ: فعل امر بافاعل ومفعول، لیلا طویلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ھؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراء ھم یوما ثقیلا﴾

ان ھؤلاء: حرف مشبہ واسم، یحبون العاجلۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یذرون: فعل بافاعل، وراء ھم: ظرف، یوما ثقیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نحن خلقنھم وشددنا اسرھم واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا﴾

نحن: مبتدا، خلقنھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، شددنا اسرھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، شئنا: جملہ فعلیہ شرط، بدلنا: فعل بافاعل، امثالھم: مفعول، تبدیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا﴾

ان ھذہ: حرف مشبہ واسم، تذکرۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، شاء: جملہ فعلیہ شرط، اتخذ الی ربہ سبیلا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیما﴾

و: عاطفہ، ماتشاء ون: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ استثناء، ان یشاء اللہ: جملہ بتاویل مصدر "اعم ظروف" سے مستثنی ہے، "ای ما تشاء ون فی وقت من الاوقات الاوقت مشیئۃ اللہ" ملکر ظرف، ملک جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان علیما حکیما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یدخل من یشاء فی رحمتہ والظلمین اعدلھم عذابا الیما﴾

یدخل: فعل بافاعل، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، فی رحمتہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، الظلمین: "یعذب" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اعدلھم: فعل بافاعل وظرف لغو، عذابا الیما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عتبہ اور ولید کا حکمِ ربی سے رجوع کرنے کا مشورہ:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولا تطع منھم اثما او کفورا﴾ اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانو (الانسان: ۲۴)﴾، اس آیت کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے رب عزوجل نے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے

میں تمہیں جس امتحان میں مبتلا کیا ہے اس پر صبر کیجئے اور اپنی رسالت کی تبلیغ کیجئے اور جو وحی آپ کی جانب کی جاتی ہے اس کے مطابق عمل کیجئے۔ اور اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی کافر یا گناہگار کی بات نہ مانیں یا ناشکرے کی تقلید نہ کیجئے یعنی جو اپنے رب عزوجل کی نعمت سے ناشکری کرے اس کی بات کی جانب توجہ نہ دیجئے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو جہل کی مذمت میں نازل ہوئی۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز ادا کر رہے ہونگے تو میں اُن کی گردن مار دوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن زید کا قول یہ ہے کہ یہاں ''آثما'' سے مراد گناہگار، ظالم اور ناشکرا ہے اور یہ ساری خصلتیں ابو جہل میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

(الطبری، الجزء:۲۹، ص ۲۶۶)

اللہ عزوجل کے نزدیک قیامت کا دن بھاری ہونے کا معنی:

۲.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویذرون وراء ھم یوما ثقیلا اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں (الانسان:۲۷)﴾، اس آیت کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں: بطور استعارہ اس دن کو بھاری کہا گیا ہے اور مراد اس سے اس دن کی شدت اور ہول ہے، جس کی شدت کی وجہ سے اُسے برداشت کرنا بھاری پڑ جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثقلت فی السموت والارض بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں (الاعراف:۱۸۷)﴾۔ (الرازی، ج۱۰، ص ۷۶۰)

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس آیت میں عموم ہے اور اس دن کو بھاری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن سختی اور شدت میں اپنی مثال آپ ہے اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ دن اس لئے بھاری ہو کہ اس میں اللہ عزوجل کے بندوں کا فیصلہ ہونا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۹، ص ۱۳۴)

اغراض:

خبر اِن: یعنی چاہے تو ہم ﴿نحن﴾ کو تاکید کے طور پر لائیں یا فصل کے طور پر۔

ای فصلناہ الخ: حکمت بالغہ مراد ہے، جیسا کہ الفرقان میں ہے: ﴿لنثبت بہ فؤادک﴾، ﴿ورتلناہ ترتیلا﴾ ﴿ولا یاتوک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا﴾ اور مقصود ان خطابات سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر اور شرح صدر کرنا ہے، اور یہ بھی کہ جو کچھ بھی اُن پر نازل ہو رہا ہے وہ شعر اور کہانت نہیں ہے۔ ای عتبۃ بن ربیعۃ: حاشیہ نمبر ''۱'' کا مطالعہ کیجئے۔

فی الصلوۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نماز کا ذکر کرنے سے اِس پر مداومت کرنے کا بیان کرنا مقصود ہے۔

والظھر والعصر: ظاہر قول کے مطابق ﴿اصیلا﴾ سے عصر مراد لی گئی ہے، اور ظہر کا آخری وقت مراد لیا گیا ہے، مگر اس سے قریب کا وقت زوال ہوتا ہے جو کہ ﴿اصیلا﴾ کے قول کے تحت مراد نہیں لیا جاتا۔

عظۃ للخلق: یعنی مذکورہ سورت غور و فکر اور تدبر و نصیحت کے لئے ہے اور غافلین پر تنبیہ ہے اور قبول کرنے والے طالبین کے لئے اللہ کی طرف سے بہت سے فوائد کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۲۱۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة المرسلات مكية وهى خمسون آية

(سورۂ مرسلات مکی ہے جس میں ۵۰ آیتیں ہیں)

تعارف سورة المرسلات

اس سورت میں دو رکوع، پچاس آیتیں، ایک سو اسی کلمے اور آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔ متعدد چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی یا پھر قیامت کے قائم ہونے کے منظر کو بیان کیا جا رہا ہے اس سورت میں ایک سنت الٰہی کو بیان کیا گیا ہے کہ جو راہ راست کو چھوڑ کر گمراہی میں بھٹکا وہ فسق وفجور کے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اس کی مخلوق پر ظلم وستم کرتا ہے تو اللہ ﷻ کی سنت یہ ہے کہ ایسے شخص کو تباہ برباد کر دیا جائے انسان کی تخلیق کے بعد جن چیزوں کی انسانی بقاء اور نشوونما کے لئے ضروری ہے ان کا تذکرہ کیا گیا اور آیت انیس سے لے کر آخر تک کفار کے ساتھ روز حشر جو معاملہ کیا جائے گا اس کو بیان فرمایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی آیت نمبر اکتالیس تا چوالیس میں متقین پر جو انعامات اور نوازشات کی جائیں گی وہ بھی بیان فرمادیں تاکہ لوگ دونوں گروہوں میں سے جس گروہ میں شامل ہونا چاہیں سوچ سمجھ کر شامل ہو جائیں۔

رکوع نمبر: ۲۱

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والمرسلت عرفا (۱)﴾ اَیِ الرِّیَاحِ مُتَتَابِعَةً کَعُرْفِ الْفَرَسِ یَتْلُوْ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَنَصَبُهٗ عَلَى الْحَالِ ﴿فالعصفت عصفا (۲)﴾ اَلرِّیَاحُ الشَّدِیْدَةِ ﴿والنشرت نشرا (۳)﴾ اَلرِّیَاحُ تَنْتَشِرُ الْمَطَرَ ﴿فالفرقت فرقا (۴)﴾ اَیْ اٰیَاتِ الْقُرْاٰنِ تُفَرِّقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ ﴿فالملقیت ذکرا (۵)﴾ اَیِ الْمَلٰٓئِکَةُ تَنْزِلُ بِالْوَحْیِ اِلَى الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ یُلْقُوْنَ الْوَحْیَ اِلَى الْاُمَمِ ﴿عذرا او نذرا (۶)﴾ اَیْ لِلْاِعْذَارِ وَلِلْاِنْذَارِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ ذَالِ نُذُرٍ وَقُرِیَ بِضَمِّ ذَالِ عُذُرًا ﴿انما توعدون﴾ اَیْ کُفَّارُ مَکَّةَ مِنَ الْبَعْثِ وَالْعَذَابِ ﴿ لواقع (۷)﴾ کَائِنٌ لَا مَحَالَةَ ﴿فاذا النجوم طمست (۸)﴾ مُحِیَ نُوْرُهَا ﴿واذا السماء فرجت (۹)﴾ شُقَّتْ ﴿واذا الجبال نسفت (۱۰)﴾ فُتِّتْ وَسُیِّرَتْ ﴿واذا الرسل اقتت (۱۱)﴾ بِالْوَاوِ وَبِالْهَمْزَةِ بَدَلًا مِنْهَا اَیْ جُمِعَتْ لِوَقْتٍ ﴿لای یوم﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿ اجلت (۱۲)﴾ لِلشَّهَادَةِ عَلٰى اُمَمِهِمْ بِالتَّبْلِیْغِ ﴿لیوم الفصل (۱۳)﴾ بَیْنَ الْخَلْقِ وَیُؤْخَذُ مِنْهُ جَوَابُ اِذَا اَیْ وَقَعَ الْفَصْلُ بَیْنَ الْخَلَائِقِ ﴿وما ادرک ما یوم الفصل (۱۴)﴾ تَهْوِیْلٌ لِشَانِهٖ ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۱۵)﴾ هٰذَا وَعِیْدٌ لَّهُمْ ﴿الم نهلک الاولین (۱۶)﴾ بِتَکْذِیْبِهِمْ اَیْ اَهْلَکْنَاهُمْ ﴿ثم نتبعهم الاخرین (۱۷)﴾ مِمَّنْ کَذَّبُوْا کَکُفَّارِ مَکَّةَ فَنُهْلِکُهُمْ ﴿ کذلک ﴾ مِثْلَ فِعْلِنَا بِالْمُکَذِّبِیْنَ ﴿نفعل بالمجرمین (۱۸)﴾ بِکُلِّ مَنْ اَجْرَمَ فِیْمَا یَسْتَقْبِلُ فَنُهْلِکُهُمْ ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۱۹)﴾ تَاکِیْدٌ ﴿الم نخلقکم من ماء مهین (۲۰)﴾ ضَعِیْفٍ وَهُوَ الْمَنِیُّ ﴿فجعلنه فی قرار مکین (۲۱)﴾ حَرِیْزٍ وَهُوَ الرَّحِمُ ﴿الی قدر معلوم (۲۲)﴾ وَهُوَ وَقْتُ الْوِلَادَةِ ﴿فقدرنا فنعم القدرون (۲۳)﴾ نَحْنُ ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۲۴)الم نجعل الارض کفاتا (۲۵)﴾ مَصْدَرُ کَفَتَ بِمَعْنٰى ضَمَّ اَیْ ضَامَّةً ﴿احیاء﴾ عَلٰى ظَهْرِهَا ﴿ وامواتا (۲۶)﴾ فِیْ بَطْنِهَا ﴿وجعلنا فیها

رواسی شمخت﴾جِبَالًامُرْتَفِعَاتٍ﴿ واسقینکم ماء فراتا (۲۷)﴾عَذْبًا﴿ویل یومئذ للمکذبین (۲۸)﴾وَیُقَالُ لِلْمُکَذِّبِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴿انطلقوا الی ما کنتم به﴾مِنَ الْعَذَابِ ﴿ تکذبون (۲۹)انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب(۳۰)﴾هُوَدُخَانُ جَهَنَّمَ اِذَا اِرْتَفَعَ اِفْتَرَقَ ثَلاثَ فِرَقٍ لِعَظْمَتِهٖ﴿لا ظلیل﴾ کَنِیْنٍ یُظِلُّهُمْ مِنْ حَرِّذٰلِکَ الْیَوْمِ﴿ ولا یغنی﴾یَرُدُّعَنْهُمْ شَیْئًا﴿ من اللهب (۳۱)﴾لِلنَّارِ﴿انها﴾اَیِ النَّارِ﴿ترمی بشرر﴾هُوَمَا تَطَایَرَمِنْهَا﴿ کالقصر(۳۲)﴾مِنَ الْبِنَاءِ فِیْ عِظَمِهٖ وَارْتِفَاعِهٖ﴿ کانه جملت﴾جَمْعُ جِمَالَةٍ جَمْعُ جَمَلٍ وَفِیْ قِرَاءَةٍ جِمَالَةٌ﴿ صفر (۳۳)﴾فِیْ هَیْئَتِهَاوَلَوْنِهَا وَفِی الْحَدِیْثِ شِرَارُجَهَنَّمَ اَسْوَدُ کَالْقِیْرِوَالْعَرَبُ تُسَمِّیْ سُوْدَالْاِبِلِ صُفْرًالِشَوْبِ سَوَادِهَابِصُفْرَةٍ فَقِیْلَ صُفْرٌفِی الْاٰیَةِ بِمَعْنٰی سُوْدٍ لِمَاذُکِرَوَقِیْلَ لَاوَالشَّرَرُجَمْعُ شَرَرَةٍ وَالشِّرَارُجَمْعُ شِرَارَةٍ وَالْقِیْرُ الْقَارُ ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۳۴)﴾هذا﴾اَیْ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ﴿ یوم لا ینطقون (۳۵)﴾فِیْهِ بِشَیْءٍ﴿ولا یؤذن لهم﴾فِی الْعُذْرِ﴿ فیعتذرون(۳۶)﴾عَطْفٌ عَلٰی یُؤْذَنُ مِنْ غَیْرِتَسَبُّبٍ عَنْهُ فَهُوَدَاخِلٌ فِیْ حَیِّزِ النَّفْیِ اَیْ اِذْنَ فَلَااِعْتِذَارٌ﴿ویل یومئذ للمکذبین(۳۷)هذا یوم الفصل جمعنکم﴾اَیُّهَاالْمُکَذِّبُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ﴿ والاولین(۳۸)﴾مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ قَبْلَهُمْ فَتُحَاسَبُوْنَ وَتُعَذَّبُوْنَ جَمِیْعًا﴿فان کان لکم کید﴾حِیْلَةٌ فِیْ دَفْعِ الْعَذَابِ عَنْکُمْ﴿ فکیدون(۳۹)﴾فَافْعَلُوْهَا﴿ویل یومئذ للمکذبین(۴۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار (یعنی پے در پے آنے والی ہوائیں جو کہ گھوڑے کی گردن کے بالوں کی طرح ایک سے دوسری سمت سے آتی ہیں عرفا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے) پھر زور سے جھونکا دینے والیاں (یعنی شدید ہوائیں) پھر ابھار کر اٹھانے والیاں (یعنی وہ ہوائیں جو بارش کو پھیلاتی ہیں،......ا......) پھر خوب جدا کرنے والیاں (یعنی آیات قرآنی جو حق و باطل، اور حلال و حرام کے درمیان فرق لاتی ہیں) پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں (یعنی ان فرشتوں کی وحی لے کر انبیاء کرام اور رسل عظام پر نازل ہوتے پھر انبیاء و رسل اس وحی کو امتوں پر القاء کرتے ہیں) حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو (اللہ ﷻ کی جانب سے حجت تمام کرنے اور ڈرانے کے لیے، "نذرا" اور "عذرا" کو ایک قرائت میں ذال مضمومہ کے ساتھ پڑھایا ہے) بیشک جس بات کا تمہیں (کفار مکہ) وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی بعث بعد الموت اور عذاب کا) ضرور ہونا ہے (اسے یقینی طور پر ہونا ہے) پھر جب تارے محو کر دیے جائیں (اس کے نور کو مٹا دیا جائے) اور جب آسمان پھٹ پڑے (فرجت بمعنی شقت ہے) اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیے جائیں (نسفت بمعنی فتتت وسیرت ہے) اور جب رسولوں کو ایک وقت کے لیے جمع کیا جائے (اقتت بمعنی جمعت لوقت ہے، ایک قرأت میں وقتت اور ایک میں اقتت پڑھا گیا ہے) کس (عظیم) دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے (اپنی امت کو تبلیغ کر دینے کی گواہی دینے کے لیے مخلوق کے درمیان) فیصلہ کے دن کے لیے (اور اسی سے اذا کا جواب شرط ماخوذ ہے جو کہ وقع الفصل بین الخلائق ہیں) اور تو نے کیا جانا وہ فیصلہ کا دن کیا ہے (یہاں اس کی تہویل شان کا بیان ہے) جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی (یہ ان لوگوں کے لیے وعید ہے) کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا (ان کے جھٹلانے کے سبب یعنی ہم نے انہیں ہلاک کر دیا) پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے (جو جھٹلائیں گے جیسا کہ کفار مکہ، پس ہم انہیں بھی ہلاک کر دیں گے) اسی طرح (جس طرح ہم نے جھٹلانے والوں کے ساتھ کیا) ہم مجرموں کے ساتھ کرتے ہیں (ہر وہ شخص جو جرم کرے گا آئندہ ہم اسے بھی ہلاک کر دیں گے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی (ویل یو

مسئلہ ماقبل کی تاکید ہے) کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا (مراد اس سے منی ہے......۲......، مھین بمعنی ضعیف ہے) پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا (یعنی رحم میں، مکین بمعنی حریز ہے) ایک معلوم اندازہ تک (وقت ولادت تک) پھر ہم نے اندازہ فرمایا (اس کا) تو ہم کیا ہی اچھے قادر (یہاں مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا (''کفاتا'' ''کفت'' فعل کا مصدر ہے بمعنی ''ضم''، کفاتا بمعنی ضامة ہے) زندہ کو (زمین کی پشت پر) اور مردوں کو (زمین کے پیٹ میں) اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر (یعنی بلند و بالا پہاڑ) رکھے اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا (فراتا بمعنی عذبا ہے) چلو اس کی طرف (یعنی اس عذاب کی طرف) جسے جھٹلاتے تھے چلو اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں (مراد اس سے جہنم کا دھواں ہے جو اونچا ہو کر تین شاخیں ہو جائے گا انتہائی زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ تین ٹکڑوں میں ہو جائے گا ......۳......) نہ سایہ دے (یعنی نہ تو پردہ ہو جو اس دن کی گرمی میں انہیں سایہ دے) اور نہ بچائے (یعنی ان سے کچھ بھی دور نہ کرے) لپٹ سے (آگ کی) بیشک وہ (یعنی جہنم) چنگاریاں اڑاتی ہے (شرر آگ سے اڑنے والی چنگاریوں کو کہتے ہیں) جیسے اونچے محل (کی عمارت یعنی وہ چنگاریاں بلند و بالا ہونے میں محل کی طرح ہوں گے) گویا وہ اونٹ ہیں (''جملت'' جمالة کی اور ''جمالة'' جمل کی جمع ہے، ایک قرائت میں ''جمالة'' آیا ہے) زرد رنگ کے (یعنی وہ چنگاریاں اپنی ہیئت اور رنگت میں زرد اونٹوں کی طرح ہیں اور حدیث پاک میں ہے بدترین آگ ڈامر کی طرح سیاہ ہوگی، عرب سیاہ اونٹ کو ''صفر'' کہتے ہیں کہ اس کی سیاہ کے زرد رنگ کے ساتھ ملے ہونے کی وجہ سے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ صفر بمعنی سود ہے، لیکن ایک قول کے مطابق ایسا نہیں ہے، ''شرر'' ''شررة'' کی اور ''شرار'' ''شرارہ'' اور ''قیر'' ''قار'' کی جمع ہے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی یہ (یعنی یہ قیامت کا دن وہ) دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے (اس میں کچھ بھی) اور نہ انہیں اجازت ملے (عذر بیان کرنے کی) کہ عذر کریں (یعتذرون کا عطف یوذن پر ہے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا (اے اس امت کے مکلفین!) اور سب اگلوں کو (تم سے پہلے جھٹلانے والوں کو تو تم سب سے حساب لیا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا) اب اگر تمہارا کوئی حیلہ ہے (خود سے عذاب کو دور کرنے کے لیے، کید بمعنی حیلة ہے) تو کر لو (فکیدون بمعنی افعلوھا ہے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

﴿ترکیب﴾

﴿والمرسلت عرفا فالعصفت عصفا والنشرت نشرا فالفرقت فرقا فالملقیت ذکرا عذرا اونذرا انما توعدون لواقع﴾

و: قسمیہ جار، المرسلت: اسم فاعل با فاعل، عرفا: مفعول لہ، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، العصفت عصفا: شبہ جملہ معطوف اول، و: عاطفہ، النشرت نشرا: شبہ جملہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ، الفرقت فرقا: شبہ جملہ معطوف ثالث، ف: عاطفہ، الملقیت: اسم فاعل با فاعل، ذکرا: مبدل منہ، عذرا: معطوف علیہ، او: عاطفہ، نذرا: معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف رابع، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف ''اقسم'' کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان: حرف مشبہ، ماتوعدون: موصول صلہ، ملکر اسم، لواقع: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا النجوم طمست واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت واذا الرسل اقتت لای یوم اجلت لیوم الفصل﴾

ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، النجوم: ''طمست'' فعل مجہول نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، طمست: جملہ فعلیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا السماء فرجت: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اذا الجبال نسفت: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، اذا الرسل اقتت: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر شرط، لای یوم: جار مجرور، ملکر مبدل منہ، لیوم الفصل: جار مجرور

بدل،ملکر ظرف لغو،اجلت: فعل مجہول بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وما ادرک ما یوم الفصل ویل یومئذ للمکذبین﴾

و: عاطفہ،ما: استفہامیہ مبتدا،ادرک: فعل بافاعل ومفعول،ما: استفہامیہ مبتدا،یوم الفصل: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ویل: مصدر بافاعل،یومئذ: ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا،للمکذبین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم نهلک الاولین ثم نتبعهم الاخرین کذلک نفعل بالمجرمین﴾

ھمزہ: حرف استفہام،لم نھلک: فعل نفی بافاعل،الاولین: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ثم: عاطفہ،نتبعھم: فعل بافاعل ومفعول،الاخرین: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،کذلک: ظرف مستقر "فعلا" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،نفعل: فعل بافاعل،بالمجرمین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویل یومئذ للمکذبین الم نخلقکم من ماء مهین فجعلنه فی قرار مکین الی قدر معلوم﴾

ویل یومئذ للمکذبین: ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۵ میں گزری،ھمزہ: حرف استفہام،لم نخلقکم: فعل نفی بافاعل ومفعول،من ماء مھین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول،فی: جار،قرار مکین: مرکب توصیفی ذوالحال،الی قدر معلوم: ظرف مستقر "مؤخرا" کیلئے،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقدرنا فنعم القدرون ویل یومئذ للمکذبین﴾

ف: عاطفہ،قدرنا: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،نعم: فعل مدح،القدرون: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ "نحن" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ویل یومئذ للمکذبین: ترکیب آیت نمبر ۱۵، میں گزری۔

﴿الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموا تا﴾

ھمزہ: حرف استفہام،لم نجعل: فعل نفی بافاعل،الارض: مفعول اول،کفاتا: اسم فاعل بافاعل،احیاء: معطوف علیہ،و: عاطفہ،امواتا: معطوف،ملکر مفعول،ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا فیها رواسی شمخت واسقینکم ماء فراتا ویل یومئذ للمکذبین﴾

و: عاطفہ،جعلنا: بمعنی "خلقنا" فعل بافاعل،فیھا: ظرف لغو،رواسی: موصوف،شمخت: صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،اسقینکم: فعل بافاعل ومفعول،ماء فراتا: مرکب توصیفی مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انطلقوا الی ما کنتم به تکذبون انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللهب﴾

انطلقوا: فعل امر بافاعل،الی: جار،ما کنتم بہ تکذبون: موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول محذوف "یقال لھم" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ،انطلقوا: فعل بافاعل،الی: جار،ظل: موصوف،ذی ثلث شعب: صفت اول،لا: نافیہ،ظلیل: معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا یغنی من اللھب: جملہ فعلیہ بتاویل مفسر معطوف،ملکر صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "انطلوا" کی تاکید ہے۔

﴿انها ترمی بشرر کالقصر کانه جملت صفر ویل یومئذ للمکذبین﴾

انھا: حرف مشبہ واسم،ترمی: فعل بافاعل،ب: جار،شرر: موصوف،کالقصر: ظرف مستقر صفت اول،کانہ: حرف مشبہ واسم،جملت صفر: مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ویل یومئذ

للمکذبین: ترکیب نمبر۱۵، میں گزری۔

﴿ھذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لھم فیعتذرون ویل یومئذ للمکذبین﴾

ھذا: مبتدا،یوم: مضاف،لاینطقون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،لا :نافیہ،یوذن لھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ،یعتذرون :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر پھر معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ،ویل یومئذ......الخ: ترکیب آیت نمبر۱۵، میں گزری۔

﴿ھذا یوم الفصل جمعنکم والاولین﴾

ھذا: مبتدا،یوم الفصل: خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفسر،جمعنا :فعل بافاعل، کم :معطوف علیہ،و :عاطفہ،الاولین :معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مفسر،ملکر قول محذوف ''یقال لھم'' کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فان کان لکم کید فکیدون ویل یومئذ للمکذبین﴾

ف :عاطفہ،ان :شرطیہ، کان :فعل ناقص،لکم :ظرف مستقر خبر مقدم، کید :اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ف :جزائیہ، کیدون :فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......والمرسلت عرفا......☆حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ والمرسلات جس شب میں نازل ہوئی ہم سید عالم ﷺ کی رکاب سعادت میں تھے جب منیٰ کی غار میں پہنچے، والمرسلات نازل ہوئی ہم حضور ﷺ کے ساتھ اس کو پڑھتے تھے اور حضور ﷺ اس کی تلاوت فرماتے تھے، اچانک ایک سانپ نے جست کی ہم اس کو مارنے کے لئے لپکے وہ بھاگ گیا حضور ﷺ نے فرمایا تم اس کی برائی سے بچائے گئے وہ تمہاری برائی سے، یہ غار منیٰ میں غار والمرسلات کے نام سے مشہور ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مختلف اقسام کی ہواؤں کا بیان:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والمرسلت عرفا ......الخ قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار پھر زور سے جھونکا دینے والیاں پھر ابھار کر اٹھانے والیاں (المرسلت:۱،۲،۳)﴾۔ ان آیات میں مختلف قسم کی ہواؤں کا بیان ہے، جو کہ اللہ عزوجل کی قدرت کا عظیم شاہکار ہیں۔ بعض ہوائیں شدید ہوتی ہیں اور بعض اس سے کچھ کم اور بعض ہوائیں بارش کا سبب بنتی ہیں۔ مرسلت عرفا سے مراد فرشتے ہیں جنہیں اللہ کے امر و نہی کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور یہ عرف الفرس سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان فرشتوں نے احکامات کی بجا آوری میں جلدی کی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عصفت الریاح سے مشتق ہے یعنی انہوں نے شریعت مطہرہ کے احکامات کو زمین پر پھیلا دیا۔ اور انہوں نے یہ کام کتابوں کو پھیلانے اور انہیں نازل کرنے کی صورت میں کیا یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ان فرشتوں کو جو علم عطا فرمایا تھا اس کے ذریعے جہالت کی وجہ سے مردہ لوگوں کو زندہ کیا اور حق و باطل میں فرق کر دیا اور حضرات انبیائے کرام کی جانب وحی فرمائی یا مومنین کو القاء کیا۔ (المظھری، ج۷، ص۳۱۷)

منی سے انسان کی تخلیق کا بیان:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الم نخلقکم من ماء مھین کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا (المرسلات:

۲۰) ﴾۔یعنی اللہ ﷻ نے انسان کو کمزور حقیر نطفے سے پیدا کیا۔اور اس میں ان اذہان کا رد پایا جارہا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جنین فقط ماء رجل سے پیدا شدہ ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۹،ص ۱۴۱)

امام طبری کہتے ہیں: اللہ ﷻ نے انسان کو ضعیف قسم کے پانی سے پیدا فرمایا جسے رحم مادر میں استقرار عطا فرمایا اور اس استقرار کا وقت بھی اللہ ﷻ کے نزدیک متعین ہے، یہ پانی ایک خاص وقت تک رحم مادر میں رہتا ہے، (پھر اس کے بعد ماں کے رحم میں دیگر مختلف شکلوں میں متشکل ہوجاتا ہے)۔ (الطبری ،الجزء:۲۹،ص ۲۷۹ وغیرہ)

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ ﷻ کے فرمان ﴿الی قدر معلوم ایک معلوم اندازہ تک (المرسلات:۲۲)﴾ میں دلیل ہے کہ بچے کی تخلیق کے لئے اس کا رحم مادر میں رہنا ضروری ہے اور یہ جو فرمایا کہ وقت معلوم تک اس کا ماں کے رحم میں رہنا ضروری ہے تو اس کی حقیقت اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے (لقمان:۳۴)﴾۔ (الرازی، ج ۱۰،ص ۷۷۲)

تین شاخوں اور اس کے محامل کا بیان:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ذی ثلاث شعب جس کی تین شاخیں ہیں﴾، اس کی چند وجوہات ہیں: (۱)......حسن کہتے ہیں مجھے اس دھوئیں کے سائے کا خاطر خواہ علم نہیں ہے، جو شعلوں کے تقسیم ہونے کی صورت میں ہوگا، اور نہ ہی میں نے اس بارے میں کسی سے کچھ سنا۔(۲)......کافروں کو آگ اوپر اور نیچے سے گھیر لے گی اور اسی آگ کو مجازاً ظل کا نام دیا گیا ہے جو کہ کافروں کو ہر جانب سے گھیر لے گی، جیسا کہ فرمایا: ﴿لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ (الزمر:۱۶)﴾، ﴿یوم یغشٰھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم جس دن انہیں ڈھانپے گا عذاب ان کے اوپر اور ان کے پاؤں کے نیچے سے (العنکبوت:۵۵)﴾۔(۳)......قتادہ کہتے ہیں کہ مراد اس سائے سے جہنم کا دھواں ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿احاط بھم سرادقھا جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی (الکھف:۲۹)﴾، اور تین حصوں میں منقسم ہونے کا معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ اہل جہنم کو دائیں، بائیں اور اوپر سے گھیر لے گی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ ﷻ کا غضب اُسے دائیں جانب سے عذاب میں مبتلا کردے گا اور انسانی شہوت کی وجہ سے وہ بائیں جانب سے عذاب میں مبتلا ہوگا اور قوت نفسانیہ پر عمل پیرا ہونے کے باعث اُسے اوپر سے عذاب میں مسلط کیا جائے گا۔اور یہ تمام ہی قسم کے عذاب اس کے عقائد واعمال کی خرابی کے باعث ہونگے۔اور یہ بھی درست ہے کہ تین درجات مراد لئے جائیں، حس، خیال اور وہم، جو کہ عالم قدس سے طہارت ونور کے ذریعے روح کے مستفیض ہونے کو مانع ہے، اور یہ تینوں مراتب خاص طور پر ظلمت کی جانب دھکیل دینے کو کافی ہیں۔(۴)......اس آیت میں دخان (دھوئیں) کے عظیم ہونے کی جانب بطور کنایہ اشارہ ہے کیونکہ جب دھواں اپنی شدت پر ہو تو پھر وہ کئی اجزاء میں منقسم ہوتا نظر آتا ہے۔(۵)......ابو مسلم کہتے ہیں کوئی جہنمی اس سے بچ نہ سکے گا۔ (الرازی، ج ۱۰،ص ۷۷۴)

اغراض:

ای الریاح: سے مراد عذاب کی ہوا ہے۔ای للاعذار: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿عذرا او نذرا﴾ دونوں مفعول بہ ہیں، اور پانچوں فعل اس لئے بیان ہوئے کہ تاکہ مومنین اپنے گناہوں کے مٹانے کے لئے معذرت کریں اور کافروں کے ڈرانے کے لئے انہیں خوفزدہ کیا جائے، کما فی المظھری۔جواب اذا: جو کہ محذوف ہے، تقدیر عبارت ''وقع الفصل'' ہوگی۔

ای اھلکناھم: میں یہ فائدہ ہے کہ استفہام نفی پر داخل ہوتا ہے اور نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے، اس کی نظیر اس فرمان میں ہے: ﴿الم

نشرح لک صدرک ﴾یعنی ہم نے آپ کا سینہ کشادہ کر دیا۔ فنھلکھم :یعنی دنیا میں ہلاکت سے مراد بدر کی ہلاکت ہے۔
علی ذلک: یعنی خلق اور تصویر مراد ہے۔ جبالا مرتفعات: یعنی یہ بلند و بالا پہاڑ اپنے رہنے والوں کو لے کر کیوں نہیں ہلتے۔ کنین: بمعنی ساتر ہے۔ وقیل لا :یعنی صفر بمعنی سود نہیں ہوگا، بلکہ اپنی حقیقت پر باقی رہے گا۔(الصاوی، ج۶،ص ۲۱۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۲

﴿ان المتقین فی ظلل﴾اَیْ تَکَاثُفِ اَشْجَارٍ اِذْ لَاشَمْسَ یُظِلُّ مِنْ حَرِّھَا﴿ وعیون (۴۱)﴾نَابِعَۃٌ مِنَ الْمَاءِ﴿وفواکہ مما یشتھون (۴۲)﴾فِیْہِ اِعْلَامٌ بِاَنَّ الْمَاکَلَ وَالْمَشْرَبَ فِی الْجَنَّۃِ بِحَسْبِ شَھَوَاتِھِمْ بِخِلَافِ الدُّنْیَا فَبِحَسْبِ مَایَجِدُالنَّاسُ فِی الْاَغْلَبِ وَیُقَالُ لَھُمْ﴿کلوا واشربوا ھنیئا﴾حَالٌ اَیْ مُتَھَنِّئِیْنَ﴿ بما کنتم تعملون (۴۳)﴾مِنَ الطَّاعَاتِ﴿انا کذلک﴾کَمَاجَزَیْنَاالْمُتَّقِیْنَ﴿ نجزی المحسنین (۴۴)ویل یومئذ للمکذبین (۴۵) کلوا وتمتعوا﴾خِطَابٌ لِلْکُفَّارِفِی الدُّنْیَا﴿ قلیلا﴾مِنَ الزَّمَانِ وَغَایَتُہٗ اِلَی الْمَوْتِ وَفِیْ ھٰذَا تَھْدِیْدٌلَّھُمْ﴿ انکم مجرمون(۴۶)ویل یومئذ للمکذبین(۴۷)واذا قیل لھم ارکعوا﴾صَلُّوْا﴿ لا یرکعون (۴۸)﴾لَایُصَلُّوْنَ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۴۹)فبای حدیث بعدہ﴾اَیِ الْقُرْاٰنِ﴿ یؤمنون(۵۰)﴾اَیْ لَایُمْکِنُ اِیْمَانُھُمْ بِغَیْرِہٖ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بَعْدَ تَکْذِیْبِھِمْ بِہٖ لِاِشْتِمَالِہٖ عَلَی الْاِعْجَازِالَّذِیْ لَمْ یَشْتَمِلْ عَلَیْہِ غَیْرُہٗ .

﴿ترجمہ﴾

بیشک ڈروالے سایوں میں (گھنے درختوں میں کہ جنت میں سورج نہ ہوگا جس کی گرمی سے بچنے کے لیے سایہ لایا جائے)اور چشموں میں(عیون بمعنی نابعۃ من الماء ہے)اور میووں میں جواُن کا جی چاہے(اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کھانا پینا جنتیوں کی خواہشات کے مطابق ہوگا) کھاؤ اور پیو اچھا ہوا بدلہ اس کا جو تم (فرمانبرداری) کرتے تھے بیشک ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ڈروالوں کو جزا دی ہے) نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی کھالو اور برت لو(دنیا میں یہ خطاب کافروں سے ہے) کچھ(عرصہ اس عیش کی غایت موت ہے اور اس آیت میں کفار کے لیے تہدید ہے)ضرور تم مجرم ہو اور اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی اور جب ان سے کہا جائے نماز پڑھو(ارکعوا بمعنی صلوا ہے) تو نماز نہیں پڑھتے (لایرکعون بمعنی لا یصلون ہے)اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی......پھر اس کے (یعنی قرآن پاک کے)بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے (یعنی قرآن پاک کو جھٹلانے کے بعد ان کا اللہ ﷻ کی کتابوں میں سے کسی اور پر ایمان لانا ممکن نہیں ہے کہ قرآن پاک ہے ایسے اعجاز پر مشتمل ہے جس پر اس کا غیر مشتمل نہیں ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان المتقین فی ظلل وعیون وفواکہ مما یشتھون﴾
ان المتقین: حرف مشبہ واسم، فی: جار، ظلل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عیون: معطوف اول، و: عاطفہ، فواکہ: موصوف، ممایشتھون: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کلوا واشربوا ھنیئا بما کنتم تعملون انا کذلک نجزی المحسنین﴾
کلوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشربوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، ھنیئا بما کنتم تعملون: شبہ جملہ حال، ملکر

فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر قول محذوف "یقال لهم" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،انا جرف مشبہ واسم ،کذلک :ظرف مستقر "بجزاء" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویل یومئذ للمکذبین کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون﴾

ویل یومئذ للمکذبین: اسکی ترکیب آیت نمبر ۱۵، میں گزری، کلوا: فعل امر بافاعل معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،تمتعوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال،قلیلا :ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر فاعل،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقال لهم" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل "مکذبین" کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے ،انکم :حرف مشبہ واسم ،مجرمون :خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿ویل یومئذ للمکذبین واذا قیل لهم ارکعوا لایرکعون﴾

ویل یومئذ......الخ: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۵ میں گزری،و : عاطفہ ،اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قیل لهم: قول،ارکعوا: جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر شرط،لایرکعون :فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویل یومئذ للمکذبین فبای حدیث بعده یومنون﴾

ویل یومئذ للمکذبین: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۵ میں گزری،ف :فصیحیہ ،ب : مضاف،ای :مضاف،حدیث :موصوف،بعدہ :ظرف متعلق بمحذوف صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو مقدم،یومنون :فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان لم یومنوا بالقران" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نیکوں پر انعام اور بدوں پر وبال کا بیان:

۱...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان المتقین فی ظلل وعیون وفواکه مما یشتهون کلوا وشربوا هنیئا بما کنتم تعملون انا کذلک نجزی المحسنین بیشک ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہیں اور میووں میں جوان کا جی چاہے کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ بیشک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں (المرسلات:۱ ٤ تا ٤٤)﴾،﴿ویل یومئذ للمکذبین کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون ویل یومئذ للمکذبین واذا قیل لهم ارکعوا لایرکعون ویل یومئذ للمکذبین فبای حدیث بعده یومنون اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی کچھ دن کھالو اور برت لو ضرور تم مجرم ہو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے (٤٥ تا ٥٠)﴾۔

اغراض: نابعة من الماء: مراد شہد، دودھ اور شراب ہے، جیسا کہ آیت قتال میں ہے۔ کما جزینا المتقین: یعنی سائے، چشمے، پھل، یہ سب مومنین کے لئے جزاء ہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ متقین اور محسنین میں کوئی مغائرت نہیں ہے اور اس میں کسی چیز کو اُس کی اپنی ذات سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ متقین سے مراد طاعت میں کامل ترین لوگ ہیں اور محسنین سے مراد ایمان والے ہیں، پس معنی یہ ہوگا کہ جس طرح جزاء کاملین کے لئے ثابت ہوتی ہے بالکل اسی طرح ان کے لئے بھی جو اصلا ایمان والے ہیں، پس اس صورت میں آیت مذکورہ میں اوصاف کی مماثلت کا بیان مانا جائے گا نہ کہ مراتب درجات کا، پس غور وفکر کرو۔ صلوا: نماز کو اپنے تمام اجزاء سمیت نماز کہا گیا ہے اور یہاں رکوع مراد ہے اور خاص طور پر رکوع کا ذکر اس لئے ہوا ہے کیونکہ اِسے خضوع اور طاعت کا نام دیا جاتا ہے۔ (الصاوی، ج٦، ص٢١٨ وغیرہ)

سورۃ النبا مکیۃ و ھی اربعون آیۃ

(سورۂ نبأ مکیہ ہے جس میں چالیس آیات ہیں)

تعارف سورۃ النبا

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیتیں، ایک سو تہتر کلمے اور نو سو ستر حروف ہیں۔ ویسے تو حضور ﷺ کی ہر بات مکہ والوں کے لئے حیرت انگیز تھی، وہ لوگ نبی پاک ﷺ کی باتیں سنتے اور آپ کے اعمال کا مشاہدہ کرتے تو ان پر عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی اور سب سے زیادہ تو انہیں اس بات نے پریشان کیا ہوا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک زندگی اور بھی ہے۔ ایک ایسی زندگی جس کی انتہا نہیں، بروز قیامت انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو قبروں سے نکال کر جب رب کریم ﷻ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہاں ان سے ان کے چھوٹے بڑے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ان کی عقلیں جن پر ان کو بڑا ناز تھا کہ کون بکھرے ذرات کو اکٹھا کرے گا؟ اور پھر ان میں روح پھونکے گا، اس مسئلہ پر روز غور کرتے تھے اور وہ کسی قیمت پر وقوع قیامت کو نہ مانتے اور اس کی ایک اور وجہ بھی تھی کیونکہ اگر وہ مان جاتے تو اس کے ساتھ ساتھ ان کو اور چیزیں بھی ماننی پڑتی جیسے لوٹ کھسوٹ کی آزادی، عیش و اطراب کی زندگی کی محفلیں، ساری ساری رات رقص کرتے تھے، مقروضوں سے من مانی کا سود لیتے تھے، ان کی یہ تمام لغویات کو ہٹانے کے لئے قرآن کریم میں کئی بار بڑے زور و شور سے دلائل دیئے گئے ہیں، پہلے تو دوٹوک الفاظ میں یہ جواب دے دیا کہ قیامت تو ضرور آئے گی اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اسکو تم سب اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور اعتراف بھی کرو گے لیکن اس وقت تمہارا ایمان لانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اس کے بعد قیامت قائم کرنے میں ایک حکمت بھی بیان کی گئی۔ ایک آدمی ساری زندگی اپنی من مانی کرتا رہے اور لوگوں پر ظلم و ستم کرتا رہے اور ایک آدمی ساری زندگی لوگوں کی مدد کرتا رہے اور مسکینوں کو، یتیموں کو کھانا کھلاتا رہے ان کی مدد کرتا رہے۔ اپنے رب کریم ﷻ کی اطاعت بھی کرتا رہے، پھر ان دونوں کا نتیجہ یکساں ہو؟ اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے؟ فرمادیا کہ قیامت قائم اس لئے ہوگی تا کہ بدبخت کو اس کی سزا ملے اور نیک بخت کو اس کی جزا ملے۔ اور آخر میں ان کافروں کی اس بات کا رد فرمادیا جو یہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں بھی عزت والے تھے، قیامت میں بھی عزت والے ہوں گے، اگر کسی نے ہماری طرف ہاتھ بڑھایا تو ہمارے خدام اس کو مزا چکھائیں گے۔ ہمارے خدا ہماری شفاعت کریں گے، ان کو بتادیا کہ بت تو خود دوزخ کا ایندھن ہیں وہ تمہاری کیا شفاعت کریں گے؟ بلکہ جس کو اللہ ﷻ یہ مقام عطا فرمائے گا وہی شفاعت کرے گا۔

رکوع نمبر: ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿عم﴾عَنْ اَیِّ شَیْءٍ ﴿یتساء لون (۱)﴾یَسْئَالُ بَعْضُ قُرَیْشٍ بَعْضًا﴿عن النبا العظیم (۲)﴾بَیَانٌ لِذٰلِکَ الشَّیْءِ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِتَفْخِیْمِهٖ وَهُوَ مَاجَاءَ بِهِ النَّبِیُّ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَی الْبَعْثِ وَغَیْرِهٖ﴿الذی هم فیه مختلفون (۳)﴾فَالْمُؤْمِنُوْنَ یُثْبِتُوْنَهٗ وَالْکَافِرُوْنَ یُنْکِرُوْنَهٗ ﴿کلا﴾رَدْعٌ﴿ سیعلمون (۴)﴾مَایَحُلُّ بِهِمْ عَلٰی اِنْکَارِهِمْ لَهٗ﴿ثم کلا سیعلمون (۵)﴾تَاکِیْدٌ وَجِیْءَ فِیْهِ بِثُمَّ لِلْاِیْذَانِ بِاَنَّ الْوَعِیْدَ الثَّانِیَ اَشَدُّ مِنَ الْاَوَّلِ ثُمَّ اَوْمَا تَعَالٰی اِلَی الْقُدْرَةِ عَلَی الْبَعْثِ فَقَالَ﴿الم نجعل الارض مهدا (۶)﴾فِرَاشًا کَالْمَهْدِ﴿والجبال اوتادا (۷)﴾یُثْبَتُ بِهَا الْاَرْضُ کَمَا یُثْبَتُ الْخِیَامُ بِالْاَوْتَادِ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِیْرِ﴿وخلقنکم

ازواجا (٨) ﴿ذُكُوْرًا وَّاِنَاثًا﴾ وجعلنا نومكم سباتا (٩) ﴿رَاحَةً لِاَبْدَانِكُمْ﴾ وجعلنا اليل لباسا (١٠) ﴿سَاتِرًا بِسَوَادِهٖ﴾ وجعلنا النهار معاشا (١١) ﴿وَقْتًا لِلْمَعَايِشِ﴾ وبنينا فوقكم سبعا ﴿سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ شدادا (١٢) ﴿جَمْعُ شَدِيْدَةٍ اَىْ قَوِيَّةٍ مُحْكَمَةٍ لَايُؤَثِّرُ فِيْهَا مُرُوْرُ الزَّمَانِ﴾ وجعلنا سراجا ﴿مُنِيْرًا﴾ وهاجا (١٣) ﴿وَقَّادًا يَعْنِى الشَّمْسَ﴾ وانزلنا من المعصرت ﴿اَلسَّحَابَاتِ الَّتِىْ حَانَ لَهَا اَنْ تَمْطُرَ كَالْمُعْصِرِ الْجَارِيَةِ الَّتِىْ دَنَتْ مِنَ الْحَيْضِ﴾ ماء ثجاجا (١٤) ﴿صَبَّابًا﴾ لنخرج به حبا ﴿كَالْحِنْطَةِ﴾ ونباتا (١٥) ﴿كَالتِّبْنِ﴾ وجنت ﴿بَسَاتِيْنَ﴾ الفافا (١٦) ﴿مُلْتَفَّةً جَمْعُ لَفِيْفٍ كَشَرِيْفٍ وَّاَشْرَافٍ﴾ ان يوم الفصل ﴿بَيْنَ الْخَلَائِقِ﴾ كان ميقاتا (١٧) ﴿وَقْتًا لِلثَّوَابِ وَالْعِقَابِ﴾ يوم ينفخ فى الصور ﴿اَلْقَرْنِ بَدَلٌ مِّنْ يَوْمِ الْفَصْلِ اَوْبَيَانٌ لَهٗ النَّافِخُ اِسْرَافِيْلُ﴾ فتاتون ﴿مِنْ قُبُوْرِكُمْ اِلَى الْمَوْقِفِ﴾ افواجا (١٨) ﴿جَمَاعَاتٍ مُخْتَلِفَةً﴾ وفتحت السماء ﴿بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ شُقِّقَتْ لِنُزُوْلِ الْمَلَائِكَةِ﴾ فكانت ابوابا (١٩) ﴿ذَاتَ اَبْوَابٍ﴾ وسيرت الجبال ﴿ذُهِبَ بِهَا عَنْ اَمَاكِنِهَا﴾ فكانت سرابا (٢٠) ﴿هَبَاءً اَىْ مِثْلَهٗ فِىْ خِفَّةِ سَيْرِهَا﴾ ان جهنم كانت مرصادا (٢١) ﴿رَاصِدَةً اَوْمُرْصَدَةً﴾ للطاغين ﴿اَلْكَافِرِيْنَ فَلَايَتَجَاوَزُوْنَهَا﴾ مابا (٢٢) ﴿مَرْجِعًا لَّهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا﴾ لبثين ﴿حَالٌ مُّقَدَّرَةٌ اَىْ مُقَدَّرًا لُّبْثُهُمْ﴾ فيها احقابا (٢٣) ﴿دُهُوْرًا لَانِهَايَةَ لَهَا جَمْعُ حُقْبٍ بِضَمِّ اَوَّلِهٖ﴾ لا يذوقون فيها بردا ﴿نَوْمًا فَاِنَّهُمْ لَايَذُوْقُوْنَهٗ﴾ ولاشرابا (٢٤) ﴿مَايُشْرَبُ تَلَذُّذًا﴾ الا ﴿لٰكِنْ﴾ حميما ﴿مَاءً حَارًّا غَايَةَ الْحَرَارَةِ﴾ وغساقا (٢٥) ﴿بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ مَايَسِيْلُ مِنْ صَدِيْدِ اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهُمْ يَذُوْقُوْنَهٗ جُوْزُوْا بِذٰلِكَ﴾ جزاء وفاقا (٢٦) ﴿مُوَافِقًا لِعَمَلِهِمْ فَلَاذَنْبَ اَعْظَمُ مِنَ الْكُفْرِ وَلَاعَذَابَ اَعْظَمُ مِنَ النَّارِ﴾ انهم كانوا لا يرجون ﴿يَخَافُوْنَ﴾ حسابا (٢٧) ﴿لِاِنْكَارِهِمُ الْبَعْثَ﴾ وكذبوا باٰيتنا ﴿اَلْقُرْاٰنِ﴾ كذابا (٢٨) ﴿تَكْذِيْبًا﴾ وكل شىء ﴿مِنَ الْاَعْمَالِ﴾ احصينه ﴿ضَبَطْنَاهُ﴾ كتبا (٢٩) ﴿فِى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لِنُجَازِىَ عَلَيْهِ وَمِنْ ذٰلِكَ تَكْذِيْبُهُمْ بِالْقُرْاٰنِ﴾ فذوقوا ﴿اَىْ فَيُقَالُ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عِنْدَ وُقُوْعِ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ ذُوْقُوْا جَزَاءَكُمْ﴾ فلن نزيدكم الا عذابا (٣٠) ﴿فَوْقَ عَذَابِكُمْ.

﴿ترجمہ﴾

کس چیز کے بارے میں (عم بمعنی عن ای شیء ہے) وہ آپس میں پوچھ گچھ کررہے ہیں (بعض قریش بعض سے پوچھ گچھ کررہے ہیں) بڑی خبر کی (یہ اس شے کا بیان اور استفہام اس شی کی عظمت کی وجہ سے ہے اور وہ شی یہ قرآن پاک ہے......١...... جسے نبی ﷺ لائے جو کہ موت کے بعد اٹھائے جانے وغیرہ خبروں پر مشتمل ہے) جس میں وہ کئی راہ ہیں (جو مومنین اس کا اقرار اور کفار اس کا انکار کرتے ہیں) ہاں ہاں (''کلا'' حرف ردع ہے) اب جان جائیں گے (اس کو جو اُن پر اترے گا ان کے قرآن کا انکار کرنے کی وجہ سے) پھر ہاں ہاں جان جائیں گے (یہ تاکید ہے اور اس میں ثم کو اس بات کا شعور دلانے کے لیے لایا گیا کہ وعید ثانی اول سے شدید ہے، پھر اللہ عزوجل نے موت کے بعد اٹھائے جانے کی قدرت کی طرف اشارہ کیا، پس فرمایا) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا (مھدا بمعنی فراشا جیسا کہ جھولا) اور پہاڑوں کو میخیں (جن کے ذریعے زمین ٹھہر جاتی ہے جیسا کہ خیمے میخوں کے ذریعے ٹھہرتے ہیں اور استفہام

تقریر کے لیے ہے) جوڑے بنائے (نراور مادہ) اور تمہاری نیند کو آرام کیا (تمہارے بدنوں کے لیے راحت......۲......) اور رات کو پردہ پوش کیا (رات اپنی سیاہی سے اشیاء کو چھپانے والی ہے) اور دن کو روزگار بنایا (روزگار کا وقت بنایا) اور تمہارے اوپر بنایا سات مضبوط (یعنی سات مضبوط آسمانوں کو جس میں زمانے کا گزرنا اثر انداز نہیں ہوسکتا) اور ہم نے بنایا چراغ (روشن کرنے والا) نہایت چمکتا (''وھاجا'' کا معنی ہے خوب چمکتا، مراد اس سے سورج ہے......۳......) اور پھر بدلیوں سے اتارا (یعنی ان بادلوں سے جن کے برسنے کا وقت ہو چکا ہوتا ہے جیسا کہ اس لڑکی کو جو حیض کے قریب ہوا سے المعصر کہہ دیتے ہیں) زور کا پانی (ثجاجا بمعنی صبابا ہے) کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج (جیسا کہ گندم) اور سبزہ (جیسے گھاس) اور گھنے باغات (جنت بمعنی بساتین ہے، اور الفافا بمعنی ملتفة ہے، لفیف کی جمع ہے جیسا کہ شری اور اشراف) بیشک (مخلوق کے درمیان) فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے (ثواب اور عقاب کا وقت) جس دن صور (یعنی سینگ) میں پھونکا جائے گا (یہ یوم الفصل سے بدل ہے یا یہ بیان ہے اور صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں) تو تم چلے آؤ گے (اپنی قبروں سے موقف کی طرف) فوجوں کی فوجیں (الگ الگ جماعتوں کی صورت میں) اور آسمان کھولا جائے گا (نزول ملائکہ کے لیے شق ہو جائے گا، ''فتحت'' کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کہ دروازے ہو جائے گا (یعنی دروازوں والا ہو جائے گا) اور پہاڑ چلائے جائیں گے (اپنی جگہوں سے، سیرت بمعنی ذھب بھا ہے) کہ ہو جائیں گے گرد و غبار (با آسانی اڑنے میں پہاڑ گرد و غبار کی مثل ہو جائیں گے، سرابا بمعنی ھباء ہے) بیشک جہنم تاک میں ہے (مرصادا بمعنی ''راصدة'' یا بمعنی مرصدة ہے) ظالموں (یعنی کافروں) کے لیے (کہ وہ اس سے تجاوز نہ کر سکیں گے) ٹھکانہ (ان کافروں کا وہ اس میں داخل ہوں گے، مابا بمعنی مرجعا ہے) ٹھہریں گے (''لبثین'' حال مقدرہ ہے یعنی ''مقدرا لبثھم'' ہے) اس میں قرنوں (اتنے سالوں رہیں گے جس کی انتہاء ہی نہیں ''احقابا'' حقب کی جمع ہے جو کہ حاء مضمومہ کے ساتھ ہے) اس میں مزہ نہ پائیں گے کسی طرح کی ٹھنڈک کا (یعنی نیند کا، لہذا وہ نیند کو نہیں چکھ پائیں گے) اور نہ کچھ پینے کو (یعنی وہ چیز جس کو تلذذ کے طور پر پیا جاسکے) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) انتہائی کھولتا پانی (''حمیما'' کا معنی ہے انتہائی شدید کھولتا ہوا پانی) اور پیپ (یعنی جہنمیوں کا بہتا ہوا پیپ جسے وہ پئیں گے ''غساق'' کو سین مشددہ و مخففہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، انہیں یہ بدلہ دیا گیا) جیسے کو تیسا بدلہ (یہ عذاب ان کے عمل کے موافق ہے کہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں اور جہنم کی آگ سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں) بیشک وہ نہیں ڈرتے تھے (لایرجون بمعنی لایخافون ہے) حساب سے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر ہونے کی وجہ سے) اور انہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں (یعنی قرآن پاک کو) حد بھر جھٹلانا (کذابا بمعنی تکذیبا ہے) اور ہر چیز (اعمال میں سے) ہم نے شمار کر رکھی ہے (احصینہ بمعنی ضبطناہ ہے) لکھ کر (لوح محفوظ میں کہ اس پر ہم بدلہ دیں اور من جملہ اس میں لکھی گئی باتوں میں سے ان کا قرآن پاک کو جھٹلانا بھی ہے، عتبا بمعنی کتبا ہے) کہ چکھو (جب آخری میں ان پر عذاب پڑے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا اپنا بدلہ چکھو) ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب (دردناک عذاب)۔

﴿ترکیب﴾

﴿عم یتساء لون عن النبا العظیم الذی ھم فیه مختلفون﴾

عن: جار، ما: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، یتساء لون: فعل با فاعل ملکر جملہ فعلیہ، عن: جار، النبا: موصوف، العظیم: صفت اول، الذی ھم فیه مختلفون: موصول صلہ ملکر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف ''یتساء لون'' کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون﴾

کلا: حرف ردع وزجر، سیعلمون: فعل بافاعل، "ما یحل بھم" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، کلا: حرف ردع وزجر، سیعلمون: جملہ فعلیہ ماقبل "سیعلمون" کی تاکید ہے۔

﴿الم نجعل الارض مھدا والجبال اوتادا﴾

ھمزہ: حرف استفہام، لم نجعل: فعل نفی بافاعل، الارض مھدا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الجبال اوتادا ملکر مفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وخلقنکم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا الیل لباسا﴾

و: عاطفہ، خلقنکم: فعل بافاعل ومفعول، ازواجا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، نومکم: مفعول اول، سباتا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، الیل: مفعول اول، لباسا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا النھار معاشا وبنینا فوقکم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وھاجا﴾

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، النھار: مفعول اول، معاشا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بنینا: فعل بافاعل، فوقکم: ظرف، سبعا شدادا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، سراجا: مفعول اول، وھاجا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانزلنا من المعصرت ماء ثجاجا لنخرج بہ حبا ونباتا وجنت الفافا﴾

و: عاطفہ، انزلنا: فعل بافاعل، من المعصرت: ظرف لغو، ماء ثجاجا: مرکب توصیفی مفعول، لام: جار، نخرج: فعل بافاعل، بہ: ظرف لغو، حبا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نباتا: معطوف، و: عاطفہ، جنت: موصوف، الفافا: صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان یوم الفصل کان میقاتا یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا﴾

ان: حرف مشبہ، یوم الفصل: مبدل منہ، یوم: مضاف، ینفخ فی الصور: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تاتون افواجا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر اسم، کان میقاتا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا﴾

و: عاطفہ، فتحت السماء: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کانت ابوابا: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سیرت: فعل مجہول، الجبال: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کانت سرابا: جملہ فعلیہ ماقبل "سیرت" پر معطوف ہے۔

﴿ان جھنم کانت مرصادا للطغین مابا لبثین فیھا احقابا﴾

ان جھنم: حرف مشبہ واسم، کانت: فعل ناقص بااسم، مرصادا: فعل بافاعل، لام: جار، للطغین: اسم فاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، لبثین: اسم فاعل بافاعل، فیھا: ظرف لغو، احقابا: ظرف، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر اول، مابا: خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لایذوقون فیھا بردا ولا شرابا الا حمیما وغساقا﴾

لایذوقون: فعل نفی بافاعل، فیھا: ظرف لغو، بردا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، شرابا: مبدل منہ، الا: اداۃ

حصر، حمیما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، غساقا: معطوف، ملکر بدل، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿جزاء وفاقا انهم كانوا لا يرجون حسابا﴾

جزاء: موصوف، وفاقا: صفت، ملکر فعل محذوف "جوزوا بذلک" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، انهم جرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص با اسم، لایرجون حسابا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و كذبوا بايتنا كذابا و كل شيء احصينه كتبا﴾

و: عاطفہ، کذبوا بایتنا: فعل با فاعل وظرف لغو، کذابا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کل شیء: "احصیناء" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، احصینہ: فعل با فاعل ومفعول، کتبا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذوقوا فلن نزيدكم الا عذابا﴾

ف: تعلیلیہ، ذوقوا: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لن نزیدکم: فعل نفی با فاعل ومفعول اول، الا: اداۃ حصر، عذابا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن کے عظیم ہونے میں اقوال مفسرین:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿عن النبأ العظيم (النبا: ۲)﴾۔ اس بارے میں مفسرین کے اقوال درج یہ ہیں:

امام قرطبی لکھتے ہیں: ابوصالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا مقصد قرآن کی عظمت بیان کرنا ہے کیونکہ یہی عظیم خبر ہے، جو یہاں بیان کی جارہی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ عظیم خبر سے مراد بعث بعد الموت ہے جس کے بارے میں لوگوں کے دوگروہ پائے جاتے ہیں اول ماننے والے اور ثانی نہ ماننے والے۔ ایک قول کے مطابق عظیم خبر سے مراد سید عالم ﷺ کا امر ہے۔ ضحاک نے ایک قول حضرت ابن عباس سے یہ منقول کیا ہے کہ یہود نے سید عالم ﷺ سے کئی چیزوں کی خبریں طلب فرمائیں، پس اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو اُن کے اختلاف کی خبریں ارشاد فرمائیں، پھر انہیں ڈرایا دھمکایا۔ پھر انہیں قرآن ماننے والوں کا انجام پتہ چل جائے گا یا اُن کا انجام جو مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے ہیں کہ اِن میں کون حق اور کون ناحق پر ہے؟۔ (القرطبی، الجزء:۲۹، ص ۱۵۰)

ابن کثیر لکھتے ہیں: یعنی جس چیز کے بارے میں لوگ ایک دوسرے سے سوالات کررہے ہیں، مراد قیامت کے علم کا تذکرہ کرنا ہے، جو کہ عظیم خبر ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ عظیم خبر سے مراد مرنے کے بعد جی اٹھنے کا بیان ہے۔ مجاہد کے نزدیک اس سے مراد قرآن ہے۔ لیکن اول قول زیادہ ظاہر وباہر ہے اور وہ قیامت کا انکار کرنا ہے۔ (ابن کثیر، ج ٤، ص ۵۵۷)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ عظیم خبر سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے اور یہی مجاہد کا قول ہے۔ قتادہ کا قول بعث بعد الموت ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ قیامت کے بارے میں تردد پایا جاتا تھا کہ ہم اور ہمارے آباء جب مرجائیں گے تو کیسے دوبارہ زندہ ہونگے؟ اور اسی میں اختلاف پایا جاتا تھا اور وہ اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ بعض اہل عرب کا قول یہ بھی ہے کہ قریش قرآن کے بارے میں اپنا کلام کرتے تھے، پھر انہیں قرآن کے عظیم ہونے کا بتایا گیا کہ جس کتاب عظیم کی وہ اپنی جانب سے تاویل وتشریح وغرض فاسد کا بیان کرتے ہیں وہ اس تاویل سے مبراء ہے۔ پس وہ دوگروہوں میں بٹ گئے اور کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے والے ہوگئے۔ (الطبری، الجزء:۳۰، ص ۵ وغیرہ)

علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: اکثر کے نزدیک عظیم خبر سے مراد قرآن ہے جب کہ بعض کے نزدیک بعث بعد

الموت اور بعض کے نزدیک سید عالم ﷺ کی نبوت مراد ہے۔ (الخازن، ج ٤، ص ۳۸٦)

سائنس کی رو سے نیند کیسے آرام پہنچاتی ہے؟

ع......اس بارے میں ہم ایک تجزیہ پیش کرنے لگے ہیں جو کہ دس باتوں پر مشتمل ہے، یعنی جس نے بھرپور نیند پوری کر لی وہ دس فوائد حاصل کرے گا۔

(۱)......اچھی نیند انسانی صحت کو اچھا رکھتی ہے، کم نیند کی وجہ سے صحت خراب ہو جاتی ہے اور(Metabolism یعنی خوراک سے حاصل ہونے والی وہ قوت جو انسانی جسم کو تقویت دیتی ہے) کم یعنی (down) ہو جاتا ہے۔(uppsala university of Swedon) کے مطابق اچھی نیند وزن کو بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔(۲)...... ہم سب جب اٹھتے ہیں تو دنیاوی کاموں میں معروف ہو جاتے ہیں، مگر (IKEA's slunmber) سروے کے مطابق تین ایسے (Astralians) لوگ جن کی نیند اچھی نہیں ہوتی تھی، وہ پورا دن پریشان رہتے تھے اور ہم میں سے آدھی دنیا کے لوگ ایسے ہی ہیں جن کی نیند مکمل نہیں ہوتی اور وہ اپنے کام پر بھرپور توجہ نہیں دے پاتے۔(QVC) سروے کا بھی یہی کہنا ہے۔(۳)......دو تہائی لوگ اس روئے زمین پر ایسے پائے جاتے ہیں جو اچھی نیند نہ ہونے کے باعث گھبراہٹ کا شکار رہتے ہیں۔(QVC) سروے کے مطابق(IKEA Angela McCann) کہتے ہیں کہ ہمارے (slumber surway) کے بعد فقط ایک فی صد لوگ ایسے سامنے آئے جن کا کہنا تھا کہ وہ اٹھنے کے بعد اچھا محسوس کرتے ہیں۔ نامکمل نیند اور تھکن انسانی دماغ کو سوچنے اور سمجھنے کی کیفیت میں اثر انداز ہوتی ہے۔(۴)...... جب انسان اپنی مکمل نیند پوری کر لے گا تو اس کے پر رونق اثرات اس کے چہرے پر بھی نمودار ہونگے۔ برٹش میڈیکل جرنل نے سال ۲۰۱۰ء میں تیئس افراد کی تصاویر لیں جو آٹھ گھنٹے نارمل نیند پوری کر لیتے ہیں تو انہیں ان تصاویر کو تین اقسام میں تقسیم کرنا پڑا جو کہ اپنی نیند سے بیدار ہونے کے بعد چہرے کے اثرات سے کس حد تک متاثر ہوتے یا نہیں ہوتے ہیں۔(۵)......ہم سب لوگوں سے نیند کا مسئلہ سنتے رہتے ہیں، اس امید پر کہ کسی صبح ایسا سننے کو ملے کہ مسئلہ حل ہو گیا اور نیند پوری ہو چکی۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ جب انسان اپنا ذہن سونے کا بنا لے تو اس کا دماغ بھی آرام پائے گا اور وہ صبح تر و تازہ بیدار ہوگا۔(٦)......صحیح طور پر نیند نہ لینا انسانی زندگی کے کم ہونے کا بھی باعث ہے، اگرچہ سائنسدان اس بارے میں مکمل طور پر مطمئن نہیں ہیں کہ فقط نیند مکمل نہ ہونا ہی زندگی کے کم ہونے کا باعث ہے یا کچھ اور امراض بھی ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو لوگ چھ گھنٹے نیند لیتے ہیں وہ جلد مر جاتے ہیں اُن لوگوں کی بہ نسبت جو اُسی عمر کے وہ لوگ جو سات گھنٹے یا آٹھ گھنٹے نیند لیتے ہیں۔(۷)......سن ۲۰۰۸ء کی رپورٹ کے مطابق آٹھ گھنٹے سے زیادہ نیند ہونا فائدہ مند ہے، چنانچہ سابقہ سروے کے مطابق دس افراد جو چھ یا سات ہفتے تک دس گھنٹے آرام کرتے رہے، ان کی تیراکی اُن افراد کے مقابلے میں زیادہ تیز تھی جو سات گھنٹے آرام کرتے تھے۔(۸)......۲۰۰۹ء کی تحقیق کے مطابق جن لوگوں کو سات گھنٹے سے کم نیند ہوتی ہے، انہیں سردی زیادہ لگتی ہے۔(Mellon Carnegine University) کے مطابق آٹھ گھنٹے یا زائد نیند کرنے والوں میں یہ بات کم پائی جاتی ہے۔(۹)...... چھ گھنٹے یا اس سے کم سونے والوں کی بہ نسبت آٹھ گھنٹے یا اُس سے زائد سونے والوں کی دماغی یادداشت زیادہ ہوا کرتی ہے۔(۱۰)......سن ۲۰۱۰ء میں امریکہ میں بیس سے تیس فی صد لوگوں کی نیند کو اُن کے باہمی جنسی تعلقات میں بہتری یا بدتری کی تحقیق سامنے آئی ہے، کہ نیند پوری ہونے کا اثر انسان کے جنسی تعلقات کے معاملات کو بھی بہتر کرتا ہے۔

سورج کی روشنی کے فوائد کا سائنسی جائزہ:

ع......(Dr Oz) نے حال ہی میں ایک تحقیق کی ہے کہ جو شخص روزانہ بغیر کسی رکاوٹ کے سورج کی تپش لیتا ہے تو وہ اُس

دن کی(Vitamin D) کی ضرورت کو پورا کرے گا جو ایک صحت مند انسان کے لئے ہر دن میں لینا ضروری ہوتا ہے۔(ہر انسان کے لئے دن بھر میں وٹامن اے، بی، سی، ڈی اور ای لینا ضروری ہے)۔ یہاں سائنسی تحقیق کے پیش نظر پانچ فوائد جو سورج کی روشنی اور اس کی شعاعوں سے حاصل کئے جاتے ہیں درج ذیل ہیں:

(۱)......ایک مخصوص مقدار میں وٹامن ڈی کا حاصل کر لینا:(Dr Oz) کی تحقیق صحیح تھی، روزانہ دس سے پندرہ منٹ تک سورج کی شعاعوں میں وقت گزارنا اُس دن کی وٹامن ڈی کی ضرورت کو پورا کر لیتا ہے۔ اور وٹامن ڈی کی جسمِ انسانی کو اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ انسانی ہڈیاں توانا رہیں،(boost imunne) اپنا کام کرتا رہے،(inflamation یعنی انسانی جسم پھولنے، سوجنے اور لال ہونے سے بچا) رہے،(neuro muscular function) اپنا کام کرتا رہے، اور اس کے علاوہ (cencer) کو روکنے میں مددگار بنتا ہے۔(۲)......خوش رہنے اور مکمل نیند ہو جانے میں معاون ومددگار:(Enviromental Health Perspectives) نامی ایک جریدے نے انکشاف کیا ہے کہ سورج کے اور مزید فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ سورج کی روشنی انسانی دماغ میں (serotonin)(endorphins)(melatonin) پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔ کیونکہ (serotonin)(endorphins) دماغی کیمیکل ہوتے ہیں جو کہ کسی انسان کو خوش رہنے میں مدد دیتے ہیں اور(melatonin) نامی (noctumal) کیمیکل انسان کو آرام کرنے کا موڈ بنانے میں مددگار و معاون ہوتا ہے اور نیند کو بہتر طور پر پورا کرنے کا پیش خیمہ بنتا ہے۔(۳)......سفید اور سرخ (cells) کی مقدار بنانے میں معاون ہونا: سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج انسان کے لئے اس لئے بھی فائدہ مند ہے کہ اس کی مدد سے انسان کے جسم میں سفید (cells) پیدا ہوتے ہیں جس کی مدد سے آپ کی (immunity enhance) کرنے میں مدد ملتی ہے اور اس کے علاوہ سرخ (cells) بھی مزید بنتے ہیں، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کا جسم (oxygen) کی صحیح مقدار کا حامل ہے۔(۴)......انسانی کھال کے مضر جراثیم کو ختم کرنے میں مددگار ہونا: (UV) کی مدد سے انسانی جسم کی کھال (bacterias,virusis,molds,yeast and fungi) جیسے امراض کو روکنے میں معاون بنتا ہے جو کہ انسانی جسم کی اوپری کھال پر نمودار ہوتے ہیں۔(۵)......سورج کی شعاعیں جسم کی کھال کی مزید بیماریوں سے حفاظت کرتی ہیں: انسانی جسم کی کھال کے مرجھانے اور جھریاں پڑنے کے عمل کو بھی روکتا ہے اور کینسر کی بعض بیماریاں بھی اسی کی مدد سے ختم ہوتی ہیں۔ مزید یہ بھی کہ جن بیماریوں کا خاتمہ ہوتا ہے اُن میں چند یہ ہیں:(,acne,psoriases,eczema)۔

اغراض:

فالمومنون: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿هم﴾ ضمیر مومنین اور کافرین سب کو شامل ہے، اور ﴿یتساءلون﴾ میں موجود واو کافروں پر محمول ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ دونوں ضمیریں کفار کی طرف عائد ہوں اور بعض کافر قرآن کو شعر اور بعض کہانت وغیرہ کہتے ہیں۔ **لالیذان بان الوعید الثانی:** یعنی پہلی وعید دوسری کے مقابلے میں مختلف اعتبار سے ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ پہلی نزع کے وقت، دوسری بروز قیامت اور ایک قول کے مطابق پہلی وعید قبر سے اٹھائے جانے کے وقت میں اور دوسری جزاء کے لئے ہے۔

ثم اوما تعالی: کے ذریعے یہ دلیل بھی ہے کہ جو اللہ ان تمام اشیاء پر قادر ہے وہ یقیناً بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے۔

ساترا بسواده: بمعنی ظلمته ہے، اور اس میں حذف اداۃ کے ساتھ تشبیہ بلیغ ہے، جیسا کہ لباس تمام ستر کو پردہ دیتا ہے (بالکل اسی طرح رات ہر چیز پر تاریکی کا پردہ ڈال دیتی ہے)۔ **الجاریة:** سے مطلق عورت مراد ہے۔ **وقتا للمعائش:** یعنی دن کو تم اپنی حاجت کے اعتبار سے صرف کرتے ہو۔ **صبابا:** یعنی تیزی اور قوت سے ساتھ آنے والا پانی مراد ہے۔ **وقتا للثواب والعقاب:** میں اس

جانب اشارہ ہے کہ میقات سے مراد زمانہ مقیدہ ہے، اور اس کے ظہور کا وقت وہ ہے جس میں اللہ نے ثواب وعذاب کا وعدہ فرمایا ہے۔لنزول الملائکۃ: اس لئے کہ فرشتے پہلے نفخہ کے ساتھ ہی موت دیے جائیں گے اور دو نفخوں کے مابین زندہ کئے جائیں گے اور زمین پر اتارے جائیں گے، اور اطراف زمین اور اگرد گرد پھیل جائیں گے اور لوگوں کو حشر کی طرف ہانکے گے۔ بضم اولہ: یعنی ''حقب'' اول کے ضمہ اور ثانی کے سکون کے ساتھ، مراد آٹھ سال، ہر سال بارہ ماہ کا اور ہر ماہ تیس دن کا، ہر دن ہزار سال کا ۔ (الصاوی، ج٦، ص ٢٢٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ان للمتقین مفازا (۳۱)﴾مَكَانَ فَوْزٍ فِی الْجَنَّةِ﴿حدائق﴾بَسَاتِیْنَ بَدَلٌ مِنْ مَفَازًا اَوْبَیَانٌ لَهُ ﴿ واعنابا (۳۲)﴾عَطْفٌ عَلٰی مَفَازًا﴿وکواعب﴾جَوَارِیَ تَكَعَّبَتْ ثُدِیُّهُنَّ جَمْعُ كَاعِبٍ﴿ اترابا (۳۳)﴾عَلٰی سِنٍّ وَاحِدٍجَمْعُ تِرْب بِكَسْرِ التَّاءِ وَسُكُوْنِ الرَّاءِ﴿وکاسا دهاقا (۳۴)﴾خَمْرًا مَالِئَةً مَحَالَّهَاوَفِی الْقِتَالِ وَاَنْهٰرٌ مِنْ خَمْرٍ﴿لا یسمعون فیها﴾اَیِ الْجَنَّةَ عِنْدَشُرْبِ الْخَمْرِ وَغَیْرِهٖ مِنَ الْاَحْوَالِ﴿ لغوا﴾بَاطِلًامِنَ الْقَوْلِ﴿ ولا كذبا (۳۵)﴾بِالتَّخْفِیْفِ اَیْ كِذْبًاوَبِالتَّشْدِیْدِ اَیْ تَكْذِیْبًامِنْ وَاحِدٍلِغَیْرِهٖ بِخِلَافِ مَایَقَعُ فِی الدُّنْیَاعِنْدَشُرْبِ الْخَمْرِ﴿جزاء من ربک﴾اَیْ جَازَاهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ جَزَاءً ﴿ عطاء﴾بَدَلٌ مِنْ جَزَاءً﴿ حسابا (۳۶)﴾اَیْ كَثِیْرًا مِنْ قَوْلِهِمْ اَعْطَانِیْ فَاَحْسَبَنِیْ اَیْ اَكْثَرَ عَلَیَّ حَتّٰی قُلْتُ حَسْبِیْ ﴿رب السموت والارض﴾بِالْجَرِّوَالرَّفْعِ ﴿ وما بینهما الرحمن﴾كَذٰلِكَ وَبِرَفْعِهٖ مَعَ جَرِّرَبِّ السَّمٰوٰتِ﴿ لا یملكون﴾اَیِ الْخَلْقِ﴿ منه﴾تَعَالٰی﴿ خطابا (۳۷)﴾اَیْ لَایَقْدِرُاَحَدٌاَنْ یُّخَاطِبَهُ خَوْفًامِنْهُ﴿یوم﴾ظَرْفٌ لِلَایَمْلِكُوْنَ﴿ یقوم الروح﴾جِبْرِیْلُ اَوْجُنْدُاللّٰهِ﴿ والملئكة صفا﴾حَالٌ اَیْ مُصْطَفِّیْنَ﴿ لا یتكلمون﴾اَیِ الْخَلْقِ﴿ الا من اذن له الرحمن﴾فِی الْكَلَامِ ﴿ وقال﴾قولا﴿ صوابا (۳۸)﴾مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ كَانَ یَشْفَعُوْالِمَنِ ارْتَضٰی﴿ذلک الیوم الحق﴾الثَّابِتُ وَقُوْعُهُ وَهُوَیَوْمُ الْقِیٰمَةِ﴿فمن شاء اتخذ الی ربه مابا (۳۹)﴾مَرْجِعًا اَیْ رَجَعَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی بِطَاعَتِهٖ لِیَسْلَمَ مِنَ الْعَذَابِ فِیْهِ﴿انا انذرنكم﴾اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ﴿ عذابا قریبا﴾اَیْ عَذَابَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ الْاٰتِیْ وَكُلُّ اٰتٍ قَرِیْبٌ﴿ یوم﴾ظَرْفٌ لِعَذَابًا بِصِفَتِهٖ ﴿ینظر المرء﴾كُلُّ امْرِءٍ﴿ ما قدمت یده﴾مِنْ خَیْرٍوَّشَرٍّ﴿ ویقول الكفر یا﴾حَرْفُ تَنْبِیْهٍ﴿ لیتنی كنت تربا (۴۰)﴾یَعْنِیْ فَلَا اُعَذَّبُ یَقُوْلُ ذٰلِكَ عِنْدَمَایَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْبَهَائِمِ بَعْدَالْاِقْتِصَاصِ مِنْ بَعْضِهَالِبَعْضٍ كُوْنِیْ تُرَابًا.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے (جنت میں، مفاز بمعنی مکان فوز ہے) باغ ہیں (حدائق بمعنی بساتین ہے، یہ ''مفازا'' سے بدل ہے یا اس کا بیان ہے) اور انگور (''اعنابا'' کا ''عطف'' ''مفازا'' پر ہو رہا ہے) اور اٹھتے جوبن والیاں (''کواعب'' کاعب کی جمع ہے یعنی وہ لڑکیاں جن کے سینے اٹھے ہوئے ہوں) ایک عمر کی (''اترابا'' کا معنی باہم ایک عمر کا ہونا...... ا...... یہ ''ترب'' کی جمع ہے جسے تاء مکسورہ اور راء ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور چھلکتا جام (برتن میں لبالب بھری شراب اور سورت

القتال ''میں ہے'' وانهار من خمر ''اورشراب کی نہریں) وہ نہ سنیں گے اس میں (یعنی جنت میں شراب پیتے وقت اور دیگر احوال کے وقت) کوئی بیہودہ بات (لغوا کے معنی باطل بات) اور نہ جھٹلانا (''کذبا'' کوذال مخففہ کے ساتھ پڑھیں گے تو معنی ہوگا وہ جھوٹ نہیں سنیں گے اور مشددہ کے ساتھ پڑھیں گے تو معنی ہوگا وہاں ایک دوسرے کوشراب جنت پی کر نہیں جھٹلائے گا بخلاف اس حالت کے جو دنیا میں شراب پیتے وقت ظہور میں آتی ہے۔ ۲......) صلہ تمہارے رب کی طرف سے (یعنی انہیں اللہ ﷻ نے یہ صلہ عطا فرمایا ہے) نہایت کافی عطا (''عطاء'' ''جزاء'' سے بدل ہے، حسابا بمعنی کثیرا ہے، جیسے اہل عرب کہتے ہیں ''اعطانی حسبنی'' اوراس کا معنی کرتے ہیں کہ اس نے مجھے اتنا دیا کہ میں کہہ اٹھا کہ مجھے کافی ہے) رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا (''رب السموت والارض'' میں لفظ ''رب'' کو مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن (''رحمن'' کو بھی اسی طرح مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھا گیا ہے) وہ (یعنی مخلوق) اختیار نہ رکھیں گے اس سے (یعنی اللہ ﷻ سے) بات کرنے کا (یعنی خوف الٰہی کے سبب کسی کو اس سے بات کرنے کی مجال نہ ہوگی) جس دن (''یوم'' ''لا یملکون'' کے لیے ظرف ہے) روح (جبرائیل امین علیہ السلام یا اللہ ﷻ کا گروہ) اور فرشتے کھڑے ہوں گے صف باندھ کر...... ۳ (صفا بمعنی مصطفین حال بن رہا ہے) اور (یعنی مخلوق) نہ بول سکے گی مگر جسے رحمٰن نے (کلام کرنے کا) اذن دیا اور اس نے بات کہی ٹھیک (بات یعنی مسلمان اور فرشتے کہ یہ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے لیے اللہ ﷻ راضی ہوگا) وہ دن حق ہے (اس کا وقوع یقینی ہے اور وہ قیامت کا دن ہے) اب جو چاہے اپنے رب ﷻ کی طرف راہ بنالے (مابا بمعنی مرجع ہے، یعنی اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرکے اس کی طرف رجوع کرلے تاکہ عذاب قیامت سے بچ سکے) بیشک ہم تمہیں (اے کفار مکہ) ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا (روز قیامت کے عذاب سے جو آنے والا ہے اور ہر شے جو آنے والی ہے وہ قریب ہی ہے) جس دن (''یوم'' یہ اپنی صفت سے ملکر ''عذابا'' کا ظرف ہے) آدمی (یعنی ہر آدمی) دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (بھلائی ہو یا برائی) اور کافر کہے گا (''یلیتنی'' میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) ہائے میں کسی طرح خاک ہوجاتا (کہ مجھے عذاب نہ دیا جاتا جب اللہ ﷻ چوپایوں کا ایک دوسرے سے قصاص دلانے کے بعد ان سے فرمائے گا کہ خاک ہوجاؤ اس وقت کافر یہ بات کہے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان للمتقين مفازا حدائق واعنابا وكواعب اترابا وكاسا دهاقا﴾

ان: حرف مشبہ، للمتقين: ظرف مستقر خبر مقدم، مفازا: فعل نفی با فاعل ومفعول اول، حدائق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعنابا وكواعب اترابا وكاسادهاقا: معطوفات، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لايسمعون فيها لغوا ولا كذبا جزاء من ربك عطاء حسابا رب السموت والارض وما بينهما الرحمن﴾

لایسمعون: فعل نفی با فاعل، فیھا: ظرف لغو، لغوا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، کذبا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''المتقين'' کا حال ہے، جزاء: موصوف، من: جار، ربک: مبدل منہ، رب السموت والارض ومابينهما: موصوف، الرحمن: صفت، ملکر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مبدل منہ، عطاء حسابا: مرکب توصیفی بدل، ملکر فعل محذوف ''جزهم الله بذلك'' کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لايملكون منه خطابا يوم يقوم الروح والملئكة صفا﴾

لایملکون: فعل نفی با فاعل، منہ: ظرف لغو، خطابا: مفعول، یوم: مضاف، یقوم: فعل، الروح: معطوف

علیہ ،و الملٰئکۃ:معطوف،ملکر ذوالحال،صفا: حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لایتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا﴾

لایتکلمون: فعل نفی واؤ ضمیر مبدل منہ،الا: اداۃ حصر،من:موصولہ،اذن لہ الرحمن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ،قال صوابا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر بدل،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربه مابا﴾

ذلک: مبدل منہ،الیوم:بدل،ملکر مبتدا،الحق: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف :عاطفہ،من:شرطیہ مبتدا،شاء: جملہ فعلیہ شرط ،اتخذ الی ربہ مابا" جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا انذرنکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ماقدمت یده ویقول الکفر یلیتنی کنت تربا﴾

انا: حرف مشبہ واسم،انذرنکم:فعل بافاعل ومفعول،عذابا:مصدر بافاعل،یوم:مضاف،ینظر المرء:فعل وفاعل،ماقدمت یدہ: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و :عاطفہ،یقول الکفر قول،یاحرف نداء،لیتنی:حرف مشبہ واسم ،کنت تربا: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف،قریبا:صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اٹھتے جوبن والی کم عمر عورتیں:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وکواعب اترابا اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی(النبا: ۳۳)﴾۔یعنی وہ عورتیں جن کے سینے اُبھرے ہوئے ہونگے اوراس سے اُن کے سن بلوغ کا بیان بھی معلوم ہو چکا۔ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اُن عورتوں کی عمریں سولہ سال کی ہونگی جب کہ مرد حضرات کی عمریں تینتیس سال کی ہونگی۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰،ص ۳۰۵)

جنتی شراب، جھوٹ ولغویات کے محامل:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وکاسا دھاقا لا یسمعون فیھا لغوا ولا کذابا اور چھلکتا جام جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا (النبا: ۳۴تا ۳۵)﴾۔اس معاشرے میں شراب پینے والوں کا حال ہم سب جانتے ہی ہیں،جسم کمزور اور بیکار ہوجاتا ہے، دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اورزبان سے لغویات جاری ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔لیکن یہ تو اس دنیا کی شراب کا حال ہے کہ اتنی خباثتوں کے ساتھ اللہ عزوجل کے گناہگار ہوتے ہیں اور حرام فعل کے ارتکاب کر بیٹھتے ہیں لیکن جنت کی شراب نہ صرف اہل جنت کے لئے جائز بلکہ اللہ عزوجل کی جانب سے انعام اوراس کی خصوصیات ایسی کہ نہ خمار نہ لغویات کا صدور، بلکہ اُسے پینے کے بعد عقل انسانی میں کسی قسم کا خلل نہیں آتا۔یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت میں لوگ ایک دوسرے کو جھٹلا نہیں سکیں گے اور نہ ہی جنت میں جھوٹ پایا جائے گا۔

روح اور فرشتوں میں کون مقرب ہے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا ...... الخ جس دن جبرئیل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے صفیں بنائے(النبا:۳۸)﴾۔ابوشیخ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار مونھ ہیں، ہر مونھ کی ستر ہزار زبانیں ہیں، ہرزبان کی ستر ہزار لغتیں ہیں۔وہ ان تمام لغات سے اللہ عزوجل کی تسبیح کرتے ہیں۔حضرت ابن عباس کا

قول جسے ابوشیخ نے عطا سے نقل کیا ہے یوں ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے دس ہزار پَر ہیں جب کہ ابن عباس کا دوسرا قول جسے ابو طلحہ ﷺ نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ روح فرشتوں سے بڑی مخلوق ہے۔ امام بغوی نے عطا کے واسطے سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن روح نامی فرشتہ اکیلا ایک صف میں کھڑا ہوگا جب کہ دیگر فرشتے دوسری صف میں ہونگے اور وہ اپنی مثل فرشتوں میں بڑی مخلوق ہے۔ ابوشیخ نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ روح فرشتوں سے بھی زیادہ معزز اور مقرب مخلوق ہے اور ایک قول کے مطابق روح سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہونگے اور خوف خدا عزوجل سے لرز رہے ہونگے۔ اور عرض گزار ہونگے: ''سبحانک لا الہ الا انت ما عبدناک حق عبادتک یعنی تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم نے تیری بندگی کا حق ادا نہ کیا''۔ اللہ عزوجل کے فرمان مذکورہ کا یہی معنی ہے۔ حسن بصری کے مطابق روح سے مراد بنوآدم ہیں۔ (المظھری، ج۷، ص۳۳۳)

اغراض:

عطف علی مفازا: مناسب یہ ہے کہ ﴿اعنابا﴾ کا عطف ﴿حدائق﴾ پر مانا جائے، خاص کا عطف عام پر کرنے کی وجہ سے تا کہ ''الاعناب'' کے شرف میں مزید اضافہ ہو سکے۔ علی سن واحد: اور شکل و عمر میں ان (جواں سال کم عمر لڑکیوں) کے مابین کوئی فرق نہ ہوگا، تا کہ مخالفت کی صورت میں کوئی حزن ہو، کیونکہ جنت میں غم نہیں ہے۔ وغیرھا: میں ضمیر ''شرب'' کی جانب عائد ہے، اور مونث کی ضمیر لانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ''خمر'' کا اطلاق مذکر و مونث دونوں طریقوں پر ہوتا ہے اور بعض نسخوں میں ''وغیرہ'' ہے اور یہی ظاہر ہے۔ ای الخلق: یعنی آسمانی و زمینی مخلوق، اس دن اللہ اپنے جلال میں ہوگا اور کوئی مخلوق اس کی بارگاہ میں کلام کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہوگی، نہ تو آزمائش کے ختم ہونے کے لئے اور نہ ہی عذاب کے دور ہونے کے لئے۔ جند الله: اللہ کے لشکر میں سے کوئی لشکر، مراد ملائکہ نہیں ہے بلکہ اُن کے سر، ہاتھ اور پاؤں ہونگے، کھانا کھاتے ہونگے جیسے آدمی کھانا کھاتے ہیں لیکن وہ لوگوں میں سے نہ ہونگے، اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ یقول ذلک عندما یقول الله للبھائم: یہ تینوں احتمالات میں سے ایک احتمال ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ دنیا میں مٹی ہونے کی تمنا کرے گا کہ کاش انسان مکلف نہ ہوتا بلکہ مٹی ہوتا، تیسرا یہ قول ہے کہ اگر مٹی ہوتا تو قیامت میں نہ تو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاتا اور نہ ہی حساب کتاب کا معاملہ ہوتا۔ (الصاوی، ج٦، ص٢٢٣ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة النازعات مكية وهى ست واربعون آية

(سورۂ نازعات مکیہ ہے جس میں ۴۶ آیات ہیں)

تعارف سورة النازعات

اس سورت میں دورکوع، چھیالیس آیتیں، ایک سوستانوے کلمے، سات سوتریپن حروف ہیں۔ کفار کسی بھی قیمت پر وقوع قیامت کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے ان کی اسی الجھن کو دور کرنے کے لئے اس سورت میں ان کو اس طرف متوجہ کیا گیا۔ اہم فرائض کی انجام دہی کے لئے جو فرشتے اللہ ﷻ نے مقرر فرمائے ہیں ان کی قسم اٹھا کر فرمادیا کہ قیامت ضرور برپا ہوگی دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو قیامت قائم ہونے سے روک سکے۔ دنیا بھر کے کفار ومشرکین اگرچہ انکار بھی کرتے رہیں تب بھی قیامت ہوکر رہے گی، خداوند کریم کے لئے اتنا کلام ہی کافی تھا۔ وقوع قیامت کی جملہ دلیلوں کے لئے اگر اسی پر بات ختم کردی جاتی تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ رہتی لیکن اس کے بعد اس اعتراض کو بھی پیش کیا جو کافر کرتے تھے کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی اور ہواؤں سے بکھر جائیں گی تو ان کا یکجا کرنا ناممکن ہے۔ اس کا جواب یہ دیا کہ جس کو تم ناممکن تصور کرتے ہو اس کے لئے تو ہمارے صرف ایک ہچکولے کی ضرورت ہے اور سب قبروں سے نکل کر میدان محشر میں جمع ہوجائیں گے لیکن تم ایسا نہیں کرسکتے۔ تم ان بکھرے ہوئے ذروں کا مقام نہیں جانتے لیکن کیا خالق کائنات بھی ایسا نہیں کرسکتا؟ جو پہلی بار میں انسانوں کو بنا سکتا ہے اس کے لئے دوسری بار دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور پھر انہیں یہ بھی بتادیا کہ تم سے پہلے جو قومیں گزریں انہوں نے اللہ ﷻ اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی قوت وسلطنت پر بڑا ناز کیا کرتے تھے لیکن جب غضب خداوندی کی بجلی کڑکی تو ان کا نام نشان مٹادیا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تم اس عبرت ناک انجام سے بچے رہو تو فرعونی روش کو ترک کردو اور میرے حبیب ﷺ کی بات مانو کہ دونوں جہانوں میں کامیابی وکامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

رکوع نمبر: ۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والنزعت﴾ اَلْمَلَائِكَةُ تَنْزِعُ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ ﴿غرقا (۱)﴾ نَزْعًا بِشِدَّةٍ ﴿والنشطت نشطا (۲)﴾ اَلْمَلَائِكَةُ تَنْشِطُ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَىْ تَسُلُّهَا بِرِفْقٍ ﴿والسبحت سبحا (۳)﴾ اَلْمَلَائِكَةُ تَسْبَحُ مِنَ السَّمَاءِ بِاَمْرِهٖ تَعَالٰى اَىْ تَنْزِلُ ﴿فالسبقت سبقا (۴)﴾ اَىِ الْمَلَائِكَةُ تَسْبِقُ بِاَرْوَاحِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى الْجَنَّةِ ﴿فالمدبرت امرا (۵)﴾ اَلْمَلَائِكَةُ تُدَبِّرُ اَمْرَ الدُّنْيَا اَىْ تَنْزِلُ بِتَدْبِيْرِهٖ وَجَوَابُ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ مَحْذُوْفٌ اَىْ لَتُبْعَثُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ وَهُوَ عَامِلٌ فِىْ ﴿يوم ترجف الراجفة (۶)﴾ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى بِهَا يَرْجُفُ كُلُّ شَىْءٍ اَىْ يَتَزَلْزَلُ فَوُصِفَتْ بِمَا يَحْدُثُ مِنْهَا ﴿تتبعها الرادفة (۷)﴾ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ وَبَيْنَهُمَا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً وَّالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنَ الرَّاجِفَةِ فَالْيَوْمَ وَاسِعٌ لِّلنَّفْخَتَيْنِ وَغَيْرِهِمَا فَصَحَّ ظَرْفِيَّتُهٗ لِلْبَعْثِ الْوَاقِعِ عَقِيْبَ الثَّانِيَةِ ﴿قلوب يومئذ واجفة (۸)﴾ خَائِفَةٌ قَلِقَةٌ ﴿ابصارها خاشعة (۹)﴾ ذَلِيْلَةٌ لِهَوْلِ مَا تَرٰى ﴿يقولون﴾ اَىْ اَرْبَابُ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ اِسْتِهْزَاءً وَّاِنْكَارًا لِلْبَعْثِ ﴿ءانا﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِى الْمَوْضَعَيْنِ ﴿لمردودون فى الحافرة (۱۰)﴾ اَىْ اَنُرَدُّ بَعْدَ الْمَوْتِ اِلَى الْحَيٰوةِ وَالْحَافِرَةُ اِسْمٌ لِاَوَّلِ الْاَمْرِ وَمِنْهُ رَجَعَ فُلَانٌ فِىْ حَافِرَتِهٖ اِذَا رَجَعَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ ﴿ءاذا كنا عظاما نخرة (۱۱)﴾ وَفِىْ قِرَاءَةٍ نَاخِرَةً

بَـالِيَةٌ مُتَفَتِّتَةٌ نُـخـرىٰ ﴿قـالـوا تـلـک﴾ اَیْ رَجْعَتُنَـا اِلَـى الْحَيَـاةِ ﴿ اذا﴾ اِنْ صَحَّتْ ﴿ كـرة﴾ رَجْعَةٌ ﴿ خـاسـرة (۱۲) ﴾ ذَاتَ خُسْـرَانٍ قَـالَ تَـعَـالىٰ ﴿ فـانـمـا هـى﴾ اَیِ الـرَّادِفَةُ الَّتِیْ يَعْقُبُهَا الْبَعْثُ ﴿ زجـرة﴾ نَفْخَةٌ ﴿ واحدة (۱۳) ﴾ فَـاِذَا نُـفِـخَـتْ ﴿ فاذاهم﴾ اَیْ كُلُّ الْخَلَائِقِ ﴿ بالساهرة (۱۴) ﴾ بِوَجْهِ الْاَرْضِ اَحْيَاءً بَـعْـدَ مَـاكَـانُـوْا بِبَطْنِهَا اَمْوَاتًا ﴿هل اتک﴾ يَامُحَمَّدُ ﴿ حديث موسى (۱۵) ﴾ عَـامِلٌ فِیْ ﴿اذ ناده ربه بـالـواد الـمـقـدس طوى (۱۶) ﴾ اِسْـمَ الْـوَادِیْ بِـالتَّـنْـوِيْـنِ وَتَـرْكِـهٖ فَـقَـالَ ﴿اذهـب الـى فـرعـون انـه طـغـى (۱۷) ﴾ تَـجَـاوَزَالْـحَـدَّ فِـى الْـكُـفْـرِ ﴿فـقـل هل لک﴾ اَدْعُوْکَ ﴿ الى ان تزكى (۱۸) ﴾ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِتَشْـدِيْـدِالـزَّاىِ بِـاِدْغَـامِ التَّـاءِ الثَّـانِيَةِ فِـى الْاَصْلِ فِيْهَـا تَـطْهُـرُمِنَ الشِّـرْكِ بِـاَنْ تَشْهَدَاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ ﴿واهـديک الـى ربـک﴾ اَدُلُّکَ عَـلٰـى مَعْرِفَتِهٖ بِالْبُرْهَانِ ﴿ فتخشى (۱۹) ﴾ فَتَـخَـافَهٗ ﴿فاره الاية الكبرى (۲۰) ﴾ مِنْ اٰيَاتِهِ التِّسْعِ وَهِىَ الْيَدُاَوِالْعَصَا ﴿فكذب﴾ فِرْعَوْنُ مُوْسٰى ﴿ وعصى (۲۱) ﴾ اَللّٰهَ تَعَالٰى ﴿ثم ادبـر﴾ عَنِ الْاِيْمَانِ ﴿ يسعى (۲۲) ﴾ فِـى الْاَرْضِ بِـالْـفَسَـادِ ﴿فحشر﴾ جَمْعُ السَّحَرَةِ وَجُنْدَهٗ ﴿ فنادى (۲۳) فـقـال انـا ربـكم الاعلى (۲۴) ﴾ لَارَبَّ فَـوْقِـیْ ﴿فاخذه الله﴾ اَهْلَكَهٗ بِالْغَرَقِ ﴿ نكال﴾ عُقُوْبَةَ ﴿ الاخرة﴾ اَیْ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ ﴿ والاولى (۲۵) ﴾ اَیْ قَوْلُهٗ قَبْلَهَامَاعَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ وَكَانَ بَيْنَهُمَا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ﴿ان فى ذلک﴾ اَلْمَذْكُوْرِ ﴿ لعبرة لمن يخشى (۲۶) ﴾ اَللّٰهَ تَعَالٰى.

﴿ترجمہ﴾

کھینچنے والوں کی قسم (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کفار کی ارواح کھینچتے ہیں) سختی سے (غـرقـا کے معنی سختی سے کھینچنا ہے) اور نرمی سے کھینچنے والوں کی قسم (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو آسانی سے مسلمانوں کی روح کھینچتے ہیں) اور آسانی سے پیریں (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو آسمان سے اللہ عزوجل کا حکم لے کر نازل ہوں ......۱...... تسبح بمعنی تـنـزل ہے) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو مسلمانوں کی ارواح کو لے کر جلد جنت کی طرف پہنچیں) پھر کام کی تدبیر کریں (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو دنیا کے کام کی تدبیر کریں ......۲......یعنی ان کاموں کی تدبیر لے کر نازل ہوں ان تمام قسموں کا جواب محذوف ''لتبعثن یا کفار مکۃ'' ہے یعنی اے کفا رمکہ تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا اور ''یـوم تـر جف الـراجفة'' میں یہی فعل عامل ہے) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی (یعنی نفخہ اولی ہوگا جس کے ساتھ ہر شے تھرتھرانے لگے گی، یر جف بمعنی یتـز لـزل ہے، اس سے پیدا ہونے والے امور کا وصف بیان کیا جارہا ہے) اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (یعنی نفخہ، دونوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، یہ جملہ ''الـراجفة'' سے حال بن رہا ہے ''الیـوم'' دونوں نفخوں کی اور دیگر امور کی وسعت رکھتا ہے تو دوسرے نفخہ کے بعد جو مردوں کو زندہ کیا جائے گا یہ اس کے لیے ظرف ہے) کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں (خوفزدہ ہوں گے دھڑکتے ہوں گے) آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے (اس دن کے ہول اور دہشت سے، خـاشعة بمعنی ذلیلة ہے) وہ کہیں گے (یعنی دل اور آنکھیں رکھنے والے استہزاء کرتے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہوئے ......۳......) کیا ہم (''ءَاِنَّــا'' دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں مقامات میں یہی دو صورتیں ہوں گی) پلٹیں گے الٹے پاؤں (معنی یہ ہے کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگانی کی طرف لوٹایا جائے گا، الحا فرۃ کا معنی پیچھے کی طرف لوٹانا ہے، اسی سے ہے ''رجع فلان فی حافرتہ'' یہ جملہ اس

وقت کہا جاتا ہے جب کہ بندہ جہاں سے آیا ہو وہیں جائے) کیا جب ہم گلی ہڈیاں ہو جائیں گے (یعنی جب ہم بوسیدہ ریزہ ریزہ ہڈیاں ہو جائیں گے ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، ایک قرائت میں نخرۃ کی جگہ "ناخرۃ" ہے) بولے یہ تو (یعنی ہمارا دوسری زندگی کی طرف پھرنا) جب (اگر بالفرض یہ درست ہو تو) نقصان والا پلٹنا ہے (کرۃ بمعنی رجعۃ، خاسرۃ بمعنی ذات خسران ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) تو وہ (یعنی پیچھے آنے والی جس کے بعد بعث بعد الموت ہوگا) ایک جھڑکی ہی ہے (زجرۃ بمعنی نفخۃ ہے، جب وہ پھونکا جائے گا) جبھی وہ (یعنی تمام ہی مخلوق) سطح زمین پر آ پڑیں گے (زندہ ہو کر بعد اس کے کہ وہ بحالت مردہ زمین کے پیٹ میں تھے، ساھرۃ کے معنی سطح زمین ہے، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی ("حدیث موسی" یہ مابعد میں عامل ہے) جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل وادی طویٰ میں ندا فرمائی ("طوی" ایک وادی کا نام ہے اسے منون وغیرہ منون پڑھا گیا ہے) کہ فرعون کے پاس جا اس نے سرکشی کی (کفر میں حد سے تجاوز کیا) اس سے کہہ کیا تجھے رغبت ہے (کہ میں تجھے بلاؤں) ستھرا ہونے کی طرف (شرک سے پاک ہونے کی طرف، یوں کہ تو لا الہ الا اللہ کہہ لے، "تزکی" ایک قرائت میں زاء مشددہ کے ساتھ دوسری والی تاء کا زاء میں ادغام کیا گیا ہے) اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں (یعنی دلیل کے ساتھ معرفت الٰہی کی طرف تیری رہنمائی کروں، ......) کہ تو ڈرے (تخشی بمعنی تخاف ہے، "ہ" ضمیر مفعول محذوف ہے) پھر اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی (نو نشانیوں میں سے ید بیضاء اور عصاء) پس اس نے جھٹلایا (یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) اور نافرمانی کی (اللہ عزوجل کی) پھر پیٹھ دی (ایمان لانے سے) کوشش کرنے لگا (زمین میں فساد کی) تو جمع کیا (جادوگروں اور اپنے لشکر کو، حشر بمعنی جمع ہے) پھر پکارا پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں (مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں) تو اللہ نے اسے پکڑا (اسے غرق کر کے ہلاک کر دیا) آخری کی سزا (یعنی اس آخری بات کی سزا) اور پہلی والی (بات کی یعنی فرعون کے اس کے ماقبل قول ﴿ماعلمت لکم من الٰہ غیری (القصص:۳۸)﴾ کے فرعون کی ان دونوں باتوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا) بیشک اس میں (جو مذکور رہوا) سیکھنے کو ملتا ہے اسے جو (اللہ عزوجل سے) ڈرے۔

﴿ترکیب﴾

﴿والنزعت غرقا والنشطت نشطا والسبحت سبحا فالسبقت سبقا فالمدبرت امرا یوم ترجف الراجفۃ﴾

و: قسمیہ جار، النزعت غرقا: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، النشطت نشطا: شبہ جملہ معطوف اول، و: عاطفہ، السبحت سبحا: معطوف ثانی، فالسبقت سبقا: معطوف ثالث، ف: عاطفہ، المدبرت امرا: شبہ جملہ معطوف رابع، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، یوم: مضاف، فترجف الراجفۃ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "لتبعثن" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تتبعھا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ ابصارھا خاشعۃ﴾

تتبعھا الرادفۃ: فعل و مفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ماقبل "الرجفۃ" سے حال واقع ہے، قلوب: موصوف، یومئذ: ظرف لغو، واجفۃ: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت، ملکر مبتدا، ابصارھا خاشعۃ: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یقولون ء انا لمردودون فی الحافرۃ ء اذا کنا عظاما نخرۃ﴾

یقولون: قول، ھمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، مردودون: اسم مفعول با نائب الفاعل، فی الحافرۃ: ظرف لغو، ھمزہ: حرف استفہام تاکید، اذا: مضاف، کنا عظاما نخرۃ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ

ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا تلک اذا کرة خاسرة فانما ھی زجرة واحدة فاذاھم بالساھرة﴾

قالوا: قول،تلک:مبتدا،اذا:حرف جواب وجزا،کرة خاسرة: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف:عاطفہ،انما حرف مشبہ واسم،ھی:مبتدا،زجرة واحدة: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،اذا:فجائیہ،ھم مبتدا،بالساھرة: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا نفخت" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ھل اتک حدیث موسی اذ ناده ربه بالواد المقدس طوی﴾

ھل: حرف استفہام بمعنی،اتک:فعل ومفعول،حدیث موسی: مبدل منہ،اذ مضاف،ناده ربه: فعل وفاعل،ب: جار،الواد المقدس: مبدل منہ،طوی: بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف متعلق بمحذوف بدل،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿اذھب الی فرعون انه طغی فقل ھل لک الی ان تزکی﴾

اذھب: فعل امر بافاعل،الی فرعون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "فقال" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،انہ حرف مشبہ واسم،طغی: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ،ف:عاطفہ،قل قول،ھل:حرف استفہام،لک:ظرف مستقر خبر،ان تزکی:ظرف مستقر "موغبة" مصدر محذوف کیلئے،ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واھدیک الی ربک فتخشی فاره الایة الکبری﴾

و:عاطفہ،اھدیک:فعل بافاعل ومفعول،الی ربک: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،تخشی:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر ماقبل "تزکی" پر معطوف ہے،ف:عاطفہ،اره الایة الکبری:فعل بافاعل ومفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ 'فذھب' فعل محذوف پر معطوف ہے۔

﴿فکذب وعصی ثم ادبر یسعی فحشر فنادی فقال انا ربکم الاعلی﴾

ف: عاطفہ،کذب:جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،عصی:جملہ فعلیہ،ثم:عاطفہ،ادبر:فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،یسعی: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،حشر:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،نادی:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،قال انا: مبتدا،ربکم الاعلی: خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاخذه الله نکال الاخرة والاولی ان فی ذلک لعبرة لمن یخشی﴾

ف: عاطفہ،اخذه الله:فعل ومفعول وفاعل،نکال:مضاف،الاخرة:معطوف علیہ،والاولی:معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ،ان:حرف مشبہ واسم،فی ذلک:ظرف مستقر خبر مقدم،لام:تاکیدیہ،عبرة:موصوف،لمن یخشی: ظرف مستقر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آسانی وتنگی سے روحیں قبض کرنا:

۱؎......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والنزعت غرقا والنشطت نشطا قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں (النازعات: ۱تا۲)﴾۔ یہاں اللہ ﷻ نے مومن وکافر کی روح قبض ہونے کا حال لکھا ہے کہ کس طرح مومن کی روح قبض ہوتی

ہے اور کیا حال ہوتا ہے جب کافر کی روح قبض کی جاتی ہے۔

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو فرشتے آتے ہیں اور بندے کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ عزوجل ہے، وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے، پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صورت دکھا کر پوچھتے ہیں کہ اِس مردِ حق کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں کہ تجھے ان باتوں کا علم کس نے دیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب اللہ عزوجل میں پڑھا ہے اور اُس کتاب پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے، پس اس کی بات اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (ابراھیم:۲۷)﴾ کے مطابق ہو جاتی ہے۔ پس آسمان سے منادی ندا کرے گا میرے بندے نے سچ کہا ہے، اِس کے لئے جنتی فرش بچھا دو، جنتی پوشاک پہنا دو، جنتی دروازہ کھول دو، پس اُس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پس اُس کی روح جنت کی خوشگوار نسیم سے تلذذ حاصل کرتی ہے اور گھومتی پھرتی ہے اور حدِ نگاہ تک سیر کرتی ہے۔ اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور جب اُس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور یہی تین سوالات اُس سے بھی ہوتے ہیں جس کے جواب میں وہ یہی کہتا ہے ھاہ ھاہ لا ادری یعنی ہائے افسوس مجھے کچھ نہیں معلوم، پھر آسمان سے منادی ندا کرے گا کہ یہ جھوٹا ہے، اس کیلئے جہنم کا فرش بچھا دو، جہنمی کپڑے پہنا دو، اور جہنم کے دروازے اُس کے لئے کھول دو، پس اُسے جہنم کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اُس کی قبر اُس کے لئے تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ کر ایک دوسرے میں مل جائیں گی، پھر اُس پر عذاب کے فرشتے مسلط کر دیئے جائیں گے جو اُسے لوہے کے گرز ماریں گے اور ایسی مار اگر کسی پہاڑ پر پڑے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے اور اُسے ایسی مار پڑے گی کہ جس کی آواز سوائے جن وانس کے مشرق و مغرب کی سب مخلوق سن لے گی، پھر اُسے مٹی کر دیا جائے گا اور پھر اُس میں روح دوبارہ لوٹا دی جائے گی''، اس حدیث کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب: اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی، ص ۲۵ وغیرہ)

فالمدبرات امرا کے تحت اقوال مفسرین:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فالمدبرات امرا پھر کام کی تدبیر کریں (النازعات:۵)﴾۔ فرشتے اللہ عزوجل کے امر میں تدبر کرتے ہیں، امام راغب فرماتے ہیں کہ موکل فرشتے اللہ عزوجل کے امور میں تدبیر فرماتے ہیں، جو کہ دینی اور دنیاوی دونوں ہی امور سے متعلق ہوتے ہیں اور یہ تدبیر کا عمل بغیر کسی افراط وتفریط کے ہوا کرتا ہے۔ اور یہی فرشتے اللہ عزوجل کے حکم سے اجل وبعث پر مامور ہوتے ہیں کہ جن کی زندگی ختم ہو جائے ان کی اللہ عزوجل کے اذن سے روح قبض کرتے اور قیامت کے وقت لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھانے پر مامور ہوتے ہیں۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۳۷۲ ملخصاً)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فرشتے اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق امور دینیہ اور دنیاویہ انجام دیتے ہیں، اللہ عزوجل کے امر میں تدبیر کرتے ہیں اور اس میں بندوں کو سزا وجزا دینا دونوں ہی داخل ہے، دن رات، سورج چاند اور ستاروں کے امور کو بھی اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ لوگوں کو موت دینا، بدنِ انسانی سے روح قبض کرنا وغیرہ امور بھی انجام دیتے ہیں اور صرف یہی فرشتے ہی نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے دیگر نیک بندے بھی اللہ عزوجل کے امر میں تدبیر کا اہتمام کرتے ہیں اور اسی قسم کی باتیں آثار میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ جالینوس نے روایت کیا ہے کہ وہ بیمار ہو گئے اور علاج سے قاصر رہے خواب میں کسی کی توجہ خاص سے روبہ صحت ہو گئے، اسے امام غزالی نے بھی نقل کیا ہے کہ جب تم کسی معاملے میں عاجز آ جاؤ تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو کیونکہ اس

میں کوئی شک نہیں کہ یہ فاضل لوگ اللہ عزوجل کے امور میں تدبیر فرماتے ہیں اور خلق خدا ان کے فیض سے مستفیض ہوتی ہے اور روحانی طور پر برکات حاصل کرتی ہے اور اللہ عزوجل کے بندے انہیں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔مزید یہ بھی کہ چار مقرب فرشتوں میں سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذمے وحی پہنچانا اور ہواؤں کا نظام ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام کے ذمے بارش اور نباتات کا نظام، عزرائیل علیہ السلام کے ذمے روحیں قبض کرنا اور اسرافیل علیہ السلام کے ذمے صور پھونکے جانے کا کام ہے۔

(روح المعانی،الجزء:۳۰،ص ۳۱٤ملخصاً وملتقطاً،عنایة القاضی، ج۹،ص ۳۹۹)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: فرشتے اللہ عزوجل کے امور کو انجام دیتے ہیں اسی طرح باپ اپنے بیٹے کو خواب میں آ کر خزانے کا حال بیان کرتا ہے، جالینوس جب اپنی بیماری سے عاجز آ گئے تو خواب میں کسی نے انہیں علاج کی جانب توجہ دلائی جس سے انہیں افاقہ ہو گیا، اور امام غزالی نے اپنی کتاب: ''ارواح شریفہ'' میں نقل کیا ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں ان کے بدنوں سے جدا ہوتی ہیں، پھر اتفاق سے کوئی انسان ان کے جسم وروح کے مشابہ ہو جائے تو اس میں تعجب نہیں ہے کیونکہ نیک روح کا اس بدن کے ساتھ تعلق ہوا اور وہ نیک کاموں میں اس کی مدد کرے تو شرعاً اس معاونت کو الہام کہا جاتا ہے اور اس کی نظیر کفار و فجار کی روحوں میں یہ ہے کہ وہ اپنے مناسب بدن میں برائی کو ڈالتی ہیں اور اس کو وسوسہ کہتے ہیں اور یہ تفسیر اگر چہ دیگر مفسرین سے منقول نہیں لیکن لفظ ''فالمدبرات'' اس کا بہت زیادہ احتمال رکھتا ہے۔ (الرازی، ج۱۰،ص ۳۱)

ہول وشدت کے باعث نظریں جھک جانا:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ابصارها خاشعة آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے (النازعات:۹)﴾، یعنی اس دن آنکھیں ذلت وخوف کے مارے جھکی ہوئی ہونگی اور الابصار کے بجائے بصائر کا ارادہ کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس دن ذلت کے مارے بصیرت کسی چیز کا ادراک نہ کر سکی گی اور بصائر کو ذلت سے اسی لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ کسی چیز کے ادراک سے قاصر ہونگی۔اور قیامت کے دن دلوں کا حال کیا ہوگا؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ شدت ہول اور حیرت میں مبتلا ہونگے۔اور دل رکھنے والوں کی آنکھوں کا خوف کرنا چہ جائے کہ معرفت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں اور دلوں کا دھڑکنا دلوں کے مضطرب ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور شدید خوف کے باعث ہوتا ہے اور آنکھوں کے خوف محسوس کرنے کے باعث بھی ہوتا ہے۔ (روح المعانی ،الجزء:۳۰،ص ۳۱۸)

نبی کی تبلیغ دلیل سے ہوتی ہے:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فقل هل لک الی ان تزکی و اهدیک الی ربک فتخشی فاره الایة الکبری اس سے کہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے پھر موسیٰ نے اسے بڑی نشانی دکھائی (النازعات:۱۸تا۲۰)﴾۔اللہ عزوجل نے اپنے کلیم کی تربیت کا اہتمام فرمایا کہ فرعون جیسے سرکش کے پاس جا کر کس طرح امور رسالت بجالاتے ہیں۔کس طرح اس کی توجہ ایک وحدہ لاشریک لہ کی جانب مبذول کرائی ہے؟، کس طرح اُسے کفر، سرکشی، طبعی طور پر غیر پسندیدہ امور کی جانب رغبت سے روکنا ہے؟ اور اللہ عزوجل کا خوف دلاتا ہے اور خوف بغیر پہچان کے نہیں حاصل ہوتا۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انما یخشی الله من عباده العلمؤا اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (فاطر:۲۸)﴾۔یعنی اللہ عزوجل کا خوف وہی رکھتے ہیں جو اس کی معرفت رکھتے ہیں۔جب دل کا تزکیہ ہوگا، رب کا خوف بھی حاصل ہوگا اور نشانیاں جو کہ معجزات کی صورت میں دیکھنے کو ملیں گی تو یقیناً ایمان لانے میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی تاہم جس کے دل میں بدبختی اور محرومی ہو، جو دلائل وبراہین کو دیکھ کر بھی ایمان لانے سے گریز کرے، جس کا دل معرفت الٰہی کو نہ سمجھ سکے، جو ایسا بدبخت و ناہنجار کہ محرومی ہی اس کا مقدر

ٹھہری ہو، اس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہوتا ورنہ نبی کی تبلیغ دلیل سے ہوتی ہے اور دلیل کے لئے معجزات، آیات اور خود نبی ﷺ کی ذات کافی ہوتی ہے۔ یہاں سے یہ بھی مسئلہ واضح ہو گیا کہ اللہ ﷻ کسی کی گمراہی اور محرومی سے راضی نہیں اور اس کی مشیت اس کی رضا کو مستلزم نہیں ہوتی۔

اغراض:

الملائکۃ تنزع ارواح الکفار: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ملک الموت کافروں کی روح اس طرح قبض کرتے ہیں جیسا کہ دندانوں والی سیخ اون میں ڈال کر کھینچ لی جائے۔ **تنشط ارواح المومنین:** اول کے فتح اور ثانی کے کسرہ کے ساتھ باب ضرب سے ہے، اور کافر کی روح سختی سے اور مومن کی روح نرمی سے اس لئے کھینچی جائے گی کہ دونوں بوقت موت اپنے مقام کو دیکھیں گے، مومن خوش ہو گا اور مرنے کا شوق رکھے گا، پس نہ تو اُسے الم پہنچے گا اور نہ ہی ایسا کچھ محسوس کرے گا اور کافر کی روح بیتابی کا مظاہرہ کرے گی اور نکلنے کو خوش نہ ہو گی اور اس کے غم و کرب میں مزید اضافہ ہو گا جب کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں دیکھ لے گی۔ **بامرہ تعالی:** امر خاص کی طرف محمول ہے، اور یہ امر روح کا قبض کرنا ہے تاکہ اس فرمان: ﴿فالسبقت﴾ پر ترتب ہو سکے۔

الملائکۃ تدبر امر الدنیا: مراد حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل ہیں، پس حضرت جبرائیل ہواؤں اور جنود (لشکر، جند کی جمع ہے) پر، حضرت میکائیل بارش اور نباتات پر، حضرت عزرائیل روح کے قبض کرنے پر اور حضرت اسرافیل صور پھونکنے پر مؤکل ہیں۔ **ای تنزل بتدبیرہ:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ تدبیر کرنے کا قول حضرات ملائکہ کی جانب کرنا مجازی نسبت ہے، جب کہ مدبر حقیقی اللہ کی ذات ہے مراد اسباب عادیہ ہیں جو کہ تدبیر دیئے جاتے ہیں۔ **لتبعثن یا کفار مکۃ:** خاص طور پر کفار کو ذکر کیا گیا حالانکہ بعث بعد الموت تو کافر و مسلم دونوں کے لئے متحقق ہے، اور یہاں مفسر نے مذکورہ بالا تمام قسموں کا جواب دیا اور محذوف بیان کر دیا ہے کہ کفار مکہ چونکہ بعث بعد الموت کے انکاری تھے اس لئے خاص طور پر انہیں ذکر کیا جب کہ مومن تو اس بات کا اقرار کرتا ہے۔

فالیوم واسع: ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے اور سوال یہ ہے کہ ''الراجفۃ'' بمعنی موت ہے نہ کہ بعث، اور جب یہی درست ہے تو پھر اسے ''لتبعثن'' مقدر کا ظرف کیسے بنایا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا واضح جواب یہ دوں گا کہ ''البعث'' پر دو نفخات جمع ہو جاتے (وقوع پذیر ہو جاتے) ہیں، اس لئے کہ پہلا نفخہ دوسرے نفخے کے حصول کی پیروی کرتا ہے (یعنی اختتام دوسرے نفخے پر ہوتا ہے اور یہاں یہی بیان کرنا مقصود ہے)۔

نفخۃ: کو ''زجرۃ'' کہا گیا کیونکہ مراد وہ گرجدار آواز ہے جس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں ہے۔ **والحافرۃ اسم لاول الامر:** اور اس میں اصل انسان جس راستے سے گزرتا ہے تو اُس کے قدموں کے نشان اس جگہ پر اپنا اثر چھوڑتے ہیں اور مراد یہی ہے کہ جو اس مقام سے گزرے وہ اُن نشانات کو دیکھ کر پہنچ سکتا ہے۔ **بوجہ الارض:** مراد چاندی کی زمین ہے جسے اللہ نے تخلیق کیا ہے، اور ایک قول کے مطابق سر زمین شام ہے جس کو اللہ لوگوں کے حشر کے لئے پھیلا دے گا اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

تجاوز الحد فی الکفر: یعنی فرعون اللہ پر بڑائی جتاتا ہے اور لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم کرتا ہے۔ **وجندہ:** یعنی فرعون کا لشکر، پس کل بہتر جادوگر تھے، جس میں سے دو قبطی اور ستر بنی اسرائیلی تھے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۲۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿ء انتم﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ اَلِفًا وَّتَسْهِيْلِهَا وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْاُخْرٰى وَتَرْكِهٖ اَیْ

مُنْكِـرُوْالْبَعْثِ﴿اشد خلقا ام السمـاء﴾اَشَدُّخَلْقًا﴿ بنهـا(۲۷)﴾بَيَـانٌ لِّكَيْفِيَّةِ خَلْقِهَـا﴿رفع سمكها﴾تَفْسِيْرٌلِّكَيْفِيَةِ الْبِنَاءِ اَىْ جَعَلَ سِمَتَهَا مِنْ جِهَةِ الْعُلُوِّرَفِيْعًاوَقِيْلَ سَمْكُهَاسَقْفُهَا﴿فسوها (۲۸)﴾جَعَلَهَا مُسْتَوِيَةً بِلَاعَيْبٍ﴿واغطش ليلها﴾اَظْلَمَهُ﴿واخرج ضحها (۲۹)﴾اَبْرَزَنُوْرَشَمْسِهَا وَاُضِيْفَ اِلَيْهَا الَّيْلُ لِاَنَّهُ ظِلُّهَاوَالشَّمْسَ لِاَنَّهَا سِرَاجُهَا﴿والارض بعد ذلک دحها(۳۰)﴾بَسَطَهَا وَكَانَتْ مَخْلُوْقَةً قَبْلَ السَّمَاءِ مِنْ غَيْرِ دَحْوٍ﴿اخرج ﴾حَالٌ بِاِضْمَارِ قَدْ اَىْ مُخْرِجًا﴿منهاماء ها﴾بِتَفْجِيْرِ عُيُوْنِهَا﴿ومرعها (۳۱)﴾مَا تَرْعَاهُ النَّعَمُ مِنَ الشَّجَرِوَالْعُشْبِ وَمَايَاْكُلُهُ النَّاسُ مِنَ الْاَقْوَاتِ وَالثِّمَارِوَاطْلَاقُ الْمَرْعٰى عَلَيْهِ اِسْتِعَارَةٌ ﴿والجبال ارسها (۳۲)﴾اَثْبَتَهَاعَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ لِتَسْكُنَ﴿متاعا﴾مَفْعُوْلٌ لَّهٗ لِمُقَدَّرٍاَىْ فَعَلَ ذٰلِكَ مُتْعَةً اَوْمَصْدَرٌاَىْ تَمْتِيْعًا﴿لكم ولانعامكم (۳۳)﴾جَمْعُ نَعَمٍ وَهِىَ الْاِبِلُ وَالْبَقَرُوَالْغَنَمُ ﴿فاذا جاء ت الطامة الكبرى(۳۴)﴾اَلنَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ﴿يوم يتذكر الانسان﴾بَدَلٌ مِّنْ اِذَا﴿ ماسعى(۳۵)﴾فِى الدُّنْيَامِنْ خَيْرٍوَّشَرٍّ﴿وبرزت﴾اُظْهِرَتْ ﴿الجحيم﴾اَلنَّارُ الْمُحْرِقَةُ ﴿لمن يرى (۳۶)﴾لِكُلِّ رَاءٍ وَجَوَابُ اِذَا﴿فامامن طغى(۳۷)﴾ كَفَرَ﴿واثر الحيوة الدنيا (۳۸)﴾بِاِتِّبَاعِ الشَّهَوَاتِ﴿فان الجحيم هى الماوى(۳۹)﴾مَاْوَاهُ﴿واما من خاف مقام ربه﴾قِيَامَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴿ ونهى النفس﴾اَلْاَمَارَةَ﴿ عن الهوى (۴۰)﴾اَلْمُرْدٰى بِاِتِّبَاعِ الشَّهَوَاتِ﴿فان الجنة هى الماوى(۴۱)﴾وَحَاصِلُ الْجَوَابِ فَالْعَاصِىْ فِى النَّارِ وَالْمُطِيْعُ فِى الْجَنَّةِ﴿يسئلونک﴾اَىْ كُفَّارُمَكَّةَ ﴿عن الساعة ايان مرسها(۴۲)﴾مَتٰى وُقُوْعُهَاوَقِيَامُهَا﴿فيم﴾فِىْ اَىِّ شَىْءٍ﴿ انت من ذكرها(۴۳)﴾اَىْ لَيْسَ عِنْدَكَ عِلْمُهَاحَتّٰى تَذْكُرَهَا﴿الى ربک منتهها (۴۴)﴾مُنْتَهٰى عِلْمِهَا لَايَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ﴿انما انت منذر﴾اِنَّمَايَنْفَعُ اِنْذَارُكَ﴿من يخشها(۴۵)﴾يَخَافُهَا﴿كانهم يوم يرونها لم يلبثوا﴾فِىْ قُبُوْرِهِمْ ﴿الاعشية اوضحها (۴۶)﴾اَىْ عَشِيَّةَ يَوْمٍ اَوْبُكْرَتَهٗ وَصَحَّ اِضَافَةُ الضُّحٰى اِلَى الْعَشِيَّةِ لِمَابَيْنَهُمَامِنَ الْمَلَابَسَةِ اِذْهُمَاطَرَفَاالنَّهَارِوَحَسَّنَ الْاِضَافَةَ وُقُوْعُ الْكَلِمَةِ فَاصِلَةً.

﴿ترجمہ﴾

کیا تمہیں (اے منکرین بعث ''ءانتم'' یہ دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ اور اس کی تسہیل کے ساتھ اور تسہیل کردہ ہمزہ اور دوسرے ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ اور اس کے ترک کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کو (بنانا زیادہ مشکل ہے) جسے اس نے بنایا ہے (آگے آسمان کو بنانے کی کیفیت کا بیان ہے) اس کی چھت اونچی کی (یہ اس تعمیر کی کیفیت کی تفسیر ہے معنی یہ ہے اس کی سمت بلندی کی چھت میں اوپر رکھی اور ایک قول کے مطابق، سمکھا بمعنی سقفھا بمعنی چھت ہے) پھر اسے ٹھیک کیا (یعنی اسے بے عیب برابر بنایا......!......) اور اس کی رات اندھیری کی (اغطش بمعنی اظلم ہے) اور اس کی روشنی نکالی (یعنی اس کے سورج کے نور کو ظاہر فرمایا، رات کو آسمان کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ یہ آسمان کا سایہ ہے اور سورج کو اس لیے کہ یہ آسمان کا چراغ ہے) اور اس کے بعد زمین پھیلائی (زمین کو آسمان سے پہلے بنایا گیا ہے لیکن اسے پھیلایا نہیں گیا تھا، دحھا بمعنی بسطھا ہے) نکالا (''اخرج'' فعل سے پہلے ''قد'' محذوف ہے یہ بمعنی ''مخرجا'' حال بن رہا ہے) اس میں سے اس کا پانی (زمین میں چشموں کو بہا کر) اور اس کا چارہ (''مرعھا'' سے مراد درخت اور گھاس ہیں جنہیں چوپائے

کھاتے ہیں اور غلہ اور پھل مراد ہیں جنہیں انسان کھاتے ہیں اور انسان کی کھائی جانے والی اشیاء پر ''مـــرعـــی ''لفظ کا اطلاق بطور استعارہ ہے)اور پہاڑوں کو جمایا(سطح زمین پر تا کہ زمین تھمی رہے، ارسھا بمعنی البتھا ہے)تمہارے برتنے کو(''متا عا ''فعل مقدر ''فـعل ذلک '' کا مفعول لہ ہے یعنی اللہ عزوجل نے یہ امور تمہارے برتنے کو پیدا فرمائے ہیں، متا عـا بمعنی متعة ہے یا پھر بمعنی مصدر تـمتیعا ہے)اور تمہارے چوپایوں کے لیے (''انعام ''نعم کی جمع ہے نعم اونٹ گائے بکری کو کہتے ہیں،......۲......) پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی (مراد اس سے نفخہ ثانیہ ہے)اس دن آدمی یاد کرے گا (''یـوم '' یہ'' اذا '' سے بدل بن رہا ہے)جو کوشش کی تھی (دنیا میں اچھائی یا برائی)اور ظاہر کی جائے گی (بـرزت بمعنی اظھـرت ہے)جہیم (یعنی بھڑکتی آگ) دیکھنے والے کے لیے (ہر دیکھنے والے کے لیے اگلی آیت میں ''اذا ''شرطیہ کا جواب ہے)تو وہ جس نے سرکشی کی (یعنی کفر کیا)اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی (شہوات کی پیروی کر کے)تو بیشک جہنم ہی ٹھکانہ ہے (یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے)اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا (مـقام ربه بمعنی قیـام مبین یدیه ہے)اور روکا نفس (امارہ) کو خواہش سے (جو اتباع شہوات کے سبب ہلاکت میں ڈالنے والی ہے)تو بیشک جنت ہی ٹھکانہ ہے (حاصل جواب یہ ہے کہ گناہ گار جہنم میں ہوگا اور فرمانبردار جنت میں ہوگا، کفارِ مکہ)تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے (یعنی قیامت کب واقع ہوگی اور کب قائم ہوگی؟) کس شے کے بارے میں (فیـما بمعنی فـی ای شیء ہے)تم اس کا ذکر کرو گے (یعنی تمہارے پاس قیامت کا ذاتی علم نہیں حتی کہ تم اس کا ذکر کرو کہ وہ کب آئے گی،......۳......)تمہارے رب ہی تک اس کی انتہاء ہے (قیامت کے علم کی انتہاء اللہ عزوجل تک اس کے سوا کوئی قیامت کے آنے کا علم نہیں رکھتا)تم تو فقط ڈر سنانے والے ہو (تمہارا ڈرانا تو اسی کو نفع دیتا ہے)جو اس سے ڈرتا ہے (یـخشـھا بمعنی یـخافھا ہے) گویا جب وہ اسے دیکھیں گے وہ (قبروں میں) نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے (ایک دن کی شام یا ایک دن کی صبح، ضـحـی کی اضافت عشیة کی طرف کرنا درست ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان مناسبت ہے وہ یہ کہ یہ دونوں دن کے کنارے ہیں اور اس اضافت میں کلمات کے فواصل کے درمیان موافقت ہوتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ء انتم اشد خلقا ام السماء بنھا﴾

همزہ: حرف استفہام، انتم: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، السماء: معطوف، ملکر مبتدا، اشد: اسم تفضیل با''ھو ''ضمیر ممیز، خلقا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بنھا: جملہ فعلیہ ماقبل کی تفسیر واقع ہے۔

﴿رفع سمکھا فسوھا واغطش لیلھا واخرج ضحھا﴾

رفع سمکھا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''بنھا'' سے بدل واقع ہے، ف: عاطفہ، سوھا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اغطش: فعل با فاعل، لیلھا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اخرج: فعل با فاعل، ضحھا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والارض بعد ذلک دحھا اخرج منھا ماء ھا ومرعھا﴾

و: عاطفہ، الارض: منصوب براشتغال ''دحی ''، فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بعد ذلک: ظرف مقدم، دحھا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اخـرج منھا: فعل با فاعل وظرف لغو، مـاء ھا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مـرعھا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ''دحھا'' کی تفسیر واقع ہے۔

﴿والجبال ارسھا متاعا لکم ولانعامکم﴾

و: عاطفہ، الجبال: "ارسی" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ارسھا: فعل بافاعل ومفعول، متاعا: مصدر بافاعل، لکم: جارمجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لانعامکم: جارمجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا جاءت الطامة الکبری یوم یتذکر الانسان ما سعی﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاءت الطامة الکبری: جملہ فعلیہ جزا محذوف "کان من عظائھم الامور ما لا یخطر فی بالٍ ولاتراہ عین ولا تسمع بہ اذن" کیلئے شرط، یوم: مضاف، یتذکر: فعل، الانسان: فاعل، ماسعی: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل "اذا" سے بدل واقع ہے۔

﴿وبرزت الجحیم لمن یری فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم ھی الماوی﴾

و: عاطفہ، برزت الجحیم: فعل ونائب الفاعل، لمن یری: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، طغی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثر الحیوة الدنیا: جملہ فعلیہ معطوف، موصول صلہ ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، ان الجحیم: حرف مشبہ واسم، ھی الماوی: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنة ھی الماوی﴾

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، خاف مقام ربہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نھی النفس عن الھوی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، ان الجنة: حرف مشبہ واسم، ھی الماوی: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یسئلونک عن الساعة ایان مرسھا فیم انت من ذکرھا﴾

یسئلونک: فعل بافاعل ومفعول، عن الساعة: ظرف لغو، ایان: بااسم استفہام متعلق بحذوف خبر محذوف، مرسھا: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، فی: جار، ما: استفہامیہ مجرور، ملکر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے ظرف مستقر، انت من ذکرھا: ظرف لغو، ملکر جملہ ہوکر خبر مقدم، انت: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الی ربک منتھھا انما انت منذر من یخشھا﴾

الی ربک: ظرف مستقر خبر مقدم، منتھھا: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انت: مبتدا، منذر: مضاف، من یخشھا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحھا﴾

کان: حرف مشبہ، ھم: ضمیر ذوالحال، یوم: مضاف، یرونھا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بحذوف حال، ملکر اسم، لم یلبثوا: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، عشیة: معطوف علیہ، او: عاطفہ، ضحھا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آسمان کی تخلیق اور توحید کا درس:

ا.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اانتم اشد خلقا ام السماء بنھا کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا(النازعات:۲۷)﴾۔ آسمان کی تخلیق کا بیان فرمایا، منکرین بعث کی جانب کلام کو راجع کیا اور فرمایا کہ یہ بڑے بڑے بلند آسمان

جو تمہارے اوپر سایہ کئے ہوئے ہیں اور ان میں سورج، چاند اور ستارے جگمگا رہے ہیں، رات کو تاریک اور دن کو اجالا دینے لگتے ہیں، سینکڑوں میل کے فاصلے پر سورج اسی آسمان میں چمک دمک رہا ہے اور تمہارے لئے روشنی فراہم کر رہا ہے۔ رات کو چاند اور ستارے اپنی چمک سے راہگیروں کو روشنی پہنچاتے ہیں۔ یہی آسمان بارش پہنچانے کا سبب بنتے ہیں، الغرض آسمان کی تخلیق کتنی عظیم ہے، ایک انسان محض اپنی عقل وخرد سے اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا مگر جتنا اللہ ﷻ نے اپنے کلام میں بیان کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ان لوگوں کا رد بھی فرمادیا جو بعث بعد الموت کو نہیں مانتے اور تردد کرتے ہیں۔

انعام واکرام اور دعوتِ توحید:

۲......مزید نعمتوں کی گنتی کرائی گئی ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿واغطش لیلها واخرج ضحها والارض بعد ذلک دحها اخرج منها ماء ها ومرعها والجبال ارسها متاعا لکم ولانعامکم﴾ اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو جمایا تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کو (النازعات:۲۹تا۳۳)﴾۔ رات دن کے اندھیرے اجالے کا بیان اگرچہ کئی مقامات پر فرمایا گیا ہے لیکن یہاں نئے انداز کا بیان فرمایا گیا ہے: "اغطش یعنی رات کا تاریک ہونا"۔ جب اللہ ﷻ نے کسی چیز کو تاریک کر دیا ہوا اور اسی سے رات کا تاریک ہونا بھی ہے۔ اسی طرح "نہار کو ضحیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے مراد اس سے سورج کی روشنی کے چاشت کا وقت ہے"۔ دیگر مقامات پر اسی موضوع سے متعلق یوں فرمایا: ﴿وایة لهم اللیل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون﴾ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیروں میں ہیں (یس:۳۷)﴾، ﴿تولج اللیل فی النهار وتولج النهار فی اللیل﴾ تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے (آل عمران:۲۷)﴾۔ پھر فرمایا: ﴿والارض بعد ذلک دحها﴾ اور اس کے بعد زمین پھیلائی (النازعات:۳۰)﴾ یعنی ﴿من بعد الذکر﴾ نصیحت کے بعد لکھ دیا (الانبیاء:۱۰۵)﴾، یعنی نزول قرآن سے پہلے زمین کو پھیلایا تاکہ لوگ زمین پر آباد ہو کر قرآن سیکھ سکیں، جب کہ بعض کا قول یہ ہے کہ یہاں تاخیر اصلی مراد ہے یعنی اللہ ﷻ نے زمین کو آسمان سے پہلے تخلیق فرمایا ہے پھر بعد میں اس کو پھیلانے کا اہتمام فرمایا ہے، پھر آسمان کی جانب مستوی ہوا جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے اور سات آسمان بنائے پھر اس کے بعد زمین پھیلائی۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اخرج منها ماء ها ومرعها﴾ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا (النازعات:۳۱)﴾ یعنی زمین سے چشمے بہائے اور نہریں جاری فرمادیں اور زمین کو چرنے کی جگہ بنادیا کہ جانور زمین سے ہریالی چرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿والجبال ارسها﴾ اور پہاڑوں کا جمایا﴾ یعنی پہاڑ کو زمین پر قائم و ثابت کر دیا کہ ہلنے نہیں پاتے۔ یہ سارے ہی منافع ہیں جو اللہ ﷻ نے انسانوں کے لئے قائم فرمائے ہیں اور ان تمام کا ترتیب وار ذکر کرنے کا مقصد فقط اللہ ﷻ کی توحید کا درس بلند کرنا تھا۔

(روح البیان، ج۱۰، ص۳۸۲ وغیرہ ملتقطاً وملخصاً)

اہل علم کے نزدیک علم ذاتی وعطائی کا فرق:

۳......اس عنوان کے تحت ہم علمائے اصول وفقہ وسیرت وتفسیر کے اقوال کا بیان کریں گے اور علم ذاتی وعطائی کا فرق واضح کریں گے تاکہ موضوع میں کوئی کمی نہ رہے۔ علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے، تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ ﷻ کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول﴾ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (الجن:۲۶)﴾، ﴿وما هو علی الغیب بضنین﴾ اور یہ

نبی غیب بتانے میں بخل نہیں کرتا(التکویر:۲۴)﴾، ﴿ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں(یوسف:۱۰۲)﴾، ﴿وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے(ال عمران:۱۷۹)﴾۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ:خالص الاعتقاد، ج۲۹،ص ۴۳۴وغیرہ ملتقطاً)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تجلی لی کل شیء وعرفت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، من سورۃ ص، رقم: ۲۳۴۶،ص۹۴۲)

(۱)......امام بیضاوی فرماتے ہیں:﴿وعلمنہ من لدنا علما اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا(الکھف:۶۵)﴾ اللہ فرماتا ہے کہ وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب جو ہم نے حضرت خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(البیضاوی، ج۲،ص۳۴۷)

(۲)......علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی کہتے ہیں:﴿وما ھو علی الغیب بضنین اور یہ نبی غیب بتانے میں بخل نہیں کرتا(التکویر:۲۴)﴾یقول انہ ﷺ یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم ویخبرکم بہ میرے نبی ﷺ کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔ (الخازن، ج٤،ص۳۹۹)

(۳)......قصیدہ بردہ میں ہے:

وواقفون لدیہ عند حدھم من نقطۃ العلم اومن شکلۃ الحکم

تمام انبیاء دربار رسالت ﷺ میں اپنے منصب کو جانتے ہیں اور اپنے حدود منصب پر حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق۔

(۴)......امام ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:وما ذکرناہ فی الایۃ بہ النووی رحمہ اللہ تعالی فی فتاواہ فقال معناھا لا یعلم ذلک استقلالا وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالی یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا جل جلالہ کو ہے جو بذات خود ہو اور جمیع معلومات کو محیط ہو۔

(۵)......امام قاضی عیاض شفاء میں اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:(ھذہ المعجزۃ) فی اطلاعہ ﷺ علی الغیب (المعلومۃ علی القطع)بحیث لا یمکن انکارھا ......الخ سید عالم ﷺ کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش ہی نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی ﷺ کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کر لیتا، اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ جل جلالہ کے بتائے سے نبی ﷺ کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ "اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے"۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء ،ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ،ج۳،ص ۱۵۰)

(۶)......شامی میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ہے:قال فی التتارخانیہ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب......الخ تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوی حجہ میں ہے

،ملتقط میں فرمایا کہ''جس نے اللہ عزوجل ورسول ﷺ کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے''، اللہ عزوجل نے فرمایا:''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو''۔علامہ شامی نے فرمایا بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رَد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء کرام سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، قبیل فصل فی المحرمات، ج٤،ص٩٩)

اغراض:

ابرز نور شمسها: مراد دن میں سورج کی روشنی ہے،اور ﴿ضحٰی﴾ کا وقوع''لیل'' کے مقابلے میں بیان کیا اور نور کو نہار سے بطور کنایہ بیان کیا گیا ہے اور''النہار'' سے ﴿ضحاھا﴾ کو تعبیر کرنا اس لئے ہے تاکہ نہار اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مکمل ہوجائے۔لانها سراجها: یعنی سورج آسمان کا سراج ہے،اور سورج کی روشنی آسمان میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کے برعکس سورج کی روشنی زمین پر بھی ظاہر ہوتی ہے(یعنی سورج کی روشنی سے زمین بھی منور ہوتی ہے)،اور آسمان کا نور تو عرش ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ سورج صرف آسمان کا نور ہے بلکہ سورج جس طرح آسمان کا نور ہے اسی طرح زمین کا بھی نور ہے۔کانت مخلوقة: یہاں اور آیت فصلت میں کوئی معارضہ نہیں،اس لئے ابتدائی طور پر زمین کی تخلیق غیر مدحوۃ(یعنی پھیلی ہوئی نہ ہونا) تھی، پھر آسمان کو بنایا اور پھر اللہ نے زمین کو پھیلایا۔واطلاق المرعی علیه:مراد زمین سے حاصل ہونے والی وہ پیداوار ہے جسے لوگ کھاتے ہیں۔استعارة: بطور مجاز استعمال ہوا ہے،اور''المرعی'' سے مطلقاً انسان کا(غذائی اجناس) کھانا مراد ہے اور اس کے علاوہ مراد لیں تو مطلق کو مقید کرنا لازم آتا ہے یا مراد استعارہ تصریحیہ ہے،یعنی انسان کے(غذائی اجناس) کھانے کو جانور کے چرنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔او مصدر:''تمتیعا'' ہے،جیسا کہ سلام بمعنی تسلیم ہوتا ہے،مراد فعل مقدر ہے چنانچہ تقدیر عبارت یوں ہے:''متعناکم بها تمتیعا''۔

لکل راء: یعنی مومن وکافر میں سے ہر دیکھنے والے نے جن کے آنکھیں ہوں،لیکن نجات پانے والوں نے بالفعل نہ دیکھا اور کافر کا یہی ٹھکانہ ہے۔الامارة: نفس کی وضاحت امارہ سے اس لئے کی ہے کہ یہی نفس انسان کو برائی کی جانب مائل کرتا ہے اور اس کے علاوہ نفس بھلائی کی خواہش کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:''تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں جو کچھ لایا ہوں اُس کا نفس اس کی پیروی نہ کرلے''۔وصح اضافة الضحی: سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ''العیشة'' کے لئے ''ضحی'' نہیں ہے؟اس لئے کہ''ضحی'' فقط دن کے لئے ہوتی ہے پس اس کی اضافت''العیشة'' کی طرف کرنے کی کیا وجہ ہے؟میں(علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ دونوں ایک ہی دن میں ہونگے (یعنی وہ دنیا اور قبر میں ٹھہرنے کی مدت اتنی ہی سمجھتے ہیں کیونکہ یہ مدت ختم ہونے والی ہے، کما قال المظهری)اور دونوں کے مابین ملابست بھی ہے،پس اسی بناء پر ایک کی اضافت دوسرے کی جانب کردی۔ (الصاوی، ج٦،ص ٢٣٠ وغیرہ)

سورۃ عبس مکیۃ وھی اثنتان واربعون آیۃ

(سورۂ عبس مکیہ ہے، جس میں ۴۲ آیات ہیں)

تعارف سورۃ عبس

اس سورت میں ایک رکوع، بیالیس آیتیں، ایک سو تیس کلمات، اور پانچ سو تینتیس حروف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے خالوزاد بھائی تھے اور ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے، یہ نابینا تھے۔ ایک روز یہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے لیکن اس وقت شیبہ، عتبہ اور ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور دیگر رؤسائے قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دلسوزی سے ان کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے اور نابینا ہونے کی وجہ سے محفل کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ اپنے ذوق علم کی وجہ سے آتے ہی اصرار کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھایا وہ مجھے بھی سکھایئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ کا آکر اصرار کرنا پسند نہ آیا اور رخ زیبا پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور آدابِ مجلس کا بھی یہی تقاضا تھا کہ جو بات پہلے ہو رہی ہے اس کو پہلے پورا ہونے دیں پھر کوئی اور بات کرتے لیکن یہاں تو تبلیغ کا ایک اہم فریضہ ادا کر رہے تھے۔ اللہ عزوجل نے حضرت عبداللہ کی دل جوئی کے لئے یہ سورت مبارکہ نازل فرمائی تاکہ دنیا والوں کو بھی پتہ چل جائے کہ اس بارگاہ میں جو شکستہ دلوں کی قدر و منزلت ہے وہ کسی اور کی نہیں ہے اور اس میں یہ بتایا گیا کہ جو لوگ آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص کرتے ہیں یہ بھی اہل نفاق کا شیوہ تھا۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہر نماز میں اسی سورت کو پڑھتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کروا دیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے کے لئے پڑھتا تھا اور اس لئے کہ مقتدیوں کے دل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کم ہو جائے، نگاہ فاروق میں وہ مرتد ہو گیا تھا اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے (روح البیان)۔

رکوع نمبر: ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿عبس﴾ اَلنَّبِیُّ کَلَحَ وَجْھُہٗ ﴿ وتولی (۱)﴾ اَعْرَضَ لِاَجَلِ ﴿ان جاءہ الاعمی (۲)﴾ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَقَطَعَہٗ عَمَّا ھُوَ مَشْغُوْلٌ بِہٖ مِمَّنْ یَرْجُوْ اِسْلَامَہٗ مِنْ اَشْرَافِ قُرَیْشٍ الَّذِیْ ھُوَ حَرِیْصٌ عَلٰی اِسْلَامِھِمْ وَلَمْ یَدْرِ الْاَعْمٰی اَنَّہٗ مَشْغُوْلٌ بِذٰلِکَ فَنَادَاہُ عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ فَانْصَرَفَ النَّبِیُّ اِلٰی بَیْتِہٖ فَعُوْتِبَ فِیْ ذٰلِکَ بِمَا نَزَلَ فِیْ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ فَکَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَہٗ اِذَا جَاءَ مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْہِ رَبِّیْ وَیَبْسُطُ لَہٗ رِدَاءَہٗ ﴿وما یدریک﴾ یُعْلِمُکَ ﴿ لعلہ یزکی (۳)﴾ فِیْہِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الزَّایِ اَیْ یَتَطَھَّرُ مِنَ الذُّنُوْبِ بِمَا یَسْمَعُ مِنْکَ ﴿او یذکر﴾ فِیْہِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الذَّالِ اَیْ یَتَّعِظُ ﴿ فتنفعہ الذکری (۴)﴾ اَلْعِظَۃُ الْمَسْمُوْعَۃُ عَنْکَ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِنَصَبِ تَنْفَعَہٗ جَوَابُ التَّرَجِّیْ ﴿اما من استغنی (۵)﴾ بِالْمَالِ ﴿فانت لہ تصدی (۶)﴾ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ لِتَشْدِیْدِ الصَّادِ بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِیَۃِ فِی الْاَصْلِ فِیْھَا تُقْبِلُ وَتَتَعَرَّضُ ﴿وما علیک الا یزکی (۷)﴾ یُؤْمِنُ ﴿واما من جاءک یسعی (۸)﴾ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ جَاءَ ﴿وھو یخشی (۹)﴾ اَللّٰہَ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ یَسْعٰی وَھُوَ الْاَعْمٰی ﴿فانت عنہ تلھی (۱۰)﴾ فِیْہِ حَذْفُ التَّاءَ

الْاُخْرٰى فِى الْاَصْلِ اَىْ تَتَشَاغَلُ ﴿كلا﴾ لَاتَفْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ ﴿انها﴾ اَىِ السُّوْرَةَ اَوِالْاٰيَاتِ ﴿تذكرة (۱۱)﴾ عِظَةٌ لِلْخَلْقِ ﴿فمن شاء ذكره (۱۲)﴾ حَفِظَ ذٰلِكَ فَاتَّعِظَ بِهٖ ﴿فى صحف﴾ خَبَرٌ ثَانٍ لِاَنَّهَا وَمَاقَبْلَهٗ اِعْتِرَاضٌ ﴿مكرمة (۱۳)﴾ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مرفوعة﴾ فِى السَّمَاءِ ﴿ مطهرة (۱۴)﴾ مُنَزَّهَةٍ عَنْ مَسِّ الشَّيَاطِيْنَ ﴿بايدى سفرة (۱۵)﴾ كَتَبَةٍ يَنْسِخُوْنَهَا مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ﴿كرام بررة (۱۶)﴾ مُطِيْعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ﴿قتل الانسان﴾ لُعِنَ الْكَافِرُ ﴿ ما اكفره (۱۷)﴾ اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ اَىْ مَاحَمَلَهٗ عَلَى الْكُفْرِ ﴿من اى شىء خلقه (۱۸)﴾ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ ثُمَّ بَيَّنَهٗ فَقَالَ ﴿من نطفة خلقه فقدره (۱۹)﴾ عَلَقَةً ثُمَّ مُضْغَةً اِلٰى اٰخِرِ خَلْقِهٖ ﴿ثم السبيل﴾ اَىْ طَرِيْقَ خُرُوْجِهٖ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ ﴿ يسره (۲۰) ثم اماته فاقبره (۲۱)﴾ جَعَلَهٗ فِىْ قَبْرٍ يَّسْتُرُهٗ ﴿ثم اذا شاء انشره (۲۲)﴾ لِلْبَعْثِ ﴿كلا﴾ حَقًّا ﴿ لما يقض﴾ لَمْ يَفْعَلْ ﴿ ما امره (۲۳)﴾ بِهٖ رَبُّهٗ ﴿فلينظر الانسان﴾ نَظَرَ اِعْتِبَارٍ ﴿ الى طعامه (۲۴)﴾ كَيْفَ قَدَّرَ وَدَبَّرَ لَهٗ ﴿انا صببنا الماء﴾ مِنَ السَّحَابِ ﴿صبا (۲۵) ثم شققنا الارض﴾ بِالنَّبَاتِ ﴿ شقا (۲۶) فانبتنا فيها حبا (۲۷)﴾ كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ ﴿وعنبا وقضبا (۲۸)﴾ هُوَ الْقَتُّ الرَّطْبُ ﴿ وزيتونا ونخلا (۲۹) وحدائق غلبا (۳۰)﴾ بَسَاتِيْنَ كَثِيْرَةِ الْاَشْجَارِ ﴿وفاكهة وابا (۳۱)﴾ مَاتَرْعَاهُ الْبَهَائِمُ وَقِيْلَ التِّبْنُ ﴿متاعا﴾ مَتْعَةً اَوْتَمْتِيْعًا كَمَاتَقَدَّمَ فِى السُّوْرَةِ قَبْلَهَا ﴿ لكم ولانعامكم (۳۲)﴾ تَقَدَّمَ فِيْهَا اَيْضًا ﴿فاذا جاء ت الصاخة (۳۳)﴾ اَلنَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ ﴿يوم يفر المرء من اخيه (۳۴) وامه وابيه (۳۵) وصاحبته﴾ زَوْجَتِهٖ ﴿ وبنيه (۳۶)﴾ يَوْمَ بَدَلٌ مِنْ اِذَا وَجَوَابُهَادَلَّ عَلَيْهِ ﴿لكل امرى منهم يومئذ شأن يغنيه (۳۷)﴾ حَالٌ يَشْغَلُهٗ عَنْ شَاْنِ غَيْرِهٖ اَىْ اِشْتَغَلَ كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهٖ ﴿ وجوه يومئذ مسفرة (۳۸)﴾ مُضِيْئَةٌ ﴿ضاحكة مستبشرة (۳۹)﴾ فَرِحَةٌ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿ووجوه يومئذ عليها غبرة (۴۰)﴾ غُبَارٌ ﴿ترهقها﴾ تَغْشَاهَا ﴿ قترة (۴۱)﴾ ظُلْمَةٌ وَسَوَادٌ ﴿اولئك﴾ اَهْلُ هٰذِهِ الْحَالَةِ ﴿ هم الكفرة الفجرة (۴۲)﴾ اَىِ الْجَامِعُوْنَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْفُجُوْرِ.

﴿ترجمہ﴾

تیوری چڑھائی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عبس" کا معنی چہرے پر نا گواری کے اثرات ظاہر ہونا ہے) اور مونھ پھیرا (اعراض کیا اس لیے کہ) اس کے پاس نابینا حاضر ہوا (مراد اس سے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش جن کے ایمان لانے کی آپ کو امید تھی جن کے اسلام لے آنے کی آپ کو سخت خواہش تھی، کو تبلیغ کرنے میں مشغول تھے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے کو منقطع کر دیا۔ ان نابینا صحابی کو علم نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اہم کام میں مشغول ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے لگے جو اللہ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ کی طرف واپس ہو گئے تو اس کلام کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب محبوبانہ کیا گیا۔ جو اس سورت میں نازل ہے اس سورت کے نزول کے بعد جب بھی حضرت عبداللہ حاضر خدمت ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے اس شخص کی آمد مرحبا جس کے بارے میں مجھے میرے رب عزوجل نے عتاب فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اپنی مبارک چادر بچھا دیا کرتے،......الخ......) اور تمہیں کیا معلوم (ما یدریک بمعنی ما یعلمک ہے) شاید وہ ستھرا ہو

(''یــزکـــی ''اس میں اصل میں تاء کا زاء میں ادغام کیا گیا ہے معنی آیت یہ ہے کہ شائد وہ تم سے سنکر گناہوں سے پاک ہو جائے). یا نصیحت لے (''یذکو ''اس میں اصل میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے یہ بمعنی یتعظ ہے) تو اسے فائدہ دے نصیحت (جو اس نے تم سے سنی ہے، ایک قرائت میں'' فتنفعه ''کو منصوب پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ جواب ترجی ہوگا) وہ جو بے پرواہ بنتا ہے (مال کے سبب سے) تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو (تـصدی بمعنی تـقبـل و تتعر ض ہے،'' تـصدی ''ایک قرائت میں صاد مشددہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اصل میں تائے ثانیہ کا صاد میں ادغام کیا گیا ہے) اور تمہارا کچھ زیاں نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو (ایمان لا کر) اور وہ جو تمہارے حضور ناز سے دوڑتا آیا (''یسعی ''یہ ''جاء ''کے فاعل سے حال بن رہا ہے) اور وہ ڈرتا ہے (اللہ ﷻ سے، مراد اس سے وہی نابینا صحابی ہیں'' وھو یخشی ''یہ'' یسعی ''کے فاعل سے حال بن رہا ہے) تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو (تـلهـی بمعنی تشـا غل ہے،'' تـلهـی ''میں اصل میں دوسری والی تاء کو حذف کر دیا گیا ہے) یوں نہیں (یعنی ایسا نہ کیجیے) بیشک وہ (یعنی وہ آیت یا آیات) تو نصیحت ہے (مخلوق کے لیے، تـذ کـر ۃ بمعنی عـظـۃ ہے) تو جو چاہے اسے یاد کرے (پھر اس سے نصیحت لے، ذکر بمعنی حفظ ہے) ان صحیفوں میں......۲...... (''صـحـف مکر مۃ'''' انها '' کی خبر ثانی ہے اس کا ماقبل کلام جملہ معترضہ ہے) جو کہ عزت والے ہیں (اللہ ﷻ کے حضور) بلند ہیں (آسمانوں میں) منزہ ہیں (شیاطین کی دسترس سے، مـطـهـر ۃ بمعنی منزھۃ ہے) ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں کے (جو اسے لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھتے ہیں، سـفـرۃ بمعنی کتبۃ لکھنے والے ہے) جو کرم والے نکوئی والے (یعنی اللہ ﷻ کے فرمانبردار ہیں مراد اس سے فرشتے ہیں) آدمی پر لعنت ہو (قتل بمعنی لعن ہے،'' الانسان ''سے کافر مراد ہے......۳......) کیا ناشکرا ہے (یہ استفہام توبیخ کے لیے ہے یعنی کس چیز نے اسے کفر کرنے پر ابھارا ہے) اسے کا ہے سے بنایا (یہ استفہام تقدیر کلام کے لیے ہے پھر جس چیز سے پیدا فرمایا اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا) پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا (خون کی بوند، پھر گوشت کی بوٹی سے آخر خلقت تک) پھر راستہ (یعنی اپنی ماں کی پیٹ سے نکلنے کا راستہ، السبیـل کے معنی راستہ ہے) اسے آسان کیا پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا (جو اسے چھپائے ہوئے ہے، اقبـر بمعنی جعلـه فـی القبـر ہے) پھر جب چاہا اسے باہر نکالا (بعث کے لیے) یقیناً (کلا بمعنی حـقـا ہے) اس نے اب تک نہ کیا (لـمـا یقض بمعنی لم یفعل ہے......۴......) جس کا اس نے (یعنی اس کے رب نے) حکم دیا تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے کھانوں کو دیکھے (بنگاہ عبرت کہ اللہ ﷻ نے اس کیلئے کیسا رزق مقدر فرمایا اور رزق کی تدبیر فرمائی) کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا (بادل سے) پھر زمین کو خوب چیرا (نباتات سے) تو اس میں اگایا اناج (جیسے گندم اور جو) اور انگور اور چارہ (''قـضبـا ''ترچارے کو کہتے ہیں) اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ (حـدا ئـق غلبا بمعنی کثیر درختوں والے باغات) اور میوے اور گھاس (جسے چوپائے چرتے ہیں یا، ابا بمعنی تبن ہے) پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ (مراد اس سے نفخہ ثانیہ ہے) اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور بیوی (صـاحبـۃ بمعنی زوجـۃ ہے) اور بیٹوں سے (''یوم ''اذا سے بدل بن رہا ہے اس کے جواب پر مابعد کلام دلالت کر رہا ہے) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے جو اسے دوسروں سے مشغول کر دے گی (اس کی اپنی ایک حالت ہوگی جو اسے دوسرے کے حال سے بے نیاز کر دے گی یعنی ہر کوئی اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہوگا) کتنے مونہ اس دن روشن ہوں گے (مسـفـرۃ بمعنی مـضیئۃ ہے) ہنستے خوشیاں مناتے (یہ مسلمان ہوں گے، مستبشـرۃ بمعنی فرحۃ ہے) اور کتنے موںھوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی (غبـرۃ کے معنی غبار ہے......۵......) چڑھ رہی ہے ان پر (تر ھقھا بمعنی تغشھا ہے) سیاہی (قترۃ بمعنی ظلمۃ وسـواد ہے) وہ لوگ (جو اس حالت میں ہوں گے وہ) ہی ہیں کافر بدکار (یعنی کفر و فجور دونوں کے جامع)۔

﴿ترکیب﴾

﴿عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری﴾

عبس: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تولی: فعل بافاعل، ان جاءہ الاعمی: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، یدریک: فعل بافاعل ومفعول، لعلہ: حرف مشبہ واسم، یزکی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یذکر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: سببیہ، تنفع: فعل، ہ: ضمیر مفعول، الذکری: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اما من استغنی فانت لہ تصدی وما علیک الا یزکی﴾

اما: حرف شرط، من استغنی: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، انت: مبتدا، لہ: ظرف لغو مقدم، تصدی: فعل "انت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: نافیہ، علیک: ظرف مستقر خبر مقدم، الا یزکی: جملہ بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما من جاءک یسعی وھو یخشی فانت عنہ تلھی﴾

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، جاء: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، یسعی: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، و: حالیہ، ھو یخشی: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، انت: مبتدا، عنہ تلھی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ﴾

کلا: حرف ردع وزجر، انھا: حرف مشبہ واسم، تذکرۃ: خبر اول، فی: جار، صحف: موصوف، مکرمۃ: صفت اول، مرفوعۃ: صفت ثانی، مطھرۃ: صفت ثالث، بایدی سفرۃ: ظرف مستقر صفت رابع، کرام بررۃ: ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ف: اعتراضیہ، من: شرطیہ مبتدا، شاء: جملہ فعلیہ شرط، ذکرہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿قتل الانسان ما اکفرہ﴾

قتل الانسان: فعل مجہول ونائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ دعائیہ، ما: استفہامیہ مبتدا، اکفرہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من ای شیء خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ﴾

من ای شیء: جار مجرور مبدل منہ، من نطفۃ: جار مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، خلقہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، خلقہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قدرہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ کلا لما یقض ما امرہ﴾

ثم: عاطفہ، السبیل: "یسر" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یسرہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، اماتہ: جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اقبرہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، اذا شاء: جملہ فعلیہ شرط، انشرہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، کلا: حرف ردع وزجر، لما یقض: فعل نفی بافاعل، ما امرہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلینظر الانسان الی طعامه انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا﴾

ف: مستانفہ، لینظر الانسان: فعل امر نائب فاعل، الی: جار، طعامه: مبدل منہ، انا: حرف مشبہ واسم، صببنا الماء صبا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، شققنا الارض شقا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانبتنا فیها حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکهة وابا متاعا لکم ولا نعامکم﴾

ف: عاطفہ، انبتنا: فعل بافاعل، فیها: ظرف لغو، حبا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عنبا وقضبا......الخ: معطوفات، ملکر مفعول، متاعا: مصدر بافاعل، لکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لانعامکم: جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ ہوکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا جاء ت الصاخة یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه﴾

ف: مستانفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء ت الصاخة: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "اشتغل کل واحد بنفسه" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، یوم: مضاف، یفر المرء: فعل وفاعل، من: جار، اخیه: معطوف علیہ، و: عاطفہ، امه وابیه: معطوفات، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر ماقبل "اذا" سے بدل واقع ہے۔

﴿لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه﴾

لام: جار، کل: مضاف، امری: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، یومئذ: ظرف مقدم، یغنیه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، شان: موصوف اپنی صفت سے، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجوه یومئذ مسفرة ضاحکة مستبشرة ووجوه یومئذ علیها غبرة ترهقها قترة اولئک هم الکفرة الفجرة﴾

وجوه: مبتدا، یومئذ مسفرة: شبہ جملہ خبر اول، ضاحکة: خبر ثانی، مستبشرة: خبر ثالث، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، وجوه: مبتدا، یومئذ: ظرف مقدم، ترهقها قترة: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر اول، علیها غبرة: جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، اولئک: مبتدا، هم الکفرة الفجرة: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......عبس وتولی......☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور عباس بن عبد المطلب اور ابی بن خلف، امیہ بن خلف اشراف قریش کو اسلام کی دعوت فرما رہے تھے اس درمیان میں عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا حاضر ہوئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ندا کر کے عرض کیا کہ جو اللہ جل جلالہ نے آپ سکھایا ہے وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے یہ نہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے گفتگو فرما رہے ہیں اس سے قطع کلام ہوگا۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گزری اور آثار ناگواری چہرہ اقدس پر نمایاں ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دولت سرائے اقدس کی طرف واپس ہوئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی معذوری کی طرف اشارہ ہے کہ قطع کلام ان سے اس وجہ سے واقع ہوا۔ اس آیت کے نزول کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اکرام فرماتے تھے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیوری چڑھانے کا بیان:

ا......حضرت ام مکتوم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور امور دین میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج تھے اور کافر اسلام کے حلقے میں

داخل نہ تھے اوران کفار کا اسلام لانا دیگر کے اسلام لانے کا سبب اور ذریعہ تھا اور ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تبلیغ کے دوران کلام کرنا خیر کی منفعت کو کاٹنے کے لئے کافی تھا جو کہ قلیل غرض کے حصول کے لئے کثیر خیر کو منقطع کرتا تھا۔اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ذنب اور معصیت تھا،اب جب اتنا ثابت ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمانا کیوں کر روا ہوگا؟ ہم کہتے ہیں کہ اس وہم کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اغنیاء کی جانب مائل ہوتے ہیں اور فقراء کو ترجیح نہیں دیتے،یعنی فقراء پر اغنیاء کو ترجیح دیتے ہیں اور فقراء کی دل آزاری کی پرواہ نہیں فرماتے،جو کہ منصب نبوت کے برخلاف ہے پس اللہ عزوجل کا اس انداز میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل منصب نبوت کے منافی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ترک اولی اور ترک افضل کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ (روح البیان، ج ۱۰،ص ۳۹۲)

امام قرطبی فرماتے ہیں: ہمارے علماء کا مؤقف ہے کہ ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سوءِ ادب نہ تھا،اگر وہ عالم(دیکھ لینے کی قدرت رکھتے) ہوتے تو جان لیتے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو تبلیغ کرنے میں مصروف ہیں،اوران کے اسلام میں داخل ہونے کی جستجو فرمارہے ہیں،لیکن اللہ عزوجل نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے عتاب والے جملے ارشاد فرمائے تاکہ اہل صفہ کے دل نہ ٹوٹ جائیں،اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جان لیں کہ فقیر مومن بہتر ہے غنی سے۔اور مومن کی جانب توجہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو اور فقراء کے ایمان کو اغنیاء کے ایمان پر برتری چاہنے کی طمع پر مبنی عمل ہے،اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی یقیناً مصلحت کارفرما تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے ایک اور مقام پر فرمایا:﴿ما کان لنبی ان یکون له اسری کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے (الانفال:۶۷)﴾۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی دلی اطمینان کے لئے خطاب کیا گیا تھا کیونکہ یہ ثقہ صحابی تھے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۱۸۵ وغیرہ)

کتب وصحف نصیحت کا ذریعہ ہوتے ہیں:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿کلا انها تذکرة فمن شاء ذکره فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی سفرة یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اسے یاد کرے ان صحیفوں میں عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے (عبس:۱۱تا۱۵)﴾۔اس کلام میں صحف سے مراد لوح محفوظ ہے یا اس سے مراد وہ صحیفے ہیں جنہیں ملائکہ لوح محفوظ سے لکھتے ہیں یا اس سے مراد حضرات انبیائے کرام کے صحیفے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان اس قول کی تائید کرتا ہے:﴿وانه لفی زبر الاولین اور بیشک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے (الشعراء:۱۹۶)﴾،﴿ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسی بیشک یہ اگلے صحیفوں میں ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں (الاعلی:۱۸،۱۹)﴾ یا اس سے مراد وہ صحیفے ہیں جنہیں صحابہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا تھا،وہ صحیفے اللہ عزوجل کے ہاں بڑے معزز ہیں۔ (المظہری، ج ۷،ص ۳۴۹)

عند اللہ کس پر لعنت کرنا جائز ہے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿قتل الانسان ما اکفره آدمی مارا جائے کیا ناشکرا ہے (عبس:۱۷)﴾۔لغت میں لعنت طرد وابعاد(دھتکار ودوری) کے معنی میں ہے اور اہل شریعت اس سے کبھی طرد وابعادِ رحمتِ الٰہی و بہشت سے،اور کبھی طرد وابعادِ جنابِ قرب سے ورحمت خاص و درجہ مقربین مراد لیتے ہیں۔پہلا معنی کافر کے ساتھ خاص ہے،جس کا کفر پر مرنا یقینی ہے جیسے ابوجہل،ابولہب،فرعون،شیطان،ہامان،ان پر لعنت جائز،حضرات انبیائے کرام جن پر لعنت کرتے تھے،یا علامِ الٰہی (اللہ عزوجل کے بتانے سے)ان کے کافر مرنے پر واقف تھے اور فرشتے بھی انہی پر لعنت کرتے ہیں جن کی بدانجامی سے یا علام الٰہی واقف ہوتے ہیں یا انبیاء و ملائکہ کافروں پر بوصفِ کفر لعنت کرتے ہیں یعنی﴿فلعنة الله علی الکفرین تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر (البقرة:۸۹)﴾۔

شریعت کی اصطلاح میں لعنت کے دو طرح کے معنی بیان کئے گئے ہیں: (۱)......اللہ ﷻ کی رحمت اور جنت سے دوری، تو کسی پر لعنت کرنے کے معنی کبھی تو یہ ہونگے کہ تو اللہ ﷻ کی رحمت و جنت سے دور ہو۔ (۲)......کبھی اللہ ﷻ کے قرب اور اس کی خاص رحمت سے دوری، یا پچھلے نیک بندوں کو اس کی جناب میں جو مرتبہ ملا اس مرتبے سے دوری مراد ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: لعنت کرنا کسی پر جائز نہیں، سوائے اس کے جس کے کافر مرنے کی خبر مخبر صادق (سید عالم ﷺ) نے دی، اور کافر مخصوص پر کہ اس کا ایمان اس دم آخیر محتمل ہو، لعنت نہ کرے۔ مزید فرماتے ہیں: کسی مسلمان پر لعنت نہ کرے اور اُسے مردود و ملعون نہ کہے اور جس کافر کا کفر پر مرنا یقینی نہیں اُس پر بھی نام لے کر لعنت نہ کرے، یہاں تک کہ بعض علماء کے نزدیک مستحق لعنت پر بھی لعنت نہ کرے، یونہی مچھر، ہوا، جمادات وحیوانات پر بھی لعنت جائز نہیں۔

مزید فرماتے ہیں: لعنت ابتداء ہی اس طرف نہیں لوٹ آتی، بلکہ وہ پہلے باہر، اوپر، نیچے جاتی ہے، جب اس کو دشواری پیش آتی ہے تو پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے جس پر یہ کہی گئی تھی، اگر وہ اس کا اہل یا مستحق نہیں تھا تو پھر وہ لوٹ کر اپنے قائل کی طرف آجاتی ہے گویا کہ جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کسی پر لعنت نہ کی جائے اور اس بات کا یقین سوائے شارح علیہ السلام کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(اشعة اللمعات، كتاب الاداب، باب: حفظ اللسان من الغيبة والشتم، ج٦، ص٧٥ وغيره)

بعض علماء کے نزدیک یزید کو بھی لعن کرنا جائز نہیں۔ جب کہ امام احمد اس کو لعنت کرنا جائز کہتے ہیں۔

☆...... مؤمن کے لئے کسی کو لعنت کرنا جائز نہیں۔ (سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب: ما جاء في اللعن والطعن، رقم: ۲۰۲۶، ص۵۹۳)

☆...... المومن ليس بلعان: مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔

(مشكوة المصابيح، كتاب الادب، باب: حفظ اللسان من الغيبة والشتم، الفصل الثانی، ج٦، ص۴۱۳)

☆...... "بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ وشفیع نہ ہونگے"۔ (المرجع السابق)

انسان کا وجود از ابتداء تا انتہاء:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿من ای شیء خلقه من نطفة خلقه فقدره ......الخ اسے کاہے سے بنایا پانی کی بوند سے اُسے پیدا کیا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اُسے راستہ آسان کیا پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا باہر نکالا کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا (عبس: ۱۸ تا ۲۳)﴾۔ انسان کو پانی کی گندی بوند سے پیدا کرنے، ماں کے پیٹ میں شکل وصورت دینے، اس کے رزق، زندگی، موت، سعید وشقی ہونا مقدر کر لینے، موت سے ہمکنار کر لینے پر منوں مٹی کے نیچے قبر میں داب دینے، پھر قبر سے دوبارہ بکھرے اعضاء اور جوہر کو سمیٹ کر زندہ کرنے، الغرض یہ انسان کی وہ تاریخ ہے جو صدیوں سے قائم ہے۔ جب سے نسل انسانی کو وجود ملا، جب سے آدمیت کا آغاز ہوا، جب سے انسان دنیا میں بسنے لگا، جب سے دھرتی انسان کے وجود سے آباد وشاد رہنے لگی یہی سلسلہ چل رہا ہے اور یقیناً تا قیام قیامت چلتا جائیگا۔

چہروں پر خوشی ہونے یا گرد پڑی ہونے کا معنی:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ وجوه يومئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة ووجوه يومئذ عليها غبرة کتنے موںھ اس دن روشن ہونگے ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے مونھوں پر اُس دن گرد پڑی ہوگی (عبس: ۳۸ تا ۴۰)﴾۔ مراد جنتیوں کے مونھ ہیں جن پر خوشی کے آثار نمایاں ہونگے، اور چہروں پر گرد ہونے سے کافر کے مونھ مراد ہیں جن پر قیامت کے دن دھول مٹی پڑی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ بہائم کو قضاء کے بعد مٹی کر دیا جائے گا اور یہی مٹی کافروں کے مونھ پر ڈالی جائے گی۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۷۸)

ابن کثیر کہتے ہیں: لوگ اُس دن دو گروہوں میں ہونگے ، (۱)...... مسرور، جن کے دل خوشی سے کھل کھلا رہے ہونگے ، جن کے چہروں سے خوشی کے آثار نمودار ہورہے ہونگے اور یہ لوگ جنتی ہونگے ۔ (۲)...... وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ پڑ چکے ہونگے ، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کافروں کے مونھوں پر لگام ڈال دی جائے گی اور پھر ان کے چہروں پر مٹی پھینک دی جائے گی'' ۔ یعنی ان کے چہرے سیاہ ہوجائیں گے۔

(ابن کثیر، ج٤، ص ٥٧٣)

اغراض:

الذی ھو حریص علی اسلامھم: میں اشراف قریش کے لئے نعت (صفت) ہے، اور مناسب یہ تھا کہ ''الذین'' سے تعبیر کرتے۔ **ما علمک اللہ:** مراد قرآن اور اسلام ہے، اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک نابینا خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب کہ آقائے دوجہاں ﷺ قریش کے سرداروں عتبہ و شیبہ (ربیعہ کے بیٹوں)، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے...... مزید شان نزول کا مطالعہ کیجئے۔

ولم یدر الاعمی: میں یہ جواب دوں گا کہ ہوسکتا ہے کہ صحابی کو علم نہ ہو، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیشی کی وجہ سے اُس پر دہشت طاری ہوگئی ہو اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آنے والوں کی عقلیں کام نہیں کرتیں، اور محبت کرنے والا اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ اُسے کچھ تعلیم حاصل ہوجائے اور آقائے دوجہاں کا توجہ نہ فرمانا کوئی مکروہ یا خلاف اَولیٰ فعل نہ تھا بلکہ یہ فعل تو حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیلے سے متعلق تھا، ملخصاً۔

وبسط لہ ردائہ: یعنی سید عالم ﷺ نے صحابی سے کہا: کیا تمہیں کچھ حاجت ہے؟'' ۔ **ای تتشاغل:** یعنی کفار قریش کو دعوت اسلام میں مشغول ہونا مراد ہے، اور یہ مشغولیت اگرچہ آپ ﷺ پر واجب نہ تھی لیکن عتاب کا معاملہ حقیقت پر نظر کرتے ہوئے ہوا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ **ما ترعاہ البھائم:** مراد تر اور خشک میوے ہیں، اور یہ ﴿قضبا﴾ سے بطور عموم بیان کیا گیا ہے۔

لا تفعل مثل ذلک: روایت میں ہے کہ اس معاملے کے بعد سید عالم ﷺ نے کسی فقیر سے کبھی تیوری نہ چڑھائی اور نہ ہی کسی غنی کی مدارات فرمائی۔ **لعن الکافر:** یعنی اللہ کی رحمت سے دور، اور اس میں اشارہ ہے کہ انسان سے مراد کافر ہے نہ کہ سارے ہی انسان۔

ای طریق خروجہ من بطن امہ: بعض نے لکھا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کا سر اوپر کی جانب اور قدم نیچے کی جانب ہوتے ہیں، گویا بچہ ماں کے پیٹ میں کھڑا ہوتا ہے اور جب باہر نکلنے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ کی جانب سے الہام کی وجہ سے پلٹ جاتا ہے۔

جعلہ فی قبر یسترہ: اور انسان کے علاوہ کسی پرندے اور درندے کے لئے ایسا ستر بطور اکرام نہ ہوا۔ **تقدم فیھا ایضا:** مراد ''نعم'' کی تفسیر کرنا ہے، اور نعمتیں گائے، اونٹ اور بکری کی صورت میں عطا فرمائیں۔ **مضیئۃ:** چہروں کا روشن ہونا رات کے قیام، یا وضو کے آثار، راہ خدا کے گرد و غبار کی وجہ سے ہوگا۔ **فرحۃ:** اللہ کی کرم نوازیاں اور رضا دیکھ کر فرحت ہونا مراد ہے۔

(الصاوی، ج٦، ص ٢٣٣ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة التكوير مكية وهى تسع وعشرون آية

(سورہ تکویر مکیہ ہے جس میں ۲۹ آیات ہیں)

تعارف سورة التكوير

اس سورت میں ایک رکوع، انتیس آیات ہیں۔ اس سورت میں قیامت اور رسالت کے دلائل دیئے جا رہے ہیں قیامت کے دو مرحلے ہیں: پہلا مرحلہ وہ ہے کہ جب یہ موجودہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا نہ یہ دنیا کا عیش آرام رہے گا اور نہ آسمان پر چمکتے یہ ستارے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو ہو کر ہوا میں مٹی کی طرح اڑنے لگیں گے، اس کے بعد دوسرے مرحلے کا ذکر فرمایا جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور تمام اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر سب بارگاہ خداوندی ﷻ میں جمع ہو جائیں گے اور ان کا حساب و کتاب لیا جائے گا اور سامنے دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور دوسری جنت اپنے عیش آرام کے ساتھ اپنے بندگان خدا کے لئے منتظر ہوگی۔ قیامت کے ذکر کے بعد رسالت کا ذکر فرمایا: کہ قرآن لے کر آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ میرا محبوب ﷺ ہے جو کلام لے کر آیا ہے وہ اس نے خود تالیف نہیں کیا اور نہ ہی کسی اور نے انہیں سکھایا اور پڑھایا بلکہ ایک معزز مکرم فرشتہ جس کی امانت و دیانت میں شک نہیں وہ فرشتہ اللہ ﷻ کی جانب سے لے کر آیا ہے۔

رکوع نمبر: ٦

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذاالشمس كورت (۱)﴾لُفِفَتْ وَذُهِبَ بِنُوْرِهَا﴿واذا النجوم انكدرت (۲)﴾اِنْقَضَتْ وَتَسَاقَطَتْ عَلَى الْاَرْضِ﴿واذا الجبال سيرت (۳)﴾ذُهِبَ بِهَاعَنْ وَجْهِ الْاَرْضِ فَصَارَتْ هَبَاءً مَنْثُوْرًا﴿واذا العشار﴾اَلنُّوْقُ الْحَوَامِلُ﴿ عطلت (۴)﴾تُرِكَتْ بِلَارَاعٍ اَوْبِلَاحَلْبٍ لَمَّادَهَاهُمْ مِنَ الْاَمْرِوَلَمْ يَكُنْ مَّالٌ اَعْجَبَ اِلَيْهِمْ مِنْهَا﴿واذا الوحوش حشرت (۵)﴾جُمِعَتْ بَعْدَالْبَعْثِ لِيَقْتَصَّ لِبَعْضٍ مِنْ بَعْضٍ ثُمَّ تَصِيْرُتُرَابًا﴿واذا البحار سجرت (٦)﴾بِالتَّخْفِيْفِ والتَّشْدِيْدِاُوْقِدَتْ فَصَارَتْ نَارًا﴿واذا النفوس زوجت (۷)﴾قُرِنَتْ بِاَجْسَادِهَا﴿واذا الموء دة﴾اَلْجَارِيَةُ تُدْفَنُ حَيَّةً خَوْفَ الْعَارِوَالْحَاجَةِ﴿ سئلت (۸)﴾تَبْكِيْتًا لِقَاتِلِهَا﴿باى ذنب قتلت (۹)﴾وَقُرِىءَ بِكَسْرِ التَّاءِ حِكَايَةً لَمَّا تَخَاطَبَ بِهٖ وَجَوَابُهَا اَنْ تَقُوْلَ قُتِلَتْ بِلَاذَنْبٍ﴿واذا الصحف﴾صُحُفُ الْاَعْمَالِ﴿ نشرت (۱۰)﴾بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ فُتِحَتْ وَبُسِطَتْ﴿واذا السماء كشطت (۱۱)﴾نُزِعَتْ عَنْ اَمَاكِنِهَا كَمَايُنْزَعُ الْجِلْدُعَنِ الشَّاةِ﴿واذا الجحيم﴾اَلنَّارُ﴿ سعرت (۱۲)﴾بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِاُجِّجَتْ﴿واذا الجنة ازلفت (۱۳)﴾قُرِّبَتْ لِاَهْلِهَا لِيَدْخُلُوْهَاوَجَوَابُ اِذَااَوَّلُ السُّوْرَةِ وَمَاعَطُفَ عَلَيْهَا﴿علمت نفس﴾اَىْ كُلُّ نَفْسٍ وَقْتَ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴿ ما احضرت (۱۴)﴾مِنْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ﴿فلا اقسم﴾لَازَائِدَةٌ﴿ بالخنس (۱۵) الجوار الكنس (۱٦)﴾هِىَ النُّجُوْمُ الْخَمْسَةِ زُحَلٌ وَالْمُشْتَرِىْ وَالْمَرِيْخُ وَالزُّهْرَةُ وَعَطَارِدُتَخْنُسُ بِضَمِّ النُّوْنِ اَىْ تَرْجِعُ فِىْ مَجْرَاهَا وَرَاءَهَا بَيْنَا تَرَى النَّجْمَ فِىْ اٰخِرِالْبُرْجِ اُذْكُرْرَاجِعًا اِلٰى اَوَّلِهٖ وَتَكْنِسُ بِكَسْرِالنُّوْنِ تَدْخُلُ فِىْ كَنَاسِهَا اَىْ تَغِيْبُ فِى الْمَوَاضِعِ الَّتِىْ تَغِيْبُ فِيْهَا﴿والیل اذا عسعس (۱۷)﴾اَقْبَلَ بِظَلَامِهٖ اَوْاَدْبَرَ﴿والصبح اذا

تنفس (۱۸)﴾ اِمْتَدَّ حَتّٰی یَصِیْرُ نَهَارًا بَیِّنًا ﴿انه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿لقول رسول کریم (۱۹)﴾ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی
وَهُوَ جِبْرِیْلُ اُضِیْفَ اِلَیْهِ لِنُزُوْلِهٖ بِهٖ ﴿ذی قوة﴾ اَیْ شَدِیْدِ الْقُوٰی ﴿عند ذی العرش﴾ اَیِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿
مکین (۲۰)﴾ ذِیْ مَکَانَةٍ مُتَعَلِّقٌ بِهٖ عِنْدَ ﴿مطاع ثم﴾ اَیْ تُطِیْعُهُ الْمَلَائِکَةُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴿
امین (۲۱)﴾ عَلَی الْوَحْیِ ﴿وما صاحبکم﴾ مُحَمَّدٌ عَطْفٌ عَلٰی اَنَّهٗ اِلٰی اٰخِرِ الْمُقْسَمِ عَلَیْهِ ﴿
بمجنون (۲۲)﴾ کَمَا زَعَمْتُمْ ﴿ولقد راٰه﴾ رَاٰی مُحَمَّدٌ جِبْرِیْلَ عَلٰی صُوْرَتِهِ الَّتِیْ خُلِقَ عَلَیْهَا ﴿بالافق
المبین (۲۳)﴾ الْبَیِّنِ وَهُوَ الْاَعْلٰی بِنَاحِیَةِ الْمَشْرِقِ ﴿وما هو﴾ اَیْ مُحَمَّدٌ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ﴿علی
الغیب﴾ مَا غَابَ مِنَ الْوَحْیِ وَخَبَرِ السَّمَاءِ ﴿بضنین (۲۴)﴾ بِمُتَّهَمٍ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالضَّادِ اَیْ بِبَخِیْلٍ فَیَنْتَقِصُ
شَیْئًا مِنْهُ ﴿وما هو﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ ﴿بقول شیطن﴾ مُسْتَرِقِ السَّمْعِ ﴿رجیم (۲۵)﴾ مَرْجُوْمٍ ﴿فاین
تذهبون (۲۶)﴾ فَاَیَّ طَرِیْقٍ تَسْلُکُوْنَ فِیْ اِنْکَارِکُمُ الْقُرْاٰنَ وَاِعْرَاضِکُمْ عَنْهُ ﴿ان﴾ مَا ﴿هو الا ذکر﴾ عِظَةٌ ﴿
للعلمین (۲۷)﴾ اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ ﴿لمن شاء منکم﴾ بَدَلٌ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ بِاِعَادَةِ الْجَارِ ﴿ان یستقیم (۲۸)﴾ بِاتِّبَاعِ
الْحَقِّ ﴿وما تشاءون﴾ اَلْاِسْتِقَامَةَ عَلَی الْحَقِّ ﴿الا ان یشاء الله رب العلمین (۲۹)﴾ اَلْخَلَائِقِ اِسْتِقَامَتَکُمْ
عَلَیْهِ.

﴿ترجمہ﴾

جب سورج کو لپیٹا جائے (اور اس کا نور جاتا رہے......۱......، کورت بمعنی لففت ہے) اور جب تارے جھڑ پڑیں (زمین پر، انکدرت بمعنی انقضت وتساقطت ہے) اور جب پہاڑ چلائے جائیں (سطح زمین میں اور وہ بکھرے ہوئے ذروں کی صورت میں ہو جائیں، سیرت بمعنی ذهب بها ہے) اور جب گابھن اونٹنیاں (یعنی حاملہ اونٹنیاں) چھوٹی پھریں (بغیر چرواہے اور نگران کے چھوڑ دی جائیں، یہ اس لیے ہوگا کہ اس آنے والے امر نے ان کے ہوش اڑا دیئے ہوں گے، اہل عرب کا یہ محبوب ترین حال ہے) اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں (بعد بعث تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے قصاص لے سکیں پھر وہ مٹی ہو جائیں گے) اور جب سمندر سلگائے جائیں (تو وہ سراپا آگ ہو جائیں، سجرت بمعنی اوقدت ہے، ''سجرت'' فعل کو مشدد ومخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور جب جانوں کے جوڑ بنیں (یعنی ارواح کو اجسام کے ساتھ ملا دیا جائے،......۲......) اور جب زندہ دبائی ہوئی (لڑکی جسے عار وفقر کے خوف سے زندہ دفن کر دیا گیا تھا) سے پوچھا جائے (قاتل کو توبیخ کرنے کے لیے) کس خطاء پر ماری گئی (''قتلت'' فعل کو تاء مکسورہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے مخاطب کے کلام کی حکایت کرتے ہوئے اور اس سوال کے جواب میں وہ کہے گی بے گناہ) اور جب نامۂ اعمال (''الصحف'' سے مراد نامۂ اعمال ہے) کھولے جائیں (''نشرت'' فعل کو مشدد ومخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے یہ بمعنی فتحت وبسطت ہے) اور جب آسمان (اپنی جگہوں سے) کھینچ لیا جائے (جیسا کہ بکری کی کھال اس سے کھینچ لیجاتی ہے) اور جب جہنم (''جحیم'' سے مراد جہنم ہے) بھڑکایا جائے (سعرت بمعنی اججت ہے، اسے مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور جب جنت پاس لائی جائے (اہل جنت کے لیے کہ وہ اس میں داخل ہو سکیں، ازلفت بمعنی قربت ہے اور اذا جو ابتدائے سورت میں آیا اور اس کے معطوفات کا جواب ''علمت'' سے آ رہا ہے) جان (ہر جان) کو معلوم ہو جائے گا (ان مذکورہ واقعات کے وقت یعنی بروز قیامت) جو حاضر لائی (اچھائی اور برائی) تو قسم ہے (''لا اقسم'' میں ''لا'' زائدہ ہے) ان کی جو الٹے پھریں

سیدھے چلیں (مراد اس سے یہ پانچ ستارے ہیں: زحل، المشتری، المریخ، الزهرة، عطارد ، ......) "تخنس"، "نون مضمومہ کے ساتھ ہے بمعنی ان کا اپنے مرجع میں پیچھے سے آنا تم دیکھتے ہو کہ ستارہ آخری برج میں ہوتا ہے تب ہی پلٹ کر دوبارہ پہلے برج کی طرف پلٹ آتا ہے اور اگر "تنکس "نون مکسورہ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں معنی ہوگا وہ اپنے چھپنے کی جگہوں میں داخل ہو جاتے ہیں) اور رات کی جب پیٹھ پھیر دے (اپنے اندھیرے کے ساتھ آئے یا جائے) اور صبح کی جب دم لے (یعنی پھیل جائے یہاں تک کہ دن خوب چڑھ جائے) بیشک وہ (یعنی قرآن) عزت والے رسول کا پڑھنا ہے (مراد حضرت جبرائیل امین ہیں جو کہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں لے کر آئے) جو قوت والا ہے (شدید قوت والا ہے) مالک عرش کے حضور (یعنی اللہ کے حضور) عزت والا (معزز، عند کے متعلق ہے) وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے (یعنی زمین و آسمان کے فرشتے اُس کا حکم مانتے ہیں) امانت دار ہے (وحی کی امانت کو جانتا ہے......) اور تمہارے صاحب (یعنی محمد ﷺ، اس کا عطف آخر مضمون مقسم تک "انـــه" پر ہے) مجنون نہیں (جیسا کہ تم گمان کرتے ہو) اور بیشک انہوں نے اُسے (یعنی محمد ﷺ نے حضرت جبرائیل امین کو اُن کی اصل صورت میں) روشن کنارے پر دیکھا (واضح طور پر مشرقی بلندی پر دیکھا) اور یہ نبی (محمد ﷺ) غیب بتانے میں (جو وحی سے پوشیدہ ہو اور آسمانی خبر ہو) بخیل نہیں (بضنین بمعنی بمتهم ہے، اور ایک قرائت ضاد کے ساتھ ہے، یعنی بخل کرتے ہوئے وحی سے کچھ کم نہیں کرتے) اور وہ (یعنی قرآن) مردود (رجیم بمعنی مرجوم) شیطان کا پڑھا ہوا نہیں (چوری چھپے سنی ہوئی) پھر کدھر جاتے ہو (پھر قرآن کا انکار کرتے ہوئے اور اعراض کرتے ہوئے کہاں جاتے ہو؟) وہ (ان بمعنی ما ہے) تو نصیحت ہی ہے (ذکر بمعنی عظة ہے) سارے جہاں کے لئے (انسان اور جنات سب کے لئے) اس کے لئے جو تم میں (جار کے اعادہ کے ساتھ بدل ہے "العاملین" سے) سیدھا ہونا چاہے (حق کی پیروی کر کے) اور تم کیا چاہو (حق پر استقامت کیا چیز ہے؟) مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہاں کا رب (تمام مخلوق کا رب ہے، تمہاری حق پر استقامت کو جانتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا الشمس كورت واذا النجوم انكدرت واذا الجبال سيرت واذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت واذا البحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا الموء دة سئلت باى ذنب قتلت واذا الصحف نشرت واذا السماء كشطت واذا الجحيم سعرت واذا الجنة ازلفت علمت نفس ما احضرت﴾

اذا: ظرف یہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، الشمس: "کورت"، فعل مجہول محذوف کیلئے نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ ، کورت: فعل مجہول با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، ملکر معطوف علیہ ، و: عاطفہ ، اذا ظرف یہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، النجوم "انکدرت" فعل مجہول کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، انکدرت: جملہ فعلیہ مفسرہ، ملکر معطوف اول ، و اذا الجبال سیرت: بمطابق ترکیب ماقبل معطوف ثانی، و اذا العشار عطلت: معطوف ثالث، و اذا الوحوش حشرت: معطوف رابع، و اذا البحار سجرت: معطوف خامس، و اذا النفوس زوجت: معطوف سادس، و: عاطفہ، اذا ظرف یہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، الموء دة: "سئلت"، فعل مجہول کیلئے مجہول نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، سئلت: فعل مجہول با نائب الفاعل، بای ذنب قتلت: جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، ملکر معطوف سابع، و اذا الصحف نشرت و اذا السماء كشطت: معطوف ثامن، و: عاطفہ، اذا الجحيم سعرت: معطوف تاسع، و اذا الجنة ازلفت: معطوف عاشر، ملکر شرط، علمت نفس: فعل و فاعل، ما احضرت: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس والیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس﴾

ف: مستانفہ، لا: زائد، اقسم: فعل بافاعل، ب: جار، الخنس: مبدل منہ، الجوار الکنس: مرکب توصیفی بدل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیل: معطوف اول، و الصبح: معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذا: مضاف، عسعس: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا: مضاف، تنفس: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ۔

﴿انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین﴾

انہ: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، قول: مضاف، رسول: موصوف، کریم: صفت اول، ذی قوۃ: صفت ثانی، عند ذی العرش: ظرف متعلق بحذوف حال مقدم، مکین: ذوالحال، ملکر صفت ثالث، مطاع: اسم مفعول با نائب الفاعل، ثم: ظرف، ملکر شبہ جملہ صفت رابع، امین: صفت خامس، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل قسم کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وما صاحبکم بمجنون ولقد راہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، صاحبکم: اسم، ب: زائد، مجنون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ لقول رسول کریم" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، راہ: فعل بافاعل ومفعول، بالافق المبین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ھو: اسم، علی الغیب: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، ضنین: بمعنی فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "انہ لقول" پر معطوف ہے۔

﴿وما ھو بقول شیطن رجیم فاین تذھبون ان ھو الا ذکر للعلمین لمن شاء منکم ان یستقیم﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ھو: اسم، ب: زائد، قول شیطن رجیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، این: اسم استفہام مفعول مقدم، تذھبون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان: نافیہ، ھو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، ذکر: موصوف، للعلمین: جار مجرور مبدل منہ، لام: جار، من: موصولہ، شاء: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ان یستقیم: بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر بدل، ملکر ظرف مستقر خبر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العلمین﴾

و: عاطفہ، ماتشاء ون: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، یشاء: فعل، اللہ: مبدل منہ، رب العلمین: بدل، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر با جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سورج، چاند، ستاروں کو دوزخ میں ڈالا جانا:

۱...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اذا الشمس کورت جب دھوپ لپیٹی جائے (التکویر: ۱)﴾۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج اور چاند کو بروز قیامت لپیٹ دیا جائے گا"۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر، رقم: ۳۲۰۰، ص ۵۳٤)

امام حسن بصری کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ سورج اور چاند کو کیوں آگ میں ڈالا جائے گا، ان کا کیا قصور ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ انہیں اس لئے آگ میں نہیں ڈالا جائے گا کہ ان کی وجہ سے کوئی نقصان ہو چکا ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ انہیں آگ میں ڈالنے کی وجہ یہ ہو کہ دوزخ کی حرارت میں مزید اضافہ کرنا مقصود ہو اور یونہی امام طیبی نے بھی لکھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں اس لئے آگ میں ڈالا جانا

مقصود ہو کہ ان کی وجہ سے اہل نار کو عذاب دیا جائے، اوراس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نوریوں کو عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو (تاریکی کی) تکلیف دور کرنے کیلئے ہوتے ہیں اور انہیں آگ میں ڈالا جانا فقط اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ آگ ہی سے بنے ہوئے ہیں۔
(روح البیان، ج ۱۰، ص ۴۰۷)

اجسام وارواح کا باھمی تعلق :

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿واذا النفوس زوجت اور جب جانوں کے جوڑ بنیں (التکویر:۷)﴾۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر شخص کو اُس قوم کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس کے عمل باہم ایک جیسے ہونگے''۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاجر (بُرے) کو فاجر کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور صالح (نیک) کو صالح کے ساتھ ملایا جائے گا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب انسان تین ازواج (جوڑ) میں منقسم تھا، سابقون زوج، یعنی صنف، اصحاب یمین زوج اور اصحاب شمال زوج اور اُن سے یہ بھی مروی ہے کہ مومنین کے جوڑ حور عین کے ساتھ، کافروں کے شیاطین کے ساتھ اور اسی طرح منافقین کے بھی جوڑ جُڑے ہوئے ہونگے۔اہل جنت واہل دوزخ کو ان کی شکلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا پس فرمانبرداروں کو ان کی اقسام کے لوگوں کے ساتھ، متوسط درجے کے لوگوں کو انہی کے سے لوگوں کے ساتھ اور نافرمانوں کو اُنہی کے جیسے نافرمانوں کے ساتھ ملایا جائے گا پس ہر چیز کو اُسی کی مثل چیز کے ساتھ ملایا جائے گا۔ایک قول یہ ہے کہ جنتی کو جنت میں جانے والوں اور دوزخی کو دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ ملایا جائے گا۔عکرمہ کہتے ہیں کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ ملایا جائے گا یعنی رُوحوں کو جسموں کے ساتھ کر دیا جائے گا۔حسن کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اس کے گروہ کے ساتھ کر دیا جائے گا مثلاً یہود کو یہود کے ساتھ، نصاریٰ کو نصاریٰ کے ساتھ، مجوس کو مجوس کے ساتھ اور ہر وہ جو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی پوجا کرتا ہوگا اُسے اسی جیسوں کے ساتھ ملایا جائے گا جیسا کہ منافقین کو منافقین کے ساتھ، مومنین کو مومنین کے ساتھ ملایا جائے گا۔گمراہ کرنے والوں کو شیطان اور بغض وعداوت رکھنے والوں کے ساتھ، مطیع وفرمانبرداروں کو جو اللہ عزوجل کی جانب لوگوں کو ملاتے ہیں اُنہیں مومنین اور حضرات انبیائے کرام کے ساتھ ملایا جائے گا، ہر ایک کو اُن کے جیسے اعمال کے کرنے والوں کے ساتھ کر دیا جائے گا اور اسی کو جوڑ ملانا کہتے ہیں۔
(القرطبی، الجزء:۳۰، ص ۲۰۱ وغیرہ)

ستاروں کی تاثیر کا علم سائنس وشرعی نقطہ نگاہ سے:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿الجوار الکنس سیدھے چلیں تھم رہیں (التکویر:۱۶)﴾۔اس سے مراد کواکب خمسہ ہیں: زُحل، مشتری، عطارد، مریخ، زہرۃ۔انہیں تمام نجوم میں خاص کرنے کی دو وجوہات ہیں: (۱)...... یہ سورج کا استقبال کرتے ہیں، (۲)...... کہکشاں کو قطع کرتے ہیں۔حسن وقتادہ کے نزدیک وہ ستارے مراد ہیں جن کے چھپنے کی وجہ سے صبح طلوع ہوتی ہے، اور یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ ستارے جو رات میں نظر آتے ہیں اور دن میں چھپ جاتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس سے مراد نیل گائے ہے کیونکہ اُس میں بھی ظاہر ہونے اور چھپ جانے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔جب کہ اصل یہی ہے کہ مراد کواکب ہیں۔
(القرطبی، الجزء:۳۰، ص ۲۰۵ وغیرہ)

اسلام میں ستاروں کی تاثیر کا علم: قمر در عقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو بُرا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو بُرا جانتے ہیں، ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے، یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں، کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی، یہ بھی خلاف شرع ہے، اس طرح پنچھتروں کا حساب کہ فلاں پنچھتر سے بارش ہوگی یہ بھی غلط

ہے، حدیث میں اس پر بھی سختی سے انکار فرمایا۔ (بہار شریعت، متفرقات، حصہ :١٦، ج٣، ص ٦٥٩)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ صفات کا بیان:

۴..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین﴾ بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے (التکویر:١٩ تا ٢١)﴾. اس مقام پر اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں: (١)..... حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام ہیں جو کہ حضراتِ انبیائے کرام کی جانب بھیجے گئے، (٢)..... اپنے رب عزوجل کی جانب سے کریم یعنی معزز ہیں اور لوگوں کے نزدیک بھی معزز ہیں جو کہ معرفت وہدایت مومنین کے لئے اور دشمنانِ خدا پر قہر وغضب کے لئے معروف ہیں۔ (٣)..... قوت والے ہیں، ضعف وکمزوری ان میں نہیں پائی جاتی اور ان کی قوت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ قوم ثمود ان کی ہولناک آواز سے ہلاک ہوگئی اور صبح ایسے نظر آئی جیسا کہ جسموں میں جان ہی نہ تھی۔ (٤)..... عرشِ الٰہی کے نزدیک ان کا ٹھکانہ ہونا، اور ان کا اکرام اتنا بلند ہے کہ مقامِ رفیعہ کے مالک ہیں۔ (٥)..... ان کی فرمانبرداری آسمانوں میں کی جاتی ہے، جیسا کہ لیلۃ المعراج میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، جس طرح زمین والوں پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری فرض ہے اسی طرح آسمان والوں پر جبرائیل امین علیہ السلام کی فرمانبرداری فرض ہے۔ (٦)..... امین ہیں یعنی اللہ عزوجل کی جانب سے وحی پہنچانے میں خیانت نہیں کرتے۔ (روح البیان، ج١٠، ص ٤١٥ وغیرہ)

اغراض:

بنورھا: بمعنی بضوئھا ہے۔ لففت: مناسب یہ تھا کہ لففت کے بجائے لفت کہا جاتا، معنی یہ ہے کہ بعض کا بعض کو لپیٹنا، اور اس کے ذریعے سمندر میں کچھ پھینکنا، پھر اللہ اُس پر ایسی ہوا بھیجے کہ وہ آگ ہوجائے۔ ولم یکن ما اعجب الیھم منھم: یعنی مال ہوتے ہوئے اس کی پرواہ کرنے والا کوئی نہ ہو، جب مال ہی نہ ہو تو کیا معاملہ ہوگا، اسی لئے مفسر نے مذکورہ جملے کی جانب اشارہ فرمایا۔ قرنت باجسادھا: یعنی روحیں جسموں کی جانب پھیر دی جائیں، اور النفوس بمعنی الارواح ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر ایک اپنی قوم کی طرف پھیرا جائے گا، پس یہودی یہود کی طرف، نصرانی نصاریٰ کی طرف، اور اسی طرح خیال کرلیں، نیک شخص نیک لوگوں کی طرف جنت میں اور بُرا شخص بُرے کی طرف جہنم میں پھیرا جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مومنین کے نفوس بڑی آنکھوں والی حوروں کی طرف اور کافروں کی نفوس شیطانوں کی طرف اور اسی طرح منافقین کی روحیں بھی شیاطین کی طرف پھیری جائیں گی اور ہر ایک اپنی اصل کی جانب پھرے گا۔ اججت: یعنی جہنم کافروں کے لئے بھڑکائی جائے گی۔

وھو: مراد امورِ خیر وشر کے حصول کا وقت ہے۔ الجاریۃ: سے مراد مطلق مونث کی طرف اشارہ ہے۔ والحاجۃ: یعنی فقر، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب بھی بچے کی ولادت کا وقت قریب ہوتا تو ایک گڑھا کھود دیا جاتا، پس اگر بیٹا ہوتا تو اُسے زندہ رکھتے ورنہ اُسی گڑھے میں دبا دیتے۔ صحف الاعمال: یعنی موت کے وقت اعمال نامے لپیٹ دیئے جائیں گے اور حساب کے وقت کھولے جائیں گے۔

ھی النجوم: مراد سیارہ ہے، نہ کہ سورج اور چاند۔ فی کناسھا: یعنی وہ جگہ جہاں ستارے چھپ جاتے ہیں۔ ای ببخیل: یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں غیب کی خبر دینے میں بخل نہیں کرتے، بلکہ جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اُس کے مطابق تمہیں خبر دیتے ہیں اور کاہن کی مانند اپنے پاس کچھ چھپاتے نہیں۔ (الصاوی، ج٦، ص ٢٣٨ وغیرہ)

سورۃ الانفطار مکیۃ وھی تسعۃ عشر آیۃ

(سورہ انفطار مکیہ ہے جس میں ١٩ آیات ہیں)

تعارف سورۃ الانفطار

اس سورت میں ایک رکوع، انیس آیتیں، اسی کلمے، تین سوستائیس حروف ہیں۔ اس سورت میں وقوع قیامت کا ہولناک منظر پیش کرنے کے بعد فرمادیا کہ اس دن فریب کے سارے پردے چاک ہوجائیں گے اور حقیقت اپنی صحیح صورت میں نمایاں ہوجائے گی۔ ہر آدمی کو اس کے کئے کا پتہ چل جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا؟ نیکی یا بدی کا جو بیج بویا تھا اس کے اچھے یا برے نتائج مرتب ہوں گے پھر انسان کو کہا جارہا ہے اے انسان جس رب ﷻ نے تجھے پالا اور تم پر بے شمار انعامات کئے اب تم اسی کی ناشکری کررہے ہو تم یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ کررہے ہو اس کی تم پر گرفت نہیں ہوگی بلکہ یہ تمہاری بھول ہے ہم نے معتبر فرشتے مقرر کردیئے ہیں جو تیرے ہر فعل اور ہر قول کو ضبط کررہے ہیں اس ریکارڈ کے مطابق نیکوں کو ان کی نیکی کی جزا اور بروں کو ان کی برائی کی سزا ضرور ملے گی۔

رکوع نمبر: ٧

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذا السماء انفطرت (١)﴾ اِنْشَقَّتْ ﴿واذا الكواكب انتثرت (٢)﴾ اِنْقَضَتْ وَتَسَاقَطَتْ ﴿واذا البحار فجرت (٣)﴾ فُتِحَ بَعْضُهَا فِىْ بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا وَاخْتَلَطَ الْعَذْبُ بِالْمِلْحِ ﴿واذا القبور بعثرت (٤)﴾ قُلِّبَ تُرَابُهَا وَبُعِثَ مَوْتَاهَا وَجَوَابُ اِذَا وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا ﴿علمت نفس﴾ اَىْ كُلُّ نَفْسٍ وَقْتَ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿ما قدمت﴾ مِنَ الْاَعْمَالِ ﴿و﴾ مَا ﴿اخرت (٥)﴾ فَلَمْ تَعْلَمْهُ ﴿يايها الانسان﴾ اَلْكَافِرُ ﴿ما غرك بربك الكريم (٦)﴾ حَتّٰى عَصَيْتَهُ ﴿الذى خلقك﴾ بَعْدَ اَنْ لَّمْ تَكُنْ ﴿فسوك﴾ جَعَلَكَ مُسْتَوِى الْخَلْقِ سَالَ الْاَعْضَاءِ ﴿فعدلك (٧)﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ جَعَلَكَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ مُتَنَاسِبَ الْاَعْضَاءِ لَيْسَتْ يَدٌ اَوْ رِجْلٌ اَطْوَلُ مِنَ الْاُخْرٰى ﴿فى اى صورة ما﴾ زَائِدَةٌ ﴿شاء ركبك (٨) كلا﴾ رَدْعٌ عَنِ الْاِغْتِرَارِ بِكَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿بل تكذبون﴾ اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ ﴿بالدين (٩)﴾ اَلْجَزَاءِ عَلَى الْاَعْمَالِ ﴿وان عليكم لحفظين (١٠)﴾ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لِاَعْمَالِكُمْ ﴿كراما﴾ عَلَى اللّٰهِ ﴿كاتبين (١١)﴾ لَهَا ﴿يعلمون ما تفعلون (١٢)﴾ جَمِيْعَهُ ﴿ان الابرار﴾ اَلْمُؤْمِنِيْنَ الصَّادِقِيْنَ فِىْ اِيْمَانِهِمْ ﴿لفى نعيم (١٣)﴾ جَنَّةٍ ﴿وان الفجار﴾ اَلْكُفَّارَ ﴿لفى جحيم (١٤)﴾ نَارٌ مُحْرِقَةٌ ﴿يصلونها﴾ يَدْخُلُوْنَهَا وَيُسَاقُوْنَ حَرَّهَا ﴿يوم الدين (١٥)﴾ اَلْجَزَاءِ ﴿وماهم عنها بغائبين (١٦)﴾ بِمُخْرَجِيْنَ ﴿وما ادرك﴾ اَعْلَمَكَ ﴿ما يوم الدين (١٧) ثم ما ادرك ما يوم الدين (١٨)﴾ تَعْظِيْمٌ لِّشَانِهٖ ﴿يوم﴾ بِالرَّفْعِ اَىْ هُوَ يَوْمٌ ﴿لا تملك نفس لنفس شيئا﴾ مِنَ الْمَنْفِعَةِ ﴿والامر يومئذ لله (١٩)﴾ لَا اَمْرَ لِغَيْرِهٖ فِيْهِ اَىْ لَمْ يُمَكِّنْ اَحَدًا مِنَ التَّوَسُّطِ فِيْهِ بِخِلَافِ الدُّنْيَا۔

﴿ترجمہ﴾

جب آسمان پھٹ پڑے (انفطرت بمعنی انشقت ہے) اور جب تارے جھڑ پڑیں (انتشرت بمعنی انقضت وتساقطت ہے) اور جب سمندر بہا دیئے جائیں (تو وہ ایک سمندر ہو جائے میٹھا کھاری سے مل جائے......۱......"فجرت" کا معنی ہے کہ تمام سمندروں کو باہم ملا دیا جائے) اور جب قبریں کریدی جائیں (ان کی مٹی الٹی جائے اور مردوں کو اٹھایا جائے......۲......معطوف علیہ اور "اذا بعثرت" کا جواب آگے مذکور ہے) جان (یعنی ہر جان) جان لے گی (مذکورہ امور کے وقت یعنی بروز قیامت) جو اس نے آگے بھیجا (یعنی جو اعمال آگے بھیجے) اور (جو اعمال) پیچھے (یعنی جو اعمال نہیں کیے) اے آدمی (مراد انسان سے یہاں کافر ہے) تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے (حتی کہ تو نے اس کی نافرمانی کی) جس نے تجھے پیدا کیا (بعد اس کے کہ تو کچھ بھی نہیں تھا) پھر ٹھیک بنایا (تجھے) پھر ہموار فرمایا (تیری خلقت کو معتدل بنایا تجھے متناسب اعضاء والا بنایا تیرا ایک ہاتھ دوسرے سے اور ایک پیر دوسرے سے چھوٹا بڑا نہیں ہے، "فعدلک" فعل کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) جس صورت میں (فی ای صورۃ ما "میں "ما" زائدہ ہے) چاہا تجھے ترکیب دیا......۳......کوئی نہیں ("کلا" حرف ردع ہے پیدا ہونے والے دھوکے کو کرم الٰہی ﷻ کے سبب دور کیا گیا ہے) بلکہ تم (یعنی کفار مکہ) جھٹلاتے ہو دین کو (اعمال کی جزاء ملنے کو) اور بیشک تم پر کچھ نگہبان ہیں (تمہارے اعمال پر یعنی فرشتے) معزز (اللہ ﷻ کے حضور) لکھنے والے (تمہارے اعمال) جانتے ہیں جو کچھ تم کرو (ان تمام ہی کو......۴......) بیشک نکوکار (یعنی مومنین جو اپنے ایمان میں سچے ہیں) ضرور نعیم (یعنی جنت) میں ہیں اور بیشک بدکار (یعنی کفار) ضرور جحیم (یعنی جلانے والی آگ) میں ہیں اس میں داخل ہوں گے بدلہ کے دن (الدین بمعنی الجزاء ہے) اور انہیں اس سے نہیں نکالا جائے گا (بغائبین بمعنی بمخرجین ہے) تو کیا جانے (ما ادرک بمعنی ما اعلمک ہے) کیسا بدلہ کا دن پھر تو کیا جانے کیسا بدلہ کا دن (یہ استفہامیہ طرز کلام تعظیم شان کے لیے ہے) جس دن ("یوم" مرفوع ہے اس سے پہلے ھو ضمیر مبتدا محذوف ہے) کوئی جان کسی جان کے (نفع کا) کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے (اس بارے میں اس کے غیر کا کچھ حکم نہیں ہو گا یعنی اس روز بالواسطہ بھی حکم کسی کے لیے ممکن نہ ہو گا بخلاف دنیا کے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا السماء انفطرت واذا الکواکب ....علمت نفس ما قدمت واخرت﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، السماء "انفطرت" فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، انفطرت: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا الکواکب انتثرت: بمطابق ترکیب ماقبل معطوف اول، و اذا البحار فجرت: معطوف ثالث، و: عاطفہ، اذا القبور بعثرت: معطوف رابع، ملکر شرط، علمت نفس: فعل وفاعل، ما: موصولہ، قدمت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوک فعدلک﴾

یایھا الانسان: نداء، ما: استفہامیہ مبتدا، غرک: فعل با فاعل ومفعول، ب: جار، ربک: موصوف، الکریم: صفت اول، الذی: موصول، خلقک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سوک: جملہ فعلیہ معطوف، ف: عاطفہ، عدلک: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت ثانی، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فی ای صورۃ ما شاء رکبک کلا بل تکذبون بالدین﴾

فی: جار، ای: مضاف، صورۃ: موصوف، ما: زائدہ، شاء: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، رکب: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، کلا: حرف ردع وزجر، بل: حرف اضراب، تکذبون: فعل بافاعل، بالدین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان علیکم لحفظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون﴾

و: مستانفہ، ان: حرف مشبہ، علیکم: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، حفظین: موصوف، کراما: صفت اول، کاتبین: صفت ثانی، یعلمون: فعل بافاعل، ماتفعلون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم یصلونها یوم الدین﴾

ان الابرار: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، فی نعیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان الفجار: حرف مشبہ واسم، لفی جحیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یصلونها: فعل بافاعل ومفعول، یوم الدین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وما هم عنها بغائبین وما ادرک ما یوم الدین ثم ما ادرک ما یوم الدین﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، هم: اسم، عنها: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، غائبین: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، یوم الدین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، ماادرک مایوم الدین: جملہ اسمیہ ماقبل "ماادرک" پر معطوف ہے۔

﴿یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ لله﴾

یوم: مضاف، لاتملک نفس: فعل نفی وفاعل، لنفس: ظرف لغو، شیئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، الامر: ذوالحال، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا، لله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سمندروں کا قیامت کے وقت مل جانے کے محامل:

۱...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذ البحار فجرت اور جب سمندر بہادیئے جائیں (الانفطار: ۳)﴾۔ سمندروں کے بہادیئے جانے کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں چنانچہ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ عزوجل بعض سمندر کو بعض کے ساتھ ملادے گا اور یہ قول ابن عباس کا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل میٹھے اور نمکین پانی کے سمندر کو ملادے گا۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۱۰۷)

امام رازی کہتے ہیں: اس بارے میں مفسرین کرام کے تین اقوال ہیں: (۱)...... اللہ عزوجل سمندروں کے مابین رکاوٹ کو ہٹادے گا اور دو سمندر باہم مل جائیں گے۔ (۲)...... اس وقت سمندر کا پانی ٹھہرا ہوا ہے لیکن بعد میں جب زلزلہ آئے گا تو دو سمندر باہم مل جائیں گے اور یہ پانی باہم مل جائے گا۔ (۳)...... فجرت کے معنی یہ ہیں کہ سمندر کو خشک کردیا جائے گا۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۷۳)

قبروں کا شق ہونا اور مُردوں کا باہر نکلنا:

۲...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذ القبور بعثرت اور جب قبریں کریدی جائیں (الانفطار: ۴)﴾۔ یعنی جو کچھ ان قبروں میں موجود ہے سب زندہ ہوکر باہر نکل آئے۔ متاع قبر باہر ہوجائے، قبر کے پیٹ سے سب کچھ باہر برآمد ہوجائے۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین سونے چاندی کو اُگل دے اور یہ قیامت کے قریب وقت آئے گا کہ زمین اپنے خزانے اُگل دے گی۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۲۱۲)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "انا سید ولد آدم یوم القیامة واول ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب: فی التخییر بین الانبیاء، رقم: ٤٦٧٣، ص ٨٧٥)

انسان کو مکرم کرنا اوراچھی شکل وصورت دینا:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یایها الانسان ما غرک بربک الکریم......الخ اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا (الانفطار: ٦تا٨) ﴾۔ اے انسان تجھے کس چیز نے اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنے اور اس عمل کی جانب مائل کیا جو اُس احکم الحاکمین کی شان کے لائق نہیں ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ جو تیرے ہاتھ میں ہے اور جو کچھ تجھ سے پوشیدہ ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور اللہ ﷻ نے انسان کو مکرم کیا اور اُسے اپنی صفتِ قہار سے بچانے کا سامان کیا کہ کہیں شیطان کے دھوکے میں بربادی مول نہ لے جب کہ شیطان بندے کو یہی کہتا ہے کہ تو جو چاہے کر لے کیونکہ تیرا رب ﷻ کریم ہے اور وہ تجھ پر دنیا وآخرت میں فضل فرمائے گا۔ مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہاں کس انسان کو خطاب کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہاں مراد کافر ہے بلکہ عکرمہ کہتے ہیں کہ مراد اُبی بن خلف ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد ہر نافرمان ہے کیونکہ یہاں عمومیت مراد ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿علمت نفس ہر جان جان لے گی (الانفطار: ٥) ﴾، ﴿ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم بیشک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں (الانفطار: ١٣ تا ١٤) ﴾۔ یہاں یہ بھی بیان ہے کہ تمہارے اعضاء کو ٹھیک کر دیا، برابر کر دیا اور قابل منافع کر دیا یعنی تمہارے اعضاء کو قابل حکمت وتقاضے کے لحاظ سے جو اُس کی قدر بنتی تھی ویسا ہی کر دیا۔ شکل وصورت میں بھی عمدہ کر دیا اور ہر ایک کو حسبِ مشیت وحکمت مختلف حالتوں وشکلوں میں پیدا کیا کسی کو دراز قد کیا تو کسی کو پست قد بنایا، کسی کو حسن دیا تو کسی کو دیگر خصلتوں سے نوازا۔ (روح المعانی، الجزء: ٣٠، ص ٣٧٧ وغیرہ)

کراماً کاتبین کے علم وقدرت کا بیان:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرو (الانفطار: ١١ تا ١٢) ﴾۔ کراماً کاتبین یعنی لکھنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتے ہیں اور انسان کے اعمال پر مطلع ہوتے ہیں۔ اعمال چاہے کم ہوں یا زیادہ، اُسے ضبطِ تحریر کر لیتے ہیں تاکہ بندے اپنے اعمال کو جھٹلا نہ سکیں اور اس میں کاتبین ملائکہ کی تکریم ہے اور شانِ تعظیم کا بیان ہے کہ اللہ ﷻ ان مبارک فرشتوں کو انسان کے اعمال خیر وشر پر مطلع فرماتا ہے اور انہیں لکھ لینے پر پابند فرماتا ہے۔ اور یہ فرشتے بدلی والے فرشتے ہیں جس کے بارے میں اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿له معقبٰت من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں (الرعد: ١١) ﴾۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہر انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بیس"، مہدوی اپنی کتاب: "الفیصل" میں لکھتے ہیں ہر انسان کے ساتھ جب سے اس کا نطفہ باپ کی پشت سے ماں کے رحم تک منتقل ہوتا ہے چار ہزار فرشتے ہوتے ہیں جو کہ انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں، نیکی اور بدی لکھنے والے جو کہ انسان کے دائیں بائیں ہوتے ہیں، ہر فرشتہ دوسرے کے لئے امین ہوتا ہے یعنی دوسرے فرشتے سے اپنی لکھت چھپاتا ہے اور بُرائی لکھنے والا فرشتہ سات گھڑیوں تک نہیں لکھتا کہ ہو سکتا ہے بندہ اپنی بُرائی کے ارادے سے توبہ کر لے اور یہ فرشتے ہر عمل کو اپنے اعتقاد، عزم، تقریر کے ساتھ لکھتے ہیں یہاں تک کہ بندہ جب حالت مرض میں ہو جب بھی اُس کی نیکی لکھتے ہیں (چہ جائے کہ وہ نیکی نہ

کرے)، اوراسی طرح بچے کی بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہی صحیح قول ہے اور یہ کراماً کاتبین فرشتے جماع کے وقت، بندے کے بیت الخلاء میں جانے کے وقت انسان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ یہ فرشتے انسان کے ساتھ اس کی موت تک رہتے ہیں حتیٰ کہ اُسے قبر میں دفن کر دیا جائے اور مومن بندے کی قبر کے پاس کھڑے رہتے ہیں اور اس کے لئے تسبیح کرتے تہلیل بجالاتے تکبیر پڑھتے ہیں اور اس کے لئے ثواب لکھتے اور یہ عمل قیامت قائم ہونے تک مومن بندے کے ساتھ جاری رہتا ہے اور اگر مرنے والا کافر ہو تو قیامت قائم ہونے تک اُس کے لئے لعنت کرتے ہیں۔ (روح المعانی ،الجزء: ۳۰،ص ۳۸۰ وغیرہ)

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم برہنہ ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہوتے ہیں جو تمہارے صرف قضائے حاجت کے وقت تم سے دور ہوتے ہیں اور جب مرد اپنی زوجہ سے ساتھ قربت کرتا ہے، لہٰذا تم ان سے حیاء کرو اور انکی عزت وتکریم بجالاؤ''۔ (سنن الترمذی، کتاب الادب ،باب ماجاء فی الاستتار عندالجماع ،رقم: ۲۸۰۹، ص ۷۹۷)

اغراض:

انشقت: یعنی آسمان نزول ملائکہ کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ **فتح بعضها فی بعض:** یعنی برزخ کی آڑ کا زائل ہونا مراد ہے۔ **قلب ترابها:** یعنی مرنے کی صورت میں مردے کو قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈال دی گئی اور اب بوقت قیامت قبر کا باطن زمین کی سطح پر ظاہر ہو جائے گا۔ **الکافر:** یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے کہ ﴿یایها الانسان﴾ سے مراد کون ہے؟ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یا تو کافر مراد ہے یا وہ مومن جو گناہوں میں منہمک ہو۔ **حتی عصیته:** یعنی کفر کے ذریعے معصیت اختیار کرنا یا رسل عظام اور اُن کے لائے ہوئے (کتب وصحف) کا انکار کرنا۔

من الملائكة: پس ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، پس دائیں جانب والے نیکیاں اور بائیں جانب والے بُرائیاں لکھتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دو فرشتے رات کے اور دو ہی دن کے ہوتے ہیں اور کافروں کے بارے میں اختلاف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اُن کے ساتھ کوئی محافظ فرشتہ نہیں ہوتا کیونکہ اُن کا حکم ظاہر اور عمل واحد ہوتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُن پر فرشتہ متعین ہوتا ہے۔ پھر اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ دائیں جانب والا فرشتہ کیا لکھے گا جب کہ کافر کوئی نیکی ہی نہیں کرتا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ بائیں جانب والا فرشتہ دائیں جانب والے فرشتے کی اجازت سے لکھتا ہے کیونکہ دائیں جانب والا فرشتہ (بھی) اعمال کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے، اور یہاں حفاظت کرنے سے مراد لکھنے والے عمل کی حفاظت کرنا ہے اور اگر بدن کی حفاظت کرنا مراد ہو تو اس پر اللہ کا یہ فرمان صادق آتا ہے: ﴿له معقبات من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر الله﴾، آیت مذکورہ کے تحت یہ دلیل ہے کہ بغیر علم کے گواہی معتبر نہیں اور محافظ فرشتے کراماً کاتبین ہوتے ہیں اور یہ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (الصاوی، ج٦،ص ۲۴۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی الله تعالی علی محمد

سورۃ المطففین مکیۃ او مدنیۃ وھی ست وثلاثون آیۃ

(سورۂ مطففین مکیہ یا مدنیہ ہے، اس میں ۳۶ آیات ہیں)

تعارف سورۃ المطففین

اس سورت میں ایک رکوع، چھتیس آیات، ایک سو انہتر کلمات، اور سات سو تیس حروف ہیں۔ اصلاح معاشرہ کے لئے آخرت پر ایمان جو موثر کردار انجام دیتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے جو لوگ روز جزاء پر ایمان اور پختہ یقین رکھتے ہیں ان کی بظاہر نگرانی نہ بھی کی جائے وہ سیدھے راہ پر چلتے جائیں گے کوئی انہیں راہ حق سے روک نہیں سکتا، لیکن وہ لوگ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے ان میں طرح طرح کی خرابیاں بڑی آسانی سے جنم لے لیتی ہیں۔ تھوڑا سا خوف اور لالچ انہیں راہ حق سے بھٹکانے کے لئے کافی ہے چونکہ تجارت کرنا اہل مکہ کا پیشہ تھا اور اس میں ڈنڈی مارنا عام رواج تھا یہی نہیں بلکہ دوسرے کی حق تلفی بھی ہوتی اور ایسا کرنے والے کی تجارت تباہ برباد ہو جایا کرتی تھی اس لئے کفار مکہ کو جو وقوع قیامت کی ضرورت اور حکمت پر غور کرنے کے لئے جو دعوت اس سورت میں دی گئی اس کی ابتدا بھی "ویل للمطففین" سے کی اور انہیں بتایا گیا کہ وہ اس گھٹیا حرکت سے اپنی تجارت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ قیامت پر ایمان لے آؤ۔ اس صورت میں کسی کی ضرورت نہ ہوگی کہ وہ کسی کے ساتھ بددیانتی کرے لیکن جن لوگوں نے وقوع قیامت کو تسلیم کرلیا اور اس روز جزاء کے مواخذہ سے ڈرتے رہے اور کبھی بھولے سے بھی غلط راستہ پر نہ قدم رکھا۔ قیامت کے دن ان کی جو عزت افزائی کی جائے گی اس کا دل کش منظر بھی پیش کردیا اور آخر میں کفار کی اس گھٹیا حرکت کا بھی ذکر کردیا کہ وہ خود ساری خرابیوں کا مجسمہ ہے اپنی غلاظتوں کو دیکھ کر ان کو ندامت نہیں ہوتی بلکہ ان کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں اور اللہ والوں کی تذلیل کے بعد جب گھروں کی طرف جاتے ہیں تو فخر محسوس کرتے ہیں کہ گویا کوئی بڑا معرکہ مار آئے بلکہ خود گمراہی کی راہ میں بھٹک رہے ہیں اور الزام ان پر لگاتے ہیں جن پر ساری انسانیت فخر کرتی ہے اور دین حق کو ان پر ناز ہے۔

رکوع نمبر:۸

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ویل﴾ کَلِمَۃُ عَذَابٍ اَوْوَادٍفِیْ جَھَنَّمَ﴿ للمطففین (۱) الذین اذا اکتالوا علی﴾اَیْ مِنْ ﴿ الناس یستوفون (۲)﴾اَلْکَیْلَ﴿واذا کالوھم﴾اَیْ کَالُوْالَھُمْ﴿ اووزنوھم﴾اَیْ وَزَنُوْالَھُمْ﴿ یخسرون (۳)﴾یُنْقِصُوْنَ الْکَیْلَ اَوِالْوَزْنَ﴿الا﴾اِسْتِفْھَامُ تَوْبِیْخٍ﴿ یظن﴾یَتَیَقَّنُ﴿ اولئک انھم مبعوثون (۴) لیوم عظیم (۵)﴾اَیْ فِیْہِ وَھُوَیَوْمُ الْقِیٰمَۃِ﴿یوم﴾بَدَلٌ مِنْ مَحَلِّ لِیَوْمٍ فَنَاصِبُہٗ مَبْعُوْثُوْنَ﴿ یقوم الناس﴾مِنْ قُبُوْرِھِمْ﴿ لرب العلمین (۶)﴾اَلْخَلَائِقُ لِاَجْلِ اَمْرِہٖ وَحِسَابِہٖ وَجَزَائِہٖ﴿ کلا﴾حَقًّا﴿ ان کتب الفجار﴾اَیْ کُتُبَ اَعْمَالِ الْکُفَّارِ﴿ لفی سجین (۷)﴾قِیْلَ ھُوَکِتَابٌ جَامِعٌ لِاَعْمَالِ الشَّیَاطِیْنِ وَالْکَفَرَۃِ وَقِیْلَ ھُوَمُسْکَانٌ اَسْفَلَ الْاَرْضِ السَّابِعَۃِ وَھُوَمَحَلُّ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِہٖ﴿وما ادرک ما سجین (۸)﴾مَاکِتَابُ سِجِّیْنٍ﴿ کتب مرقوم (۹)﴾مَخْتُوْمٌ﴿ویل یومئذ للمکذبین (۱۰) الذین یکذبون بیوم الدین (۱۱)﴾اَلْجَزَاءِ بَدَلٌ اَوْبَیَانٌ لِلْمُکَذِّبِیْنَ﴿وما یکذب بہ الا کل معتد﴾مُتَجَاوِزِ الْحَدِّ﴿ اثیم (۱۲)﴾صِیْغَۃُ مُبَالَغَۃٍ﴿اذا تتلی علیہ ایتنا﴾اَلْقُرْاٰنَ﴿ قال اساطیر الاولین (۱۳)﴾اَلْحِکَایَاتُ الَّتِیْ سُطِرَتْ قَدِیْمًاجَمْعُ اُسْطُوْرَۃٍ بِالضَّمِّ

اَوْاِسْطَارَةٍ بِالْکَسْرِ﴿کلا﴾رِدَعٌ وَّزَجْرٌلِّقَوْلِهِمْ ذٰلِکَ﴿ بل ران﴾غَلَبَ﴿ علی قلوبهم﴾فَغَشَّهَا﴿ما کانوا یکسبون(۱۴)﴾مِنَ الْمَعَاصِیْ فَهُوَکَالصَّدَاءِ﴿کلا﴾حَقًّا﴿ انهم عن ربهم یومئذ﴾یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴿ لمحجوبون(۱۵)﴾فَلَایَرَوْنَهٗ﴿ثم انهم لصالوا الجحیم (۱۶)﴾لَدَاخِلُواالنَّارَالْمُحْرِقَةَ﴿ثم یقال﴾لَهُمْ﴿ هذا﴾اَیِ الْعَذَابِ ﴿الذی کنتم به تکذبون(۱۷) کلا﴾حَقًّا﴿ ان کتب الابرار﴾اَیْ کُتُبَ اَعْمَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ اِیْمَانِهِمْ ﴿لفی علیین (۱۸)﴾قِیْلَ هُوَکِتَابٌ جَامِعٌ لِاَعْمَالِ الْخَیْرِمِنَ الْمَلَائِکَةِ وَمُؤْمِنِیْ الثَّقَلَیْنِ وَقِیْلَ هُوَمَکَانٌ فِی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ تَحْتَ الْعَرْشِ﴿وما ادرک﴾عَلَّمَکَ﴿ ما علیون(۱۹)﴾مَاکِتَابُ عِلِّیِّیْنَ هُوَ﴿کتب مرقوم(۲۰)﴾مَخْتُوْمٌ﴿یشهده المقربون (۲۱)﴾مِنَ الْمَلَائِکَةِ﴿ان الابرار لفی نعیم (۲۲)﴾جَنَّةٍ﴿ علی الارائک﴾اَلسُّرُرُفِی الْحِجَالِ﴿ ینظرون(۲۳)﴾مَااُعْطُوْامِنَ النَّعِیْمِ﴿تعرف فی وجوههم نضرة النعیم (۲۴)﴾بَهْجَةَ التَّنَعُّمِ وَحُسْنَهٗ﴿یسقون من رحیق﴾خَمْرٍخَالِصَةٍ مِنَ الدَّنَسِ﴿ مختوم(۲۵)﴾عَلٰی اِنَائِهَالَایُفَکُّ خَتْمَهٗ اِلَّاهُمْ ﴿ختمه مسک﴾اَیْ اٰخِرُشُرْبِهٖ یَفُوْحُ مِنْهُ رَائِحَةُ الْمِسْکِ ﴿وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (۲۶)﴾فَلْیَرْغَبُوْابِالْمُبَادَرَةِاِلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی﴿ومزاجه﴾اَیْ مَایُمْزَجُ بِهٖ﴿ من تسنیم (۲۷)﴾فَسَّرَبِقَوْلِهٖ﴿عینا﴾فَنَصَبُهٗ بِاَمْدَحَ مُقَدَّرًا﴿ یشرب بها المقربون(۲۸)﴾اَیْ مِنْهَا اَوْضُمِّنَ یَشْرَبُ مَعْنٰی یَلْتَذُّ﴿ان الذین اجرموا﴾ کَاَبِیْ جَهْلٍ وَنَحْوِهٖ﴿ کانوا من الذین امنوا﴾ کَعَمَّارٍوَّبِلَالٍ وَّنَحْوِهِمَا﴿ یضحکون (۲۹)﴾اِسْتِهْزَاءً بِهِمْ﴿واذا مروا﴾اَیِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿ بهم یتغامزون(۳۰)﴾اَیْ یَشِیْرُالْمُجْرِمُوْنَ اِلَی الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْجَفْنِ وَالْحَاجِبِ اِسْتِهْزَاءً﴿واذا انقلبوا﴾رَجَعُوْا﴿ الی اهلهم انقلبوا فکهین(۳۱)﴾وَفِیْ قِرَاءَةٍ فَکِهِیْنَ مُعْجَبِیْنَ بِذِکْرِهِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿واذا راوهم﴾رَاَوُالْمُؤْمِنِیْنَ﴿ قالوا ان هؤلاء لضالون(۳۲)﴾لِاِیْمَانِهِمْ بِمُحَمَّدٍ قَالَ تَعَالٰی﴿وما ارسلوا﴾اَیِ الْکُفَّارَ ﴿علیهم﴾عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ﴿ حفظین(۳۳)﴾لَهُمْ اَوْلِاَعْمَالِهِمْ حَتّٰی یَرُدُّوْهُمْ اِلٰی مَصَالِحِهِمْ﴿فالیوم﴾اَیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴿ الذین امنوا من الکفار یضحکون (۳۴)علی الارائک﴾فِی الْجَنَّةِ﴿ ینظرون (۳۵)﴾مِنْ مَنَازِلِهِمْ اِلَی الْکُفَّارِوَهُمْ یُعَذَّبُوْنَ فَیَضْحَکُوْنَ مِنْهُمْ کَمَاضَحِکَ الْکُفَّارُ مِنْهُمْ فِی الدُّنْیَا﴿هل ثوب﴾جُوْزِیَ﴿ الکفار ما کانوا یفعلون(۳۶)﴾نعم.

﴿ترجمہ﴾

ویل ہے(''ویل'' کلمہ عذاب ہے یا پھر جہنم کی ایک وادی ہے) کم تولنے والوں کے لیے وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سے(علی الناس بمعنی من الناس ہے) پورا(ماپ) لیں اور جب انہیں ماپ دیں(کالوھم بمعنی کالوالھم ہے) یا ان کے لیے وزن کریں(وزنوھم بمعنی وزنوالھم ہے) کم کردیں(ماپ یا وزن کو...... یخسرون بمعنی ینقصون ہے) کیا(''الا'' یہ استفہام برائے توبیخ ہے) یقین نہیں(یظن بمعنی لیتیقن ہے) انہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن میں(''لیوم عظیم'' میں لام بمعنی فی ہے، مراد اس سے روز قیامت ہے) جس دن(''یوم'' یہ ''لیوم'' کے محل سے بدل ہے اس کا ناصب''

مبعوثون ‘‘ ہے)لوگ (اپنی قبروں سے) کھڑے ہوں گے رب العالمین کے حضور (یعنی مخلوق کے رب کے حضور اس کے حکم فرمانے ،حساب کتاب وجزا وسزا کے لیے......۲......) بیشک (کلا بمعنی حقا ہے) کافروں کی لکھت (یعنی کافروں کے نامۂ اعمال) سجین میں ہیں (کہا گیا ہے کہ ’’سجین ‘‘ ایک کتاب ہے جو کہ شیاطین اور کافروں کے اعمال کو جمع کرنے والی ہے اور ایک قول کے مطابق سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام کا نام ہے جو ابلیس اور اس کے لشکر کے رہنے کی جگہ ہے،......۳......) اور تو کیا جانے سجین (یعنی سجین کی کتاب) کیسی ہے وہ لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے (مرقوم بمعنی مختوم ہے) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو یوم جزاء کو جھٹلاتے ہیں (الدین بمعنی الجزاء ہے، یہ للمکذبین کا بدل ہے یا اس کا بیان بن رہا ہے) اور اسے نہ جھٹلائے گا ہر سرکش (’’معتد‘‘ کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنے والا) بڑا گناہ گار (’’اثیم ‘‘ مبالغہ کا صیغہ ہے) جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں (یعنی قرآن پاک) کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں (یعنی یہ وہ حکایتیں ہیں جو پہلے کی لکھی ہوئی ہیں ’’اساطیر‘‘ ’’اسطورة‘‘ ہمزہ مضمومہ کے ساتھ یا اسطورة ہمزہ مکسورہ کے ساتھ کی جمع ہے) کوئی نہیں (’’کلا‘‘ یہاں کافروں کے اس قول کی تردید اور انہیں زجر کیا گیا ہے) بلکہ غالب آگیا (ران بمعنی غلب ہے) ان کے دلوں پر (پس ان کے دلوں پر چھا گیا ہے) جو انہوں نے کمایا (یعنی گناہ، جو کہ اعمال پر لگے ہوئے زنگ کی طرح ہوتا ہے) ہاں ہاں (یہاں کلا بمعنی حقا ہے) بیشک وہ اس دن (یعنی بروز قیامت) اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے (پس اس کا دیدار نہ کر سکیں گے......۴......) پھر بیشک انہیں جحیم (بھڑکتی آگ) میں داخل ہونا ہے (لصالوا بمعنی لداخلوا ہے) پھر کہا جائے گا (ان سے) یہ (یعنی یہ عذاب) ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے (کلا بمعنی حقا ہے) بیشک نیکوں کی لکھت (یعنی ان مومنوں کا نامۂ اعمال جو ایمان میں سچے ہیں) علیین میں ہے (کہا گیا ہے کہ علیین ایک کتاب ہے جو فرشتوں اور مسلمانوں اور جنات کے نیک اعمال کو جمع کرنے والی ہے اور ایک قول کے مطابق ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے موجود ایک مقام کا نام ہے......۵......) اور تو کیا جانے (ادرک بمعنی اعلمک ہے) علیین کیسی ہے (یعنی کتاب علیین کیسی ہے وہ) لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے (مرقوم بمعنی مختوم ہے) کہ مقرب (فرشتے) اس کی زیارت کرتے ہیں بیشک نیکوں کا رضرور نعیم (یعنی جنت) میں ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں (ان نعمتوں کو جو انہیں دی گئیں) تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے (نعمت میں ہونے کی تازگی اور خوبصورتی) ستھری شراب پلائے جائیں گے (یعنی میل سے پاک خالص شراب) مہر کی ہوئی ہے (اس کے برتن پر یہی جنتی اسی کی مہر کھولیں گے) اس کا اختتام مشک پر ہے (یعنی اس شراب کا آخری گھونٹ پینے سے مشک کی خوبصورتی پھیل جائے گی) اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے (یعنی اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کی طرف جلدی کرنے میں مشغول ہو جائیں) اور اس کی ملونی (مزاجها بمعنی ما یمزج به ہے) تسنیم سے ہے (اگلے فرمان کے ذریعے ’’تسنیم ‘‘ کی گئی ہے) وہ چشمہ ہے (’’عینا ‘‘،فعل مقدر ’’امدح ‘‘ کے سبب منصوب ہے) جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں (’’یشرب بها ‘‘میں بها بمعنی منها ہے، یا یہاں ’’یشرب ‘‘’’یتلذذ ‘‘ کے معنی کو متضمن ہے) بیشک مجرم لوگ (جیسے ابوجہل وغیرہ) ایمان والوں سے (جیسے حضرت عمار و حضرت بلال رضی اللہ عنہما وغیرہ سے) ہنسا کرتے تھے (ان کے ساتھ استہزاء کرتے......۶......) اور جب وہ (یعنی مسلمان) گزرتے ان کے پاس سے تو یہ (یعنی مجرم لوگ) آپس میں ان پر (یعنی مسلمانوں پر) آنکھوں اور بھنوؤں سے اشارے کرتے (بطور استہزاء ’’یتغامزون ‘‘ کا معنی ہے، آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں بھنوؤں سے اشارے کرنا) اور جب اپنے گھر پلٹتے (انقلبوا بمعنی رجعوا ہے) خوشیاں کرتے پلٹتے (ایک قرائت میں ’’فاکهین ‘‘ کی جگہ فکهین ہے یعنی مسلمانوں کا ذکر مزے لیتے ہوئے کرتے پلٹتے) اور جب انہیں (یعنی مسلمانوں کو) دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں (محمد ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے، اللہ عزوجل فرماتا ہے) اور انہیں (یعنی کافروں کو) ان پر

(یعنی مسلمانوں پر) نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا (ان پر اور نہ ان کے اعمال پر حتی کہ کافر مسلمانوں کو اپنی مصلحتوں کی طرف پھیرنے کی کریں) تو آج (یعنی بروز قیامت) ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں (جنت میں) تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں (اپنی منازل سے کافروں کی طرف کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اب مسلمان کافروں پر ہنستے ہوں گے......جیسا کہ دنیا میں کافر ان پر ہنسا کرتے تھے) کیا کافروں کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا (ہاں! ثواب بمعنی جزاء ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون﴾

ویل: مبتدا، لام: جار، لمطففین: موصوف، الذین: موصوف، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اکتالوا علی الناس: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یستوفون: جملہ فعلیہ فعل محذوف "قبضوا منھم" کے فاعل سے حال ہے "قبضوا" فعل محذوف اپنے متعلقات سے، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر صلہ، ملکر صفت، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، کالوھم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، وزنوھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، یخسرون: جملہ فعلیہ فعل محذوف "قبضوا منھم" کے فاعل سے حال واقع ہے، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ماقبل "اذا کتالوا" پر معطوف ہے۔

﴿الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العلمین﴾

ھمزہ: حرف استفہام، لایظن: فعل نفی، اولئک: فاعل، انھم: حرف مشبہ واسم، مبعوثون: اسم مفعول با "ھم" ضمیر نائب الفاعل، لام: جار، یوم عظیم: مرکب توصیفی مبدل منہ، یوم: مضاف، یقوم الناس لرب العلمین: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل "محلہ النصب"، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا ان کتب الفجار لفی سجین وما ادرک ما سجین کتب مرقوم﴾

کلا: حرف ردع وزجر، ان کتب الفجار: حرف مشبہ واسم، لفی سجین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل با فاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، سجین: مبدل منہ، کتب مرقوم: بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین﴾

ویل: مصدر با فاعل، یومئذ: ظرف، ملکر شبہ جملہ مبتدا، لام: جار، المکذبین: موصوف، الذین: موصول، یکذبون بیوم الدین: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یکذب بہ الا کل معتد اثیم اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین﴾

و: عاطفہ، ما یکذب: فعل نفی، بہ: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، کل معتد اثیم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیہ: فعل مجہول وظرف لغو، ایتنا: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، اساطیر الاولین: "ھی" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون﴾

کلا: حرف ردع وزجر، مسبل: عاطفہ، ران علی قلوبھم: فعل وظرف لغو، ما کانوا یکسبون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، کلا: حرف ردع وزجر، انھم: حرف مشبہ واسم، عن ربھم: ظرف لغو مقدم، یومئذ: ظرف مقدم، لام: تاکید یہ، محجوبون: اسم مفعول با"ھم" ضمیر نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم انھم لصالوا الجحیم ثم یقال ھذا الذی کنتم بہ تکذبون﴾

ثم: عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، صالوا الجحیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، یقال: قول، ھذا: مبتدا، الذی کنتم بہ تکذبون: موصول صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کلا ان کتب الابرار لفی علیین وما ادرک ما علیون کتب مرقوم یشھدہ المقربون﴾

کلا: حرف ردع وزجر، ان کتب الابرار: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، فی علیین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، علیون: مبدل منہ، کتب: موصوف، مرقوم: صفت اول، یشھدہ المقربون: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم﴾

ان الابرار: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، فی نعیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، علی الارائک: ظرف لغو مقدم، ینظرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، تعرف فی وجوھھم: فعل بافاعل وظرف لغو، نضرۃ النعیم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿یسقون من رحیق مختوم ختمہ مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون﴾

یسقون: فعل مجہول بانائب الفاعل، من: جار، رحیق: موصوف، مختوم: صفت اول، ختمہ: مبتدا، مسک: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، فی ذلک: ظرف لغو مقدم، ف: زائد، لیتنافس: فعل امر، المتنافسون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بھا المقربون﴾

و: عاطفہ، مزاجہ: مبتدا، من تسنیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، عینا: موصوف، یشرب بھا المقربون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر فعل محذوف "امدح" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین اجرموا کانوا من الذین امنوا یضحکون﴾

ان: حرف مشبہ، الذین اجرموا: موصول صلہ، ملکر اسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، من الذین امنوا: ظرف لغو مقدم، یضحکون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا مروا بھم یتغامزون واذا انقلبوا الی اھلھم انقلبوا فکھین﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، مروا: فعل بافاعل، بھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یتغامزون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انقلبوا الی اھلھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، انقلبوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، فکھین: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا راوھم قالوا ان ھولاء لضالون وما ارسلوا علیھم حفظین﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راوھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: فعل واؤضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما ارسلوا: فعل نفی مجہول واؤضمیر ذوالحال، علیھم حفظین: شبہ جملہ حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ان ھو لاء: حرف مشبہ واسم، لضالون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون﴾

ف: عاطفہ، الیوم: ظرف مقدم، من الکفار: ظرف لغو مقدم، یضحکون: فعل واؤضمیر ذوالحال، علی الارائک ینظرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون﴾

ھل: حرف استفہام، ثوب الکفار: فعل مجہول با نائب الفاعل، ما کانوا یفعلون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقولون" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ویل للمطففین...... ☆جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے لوگ پیمانے میں خیانت کرتے تھے بالخصوص ایک شخص ابوجہینہ ایسا تھا کہ وہ دو پیمانے رکھتا تھا لینے کا اور اور دینے کا اور ان لوگوں کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اورانہیں پیمانے میں عدل کرنے کا حکم دیا گیا۔

☆......واذامروابھم...... ☆منقول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں تشریف لے جارہے تھے منافقین نے انہیں دیکھ کر آنکھوں سے اشارے کیئے اور مسخری سے ہنسے اور آپس میں ان حضرات کے حق میں بیہودہ کلمات کہے تو اس سے پہلے کہ علی رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں یہ آتیں نازل ہوگئیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ماپ تول میں کمی والوں کے لئے ویل کی بشارت:

ا......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون﴾ کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کردیں تو کم دیں (المطففین:۱تا۳) ﴿﴾، ﴿فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا﴾ تو ماپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو (الاعراف:۸۵) ﴿﴾۔

امام جریر طبری کہتے ہیں: مراد وہ وادی ہے جس میں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہے اور اس میں وہ لوگ ہونگے جو لوگوں کے اموال میں کمی کرتے ہیں اور ان کے حقوق میں خیانت کرتے ہیں جب ماپ کرتے ہیں تو کم دیتے ہیں اور جب وزن کرتے ہیں تو جو اُن پر واجب ہے یعنی مکمل وزن کرنا، اُس میں کوتاہی کرتے ہیں اور مطففین کی اصل کسی چیز میں کمی کرنا ہے یعنی صاحب حق کو اس کا حق کم کرکے دینا اور وزن وکیل میں کمی کوتاہی کا اہتمام کرنا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ ماپ تول میں کمی کرتے تھے، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرماکر انہیں وزن میں کمی سے روکا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہر ماپ تول میں کمی کرنے والا ویل (جہنم کی ایک وادی کا نام ہے) میں ہوگا، پس لوگوں نے اُن سے مزید دریافت کیا تو کہا کہ ان لوگوں کا

حال یہ تھا کہ جب خود کوئی چیز لیتے تو ماپ پورا لیتے اور جب کوئی چیز فروخت کرتے تو ماپ پورا نہ کرتے، پس اللہ ﷻ نے انہیں ویل کی خوشخبری سنادی۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص۱۱۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے سید عالم ﷺ کو صبح کی نماز میں اول رکعت میں ''کھیعص'' اور ثانی میں ''ویل للمطففین'' پڑھتے پایا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی نماز میں ایسے ہی کرنے لگا، پس خرابی ہے فلاں کے لئے، کہ جب کچھ خریدے تو ماپ زیادہ لے اور جب کچھ بیچے تو کمی کرے''۔ (مسند البزار ،مسند ابی حمزة انس بن مالك،رقم: ۸۱٤۲،بتغیر قلیل)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ویل ہے جس میں کافر، اس کے پیندے تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک گرتا رہے گا''۔ (سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن،باب :ومن سورة الانبیاء، رقم:۳۱۷۵،ص۹۰٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''دو پہاڑوں کے مابین وادی کا نام ویل ہے جس میں کافر اس کی تہہ میں پہنچنے تک ستر سال تک گرتا رہے گا''۔ (الترغیب والترھیب، کتاب صفة الجنة والنار، فصل فی اودیتها وجبالها ،رقم:٥٦٢٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر خائن کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: سن لو! یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب:تحریم الغدر، رقم:(٤٤٢٣)/١٧٣٥،ص٨٧٦)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر خائن کے لئے ایک جھنڈا ہوگا جس سے اس کی پہچان ہوگی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب:اثم الغادر، رقم:٣١٨٦،ص٥٣١)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ ﷻ قیامت کے دن اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر دھوکے باز کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا پھر کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب:تحریم الغدر ،رقم:(٤٤٢٠)/١٧٣٥،ص٨٧٦)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مومن کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ فریب کیا وہ ملعون ہے''۔ (جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب:ما جاء فی الخیانة، رقم: ١٩٤٨، ص ٥٧٥) یاد رہے قوم شعیب پر عذاب کا ایک سبب یہی ماپ تول میں کمی کرنا تھا۔

اللہ ﷻ کے حضور پیشی ہونے کے احوال:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یوم یقوم الناس لرب العلمین جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے (المطففین:٦) ﴾۔ ابن عمر اس آیت کو پڑھ کر بہت روتے حتی کہ تلاوت موقوف فرما دیتے، فرماتے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے ہیں: ''جس دن لوگ اللہ ﷻ کے حضور کھڑے ہونگے وہ دن (دنیاوی اعتبار سے) پچاس ہزار سال کا ہوگا، پس کسی کا پسینہ ٹخنوں تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا ازار باندھنے کی جگہ تک، کسی کا سینے تک ہوگا، کسی کا کانوں تک اور کوئی اپنے پسینے میں مکمل غرق ہوگا''۔ (۱)......بعض لوگوں نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت کی ہے کہ لوگ اللہ ﷻ کے حضور تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ (۲)......اور یہ بھی قول ملتا ہے کہ فرض نماز کی مقدار میں اللہ ﷻ کے حضور کھڑے ہونگے۔ (۳)......حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ہزار سال کھڑے ہونگے''۔ (۴)......ایک قول کے مطابق لوگ سو سال کھڑے ہونگے۔ (۵)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے بشیر الغفاری سے فرمایا: ''کیا حال ہوگا اُس دن جب کہ تین سو سال صانع عالم کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا؟ جس دن اُس احکم الحاکمین کے پاس کوئی دوسری خبر نہ لائی جائے اور نہ ہی کوئی دوسرا حکم ہوگا''۔ بشیر کہتے ہیں: اللہ ﷻ ہی مدد کرنے والا ہے۔ (٦)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مومن پر تخفیف کی

جائے گی، یہاں تک کہ فرض نماز کی مقدار کے مطابق کی ہو جائے گی جو وہ دنیا میں ادا کرتا تھا۔(۷)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مومنین پر قیامت کے دن کی پیشی فرض نماز کی مقدار کے برابر ہوگی۔(۸)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مومن پر کھڑے ہونے کی کیفیت میں فقط اتنی ہی تنگی ہوگی جتنی کہ دنیا میں زوالِ شمس سے ہوتی تھی اور اس پر دلیل اللہ ﷻ کا فرمان:﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (یونس:۶۲)﴾،اور ایسے لوگوں کا وصف یہ ہوگا:﴿الذین امنوا و کانوا یتقون وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں (یونس:۶۳)﴾۔اور اللہ ﷻ مومنین کاملین کے فضل وکرم کی بناء پر فرماتا ہے۔(۹)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام بھی لوگوں کے ساتھ اللہ ﷻ کے حضور پیشِ خدمت ہونگے، جیسا کہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔(۱۰)...... یہ قیام قبروں سے جی اٹھنے کے بعد ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کے حضور لوگوں کے مابین فیصلہ ہوگا۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۲۲۲ وغیرہ)

سجین میں کن کے نامۂ اعمال ہونگے؟

سؔ......اللہ نے فرمایا:﴿کلا ان کتب الفجار لفی سجین بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے (المطففین:۷)﴾۔اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:(۱)......لوگوں نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ فاجروں کی ارواح و اعمال سجین میں ہونگے۔(۲)......ابن نجیح نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے، اور اس کے نیچے فاجروں کے نامۂ اعمال رکھے گئے ہیں۔(۳)......کعب کہتے ہیں کہ کافروں کی ارواح ابلیس کے گال کے نیچے ہیں۔(۴)......اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے سیاہ چٹان کا نام ہے اور اُس میں ہر شیطان کے نام ہیں اور ان کے پاس کافر کی روحیں ملاقات کرتی ہیں۔(۵)......سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سجین ابلیس کے گال کے نیچے ہے۔(۶)......یحیی بن سلام کہتے ہیں کہ حجر اسود کے نیچے ہے جس میں تمام کافروں کے نامے لکھے جاتے ہیں۔(۷)......عطاء خراسانی کہتے ہیں مراد ساتویں زمین کے نیچے ہے جہاں ابلیس اور اس کی ذریت قیام پذیر ہوگی۔(۸)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے اور اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور فرشتے (اللہ ﷻ کے حکم کی تعمیل میں) اُس کافر سے بغض نہیں رکھتے اور موت کا وقت آنے سے پہلے نہ تو اس کی روح قبض کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور نہ ہی تاخیر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب وہ گھڑی آجاتی ہے جس میں روح قبض کرنی ہے تو روح قبض کرلیتے ہیں، اور اسے لے کر عذاب کے فرشتوں کے حوالے کردیتے ہیں پھر اللہ ﷻ کے چاہے کے مطابق معاملہ کرتے ہیں اور اُسے ساتویں زمین کے نیچے گرادیتے ہیں، جو کہ سجین ہے اور یہی شیطان کا آخری ٹھکانہ ہے۔(۹)......حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے کہ جب فاجر کی روح قبض کی جاتی ہے تو فرشتے اُسے لیکر آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں لیکن آسمان کے رہنے والے اُسے قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں، پھر اس کی روح زمین والوں پر پیش کی جاتی ہے لیکن زمین والے بھی اُسے لینے سے انکار کردیتے ہیں، پھر اُسے ساتویں زمین میں داخل کردیا جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کی انتہاء ساتویں زمین کی تہہ میں ہوتی ہے جو کہ مقام سجین کہلاتی ہے۔(۱۰)......حسن کہتے ہیں کہ سجین ساتویں زمین میں ہے۔(۱۱)......مجاہد کہتے ہیں کہ فاجروں کا عمل ساتویں زمین کے نیچے ہوتا ہے جہاں سے کوئی چیز اوپر کو نہیں جاسکتی۔(۱۲)......جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۲۲۵)

رب ﷻ کے حجاب میں ہونے سے کیا مراد ہے؟

سؔ......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں (المطففین:۱۵)﴾۔کافر اُس دن اللہ ﷻ کو نہ دیکھ سکیں گے، جب کہ مومنین کے لئے معاملہ بالکل برعکس ہوگا۔امام

مالک نے اِس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ مومنین اللہ ﷻ کا دیدار کریں گے کیونکہ سب ہی کے لئے حجب والا معاملہ ہوتا تو اللہ ﷻ "کلا" کی تخصیص کے ذریعے کلام نہ فرماتا۔ امام شافعی کہتے ہیں جب اللہ ﷻ کسی قوم کے ساتھ اِس طرح کا معاملہ فرمائے تو اس کے برعکس دوسری قوم کو اپنی رضا کے ذریعے نوازتا ہے۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ دشمنانِ خدا اُس دن اللہ ﷻ کو نہ دیکھ سکیں گے لیکن اللہ ﷻ کے نیک بندے اُسے ضرور دیکھیں گے۔ اور معتزلہ رویت باری کے بارے میں انکار کرتے ہیں۔

(روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۳۹۳)

علیین میں کن کے نامۂ اعمال ہونگے؟

۵۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کلا ان کتب الابرار لفی علیین ہاں ہاں بیشک نیکوں کی لکھت سب سے اونچا محل علیین میں ہے (المطففین: ۱۸)﴾۔ یہ مقام کونسا ہے؟ اس بارے میں مفسرین کرام کے کچھ اقوال درج ہیں: (۱)۔۔۔۔۔حضرت ابن عباس نے کعب سے دریافت کیا تو بتایا: "یہ ساتویں آسمان پر مقام ہے جس میں مومنین کی ارواح ہونگی"۔ (۲)۔۔۔۔۔قتادہ کے قول کے مطابق یہ آسمان کی بلندی پر واقع مقام ہے۔ (۳)۔۔۔۔۔مجاہد کے مطابق ساتویں آسمان جب کہ ضحاک کے قول کے مطابق اللہ کی پاک بارگاہ کے قریب آسمان میں واقع مقام کا نام علیین ہے۔ (۴)۔۔۔۔۔ یہ وہ مقام ہے جو عرش کے ساتھ قائم ہے، اور یہی قول قتادہ کا بھی ہے۔ (۵)۔۔۔۔۔عرش کے دائیں جانب ساتویں آسمان پر موجود مقام کا نام علیین ہے جہاں نیک مومنین کی ارواح ہونگی۔ (۶)۔۔۔۔۔کعب کہتے ہیں کہ جب مومن کی روح قبض ہوگی تو آسمان کی جانب بلند کی جائے گی اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے، اور فرشتوں کی مبارکبادیاں ہونگی، یہاں تک کہ روح بلند ہوتے ہوتے عرش کی جانب پہنچ جائے گی پھر عرش کے پاس سے کسی قسم کا عرق نکلے گا جو کہ اُس مومن کی قیامت کے حساب سے معرفت پر مہر ثابت ہوگا اور مقرب فرشتے اُس کی گواہی دینگے۔ (۷)۔۔۔۔۔علیین سے مراد جنتی لوگ ہیں۔ (۸)۔۔۔۔۔جنت کو ہی مقامِ علیین کہتے ہیں۔ (۹)۔۔۔۔۔سدرۃ المنتہی کے پاس مقام کو علیین کہتے ہیں۔

(الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۱۲۵ وغیرہ)

دنیا میں کافروں کا مسلمانوں پر ہنسنا:

۶۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الذین اجرموا کانوا من الذین امنوا یضحکون بیشک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے (المطففین: ۲۹)﴾۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کفر سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں ہے، اور مومنین کو اذیت دینا اور انہیں اذیت میں دیکھ کر خوش ہونا یہ کافروں کے کام ہیں اور اس آیت میں مومنین پر ہنسنے والوں سے مراد ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ ہیں جو کہ دنیا میں ایمان وصدق اور مومنین پر ہونے والی آزمائشوں پر ہنستے تھے۔ جن مومن فقراء پر ہنسا جاتا تھا اُن میں عمار بن یاسر، صہیب، بلال، خباب رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ شامل ہیں جو کہ اپنی غربت کی وجہ سے عموماً ہدفِ تنقید کا نشانہ بنتے تھے۔

(روح البیان، ج ۱۰، ص ۴۴۲)

ابن کثیر لکھتے ہیں: جب مومنین کافروں کے پاس سے ہو کر گزرتے تھے تو کافر انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے، استہزاء کرتے اور ہدفِ تنقید کا نشانہ بناتے۔ (ابن کثیر، ج ۴، ص ۵۹۱)

آخرت میں مومنین کا کافروں پر ہنسنا:

۷۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں (المطففین: ۳۴)﴾۔ اس ہنسنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر دنیا میں مومنین پر ہنستے تھے جب مومنین کسی شدت و آزمائش میں ہوتے، لیکن

آخرت میں معاملہ بالکل برعکس ہوگا کیونکہ آخرت میں مومنین سرور ونعم میں ہونگے اور کافر عذاب وآزمائش میں مبتلا ہونگے۔ پس مومنین کافروں کے حال کو دیکھ کر ہنسیں گے۔ ابو صالح کہتے ہیں کہ کافروں کے لئے جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اُن سے باہر نکلنے کو کہا جائے گا پس جب وہ نکلنے لگیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، پس یہ حال دیکھ کر مومنین استہزاء کریں گے اور کعب کہتے ہیں جنت و دوزخ کے مابین روشن دان ہے، پس جب مومن یہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں اپنے دشمن کافر کو دیکھے اور اس کے حال سے واقفیت کرے تو وہ اُس روشن دان کی مدد سے دیکھ کر ہنسے گا، پس اللہ عزوجل نے اِسی مناسبت سے فرمایا: ﴿فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں﴾۔ (الخازن، ج٤،ص ٤٠٦)

اغراض:

کلمة عذاب: یعنی ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی وعید اور انہیں ہلاکت کی جانب پکارے جانے کا بیان کرنا مقصود ہے۔ **کابی جهل و نحوه:** یعنی ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور دیگر اہل مکہ کے کافر مراد ہیں۔

استفهام توبیخ: ﴿الا﴾ میں استفہام توبیخ ہے نہ کہ نافیہ، اور اس پر ہمزہ استفہامیہ داخل ہوئی ہے اور ہمزہ لام یہاں پر استفتاحیہ نہیں ہے بلکہ یہاں ہمزہ استفہامیہ ہے، جو کہ نفی پر داخل نہیں ہوئی اور اس کا افادہ یہ ہے کہ زجر و توبیخ کرنا مقصود ہے۔

فناصبه مبعوثون: یعنی ''مبعوثون'' مقدر ہے، اس لئے کہ بدل تکرار عامل کی نیت پر ہے۔

ای کتب اعمال الکفار: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿کتاب﴾ بمعنی کتب ہے، اور کلام میں مضاف حذف ہے اور یہ اس لئے تاکہ فی نفسہ کسی چیز میں ظرفیت کا پایا جانا لازم نہ آئے۔ **ونحوهما:** یعنی خباب، صہیب اور دیگر فقراء مومنین صحابہ مراد ہیں۔

قیل هو کتاب جامع: اللہ کی کتاب کے سوا، جس میں شیاطین اور کفار کے گروہ کے اعمال لکھے ہوتے ہیں اور یہ ساتوں زمین کے نیچے ہوتی ہے جو کہ ابلیس اور اس کی ذریت کا تاریک ٹھکانہ ہے، مزید حاشیہ نمبر''۳'' کا مطالعہ کیجئے۔ **وهو محل ابلیس:** اور اس مقام میں کفار کی روحیں بھی قیام پذیر ہوتی ہیں۔ **حقا:** ﴿کلا﴾ حرف ردع اور زجر ہے، یعنی حکم یوں نہیں جو یہ جھٹلانے والے کہتے ہیں ، بلکہ فرمان مقدس ﴿انهم عن ربهم﴾ ہے۔

فلا یرونه: یعنی کافر اللہ کا دیدار نہ کرسکیں گے اور یہی درست قول ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو دیکھیں گے پھر حسرت وندامت کی وجہ سے پردے میں چلے جائینگے۔ **قیل هو کتاب:** مراد علیین کے نامۂ اعمال ہیں، حاشیہ نمبر''۵'' کا مطالعہ کیجئے۔

من الملائکة: ظاہر یہ ہے کہ فرشتے اعمال لکھتے اور اس پر ثواب دیتے ہیں، اور اس معاملے میں نظر کرنا چاہیے۔

بهجة التنعم: اور جنتیوں کے چہروں کی تازگی، مرض، علل، خوف وغیرہ کے زائل ہونے کی وجہ سے مکدر ہوگی۔

لایمانهم بمحمد: مراد وہ لوگ ہیں جو کافروں کو ہدایت پر گمان کرتے اور مومنین کو ظاہری نعمتیں ترک ہونے کی وجہ سے گمراہی میں تصور کرتے، اور حقیقت کو خیال کے بدلے میں چھوڑ دیا، ملخصاً۔ **حتی یردوهم الی مصالحهم:** یعنی انہیں اپنی اصلاح کرنے کا حکم تھا نہ کہ مومنین کی اصلاح کرنے کا۔ (الصاوی، ج٦،ص ٢٤٥ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی الله تعالی علی محمد

سورۃ الانشقاق مکیۃ وھی خمس وعشرون آیۃ

(سورۂ انشقاق مکی ہے جس میں ۲۵ آیات ہیں)

تعارف سورۃ الانشقاق

اس سورت میں ایک رکوع ،پچیس آیتیں،ایک سو سات کلمات،چار سوتیس حروف ہیں۔ابتدائی آیات میں ان حادثات کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو وقوع قیامت کے وقت رونما ہوں گے اس کے بعد انسان کو بتایا جارہا ہے کہ اسے ہر حال میں اللہ ﷻ کے حضور پیش کیا جانا ہے اس دن تمام اولاد آدم دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہوگی ایک وہ جن کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس وقت ان کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کو ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ان کی خستہ حالی اور رنج وغم سے ان کا اندازہ لگانا ناممکن ہوگا اس لئے ہر آدمی کو آج یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ کس گروہ میں اپنا حشر کروانا چاہتا ہے۔یہ فیصلہ کرتے ہوئے اسے غور کر لینا چاہیے کہ اسی کے ساتھ کل قیامت کے روز اس کا حشر کیا جائے گا۔اور آخر میں کئی قسمیں کھانے کے بعد انہیں یہ بتایا جارہا ہے کہ ان مرحلوں سے یکے بعد دیگرے ضرور گزرنا ہے لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو یہ جاننے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے اور قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تو اپنے سر کو اس کی بارگاہ میں جھکا نہیں دیتے،ان کا انجام بڑا برا ہوگا بروز قیامت اہل ایمان ہی ایسی جزاء سے نوازے جائیں گے کہ جس کی انتہا نہ ہوگی۔

رکوع نمبر: ۹

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذاالسماء انشقت (۱) واذنت﴾سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ فِي الانْشِقَاقِ﴿لربها وحقت (۲)﴾اَیْ حَقَّ لَهَااَنْ تَسْمَعَ وَتُطِیْعَ﴿واذاالارض مدت (۳)﴾زِیْدَفِیْ سَعَتِهَا کَمَایَمُدُّ الْاَدِیْمَ وَلَمْ یَبْقَ عَلَیْهَابِنَاءٌ وَّلَاجَبَلٌ﴿والقت ما فیها﴾مِنَ الْمَوْلٰی اِلٰی ظَاهِرِهَا﴿ وتخلت (۴)﴾عَنْهُ﴿واذنت﴾سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ فِیْ ذٰلِکَ﴿ لربها وحقت (۵)﴾وَذٰلِکَ کُلُّهُ یَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَجَوَابُ اِذَاعُطِفَ عَلَیْهَامَحْذُوْفٌ دَلَّ عَلَیْهِ مَابَعْدَهُ تَقْدِیْرُهُ لَقِیَ الْاِنْسَانُ عَمَلَهُ﴿یا یها الانسان انک کادح﴾جَاهِدٌفِیْ عَمَلِکَ﴿ الی﴾لِقَاءِ﴿ربک﴾وَهُوَالْمَوْتُ﴿ کدحا فملقیه (۶)﴾اَیْ مُلَاقٍ عَمَلَکَ الْمَذْکُوْرَمِنْ خَیْرٍاَوْشَرٍّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴿فاما من اوتی کتبه ﴾کِتَابُ عَمَلِهٖ﴿بیمینه (۷)﴾وَهُوَالْمُؤْمِنُ ﴿فسوف یحاسب حسابا یسیرا (۸)﴾هُوَعَرْضُ عَمَلِهٖ عَلَیْهِ کَمَافُسِّرَفِیْ حَدِیْثِ الصَّحِیْحَیْنِ وَفِیْهِ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَکَ وَبَعْدَ الْعَرْضِ یَتَجَاوَزُعَنْهُ﴿وینقلب الی اهله﴾فِی الْجَنَّةِ﴿ مسرورا (۹)﴾بِذٰلِکَ﴿واما من اوتی کتبه وراء ظهره (۱۰)﴾هُوَالْکَافِرُ تُغَلُّ یُمْنَاهُ اِلٰی عُنُقِهٖ وَتُجْعَلُ یُسْرَاهُ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ فَیَاْخُذُبِهَا کِتَابَهُ﴿فسوف یدعوا﴾عِنْدَرُؤْیَةِ مَافِیْهِ﴿ ثبورا (۱۱)﴾یُنَادِیْ هَلَاکَهُ بِقَوْلِهٖ یَاثُبُوْرَاهُ﴿ویصلی سعیرا (۱۲)﴾یَدْخُلُ النَّارَالشَّدِیْدَةِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ الْیَاءِ وَفَتْحِ الصَّادِ وَتَشْدِیْدِاللَّامِ﴿انه کان فی اهله﴾عَشِیْرَتِهٖ فِی الدُّنْیَا﴿ مسرورا (۱۳)﴾بَطَرًابِاتِّبَاعِهٖ ﴿انه ظن ان﴾اَنْ مُخَفَّفَةَ مِنَ الثَّقِیْلَةِ وَاِسْمُهَامَحْذُوْفٌ اَیْ اَنَّهُ ﴿لن یحور (۱۴)﴾یَرْجِعَ اِلٰی رَبِّهٖ﴿بلی﴾یَرْجِعُ اِلَیْهِ﴿ ان ربه کان به بصیرا (۱۵)﴾عَالِمًا بِرُجُوْعِهٖ اِلَیْهِ ﴿فلا

اقسم﴾لَازَائِدَةٌ﴿ بالشفق (۱۶)﴾هُوَالْحُمْرَةُ فِی الْاُفُقِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ﴿والیل وما وسق (۱۷)﴾جَمَعَ مَادَخَلَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّوَابِ وَغَيْرِهَا﴿والقمر اذا اتسق (۱۸)﴾اِجْتَمَعَ وَتَمَّ نُوْرُهُ وَذٰلِکَ فِی اللَّيَالِی الْبِيْضِ﴿لتركبن﴾اَيُّهَاالنَّاسُ اَصْلُهُ تَرْكَبُوْنَنَّ حُذِفَتْ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِی الْاَمْثَالِ وَالْوَاوُ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ ﴿ طبقا عن طبق (۱۹)﴾حَالًا بَعْدَحَالٍ وَهُوَالْمَوْتُ ثُمَّ الْحَيَاةُ وَمَابَعْدَهَامِنْ اَحْوَالِ الْقِيَامَةِ ﴿فما لهم﴾اَیِ الْكُفَّارِ﴿ لا يؤمنون (۲۰)﴾اَیْ اَیُّ مَانِعٍ لَّهُمْ مِّنَ الْاِيْمَانِ اَوْاَیُّ حُجَّةٍ لَّهُمْ فِیْ تَرْكِهٖ مَعَ وُجُوْدِ بَرَاهِيْنِهٖ وَمَالَهُمْ ﴿واذا قرئ عليهم القران لا يسجدون (۲۱)﴾يَخْضَعُوْنَ بِاَنْ يُّؤْمِنُوْا بِهٖ لِاَعْجَازِهٖ ﴿بل الذين كفروايكذبون (۲۲)﴾بِالْبَعْثِ وَغَيْرِهٖ﴿والله اعلم بما يوعون (۲۳)﴾يَجْمَعُوْنَ فِیْ صُحُفِهِمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيْبِ وَاَعْمَالِهِمِ السُّوْءِ﴿فبشرهم﴾اَخْبِرْهُمْ﴿ بعذاب اليم (۲۴)﴾مُؤْلِمٍ﴿الا﴾لٰكِنْ﴿ الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم اجر غير ممنون (۲۵)﴾غَيْرَمَقْطُوْعٍ وَلَامَنْقُوْصٍ وَلَايُمَنُّ بِهٖ عَلَيْهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

جب آسمان شق ہواور سنے (شق ہونے کا حکم اور اطاعت کرے......۱......) اپنے رب کی اور اسے سزاوار ہی یہی ہے (یعنی اس پر حق ہے کہ وہ حکم سنے اور فرمانبرداری کرے) اور جب زمین دراز کی جائے (زمین کی وسعت میں اضافہ کیا جائے جیسا کہ چمڑے کو دراز کیا جاتا ہے اس وقت زمین پر کوئی عمارت، کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا......۲......) اور ڈال دے جو کچھ اس میں ہے (یعنی مردے اپنے سطح کی طرف) اور خالی ہو جائے (مردوں سے......۳......) اور سنے (اس بارے میں) اپنے رب کا حکم (یعنی حکم سنے اور فرمانبرداری کرے) اور اسے سزاوار ہی یہ ہے (اور یہ تمام ہی امور بروز قیامت ہوں گے جواب ''اذا'' اور معطوف علیھا محذوف ہے جس پر اس کے ما بعد فملاقیہ دلالت کر رہا ہے) اے آدمی بیشک تجھے کوشش کرنی ہے (اپنے عمل میں، کادح بمعنی جاھد ہے) اپنے رب سے (ملاقات) کے لیے (یعنی موت کے لیے) خوب کوشش پھر اس سے ملنا (یعنی تو اپنے مذکور عمل سے خواہ وہ اچھا ہو یا برا بروز قیامت ملے گا) تو وہ جو اپنی کتاب (یعنی اعمال نامہ) دہنے ہاتھ میں دیا جائے (اور وہ مومن ہوگا......۴......) اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا (اور وہ سہل حساب یہ ہے کہ مومن پر اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے اس کی نیکیوں پر اجر اور برائیوں سے تجاوز کیا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی حدیث پاک میں اس کی تفسیر کی گئی ہے اسی حدیث میں ہے جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا) اور اپنے گھر والوں کی طرف (جنت میں اس سبب سے) شاد شاد پلٹے گا اور وہ جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے (اور مراد اس سے کافر ہے اس کے سیدھے ہاتھ کو اس کی گردن کے ساتھ طوق میں باندھ دیا جائے گا اور بائیں ہاتھ کو پیٹھ پیچھے کر کے اس میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا) وہ عنقریب مانگے گا (اپنے نامۂ اعمال میں لکھے اعمال دیکھتے وقت) ہلاکت (ہائے موت ہائے موت کہہ کر اپنی ہلاکت کو پکارے گا......۵......) اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا (یصلی بمعنی یدخل اور سعیرا کے معنی بھڑکتی آگ ہے، ایک قرائت میں ''یصلی'' کو یاء مضمومہ، صاد مفتوحہ اور لام مشددہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بیشک وہ اپنے اہل میں (یعنی اپنے کنبے میں دنیا میں) خوش تھا (اکڑتا تھا پیروکاروں کے سامنے) وہ سمجھا (''ان'' مخففہ من الثقیلۃ ہے اس کا اسم محذوف ہے اصل میں ''انہ'' تھا) کہ اسے پھرنا نہیں (اپنے رب ﷻ کی طرف، یحور بمعنی یرجع ہے) ہاں کیوں نہیں (وہ اپنے رب ﷻ کی طرف پھرے گا) بیشک اس کا رب اس کا علم رکھتا ہے (بندے کے اس کی طرف لوٹنے کا، بصیرا بمعنی عالما ہے) تو مجھے قسم ہے (''لا

اقسم ''میں ''لا'' زائدہ ہے) شفق کی (''شفق'' غروب آفتاب کے آسمان پر چھانے والی سرخی کو کہتے ہیں،......۶......) اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں (یعنی چوپایوں وغیرہ کی، وسق بمعنی جمع ہے) اور چاند کی جب پورا (اور اس کا نور مکمل ہو اور یہ ایام بیض کی راتوں میں ہوتا ہے، اتسق بمعنی اجتمع ہے) ضرور تم چڑھو گے (اے لوگو ''تر کبن'' کی اصل ''تر کبونن'' ہے ،تعدد نون کی بناء پر نون رفعی کو حذف کر دیا گیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا گیا تو تر کبن ہوگا) منزل بہ منزل (اس سے مراد مرنا پھر زندہ ہونا، پھر احوال قیامت کا وقوع پزیر ہونا ہے، طبقا عن طبق بمعنی حالا بعد حال ہے) تو کیا ہوا انہیں (یعنی کافروں کو) ایمان نہیں لاتے (ایمان پر مقدر دلائل ہونے کے باوجود ان کے لیے ایمان لانے سے کیا مانع ہے یا ایمان کو ترک کردینے کے لیے ان کے پاس کونسی حجت ہے؟) اور (کیا ہوا انہیں) جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے (یعنی خضوع نہیں کرتے کہ اعجاز قرآنی کو دیکھ کر اس پر ایمان لے آئیں......ے......) بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں (مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے وغیرہ کو) اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں (اپنے نامۂ اعمال میں یعنی کفر جھٹلانا اور برے اعمال) تو تم انہیں خبر دو (فبشرھم بمعنی اخبرھم ہے) دردناک عذاب کی (الیم بمعنی مؤلم ہے) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا (اور اس ثواب پر ان پر احسان نہیں کیا جاتا، غیر ممنون بمعنی غیر منقوص اور غیر مقطوع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا السماء انشقت واذنت لربها وحقت﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، السماء: ''انشقت'' فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، انشقت: جملہ فعلیہ مفسرہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذنت لربها: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، حقت: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جزا محذوف ''ال نفی الانسان کدحة'' کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا الارض مدت والقت ما فیها وتخلت﴾

واذا الارض......الخ: جملہ شرطیہ بمطابق ترکیب ماقبل ''اذا السماء'' پر معطوف ہے۔

﴿یایها الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیه﴾

یایها الانسان: نداء، انک: حرف مشبہ واسم، کادح: اسم فاعل بافاعل، الی ربک: ظرف لغو، کدحا: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ملقیه: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فاما من اوتی کتبه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا﴾

ف: مستانفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، اوتی کتبه بیمینه: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، سوف: حرف استقبال، یحاسب: فعل مجہول بانائب الفاعل، حسابا یسیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف ''یکن من شیء'' کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وینقلب الی اهله مسرورا واما من اوتی کتبه وراء ظهره فسوف یدعوا ثبورا ویصلی سعیرا﴾

و: عاطفہ، ینقلب: فعل ''ھو'' ضمیر ذوالحال، مسرورا: حال، ملکر فاعل، الی اهله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، اوتی کتبه وراء ظهره: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، سوف: حرف استقبال، یدعوا ثبورا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یصلی سعیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف ''مهما یکن من شیء'' کی

جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انه كان في اهله مسرورا انه ظن ان لن يحور بلى ان ربه كان به بصيرا﴾

انه: حرف مشبہ واسم، كان: فعل ناقص "هو" ضمیر ذوالحال، فى اهله: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، مسرورا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، ظن: فعل بافاعل، ان: مخففہ باضمیر شان محذوف اسم، لن يحور: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بلى: حرف ایجاب، ان ربه: حرف مشبہ واسم، كان به بصيرا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا اقسم بالشفق واليل وما وسق والقمر اذا اتسق لتركبن طبقا عن طبق﴾

ف: فصیحیہ، لا: زائد، اقسم: فعل بافاعل، ب: جار، الشفق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اليل: معطوف اول، و: عاطفہ، ما وسق: موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، القمر: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذا اتسق: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لام: تاکید یہ، تركبن: فعل بافاعل، طبقا: ذوالحال، عن طبق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فما لهم لا يؤمنون﴾

ف: فصیحیہ، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، هم: ضمیر ذوالحال، لا يؤمنون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا قرئ عليهم القران لا يسجدون بل الذين كفروا يكذبون﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قرى عليهم: فعل مجہول وظرف لغو، القران: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لا يسجدون: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ماقبل "لا يؤمنون" پر معطوف ہے، بل: عاطفہ، الذين كفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، يكذبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله اعلم بما يوعون﴾

و: عاطفہ، الله: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، بما يوعون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبشرهم بعذاب اليم الا الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم اجر غير ممنون﴾

ف: عاطفہ، بشر: فعل امر بافاعل "هم" ضمیر مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، الذين: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، اجر: موصوف، غير ممنون: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مستثنیٰ، ملکر مفعول، بعذاب اليم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......واذا قرئ عليهم القران ......☆ جب سورہ اقراء میں ﴿واسجد واقترب﴾ نازل ہوا تو سید عالم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا مومنین نے آپ کے ساتھ کیا اور کفار قریش نے نہ کیا ان کے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کفار پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے (مسئلہ) اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے سننے والے پر اور حدیث سے ثابت ہے کہ سننے والے اور پڑھنے والے دونوں پر واجب ہے، خواہ سننے والے نے ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آسمان شق ہونے سے متعلق اقوال:

۱۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اذا السماء انشقت جب آسمان شق ہو (الانشقاق:۱)﴾، ﴿ویوم تشقق السماء بالغمام اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے (الفرقان:۲۵)﴾، قرآن اپنی بعض آیات کا بعض دوسری آیات سے تفسیر کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے ہول وشدت کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ اور آسمان پھٹ جایگا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا (الحاقۃ:۱۶)﴾۔ اور ہماری بحث بادلوں کے ذریعے آسمان کے پھٹ جانے کی نفی نہیں کرتی۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ آسمان مَجرۃ سے پھٹ جائے گا، مَجَرَّۃ کہتے ہیں آسمان کے دروازے کو، اور اہل ہیئت کہتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹے ستارے ہیں جو کہ بڑے ستاروں سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کا حسی اعتبار سے تمیز کرنا ممکن نہیں ہوتا لیکن ان کی جانب نظر کرنے سے شمار کیا جاسکتا ہے اور اس صورت میں ہماری سابقہ بحث کی نفی نہیں ہوتی کہ مَجَرَّۃ آسمان کے دروازے کا نام ہے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی خبر دی اور فرمایا کہ: ''اے معاذ! یمنی تجھ سے مَجَرَّۃ کے بارے میں سوال کریں تو کہنا کہ اژدھے کا لعاب ہے جو کہ عرش کے نیچے پایا جاتا ہے''۔

(روح المعانی، الجزء:۳۰، ص ۴۰۱)

زمین پھیلائے جانے کے متعلق اقوال واحادیث:

۲۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذا الارض مدت اور زمین دراز کی جائے (الانشقاق:۳)﴾۔ زمین کی وسعت میں اضافہ کردیا جائے گا، مقاتل کہتے ہیں کہ زمین کو یوں برابر کردیا جائے گا کہ وہ چمڑے کی طرح پھیل جائے گی۔ اس میں کوئی پہاڑ اور عمارت باقی نہ رہے گی۔ حاکم نے ابن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ جب قیامت کا روز قائم ہوگا تو زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور مخلوقات کو جمع کیا جائے گا۔

(المظھری، ج۷، ص ۳۷۵)

☆۔۔۔۔۔۔علی بن حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل زمین کو پھیلا دے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے پاؤں رکھنے کی جگہ ہوگی، پس سب سے پہلے مجھے ندا کی جائے گی اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام رحمٰن کے دائیں جانب ہونگے، پس میں کلام کروں گا کہ: ''اے میرے رب! بیشک انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ تو نے ان کو میری جانب بھیجا ہے''، اللہ عزوجل فرمائے گا: ''یہ حق وسچ ہے''، پھر میں شفاعت کروں گا، پس میں یوں کہوں گا: ''اے میرے رب! تیرے بندوں نے زمین کے اطراف میں تیری عبادت کی ہے''، علی بن حسین کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے۔

(الطبری، الجزء:۳۰، ص ۱۴۰)

☆۔۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور انہوں نے قیامت کا تذکرہ فرمایا، پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں کلام کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامِ قیامت سے پہلے مجھے زمین پر دوبارہ نازل فرمائے گا، پس قیامت کب آئے گی اس کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے، پھر انہوں نے خروج دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہوکر اس کو قتل کروں گا، اور لوگ اپنے شہروں میں لوٹ جائیں گے، یاجوج ماجوج ہر بلندی سے اُن کے سامنے آئیں گے، جس پانی کے پاس سے گزریں گے اُسے پی جائیں گے اور جس چیز کے پاس سے گزریں گے اُس کو خراب کردیں گے، پھر لوگ اللہ عزوجل سے فریاد کریں گے، میں اللہ

ﷻ سے دعا کروں گا تو اللہ ﷻ بارش نازل فرمائے گا اور وہ بارش ان کی لاشوں کو سمندر میں ڈال دیگی، پھر پہاڑ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے اور زمین کو چمڑے کی مانند کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ جب یہ ہوگا تو قیامت اتنا اچانک آجائے گی کہ جس طرح گھر والوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ حاملہ عورت کو کب بچہ ہوجاتا ہے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، رقم: ٤٠٨١، ص ٦٧٨)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں کو سفید اور چٹیل زمین میں جمع کیا جائے گا جو سفید گول روٹی کی طرح ہوگی جس میں کسی کی کوئی علامت نہیں ہوگی"۔ (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب: سورة الفرقان، رقم: ٤٧٦٠، ص ٨٣٥)

زمین کا خزانے و مُردے اگل دینا:

سؔ......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والقت ما فيها وتخلت اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہوجائے (الانشقاق: ٤)﴾۔ مجاہد کہتے ہیں کہ زمین اپنے مُردوں کو نکال کر باہر ڈال دیگی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمین اپنے تمام بوجھ کو نکال باہر کرے گی۔ (الطبری، الجزء: ٣٠، ص ١٤١)

امام قرطبی کہتے ہیں: ابن جبیر کہتے ہیں کہ مُردے زمین سے باہر نکال دیئے جائیں گے اور زندہ لوگوں سے زمین خالی کردی جائے گی۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین اپنے خزانے اور دفینے باہر کردے گی اور خالی ہوجائے گی یعنی زمین کا پیٹ خالی ہوجائے گا اور اُس میں کچھ بھی باقی نہ رہے گا اور یہ اللہ ﷻ کے حکم سے ہوگا، جیسا کہ حاملہ عورت کا وضع حمل کے بعد پیٹ خالی ہوجاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین کا ظاہر حصہ پہاڑوں اور سمندروں سے خالی ہوجائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جو بھی زمین میں بطور امانت اور حفاظت کے رکھا گیا تھا سب ہی کچھ ختم ہوجائے گا کیونکہ اللہ ﷻ نے زمین کے اوپر اپنے بندوں کو عبادت کے لئے اور زمین کے اندر بطور امانت کے رکھنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ (القرطبی، الجزء: ٣٠، ص ٢٣٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ نہر فرات (نہر کوفہ) اپنے خزانے کھول دے تو جو بھی وہاں حاضر ہوگا اس (سونے کے) خزانوں سے کچھ بھی نہ لیگا"۔ (مشكوة المصابيح، باب: اشراط الساعة، الفصل الاول، ص ٤٦٩)

مومن کے نامۂ اعمال اور آسانی سے حساب کا معاملہ:

مؔ......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿يايها الانسان انك كادح الى ربك كدحا فملقيه فاما من اوتى كتبه بيمينه فسوف يحاسب حسابا يسيرا اور اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا (الانشقاق: ٦ تا ٨)﴾۔ ان آیات میں پہلے تو انسان کو کوشش وجدوجہد کا حکم دیا گیا ہے کہ انسان اپنے اعمال میں کوشش کرے، کیونکہ "الکدح" کا معنی یہی ہے کہ انسان کا خیر وشر کے امور میں کوششیں کرنا، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اپنے رب کے حکم کو بجالانے کی سعی کرے اور موت کے بعد اپنے رب ﷻ سے ملنے کی کوشش میں مصروف عمل رہے، معنی یہ ہے کہ اپنی ذات کو موت سے ہمکنار رکھنے کے لئے تیار رہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی دنیا کو اپنے رب ﷻ کی ملاقات کے لئے کوشاں رکھے۔ حساب ہونا یقینی امر ہے، اور آسانی سے حساب ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندے پر اعمال پیش کردیئے جاتے ہیں اور وہ طاعت ومعصیت کو پہچانتا ہے، پھر طاعت پر ثواب کماتا ہے اور اس کی معصیت سے درگزر کردیا جائے تو یہی آسان حساب ہونے کا معنی ہے اس لئے کہ جب حساب آسان ہوتا ہے تو حساب کی نہ تو شدت ہوگی اور نہ ہی کوئی مناقشہ (سختی) ہوگا، اور نہ ہی بندے سے یہ کہا جائے گا کہ تو نے یہ عمل کیوں کیا اور نہ ہی اُس سے عذر طلب کیا جائے گا اور نہ ہی حجت مانگی جائے گی

کیونکہ جب حجت طلب کی جائے اور جواب نہ بن پڑے تو کلام بے کار ہوتا ہے۔ (الخازن، ج ٤، ص ٤٠٨)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو کسی نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: ''اے اللہ ﷻ! مجھ سے حساب آسان لینا''، میں نے عرض خدمت کی: یارسول اللہ ﷺ! آسان حساب کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے بندے کے اعمال نامے کو دیکھ کر اُس سے درگزر فرمالے، اور جس سے اُس دن حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور مومن پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے، اللہ ﷻ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے، یہاں تک کہ اُسے کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ اُس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے''۔ (شعب الایمان، کتاب الایمان، باب:فی حشر الناس بعد، رقم: ٢٧٠، ج ١، ص ٢٠٣)

☆......ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی زوجہ مطہرہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی ایسی بات سماعت کرتیں جو انہیں سمجھ میں نہ آتی تو وہ سوال کر لیتیں، یہاں تک کہ اُس بات کو سمجھ لیں، بیشک جب سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی سے حساب لیا گیا اُسے عذاب دیا گیا''، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ ﷻ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿فسوف یحاسب حسابا یسیرا﴾ اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا(الانشقاق:٨)﴾، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مراد حساب کو پیش کرنا ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سمع شیئا، رقم: ١٠٣، ص ٢٣)

کافر کے نامۂ اعمال اور حساب کا معاملہ:

٥......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿واما من اوتی کتبہ وراء ظہرہ اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے (الانشقاق: ١٠)﴾ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ آیت مقدسہ اسود بن عبد الاسد ابوسلمہ کے بھائی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عباس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت ہر مومن و کافر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ بندے کا دایاں ہاتھ کھینچا جائے گا اور فرشتہ اُس کے ہاتھ کو کھینچ لے گا اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ سے نامۂ اعمال پکڑے گا۔ مقاتل اور قتادہ کہتے ہیں کہ کافر کے سینے اور پسلیوں میں سے بایاں ہاتھ گزار کر پیٹھ کے پیچھے سے نکالا جائے گا، پس وہ اسی طرح سے نامۂ اعمال پکڑے گا۔ مزید فرمایا: ﴿فسوف یدعوا ثبورا ویصلی سعیرا وہ عنقریب موت مانگے گا اور بھڑکتی آگ میں جائے گا (الانشقاق: ١١ تا ١٢)﴾۔ یعنی ہلاکت کو پکارے گا اور جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (القرطبی، الجزء: ٣٠، ص ٢٣٩)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''جہنم کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس کی گرمی شدید، اس کی تہہ بہت گہری اور اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں''۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب:ما جاء فی صفۃ قعر جہنم، رقم: ٢٥٨٤، ص ٧٤١)

شفق کے معنی اور کچھ تفصیل:

٦......اللہ نے فرمایا: ﴿فلا اقسم بالشفق تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی (الانشقاق: ١٦)﴾۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں الشفق الحمرۃ یعنی غروب آفتاب کے بعد سرخی کو شفق کہتے ہیں۔ اس حدیث کو امام شافعی نے لیا ہے جب کہ ہمارے نزدیک اس سرخی کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے وہ شفق ہے، اور یہی صحیح ہے۔

فاضل بریلوی فرماتے ہیں: ماقبل دار القطنی کی حدیث میں ابن عمر کا قول امام شافعی کا مؤید ہے جب کہ امام اعظم کے نزدیک شفق ابیض تک ہے اور اسی کو درایۃً ترجیح اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جائے۔ ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و ام المومنین بی بی صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سید القراء اُبی بن کعب و سید الحفاظ ابو ہریرہ، و عبد اللہ بن زبیر و اکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المومنین عمر بن عبد العزیز و اجلائے تبع تابعین مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابو

سلیمان خطابی وامام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم سے منقول کمافی عمدۃ القاری وحلیہ المستملی وغیرہما اور اب اگر ابن عمر سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انہوں نے کسی سفر میں سید المرسلین ﷺ کو بعد شفق احمر شفق ابیض میں مغرب اور اس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بناء پر یہی سمجھا ہو کہ سید عالم ﷺ نے وقت قضاء کر کے جمع فرمائی ہو اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ رات گئے یا آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی، یہ اُن کے لئے اپنے مذہب پرمبنی ہو گا کہ جب وقت قضاء ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں، مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا، یہ تقریر بحمد اللہ وافی وکافی اور مخالف کے تمام دلائل وشبہات کی دافع ونافی ہے، اگر ہمت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ سید عالم ﷺ نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجتماعی عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پر پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ ﷻ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہیں دکھا سکو گے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ ،رسالہ: حاجز البحرین ،ج۵،ص۲٤٦ وغیرہ)

☆......جابر نے عقیل ﷛ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک کہ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے، جب شفق غائب ہوتی تھی۔(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین،باب: جواز الجمع بین الصلوتین برقم:(۱۵۱۲)/٤/۷۰٤،ص۳۲٤)

پس احادیث واقوال علماء وفقہاء کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کا موقف واضح ہے کہ احناف کا عمل شفق کے بارے میں درست ہے، یعنی ابیض تک ہے۔ اور جہاں احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا بیان ہے وہاں جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی، تدبر۔

قرآن سن کر سجدہ نہ کرنے والوں کا بیان:

ﷺ......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿واذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے (الانشقاق:۲۱)۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن سننے پر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس آیت میں اُن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو قرآن سن کر سجدہ نہیں کرتے۔ یہاں یہ بھی بیان ہے کہ مطلق قرآن سن کر سجدہ لازم نہیں ہوتا بلکہ آیت سجدہ سماعت کرنے یا تلاوت کرنے پر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ (المظھری ،ج۷،ص۳۷۸)

نوٹ: ہم نے مفصل کلام عطائین، ج۳،ص۸٦، اور ج۴،ص۲۷، ۲۲۴ میں کر دیا ہے، طلباء انہی مجلدات کی جانب رجوع کریں۔

اغراض:

سمعت واطاعت: آسمان کی فرمانبرداری کرنے کی حالت میں شبہ کا بیان ہے کہ وہ قدرتِ الٰہی کی تاثیر سے واقف ہے، کہ اللہ کے حکم کو سن کر پیروی کرتے ہوئے حکم بجالاتی ہے اور آسمان اللہ کے ارادوں سے واقف ہے اور تمام امور اللہ کی جانب تفویض کئے ہوئے ہیں اور اس طرح کوئی تنازع نہیں رہتا۔ **ولم یبق علیها بناء ولا جبل:** مخلوق کے حساب کے لئے جمع ہونے کی بناء پر زمین کو وسیع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ہر بشر کا قدم اس پر موجود ہو جائے گا اگرچہ مخلوق بہت ہو گی اور آیت کا ظاہر یہ کہتا ہے کہ زمین اپنی بقاء کے ساتھ کھینچ کر پھیلا دی جائے گی، لیکن یہ مراد نہیں ہے کیونکہ ایک زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض﴾(ابراھیم:٤٨)۔ **من الموتی:** مراد زمین کے خزانے، دفینے اور زروع ہیں۔ **ای ملاق عملک:** میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ''ملاقیہ'' کی ضمیر ''الکدح بمعنی العمل'' کی جانب عائد ہے، اور کلام میں مضاف حذف ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: ''ای ملاق حسابه وجزائه''، اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر عائد ہو ''اللہ'' کی جانب اور معنی یہ ہو کہ اپنے رب سے ملاقات کا وقت جس سے راہ فرار نہیں ہے۔

ھـو الـمـؤمـن: مومن کونامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جانے کا بیان کرنا مقصود ہے اگر چہ مومن معصیت کرنے والا ہو اور مستحق نار ہو۔**ھـو عرض عملہ علیہ:** یعنی اللہ کے حضور اعمال پیش کئے جائینگے، اور بندے کو طاعت اور معصیت کی پہچان کرائی جائے گی اور طاعت پر ثواب دیا جائے گا اور نافرمانی سے تجاوز کیا جائے گا اور یہ حساب آسان ہے جس میں شدت ومناقشہ نہیں ہوگا، اور نہ ہی یوں کہا جائے گا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟، اور نہ ہی عذر طلب کیا جائے گا اور نہ ہی دلیل مانگی جائے گی۔

تغل یمناہ: کافر کے ساتھ اس طرح کا معاملہ آیت مذکورہ کے ضمن میں ہوگا: ﴿واما من اوتی کتبہ بشمالہ (الحاقہ:۲۵)﴾۔**جمع ما دخل علیہ:** یعنی رات دن میں منتشر ہونیوالی مخلوق، چوپائے وغیرہ کو سمیٹ دیتی ہے۔**وغیرھا:** جیسا کہ درخت اور سمندر، کہ رات ہونے پر یہ بھی ٹھہر جاتے ہیں۔**وھو الموت ثم الحیاۃ:** یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے جب کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے وہ ''رضیع''ہوتا ہے، اس کے بعد'فطیم''، پھر'غلام''، اس کے بعد جوان ہونے پر'شاب''اور آخر میں بوڑھا ہونے پر''شیخ''کہلاتا ہے۔

لا یـخـضـعـون: مراد لغوی سجدہ ہے نہ کہ عرفی، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حقیقی سجدۂ تلاوت ہے، اور ائمہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۲۵۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ البروج مکیۃ وھی اثنتان وعشرون آیۃ

(سورۂ بروج مکی ہے جس میں ۲۲ آیات ہیں)

تعارف سورۃ البروج

اس سورت میں ایک رکوع، بائیس آیتیں، ایک سو نو کلمات، چار سو پینسٹھ حروف ہیں۔ یہ سورت مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کفار کا ظلم وستم ایمان والوں پر بڑھ گیا تھا کہ جب اہل ایمان لوگوں کو انہوں نے انگاروں سے بھری ہوئی خندقوں میں ڈالا کفر اور باطل نعمت وہدایت سے محروم ہونے کے باعث جو ہر انسانیت سے بھی عاری تھے، رحم وشفقت کا جذبہ ان کے دلوں میں نہ تھا، کمزور اور بے بس اہل ایمان پر وہ وحشی درندوں کی طرح جھپٹتے ہیں اور زندہ انسانوں کو بھڑکتے شعلوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ اور ان کو تڑپتے دیکھ کر ان کو خوشی ہوتی اور رقص کرنا ان کا معمول تھا۔ لیکن ظلم وستم کے سامنے جو اہل ایمان کی ثابت قدمی اپنے اندر جو حسن وجمال رکھتی ہے اس کی بھی مثال نہیں ہے، وہ ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے، وہ تشدد کے شکنجوں میں کسے جارہے تھے لیکن ان کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ان کی آنکھوں سے کوئی آنسو نہ ٹپکتا، نہ آہ کرتے، نہ فریاد، اپنے مولائے کریم کی خوشنودی کے حصول کو اپنی مسرتوں اور سعادتوں کی معراج یقین کرتے، وہ یقین رکھے ہوئے تھے کہ ایک دن کفر کا طلسم ٹوٹ جائے گا، کافروں کی قوتیں مغلوب ہوجائیں گی، مخالفت کے طوفان تھم جائیں گے۔ ابوجہل سے پہلے فرعون اور ثمودی گزرے ہیں لیکن وہ اپنی موت خود ہی مرگئے اور حق کا پرچم لہراتا رہا اور قیامت تک لہراتا رہے گا۔

رکوع نمبر: ۱۰

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والسماء ذات البروج ﴿۱﴾﴾ لِلْكَوَاكِبِ اِثْنَاعَشَرَ بُرْجًا تَقَدَّمَتْ فِي الْفُرْقَانِ ﴿والیوم الموعود ﴿۲﴾﴾ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿وشاهد﴾ هُوَيَوْمِ الْجُمُعَةِ ﴿ ومشهود ﴿۳﴾﴾ يَوْمِ عَرَفَةَ كَذَا فُسِّرَتِ الثَّلٰثَةِ فِي الْحَدِيْثِ فَالْاَوَّلُ مَوْعُوْدٌ بِهٖ وَالثَّانِيْ بِالْعَمَلِ فِيْهِ وَالثَّالِثُ تَشْهَدُهُ النَّاسُ وَالْمَلَائِكَةِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ صَدْرُهٗ اَیْ تَقْدِيْرُهٗ لَقَدْ ﴿قتل﴾ لُعِنَ ﴿ اصحب الاخدود ﴿۴﴾﴾ اَلشَّقِّ فِي الْاَرْضِ ﴿النار﴾ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ مِنْهُ ﴿ ذات الوقود ﴿۵﴾﴾ مَاتُوْقَدُ بِهٖ ﴿اذ هم عليها﴾ اَیْ حَوْلَهَا عَلٰی جَانِبِ الْاُخْدُوْدِ عَلَی الْكَرَاسِيِّ ﴿ قعود ﴿۶﴾﴾ وهم على ما يفعلون بالمؤمنين ﴾ بِاللّٰهِ مِنْ تَعْذِيْبِهِمْ بِالْاِلْقَاءِ فِي النَّارِ اِنْ لَّمْ يَرْجِعُوْا عَنْ اِيْمَانِهِمْ ﴿ شهود ﴿۷﴾﴾ حُضُوْرٌ رُوِيَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْجَی الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُلْقِيْنَ فِي النَّارِ بِقَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ قَبْلَ وُقُوْعِهِمْ فِيْهَا وَخَرَجَتِ النَّارُ اِلٰی مَنْ ثَمَّ فَاَحْرَقَتْهُمْ ﴿وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز﴾ فِيْ مُلْكِهٖ ﴿ الحميد ﴿۸﴾﴾ اَلْمَحْمُوْدِ ﴿الذى له ملك السموت والارض والله على كل شىء شهيد ﴿۹﴾﴾ اَیْ مَا اَنْكَرَ الْكُفَّارُ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا اِيْمَانَهُمْ ﴿ان الذين فتنوا المؤمنين والمؤمنت﴾ بِالْاِحْرَاقِ ﴿ ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم﴾ بِكُفْرِهِمْ ﴿ ولهم عذاب الحريق ﴿۱۰﴾﴾ اَیْ عَذَابُ اِحْرَاقِهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ وَقِيْلَ فِي الدُّنْيَا بِاَنْ اُخْرِجَتِ النَّارُ فَاَحْرَقَتْهُمْ كَمَا تَقَدَّمَ ﴿ان الذين امنوا وعلموا الصلحت لهم جنت تجرى من تحتها الانهر ذلک الفوز الكبير ﴿۱۱﴾﴾ ان بطش ربک ﴾ بِالْكُفَّارِ ﴿لشديد ﴿۱۲﴾﴾ بِحَسْبِ اِرَادَتِهٖ ﴿انه هو يبدئ

ویعید(۱۳)﴿فَلَایُعۡجِزُهٗ مَایُرِیۡدُ﴾وھو الغفور﴿ لِلۡمُذۡنِبِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ الودود(۱۴)﴿اَلۡمُتَوَدِّدُ اِلٰی اَوۡلِیَآئِهٖ بِالۡکَرَامَةِ﴾ذو العرش﴿خَالِقُهٗ وَمَالِکُهٗ﴾المجید (۱۵)﴿بِالرَّفۡعِ الۡمُسۡتَحِقُّ لِکَمَالِ صِفَاتِ الۡعُلُوِّ﴾فعال لما یرید (۱۶)﴿لَایُعۡجِزُهٗ شَیۡءٌ﴾هل اتک﴿یَامُحَمَّدُ﴾ حدیث الجنود (۱۷)فرعون وثمود (۱۸)﴿بَدَلٌ مِنَ الۡجُنُوۡدِ وَاسۡتَغۡنٰی بِذِکۡرِ فِرۡعَوۡنَ عَنۡ اَتۡبَاعِهٖ وَحَدِیۡثُهُمۡ اَنَّهُمۡ اُهۡلِکُوۡا بِکُفۡرِهِمۡ وَهٰذَا تَنۡبِیۡهٌ لِمَنۡ کَفَرَ بِالنَّبِیِّ وَالۡقُرۡاٰنِ لِیَتَّعِظُوۡا﴾بل الذین کفروا فی تکذیب (۱۹)﴿بِمَاذُکِرَ﴾والله من ورائهم محیط(۲۰)﴿لَاعَاصِمَ لَهُمۡ مِنۡهُ﴾بل هو قران مجید(۲۱)﴿عَظِیۡمٌ﴾فی لوح﴿هُوَفِی الۡهَوَاءِ فَوۡقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ﴾محفوظ(۲۲)﴿بِالۡجَرِّ مِنَ الشَّیَاطِیۡنِ وَمِنۡ تَغَیُّرِشَیۡءٍ مِنۡهُ وَطُوۡلُهٗ مَابَیۡنَ السَّمَاءِ وَالۡاَرۡضِ وَعَرۡضُهٗ مَابَیۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَهُوَ مِنۡ دُرَّةٍ بَیۡضَاءِ قَالَهُ ابۡنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا.

﴿ترجمہ﴾

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں (ستاروں کے جن کی تعداد بارہ ہے اس کا تذکرہ سورۃ الفرقان میں گزر چکا ہے......۱......) اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (یعنی روز قیامت کی) اور گواہ کی (مراد اس سے روز جمعہ ہے) اور اس کی جس میں حاضر ہوتے ہیں (یعنی یوم عرفہ کی ان تینوں کی یہی تفسیر حدیث پاک میں کی گئی ہے پس پہلی وہ ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور دوسری چیز وہ ہے جو خود اپنے عمل پر گواہ ہے اور تیسری شے وہ جس میں لوگ اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں......۲......، اس کے جواب قسم کا ابتدائی حصہ "لقد" مقدر ہے) لعنت ہو (قتل بمعنی لعن ہے) کھائی والوں پر ("اخدود" کھائی کو کہتے ہیں......۳......) بھڑکتی آگ والوں پر ("النار" "اصحب الا خدود" سے بدل اشتمال ہے، ذات الو قود بمعنی ما توقد به ہے) جب وہ اس پر (یعنی کھائی کے کنارے پر اس کے اردگرد کرسیوں پر) بیٹھے تھے اور وہ جو کچھ کر رہے تھے (اللہ ﷻ پر) ایمان رکھنے والوں کے ساتھ (یعنی انہیں آگ میں ڈال کر عذاب دینا ایمان سے نہ پھرنے کی صورت میں) وہ خود اس پر گواہ ہیں (شهود بمعنی حضور ہے، روایت میں ہے کہ اللہ ﷻ نے ان مومنین کو آگ میں ڈالے جانے سے پہلے ان کی ارواح قبض فرما کر انہیں نجات دی اور اسی مقام سے آگ باہر نکل آئی اور اس نے کافروں کو جلا کر بھسم کر ڈالا) اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ ایمان لائے اللہ پر (جو اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والا سب خوبیاں سراہا (الحمید بمعنی المحمود ہے) کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (یعنی اللہ ﷻ اس پر بھی گواہ ہے کہ کافروں نے مسلمانوں پر ان کے ایمان کی وجہ سے ظلم ڈھائے) بیشک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو (آگ میں جلا کر) پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے (ان کے کفر کے سبب) جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے (یعنی آخرت میں انہیں مسلمان کو جلانے کے سبب عذاب ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ انہیں دنیا میں بھی عذاب دیا گیا کہ کھائی سے آگ باہر نکل آئی اور اس نے انہیں جلا دیا......۴......) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں یہی بڑی کامیابی ہے بیشک تیرے رب کا (کافروں کو) پکڑنا بہت سخت ہے (یہ اس کے ارادے کے موافق ہے) بیشک وہی پیدا کرتا ہے (مخلوق کو) اور اعادہ کرے گا (اسے اس کے ارادے سے کوئی عاجز نہیں کر سکتا) اور وہی بخشنے والا ہے (گناہ گار مسلمانوں کو اپنے اولیاء سے) محبت کرنے والا عرش والا (یعنی عرش کا خالق اور مالک) عزت والا (کمال علو کی صفات کا مستحق "المجید" کو مرفوع پڑھا گیا ہے) ہمیشہ جو چاہے کرنے والا (کوئی شے اسے عاجز نہیں کر سکتی اے حبیب ﷺ) کیا تمہارے پاس

لشکروں کی بات آئی فرعون اور ثمود کی (''فرعون و ثمود'' ''الجنود'' سے بدل ہے فرعون کو ذکر کرنے کے بعد اس کے پیروکار کے تذکرہ سے استغناء ہوگیا، بات یہ ہے کہ انہیں ان کے کفر کے سبب ہلاک کر دیا گیا پس یہ ان کے لیے تنبیہ ہے جنہوں نے نبی پاک ﷺ اور قرآن پاک کے ساتھ کفر کیا کہ وہاں سے نصیحت پکڑیں) بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں (انہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا) اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے (انہیں اللہ عزوجل سے کوئی بچانے والا نہیں) بلکہ وہ عظمت والا قرآن ہے (مجید بمعنی عظیم ہے) اس لوح میں (جو کہ ساتویں آسمان سے اوپر فضاء میں ہے) جو محفوظ ہے (شیاطین کی دسترس اور تغییر و تبدیلی ہے، لوح محفوظ کی لمبائی زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ جتنی ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کی مقدار ہے، لوح محفوظ سفید رنگ کے موتی کا ہے یہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے......۵......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والسماء ذات البروج واليوم الموعود.......... ذات الوقود اذ هم عليها قعود﴾

و: قسمیہ جار، السماء: موصوف، ذات البروج: صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیوم الموعود: مرکب توصیفی معطوف اول، و: عاطفہ، شاهد: معطوف ثانی، و: عاطفہ، مشهود: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "نقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، قتل: فعل مجهول، اصحب: مضاف، الاخدود: مبدل منہ، النار: موصوف، ذات الوقود: صفت، ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر نائب الفاعل، اذ: مضاف، هم: مبتدا، عليها قعود: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وهم على ما يفعلون بالمومنين شهود﴾

و: عاطفہ، هم: مبتدا، على: جار، ما يفعلون بالمومنين: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، شهود: حرف اسم فاعل با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما نقموا منهم الا ان يومنوا بالله العزيز الحميد الذى له ملك السموت والارض﴾

و: عاطفہ، ما نقموا: فعل نفی با فاعل، منهم: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، يومنوا: فعل با فاعل، ب: جار، الله: موصوف، العزيز الحميد: صفتان، الذى: موصول، له ملك السموت والارض: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والله على كل شىء شهيد﴾

و: عاطفہ، الله على كل شىء شهيد: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين فتنوا المومنين والمومنت ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق﴾

ان: حرف مشبہ، الذين: موصول، فتنوا: فعل با فاعل، المومنين والمومنت: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لم يتوبوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر اسم، ف: جزائیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب جهنم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لهم عذاب الحريق: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم جنت تجرى من تحتها الانهر ذلك الفوز الكبير﴾

ان: حرف مشبہ، الذين: موصول، امنوا وعملوا الصلحت: صلہ، ملکر اسم، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، جنت: موصوف، تجرى

من تحتها: ظرف لغو، الانھر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، الفوز الکبیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان بطش ربک لشدید انه هو یبدیٔ ویعید﴾

ان بطش ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، شدید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، هو: مبتدا، یبدیٔ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعید: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الغفور الودود ذو العرش المجید فعال لما یرید﴾

و: عاطفہ، هو: مبتدا، الغفور الودود: خبران، ذو العرش المجید: خبر ثالث، فعال لما یرید: شبہ جملہ خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هل اتک حدیث الجنود فرعون وثمود بل الذین کفروا فی تکذیب﴾

هل: حرف استفہام، اتک: فعل ومفعول، حدیث: مضاف، الجنود: مبدل منہ، فرعون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثمود: معطوف، ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، بل: عاطفہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، فی تکذیب: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله من ورائهم محیط بل هو قران مجید فی لوح محفوظ﴾

و: عاطفہ، الله: مبتدا، من ورائهم محیط: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، هو: مبتدا، قران: موصوف، مجید: صفت اول، فی لوح محفوظ: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......قتل اصحب الاخدود......☆ مروی ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اس کا جادوگر بوڑھا ہوگیا اس نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پاس ایک لڑکا بھیج جسے میں جادو سکھادوں۔ بادشاہ نے ایک لڑکا مقرر کردیا وہ جادو سیکھنے لگا راہ میں ایک راہب رہتا تھا اس کے پاس بیٹھنے لگا اور اس کا کلام اس کے دل نشین ہوتا گیا۔ اب اس نے آتے جاتے راہب کی صحبت میں بیٹھنا مقرر کرلیا۔ ایک روز راستے میں ایک مہیب جانور ملا لڑکے نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی کہ یارب اگر راہب تجھے پیارا ہے تو میرے پتھر سے اس جانور کو ہلاک کردے۔ وہ جانور اس کے پتھر سے مرگیا اس کے بعد لڑکا مستجاب الدعوات ہوگیا۔ اس کی دعا سے کوڑھی اور اندھے اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا ہوگیا تھا وہ آیا لڑکے نے دعا کی وہ اچھا ہوگیا۔ اور اللہ پر ایمان لے آیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا اس نے کہا تجھے کس نے اچھا کیا کہا میرے رب نے، بادشاہ نے کہا میرے سوا اور بھی کوئی رب ہے یہ کہہ کر بادشاہ نے اس پر سختیاں شروع کیں یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتادیا، لڑکے پر سختیاں کیں اور اس نے راہب کا پتہ بتادیا۔ راہب پر سختیاں کیں اور اس سے کہا اپنا دین ترک کر اس نے انکار کیا تو اس کے سر پر آرا رکھ کر چروادیا۔ پھر مصاحب کو بھی چروادیا، پھر لڑکے کو حکم دیا کہ پہاڑی کی چوٹی سے گرایا جائے۔ سپاہی اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اس نے دعا کی پہاڑ پر زلزلہ آیا۔ سب گر کر ہلاک ہوگئے۔ لڑکا صحیح سلامت چلا آیا۔ بادشاہ نے کہا سپاہی کیا ہوئے؟ کہا سب کو خدا نے ہلاک کردیا، پھر بادشاہ نے لڑکے کو سمندر میں غرق کرنے کے لئے بھیجا لڑکے نے دعا کی کشتی ڈوب گئی تمام شاہی آدمی ڈوب گئے۔ لڑکا صحیح سلامت بادشاہ کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے کہا وہ آدمی کیا ہوئے کہا سب کو اللہ نے ہلاک کردیا اور تو مجھے قتل کر ہی نہیں سکتا جب تک وہ کام نہ کرے جو میں بتاؤں۔ کہا وہ کیا؟ لڑکے نے کہا ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر اور مجھے کھجور کے ڈھنڈ پر سولی دے۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر "بسم الله رب الغلام"

کہہ کر مارا ایسا کریگا تو مجھے قتل کر سکے گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور واصل بحق ہو گیا۔ اسے دیکھ کر تمام لوگ ایمان لے آئے اس سے بادشاہ کو اور زیادہ صدمہ ہوا۔ اس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو دین سے نہ پھرا۔ اس کو اس آگ میں ڈال دو، لوگ ڈالے گئے یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کی گود میں ایک بچہ تھا وہ ذرا جھجکی، بچہ نے کہا اے ماں صبر کر نہ جھجک تو سچے دین پر ہے۔ وہ بچہ اور ماں بھی آگ میں ڈال دیئے گئے۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم نے اس کی تخریج کی۔ اس سے اولیاء کی کرامتیں ثابت ہوتی ہیں آیت میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

البروج اور الفرقان میں برج کا بیان:

۱...... ﴿والسماء ذات البروج اور قسم آسمان کی جس میں برج ہیں (البروج:۱)﴾، ﴿تبرک الذی جعل فی السماء بروجا بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے (الفرقان:۶۱)﴾۔ متذکرہ آیت میں برج سے کیا مراد ہے اس بارے میں چار اقوال ہیں: (۱)...... مراد ستارے ہیں، اور یہ قول حسن، قتادہ، مجاہد اور ضحاک کا ہے۔ (۲)...... برج سے مراد محل ہیں اور یہ قول ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہم کا ہے اور عکرمہ کا ایک قول یہ ہے کہ برج سے مراد آسمانی محل ہیں اور مجاہد کے مطابق برج سے مراد محل کے محافظ ہیں۔ (۳)...... منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ برج سے مراد کوئی اچھی مخلوق ہے۔ (۴)...... ابوعبیدہ اور یحیی بن سلام کے مطابق مراد منازل ہیں، اور یہ بارہ ہیں اور یہی سورج، چاند اور ستاروں کی منزلیں ہیں اور چاند ہر برج میں دو یا تین دن سیر کرتا ہے، اور اسی لئے یہ اٹھائیس دن دکھائی دیتا ہے اور دو دن چھپ جاتا ہے اور سورج ہر برج میں ایک ماہ سیر کرتا ہے اور بارہ برج یہ ہیں: حَمَل، ثور، جَوزاء، سَرطان، اسد، سُنبلۃ، میزان، عقرب، قَوس، جَدی، دَلو اور حُوت، اور کلام عرب میں برج کو قصور کہا جاتا ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۲۴۸)

متذکرہ بالا قسموں کے بارے میں اقوال مفسرین:

۲...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والیوم الموعود اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (البروج:۲)﴾۔ یوم الموعود سے مراد قیامت کا دن ہے، اور اس میں اہل تاویل کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں اہل سماء اور اہل ارض سے اس دن میں جمع ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وشاھد ومشھود اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں (البروج:۳)﴾ اس میں اہل تاویل کا اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک الشاھد کے معنی جمعہ کا دن ہے، اور المشھود کے معنی عرفہ کا دن ہے اور یہی قول حسن کا بھی ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۲۴۸)

ابن کثیر لکھتے ہیں: مفسرین کے اقوال مختلف ہیں چنانچہ سعید بن میسب رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے، اور یہی قول عکرمہ کا بھی ہے۔ اور عکرمہ کے نزدیک شاہد کے معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور مشہود سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ ضحاک کے نزدیک شاہد سے مراد بنی آدم ہیں۔ حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ شاہد سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن عباس کے نزدیک شاہد سے مراد انسان ہیں اور مشہود جمعہ کا دن ہے۔ (ابن کثیر، ج ۴، ص ۵۹۸)

☆...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یوم موعود سے مراد قیامت کا دن، یوم مشہود سے مراد عرفہ کا دن اور شاہد سے مراد یوم جمعہ ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۃ البروج، رقم: ۳۳۵۰، ص ۹۶۲)

☆......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ یہ دن مشہود ہے، اس دن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں''۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه برقم: ۱۶۳۷، ص۲۸۸)

اصحب اخدود کون ہیں؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قتل اصحب الاخدود کھائی والوں پر لعنت ہو (البروج: ۴)﴾۔ اس بارے میں ایک طویل حدیث مسلم شریف میں بیان کی گئی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

☆......حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ یمن کا ایک بادشاہ تھا، اس کے پاس ایک جادوگر رہتا تھا۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے پاس ایک نوجوان بھیجو جسے میں جادو سکھا دوں تو بادشاہ نے ایک نوجوان بھیج دیا جس راستے سے وہ نوجوان جادوگر کے پاس جاتا تھا عین اسی راستے میں ایک عبادت گزار راہب بھی رہتا تھا.......... مزید شان نزول میں موجود ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب قصة اصحاب الاخدود والساحر برقم: (۷۴۰۵)/۳۰۰۵، ص۱۴۶۸)

مفسرین کے نزدیک مسلمانوں کو ایذا دینے کی سزا:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان الذین فتنوا المومنین والمومنت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق بیشک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب ہے (البروج: ۱۰)﴾۔ مراد وہ مومن مرد و عورت ہیں جنہیں عذاب دیا گیا، متذکرہ آیت میں المومنون کا لفظ خندقوں میں پھینکے گئے مومنین کے ساتھ دیگر کو بھی شامل ہے، لیکن دیگر مومنین کو اس حکم میں شامل کرنے کے لئے کسی قسم کی اذیت کا پہنچنا ضروری ہے۔ پھر اگر اذیت دینے والوں نے بعد اپنے قبیح جرم کے توبہ نہ کی ہو تو آخرت میں ان کے لئے عذاب نار ہے۔ یعنی اذیتیں دینے کی وجہ سے وہ نار جہنم کے مستحق بنے ہیں اور اگر یہ مومن ہوں تو یہ حکم اُن کی بخشش کی نفی نہیں کرتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ الذین سے مراد کافر ہوں اور انہوں نے مومنین کو ایمان لانے کی وجہ سے اذیتیں دیں تو ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد دنیاوی عذاب ہو کیونکہ جو بھی اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اُس میں گر جاتا ہے۔ (المظهری، ج۷، ص۳۸۴)

لوح محفوظ کو شیطان سے محفوظ رکھنے کا بیان:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فی لوح محفوظ لوح محفوظ میں ہیں (البروج: ۲۲)﴾۔ اس بارے میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ یہ قرآن پاک تغیر و تبدل و تحریف سے محفوظ ہے، یا لوح کی معرفت محفوظ سے ہوئی ہے کیونکہ یہی ام الکتاب ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ پاک کلام شیطان کی جانب سے زیادتی و نقصان کئے جانے سے محفوظ ہے، جو کہ عرش کے دائیں جانب واقع ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ لوح میں لا الہ الا اللہ وحدہ دینہ الاسلام ومحمد عبدہ ورسولہ فمن امن باللہ عزوجل وصدق وعدہ واتبع رسلہ ادخلہ الجنۃ یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا دین اسلام ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں پس جو اللہ عزوجل پر ایمان لائے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرے اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرے تو وہ داخل جنت ہو گا''۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ لوح سے مراد سفید تختی ہے جو کہ آسمان و زمین کے فاصلے کے برابر لمبی ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے مابین ہے، اور اس کے کنارے موتی اور یاقوت کے، صفحات سرخ یاقوت کے، اس کے قلم نور

کے، اس کا کلام عرش کے خفیہ رازوں میں سے ایک ہے اور اللہ ﷻ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے۔ (الخازن، ج٤، ص ٤١٤)
ابن کثیر لکھتے ہیں: ملأ اعلیٰ میں موجود ہر قسم کے نقص وزیادتی سے محفوظ ہے، ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ نے لوح محفوظ کو سفید موتی کی مانند پیدا کیا ہے، اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں، اس کے قلم اور کتاب نور کے، ہر دن اللہ ﷻ (اپنی شان کے لائق) اس میں تین سو ساٹھ بار توجہ فرماتا ہے، تخلیق ورزق، موت وزندگی، عزت وذلت جو چاہتا ہے اپنے چاہے کے مطابق فرماتا ہے۔ (ابن کثیر، ج٤، ص ٦٠٤)

اغراض:

کما فسرت الثلاثة في الحديث: روایت میں ہے: "یوم موعود سے مراد قیامت کا دن، یوم مشہود سے مراد عرفہ کا دن اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے"۔ الشق في الارض: یعنی ﴿الاخدود﴾ مفرد ہے، جس کی جمع "اخادید" ہے۔
بدل اشتمال منه: اس لئے کہ ﴿الاخدود﴾ سے "مشتمل في النار یعنی آگ پر مشتمل ہونے والے لوگ مراد ہیں"۔ روی ان الله انجی المومنین: مراد ستر لوگ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین سے نہ پلٹے اور جو دین سے پلٹ گئے وہ دس یا گیارہ لوگ تھے۔ الــــی مــــن ثــــم: یعنی جن کے بارے میں اصحاب اخدود ہونے کا ارادہ (فیصلہ) ہو چکا، لیکن ان کی تعیین کے بارے میں کوئی (واضح) نص وارد نہیں ہوئی، مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے، مزید مطالعہ حاشیہ نمبر "۳" میں دیکھیں۔
بدل من الجنود: مضاف کے حذف کے ساتھ، اصل عبارت یوں ہے: "جنود فرعون"، مراد بدل کل ہے اور اس سے فرعون اور اس کی قوم مراد ہیں اور خاص فرعون کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ قوم اسی کی پیروی کرتی تھی اور اسی پر مفسر نے اقتصار کیا ہے اور خاص طور پر فرعون اور ثمود کا ذکر اُن کے عرب میں مشہور ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔
فوق السماء السابعة: جو کہ عرش کے ساتھ معلق ہے۔ طوله ما بين المساء: مراد عرش کی دائیں جانب ہے، جس کے درمیان میں یوں لکھا ہے: "لا اله الا الله وحده، دينه الاسلام ومحمد عبده ورسوله فمن امن بالله عزوجل وصدق وعده واتبع رسله ادخله الجنة"۔ وهو من درة بيضاء: ماقبل حاشیہ نمبر "۵" کا مطالعہ کیجئے۔ (الصاوی، ج٦، ص ٢٥٤ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورة الطارق مكية وهى سبع عشرة آية

(سورہ طارق مکی ہے جس میں ۱۷ آیات ہیں)

تعارف سورة الطارق

اس سورت میں ایک رکوع، سترہ آیتیں، اکسٹھ کلمے، دوسواکتالیس حروف ہیں۔اس سورت میں وقوع قیامت کے بارے میں دلائل پیش کئے جارہے ہیں لیکن ان کے بیان سے پہلے کئی قسمیں کھا کر یہ بتایا گیا کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو آوارہ نہیں چھوڑا کہ جو اس دل کے میں آئے کر جائے اور اسے کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔اللہ ﷻ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نواز کر پیدا کیا۔یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کو جو نعمتیں بخشی گئیں ہیں ان کا استعمال کس طرح کرتا ہے اور اس کے محافظ بھی مقرر کردیئے۔اس کے بعد منکرین قیامت کو فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کا انکار کرنے سے پہلے ذرا اپنی پیدائش میں غور تو کرلو کہ تمہاری تخلیق پانی کی ایک بوند سے ہوئی۔تمہاری خوبصورت آنکھیں، چاند سا چہرہ، پیشانی، اور موتیوں کی طرح تمہارے دانت پھر جسمانی تو تیں، ذہنی اور روحانی استعداد بھی اسی میں بڑی خوش اسلوبی سے سمٹی ہوئی جس کی قدرت کا حیرت انگیز شاہکار تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔یہ سب اسی ایک بوند سے پیدا کیا تو کیا تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا اور فرمایا کہ اگر تم راہ راست اختیار نہیں کروگے تو کوئی ایسا مددگار نہیں ملے گا جو تمہیں اللہ ﷻ کے قہر سے بچاسکے۔سورت کے اختتام سے پہلے صاف صاف بتادیا کہ اہل مکہ اسلام کو ناکام کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن اللہ ان کی تمام حرکتوں کو جانتا ہے ان کے تمام منصوبوں کو وہ ناکام بنادے گا اور وہ جو اپنی شان وشوکت میں بدمست ہیں چندروز غور وتدبر کے لیئے جومہلت دی وہ جب ختم ہوجائے گی تو غضب الٰہی کی بجلی ان کو نیست ونابود کردے گی۔

رکوع نمبر: ۱۱

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والسماء والطارق (۱)﴾أَصْلُهُ كُلُّ اٰتٍ لَيْلًا وَمِنْهُ النُّجُوْمُ لِطُلُوْعِهَا لَيْلًا ﴿وما ادرك﴾أَعْلَمَكَ ﴿ما الطارق (۲)﴾مُبْتَدَاءٌ وَخَبَرٌ فِي مَحَلِّ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِيْ لِاَدْرِيْ وَمَابَعْدَمَاالْاُوْلٰى خبرها وَفِيْهِ تَعْظِيْمٌ لِشَانِ الطَّارِقِ الْمُفَسَّرِبِمَا بَعْدَهٗ هُوَ ﴿النجم﴾اَيِ الثُّرَيَّااَوْكُلُّ نَجْمٍ ﴿الثاقب (۳)﴾اَلْمُضِيْءُ لِثَقْبِهِ الظَّلَامَ بِضَوْئِهٖ وَجَوَابُ الْقَسَمِ ﴿ان كل نفس لما عليها حافظ (۴)﴾بِتَخْفِيْفِ مَافَهِيَ مَزِيْدَةٌ وَاِنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاِسْمُهَامَحْذُوْفٌ اَيْ اَنَّهٗ وَاللَّامُ فَارِقَةٌ وَّبِتَشْدِيْدِهَافَاِنْ نَافِيَةٌ وَلَمَّا بِمَعْنٰى اِلَّاوَالْحَافِظُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَحْفَظُ عَمَلَهَا مِنْ خَيْرٍوَّشَرٍّ ﴿فلينظر الانسان﴾نَظَرَاعْتِبَارٍ ﴿مما خلق (۵)﴾مِنْ اَيِّ شَيْءٍ جَوَابُهٗ ﴿خلق من ماء

دافق (۶) ﴿ذِیْ اِنْدِفَاقٍ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ فِیْ رَحْمِھَا﴾ یخرج من بین الصلب ﴿لِلرَّجُلِ﴾ والترائب (۷) ﴿لِلْمَرْاَۃِ وَھِیَ عِظَامُ الصَّدْرِ﴾ انہ ﴿تَعَالٰی﴾ علی رجعہ ﴿بَعْثُ الْاِنْسَانِ وَمَوْتِہٖ﴾ لقادر (۸) ﴿فَاِذَا اعْتُبِرَ اَصْلُہٗ عُلِمَ اَنَّ الْقَادِرَ عَلٰی ذٰلِکَ قَادِرٌ عَلٰی بَعْثِہٖ﴾ یوم تبلی ﴿تُخْتَبَرُ وَتُکْشَفُ﴾ السرائر (۹) ﴿ضَمَائِرُ الْقُلُوْبِ فِی الْعَقَائِدِ وَالنِّیَاتِ﴾ فما لہ ﴿لِمُنْکِرِ الْبَعْثِ﴾ من قوۃ ﴿یَمْتَنِعُ بِھَا عَنِ الْعَذَابِ﴾ ولا ناصر (۱۰) ﴿یَدْفَعُہٗ عَنْہُ﴾ والسماء ذات الرجع (۱۱) ﴿اَلْمَطَرِ لِعَوْدِہٖ کُلَّ حِیْنٍ﴾ والارض ذات الصدع (۱۲) ﴿اَلشَّقِّ عَنِ النَّبَاتِ﴾ انہ ﴿اَیِ الْقُرْاٰنُ﴾ لقول فصل (۱۳) ﴿یَفْصِلُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ﴾ وما ھو بالھزل (۱۴) ﴿بِاللَّعِبِ وَالْبَاطِلِ﴾ انھم ﴿اَیِ الْکُفَّارُ﴾ یکیدون کیدا (۱۵) ﴿یَعْمَلُوْنَ الْمَکَائِدَ لِلنَّبِیِّ﴾ واکید کیدا (۱۶) ﴿اَسْتَدْرِجُھُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ فمھل ﴿یَامُحَمَّدُ﴾ الکفرین امھلھم ﴿تَاکِیْدٌ حَسَّنَہٗ مُخَالِفَۃُ اللَّفْظِ اَیْ اَنْظِرْھُمْ﴾ رویدا (۱۷) ﴿قَلِیْلًا وَھُوَ مَصْدَرٌ مُؤَکِّدٌ لِمَعْنَی الْعَامِلِ مُصَغَّرُ رُوْدًا وَاَرْوَدًا عَلَی التَّرْخِیْمِ وَقَدْ اَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَنُسِخَ الْاِمْھَالُ بِالْاَمْرِ بِالْقِتَالِ بِالْجِھَادِ.

﴿ترجمہ﴾

آسمان کی قسم اور طارق کی (''طارق'' لغت میں بوقت رات ہر آنے والے کو کہتے ہیں اسی مناسبت سے ستاروں کے رات میں طلوع ہونے کی وجہ انہیں طارق کہتے ہیں......۱......) اور تم نے کیا جانا......۲......(ادرک بمعنی ما اعلمک ہے) وہ رات کو آنے والا کیا ہے (''ما الطارق'' مبتدا خبر ہیں اور ''ادری'' فعل کے مفعول ثانی کے محل میں ہے پہلے والی ''ما'' کے بعد والی ''ما'' پہلی کی خبر ہے اس طرز کلام میں ''طارق'' عظمت شان کو بیان کیا گیا اور ''طارق'' کی تفسیر مابعد کلام کے ذریعے کی گئی ہے وہ) تارا ہے (''النجم'' سے مراد یا تو ثریا نامی تارہ یا ہر تارہ مراد ہے) چمکنے والا (الثاقب بمعنی المضیئ ہے، اسے ثاقب اس لیے کہا کہ یہ اپنی روشنی وچمک کے ذریعے اندھیروں کو کاٹ دیتا ہے) کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو (''لما'' کو میم مخففہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے پس یہ زائدہ ہے اور ''ان'' مخففۃ من الثقیلۃ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ انہ تھا ''لما'' کی میم کو مشدد پڑھا جائے تو اس صورت میں ''لام'' فارقہ ہوگا ''ان'' حرف نفی ہوگا اور، لما بمعنی الا ہوگا، اور ''حافظ'' سے مراد فرشتے ہیں جو بندے کے اچھے برے اعمال کے محافظ ہیں......۳......) تو آدمی کو چاہیے کہ غور کرے (بنگاہِ عبرت) کہ کس چیز سے بنایا گیا (مما بمعنی من ای شیء ہے، اس کا جواب آگے آ رہا ہے) اچھلتے ہوئے پانی سے......۴......(مرد وعورت کے پانی سے جو رحم عورت میں جمع ہوتا ہے، دافق بمعنی ذو اندفاق ہے) جو نکلتا ہے (مردوں کی) پیٹھ اور (عورتوں کے) سینوں کے بیچ سے (''الترائب'' سینے کی ہڈیوں کو کہتے ہیں) بیشک

وہ (یعنی اللہ عزوجل) اس کے واپس کر دینے پر (بعد موت انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر) قادر ہے (پس جب بندہ اپنے اصل پر غور کرے گا تو جان لے گا کہ جو اس پیدائش پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے) جس دن جانچ ہوگی (تبلی بمعنی تختبر وتکشف ہے) چھپی باتوں کی (دلوں میں پوشیدہ عقائد اور نیتوں کی) تو نہ ہوگا اس کے لیے (یعنی منکر بعث کے لیے) کچھ زور (جس کے ذریعے وہ عذاب کو دور کر سکے) اور نہ کوئی مددگار (جو اس کے عذاب کو دور کر سکے) بارش والے آسمان کی قسم (ہر وقت بارش آسمان سے برستی ہے اس لیے اس کا نام 'ذات الرجع'' ہے......۵......) اور شق ہونے والی زمین کی قسم (جو نباتات کے نکلنے کے لیے شق ہوتی ہے، الصدع بمعنی الشق ہے،......٦......) بیشک وہ (یعنی قرآن پاک) ضرور فیصلہ کرنے والا ہے (حق اور باطل کے درمیان......۷......) اور وہ ھزل (کھیل کود اور باطل شے......۸......) نہیں بیشک وہ (یعنی کفار) اپنا ساداؤ چلتے ہیں (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی سازشوں پر عمل کرتے ہیں) اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں (''اکید کیدا'' کا معنی یہ ہے کہ میں انہیں ایسی جگہ سے پکڑوں گا جہاں سے انہیں علم نہ ہوگا......۹......) تو تم (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ڈھیل دو کافروں کو انہیں مہلت دو (امھلھم بمعنی انظرھم ہے، یہ ''مھل'' کی تاکید کے لیے ہے اسے الگ لفظ سے تحسین کلام کے لیے ذکر کیا ہے) تھوڑی دیر (رویدا بمعنی قلیلا ہے، اور یہ مصدر ہے جو عامل کے معنی کے لیے مؤکد ہے ''رویدا'' ''رودا یا اروادا'' کی ترخیم کے فائدہ کے مطابق اسم مصغر ہے تحقیق اللہ عزوجل نے ان کافروں کی میدان بدر میں گرفت فرمائی، یہ مہلت دینے کا حکم آیت قتال وجہاد سے منسوخ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والسماء والطارق وما ادرک ما الطارق النجم الثاقب ان کل نفس لما علیھا حافظ﴾

و: قسمیہ جار، السماء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطارق: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ''نقسم'' فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان: نافیہ، کل نفس: مبتدا، لما: بمعنی، الا علیھا: ظرف مستقر خبر مقدم، حافظ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: اعتراضیہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل با فاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، الطارق: مبدل منہ، النجم الثاقب: بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب الترائب﴾

ف: فصیحیہ، لینظر الانسان: فعل امر و فاعل، من: جار، ما: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، خلق: فعل مجہول نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، خلق: فعل مجہول با نائب الفاعل، من: جار، ماء: موصوف، دافق: صفت اول، یخرج من بین الصلب الترائب: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿انہ علی رجعہ لقادر یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر﴾

انــــہ: حرف مشبہ واسم،عــلــی رجـعــہ: ظرف لغو مقدم،لام: تاکیدیہ،قـادر: اسم فاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،یــوم مضاف،تبلی السرائر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "اذکـر" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،ما: نافیہ،لہ ظرف مستقر خبر مقدم،من: زائد،قوۃ: معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا: نافیہ،ناصر: معطوف،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل وما هو بالهزل﴾

و: قسمیہ جار،السماء: موصوف،ذات الرجع: صفت،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ،الارض: موصوف،ذات الصدع: صفت،ملکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر فعل محذوف "نقسم" کیلئے ظرف مستقر،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ،انــہ: حرف مشبہ واسم،لام: تاکیدیہ،قــول فصل: مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،ما: مشابہ بلیس،ھو: اسم،بالھزل: خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿انهم يكيدون كيدا واكيد كيدا فمهل الكفرين امهلهم رويدا﴾

انھـم: حرف مشبہ واسم،یـکـیـدون: فعل بافاعل،کیـدا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،اکـیـد: فعل بافاعل،کیدا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف: فصیحیہ،مھل الکفرین: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ مؤکد،امھلھم: فعل امر بافاعل و"ھم" ضمیر ذوالحال،رویدا: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ تاکید،ملکر شرط محذوف "ان شئت ان تری مغبۃ امرھم" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......والسمـاء والطارق......☆ایک شب ابوطالب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لائے،حضور اس کو تناول فرما رہے تھے اس درمیان میں ایک تارا ٹوٹا اور تمام فضا آگ سے بھر گئی۔ابوطالب گھبرا کر کہنے لگے یہ کیا ہے،سید عالم ﷺ نے فرمایا یہ ستارا ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں اور یہ قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے ابوطالب کو اس سے تعجب ہوا اور یہ سورت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

طارق کے معنی اور اس کے محامل:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والسماء والطارق آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی (الطارق:۱)﴾۔مفسرین کے اقوال

متعدد وجوہ ہیں: (۱)......طارق سے مراد ستارہ ہے، مراد زحل ستارہ ہے جو کہ ساتویں آسمان پر ہوتا ہے۔(۲)......ابنِ زید کہتے ہیں کہ مراد ثریا ستارہ ہے۔(۳)......ابن عباس کے مطابق جدی ستارہ ہے۔(۴)......حضرت علی کے قول کے مطابق نجم ثاقب مراد ہے جو کہ ساتویں آسمان پر ہوتا ہے اور اس کے سوا کوئی اور نجم وہاں نہیں پایا جاتا۔(۵)......صحاح میں یہ بھی ہے کہ طارق سے مراد صبح کا ستارہ ہے۔(۶)......اہل عرب رات میں نکلنے والے ستارے کو طارق کہتے ہیں اور اسی سے وہ شخص بھی طارق مراد لیا جاتا ہے جو رات میں سفر کر کے گھر آئے تو دروازہ کھٹکھٹانے کا محتاج ہو۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۵)

☆......سید عالم ﷺ کو جبرائیل امین علیہ السلام نے یہ کلمات تعلیم فرمائے: ''اعوذ بکلمات الله التامة من شر ما خلق وذرا وبرا ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیها ومن شر فتن اللیل والنهار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر ،یا رحمن میں اللہ عزوجل کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس شر سے جس کو اس نے پیدا کیا اور زمین میں منتشر کردیا اور ہر شر سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور ہر اس شر سے جو آسمان کی جانب بلند ہوتا ہے اور رات و دن کے فتنوں کے شر سے اور ہر طارق (رات میں آنے والے) کے شر سے، سوائے اس طارق کے جو خیر کے ساتھ آئے یا رحمٰن۔

(مسند ابی یعلی، حدیث: عبدالرحمن بن خُبشی، رقم: ۶۸۳۸، ج۵، ص۲۰۹)

ادرک اور اعلمک میں فرق:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما ادرک ما الطارق اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے (الطارق:۲)﴾۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن میں موجود ہے اُس کی درایت کیسے ممکن ہے، پس اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو علم عطا فرمایا۔

(القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۷)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: جو اللہ عزوجل نے اے محبوب ﷺ آپ کو طارق کے بارے میں علم دیا، اس تک خلق میں سے کسی کا ادراک نہیں پہنچ سکتا مگر خلاق علیم کسی کی جانب القاء فرمائے، یعنی اگر پوچھا جائے کہ طارق کیا ہے؟ تو جواب یہ ہوگا جو القاء کیا گیا۔

(روح البیان، ج۱۰، ص ۴۷۱)

امام طبری لکھتے ہیں: اے محمد ﷺ! آپ کو (بغیر وحی کے) کیا شعور ہو سکتا ہے کہ طارق ستارہ کیا ہے؟ جس کے ذریعے اللہ عزوجل نے قسم یاد فرمائی ہے، پھر اللہ نے فرمایا یہ وہی ستارہ ہے جو شہاب ثاقب ہے جو چمکتا دمکتا ہے۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۱۷۲)

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: کتب لغت میں درایت کے بارے میں لغات میں یہ نکات موجود ہیں: (۱)......مصباح اللغات میں دری کے معنی یہ ہیں کسی چیز کو حیلہ سے جاننا، (۲)......المفردات میں ہے: وہ معرفت جو کسی حیلہ سے حاصل کی گئی ہو۔ (۳)......المنجد میں ہے: حیلے سے جاننا، (۴)......القاموس میں ہے: کسی قسم کے حیلے سے جاننا۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں: سمع وبصر لغتاً وعرفاًادرک الوان واضواء واصوات بحاسۂ چشم وگوش کا نام ہے۔

قاموس میں ہے:السمع حس الاذن یعنی سماعت کان کی حس کا نام ہے۔اِسی میں ہےالبصر محرکۃ حس العین یعنی بصر آنکھ کی حس کا نام ہے۔اسی طرح تاج العروس میں محکم ہے۔

صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے:البصر حاسۃ الرویۃ یعنی بصر حاسۂ رویت ہے۔

المصباح المنیر میں ہے:البصر النور الذی تدرک بہ الجارحۃ بصروہ نور ہے جس سے عضو کوادراک ہوتا ہے۔

اُسی میں ہے:ورایت الشیء رویۃ البصرتہ بحاسۃ البصر میں نے شیء کورویت کیا یعنی میں نے اُسے حاسۂ بصر سے دیکھا۔

اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا:انما یحصل الادراک السمعی بوصول الھواء الی الصماخ یعنی سمعی ادراک کان کے سوراخ تک ہوا پہنچنے سے ہی ادراک ہوتا ہے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ،رسالہ :الوفاق المتین بین سماع الدفین ، ج۹،ص ۸۵٤)

محبوب رات کوآنے والے طارق کی آپ کو کیا خبر،فقط یہی جو ہم نے وحی فرمائی۔اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کوقرآن سکھایا ہے اور جس طرح چاہا سکھانے کا اہتمام بھی فرمایا،عام انسان کی یہ مجال نہیں ہونی چاہیے کہ درایت کے موضوع کے تحت نبی کے علم کی نفی کردے۔اسی جلد میں ''الاحقاف: آیت نمبر۹'' کے تحت ہم نے درایت کا مفصل بیان کیا ہے، وہاں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

ہر انسان پر کتنے محافظ فرشتے متعین ہوتے ہیں؟

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ان کل نفس لما علیھا حافظ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو(الطارق:٤)﴾۔ہم نے مفصل کلام ماقبل:﴿وان علیکم لحفظین کراما کاتبین اور بیشک تم پر کچھ نگہبان ہیں(الانفطار:۱۰تا۱۱)﴾ کے تحت کر دیا ہے۔ یہاں فقط موضوع کو تشنگی سے بچانے کے لئے چند باتیں ذکر کرتے ہیں اگر چہ اس موضوع پر کافی کلام باقی مجلدات میں بھی مل جائے گا۔ابن سیرین اورقتادہ کہتے ہیں آیت میں موجود:''نفس'' سے مرادنفسِ مکلفہ ہے۔یعنی وہ نفوس جو فرشتوں کی حفاظت کے ذمے میں دی گئی ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان:﴿لہ معقبت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں(الرعد:۱۱)﴾ میں بھی یہی دلیل ہے۔

(روح المعانی ،الجزء:۳۰،ص ٤۲۹)

مائے ناپاک اور اس کا خروج واحکام:

٤......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب جست کرتے (اچھلتے ہوئے) پانی سے جونکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے(الطارق:٦تا۷)﴾۔عربی زبان میں دافق کے معنی اچھل کر نکلنے والا،اس سے مراد وہ منی ہے

جو شہوت کی حالت میں جدا ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ پانی مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے کی ہڈی کے مابین مقام سے نکلتا ہے۔ یعنی تخلیق انسانی جو کہ عورت و مرد کے میلاپ سے ممکن ہے، اس کا ظاہری سبب یہی ہے اگر چہ اللہ ﷻ اس کا محتاج نہیں کیونکہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا، تاہم نسلِ انسانی کی ترقی وتخلیق کا یہی سلسلہ ہے۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کوئی بھی انسان دو پانی کے امتزاج سے مل کر بنتا ہے۔ اور جب دو قسم کے پانی جو کود کر شہوت کی صورت میں نکلنے کا سبب بنتے ہوں، جب ماں کے رحم میں قرار پکڑ جائیں تو بچے کی پرورش کا نظام عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دافق سے مراد مرد وعورت کا مادۂ ناپاک ہے، جو کہ عورت کے رحم تک منتقل ہوتا ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۴۳۱ ملخصاً وملتقطاً)

ذات الرجع سے کیا مراد ہے؟

۵.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والسماء ذات الرجع آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے (الطارق: ۱۱)﴾۔ ذات الرجع بمعنی ذات المطر ہے۔ یعنی ہر سال بارش ہوتی ہے جیسا کہ عامۃ المفسرین نے کہا ہے۔ ایک قول کے مطابق الرجع سے مراد ربیع کی پیداوار ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفع بخش پیداوار ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ سورج، چاند، ستارے آسمان کی جانب رجوع کرتے ہیں، ایک وقت میں طلوع ہوتے اور دوسرے وقت میں چھپ جاتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق ذات الرجع سے مراد ذات الملائکۃ ہے، جو کہ اللہ ﷻ کی جانب بندوں کے اعمال لے کر اوپر بلند ہوتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۳)

ذات الصدع کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۶.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والارض ذات الصدع اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے (الطارق: ۱۲)﴾۔ زمین کے پھٹنے سے پھل، پھول، پودے اور دیگر غذائی اجناس کی ترقی ہوتی ہے۔ اس قسم کے فرامین دیگر مقامات پر یوں ملتے ہیں: ﴿یومئذ یصدعون اس دن الگ پھٹ جائیں گے (الروم: ۴۳)﴾، ﴿وجعلنا فیھا فجاجا سبلا اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں (الانبیاء: ۳۱)﴾، ﴿متصدعا من خشیۃ اللہ پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے (الحشر: ۲۱)﴾۔ کسی چیز کے جسم کو کسی لوہے وغیرہ سخت چیز سے شق کرنا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آسمان ذات الرجع یعنی بارش برسانے والا ہے بمنزلہ باپ کے ہے اور زمین ذات الصدع یعنی پیداوار پیدا کرنے والی ہے یعنی بمنزلہ ماں کے ہے۔ اور زمین پر جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ بمنزلہ اولاد کے ہے، پس اللہ ﷻ نے پہلے مجرد آسمان کی قسم ارشاد فرمائی، پھر ذات الرجع کے ذریعے کلام فرمایا، مزید ذات الصدع کے ساتھ خطاب فرمایا یعنی اللہ ﷻ نے اپنے بندوں پر ہونے والی عظیم نعمتیں گنوائیں۔ (روح البیان، ج۱۰، ص ۴۷۶)

قولِ فصل کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۷.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انہ لقول فصل بیشک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے (الطارق: ۱۳)﴾۔ قرآن حق و باطل میں

فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔اور ایک قول کے مطابق قولِ فصل سے مراد وہ وعیدات ہیں جو ماقبل آیات: ﴿انه علی رجعه لقادر یوم تبلی السرائر﴾ بیشک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی (الطارق:۸تا۹) ﴾ میں گزر چکی ہیں۔

(القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۱۳)

☆......حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''(اللہ عزوجل کی) کتاب میں تم سے پہلے لوگوں کی خبر ہے اور تمہارے بعد والوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور یہی قول فصل ہے، جس میں کوئی ہزل (کھیل کود) نہیں ہے، اور جو ہدایت کو چھوڑ کر دوسری جانب جائے تو اللہ عزوجل اُسے گمراہ کر دیگا''۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل القرآن ، رقم: ۲۹۱۵،ص ۸۲۴)

ہزل کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۸......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما هو بالهزل اور کوئی ہنسی کی بات نہیں (الطارق:۱۴) ﴾۔اس (پاک کلام) میں ہزل کا کوئی شائبہ تک نہیں، بلکہ حق کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔ یہ پاک کلام حبل اللہ عزوجل ہے اور ذکر حکیم ہے اور صراط مستقیم ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے، علماء اس سے شکم سیر نہیں ہوتے بلکہ پیاس باقی رہتی ہے، انسانوں کے لئے اس میں کوئی ملمع سازی نہیں ہے اور نہ ہی مقامِ رد ہے اور نہ ہی کوئی ایسی عجیب بات اِس میں پائی جاتی ہے جو سمجھ میں نہ آئے بلکہ جنات کے حوالے سے جب انہوں نے اِس پاک کلام کو سماعت کیا تو بولے: ﴿انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے (الجن:۱تا۲) ﴾۔ جو اس قرآن کو مانے گویا اس نے اس کی تصدیق کی، جو اِس کے حکم کو تسلیم کرے گویا اس نے عدل کا راستہ اختیار کیا اور جو اس پر عمل کرے گویا اس نے اَجر پایا اور جو اِس کی ھدایت کو مانے گویا اس نے سیدھے راستے کی پیروی کی اور اس میں اُن لوگوں کا رد ہے جو اس پاک کلام کی اہم باتوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔

(روح المعانی ،الجزء:۳۰،ص ۴۳۶)

کفار اور اللہ عزوجل کے کید میں فرق:

۹......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انهم یکیدون کیدا واکید کیدا بیشک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں (الطارق: ۱۵تا۱۶) ﴾۔ اہل مکہ اور قریش کے سرغنہ جو مکر وفریب کرتے ہیں، باطل کا حکم کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے نور (قرآن مجید یا سید عالم ﷺ) کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں اور ان قدرتوں کو روکنا چاہتے ہیں جن پر اللہ عزوجل کے فضل واکرام کی بارشیں ہوتی ہیں۔ اللہ عزوجل اُن کے ساتھ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور انہیں ان کے معاملات میں ڈھیل دے دیتا ہے جس کا انہیں علم بھی نہیں ہوتا کہ یہ استدراج (ڈھیل) عطا فرمانا اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر ہے جو کہ دنیا میں اِن کے ساتھ اپنائی گئی ہے اور دنیا میں تلوار کی ضربیں بھی ان کا مقدر بنی ہیں اور آخرت میں آگ کا عذاب اُن کے لئے تیار ہے۔ اور یہ اُن کی دنیاوی کمائی کا نتیجہ ہوگا جو انہیں

دنیا میں ڈھیل دیے جانے، قتل کیے جانے اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور جہاں تک اللہ ﷻ کی ذات پاک کا تعلق ہے تو اس کی جانب مکر کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی معنی مراد لیا جا سکتا ہے بلکہ مجازی معنی مراد لے کر حق بیان کرنا چاہیے۔

(روح البیان، ج ۱۰، ص ۴۷۷ ملخصاً)

اغراض:

ھو: اللہ نے پہلے نجم یعنی طارق کی قسم ارشاد فرمائی، تفخیم و تعظیم کی وجہ سے استفہام لائے اور پھر اس استفہام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے اس کی تفسیر نجم کے ساتھ کر دی۔ الثریا او کل نجم: یہ تین اقوال میں سے دو قول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زحل ہے، جس کا محل ساتویں آسمان پر ہے، جہاں اس کے سوا کوئی دوسرا نجم ٹھہر نہیں سکتا، المختصر۔ والحافظ من الملائکۃ: حفاظت کرنے سے عہد و آفات سے حفاظت کرنے کا احتمال کیا گیا ہے، مراد دن اور رات میں ہر آدمی کے دس امور ہیں، پس اگر مومن ہو تو اللہ اُس پر ایک سو ساٹھ فرشتے مؤکل رکھتا ہے، اور یہ فرشتے مومن کی ایسی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ شہد کی مکھی اپنے چھتے کی حفاظت کرتی ہے، مزید حاشیہ نمبر ''۳'' کا مطالعہ کیجئے۔ ذی اندفاق: بمعنی انصباب ہے، اور اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿دافق﴾ کے معنی اچھلتا پانی ہے۔ للمراۃ: حسن کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ پانی مرد کی صلب (پیٹھ) اور ترائب (سینے کی ہڈیوں) سے نکلتا ہے اور یہی معاملہ عورت سے مراد ہے۔ الشق عن النبات: مراد زمین پر بوئی جانے والی کھیتی ہے۔ بعث الانسان: مختصر یہ ہے کہ ضمیر ''الانسان'' کی طرف عود کر رہی ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ انسان کو نطفے کی حالت سے بڑھاپے کی حالت تک پہنچانے پر قادر ہے، جب کہ نطفہ ترقی پاتا ہوا مضغہ، پھر علقہ وغیرہ کے مراحل سے گزر کر مکمل انسانی شکل اختیار کر کے دنیا میں تشریف لاتا ہے اور بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ضمیر ''ماءِ دافق'' کی جانب عود کر رہی ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے پانی جدا کرنے کے بعد رحم میں پہنچاتا ہے اور پھر (مراحل سے گزار کر) انسان بنانے تک تمام مراحل پر قادر ہے، تو کیا مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھا سکتا؟ ضمائر القلوب: جو اس میں پوشیدہ ہیں، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ''السراء'' کے معنی فرض اعمال ہیں جیسا کہ نماز، روزہ، وضوء اور غسلِ جنابت کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے مابین سرائر ہیں، اور اگر بندہ یوں کہے: ''میں نے روزہ رکھا اور روزہ نہ رکھے، میں نے نماز پڑھی اور نماز نہ پڑھے اور غسل کیا لیکن غسلِ جنابت نہ کرے، پس قیامت میں اللہ ادا کرنے والے اور ضائع کرنے والے سب کچھ ظاہر فرما دے گا اور چہروں سے سب کچھ ظاہر فرما دے گا۔ ونسخ الامھال بایۃ السیف: معنی یہ ہے کہ کافروں کو چھوڑ دیں اور اُن سے تعرض نہ کریں اور ان کی اذیت پر صبر کیجئے۔

(الصاوی، ج ۶، ص ۲۵۹ وغیرہ)

سورۃ الاعلی مکیۃ وھی تسع عشرۃ آیۃ

(سورۂ اعلیٰ مکی ہے اس میں ۱۹ آیات ہیں)

تعارف سورۃ الاعلیٰ

اس سورت میں ایک رکوع، انیس آیتیں، بہتر کلمات، دوسوا کانوے حروف ہیں۔ اس سورت کی ابتدا اس حکم سے ہورہی ہے کہ اپنے خالق و مالک کی تسبیح بیان کرو جس کی ذات قدرت وحکمت کا سرچشمہ ہے۔ آسمان، آفتاب، ومہتاب، اور پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی روانیاں اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ ان تمام چھوٹی بڑی چیزوں کی تخلیق بے کار نہیں بنائی بلکہ ایک اندازے اور سلیقے سے اور ہر چیز کو اس کے فرائض انجام دینے کی قوت بھی بخشی اور ان قوتوں کے لئے آلات جوارح بھی مرحمت فرمائے ہیں اسی نے ہر چیز کی خوارک کا مناسب انتظام کردیا ہے اور اس کے ہر کلمہ کو آپ کی لوح پر یوں ثبت کردیا ہے کہ بھولنے کا امکان تک بھی نہ ہو۔ اس کے بعد اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا کہ آپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے جس کے دل میں حق ماننے کی صلاحیت ہوگی وہ اس کو قبول کرلے گا اور جو ازلی بدبخت ہوگا وہ اس سے دور بھاگے گا اور اس کے انکار کی سزا اس کو بڑی المناک ملے گی۔ آخری آیات میں یہ بھی بتادیا کہ کامیابی کا تاج صرف اس کے سر ہوگا جو فکری اور عملی گمراہیوں سے اپنا دامن بچاتا ہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

رکوع نمبر: ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سبح اسم ربک﴾ اَیْ نَزِّهْ رَبَّکَ عَمَّا لَایَلِیْقُ بِهٖ وَلَفْظُ اِسْمٍ زَائِدَةٌ ﴿الاعلی (۱)﴾ صِفَةُ لِرَبِّکَ ﴿الذی خلق فسوی (۲)﴾ مَخْلُوْقَةً جَعَلَهٗ مُتَنَاسِبُ الْاَجْزَاءِ غَیْرَ مُتَفَاوِتٍ ﴿والذی قدر﴾ مَاشَاءَ ﴿فهدی (۳)﴾ اِلٰی مَا قَدَّرَهٗ مِنْ خَیْرٍ وَّشَرٍّ ﴿والذی اخرج المرعی (۴)﴾ اَنْبَتَ الْعُشْبَ ﴿فجعله﴾ بَعْدَ الْخُضْرَةِ ﴿غثاء﴾ جَافًّا هَشِیْمًا ﴿احوی (۵)﴾ اِسْوَدَّ یَابِسًا ﴿سنقرئک﴾ اَلْقُرْاٰنَ ﴿فلا تنسی (۶)﴾ مَاتَقْرَؤُهٗ ﴿الا ما شاء الله﴾ اِنْ تَنْسَاهُ بِنَسْخِ تِلَاوَتِهٖ وَحُکْمِهٖ وَکَانَ ﷺ یَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ مَعَ قِرَاءَةِ جِبْرِیْلَ خَوْفَ النِّسْیَانِ فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ لَا تَجْعَلْ بِهَا اِنَّکَ لَاتَنْسٰی فَلَا تُتْعِبُ نَفْسَکَ بِالْجَهْرِ بِهَا ﴿انه﴾ تَعَالٰی ﴿یعلم الجهر﴾ مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ ﴿وما یخفی (۷)﴾ مِنْهُمَا ﴿ونیسرک للیسری (۸)﴾ لِلشَّرِیْعَةِ السَّهْلَةِ وَهِیَ الْاِسْلَامُ ﴿فذکر﴾ عِظْ بِالْقُرْاٰنِ ﴿ان نفعت الذکری (۹)﴾ مَنْ تَذْکِرَةُ الْمَذْکُوْرِفِیْ ﴿سیذکر﴾ بِهَا ﴿من یخشی (۱۰)﴾ یَخَافُ اللهُ تَعَالٰی کَاٰیَةِ فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَخَافُ وَعِیْدِ ﴿ویتجنبها﴾ اَیِ الذِّکْرِی یَتْرُکُهَا جَانِبًا لَایَلْتَفِتُ اِلَیْهَا ﴿الاشقی (۱۱)﴾ بِمَعْنَی الشَّقِیِّ اَیِ الْکَافِرُ ﴿الذی یصلی النار الکبری (۱۲)﴾ هِیَ نَارُالْاٰخِرَةِ وَالصُّغْرٰی نَارُ الدُّنْیَا ﴿ثم لا یموت فیها﴾ فَیَسْتَرِیْحُ ﴿ولا یحیی (۱۳)﴾ حَیَاةً هَنِیْئَةً ﴿قد افلح﴾ فَازَ ﴿من تزکی (۱۴)﴾ تَطَهَّرَ بِالْاِیْمَانِ ﴿وذکر اسم ربه﴾ مُکَبِّرًا ﴿فصلی (۱۵)﴾ اَلصَّلٰوٰتُ الْخَمْسِ وَذٰلِکَ مِنْ اُمُوْرِالْاٰخِرَةِ وَکُفَّارُمَکَّةَ مُعْرِضُوْاعَنْهَا ﴿بل تؤثرون﴾ بِالتَّحْتَانِیَةِ وَالْفَوْقَانِیَةِ ﴿الحیوة الدنیا (۱۶)﴾ عَلَی الْاٰخِرَةِ ﴿والاخرة﴾ اَلْمُشْتَمِلَةُ عَلَی الْجَنَّةِ ﴿خیر وابقی (۱۷)﴾ ان هذا﴾ اَیْ فَلَاحُ مَنْ تَزَکّٰی وَکَوْنُ الْاٰخِرَةِ خَیْرًا ﴿لفی الصحف الاولی (۱۸)﴾ اَلْمُنَزَّلَةُ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ ﴿صحف ابرهیم وموسی (۱۹)﴾ وَهِیَ عَشْرُ صُحُفٍ لِاِبْرَاهِیْمَ وَالتَّوْرَاةُ لِمُوْسٰی ۔

﴿ترجمہ﴾

اپنے رب کی پاکی بولو(یعنی اپنے رب کی ہر اس شے سے تنزیہ بیان کرو جو اس کی شان کے لائق نہیں.....۱.....''اسم ربک'' میں لفظ ''اسم'' زائدہ ہے) جو سب سے بلند ہے(''الاعلی.....۲.....'' یہ ''ربک'' کی صفت ہے) جس نے بنایا تو ٹھیک کیا(یعنی ٹھیک حال میں تخلیق کر دیا یعنی بے کسی کمی بیشی کے اسے متناسب الاعضاء بنا دیا) اور جس نے اندازے پر رکھا(جو چاہا) پھر راہ دی (اپنے مقرر کردہ امر یعنی اچھائی اور برائی کی طرف) اور جس نے چارا نکالا(یعنی چارا اگایا ''مرعی'' سے مراد چارا ہے) پھر اسے(سبزے کے بعد) کر دیا خشک ریزہ ریزہ(غثاء بمعنی جافا ھشیما ہے) خشک سیاہ(احوی بمعنی اسود یابس ہے) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے(قرآن پاک.....۳.....) کہ تم نہ بھولو گے(جو پڑھو گے) مگر جو اللہ چاہے(کہ تم بھول جاتے اس کی تلاوت و حکم کے منسوخ کر دینے کی وجہ سے حضور پر نور ﷺ نسیان کے خوف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ قرائت کرتے تھے تو گویا آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے آپ ﷺ قرائت قرآن میں عجلت نہ کریں آپ ﷺ اسے بھولیں گے نہیں) بیشک وہ(یعنی اللہ ﷻ) جانتا ہے ہر کھلے کو(یعنی ہر کھلے قول و فعل کو) اور چھپے کو(یعنی ہر چھپے قول و فعل کو) اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے (''یسری'' سے مراد اسلام ہے جو انتہائی سہل شریعت ہے) تو تم نصیحت فرماؤ(قرآن پاک کے ساتھ، ذکر بمعنی عظ ہے) اگر نصیحت کام دے عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے(اللہ ﷻ سے، یخشی بمعنی یخاف ہے، جیسا کہ اللہ نے اس آیت مبارکہ میں بھی حکم فرمایا﴿فذکر بالقرآن من یخاف وعید(ق:۴۵)﴾) اور اس سے(یعنی نصیحت سے) بہت دور رہے گا(یعنی اسے چھوڑ دے گا اس کی طرف کان نہیں دھرے گا) بدبخت(یعنی کافر، اشقی بمعنی شقی ہے) جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا(سب سے بڑی آگ جہنم کی آگ ہے اور چھوٹی آگ دنیاوی آگ ہے) پھر نہ اس میں مریں(کہ راحت پائے) اور نہ جئے(خوشگوار زندگی) بیشک مراد کو پہنچا(یعنی کامیاب ہو گیا) جو ستھرا ہوا(ایمان لا کر، تزکی بمعنی تطھر ہے.....۴.....) اور اپنے رب کا نام لے کر(اللہ اکبر کہتے ہوئے) نماز پڑھی(پانچوں نمازیں اور یہ کام امور آخرت سے تھے اور کفار مکہ ان سے منہ موڑے ہوئے تھے) بلکہ تم (آخرت پر) جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو(''یوثرون'' فعل علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور آخرت(جو کہ جنت پر مشتمل ہے) بہتر اور باقی رہنے والی بیشک یہ(یعنی ستھرے ہونے والے کا فلاح پانا اور آخرت کا بہتر ہونا) اگلے صحیفوں میں ہے(جو قرآن پاک سے پہلے نازل ہوئے) ابراہیم اور موسی کے صحیفوں میں(حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دس صحائف تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کا صحیفہ تورات شریف تھی.....۵.....)۔

﴿ترکیب﴾

﴿سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی والذی اخرج المرعی فجعلہ غثاء احوی﴾

سبح: فعل امر با فاعل، اسم: مضاف، ربک: موصوف، الاعلی: صفت اول، الذی: موصول، خلق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سوی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر معطوف، ملکر صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذی قدر فھدی: موصول صلہ ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، الذی: موصول، اخرج المرعی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جعلہ: فعل با فاعل و مفعول اول، غثاء احوی: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر معطوف ثانی، ملکر صفت ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ انہ یعلم الجھر وما یخفی﴾

س: حرف استقبال، نقرئک: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لا تنسی: فعل نفی با فاعل، الا: اداۃ حصر، ما شاء

الــلـــہ: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،انــــہ:حرف مشبہ واسم ،یــعــلـــم: فعل بافاعل،الــجــهـــر:معطوف علیہ،و:عاطفہ،مایخفی:موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ونیسرک للیسری فذکر ان نفعت الذکری﴾

و:عاطفہ،نیسرک:فعل بافاعل ومفعول،للیسری:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ "استقرئک" پرمعطوف ہے،ف:فصیحیہ،ذکر:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف،"ان علمت انک من ارباب الفیوضات الکمالیة بهدایتنا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ان:شرطیہ،نفعت الذکری:جملہ فعلیہ جزا محذوف "فذکر" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سیذکر من یخشی ویتجنبها الاشقی الذی یصلی النار الکبری ثم لا یموت فیها ولا یحیی﴾

سیـــذکـــر: فعل،مـــن یـــخشـــی: موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،یتـــجـــنبهـــا:فعل ومفعول،الاشقی:موصوف،الذی:موصول،یصلی النار الکبری: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،لایموت فیها:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایحیی:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر معطوف،ملکر صلہ،ملکر صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی﴾

قد: تحقیقیہ،افلح:فعل،من:موصولہ،تزکی:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ذکر اسم ربہ: جملہ فعلیہ معطوف اول،ف:عاطفہ،صلی:جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل تؤثرون الحیوة الدنیا والاخرة خیر وابقی﴾

بل: عاطفہ،تؤثرون:فعل واؤضمیر الفاعل،الحیوة الدنیا: ذوالحال،و: حالیہ،الاخرة:مبتدا،خیر: معطوف علیہ،و:عاطفہ،ابقی:معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابرهیم وموسی﴾ان هذا: حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،فی:جار،الصحف الاولی:مبدل منہ،صحف ابرهیم وموسی:بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......سبح اسم ربک الاعلی...... ☆اس کا ذکر عظمت واحترام کے ساتھ کرو،حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سید عالم نے فرمایا: "اپنے سجدوں میں اس کو داخل کرو "سبحان ربی الاعلی" کہو۔

☆......الذی یصلی النار الکبری...... ☆بعض مفسرین نے فرمایا یہ آیت ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

امام رازی کے نزدیک سبح اسم ربک میں پوشیدہ راز:

ا......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿سبح اسم ربک الاعلی اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جوسب سے بلند ہے(الاعلی:١)﴾۔اس میں کچھ مسائل ہیں جو کہ یہ ہیں:(١)......اللہ ﷻ کے نام کی تقدیس وتنزیہ کا حکم کرنا مقصود ہے۔(٢)......کسی اور کا نام "اللہ ﷻ" کے نام پر رکھنا جائز نہیں،جیسا کہ مشرکین مکہ نے اپنے بت کا نام لات رکھا اور مسیلمہ کذاب کا نام یمامہ کا رحمان رکھا۔(٣)......اللہ ﷻ کے اسماء کی تفسیر اس طرح نہ کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو جیسا کہ اعلی کی تفسیر علو مکان سے کرنا اور استواء کی تفسیر استقرار سے کرنا بلکہ علو کی تفسیر قہر،اقتدار،استواء،استیلاء سے کرنا چاہیے۔(٤)......اللہ ﷻ کا نام بغیر کسی خوف وغفلت کے نہ لیا

جائے بلکہ خشوع وتعظیم کے ساتھ لیا جائے۔(۵)......اپنے رب ﷻ کے نام سے نماز کا اہتمام کرنا جیسا کہ مشرکین نماز کے وقت میں سیٹیاں اور تالیاں بجاتے۔(۶)......اللہ ﷻ کی ایسی تنزیہ بیان کرے جو اس کی شان کے لائق ہو،اس کی ذات میں،اس کی صفات، افعال، اسماء اور احکام میں، بہر حال اس کی ذات کے اعتبار سے یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اعراض و جواہر سے پاک ہے،اس کی صفات کے اعتبار سے یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ حادث، متناہی (محدود) یا ناقص ہے،اس کے افعال کے اعتبار سے یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مالک مطلق ہے،کسی کو اس کے کسی امر میں اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔(۷)......اللہ ﷻ کی شان اعلیٰ، اجل اور اعظم ہے ہر اُس وصف سے جو اُس کی جانب موصوف کیا جاتا ہے،اور ہر اُس ذکر سے جو اُس کے لئے کیا جاتا ہے،اُس کی کبریائی مخلوق کی معرفت وادراک الٰہی سے بڑھ کر ہے یعنی مخلوق جتنی اُس کی معرفت وادراک نہیں رکھتی اُس سے کئی گناہ زیادہ اس کی کبریائی ہے،اور اس کی نعمتیں مخلوق کی حمد وشکر سے بڑھ کر ہیں اور اس کے حقوق ہماری طاعتوں اور اعمال سے بڑھ کر ہیں۔(۸)......اللہ ﷻ کی ذات ایسی اعلیٰ ہے کہ ہر قسم کے نقص سے پاک وصاف ہے اور اس کی مملکت،سلطنت اور قدرت عظیم تر ہیں۔ (الرازی، ج ۱۱،ص ۱۲۵ وغیرہ)

سبحان ربی الاعلی کے محامل:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿سبح اسم ربک الاعلی اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے﴾۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ آیت مذکورہ پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے:''سبحان ربی الاعلی''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ،باب الدعاء فی الصلاۃ، رقم:۸۸۳،ص ۱۷۱)

☆......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو تین مرتبہ یوں کہے سبحان ربی العظیم اور یہ کم سے کم مرتبہ کی تعداد ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ یوں کہے سبحان ربی الاعلی اور یہ کم سے کم تعداد ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ،باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع ورقم:۲۶۱،ص ۹۶)

سید عالم ﷺ کو پڑھانے کا بیان:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿سنقرئک فلا تنسی اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے (الاعلی:۶)﴾۔یعنی اے محبوب ﷺ آپ کو پڑھانے کے لئے ایسے قاری کا اہتمام کریں کہ آپ نہ بھولیں۔معنی یہ ہے کہ ہم قرآن کے لئے ایسا قاری متعین فرمائیں کہ آپ نہ بھولیں۔مجاہد، مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو اکثر اوقات زبان اقدس کو متحرک رکھتے کہ کہیں بھول نہ جائیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی کا اختتام نہ کر پاتے کہ سید عالم ﷺ نسیان کے خوف کے باعث از ابتداء پڑھنا شروع فرما دیتے۔اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿سنقرئک فلا تنسی اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے (الاعلی:۶)﴾یعنی ہم آپ کو قرآن ایسا تعلیم کریں گے کہ آپ بھول نہ پائیں گے اور اس کی نظیر ان آیات میں ملتی ہے:﴿ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک تمہیں اس کی وحی پوری نہ ہولے (طٰہٰ:۱۱۴)﴾،﴿لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو (القیامۃ:۱۶)﴾۔جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ سید عالم ﷺ کو کیسے قرآن پڑھا گیا تو اس کی کچھ وجوہات یہ ہیں:(۱)......حضرت جبرائیل امین علیہ السلام قرآن (چند) مرتبہ پڑھتے یہاں تک کہ سید عالم ﷺ اُسے یاد کر لیتے۔(۲)......ہم نے اپنے حبیب کے سینۂ اقدس کو مضبوط کر دیا یہاں تک کہ ایک ہی مرتبہ سماعت کرنے میں اُسے یاد فرما لیتے اور بھولتے نہ تھے۔(۳)......اللہ ﷻ نے اِس سورت کے آغاز میں تسبیح کا حکم ارشاد فرمایا،اس میں دلیل ہے کہ قرآن جو کہ تمام اولین وآخرین کے علوم کا جامع ہے اور اس میں اے

محبوب ﷺ آپ کا بھی ذکر خیر ہے اور آپ کی قوم کا بھی ذکر ہے اور اِسے ہم نے آپ کے قلب اطہر پر جمع کردیا ہے اور ہم اِسے یاد کرنے والوں کے لئے آسان کردیں گے کہ وہ اِسے یاد کرلیں۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۱۳۰)

تزکیہ کے معنی و محامل:

﴿۱﴾......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿قد افلح من تزکی بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا(الاعلی: ۱۴)﴾۔ جس نے مکروہات سے نجات پائی، اور اپنی امیدوں پر کامیابی پائی، وہ کفر سے اپنے آپ کو پاک کرگیا اور نافرمانی سے وعظ و نصیحت کے ذریعے پاک کرلیا یا تقوی کے ذریعے اپنے دل کو پاک کرلیا یا ادائیگی زکوۃ سے خشوع حاصل کرلیا۔ اللہ ﷻ نے سورۃ المومنون کے آغاز میں کامیاب مومن کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں جن میں ایک صفت تو یہی ہے جو یہاں بھی بیان فرمائی لیکن بعض دیگر صفات کا بھی ذکر ہے جس کا بیان کرنا فائدے سے خالی ہرگز نہیں ہوگا چنانچہ فرمایا: (۱)...... جو مومن کامیاب ہوتے ہیں وہ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہوتے ہیں۔ خشوع نام ہے عاجزی اور تذلل کرنے کا، اور خشوع کا استعمال اکثر اوقات اعضائے بدنیہ پر ہوتا ہے اور ضراعۃ کا استعمال غالب اعتبار سے دل پر ہوتا ہے، روایت ہے کہ جب دل میں عجز و انکساری ہو تو اعضاء بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ یعنی اللہ ﷻ سے خوف کرنے والے اس کی بارگاہ میں ملزم دکھائی دیتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب سید عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تو اپنی نگاہ آسمان کی جانب بلند فرمائی، پھر جب آیت نازل ہوئی تو اپنی نگاہ پھیر لی، ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص کو نماز کی حالت میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اگر اس کا دل خوف کھاتا تو اعضاء پر بھی اس کا اثر پڑتا''۔ (۲)...... مومنین کی دوسری صفت لغویات سے بچنا ہے۔ ہر وہ کلام جو اللہ ﷻ کے لئے نہ ہو، ہر وہ قول جو اللہ ﷻ کی جانب سے نہ ہو، جو اللہ ﷻ کے سوا کسی اور میں مشغول کردے وہ لغو ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے: ''من قال لصاحبه والامام يخطب فقد لغا یعنی جس نے امام کے خطبے کے دوران اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہو اس نے لغویات کہی'' (صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب: انصات يوم الجمعة، رقم: ۹۳۴، ص ۱۵۰)۔ (۳)...... زکوۃ تزکیۂ نفس کے لئے واجب ہوئی ہے تاکہ نفس مذموم جسمانی صفات، دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک وصاف ہوجائے، جیسا کہ باری ﷻ کا فرمان: ﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها یعنی اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو(التوبة: ۱۰۳)﴾ اور فلاح و کامرانی تزکیۂ نفس میں ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿قد افلح من تزكى جس نے تزکیۂ نفس کیا وہ کامیاب ہوگیا(الاعلى: ۱۴)﴾، اور یہ تزکیہ فقط مال دے کر نہیں کہ دل میں دنیا کی محبت ہو اور بظاہر مال زکوۃ ادا کردی گئی بلکہ اس کی مصلحت دل سے دنیا کی محبت کو زائل کرنا ہے اور دنیا کی محبت کی مثال تمام مذموم صفات کا دل میں جڑ پکڑ جانا ہے۔ (۴)...... اپنی پاک دامنی اور عفت کی حفاظت کرنا بھی فلاح و کامرانی میں داخل ہے، زوج کا لفظ مرد و عورت دونوں کے لئے مستعمل ہے، یہاں اللہ ﷻ نے انسانی خواہش کے مطابق زوج اور باندی کو اس سے منہا کیا یعنی انسان شادی کرکے یا لونڈی خرید کر اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل کرسکتا ہے تاہم موجودہ دور میں غلام لونڈی کا تصور نہیں لہذا فقط شادی کے ذریعے ہی خواہش کی تکمیل ممکن ہے۔ مزید آگے فرمایا، (۵)...... مومن کی صفت یہ بھی ہے کہ امانت اور عہد و پیمان کا پاس رکھے، امانت سے مراد وہ فیض الہی ہے جو انسان کو بلاواسطہ امانت کی نگہبانی کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور انسان اس فیض سے مستفیض ہوتا رہتا ہے اور عہد و پیمان سے مراد یوم میثاق کا عہد ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿وان اعبدوني هذا صراط مستقيم اور میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے(یس: ۶۱)﴾، یعنی انسان ظاہری و باطنی امانت میں خیانت نہ کرے بلکہ اس کی رعایت کرے اور اللہ ﷻ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔ (۶)...... نمازوں کی حفاظت کرنا، فرض نمازوں کو ان کے اوقات میں تمام شرائط و واجبات کے ساتھ ادا کرنا۔ حدیث میں ہے: ''جو شخص پہلی صف میں امام کے

مقابل کھڑا رہے اس کے لیے سو نمازوں کا ثواب ہے، اور جو امام کے دائیں جانب کھڑا رہے اس کے لئے ۷۵ نمازوں کا ثواب ہے اور ساری صفوں میں کھڑا رہنے والا پچیس نمازوں کا ثواب پائے گا۔ ان صفات کے حامل مومن جنت الفردوس کے وارث قرار پاتے ہیں۔

(روح البیان ،ج٦، ص ٨٧وغیرہ ملخصا و ملتقطا)

کتب ،صحف ،انبیاء ورسل کی تعداد کا بیان:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿صحف ابراھیم و موسی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں (الاعلی:۱۹)﴾۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیث بن آدم علیہ السلام پر پچاس صحائف، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کے غرق ہونے سے پہلے دس صحائف نازل کئے اور بعد میں مکمل توریت نازل فرمائی ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی ،حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور مقدس اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید فرقان حمید نازل فرمایا۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحائف، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دس صحائف، جب کہ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیس صحائف نازل ہوئے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دس صحائف کا ذکر نہیں کرتے اور کتابوں کی کل تعداد کے بارے میں ایک سو چار کا قول روایت کیا جاتا ہے لیکن افضل قول یہ ہے کہ ان کی تعداد کا تعین نہیں ہوسکتا اور اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے۔ جیسا کہ نبراس میں ہے۔

☆......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوذر نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے انبیائے کرام ہوئے ہیں؟ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش)، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش)۔

☆......ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے رسل کتنے ہوئے ہیں تو ارشاد فرمایا: ''(کم وبیش) تین سو تیرہ''۔

(شرح العقائد ،بیان الکتب المنزلة ومسالة ختم النبوة ،ص،۳۲۳،۳۲۳)

اغراض:

ای نزہ ربک: اللہ کی ذات ہر اس بات سے پاک ہے جو اُس کی شان کے لائق نہیں، اس کی ذات، صفات، اسماء، افعال اور احکام میں، اللہ کی ذات میں جو ہر و عرض، کبر و صغر وغیرہ کے اوصاف نہیں پائے جاتے اور نہ ہی اللہ کی ذات کو حادث مانا جاتا ہے، اللہ کی صفات حادث، متناہی اور ناقص نہیں ہیں، اللہ کے افعال مخلوقین کے افعال جیسے نہیں ہیں۔ صفة لربک: یعنی اللہ کی شان بلند ہے اور ازلی وابدی نقائص سے پاک ہے، مزید حاشیہ نمبر ''۲'' کا مطالعہ کیجئے۔ متناسب الاجزاء: یعنی اللہ نے مخلوق کو مناسب قد وقامت کے ساتھ ،منافع تامہ کے ساتھ پیدا کیا۔ ما شاء: یعنی اللہ انواع واقسام، اشخاص، صفات وافعال واحوال میں سے جس طرح بھی چاہے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ بنسخ تلاوتہ وحکمہ: باء سببیہ ہے، معنی یہ ہے کہ مراد تلاوت اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کا ہے، اور اس کا سبب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسیان ہونا ہے اور اگر فقط تلاوت یا حکم منسوخ ہوتا تو نسیان والی صورت نہ پائی جاتی تاکہ تبلیغ یا تلاوت کے حکم کی احتیاج باقی رہتی۔ للشریعة السھلة: یعنی وحی کے حفظ اور تدوین کا آسان طریقہ مراد ہے۔ ھی نار الآخرة: یہ حسن کا قول ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے: ''تمہاری دنیاوی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے''۔ فیستریح: ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، زندگی اور موت کے مابین کوئی واسطہ نہیں ہوتا، پھر اللہ نے ﴿الاشقی﴾ کو کیسے اس طرح موصوف کیا جب کہ موت وحیات تو وہاں نہ پائی جائے گی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ موت سے مراد وہ ہے جس میں راحت نہ پائی جائے اور حیات سے مراد وہ ہے جو ناقابل منافع ہو۔ مکبرا: مراد تکبیرات ہیں جو نماز کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(الصاوی، ج٦،ص ٢٦٣ وغیرہ)

سورة الغاشية مكية وهى ست وعشرون اٰية

(سورۂ غاشیہ مکی ہے،جس میں ۲۶ آیتیں ہیں)

تعارف سورة الغاشية

اس سورت میں ایک رکوع،چھبیس آیتیں،بانوے کلمات،تین سو اکیاسی حروف ہیں۔ یہاں پر رسالت کے مکی دور کو بیان کیا جارہا ہے کہ اس وقت تین چیزوں کو ذہن نشین کرنے پر زیادہ زور دیا گیا تھا توحید،رسالت،اور قیامت۔ یہاں قیامت کا ذکر ایک سوال کی صورت میں کیا جارہا ہے کہ اے مخاطب کیا تو نے کبھی ایسی چیز کے بارے میں سنا جو ساری کائنات پر چھائے گی۔کوئی بھی چیز اس سے بچ نہ پائے گی،یہی روز قیامت ہے۔اس روز بنی نوع انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ایک گروہ ان بدنصیبوں کا ہوگا جنہوں نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو مسترد کردیا تھا۔اس روز ان کا جو حال ہوگا اسے پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے اپنے رسولوں کی دعوت کو صمیم قلب سے قبول کیا۔اس روز ان کی جو عزت اور حوصلہ افزائی ہوگی اس منظر کا نقشہ کھینچا۔اس کے بعد اہل عرب کو دعوت دی جارہی ہے کہ اگر تم اب بھی ایمان نہیں لاتے تو ذرا ان چیزوں کی تخلیق پر غور کرو جن کا مشاہدہ تم سفر وحضر میں کرتے ہو اور ان اونٹوں کی طرف دیکھو جو ریگستانوں میں سفر کرتے ہیں وہ نہ تو طول سفر سے تھکتے ہیں اور نہ پیاس کی شدت اسے ماندہ کرتی ہے اور بوجھ اٹھائے ہوئے مستانہ وار وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں،سوچو کہ اس سے تمہارا ذہن اس کی تخلیق کرنے والے کی طرف نہیں جاتا۔ پہاڑوں کی طرف دیکھو،ان کی بلندیاں اور اس کی اونچی اونچی چوٹیاں اور پست وادیاں جو اپنے اندر افادیت رکھتے ہیں زمین کی طرف دیکھو جو تاحد نگاہ پھیلی ہوئی ہے اور اپنی تہوں میں تمہارے لئے خزانے چھپائے ہوئے ہے۔آخر میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کو فرمایا اے پیارے حبیب ﷺ آپ کا کام صرف ان کو نصیحت کرنا ہے یہ فریضہ آپ بڑی دلسوزی سے انجام دے رہے ہیں اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ پریشان نہ ہوں اللہ ﷻ ان نابکاروں سے خود نمٹ لے گا۔

رکوع نمبر:۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿هل﴾قَدْ﴿اتک حديث الغاشية(۱)﴾اَلْقِيَامَةِ لِاَنَّهَا تَغْشَى الْخَلَائِقِ بِاَهْوَالِهَا﴿وجوه يومئذ﴾عَبَّرَبِهَاعَنِ الذَّوَاتِ فِي الْمَوْضَعَيْنِ﴿خاشعة(۲)﴾ذَلِيْلَةٌ﴿عاملة ناصبة(۳)﴾ذَاتَ نَصَبٍ وَتَعَبٍ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ ﴿تصلى﴾بِضَمِّ التَّاءِ وَفَتْحِهَا﴿ نارا حامية(۴)تسقى من عين انية(۵)﴾شَدِيْدَةُالْحَرَارَةِ﴿ليس لهم طعام الا من ضريع(۶)﴾هُوَنَوْعٌ مِنَ الشَّوْكِ لَاتَرْعَاهُ دَابَّةٌ لِخُبْثِهٖ﴿لا يسمن ولا يغنى من جوع(۷)وجوه يومئذ ناعمة(۸)﴾حَسَنَةٌ﴿لسعيها﴾فِي الدُّنْيَابِالطَّاعَةِ﴿ راضية(۹)﴾فِي الْاٰخِرَةِ لِمَارَاَتْ ثَوَابَهٗ﴿في جنة عالية(۱۰)﴾حِسًّاوَّمَعْنًى﴿لا تسمع﴾بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ﴿ فيها لاغية(۱۱)﴾اَىْ نَفْسٌ ذَاتَ لَغْوٍاَىْ هِذْيَانٌ مِنَ الْكَلَامِ﴿فيها عين جارية(۱۲)﴾بِالْمَاءِ بِمَعْنٰى عُيُوْنٍ﴿فيها سرر مرفوعة(۱۳)﴾ذَاتًا وَّقَدْرًااَوْمَحَلًّا﴿واكواب﴾اَقْدَاحٌ لَاعُرٰى لَهَا﴿ موضوعة(۱۴)﴾عَلٰى حَافَاتِ الْعُيُوْنِ مُعدةٌ لِشُرْبِهِمْ﴿ونمارق﴾وَسَائِدُ﴿ مصفوفة(۱۵)﴾بَعْضُهَا بِجَنْبِ بَعْضٍ يَسْتَنِدُاِلَيْهَا﴿وزرابى﴾بسط طَنَافَسَ لَهَاخَمْلٌ﴿ مبثوثة(۱۶)﴾مَبْسُوْطَةٌ﴿افلا ينظرون﴾اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ نَظَرَاِعْتِبَارًا﴿ الى الابل كيف

خلقت(۱۷)والی السماء کیف رفعت(۱۸)والی الجبال کیف نصبت(۱۹)والی الارض کیف سطحت(۲۰)﴾اَیْ بُسِطَتْ فَیَسْتَدِلُّوْنَ بِهَا عَلٰی قُدْرَةِاللّٰهِ تَعَالٰی وَوَحْدَانِیَّتِهٖ وَصُدِّرَتْ بِالْاِبِلِ لِاَنَّهُمْ اَشَدُّ مُلَابَسَةً لَهَامِنْ غَیْرِهَا وَقَوْلِهٖ سُطِحَتْ ظَاهِرٌفِیْ اَنَّ الْاَرْضَ سَطْحٌ لَا كُرَةٌ كَمَاقَالَ اَهْلُ الْهَیْئَةِ وَاِنْ لَّمْ یَنْقُضْ رُكْنًا مِّنْ اَرْكَانِ الشَّرْعِ﴿فذكر﴾هُمْ نِعَمَ اللّٰهِ وَدَلَائِلَ تَوْحِیْدِهٖ﴿ انما انت مذكر (۲۱)لست علیهم بمصیطر (۲۲)﴾وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالسِّیْنِ بَدَلَ الصَّادِ اَیْ بِمُسَلَّطٍ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِبِالْجِهَادِ﴿الا﴾لٰكِنْ﴿ من تولی﴾ عَنِ الْاِیْمَانِ﴿ و كفر(۲۳)﴾بِالْقُرْاٰنِ﴿فیعذبه الله العذاب الاكبر (۲۴)﴾عَذَابَ الْاٰخِرَةِ وَالْاَصْغَرُعَذَابَ الدُّنْیَا بِالْقَتْلِ وَالْاَسْرِ﴿ان الینا ایابهم (۲۵)﴾رُجُوْعَهُمْ بَعْدَالْمَوْتِ﴿ثم ان علینا حسابهم(۲۶)﴾جَزَاءَ هُمْ لَانَتْرُكُهٗ اَبَدًا.

﴿ترجمہ﴾

بیشک (هل بمعنی قد ہے) تمہارے پاس چھاجانے والی کی خبر آئی (یعنی قیامت کی، قیامت کو غاشیہ اس لیے فرمایا کہ اس کی گھبراہٹ اور ہولناکیاں مخلوق پر چھاجائینگی......۱......) کتنے ہی لوگ اس دن (یہاں دونوں مقامات میں "وجوہ" سے ذوات مراد ہیں) ذلیل ہوں گے کام کریں مشقت جھیلیں (ناصبة بمعنی ذات نصب و تعب ہے، یعنی قید و بند اور طوق کی مشقت اٹھائیں) جائیں ("تصلی" کو تاء مفتوحہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بھڑکتی آگ میں نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں ("آنیة" کا معنی شدید گرم پانی ہے) ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے ("ضریع" ایک قسم کے کانٹے ہیں جنہیں ان کی خباثت کی وجہ سے چوپائے بھی نہیں کھاتے......۲......) کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں کتنے ہی لوگ اس دن چین میں ہیں (خوبصورت ہوں گے دنیا میں فرمانبرداری کر کے) اپنی اس کوشش پر راضی ہوں گے (آخرت میں جب اس کا ثواب دیکھیں گے) بلند باغ میں (یہ باغ حسی اور معنوی دونوں اعتبار سے بلند ہوگا) نہ سنیں گے ("لا تسمع" میں فعل کو علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس میں کوئی بیہودہ (لا غیة بمعنی ذات لغو ہے، اس کا موصوف "نفس" محذوف ہے یعنی وہ بیہودہ کلام نہیں سنیں گے) اس میں (پانی کا) رواں چشمہ ہے (عین بمعنی عیون ہے) اس میں بلند تخت ہیں (اپنی ذات قدر اور محل کے اعتبار سے) اور کوزے (بغیر کنڈے کے برتن کو اکواب کہتے ہیں) چلتے ہوئے (چشموں کے کناروں پر جو پینے کے لیے تیار رکھے ہوئے ہیں) اور قالین (نمارق بمعنی وسائد ہے) بچھے ہوئے (جو یکے بعد دیگرے بچھے ہوں گے جس سے ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے) اور چاندنیاں پھیلی ہوئی (مبثوثة بمعنی مبسوطة ہے،......۳......) تو کیا نہیں دیکھتے وہ (یعنی کفار مکہ بنگاہ عبرت) اونٹ کو کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑ کیسے قائم کئے گئے اور زمین کیسے بچھائی گئی (سطحت بمعنی بسطت ہے، کہ وہ ان اشیاء کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر استدلال کریں یہاں کلام میں اونٹ کو پہلے اس لیے ذکر کیا کہ دیگر اشیاء کے مقابلے میں ان کی اونٹ کے ساتھ شدید ملابست تھی اور اللہ کا فرمان "سطحت" اس بارے میں ظاہر ہے کہ زمین سطح ہے کرہ نہیں ہے جیسا کہ اہل ہیئت کا قول ہے اگر چہ زمین کو بصورت کرہ ماننے سے بھی دین کا کوئی ستون نہیں ٹوٹتا......۴......) تم کافروں کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں......۵......(یہ حکم امر جہاد کے نزول سے پہلے کا ہے ایک قرائت میں "مصیطر" میں صاد کی جگہ سین ہے یہ بمعنی مسلط ہے) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) جو منہ پھیرے (ایمان لانے سے) اور کفر کرے (قرآن پاک کے ساتھ) تو اسے اللہ بڑا

عذاب دے گا بیشک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے (مرنے کے بعد، ایابھم بمعنی رجوعھم ہے) پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے (ان کا بدلہ دینا ہے جسے ہم کبھی بھی ترک نہیں کریں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿هل اتک حديث الغاشية وجوه يومئذ خاشعة عاملة ناصبة تصلى نارا حامية تسقى من عين انية﴾

هل: حرف استفہام، اتک: فعل ومفعول، حديث الغاشية: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، وجوه: مبتدا، يومئذ خاشعة: شبہ جملہ خبر اول، عاملة ناصبة: خبر ثانی وثالث، تصلى: فعل بافاعل، نارحامية: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر رابع، تسقى: فعل مجہول بانائب الفاعل، من عين انية: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر خامس، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ليس لهم طعام الا من ضريع لا يسمن ولا يغنى من جوع﴾

ليس: فعل ناقص، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، طعام: موصوف، الا: اداۃ حصر، من: جار، ضريع: موصوف، لايسمن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لايغنى: فعل نفی بافاعل، من جوع: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجوه يومئذ ناعمة لسعيها راضية فى جنة عالية لا تسمع فيها لاغية فيها عين جارية فيها سرر مرفوعة واكواب موضوعة ونمارق مصفوفة وزرابى مبثوثة﴾

وجوه: مبتدا، يومئذ ناعمة: شبہ جملہ خبر اول، لسعيها راضية: شبہ جملہ خبر ثانی، فى: جار، جنة: موصوف، عالية: صفت اول، لاتسمع فيها لاغية: جملہ فعلیہ صفت ثانی، فيها: ظرف مستقر خبر مقدم، عين جارية: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثالث، فيها: ظرف مستقر خبر، سرر مرفوعة: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و: عاطفہ، اكواب موضوعة: مرکب توصیفی معطوف اول، و: عاطفہ، نمارق مصفوفة: معطوف ثانی، و: عاطفہ، زرابى مبثوثة: معطوف ثالث، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت رابع، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر ثالث مبتدا اپنی تینوں خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت والى السماء كيف رفعت والى الجبال كيف نصبت والى الارض كيف سطحت﴾

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اينكرون البعث" لاينظرون: فعل نفی بافاعل، الى: جار، الابل: مبدل منہ، كيف: اسم استفہام حال مقدم، خلقت: فعل مجہول "هى" ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بدل، ملکر مجرور، جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، الى: جار، السماء: مبدل منہ، كيف رفعت: جملہ فعلیہ بدل، ملکر مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الى: جار، الجبال: مبدل منہ، كيف نصبت: جملہ فعلیہ بدل، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، الى: جار، الارض: مبدل منہ، كيف سطحت: جملہ فعلیہ بدل، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذكر انما انت مذكر﴾

ف: فصیحیہ، ذكر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان كانوا لاينظرون الى هذه الاشياء نظر اعتبار وتدبر وتامل" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انما: حرف شبہ وما کافہ، انت: مبتدا، مذكر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا من تولى وكفر فيعذبه الله العذاب الاكبر﴾

الا: اداۃ استثناء، من: موصولہ، تولی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کفر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتداء، ف: جزائیہ، یعذبہ اللہ: فعل ومفعول وفاعل، العذاب الاکبر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل "ذکر" کے مفعول محذوف سے مستثنیٰ ہے۔

﴿ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم﴾

ان: حرف مشبہ، الینا: ظرف مستقر خبر مقدم، ایابھم: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، علینا: ظرف مستقر خبر مقدم، حسابھم: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

الغاشیۃ سے مراد قیامت یا نارِ جھنم:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ھل اتک حدیث الغاشیۃ بیشک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی (الغاشیۃ:۱)﴾۔ اس کی چند وجوہات ہیں: (۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یوم یغشھم العذاب جس دن انہیں ڈھانپے گا عذاب ان کے اوپر (العنکبوت:۵۵)﴾ قیامت کو اسی نام سے پکارا گیا ہے کیونکہ یہ جب آئے گی تو ہر سمت سے سب کچھ اپنے اندر چھپا لے گی۔ (۲)......یہ مخلوق پر اچانک ہی آجائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿افامنوا ان تاتیھم غاشیۃ من عذاب اللہ کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آکر گھیر لے (یوسف:۱۰۷)﴾۔ (۳)......قیامت اولین وآخرین سب کو چھپا لے گی۔ (۴)......اپنے ہول وشدائد کی وجہ سے سب کو چھپا لے گی۔ (۵)......غاشیہ سے مراد آگ ہے جو کہ کافروں کے چہروں کو جلا دیگی اور مراد تمام اہل نار ہیں جو اِس عذاب میں مبتلا ہونگے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وتغشی وجوھھم النار اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی (ابراھیم:۵۰)﴾، ﴿ومن فوقھم غواش اور آگ ہی اوڑھنا (الاعراف:۴۱)﴾۔ (۶)......غاشیہ سے مراد اہل نار ہیں جو اِس میں ڈالے جائیں گے اور اس میں ڈالے جانے والے بعض شقی اور بعض سعید ہونگے (کیونکہ سعید اپنے گناہوں کی سزا پاکر بالآخر جنت میں جائیں گے)۔

(الرازی، ج ۱۱، ص ۱۳۸)

ضریع کی خباثت کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لیس لھم طعام الا من ضریع ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے (الغاشیۃ:۶)﴾۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں وہ کھانا جو سوکھ چکا ہو جسے کھایا نہ جاسکے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ کانٹے دار درخت کھانے کو دیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسا کانٹے دار درخت جسے اونٹ تری پائے جانے کے وقت میں کھائے اور جب اُس کے حلق میں خشکی ہو تو نہ کھائے۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد ایسا خشک درخت ہے جو نا قابل ہضم ہو اور زجاج کے قول کے مطابق عوسج نامی درخت ہے۔ خلیل کہتے ہیں کہ ایسا سبز درخت جس کی بدبو پائی جائے۔ ظاہر قول یہ ہے کہ جہنم میں اگنے والا درخت مراد ہے اور اللہ عزوجل ہی بچانے والا ہے اور اُسے جہنم میں اُگنے سے اللہ عزوجل ہی عاجز کرسکتا ہے کیونکہ آگ میں درخت اُگنا بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے۔ امام بغوی نے ابن عباس سے ایک قول یوں نقل کیا ہے کہ ضریع جہنم میں نشو ونما پانے والا ایسا کانٹے دار درخت ہے جس کی بدبو مردار کی طرح اور حدت وگرمی جہنم کی آگ کی مانند ہوگی۔ حسن اور ایک جماعت مفسرین کے نزدیک ضریع سے مراد زقوم کا درخت ہے اور ابن جبیر کہتے ہیں کہ مراد آگ کے پتھر ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ایسی وادی کا نام ہے جہاں کچھ کھانے پینے کا نہ ہو مگر اسی قسم کا کھانا یا نیہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ وہ جگہ جہاں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہو جیسا کہ بیان اللہ عزوجل نے یوں فرمایا: ﴿ولا طعام الا من غسلین اور نہ کچھ کھانے

کو مگر دوزخیوں کی پیپ (الحاقۃ: ۳۶) ﴾۔ایک ظاہر قول یہ بھی ہے کہ یہاں وہ مقام مراد ہے جہاں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہوگی اور یہیں اس قسم کا کھانا پایا جائے گا۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۴۵۶)

جنتیوں کے انعام کی فہرست:

۳؎......اللہ ﷻ نے یہاں درج ذیل آیات کے ذریعے جنتیوں کے انعام واکرام کا ذکر خیر فرمایا ہے:

(۱)......﴿وجوہ یومئذ ناعمۃ کتنے ہی مونھ اس دن چین میں ہیں (الغاشیۃ: ۸) ﴾۔

(۲)......﴿لسعیھا راضیۃ اپنی کوشش پر راضی (الغاشیۃ: ۹) ﴾۔

(۳)......﴿فی جنۃ عالیۃ بلند باغ میں (الغاشیۃ: ۱۰) ﴾

(۴)......﴿لا تسمع فیھا لاغیۃ کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے (الغاشیۃ: ۱۱) ﴾۔

(۵)......﴿فیھا عین جاریۃ اس میں رواں چشمہ ہے (الغاشیۃ: ۱۲) ﴾۔

(۶)......﴿فیھا سرر مرفوعۃ اس میں بلند تخت ہیں (الغاشیۃ: ۱۳) ﴾

(۷)......﴿واکواب موضوعۃ اور چنے ہوئے کوزے (الغاشیۃ: ۱۴) ﴾

(۸)......﴿ونمارق مصفوفۃ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین (الغاشیۃ: ۱۵) ﴾

(۹)......﴿وزرابی مبثوثۃ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں (الغاشیۃ: ۱۶) ﴾

اونٹ، آسمان، پہاڑ اور زمین کی مثالیں:

۴؎......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیا گیا اور زمین کو کیسے بچھایا گیا (الغاشیۃ: ۱۷ تا ۲۰) ﴾۔مفسرین کرام کہتے ہیں کہ جب اللہ ﷻ نے جنت و دوزخ کا بیان مکمل فرمایا تو کافروں کے انکار پر تعجبانہ طور پر اپنی قدرت کی عظیم نشانیوں کا بیان فرمایا، اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے جیسا کہ حیوانات کی تخلیق پر قادر ہے یونہی آسمان و زمین کی تخلیق پر بھی قادر ہے۔ سب سے پہلے اونٹ کا ذکر کیا کیونکہ اہل عرب میں اونٹ کثرت سے پایا جاتا ہے، اور ہاتھی کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کی عظیم تخلیق کی جانب کافروں کی توجہ دلائی تھی اس لئے اونٹ کا ذکر فرمایا۔ اونٹ کا ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں کئی منافع پائے جاتے ہیں یعنی اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے، اس پر سواری کی جاسکتی ہے، اسے بالبرداری میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاسکتا ہے۔ حسن سے پوچھا گیا کہ اونٹ کے مقابلے میں ہاتھی زیادہ عجیب وغریب ہوتا ہے اس کا ذکر کیوں نہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب میں ہاتھی بہت پہلے ہوئے ہیں، پھر خنزیر پائے جانے لگے جس کا نہ تو گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ ہی دودھ پیا جاتا ہے اور نہ ہی اُس پر سواری ہوسکتی ہے۔ آسمان کو بغیر کسی ستون کے بلند کردیا، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آسمان کو ایسا بلند کردیا کہ کوئی چیز اُس تک نہیں پہنچ سکتی۔ یونہی پہاڑوں کو زمین پر گاڑ دیا کہ زمین ان کی وجہ سے ہلنے نہیں پاتی، جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے (الانبیاء: ۳۱) ﴾۔ اسی طرح فرمایا ہم نے زمین کو بچھایا۔ یہ وہ دلائل ہیں جو اللہ ﷻ نے اپنی تخلیق میں عظیم ترین دلائل کے طور پر ہمیں بیان فرمائے۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۳۳ وغیرہ)

جبریہ فرقے کا رد:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لست علیھم بمصیطر تم کچھ ان پر داروغہ نہیں (الغاشیۃ:۲۲)﴾۔ اس آیت مقدسہ میں جبریہ فرقے کا رد پایا جاتا ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے، اُسے کسی چیز کا اختیار نہیں، اُس کا مومن و کافر ہونا، نیک یا بد ہونا، فاسق یا غیر فاسق ہونا، سب اللہ ﷻ کے کرنے سے ہوتا ہے۔ اس آیت میں جبریہ فرقے کے اس باطل عقیدے کا رد پایا جارہا ہے کیونکہ اگر یہی صحیح ہو تو پھر رسولوں کو ہدایت کیلئے بھیجنا اور جنت و دوزخ، جزاء و سزا، و دیگر امور کا پایا جانا عبث و بے کار ہو جائے گا۔ جبریہ فرقے کے باطل عقیدے کا رد دیگر آیات میں بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ومآ انت علیھم بجبار اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں (ق:۴۵)﴾، ﴿ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض......الخ اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں (یونس:۹۹)﴾۔

اغراض:

عبر بھا عن الذوات: کل کی تعبیر جزء کے ساتھ کر کے مجاز مرسل مراد لیا گیا ہے، اور "الوجہ" کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ اعضاء میں سے اشرف ترین جزء ہے اور اس کے ذریعے سب کچھ ظاہر ہو جاتا ہے۔ بالسلاسل و الاغلال: زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہونے کے سبب، اور یہ جہنم میں یوں دھنسے ہونگے جیسا کہ اونٹ کیچڑ میں دھنس جاتا ہے، الختصر۔ حسنۃ: یعنی جن کے چہروں سے حسن و تازگی جھلکے گی، اور ایک قول کے مطابق ﴿ناعمۃ﴾ بمعنی متنعمۃ ہے۔

حسا: یعنی جنت کے درجات ہیں جن میں سے بعض درجے بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہر دو درجوں کے مابین آسمان و زمین کے مثل فاصلہ ہے۔

لا عری لھا: یعنی ایسے آفتابے میں جنتی پئیں گے جس کے کنڈے نہ ہونگے۔ معدۃ لشربھم: جب کبھی وہ پینے کا ارادہ کریں گے تو وہ پیالوں کو پانی سے بھرا ہوا پائینگے، اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ پیالے اُن کے سامنے موجود ہونگے جسے دیکھ کر جنتی تلذذ حاصل کریں گے اور ایک قول کے مطابق اُن کی نگاہ کے سامنے ہونگے جہاں بآسانی قدرت حاصل ہو جائے جس کا بیان اس فرمان میں ہے: ﴿قدروھا تقدیرا﴾۔

طنافس: جمع ہے "طنفسۃ" کی، تثلیث فاء اور طاء کے ساتھ اور اس میں نو لغات ہیں مراد قالین ہیں، اس کو 'سجادۃ' بھی کہتے ہیں، یعنی جنت میں بچھے ہوئے قالین کا بیان کیا جارہا ہے اور اس کے تین نام ہیں: سجادۃ، طنفسۃ اور زربیۃ۔ فیستدلون بھا: چونکہ قرآن عرب میں نازل ہوا اور اسی بناء پر اللہ نے خاص طور پر مذکورہ چیزوں کو بیان کر دیا، کہ عرب کے علاقوں میں رہنے والے لوگ اکثر اونٹوں پر سفر کرتے، اُس پر مال لاد کر برداری کا کام لیتے اور انسان جب تنہا ہوتا ہے تو تفکر کرتا ہے اس لئے پہلے پہل اُس کی سوچ کو اونٹ کی طرف لے جایا گیا جس پر اُس نے سفر اختیار کیا ہوا ہے، پس جب اوپر کو دیکھتا ہے تو آسمان کے سوا اس کی نظر کہیں نہیں جا سکتی، اور دائیں بائیں دیکھتا ہے تو پہاڑوں کے سوا اُسے کچھ نہیں بھائی دیتا اور نیچے دیکھتا ہے تو زمین کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتا، پس اللہ نے انسان کو تنہائی میں غور و فکر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور بڑھاپا آنا غور و فکر کرنے کے عمل کو ترک نہیں کرتا۔

رکنا: سے مراد قواعد شرعیہ میں سے کوئی قاعدہ ہے، جو عقیدے میں ضرر نہیں دیتا، علماء ہیئت کہتے ہیں کہ زمین اپنی طبع اور حقیقت کے اعتبار سے ایک کُرّہ ہے، جیسا کہ ساتوں آسمان میں بیضہ، زمین کو ہر جانب سے محیط ہے اور عرش آسمان کو ہر جانب سے محیط ہے لیکن اللہ اپنے فضل و کرم سے زمین سے پیداوار نکالتا ہے، اور حیوانات کو اس زمین پر پھیلا دینا بھی اللہ کی رحمت ہے۔ وھذا قبل الامر بالجھاد: آیت مقدسہ ﴿لست علیھم بمصیطر﴾ آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

(الصاوی، ج۶، ص ۲۶۷ وغیرہ)

سورة الفجر مكية او مدنية وهى ثلاثون آية

(سورۂ فجر مکی یا مدنی ہے، جس میں ۳۰ آیات ہیں)

تعارف سورة الفجر

اس سورت میں ایک رکوع، تیس آیتیں، ایک سو انتالیس کلمے، پانچ سو ستانوے حروف ہیں۔ابتداء اسلام میں کفار نے دلوں کو مسخر کر لینے والی قوت (اسلام) کا صحیح اندازہ نہ لگایا تھا، وہ سمجھتے تھے یہ آواز لوگوں کے عقائد کی پختگی سے ٹکرا ٹکرا کر خود ہی دم توڑ دے گی اور معاملہ ختم ہو جائے گا لیکن نبی کریم ﷺ کی سیرت کی تابانیاں تعصب وہٹ دھرمی کے سنگین فیصلوں میں شگاف پیدا کرنے لگیں اور کفر وشرک کے بڑے بڑے ستون گرنے لگے، تو اہل مکہ نے مزید رواداری اور چشم پوشی کا رویہ ختم کر دیا۔اور لنگوٹے کس کے اسلام کی روانی کو روکنے کے لئے میدان میں نکل آئے اور ہر ایسے شخص پر ظلم وستم کرتے جو اسلام قبول کر لیتا۔لیکن اللہ ﷻ اپنے سر فروش اور جان نثاروں کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ کفار کی یہ سنگ دلانہ حرکات نرالی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ بڑے بڑے طاقتور قبائل اور سنگدل حکمرانوں نے اسلام کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی مگر عذاب خداوندی نے انہیں نیست ونابود کر دیا۔اگر مکہ والوں نے یہ روش نہ چھوڑی تو ان کا بھی وہی المناک انجام ہوگا کیونکہ کفار مکہ کا نظریہ تھا کہ جو خوش حال ہے اور باوقار زندگی بسر کر رہا ہے وہ خدا ﷻ کا منظور نظر ہے وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو خدا ﷻ کی رضا حاصل ہے کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اور جس کی دنیا میں کوئی قدر وقیمت نہیں، جو غربت کی زندگی بسر کر رہا ہے، وہ خدا ﷻ کی نظروں میں گرا ہوا ہے۔لیکن وہ اپنے بندوں کو دولت سے مالا مال کر کے آزماتا ہے اور کبھی فقر وفاقہ دے کر بھی آزماتا ہے۔جس نے اس کی نعمتوں پر شکر کیا اور مصائب میں صبر کا دامن نہ چھوڑا وہ بارگاہ خداوندی میں کامیاب اور سرخرو ہوگا۔

رکوع نمبر: ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والفجر (۱)﴾اَىْ فَجْرِ كُلِّ يَوْمٍ ﴿وليال عشر (۲)﴾اَىْ عَشْرِ ذِى الْحِجَّةِ ﴿والشفع﴾اَلزَّوْجِ ﴿والوتر (۳)﴾بِفَتْحِ الْوَاوِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ الْفَرْدِ ﴿واليل اذا يسر (۴)﴾اَىْ مُقْبِلًا وَّمُدْبِرًا ﴿هل فى ذلک قسم لذى حجر (۵)﴾عَقْلٍ وَّجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ اَىْ لَتُعَذِّبُنَّ يَاكُفَّارَ مَكَّةَ ﴿الم تر ﴾تَعْلَمُ يَامُحَمَّدُ ﴿كيف فعل ربک بعاد (۶) ارم﴾هِىَ عَادُ الْاُوْلٰى فَاِرَمَ عَطْفُ بَيَانٍ اَوْبَدَلٌ وَّمُنِعَ الصَّرْفِ لِلْعَلَمِيَّةِ وَالتَّانِيْثِ ﴿ذات العماد (۷)﴾اَىِ الطُّوْلِ كَانَ طُوْلُ الطَّوِيْلِ مِنْهُمْ اَرْبَعَ مِائَةَ ذِرَاعٍ ﴿التى لم يخلق مثلها فى البلاد (۸)﴾فِىْ بَطْشِهِمْ وَقُوَّتِهِمْ ﴿وثمود الذين جابوا﴾قَطَعُوْا ﴿الصخر﴾جَمْعُ صَخْرَةٍ وَاتَّخَذُوْهَا بُيُوْتًا ﴿بالواد (۹)﴾وَادِى الْقُرٰى ﴿وفرعون ذى الاوتاد (۱۰)﴾كَانَ يَتِدُ اَرْبَعَةَ اَوْتَادٍ يَشُدُّ اِلَيْهَا يَدِىْ وَرِجْلَىْ مَنْ يُعَذِّبُهٗ ﴿الذين طغوا﴾تَجَبَّرُوْا ﴿فى البلاد (۱۱) فاكثروا فيها الفساد (۱۲)﴾اَلْقَتْلَ وَغَيْرَهٗ ﴿فصب عليهم ربک سوط﴾نَوْعَ ﴿عذاب (۱۳) ان ربک لبالمرصاد (۱۴)﴾يَرْصُدُ اَعْمَالَ الْعِبَادَ فَلَايَفُوْتُهٗ مِنْهَا شَىْءٌ لِيُجَازِيَهُمْ عَلَيْهَا ﴿فاماالانسان﴾اَلْكَافِرُ ﴿اذا مابتله﴾اِخْتَبَرَهٗ ﴿ربه فاكرمه﴾بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ ﴿ونعمه فيقول ربى اكرمن (۱۵) واما اذا ابتله فقدر﴾ضَيَّقَ ﴿عليه رزقه فيقول ربى اهانن (۱۶) كلا﴾رَدْعٌ اَىْ لَيْسَ

الْاِکْرَامُ بِالْغِنٰی وَالْاِہَانَۃُ بِالْفَقْرِ وَاِنَّمَا ھُوَ بِالطَّاعَۃِ وَالْمَعْصِیَۃِ وَکُفَّارُ مَکَّۃَ لَایَتَنَبَّھُوْنَ لِذٰلِکَ ﴿بل لاتکرمون الیتیم(۱۷)﴾ لَایُحْسِنُوْنَ اِلَیْہِ مَعَ غِنَاھُمْ اَوْلَایُعْطُوْنَہٗ حَقَّہٗ مِنَ الْمِیْرَاثِ ﴿ولا تحضون﴾ اَنْفُسَھُمْ وَلَاغَیْرَھُمْ ﴿علی طعام﴾ اِطْعَامِ ﴿المسکین(۱۸) وتاکلون التراث﴾ اَلْمِیْرَاثِ ﴿اکلا لما(۱۹)﴾ اَیْ شَدِیْدًا لِلَمِّھِمْ نَصِیْبَ النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ مِنَ الْمِیْرَاثِ مَعَ نَصِیْبِھِمْ مِنْہُ اَوْمَعَ مَالِھِمْ ﴿وتحبون المال حبا جما(۲۰)﴾ اَیْ کَثِیْرًا فَلَا یُنْفِقُوْنَہٗ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِالْفَوْقَانِیَۃِ فِی الْاَفْعَالِ الْاَرْبَعَۃِ ﴿کلا﴾ رَدْعٌ لَّھُمْ عَنْ ذٰلِکَ ﴿اذا دکت الارض دکادکا(۲۱)﴾ زُلْزِلَتْ حَتّٰی یَنْھَدِمَ کُلُّ بِنَاءٍ عَلَیْھَا وَیَنْعَدِمَ ﴿وجاء ربک﴾ اَیْ اَمْرُہٗ ﴿والملک﴾ اَیِ الْمَلٰئِکَۃُ ﴿صفا صفا(۲۲)﴾ حَالٌ اَیْ مُصْطَفِّیْنَ اَوْذَوِیْ صُفُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ ﴿وجایء یومئذ بجھنم﴾ تُقَادُ بِسَبْعِیْنَ اَلْفَ زِمَامٍ کُلُّ زِمَامٍ بِاَیْدِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ زَفِیْرٌ وَّتَغَیُّظٌ ﴿یومئذ﴾ بَدَلٌ مِنْ اِذَا وَجَوَابُھَا ﴿یتذکر الانسان﴾ اَیِ الْکَافِرُ مَافَرَّطَ فِیْہِ ﴿وانی لہ الذکری(۲۳)﴾ اِسْتِفْھَامٌ بِمَعْنَی النَّفْیِ اَیْ لَایَنْفَعُہٗ تَذَکُّرُہٗ ذٰلِکَ ﴿یقول﴾ مَعَ تَذَکُّرِہٖ ﴿یا﴾ لِلتَّنْبِیْہِ ﴿لیتنی قدمت﴾ اَلْخَیْرَ وَالْاِیْمَانَ ﴿لحیاتی(۲۴)﴾ اَلطَّیِّبَۃِ فِی الْاٰخِرَۃِ اَوْوَقْتِ حَیَاتِیْ فِی الدُّنْیَا ﴿فیومئذ لایعذب﴾ بِکَسْرِ الذَّالِ ﴿عذابہ﴾ اَیِ اللّٰہِ ﴿احد(۲۵)﴾ اَیْ یَکِلُہٗ اِلٰی غَیْرِہٖ ﴿و﴾ کَذَا ﴿لا یوثق﴾ بِکَسْرِ الثَّاءِ ﴿وثاقہ احد(۲۶)﴾ وَفِیْ قِرَاءَۃٍ بِفَتْحِ الذَّالِ وَالثَّاءِ فَضَمِیْرُ عَذَابَہٗ وَوَثَاقَہٗ لِلْکَافِرِ وَالْمَعْنٰی لَایُعَذَّبُ اَحَدٌ مِّثْلَ تَعْذِیْبِہٖ وَلَایُوْثَقُ مِثْلَ اِیْثَاقِہٖ ﴿یایتھا النفس المطمئنۃ(۲۷)﴾ اَلْاٰمِنَۃُ وَھِیَ الْمُؤْمِنَۃُ ﴿ارجعی الی ربک﴾ یُقَالُ لَھَا ذٰلِکَ عِنْدَ الْمَوْتِ اَیْ اِرْجِعِیْ اِلٰی اَمْرِہٖ وَاِرَادَتِہٖ ﴿راضیۃ﴾ بِالثَّوَابِ ﴿مرضیۃ(۲۸)﴾ عِنْدَاللّٰہِ بِعِلْمِکَ اَیْ جَامِعَۃً بَیْنَ الْوَصْفَیْنِ وَھُمَا وَیُقَالُ لَھَا فِی الْقِیَامَۃِ ﴿فادخلی فی﴾ جُمْلَۃِ ﴿عبادی(۲۹)﴾ اَلصَّالِحِیْنَ ﴿وادخلی جنتی(۳۰)﴾ مَعَھُمْ.

﴿ترجمہ﴾

فجر کی قسم (روزانہ ہونے والی فجر کی قسم ......۱......) اور دس راتوں کی (ذی الحجہ کی دس راتوں کی......۲......) اور جفت (الشفع بمعنی الزوج ہے) اور طاق کی ("الوتر" تاء مفتوحہ و مکسورہ دونوں کے ساتھ ہے اس میں دو لغتیں ہیں، ......۳......) اور رات کی جب چل دے (پیٹھ دے کر ......۴......) کیوں اس میں عقل والے کے لیے قسم ہوئی (حجر کے معنی عقل ہے، ان قسموں کا جواب محذوف یہ ہے، لتعذبن یا کفار مکۃ) کیا تم نے نہ جانا (اے حبیب ﷺ، الم تر بمعنی الم تعلم ہے) تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ارم کے ساتھ (اس سے عاد اولی مراد ہے "ارم" یا تو ماقبل کا عطف بیان ہے یا پھر بدل ہے اور یہ علیت اور تانیث کے سبب غیر منصرف ہے) حد سے زیادہ طول والے (العماد بمعنی الطول ہے، ان میں سے سب سے لمبے شخص کا قد چار سو ذراع تھا) کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا (پکڑ اور قوت و طاقت میں ان کی مثل) اور ثمود جنہوں نے کاٹیں (جابوا بمعنی قطعوا ہے) چٹانیں ("الصخر" صخرۃ کی جمع ہے یہ لوگ چٹانیں کاٹ کر گھر بناتے تھے) وادی میں (یعنی وادی قری میں ......۵......) اور فرعون کہ چو میخا کرتا (فرعون چار کیلوں کے ذریعے دونوں ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے عذاب دیتا ......۶......) جنہوں نے شہروں میں تکبر کیا (تغوا بمعنی تجبروا ہے) پھر ان میں بہت فساد پھیلایا (قتل وغیرہ کرکے) تو ان پر تمہارے رب نے ایک قسم کا عذاب انڈیلا

(سوط بمعنی نوع ہے) بیشک تمہارا رب نگہبان ہے (بندوں کے اعمال کی نگرانی فرماتا ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، اللہ ﷻ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) لیکن آدمی (یعنی کافر آدمی) جب اسے آزمائے (ابعلہ بمعنی اختبرہ ہے) اس کا رب کہ اس کو جاہ دے (مال وغیرہ دے کر) اور نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی اور جب اسے آزمائے (اس کا رب) اور تنگ کرے (قدر بمعنی ضیق ہے) اس پر اس کا رزق تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا......ے......یوں نہیں (''کلا'' حرف ردع ہے یعنی اکرام غنی سے اور اہانت فقر سے نہیں یہ تو اطاعت اور نافرمانی سے ہوتی ہیں لیکن کفار مکہ اس پر آگاہی نہیں رکھتے) بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے (مالدار ہونے کے باوجود اس کے ساتھ احسان نہیں کرتے یا معنی یہ ہے کہ تم میراث میں سے اسے اس کا حق نہیں دیتے) اور رغبت نہیں دلاتے (خود اپنے آپ کو اور نہ دوسروں کو) مسکین کو کھلانے کی (طعام بمعنی اطعام ہے) اور کھاتے ہو میراث کا مال (التراث بمعنی میراث ہے) ہپ ہپ (یہ اس لیے فرمایا کہ وہ لوگ میراث میں عورتوں اور بچوں کے حصے کو اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیا کرتے تھے یا ان کا مال وہ اپنے مال کے ساتھ ملا لیتے تھے) اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو (کہ تم اسے خرچ نہیں کرتے ہو، جما بمعنی کثیرا ہے، ایک قرائت میں مذکورہ چاروں افعال کو علامت مضارع یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے،......٨......) ہاں ہاں (اس میں انہیں ان افعال سے باز رکھنے کے لیے توبیخ کی گئی ہے) جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے (زمین پر زلزلہ طاری کردیا جائے گا حتی کہ زمین پر ہر عمارت منہدم اور معدوم ہو جائے گی......٩......) اور تیرا رب (یعنی تیرے رب کا حکم) آئے اور فرشتے قطار قطار (صفا بمعنی مصطفین حال ہے، یا یہ بمعنی ذوی صفوف کثیرۃ ہے،......١٠......) اور اس دن جہنم لائی جائے (جہنم کو ہانکا جائے گا اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے اور وہ جوش وغضب میں ہوگی) اس دن (''یو مئذ'' اذا سے بدل ہے اس کا جواب یہ ہے) آدمی (الانسان سے یہاں کافر مراد ہے) سوچے گا (جو تقصیر اس نے کی اسے سمجھے گا) اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں (یہاں استفہام بمعنی نفی ہے، یعنی اب یہ سوچنا اسے نفع نہیں دے گا) کہے گا (اس سوچنے کے ساتھ ساتھ) ہائے کاش (''یلیتنی'' میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) میں نے آگے بھیجا ہوتا (بھلائی اور ایمان کو) اپنی زندگی کے لیے (آخرت کی اچھی زندگی کے لیے یعنی دنیا میں جیتے جی بھلائی کو آگے کے لیے بھیجا ہوتا) تو اس دن اس کا (یعنی اللہ ﷻ کا) سا عذاب کوئی نہیں کرتا (''یعذب'' ذال مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی اللہ ﷻ خود انہیں عذاب دے گا) اور (اسی طرح) اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھتا (''یوثق'' کو تاء مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے ایک قرائت میں ''یعذب'' اور ''یوثق'' کو ذال مفتوحہ اور تاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا اس قرائت کے مطابق ''عذابہ'' اور ''وثاقہ'' کی ضمیر کافر کے لیے ہوگی اور معنی آیت یہ ہوگا: کافر کو دیئے جانے والے عذاب کی مثل کسی کو عذاب نہ ہوگا اور کافر کو باندھے جانے کی مثل کسی کو نہیں باندھا جائے گا) اے امن والی جان (المطمئنۃ بمعنی الآمنۃ ہے، مراد اس سے ایمان والی جان ہے) اپنے رب کی طرف واپس ہو (یہ اس سے بوقت موت کہا جائے گا یعنی اللہ ﷻ کے امر اور ارادے کی طرف واپس ہو) یوں کہ تو راضی (اس کے ثواب سے) پسندیدہ (اللہ ﷻ کے حضور اپنے اعمال کے سبب یعنی نفس مطمئنۃ ان دونوں اوصاف کی جامع ہوگی، ''راضیۃ'' ''مرضیۃ'' یہ دونوں حال ہیں اور بروز قیامت اس سے فرمایا جائے گا) پھر میرے (جملہ نیک) بندوں میں داخل ہو اور (ان کے ساتھ) میری جنت میں داخل ہو جا......١١......۔

﴿ترکیب﴾

﴿والفجر ولیال عشر والشفع والوتر والیل اذا یسر ھل فی ذلک قسم لذی حجر﴾

و: قسمیہ جار، الفجر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لیال عشر: مرکب توصیفی معطوف اول، والشفع: معطوف ثانی، والوتر: معطوف

ثالث، و الیل :معطوف رابع ،ملکر مجرور،ملکر فعل محذوف "نقسم" کیلئے ظرف مستقر،اذا :مضاف،یسر :اصلہ "یسری"جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف یہ سب،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ،جواب قسم محذوف "لنجازین کل احد بما عمل"،ملکر جملہ قسمیہ،هل جرف استفہام،فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم،قسم :موصوف،لذی حجر :ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد وثمود الذین جابوا الصخر بالواد وفرعون ذی الاوتاد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیها الفساد﴾

همزه: حرف استفہام،لم تر : فعل نفی با فاعل، کیف :اسم استفہام حال مقدم،فعل :فعل،ربک :ذوالحال،ملکر فاعل،ب :جار،عادارم ذات العماد :صفت،التی لم یخلق مثلها فی البلاد :موصول صلہ،ملکر صفت ثانی،ملکر عاطفہ بیان،ملکر معطوف،و :عاطفہ،ثمود :موصوف،الذین جابوا الصخر بالواد :موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر معطوف اول،و :عاطفہ،فرعون :موصوف،ذی الاوتاد :صفت اول،الذین :موصول،طغوا فی البلاد :جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف :عاطفہ،اکثروا فیها الفساد :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر صفت ثانی،ملکر معطوف ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فصب علیهم ربک سوط عذاب ان ربک لبالمرصاد﴾

ف :عاطفہ،صب علیهم :فعل وظرف لغو،ربک :فاعل،سوط عذاب :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان ربک :حرف مشبہ واسم،لام :تاکید یہ،بالمرصاد :ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاما الانسان اذا ما ابتله ربه فاکرمه ونعمه فیقول ربی اکرمن﴾

ف :مستانفہ،اما :حرف شرط،الانسان :مبتدا،اذا :مضاف،ما :زائد،ابتله ربه :جملہ فعلیہ معطوف علیہ،فاکرمه :جملہ فعلیہ معطوف اول،و :عاطفہ،نعمه :جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف مقدم،ف :جزائیہ،یقول :فعل "هو" ضمیر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول،ربی :مبتدا،اکرمن :اصلہ "اکرمنی"جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مهما یکن من شیی فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما اذاما ابتله فقدر علیه رزقه فیقول ربی اهانن﴾

و :عاطفہ،اما :حرف شرط،اذا :مضاف،ما :زائدہ،ابتله :جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف :عاطفہ،قدر علیه رزقه :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف مقدم،ف :جزائیہ،یقول :فعل "هو" ضمیر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول،ربی :مبتدا،اهانن :اصلہ "اهاننی"جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر مبتدا محذوف "الانسان" کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مهما یکن من شیيء فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحضون علی طعام المسکین﴾

کلا :حرف ردع وزجر،بل :عاطفہ،لا تکرمون الیتیم :فعل نفی با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و :عاطفہ،لا تحضون :فعل نفی با فاعل،علی طعام المسکین :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما﴾

و :عاطفہ،تاکلون التراث :فعل با فاعل ومفعول،اکلا :موصوف،لما :صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ،و :عاطفہ،تحبون

المال: فعل بافاعل ومفعول، حبا جما: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا وجایء یومئذ بجهنم﴾

کلا: حرف ردع وزجر، اذا: مضاف، دکت: فعل مجہول، الارض: ذوالحال، دکا: مؤکد، دکا: تاکید، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جاء: فعل، ربک: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الملک: ذوالحال، صفا: مؤکد، صفا: تاکید، ملکر حال، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، جایء: فعل مجہول، یومئذ: ظرف، بجهنم: ظرف لغو قائم مقام نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط۔

﴿یومئذ یتذکر الانسان وانی له الذکری یقول یلیتنی قدمت لحیاتی﴾

یومئذ: ظرف مقدم، یتذکر: فعل، الانسان: ذوالحال، و: حالیہ، انی: ظرف متعلق "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، له: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، الذکری: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ملکر جملہ شرطیہ، یقول قول، یا: حرف نداء للتنبیہ، لیتنی: حرف مشبہ واسم، قدمت لحیاتی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ مستانفہ۔

﴿فیومئذ لا یعذب عذابه احد ولا یوثق وثاقه احد﴾

ف: عاطفہ، یومئذ: ظرف مقدم، لا یعذب: فعل نفی، عذابه: مفعول مطلق، احد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یوثق: فعل نفی، وثاقه: مفعول، احد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة﴾

یایتها النفس المطمئنة: نداء، ارجع: فعل امر ی ضمیر ذوالحال، راضیة مرضیة: حال ان، ملکر فاعل، الی ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ۔

﴿فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی﴾

ف: عاطفہ، ادخلی: فعل امر بافاعل، فی عبدی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ارجعی" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، ادخلی: فعل امر بافاعل، جنتی: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ارجعی" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فجر کی قسم کا بیان:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والفجر اس صبح کی قسم (الفجر:۱)﴾۔ اس میں چند وجوہات کا بیان ہے: (۱)......فجر سے مراد معروف صبح ہے، اللہ ﷻ نے اس کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ رات کا مکمل ہونا اور دن کا رونما ہونا ظاہر ہو جائے اور تمام انسانوں اور دیگر حیوانات، پرندے، وحشی جانور رزق کی طلب میں نکلتے ہیں، اور یہ اسی وقت کے مشابہ ہے جس وقت میں مُردے اپنی قبروں سے نکلیں گے، اور اس میں غور کرنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿والصبح اذا اسفر اور صبح کی جب اجالا ڈالے (المدثر:۳۴)﴾، ﴿والصبح اذا تنفس اور صبح کی جب دم لے (التکویر:۱۸)﴾۔ (۲)......الفجر سے مراد نماز فجر ہے کیونکہ اسی نماز سے دن بھر کی نمازوں کا آغاز ہوتا ہے اور اسی وقت میں رات اور دن کے فرشتے بھی جمع ہوتے ہیں یعنی رات والوں کی ڈیوٹی ختم اور دن والوں کی شروع ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان قرآن الفجر کان مشهودا بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (الاسراء:۷۸)﴾ یعنی دن و رات کے فرشتے صبح کی قرائت کے وقت میں جمع ہوتے ہیں۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ عزوجل کے پاس پہنچتے ہیں، اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا حالانکہ اللہ عزوجل سب کچھ جانتا ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتا ہوا چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے''۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب: فضل صلوة العصر، رقم: ۵۵۵، ص ۹۳)

(۳)......اس سے مراد کوئی معین فجر ہے جیسا کہ ایک قول یوم نحر کی فجر ہے، اور یہ ملت ابراہیمی کے مناسک میں سے ایک خاص امر ہے اور کیونکہ اس دن لوگ اللہ عزوجل کا قُرب خاص حاصل کرنے کے لئے قربانی پیش کرتے ہیں اور مسلمان اس قربانی کو ترک نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وفدینہ بذبح عظیم اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا(الصفت: ۱۰۷)﴾۔

(۴)......اس سے مراد ذی الحجہ کی فجر ہے، کیونکہ ﴿الفجر صبح کی قسم (الفجر: ۱)﴾ کا قول ﴿ولیال عشر اور دس راتوں کی قسم (الفجر: ۲)﴾ سے ملا ہوا ہے، کیونکہ یہ دس معظم راتوں کا پہلا دن ہے۔

(۵)......مراد محرم کی فجر ہے، اللہ عزوجل نے اس کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کیونکہ یہ اسلامی سال کی سب سے پہلی فجر ہے اور اس حیثیت سے کئی امور اسی کی بناء پر طے پائے جاتے ہیں جیسا کہ حج، رمضان، زکوۃ، چاند کے حساب کتاب، اور حدیث میں ہے کہ: ''اللہ عزوجل کے نزدیک مہینوں میں ماہِ محرم الحرام عظیم ترین ہے''۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۱۴۸ وغیرہ)

دس راتوں کی قسم کے بیان میں اقوالِ مفسرین واحادیث:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولیال عشر اور دس راتوں کی قسم (الفجر: ۲)﴾۔ اس کی چند وجوہات ہیں: (۱)......ذی الحجہ کی دس رات قربانی کے ایام کو مشغول کئے ہوئے ہیں (کہ ان راتوں میں لوگ قربانی پیش کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں)، اور یہ بھی کہ کوئی عمل صالح ایسا نہیں ہے جو اِن دس ایام سے افضل ہو۔ (۲)......مراد محرم کا پہلا عشرہ ہے، اور خاص طور پر دس راتوں کا ذکر کرنا اس عشرے کی ابتداء سے انتہاء تک کی خوبی بیان کرنا ہے اور اِن ایام کے شرف پر تنبیہ کرنا ہے اور یوم عاشوراء اور اس دن کا روزہ، اس کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔ (۳)......اس سے رمضان کے آخری دس دن مراد ہیں، یعنی رمضان کا آخری عشرہ مراد ہے۔ اللہ نے اس کے شرف کے باعث اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا کیونکہ اس میں شبِ قدر بھی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: ''رمضان کے آخری عشرے کی طلب میں کوشش کرو''۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۱۴۹)

امام طبری لکھتے ہیں: مسروق کہتے ہیں کہ دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں، جس میں اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اُن دس راتوں سے بڑھ کر کوئی دس راتیں افضل نہیں ہیں جس کی تکمیل کا وعدہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

(الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۲۰۵)

طاق وجُفت کی قسم کا بیان:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والشفع والوتر اور جفت اور طاق کی (الفجر: ۳)﴾۔ اس بارے میں اقوال متعدد ہیں: (۱)......الشفع سے مراد یوم النحر ہے، جب کہ الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے۔ (۲)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ الشفع سے مراد یوم ذبح ہے جب کہ الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے، جب کہ انہیں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ الشفع سے مراد یوم النحر ہے جب کہ الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے۔ (۳)......عکرمہ کہتے ہیں کہ الشفع سے مراد یوم نحر ہے جب کہ الوتر سے مراد یوم

عرفہ ہے، انہی سے ایک قول یہ ہے کہ الشفع سے مراد یوم الاضحیٰ جب کہ الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے۔(۴)...... الشفع سے مراد یوم نحر کے بعد کے دودن ہیں جب کہ الوتر سے مراد اس کے بعد کا تیسرا دن ہے۔(۵)......الشفع سے مراد تمام مخلوق اور الوتر سے مراد اللہ کی ذات پاک ہے۔(۶)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل وتر ہے اور تم شفع ہو، پس صبح کی نماز شفع (جفت) کہلاتی ہے اور مغرب کی نماز وتر (طاق) کہلاتی ہے۔(۷)......مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی تمام مخلوق جُفت ہے جیسے آسمان وزمین، خشک وتر، جن وانس، سورج وچاند، بس اللہ عزوجل ایک ہے۔(۸)......مجاہد ہی سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ومن کل شیء خلقنا زوجین اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے (الذریت:۴۹)﴾، فرمایا کفر وایمان، سعادت وشقاوت، ھدایت وگمراہی، رات ودن، آسمان وزمین، جن وانس، اور اللہ عزوجل وتر یعنی ایک ہے۔(۹)......فرض نمازوں میں بعض جُفت ہیں اور بعض طاق ہیں، پس نمازِ فجر وظہر جُفت ہیں جب کہ نماز مغرب طاق رکعت ہیں۔ (الطبری، الجزء:۳۰،ص ۳۰۶ وغیرہ)

رات کی قسم کا بیان:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿واللیل اذا یسر اور رات کی جب چل دے (الفجر:۴)﴾۔قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب وہ رات آئے، یہاں رات کو یسر کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اس کے پلٹنے میں اللہ عزوجل کی کمال قدرت اور نعمتوں کی زیادتی پر دلالت ہوتی ہے۔مجاہد وعکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مزدلفہ کی رات ہے۔ (المظھری، ج۷،ص ۴۰۱)

علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: یعنی وہ رات جو چلی جائے گزر جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ نئی آنے والی رات مراد ہے۔ایک قول کے مطابق ہر رات مراد ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ مزدلفہ کی رات یعنی یوم نحر کی رات مراد ہے جس میں لوگ عرفات سے مزدلفہ کی جانب چل پڑتے ہیں اور صبح طلوع ہونے تک مزدلفہ میں رہتے ہیں (اور مزدلفہ میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد منی میں رمی کر کے قربانی وحلق کرتے ہیں)۔ (الخازن، ج۴،ص ۴۲۴)

متذکرہ آیات کے تحت قوم عاد وثمود کا بیان:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿الم تر کیف فعل ربک بعادارم ذات العماد کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے (الفجر:۶تا۷)﴾۔یہاں عاد سے مراد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہیں اور عاد ان کے قبیلے کا بھی نام ہے جس کا بیان اللہ عزوجل نے یوں فرمایا:﴿وانہ اھلک عاد الاولی اور یہ کہ اسی نے پہلے عاد کو ہلاک فرمایا(النجم:۵۰)﴾ارم سے مراد عاد کا جد ہے جو کہ نسب میں مذکور ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ عاد اپنے جد اعلیٰ کے نام کے مطابق ارم سے پکارے جاتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ ارم سے مراد قوم عاد کا کوئی قبیلہ ہے جس میں بادشاہی نظام تھا۔ایک قول کے مطابق عاد کا نسب یوں ہے: ارم بن عاد بن شیم بن سام بن نوح ہے۔کلبی کہتے ہیں ارم قومِ عاد وثمود کے مجموعی نسب کا نام ہے جو کہ اہل سواد واہل جزیرہ کے لوگ کہلاتے ہیں، پس عاد ارم اور عادِ ثمود کہا جاتا تھا تو عاد وثمود ہلاک ہوگئے اور اہل سواد اور الجزیرہ باقی رہ گئے۔سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ارم ذات العماد سے مراد دمشق یا ایک قول کے مطابق اسکندریہ کے لوگ ہیں اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ عاد کی منازل عمان سے حضر موت کی طرف چلی جاتی ہیں، اور مراد بلاد رمال اور احقاف ہیں۔ (الخازن، ج۴،ص ۴۲۴)

فرعون کی سزا دینے کی کیفیت کا اجمالی خاکہ:

۶......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وفرعون ذی الاوتاد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیھا الفساد اور فرعون کو جو میخا کرتا (سخت سزائیں دیتا) جنہوں نے شہر میں سرکشی کی پھر ان میں بہت فساد پھیلایا (الفجر:۱۰تا۱۲)﴾۔فرعون حد سے بڑھ گیا،

لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے لگا۔﴿ یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابنائکم ویستحیون نسائکم وفی ذلکم بلاء کہ وہ تم پر براعذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اسی میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی (یا بڑا انعام) (البقرۃ:۴۹)﴾ عذاب سب ہی برے ہوتے ہیں لیکن سُوء العذاب وہ عذاب کہلائیگا جو سب سے زیادہ سخت ہو۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل فرعون کی خدمت بجالانے کے اعتبار سے کئی اقسام میں منقسم تھے، ان میں سے طاقتور وتوانا افراد کا ایک گروہ پہاڑوں سے پتھر کاٹتا تو دوسرا گروہ فرعون کے محلات کی تعمیر کرنے کے لئے ان پتھروں اور مٹی وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، تیسرا گروہ مٹی سے اینٹیں بنا کر انہیں پختہ بناتا، ایک گروہ بڑھئی کا کام کرتا تو ایک لوہے کا کام سرانجام دیتا۔ پس ان میں سے جو کمزور ہوتے ان پر فرعون نے جزیہ مقرر کر رکھا تھا، نیز بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے ریشم کات کر اس سے کپڑا بنتی تھیں۔ (الجمل، ج۱، ص۷۵)

آزمائش نعمت دے کر اور لے کر ہونا:

۷.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاما الانسان اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن لیکن آدمی تو جب اس کو اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی اور آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا میرے رب نے مجھے خوار کیا (الفجر:۱۵ تا ۱۶)﴾۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ یہاں الانسان سے مراد کافر ہے، یعنی عتبہ بن ربیعہ یا ابوحذیفہ بن المغیرہ۔ ایک قول کے مطابق امیہ بن خلف مراد ہے اور ایک قول ابی بن خلف کا بھی ہے۔ ابتلائے آزمائش سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ امتحان میں ڈال دے اور کسی نعمت کے ذریعے آزمائے۔ پھر فرمایا: ﴿فاکرمہ ونعمہ اس کو جاہ اور نعمت دے﴾ یعنی مال کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کرے یعنی مال میں زیادتی کردے۔ فرمایا: ﴿فیقول ربی اکرمن جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی﴾ کہ مال میں خوش ہوجائے اور اللہ ﷻ کی حمد وثناء سے دور ہوجائے۔ پھر فرمایا: ﴿واما اذا ما ابتلہ اور اگر آزمائے﴾ یعنی فقر اور آزمائش میں مبتلا کرے، رزق تنگ کردے اور مقدار رزق میں کمی کردے تو کہتا ہے: ﴿فیقول ربی اھانن تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا﴾ یعنی میرے رب نے میری اہانت کی ہے اور یہ کافر کی ہی صفت ہوسکتی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا منکر ہوتا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک کرامت وشرف فقط دنیاوی مال واسباب ہی ہوتا ہے اور اسی کی کمی بیشی سے وہ حساب لگاتا ہے اور مومن کا معاملہ برعکس ہے کیونکہ اس کے نزدیک کرامت یہ ہے کہ اللہ ﷻ اُسے اپنی عبادت کی توفیق دے دیتا ہے اور آخرت کے لئے اعمال ذخیرہ کرنے کی سعادت عطا فرمادیتا ہے، اور جب اُس پر دنیا وسیع ہوتی ہے تو اللہ ﷻ کی حمد وشکر میں زندگی گزارتا ہے۔ میں (علامہ قرطبی) یہ کہوں گا کہ مذکورہ بالا دونوں آیات کافروں کی صفت ہیں اور کثیر مسلمان بھی ایسے ہیں کہ جو اللہ ﷻ کی کرامت اور فضیلت کو مال کے کم وزیادہ ہونے پر تولتے ہیں اور ایسا وہی مسلمان کرتے ہیں جو جاہل ہوتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۴۷)

آزمائش کے چار اسباب کا ذکر:

۸.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحضون علی طعام المسکین وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو (الفجر:۱۷ تا ۲۰)﴾۔ جن چار اوصاف کو اللہ ﷻ نے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کی درج وجوہات ہیں: (۱)...... یتیم کی تکریم نہ کرنے سے گویا کہ بھلائی سے خود کو محروم کرلیتا

ہے، چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ولا تحاضون علی طعام المسکین اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے (الفجر:۱۸)﴾۔(۲)......میراث میں یتیم کا ثابت ہونے والا حق مار لیتا ہے اور اس کی جانب اشارہ اس آیت میں ملتا ہے: ﴿وتاکلون التراث اکلا لما اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو (الفجر:۱۹)﴾۔(۳)......یتیم سے مال ہتھیا لیتا ہے، جس کی جانب اشارہ اس آیت مقدسہ میں ہے: ﴿وتحبون المال حبا جما اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو (الفجر:۲۰)﴾، یعنی یتیم کا مال لے کر اُسے اپنے مال میں ملا لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ولا تحضون علی طعام المسکین اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے (الفجر:۱۸)﴾۔ مقاتل کہتے ہیں کہ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا اور نہ ہی اس کا حکم کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا (الحاقۃ:۳۳تا۳۴)﴾۔(۴)......زجاج کہتے ہیں کہ یہ لوگ یتیم کا مال اسراف کرتے ہوئے کھا لیتے تھے، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿وتاکلون التراث اکلا لما اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو (الفجر:۱۹)﴾۔ یعنی یتیموں کا مالِ وراثت ہڑپ کر جاتے اور حسن کہتے ہیں کہ وارث کو وارثت میں سے حصہ نہ دیتے اور اپنے حصے اور یتیم کے حصے کو جمع کر لیتے۔(۵)......میت کے مال سے بچ جانے والا مال چہ جائے کہ حرام ہو یا حلال، شبہ کا ہی کیوں نہ ہو سب کو ملا کر ایک کر لیتے اور کھا جاتے۔ (الرازی، ج۱۱، ص۱۵۷ وغیرہ)

زمین کا پاش پاش ہوجانا:

۹......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اذا دکت الارض دکا دکا جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے گی (الفجر:۲۱)﴾ یعنی زمین میں جب زلزلہ آئے گا، تو ایک کے بعد دوسرا جھٹکا اور زمین حرکت کرنے لگے گی اور پہاڑ ٹوٹ کر چکنا چور ہو جائیں گے اور منہدم ہو جائیں گے اور سب کچھ ملیا میٹ ہو جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ دنیا ختم ہو جائے گی، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (النازعات:۶تا۷)﴾، ﴿وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً چورچور کر دیئے جائیں (الحاقۃ:۱۴)﴾، ﴿اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چور ہو کر (الواقعۃ:۵)﴾۔ (الرازی، ج۱۱، ص۱۵۸)

رب العالمین کا آنا اور فرشتوں کا صف بصف ہونا:

۱۰......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وجاء ربک والملک صفا صفا اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار (الفجر:۲۲)﴾۔ اللہ ﷻ کے آنے کی کچھ توجیہات امام فخر الدین رازی نے بیان کی ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)......اللہ ﷻ کا امر یعنی حساب کتاب اور جزاوسزا کا حکم آئے گا۔(۲)......تیرے رب ﷻ کا قہر آئے گا جیسا کہ بنو اُمیہ پر آیا تھا۔(۳)......تیرے رب ﷻ کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونگی جیسا کہ قیامت ہی کو لیجئے کہ یہ بھی اللہ کی عظیم نشانی ہے، اور یہ نشانیاں اللہ ﷻ کی شان عظمت کی دلیل ہوتی ہیں۔(۴)......تیرے رب کی ذات کا ظہور ہوگا، اور اللہ ﷻ کی معرفت کے حوالے سے جن اذہان میں جو بھی شکوک وشبہات ہونگے رفع ہو جائیں گے۔(۵)......اللہ ﷻ کی نشانیاں، اس کے قہر، غضب وہیبت کا تسلط اور آثار کا ظہور ہوگا۔(۶)......اللہ ﷻ ہی پالنے والا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ ملک سے مراد عظیم فرشتہ ہو جو کہ سید عالم ﷺ کا مربی ہو اور یہاں یہی مراد ہو اور اسی کے حوالے سے ﴿جاء ربک﴾ کہا گیا ہو۔ (الرازی، ج۱۱، ص۱۵۹)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم کو گھسیٹ کر لایا جائے گا، اس کے ستر ہزار لگام ہونگے اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے گھسیٹ کر لائیں گے''۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب ماجاء فی صفۃ النار، رقم: ۲۵۸۲، ص ۷۴۱)

اطمینان والے نفس پر انعام واکرام:

۱۔......نفس کے اطمینان میں ہونے کی کچھ توجیہات ہیں: (۱)......اللہ عزوجل مومنین سے فرمائے گا اے اطمینان والی نفس! اور ایسا مومن کے اکرام کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اکرام کیا گیا یا فرشتے کی بزبانی یہی حکم کیا جائے گا، تقدیر عبارت یہ ہے کہ اگر نفس مطمئنہ ہوگی تو وہ اللہ عزوجل ہی کی جانب لوٹے گی۔ (۲)......اطمنان سے مراد استقرار اور ثبات ہے، اور اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں۔ (۳)......نفس کو یقین کلی حاصل ہوتا ہے اور کسی قسم کا شک نہیں ہوتا اور یہی مراد اللہ عزوجل کے اس فرمان میں بھی ہے: ﴿ولکن لیطمئن قلبی مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے (البقرۃ: ۲۶۰)﴾۔ (۴)......نفس ایسے امن میں ہوگی جسے کسی قسم کا کوئی خوف ہی نہ ہوگا اور نہ ہی حزن ہوگا، اور یہ اس وقت ہوگا جب بندے کی روح قبض کرنے کا معاملہ ہوگا اور گویا اُسے یوں فرمایا جارہا ہوگا: ﴿الا تخافوا و لا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا (حم سجدۃ: ۳۰)﴾۔ یا یہی خطاب قبر سے اٹھتے وقت ہوگا یا جنت میں داخل ہوتے وقت میں ہوگا۔ (۵)......یہ تاویلات حق وصواب پر مبنی ہیں کیونکہ اسی کی جانب اللہ عزوجل کا فرمان دال ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے (الرعد: ۲۸)﴾۔ (الرازی، ج ۱۱، ص: ۱۶۱)

امام قرطبی لکھتے ہیں: ﴿یایتھا النفس المطمئنۃ اے اطمنان والی جان (الفجر: ۲۷)﴾ کا قول فرشتوں کا ہوگا جو اللہ عزوجل کی جانب سے اُس کے دوستوں کو کیا جائے گا، اور نفسِ مطمئنہ سے مراد نفس ساکنہ موقنہ ہے، کہ اللہ عزوجل نے اُسے ساکن رکھا ہے، یہ قول مجاہد وغیرہ کا ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ نفسِ مطمئنہ سے مراد وہ نفس ہے جو اللہ عزوجل کی جانب سے حصول ثواب پر اطمنان پاتی ہے۔ اور ایک قول کے مطابق مطمئنہ بمعنی مومنہ ہے۔ مجاہد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل کی قضاء پر راضی رہنے والی نفس مراد ہے اور اُسے وہی کچھ پہنچا ہے جو اُس نے کیا۔ مقاتل کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے عذاب سے امن حاصل کرنے والی نفس مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا تھا اس پر یقین ہونا مراد ہے۔ ایک قول کے مطابق وہ نفس مراد ہے جو اللہ عزوجل کی یاد میں اطمنان حاصل کرتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں (الرعد: ۲۸)﴾۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور بعث بعد الموت اور ثواب کی تصدیق کرنے۔ ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نفس مطمئنہ وہ ہوتی ہے جو موت کے وقت جنت کی خوشخبری سماعت کرے اور بعث بعد الموت کے وقت، یا قیامت کے دن میں یہی خوشخبری پائے۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۵۲)

قدماء کے قول کی تردید ہونا: قدماء کا کہنا ہے کہ نفوس ازلی ہیں، اور انہوں نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے: ﴿ارجعی الی ربک اپنے رب کی طرف واپس ہو (الفجر: ۲۸)﴾، پس قدماء کہتے ہیں کہ نفوس ابدان سے پہلے موجود تھیں۔ جاننا چاہیے کہ یہ کلام کب معرض وجود میں آئے گا، اس کی دو وجوہات ہیں: (۱)...... یہ کلام موت کے وقت ہوتا ہے، اور یہاں یہ بات زیادہ قوی تر معلوم ہوتی ہے کہ ارواح اجسام سے مقدم ہیں، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں مقدم ذکر نہ کیا جاتا۔ (۲)...... یہ کلام مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے یا قیامت کے وقت میں پایا جائے گا، اور معنی یہ ہے کہ اپنے رب عزوجل کے ثواب کی جانب لوٹ جاؤ، اور تمیرے بندوں کی فہرست میں داخل ہو جاؤ اور اُس بدن میں دوبارہ داخل ہو جاؤ جس سے نکلی تھی۔ یہاں ایک یہ بھی سوال رونما ہوتا ہے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿الی

ربک ﴾ میں الی انتہاء کے لئے آتا ہے، چنانچہ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اپنے رب ﷻ کے حکم کی جانب لوٹ جاؤ، یا اپنے رب ﷻ کے ثواب کی جانب یا اپنے رب ﷻ کے احسان کی جانب لوٹ جاؤ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں انتہاء غایت اور انقطاع حرکات کی جانب اشارہ ہے، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿راضیة مرضیة ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ثواب اور دنیا کے اعمال پر راضی ہوتے ہوئے، اور یہی اس آیت کی تفسیر میں بہترین نکتے پر دلیل ہے، روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں اس آیت کی تلاوت کی تو ابو بکر نے کہا: یہ کیا ہی اچھی آیت ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے نے بھی یہی کہا ہے''۔(الرازی، ج ۱۱، ص ۱۶۱ وغیرہ)

امام قرطبی لکھتے ہیں: ﴿فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں (الفجر:۲۹، ۳۰) ﴾ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ معاملہ قیامت کے دن ہوگا، اور ضحاک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ جنت دار الخلد ہے جو کہ ابرار کا مسکن ہے اور صالحین کا ٹھکانہ ہے اور عبادی سے مراد صالحین ہیں۔ ایک قول کے مطابق عبادی سے مراد حزبی ہے، یعنی میرے سلوک میں شامل ہو جاؤ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ٥٤)

اغراض:

ای عشر ذی الحجة: اس رات کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ رات سال بھر کی رات میں افضل ترین ہے، مفسر کے اقوال میں سے ایک قول یہی ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد رمضان کے آخری عشرے کی رات ہے یا محرم کی دس تاریخ ہے۔ مقبلا: یعنی دن کا گزر جانا اور ''مدبرا'' یعنی دن کا قریب ہونا، اور اس میں ''لیل'' کا آسانی سے گزرنا مراد ہے، اور ایک قول کے مطابق اسناد السری سے مراد مجاز عقلی والی نسبت ہے یعنی مراد اسناد زمانی ہے اور اس میں بھی ''یسر'' کا معنی پایا جاتا ہے اور تمام اقوال صحیح ہیں۔ عقل: ﴿حجر ﴾ کو عقل سے اس لئے تعبیر کیا ہے، کیونکہ عقل انسان کو قبائح سے روکتی ہے۔ کان طول الطویل: یعنی لمبے قد والے، کازرونی کہتے ہیں کہ اُن میں لمبے قد پانچ سو ذراع تھے، اور چھوٹے قد تین سو ذراع تھے، ابن عربی کہتے ہیں یہ قول باطل ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ تک لمبا قد عطا فرمایا اور اُن کے سوا کسی کو آج تک اتنا لمبا قد نہ دیا''۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ اُن کے قد بارہ ہاتھ تک تھے۔ (ذراع سے مراد سید عالم ﷺ کا ہاتھ مبارک مراد ہے، کما قال المظهری)۔ واتخذوها بیوتا: مراد پہاڑوں میں چٹانیں کاٹ کر گھر بنانا ہے، روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سات سو شہر پتھروں سے بنائے اور ایک قول کے مطابق سات ہزار شہر پتھروں سے بنا کر آباد کئے۔ بالمال وغیرہ: سے مراد جاہ و منصب اور اولاد ہے۔ ای اطعام: میں اس جانب اشارہ ہے کہ الطعام مصدر بمعنی الاطعام ہے، اور اسمیں یتیم پر شفقت کرنے کا بیان پایا جا رہا ہے اور اُسے کھانا کھلانے کی ترغیب بھی ہے جو کہ بہت بڑی فضیلت و خصلت کا باعث ہے۔ ردع لهم عن ذلک: مراد مال کا جمع کرنا اور اُس سے محبت کرنا ہے، اور یتیم کا اکرام نہ کرنا بھی شامل ہے۔ لها زفیر: سے مراد بہت تیز آواز ہے۔ الخیر والایمان: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول ﴿قدمت ﴾ کا محذوف ہے۔ ای لا یکله الی غیره: یعنی اللہ کے سوا کوئی عذاب کا حکم نہ کر سکے گا اور یہاں ''بالغیر'' سے فرشتوں کے علاوہ مراد ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ فرشتوں کو عذاب دینے پر مؤکل بنائے ہوئے ہے، اور فرشتے اللہ کے حکم سے بندوں کو عذاب کرتے ہیں، اور ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اللہ کی مخلوق میں کسی کو بھی ایسا عذاب نہ ہوگا جیسا عذاب کافروں کو ہوتا ہے اور ایسا ''وثاق'' کسی کے ساتھ نہیں جیسا کہ کافروں کے ساتھ کیا گیا ہے اور تمام اقوال درست ہیں۔ وهی المؤمنة: مجاہد کہتے ہیں کہ مراد وہ مومنین ہیں جو اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں کہ انہیں اُن کی خطا کے بغیر کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی، ایک قول کے مطابق مراد وہ نفوس ہیں جو اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، مزید اقوال ماقبل حاشیہ نمبر ''۱۱'' میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج ٦، ص ۲۷۱ وغیرہ)

سورۃ البلد مکیۃ وھی عشرون آیۃ

(سورۂ بلد مکی ہے جس میں ٢٠ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ البلد

اس سورت میں ایک رکوع، بیس آیتیں، بیاسی کلمات، تین سو بیس حروف ہیں۔اس سورت میں قسم کھا کر خبردار کیا گیا کہ تمہارا یہ خیال کہ تم اتنے طاقتور ہو کہ تم پر کسی کا زور نہیں، تم فضول باتوں میں اور جھوٹی نمود کے لئے اپنا روپیہ پانی کی طرح بہاتے رہو اور اس پر فخر کرتے ہو۔کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جس نے تمہیں یہ رزق دیا ہے وہ تمہاری ان حرکتوں سے باخبر نہیں ہے؟ کیا اسلام دین فطرت نہیں ہے؟ بلکہ اسلام جسمانی اور روحانی دونوں کی طرف یکساں توجہ مبذول کرتا ہے اور انسان کو مادی لذتوں میں کھو جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔مزید یہ ہے کہ اعضاء اور جوارح کا ذکر کرنے کے بعد جو انسان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے ہیں اسے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جو تم کو قوت پرواز دی گئی ہے اس سے کام لیتے ہوئے تمہارا فرض ہے کہ اخلاق کی بلندیوں کو سر کرنے کے لئے کوشاں رہو۔اس مقصد کے لئے ان اعمال حسنہ کا بھی ذکر فرمایا کہ غلاموں کو آزاد کرنا، قحط سالی میں فاقہ زدہ لوگوں کی مدد کرنا، یتیموں اور مسکینوں پر شفقت کرنا، اور ایمان کے چراغ کو روشن رکھنا خود صبر کرنا، اور دوسروں کو صبر کی تلقین کرنا، یہ وہ اعمال ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنی منزل پالیتا ہے

رکوع نمبر: ١٥

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿لا﴾زَائِدَةٌ﴿ اقسم بهذا البلد (١)﴾مَكَّةَ﴿وانت﴾يَامُحَمَّدُ﴿ حل﴾حَلَالٌ﴿ بهذا البلد (٢)﴾بِاَنْ يَحِلَّ لَكَ فَتُقَاتِلَ فِيهِ وَقَدْاَنْجَزَلَهُ هٰذَا الْوَعْدَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَالْجُمْلَةُ اِعْتِرَاضٌ بَيْنَ الْمُقْسَمِ بِهٖ وَمَاعَطَفَ عَلَيْهِ ﴿ووالد﴾اَىْ اٰدَمَ﴿ وما ولد (٣)﴾اَىْ ذُرِّيَّتَهُ وَمَابِمَعْنٰى مَنْ﴿لقد خلقنا الانسان﴾اَىِ الْجِنْسَ﴿ فى كبد (٤)﴾نَصَبٌ وَّشِدَّةٍ يُكَابِدُ مَصَائِبَ الدُّنْيَا وَشَدَائِدَالْاٰخِرَةِ﴿ايحسب﴾اَىْ اَيَظُنُّ الْاِنْسَانُ قَوِىُّ قُرَيْشٍ وَهُوَاَبُوالْاَشَدَيْنِ بِقَوْلِهٖ﴿ ان﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاِسْمُهَامَحْذُوْفٌ اَىْ اَنَّهُ﴿ لن يقدر عليه احد (٥)﴾وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلَيْهِ﴿يقول اهلكت﴾عَلٰى عَدَاوَةِ مُحَمَّدٍ﴿ مالا لبدا (٦)﴾كَثِيْرًابَعْضُهُ عَلٰى بَعْضٍ﴿ايحسب ان﴾اَىْ اَنَّهُ﴿ لم يره احد (٧)﴾فِيْمَااَنْفَقَهُ فَيَعْلَمُ قَدْرَهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَنَّهُ لَيْسَ مِمَّايَتَكَثَّرُبِهٖ وَمَجَازِيَهُ عَلٰى فِعْلِهِ السَّيِّءِ ﴿الم نجعل﴾اِسْتِهَامُ تَقْرِيْرٍ اَىْ جَعَلْنَا﴿ له عينين (٨) ولسانا وشفتين (٩) وهدينه النجدين (١٠)﴾بَيَّنَّالَهُ طَرِيْقَىِ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ﴿فلا﴾فَهَلَّا﴿ اقتحم العقبة (١١)﴾جَاوَزَهَا﴿وما ادرك﴾اَعْلَمَكَ﴿ ما العقبة (١٢)﴾اَلَّتِىْ يَقْتَحِمُهَا تَعْظِيْمٌ لِّشَانِهَا وَالْجُمْلَةُ اِعْتِرَاضٌ وَبَيَّنَ سَبَبُ اِجْتِيَازِهَابِقَوْلِهٖ﴿فك رقبة (١٣)﴾مِنَ الرِّقِ بِاَنْ اَعْتَقَهَا﴿او اطعم فى يوم ذى مسغبة (١٤)﴾مَجَاعَةٍ﴿يتيما ذا مقربة (١٥)﴾قَرَابَةٍ﴿او مسكينا ذا متربة (١٦)﴾اَىْ لُصُوْقٍ بِالتُّرَابِ لِفَقْرِهٖ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بَدَلَ الْفِعْلَيْنِ مَصْدَرَانِ مَرْفُوْعَانِ فَكُّ وَاِطْعَامُ مُضَافُ الْاَوَّلِ لِرَقَبَةٍ وَيُنَوَّنُ الثَّانِىْ فَيُقَدَّرُقَبْلَ الْعَقَبَةِ اِقْتِحَامٌ وَالْقِرَاءَةِ الْمَذْكُوْرَةِ بَيَانُهُ﴿ثم كان﴾عَطْفٌ عَلٰى اِقْتَحَمَ وَثُمَّ لِلتَّرْتِيْبِ الذِّكْرِىْ وَالْمَعْنٰى كَانَ وَقْتُ الْاِقْتِحَامِ﴿ من الذين امنوا وتواصوا﴾اَوْصٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا﴿ بالصبر﴾عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ﴿ وتواصوا

بالمرحمة(۱۷)﴿اَلرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ﴿اولئک﴿اَلْمَوْصُوْفُوْنَ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ﴿اصحب الميمنة (۱۸)﴿اَلْيَمِيْنِ﴿والذين كفروا بايتنا هم اصحب المشئمة (۱۹)﴿اَلشِّمَالِ﴿عليهم نار مؤصدة(۲۰)﴿بِالْهَمْزَةِ وَالْوَاوِ بَدَلَهٗ مُطْبَقَةٌ.

﴿ترجمہ﴾

لا ("لااقسم" میں لازائدہ ہے) مجھے اس شہر (مکہ مکرمہ......۱......) کی قسم کہ (اے محبوب ﷺ) تمہارے لیے حلال ہے یہ شہر ("حل بهذا البلد" کا معنی یہ ہے کہ اس شہر کو تمہارے لیے حلال کیا کہ تم اس میں قتال کرو، اللہ ﷻ نے اپنا یہ وعدہ فتح مکہ کے دن پورا فرمادیا، مقسم به اور معطوف علیہ کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے) اور باپ کی (یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی) قسم اور اس کی اولاد کی......۲......(یہاں، ما بمعنی من ہے) بیشک ہم نے انسان (یعنی جنس انسان) کو پیدا کیا مشقت میں رہتا (مشقت اور شدت میں رہتا، دنیا کے مصائب اور آخرت کے شدائد کو اٹھائے گا) کیا وہ گمان کرتا ہے (یحسب بمعنی یظن ہے، یعنی کیا انسان قریش کا طاقتور فرد یہ گمان کرتا ہے پھر اس کے مقولہ کو ذکر فرمایا) کہ ("ان" مخففة من الثقيلة ہے اس کا اسم محذوف ہے اصل میں "انه" ہے) ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا (اور اللہ ﷻ اس پر قدرت رکھتا ہے) کہتا ہے میں نے فنا کر دیا (محمد ﷺ کی عداوت میں) ڈھیروں مال (ڈھیروں ڈھیر مال) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ (ان بمعنی انه ہے) اسے کسی نے نہ دیکھا (کہ اس نے مال کس مد میں خرچ کیا کہ اسے اس مال کی مقدار معلوم ہو سکے؟ اور اللہ ﷻ کو اس کی مقدار معلوم ہے اور یہ مال خرچ کرنا ایسا نہیں جس کو با کثرت خرچ کرنے پر فخر کیا جائے، اللہ ﷻ سے اس کے فعل بد کا بدلہ دے گا) کیا ہم نے نہ بنائیں (یہ استفہام تقریری ہے، الم نجعل بمعنی جعلنا ہے) اس کی دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی (یعنی اس کے لیے خیر اور شر کا رستہ بیان کر دیا) پھر بے تأمل گھائی میں نہ کودا (گھائی سے تجاوز نہیں کیا، فلا بمعنی هلا ہے) اور تو نے کیا جانا (ما ادرک بمعنی ما اعلمک ہے) وہ گھائی کیا ہے (جس کو عبور کرنا ہے یہاں اس کا ذکر تعظیم شان کے لیے ہے یہ جملہ معترضہ ہے پھر اللہ ﷻ نے اس گھائی کو عبور کرنے کا سبب بیان فرمادیا......۳......) گردن چھڑانا (غلامی سے یوں کہ کسی غلام کو آزاد کرانے) یا بھوک کے دن کھانا دینا (مسغبة بمعنی مجاعة ہے) رشتہ دار یتیم کو (مقربة بمعنی قرابة ہے) یا خاک نشین مسکین کو (جو اپنے فقر کی وجہ سے خاک نشین ہوتا ہے، ایک قرائت میں "فک" اور "اطعم" افعال کی جگہ دونوں بصورت مصدر مرفوع آئے ہیں "فک" "اطعام" "فک" "رقبة" کا مضاف ہے اور "اطعام" مصدر منون ہے یہاں "العقبة" سے قبل "اقتحام" مصدر مقدر ہے اور قرائت مذکورہ اس کا بیان ہے) پھر وہ ہو ("کان" کا عطف اقتحم پر ہے اور یہاں "ثم" ترتیب ذکر کے لیے ہے معنی یہ ہوگا، "كان وقت الا قتحام") ان سے جو ایمان لائے......۴......اور ایک دوسرے کو وصیت کی (تواصوا بمعنی اوصى بعضهم بعضا ہے) صبر کی (نیکیوں پر ڈٹ کر برائیوں سے بچ کر) اور ایک دوسرے کو وصیت کی رحم کی (مخلوق پر، المرحمة بمعنی الرحمة ہے) یہ (یعنی ان اوصاف سے متصف افراد) دہنی طرف والے ہیں (الميمنة بمعنی اليمين ہے) اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے (المشئمة بمعنی الشمال ہے) ان پر آگ ہے وہ ان پر بند کر دی جائے گی ("مؤصدة" کو ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کو واؤ کے ساتھ بدل کر بھی پڑھا گیا ہے یہ بمعنی مطبقة ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان فی کبد﴾

لا: زائدہ، اقسم: فعل بافاعل، ب: جار، ھذا البلد: ذوالحال، و: حالیہ، انت: مبتدا، حل بھذا البلد: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، و: عاطفہ، والد: معطوف اول، و: عاطفہ، ما ولد: موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، خلقنا الانسان: فعل بافاعل، فی کبد: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ایحسب انَ لن یقدر علیہ احد یقول اھلکت ما لا لبدا﴾

ھمزہ: حرف استفہام، یحسب: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، یقول: قول، اھلکت: فعل بافاعل، ما لا لبدا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ان: مخففہ بإضمیر شان محذوف اس کا اسم، لن یقدر: فعل نفی، علیہ: ظرف لغو، احد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ایحسب ان لم یرہ احد الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین﴾

ھمزہ: حرف استفہام، یحسب: فعل بافاعل، ان: مخففہ بإضمیر شان محذوف اس کا اسم، لم یرہ: فعل نفی ومفعول، احد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ھمزہ: حرف استفہام، لم یجعل: فعل نفی بافاعل، لہ: ظرف لغو، عینین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لسانا: معطوف علیہ، و شفتین: معطوف، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھدینہ النجدین فلا اقتحم العقبۃ وما ادرک ما العقبۃ﴾

و: عاطفہ، ھدینہ: فعل بافاعل ومفعول، النجدین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لا: نافیہ، اقتحم: فعل بافاعل، العقبۃ: مفعولی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما العقبۃ: جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فک رقبۃ او اطعم فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ اومسکینا ذا متربۃ﴾

فک رقبۃ: مرکب اضافی معطوف علیہ، او: عاطفہ، اطعم: مصدر بافاعل، فی: جار، یوم: موصوف، ذی مسغبۃ: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، یتیما: موصوف، ذا مقرب: صفت، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، مسکینا: موصوف، ذا متربۃ: صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم کان من الذین امنوا وتواصو بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ﴾

ثم: عاطفہ، کان: فعل ناقص بااسم، من: جار، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تواصوبالصبر: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تواصوابالمرحمۃ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک اصحب المیمنۃ والذین کفروا بایتنا ھم اصحب المشئمۃ علیھم نار موصدۃ﴾

اولئک: مبتدا، اصحب المیمنۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین کفروا بایتنا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ھم: مبتدا، اصحب المشئمۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، علیھم: ظرف مستقر خبر مقدم، نار موصدۃ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ایحسب ان لن یقدر علیہ احد...... ☆ یہ آیت ابوالاسد اسید بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی وہ نہایت قوی اور زور آور تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑہ پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا۔ دس دس آدمی اس کو کھینچتے اور وہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا مگر جتنا اس کے

پاؤں کے نیچے ہوتا ہرگز نہ نکل سکتا۔اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی معنی یہ ہے کہ یہ کافر اپنی قوت پر مغرور مسلمان کو کمزور سمجھتا ہے کس گمان میں ہے اللہ عزوجل قادر برحق کی قدرت کو نہیں جانتا اس کے بعد اسکا مقولہ نقل فرمایا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شہر مکہ کی قسم کی وجوہات:

ا......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لا اقسم بھذا البلد مجھے اس شہر کی قسم (البلد:۱)﴾۔مفسرین کا اس بارے میں اجماع ہے کہ یہاں بلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے،اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ مکہ کی فضیلت معروف ومشہور ہے،کیونکہ اللہ عزوجل نے اِسے حرم پاک بنایا،پس مسجد حرام کے بارے میں فرمایا: ﴿ومن دخلہ کان آمنا جو اس میں آئے امان میں ہو (آل عمران:۹۷)﴾ اور اس مسجد کو اہل مشرق ومغرب کا قبلہ بنایا،پس اسی مناسبت سے فرمایا: ﴿وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرلو (البقرۃ:۱۴۴)﴾۔مقام ابراہیم کو اِن الفاظ سے شرف عطا فرمایا: ﴿واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ (البقرۃ:۱۲۵)﴾ اور لوگوں کو حج کا حکم عطا فرمایا: ﴿وللہ علی الناس حج البیت اللہ کے لئے لوگوں پر اس کے گھر کا حج کرنا ہے (آل عمران:۹۷)﴾ اور بیت اللہ شریف کا شرف اس طرح بیان فرمایا: ﴿واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا (البقرۃ:۱۲۵)﴾، ﴿واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا اور جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتادیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر (الحج:۲۶)﴾، ﴿وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں (الحج:۲۷)﴾ اور مکہ مکرمہ میں شکار کو حرام فرمایا اور زمین میں اس گھر کو بیت المعمور جیسا شرف دیا اور لوگوں کو اس جانب مائل کردیا اور تمام فضائل مکہ مکرمہ کو عطا فرمائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے اس شہر مقدس کی قسم انہیں تمام فضیلتوں کے باعث ارشاد فرمائی۔پھر فرمایا: ﴿وانت حل بھذا البلد کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو (البلد:۲)﴾۔اس میں کچھ وجوہات ہیں: (۱)......اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس شہر مقدس میں جلوہ فرما ہیں اور اس میں شہر مکہ کی تعظیم اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں جلوہ فرما ہیں۔(۲)...... الحل بمعنی الحلال ہے،کفار اس شہر مقدس کا احترام کرتے لیکن یہاں کے محرمات کا پاس نہ رکھتے تھے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذاء اور قتل وغیرہ تک کو حلال جانتے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مکہ میں رہنا اُن کے نزدیک کوئی حرمت واہمیت کا حامل نہ تھا۔شرحبیل کہتے ہیں کہ کفار شہر مکہ میں شکار نہیں کرتے اور نہ ہی اس شہر مقدسہ کے درخت کو نقصان پہنچاتے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ سے باہر نکل جانے اور قتل ناحق کی سعی ضرور کرتے تھے اور اس میں ان کے عجیب وغریب حال کا نقشہ سامنے ظاہر ہورہا ہے۔(۳)......قتادہ کہتے ہیں: ﴿وانت حل﴾ بمعنی لسنت بآثم ہے،یعنی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے،آپ کے لئے حلال ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو چاہیں قتل کریں اور یہ اجازت فتح مکہ کے روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی اور اس سے پہلے ایسا نہ ہوا تھا،پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا فرمایا،پس عبد اللہ بن خطل کو قتل کیا گیا،مقیس بن صبابہ وغیرہما کو قتل کیا گیا،ابوسفیان کے گھر کو برباد کرنے سے روک دیا گیا پھر قیامت تک کے لئے حرم پاک کو قتل وغارت گری سے محفوظ کردیا گیا اور کسی اور کے لئے بعد میں اجازت نہ رکھی گئی اور نہ ہی درخت کاٹنے کی اجازت اور نہ ہی حرم مقدسہ کے تنکوں سے خلال کی اجازت اور شکار وغیرہ کی ممانعت فرمادی گئی،سوائے اذخر گھاس کے جو کہ گھروں وقبروں کے حوالے سے کام آتی ہے۔(۴)......اللہ عزوجل نے اس شہر کی قسم اس کے فضل وتعظیم کی وجہ سے ارشاد فرمائی۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۱۶۴)

حضرت آدم علیہ السلام واولاد آدم کی قسم کی وجوہ:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿و والد و ما ولد اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی (البلد:۳)﴾۔اس بارے میں چند وجوہات ہیں: (۱)......والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ولد سے مراد انکی ذریت ہے، اللہ عزوجل نے ان کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ یہ زمین پر عجیب وغریب مخلوق ہیں، جو کہ بیان ونطق، تدبیر وعلوم کا استخراج کرنا اور اسی میں حضرات انبیاء کرام کا ہونا جو کہ بندوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ تک پہنچانے کا وسیلہ بنتے ہیں اور اسی میں وہ لوگ بھی ہوئے ہیں جو اللہ عزوجل کے دین کے معین ومددگار ہوتے ہیں اور ہر ایک اللہ عزوجل ہی کی مخلوق ہے اور حضرات ملائکہ کو سجدے کا حکم ارشاد فرمایا اور انہیں تمام چیزوں کا نام سکھایا اور فرمایا: ﴿ولقد کرمنا بنی آدم اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی (الاسراء: ۷۰)﴾ اور اس میں تمام ہی بنی آدم شامل ہیں جو کہ نیک وبد ہوں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس قسم میں حضرت آدم علیہ السلام اور صالحین شامل ہیں جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے ہیں، اور بُرے لوگ شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ اولاد آدم میں شامل نہیں ہیں اور انہیں بہائم میں شامل کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ (الفرقان: ٤٤)﴾، ﴿صم بکم عمی فھم لا یرجعون بہرے گونگے اندھے تو پھر آنے والے نہیں (البقرۃ:۱۸)﴾۔(۲)......اولاد آدم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور گویا کہ اللہ عزوجل نے مکہ کی قسم ارشاد فرمائی اور اس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ساکن حضرت اسماعیل علیہ السلام ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں ارشاد فرمائیں، اور ﴿وما ولد﴾ فرمایا ومن ولد نہیں فرمایا، اس لئے کہ اللہ عزوجل جانتا ہے کہ کب کہاں کونسا کلام کرنا ہے جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا: ﴿واللہ اعلم بما وضعت اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو وہ جنی (ال عمران:۳٦)﴾ یعنی جس بھی چیز کو پیدا کرنا چاہے۔(۳)......الولد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وما ولد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد جو کہ عرب وعجم میں موجود ہے سب ہی شامل ہے، پھر اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تو مصر وشام، بیت المقدس اور روم وغیرہ میں ہر جگہ آباد ہیں لہذا خاص عرب کے علاقے کے مسلمانوں کا ذکر کیوں کیا؟ ہم (امام رازی) اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ قسم اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے اُن لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہے جو مسلمان ہیں، جیسا کہ تشہد میں پڑھا جاتا ہے: "کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم" یعنی مومنین ہی مراد ہیں۔(۴)......ہر ایک اس حکم میں داخل ہے کیونکہ مکہ مکرمہ کی حرمت ہر ایک کے نزدیک مسلم ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۱٦۵)

گھاٹی کا عبور کرنا اور اس کے اسباب:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فلا اقتحم العقبۃ وما ادرک ما العقبۃ پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے (البلد:۱۱تا۱۲)﴾۔العقبۃ کی جمع العقاب (دشوار گزار گھاٹی، پہاڑی دشوار راستہ) ہے۔سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں وما ادراک؟ کا خطاب ہے اُس کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی ہے اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں وما یدریک؟ کا خطاب ہے اُس کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں دی گئی۔یہاں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (۱)......ابن عمر کہتے ہیں کہ عقبہ جہنم میں بنے ہوئے پل کو کہتے ہیں۔(۲)......ابو رجاء کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عقبہ تک پہنچنے کے لئے ستر ہزار سال لگ جائیں گے۔(۳)......حسن وقتادہ کہتے ہیں کہ مراد جہنم کی سخت آگ ہے نہ کہ پل، جس سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے وہ اللہ عزوجل کی فرمانبرداری ہے۔(۴)......مجاہد، ضحاک اور کلبی کہتے ہیں کہ مراد پل صراط ہے جو کہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے، جس کی رفتار تین ہزار سال ہے، ہاں مومن اس سے ایسے گزریں گے جیسا کہ عصر سے عشاء تک کا وقت ہوتا ہے۔(۵)......ایک قول یہ بھی

کیا گیا ہے کہ مومن اِس سے اتنی تیزی سے گزر جائیں گے جیسا کہ فرض نماز کا وقت ہوتا ہے۔(٦)......جہنم کی آگ ہی کو عقبہ کہتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء:٣٠،ص ٦٠)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جو گردن آزاد کرائے اللہ عزوجل اُس کے ہر ہر عضو کو عذاب نار سے آزاد کرے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب کفارات الایمان،باب قوله تعالی او تحریر رقبة، رقم:٦٧١٥،ص١١٥٩)

ایمان کی عدم موجودگی میں طاعت بے کار ہوتی ہے:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة پھر ہوان سے جو ایمان لائے اورانہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں (البلد:١٧)﴾۔یعنی بغیر تأمل کے گھاٹی میں نہ کودا(یعنی اعمال صالحہ بجالا کر اللہ عزوجل کا شکر ادا نہ کیا، یہی یہاں مراد ہے)،گردن آزاد نہ کرائی، بھوک کے وقت میں کھانا نہ کھلایا، پھر جب ایمان لائے،تصدیق کرے کیونکہ اعمال صالحہ کی قبولیت ایمان پر موقوف ہے اور پہلے خرچ کر لیا اور بعد میں ایمان لائے تو فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ طاعت اُسی وقت قابل قبول ہوتی ہے جب کہ ایمان بھی پایا جائے جیسا کہ اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں فرمایا:﴿وما منعهم ان تقبل منهم نفقتهم الا انهم كفروا بالله وبرسوله اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے (التوبة:٥٤)﴾۔اور ایک قول یہ کیا گیا کہ ایمان والا ہو اور پھر اس کے بعد مذکورہ بالا اعمال صالحہ بجالائے اور زندگی بھر ایمان پر برقرار رہے،جیسا کہ فرمایا:﴿واني لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدى اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا(طٰہٰ:٨٢)﴾۔ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ اعمال صالحہ اُسی وقت کام آئیں گے جب کہ اللہ عزوجل پر ایمان لایا ہو۔ (القرطبی، الجزء:٣٠،ص ٦٤)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ!ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، کھانا کھلاتا تھا،قیدیوں کو چھڑاتا تھا،غلاموں کو آزاد کراتا تھا، راہ خدا عزوجل میں لوگوں کو اونٹوں پر سوار کراتا تھا، کیا اُسے اُس کے نیک اعمال کی جزا ملے گی؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''نہیں، کیونکہ اُس نے قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اپنی خطاؤں کی معافی نہ چاہی(ایمان نہ لایا)''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان،باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر،رقم:(٤٠٦)/٢١٤،ص١٣٠)

☆......حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے استفسار فرمایا:یارسول اللہ ﷺ!ہم جاہلیت کے زمانے میں کچھ نیکیاں کرتے تھے،کیا ہمارے لئے اس میں کچھ اجر و ثواب ہے؟فرمایا:''اسلام لانے کے بعد خیر کا ثواب ملتا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاة،باب من تصدق فی الشرک، رقم: ١٤٣٦،ص٢٣٢)

اغراض:

علی عداوۃ محمد: میں''علی'' بمعنی فی ہے۔لیس مما یتکثر به: یعنی مال کے کثیر ہونے پر فخر کرنا،یعنی مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنا جو اللہ کو ناپسند ہو۔فهلا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ﴿فلا﴾ میں لام بمعنی ھلا تحضیض کے لئے ہے،اور یہ دو احتمالوں میں سے ایک احتمال ہے، جب کہ دوسرا احتمال اپنی اصل پر باقی ہے یعنی مراد لام نافیہ ہے۔یعنی اللہ کی نعمت جلیلہ پر اعمال صالحہ بجالا کر شکر نہیں کرتے۔ای لصوق بالتراب: الافتقار سے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔علی الطاعة: یعنی نیکی بجالانے پر جو تکلیف اور مشکل پیش آتی ہے اس پر صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔الشمال: یعنی اُنہیں بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیے جائیں گے یا یہ مراد ہے کہ اُن کی منزل بائیں جانب ہے۔ (الصاوی،ج٦،ص٢٧٨ وغیرہ)

سورۃ الشمس مکیۃ وھی خمس عشرۃ آیۃ

(سورۂ شمس مکی ہے اس میں پندرہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الشمس

اس سورت میں ایک رکوع، پندرہ آیتیں، چوّن کلمات اور دوسوسینتالیس حروف ہیں۔اس بات پر سب علماء کرام کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی۔اس سورت میں متعدد قسمیں کھانے کے بعد نوع بنی آدم کو اس حقیقت سے مطلع بھی کردیا کہ خالق و مالک نے اسے پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو وہ صلاحیتیں عطا کی ہیں اور ان کو اپنے استعمال میں لانے کے لئے اعضاء سے بھی نوازا ہے اور اس کی فطرت میں نیک و بد، خیر و شر میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بھی رکھ دی، اب جو شخص اپنی ان صلاحیتوں کو اچھائی کے کاموں میں استعمال کرتا ہے اور اس کی نشو نما میں پوری توجہ دیتا ہے وہ کامیاب و کامران ہے اور جو انسان اپنی صلاحیتوں کو برائی کے راستے میں استعمال کرتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا وہ اپنے نفس کی خواہشات میں سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ جاتا ہے۔اور اس کے بعد میں انسان کو اپنے آپ کو گناہوں سے بچنے کی ترغیب دی گئی اور ڈرایا گیا کہ اپنے نفس کو گناہوں کی آلودگی سے دور رکھے۔اور آخر میں قوم ثمود کی مثال دی گئی کہ ان میں سے ایک آدمی نے اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کرکے مقدس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالی اور اس کو اس کی سزا دنیا میں ہی دی گئی کہ اس قوم پر عذاب آ گیا۔

رکوع نمبر:۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والشمس وضحها (۱)﴾ضَوْءِ هَا﴿والقمر اذا تلها (۲)﴾تَبِعَهَا طَالِعًا عِنْدَ غُرُوْبِهَا﴿والنهار اذا جلها (۳)﴾بِارْتِفَاعِهٖ﴿واليل اذا يغشها (۴)﴾يُغَطِّيْهَا بِظُلْمَتِهٖ وَاِذَا فِي الثَّلٰثَةِ لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِيَّةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَا فِعْلَ الْقَسَمِ﴿والسماء وما بنها (۵) والارض وما طحها (۶)﴾بَسَطَهَا﴿ونفس﴾بِمَعْنٰى نُفُوْسٍ﴿ وما سوها (۷)﴾فِي الْخِلْقَةِ وَمَا فِي الثَّلٰثَةِ مَصْدَرِيَّةٌ اَوْ بِمَعْنٰى مَنْ﴿فالهمها فجورها وتقوها (۸)﴾بَيَّنَ طَرِيْقَيِ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَاَخَّرَ التَّقْوٰى رِعَايَةً لِرُءُوْسِ الْاٰيِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ﴿قد افلح﴾حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّامُ لِطُوْلِ الْكَلَامِ﴿من زكها (۹)﴾طَهَّرَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ﴿وقد خاب﴾خَسِرَ﴿من دسها (۱۰)﴾اَخْفَاهَا بِالْمَعْصِيَةِ اَصْلُهٗ دَسَّسَهَا اُبْدِلَتِ السِّيْنُ الثَّانِيَةُ اَلِفًا تَخْفِيْفًا﴿كذبت ثمود﴾رَسُوْلَهَا صَالِحًا﴿ بطغوها (۱۱)﴾بِسَبَبِ طُغْيَانِهَا﴿اذ انبعث﴾اَسْرَعَ﴿ اشقها (۱۲)﴾وَاسْمُهٗ قُدَارٌ اِلٰى عَقْرِ النَّاقَةِ بِرِضَاهُمْ﴿فقال لهم رسول الله﴾صَالِحٌ﴿ ناقة الله﴾اَيْ ذَرُوْهَا﴿ وسقيها (۱۳)﴾وَشُرْبَهَا فِيْ يَوْمِهَا وَكَانَ لَهَا يَوْمٌ وَلَهُمْ يَوْمٌ﴿فكذبوه﴾فِيْ قَوْلِهٖ ذٰلِكَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْمُرَتَّبِ عَلَيْهِ نُزُوْلُ الْعَذَابِ بِهِمْ اِنْ خَالَفُوْهُ﴿فعقروها﴾قَتَلُوْهَا لِيَسْلَمَ لَهُمْ مَاءُ شُرْبِهَا﴿ فدمدم﴾اَطْبَقَ﴿ عليهم ربهم﴾اَلْعَذَابَ﴿ بذنبهم فسوها (۱۴)﴾اَيِ الدَّمْدَمَةَ عَلَيْهِمْ اَيْ عَمَّهُمْ بِهَا فَلَمْ يُفْلِتْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴿ولا﴾بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ﴿ يخاف﴾تَعَالٰى﴿ عقبها (۱۵)﴾تَبِعَتَهَا.

﴿ترجمہ﴾

سورج اور اس کی روشنی کی قسم (ضحھا بمعنی ضوء ھا ہے،......۱......) اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے (غروب آفتاب کے وقت اس کے پیچھے خود طلوع ہو......۲......) اور دن کی جب اسے چمکائے (خوب بلند ہو کر......۳......) اور رات کی جب اسے چھپائے (اسے اپنے اندھیرے میں ڈھانپ لے......۴......''اذا'' تینوں مقامات میں فقط ظرفیت کے لیے ہے اور اس کا عامل فعل قسم ہے) اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم......۵......(طحھا بمعنی بسطھا ہے) اور جانوں کی (نفس بمعنی نفوس ہے) اور اس کی جس نے ٹھیک بنایا......۶......(خلقت میں ''ما'' تینوں مقامات میں مصدریہ بمعنی من ہے) پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی (اس کے لیے خیر اور شر کے رستے واضح کردیئے......۷......''تقوھا'' رؤوس آیت کی موافقت کے لیے مؤخر کیا ہے مذکورہ اقسام کا جواب قسم'' قد افلح '' سے آرہا ہے) بیشک مراد کو پہنچا (طوالت کلام کے پیش نظر قد سے لام کو حذف کردیا گیا ہے) جس نے اسے ستھرا کیا (گناہوں سے، زکھا بمعنی طھرھا ہے) اور نامراد ہوا (خاب بمعنی خسر ہے) جس نے اسے معصیت میں چھپایا (''دسھا'' کا معنی نفس کو گناہوں میں چھپانا ہے، یہ اصل میں دسسھا تھا دوسری ''سین'' کو تخفیف کرتے ہوئے الف سے بدل دیا گیا ہے) ثمود نے جھٹلایا (اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو) اپنی سرکشی سے (اپنی سرکشی کے سبب) جب کہ جلدی کی (انبعث بمعنی اسرع ہے) اس کے سب سے بڑے بدبخت نے (دیگر لوگوں کی رضا مندی چاہنے اونٹنی کو مارنے میں جلدی کی، اس بدبخت کا نام قدار تھا) تو ان سے اللہ کے رسول (حضرت صالح علیہ السلام) نے فرمایا اللہ کے ناقہ (کو چھوڑ دو) اور اس کی پینے کی باری سے بچو (اس کی باری کے دن پانی پینے سے بچو، ایک دن اونٹنی کے پینے کا اور ایک دن لوگوں کے پینے کا دن) تو انہوں نے اسے جھٹلایا (ان کی اس بات کو کہ یہ حکم اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اگر یہ لوگ اس کی مخالفت کریں گے تو ان پر اس حکم عدولی کے نتیجے میں اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوگا) پھر ناقہ کو مار ڈالا (تاکہ ناقہ کا پیا جانا والا ان کے لیے باقی رہے، عقروھا بمعنی قتلوھا ہے) تو ڈال دیا (دمدم بمعنی اطبق ہے) ان پر ان کے رب نے (عذاب) ان کے گناہ کے سبب تو اس عام عذاب کو برابر رکھا (یعنی ان پر اس عذاب کو عام کردیا، ان جھٹلانے والوں میں سے کوئی بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا) اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے (یعنی اللہ عزوجل کو) خوف نہیں (''ولا'' کو واؤ اور فاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، عقبھا بمعنی تبعتھا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والشمس وضحھا والقمر اذا تلھا والنھار اذا جلھا والیل اذا یغشھا والسماء وما بنھا والارض وما طحھا ونفس وما سوھا﴾

و: قسمیہ جار، الشمس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ضحھا: معطوف اول، و: عاطفہ، القمر: معطوف ثانی، والنھار: معطوف ثالث، والیل: معطوف رابع، والسماء: معطوف خامس، وما بنھا: معطوف خامس، والارض: معطوف سابع، وما طحھا: معطوف ثامن، ونفس: معطوف تاسع، وما سوھا: معطوف عاشر، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف ''نقسم'' کیلئے، اذا: مضاف، تلھا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا جلھا: معطوف اول، اذا: عاطفہ، یغشھا: معطوف ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ جواب قسم، محذوف ''لتبعثن''، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فالھمھا فجورھا وتقوھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا﴾

ف: عاطفہ، الھمھا: فعل با فاعل ومفعول، فجورھا: معطوف علیہ، وتقوھا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ

فعلیہ ،قد تحقیقیہ ،افلح: تحقیقیہ فعل ،من زکھا: موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،قد تحقیقیہ ،خاب: فعل ،من دسھا: موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذبت ثمود بطغوھا اذا انبعث اشقھا﴾

کذبت ثمود: فعل وفاعل ،بطغوھا :ظرف لغو ،اذ :مضاف ،انبعث :فعل ،اشقھا : فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیھا﴾

ف: عاطفہ ،قال لھم رسول اللہ: جملہ فعلیہ قول ،ناقۃ اللہ: معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،سقیھا :معطوف،ملکر فعل محذوف "احذروا" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوھا ولا یخاف عقبھا﴾

ف: عاطفہ ، کذبوہ :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،عقروھا :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،دمدم علیھم: فعل وظرف لغو،ربھم :فاعل ،بذنبھم :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،سوھا :جملہ فعلیہ ماقبل "دمدم" پر معطوف ہے ،و :عاطفہ ،لایخاف :فعل نفی بافاعل ،عقبھا :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سورج اور اس کی روشنی کی قسم کی وجوہات:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والشمس وضحھا سورج اور کی روشنی کی قسم (الشمس: ۱)﴾۔مفسرین کے اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱)......مجاہد وکلبی کہتے ہیں کہ مراد سورج کا چمکنا دمکنا ہے۔(۲)......قتادہ کہتے ہیں مراد اس سے مکمل دن اور اس کی روشنی ہے،اس قول کو فراء اور ابن قتیبہ نے اختیار کیا ہے۔(۳)......مراد سورج کی حرارت ہے اور اس کی تقدیر لغت کے اعتبار سے یوں ہوسکتی ہے،لیث کہتے ہیں کہ الضحو سے مراد دن کا آغاز وا پنی آب وتاب تک پہنچنا،اور الضحی کا معنی اس سے بھی مافوق حیثیت رکھتا ہے اور الضحاء دن کو کھینچ لاتا ہے اور ابوالہیثم کہتے ہیں کہ الضح معنی کے لحاظ سے الظل کی نقیض ہے اور مراد اس سے زمین پر سورج کی روشنی کا ہونا ہے اور اس کی اصل الضحی ہے۔پس الضحی سے مراد سورج کی روشنی اور اس کا نور ہے پھر بعد میں جس وقت میں یہ روشنی پائی جاتی ہے اُسے بھی یہی نام دیا جانے لگا جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان بھی اس کی تائید کرتا ہے: ﴿الا عیشۃ او ضحھا مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے (النازعات: ۴۶)﴾۔پس مفسرین کہتے ہیں کہ ضحھا سے مراد ضوئھا ہے،اور اسی سے دن کی روشنی بھی مراد لی جاتی ہے کیونکہ مکمل دن سورج کی روشنی کو اپنے اندر لئے ہوتا ہے اور الضحی سے مراد سورج کی روشنی ہے اور اس کی حرارت اور نور دو متضاد چیزیں ہیں،پس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سورج کی حرارت تیز ہوتی ہے اور اس کا نور بھی تیز ہوتا ہے لیکن کبھی معاملہ برعکس بھی ہوا کرتا ہے،اور یہ ضعیف ترین اقوال ہیں،سورج اور اس کی روشنی کی قسم کھانے میں کثیر منافع پنہاں ہیں،اہل علم جانتے ہیں کہ رات تو گویا نسل انسانی کے لئے موت کی مانند ہوتی ہے اور جب دن چڑھ آتا ہے اور روشنی ہر سُو پھیل جاتی ہے تو گویا خالی جسم میں حیات پھونک دی گئی ہو،اور گویا مُردے زندہ کردیئے گئے ہوں،اور یہ حیات زیادتی ،قوت اور تکامل میں ہمیشہ کم وبیش ہوتی رہتی ہے اور اس کی غایت درجے کی کامیابی دن کے وقت میں ہوتی ہے اور اسی حالت میں قیامت کو بھی تشبیہ دی جاتی ہے اور وقت ضحٰی ہی میں اہل جنت کو جنت میں استقرار دیا جاتا ہے۔ (الرازی، ج ۱۱،ص ۱۷۴)

چاند اور اس کے طلوع ہونے کی قسم:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والقمر اذا تلٰها اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے(الشمس:۲)﴾۔ تلٰها کے معنی سورج کا تابع ہونا، پس چاند سورج کا تابع ہے، لیکن کس لحاظ سے تابع ہے؟۔ چنانچہ اس میں مفسرین کرام کے اقوال یوں پائے جاتے ہیں:(۱)...... چاند سورج کے تابع ہے، اور یہ مہینے کے نصف اول میں سورج کے غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو چاند طلوع ہوتا ہے۔(۲)......ابن عباس کہتے ہیں کہ چاند سورج سے روشنی لینے کا محتاج ہے، گویا چاند روشنی کے معاملے میں سورج کا تابع ہوا۔(۳)......قتادہ کہتے ہیں چاند سورج کا اپنے ظاہر ہونے میں تابع ہے، یعنی جب سورج غروب ہوتا ہے تو چاند کو دیکھا جا سکتا ہے۔(۴)......مہینے کے ابتدائی نصف حصے میں سورج چاند کا امام ہے اور سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند طلوع ہوتا ہے لیکن نصف آخر میں چاند سورج کو امام نہیں مانتا بلکہ وہی امام ہوتا ہے اور مقدم بھی ہوتا ہے۔ (الطبری، الجزء:۳۰،ص ۲۵۲ وغیرہ)

دن اور اس کی چمک کی قسم:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والنهار اذا جلٰها اور دن کی جب اُسے چمکائے(الشمس:۳)﴾۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ "جلاها" کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ چنانچہ اس بارے میں دو اقوال ہیں:(۱)......زجاج کا قول ہے کہ ضمیر کا مرجع الشمس ہے ، کیونکہ "النهار" کو سورج کی روشنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور دن بھی روشن ہے اور سورج بھی روشن ہے۔ اور اثر کا قوی و کمال درجے کا ہونا مؤثر کے قوی و کمال درجے کے ہونے پر دلیل ہے، پس دن سورج کی چمک دمک اور ظاہر ہونے پر نکلتا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان:﴿لا یجلیها لوقتها الا هو اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا(الاعراف:۱۸۷)﴾۔(۲)......جمہور کہتے ہیں کہ ضمیر الظلمة کی جانب راجع ہے یا الدنیا کی جانب، یا الارض کی جانب راجع ہے، اگرچہ اس کا ذکر نہ ہی کیا جائے۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۱۷۴ وغیرہ)

رات اور اس کے اندھیرے کی قسم:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والیل اذا یغشٰها اور رات کی جب اسے چھپائے(الشمس:۴)﴾۔ رات غالب آجاتی ہے اور سورج کی روشنی زائل ہو جاتی ہے۔ سورج سے روشنی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ دن اپنی تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جس میں حیوانات زمین کے مختلف گوشوں سے سمٹ کر اپنے ٹھکانوں تک اور لوگ کسب معاش سے فارغ ہو کر اپنے گھروں تک پلٹتے ہیں۔

"والسماء وما بناها والارض وما طحها" کی قسم:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والسماء وما بنٰها والارض وما طحٰها اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم(الشمس:۵تا۶)﴾۔ یہاں کچھ توجیہات ہیں:(۱)......﴿وما بنٰها اور اسکے بنانے والے کی قسم﴾ میں اشارہ پایا جاتا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ یہ حدوث شمس اور دیگر سماویات کے حادث ہونے پر دلیل ہے۔(۲)......ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ومن بنٰها نہیں فرمایا؟ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں:(۱) ایک جواب کی جانب حضرات صوفیائے عظام کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ آسمان جیسی عظیم الشان چیز قادر مطلق کی تخلیق ہے جو کہ عظیم قدرت والا ہے۔(۲) وما بناها کی توجیہ وہی ہو سکتی ہے جو کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی ہے:﴿ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو(النساء:۲۲)﴾ لیکن پہلا جواب قابل اعتماد ہے۔(۳)......مذکورہ تینوں اشیاء یعنی آسمان، زمین اور نفس میں اللہ عزوجل کی ذات کی

کوئی تعریف نہیں پائی جارہی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ غائب پر استدلال شاہد کے ساتھ ممکن نہیں ہے، اور شاہد صرف عالم جسمانی ہے اور وہ دو چیزیں ہیں بسیط اور مرکب، اور بسیط کی دو اقسام ہیں: ایک علویہ جس کی جانب و السماء سے اشارہ کیا گیا ہے اور دوسری سفلیہ جس کی جانب و الارض سے اشارہ کیا گیا ہے اور مرکب کی اقسام میں قابل معتمد و معتز قسم نفس ہے جس کی جانب ﴿ونفس وما سواها اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا(الشمس:۷)﴾ میں اشارہ کیا گیا ہے۔(۴)......اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿والارض وما طحها اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم(الشمس:۶)﴾ میں دو مسائل پائے جاتے ہیں: (۱) مذکورہ فرمان اس فرمان: ﴿والسماء وما بنها اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم(الشمس:۵)﴾ کے بعد بیان کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿والارض بعد ذلک دحها اور اُسکے بعد زمین پھیلائی(النازعات:۳۰)﴾۔(۲) ابواللیث کہتے ہیں الطحو بمعنی الدحو یعنی بسط ہے، اور طاء کو دال میں بدلنا جائز ہے، اور معنی وسیع ہونا ہے یعنی زمین کو وسیع بنایا اور عطاء و کلبی کہتے ہیں کہ مراد یہاں یہ ہے کہ زمین میں پانی پھیلا دیا۔

(الرازی، ج۱۱،ص ۱۷۵ وغیرہ)

نفس اور اس کو ٹھیک بنانے والے کی قسم:

۶......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ونفس وما سوها اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا(الشمس:۷)﴾۔ یعنی ہم نے نفسِ انسانی کو فطرت سلیمہ کے مطابق پیدا فرمایا، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿فاقم وجهک للدین حنیفا...... الخ تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا(الروم:۳۰)﴾۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں''۔

(ابن کثیر، ج٤،ص ٦٣٠)

انسان کو اچھائی و بُرائی کا الہام ہونا:

۷......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فالهمها فجورها وتقوها پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی(الشمس:۸)﴾۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ الہام یا تو اللہ کی جانب سے ہے یا (اللہ ﷻ کے حکم سے) ملاء اعلیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اصل میں الہام کسی چیز کے نگلنے کو کہتے ہیں، فجور دیانت کے پردے کو شق کرنے کو کہتے ہیں، اس آیت میں فجورها کو تقوها پر مقدم کیا گیا ہے تاکہ فواصل (فصل کی جمع) کی رعایت ہو سکے یا اس لئے کہ شدت کے ساتھ فجور کے اہتمام کی نفی کی جاسکے کہ فجور انسان کو کچھ فائدہ نہیں دیگا اور جب تقوی پایا جائے تو یہی انسان کی شانِ اعلیٰ میں اضافے کا باعث ہے۔ بعض یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ الہام کا محل نفس ہے، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فالهمها فجورها پھر اس کی بدکاری دل میں ڈالی﴾ یعنی اللہ نے نفس کو الہام کیا کہ تو نے فسق و فجور کی جانب نہیں جانا اور اُسے تقوی کی تعلیم ارشاد فرمائی اور الہام فجور کا تعلق اہل علم کے نزدیک الہام اعلام سے ہے نہ کہ الہام عمل سے، (کیونکہ اللہ ﷻ بُرائی کی دعوت دینے سے پاک ہے)، پس اس مضمون کی تکمیل اس فرمان مقدس سے بھی ہوتی ہے: ﴿ان الله لا یامر بالفحشاء بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا (الاعراف:۲۸)﴾۔ اب معنی واضح ہو چکا کہ اللہ ﷻ جب فحاشی کا حکم نہیں دیتا تو یقیناً اس کا الہام بھی نہیں کرتا اور اگر معاذ اللہ ﷻ ایسا کرتا تو پھر اللہ ﷻ کی حجت بندے پر قائم نہ ہو پاتی اور یہ آیت اللہ ﷻ کے اس فرمان کی مثل بھی ہے: ﴿وهدینه النجدین اور اُسے دو اُبھری چیزوں کی راہ بتائی(البلد:۱۰)﴾ یعنی اُسے دو طریقے تعلیم فرمائے۔

(روح البیان، ج۱۰،ص ۵۲۹)

اغراض:

تبعها: چاند اپنی روشنی اس وقت ظاہر کرتا ہے جب کہ سورج غروب ہوجاتا ہے اور سورج کے غروب ہونے کے بعد اپنی ضیاء پاشی کرتا ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں کہ چاند سورج کا مصاحب ہوتا ہے، جیسا کہ مہینے کی پانچویں رات کی مثال دی جاتی ہے۔ طالعا عند غروبها: تبعها کی ضمیر سے حال بن رہا ہے، مراد یہ ہے کہ چاند سورج کی عدم موجودگی میں رات کے وقت میں نکلتا ہے، اور اس کا نکلنا اول، اوسط اور آخر ماہ میں ہوتا ہے۔ بسطها: زمین میں پانی پھیلانا مراد ہے۔

یغطیها بظلمته: یعنی سورج کی روشنی جب زائل ہوجائے، اور دن کے طلوع ہونے سے سورج روشنی دے اور رات کے طلوع ہونے سے چھپ جائے۔ بمعنی نفوس: میں اس جانب اشارہ ہے کہ نکرہ کثرت کے لئے آیا ہے۔ لمجرد الظرفیة: تینوں مقامات یعنی: ﴿والقمر اذا تلها﴾، ﴿والنهار اذا جلها﴾، ﴿والیل اذا یغشها﴾ میں صفت کی موصوف کی جانب اضافت ہے، یعنی بغیر شرط کے خالی ظرفیت کے لائی گئی ہے۔ وما فی الثلاثة مصدریة: اور تینوں مقامات: ﴿والسماء وما بنها﴾، ﴿والارض وما طحها﴾، ﴿ونفس وما سوها﴾ میں "ما" مصدریہ ہے اور مضاف حذف ہے یعنی "ورب البناء والطحو والتسویة" اصل عبارتیں ہونی چاہیے۔ او بمعنی من: مراد یہ ہے کہ "من بناها" یعنی کس نے بنائے؟۔ اور یہ استدلال جائز ہے کہ علم (حقیقی) اللہ ﷻ ہی کی ذات کو حاصل ہے۔ حذفت منه اللام: اصل میں لقد ہونا چاہیے تھا لیکن طوالت کی وجہ سے لام کو حذف کردیا گیا ہے۔ واصله دسسها: التدسیس سے ماخوذ ہے مراد اخفاء یعنی چھپانا ہے، معنی کفر و معصیت کو چھپانا ہے اس لئے کہ معصیت ذلت لاتی ہے۔ بسبب طغیانها: میں اس جانب اشارہ ہے کہ باء سببیہ ہے۔

اسمه قدار: غراب کے وزن پر ہے، ابن سالف کا شمار اولین اشقیاء میں ہوتا تھا۔ سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ اولین اشقیاء کون ہیں"؟، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں، فرمایا: "ناقہ کی کونچیں کاٹنے والا"، پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ آخرین اشقیاء کون ہیں"؟، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں، فرمایا: "جو تجھے قتل کریں گے"۔ برضاهم: قتادہ کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ قدار نے ناقہ کی کونچیں اس وقت تک نہیں کاٹیں جب دیگر بچے بڑے، مرد و عورت سب نے اس کی رضامندی نہ کردی۔ فی الخلقة: یعنی محکم قانون اور ترکیب کے ذریعے نفس کی تخلیق ٹھیک فرمائی۔ ناقة الله: اضافت تشریفیہ ہے، اور اس حیثیت سے بھی کہ "ناقہ" اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلیل بنتی ہے، اور اس ناقہ کے ساتھ جو بھی خلاف عادی امور پائے گئے وہ اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کے لئے ممکنات میں سے نہیں ہیں۔ ذروها: میں اس جانب اشارہ پایا جا رہا ہے کہ ﴿ناقة﴾ کا منصوب ہونا بر بنائے اسم تحذیر ہے، اور کلام میں مضاف محذوف ہے، یعنی ناقہ کو قتل کرنے کا ارادہ چھوڑ دو اور اس کا پانی پینے سے پرہیز کرو۔

ماء شربها: مراد وہ پانی ہے جو اونٹنی پیا کرتی تھی۔ ولهم یوم: یعنی ایک دن دیگر لوگ اور ان کے مویشی پانی پیتے (اور ایک دن ناقہ پانی پیتی)۔ المرتب علیه نزول العذاب بهم: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم پر تین دن کے بعد عذاب آئے گا تو قوم نے عذاب آنے کی علامت مانگی، پس فرمایا: پس تم بدھ کی صبح اٹھو گے تو تمہارے منہ زرد ہونگے، دوسرے دن جمعرات کو تمہارے منہ سرخ ہونگے اور تیسرے دن جمعہ کو تمہارے منہ سیاہ پڑ جائیں گے اور چوتھا دن ہفتے کا ہوگا جس میں تم پر عذاب آجائے گا۔ فلم یفلت منهم احدا: سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ان کی تعداد چار ہزار تھی، باقی کسی نے آپ کی جانب التفات نہ کیا۔

(الصاوی، ج۶، ص ۲۸۶ وغیرہ)

سورة اللیل مکیة وھی احدی وعشرون آیة

(سورۂ لیل مکی ہے اس میں اکیس آیات ہیں)

تعارف سورة اللیل

اس سورت میں ایک رکوع ،اکیس آیتیں، ۷۱ کلمے اور تین سو دس حروف ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور یہ بخیل انسانوں کی مذمت میں نازل ہوئی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں ''واللیل اذا یغشی'' سورت پڑھا کرتے تھے (الدرالمنثور، ج۶ ص۴۸۸)۔ اس سورت میں اہم نکات کے علاوہ ایک نفسیاتی راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے وہ یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو نیک اعمال کا عادی بنالیتا ہے تو اس کے لئے وہ بھلائی والے کام خواہ کتنے ہی کٹھن اور مشکل ہوں سب آسان ہوجاتے ہیں۔ لوگوں کے لئے تو اطاعت وتقوی کا راستہ انتہائی دشوار ہوتا ہے لیکن اس شخص کے لئے بالکل آسان ہوجاتا ہے۔ اور اس سورت میں وہ کام بتائے جس کی وجہ سے انسان اخروی فلاح حاصل کرلیتا ہے اور وہ کام بھی بتائے جس کی وجہ سے اس کو خروی نقصان ہوتا ہے۔ اور اس میں بتایا گیا کہ اللہ عزوجل آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب ہر اس شخص کو ہوگا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تکذیب کرے گا۔ اور جس نے اپنا مال اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کیا محض اللہ عزوجل کی رضا کے لئے وہ عنقریب دوزخ سے دور رکھا جائے گا اور اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

رکوع نمبر:۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿واليل اذا يغشى(۱)﴾بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ مَابَيْنَ السَّمَاءِ الْاَرْضِ﴿والنهار اذا تجلى(۲)﴾تَكَشَّفَ وَظَهَرَ وَاِذَافِي الْمَوْضَعَيْنِ لِمُجَرَّدِالظَّرْفِيَّةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَافِعْلُ الْقَسَمِ﴿وما﴾بِمَعْنٰى مِنْ اَوْ مَصْدَرِيَّةٌ﴿خلق الذكر والانثى(۳)﴾اٰدَمَ وَحَوَّاءَ اَوْكُلُّ ذَكَرٍوَّكُلُّ اُنْثٰى وَالْخُنْثٰى الْمُشْكِلُ عِنْدَنَاذَكَرٌاَوْاُنْثٰى عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى فَيَحْنِثُ بِتَكْلِيْمِهٖ مَنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ ذَكَرًاوَّلَااُنْثٰى﴿ان سعيكم﴾عَمَلَكُمْ﴿ لشتى(۴)﴾مُخْتَلِفٌ فَعَامِلٌ لِّلْجَنَّةِ بِالطَّاعَةِ وَعَامِلٌ لِلنَّارِ بِالْمَعْصِيَةِ﴿فاما من اعطى﴾حَقَّ اللّٰهِ﴿ واتقى(۵)﴾اللّٰهَ﴿وصدق بالحسنى(۶)﴾اَىْ بِلَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ﴿فسنيسره لليسرى(۷)﴾لِلْجَنَّةِ﴿واما من بخل﴾بِحَقِّ اللّٰهِ﴿ واستغنى(۸)﴾عَنْ ثَوَابِهٖ﴿وكذب بالحسنى(۹)فسنيسره﴾نُهَيِّئُهُ﴿ للعسرى(۱۰)﴾لِلنَّارِ﴿وما﴾نَافِيَةٌ﴿ يغنى عنه ماله اذا تردى(۱۱)﴾فِي النَّارِ﴿ان علينا للهدى(۱۲)﴾لِتَبْيِيْنِ طَرِيْقِ الْهُدٰى مِنْ طَرِيْقِ الضَّلَالِ لِيَتَمَثَّلَ اَمْرَنَا بِسُلُوْكِ الْاَوَّلِ وَنَهْيِنَاعَنْ اِرْتِكَابِ الثَّانِيْ﴿وان لنا للاخرة والاولى(۱۳)﴾اَيِ الدُّنْيَا فَمَنْ طَلَبَهَامِنْ غَيْرِنَا فَقَدْاَخْطَأَ﴿فانذرتكم﴾خَوَّفْتُكُمْ يَااَهْلَ مَكَّةَ﴿ نارا تلظى(۱۴)﴾بِحَذْفِ اِحْدَى التَّائَيْنِ مِنَ الْاِصْلِ وَقُرِىءَ بِثُبُوْتِهَااَىْ تَتَوَقَّدُ﴿لا يصلها﴾يَدْخُلُهَا﴿ الا الاشقى﴾بِمَعْنى الاشقى﴿الذى كذب وتولى﴾ تَعَالٰى وَيَغْفِرُمَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءَ فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ الصَّلِيُّ الْمُؤَبَّدُ﴿وسيجنبها﴾يُبْعَدُعَنْهَا﴿ الاتقى(۱۷)﴾بِمَعْنَى التَّقِيِّ﴿الذى يؤتى ماله يتزكى(۱۸)﴾مُتَزَكِّيًا بِهٖ عِنْدَاللّٰهِ بِاَنْ يُخْرِجَهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى لَارِيَاءً وَّلَاسُمْعَةً فَيَكُوْنُ زَكِيًّاعِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى وَهٰذَااُنْزِلَ فِي الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّااشْتَرٰى بِلَالًا

الْمُعَذَّب عَلٰی اِیْمَانِہٖ وَاَعْتَقَہٗ فَقَالَ الْکُفَّارُ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِکَ لِیَدٍ کَانَتْ لَہٗ عِنْدَہٗ فَنَزَلَ﴿وما لاحد﴾بِلَالٍ وَغَیْرِہٖ﴿ عنده من نعمة تجزى (۱۹) الا﴾لٰکِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ﴿ ابتغاء وجه ربه الاعلى (۲۰)﴾اَیْ طَلَبَ ثَوَابَ اللّٰہِ ﴿ولسوف يرضى (۲۱)﴾بِمَا یُعْطَاہُ مِنَ الثَّوَابِ فِی الْجَنَّۃِ وَالْاٰیَۃِ تَشْتَمِلُ مِنْ فِعْلٍ مِثْلَ فِعْلِہٖ فَیُبْعَدُ عَنِ النَّارِ وَیُثَابُ.

﴿ترجمہ﴾

اور رات کی قسم جب چھا جائے (آسمان وزمین کے درمیان موجود جو ہر شے پر اپنے اندھیرے کے ساتھ) اور دن کی جب چمکے (تجلی بمعنی تکشف وتظهر ہے، اذا دونوں جگہ فقط ظرفیت کے لیے ہے اور اس میں عامل فعل قسم ہے) اور اس کی جس نے (ما بمعنی من ہے، یا مصدر یہ ہے) نر و مادہ بنائے (یعنی حضرت آدم وحواء کو پیدا فرمایا، مراد ہر نر اور مادہ ہے اور رہا خنثی مشکل تو وہ ہمارے نزدیک ہے ورنہ اللہ کے نزدیک یا تو وہ نر ہے یا پھر مادہ تو جس نے قسم کھائی کہ کسی مرد وعورت سے بات نہیں کرے گا وہ خنثی مشکل سے بات کرنے کی صورت میں حانث ہو جائے گا ......۱......) بیشک تمہاری کوشش (یعنی تمہارا عمل) مختلف ہے (شتی بمعنی مختلف ہے، بعض فرمانبرداری کرکے جنت کے لیے عمل کر رہے ہیں اور بعض نافرمانی کرکے جہنم کے لیے عمل کر رہے ہیں ......۲......) تو وہ جس نے دیا (اللہ عزوجل کے حقوق کی ادائیگی میں) اور سب سے اچھی کو سچ جانا (''حسنی'' سے دونوں مقامات میں کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' مراد ہے) تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے (''یسری'' سے مراد جنت ہے) اور وہ جس نے بخل کیا (حقوق اللہ کی ادائیگی میں) اور بے پرواہ بنا (اللہ تعالیٰ کے ثواب سے) اور سب سے اچھی کو جھٹلایا ......۳......تو بہت جلد ہم اسے مہیا کر دیں گے (یسرہ بمعنی نهيئه ہے) دشواری (''العسری'' سے مراد جہنم ہے......۴......) اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا (''ما ینبغی'' میں ''ما'' نافیہ ہے) جب (جہنم میں) ہلاکت میں پڑے گا بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمے ہے (راہ گمراہی سے طریق ہدایت کو بیان کرنا ہمارے ذمے ہے تاکہ راہ ہدایت پر چل کر ہمارے احکام کی بجا آوری کی جائے اور ثانی کے ارتکاب سے بچ کر ہماری ہستی کے موافق عمل کیا جائے ......۵......) اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں (''الاولی'' سے مراد دنیا ہے تو جو شخص دنیا وآخرت ہمارے غیر سے طلب کرے وہ خطا پر ہے) تو میں تمہیں ڈراتا ہوں (اے اہل مکہ، انذرتکم بمعنی خوفتكم ہے، اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے (تلظی بمعنی تتوقد ہے، اس میں دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے اس فعل کو دو تاء کے ساتھ یعنی ''تتلظی'' بھی پڑھا گیا ہے) نہ داخل ہوگا اس میں (لا یصلها بمعنی لا يدخلها ہے) مگر بدبخت (الاشقی بمعنی الشقی ہے) جس نے جھٹلایا (ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) اور منہ پھیرا (ایمان لانے سے، یہ حصہ اللہ کے فرمان ﴿ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (النساء: ۴۸)﴾ کی تاویل کر رہا ہے، یہاں داخلہ جہنم سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے......۶......) اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا (سیجنبها بمعنی یبعد منها ہے) پرہیزگار (الاتقی بمعنی التقی ہے) جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو (مال دینے کے ذریعے اللہ کے نزدیک ستھرا ہونے کے لیے یعنی وہ اپنا مال فقط اللہ کے لیے نکالتا ہے، ریاء اور دکھاوے اور سنانے کے لیے نہیں، پس یہ اللہ کے یہاں ستھرا ہونے والا ہے۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جنہیں ایمان لے آنے کے سبب عذاب دیا جاتا خرید کر آزاد فرما دیا۔ یہ دیکھ کر کفار نے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کسی احسان کو چکانے کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے، تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) اور کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے لیکن (الا بمعنی لکن ہے، یعنی اس نے یہ فعل فقط) اپنے رب کی رضا چاہنے کو کیا جو سب سے بلند ہے (یعنی اللہ عزوجل کے ثواب کی طلب میں) کہ وہ راضی ہو

گا(اس ثواب سے جو جنت میں اسے دیا جائے گا، یہ آیت ان تمام افراد کو شامل ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثل اعمال کرے پس اسے بھی جہنم سے دور رکھا جائے گا اور ثواب عطا کیا جائے گا......ے......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی ان سعیکم لشتی﴾

و: قسمیہ جار، الیل: معطوف علیہ، والنھار: معطوف اول، و: عاطفہ، ما: موصول، خلق الذکر والانثی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، اذا: مضاف، یغشی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا تجلی: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان سعیکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، شتی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری﴾

ف: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، اعطی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتقی: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، صدق بالحسنی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، س: حرف استقبال، نیسرہ: فعل با فاعل ومفعول، للیسری: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شییء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی﴾

واما من بخل......الخ: جملہ فعلیہ بمطابق ترکیب ماقبل پر معطوف ہے، و: ما یغنی: فعل نفی، عنہ: ظرف لغو، مالہ: فاعل، اذا: مضاف، تردی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان علینا للھدی وان لنا للاخرۃ والاولی فانذرتکم نارا تلظی﴾

ان: حرف مشبہ، علینا: ظرف مستقر خبر مقدم، للھدی: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، الاخرۃ: معطوف علیہ، والاولی: معطوف، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ معطوف علی مقدر "فمن طلب الدنیا والاخرۃ من غیر مالکھما الحقیقی فقد اخطا الطریق" انذرتکم: فعل با فاعل ومفعول، نارا: موصوف، تلظی: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا یصلھا الا الاشقی الذی کذب وتولی﴾

لا یصلھا: فعل نفی ومفعول، الا: اداۃ حصر، الاشقی: موصوف، الذی: موصول، کذب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، تولی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی﴾

و: عاطفہ، سین: حرف استقبال، یجنبھا: فعل ومفعول، الاتقی: موصوف، الذی: موصول، یوتی مالہ: جملہ فعلیہ مبدل منہ، یتزکی: جملہ فعلیہ بدل، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی﴾

و: عاطفہ، ما: نافیہ، لام: جار، احد: ذوالحال، عندہ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر خبر مقدم، من: زائد، نعمۃ: موصوف، تجزی: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، ابتغاء: مصدر مضاف با فاعل، وجہ

ربہ: موصوف، الاعلی: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولسوف یرضی﴾ و: عاطفہ، لام تاکیدیہ، سوف: حرف استقبال، یرضی: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......**واما من بخل واستغنی**...... ☆ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کے حق میں نازل ہوئیں جن میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقی ہیں اور دوسرا امیہ، اشقی امیہ بن خلف، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو اس کی ملک میں تھے دین سے منحرف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا۔ انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں۔ اور بلال رضی اللہ عنہ اس حال میں ہیں کہ کلمہ طیبہ ان کی زبان پر جاری ہے۔ آپ نے امیہ سے فرمایا: اے بدنصیب! ایک خدا پرست پر یہ سختیاں؟ اس نے کہا آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو اس کو خرید لیجئے۔ آپ نے گراں قیمت پر خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا تمہاری کوششیں مختلف ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوششیں اور امیہ کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور امیہ حق دشمنی میں اندھا ہے۔

☆......**وما لاحد عنده من نعمة**...... ☆ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا ہے اور آزاد کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرمادیا کہ صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ عزوجل کی رضا کیلئے تھا کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

وما خلق الذکر والانثی میں مفسرین کی توجیہات:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما خلق الذکر والانثی اور اس کی قسم جس نے نر و مادہ بنائے (اللیل: ۳)﴾۔ اس میں کچھ مسائل ہیں: (۱)......اللہ عزوجل کی قدرت عظیم ہے جس نے مائے واحد سے مذکر و مونث بنائے، اور ایک قول کے مطابق آدم و حوا کو پیدا فرمایا۔ (۲)......مذکر و مونث تمام مخلوق کو اللہ عزوجل نے پیدا فرمایا۔ (۳)......تمام ذوی الارواح میں مذکر و مونث اشرف المخلوقات ہیں، کیونکہ ہر حیوان یا تو مذکر ہے یا مونث اور جہاں تک خنثی کا تعلق ہے تو وہ یا تو مذکر ہے یا مونث، اور اگر کسی نے طلاق کی قسم کھائی اور اس دن کسی مرد و عورت سے ملاقات نہ ہوئی اور خنثی ملا تو حانث ہو جائے گا کیونکہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہ مذکر ہے یا مونث جب کہ ہمارے نزدیک خنثی مشکل ہے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۱۸۲، روح البیان، ج ۱۰، ص ۵۳۵)

کوششیں مختلف ہونے کے معنی:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان سعیکم لشتی بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے (اللیل: ۴)﴾۔ معنی یہ ہیں کہ تمہارے اعمال مختلف ہیں، عکرمہ اور دیگر تمام مفسرین کے نزدیک السعی کے معنی العمل ہے۔ (۱)......تمہارے بعض کے اعمال بعض سے مختلف ہیں، کیونکہ بعض گمراہی پر ہیں اور بعض ھدایت پر ہیں، بعض مومن ہیں اور بعض کافر، بعض نیکی پر ہیں اور بعض بدی پر، بعض فرمانبردار ہیں

اور بعض نافرمان ہیں۔ (۲)......ایک قول یہ ہے کہ لشتی کے معنی جزاء کے مختلف ہونے کے ہیں، کیونکہ بعض کی جزاء جنت ہے اور بعض کی دوزخ، (۳)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تمہارے اخلاق مختلف ہیں یعنی رحم کرنے والے نرم دل ہیں اور بعض سخت خو ہیں بعض سخی ہیں اور بعض بخیل ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۷۴)

الحسنی کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وصدق بالحسنی و کذب بالحسنی اور سب سے اچھی کو سچ مانا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا (اللیل: ۶، ۹)﴾۔ اس سورت میں دو مرتبہ الحسنی کا ذکر ہے۔ عبدالرحمٰن سلمی اور ضحاک کہتے ہیں کہ حسنی کے معنی لا الہ الا اللہ ہے، یہی عطیہ کی حضرت ابن عباس سے روایت مروی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حسنی سے مراد جنت ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿للذین احسنوا الحسنی بھلائی والوں کے لئے بھلائی (۲۶)﴾ یہاں بھی حسنی سے مراد جنت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اسے یقین ہو کہ اللہ ﷻ اس کا بدلہ جنت عطا فرمائے گا۔ یہی روایت حضرت عکرمہ سے مروی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ قتادہ، مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ حسنی سے مراد اللہ ﷻ کا وعدہ ہے یعنی اس نے یہ تصدیق کی کہ اللہ ﷻ اس وعدہ کو پورا فرمائے گا۔ (المظھری، ج۷، ص ۴۱۹)

یسری اور عسری کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فسنیسرہ للیسری اور فسنیسرہ للعسری تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے (اللیل: ۷، ۱۰)﴾۔ یعنی ہم اُسے ایسے عمل کی توفیق دیں جو آسانی اور راحت کی طرف لے جائے، یعنی ایسے عمل کی توفیق دیں جو اللہ ﷻ کی رضا اور جنت میں جانے کے لئے آسان ہو۔ اور ہم اُسے ایسے اعمال سے بھی آگاہ کر دیں گے جو اُسے تنگی اور مشکل کی جانب لے جائے اور اللہ ﷻ کی ناراضگی کا بھی سبب ہو اور اُسے راہ جہنم کی جانب گامزن کر دے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے بھلائی کا کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (المظھری، ج۷، ص ۴۲۰ وغیرہ)

ہدایت کا اللہ ﷻ کے ذمہ ہونا:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان علینا للھدی بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے (اللیل: ۱۲)﴾۔ اللہ ﷻ نے مختلف کوششیں ہونے، آسانی اور تنگی کی حکمتیں، بیان، دلالت، ترغیب و ترہیب اور ارشادات و ہدایت کا بیان کرنے کے بعد مذکورہ بالا خطاب فرمایا۔ ہم پر اپنی مخلوق کو حکمت کے ساتھ تخلیق کرنے اور وجوہات بندگی بیان کرنا ضروری ہیں، مطیع اور عاصی کا فرق واضح کرنا، یہ بھی کہ ہم نے اپنی مخلوق کو نفع، رحم و کرم، نعیم مقیم کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ معتزلہ اس آیت سے اپنے مذہب کے مطابق ذلیل پکڑتے ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں: (۱)......اللہ ﷻ کسی پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے جو اس کی وسعت اور طاقت کے مطابق ہو لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ﷻ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا؟ (۲)......علی وجوب کے لئے ہے، پس اللہ ﷻ پر بندوں کو ہدایت دینا اور اُن کے فائدے کے کام کرنا واجب ہے؟۔ (۳)......اگر ایسا نہیں ہے تو پھر دلائل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے، نہ تو بندوں کو ہدایت دینا اور نہ ہی اُن کے فائدے کے کام کرنا بلکہ اللہ ﷻ اپنے لطف و کرم سے ایسا فرماتا ہے جیسا کہ نیک لوگوں کو جنت کی نعمت عطا فرمانا اللہ ﷻ کا فضل ہے اور کافروں کو جہنم میں داخل کرنا اُس کا عدل ہے۔ اور اصول کے اعتبار سے دیکھا جائے تو علی فقط وجوب کے لئے نہیں آتا اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں علی وجوب کے لئے نہیں آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وما ذبح علی النصب اور جو کسی تھان پر ذبح

کیا گیا (المائدۃ:۳)﴾، ﴿وعلی اللہ قصد السبیل اور سیدھی راہ ٹھیک اللہ تک ہے (النحل:۹)﴾، ﴿ولو تری اذ وقفوا علی ربھم اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے (الانعام:۳۰)﴾۔

قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں: متذکرہ آیت میں علی کا کلمہ تاکید کے لئے ہے، یعنی ہم نے اپنے سابقہ فیصلے یا اپنے وعدے کے مطابق ہدایت عطا کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ ھدی سے مراد دلائل معین کر کے اور شریعت کے احکام بیان کر کے حق کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ زجاج اور قتادہ نے یہی کہا ہے۔ فراء کہتے ہیں کہ جو ہدایت کے راستے پر چلا وہ بالآخر اللہ عزوجل کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔

(المظھری، ج۷، ص ۴۲۰)

اصولی کہتے ہیں: علی مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے: (۱)...... کبھی الالزام یعنی لازم ہونے کے لئے آتا ہے یعنی لہ علی الف درھم۔ (۲)......لغوی اعتبار سے استعلاء کے لئے آتا ہے، جیسے زید علی السطح۔ (۳)...... بیع اور اجارہ کے معاملات میں علی بمعنی الباء آتا ہے جیسا کہ بعت ھذا او آجرت ھذا او نکحتھا علی الف درھم۔ (۴)......امام اعظم کے نزدیک شرط کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا علی شرط الف درھم۔ (نور الانوار، بحث: علی، ج۱، ص۳۷۸ وغیرہ)

جہاں تک آیت مقدسہ کا تعلق ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ بیشک حق و باطل کی راہوں کو واضح کر دینا اور حق پر دلائل قائم کرنا اور احکام بیان فرمانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۶)

آیت نمبر ''۱۵'' اور ''۱۶'' کے تحت معتزلہ ومرجئہ کا رد:

۶......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لا یصلھا الا الاشقی الذی کذب وتولی نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا (اللیل: ۱۶ تا ۱۷)﴾۔ یہ آیت اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے موافق ہے کہ دوزخ میں دائمی عذاب کے لئے کفار ہی کو جھونکا جائے گا اور فساق مومنین اور مرتکب کبائر دائمی عذاب کے لئے دوزخ میں نہیں ڈالے جائیں گے اور چونکہ آیت معتزلہ کے مسلک کے خلاف تھی، اس لئے انہوں نے اس آیت کی یہ تاویل کی کہ اس آیت میں تکذیب کی حقیقت مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور جن کاموں سے اللہ عزوجل نے منع کیا ہے، ان کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ بھی اللہ عزوجل کی عملاً تکذیب کرتے ہیں، لہذا جو مومنین مرتکبین کبائر ہیں، وہ بھی اللہ عزوجل کی تکذیب کرنے والے ہیں اور اس کی روگردانی کرنے والے ہیں، کیونکہ ابتداء میں تو وہ توحید پر ایمان لائے اور بعد میں وہ اللہ عزوجل کے احکام کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں پر عمل کرنے لگے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام پر عمل نہ کرنے سے کوئی شخص اللہ عزوجل کا مکذب نہیں ہوتا کیونکہ بہت سی آیتوں میں اللہ عزوجل نے فاسق مومن کو مکذب نہیں قرار دیا بلکہ اس پر مومن کا اطلاق کیا ہے، مثلاً فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو (البقرۃ: ۱۷۸)﴾۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور قاتل مرتکب کبیرہ ہوتا ہے اور اس آیت میں اس پر مومن کا اطلاق فرمایا ہے، لہذا واضح ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ اللہ کا مکذب نہیں ہوتا۔ اس آیت سے مرجئہ نے بھی استدلال کیا ہے، مرجئہ کا مؤقف یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی معصیت اور گناہ سے مؤمن کی گرفت اور پکڑ نہیں ہوگی، ان کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ دوزخ میں وہی داخل ہوگا جو اللہ عزوجل کی تکذیب کرے اور اس کے حکم سے پیٹھ پھیرے اور مومن خواہ گناہ کبیرہ کرے یا صغیرہ، وہ اللہ عزوجل کی تکذیب کرنے والا ہے نہ کہ اس کے حکم سے پیٹھ پھیرنے والا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ کے متعدد طبقات ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: ﴿ان المنفقین فی الدرک

الاسفل من النار بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں (النساء: ۱٤٥)﴾۔اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ جن کفار و منافقین نے اللہ ﷻ کی تکذیب کی اور اس کے احکام سے روگردانی کی، وہ دوزخ کی زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے طبقہ میں ہوں، اور جن مومنین نے صرف گناہ کبیرہ کیا، ان کو تطہیر کے لئے ان سے کم درجہ کی آگ کے طبقہ میں ڈالا جائے، اور مومن مرتکب کبیرہ کے عذاب کی دلیل یہ آیات ہیں: ﴿فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یراؤن ویمنعون الماعون تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے (الماعون: ٤تا٧)﴾۔
اس لئے ہوسکتا ہے کہ دوزخ کے اس خاص طبقہ میں صرف مکذب داخل ہوں اور مومن مرتکب کبیرہ کے لئے دوزخ کا کوئی اور طبقہ ہو۔

(تبیان القرآن، ج۱۲،ص ۷۸۹وغیرہ)

امام اعظم ابوحنیفہ لکھتے ہیں: مومن فاسق جو کہ مرتکب کبیرہ ہو، اس کے کبیرہ ارتکاب کی وجہ سے ایمان نہیں جائے گا جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ مرتکب کبیرہ کا نہ تو ایمان رہتا ہے اور نہ ہی وہ کافر ہوجاتا ہے بلکہ وہ دونوں کے بیچ میں رہتا ہے اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلے گا۔ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور اعمال ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور اس میں حسن پیدا کرتے ہیں۔

(فقہ الاکبر،مبحث:ان الکبیرۃ لا تخرج ،ص۱۱۷ ملخصا مع حواشی)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انفاق فی سبیل للہ:

یہ.....اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿وما لاحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الاعلى ولسوف یرضى اور کسی پر اس کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا (اللیل: ۱۹تا۲۱)﴾۔اس موضوع پر ہم درج ذیل چند احادیث پیش کرتے ہیں:

☆.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ایک قسم کی دو چیزیں یعنی (جوڑا) اللہ ﷻ کی راہ میں صدقہ کرے تو اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! یہ نیکی ہے، جو شخص نمازی ہوگا اُسے باب الصلوۃ سے بلایا جائے گا، جو شخص مجاہدین میں سے ہوگا اُسے باب الجہاد سے، جو شخص صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اُسے باب الصدقہ سے، جو روزہ رکھنے والوں میں سے ہوگا اُسے باب الصیام یاباب الریان سے بلایا جائے گا''، ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ! کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ہر دروازے سے پکارا جائے، فرمایا:''ہاں! مجھے امید ہے کہ وہ تم ہی ہوگے''۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی،باب، رقم:۳٦٦٦،ص٦١٥)

☆.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک روز استفسار فرمایا:''آج کس نے صبح روزے کی حالت میں کی''؟، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، پھر پوچھا:''آج کس نے جنازے میں شرکت کی''؟، تو جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اثبات کا اظہار کیا، پھر پوچھا:''آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا''؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، پھر پوچھا:''آج کس نے مریض کی عیادت کی''؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس میں یہ اوصاف جمع ہوں وہ داخل جنت ہوگا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ،باب من جمع الصدقۃ واعمال البر، رقم: (۲۲٦۳)/۱۰۲۸،ص٤٦٧)

☆.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس کسی نے بھی ہمارے ساتھ نیکی کی، ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا، سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، انہوں نے ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ اللہ ﷻ قیامت میں دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے، اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو صدیق اکبر کو بناتا، سنو تمہارے پیغمبر اللہ ﷻ کے خلیل

ہیں"۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب مناقب ابی بکر الصدیق، رقم:۳۶۱۸، ص۱۰۴۸)

☆.....حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، میں نے سوچا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دوں گا، اور اپنے گھر کا آدھا سامان لے آیا، سید عالم ﷺ نے پوچھا: "اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے"؟ میں نے جواب دیا: اتنا ہی، پھر کچھ دیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور اپنا مال ایک طرف رکھ دیا، آقائے دوجہاں ﷺ نے پوچھا: "اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے"؟، جواب دیا: "میں نے اُن کے لئے اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ چھوڑا ہے"، میں (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اپنے جی میں کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، رقم :۱۶۷۸، ص۲۴۳)

اغراض:

کل ما بین السماء و الارض: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿یغشی﴾ کا مفعول محذوف ہے، اصل عبارت یوں ہے: "کل ما بین السماء و الارض" اور ایک قول کے مطابق النھار و الشمس کو بھی مقدر مانا گیا ہے اور دونوں اقوال درست ہیں۔ لمجرد الظرفیۃ: یعنی شرط کے بغیر ظرف کا پایا جانا مراد ہے۔ بمعنی من: مراد اسم موصول ہے، اللہ عزوجل نے اپنی ذات کی قسم کھائی اور اللہ عزوجل مردو عورت کی تخلیق پر قادر ہے۔ ذکر: سے آخر تک سوال مقدر کا جواب ہے، تقدیری عبارت یوں ہے: "لم لم یدخل الخنثی المشکل فی عموم الذکر ولا فی عموم الانثی؟"۔

مصدریۃ: یعنی اللہ عزوجل نے مردو عورت تخلیق فرمائے، یعنی مردو عورت کی تخلیق کو اللہ عزوجل کی قدرت کے متعلق کردیا۔ فیحنث بکلیمہ: اللہ عزوجل نے مردو عورت کے سوا (انسانوں) میں کوئی ذی روح مخلوق پیدا نہیں کی، اور خنثی مشکل کی نسبت ہماری (یعنی اللہ عزوجل) کی جانب کی جاتی ہے، جب کہ اس کے خلاف ایک اور قول قسم ثالث ہونے کا بھی ہے، لیکن اس کی تردید اللہ عزوجل کے فرمان سے ہوتی ہے: ﴿یھب لمن یشاء اناثا...... الخ(الشوریٰ:۴۹)﴾۔

مختلف: لوگ دوسروں سے مختلف ہوا کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے گمراہی اور ہدایت کی راہیں تقسیم فرمادی ہیں، پس گمراہی کی بھی اقسام ہیں اور ہدایت کی بھی اقسام ہیں اور یہ درست ہے کہ جزاء سب کی مختلف ہے، پس تم میں سے بعض لوگ ثواب والے کام کرکے جنت اور بعض عتاب والے کام کرکے جہنم کماتے ہیں۔ حق اللہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿اعطی﴾، ﴿اتقی﴾ کے مفعول عمومیت کے فائدے کے حصول کے لئے محذوف ہیں، پس اللہ عزوجل کے حقوق کی ادائیگی بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کو شامل ہے اور نفس کو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں لگادینے کو بھی، اور تقوی یہ ہے کہ اوامر ونواہی کا حسبِ منشاء خیال کیا جائے۔

ای بلا الٰہ الا اللہ: یعنی اللہ عزوجل کے سوا معبود کوئی نہیں اور ساتھ ہی محمد ﷺ اس کے رسول ﷺ ہیں، اور ایک قول کے مطابق "الحسنی" سے جنت مراد ہے یعنی اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿للذین احسنوا الحسنی (یونس:۲۶)﴾ اور اس معنی کی تصدیق ایمان بالبعث وجزاء سے ہوتی ہے۔ عن ثوابہ: سے مراد یہ ہے کہ جو تکبر اور عناد کے باعث ثواب سے بے پرواہ ہوگیا۔ الجنۃ: وارد ہوا ہے: "کوئی جان ایسی نہیں کہ اللہ عزوجل نے اس کا ٹھکانہ جنت یا دوزخ میں نہ لکھ دیا ہو، لوگوں نے کہا اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کیا ہم لکھے ہوئے سے ہٹ نہ سکیں گے؟ فرمایا: "بلکہ عمل کرو، تم میں سے ہر ایک کو وہی توفیق ہوگی جو اس کے لئے لکھ دی گئی ہے، پس جو سعادت مندوں میں سے ہوگا وہ ایسے ہی کام کرے گا اور جو بدبختوں میں سے ہوگا وہ بدبختی والے کام ہی کرے گا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فاما من اعطی و اتقی و صدق ...... الخ(اللیل:۶)﴾۔

تنبیـــہ: اس جملے سے یہ وہم دور کرنا مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تنگی آسانی کو نہیں لاتی، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تیسیر سے مراد ھیئت ہے جو کہ یسرا ور عسر دونوں میں ہوتی ہے، پس معنی یہ ہے کہ اُس کے عمل ہی ایسے ہوتے ہیں جو اُسے جہنم کی جانب پہنچا دیتے ہیں۔ذلک: یعنی بلال ﷺ کو خرید کر آزاد کرنا۔

فمن طلبهما من غيرنا فقد اخطا: پس آخرت دنیا کے مقابلے میں بہتر ہے اور اس کی دلیل ایک اور مقام پر یوں ہے: ﴿من كان يريد ثواب الدنيا فعند الله ثواب الدنيا والاخرة (النساء:۱۳٤)﴾۔وهذا الحصر مؤول: یعنی ظاہر سے پھرنا، اور مفسر نے مرجئہ فرقے کے باطل عقیدے کے رد کرنے کے لئے اس کلام کا التزام فرمایا، پس مرجئہ فرقے کا کہنا ہے: ایمان لانے کے بعد کسی قسم کا گناہ نقصان نہیں دیتا، اور وہ آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں، اور انہوں نے دخول نار کا حصر فقط کفار ہی کے ساتھ کرلیا ہے، اور ان کا استدلال یہ ہے کہ مومن اگر چہ کبیرہ کرلے لیکن وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، الختصر۔ ہم نے ماقبل حاشیہ نمبر ٦ میں اس موضوع کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وهذا نزل في الصديق: سیدنا صدیق اکبر ﷺ کے عمل خیر کی دلیل اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وسيجنبها الاتقى الذي يؤتي ماله يتزكى (الليل: ۱۸،۱۷)﴾۔لما اشترى بلال: یعنی بلال حبشی ﷺ کو اس کے آقا امیہ بن خلف کی غلامی سے چھڑایا۔ليد كانت له: کافروں کا کہنا تھا کہ بلال حبشی ﷺ ابوبکر ﷺ کے پاس ایک نعمت تھی لیکن حضرت ابوبکر ﷺ نے اُخروی نعمت کو پسند فرمایا۔ لكن فعل ذلك: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الا﴾ استثناء منقطع ہے، اس لئے کہ کوئی بھی اللہ ﷻ کی رضا چاہے، جنس نعمت مراد نہیں ہے۔

(الصاوی، ج٦، ص ۲۸۵ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورۃ والضحی مکیۃ وھی احدی عشرۃ آیۃ

(سورۂ والضحی مکی ہے،جس میں گیارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الضحی

جب یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی تو اس کے آخر میں نبی پاک ﷺ نے تکبیر کہی پس اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں تکبیر کہنا مسنون ہے اور ایک روایت میں تکبیر کہنے کا حکم بھی دیا گیا ہے کہ اس کے خاتمہ پر اور اس کے بعد والی تمام سورتوں کے آخر میں تکبیر کہی جائے۔تکبیر سے مراد الله اکبر کہنا یا لا الہ الاالله والله اکبر کہنا مراد ہے۔اس سورت میں ایک رکوع گیارہ آیتیں، چالیس کلمے اور ۱۷۲ حروف ہیں۔اس سورت کے شان نزول کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔یہ سورت ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت اور آپ کے بلند مقام کو ظاہر کر رہی ہے۔سورہ لیل کے بعد سورہ والضحی شروع ہوئی جیسے رات کے اندھیرے کے بعد دن کا اجالا شروع ہوتا ہے اسی طرح کفر وشرک کی تاریکیوں کے بعد آفتاب نبوت کی صبح طلوع ہوئی جس کی وجہ سے کفر وشرک کے آثار مٹ گئے۔اور سورہ لیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان وفضیلت پر ختم ہوئی اور والضحی نبی پاک ﷺ کی فضیلت اور شان وشوکت سے شروع ہوئی، پتہ چلا کہ جہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان ختم ہوتی ہے وہاں سے نبی کریم ﷺ کی شان شروع ہوتی ہے۔اس سورت میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو چھوڑا اور نہ ہی ان سے ناراض ہوا بلکہ وہ تو اپنے حبیب ﷺ پر بے پایاں نعمتوں کی بارش فرماتا ہے اور اس میں یہ بھی بتایا کہ یتیم پر شفقت کرنی چاہیے اور مسکین کی مدد کرنی چاہیے اور یتیم کو ڈانٹنا ور دھمکانا نہیں چاہیے اور کسی سوال کرنے والے کو دھتکارنا نہیں چاہیے اور اللہ جل جلالہ نے آپ کو نبوت اور رسالت جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، آپ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین اور سراپا رحمت بنا کر قیامت تک کی تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا وہ یقیناً نعمت عظمی ہے۔

رکوع نمبر:۱۸

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والضحی(۱)﴾اَوَّلَ النَّهَارِ اَوْ كُلُّهُ﴿والیل اذا سجی(۲)﴾غَطّٰى بِظَلَامِهٖ اَوْسَكَنَ﴿ما ودعک﴾يَامُحَمَّدُ﴿ ربک وما قلی(۳)﴾اَبْغَضَكَ نَزَلَ هٰذَالَمَّاقَالَ الْكُفَّارُعِنْدَ تَاَخُّرِ الْوَحْيِ عَنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَيَوْمًااِنَّ رَبَّهٗ وَدَّعَهٗ وَقَلَاهُ ﴿وللاخرۃ خیر لک﴾لِمَا فِيْهَامِنَ الْكَرَامَاتِ لَكَ﴿ من الاولی(۴)﴾اَلدُّنْيَا﴿ولسوف یعطیک ربک﴾فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَيْرَاتِ عَطَاءً جَزِيْلًا﴿ فترضی(۵)﴾بِهٖ فَقَالَ اِذَنْ لَّا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِيْ فِي النَّارِ اِلٰى هُنَا تَمَّ جَوَابُ الْقَسَمِ بِمُثْبَتَيْنِ بَعْدَ مَنْفِيَيْنِ﴿الم یجدک﴾اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍاَيْ وَجَدَكَ﴿ یتیما﴾بِفَقْدِاَبِيْكَ قَبْلَ وِلَادَتِكَ اَوْبَعْدَهَا﴿ فاوی(۶)﴾بِاَنْ ضَمَّكَ اِلٰى عَمِّكَ اَبِيْ طَالِبٍ﴿ووجدک ضالا﴾عَمَّااَنْتَ عَلَيْهِ الْاٰنَ مِنَ الشَّرِيْعَةِ﴿ فھدی(۷)﴾اَيْ هَدَاكَ اِلَيْهَا﴿ووجدک عائلا﴾فَقِيْرًا﴿ فاغنی(۸)﴾اَغْنَاكَ بِمَاقَنَعَكَ بِهٖ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَغَيْرِهَاوَفِي الْحَدِيْثِ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ﴿فاما الیتیم فلا تقھر(۹)﴾بِاَخْذِ مَالِهٖ اَوْغَيْرِ ذٰلِكَ ﴿واما السائل فلا تنھر(۱۰)﴾تَزْجُرْهُ لِفَقْرِهٖ﴿واما بنعمۃ ربک﴾عَلَيْكَ بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا﴿ فحدث(۱۱)﴾اَخْبِرْوَحُذِفَ ضَمِيْرُهٗ فِيْ بَعْضِ الْاَفْعَالِ رِعَايَةً لِّلْفَوَاصِلِ.

﴿ترجمہ﴾

چاشت کی قسم (یعنی دن کے ابتدائی حصہ یا پورے دن کی قسم) اور رات کی جب پردہ ڈالے (اپنے اندھیرے کے ساتھ یا، سجی بمعنی سکن ہے،......۱......) کہ تمہیں تمہارے (اے حبیب ﷺ) رب نے نہ چھوڑا (ودعک بمعنی ترکک ہے) اور نہ مکروہ جانا (قلی بمعنی ابغض ہے، جب پندرہ دن تک حضور ﷺ پر وحی نازل نہ ہوئی تو کافروں نے کہا محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا ناپسند سمجھا......۲......) اور آخرت تمہارے لیے بہتر ہے (کیونکہ اس میں تمہیں بے پایاں عزتیں ہیں) دنیا سے (الاولی بمعنی الدنیا ہے......۳......) اور بیشک قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب عطا کرے گا (آخرت میں بے انتہا بھلائیاں اور خیر) کہ تم (اس سے) راضی ہو جاؤ گے (اس آیت کے نزول کے بعد نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب تک کہ ایک امتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا......۴......، یہاں تک جواب قسم دو منفی کلام کے بعد دو مثبت کلام کے ساتھ مکمل ہوا ہے) کیا اس نے تمہیں نہ پایا (یہ استفہام تقریری ہے، الم یجدک بمعنی وجداک ہے) یتیم (کہ آپ ﷺ کے والد ماجد آپ ﷺ کی ولادت سے قبل یا بعد وصال فرما چکے تھے) پھر جگہ دی (یوں کہ آپکو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے ساتھ ملا دیا......۵......) اور تمہیں خالی پایا (اس شریعت کی تفصیل سے) تو راہ دی (یعنی تو آپ ﷺ کی اس شریعت کی طرف مزید راہ دی......۶......) اور تمہیں حاجت مند پایا (عائلا کے معنی حاجت مند ہے) پھر غنی کر دیا (آپ ﷺ کو اس سے آپ راضی تھے یعنی غنیمت وغیرہ سے، حدیث پاک میں ہے غنی کثرت مال سے نہیں بلکہ غنا نفس کا بے نیاز ہونا ہے) تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو (اس کا مال لے کر یا کسی اور طریقے سے) اور منگتا کو نہ جھڑکو (اس کی محتاجی کے سبب سے......۷......لا تنھر بمعنی لا تزجرہ ہے) اور اپنے رب کی نعمت کا (جو اس نے بصورت نبوت وغیرہ کے تم پر فرمائی) خوب چرچا کرو (حدث بمعنی اخبر ہے، اس سورۂ مبارکہ میں بعض مقامات میں حضور ﷺ کی طرف عود کرنے والی ضمائر کو رعایت فواصل کے سبب حذف کیا گیا ہے،......۸......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والضحی والیل اذا سجی ما ودعک ربک وما قلی﴾

وا: قسمیہ جارہ، الضحی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیل: معطوف، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، اذا: مضاف، سجی: مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ما ودعک: فعل نفی ومفعول، ربک: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما قلی: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وللاخرۃ خیر لک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضی﴾

و: عاطفہ، لام: ابتدائیہ، الاخرۃ: مبتدا، خیر: اسم تفضیل با فاعل، لک: ظرف لغو اول، من الاولی: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: ابتدائیہ، سوف: حرف استقبال، یعطیک ربک: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ترضی: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر "انت" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاما الیتیم فلا تقھر و اما السائل فلا تنھر﴾

ف: فصیحیہ ،اما جرف شرط ،الیتیم :مفعول مقدم ،ف: جزائیہ ،لاتقھر :فعل نہی بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ،و :عاطفہ ،اما جرف شرط ،السائل :مفعول مقدم ،ف: جزائیہ ،لاتنھر :فعل نہی بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما بنعمة ربک فحدث﴾

و :عاطفہ ،اما جرف شرط وتفصیل ،بنعمة ربک: ظرف لغو ،ف: جزائیہ ،حدث :فعل امر بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......والضحی...... ☆ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز کے لئے وحی نہ آئی تو کفارِ مکہ نے بطریقِ طعن کہا کہ محمد ﷺ کو ان کے خدا ﷻ نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا اس پر سورہ والضحی نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

والضحی کی قسم سے مراد کیا ہے؟

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والضحی والیل اذا سجی﴾ چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے (الضحی:۱)﴾۔ مفسرین کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)......الضحی سے مراد چاشت کا وقت ہے۔ (۲)......اس سے مراد فقط دن ہے جو کہ رات کا مدِ مقابل ہوتا ہے۔ (۳)...... سجی بمعنی سکن ،اظلم اور غطی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فقط الضحی اور اللیل ہی کی قسم کیوں دی گئی؟ اس کے جواب میں بھی کچھ توجیہات ہیں:

(۱)......زمانے کو ساعت کہتے ہیں اور ساعت دو قسم کی ہوتی ہیں، دن اور رات، پس کبھی دن کی ساعت بڑھتی ہے اور کبھی رات کی گھٹتی ہے یا اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے اور یہ زیادتی و کمی کسی کی خواہش سے نہیں بلکہ حکمت خداوندی پر مبنی ہے، اسی طرح نزول وحی بھی اللہ ﷻ کی حکمت پر مبنی ہے کہ کب، کیسے، کہاں اور کس حد تک ہونی ہے؟ جو کہ حسبِ منشاء نہ تو روکی جاسکتی ہے اور نہ ہی لائی جاسکتی ہے۔

(۲)......ہوسکتا ہے کہ اللہ ﷻ نے یہ کلام اس لئے فرمایا ہو کہ انسان رات و دن کے جوار میں نظر کرے، دونوں ایک دوسرے کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ کبھی رات اپنی طوالت میں دن پر غالب آجاتی ہے اور کبھی دن رات پر غالب آجاتا ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۱۹۰)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس بارے میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱)......قتادہ اور مقاتل نے الضحی سے وہ وقت مراد لیا ہے جس میں اللہ ﷻ نے حضرت کلیم علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور اللیل سے لیلة المعراج مراد لیا ہے۔ (۲)......اور لوگوں نے والضحی سے سید عالم ﷺ کے چہرۂ انور کو بھی مراد لیا ہے اور اللیل سے سید عالم ﷺ کی خم دار زلفیں مراد لیں ہیں۔ (۳)......ایک قول یہ بھی لیا گیا ہے الضحی سے سید عالم ﷺ کے اہل بیت کے مرد حضرات مراد ہیں جب کہ اللیل سے سید عالم ﷺ کے اہل بیت کی خواتین مراد ہیں۔ (۴)......ایک قول یہ ہے کہ الضحی سے سید عالم ﷺ کی رسالت مراد ہے جب کہ اللیل سے وہ زمانہ جس میں وحی کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا کیونکہ جس وقت وحی کا نزول ہوتا تھا وہ زمانہ سید عالم ﷺ کے لئے مانوس کرتا تھا اور جب یہ سلسلہ موقوف ہوا تو معاملہ برعکس ہوا کہ سید عالم ﷺ کی ذات اقدس پر کچھ گرانی سی پائی گئی (شاید لوگوں کے اس حوالے سے پوچھنا اور اعتراض کرنا خاطر اقدس کو ملال میں مبتلا کرتا تھا)۔ (۵)......ایک قول یہ ہے کہ الضحی سے مراد وہ غیب کا علم ہے جو

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو سکھایا جس کی مدد سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیوبات کو جان لیتے اور الليل سے مراد وہ وصفِ عفو ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے دیگر لوگوں کو اُن کے عیوبات ورزائل سے معافی کی صورت میں اللہ عزوجل سے مل جاتا ہے۔(٦)......ایک قول یہ ہے کہ الضحی سے مراد اسلام کی سربلندی ہے اگر چہ ابتداء میں اسلام غریب تھا اور الليل سے مراد یہ ہے کہ آخر میں بھی اسلام غریب ہوگا ۔(٧)......اور ایک قول یہ ہے کہ الضحی سے مراد کامل عقل ہے اور الليل سے مراد حالِ موت ہے۔(٨)......ایک قول یہ ہے کہ الضحی کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ نور ظلمت پر مقدم ہوا کرتا ہے اور دن کی رونق وچمک کثیر منافع کا سبب ہوتی ہے اسی لئے الضحی کو الليل پر مقدم کیا۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۵۲۰ وغیرہ)

وحی کے موقوف ہونے کی وجوھات:

٢......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ما ودعک ربک وما قلی کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا (الضحی:۳)﴾۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چالیس دن تک کوئی وحی نہ آئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بات کی شکایت بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمائی کہ بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھول چکا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوگیا ہو۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ام جمیل زوجہ ابولہب کہتی ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیطان کو نہیں دیکھتی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کا رب) آپ کو چھوڑ چکا ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا سلسلہ موقوف ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''میرا رب عزوجل مجھے چھوڑ چکا اور بھول چکا ہے، تو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نہیں جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے وہ آپ پر یہ شرف وکمال اختتام تک پہنچائے گا، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ماودعک ربک وماقلی کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا (الضحی:۳)﴾۔ اصولیوں کا اس روایت پر اعتراض ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی شان وعظمت کے مناسب یہ کلام نہیں کہ وہ فرمائیں کہ مجھے میرے رب عزوجل نے چھوڑ دیا یا بھول گیا، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ نبوت اللہ عزوجل کی حکمت کے مطابق معزول ہونے والی چیز ہے ہی نہیں، اور نزول وحی کا تعلق حکمت کی بناء پر ہوا کرتا تھا جب جس بات کی ضرورت ومصلحت ہوتی، نزول وحی ہوتی تھی اور تاخیر میں بھی حکمتیں تھیں، پس ثابت ہوا کہ متذکرہ بالا کلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہیں تھا۔ اس بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں کہ وحی کا سلسلہ کتنے دن تک موقوف رہا، چنانچہ (١)......ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بارہ دن وحی کا سلسلہ موقوف رہا۔(٢)......کلبی کہتے ہیں کہ پندرہ دن سلسلہ موقوف رہا۔(٣)......ابن عباس نے بھی یہی قول کیا ہے۔(٤)......سُدی اور مقاتل نے کہا ہے کہ چالیس دن تک سلسلۂ وحی بندرہا۔

اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کا سلسلہ کیوں بند رہا، اس کے اسباب کیا تھے؟ (١)......ایک قول یہ ہے کہ یہود نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح، ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے بارے میں سوالات کئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں کل اس بارے میں آگاہ کروں گا'' اور ان شاء اللہ نہ فرمایا، پس اللہ نے وحی کا سلسلہ موقوف فرمادیا۔(٢)......ابن زید کہتے ہیں کہ حسن وحسین کتے کے بچے سے کھیل رہے تھے، پس جبرائیل امین تشریف لائے تو ناراض ہوئے اور فرمایا: ''آپ نہیں جانتے کہ میں جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اُس گھر میں نہیں داخل ہوتا''۔(٣)......جندب بن سفیان کہتے ہیں کہ اُس کتے کے بچے کو پتھر مار کر بھگادیا۔ (الرازی، ج ١١، ص ١٩٢)

آقائے دوجھاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آخرت بھتر ھونے کی وجوہ:

٣......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وللآخرة خير لک من الاولى اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے (الضحی:٤)﴾۔ یعنی جب تم میرے پاس لوٹ کر آؤ گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!، دنیا کی کرامتوں سے بہتر جس کی (آپ) جلدی کرتے

تھے۔اس آیت کے بارے میں مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں:(۱)......ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ دنیا کی کامیابی،اور آخرت کا ثواب۔ (۲)......حوض کوثر اور شفاعت۔(۳)......ابن عباس کہتے ہیں کہ ہزار محل جو کہ سفید موتی کے بنے ہوئے ہونگے اور اس کی مٹی مسک کی ہوگی۔(۴)......اور سُدی کہتے ہیں مراد تمام مومنین کی شفاعت کا حق ملنا ہے۔اللہ ﷻ سید عالم ﷺ کو ہزار محل جنت میں عطا فرمائے گا جس کی مٹی مسک کی ہوگی اور ہر محل میں مناسب مقدار میں ازواج اور خادمین ہونگے اور محمد ﷺ اُس وقت تک راضی نہ ہونگے جب تک کہ ان کا ایک بھی اُمتی نارِ جہنم میں موجود ہوگا۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''اللہ ﷻ میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائے گا یہاں تک کہ اللہ ﷻ فرمائے گا:''میری عظمت (بڑی ہے)،اے محمد (ﷺ) کیا راضی ہوگئے؟ تو میں کہوں گا:''اے میرے رب! میں راضی ہوگیا''۔

☆......جب متذکرہ بالا آیت نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا:''میں اُس وقت تک راضی نہ ہونگا جب تک کہ میرا ایک بھی اُمتی جہنم میں ہوگا''۔ (القرطبی،الجزء:۳۰،ص ۸۶)

☆......حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:﴿فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم تو جس نے میرا ساتھ دیا تو وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے (ابراھیم:۳۶)﴾،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام تلاوت فرمایا﴿ان تعذبهم فانهم عبادك اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں (المائدۃ:۱۱۸)﴾،پھر ہاتھ بلند فرمائے اور ارشاد فرمایا:''اے اللہ ﷻ میری امت! اور رونے لگے،پس اللہ ﷻ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:''محمد ﷺ کے پاس جاؤ''(اور اللہ ﷻ سب کچھ جانتا ہے پھر بھی رونے کی وجہ معلوم کرنے کو جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجتا ہے)،پس جبرائیل امین علیہ السلام سید عالم ﷺ کے پاس تشریف لاتے ہیں،پس اُن سے سوال کرتے ہیں اور اللہ ﷻ کو خبر بھی ارشاد فرماتے ہیں،پس اللہ ﷻ جبرائیل امین علیہ السلام سے فرماتا ہے:''محمد ﷺ کے پاس جاؤ،اور اُن سے کہو:اللہ ﷻ آپ کے لئے فرماتا ہے:میں عنقریب آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کردوں گا اور آپ کو نہیں بھولوں گا''۔

(صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب:دعاء النبی لامته وبکائه،رقم:(۳۸۷)/۲۰۲،ص۱۲۶)

اللہ ﷻ کا اپنے حبیب کو راضی کرنا کس اعتبار سے ہے؟

☆......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ولسوف يعطيك ربك فترضى اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے (الضحیٰ:۵)﴾۔سوف کے ذریعے اللہ ﷻ نے کلام کا آغاز فرمایا ہے،یعنی اللہ ﷻ نے اپنے حبیب کو مزید کن کمالات وکرامات اور شرف وکمال سے نوازنا ہے اس کی جانب اشارہ ہے۔عنقریب اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ کو مزید نوازشات فرمائے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:اللہ ﷻ کے اس فرمان:﴿ولسوف﴾ میں اختلاف ہے کہ اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ کو دنیا میں کمالِ نفس عطا فرمائے گا،اولین وآخرین کے علوم سے نوازے گا،احکامات کا ظہور اور اعلائے دین اور سید عالم ﷺ کو اُن کے زمانے میں فتوحات سے ہمکنار فرمائے گا اور ان کے خلفاء کو مملکت اسلامیہ کے علاوہ بھی فتوحات عطا فرمائے گا اور ان کی دعوت کو عام فرمائے گا،مشارق ومغارب میں اسلام پھیلے گا اور سید عالم ﷺ کو وہ اُخروی کرامات عطا فرمائے گا جو اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اور مکہ مکرمہ کی نوید بھی پہنچائے گا۔جمہور کہتے ہیں کہ اُخروی نعمتیں عطا فرمائے گا یعنی شفاعت کی نعمت عطا ہوگی۔ (روح المعانی،الجزء:۳۰،ص ۵۲۹)

امام رازی لکھتے ہیں:سید عالم ﷺ کو اللہ ﷻ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا اور سید عالم ﷺ کی شفاعت متعین فرمادی گئی ہے اور اس پر تین دلائل ہیں:(۱)......اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو دنیا میں استغفار کا حکم ارشاد فرمایا،پس فرمایا:﴿واستغفر لذنبك وللمومنين

والمومنات اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی چاہو (محمد:۱۹)﴾، پس اللہ ﷻ نے استغفار کا حکم ارشاد فرمایا اور استغفار طلب کرنا گویا کہ طلبِ مغفرت کرنا ہے اور جو چیز طلب کی جاتی ہے اس کے رد ہو جانے اور اس پر راضی نہ ہونے کا شک بھی نہیں پایا جاتا بلکہ بندہ اس طلب پر راضی ہوتا ہے اور سید عالم ﷺ دعا کے قبول ہونے پر راضی تھے اور جب ایسا ہی ہے تو پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ انہیں ہر وہ چیز عطا فرمائے گا جس پر آپ ﷺ راضی ہیں، پس اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سید عالم ﷺ کو گناہگاروں کی شفاعت کا اذن دیا گیا ہے۔(۲)......مقدمہ میں جو آیت مذکور ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو نہ ہی چھوڑا اور نہ ہی آپ ﷺ پر غضبناک ہوا بلکہ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی پر بھی غضبناک نہ ہوا اور آپ ﷺ کی اتباع اور رضا کے لئے وہ امور اختیار فرمائے جس سے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کی جلا ہو، پس یہی تفسیر زیادہ موافق ہے۔(۳)......کئی احادیث اس پر وارد ہیں جو کہ سید عالم ﷺ کی شفاعت پر دلیل ہیں کہ سید عالم ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ گناہگاروں کی مغفرت ہو جائے، اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ اللہ ﷻ وہی فرماتا ہے جس میں اس کے حبیب ﷺ کی رضا شامل ہوتی ہے۔امام جعفر صادق سے روایت منقول ہے کہ میرے جد کی یہ رضا تھی کہ اُن کا کوئی بھی مُوَحِّد اُمتی داخلِ جہنم نہ ہو۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ کو کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کی شفاعت کا منصب عطا فرمائے گا پس سید عالم ﷺ اس پر راضی ہو جائیں گے، پس یہ تمام مشمولات اس بات پر دلیل بنتے ہیں کہ یہاں مراد اُخروی احوال ہیں، اور جب ہم اِن سب معاملات کو دنیاوی احوال کی جانب منسوب کریں گے تو اس میں اشارہ ملتا ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو بدر کے دن دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائی اور فتح مکہ کے دن لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہوئے اور غزوہ بنو نضیر و قریظہ اور دیگر لشکروں میں اور سرایا میں جو کہ بلادِ عرب میں وقوع پذیر ہوئے کامیابی سے سرفراز فرمایا اور شرق غرب میں اسلام کی ہیبت و رعب فرما دیا اور دعوت حق کو پھیلا دیا، یہ آیت دنیا و آخرت کی خیرات پر بھی مبنی ہے۔" (الرازی، ج ۱۱، ص ۱۹۴ وغیرہ)

☆......حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے تو اس کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے تو اُسے جہنم سے باہر نکالا جائے گا اور جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں جوار کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے تو اُسے جہنم سے باہر نکالا جائے گا''۔
(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، رقم: ٤٤، ص ١٠)

☆......حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''شفاعت کے سبب دوزخ سے لوگوں کو اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو گئے ہونگے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم: ٦٥٥٨، ص ١١٣٥)

☆......حضرت ابو سعید خدری ﷜ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ والوں میں سے وہ لوگ جو دوزخ کے اہل ہیں اور دوزخ میں نہ تو مریں گے اور نہ ہی جئیں گے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے کہ انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا گیا، لیکن اللہ ﷻ ان پر موت طاری کر دے گا یہاں تک کہ جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، پھر ان کو گروہ گروہ لایا جائے گا اور ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈالا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے جنتیو! اِن پر پانی ڈالو، پھر وہ اس طرح نشوونما پائیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں نشوونما پاتا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم: ٤٣٠٩، ص ٧١٤)

☆......حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر اُمت اپنے نبی کے پیچھے جائے گی، وہ کہیں گے، اے فلاں! شفاعت کیجئے! یہاں تک کہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ تک یہی مقصد پیش کیا جائے گا، اور یہی وہ دن ہوگا کہ سید عالم ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے گا''۔
(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ان یبعثک ربک، رقم: ٤٧١٨، ص ٨١٦)

سید عالم ﷺ کے یتیم ہونے کے اوصاف:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الم یجدک یتیما فاوی کیااس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (الضحی: ۶)﴾ ۔سب سے پہلے یہ جان لیں کہ یتیم کسے کہتے ہیں؟

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: وہ بچہ جس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا باپ دنیا سے چلا جائے، جب کہ دیگر حیوانات میں یہی اعتبار ماں کے حوالے سے ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الم یجدک یتیما فاوی کیااس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (الضحی: ۶)﴾ اور اس کی جمع یتامی ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وا توا الیتمی اموالھم اور یتیموں کوان کے مال دو (النساء: ۲)﴾، ﴿ان الذین یاکلون اموال الیتمی بیشک جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں (النساء: ۱۰)﴾، ﴿ویسئلونک عن الیتمی اورتم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں (البقرۃ: ۲۲۰)﴾ ۔اور ہر منفرد (انوکھے) کو یتیم کہتے ہیں، اوراسی سے دریتیم کہا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ۵۵۱)

امام رازی لکھتے ہیں: اس فرمان کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے محبوب کریم ﷺ کو علم سکھایا جب کہ سید عالم ﷺ یتیم تھے پھر جگہ عطافرمائی ۔اس آیت کی تفسیر میں دو امور کالحاظ ضروری ہے جو کہ یہ ہیں: (ا)......سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سید عالم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نے ولادت باسعادت سے قبل ہی جب کہ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اقدس میں جلوہ فرما تھے انتقال فرمایا۔جب آقائے دوجہاں ﷺ کی عمر مبارک دنیاوی گنتی کے اعتبار سے چھ سال کی ہوئی تو والدہ محترمہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھی انتقال فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی لیکن جب عمر مبارک دنیاوی گنتی کے اعتبار سے آٹھ سال کی ہوئی تو دادا نے بھی انتقال فرمایا اوراب آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب نے یہ ذمہ داری انجام دی بلکہ حضرت عبدالمطلب نے انہیں وصیت کی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی دیکھ بھال اور ظاہری پرورش کی ذمہ داری قبول کریں اوراس معاملے میں کوتاہی نہ فرمائیں، پھر یہ ذمہ داری چچا ابوطالب کے ذمہ اُس وقت تک رہی جب کہ سید عالم ﷺ نے ظاہری طور پر اعلان نبوت نہ فرمالیا اور سید عالم ﷺ ابوطالب کی مدد میں ایک مدت طویل تک زندگی بسر کرتے رہے، پھر اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور سید عالم ﷺ اب ظاہری اعتبار سے یتیم نہ رہے، پس اللہ ﷻ نے اپنی نعمتِ عظمہ کا ذکر فرمایا۔روایت میں ہے کہ حضرت ابوطالب نے انتقال سے پہلے اپنے بھائی حضرت عباس کو ایک دن کہا کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ میں نے محمد (ﷺ) کی ذات میں کیا کیا عجائب دیکھے ہیں؟ وہ بولے کیوں نہیں!، جواب دیا میں نے انہیں اپنے سے کبھی ایک ساعت کے لئے بھی جدا نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ دن ہو یارات وہ میرے ساتھ ہی رہے ہیں، ان کا نرم ونازک اور خوشبودار جسم تھا اور اُس سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور ہم کھانے سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے لیکن انہوں نے کھانے کی ابتداء بسم اللہ الاحد اوراختتام پر الحمدللہ کہتے، میں نے انہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا اور نہ ہی ہنستے ہوئے جیسا کہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے اور بچے کھیل کود کرتے تھے ویسا بھی ان کا معاملہ نہیں تھا۔(۲)......ایک قول یہ ہے کہ دریتیم یعنی انوکھے ونرالے موتی کی مانند ہیں یعنی آپ ﷺ جیسا قریش میں کوئی نہیں ہے، اور بظاہر ابوطالب نے آپ کو یتیم پایا تو جگہ دی اورایک معنی یہ بھی ہے کہ آپ کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کیا گیا۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۱۹۶)

ووجدک ضالا کے بارے میں اقوال مفسرین:

۶......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ووجدک ضالا فھدی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (الضحی: ۷)﴾ درج ذیل میں سب سے پہلے ہم مترجمین کے تراجم پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اقوال مفسرین کرام پیش کریں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: اور آپ کو حُبِّ کبریاء میں سرشار پایا تو اپنی تبلیغ کی طرف متوجہ کیا۔
پیر کرم شاہ صاحب ازہری نے لکھا: اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچایا۔
طاہر القادری نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: اُس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا وگم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔
ابوالاعلی مودودی نے لکھا: اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت دی۔
اشرفعلی تھانوی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: اور اللہ نے آپ کو (شریعت سے) بےخبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتلا دیا۔
اہل لغت کے نزدیک ضــلال کے معنی میں کیا وسعت ہے؟ آیا وسعت ہے بھی کہ نہیں، کیا ضل کا معنی فقط گمراہی ہی ہے یا کچھ اور بھی ہوسکتا ہے، چنانچہ۔۔۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ضلال کے معنی ہیں سیدھے راستے سے عدول کرنا اور اس کی ضد ہدایت ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فمن اهتدى فانما يهتدى لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا (یونس:۱۰۸)﴾۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مکمل طور پر راہِ حق سے عدول کرنا چہ جائے کہ عمداً ہو یا سہواً، ایک بار ایسا ہو یا زیادہ مرتبہ، کیونکہ اللہ ﷻ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلنا دشوار ہے، چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فلا اقتحم العقبة پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا (البلد: ۱۱)﴾۔ اس لفظ کی نسبت حضرات انبیاء کرام کی جانب بھی ہوتی ہے اور کفار کی جانب بھی لیکن معنی کے لحاظ سے دونوں کے ضلال میں کافی فرق ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ووجدك ضالا فهدى اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (الضحی:۷)﴾، حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ ﷻ کے برگزیدہ نبی ہیں، ان کے بیٹے اپنے والد کے بارے میں کہتے ہیں: ﴿ان ابانا لفى ضلل مبين بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں (یوسف:۸)﴾، ﴿انك لفى ضللك القديم آپ اپنی اسی پرانی وارفتگی میں ہیں (یوسف:۹۰)﴾۔ مصر کی عورتوں نے بی بی زلیخا کے متعلق کہا: ﴿قد شغفها حبا انا لنرها فى ضلل مبين بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پیر کر گئی (سما گئی) ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں (یوسف:۳۰)﴾، ﴿ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا وے (البقرۃ: ۲۸۲)﴾۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی جانب یہی نسبت کرنا جیسا کہ فرمان مقدس میں ہے: ﴿قال فعلتها اذا وانا من الضالين موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی (الشعراء: ۲۰)﴾، ﴿لا يضل ربى ولا ينسى میرا رب نہ بہکے اور نہ بھولے (طٰہٰ:۵۲)﴾، ﴿الم يجعل كيدهم فى تضليل کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا (الفیل: ۲)﴾۔ (المفردات، ص ۳۰۰ وغیرہ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: ضــلال، ہــدایــت کی ضد ہے اور اس کے کئی معنی ہیں: (۱)...... گمراہی، (۲)...... کسی چیز کو گم کرنے والا، (۳)...... کسی چیز کو پہچاننے والا، (۴)...... کسی چیز کو گرانے والا، (۵)...... ضائع ہونے والا، (۶)...... گم شدہ چیز، (۷)...... زائل ہونے والا، (۸)...... بھولنے والا، (۹)...... ہلاک ہونے والا، (۱۰)...... باطل، (۱۱)...... کسی چیز میں فنا ہونے یا گم ہوجانے والا، غائب ہونے والا۔

متذکرہ بالا آیت پاک کے تحت مفسرین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ آلوسی کہتے ہیں: اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)...... ایک قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سید عالم ﷺ کہیں نظر نہ آئے تو آپ کے دادا حضرت عبد المطلب کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اس حال میں کعبہ معظمہ کے سات پھیرے لگائے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ سے گریہ وزاری فرمائی، پس آسمان سے ایک منادی نے ندا کی کہ اے لوگو! بیشک محمد ﷺ کا رب انہیں رسوا نہ کرے گا اور نہ ہی اُنہیں نقصان پہنچائے گا

اور محمد ﷺ وادیٔ تہامہ میں ایک درخت کے پاس موجود ہیں، پس عبد المطلب سفر کر کے وہاں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ورقہ بن نوفل بھی تھے، پس سید عالم ﷺ درخت کے نیچے کھڑے تھے اور اس کی ٹہنیوں اور پتوں سے خوش ہو رہے تھے۔ (۲)...... بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ کو (ایک مرتبہ خلاف توقع) باب کعبہ کے پاس نہ پایا تو پریشان ہوئیں اور اس بارے میں حضرت عبد المطلب کو شکایت کی، اور سمجھیں کہ محمد ﷺ کہیں گم ہو گئے ہیں اور اس روایت میں مقصد تک پہنچنے کے لئے راہ حق کی جانب رجوع کرنے کی طرف نسبت کی گئی ہے لیکن اہل علم کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ پر انعام ہی فرمائے ہیں۔ (۳)...... ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ الضال سے مراد منفرد درخت ہے جو کہ وادیٔ بیداء میں ہے اور اس درخت کے ارد گرد کوئی اور درخت نہیں ہیں اور مراد یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں ایک بنایا، تیرے سوا کوئی اور (مثل تیرے) نہیں جو لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے اور ہم نے تجھے منفرد پیدا کیا۔ (۴)...... جنید (بغدادی) کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کتاب اللہ ﷻ کے بیان کرنے میں متحیر پایا جو کہ آپ ﷺ کی جانب لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھی، پس آپ ﷺ کو بیان کرنے کی رہنمائی فرمائی۔ (۵)...... بعض مفسرین نے یہ قول کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کو اپنی ذات کے حوالے سے غافل پایا، پس آپ کو اس جانب توجہ دلائی گئی کہ آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ (۶)...... ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے قرابت داروں کے حوالے سے کچھ عدم توجہی کا معاملہ پایا تو قرابت داروں کی محبت دلائی اور قرابت داروں کی معرفت دلائی۔ (۷)...... امام جعفر صادق کہتے ہیں سید عالم ﷺ ابتداء ہی سے اپنے رب ﷻ کی محبت میں سرشار تھے پس اللہ ﷻ نے مزید احسان فرمایا اور اپنی معرفت عطا فرمائی۔ (۸)...... حریری کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اللہ ﷻ کی محبت میں سرگرداں تھے پس اللہ ﷻ نے انہیں رہنمائی فرمائی۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۵۳۲)

امام قرطبی لکھتے ہیں: اس بارے میں چند اقوال ہیں: (۱)...... سید عالم ﷺ قرآن اور شرائع اسلام کی درایت نہ رکھتے تھے، پس اللہ ﷻ نے انہیں قرآن کی ھدایت سے نوازا اور شرائع اسلام بھی سکھائے، یہ قول ضحاک، شہر بن حوشب وغیرہما کا ہے، اور یہی معنی اس فرمان کا ہے: ﴿ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل (الشوریٰ: ۵۲)﴾۔ (اہل علم پر مخفی نہیں کہ درایت کی نفی ہونا کس معنی کے لحاظ سے لیا جاتا ہے)۔ (۲)...... کلبی اور فراء کے نزدیک اللہ ﷻ کے متذکرہ بالا کلام کا معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی قوم گمراہی میں تھی تو اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کے ذریعے انہیں ھدایت عطا فرمائی۔ (۳)...... سُدی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی قوم گمراہی میں تھی تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو ان کی ہدایت کے امور کی تعلیم فرمائی۔ (۴)...... ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ قبلہ مقدسہ کی تلاش میں کوشاں تھے تو اللہ ﷻ نے انہیں سمت قبلہ کی جانب رہنمائی فرمائی پس ارشاد فرمایا: ﴿قد نری تقلب وجھک فی السماء ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا (البقرۃ: ۱۴۴)﴾۔ (۵)...... آپ ﷺ قرآن کو دیگر لوگوں تک پہنچانے کے اعتبار سے متحیر تھے پس اللہ ﷻ نے آپ کو رہنمائی فرمائی۔ (۶)...... آپ ﷺ اللہ کی محبت میں سرشار تھے تو آپ کو رہنمائی فرمائی۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۸۷)

امام رازی لکھتے ہیں: اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)...... الضلال بمعنی المحبۃ ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿انک لفی ضللک القدیم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں (یوسف: ۹۵)﴾۔ یعنی محبت میں ایسے سرشار ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ کو اپنی محبت میں گرفتار پایا تو شرائع اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی جس سے محبوب ومحب کا آپس میں قرب پتہ چلتا ہے۔ (۲)...... آپ دنیا کے معاملات میں زیادہ معرفت نہ رکھتے تھے مثلاً تجارت وغیرہ کے امور میں، پس اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو طالب کی تربیت کے حوالے سے غنی کر دیا، اور جب ابو طالب کے احوال میں مالی اعتبار سے کمزوری آنے لگی تو بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی

القدیم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں(یوسف:۹۰)﴾۔یعنی محبت میں ایسے سرشار ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔پس اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ کو اپنی محبت میں گرفتار پایا تو شرائع اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی جس سے محبوب ومحب کا آپس میں قرب پتہ چلتا ہے۔(۲)......آپ دنیا کے معاملات میں زیادہ معرفت نہ رکھتے تھے مثلاً تجارت وغیرہ کے امور میں،پس اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو طالب کی تربیت کے حوالے سے غنی کردیا،اور جب ابوطالب کے احوال میں مالی اعتبار سے کمزوری آنے لگی تو بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال کے ذریعے اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو غنی کردیا،پھر جب بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مالی اعتبار سے کمی ہونے لگی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال کے ذریعے غنی کردیا،پھر ہجرت کے ذریعے غنی کردیا،پھر انصاریوں کی اعانت ومدد کے ذریعے غنی کردیا،پھر حکم جہاد اور غنائم کے ذریعے،اور یہ صحیح ہے کہ یہ تمام امور متذکرہ سورت کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوئے لیکن ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی چیز کا وقوع پذیر ہونا یقینی ہوتا ہے تو گویا ایسا ہی ہے کہ وہ وقوع پذیر ہو چکا۔(۲)......اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو اُن کے اصحاب کے ذریعے غنی کردیا کیونکہ ابتداء میں وہ چھپ کر اللہ ﷻ کی عبادت کرتے تھے لیکن جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے کہا کہ لات وعزیٰ کی عبادت کرنے والے تو علی الاعلان اپنے بتوں کو پوجیں اور ہم ایک واحد حقیقی کی عبادت کرنے والے چھپ کر اللہ ﷻ کی عبادت کریں،پس صحابہ کی تعداد بھی بڑھنے لگی،عمر فاروق رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:اللہ ﷻ آپ ﷺ کو کافی ہو اور میں،پس قرآن کی آیت نازل ہوئی:﴿حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اور اللہ تمہیں کافی ہے اور جتنے یہ مسلمان تمہارے پیرو ہوئے(الانفال:٦٤)﴾۔پس اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے غنی کردیا۔(۳)......اللہ ﷻ نے آپ کو قناعت کی نعمت سے نوازا،حال یہ تھا کہ آپ کے ساتھ پتھر اور سونا چلتے لیکن آپ ﷺ نے اپنے دل کو صرف اللہ ﷻ کی جانب لگائے رکھا،پس اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو فقر اور غنا میں اختیار دیا تو سید عالم ﷺ نے فقر اختیار فرمایا۔(۴)......سید عالم ﷺ براہین ودلائل کے معاملے میں حاجت مند تھے تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا اور جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے اُس کی تعلیم ارشاد فرمائی،پس اللہ ﷻ نے یوں آپ کو غنی فرمایا۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۱۹۹)

عندالشرع کس کی مالی مدد کی جائے؟

ﷺ......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿واما السائل فلا تنھر اور منگتا کو نہ جھڑکو (الضحیٰ:۱۰)﴾۔یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سائل کو جھڑکنے سے منع فرمایا گیا ہے،تو کیا ہر سائل کو دیا جانا ضروری ہے؟جب کہ آج کے دور میں پیشہ ور بھکاری جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔۔بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے،اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ بنالیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے،اور ان کا یہ حال جان کر اُن کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ گناہ ونا جائز اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔اور جب دینا جائز نہیں تو دلانا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو یعنی وہ تندرست وتوانا ہو،اس کے لیے روزی کا سوال کرنا جائز نہیں،اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گناہگار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کررہا ہے۔

(الدر المختار مع ردالمحتار ،باب المصرف، ج۳،ص ۳۰۵ وغیرہ)

☆......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جو اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الزکوة، باب من سأل عن ظهر غنی، رقم۱۸۳۸:ص ۳۲۰)

☆......ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جب

کہ اس نے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو۔ (الترغیب والترھیب، باب:ترھیب السائل ان یسأل بوجہ اللہ ،رقم:۱،ج۱،ص۳۱۰)

☆......اللہ کا واسطہ دے کر سوائے جنت کے کچھ نہ مانگا جائے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب :الکراھیۃ المسألۃ بوجہ اللہ ،رقم:۱۶۷۱،ص۲۱۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: علمائے کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث سے یہ حکم منتخ فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شے کے دینے میں کوئی حرج دینی ودنیوی نہ ہو تو مستحب وموکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے۔ سائل اگر قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز نہ دیا جائے کہ سوال کرنا حرام اور اسے دینا بھی حرام کہ حرام پر اعانت کرنا کہلائے گا دینے والا گناہگار ہوگا۔

(الفتاوی الرضویۃ مخرجہ ،کتاب الاشربۃ، ج۲۵، ص۲۱۳وغیرہ ملخصا)

رب کی نعمت کا چرچا کرنا:

۸......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واما بنعمۃ ربک فحدث اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو(الضحی:۱۱)﴾۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نعمت سے مراد قرآن ہے، پس قرآن عظیم نعمت ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔(۲)......نعمت سے مراد نبوت ہے، جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی۔(۳)......یتیم اور سائل کے حق میں اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت عطا فرمائی، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نعمت کا دوسروں سے بھی تذکرہ فرمایا۔ (الرازی، ج۱۱،ص۲۰۱)

اغراض:

نزل ھذا: اس آیت: ﴿ما ودعک ربک وما قلی (الضحی:۲)﴾ کے نزول میں چار اقوال پائے جاتے ہیں۔(۱)......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین رات ظاہری بیماری میں رہے، ام جمیل زوجہ ابولہب آئی اور کہتی ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان کو نہیں دیکھتی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کا رب) آپ کو چھوڑ چکا ہے۔(۲)......نزول وحی میں تاخیر ہوئی جس کی وجہ سے آپ کو وحی کا شوق ہوا، پس آپ کعبۃ اللہ تشریف لائے اور اپنی پیشانی رکھ کر دعا فرمائی، اور نزول وحی ہوئی۔(۳)...... بی بی خولہ جو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں کہتی ہیں: ایک پلّے کا بچہ آپ کے گھر میں داخل ہوگیا اور تخت کے نیچے مرگیا، پس ایک دن گزر گیا کہ وحی کا سلسلہ نہ ہوا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''اے خولہ! ہمارے گھر میں کوئی نیا کام ہوا ہے؟ جبرائیل امین علیہ السلام تشریف نہیں لائے''، بولی: پلّے کا بچہ تخت کے نیچے مرگیا، پس میں نے اٹھا کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا ہے، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے کہ آپکی داڑھی پر رعشہ طاری تھا، اور جب بھی وحی کا نزول ہوتا ایسا ہی ہوا کرتا تھا، بعد میں فرمایا: ''اے خولہ! جبرائیل علیہ السلام اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا تصویر ہوتی ہے''۔(۴)...... یہود نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روح، ذی القرنین اور اصحاب کہف کے متعلق سوال کیے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں اس بارے میں کل خبر دوں گا'' اور ان شاء اللہ نہ فرمایا، پس وحی کا سلسلہ موقوف ہوگیا، یہاں تک کہ جبرائیل امین علیہ السلام اس فرمان کے ساتھ نازل ہوئے: ﴿ولا تقولن لشایء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ (الکہف:۲۳)﴾ اور تاخیر کی وجہ بیان فرمائی، اور یہ آیت نازل ہوئی، مزید حاشیہ نمبر''۴'' ملاحظہ فرمائیں۔

فی الآخرۃ : مناسب یہ ہے کہ آیت مقدسہ: ﴿ولسوف یعطیک ربک﴾ کو عموم پر باقی رکھا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے

ولادت باسعادت سے دوماہ پہلے آپ کے والد رخصت ہوگئے۔ بما قنعک به: یعنی اللہ ﷻ کی رضا کے ساتھ آپ کو قناعت عطا فرمادی۔

اوبعدھا: ایک قول کے مطابق ولادت کے دوماہ بعد والد گرامی کا انتقال ہوا، اور ایک قول کے مطابق سات ماہ بعد، ایک قول نوماہ کا ہے جب کہ ایک قول اٹھائیس ماہ کا بھی ہے اور صحیح پہلا قول ہے اور یہ کہ وفات شریف مدینہ منورہ میں ہوئی اور دفن دار التبابعۃ میں ہوئے ۔ایک قول کے مطابق ابواء کی کسی بستی میں دفن ہوئے۔ سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ مختلف اقوال کے مطابق چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ ،نو اور بارہ سال ایک ماہ اور دس دن کی ظاہری دنیاوی گنتی کے مطابق عمر شریف ہونے پر انتقال کر گئیں اور مقام ابواء میں مدفن اختیار فرمایا یا حجون کے مقام پر۔ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ آپ ﷺ کی ظاہری عمر مبارک آٹھ سال تھی، پس آپ کی پرورش چچا ابوطالب نے کی اور یہ (آپ ﷺ پر) اپنے والد سے زیادہ شفیق تھے۔ حاشیہ نمبر "۵" ملاحظہ فرمائیں۔ بان ضمک الی عمک ابی طالب: یعنی دادا عبد المطلب کے انتقال کے بعد، اور ایک قول دریتیم ہونے کا یہ بھی ہے کہ یتیم کے معنی منفرد لیا جائے یعنی آپ کو قریش میں واحد بنایا، نبوت ورسالت سے نوازا۔

عما انت علیه الآن من الشریعة : یعنی شریعت کے اعتبار سے خالی (درایت کے اعتبار سے، کما قال القرطبی) پایا تو نزول شریعت فرمائی، ضلال کے معنی شریعت مطہرہ (کے علم میں درایت، کما قال القرطبی) کا نہ پایا جانا ہے نہ کہ یہ معنی لینا کہ آپ کو شریعت سے منحرف پایا، اور شریعت مطہرہ (میں درایت) کی نفی کرنے والا معنی کرنا قبل نبوت یا بعد کرنا جائز ہے، اور اس کی مطابقت اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿ما کنت تدری ماالکتاب و لاالایمان (الشوری:۵۲)﴾ اور مفسر نے اس آیت کی تفسیر میں موجود اقوال میں سے ایک ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول الضلالة بمعنی الغفلة ہے اور اللہ نے فرمایا: ﴿وان کنت من قبله لمن الغفلین (یوسف:۳)﴾ اور یہ پہلے قول کے قریب (ترین) ہے (اور یہ غفلت والا معنی سید عالم ﷺ کا اپنی ذات کے حوالے سے ماننا چاہیے کما قال القرطبی) ،اور ایک قول وجدک ضالا سے قوم ضلال کیا گیا ہے، پس اللہ ﷻ انہیں آپ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائے گا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہجرت کے اعتبار سے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قبلے کے تعین کے اعتبار سے آپ ﷺ کی طلب کو پورا فرمایا، پس ارشاد فرمایا: ﴿قد نری تقلب وجھک فی السماء (البقرۃ:۱۴۴)﴾ ۔ضلال کے معنی طلب اور محبت کے بھی ہوتے ہیں، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انک لفی ضللک القدیم﴾ یعنی قدیم محبت میں گرفتار ہونا مراد ہے۔ مزید دیکھیں حاشیہ نمبر "۶" ملاحظہ کیجیے۔

وغیرھا: یعنی بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے مال سے بھی بے پرواہ کر دیا، اور ابوبکر کے مال سے اور ہجرت کے وقت انصار کی مدد ونصرت کرنے کی سعادت عطا فرمادی۔ عن کثرۃ العرض: حدیث میں ہے: "فلاح اس کے لئے ہے جو اسلام لائے اور رزق جو اللہ ﷻ نے اُسے دیا ہے اُس پر قناعت حاصل ہوجائے"۔ باخذ ماله: یعنی جیسا کہ اہل عرب یتیم کے مال میں کیا کرتے تھے، یتیم کا مال لے لیتے اور ان کے حقوق میں ظلم وزیادتی کرتے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کے گھر میں بہتر گھر وہ ہے، جس میں یتیم پر احسان کیا جاتا ہو اور بُرا گھر وہ ہے، جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک ہوتا ہو"۔ اوغیر ذلک: یعنی یتیم کو ذلیل کرنے اور حقیر جاننے سے منع فرمایا۔ بالنبوۃ وغیرھا: علم وقرآن اور تمام عطائیں جو ختم نہ ہونگی۔ فی بعض الافعال: مراد ﴿فاوی﴾ فاواک، ﴿فھدی﴾ فھداک، ﴿فاغنی﴾ فاغناک۔ (الصاوی، ج۶،ص ۲۹۰ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الم نشرح مکیۃ وھی ثمان آیات

(سورۃ الم نشرح مکی ہے جس میں آٹھ آیتیں ہیں)

تعارف سورہ الم نشرح

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ستائیس کلمے، اور ایک سوتین حروف ہیں۔ اس سورت کا نزول مکہ مکرمہ میں سورۃ والضحیٰ کے بعد ہوا۔ اس سورت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کا بیان فرمایا۔ یہ سورت چار امور پر مشتمل ہے (۱)......اللہ ﷻ نے ایمان اور حکمت کے انوار وتجلیات کے ساتھ اپنے محبوب کے سینے کو کھول دیا، اور آپ پر سے مشقت والے کاموں کا بوجھ اٹھالیا گیا اور آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا، عرب کے محلے کوچوں میں ہی نہیں اور نہ ہی دنیا کے شرق وغرق میں بلکہ عرش بریں پر بھی محبوب کریم کا ذکر ہوگا، جہاں جہاں خالق کائنات ﷻ کا ذکر ہوگا وہاں مختار کائنات کا بھی ذکر ہوگا۔ (۲)......یہ فرمایا کہ راہ تبلیغ میں آپ کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس کے بعد اللہ ﷻ آپ پر آسانیاں پیدا کر دے گا۔ (۳)......پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ کا پیغام پہنچانے کے بعد آپ عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ (۴)......اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے اور اور مہمات میں اس پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر: ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم نشرح﴾اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ اَیْ شَرَحْنَا﴿لک﴾يَا مُحَمَّدُ﴿صدرک (۱)﴾بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا﴿ووضعنا﴾حَطَطْنَا﴿عنک وزرک (۲) الذی انقض﴾اَثْقَلَ﴿ظهرک (۳)﴾وَهٰذَا كَقَوْلِهِ تَعَالٰى لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴿ورفعنا لک ذکرک (۴)﴾بِاَنْ تُذْكَرَ مَعَ ذِكْرِيْ فِي الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ وَالتَّشَهُّدِ وَالْخُطْبَةِ وَغَيْرِهَا﴿فان مع العسر﴾الشِّدَّةِ﴿يسرا (۵)﴾سُهُوْلَةً﴿ان مع العسر يسرا (۶)﴾وَالنَّبِيُّ قَاسٰى مِنَ الْكُفَّارِ شِدَّةً ثُمَّ حَصَلَ لَهُ الْيُسْرٰى بِنَصْرِهٖ عَلَيْهِمْ﴿فاذا فرغت﴾مِنَ الصَّلٰوةِ﴿فانصب (۷)﴾اِتْعَبْ فِي الدُّعَاءِ﴿والی ربک فارغب (۸)﴾تَضَرَّعْ.

﴿ترجمہ﴾

کیا ہم نے کشادہ نہ کیا ("الم نشرح" استفہام تقریری ہے بمعنی شرحنا ہے) تمہارے لیے (اے محبوب ﷺ) تمہارا سینہ (نبوت وغیرہ کے ذریعے......۱......) اور اتار لیا (وضعنا بمعنی حططنا ہے) تم سے تمہارا وہ بوجھ جس نے بوجھل کر دیا (انقض بمعنی اثقل ہے) تمہاری پیٹھ کو (یہ فرمان اللہ ﷻ کے اس فرمان کی طرح ہے ﴿لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور اور تمہارے پچھلوں کے (الفتح: ۲)﴾......۲......) اور تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا (میرے ذکر کے ساتھ اذان، اقامت، تشہد اور خطبہ وغیرہ میں تمہارا ذکر بھی کیا جاتا ہے......۳......) بیشک تنگی کے ساتھ (العسر بمعنی الشدۃ ہے) آسانی ہے (یسرا کے معنی سہولت ہے) بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے (نبی پاک ﷺ کو کفار کی طرف سے دشواری اور تکلیف کا سامنا ہوا پھر کفار کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کی گئی تو آپ ﷺ کو آسانی حاصل ہوگئی) تو جب تم (نماز سے) فارغ ہو تو (دعا میں......۷......) محنت کرو (انصب بمعنی اتعب ہے) اور اپنے رب ہی کے حضور تضرع وزاری کرو (ارغب بمعنی تضرع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک﴾

ھمزہ: استفہامیہ، لم نشرح: فعل نفی با فاعل، لک: ظرف لغو، صدرک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وضعنا: فعل بافاعل، عنک: ظرف لغو، وزرک: موصوف، الذی انقض ظهرک: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "الم نشرح" پر معطوف ہے۔

﴿ورفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا﴾

و: عاطفہ، رفعنا لک: فعل با فاعل وظرف لغو، ذکرک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "خولناک ما خولناک" ان: حرف مشبہ، مع العسر: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، یسرا: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: حرف مشبہ، مع العسر: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، یسرا: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب﴾

ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، فرغت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، انصب: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الی ربک: ظرف لغو مقدم، ف: زائدہ، ارغب: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم ﷺ کا شرح صدر ہونا:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الم نشرح لک صدرک کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا(الم نشرح:۱)﴾۔ اصل کے اعتبار سے شرح کے معنی گوشت کا پھیلنا ہے، جیسے کوئی کہے کہ میرا گوشت پھیل گیا ہے اور اسی سے شرح صدر بھی ہے یعنی سینے کا کشادہ ہونا، پھیلنا یعنی کسی کا سینہ نورالٰہی سے پھیلا جائے اور سکینے کا نزول ہوجائے اور اللہ ﷻ کی معرفت ہوجائے، جیسا کہ فرمایا: ﴿رب اشرح لی صدری اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے (طٰہٰ:۲۵)﴾، ﴿الم نشرح لک صدرک کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا(الم نشرح:۱)﴾، ﴿افمن شرح اللہ صدرہ تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا(الزمر:۲۲)﴾

(المفردات، ص ۲۶۱)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اللہ نے سید عالم ﷺ کے قلبِ اطہر کو نورِ نبوت سے کشادہ کردیا اور آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو رسالت کی روشنی سے منور کیا، اور کفار کی مکاریوں کے احتمال سے، اور اہل نفاق اور ولایت کے ذریعے آپ ﷺ کے قلبِ اقدس کو منور کردیا، علوم دینیہ سے اور حکمِ الٰہیہ اور معارف ربانیہ اور حقائق رحمانیہ سے منور کردیا اور بہرحال شرحِ صدر صوری جو کہ آپ ﷺ کے بچپن کے ایام میں ہوا جب کہ آپ پانچ یا چھ سال کی ظاہری عرصے کی عمر گزار رہے تھے اور سینہ اقدس چاک کرکے شیطان کے حصے کو نکال دیا گیا جو کہ انسان کو گناہ کی جانب مائل کرنے والا کالا لاڈ ورا نما تھا اور ایک مرتبہ وحی کے آغاز کے سالوں میں بھی ایسا ہی کیا گیا اور معراج کی رات بھی شقِ صدر وقوع پذیر ہوا ہے۔ (روح البیان، ج۱۰، ص ۵۵۳)

علامہ احمد بن الخلوتی الصاوی لکھتے ہیں: روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس آئے جب کہ سید عالم ﷺ بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت میں تھے، اُس وقت عمر مبارک دنیاوی گنتی کے اعتبار سے تین یا چار سال تھی، پس شقِ صدر فرمایا گیا، مبارک دل کو

باہر نکال کر (آبِ زمزم سے) دھویا گیا اور علم وایمان سے بھر دیا گیا، پھر دوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیا گیا، اور اس میں حکمت یہ تھی کہ انہیں کمال درجے تک پہنچا دیا جائے اور ان میں بچے والی بات نہ رہے، اور دوسری مرتبہ شق صدر اُس وقت ہوا جب کہ عمر مبارک دس سال کی تھی تاکہ بالغ ہونے پر اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر پہنچ جائیں اور (مزید) پاکیزگی حاصل کر لیں، تیسری مرتبہ شق صدر اُس وقت ہوا جب کہ بعثت کا وقت تھا (یعنی جب نبوت عطا فرمائے جانے کا مژدہ سنایا گیا) تاکہ قرآن اور علوم (قرآن) کے بوجھ کو سنبھال سکیں اور چوتھی بار لیلۃ الاسراء میں ملاءِ اعلیٰ سے ملاقات، حق تعالیٰ سے مناجات، مشاہدات، ملاقات احسن طریقے پر انجام پذیر ہوں، پس یہ چار مرتبہ شق صدر ہونا ان کی نظافت اور تطہیر کے لئے تاکہ کامل ومکمل طور پر نبوت کے فرائض انجام دیئے جاسکیں، جس کی قدر کوئی اور جان ہی نہیں سکتا۔

(الصاوی، ج۶، ص ۲۹۵)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھا، میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا، پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے، میرے سینے کو کھول دیا گیا، پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا گیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا، جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر اس میں جو کچھ تھا، اس کو میرے سینے میں ڈال دیا گیا، پھر میرے سینے کو بند کر دیا گیا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب: کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، رقم: ۳۴۹، ص ۶۲)

☆......حضرت انس بن مالک جناب مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حدیث بیان فرمائی کہ جس وقت میں حطیم میں یا حجر میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا آیا، پھر اس نے میرے حلقوم سے میری ناف تک سینہ چاک کر دیا، میرے دل کو نکالا، پھر سونے کے ایک طشت کو لایا گیا، جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرے دل کو دھویا گیا اور میرے سینے کو بھر دیا گیا اور پھر بُراق کو لایا گیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الانصار، باب المعراج، رقم: ۳۸۸۷، ص ۶۵۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء شبِ معراج شق صدر کے انکاری ہیں اور کہتے ہیں کہ شق صدر فقط ایک ہی مرتبہ عالمِ طفولیت میں ہوا جب کہ ظاہری اعتبار سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک (پانچ یا چھ سال کی تھی)۔ اور جب آپ بنو سعد میں تھے اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ آپ کا شقِ صدر بعثت یعنی اعلان نبوت کے وقت بھی ہوا ہے اور معراج کی شب بھی ہوا ہے اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ خلافِ عادت اُمور ہیں اور اللہ عزوجل کی قدرت کے تحت ہیں اور اس میں معجزے کا اظہار ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شقِ صدر کی کئی حکمتیں ہیں۔

(۱)......کامل ترین نشو ونما کی غرض سے بچپن میں شق صدر ہوا، اور یہ کہ آپ شیطان سے معصوم رہیں، پس یہی وجہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے جمے ہوئے خون کا کالا ڈورا نما نکال دیا گیا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا۔

(۲)......اعلان نبوت یعنی بعثت کے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چیرا گیا تاکہ آپ کا قلبِ اطہر قوی ہو جائے اور نزول وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکے۔

(۳)......شبِ معراج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شقِ صدر ہوا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل میں کلام الٰہیہ سننے کی صلاحت قائم رہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ سے بوجھ اتار دینا:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی (الم نشرح: ۲تا۳)﴾۔ یہاں بطور استعارہ بوجھ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس بوجھ سے مراد یا تو فراق کا غم ہے یا چھوڑنے کا وہم ہے جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اطہر کو بوجھل کر دیا تھا۔ اللہ عزوجل نے سورۂ ضحی اور

الم نشرح کی آیات نازل فرما کر غم اور حزن کو دور کر دیا یہاں تک کہ آپ کی طبیعت کو سکون آگیا، نفس کو قرار آگیا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ وحی میں یہ انقطاع قطع تعلقی اور ناراضگی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حکمت اور منفعت کی وجہ سے تھا۔ اللہ ﷻ نے اس غم کو نعمت شمار کیا ہے، یا "وزر" سے مراد دعوتِ حق، احکام کی تبلیغ، احکام کو بجالانے اور منہیات سے رُکنے کی مشکل تکالیف ہیں کیونکہ شرعی امور کو بجالانا بہت ہی مشکل ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے اس بات کا انکار کر دیا تھا کہ اس بوجھ کو نہ اٹھائیں گے اور وہ خوفزدہ ہو گئے۔ اگر "وزر" کے معنی احکام کی تبلیغ کی جائے تو پھر کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ اسی فراق نے آپ کو غمگین کر دیا تھا اور اگر "وزر" کے معنی احکامِ شرعیہ مراد لئے جائیں تو معنی یہ ہونگے کہ اگر ہم آپ کے سینے کو نہ کھولتے اور آپ سے اس بوجھ کو نہ ہلکا کرتے جس نے آپ کی پشتِ اطہر کو کمزور اور سخت بوجھل کر دیا تھا تو جو فرائض آپ پر لازم ہیں ان کو بجالانے کی آپ کو طاقت نہ ہوتی۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا اگر اللہ ﷻ کی مہربانی نہ ہوتی تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ (المظهری، ج۷، ص۴۳۴)

سید عالم ﷺ کا ذکر بلند ہونا:

۳۔۔۔۔۔۔اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا(الم نشرح:۴)﴾۔ اس آیت کے بارے میں مفسرین کرام نے فرمایا، چنانچہ:

امام جریر طبری لکھتے ہیں: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے دنیا اور آخرت میں سید عالم ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا، پس کوئی خطیب، کوئی تشہد پڑھنے والا، کوئی نمازی ایسا نہیں کہ اللہ ﷻ کے نام کے بعد محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہ کرتا ہو، گویا اللہ ﷻ نے اپنے نام کے ساتھ سید عالم ﷺ کے نام کو ایسا پیوستہ فرمایا (کہ اللہ احکم الحاکمین ہونے اور سید عالم ﷺ رحمۃ اللعالمین ہونے کی حیثیت سے ذکر کئے جائیں)۔

☆۔۔۔۔۔۔حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے، پس کہا: بیشک میرا اور آپ ﷺ کا رب کہتا ہے، آپ ﷺ کا ذکر کیسے بلند کیا جائے؟ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ خوب جانتا ہے"، جبرائیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا ساتھ ہی میرے محبوب ﷺ کا بھی ذکر کیا جائے گا"۔ (الطبری، الجزء:۳۰، ص ۲۸۵)

علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے ذکر کو بلند اس طرح کیا گیا ہے کہ اذان، اقامت، تشہد، منبر پر خطبہ میں بھی آپ کے ذکر کو بلند کیا گیا اور جو سید عالم ﷺ کی نبوت کی گواہی نہ دے اگرچہ اللہ کا نام لے اور اس کی بندگی بھی کرے تو ایسی بندگی اس کو کام نہ آئے اور وہ کافر ہو جائے گا۔ (۲)۔۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ کے ذکر کو اس طرح بھی بلند کیا گیا کہ دیگر انبیائے کرام سے آپ ﷺ کی نبوت کا عہد لیا گیا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کو لازم قرار دیا گیا اور یہ اقرار آپ ﷺ کی فضیلت کے اعتبار سے لیا گیا۔ (۳)۔۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ کے ذکر کو اس طرح بھی بلند کیا گیا کہ اللہ ﷻ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے نام کو ملایا گیا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ فرمایا گیا۔ (۴)۔۔۔۔۔۔آپ ﷺ کی امت پر آپ ﷺ کی اتباع کو لازم کیا گیا یعنی فرمایا گیا: ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا(النساء:۵۹)﴾، ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی(الاحزاب:۷۱)﴾ اور یہی احکامات قرآن مجید اور دیگر کتب سماوی میں سید عالم ﷺ کی شان کے بارے میں نازل ہوئے۔ (الخازن، ج۴، ص ۴۴۱)

امام قرطبی لکھتے ہیں: ابن عباس سے منقول ہے کہ اذان، اقامت، تشہد، جمعۃ المبارک کا خطبہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ، ایام تشریق، عرفہ کے

دن، رمی جمار، صفا ومروہ، نکاح کا خطبہ، اور مشارق ومغارب میں سید عالم ﷺ کے ذکر کو بلند کیا گیا ہے۔پس بندہ اللہ ﷻ کی بندگی کرے اور جنت ودوزخ کی تصدیق بھی کرے اور ہر چیز کی تصدیق کرے جو دین اسلام میں ضروری ہے لیکن سید عالم ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لائے تو یہ ساری تصدیقات اُس کے لئے نفع بخش نہ ہونگی اور وہ کافر ہوجائے گا۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا، آپ ﷺ سے پہلے ہونے والے انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتب میں بھی آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا اور اس کے مناسب بشارتیں بھی ارشاد فرمائیں اور دین وہی ہے جو آپ ﷺ پر ظاہر ہوا اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو آسمانوں پر ملائکہ میں بلند کیا اور زمین پر مومنین میں مقبول کیا اور آخرت میں مقام محمود پر فائز کر کے آپ ﷺ کے ذکر کو مزید بلند فرمائیں گے اور درجات میں مزید اضافوں سے آپ ﷺ کا اقبال بلند کریں گے۔ (القرطبی، الحزء: ۳۰، ص ۹۸)

☆......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے بھی مجھ پر سلام پیش کرتا تھا، میں اس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں''۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی و تسلیم الحجر، رقم: (۵۸۳۳)/۲۲۷۷، ص ۱۱٤۱)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، ہم مکہ کی کسی جانب گئے تو جو پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا وہ کہتا: ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی آیات اثبات، رقم: ٣٦٤٦، ص ١٠٣٩)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سلام تو ہمیں معلوم ہے، لیکن ہم آپ ﷺ پر صلوۃ کیسے بھیجے؟ جواب دیا: ''تم یوں پڑھو اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ان وملائکته یصلون علی النبی، رقم: ٤٧٩٨، ص ٨٤٤)

نماز کے بعد دعا (وذکر بالجھر) میں مصروف ہونا:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاذا فرغت فانصب تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو(الم نشرح: ۷)﴾۔قتادہ ،ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب فرض نماز سے فارغ ہوجائیں تو اپنے رب سے دعا میں مشغول ہوجائیں اور اس کی جانب رغبت اختیار کریں، شعبی کہتے ہیں کہ جب تشہد سے فارغ ہوجائیں تو دین و دنیا کے لئے بھلائی مانگنے میں مصروف ہوجائیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ جب دنیا کے امور سے فارغ ہوجائیں تو نماز کی جانب رغبت اختیار فرمائیں۔عبداللہ کہتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہوجائیں تو رات کے قیام کی جانب متوجہ ہوجائیں اور حسن کہتے ہیں کہ جب غزوات سے فارغ ہوجائیں تو عبادت میں کوشش کریں۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۰۹)

بعض لوگ مساجد میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کو بُرا محسوس کرتے ہیں، شمس الائمہ کردری وجیز میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرماتے ہیں: ''ان الذکر بالجھر فی المسجد لا یمنع احتراز عن الدخول تحت قوله تعالی ﴿ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمه اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے (البقرۃ:۱۱٤)﴾ مسجد میں بآواز بلند ذکر کرنے سے نہ روکا جائے، اللہ ﷻ کے مذکورہ بالا اس ارشاد کے باعث۔

تبیین الحقائق وفتح القدیر ودرر الحکام وبحر الرائق ومجمع الانھر میں ہے: قال الفقیه ابو جعفر لاینبغی ان

یمنع العامۃ عن ذلک لقلۃ رغبتھم فی الخیرات لئلیہ ابو جعفر نے فرمایا: عوام کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اس لئے کہ نیک کاموں کی طرف (پہلے ہی) ان کی رغبت کم ہوتی ہے۔(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ذکرو دعا، ج۲۳،ص ۱۷۰ وغیرہ)
فاضل بریلوی فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین حبر الامۃ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا میں جدوجہد کرنا ہے یعنی اللہ حکم فرماتا ہے، ﴿فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب پس جب تو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو﴾۔ (الفتاوی الرضویۃ مخرجہ ،رسالہ:سرور العید فی حل الدعا بعد صلوۃ العید، ج۸،ص ۵۱٦)

اغراض:

شرحنا: حاشیہ نمبر''ا'' کا مطالعہ فرمائیں۔ بالنبوۃ وغیرھا: حاشیہ نمبر''ا'' ملاحظہ فرمائیں۔

وھذا لقولہ تعالی لیغفر لک: یہ ظاہری اعتبار سے مصروف ہونا ہے، اور اس کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں، (۱)......ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو: ﴿ووضعنا عنک وزرک ﴾ای امتک یعنی آپ ﷺ سے آپ کی امت کے بوجھ کو اتار دیا جائے، کیونکہ سید عالم ﷺ اپنی امت کے معاملے میں مشغول رہا کرتے تھے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿عزیز علیہ ما عنتم ﴾ اور یہ امت کے اسلام لانے سے پہلے کا معاملہ ہے، پس جو اسلام لے آیا تو اس سے (سابقہ) گناہوں پر مواخذہ نہ ہوگا اور اسلام لانے کے بعد جو اسلام پر رہتے ہوئے مر گیا تو اُسے توبہ اور شفاعت کے ذریعے گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ (۲)......ایک قول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ﴿ووضعنا عنک ﴾ سے مراد نبوت اور تبلیغ دین کا بوجھ ہو، کیونکہ بعثت کے ابتدائی زمانے میں سید عالم ﷺ پر یہ امر شاق ہوتا تھا اور فرماتے تھے: ''مجھے خوف ہے کہ میں دعوتِ حق پر قائم نہ رہ پاؤں گا''، پس اللہ ﷻ نے ان سے اس بوجھ کو اتار دیا۔ (۳)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وزر سے مراد خلاف اولی امور ہیں جو آپ ﷺ سے صادر ہوئے اور اس پر مواخذہ ہوا اور یہ امر سید عالم ﷺ پر شاق گزرا اور ''وزرا'' کو متذکرہ مقام پر'' حسنات الابرار سیئات المقربین '' کے قبیلے سے مراد لیا گیا ہے، جیسا کہ منافقین نے سید عالم ﷺ سے جہاد سے رہ جانے کی اجازت چاہی اور سید عالم ﷺ نے اُن کے عذر کو قبول کرتے ہوئے انہیں اجازت مرحمت فرمادی اور یہ کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد فرمادیا اور اسی قسم کے خلاف اَولی امور مراد لیے گئے ہیں۔ (۴)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وزر سے مراد عصمت ہے، یعنی ہم نے آپ ﷺ کو ابتداء وانتہاء میں عصمت سے نواز دیا اور آپ ﷺ پر اصلاً ''وزر'' کا اطلاق ہوتا ہی نہیں۔

وغیرھا: اللہ ﷻ کے نام کے ساتھ سید عالم ﷺ کا نام ملا دینے کا بیان ہو رہا ہے جیسا کہ عید فطر اور عید الاضحیٰ والے دن، یوم عرفہ میں، ایام تشریق والے دن، رمی جمار، صفا مروہ، مشارق و مغارب میں اللہ ﷻ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے نام کو بلند کر دیا گیا اور اگر کوئی شخص اللہ ﷻ کی بندگی اختیار کرے، جنت دوزخ کی تصدیق کرے اور ضروریات دین کو مانے لیکن محمد ﷺ کے رسول اللہ ﷺ ہونے کا انکار کرے تو اُسے یہ سب کچھ فائدہ نہ دے گا اور وہ کافر ہو جائے گا۔ الشلۃ: دنیا یا آخرت میں کسی چیز کے حصول کے لئے انسان کا شدت کے ساتھ شوق رکھنا۔ سھولۃ: یعنی وہ آسانی جو انسان کو دنیا یا آخرت میں ملے۔ من الصلوۃ: جیسا کہ مفسر جلال نے ایک قول ذکر فرمادیا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب دنیاوی معاملات سے فارغ ہو جائیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جب فرائض کی ادائیگی سے فراغت پالیں تو رات کے قیام کی کوشش کریں۔ ایک قول کے مطابق تشہد سے فراغت پالیں تو دنیا و آخرت کیلئے دعا کریں۔ (الصاوی، ج٦،ص ۲۹٤ وغیرہ)

سورة والتين مكية او مدنية ثمان آيات

(سورۃ التین مکی یا مدنی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں)

تعارف سورة التين

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چونتیس کلمے، ایک سو پانچ حروف ہیں۔امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی ہے۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ نے عشاء کی ایک رکعت میں سورہ ''والتين والزيتون'' پڑھی، فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ خوش آواز کے ساتھ پڑھنے والا کسی کو نہیں سنا(صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول النبي الماهر بالقرآن، رقم:٧٥٤٦، ص١٣٠٢) ۔اس سورت میں بعض ان مقامات کی قسمیں اٹھا کر اس سورت کا آغاز کیا کہ جن کا تعلق اولوالعزم رسولوں میں سے کسی کے ساتھ ہے اور پھر بتایا کہ جس انداز سے انسان کی تخلیق فرمائی کہ صوری اور معنوی اعتبار سے اس کو احسن الخلق اور اکمل الخلق پیدا کیا اور جو انسانی عظمت کا تصور قرآن نے پیش کیا وہ دنیا کا کوئی بھی فلسفی، ماہر نفسیات، عمرانیات کے بڑے بڑے بڑے ٹیچر اس کی بلندیوں کو چھو بھی نہیں سکتے۔اور آگے ایک اور بات سے پردہ اٹھایا کہ انسان کو احسن تقویم کے لقب سے نوازا گیا کہ نوع انسانی کے بعض افراد اپنے اس بلند و بالا مقام کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے جذبات کی تسکین کے لئے اپنے آپ کو ایسی پستیوں میں گرا لیتے ہیں کہ مزید اس سے پستی کا تصور نہیں کیا جاسکتا البتہ جو لوگ اپنی ان خداداد نعمتوں کے قدردان ہیں اور ایمان اور عمل صالح سے اپنے دامن حیات کو معمور رکھتے ہیں ان کیلئے اجر عظیم ہے۔

رکوع نمبر: ۲۰

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والتين والزيتون ﴿١﴾﴾ اَیِ الْمَاکُوْلَیْنَ اَوْجَبَلَیْنِ بِالشَّامِ یُنْبِتَانِ الْمَاکُوْلَیْنِ ﴿وطور سينين ﴿٢﴾﴾ اَلْجَبَلِ الَّذِیْ کَلَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَمَعْنٰی سِیْنِیْنَ الْمُبَارَکُ اَوِالْحَسَنُ بِالْاَشْجَارِ الْمُثْمِرَۃِ ﴿وهذا البلد الامين ﴿٣﴾﴾ مَکَّۃَ لِاَمْنِ النَّاسِ فِیْھَا جَاھِلِیَّۃً وَّاِسْلَامًا ﴿لقد خلقنا الانسان﴾ اَلْجِنْسَ ﴿فى احسن تقويم ﴿٤﴾﴾ تَعْدِیْلِ لِصُوْرَتِہٖ ﴿ثم رددنه﴾ فِیْ بَعْضِ اَفْرَادِہٖ ﴿اسفل سافلين ﴿٥﴾﴾ کِنَایَۃٌ عَنِ الْھَرَمِ وَالضَّیْفِ فَیَنْقُصُ عَمَلُ الْمُؤْمِنِ عَنْ زَمَنِ الشَّبَابِ وَیَکُوْنُ لَہٗ اَجْرُہٗ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿الا﴾ اَیْ لٰکِنْ ﴿الذين امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غير ممنون ﴿٦﴾﴾ مَقْطُوْعٍ وَفِی الْحَدِیْثِ اِذَابَلَغَ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْکِبَرِ مَایُعْجِزُہٗ عَنِ الْعَمَلِ کُتِبَ لَہٗ مَاکَانَ یَعْمَلُ ﴿فما يكذبك﴾ اَیُّھَا الْکَافِرُ ﴿بعد﴾ اَیْ بَعْدَ مَاذُکِرَ مِنْ خَلْقِ الْاِنْسَانِ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ثُمَّ رَدِّہٖ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ الدَّالِّ عَلَی الْقُدْرَۃِ عَلَی الْبَعْثِ ﴿بالدين ﴿٧﴾﴾ بِالْجَزَاءِ الْمَسْبُوْقِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ اَیْ مَایَجْعَلُکَ مُکَذِّبًا بِذٰلِکَ وَلَاجَاعِلَ لَہٗ ﴿اليس الله باحكم الحكمين ﴿٨﴾﴾ اَیْ ھُوَ اَقْضَی الْقَاضِیْنَ وَحُکْمُہٗ بِالْجَزَاءِ مِنْ ذٰلِکَ وَفِی الْحَدِیْثِ مَنْ قَرَاَ بِالتِّیْنِ اِلٰی اٰخِرِھَا فَلْیَقُلْ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾

تین اور زیتون کی قسم (یعنی انجیر اور زیتون کی قسم جو دونوں کھائی جانے والی اشیاء کے اسماء ہیں یا پھر التین و الزیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں جو ملک شام میں ہیں جن پہاڑوں پر یہ دونوں کھانے کی اشیاء اگتی ہیں......) اور طور سینا کی (یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا "سینین" کا معنیٰ مبارک ہے یا وہ جگہ جو کہ پھل دار درختوں کے سبب خوبصورت ہو......) اور اس امان والے شہر کی قسم (یعنی مکہ مکرمہ کی زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں ہی میں لوگوں کے لیے اس میں امن تھا) بیشک ہم نے انسان (یعنی جنس انسان) کو بنایا اچھی صورت پر (اس کی صورت کو معتدل بنایا) پھر ہم نے اسے پھیر دیا (اس کے بعض افراد کو) نیچے سے نیچی حالت کی طرف (یہ بڑھاپے اور کمزوری سے کنایہ ہے کہ اس حالت میں جوانی کے زمانے سے مومن کا عمل کم ہو جاتا ہے لیکن جوانی کے اعمال کا اجر اسے ملتا رہتا ہے کہ اللہ کا فرمان عالیشان ہے ﴿الا الذین امنوا و عملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون﴾) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) جو ایمان لائے اچھے کام کئے کہ ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ثواب ہے (ممنون بمعنی مقطوع ہے، حدیث پاک میں ہے: "جب مومن اتنا بوڑھا ہو جائے کہ وہ بڑھاپا اسے نیک اعمال سے عاجز کر دے تب بھی اس کے لیے وہ اعمال لکھے جاتے ہیں جو وہ کیا کرتا تھا"......) تو (اے کافر!) اب کیا چیز تجھے ابھارتی ہے جھٹلانے پر بعد (اللہ ﷻ کے انسان کو اچھی صورت میں بنانے، پھر لمبی عمر کی طرف پھیر دینے سے جو کہ اللہ کی مرنے کے بعد زندہ اٹھانے کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اس کے بعد جزاء کو جھٹلانے پر اے کافر تجھے کیا چیز ابھار رہی ہے) جزاء کو (الدین بمعنی الجزاء ہے، یہ بعث اور حساب کے بعد ہوگی معنی یہ ہے کہ کس چیز نے تجھے اس جزاء کو جھٹلانے والا بنایا یعنی کوئی بنانے والا نہیں) کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں (یعنی وہی سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے اور اس کا جزاء کا حکم فرمانا یہ من جملہ اس کے احکامات سے ہے حدیث میں ہے جو "والتین...... الخ" آخر تک مکمل پڑھے اسے چاہیے کہ اختتام پر کہے ہاں کیوں نہیں اور میں اس پر گواہ ہوں")۔

﴿ترکیب﴾

﴿والتین والزیتون وطور سینین وهذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم﴾

و: قسمیہ جار، التین: معطوف علیہ، والزیتون: معطوف اول، وطور سینین: معطوف ثانی، و: عاطفہ، هذا: مبدل منہ، البلد الامین: بدل، ملکر معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لام: تاکید یہ، قد: تحقیقیہ، خلقنا: فعل با فاعل، الانسان: ذوالحال، فی احسن تقویم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ثم رددنه اسفل سافلین الا الذین امنوا و عملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون﴾

ثم: عاطفہ، رددن: فعل با فاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، اسفل سافلین: حال، ملکر مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، الذین: موصول، امنوا وعملوا الصلحت: صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، اجر: موصوف، غیر ممنون: ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فما یکذبک بعد بالدین الیس الله باحکم الحکمین﴾

ف: فصیحیہ، ما: استفہامیہ مبتدا للانکار، یکذبک: فعل با فاعل ومفعول، بعد: ظرف، بالدین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، همزہ: حرف استفہام، لیس الله: فعل ناقص واسم، ب: زائد، احکم الحکمین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

تشریح توضیح واغراض

"تین اور زیتون" اقوال وافادیت:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿والتین والزیتون﴾ انجیر کی قسم اور زیتون (التین:۱) ۔ التین بمعنی انجیر ہے، جو کہ غذا، پھل اور دواء کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اطباء کہتے ہیں کہ یہ وہ عمدہ کھانا ہے جو کہ جلد ہضم ہونے والا ہے اور معدے میں ٹھہرتا نہیں اور طبیعت میں نرمی پیدا کرتا ہے، بلغم کم کرتا ہے، گردے اور مثانے کی پتھری کو باہر نکالتا ہے اور جسم کو فربہ کرتا ہے اور مسام جگر کو تقویت دیتا ہے اور بہترین غذا ثابت ہوتا ہے۔

زیتون کا درخت بڑی برکت والا ہے، اور اس میں کئی منافع ہیں۔ یہ چراغ جلانے کے استعمال میں آتا ہے اور اس کی روشنی بہت زیادہ اور دائمی ہوتی ہے۔ یہ فلسطین، ایران، عرب اور جنوبی یورپ میں پیدا ہوتا ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق یہ کولسٹرول کو دور کرتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ سب سے پہلا درخت تھا جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا، ایک قول کے مطابق یہ درخت ارض مقدسہ یعنی بیت المقدس میں پیدا ہوا۔ یہ وہ درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے جسم پر لگاؤ کہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب:ما جاء فی اکل الزیت، رقم:۱۸۵۸، ص ٥٠٤) جس پہاڑ سے انجیر نکلتا ہے اُسے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ اور زیتون شام سے نکلتا ہے جس کی جانب اکثر بنی اسرائیل کے انبیائے کرام بھیجے گئے ہیں، اور طور حضرت موسی علیہ السلام کو بھیجے جانے والا مقام ہے اور بلد الامین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے جانے والا مقام ہے۔ ایک قول کے مطابق انجیر اور زیتون دو مساجد کے نام ہیں، ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین دمشق میں موجود مسجد ہے جب کہ زیتون بیت المقدس میں موجود مسجد ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تین اصحاب کہف کی مسجد کا نام ہے اور زیتون مسجد ایلیاء کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ تین مسجد نوح کا نام ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی کے پاس ٹھہری تھی اور زیتون مسجد بیت المقدس کا نام ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تین اور زیتون دو شہروں کے نام ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین دمشق اور زیتون بیت المقدس کا نام ہے۔ حضرت شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ تین کوفہ میں موجود ہے جب کہ زیتون شام میں ہے اور ربیع کہتے ہیں کہ دو پہاڑ ہیں جو کہ ہمدان اور حلوان میں ہیں۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۱۱)

طور سینا سے کیا مراد ہے؟

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وطور سینین﴾ اور طور سینا کی قسم (التین:۲) ۔ مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسی علیہ السلام سے اللہ عزوجل نے کلام فرمایا، اور سینین کے بارے میں اختلاف ہے، نحویوں کے نزدیک سینین اور سینا دو جگہوں کے نام ہیں جن کی طرف پہاڑ کی نسبت کی گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ طور پہاڑ کا نام ہے اور سینین لغتِ حبشہ میں حُسن یا حسین کو کہتے ہیں جب کہ مجاہد کے قول کے مطابق سینین کے معنی مبارک ہیں اور کلبی کہتے ہیں کہ مراد درخت والا پہاڑ ہے اور مقاتل کہتے ہیں کہ ہر وہ پہاڑ جس میں پھلدار درخت ہوں وہ سینین کہلاتا ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۱۱ وغیرہ ملخصاً)

نہ ختم ہونے والے ثواب سے کیا مراد ہے؟

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون﴾ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے (التین:٦) ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بندہ جو عمل اپنی جوانی میں کرتا تھا جب کہ وہ قوی تھا

اور پس جب عاجز ہو چکا، اور عمل نہیں کرسکتا، اللہ ﷻ (اپنے فضل سے) اُسے اُس عمل کا اجر دے گا یہاں تک کہ اُس کی موت واقع ہو جائے۔ انہی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ جب بندہ اپنی جوانی میں کوئی نیکی کرتا تھا، پھر بوڑھا ہو گیا اور وہ نیکی نہیں کر پاتا اور اس کی عقل بھی جاتی رہی، اُس کے لئے اُسی جیسا عمل لکھا جائے گا جو وہ اپنی جوانی میں کیا کرتا تھا اور اُس سے بڑھاپے کے عمل کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور اس کی عقل چلی جائے گی جب کہ وہ مومن ہو اور وہ جوانی میں اللہ ﷻ کی تابعداری کیا کرتا تھا۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۲۹۹)

ضحاک سے روایت ہے کہ بندہ جب اپنی جوانی میں نماز، روزہ اور صدقات کی کثرت کرتا ہے اور پھر اس کے جسم میں کمزوری آجاتی ہے اور جوانی کی طرح اعمالِ صالحہ نہیں کرسکتا تو اللہ ﷻ اس کے لئے اعمال کا اجر لکھ دیتا ہے جو وہ اپنی جوانی میں کیا کرتا تھا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان بالا کے مطابق جب بندہ بڑھاپے کی وجہ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے لیکن عالم باعمل کی عقلی صلاحیت کبھی نہیں جاتی۔ اور عاصم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ: "جس نے قرآن پڑھا وہ ڈھیٹ بڑھاپے کی عمر کو نہ پہنچے گا"۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۰۷)

اغراض:

او مدنیۃ: ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق۔ **ای الماکولین**: مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، تین کو خاص طور پر ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ پھل بھی ہے اور غذا بھی، اور جنتی پھل کے مشابہ بھی، اور اس کے خواص میں سے یہ ہے کہ جلد ہضم ہونے والا پھل ہے جو کہ معدہ میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتا اور پسینہ لاتا ہے، طبیعت میں نرمی لاتا ہے، بلغم کو کم کرتا، مثانوں میں پتھر وغیرہ کو زائل کرتا ہے، جسم کو توانا کرتا، بواسیر کو ختم کرتا، بینائی کو بڑھاتا ہے، فالج سے امن دیتا ہے اور یہی وہ پھل ہے جس کے پتے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے وجود پر ڈالے تھے جب جنت سے باہر تشریف لائے تھے، جس نے خواب میں انجیر کھایا اُسے مال ملے گا اور اولاد کی نعمت نصیب ہوگی۔ اور زیتون مبارک پھل ہے، جو کہ تیل کے طور پر، کھانے اور چراغ جلانے کے کام آتا ہے اور اس کے درخت کئی شہروں میں پائے جاتے ہیں اور ان کی نشو نما کی حاجت نہیں پڑتی بلکہ یہ زمین میں ہزاروں سال تک قائم رہتے ہیں، جس نے خواب میں زیتون کے پتوں کو دیکھا پس اس نے مضبوط گرہ کو تھام لیا۔ **او جبلین بالشام**: حاشیہ نمبر "۱" دیکھیں۔

الجبل الذی کلم اللہ تعالی علیہ موسی: مراد وہ عظیم پہاڑ ہے جس میں چشمے اور درخت ہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا (الاعراف: ۱۴۳)﴾ کا تقاضا ہے کہ پہاڑ میں پاش پاش ہونے کے اثرات نہیں پائے جاتے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ نے اُسے وسعت والا بنایا ہے اور لرزہ فقط پہاڑ کے ایک حصہ میں آیا تھا، اور پہاڑ کے مبارک ہونے کی وجہ حضرت کلیم علیہ السلام کو کلام فرمانے کا شرف دینا ہے۔ **لامن الناس فیھا**: پس نہ تو شہر مکہ میں شکار کرنا جائز اور نہ ہی درخت کا ٹنا جائز ہے۔ **الجنس**: سے مراد ماہیت ہے اور یہ ماہیت کا اعتبار چہ جائے کہ مومن کے لئے ہو یا کافر کے لئے۔ **فی بعض افرادہ**: میں اس جانب اشارہ ہے کہ پہلے ﴿لقد خلقنا الانسان﴾ میں "الانسان" سے جنس انسان مراد لی گئی، پھر ضمیر کا دوسرے معنی کی جانب اعادہ کیا گیا کہ "الانسان" سے بعض انسان مراد ہیں، گویا کہ ثابت کیا گیا ہے آیت میں استخدام والی صورت پائی جارہی ہے۔ **کنایۃ عن الھرم والضعف**: معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو کمزور بنایا، پس فرمایا: ﴿ومنکم من یرد الی ارذل العمر (النحل: ۷۰)﴾، ﴿ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق (یس: ۶۸)﴾، اور مفسر نے ﴿اسفل سافلین﴾ کی جانب رد کرنے کے حوالے سے دو اقوال ذکر کئے ہیں، جس میں سے دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿رددناہ﴾ سے مراد نارِ جہنم ہے کیونکہ جہنم کے طبقات ہیں اور بعض طبقات بعض دوسرے طبقات سے اسفل ہیں۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۲۹۷ وغیرہ)

سورة العلق مكية وهى تسع عشرة اٰية

(سورۂ علق مکی ہے جس میں ۱۹ آیتیں ہیں)

تعارف سورة العلق

اس سورت میں ایک رکوع، انیس آیات، بانوے کلمے، اور دوسواسی حروف ہیں۔ امام ابن شیبہ، امام طبرانی، امام حاکم اور امام ابونعیم نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ "اقـــرا بـــاســـم ربـک" پہلی سورت ہے جو نبی پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی (الدرالمنثور ج۸،ص ۵۳۱)۔ اس سورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، پہلی پانچ آیتیں جبرئیل امین علیہ السلام غار حرا میں لے کر آئے۔ اور دوسرا حصہ اس وقت نازل ہوا جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں نماز پڑھنی شروع کی آپ کا انداز عبادت مکہ والوں کے لئے ایک انوکھا منظر تھا۔ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے اور چلے جاتے لیکن ابوجہل وہ اس انداز عبادت کو دیکھ آگ بگولہ ہو جاتا اور آپ کو دھمکیاں دینا شروع کر دیتا۔ اور اس سورت میں انسان کی تخلیق میں اللہ ﷻ کی حکمت بیان فرمائی کہ اس کو ضعف سے قوت کی طرف منتقل کیا اور اس میں قرأت و کتابت کی فضیلت دی۔ اگلی آیتوں میں یہ بتایا کہ انسان اللہ ﷻ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور اپنے مال و دولت کی بناء پر تکبر کرتا ہے۔

رکوع نمبر: ۲۱

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اقرا﴾ اَوْجِدِ الْقِرَاءَةَ مُبْتَدِئًا ﴿ باسم ربك الذى خلق(۱)﴾ الْخَلَائِقَ ﴿خلق الانسان﴾ اَلْجِنْسَ ﴿ من علق (۲)﴾ جَمْعُ عَلَقَةٍ وَهِيَ الْقِطْعَةُ الْيَسِيْرَةُ مِنَ الدَّمِ الْغَلِيْظِ ﴿اقرا﴾ تَاكِيْدٌ لِلْاَوَّلِ ﴿ وربك الاكرم (۳)﴾ اَلَّذِيْ لَايُوَازِيْهِ كَرِيْمٌ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ فِيْ اِقْرَاءْ ﴿الذى علم﴾ اَلْخَطَّ ﴿بالقلم (۴)﴾ وَاَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِهٖ اِدْرِيْسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿علم الانسان﴾ اَلْجِنْسَ ﴿ ما لم يعلم (۵)﴾ قَبْلَ تَعْلِيْمِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْكِتَابَةِ وَالصِّنَاعَةِ وَغَيْرِهَا ﴿كلا﴾ حَقًّا ﴿ان الانسان ليطغى (۶) ان راه﴾ اَيْ نَفْسَهٗ ﴿ استغنى (۷)﴾ بِالْمَالِ نَزَلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ وَرَاٰى عِلْمِيَّةٌ وَاسْتَغْنٰى مَفْعُوْلٌ ثَانٍ وَاَنْ رَاٰهُ مَفْعُوْلٌ لَهٗ ﴿ان الى ربك﴾ يَااِنْسَانُ ﴿ الرجعى (۸)﴾ اَلرُّجُوْعُ تَخْوِيْفٌ لَهٗ فَيُجَازِي الطَّاغِيَ بِمَا يَسْتَحِقُّهٗ ﴿ارء يت﴾ فِيْ مَوَاضِعِهَا الثَّلَاثَةِ لِلتَّعَجُّبِ ﴿ الذى ينهى (۹)﴾ هُوَ اَبُوْجَهْلٍ ﴿عبدا﴾ هُوَ النَّبِيُّ ﴿اذا صلى (۱۰) ارء يت ان كان﴾ اَيِ الْمَنْهِيُّ ﴿ على الهدى (۱۱)﴾ اَوْلِلتَّقْسِيْمِ ﴿او امر بالتقوى (۱۲) ارء يت ان كذب﴾ اَيِ النَّاهِي النَّبِيَّ ﴿ وتولى (۱۳)﴾ عَنِ الْاِيْمَانِ ﴿الم يعلم بان الله يرى (۱۴)﴾ مَاصَدَرَمِنْهُ اَيْ يَعْلَمُهٗ فَيُجَازِيْهِ عَلَيْهِ اَيْ اَعْجَبْ مِنْهُ يَامُخَاطَبُ مِنْ حَيْثُ نَهْيُهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ وَمِنْ حَيْثُ اَنَّ الْمَنْهِيَّ عَلَى الْهُدٰى اٰمِرٌ بِالتَّقْوٰى وَمِنْ حَيْثُ اِنَّ النَّاهِيَ مُكَذِّبٌ مُتَوَلٍّ عَنِ الْاِيْمَانِ ﴿ كلا﴾ رَدْعٌ لَهٗ ﴿ لئن﴾ لَامُ قَسَمٍ ﴿ لم ينته﴾ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْرِ ﴿ لنسفعا بالناصية (۱۵)﴾ لَنَجُرَّنَّ بِنَاصِيَتِهٖ اِلَى النَّارِ ﴿ناصية﴾ بَدَلٌ نَكِرَةٌ مِنْ مَعْرِفَةٍ ﴿كاذبة خاطئة (۱۶)﴾ وَوَصْفُهَا بِذٰلِكَ مَجَازٌ وَالْمُرَادُ صَاحِبُهَا ﴿فليدع نادية (۱۷)﴾ اَيْ اَهْلَ نَادِيْهِ وَهُوَ الْمَجْلِسُ يَنْتَدِيْ يَتَحَدَّثُ فِيْهِ الْقَوْمُ وَكَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ لَمَّا انْتَهَرَهٗ حَيْثُ نَهَاهُ عَنِ الصَّلَاةِ لَقَدْ عَلِمْتَ مَابِهَا رَجُلٌ

اَکْثَرَ نَـادِیًـا مِـنِّـیْ لَاَمْلَأَنَّ عَـلَیْکَ هٰـذَاالْـوَادِیْ اِنْ شِـئْـتَ خَیْلًا جُـرْدًا اَوْرِجَـالًا مُـرْدًا ﴿سندع الزبانیۃ(۱۸)﴾ اَلْـمَلَائِکَۃَ الْغِلَاظَ الشِّدَادَ لِاِهْلَاکِـهٖ فِی الْـحَدِیْـثِ لَـوْدَعَـا نَـادِیَـهٗ لَاَخَذَتْهُ الزَّبَانِیَۃُ عَیَانًا ﴿کلا﴾ رِدْعٌ ﴿لا تطعه﴾ یَا مُحَمَّدُ فِیْ تَرْکِ الصَّلٰوۃِ ﴿واسجد﴾ صَلِّ لِلّٰهِ ﴿واقترب(۱۹)﴾ مِنْهُ بِطَاعَتِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

پڑھو(یعنی فعل قراءت کوموجود کرو،ابتدا کرتے ہوئے......۱......)اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا(مخلوقات کو)انسان (یعنی جنس انسان)کو پیدا کیا خون کی پھٹک سے(''علق'' علقة کی جمع ہے، یہ جمے ہوئے خون کے معمولی حصہ کو کہتے ہیں)پڑھو(یہ اقرء ماقبل ''اقراء'' کی تاکید کے لیے ہے)اورتمہارارب ہے سب سے بڑا کریم(جس کے برابر کوئی کریم نہیں ہے، یہ''اقراء'' کی ضمیر سے حال بن رہا ہے)جس نے سکھایا(لکھنا)قلم سے (وہ پہلے شخص جنہوں نے قلم سے لکھا حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ،......۲......)انسان (یعنی جنس انسان)کوسکھایا جو نہ جانتا تھا (اس کے تعلیم فرمانے سے قبل ،ہدایت، کتابت، صناعت وغیرہ ......۳......)یقیناً(کلا بمعنی حقا ہے)بیشک انسان سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اس نے اپنے آپ کو(اپنے نفس کو)غنی سمجھ لیا(مال کے سبب، یہ آیت ابوجہل کی مذمت میں نازل ہوئی، رائی کے معنی علم ہے،''استغنی''اس کا مفعول ثانی ہے اور''ان راہ ''مفعول لہ ہے ،اے انسان!)بیشک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے(الرجعی بمعنی الرجوع ہے،اس میں انسان کوڈرایا گیا ہے پس اللہ جل جلالہ سرکش کو وہی بدلہ دے گا جس کا وہ حقدار ہے)بھلا دیکھوتو(یہاں تینوں مقامات میں مذکور''ارء یت'' تعجب دلانے کے لیے ہے)جو منع کرتا ہے(مراداس سے ابوجہل ہے)بندے کو(مراداس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھوتو وہ(یعنی روکنے والا نبی پاک کو......۴......)اورمونھ پھیرا(ایمان لانے سے)کیا نہ جانا کہ دیکھ رہا ہے(جو کچھ اس سے صادر ہوا ہے، یعنی اللہ عزوجل وہ سب کچھ جانتا ہے وہ اس پر اسے بدلہ دے گا)ہاں ہاں(''کلا ''کے ذریعے ابوجہل کو جھڑکا گیا ہے)اگر(''لئن ''میں لام قسمیہ ہے)اگر باز نہ آیا(اس عقیدے سے جس پر ہے یعنی کفر سے)توضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے(جہنم کی طرف ،لنسفعا بالنا صیة بمعنی لنجرن بنا صیقه ہے)پیشانی(لفظ''ناصیة''بدل نکرہ ہے، اسم معرفہ کا)جھوٹی خطا کار(پیشانی کے اوصاف''کا ذبة''''خـاطـئـة''کے ساتھ ذکر کرنا مجاز ہے، مراد یہاں پیشانی والا ہے)اب پکارے اپنی مجلس کو(یعنی اپنی مجلس والوں کو، اس سے مراد مجلس ہے جوانہوں نے لمبی گفت وشنید کے لیے بنا رکھی تھی اس میں لوگ باہم باتیں کرتے تھے۔ جب ابوجہل نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا تو آپ نے اسے جھڑکا اس پر اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ جانتے ہیں مجھ سے بڑھ کر کسی شخص کی مجلس نہیں ہے اگر چاہوں تو آپ کے خلاف اس وادی کے نوجوان سواروں اور پیدلوں سے بھردوں)ابھی ہم زبانیہ کو بلاتے ہیں(زبانیہ سے مراد سخت دل فرشتے ہیں، حدیث پاک میں ہے اگر وہ اپنی مجلس کو بلاتا تو سب کی آنکھوں کے سامنے اسی وقت زبانیہ اس کو پکڑ لیتے ......۵......)ہاں ہاں(''کـلا''کے ذریعے ابوجہل کو جھڑکا گیا ہے، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ترک نماز کے بارے میں)اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو(یعنی اللہ عزوجل کے لیے نماز پڑھو)اور(اس کی فرمانبرداری کر کے اس سے)قریب ہوجاؤ۔

﴿ترکیب﴾

﴿اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق﴾

اقرا: فعل امر ''انت'' ضمیر ذوالحال، ب: جار، اسم: مضاف، ربک: موصوف، الذی: موصول، خلق: جملہ فعلیہ مبدل منہ ، خلق

الانسان من علق: جملہ فعلیہ بدل،ملکر صلہ،ملکر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر "مفتتحا" شبہ فعل محذوف کیلئے،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم﴾

اقرا: فعل امر "انت" ضمیر مستتر ذوالحال،و: حالیہ،ربک:مبتدا،الاکرم: خبراول،الذی:موصول،علم بالقلم: جملہ فعلیہ مؤکد،علم الانسان: فعل بافاعل ومفعول،مالم یعلم: موصول صلہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ تاکید،ملکر صلہ،ملکر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اقرا" کی تاکید واقع ہے۔

﴿کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی﴾

کلا: حرف ردع وزجر،ان انسان: حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،یطغی:فعل بافاعل،ان:مصدریہ،راہ:فعل بافاعل ومفعول،استغنی: جملہ فعلیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الی ربک الرجعی ارء یت الذی ینھی عبدا اذا صلی﴾

ان: حرف مشبہ،الی ربک:ظرف مستقر خبر مقدم،الرجعی:اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ:حرف استفہام،رایت:بمعنی خبرنی،فعل بافاعل،الذی:موصول،ینھی عبدا:فعل بافاعل ومفعول،اذا:مضاف،صلی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ارء یت ان کان علی الھدی او امر بالتقوی﴾

ھمزہ: حرف استفہام،رایت:بمعنی خبر ثانی،فعل بافاعل،ان:شرطیہ،کان علی الھدی:معطوف علیہ،او:عاطفہ،امر بالتقوی:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا محذوف ""افلم یعلم بان اللہ یری" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ارء یت ان کذب وتولی﴾

ھمزہ: حرف استفہام،رایت:فعل بافاعل،ان:شرطیہ،کذب:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،تولی:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا محذوف "افلم یعلم بان اللہ یری" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم یعلم بان اللہ یری﴾

ھمزہ:حرف استفہام،لم یعلم:فعل نفی بافاعل،ب:زائد،ان اللہ:حرف مشبہ واسم،یری: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ارء یت الذی ینھی" کیلئے مفعول ثانی واقع ہے۔

﴿کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالنا صیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ﴾

کلا: حرف ردع وزجر،لام قسمیہ تاکیدیہ،ان:شرطیہ،لم ینتہ:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،لام:تاکیدیہ،نسفعا:فعل مضارع وزجر مؤکد بانون مخففہ "اصلہ نسنحن" با"نحن" ضمیر مستتر فاعل،ب: جار،الناصیۃ:مبدل منہ،ناصیۃ:موصوف،کاذبۃ:صفت اول،خاطئۃ:صفت ثانی،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فلیدع نادیہ سندع الزبانیۃ﴾

ف: فصیحیہ،لیدع:فعل امر باھو ضمیر فاعل،نادیہ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان وستحرفی غلوائہ" کی جزا،ملکر جملہ

شرطیہ، س: حرف استقبال، ندع الزبانیۃ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿کلا لاتطعہ واسجد واقترب﴾

کلا: حرف ردع وزجر، لاتطعہ: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اسجد: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقترب: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ارأیت الذی ینھی...... ☆ یہ آیت بھی ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی اس نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور لوگوں سے کہا تھا اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (معاذ اللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملادوں گا۔ پھر وہ اسی ارادہ فاسدہ سے حضور کے نماز پڑھتے میں آیا اور حضور کے قریب پہنچ کر الٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔ ہاتھ بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، چہرے کا رنگ اڑ گیا، اعضاء کانپنے لگے، لوگوں نے کہا کیا حال ہے کہنے لگا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہے اور دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کو جدا کر ڈالتے۔

☆......ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ...... ☆ جب ابوجہل نے نبی کریم ﷺ کو نماز سے منع کیا تو حضور ﷺ نے اس کو سختی سے جھڑک دیا اس پر اس نے کہا تھا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں خدا کی قسم میں آپکے مقابل نوجوان سواروں اور پیدلوں سے اس جنگل کو بھردوں گا آپ جانتے ہیں کہ مکہ میں مجھ سے زیادہ کوئی بڑے جتھے اور مجلس والا نہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم ﷺ کا پڑھنا:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (العلق:۱)﴾۔ یعنی اے محبوب ﷺ جو بھی وحی آپ پر کی جارہی ہے، اُسے پڑھیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہاں اقراء سے ابتداء کرنے یا اللہ ﷻ کے نام سے ابتداء کرنے کا حکم ہے، پھر ظاہر یہی ہے کہ بغیر اللہ ﷻ کے نام کے کسی چیز کی ابتداء کیسے ہوسکتی ہے اور یہیں سے (مفسرین کرام کی ایک جماعت) بسم اللہ کو سورت پاک کا جزء مانتی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت جس میں امام اعظم بھی شامل ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لاکر جب کہ سید عالم ﷺ (غار حرا میں مصروف عبادت تھے) تین مرتبہ اسی جملہ "اقراء" کی تکرار فرمائی، پھر مزید مکمل آیت تلاوت فرمائی۔ بعض آثار میں یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اللہ ﷻ کے اذن سے تشریف لائے اور (وحی کا آغاز ابتدائی پانچ آیتوں سے فرمایا یعنی اسی سورت کی پہلی پانچ آیات نازل فرمائی گئیں، اور جب ابتداء میں فرمایا کہ پڑھیے! تو آقائے دوجہاں ﷺ نے ما انا بقاری، فرمایا"۔

(روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۵۵۶ وغیرہ)

شیخ محدث دھلوی کہتے ہیں: سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ما انا بقاریء یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لئے مجھ سے پڑھا نہیں جاسکتا"، ہوسکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت وخوف لاحق ہوا ہو اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے امی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا، کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو، وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا امی ہونے کے منافی نہیں ہے، خصوصاً جب کہ سید عالم ﷺ غایت

درجے کے فصیح وبلیغ تھے، ہاں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّی ہونے کے منافی ہے، قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو پڑھ نہ سکتا ہو، اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں وہ رکھ دیا اور کہا: پڑھیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یعنی اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب وزیادہ ظاہر ہے۔(اشعۃ اللمعات، باب المبعث وبدء الوحی، ج۷، ص(۲۰۱)۔ آقائے دوجہاں کے وصفِ اُمّی کے حوالے سے مزید مطالعہ عطائین، ج۲، ص۳۶۲، ج۴، ص۳۲۰ میں فرمائیں۔

مفسر جلال کے نزدیک سب سے پہلے لکھنے والے کون؟

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذی علم بالقلم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا(العلق:٤)﴾۔ یعنی اللہ عزوجل نے انسان کو خط وکتابت کا علم سکھایا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت قلم ہے، اگر یہ نہ ہوتی تو دین قائم نہ ہوتا اور زندگی گزارنے کے اصلاحی امور تشکیل نہ پاتے۔ اس آیت میں اللہ عزوجل کے کمالِ کرم کی جانب اشارہ پایا جارہا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتے تھے اور انہیں جہل کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ علم کی جانب گامزن کردیا اور علم کتابت کی جانب انہیں مائل کردیا جس میں عظیم منافع ہیں جس کا احاطہ اللہ عزوجل ہی کی ذات کرسکتی ہے۔ اور علم کو مدون کرنا، حکمت کو قید کرنا اور پہلے لوگوں کی باتوں اور مقالات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا اہتمام اللہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب مبین کے ساتھ کردکھایا اور یہی وہ کتاب منزل ہے جس میں دین ودنیا کی رعنائیاں ہیں۔ مجاہد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل نے چار چیزیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا کی ہیں، پھر تمام حیوانوں سے ارشاد فرمایا: کن یعنی ہوجا، اور وہ چار چیزیں قلم، عرش، جنتِ عدن اور حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور قلم کے ساتھ لکھنے کی تین روایات ملتی ہیں: (۱)...... یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے لکھا، یہ حضرت کعب کا قول ہے، (۲)...... حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے لکھا، یہ ضحاک کا قول ہے۔ (۳)...... ہر کتابت جو قلم کے ساتھ کی جاتی ہے وہ اس کے تحت داخل ہے کیونکہ یہ سب اللہ عزوجل کی تعلیمات پر مشتمل ہے اور یہ سب اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے تین قلم ہیں: (۱)...... جسے اللہ عزوجل نے اپنے دستِ بے مثال سے تخلیق فرمایا، اور لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (۲)...... فرشتوں کی اقلام: جو اللہ عزوجل نے فرشتوں کے ہاتھوں میں رکھ دیئے ہیں اور ان کی مدد سے تقدیر اور دیگر ہونے والے اعمال کا حساب کتاب لکھ دیا۔ (۳)...... لوگوں کی اقلام: جنہیں اللہ عزوجل نے لوگوں کے ہاتھوں سے تخلیق کروانے کا اہتمام فرمایا، بندے اُن سے لکھتے ہیں، اور اپنے رب عزوجل کی حمد وثناء کا اہتمام بھی اُسی سے کرتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۱۱)

☆......حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیا میں لکھ لیا کروں جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنتا ہوں؟ فرمایا: ''جی ہاں لکھ لیا کرو، کیونکہ اللہ عزوجل نے (انسان کو) قلم کے ساتھ لکھنے کا علم سکھا دیا ہے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب ماجاء علی حث العلم، رقم: ٣٦٤٦، ص ٦٨٥ ملخصاً)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں: ''جب نطفہ بیالیس روز کا ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل فرشتے کو بھیجتا ہے جو کہ اس کی شکل بناتا ہے، اور اس کی سماعت (سننے کی طاقت)، بصارت (دیکھنے کی طاقت)، رنگت، گوشت وہڈیاں تشکیل دیتا ہے، پھر فرماتا ہے اے رب عزوجل! مرد یا عورت؟ پس اللہ عزوجل جو چاہتا ہے وہی اُس فرشتے کو الہام فرماتا ہے، پھر فرشتہ اللہ عزوجل سے اُس کی زندگی اور موت کے بارے میں استفسار کرتا ہے، پس اللہ عزوجل اپنی خواہش کے مطابق حکم فرماتا ہے، اور فرشتہ سب کچھ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ اللہ عزوجل سے اُس کے رزق کے بارے میں استفسار کرتا ہے، پس اللہ عزوجل جو چاہتا ہے اُسے حکم فرماتا

ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر اُس نوشتے میں نہ تو کچھ کمی ہوتی ہے اور نہ ہی اضافہ''۔

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ الخلق الآدمی، رقم: (۲۶۲۱)/۲۶۴۵، ص ۱۳۰۲)

یہاں انسان کے نہ جاننے سے کیا مراد ھے؟

۳۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿علم الانسان ما لم یعلم آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا (العلق: ۵)﴾۔ جس طرح قلم (علم) انسان کو زندگی گزارنے کا صحیح رستہ بتاتی ہے، بالکل اسی طرح آنکھ انسان کی زندگی کا رُخ درست کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ قلم انسان کی نائب ہے کیونکہ درحقیقت قلم زبان کی نائب ہے اور زبان قلم کی نائب نہیں ہے۔

(الرازی، ج ۱۱، ص ۲۱۸)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: انسان کو قلم کے ذریعے لکھنے کا ہنر سکھایا، اور وہ پہلے نہ جانتا تھا اور یہی قول اہل تاویل نے اِس بارے میں کیا ہے۔ اور یہ انسان پر اللہ عزوجل کی جانب سے انعام ہے۔ اللہ عزوجل نے انسان کو صحیح تخلیق فرمایا اور اُسے وہ تعلیم دی جو انسان نہ جانتا تھا اور اُس پر وہ انعام واکرام کیا جس کا کوئی ہم پلہ نہیں، لیکن جب انسان نے اپنے رب عزوجل کی ناشکری کی اور کفر اختیار کیا تو اس بارے میں فرمایا: ﴿کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی ہاں ہاں بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا (العلق: ۶تا۷)﴾

(الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۳۰۶ وغیرہ)

امام قرطبی لکھتے ہیں: انسان کو علم سکھانے کے بارے میں کچھ اقوال ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جنہیں اللہ عزوجل نے ہر چیز کا علم دیا جس کا بیان کچھ یوں ہوا: ﴿وعلم آدم الاسماء کلھا اور اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے (البقرۃ: ۳۱)﴾۔ پس کوئی چیز ایسی باقی نہ رہی جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم نہ دیا ہو اور جس طرح اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم سے نوازا اس کا بیان فرشتوں کے سامنے فرمایا اور اس سے حضرت آدم کی فضیلت کا بیان کرنا مقصود تھا اور اپنی عظیم شان کا کہ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم سکھایا ہے وہ رب عزوجل کی ذات کی قدرت کتنی عظیم ہوگی اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کو بیان کرنا مقصود تھا اور فرشتوں پر دلیل قائم کرنا بھی کہ وہ اللہ عزوجل کی عظیم قدرت کا آنکھوں دیکھا حال ملاحظہ فرمالیں۔ (۲)۔۔۔۔۔۔ یہاں الانسان سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اسکی دلیل اس فرمان میں ہے: ﴿وعلمک ما لم تکن تعلم اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے (النساء: ۱۱۳)﴾۔ یعنی اسی بناء پر مفسرین نے مستقبل کے علم کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے مستقبل کا علم عطا فرمایا ہے۔ (۳)۔۔۔۔۔۔ ایک قول یہ ہے کہ الانسان سے مراد سب انسان یعنی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے (النحل: ۷۸)﴾۔

(القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۱۳)

اللہ عزوجل کے نبی کو نماز سے روکنے کی وجوھات:

۴۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے (العلق: ۹تا۱۰)﴾۔ یہ خطاب تعجب کی وجہ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے اور اس تعجب کی کچھ وجوہات ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس نشان ہے: ''اے اللہ عزوجل! اسلام کو ابوجہل کے ایمان لانے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے معزز فرما''، پس یہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کا شوق رکھتے ہیں جب کہ اس کی حالت تو کچھ اور ہی ہے، اور یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکنے کی کوششیں کرتا ہے۔ (۲)۔۔۔۔۔۔ ابوجہل کا لقب ابوالحکم تھا، جب کہ اس کا حال یہ کہ اللہ عزوجل کی بندگی سے روکتا اور

بتوں کی عبادت کرتا ہے، پس اسی تعجب کے باعث یہ کلام کیا گیا۔(۳)......احمق انسان جو کہ غیر خدا کی عبادت و بندگی کا عقیدہ رکھتا ہے، جو کہ نہ تو خالق ہے اور نہ ہی رب، کیونکہ طاعت وفرمانبرداری فقط اللہ ﷻ کی ہونی چاہیے۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۲۲۱)

زبانیہ کون ھیں؟

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿سندع الزبانیة ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں (العلق: ۱۸)﴾۔ مقاتل کہتے ہیں کہ داروغہ جہنم ہیں جن کے قدم زمین میں اور سر آسمانوں میں ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زبانیہ کا لفظ اہل عرب میں شرط کے طور پر بولا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی پر سختی کی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ مراد جہنم پر متعین فرشتوں کا نام زبانیہ ہے کیونکہ یہ کافروں کو جہنم رسید کرنے پر متعین کیے گئے ہیں۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۲۲۶)

☆......حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ابو جہل کہتا تھا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے دیکھتا تو اُن کی گردن پر گندگی ڈال دیتا، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسا کرتا تو (زبانیہ) فرشتے اُسے اچک لیتے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب کلالئن لم ینته، رقم: ۴۹۵۸، ص۸۸۷)

☆......حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو جہل سید عالم ﷺ کی جائے نماز کے پاس سے گزرا تو بولا: اے محمد (ﷺ)! کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا، پس اُسے سید عالم ﷺ کا یہ عمل ناگوار گزرا اور ابو جہل بولا: تجھے کونسی چیز باز رکھے گی (معاذ اللہ ﷻ)، بولا میں وادی کے اکثر علاقوں سے یہ آواز سنتا ہوں: ﴿فلیدع نادیه سندع الزبانیة اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں (العلق:۱۷تا۱۸)﴾، ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر سید عالم ﷺ پکارتے تو زبانیہ فرشتے ایک ساعت میں اُسے عذاب میں گرفتار کر لیتے۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب اقرء باسم ربك، رقم: ۳۳۶۰، ص۹۶۶)

اغراض:

اول ما نزل من القرآن: اس کے بعد سورہ ''ن'' اور ''قلم'' نازل ہوئیں، اس کے بعد ''المزمل''، پھر ''المدثر''، جیسا کہ خازن میں ہے، لیکن مشہور قول اس کے خلاف ہے یعنی پہلے سورہ ''اقراء''، پھر اس کے بعد ''المدثر'' اور سلف صالحین کا ترتیب میں اختلاف ہے یعنی کونسی سورت پہلے اور کونسی بعد میں نازل ہوئی۔

رواہ البخاری: بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی، سید عالم ﷺ آسمان پر سفیدی ظاہر ہونے تک خواب دیکھتے، پھر سید عالم ﷺ نے تنہائی اختیار کرنا شروع فرمادی اور غار حرا میں تنہائی اختیار کرنے لگے، کئی راتیں متواتر عبادت کرتے، پھر اپنی زوجہ مطہرہ کی جانب واپس لوٹتے اور پھر اس طرح کھانے پینے کی ضروری چیزیں لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ جب آپ غار حرا میں تھے تو وحی آگئی یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: پڑھیں!، پس سید عالم ﷺ نے جواب دیا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''، آپ نے فرمایا: ''پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر دبوچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی''، پھر مجھے چھوڑ کر کہا: ''پڑھیں''، میں نے جواب دیا: ''میں پڑھنے والا نہیں''، پس دوسری بار بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا، یہی تیسری بار ہوا اور کہا پڑھیں! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے، پڑھیں آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا......الخ (العلق:۱تا۵)، پس سید عالم ﷺ اس وحی کے ساتھ کانپتے ہوئے لوٹے یہاں تک کہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے اور فرمانے لگے: ''مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے کمبل اوڑھادو''، پس انہوں نے سید عالم ﷺ کو کمبل اوڑھادیا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف کے آثار دور ہوئے، پھر آپ ﷺ نے

بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "اے خدیجہ مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے"، اور پھر سارا واقعہ سنایا، حضرت خدیجہ نے کہا: ایسا ہے تو آپ کو خوشخبری ہو، خدا ﷻ کی قسم! اللہ ﷻ کبھی آپ کو رسوا نہیں ہونے دے گا کیونکہ خدا ﷻ کی قسم! آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ہر ایک کا بوجھ برداشت کرتے ہیں، معذوروں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو کہ اُن کے چچازاد بھائی تھے۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عربی لکھا کرتے تھے اور جو اللہ ﷻ نے چاہا وہ انجیل مقدس سے عربی لکھا تھا، بہت بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ پس بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھائی جان! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنیں!، ورقہ بن نوفل نے کہا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ پس نبی کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بتا دیا، ورقہ نے یہ سن کر کہا: یہی تو وہ ناموس ہے جو حضرت موسی علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا، کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ پھر ایک لفظ کہا: رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: کیا لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں!، جو شخص بھی یہ چیز لے کر آیا جو آپ (ﷺ) لائے ہیں تو اُسے اذیت پہنچائی گئی اور اگر میں آپ (ﷺ) کے اس زمانے تک زندہ رہا تو آپ (ﷺ) کی بھرپور مدد کروں گا، اس کے تھوڑے عرصے بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ کچھ دنوں تک بند رہا یہاں تک کہ سید عالم ﷺ اس کا غم محسوس کرنے لگے۔

الجنس: بمعنی الصادق ہے، مذکر اور مونث۔ جمع علقة: کیوں کہ تمام ہی مخلوق علقہ سے بنی ہے جیسا کہ آیت پاک سے واضح ہے۔ الذی لا یوازیہ کریم: اللہ ﷻ کے فضل کے مساوی کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ ﷻ کسی کو دیتا ہے تو بغیر کسی غرض اور عوض کے عطا فرماتا ہے جب کہ مخلوق میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ادریس: ایک قول کے مطابق مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

حال من ضمیر اقراء: معنی یہ ہے کہ جو آپ ﷺ کی جانب وحی کی جاتی ہے، اُسے پڑھیں۔ اور حال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا رب نہ تو آپ ﷺ کے عوض کا منتظر ہے اور نہ ہی وہ آپ ﷺ کو رسوا کرے گا، پس سید عالم ﷺ کو اطمینان دیا گیا جو آپ ﷺ کے جی میں خوف تھا کہ آپ ﷺ اُس بات کو پورا نہ کر سکیں گے جو آپ ﷺ کے رب ﷻ نے آپ ﷺ سے چاہی ہے۔ الجنس: دیگر اقوال میں سے ایک قول "الانســــان" سے مراد جنسِ انسان لیا گیا ہے، ایک قول کے مطابق مراد حضرت آدم ہیں جنھیں تمام اسماء سکھائے گئے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وعلم آدم الاسماء کلها﴾(البقرۃ: ۳۱) اور ایک قول کے مطابق مراد سید عالم ﷺ کی ذات پاک ہے۔

قبل تعلیمه: نفی کے متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو باتیں سکھائی گئیں جو سکھائے جانے سے قبل آپ ﷺ کے علم سے منفی تھیں۔

حقا: کسائی اور اس کے پیروکار کے نزدیک کلا بمعنی حقا ہے۔ یا انسان: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ربک﴾ میں موجود ضمیر ﴿الانســان﴾ کی طرف عائد ہے جس کا ذکر ماقبل ہوا ہے اور اس صورت میں غیبت سے خطاب کی جانب التفات کیا گیا ہے اور سرکشی کرنے والوں کے لئے زجر و توبیخ ہے۔ ای الرجوع: یعنی انسان نے تخفیف کی جانب لوٹنا ہے، پس غنی فقر کی طرف، عزت کے بعد ذلت، قوت کے بعد ضعف، حیات کے بعد ممات اور اللہ ﷻ سے جائے فرار نہیں ہے۔ ھو ابو جھل: اس کا کہنا تھا کہ میں محمد (ﷺ) کو پاؤں تو ان پر خاک ڈال دوں، لوگوں نے کہا: ہاں!، اس نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر وہ مجھے نماز کی حالت میں مل گئے تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روند ڈالوں گا، لوگوں نے کہا: وہ دیکھو محمد (ﷺ) نماز ادا کر رہے ہیں، پس وہ اسی ارادے سے نکلا لیکن آگے بڑھا کہ پیچھے ہو گیا، کسی نے پوچھا کیا ہوا؟ آگے کیوں نہیں ہوتا؟، اس نے کہا میرے اور محمد (ﷺ) کے مابین آگ کی خندق حائل ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ آگے بڑھتا تو پروں والے فرشتے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ ای اھل نادیه: اس جملے میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے، اس لئے کہ النادی بمعنی المجلس ہے جس میں لوگ بات چیت کرتے ہیں۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۳۰۰ وغیرہ)

سورة القدر مكية او مدنية وهی خمس او ست آيات

(سورۃ القدر مکی یا مدنی ہے،اس میں پانچ یا چھ آیتیں ہیں)

تعارف سورة القدر

اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، تیس کلمے، ایک سو بارہ حروف ہیں۔ قدر کا معنی قسمت اور تقدیر ہے اور عزت ومنزلت بھی یہاں دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں بتایا کہ یہ کوئی معمولی رات نہیں بلکہ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ ﷻ کے اس کلام معجز کی ابتداء ہوئی جو قسمت اور تقدیر کو بدلنے والا ہے اور یہ کلام کسی ایک فرد یا کسی قبیلہ یا کسی ایک ملک کی طرف نہیں بلکہ نوع انسانی کے اُن تمام افراد کے لئے ہے جو اس کو قبول کر چکے ہیں یا اس پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا ہو۔ پھر اس میں کسی زمانہ کی تخصیص کی کوئی قید نہیں جس طرح محمد ﷺ رسالت کی قید زمانی سے ماوراء ہے اسی طرح ان کا لایا ہوا کلام بھی ماوراء ہے۔ یا اس سے اس رات کی قدر ومنزلت بیان فرمائی۔ اور اس میں اس رات کی خیر وبرکت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ ساری رات فرشتوں کی آمد اور رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری ہے اور سلامتی کی بشارتیں دی جاتی رہتی ہیں۔

رکوع نمبر: ۲۲

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿انا انزلنه﴾ اَیِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً واحِدَةً مِّنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا ﴿ فی لیلة القدر (۱)﴾ اَیِ الشَّرْفِ وَالْعَظْمِ ﴿وما ادرک﴾ اَعْلَمَکَ یَامُحَمَّدُ ﴿ ما لیلة القدر (۲)﴾ تَعْظِیْمٌ لِّشَانِھَاوَتَعْجِیْبٌ مِنْهُ ﴿لیلة القدر خیر من الف شهر (۳)﴾ لَیْسَ فِیْھَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ فَالْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھَا خَیْرٌمِّنْهُ فِیْ اَلْفِ شَهْرٍ لَیْسَتْ فِیْھَا ﴿تنزل الملئكة﴾ بِحَذْفِ اِحْدَی التَّائَیْنِ مِنَ الْاَصْلِ ﴿ والروح﴾ اَیْ جِبْرِیْلُ ﴿ فیها﴾ فِی اللَّیْلَةِ ﴿ باذن ربهم﴾ بِاَمْرِهٖ ﴿ من کل امر (۴)﴾ قَضَاهُ اللّٰهُ فِیْھَا لِتِلْکَ السَّنَةِ اِلٰی قَابِلٍ وَمِنْ سَبَبِیَّةٌ بِمَعْنَی الْبَاءِ ﴿سلم هی﴾ خَبَرٌ مُّتَقَدَّمٌ وَّمُبْتَدَاٌ ﴿ حتی مطلع الفجر (۵)﴾ بِفَتْحِ اللَّامِ وَکَسْرِھَااِلٰی وَقْتِ طُلُوْعِهٖ جُعِلَتْ سَلَامًا لِکَثْرَةِالسَّلَامِ فِیْھَامِنَ الْمَلَائِکَةِ لَاتَمُرُّبِمُؤْمِنٍ وَلَامُؤْمِنَةٍ اِلَّاسَلَّمَتْ عَلَیْهِ.

﴿ترجمه﴾

بیشک ہم نے اسے (یعنی قرآن پاک کو یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف......۱......) شب قدر میں اتارا (یعنی شرف وبرکت والی رات میں ......۲......) اور (اے حبیب ﷺ) تم نے کیا جانا (ما ادرک بمعنی مااعلمک ہے) کیا شب قدر (یہاں استفہام تعظیم اور تعجیب کے لیے ہے) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر (جو شب قدر سے خالی ہو اس رات میں نیک عمل کرنا غیر شب قدر کی ہزار راتوں میں کیے گئے عمل سے بہتر ہے) اس میں اترتے ہیں فرشتے ("تنزیل" کی اصل میں سے دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے) اور روح (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام، فیھا کی ضمیر کا مرجع لیلة القدر ہے) اپنے رب کے اذن (یعنی حکم) سے ہر کام کے لیے (جو اللہ ﷻ نے اس سال سے آئندہ آنے والے سال تک کے لیے مقدر فرمائے ہیں "من کل امر" میں، من کے معنی باء سببیہ کے ہیں......۳......) وہ سلامتی ہے ("سلمه" خبر مقدم اور "هی" ضمیر مبتدا ہے) صبح چمکنے تک (یعنی طلوع صبح کے وقت تک، "مطلع" کو لام مفتوحہ ومکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے "سلاما" کو نکرہ اس لیے ذکر کیا کہ اس رات میں کثرت سے سلام ہوتا ہے

فرشتوں کی طرف سے، فرشتے جس مومن مرد اور عورت کے پاس سے گزرتے ہیں اسے سلام کرتے ہیں......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا انزلنه فی لیلة القدر و ما ادرک ما لیلة القدر﴾

انا: حرف مشبہ واسم، انزلنه: فعل بافاعل ومفعول، فی لیلة القدر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ۔و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، لیلة القدر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیلة القدر خیر من الف شهر تنزل الملئكة و الروح فیها باذن ربهم من كل امر﴾

لیلة القدر: مبتدا، خیر: اسم تفضیل بافاعل، من الف شهر: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ، ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، تنزل: فعل، الملئكة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الروح: معطوف، ملکر فاعل، فیها: ظرف لغو اول، باذن ربهم: ظرف لغو ثانی، من كل امر: ظرف لغو ثالث، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿سلم هی حتی مطلع الفجر﴾

سلم: مصدر بافاعل، حتی: جار، مطلع الفجر: مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، هی: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن پاک کا یک بارگی اترنے کے بارے میں اقوال:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انا انزلنه...... الخ بیشک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا(القدر: ۱)﴾۔اس بارے میں مفسرین کرام کے اقوال یوں ہیں:(۱)...... پورا قرآن مثل ایک سورت کے ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا(البقرة: ۱۸۵)﴾، ﴿حم و الكتب المبین انا انزلنه فی لیلة مباركة قسم اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا(الدخان: ۱ تا ۳)﴾۔اور یہاں یہی لیلة القدر مراد لی جاتی ہے۔(۲)...... شعبی کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ ہم نے نزول قرآن کی ابتداء شب قدر میں کی ہے۔(۳)......لوح محفوظ سے آسمان دنیا یعنی بیت العزت پر جبرائیل امین علیہ السلام یک بارگی مکمل قرآن لے کر نازل ہوئے، اور باقی (کم وبیش) تئیس سال کے عرصے میں اول تا آخر قرآن نازل ہوا۔(۴)...... ماوردی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن رمضان کے مہینے میں شب قدر میں نازل ہوا جو کہ برکت والی رات ہے، اور ایک ہی بار میں اللہ عزوجل کی بارگاہ یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک کراما کاتبین کی معیت میں، اور کراما کاتبین یہ سارا کلام بیس سال کے عرصے میں جبرائیل امین تک لائے اور جبرائیل امین علیہ السلام بیس سال کے عرصے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے، لیکن ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ نہ تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور رب العالمین کے مابین کوئی واسطہ تھا اور نہ ہی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کوئی واسطہ تھا۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۲۰)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ مکمل قرآن شب قدر میں ایک ہی بار آسمان دنیا پر نازل ہو چکا، پھر جب اللہ عزوجل نے چاہا تو حسب منشاء زمین پر (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر) پر نازل ہوا اور جمع ہوا۔ایک قول یہ ہے کہ مکمل قرآن ایک ہی بار نازل ہوگیا پھر جب اللہ عزوجل چاہتا تو حسب منشاء وحی کا اہتمام فرمایا جاتا۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۳۱۲)

شب قدر کی اہمیت وفضائل :

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ شب قدر میں اتارا (القدر:۱)﴾۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نصف شعبان یعنی شعبان المعظم کی پندرھویں تاریخ کو یہ سب فیصلے فرمادیتا ہے اور شب قدر میں یہ تمام امور فرشتوں کے حوالے کردیئے جاتے ہیں۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے اس رات کو قدر والی رات اس کی شان وعظمت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس رات کو قدر والی اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں عبادت کی اہمیت وقدر بڑھ جاتی ہے۔ابو بکر وراق کہتے ہیں کہ اس رات کی قدر واہمیت جاگنے والے کیلئے بہت ہوتی ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے اسے قدر والی رات اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قدر والی کتاب نازل ہوئی جو کہ صاحب قدر ومنزلت رسول ﷺ پر نازل ہوئی اور جن کی امت بھی قدر والی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ کتاب کو لے کرآنے والے جبرائیل علیہ السلام بھی قدر ومنزلت والے ہیں اس لئے اس رات کو قدر والی رات کہا جاتا ہے۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ رات خیر وبرکت اور مغفرت والی رات ہے۔حضرت سہل کہتے ہیں کہ اس رات کو قدر والی اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ اس رات مومنین پر رحم وکرم فرماتا ہے۔خلیل کہتے ہیں اس رات فرشتوں کے نزول کی وجہ سے زمین تنگ ہوجاتی ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۱۲۱)

شب قدر کو مخفی رکھنے کی وجوہات: اور اس کو مخفی رکھنے کی ایک وجہ ماقبل حضرت سہل کے قول کے مطابق ہے، مزید وجوہات یہ ہیں:(۱)......جیسا کہ دیگر اشیاء ضرورت کے باعث مخفی رکھی جاتی ہیں اسی طرح اللہ ﷻ نے اپنی رضا کو طاعت میں مخفی رکھا ہے یہاں تک کہ لوگ ہر قسم کی طاعت کی جانب رغبت کریں اور اس کی نافرمانی کو اس کے غضب میں مخفی رکھا ہے یہاں تک کہ لوگ ہر قسم کی نافرمانی سے گریز کریں، اپنے دوستوں کو عام لوگوں میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ سب ہی کی تعظیم کریں، قبولیت کو دعا میں مخفی رکھا تاکہ لوگ دعا میں مبالغہ کریں، اسم اعظم کو دیگر ناموں میں مخفی رکھا، نماز وسطی کو دیگر نمازوں میں مخفی رکھا تاکہ لوگ نماز کی محافظت کریں، توبہ کی قبولیت کو مکلفین کی مواظبت (پابندی) پر مخفی رکھا تاکہ تمام قسم کے گناہوں سے توبہ کی جاتی رہے، موت کے وقت کو مکلف کی مخالفت کی وجہ سے مخفی رکھا، اسی لئے شب قدر کو مخفی رکھا تاکہ تمام راتوں کی تعظیم وتوقیر ہوتی رہے۔(۲)......اس رات کو مخفی رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ لوگ اس کی طلب میں کوشاں رہیں۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۲۲۹)

تعیین کے حوالے سے مشہور قول اور دیگر اقوال: اس بارے میں محققین کے کئی اقوال ہیں:(۱)......مشہور قول یہ ہے کہ اس سورت میں کل تیس کلمے ہیں، اور کلمہ ''ھی'' کا نمبر ساتواں ہے۔(۲)...... لیلة القدر میں نو حروف ہیں اور یہ تین مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، پس نو کو تین سے ضرب دینے سے ستائیس حاصل جواب آتا ہے۔ (المرجع السابق)

شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر کیوں ہے؟ اس کی مختلف توجیہات ہوسکتی ہیں:(۱)......اس رات میں اللہ منافع، رزق اور دیگر انواع خیر میں اضافہ فرمادیتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔(۲)......مجاہد کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص رات قیام کرتا اور دن میں جہاد کرتا اور اسی طرح اس نے اپنی زندگی کے ہزار ماہ گزار دیئے، پس سید عالم ﷺ کو اس پر تعجب ہوا کہ میری امت کی عمریں تو کم ہونگی لہذا وہ اس جیسی عبادت کیسے کرسکیں گے؟ لہذا امت محمد یہ ﷺ کو ایک رات ایسی دے دی گئی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ (المرجع السابق)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان المبارک کے درمیانے عشرے میں سید عالم ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا، آپ ﷺ بیس رمضان کی صبح کو باہر تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا: ''مجھے لیلة القدر دکھائی گئی، پھر بھلادی گئی، لہذا اب تم اس کو

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ ریز ہوں، پس جس کسی نے سید عالم ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے، پس ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھتے تھے، پھر ایک بادل آئے، بارش ہوئی، مسجد نبوی کی چھت ٹپکنے لگی اور اسی دوران نماز کی اقامت کہی گئی، پھر میں نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ ریز ہیں، یہاں تک کہ مبارک پیشانی پر مٹی کے نشان موجود تھے"۔(صحیح البخاری، کتاب فضل الیلۃ القدر رقم: ۲۰۱۶، ص ۳۲۳)

☆......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع دینے باہر تشریف لائے کہ دو مسلمان کسی معاملے میں باہم جھگڑ رہے تھے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں شبِ قدر کی اطلاع دینے آیا تھا لیکن تمہارے جھگڑنے کی وجہ سے مجھ سے وہ علم اٹھالیا گیا، پس اب تم اِسے رمضان کی پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں تاریخ میں تلاش کرو"۔

(المرجع السابق، رقم: ۲۰۲۳، ص ۳۲٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ایمان واحتساب کی حالت میں شبِ قدر میں قیام کیا، اللہ عزوجل اُس کے گزشتہ گناہ معاف کردے گا"۔ (المرجع السابق، رقم: ۲۰۱٤، ص ۳۲۳)

☆......ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شبِ قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ انہوں نے کہا کہ اس کی علامت کی وجہ سے، جس طرح ہمیں سید عالم ﷺ نے خبر ارشاد فرمائی ہے، پس ہم نے اِسے یاد رکھا اور شمار کرلیا، ہم نے پوچھا: وہ علامت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس کی صبح کو سورج بغیر شعاؤں کے طلوع ہوتا ہے"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی لیلۃ القدر، رقم: ۱۳۷۸، ص ۲٦۰)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے استفسار کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو کیا کہوں؟ فرمایا: "اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی یعنی اے اللہ عزوجل! تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے معاف کردے"۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ، باب، رقم: ۳۵۲٤، ص ۱۰۰۹)

فرشتوں کا نزول اور اہم فیصلے:

س......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر﴾ اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے (القدر: ٤)﴾۔ یہ رات نزول ملائکہ کی وجہ سے تنگ ہوجاتی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: بعض کے نزدیک مراد وہ فرشتہ ہے جو زمین وآسمان کو ایک ہی لقمہ میں نگل جائے یا وہ فرشتہ ہے جس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں ساتویں زمین کے نیچے ہوں اور اس کے ہزار سر ہوتے ہیں اور ہر سر دنیا کے حجم سے بڑا ہوتا ہے اور ہر سر میں ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ہزار منہ اور ہر منہ میں ہزار زبانیں جو کہ اللہ عزوجل کی تسبیح کرتی ہیں اور ہر زبان کی تسبیح وتحمید وتقدیس کی الگ زبان اور لغت ہوتی ہے اور ہر زبان ولغت دوسری سے مل نہیں پاتی، پس جب کوئی زبان اللہ عزوجل کی تسبیح کے لئے کھلتی ہے تو زمین وآسمان کے تمام ہی فرشتے سجدے میں تشریف لے جاتے ہیں کیونکہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ کہیں جس منہ سے تسبیح کے ساتھ نور نکلا ہے اُس کی چمک سے جل نہ جائیں اور اللہ عزوجل کی تسبیح صبح شام ہوتی رہتی ہے اور اس رات بھی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو کہ امتِ محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے دعا کرتے ہیں اور طلوع فجر تک فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر زاہدین، جیسا کہ عید کی رات فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور جنہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۵۸۱)

امام قرطبی لکھتے ہیں: مجاہد کہتے ہیں کہ اس رات کا نام لیلۃ الحکم ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ رات لیلۃ التقدیر کہلاتی ہے۔ اس

رات کو قدر والی رات اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اہم فیصلے رونما ہوتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے۔ اس رات میں زندگی، موت اور رزق کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اور یہ فیصلے مدبرات (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر میں تدبیر کرنے والوں) کے سپرد کردیئے جاتے ہیں، اور یہ مدبرات چار ہیں یعنی حضرت اسرافیل، حضرت میکائیل، حضرت عزرائیل اور حضرت جبرائیل علیہم السلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سارے فیصلہ اُم الکتاب میں سال بھر کے لئے لکھ دیئے جاتے ہیں یعنی رزق، موت، زندگی یہاں تک کہ حج وغیرہ کے فیصلے بھی ذکر کردیئے جاتے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ جس نے بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا ہے اُس کے نام مع ولدیت بھی اسی رات لکھ دیئے جاتے ہیں، جس میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۲۱)

مفسرین کے اقوال درباب ''سلامتی والی رات'':

ھِیَ...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿سلم هی حتی مطلع الفجر وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک (القدر:۵)﴾۔ اس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہوگی، کوئی بیماری، شر وفساد وفتنہ جیسا کہ ہواؤں کا تیز چلنا، بجلی کی کڑک، وغیرہ جو انسان کو خوفزدہ کردے بلکہ ہر وہ چیز جو اِس رات اُترے گی وہ سلامتی ہی سلامتی ہوگی، نفع بخش وخیر ہوگی اور اس رات شیطان کسی قسم کی بُرائی پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھے گا اور نہ ہی کوئی جادوگر کسی قسم کے جادو کو نافذ کرسکے گا اور یہ رات دیگر راتوں کے موازنے کے طور پر دیکھی جائے پھر بھی سلامتی والی ہے، اور مومنین کے لئے سلامتی ہے اور جسے سلامتی مل جاتی ہے اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے: ''جبرائیل امین علیہ السلام اِس رات فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نزول فرماتے ہیں''۔ اور یہ جماعت ملائکہ اس رات میں قیام کرنے والوں اور بیٹھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کرنے والوں پر سلام بھیجتے ہیں۔ اور یہ فرشتے فوج در فوج طلوع فجر تک نازل ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر غروب شمس سے طلوع فجر تک سلامتی والی ہوتی ہے۔ یعنی فرشتے اِس رات میں نیکوں پر طلوع فجر تک سلامتی بھیجتے ہیں پھر آسمان کی جانب بلند ہوجاتے ہیں، پس سلام کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں اور اس رات کی علامت یہ ہے کہ یہ رات نہ تو بہت زیادہ گرم ہوتی ہے اور نہ ہی بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور اس دن (کے بعد یعنی رات ختم ہونے پر) جب سورج نکلتا ہے تو اس میں شعاع یعنی گرمی کی تپش نہیں ہوتی کیونکہ ملائکہ طلوع شمس کے راستے آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں اور کثرت ملائکہ کے باعث شعاعیں منتشر ہوجاتی ہیں اور اس رات شیطان کا سینگ بھی نہیں نکلتا کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ ہر رات شیطان کا سینگ برآمد ہوتا ہے۔ اس رات کھاری پانی میٹھا ہوجاتا ہے اور اس رات جو نور نظر آتا ہے وہ فرشتوں کے پَروں کا نور ہوتا ہے یا جنتِ عدن کا نور ہوتا ہے کیونکہ اس جنت کے دروازے اِس رات کھلے رہتے ہیں یا لواءِ حمد کا نور ہوتا ہے یا عارفین کے بھید ہوتے ہیں جس کی چمک اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں میں ظاہر کردیتا ہے اور یہی نور ہمیں نظر آتا ہے۔ (روح البیان، ج ۱۰، ص ۴۸۳)

اعراض:

او مــــدنیة: راجح قول یہی ہے، مدنی سورت ہے لیکن بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ سورت اس مقدس رات کے شرف کے باعث دو بار نازل ہوئی، یعنی اس اعتبار سے یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ ای الـقـرآن: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿انـزلـنـه﴾ میں موجود ضمیر قرآن کی جانب راجع ہے، اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن کا ذکر تو پہلے نہیں ہوا تو میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اگرچہ ذکر نہیں ہوا لیکن قرآن کی عظمت وشہرت نے اس کی صراحت اور وضاحت کی احتیاج نہ رکھی۔ جـمـلـة واحـدـة مـن الـلـوح الـمـحـفـوظ: پھر اس پاک کلام کو جبرائیل امین علیہ السلام مختلف اوقات میں بیس سال کے عرصے میں لے کر نازل ہوئے یا تیئس سال کے عرصے میں، اور ''انزال'' کے معنی ایک مرتبہ ہی میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک نازل کرنا ہے اور جبرائیل امین علیہ السلام آسمان دنیا کے

ملائکہ کو املاء کراتے اور وہ صحف میں لکھ لیتے اور یہ صحف بیت العزت میں موجود ہیں۔

من سماء الدنیا: یعنی بیت العزت اور مکمل قرآن یک بارگی آسمان دنیا پر نازل ہو چکا، اور یہ تفسیر ایک قول کے مطابق ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پاک کلام کے نزول کی ابتداء اسی مقدس رات میں ہوئی۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی اور آپ ﷺ نے چالیس سال کی عمر پاک میں اعلان نبوت فرمایا، اس لحاظ سے وحی کی ابتداء رمضان کے مہینے میں لیلۃ القدر میں کیسے ہو سکتی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ہو سکتا ہے کہ وحی کی ابتداء خواب کے ذریعے ربیع الاول کے مہینے میں ہو چکی ہو اور نزول قرآن کے اعتبار سے آغاز رمضان میں ہوا ہو۔ **الشرف والعظم:** ایک قول کے مطابق ﴿القدر﴾ سے مراد امور کی تقدیر یا ایک قول کے مطابق تنگی کے معنی بھی کیئے گئے ہیں۔ **تعظیم لشانها:** بمعنی تفخیم لامرها ہے، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی قرآن میں ہے، اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو سکھایا ہے اور اللہ عزوجل کے سکھانے سے پہلے سید عالم ﷺ اپنے (ذاتی) علم سے نہ جانتے تھے۔ اور سید عالم ﷺ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ جو کچھ بھی ان سے مخفی تھا اللہ عزوجل نے انہیں سکھا دیا۔

لیس فیها لیلة قدر: اس سوال کا جواب دینا مقصود ہے کہ ہزار مہینوں میں لیلۃ القدر کا ہونا ضروری ہے، پس اس صورت میں کسی چیز کی فضیلت، اس کے سوا میں ہونا لازم ہوگی۔ **فالعمل الصالح فیها:** یعنی اس رات میں ادا کی جانے والی نماز، دعا، تسبیح اور دیگر امور۔ **جبرائیل:** روح کی تفسیر میں سے ایک قول یہ ہے۔ روح کا ملائکہ پر عطف ہونا خاص شرف کی وجہ سے ہے۔ ایک قول کے مطابق روح سے خاص نوع مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ملائکہ کے سوا کوئی مخلوق مراد ہے۔ ایک قول کے مطابق بنی آدم کی ارواح مراد ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ملائکہ مراد ہیں۔ ایک قول کے مطابق عرش کے نیچے فرشتوں کی عظیم مخلوق مراد ہے، جن کے قدم مبارک ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور ان کے ہزار سر، ہر سر دنیا سے بڑا، اور ہر سر میں ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ہزار منہ، ہر منہ میں ہزار زبانیں، اور ہر زبان میں ہزار قسم کی تسبیح تہلیل اور تمجید کرتے ہیں اور ہر زبان کی جدا جدا لغت ہے جو کہ دوسری لغات سے ممتاز ہوتی ہے، جب یہ فرشتے اپنے منہ تسبیح کے لئے کھولتے ہیں تو ساتوں آسمان کے فرشتے سجدے میں چلے جاتے ہیں یہ خوف کرتے ہوئے کہ مبادا ان کے منہ سے نکلنے والا نور جلا نہ ڈالے، اور یہ فرشتے صبح شام اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اللہ عزوجل انہیں لیلۃ القدر کی تعظیم کی خاطر اس رات میں اتارتا ہے، یہ فرشتے اُمتِ محمدیہ میں روزے رکھنے والوں کے لئے طلوع فجر تک استغفار کرتے ہیں۔

قضاء اللہ فیها: یعنی اللہ عزوجل اس رات اپنے ارادے کا ملائکہ سے اظہار فرماتا ہے، اور یہاں قضاء سے یہی مراد ہے نہ کہ قضائے ازلی۔

لتلک السنة: مراد اس سال میں ہونے والے امور ہیں، جو کہ زندگی، موت، رزق وغیرہ کے حوالے سے ہونے ہیں۔

(الصاوی، ج۶، ص۲۰۵ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ البینۃ مکیۃ او مدنیۃ وھی تسع آیات

(سورۃ البینہ مکی یا مدنی ہے جس میں نو آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ البینۃ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چورانوے کلمے اور تین سو نانوے حروف ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اللہ عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں ﴿لم یکن الذین کفروا (البینۃ:۱)﴾"، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اللہ عزوجل نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: "ہاں" تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لم یکن الذین، رقم: ۴۹۶۰، ص ۸۸۸، مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب قراءۃ القرآن، رقم: (۱۷۴۹)/۷۹۹، ص ۳۶۵) دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پھر ان کے سامنے وہ سورت تلاوت فرمائی۔

☆.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا "یا خیر البریۃ" آپ نے فرمایا کہ اس کے مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں (سنن الترمذی، کتاب تفسیر، باب سورۃ لم یکن الذین، رقم: ۳۳۶۳، ص ۹۶۷)۔ سورہ علق میں نزول کتاب، اور قدر میں اس رات کی قدر ومنزلت، اور اس سورت میں رسالت کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب اس وقت تک اپنے باطل عقائد سے دستبردار نہیں ہوں گے جب تک ایسا رسول تشریف نہ لے آئے جس کا کردار اور اس کی دعوت کی صداقت کی روشن دلیل ہو۔ پھر بتایا کہ اہل کتاب کا راہ حق سے انحراف اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کے پاس آسمان سے کوئی صحیفہ نہ آیا تھا یا ان کی طرف کوئی رسول مبعوث نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ لوگ ذاتی مفاد واغراض کی وجہ سے راہ حق کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ پھر اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ نبی اور رسول ایک ہی دین کی تبلیغ کے لئے مبعوث کئے جاتے رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پورے خلوص اور یکسوئی کے ساتھ اللہ عزوجل کی عبادت، نماز کی اقامت اور زکاۃ کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔ اور جن لوگوں نے ان کی دعوت کو جھٹلایا اور اس پر عمل سے گریزاں رہے وہ مخلوق میں بدترین ٹھہرے۔ پھر جن لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا رہے وہ لوگ تمام مخلوق سے ارفع واعلیٰ ہو گئے۔ جنت کی بشارت کے ساتھ انہیں یہ مژدہ جانفزا بھی سنایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنے رب عزوجل کے خوف سے جیسے بھی زندگی گزاری اس کے بدلہ میں اللہ عزوجل نے ان کو اس منصب پر فائز کیا جہاں پر اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی ہیں۔

رکوع نمبر:۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿لم یکن الذین کفروا من﴾ لِلْبَیَانِ ﴿اھل الکتب والمشرکین﴾ اَیْ عَبَدَۃِ الْاَصْنَامِ عَطْفٌ عَلٰی اَھْلِ ﴿منفکین﴾ خَبَرُ یَکُنْ اَیْ زَائِلِیْنَ عَمَّاھُمْ عَلَیْہِ ﴿حتی تأتیھم﴾ اَیْ اَتَتْھُمْ ﴿البینۃ (۱)﴾ اَیِ الْحُجَّۃِ مِنَ الْوَاضِحَۃِ وَھِیَ مُحَمَّدٌ ﴿رسول من اللہ﴾ بَدَلٌ مِنَ الْبَیِّنَۃِ وَھُوَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ ﴿یتلوا صحفا مطھرۃ (۲)﴾ مِنَ الْبَاطِلِ ﴿فیھا کتب﴾ اَحْکَامٌ مَکْتُوْبَۃٌ ﴿قیمۃ (۳)﴾ مُسْتَقِیْمَۃٌ اَیْ یَتْلُوْا مَضْمُوْنَ ذٰلِکَ وَھُوَ الْقُرْاٰنُ فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ کَفَرَ ﴿وما تفرق الذین اوتوا الکتب﴾ فِی الْاِیْمَانِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴿الا من بعد ما جاء تھم البینۃ (۴)﴾ اَیْ ھُوَ اَوِ الْقُرْاٰنُ الْجَائِیْ بِہٖ مُعْجِزَۃً وَّقَبْلَ مَجِیْئِہٖ کَانُوْا مُجْتَمِعِیْنَ عَلَی الْاِیْمَانِ بِہٖ

اِذَاجَاءَ فَحَسَدَهُ مَنْ كَفَرَبِهٖ مِنْهُمْ ﴿وما امروا﴾فِیْ كِتَابَيْهِمِ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿ الا ليعبدوا الله﴾اَیْ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ فَحُذِفَتْ اَنْ وَزِيْدَتِ اللَّامُ﴿ مخلصين له الدين﴾مِنَ الشِّرْكِ ﴿ حنفاء﴾مُسْتَقِيْمِيْنَ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَدِيْنِ مُحَمَّدٍاِذَاجَاءَ فَكَيْفَ كَفَرُوْابِهٖ﴿ ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكوة وذلك دين﴾ اَلْمِلَّةُ ﴿ القيمة(۵)﴾اَلْمُسْتَقِيْمَةِ﴿ان الذين كفروا من اهل الكتب والمشركين فی نار جهنم خالدين فيها﴾حَالٌ مُقَدَّرَةٌ اَیْ مُقَدَّرًاخُلُوْدُهُمْ فِيْهَامِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی﴿اولئک هم شر البرية (۶)ان الذين امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم خير البرية(۷)﴾اَلْخَلِيْقَةُ﴿جزاؤهم عند ربهم جنت عدن﴾اِقَامَةٌ﴿تجری من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا رضی الله عنهم﴾بِطَاعَتِهٖ﴿ ورضوا عنه﴾بِثَوَابِهٖ﴿ ذلک لمن خشی ربه(۸)﴾خَافَ عِقَابَهٗ فَانْتَهٰی عَنْ مَعْصِيَتِهٖ تَعَالٰی.

﴿ترجمہ﴾

نہ تھے کافر(''من اهل الكتب ''میں''من ''بیانیہ ہے)یعنی کتابی اور مشرک......۱......(یعنی بت پرست''المشركين ''کا عطف ''اهل الكتاب ''پر ہے) چھوڑنے والے(اس دین کو جس پر وہ تھے،منفکین بمعنی''زائلين'' لم يكن کی خبر ہے)جب تک کہ ان کے پاس نہ آئے(تاتيهم بمعنی اتتهم ہے) واضح دلیل(البينة بمعنی الحجة الواضحة ہے)اللہ کا رسول(یعنی محمد ﷺ ''رسول من الله'' یہ'' البينة'' سے بدل بن رہا ہے) کہ(باطل سے) پاک صحیفے پڑھتا ہے اس میں لکھے(احکام) سیدھے ہیں(قيمة بمعنی مستقيمة ہے،یعنی وہ اس کا یعنی قرآن پاک کا مضمون پڑھتے ہیں،پس لوگوں میں سے بعض ان پر ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا)اور(حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کے معاملے میں) کتاب والوں میں پھوٹ نہ پڑی مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس آچکی(''روشن دلیل'' سے مراد یا سیدنا محمد ﷺ ہیں یا قرآن پاک، جو کہ حضور ﷺ بطور معجزہ لے کر آئے یا کتابی آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھنے میں متفق تھے جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بعض کتابیوں نے آپ سے حسد کیا اور آپ کے ساتھ کفر کیا ......۲......)اور انہیں حکم نہیں دیا گیا(ان کی کتابوں یعنی تورات وانجیل میں) مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں(''ليعبدالله ''اصل میں ''ان يعبدواالله ''ہے''ان ''کو حذف کر کے لام کا اضافہ کر دیا گیا ہے)اس کے لیے دین خالص کرتے(شرک چھوڑ کر)حنفاء ......۳......ہو کر(یعنی دین ابراہیمی و دین محمدی پر قائم رہتے ہوئے،جب حضور ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیسے کفر کیا؟)اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین(یعنی ملت) ہے(القيمة بمعنی المستقيمة ہے)بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے(''خالدين فيها'' حال مقدرہ ہے یعنی ان کا جہنم میں ہمیشہ رہنا اللہ کی طرف سے مقدر کیا جا چکا ہے) وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں(البرية بمعنی الخليقة ہے) بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے وہ بہترین مخلوق ہیں......۴......(البرية بمعنی الخليقة ہے)ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں(عدن بمعنی اقامة ہے) جس کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی(ان کی اطاعت کے سبب)اور وہ اس سے راضی(اس کے ثواب دینے کے سبب) یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے(یعنی اس کے عقاب سے) ڈرے(اور اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنے سے باز رہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ﴾

لم یکن: فعل نفی ناقص، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من اھل الکتب والمشرکین: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، منفکین: اسم فاعل بافاعل، حتی: جار، تاتیھم: فعل ومفعول، البینۃ: مبدل منہ، رسول: موصوف، من اللہ: ظرف مستقر صفت، یتلوا: فعل بافاعل، صحفا: موصوف، مطھرۃ: صفت اول، فیھا کتب قیمۃ: جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاء تھم البینۃ﴾

و: مستانفہ، ماتفرق: فعل نفی، الذین اوتوا الکتب: موصول صلہ، ملکر فاعل، الا: اداۃ حصر، من: جار، بعد: مضاف، ما: موصولہ، جاء تھم البینۃ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ﴾

و: حالیہ، ما امروا: فعل نفی ومفعول بانائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، لام: جار، یعبدو: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مخلصین: اسم فاعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، الدین: مفعول، ملکر شبہ جملہ حال، حنفاء: حال، ملکر فاعل، اللہ: اسم جلالت مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقیموا الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یؤتوا الزکوۃ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ماتفرق" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿وذلک دین القیمۃ ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا﴾

و: عاطفہ، ذلک: مبتدا، دین القیمۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: حرف مشبہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من اھل الکتب والمشرکین: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، فی: جار، نار جھنم: مجرور، ملکر "موجود" اسم مفعول محذوف کیلئے اسمیں ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک ھم شر البریۃ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ﴾

اولئک: مبتدا، ھم: ضمیر فعل، شر البریۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: حرف مشبہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر اسم، اولئک: مبتدا، ھم: ضمیر فعل، خیر البریۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿جزاء ھم عند ربھم جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا﴾

جزاء: مصدر مضاف، ھم: ضمیر ذوالحال، عند ربھم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، جنت عدن: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، خلدین فیھا ابدا: شبہ جملہ ہو کر "دخولھم الجنۃ" میں ضمیر "ھم" سے حال ہے، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ﴾

رضی اللہ: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رضوا عنہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ دعائیہ، ذلک: مبتدا، لام: جار، من خشی ربہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

کافروں کی اقسام اور مجوسیوں کا اہل کتاب میں داخل ہونا:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے (البینۃ:۱)﴾۔کافروں کی دو اقسام ہیں: (۱)......اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ جنہوں نے اپنے دین کو بدل دیا یعنی یہود نے کہا: ﴿عزیر ابن اللہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے (التوبۃ:۳۰)﴾ اور نصاریٰ نے کہا: ﴿المسیح ابن اللہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (التوبۃ:۳۰)﴾۔اور انہوں نے کتاب اور دین میں تبدیلی کر دی۔(۲)......مشرکین، جن کی جانب کتاب کو منسوب نہیں کیا جاتا، پس اللہ عزوجل نے ان کی دو اقسام بیان کی ہیں: ﴿الذین کفروا جنہوں نے کفر کیا﴾ اجمالی طور پر ان کے کفر کو بیان کیا اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿من اہل الکتاب والمشرکین کتابی اور مشرکین (البینۃ:۲)﴾۔جہاں تک مجوسیوں کا اہل کتاب میں داخلے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو امام رازی کہتے ہیں: بعض علماء کا خیال ہے کہ مجوسی اہل کتاب میں داخل ہیں کیونکہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''سنوابہم سنۃ اہل الکتاب'' جب کہ بعض کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فقط اُن کافروں کا ذکر کیا ہے جو بلادِ عرب میں رہائش پذیر تھے اور اُس سے مراد یہود ونصاریٰ تھے، پس اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی (الانعام:۱۵۶)﴾ اور طائفتان سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔

(الرازی، ج۱۱، ص۲۳۸ وغیرہ)

آیت نمبر ''۱'' اور ''۴'' میں ظاہری تعارض:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿حتی یاتیہم البینۃ جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے (البینۃ:۱)﴾، ﴿من بعد ما جاء تہم البینۃ مگر اس کے بعد کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے (البینۃ:۴)﴾۔

دونوں آیات کے مضامین کو بغور مطالعہ کریں تو تعارض نہیں رہتا۔

البینۃ نمبر۱: کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک اُن کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

البینۃ نمبر۴: اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔

امام رازی لکھتے ہیں: پہلے پہل کتابیوں کا یہ کہنا تھا کہ ہم جب تک دلیل نہ دیکھ لیں یعنی ہمارے پاس وہ واضح دلیل نہ آجائے جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اُس وقت تک ہم اپنا دین نہ چھوڑیں گے اور روشن دلیل سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات اقدس تھی لیکن بعد میں جب سید عالم ﷺ تشریف لائے تو اُن میں پھوٹ پڑ گئی اور روشن دلیل کو نہ مانا، پس اس کی مثال یونہی ہے کہ کوئی بدکار شخص بدکاری کا ارتکاب اس لئے کرتا ہے کہ اس کے پاس اپنی گزر بسر کے لئے مال نہیں ہے لیکن جب اُس سے اعراض کرنے کا کہتے ہیں تو کہتا ہے کہ جب مال آجائے گا تو میں یہ بُرائی چھوڑ دوں گا، لیکن جب اللہ عزوجل نے اُسے مال دے دیا تو اپنی سرکشی اور بُرائی میں مزید بڑھ گیا۔پس یہی مثال کتابیوں کی ہے کہ انہیں پہلے سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار تھا اور بعد میں اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دین سے دور رہے۔

(الرازی، ج۱۱، ص۲۳۷)

حنفاء کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ اوران

لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی عقیدہ پر لاتے ایک طرف ہو کر اور نماز قائم کریں (البینۃ:۵)﴾۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: دیگر تمام ادیان سے کنارہ کر کے دینِ اسلام کی جانب مائل ہونا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''حنفاء'' کے معنیٰ دینِ ابراہیمی ہے اور ایک قول اہل لغت کا یہ ہے کہ دینِ اسلام کی جانب مائل ہونا مراد ہے۔

(القرطبی، الجزء:۳۰، ص ۱۳۴)

امام رازی لکھتے ہیں: حنفاء کے معنیٰ استقامت کے ہیں، جس کی نظیر اللہ کے اس فرمان میں ملتی ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے (حم سجدۃ:۳۰)﴾۔ (۲)......ابو قلابہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ تمام رسل کو مانا جائے اور کسی ایک کو بھی مستثناء نہ کیا جائے اور جو حضرات انبیائے کرام میں سب سے افضل کو نہ مانے تو وہ حنیف کیسے ہو سکتا ہے؟۔ (۳)......تمام ادیان کا جامع ترین دین، یعنی دینِ اسلام، پس سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''میں آسان سیدھے دین کی جانب مبعوث کیا گیا ہوں''۔ (۴)......قتادہ کہتے ہیں ''حنفاء'' میں محارم کے نکاح کی حرمت کی جانب اشارہ ہے۔ (۵)......ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس کی اصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی انگلیوں کو اس طرح شکل دے کہ انگوٹھا چوما جا سکے، پس حنیف وہ ہوتا ہے جو تمام ادیان میں تمیز کر کے اسلام کی جانب مائل ہو جائے۔ (۶)......ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حنیف وہ ہوتا ہے جو نماز میں قبلے کی جانب رخ کرے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۲۴۴، الخازن، ج ۴، ص ۴۵۵)

آیت نمبر ''۷'' کے تحت عام مخلوق کا فرشتوں سے افضل ہونا:

☆......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں (البینۃ:۷)﴾۔ اہل سنت نے اس آیت سے فرشتوں پر عام انسانوں کی فضیلت ثابت کی ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے درج ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

شرح عقائد میں ہے: نیک مومنین ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں (البینۃ:۷)﴾۔ پس اسی مناسبت سے نیک مومنین ملائکہ سے افضل ہیں اور اس میں تفصیل کچھ یوں ہے: ''رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عام مومنین صالحین سے افضل ہیں اور عام مومنین صالحین دیگر عام ملائکہ سے افضل ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ رسل ملائکہ، رسل بشر سے افضل ہیں جب کہ عام ملائکہ دیگر عام مومنین صالحین سے افضل ہیں''۔ (شرح عقائد، بحث: افضلیۃ رسل البشر من رسل الملائکۃ، ص ۴۰۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم فرشتوں کے اُس مقام و منزلت پر تعجب کرتے ہو جو انہیں اللہ عزوجل کی بارگاہ سے ملا ہے، اللہ عزوجل کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مومن بندے کی قدر و منزلت کل بروزِ قیامت فرشتوں کے مقام سے زیادہ ہوگی، پس تم متذکرہ آیت پڑھو''۔

☆......ابن مردویہ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ سے استفسار فرمایا: ''کونسی مخلوق اللہ عزوجل کے نزدیک معزز ہے؟ فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تو یہ آیت: ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں (البینۃ:۷)﴾ نہیں تلاوت کرتی''۔

☆......ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''علی! اور اس کے گروہ سے اللہ عزوجل قیامت کے دن راضی ہوگا''۔ (روح المعانی، الجزء:۳۰، ص ۵۹۹)

اغراض:

مکیة: حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ وھو النبی محمد ﷺ: ایک قول کے مطابق ﴿رسول من اللہ﴾ سے جبرائیل امین مراد لئے گئے ہیں۔ مدنیة: جمہور کا قول ہے، اور ماقبل کے مناسب بھی ہے، اللہ ﷻ نے خبر عطا فرمائی کہ جب قرآن کا نزول ثابت ہوگا تو کفار اس پر کان نہ دھریں گے یہاں تک کہ سید عالم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائیں اور اُن پر پاکیزہ صحف پڑھیں، اور اس میں سید عالم ﷺ کی تسلی خاطر بھی ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا: "ان کے جدا جدا ہونے اور نہ ماننے کا غم نہ کیجئے، بلکہ جو آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے اُس پر تسلی رکھیے۔ روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے اُبی مجھے میرے رب ﷻ نے حکم دیا ہے کہ تجھ پر یہ ﴿لم یکن الذین کفروا﴾ پڑھوں"، اُبی نے کہا: کیا میرے رب نے میرا نام لے کر کہا ہے؟ فرمایا: "ہاں تمہارا نام لیا ہے"، اس پر اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

للبیان: ﴿من﴾ بیانیہ ہے، یعنی مراد اہل کتاب اور مشرکین ہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اہل کتاب سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سارے کے سارے کافر نہ تھے؟ بلکہ بعض نبی اور کتاب کے ساتھ وابستہ تھے، اور بعض کافر تھے جو کہ تغیر و تبدل کرنے لگے تھے، اور مفسر کا مقتضی یہ ہے کہ تمام ہی کفار ہوں؟ پس بہتر یہ ہوگا کہ ﴿من﴾ تبعیضیہ ہو، اور ﴿والمشرکین﴾ میں واو علیت کے لئے ہو اور "مشرکین" مفعول معہ ہو، اور اس میں عامل ﴿یکن﴾ ہو۔

عماھم علیه: خبر تامہ کی موجودگی میں تقدیری خبر کی حاجت نہیں ہے۔ خبر یکن: اور اس کا اسم ﴿الذین﴾ اسم موصول ہے جو کہ ناقصہ ہے۔

ای زائلین: میں اس جانب اشارہ ہے کہ الانفکاک بمعنی الزوال ہے، معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دین سے جُڑے ہوئے ہیں اور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنے دین کو چھوڑنے والے نہیں۔

ای یتلوا مضمون ذلک: مراد وہ مضمون ہے جو قرآن میں مکتوب ہے نہ کہ اس کے علاوہ، اس لئے کہ سید عالم ﷺ قرآن کو زبانی پڑھا کرتے تھے اور کتاب سے دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے، پس حاصل کلام یہ ہوا کہ صحف سے مراد وہ کاغذ ہیں جس میں قرآن مکتوب ہوتا ہے اور کتب سے مراد وہ احکام مکتوبہ ہیں جو لفظا اور نقطوں کی صورت میں کاغذ پر جلی حروف سے لکھے ہوئے ہوں۔ وزیدت اللام: اُولیٰ صورت یہ ہے کہ باء کے معنی میں لیا جائے یعنی "وما امروا الا بان یعبدوا ...... الخ" کہا جائے۔

من اللہ تعالی: ﴿خلودھم﴾ کے متعلق ہے، معنی یہ ہے کہ ہم ان کے خلود کا انتظار کرتے ہیں اس سبب سے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ ﷻ انہیں ہمیشہ جہنم میں رکھے گا، پس کسی چیز کو تقدیراً لینا ہماری جانب سے ہے اور خلود مقدر یعنی ہمیشہ کے لئے جہنم میں ٹھہرانا، اللہ ﷻ کی جانب سے ہے۔

بثوابه: ان کے اللہ ﷻ سے راضی ہونے کی صورت میں انہیں ثواب ملے گا، پس اس صورت میں مصدر کی اضافت فاعل کی جانب ہے۔ جنید بغدادی کہتے ہیں رضا قوت علم اور معرفت (الٰہی) کے باعث حاصل ہوتی ہے اور یہ دنیا و آخرت میں بندے کی ساتھی ہوتی ہیں اور خوف، امید، صبر، اور وہ تمام احوال جو بندے سے آخرت میں زائل ہوتے ہیں اور بندہ اللہ ﷻ کی رضا کے باعث جنت میں جاتا ہے۔ (الصاوی، ج٦، ص٣١٠ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة الزلزلة مكية او مدنية وهى ثمان او تسع آيات

(سورۃ الزلزال مکی یا مدنی ہے اس میں آٹھ یا نو آیتیں ہیں)

تعارف وفضائل سورة الزلزال

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ۳۵ کلمے، ایک سو انتالیس حروف ہیں۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ ﷺ مجھے قرآن پڑھایئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذوات الراء'' (الٓمّٓر) سے تین سورتیں پڑھو اس شخص نے کہا: میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، دل سخت اور زبان موٹی ہوگئی ہے، تو آپ نے فرمایا ''مسبحات'' یعنی جن کے شروع میں سبح یا یسبح آتا ہے اس نے پھر وہی جواب دیا اور عرض کیا مجھے کوئی جامع سورت پڑھایئے، تو آپ نے سورت زلزال پڑھائی حتی کہ اس کو پڑھا کر فارغ ہوگئے۔ اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا، تب آپ نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہوگیا، یہ شخص کامیاب ہوگیا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب تخزیب القرآن، رقم:۱۳۹۹، ص۲٦٤)

☆......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اذا زلزلت الارض'' نصف قرآن کے برابر ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی اذا زلزلت، رقم:۲۹۰۲، ص۸۲۱) انسان بڑی بے باکی اور بے حیائی سے زمین کے گوشے گوشے کو اپنے گناہوں سے داغ دار کرتا رہتا ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کوئی نہیں دیکھ رہا اور یہ درخت، پتھر، پہاڑ، خاک سب کے سب اندھے، گونگے، بہرے ہیں اسے اپنے ان کرتوتوں کا احساس اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک یہ اس کی نادانی ہے۔ جب قیامت کے ہولناک جھٹکوں سے کرہ زمین پھٹ جائے گی اس میں چھپی ہوئی ہر چیز اس پر گواہ بن جائے گی۔ اس وقت وہ درخت جن کی چھاؤں میں بیٹھ کر گناہ کیا کرتا تھا، وہ چٹانیں جن کی آڑ میں چھپ کر گناہ کرتا، وہ سب اس دن گواہی دیں گے۔ اس وقت اس کی آنکھ کھلے گی لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اس وقت لوگ گروہ در گروہ پیش کئے جائیں گے ہر شخص کی چھوٹی بڑی نیکی کا اجر دیا جائے گا اور اسی طرح اس کی ہر چھوٹی بڑی برائی کا نتیجہ بھی اسے دیکھنا پڑے گا۔

رکوع نمبر: ۲۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذا زلزلت الارض﴾ حُرِّكَتْ لِقِيَامِ السَّاعَةِ ﴿زلزالها (۱)﴾ تَحْرِيكَهَا الشَّدِيدَ الْمُنَاسِبَ لِعَظْمَتِهَا ﴿واخرجت الارض اثقالها (۲)﴾ كُنُوزَهَا وَمَوْتَاهَا فَأَلْقَتْهَا عَلٰى ظَهْرِهَا ﴿وقال الانسان﴾ اَلْكَافِرُ بِالْبَعْثِ ﴿مالها (۳)﴾ اِنْكَارًا لِتِلْكَ الْحَالَةِ ﴿يومئذ﴾ بَدَلٌ مِنْ اِذَا وَجَوَابُهَا ﴿تحدث اخبارها (۴)﴾ تُخْبِرُ بِمَا عُمِلَ عَلَيْهَا مِنْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ ﴿بان﴾ بِسَبَبِ اَنْ ﴿ربك اوحى لها (۵)﴾ اَىْ اَمَرَهَا بِذٰلِكَ وَفِى الْحَدِيْثِ تَشْهَدُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِكُلِّ مَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا ﴿يومئذ يصدر الناس﴾ يَنْصَرِفُوْنَ مِنْ مَوْقِفِ الْحِسَابِ ﴿اشتاتا﴾ مُتَفَرِّقِيْنَ فَاٰخِذٌ ذَاتَ الْيَمِيْنِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاٰخِذٌ ذَاتَ الشِّمَالِ اِلَى النَّارِ ﴿ليروا اعمالهم (۶)﴾ اَىْ جَزَائَهَا مِنَ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ ﴿فمن يعمل مثقال ذرة﴾ زِنَةَ نَمْلَةٍ صَغِيْرَةٍ ﴿خيرا يره (۷)﴾ يَرَ ثَوَابَهٗ ﴿ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره (۸)﴾ جَزَاءَهٗ۔

﴿ترجمہ﴾

جب زمین تھرتھرادی جائے......۱......(قیامت قائم ہونے کے وقت، زلزلت بمعنی حرکت ہے) جیسا اس کا تھرتھرانا ہے (عظمت قیامت کے مناسب جیسا کہ اس کی شدید تھراہٹ ہے) اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے (یعنی خزانے اور مردے سب زمین کی پشت پر ڈال دے......۲......) اور انسان (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا منکر انسان) کہے اسے کیا ہوا (زمین کی اس حالت کا انکار کرتے ہوئے) اس دن (''یومئذ'' یہ ''اذا'' اور جواب ''اذا'' سے بدل ہے) وہ اپنی خبریں بتائے گی (جو اچھا اور برا عمل اس پر کیا گیا ہوگا اس کی خبر دے گی......۳......) اس لیے کہ (بان بمعنی بسبب ان ہے) تیرے رب نے اسے (اس کا) حکم بھیجا (حدیث پاک میں ہے ہر مرد و عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی گواہی دے گی) اس دن لوگ پھریں گے (موقف حساب سے، یصدر بمعنی ینصرف ہے) کئی راہ ہو کر (یعنی متفرق ہو کر دائیں جانب والے جنت کی طرف اور بائیں جانب والے جہنم کی طرف) تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں (یعنی اپنے کئے کا بدلہ دکھائے جائیں یعنی جنت یا دوزخ) تو جو ایک ذرہ بھر (یعنی چھوٹی سی چیونٹی کے وزن برابر) بھلائی کرے اسے دیکھے گا (یعنی اس کا ثواب دیکھے گا) اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے (یعنی اس کی جزاء......۴......) دیکھے گا۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحی لها﴾

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، زلزلت الارض: فعل مجہول و نائب الفاعل، زلزالها: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرجت الارض: فعل و فاعل، اثقالها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، قال الانسان: قول، ما: استفہامیہ مبتدا، لها: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ملکر جملہ قولیہ معطوف ثانی، یومئذ: ظرف مقدم، تحدث: فعل با فاعل، اخبارها: مفعول، ب: جار، ان ربک: حرف مشبہ و اسم، اوحی لها: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالهم﴾

یومئذ: ظرف مقدم، یصدر: فعل، الناس: ذوالحال، اشتاتا: حال، ملکر فاعل، لام: جار، یروا اعمالهم: جملہ فعلیہ تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره﴾

ف: تعریفیہ عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعمل: فعل با فاعل، مثقال ذرة: مبدل منہ، خیرا: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یره: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعمل: فعل با فاعل، مثقال ذرة: مبدل منہ، شرا: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یره: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

اسلامی اور سائنسی لحاظ سے زلزلہ اور اس کے اسباب:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اذا زلزلت الارض زلزالها﴾ جب زمین تھرتھرادی جائے جیسا کہ اس کا

تھرتھرانا ٹھہرا ہے (الزلزال: ۱) ﴾۔ یعنی زمین میں جنبش پیدا ہونا، ہل جانا زلزلہ کہلاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: زلزلے کا اصلی سبب آدمیوں کے گناہ ہیں، اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں، جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر پھیلتی ہیں، جس زمین پر معاذ اللہ عزوجل زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اپنے اس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، زمین ہلنے لگتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا: ''اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا، پانی کے بخارات اُٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے، پھر اللہ عزوجل نے مچھلی پیدا کی، اس پر زمین بچھائی، زمین پشتِ ماہی پر ہے، مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی، اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کردی گئی، جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿والجبال اوتادا اور پہاڑوں کو میخیں بنایا (النباء: ۷) ﴾، ﴿والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے (النحل: ۱۵) ﴾''۔

اب سوال یہ ہے کہ بسا اوقات خاص خاص مقام پر زلزلہ آنا، دوسری جگہ نہ آنا، اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ (یعنی اللہ کا ارادہ ہونا) ہے، اور عالم اسباب میں باعث بندوں کے معاصی۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا (الشوریٰ: ۳۰) ﴾۔

اور وجہِ وقوع کوہِ قاف کے ریشے کی حرکت ہے، اللہ عزوجل نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں، جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہِ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنی ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے۔ جبلِ قاف جس کا دور تمام کرۂ زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہوکر پہاڑیاں ہوگئے، کہیں سطح تک آکر تھم رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سہل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں مگر اندر اندر قاف کے رگ وریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں، جس جگہ زلزلہ کے لئے اللہ عزوجل ارادہ فرماتا ہے والعیاذ برحمتہ ثم برحمت رسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قاف کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت، یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہوجاتا ہے، اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھونکے لیتے، اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے، یا عنف حرکت سے مادۂ کبریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں، چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے اور زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دُخانی مادہ ہے، جنبش کے سبب منافذِ زمین متسع ہوکر وہ بخار و دُخان نکلتے ہیں، طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادۂ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ اُن کا خروج بھی سببِ زلزلہ کا مسبب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے، جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اُس پہاڑ کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے

،یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۲۷،ص ۹۳ وغیرہ)

آج کل لوگ سائنس کو بہت مانتے ہیں، مذہبی طبقے میں بھی اُس عالم دین کو پزیرائی ملتی ہے جو دینی علم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علم سے بھی آگاہی رکھتا ہو۔ سائنسی نقطہ نگاہ سے زلزلے کا سبب زمین کے نیچے پانی کا pressure (پریشر) بڑھ جانے سے زلزلہ آتا ہے۔ چنانچہ فروری ۲۰۱۰ء میں Central Chille میں بہت بڑا زلزلہ آیا، سائنسدانوں کے نزدیک اس کی وجہ Oceanic اور Continental plates کا ٹکراؤ تھا، اب سائنسدان اس سوچ میں پڑے ہیں کہ پانی ان کے مابین کیسے trape کرتا ہے جس کی وجہ سے پانی کا پریشر بڑھتا ہے اور یہی زلزلے کا سبب بنتا ہے۔(shweta Iyer on 28march,2014).

۔ زمین میں چار تہیں ہوتی ہیں، inner core (اندرونی تہہ)، outer core (بیرونی تہہ)، mantal (مینٹل) اور crust (کرسٹ)۔ پس mantal (مینٹل) اور crust (کرسٹ) کا اوپری حصہ زمین کی سطح پر ایک معمولی سی تہہ بناتے ہیں، مگر یہ معمولی سی تہہ ایک ٹکڑے میں نہیں ہوتی بلکہ کئی ٹکڑوں میں puzzle (پزل) کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ puzzle (پزل) کی صورت میں پائی جانے والی تہہ آہستہ آہستہ حرکت بھی کرتی ہے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ انہیں tectonic plates (ٹیکٹونک پلیٹس) کہتے ہیں اور ان کے کناروں کو plates boundries (پلیٹ باؤنڈریز) کہتے ہیں۔ اور یہ باؤنڈریز کئی قسم کے faults (فالٹ) کی وجہ سے بنتی ہیں۔ اور دنیا بھر میں جتنے بھی زلزلے آتے ہیں ان میں سے اکثر اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ باؤنڈریز کمزور اور کھردری ہوتی ہیں اور جب آپس میں ٹکراؤ کا عمل ہوتا ہے تو پھر نتیجے کے طور پر زلزلہ رونما ہوتا ہے۔(Writtern by:lisa waldfor "the green frog news").

زمین کا خزانے اگل دینا:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واخرجت الارض اثقالها اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے (الزلزال:۲)﴾۔ یعنی زمین کی سطح کو بالکل ہموار کردیا جائے گا اور کوئی اونچ نیچ نہ رہے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر سطح زمین سے مل جائیں گے۔ مُردے اور دیگر زمینی خزانے بلکہ سب کچھ ہی سطح زمین پر آجائے گا۔

☆......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مثل سونے چاندی کے زمین اپنے جگر کے ٹکڑے اُگل دیگی، قاتل اُنہیں دیکھ کر (ازراہِ حسرت) کہے گا کہ انہی کی وجہ سے میں نے قتل کیا تھا، رشتے ناطے توڑنے والا کہے گا کہ انہی کی وجہ سے میں نے تعلقات توڑے تھے، چور کہے گا کہ انہی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر بھی لوگ اس مال کو چھوڑ جائیں گے اور کوئی اس میں سے کچھ نہ لے گا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترغیب فی الصدقۃ، رقم:(۲۲۳۰)/ ۱۰۱۳، ص۴۶۰)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب: فی التخییر بین الانبیاء، رقم:۴۶۷۳، ص۸۷۵)

زمین کا انسانی اعمال کی خبر دینا:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یومئذ تحدث اخبارها اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی (الزلزال:۴)﴾۔ جو کچھ بھی زمین پر اچھے یا بُرے اعمال ہوئے ہیں، زمین اُس کی گواہی دے گی، اس بارے میں دو اقوال ہیں چنانچہ ایک قول کے مطابق اللہ عزوجل زمین پر ہونے والے اچھے یا بُرے اعمال کی خبر دے گا یا پھر انسان ہی اس پر ہونے والے اچھے یا بُرے اعمال کی خبر دے گا۔ کلام کرنے والا کون

ہوگا اس بارے میں مفسرین کرام کے تین اقوال پائے جاتے ہیں: (۱)......اللہ ﷻ زمین کو حیوان ناطق بنا دیگا پس وہ کلام کرے گی۔(۲)......اللہ ﷻ زمین میں کلام کی طاقت پیدا کردے گا۔(۳)......اس سے جو چیز صادر ہوگا وہ کلام کے قائم مقام ہوگا۔

امام ماوردی کہتے ہیں کہ اس فرمان بالا میں تین اقوال پائے جاتے ہیں: (۱)......اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿تحدث اخبارها اپنی خبریں بتائے گی (الزلزال: ٤)﴾ یعنی زمین کی پشت پر بندوں کے اعمال کے اعتبار سے خبریں دینا مراد ہے، اور یہی ابو ہریرہ ﷺ کی حدیث سے بھی ثابت ہے اور یہ بوقت قیامت زلزلہ آنے کے وقت میں ہوگا۔(۲)......زمین اپنے خزانے باہر نکال پھینکے گی، یہ قول یحیی بن سلام کا ہے اور ان کے گمان کے مطابق زلزلہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔(۳)......قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایسا ہوگا کہ انسان کہے گا: میرے لئے کیا ہے؟ پس ابن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ اُسے خبر دی جائے گی کہ دنیا کی زندگی ختم ہو چکی ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے والی ہے، پس لوگوں کے لئے ان کے سوال کے مطابق جواب ہونگے اور کافروں کے لئے وعیدات اور مومنین کے لئے ڈرانے والی خبریں ہونگی۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۳۸)

☆......سید عالم ﷺ نے متذکرہ بالا آیت تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: "کیا تم اس کی درایت رکھتے ہو؟" صحابہ عرض گزار ہوئے کہ اللہ ﷻ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر فرمایا: "زمین کی خبریں یہ ہیں کہ زمین ہر بندے یا غلام کے عمل خیر وشر کی خبر دے گی جو اُس نے اس روئے زمین پر کیا ہے، وہ کہے گی کہ فلاں فلاں عمل اِس اِس طرح کیا ہے، فرمایا یہی زمین کی خبریں ہیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر، باب سورة زلزال، رقم: ٣٣٦٤، ص ٩٦٨)

ذرے ذرے کا حساب ہونا:

۴......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھ لے گا (الزلزال: ۷تا۸)﴾۔چیونٹی سے بھی کم ذرے کا حساب دینا ہے، مٹی جیسے ذرے بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں کوئی چیز ہو، چاہے نیکی ہو یا بدی، انسان مکلف بنا کر بھیجا گیا ہے لہذا اُسے حساب دینا ہے۔لیکن یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ ذرے کی مقدار کے برابر نیکی وبدی کی جزاء وسزا کا معنی کیا ہے؟ پس مفسرین کرام نے اس کے چند جوابات دیئے ہیں: (۱)......احمد بن کعب القرظی کہتے ہیں پس کافر کو بالکل چھوٹی سی نیکی کا اجر دنیا ہی میں دے دیا جائے گا اور اُس کے لئے آخرت میں کچھ نہیں ہے، اور یہی قول حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔اور اس قول کی تائید سید عالم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ملتی ہے: "اے ابوبکر ﷺ! میں (کسی مومن کے بارے میں) نہیں دیکھتا کہ دنیا میں کوئی ذرہ برابر بدی کو ناپسند کرتا ہو اور اللہ ﷻ اُس کی ذرہ بھر نیکی کو بچا رکھتا ہو یہاں تک کہ وہ مرنے کے بعد قیامت میں پیش ہو جائے"۔(۲)......کوئی ایسا مومن یا کافر نہیں ہے جو نیکی یا بدی اختیار کرتا ہوں مگر خاص اللہ ﷻ ہی کے لئے، پس مومن کے گناہ اللہ ﷻ معاف فرماتا ہے اور اس کی نیکیاں لکھ رکھتا ہے اور کافر کی نیکی رد کر دی جاتی ہے اور اس کے گناہ پر اُسے عذاب دیا جاتا ہے۔(۳)......پس جس نے نیکی کا کوئی کام کیا اُس کے لئے وہ نیکی سعادت بن جائے گی اور جس نے بُرائی کو اختیار کیا تو اُس کے لئے وہ بُرائی شقاوت و بربادی ہو جائے گی۔

(الرازی، ج ۱۱، ص ۲۵۷، الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۳۲٤)

اغراض:

اومدنیة: حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق۔تحریکها الشدید: کوئی چیز بھی ٹھہر نہ سکے گی، پہاڑ، درخت اور عمارتیں سب ہلنے لگیں گی۔حرکت لقیام الساعة: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، پہلے قول کے مطابق نفخہ اولی کے وقت زلزلہ

آئے گا اور اس کی صراحت اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ﴿ان زلزلة الساعة شیء عظیم یوم ترونها تذهل کل مرضعة عما ارضعت (الحج:۱)﴾ اور یہی جمہور کا قول ہے، جب کہ دوسرے قول کے مطابق نفخۂ ثانیہ مراد ہے اور اس قول کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿تحدث اخبارها﴾ یعنی بعد نفخۂ ثانیہ تمام شہادتیں ظاہر ہو جائیں گی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے اور اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿واخرجت الارض اثقالها﴾ میں احتمال ہیں۔

الکافر بالبعث: مؤمن کا حال یہ نہ ہوگا کیونکہ مؤمن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکاری نہیں ہیں بلکہ مؤمن کا اعتراف ان الفاظ میں ہوگا: ﴿هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون (یس:۵۲)﴾۔

انکارا لتلک الحالة: مناسب یہ ہے کہ کافروں کا یہ انکار تعجب کی وجہ سے ہو کیونکہ جب کوئی چیز وقوع پذیر ہو ہی جائے تو پھر تعجب کے سوا باقی کیا بچتا ہے؟۔

فی الحدیث: سید عالم ﷺ نے یہ آیت: ﴿یومئذ تحدث اخبارها﴾ تلاوت فرمائی اور فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ کونسی خبریں مراد ہیں؟ لوگ بولے نہیں: اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ''خبر یہ ہے کہ ہر بندہ یا غلام جس نے جو بھی اس زمین پر کیا ہوگا گواہی دیگا، اور یہ زمین کہے گی کہ مجھ پر فلاں فلاں عمل کیا گیا''۔

من موقف الحساب: یعنی اپنے رب کے پاس قبروں سے لوٹیں گے۔ **زنة نمرة صغیرة:** ان میں سے ہر سو کا وزن جَو کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔ اور چار ذرات رائی کے دانے کے وزن کے برابر ہونگے۔ (الصاوی، ج۶، ص ۳۱۴)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ والعادیات مکیۃ او مدنیۃ وھی احدی عشرۃ آیۃ

(سورۂ عادیات مکی یا مدنی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ العادیات

اس سورت میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف ہیں، امام ابوعبیدہ نے حسن بصری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اذازلزلت الارض'' نصف قرآن ہے اور والعادیات نصف قرآن کے برابر ہے (الدر المنثور ج۸، ص ۵۴۷)۔ اس سورت میں متعدد قسمیں کھا کر اللہ ﷻ نے چند حقائق کی نقاب کشائی فرمائی۔ پہلے تو یہ بتایا کہ انسان اپنے پروردگار کا کتنا ناشکرا ہے کہ اس کا کھاتا ہے اور اس کی زمین پر ہی رہتا اور اس کی ہوا میں سانس لیتا ہے لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتا، نہ اس کی عبادت واطاعت کرتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ انسان آج دولت کی ہوس میں گھر چکا ہے کہ وہ اس کو حاصل کرے اور بہت زیادہ جمع کرے لیکن جس نے یہ سب دیا ہے اس کو ہی بھول بیٹھا ہے اسے اتنی خبر بھی نہیں کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے ۔انسان کو ترغیب دلائی گئی کہ وہ اعمال صالحہ کرے تاکہ کل قیامت کے دن سرخرو ہوسکے، اور برے اعمال سے ڈرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر: ۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والعدیت﴾ اَلْخَیْلِ تَعْدُوْافِی الْغَزْوِوَتَضْبَحُ ﴿ضبحا (۱)﴾ ھُوَصَوْتُ اَجْوَافِھَااِذَاعَدَتْ ﴿فالموریت﴾ اَلْخَیْلَ تُوْرِی النَّارَ ﴿قدحا (۲)﴾ بِحَوَافِرِھَااِذَاسَارَتْ فِی الْاَرْضِ ذَاتَ الْحِجَارَۃِ بِالَّیْلِ ﴿فالمغیرت صبحا (۳)﴾ اَلْخَیْلُ تُغِیْرُعَلَی الْعَدُوِوَقْتَ الصُّبْحِ بِاَغَارَۃِاَصْحَابِھَا ﴿فاثرن﴾ ھَیَّجْنَ ﴿بہ﴾ بِمَکَانِ عُدُوِّھِنَّ اَوْبِذٰلِکَ الْوَقْتِ ﴿نقعا (۴)﴾ غُبَارًابِشِدَّۃِ حَرْکَتِھِنَّ ﴿فوسطن بہ﴾ بِالنَّقْعِ ﴿جمعا (۵)﴾ مِنَ الْعَدُوِاَیْ صِرْنَ وَسْطَہٗ وَعَطَفَ الْفِعْلِ عَلَی الْاِسْمِ لِاَنَّہٗ فِیْ تَاْوِیْلِ الْفِعْلِ اَیْ وَالّٰلاتِیْ عَدَوْنَ فَاَوْرَیْنَ فَاَغَرْنَ ﴿ان الانسان﴾ اَیِ الْکَافِرَ ﴿لربہ لکنود (۶)﴾ لَکَفُوْرٌ یَجْحَدُ نِعَمَۃَ تَعَالٰی ﴿وانہ علی ذلک﴾ اَیْ کُنُوْدِہٖ ﴿لشھید (۷)﴾ یَشْھَدُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِصَنِیْعِہٖ ﴿وانہ لحب الخیز﴾ اَیِ الْمَالِ ﴿لشدید (۸)﴾ اَیْ لَشَدِیْدُالْحُبِّ لَہٗ فَیَبْخَلُ بِہٖ ﴿افلا یعلم اذا بعثر﴾ اُثِیْرَ وَاُخْرِجَ ﴿ما فی القبور (۹)﴾ مِنَ الْمَوْتٰی اَیْ بُعِثُوْا ﴿وحصل﴾ بُیِّنَ وَاُفْرِزَ ﴿ما فی الصدور (۱۰)﴾ اَلْقُلُوْبِ مِنَ الْکُفْرِ الْاِیْمَانِ ﴿ان ربھم بھم یومئذ لخبیر (۱۱)﴾ لَعَالِمٌ فَیُجَازِیْھِمْ عَلٰی کُفْرِھِمْ اُعِیْدَالضَّمِیْرِ جَمْعًانَظْرًالِمَعْنَی الْاِنْسَانِ وَھٰذِہِ الْجُمْلَۃُ دَلَّتْ عَلٰی مَفْعُوْلِ یَعْلَمُ اَیْ اِنَّا نُجَازِیْہِ وَقْتَ مَاذُکِرَوَتَعَلَّقَ خَبِیْرٌبِیَوْمَئِذٍ وَھُوَتَعَالٰی خَبِیْرٌدَائِمًالِاَنَّہٗ یَوْمُ الْمُجَازَاۃِ.

﴿ترجمہ﴾

قسم دوڑنے والے (گھوڑوں) کی (جو جنگ میں دوڑتے ہیں اور آواز نکلتی ہے سینے سے) خوب آواز (''ضبحا'' گھوڑوں کے سینوں سے حملہ کرتے وقت نکلنے والی آواز کو کہتے ہیں) پھر آگ نکالنے والے (گھوڑے جو کہ آگ نکالتے ہیں) سم مار کر (یعنی بوقت رات جب وہ پتھریلی زمین پر چلنے کے دوران سم مارتے ہیں تو آگ نکلتی ہے) پھر صبح کو تاراج کرنے والے (یعنی وہ گھوڑے جو صبح کو

دشمنوں کو تخت وتاراج کر دیتے ہیں) غبار اڑاتے ہیں (اثرن بمعنی هیجن ہے) اس میں (یعنی اپنے دشمن کے مقام میں یا اس وقت اپنی شدید حرکت کے ذریعے سے "نقعا" غبار کو کہتے ہیں) پھر اس کے ساتھ (یعنی غبار کے ساتھ) بیچ میں پہنچ جاتے ہیں (دشمن) کے لشکر کے (یعنی دشمن کے لشکر کے درمیان میں پہنچ جاتے ہیں......۱......اور یہاں فعل کا عطف اسم پر ہے کہ یہ اسم تاویل فعل میں ہے یعنی یہ "اللاتی عدون فاورین فاغرن" کے معنی میں ہے) بیشک انسان (یہاں الا نسان سے مراد کافر ہے) اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے، کنود بمعنی کفور ہے......۲......) اور بیشک وہ اس پر (یعنی اپنی اس ناشکری پر) خود گواہ ہے (یعنی اپنے عمل کے ذریعے خود اپنے خلاف گواہی دے رہا ہے) اور بیشک وہ خیر (یعنی مال کی چاہت میں) ضرور سخت ہے (یعنی مال سے شدید محبت کرنے والا ہے اور مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والا ہے......۳......) تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے (بعثر بمعنی اثیر واخرج ہے) جو قبروں میں ہیں (یعنی مردے یعنی مردوں کو اٹھایا جائے گا) اور کھول دی جائے گی (حصل بمعنی بین وافوز ہے) جو سینوں (یعنی دلوں) میں ہے (یعنی کفر وایمان) بیشک ان کے رب کو اس دن ان سب کا علم ہے (خبیر بمعنی عالم ہے، پس وہ انہیں کفر کا بدلہ دے گا یہاں ضمیر جمع کا مادہ "انسان" کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے اور یہ جملہ "یعلم" کے مفعول پر دلالت کر رہا مفعول مقدر یہ ہے "انا نجازیه وقت ماذکر" اور "خبیر" کا "یومئذ" سے تعلق ہے اور اللہ ہمیشہ سے باخبر ہے کہ قیامت کے دن کا بھی وہ خبیر ہے جو کہ بدلہ دیئے جانے کا دن ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والعدیت ضبحا فالموریت قدحا فالمغیرت صبحا فاثرن به نقعا فوسطن به جمعا ان الانسان لربه لکنود﴾

و: جار، العدیت: اسم فاعل، "هن" ضمیر ذوالحال، ضبحا: حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، الموریت: اسم فاعل "هن" ضمیر ذوالحال، قدحا: حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف اول، ف: عاطفہ، المغیرت: اسم فاعل بافاعل، صبحا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "عدون فاورین فاغرن"، اثرن به: فعل بافاعل وظرف لغو، نقعا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، وسطن به جمعا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر فعل محذوف پر معطوف ہے، ملکر "اللاتی" موصول محذوف کا صلہ "ای فاللاتی عدون فاورین فاغرن فاثرن به جمعا فوسطن به جمعا" موصول صلہ ملکر معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر فعل محذوف "اسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ، ان الانسان: حرف مشبہ واسم، لربه: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، کنود: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وانه علی ذلک لشهید وانه لحب الخیر لشدید﴾

و: عاطفہ، انه: حرف مشبہ واسم، علی ذلک: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، شهید: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انه: حرف مشبہ اسم، لحب الخیر: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، شدید: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور﴾

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "ایفعل ما یفعل من المقابح" لا یعلم: فعل نفی بافاعل، اذا: مضاف، بعثر: فعل مجہول، ما فی القبور: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، حصل: فعل مجہول، ما فی الصدور: موصول صلہ، ملکر نائب فعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر

ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربھم بھم یومئذ لخبیر﴾

ان ربھم: حرف مشبہ واسم، بھم: ظرف لغو مقدم، یومئذ: ظرف مقدم، لام: تاکیدیہ، خبیر: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

گھوڑے کی مختلف خصوصیات کے ساتھ قسم کھانے کی وجوہات:

لے...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والعدیت ضبحا فالموریت قدحا فالمغیرات صبحا فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا قسم ہے ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں (العادیات:۱تا۵)﴾۔

والعدیت ضبحا: العدیات کی اصل العادوات، واو کو یاء کے ساتھ تبدیل کیا گیا ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والعدیت ضبحا قسم ان کی جو دوڑتے ہیں آواز نکلتی ہوئی (العادیات:۱)﴾ یعنی گھوڑے کے سانس لینے کی آواز کو کہتے ہیں جسے ضباح سے تعبیر کیا گیا ہے مراد لومڑی کی سی آواز ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد دشمن کی سرسراہٹ کی آواز ہے، اور ایک قول کے مطابق عود لکڑی کو جلانا ہے اور اسے دشمن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے جس طرح آگ کو کثرتِ حرکت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص۲۹۵)

فالموریت قدحا: الایراء بمعنی اخراج النار ہے۔ کلبی کے قول کے مطابق پتھر یا کسی اور چیز کو باہم رگڑنے سے آگ نکلنا، یا مجاہدین کا وہ دستہ مراد ہے جو جنگ سے واپس آئے ہوں اور کھانے کے لئے آگ جلاتے ہوں۔ (الطبری، الجزء:۳۰، ص۳۰۰)

صبحا: یعنی نہار کا اول وقت صبح کہلاتا ہے، مراد وہ وقت ہے، جس میں شمس کے چھپے ہونے کے باعث اُفق سرخ ہوتا ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الیس الصبح بقریب کیا صبح قریب نہیں (ہود:۸۱)﴾، ﴿فساء صباح المنذرین تو ڈرائے گیوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی (الصافات:۱۷۷)﴾ اور یونہی فرمایا: ﴿فالمغیرات صبحا پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں (العادیات:۲)﴾۔ (المفردات، ص۲۷۷)

فاثرن بہ نقعا: یہاں نعقا بمعنی الغبار ہے یعنی مٹی اور گرد و غبار اڑانا، گھوڑوں کا اپنے سموں سے مٹی و غبار کے آثار پیدا کرنا۔

فوسطن بہ جمعا: دشمنوں میں گھس گئے یا کافروں کی جماعت میں گھس گئے، مجاہدین کا اپنے گھوڑوں سمیت دشمنوں کی جماعت میں گھس جانے کو کہتے ہیں۔ ایک قول منٰی کی جانب روانہ ہونے والے اونٹ بھی لیا گیا ہے۔ (الطبری، الجزء:۳۰، ص۳۳۲ وغیرہ)

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ ﷻ نے گھوڑے کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی ہے کہ گھوڑے میں اپنے مدِ مقابل دشمن کو طلب کرنے، حملہ کرنے، تیزی دکھانے وغیرہ کے بارے میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ دیگر حیوانات میں نہیں پائی جاتی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی گمان کرے کہ گھوڑا دشمن کو جنگ کی جانب مائل کرنے میں معاون ہوتا ہے تا کہ مدِ مقابل کا مالِ غنیمت حاصل ہو جائے اور یہ بھی گمان کیا جاسکتا ہے کہ بربنائے مصلحت گھوڑے میں مدِ مقابل دشمن سے بھاگ جانے کی صفت پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں گمان کے نتیجے میں غنیمت کی سلامتی فقط ایک صورت میں پائی جاتی ہے۔ اللہ ﷻ نے یہاں غازی گھوڑے کی قسم ارشاد فرمائی ہے کیونکہ اس میں دینی و دنیاوی کئی منافع کارفرما ہیں، اور اس میں تنبیہ ہے کہ انسان گھوڑے کو زینت اور تفاخر کی غرض سے نہیں بلکہ دینی منفعت کے لئے رکھے جو کہ جہاد وغیرہ جنگی امور میں کام آئے اور اس معنی کی تنبیہ اللہ ﷻ نے دیگر مقامات پر بھی فرمائی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے وہ

پیدا کرے گا (النحل:۸)﴾۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۲۵۹)

انسان میں "کنود" والی صفت ہونا:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الانسان لربہ لکنود بیشک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (العادیات:۶)﴾۔ یعنی انسان کی طبیعت میں کفرانِ نعمت کرنا ہے، ابن عباس کہتے ہیں کہ کنود کے معنی نعمت خداوندی کی ناشکری کرنا ہے، حسن کہتے ہیں کہ مصائب کا ذکر کرے اور نعمتوں کو بھول جائے یہی کنود ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ایسے امور بجالائے جو اُسے شکر سے روکے رکھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نعمت میں ہٹ دھرمی کرنا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہاں الانسان سے مراد کافر ہے، جو کہ کفر اختیار کرتا ہے اور اسی طرح زمین سے ملنے والی نعمت سے بھی ناشکری کے ذریعے کفر اختیار کرتا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ابوبکر واسطی کہتے ہیں کہ الکنود سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ ﷻ کی نعمت کو اللہ ﷻ ہی کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں۔ ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ الکنود سے مراد یہ ہے کہ جو نعمت کو اپنی ذات میں ملاحظہ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو نعمت کی جانب تو دیکھے لیکن نعمت دینے والے کو فراموش کردے۔ ایک قول یہ ہے کہ کنود یہ ہے کہ جب کوئی بُرائی پہنچے تو جزاء وفزع کرے اور جب کوئی نعمت ملے تو شکر نہ کرے۔ پس نبی کریم ﷺ نے بھی کنود کو احوالِ مذمومہ وغیر محمودہ کی جانب قرار دیا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۱۵۰)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنے اصحاب سے استفسار فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ کنود کون ہوتا ہے"؟ جواب دیا: اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا: "وہ شخص جو اپنے غلام کو مارتا ہو، سہارا دینے سے باز رکھتا ہو اور اکیلا کھاتا ہو"۔ (الطبری، الجزء:۳۰،ص۳۳۷)

بخل کی مذمت میں فرامین مصطفی ﷺ:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وانہ لحب الخیر لشدید اور بیشک وہ مال کی چاہت میں ضرور کڑا (تیز) ہے (العدیت:۸)﴾۔ مفسرین کرام شدید بمعنی بخیل لیتے ہیں۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "آدمی بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن اس کی دو خصلتیں جوان رہتی ہیں: مال کی حرص اور لمبی عمر کی حرص"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب: کراھۃ الحرص علی ،رقم:(۲۲۹۹)/۱۰۴٦،ص ۴۷۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان رہتا ہے: زندگی اور مال کی محبت"۔

(المرجع السابق، رقم: ۲۳۰۰)/۱۰۴٦)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بندے کے دل میں کبھی لالچ اور ایمان اکھٹے نہیں ہوسکتے"۔

(سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب: فضل من عمل فی، رقم: ۳۱۱۲،ص ۷۴۱)

اغراض:

مکیۃ او مدنیۃ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق مکی اور ابن عباس کے قول کے مطابق مدنی ہے۔ الخیل تعدو فی الغزو: یعنی دشمن پر لڑائی جلدی کرتا ہے، اور انہیں بطور کنایہ جنگ میں دوڑنے اور ان کی تعظیم کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔ وتضبح: اس میں اشارہ ہے کہ ﴿ضبحا﴾ محذوف فعل کی بناء پر منصوب ہے، اور وہ فعل ﴿العادیات﴾ سے حال ہے۔
ھو صوت اجوافھا: یعنی وہ آواز جو گھوڑے کے سینے سے دشمن کے مقابلے کے وقت میں نکلتی ہے، اور اس میں نرمی نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کسی چوپائے کی آواز ایسی نہیں نکلتی جیسی دشمن کے مدمقابل گھوڑے، کتے اور لومڑی کی نکلتی ہے اور یہ وہ

حیوانات ہیں کہ ان کے حالات غم و تکلیف کے وقت میں بدل جاتے ہیں۔

وقت الصبح: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ضبحا﴾ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ الصبح: مراد وہ وقت ہے جو دشمن پر حملہ کرنے کا ہوتا ہے کیونکہ رات گزرنے کے بعد دشمن کا صحیح شعور پیدا ہو جائے اور قرار و سکون کے ساتھ صبح یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون مدمقابل آتا ہے اور کون راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

بمکان عدوھن: ضمیر کا اعادہ المکان کی جانب کیا گیا ہے اگرچہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا کیونکہ دشمن کے لئے مکان کا پایا جانا ضروری ہے۔ **او بذلک الوقت:** مراد صبح کا وقت ہے، پس دو تفاسیر ہیں اور ہر ایک میں "باء" سے مراد ﴿بہ﴾ بمعنی فی ہے۔ **بالنقع:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿بہ﴾ میں موجود ضمیر "النقع" کی جانب عائد ہے اور باء ملابست کے لئے ہے، مراد یہ ہے کہ عین دشمنوں کے وسط میں پہنچ کر غبار اڑاتے ہیں۔

الکافر: دو وجوہات میں سے ایک ہے، جب کہ دوسری وجہ ﴿الانسان﴾ بمعنی الجنس ہے، یعنی انسان فطرت پر پیدا کیا گیا ہے مگر یہ کہ جسے اللہ عزوجل برائی سے بچائے۔ **بصنعه:** میں باء سببیہ ہے اور مراد برے عمل پر گواہی دینا ہے۔ **لکفور:** یعنی کفران نعمت کرتا ہے، حدیث میں ہے: "بخیل شخص خود کھاتا ہے لیکن دوسروں پر خرچ نہیں کرتا"۔

دلت علی مفعول یعلم: مراد محذوف ہے جو کہ ﴿اذ﴾ کا عامل ہے اور ﴿یومئذ﴾ میں تنوین عوضی ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "یوم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور وھو یوم القیامة"۔ **وقت ما ذکر:** یعنی قبروں سے نکالے جانے اور سینوں میں پوشیدہ راز کے بیان کرنے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿اذا﴾ ظرفیت بمعنی وقت ہے، شرطیہ نہیں ہے۔

وتعلق خبیر بیومئذ: اللہ عزوجل ہر چیز کا جاننے والا ہے، پھر یہ کیوں کہا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ علم کا اطلاق اور مجاز کا ارادہ کرنے کی غرض سے کہا گیا ہے پس ﴿لخبیر﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل انہیں جزاء دیگا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جزاء کا منعقد ہونا قیامت کے دن کے ساتھ مشروط ہے جس کی دلیل اس فرمان میں بھی ملتی ہے: ﴿اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم (النساء:٦٣)﴾ بمعنی یجازیھم ہے۔ (الصاوی، ج٦، ص٣١٧ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ القارعۃ مکیۃ وھی "۱۱" او ثمان آیات

(سورہ القارعہ مکی ہے اس میں گیارہ یا آٹھ آیتیں ہیں)

تعارف سورہ القارعۃ

اس سورت میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چھتیس کلمے اور ایک سو باون حروف ہیں۔ سورہ زلزال میں لوگوں کو قیامت سے خبردار کیا، اور اب اس سورت میں قیامت کے ہولناک منظر کو بیان کیا گیا جو بروز قیامت رونما ہوگا۔ لوگ بکھرے پڑے ہوں گے اور پہاڑ رنگین روئی کی طرح ہوا میں اڑ رہے ہوں گے۔ پھر ارشاد فرمایا جس شخص کے اچھے اعمال کا پلڑا اس روز بھاری ہوگا صرف اسی کو ہی خوش وخرم زندگی ملے گی۔ لیکن جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ وادی "ھاویہ" میں پھینک دیا جائے گا۔

رکوع نمبر: ۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿القارعة (۱)﴾اَیِ الْقِیَامَۃُ الَّتِیْ تَقْرَعُ الْقُلُوْبَ بِاَھْوَالِھَا﴿ما القارعة (۲)﴾تَھْوِیْلٌ لِّشَانِھَا وَھُمَا مُبْتَدَاءٌ وَّخَبَرٌ خَبَرُ الْقَارِعَۃِ﴿وما ادرک﴾اَعْلَمَکَ﴿ ما القارعة (۳)﴾زِیَادَۃُ تَھْوِیْلٍ لَّھَا وَمَا الْاُوْلٰی مُبْتَدَاءٌ وَّمَا بَعْدَھَا خَبَرُہٗ وَمَا الثَّانِیَۃِ وَخَبَرُھَا فِیْ مَحَلِّ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِیْ لِاَدْرِیْ﴿یوم﴾نَاصِبُہٗ دَلَّ عَلَیْہِ الْقَارِعَۃِ اَیْ تَقْرَعُ﴿ یکون الناس کالفراش المبثوث (۴)﴾ کَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ الْمُنْتَشِرِ یَمُوْجُ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ لِّلْحَیْرَۃِ اِلٰی اَنْ یُّدْعَوْا لِلْحِسَابِ﴿وتکون الجبال کالعھن المنفوش (۵)﴾ کَالصُّوْفِ الْمَنْدُوْفِ فِیْ خِفَّۃِ سَیْرِھَا حَتّٰی تَسْتَوِیَ مَعَ الْاَرْضِ﴿فاما من ثقلت موازینه (۶)﴾بِاَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاتُہٗ عَلٰی سَیِّاٰتِہٖ﴿فھو فی عیشة راضیة (۷)﴾فِی الْجَنَّۃِ اَیْ ذَاتُ رِضًی بِاَنْ یَّرْضَاھَا اَیْ مَرْضِیَّۃٌ لَّہٗ ﴿واما من خفت موازینه (۸)﴾بِاَنْ رَجَحَتْ سَیِّاٰتُہٗ عَلٰی حَسَنَاتِہٖ﴿فامه﴾فَمَسْکَنُہٗ﴿ھاویة (۹)﴾وما ادرک ماھیة (۱۰)﴾اَیْ مَاھِیَۃٌ ھِیَ﴿نار حامیة (۱۱)﴾شَدِیْدُ الْحَرَارَۃِ وَھَاءُ ھِیَۃٌ لِلسَّکْتِ تَثْبُتُ وَصْلًا وَّوَقْفًا وَّفِیْ قِرَاءَۃٍ تُحْذَفُ وَصْلًا.

﴿ترجمہ﴾

دہلانے والی (یعنی قیامت جس کے اہوال سے دل دہلتے ہوں گے) کیا وہ دہلانے والی (اس کے اہوال کی شدت کے بیان کے لیے اسے بصورت استفہام ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں مبتدا ہیں اور اس کی خبر القارعۃ ہے) اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی (اسے قیامت کی ہولناکیوں کی زیادت کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے......۱......، پہلا والا "ما" مبتدا ہے اور اس کا مابعد خبر بن رہا ہے اور دوسرا والا "ما" "ادری" کے مفعول ثانی کے محل میں واقع ہے) جس دن (یوم کا ناصب وہ فعل ہے جس پر "القارعۃ" دلالت کررہا ہے یعنی "تقرع") آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے (حیرانی وپریشانی کے عالم میں لوگوں کا ایک ریلا دوسرے پر آرہا ہوگا حتی کہ لوگوں کو حساب کتاب کے لیے بلایا جائے گا......۲......) اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون (العھن المنفوش بمعنی الصوف المندوف ہے، یعنی تیزی سے اڑنے میں پہاڑ دھنکی اون کی طرح ہوں گے حتی کہ وہ زمین کے ساتھ برابر ہوجائیں گے......۳......) تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں (یوں کہ اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب آئیں) وہ تو من مانے عیش (یعنی جنت) میں ہیں (راضیۃ بمعنی ذات رضا ہے، یعنی بندہ اس سے راضی ہوگا یعنی وہ عیش اس کے لیے پسندیدہ ہوگا......۴......) اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں (یوں

کہ اس کی برائیاں نیکیوں پر غالب آ گئیں) تو اس کا ٹھکانہ (امہ بمعنی مسکنہ ہے) ھاویہ ہے......۵......اور تو نے کیا جانا کیا ھاویہ ("ماھیۃ" اصل میں "ما ھاویۃ" ہے وہ) شدید حرارت والی آگ ہے ("ھیۃ" کی ھاء وصل ووقف دونوں حالت میں ثابت رہے گی اور ایک قراءت میں بحالت وقف اسے حذف کیا گیا ہے "نار حامیۃ" سے پہلے "ھی" ضمیر مبتدا محذوف ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿القارعۃ ما القارعۃ وما ادرک ما القارعۃ﴾

القارعۃ: مبتدا، ما: استفہامیہ مبتدا، القارعۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، القارعۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم یکون الناس کالفراش المبثوث﴾

یوم: مضاف، یکون: فعل ناقص، الناس: اسم، کالفراش المبثوث: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "تقرع القلوب باھوا لھا یوم القیمۃ" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتکون الجبال کالعھن المنفوش فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ﴾

و: عاطفہ، تکون: فعل ناقص، الجبال: اسم، کالعھن المنفوش: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یکون" پر معطوف ہے، ف: تفریعیہ، اما: حرف شرط، من ثقلت موازینہ: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، ھو: مبتدا، فی عیشۃ راضیۃ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ﴾

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصول، خفت موازینہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، امہ: مبتدا، ھاویۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما ادرک ماھیہ نار حامیۃ﴾

و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل بافاعل ومفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، ھی: خبر، ہ: سکوتی، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، نار: موصوف، حامیۃ: صفت، ملکر "ھی" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

القارعۃ کے بارے میں اقوالِ مفسرین:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿القارعۃ ما القارعۃ وما ادرک ما القارعۃ دل دہلانے والی کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا ہے دہلانے والی (القارعۃ: ۱تا۳)﴾۔ القرع اصل میں سخت شدت والی آواز کو کہتے ہیں، اسی سے قوارع الدھر یعنی زمانے کے شدائد بھی آتا ہے۔ اور القارعۃ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اِسے القارعۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے خوف سے دل لرز جاتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کو القارعۃ کہتے ہیں کیونکہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام مخلوق اس کی آواز سے مر جائیں گے۔ اور ﴿ما القارعۃ کیا وہ دہلانے والی﴾ کا خطاب اس لئے کیا گیا ہے کہ اس دن کی ہیبت اور عظمت کا بیان ہو جائے، اور اس کی شدت وسختی کا بیان ہو جائے۔ پھر ﴿وما ادرک ما القارعۃ اور تو نے کیا جانا دہلانے والی﴾ فرمایا تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس دن کی شدت کا حال کیا ہوگا اسے کوئی بھی (بغیر اللہ کے بتائے) اپنی

سوچ و سمجھ سے نہیں جان سکتا۔ (الخازن، ج٤،ص ٤٦٢)

انسان کا بے وقعت ہونا:

۲.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یوم یکون الناس کالفراش المبثوث جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگ (القارعة:٤)﴾۔اس دن انسان کی حالت بکھرے ہوئے پتنگے یا ٹڈیوں کی مانند ہوگی جو ادھر اُدھر گھومتے پھرتے ہونگے۔کہیں کوئی جائے پناہ نظر نہ پڑے گی بلکہ قیامت کی ہولنا کی کے باعث ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے پھرتے ہونگے۔ٹڈی کی مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کثرت سے پائی جاتی ہے لہذا کثرت سے مشابہت قائم کرنے کی غرض سے ٹڈی کی مثال دی گئی ہے اور لوگ گویا فوج در فوج آتے جائیں گے،جیسا کہ فرمایا: ﴿فتاتون افواجا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں (النبا:١٨)﴾، ﴿یوم یقوم الناس لرب العلمین جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے (المطففین:٦)﴾،یاجوج ماجوج کے قصے میں فرمایا: ﴿وترکنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا (سیلاب کی طرح) آوے گا (الکهف:٩٩)﴾۔ (الرازی، ج١١،ص٢٦٦ ملخصاً)

پہاڑوں کا بے معنی ہوجانا:

۳.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وتکون الجبال کالعهن المنفوش اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اُون (القارعة:٥)﴾۔اللہ ﷻ نے پہاڑوں کے مختلف احوال کو درج وجوہات کی بناء پر بیان کیا ہے: (۱)......پہاڑ ٹکڑوں میں منقسم ہوجائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وحملت الارض والجبال فدکتا دکة واحدة اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چور کردیئے جائیں (الحاقة:١٤)﴾۔(۲)......پہاڑ کو سخت جسامت کی مانند سمجھنا جب کہ قیامت کے دن ان کا حال بھی یوں ہوگا: ﴿وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور چلتے ہوں گے بادلوں کی چال (النمل:٨٨)﴾۔(۳)......پھر ان کا روئی کی مانند اڑتے رہنے کا بیان بھی فرمایا: ﴿وتکون الجبال کالعهن المنفوش اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اُون (القارعة:٥)﴾، ﴿وتکون الجبال کالعهن اور پہاڑ ایسے ہلکے ہوجائیں گے جیسے اُون (المعارج:٩)﴾۔(۴)......سراب کی صورت میں نظر آنے کا بیان بھی فرمایا: ﴿وسیرت الجبال فکانت سرابا اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا (النبا:٢٠)﴾۔(۵)......مختلف رنگوں کے پہاڑ کا بیان بھی فرمایا: ﴿ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ رنگ رنگ کے اور کچھ کالے بھُچنگ (سیاہ کالے) (فاطر:٢٧)﴾۔

کن لوگوں کے اعمال کے وزن بھاری ہونگے ؟

۴.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانے عیش میں ہیں (القارعة:٦تا٧)﴾۔اعمال کا وزن کرنا کیسے ہوگا،حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمانبرداروں کی نیکیاں اچھی صورت میں ہونگی اور جب نیکیاں بدی پر راجح ہونگی تو یہ حضرات جنت کے حقدار ہونگے اور جب کہ گنا ہگاروں کے اعمال بُری صورت میں ہونگے اور ان کی بدیاں نیکیوں پر راجح ہونگی لہذا یہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔متکلمین کہتے ہیں کہ نیکی اور بدی کا وزن کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ یہاں اُن صحائف کا وزن کرنا مراد ہے جس میں نیکی اور بدی لکھی گئی ہیں اور نور کو حسنات (نیکیوں) کی علامت اور ظلمت کو (بُرائی) کی علامت قرار دیا گیا ہے اور نیکی کو اچھی صورت اور بدی کو بُری صورت کی مثل بھی کہا گیا ہے جیسا کہ ماقبل قول سے واضح ہے اور اس صورت میں جب

کسی پر حال واضح ہوگا تو وہ یا تو مسرور ہوگا اور اس کی خوشی میں اضافہ ہوگا یا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوگا۔ زجاج کہتے ہیں کہ جسے نیکی کی جزاء جنت کی صورت میں ملے گی وہ گویا رب کی رضا پالے گا۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۶۷ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

امام قرطبی لکھتے ہیں: عیشۃ راضیۃ کے معنی یہ ہیں کہ حسبِ منشاء ومرضی، یعنی فاعل کی رضا کے مطابق، پس یہ کلمہ جنتی کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ رضا کے مطابق انعام واکرام پاتا ہے یعنی اس کے لئے عمدہ فرشی تخت، جس کی بلندی سو سال کی مقدار کے برابر ہوگی، جب جنتی اُسکے برابر جائیں تو یہ تخت نیچے ہونگے اور جنتی کے بیٹھتے ہی بلند ہو جائیں گے اور اس کی ہیئت ایسے بلند ہوگی جیسا کہ درخت کی شاخیں بلند ہوتی ہیں اور یونہی جب کچھ کھانے کا جی چاہے گا تو وہ اُس کے سامنے آجائے گا۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۰۴ ملخصاً)

جن لوگوں کے اعمال کے وزن ہلکے ہونگے:

۵.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وامّا من خفّت موازینه فامّه هاویة اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہیں (القارعۃ:۸تا۹)﴾۔ جس کی بدیاں نیکیوں پر غالب آجائیں تو انہیں نار جہنم کا مژدہ سنایا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں کا قیامت کے دن حساب کیا جائے گا، پس جس کی نیکی اُس کی بدیوں سے ایک بھی زیادہ ہوئی تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی بدیاں نیکیوں پر راجح ہونگی تو وہ داخل جہنم ہوگا۔ ھاویہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، جس کی شدت کا عالم یہ ہے کہ خود اہل جہنم اس سے دن بھر میں ستر مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔ (روح البیان، ج۱۰، ص ۶۰۲)

☆.....سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ابن آدم جو آگ جلاتے ہو وہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے''، صحابہ عرض گزار ہوئے اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ جہنمی کے لئے کافی ہوگی؟ فرمایا: ''اس میں مزید اُنسٹھ جزء کا اضافہ کیا جائے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانہ مخلوقۃ، رقم: ۳۲۶۵، ص ۵۴۴)

اغراض:

ثمان آیات: ایک قول کے مطابق جب کہ دوسرے قول کے مطابق دس یا گیارہ آیات ہیں۔ **تقرع القلوب:** تقرع بمعنی تفزع ہے یعنی دل تنگ ہو جائیں، جو کہ بڑے بڑے گناہوں کے باعث دلوں پر گھبراہٹ کی صورت اختیار کر لیں اور آسمانوں کا پھٹ جانا، زمین کا تبدیل ہو جانا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا، ستاروں کا بکھر جانا، سورج اور چاند کا بے رونق ہو جانا وغیرہ امور کا منعقد ہونا۔

زیادۃ تھویل لھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام ثانی جو کہ ﴿ما القارعۃ﴾ میں پایا جا رہا ہے وہ قیامت کے دن کے ہول اور عظمت کی وجہ سے ہے، اور اول میں استفہام انکاری ہے جو کہ ﴿ما ادرک﴾ میں پایا جا رہا ہے، معنی یہ ہے کہ تم قیامت کے ہول اور اس کی شدت کو اتنا ہی جانتے ہو جو میری وحی کے ذریعے تمہیں بتایا گیا ہے، پس نفی کا معنی یہی ہے کہ بغیر میری وحی کے تم کچھ نہیں جان سکتے۔

کانھم جراد منتشر: یعنی اُس دن لوگوں کا حال بکھرے ہوئے پتنگوں کی مثل ہوگا، جب قبروں سے اٹھیں گے تو انہیں علم ہی نہ ہوگا کہ کس جانب توجہ کرنی ہے، پھر جب انہیں حساب کے لئے بلایا جائے گا تو وہ ٹڈیوں کی مثل ہو جائیں گے (یا ہونے لگیں گے)۔

کالصوف المندوف: یعنی پتھر کے ٹکڑے ٹکڑے، پھر یہی پہاڑ ﴿کالعھن﴾ پس یہی پہاڑوں کے ٹکڑے فضاء میں (روئی کے گالوں کی مانند) اڑنے لگے، اور المندوف بمعنی المضروب بالمندفۃ ہے، مراد وہ لکڑی ہے جو اون دھونکنے کے طور پر کام آتی ہے۔

بان رجحت حسناتہ: مراد یہ ہے کہ اُس بندے کے گناہ معدوم ہوں، صرف اعمال نامے میں نیکیاں ہی پائی جائیں۔ **ای ذات رضا:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿عیشۃ﴾ کو رضا کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور اسی لئے مفسر نے اس کی تفسیر ''مرضیۃ'' سے کی ہے کہ اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ یہاں اسناد مجازی پائی جا رہی ہے یعنی جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا وہ اس معاملے سے راضی

ہوگا پس اس صورت میں مجاز عقلی ہوگا، اور اسم فاعل کا اطلاق کیا اور مراد اسم مفعول لیا، تو اس صورت میں مجاز مرسل ہوگا۔ معنی یہ ہوگا کہ اُس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہیں اور جنت کی حیات طیبہ میں رہے گا اور اللہ ﷻ کی رضا اس کے ساتھ ہوگی اور وہ اللہ ﷻ کے دیئے پر راضی ہوگا، پس اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہونگے۔

بان رجحت سیئا تہ علی حسناتہ: مراد وہ ہے جس کی نیکیاں کم ہونگی، اگر کوئی یہ کہے کہ آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں گناہگار مومن مراد ہے جس کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں زیادہ ہونگی، پس وہ ھاویہ میں ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں ھاویہ میں ہمیشہ رہنا مراد نہیں ہے بلکہ مومن اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں جائے گا تو فقط اتنا ہی کہ جتنے میں اُس کے گناہوں کی سزا بنتی ہے بالآخر جنت میں جائے گا۔

فمسکنہ: کو ''اُم'' سے تعبیر کیا، اس لئے کہ جس طرح بچہ اپنی ماں کی جانب لوٹتا ہے بالکل اسی طرح ہر ایک اپنے ٹھکانے کی جانب لوٹتا ہے، اولاد اپنی ماں سے جس طرح پیوست ہوتی ہے بالکل اسی طرح انسان اپنے ٹھکانے سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق ''اُم راسہ'' لیا گیا ہے یعنی انہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (الصاوی، ج٦، ص ٢٣٠ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة التكاثر مكية وهى ثمان آيات

(سورۂ تکاثر مکی ہے جس میں آٹھ آیتیں ہیں)

تعارف سورہ التکاثر

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، اٹھائیس کلمات، ایک سو بیس حروف ہیں۔ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھے''؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہر روز کون ایک ہزار آیات پڑھ سکتا ہے، آپ نے فرمایا: ''تم میں کوئی شخص (ہر روز) ''الھکم التکاثر'' پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا''؟ (المستدرك، ج ۱، ص ٥٦٦) اس سورت میں لوگوں کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہے جو ایسی چیزوں پر فخر کیا کرتے تھے جو کہ فانی ہیں ان کے باعث اپنے آپ پر بڑا فخر کیا کرتے تھے۔ ان کو یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ تم اپنے انجام سے غافل ہو اور دولت کمانے کے چکروں میں لگے ہوئے ہو اور تمہیں اتنی بھی فرصت نہیں کہ کم از کم اپنے مستقبل کی جانب نظر ہی کرلیں کہ اس دن کے لئے کیا تیار کررکھا ہے؟ خبردار جب تمہیں موت نے آگھیرا تو تمہاری آنکھیں کھلیں گی لیکن اس وقت بہت دیر ہوچکی ہوگی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں شرمندگی اور خجالت نہ ہو تو ہوش میں آؤ اور فانی لذتوں کی بجائے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر کی لذتوں میں اپنی صلاحیتوں کو وقف کردو۔ کیونکہ تمہیں یہ مال و دولت اس لئے تو نہیں دیا تھا کہ تم سرکش بن جاؤ اور اپنے ہی پروردگار کے خلاف علم بغاوت بلند کردو۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تم احسان فراموش نہ بنتے بلکہ احسان شناس بنتے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا شکریہ بھی ادا کرتے۔ اور یاد رکھو جب تم روز محشر اللہ ﷻ کی جناب میں کھڑے کئے جاؤ گے تو تم سے ان تمام نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور تمہیں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

رکوع نمبر: ۲۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الهكم﴾شَغَلَكُمْ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ﴿ التكاثر (١)﴾اَلتَّفَاخُرُ بِالْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَالرِّجَالِ﴿حتى زرتم المقابر (٢)﴾بِاَنْ مُتُّمْ فَدُفِنْتُمْ فِيْهَا اَوْعَدَدْتُمُ الْمَوْتٰى تَكَاثُرًا﴿كلا﴾رِدَعٌ﴿ سوف تعلمون (٣) ثم كلا سوف تعلمون (٤)﴾سُوْءَ عَاقِبَةِ تَفَاخُرِكُمْ عِنْدَ النَّزْعِ ثُمَّ فِى الْقَبْرِ﴿كلا﴾حَقًّا﴿ لو تعلمون علم اليقين (٥)﴾اَىْ عِلْمًا يَقِيْنًا عَاقِبَةُ التَّفَاخُرِ مَا اشْتَغَلْتُمْ بِهٖ﴿لترون الجحيم (٦)﴾اَلنَّارَ جَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ وَحُذِفَ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُهٗ وَاُلْقِىَ حَرْكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ﴿ثم لترونها﴾تَاكِيْدٌ﴿ عين اليقين (٧)﴾مَصْدَرٌ لِاَنَّ رَاٰى وَعَايَنَ بِمَعْنٰى وَاحِدٍ﴿ثم لتسئلن﴾حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِى النُّوْنَاتِ وَوَاوُ الضَّمِيْرِ الْجَمْعِ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ﴿ يومئذ﴾يَوْمَ رُؤْيَتِهَا﴿ عن النعيم (٨)﴾مَا يُلْتَذُّ بِهٖ فِى الدُّنْيَا مِنَ الصِّحَّةِ وَالْفِرَاغِ وَالْاَمْنِ وَالْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَغَيْرَ ذٰلِكَ.

﴿ترجمہ﴾

تمہیں غافل رکھا (یعنی تمہیں اللہ ﷻ کی طاعت سے غافل کردیا) تکاثر نے (یعنی مال و اولاد اور آدمیوں پر فخر کرنے نے) یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا (یوں کہ تمہیں موت آئی اور تمہیں قبر میں دفن کردیا گیا......) ہاں ہاں (''کلا'' حرف ردع ہے

) جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں! جلد جان جاؤ گے......۲......(نزع کے وقت اور پھر قبر میں اپنے فخر کرنے کا انجام) ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے (یعنی اپنے فخر کرنے کے انجام کا یقینی علم رکھتے تو تم اس میں مشغول نہ ہوتے) بیشک ضرور جہنم کو دیکھو گے (جحیم بمعنی النار ہے، یہاں جواب قسم محذوف اور یہاں فعل کے لام اور عین کلمہ کو حذف کر کے اس کی حرکت راء کو دے دی گئی ہے) پھر بیشک ضرور اسے دیکھو گے (''لترونھا'' تاکید ہے) یقینی دیکھنا (''عین'' مصدر ہے کہ رای اور عین دونوں کا معنی ایک ہے) پھر بیشک ضرور تم سے سوال کیا جائے گا (''لتسئلن'' سے پے در پے آنے کی وجہ سے نون اعرابی کو اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ ضمیر جمع کو حذف کر دیا گیا ہے) اس دن (یعنی جہنم کو دیکھ لینے کے دن) نعمتوں کے بارے میں (نعمت ہر اس شے کو کہتے ہیں جس سے دنیا میں تلذذ حاصل کیا جائے جیسے صحت، فراغت، امن، کھانا پینا وغیرہ......۳......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون﴾

الھکم التکاثر: فعل ومفعول وفاعل، حتی: جار، زرتم المقابر: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، کلا: حرف ردع وزجر، سوف: حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، کلا: حرف ردع وزجر، سوف: حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم﴾

کلا: حرف ردع وزجر، لو: شرطیہ، تعلمون: فعل بافاعل، ''عاقبۃ التلھی'' مفعول محذوف، علم الیقین: ''علما'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر، لام: تاکیدیہ، ترون: فعل واؤ ضمیر فاعل، الجحیم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، ترونھا: فعل بافاعل ومفعول، عین الیقین: ''رئیۃ'' مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، لام: تاکید، تسئلن: فعل بانائب الفاعل، یومئذ: ظرف، عن النعیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

غفلت، مال دولت اورسفرِ آخرت:

۱......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا (التکاثر: ۱ تا ۲)﴾۔ اس میں پانچ مسائل ہیں:

(۱)......یعنی مال کی زیادتی نے تمہیں اللہ عزوجل کی یاد سے روکے رکھا، یہاں تک کہ تم دنیا سے انتقال کر گئے اور اپنے اپنے مقابر میں دفنا دیئے گئے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ تم اپنے مال اور اولاد کی زیادتی کے حوالے سے فخر میں مبتلا ہو گئے۔ قتادہ کہتے ہیں تم اپنے قبائل میں فخر کرنے لگے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ تم کسبِ معاش اور تجارت میں بہت زیادہ منہمک ہو گئے۔ مقاتل اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جب انہوں نے کہا تھا کہ ہم بنی فلاں میں زیادہ ہیں اور بنی فلاں بنی فلاں سے زیادہ ہیں، پس یہی وہ ہے کہ وہ گمراہ ہو گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت انصار کے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت قریش کے دو قبیلے یعنی عبد مناف اور بنی سہم کے متعلق نازل ہوئی، جن کا حال یہ تھا کہ باہم دشمنی رکھتے تھے اور ایک دوسرے پر برتری جتاتے اور ہر ایک اپنی تعداد کے زیادہ ہونے کا رونا روتا لیکن ہر روز ان میں کا کوئی نہ کوئی انتقال کر جاتا اور بالآخر سارے ہی مر کھپ گئے۔

☆......مطرف اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے، سید عالم ﷺ یہی آیت: ﴿الھکم التکاثر تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے (التکاثر:۱)﴾ تلاوت فرما رہے تھے، پس فرمایا: "ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر، رقم:(٧٣١٤)/٢٩٥٨، ص١٤٥١)

(۲)......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿حتی زرتم المقابر یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا (التکاثر:۲)﴾۔ یعنی تمہیں موت آگئی، پس تم اپنی قبروں میں جا پہنچے۔ جس طرح زائر واپس لوٹتے ہیں بالکل یونہی تم بھی اپنے قبروں سے جنت یا دوزخ کی جانب لوٹ جاؤ گے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم دنیا کی زندگی پر فخر کرتے رہے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھ لیا اور اللہ ﷻ کے عذاب کا شکار ہوئے۔

(۳)......المقابر جمع ہے مقبرة کی، باء کی فتح یا ضمہ کے ساتھ۔

(۴)......قبروں کی زیارت کرنا سخت دل کی دوا ہے، یعنی اس سے دلوں کی سختی دور ہوتی ہے اور ساتھ ہی موت و آخرت کا ذکر کرنے سے بھی دلوں کی سختی دور ہوتی ہے اور امیدیں طویل نہیں ہوتیں، دنیا میں زہد و تقوی مل جاتے ہیں اور دنیا کی رغبت کم ہو جاتی ہے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "قبروں کی زیارت کرنے سے موت کی یاد آتی ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ربه فی زیارة قبر امه، رقم:(٢١٤٨)/ ٩٧٦، ص٤٤٣)

(۵)......علماء کہتے ہیں کہ دل کے علاج اور اللہ ﷻ کی عبادت کی جانب مائل ہونے کے لئے لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کی یاد بہت بہتر ہے۔ اسی طرح جماعت سے الگ تھلگ رہنا، مشاہدات کو سامنے رکھنا اور قبروں کی زیارت کرنا، پس یہ امور اختیار کرنا چاہیے جس کا دل سخت ہو۔ (القرطبی، الجزء:۳۰، ص ١٥٦ وغیرہ)

کلاسوف تعلمون کی تکرار کا مقصد:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے (التکاثر:۳تا٤)﴾۔ اے قبروں کی زیارت کرنے والوں، جن کی قبروں پر تم آتے ہو، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اپنے رب کی عبادت چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہونے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ تمہارے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ تم لالچ میں پڑ کر خود کو ہلاکت میں ڈال لو، اگر تم قبروں کی زیارت کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جنہوں نے مال کی کثرت کی خواہش کی اور اللہ ﷻ کی یاد سے رُکے رہے ان کا کیا انجام ہوا۔ اہل عرب کا قانون ہے کہ جب کسی چیز سے خوف دلانا مقصود ہو یا تہدید شدید کرنا مقصود ہو تو اس جملے کی تکرار کرتے ہیں، پس یہاں پر بھی یہی مقصود ہے کہ اگر انسان نہیں مانتا تو پھر نقصان اٹھائیگا۔ (الطبری، الجزء:۳۰، ص ٣٤٥)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: دوسری بار ڈرانا اوّل کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہوا کرتا ہے کیونکہ اس میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے عنقریب جب تم قبر میں جاؤ گے تو جان لو گے یا جب قبر سے قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے تو جان لو گے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "کافر کی قبر میں ننانوے اژدھے مسلط کر دیئے جائیں گے جو اُسے قیامت تک عذاب کرتے رہیں گے ان میں سے کوئی ایک دنیا میں کسی زمین پر سانس لے تو کھیتیاں نہ اگنے پائیں"۔ (روح البیان، ج۱۰، ص ٦٠٦)

یقین کے مختلف درجات اور نعمتوں کی پُرسش:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کلا لو تعلمون علم الیقین ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے (التکاثر:۵)﴾، ﴿ثم لترونها عین الیقین پھر بیشک ضرور اسے یقینی دیکھنا ہوگا (التکاثر:۷)﴾، ﴿ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم

پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمت کی پرسش ہوگی (التکاثر:۸)﴾۔

امام رازی لکھتے ہیں: یہاں موصوف کی اضافت صفت کی جانب کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ولدار الاخرۃ......الخ اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے (یوسف:۱۰۹)﴾۔ یہاں یقین سے مراد موت، بعث بعد الموت اور قیامت ہے۔ اور موت کو یقین دیگر مقامات پر بھی کہا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿واعبد ربک حتی یاتیک الیقین اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو (الحجر:۹۹)﴾۔ پس دونوں چیزوں کے واقع ہونے سے یقین آجائے گا اور شک زائل ہو جائے گا، پس معنی یہ ہوا کہ اگر تم موت کا علم رکھتے تو کسی انسان کو قبر اور آخرت میں اس کا مال و دولت اللہ کی یاد سے غافل کر کے ہلاکت میں نہ ڈالتا۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۲۷۳)

پس امام رازی نے یہاں علم الیقین اور عین الیقین کا بیان کر دیا، کسی کو دلائل وخبر میں غور وفکر کرنے سے جو علم حاصل ہوا اُسے علم الیقین کہتے ہیں اور جو علم مشاہدے سے حاصل ہو یعنی اُس کے لئے دلائل وخبر کی ضرورت نہ پڑے، اُسے عین الیقین کہتے ہیں۔ اور اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے یعنی تجربے سے جو یقین حاصل ہو جائے اُسے حق الیقین کہتے ہیں۔ پس اللہ ﷻ نے موت، بعث بعد الموت اور قیامت کا علم دیا اور اس کے دلائل بھی بیان فرمائے یہی علم الیقین ہے، اب جو انسان سفر آخرت اختیار کرے گا اور مشاہدے سے قبر کی منازل طے کرلے اُسے عین الیقین بھی ہو جائے گا یا یوں کہیں کہ قبر میں اُترنے والوں کے حال کو دیکھ کر بھی عین الیقین حاصل ہو جائے گا کیونکہ جو انسان قبر میں اُتر گیا ہے، اب اُسے فقط آخرت کی منازل طے کرنی ہیں۔ اور جس مرنے والے نے یہ منازل طے کرلیں یعنی قبر کی زندگی میں چلا گیا تو اُسے حق الیقین حاصل ہو گیا کہ یہی زندگی قیامت تک اور پھر اس قبر سے اُٹھائے جانے تک اور جنت (یا معاذ اللہ ﷻ) دوزخ میں جانے تک گزارنی ہے۔

کن کن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اس بارے میں اہل تاویل نے دس اقوال ذکر کئے ہیں:

(۱)......امن اور صحت کے حوالے سے بازپرس ہوگی، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (۲)......صحت اور فراغی کے بارے میں سوال ہوگا۔

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''دو چیزوں میں لوگ بہت فریبی ہوتے ہیں یعنی صحت اور فراغی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحۃ والفراغ، رقم: ٦٤١٢، ص ١١١٣)

(۳)......سمع وبصر جیسے حواس کے ذریعے (دیگر چیزوں کا) ادراک کرنا۔ جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور التنزیل میں ہے: ﴿ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے (الاسراء:۳٦)﴾۔

☆......حضرت ابوہریرہ اور سعید خدری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کسی بندے کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ میں نے تمہیں کان، آنکھ، مال اور اولاد نہیں دیئے تھے''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: منہ، رقم: ٢٤٣٦، ص ٧٠٢)

(۴)......کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق پوچھا جائیگا، جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ کا قول ہے۔ (۵)......رات اور دن کے بارے میں پوچھا جائے گا جیسا کہ حسن کا قول ہے۔ (٦)......مکحول کہتے ہیں کہ سیر ہو کر کھانے، پینے، جائے مسکن، اچھے خُلق اور سکون کی نیند کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ابو زید بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''﴿ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمت کی پرسش ہوگی (التکاثر:۸)﴾، یعنی سیر ہو کر کھانے، پینے، جائے مسکن، اچھے خُلق اور سکون کی نیند''۔

ماوردی کہتے ہیں کہ یہ سوال مومن وکافر سب سے ہوگا،مگر یہ کہ مومن کے لئے دنیاوآخرت کی نعمتوں کا جمع کردیا جانا باعث مسرت ہوگا جب کہ کافر کے لئے یہی سوال باعث ہلاکت ہوگا کیونکہ دنیا میں ناشکری اور نافرمانی اُسے آخرت کی ہلاکت میں ڈالے گی۔اور ایک قول اہل علم کا یہ بھی ہے کہ اس طرح سے ہر نعمت کا سوال ہوگا اور یہ آیت کافر کے حق میں ہے،جیسا کہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس آیت کے نزول کے بارے میں سید عالم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیا سمجھتے ہیں کہ جو کھانا ہم نے ابو الھیثم بن تیھان کے ہاں کھالیا،یعنی جَو کی روٹی،گوشت اور کھجوریں،میٹھا پانی،کیا اس کے بارے میں بھی سوال ہونا ہے؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''ایسے امور کا سوال کافروں سے ہوگا،پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وهل نجزی الا الکفور اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے (سبا:۱۷)﴾''۔حسن کہتے ہیں کہ نعمتوں کے بارے میں فقط ناریوں سے پوچھا جائے گا۔قشیری کہتے ہیں کہ سب ہی سے پوچھا جائے گا لیکن کافروں سے پوچھنا زیادہ سختی سے ہوگا کیونکہ انہوں نے شکر کرنا چھوڑ دیا ہے،جب کہ مومن سے سوال کرنا اس کے شرف کے باعث ہوگا اور یہی ہر نعمت کا معاملہ ہے۔(۷)......مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب متذکرہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کس نعمت کے بارے میں سوال ہوگا،کیا پانی اور کھجور کے بارے میں،یا دشمن ہمارے سامنے کھڑا ہے اور تلواریں ہمارے کاندھوں پر لٹکی ہوئی ہیں اس بارے میں؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''عنقریب سب کے بارے میں سوال ہوگا''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر،باب سورة الهكم التكاثر،رقم: ۳۳۶۷،ص۹۶۸)

(۸)......جاہ ومنصب،صحت مند جسم اور پاکیزہ نفس کے بارے میں سوال ہوگا۔

☆......ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں:''جب قیامت کا دن ہوگا اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے کسی کو بلائے گا اور اس سے اس کے جاہ ومنصب کے بارے میں پوچھے گا'' (المعجم الاوسط،من اسمه احمد،ج۱،رقم:۴۴۸،ص ۱۴۰)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن سب سے پہلا سوال بندے سے یہ ہوگا،پس کہا جائے گا:''کیا ہم نے تمہیں تندرست جسم نہیں دیا تھا،تمہیں پینے کو ٹھنڈا پانی نہیں دیا تھا''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر،باب سورة الهكم التكاثر،رقم:۳۳۶۹،ص۹۶۹)

(۹)......امن وعافیت کے بارے میں سوال ہوگا،سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ بھوک اور ستر عورت کے بارے میں سوال ہوگا،کسی انسان سے دوسرے کے بارے میں سوال نہ ہوگا بلکہ نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا اور دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں جائے مسکن عطا فرمایا،پس اسی حوالے سے کلام پاک میں ہے:﴿ان لک الا تجوع فیها ولا تعری وانک لا تظموا فیها ولا تضحی بیشک تیرے لئے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اور نہ ننگا اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ (طٰہٰ: ۱۱۹،۱۱۸)﴾۔پس یہ چار چیزیں ہوئیں جس کا انسان سے پوچھا جائے گا یعنی کھانا جو بھوک مٹادے،پانی جو پیاس ختم کردے،رہنے کی جگہ جو دھوپ سے بچائے،کپڑا جو ستر چھپادے۔

(۱۰)......سید عالم ﷺ جیسی نعمت کے بارے میں سوال ہوگا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:﴿لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا (ال عمران: ۱۶۴)﴾ حسن کا بھی یہی قول ہے اور ایک قول کے مطابق شرائع میں تخفیف اور قرآن کے سمجھنے کے لئے آسان ہونے کے بارے میں سوال ہوگا

،جیسا کہ فرمایا: ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج اورتم پردین میں کچھ تنگی نہ رکھی(الحج:۷۸)﴾،﴿ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا(القمر:۱۷)﴾۔ میں (علامہ قرطبی) یہ کہتا ہوں کہ یہ وہ تمام نعمتیں ہیں جس کے بارے میں سوال ہوگا، چہ جائے کہ ان کا شکر ادا کیا جائے یا انکار کیا جائے، اور پہلے اقوال زیادہ ظاہر ہیں۔

(القرطبی، الجزء: ۰ ۳، ص ۱۶۲ وغیرہ)

اغراض:

عن طاعة الله: مراد وہ طاعتیں ہیں جوانسان پر واجب یا مستحب تھیں اور انسان بجانہ لا سکا۔ والرجال: جس پر انسان فخر کرتا ہے اُن میں اقرباء اور اَحِباء بھی شامل ہیں، پس اسی مناسبت سے نسبت کی گئی ہے۔

بان متم فدفنتم فیھا: یعنی مرنے پر قبر کی زیارت کی اور قبر میں دفن ہوگیا، معنی یہ ہے کہ تمہیں مال کی کثرت نے اپنے رب کی اطاعت سے روک کر ہلاک کر ڈالا، یہاں تک کہ تمہیں موت آگئی اور تم قبروں تک پہنچ گئے۔ اور یہ نہ کہا کہ زیارت ایک لمحے کے لئے ہوگی اور پھر ختم ہوجائے گی بلکہ میت اپنی قبر میں رہے گی، اس لئے ہم کہتے ہیں: ''بیشک میت اپنی قبر سے حساب کتاب کے لئے نکالی جائے گی اور اُسے اپنی قبر میں طویل مدت تک رہنا ہے اور یہی طویل مدت تک رہنا اُس کے لئے قبر کی زیارت کرنا ہے''، اور المقابر جمع ہے مقبرۃ کی، باء کی تثلیث کے ساتھ، مراد وہ جگہ ہے جہاں مردے دفن کئے جاتے ہیں۔ او عددتم الموتی: قبروں کی زیارت کرنے کے حوالے سے یہ دوسری تفسیر ہے، اور قبروں کی زیارت کرنے کا حکم اسی لئے کیا گیا ہے کہ انہیں کچھ خوف محسوس ہو اور مقابر کی زیارت کرنا انتقال کرنے سے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے کہ زندہ انسان مردہ ہوکر قبروں کی زیارت کریں گے اور یہ بھی کہ شریعت میں زیارت قبور کو مشروع کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ موت کا ذکر دنیا کی محبت کو کم کرتا ہے اور غرور وفخر والی کیفیات کو ختم کرتا ہے ،الختصر۔ ردع: مفسر اس جانب گئے ہیں کہ اول اور ثانی بار ﴿کلا﴾ بمعنی ردع ہے اور ثالث میں بمعنی حقا ہے، جب کہ باقی مفسرین نے تینوں مقامات پر یا تو ﴿کلا﴾ بمعنی ردع یا حقا مراد لیا ہے، یعنی فرق نہیں کیا کہ دو مقامات پر ردع اور ایک مقام پر حقا مراد لیا ہو۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿کلا﴾ بمعنی الاستفتاحیة ہے۔

ثم فی القبر: ثانی کی جانب راجع ہے، اور ﴿ثم﴾ مہلت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ای علما یقینا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ علم کی اضافت ﴿الیقین﴾ کی طرف کرنا اضافت موصوف علی الصفت کے قبیلے سے ہے، معنی یہ ہے کہ اگر تم اپنے علم یقینی سے جانتے تو اللہ عزوجل کی نافرمانی کر کے ہلاکت میں نہ پڑتے۔ ما اشغلتم به: لو کا جواب ہے۔

تاکید: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور آخری ہے، اول قول یہ ہے کہ جب آگ کے شعلے دیکھے گا اور ثانی یہ ہے کہ جہنم کے عذاب کو دیکھے گا اور جہنم میں انواع واقسام کے عذاب ہونگے۔ حذفت منه نون الرفع: اصل تسالونن ہے، پس دونوں ہونے کی صورت میں نونِ مرفوع کو حذف کردیا اور واو اور نون کا آپس میں التقائے ساکنین کی وجہ سے واو کو حذف کردیا اور ضمہ بطور دلیل باقی رکھا۔ وغیرہ ذلک: گھروں اور درختوں کے ذریعے انسان سردی اور گرمی میں چھاؤں حاصل کرتا ہے، اور ٹھنڈے پانی، آنکھوں کا سرمہ، اپنے بھائی کے (عمدہ) کپڑے پہننا، سیر ہوکر کھانے، نیند کی لذت، عافیت اور اس قسم کی ناقابل گنتی نعمتیں۔ حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے: ''کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو روزانہ ہزار آیات کی تلاوت کرسکتا ہو''؟ صحابہ بولے: کوئی کیسے ہزار آیات روزانہ پڑھنے کی قدرت رکھ سکتا ہے؟ فرمایا: ''کیا تم روزانہ سورۃ التکاثر نہیں پڑھ سکتے''۔ (الصاوی، ج۶، ص ۲۳۲۳ وغیرہ)

سورة العصر مكية او مدنية وهى ثلاث آيات

(سورہ العصر مکی یا مدنی ہے جس میں تین آیتیں ہیں)

تعارف سورة العصر

اس سورت میں ایک رکوع، تین آیتیں، چودہ کلمات، اڑسٹھ حروف ہیں۔اس سورت میں اسرار و معارف کے سمندر ہیں کہ جن کا کنارا نہیں اور اسکی گہرائی بے انداز ہے۔عبارت کے اعجاز کو دیکھ کر فصحاء عرب تصویر حیرت بن گئے اور معانی کی شان اعجاز کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور اس سورت میں مومنین کو اعمال صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی ترغیب دلائی گئی ہے۔اس سورت میں اللہ ﷻ نے العصر کی قسم کھائی اس سے مراد دہر ہے یا زمانہ ہے جو بہت عجائب پر مشتمل ہے۔اور اس سورت میں بہت اختصار کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصول بتا دیئے ہیں۔اور وہ ایمان، اعمال صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کی ترغیب ہے۔

رکوع نمبر:۲۸

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والعصر (۱)﴾اَلدَّهرِ اَوْمَابَعْدَ الزَّوَالِ اِلَى الْغُرُوْبِ اَوْصَلَاةُ الْعَصْرِ﴿ان الانسان﴾اَلْجِنْسَ﴿لفى خسر (۲)﴾فِىْ تِجَارَتِهٖ﴿الا الذين امنوا وعملوا الصلحت﴾فَلَيْسُوْا فِىْ خُسْرَانٍ﴿وتواصوا﴾اَوْصٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا﴿بالحق﴾اَىِ الْاِيْمَانِ﴿وتواصوا بالصبر (۳)﴾عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ.

﴿ترجمہ﴾

عصر کی قسم (العصر بمعنی الدھر ہے، یا زوال کے بعد سے مغرب تک کا وقت مراد ہے، یا نماز عصر مراد ہے......۱......) بیشک انسان (جنسِ انسان مراد ہے) ضرور نقصان میں ہے (اپنی تجارت میں) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (پس متذکرہ لوگ نقصان میں نہیں ہونگے) اور تاکید کرنے والے (یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرنے والے) حق (ایمان) کی اور تاکید کرنے والے صبر کی (طاعت پر اور معصیت سے باز رہنے کی......۳......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والعصر ان الانسان لفى خسر الا الذين امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر﴾

و: قسمیہ جار، العصر: مجرور، ملکر فعل محذوف "اقسم" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان: حرف مشبہ، الانسان: مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تواصوا بالحق: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، تواصوا بالصبر: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر اسم، لا: تاکیدیہ، فی خسر: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عصر کی قسم ارشاد فرمانے میں اقوال:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿والعصر اس زمانہ محبوب کی قسم (العصر:۱)﴾۔جمہور کے نزدیک اس سے مراد نماز عصر ہے اور اس

قسم کھانے سے مراد نمازِ عصر کے وقت کی قسم نہیں بلکہ نمازِ عصر کی قسم ہے کیونکہ مقصود نمازِ عصر کی فضیلت کا بیان کرنا ہے (جیسا کہ ہم اس موضوع کے تحت آخر میں کلام کریں گے)۔ یا مقصود یہ ہے کہ اس وقت کی قسم بیان کر دی جائے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں عصر سے مراد زمانہ نبوی ﷺ ہے اور یہ زمانہ صرف اُسی وقت نہیں پایا جاتا تھا جب سید عالم ﷺ اپنی ظاہری حیات میں جلوہ فرماتے بلکہ یہ زمانہ تا قیامِ قیامت تک رہے گا (کیونکہ ہر زمانہ سید عالم ﷺ ہی کا زمانہ ہے)۔

(حاشية الشهاب، ج۹، ص ۵۶۰)

علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: ابن عباس کہتے ہیں کہ عصر سے مراد زمانہ ہے، جس کی دلیل حدیث میں بھی ملتی ہے کہ سید عالم ﷺ نے زمانے کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ لوگ زمانے کو بُرا بھلا کہتے تھے، پس اللہ عزوجل نے زمانے کو شرف عطا فرمایا اور اس کی قسم یاد دلائی کیونکہ مؤثرِ حقیقی اللہ عزوجل کی ذات ہے اور تمام قضاء و قدر کا حقیقی مالک و مختار اللہ عزوجل ہی ہے لہذا زمانے کو بُرا نہ کہنا چاہیے۔(۲)......ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں کچھ محذوف عبارت ہے یعنی اصل عبارت یہ ہوگی و رب العصر یعنی عصر کے رب کی قسم مراد ہے۔(۳)......ایک قول کے مطابق عصر سے دن اور رات مراد ہیں کیونکہ انہیں بھی عصر ہی کہا جاتا ہے، پس اس میں رات و دن کی تنبیہ ہے کیونکہ یہ دونوں بندوں بندوں کے اعمال کے خزانے ہیں اور (۴)......ایک قول کے مطابق عصر سے مراد دن کا اختتامی حصہ ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ایک اور مقام پر دن اور رات کی قسم کھائی: ﴿والضحی و اللیل اذا سجی اور چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے (الضحی: ۱تا۲)﴾۔(۵)......ایک قول کے مطابق اس سے مراد زمانہ نبوی کی قسم ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو (البلد: ۱)﴾ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا زمانہ سب سے افضل و اشرف ہے۔

(الخازن، ج٤، ص ٤٦٦)

☆......حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس کی نمازِ عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال ہلاک ہوگئے''۔

(صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب اثم من فاتته العصر، رقم: ۵۵۲، ص ۹۲)

☆......حضرت بریدہ نے ایک ابر آلود دن میں فرمایا کہ نمازِ عصر میں جلدی کرو کیونکہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے نمازِ عصر کو ترک کر دیا اُس کا عمل ضائع ہو جائے گا''۔

(المرجع السابق، باب من ترك الصلاة العصر، رقم: ۵۵۳، ص ۹۳)

☆......حضرت جریر کہتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ موجود تھے، پس آپ نے چاند کی جانب دیکھ کر فرمایا: ''تم عنقریب اپنے رب عزوجل کو اسی طرح دیکھو گے، جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو، تم کو اُسے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی، اگر تم سے ہو پائے تو طلوع و غروب سے پہلے کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو، یہ نمازیں تم سے قضاء نہ ہونے پائیں''۔

(المرجع السابق، باب فضل صلاة العصر، رقم: ۵۵٤، ص ۹۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''انسان زمانے کو بُرا بولتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہوں اور اس کے دن رات میرے ہی قبضے میں ہیں''۔ (صحيح البخاري، كتاب الادب، باب: لاتسبوا الدهر، رقم: ٦١٨١، ص ۱۰۷۷)

☆......حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو اجرت پر کام کے لئے رکھا اور ان سے کہا: رات تک کام کرنا، انہوں نے آدھے دن تک کام کیا، پھر کہہ دیا: ہمیں تمہاری اجرت کی حاجت نہیں اور یہ کہہ کر چل دیئے، پھر اس نے دوسرے آدمی کو اسی کام پر لگایا اور کہا کہ تم بقیہ دن تک کام کرنا اور تمہیں اجر ملے گا، انہوں نے عصر کے وقت تک کام کیا اور کہا: بس ہم اتنا ہی کام کر سکتے تھے، پھر اُس نے اور لوگوں کو بلایا اور انہوں نے بقیہ دن غروب

آفتاب تک کام کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور دونوں فریقوں کا اجر بھی حاصل کرلیا۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلاۃ،باب من ادرك ركعة من العصر، رقم:۵۵۸،ص۹۳)

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عصر سے مراد زمانہ نبوی ﷺ ہے اور یہ آپ ﷺ کی امت کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس آیت میں اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔

انسان کا نقصان میں ہونے کے بارے میں اقوال مفسرین:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ان الانسان لفی خسر بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے(العصر:۲)﴾،یہ جواب قسم ہے۔ مراد اس سے کافر ہیں یہی قول ابن عباس اور ابو صالح کا ہے۔ضحاک کہتے ہیں کہ مراد اس سے مشرکین کی جماعت ہے یعنی ولید بن مغیرہ ،عاص بن وائل،اسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزی،اسود بن عبد یغوث ۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد جنس انسان ہیں ۔ابن زید کہتے ہیں:﴿لفی خسر ضرور نقصان میں ہے﴾ سے مراد لفی شر یا لفی نقص ہے۔ابراہیم کہتے ہیں کہ انسان جب دنیا میں زندگی گزارتا ہے،اس میں ضعف و کمزوری آتی ہے اور وہ نقص کی جانب بڑھتا جاتا ہے مگر مومنین کا یہ حال ہوتا ۔ہے کہ وہ اپنی جوانی میں اللہ ﷻ کی رضا کے لئے اچھے اعمال اختیار کرتے ہیں،اور اس کی نظیر اس فرمان میں بھی ملتی ہے:﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنہ اسفل سفلین بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا(التین:۴تا۵)﴾۔

(القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۱۶۷ وغیرہ)

العصر "۳" کے اسرار و رموز کا بیان:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی(العصر:۳)﴾۔یعنی جو اللہ ﷻ کے ایک ہونے کی تصدیق کرتے ہیں،اور اس کی وحدانیت اور طاعت کا اقرار کرتے ہیں اور اچھے اعمال اختیار کرتے ہیں اور جو فرائض ان پر متعین کئے گئے ہیں انہیں ادا کرتے ہیں اور جن نواہی سے اُنہیں بچنے کا حکم دیا گیا ہے اُن سے بچتے ہیں۔مزید یہ کہ ایک دوسرے کو کتاب اللہ ﷻ پر عمل کی تلقین کرتے ہیں،نیکی کا حکم اور بُرائی سے منع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہاں حق سے مراد کتاب اللہ ﷻ ہے اور یہی قتادہ،حسن اور دیگر کا قول ہے جب کہ صبر سے مراد نیکی پر دوام اختیار کرنا ہے۔

(الطبری، الجزء:۳۰،ص۳۵۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:حسن اور قتادہ کے قول کے مطابق حق سے مراد قرآن مجید ہے اور مقاتل کے نزدیک حق سے مراد ایمان اور توحید ہے۔اور باہم صبر کا معاملہ رکھتے ہیں اور صبر کا معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کو بُرائیوں سے روکتے ہیں اور ایسی خواہشات سے روکتے ہیں جو اللہ ﷻ کو ناپسند ہوتی ہیں۔یا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ طاعتوں پر صبر کرتے ہیں اور مصائب اور منکرات کو چھوڑنے پر صبر کرتے ہیں ۔یہاں سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے منع کرنا واجب ہے اور جس نے ایسا نہ کیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(المظھری، ج۷،ص۴۷۶)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"جس نے کوئی بُرائی دیکھی اُسے چاہیے کہ وہ اُس بُرائی کو ہاتھ سے روکے،اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے ورنہ دل ہی میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان،بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، رقم:(۸۲)/۴۹،ص۵۲)

اغراض:

او مدنية: قتادہ کے قول کے مطابق اور یہی قول حضرت ابن عباس نے بھی کیا ہے کہ مذکورہ سورت مدنی ہے۔ ثلاث آیات: یہ سورت اور سورۃ الکوثر قرآن پاک کی سب سے (بظاہر آیات کے اعتبار سے) چھوٹی سورتیں ہیں، ان سورتوں کے بظاہر الفاظ مختصر ہیں لیکن ان کے معنی کثیر ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ او مابعد الزوال الی الغروب: اس تقسیم کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عجائب بہت ہیں۔

الدهر: عصر کے ایک معنی دہر ہے، اور یہ معنی اُن تینوں معنی میں سے ایک ہے جو مفسر نے لکھے ہیں، اور عصر کو دہر کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اِس میں سختی اور تنگی، صحت و بیماری، تنگدستی اور فراخی وغیرہ پائی جاتی ہے، اور عمر کسی ایک چیز کے ساتھ (ہمیشہ) قائم نہیں رہتی، ہوسکتا ہے کہ ہزاروں سال لایعنی کاموں میں گزر جائیں لیکن آخری لمحے میں سعادت مل جائے اور جنت کی ہمیشہ کی نعمت نصیب ہوجائے اور انسان کی زندگی میں یہی ایک لمحے کی تبدیلی معزز ترین ہوجائے اور دہر و زمانہ جملہ نعمتوں کے پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

او صلاة العصر: عصر کی قسم اس کے شرف کے باعث ارشاد فرمائی، کیونکہ یہ صلوۃ وسطی ہے اور دلیل حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مصحف میں یوں ہے: "حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی صلاة العصر"۔ اور حدیث میں یوں بھی ہے کہ جس کی نمازِ عصر چلی گئی گویا اُس کے اہل و مال ہلاک ہوگئے"۔ اوصی بعضھم بعضا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿تواصوا﴾ فعل ماضی ہے نہ کہ فعل امر۔ ای الایمان: یعنی فروعات مراد ہیں جو کہ طاعت کے حوالے سے پائی جائیں، سلف صالحین کی اتباع، زہد فی الدنیا، آخرت میں رغبت وغیرہ امور شامل ہیں۔

علی الطاعة وعن المعصية: یعنی آزمائش و مصائب اور یہی وہ قول ہے جو مفسر نے بیان کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب انسان کو دنیا میں زندگی اور بڑھاپا دیا جاتا ہے تو نقص پیدا ہوتا ہے اور حس کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور ﴿الا الذین امنوا﴾، بس اللہ ﷻ لوگوں کے اجر اور ان کے اچھے اعمال کے لکھے جانے کا اہتمام فرماتا ہے جو کہ انسان نے اپنی جوانی اور صحت کے اوقات میں کئے ہوتے ہیں جب جسم کمزور پڑتے ہیں تو اجر میں کمی نہیں لائی جاتی، اور اس صورت میں یہ آیت بھی دلیل ہوسکتی ہے: ﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنه اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون﴾ (التین: ۴تا۶)۔

(الصاوی، ج۶، ص۲۳۶ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الھمزۃ مکیۃ او مدنیۃ وھی تسع اٰیۃ

(سورہ الہمزۃ مکی یا مدنی ہے اس میں نو آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ الھمزۃ

اس سورت میں ایک رکوع، نو آیات، تیس کلمات، اور ایک سوتیس حروف ہیں۔ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگوں کو طعنہ زنی کرتے تھے اور ان کے عیوب تلاش کیا کرتے تھے وہ آخرت میں سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔ یوں تو کفار مکہ سب کے سب حضور ﷺ سے بغض وعناد رکھتے تھے لیکن ان میں بعض ایسے بدباطن بھی تھے جو جھوٹے الزامات اور بہتان تراشی میں پیش پیش تھے۔ ان میں کچھ عیب جوئی میں کسر نہ چھوڑتے لیکن روبرو کہنے کی جسارت کوئی نہ کرتا، اور بعض ایسے بدبخت بھی تھے کہ منہ پر طعن وتشنیع کرنے سے باز نہیں آتے تھے، اخنس بن شریق ان کا سرغنہ تھا۔ اور ان ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر ان لوگوں کی مذمت کی گئی جو مال ودولت اس خیال سے جمع کرتے تھے کہ انہوں نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ بھی بتادیا کہ آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور وہ صرف دولت کے پجاری ہی نہیں تھے بلکہ ان کی عقل وفہم سے بھی بے بہرہ تھے، اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ دولت کی کثرت ان کو موت سے بچالے گی کوئی بیماری ان کے قریب نہیں آئے گی۔ ایسے بدبخت لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی وضاحت کردی تاکہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے۔ جس شخص کی تمنا ہے کہ وہ ایسے المناک انجام سے دوچار نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ آج ہی سلامتی اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

رکوع نمبر: ۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ویل﴾ کَلِمَةُ عَذَابٍ اَوْ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ ﴿لکل همزة لمزة (۱)﴾ اَیْ کَثِیْرُ الْهَمْزِ وَاللَّمْزِ اَیِ الْغِیْبَةِ نَزَلَتْ فِیْ مَنْ کَانَ یَغْتَابُ النَّبِیَّ وَالْمُؤْمِنِیْنَ کَاُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّالْوَلِیْدُ بْنُ مُغِیْرَةَ وَغَیْرَهُمَا ﴿الذی جمع﴾ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ ﴿مالا وعدده (۲)﴾ اَحْصَاهُ وَجَعَلَهُ عُدَّةً لِحَوَادِثِ الدَّهْرِ ﴿یحسب﴾ لِجَهْلِهٖ ﴿ان ماله اخلده (۳)﴾ جَعَلَهُ خَالِدًا لَایَمُوْتُ ﴿کلا﴾ رَدْعٌ ﴿لینبذن﴾ جَوَابُ قَسَمٍ مَّحْذُوْفٍ اَیْ لَیُطْرَحَنَّ ﴿فی الحطمة (۴)﴾ الَّتِیْ تَحْطِمُ کُلَّ مَا اُلْقِیَ فِیْهَا ﴿وما ادرک﴾ مَا اَعْلَمَکَ ﴿ما الحطمة (۵) نار الله الموقدة (۶)﴾ اَلْمُسَعَّرَةُ ﴿التی تطلع﴾ تُشْرِفُ ﴿علی الافئدة (۷)﴾ اَلْقُلُوْبِ فَتُحْرِقُهَا وَاَلَمُهَا اَشَدُّ مِنْ اَلَمِ غَیْرِهَا لِلُطْفِهَا ﴿انها علیهم﴾ جَمْعُ الضَّمِیْرِ رِعَایَةً لِمَعْنٰی کُلٍّ ﴿مؤصدة (۸)﴾ بِالْهَمْزَةِ وَبِالْوَاوِ بَدَلَهُ مُطْبَقَةٌ ﴿فی عمد﴾ بِضَمِّ الْحَرْفَیْنِ وَبِفَتْحِهَا ﴿ممددة (۹)﴾ صِفَةٌ لِمَا قَبْلَهُ فَتَکُوْنُ النَّارُ دَاخِلَ الْعَمَدِ۔

﴿ترجمہ﴾

خرابی ہے (ویل کلمہ عذاب ہے یا پھر "ویل" سے مراد جہنم کی وادی ہے) ہر بہت طعنہ کرنے والے غیبت کرنے والے کے لیے ("ھمزۃ" کا معنی بہت طعنہ کرنے والا اور "لمزۃ" کا معنی بہت غیبت کرنے والا ہے، یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں کی غیبتیں کرتے تھے جیسے امیہ بن خلف، ولید بن مغیرۃ وغیرہ......) جس نے جمع کیا ("جمع" فعل کو مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) مال کو اور گن گن کر رکھا (عددہ بمعنی احصاہ ہے، اور حوادث زمانہ کے خوف سے

ذخیرہ کرکے رکھ لیا) وہ (اپنی جہالت کے سبب) گمان کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا (اسے موت نہیں آئے گی......۲......، اخلدہ بمعنی جعلہ خالدا ہے) ہرگز نہیں (''کلا '' حرف ردع ہے) ضرور پھینکا جائے گا (لینبذن بمعنی لیطرحن ہے، اس کا جواب قسم محذوف ہے) روندنے والی میں (جس میں جو کچھ ڈالا جائے وہ اس کو روند کر رکھ دے گی) اور تو نے کیا جانا (ادرک بمعنی اعلمک ہے) کیا روندنے والی اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے (الموقدۃ بمعنی المسعرۃ ہے) جو چڑھ جائے گی (تطلع بمعنی تشرف ہے) دلوں پر (الا فئدۃ بمعنی القلوب ہے، اور دلوں کو جلا دے گی، دل کے نازک ہونے کی وجہ اس سے ہونے والی تکالیف دیگر تکالیف سے سخت تر ہوگی......۳......) بیشک وہ ان پر (''علیھم ''میں ضمیر جمع ''کل '' کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کی گئی ہے) بند کر دی جائے گی (مؤصدۃ بمعنی مطبقۃ ہے، '' مؤصدۃ '' کو ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بدلے واو کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) لمبے ستونوں میں (''عمد '' کو عین اور میم مضمومہ و مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ''ممددۃ '' یہ ''عمد'' کی صفت ہے پس اس صورت میں ان ستونوں میں بھی آگ داخل ہو جائے گی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ﴾

ویل: مبتدا، لام: جار، کل: مضاف، ھمزۃ: مبدل منہ، لمزۃ: بدل، ملکر موصوف، الذی: موصول، جمع: فعل، ''ھو'' ضمیر ذوالحال، یحسب: فعل با فاعل، ان مالہ: حرف مشبہ و اسم، اخلدہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، مالا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عددہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کلا لینبذن فی الحطمۃ وما ادرک ما الحطمۃ﴾

کلا: حرف ردع وزجر، لام: تاکیدیہ، ینبذن: فعل با نائب الفاعل، فی الحطمۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ادرک: فعل با فاعل و مفعول، ما: استفہامیہ مبتدا، الحطمۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافدۃ﴾

نار اللہ: موصوف، الموقدۃ: صفت اول، التی: موصول، تطلع علی الافئدۃ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت ثانی، ملکر ''ھی'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انھا علیھم موصدۃ فی عمد ممددۃ﴾

انھا: حرف مشبہ و اسم، علیھم: ظرف لغو مقدم، موصدۃ: صفت مشبہ با فاعل، ملکر شبہ جملہ صفت موصوف، فی: جار، عمد: موصوف، ممددۃ: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......الذی جمع مالا وعددہ......☆ یہ آیتیں ان کفار کے حق میں نازل ہوئیں جو سید عالم اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن کھولتے تھے اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے مثل اخنس بن شریق و امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کے اور حکم ہر غیبت کرنے والے کے لئے عام ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عیب لگانے اور غیبت کرنے کی مذمت:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ویل لکل همزة لمزة خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے (الھمزۃ:۱)﴾۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی، چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن اسحاق اور انہوں نے عثمان بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول کیا ہے کہ یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن اسحٰق کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت امیہ بن خلف جمحی کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ سید عالم ﷺ کی عیب جوئی میں معروف رہتا تھا۔ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ سید عالم ﷺ کی عیب جوئی اور غیبت کرنے میں وقت گزارتا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق ابی بن عمرو ثقفی جو کہ اخنس کے نام سے مشہور تھا اُس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۶۳۷ وغیرہ)

☆......حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے، اللہ ﷻ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرے اللہ ﷻ اس کا عیب ظاہر فرمائے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں رسوا کردے گا''۔ (سنن ابن ماجه، ابواب الحدود، باب: الستر على المومن ودفع الحدود بالشبهات، رقم: ۲۵۴۶، ص ۴۳۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! زبان سے ایمان لائے ہو لیکن ابھی تمہارے دل میں ایمان نہیں داخل ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کو کھوج لگایا کرو کیونکہ جو مسلمان کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ ﷻ اس کے عیب ظاہر کردیتا ہے اور اللہ ﷻ جس کے عیب ظاہر کردے اُسے اس کے گھر میں رسوا کردے گا''۔

(سنن ابو داؤد، كتاب الادب، باب: فى الغيبة، رقم: ۴۸۸۰، ص ۹۱۳)

☆......حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم لوگوں کی عیب جوئی کرتے پھرو گے تو انہیں بگاڑ دو گے یا انہیں خرابی تک پہنچا دو گے''۔ (المرجع السابق، باب: فى التجسس، رقم: ۴۸۸۸، ص ۹۱۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ ﷻ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ ﷻ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بندہ جب تک اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اللہ ﷻ اس کی مدد میں ہوتا ہے''۔ (المرجع السابق، باب: فى المعونة للمسلم، رقم: ۴۹۴۶، ص ۹۲۵)

☆......سید عالم ﷺ نے اپنے صحابہ سے استفسار فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟''، صحابہ نے جواب دیا، اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو''، عرض کی گئی: ''جو میں کہتا ہوں اگر وہ میرے بھائی میں موجود ہو تو اس بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟''، ارشاد فرمایا: ''اگر جو تم کہتے ہو وہ اس میں موجود ہے تو تم نے غیبت کی اور اگر تم نے ایسی بات کہی جو اس میں موجود ہی نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا''۔

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب: تحريم الغيبة، رقم: (۶۴۸۸)/۲۵۸۹، ص ۱۲۷۹)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر اس کے مسلمان بھائی کا خون، عزت اور مال حرام ہے''۔

(المرجع السابق، باب تحريم ظلم المسلم، رقم: (۶۴۳۶)/۲۵۶۴، ص ۱۲۷۰)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''غیبت اور چغلی ایمان کو ایسے کاٹ دیتی ہیں جیسا کہ چرواہا درخت کو کاٹ دیتا ہے''۔
(الترغیب و الترهیب، کتاب الادب، باب: الترهیب من الغیبة و البهت و بیانهما، رقم:۸، ج۳، ص۳۳۲)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج ہوئی، ایک قوم پر گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ اپنے مونھ اور سینے نوچتے تھے، میں نے کہا: جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی آبرو ریزی کرتے''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی الغیبة، رقم:۴۸۷۸، ص۹۱۳)

مال واسباب عذابِ الٰھی سے نھیں بچاسکتے:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا (الھمزة:۲تا۳)﴾۔ ماقبل جن کے بارے میں بیان ہوا کہ سید عالم ﷺ کی ذات کی جانب عیب لگاتے اور آپ ﷺ کی غیبتیں کرتے تھے، ان میں ایک بیماری مال جمع کرنے کی بھی تھی جو مال پر اتراتے اور پھولے جاتے تھے۔ انہیں یہ گمان تھا کہ ان کا مال انہیں موت نہ آنے دے گا جیسا کہ سُدی نے کہا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ انہیں یہ گمان تھا کہ ان کا مال ان کی زندگی میں اضافہ کردے گا یعنی انہیں طویل عمر دی جائے گی۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ طویل عرصے تک زندہ رہیں گے ، یہاں مضی بمعنی ماض بمعنی مستقبل ہے۔ لیکن اگلا کلام صاف واضح ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿کلا لینبذن فی الحطمة ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا (ھمزة:۴)﴾ یعنی یہ سب ان کی اپنی خیال بندیاں ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہونے والا بلکہ نہ تو یہ ہمیشہ رہ جائیں گے اور نہ ہی ان کا مال ہمیشہ رہ پائے گا یعنی وہ داخلِ جہنم ہونگے۔ یعنی وہ بھی اور ان کا مال بھی روندنے والی میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰، ص۱۷۱)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال جو اُس نے جمع کیا ہے اور بچا کر رکھا ہے، بخل کر کے راہ خدا میں خرچ کرنے سے روک لیا ہے، وہ ہمیشہ دنیا میں رہ جائے گا اور اُسے موت نہ آئے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ اس کا مال ہمیشہ رہ جائے گا بلکہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور اس کا مال بھی، پس وہ اپنے افعال اور معصیت کے باعث ہلاکت میں جا پڑے گا۔ اور ''الحطمة'' روندنے والی آگ کو کہتے ہیں، یہ وہ آگ ہے کہ اس میں جو بھی ڈالا جائے، سب برباد ہو جائے گا۔
(الطبری، الجزء:۳۰، ص۳۵۷ ملخصاً)

احادیث کی رو سے جھنم کے عذاب کا بیان:

۳......بیشمار احادیث اس موضوع پر ملتی ہیں، اللہ عزوجل ہم سب کو جہنم کے عذاب سے بچائے رکھے۔

☆......سید عالم ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے: ''ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا''۔
(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: قول النبی ﷺ، رقم:۶۳۸۹، ص۱۱۰۹)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک تمہاری یہ دنیاوی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے اور اگر اسے دو مرتبہ پانی سے نہ بجھایا جاتا تو تم اس سے نفع نہ اٹھا سکتے اور یہ بھی اللہ عزوجل سے دعا کرتی ہے کہ اسے دوبارہ جہنم میں نہ ڈالے''۔
(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب: صفة النار، رقم:۴۳۱۸، ص۷۱۶)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بروز قیامت جہنم کو لایا جائے گا تو اس کی ستر ہزار لگامیں ہونگی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ

رہے ہونگے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب:فی شدة حر نار جهنم،رقم:(۷۰۵۸)/۲۸٤۲،ص ۱۳۹۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''تمہاری یہ آگ جسے بنی آدم دنیا میں جلاتے ہیں، وہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے''، لوگوں نے پوچھا: اللہ عزوجل کی قسم! یہی کافی تھی، فرمایا:''بیشک جہنم کی آگ اِس سے ۶۹ درجے زیادہ ہے، ہر درجہ اس کی گرمی کی مثل ہے''۔

(سنن الترمذی، ابواب صفة جهنم، باب:ما جاء ان نارکم هذه، رقم: ۲۵۹۸،ص ۷٤٥)

اغراض:

کلمة عذاب: مراد وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے عذاب طلب کیا جاتا یا عذاب کی طرف بلایا جاتا ہے، اور اس صورت میں جملہ انشائیہ ہوگا اور نکرہ کے ساتھ کلام کی ابتداء کی گئی ہے اور کفار کی ہلاکت کا قصد کیا گیا ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ عزوجل اس جملے ﴿ویــــل﴾ کے ذریعے کیسے عذاب کی دعوت دیگا یا بلائے گا جب کہ اللہ عزوجل ہی افعال کا پیدا کرنے والا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اپنے حال سے اللہ عزوجل کے غضب کو طلب کرتے ہیں، جیسا کہ کسی پر کسی کا غضب ہوا کرتا ہے۔

او واد فی جهنم: اس صورت پر جملہ خبریہ ہوگا اور ﴿ویل﴾ ترکیب کے لحاظ سے علم ہونے کی صورت میں معرفہ بنے گا۔

وغیرهما: مراد اخنس بن شریق، عاص بن وائل سہمی، جمیل بن معمر، اور ﴿همزة لمزة﴾ عموم کے اعتبار سے جائے عبرت ہے نہ کہ خصوص کے اعتبار سے، اور یہ وعید اُن کے لئے ہے جو مسلمانوں کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرتے ہیں اور یہاں علماء وصلحاء مراد نہیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے کافر مراد ہیں مگر وہ جو اللہ عزوجل کی مشیت کے تحت ہوں۔

وجعله عدة: میں واو بمعنی او ہے، دو تفاسیر کی گئی ہیں، پس اول تفسیر العد سے اور دوسری العدة سے ماخوذ ہے بمعنی الاستعداد مراد یہ ہے کہ حوادث زمانہ کے لئے مال کا جمع کرنا اور شمار کرنا۔

المسعرة: مراد آگ کے وہ شدید شعلے ہیں جس سے کبھی لپٹ ختم نہ ہو۔ **والمها:** یعنی دلوں پر چڑھ جانے والی آگ، معنی یہ ہے کہ باقی بدن کے علاوہ دل پر چڑھنے کی کیفیت زیادہ ہوگی، اور جب دل کے ساتھ ایسا معاملہ ہوجائے تو بندہ مرجاتا ہے اور نہ مرتے ہوئے بھی مرنے کے قریب ہوتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لا یموت فیها ولا یحیا﴾ (الاعلی:۱۳) محمد بن کعب کہتے ہیں کہ آگ تمام جسم کو کھاجائے گی اور جب دل تک پہنچے گی تو دوبارہ جسم مکمل ہوجائے گا اور کھانے کا عمل دوبارہ شروع ہوگا اور یہی ہوتا جائے گا۔

(الصاوی، ج٦، ص۳۲۸ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة الفيل مكية وهى خمس اٰية

(سورۂ فیل مکی ہے جس میں پانچ آیتیں ہیں)

تعارف سورة الفيل

اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس کلمات، چھیانوے حروف ہیں۔ اس سے پہلی سورت میں جن طعنہ زنی کرنے والے اور مال جمع کرنے والوں کوان کا مال اللہ عزوجل کے عذاب سے نہ بچاسکا، اب اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے اس سورت میں فرمایا کہ ابرہہ جو مال ودولت، قوت وطاقت کے لحاظ سے ان سے بہت زیادہ تھا جب وہ ہاتھیوں کی فوج لے کر خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے آیا تھا تو اللہ عزوجل نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑی سے بڑی قوت وطاقت کفار کو اللہ عزوجل کے عذاب سے نہیں بچاسکتی۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ابرہہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اس نے صنعاء نامی شہر میں ایک کلیسا بنایا تھا۔ اس نے شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بڑا اعالی شان گرجا تعمیر کروایا ہے میری خواہش ہے کہ آئندہ سال عرب کے لوگ خانہ کعبہ کی بجائے اس کا طواف کریں۔ جب یہ خبر مکہ مکرمہ میں پہنچی تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے اس گرجا گھر میں بول وبراز کر دیا۔ اس سے ابرہہ آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر میں نے بھی کعبہ کو نہ گرایا تو میرا نام بھی ابرہہ نہیں ہے اور وہ اسی وقت ہاتھیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مکہ مکرمہ لے گیا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ مکہ میں جا کر ان سے چھیڑ چھاڑ کرو۔ وہ سردار قریش کے اونٹ چھین کر لے آئے جن میں دوسو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی تھے۔ ابرہہ نے کسی کو بھیج کر ان کو بلوایا ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کی بہت عزت کی اور ترجمان کے ذریعے بات چیت ہوئی۔ ابرہہ نے کہا تم کیا چاہتے حضرت عبدالمطلب نے کہا میرے اونٹ، ابرہہ کہنے لگا میں کعبہ گرانے آیا ہوں اور تم کو اپنے اونٹوں کی پڑی ہے کعبہ کی کوئی فکر نہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا میں اونٹ کا مالک ہوں اور جو کعبہ کا مالک ہے وہ جانے اور تم جانو۔ تو حضرت عبدالمطلب نے کعبہ میں دعا کی کہ اے اللہ عزوجل اپنے گھر کو بچالے تو اللہ عزوجل نے ابابیل پرندوں کے ذریعے سے ابرہہ کی فوج کو ہلاک فرمایا۔

رکوع نمبر: ۳۰

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم تر﴾ اِسْتِفْهَامُ تَعْجِيبٍ اَیْ اِعْجَبْ ﴿كيف فعل ربك باصحب الفيل (۱)﴾ هُوَ مَحْمُوْدٌ وَاَصْحَابُهٗ مَلِكُ الْيَمَنِ وَجَيْشُهٗ بَنٰى بِصَنْعَاءِ كَنِيْسَةً لِيُصْرِفَ اِلَيْهَا الْحَاجَّ مِنْ مَكَّةَ فَاَحْدَثَ رَجُلٌ مِّنْ كَنَانَةَ فِيْهَا وَلَطَخَ قِبْلَتَهَا بِالْعَذِرَةِ اِحْتِقَارًا بِهَا فَحَلَفَ اَبْرَهَةُ لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَةَ فَجَاءَ مَكَّةَ بِجَيْشِهٖ عَلٰى اَفْيَالٍ مُقَدَّمُهَا مَحْمُوْدٌ فَحِيْنَ تَوَجَّهُوْا لِهَدْمِ الْكَعْبَةِ اَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَاقَصَّهٗ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿الم يجعل﴾ اَیْ جَعَلَ ﴿كيدهم﴾ فِیْ هَدْمِ الْكَعْبَةِ ﴿فى تضليل (۲)﴾ خَسَارٍ وَّهَلَاكٍ ﴿وارسل عليهم طيرا ابابيل (۳)﴾ جَمَاعَاتٍ قِيْلَ لَا وَاحِدَ لَهٗ وَقِيْلَ وَاحِدُهٗ اِبُّوْلٌ اَوْ اِبَّالٌ اَوْ اِبِّيْلٌ كَعِجُّوْلٍ وَمِفْتَاحٍ وَسِكِّيْنٍ ﴿ترميهم بحجارة من سجيل (۴)﴾ طِيْنٍ مَطْبُوْخٍ ﴿فجعلهم كعصف ماكول (۵)﴾ كَوَرَقِ زَرْعٍ اَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ وَدَاسَتْهُ وَاَفْنَتْهُ اَیْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ وَاحِدٍ بِحَجَرِهٖ الْمَكْتُوْبِ عَلَيْهِ اِسْمُهٗ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنَ الْعَدَسَةِ وَاَصْغَرُ مِنَ الْحِمَّصَةِ يَخْرُقُ الْبَيْضَةَ وَالرَّجُلَ وَالْفِيْلَ وَيَصِلُ اِلَى الْاَرْضِ وَكَانَ هٰذَا عَامَ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿ترجمہ﴾

کیا تم نے نہ دیکھا (استفہام تعجب ہے، یعنی عجیب وغریب بات ہے) تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا (ہاتھی کا نام محمود تھا اور اس کا مالک ابرہہ جو کہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا، اُس نے ایک کنیسہ بنایا تھا اور اس نیت سے کہ لوگ حج کو نہ جائیں اور یہاں آکر اس کنیسہ کا طواف کریں، کنانہ کے ایک شخص نے موقع پاکر اس میں قضائے حاجت کردی اور اُسے گندہ کردیا، پس ابرہہ نے قسم کھائی اور کعبۂ معظمہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے حبشہ سے کعبہ معظمہ کی جانب ہاتھیوں سمیت آیا، محمود ہاتھی سب سے آگے تھا، اس کا ارادہ کعبۂ معظمہ کو نقصان پہنچانا تھا لیکن اللہ نے ان پر پرندوں کی فوج بھیج دی......١......) نہ بنایا (یعنی بنادیا) ان کا داؤ (کعبۂ معظمہ کو منہدم کرنے کا داؤ......٢......) تباہی میں (نقصان وہلاکت میں) اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں (پرندوں کی جماعت بھیجی......٣......، کہا جاتا ہے کہ بعض کے نزدیک ابابیل کا کوئی واحد نہیں ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی واحد ابول، اوبال یا ابیل ہے جیسا کہ عجول واحد ہے عجاجیل کی، مفتاح واحد ہے مفاتیح کی اور مسکین واحد ہے مساکین کی) کہ انہیں پکی ہوئی مٹی کے پتھروں سے مارتے (سجیل بمعنی پکی ہوئی مٹی ہے......٤......) تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائے کھیت کی پتی ......٥......(جیسے کھیت کے پتے ہوتے ہیں جنہیں چوپائے کھالیں یا روند ڈالیں، ملیا میٹ کردیں، یعنی پس اللہ نے انہیں ختم کردیا، اور ہر ایک اُس پتھر سے ہلاک ہوا جس پر اُس کا نام کندہ تھا، جو مسور کی دال سے بڑے اور چنے سے کچھ چھوٹی سائز کے تھے، جس کے سر پر پڑتی اُسے ہاتھی سمیت چیر کر زمین پر گر جاتی اور یہ واقعہ سید عالم ﷺ کی ولادت شریفہ سے پہلے کا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی با فاعل، کیف: اسم استفہام حال مقدم، فعل: فعل، ربک: ذوالحال، ملکر فاعل، باصحب الفیل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم یجعل: فعل نفی با فاعل، کیدھم: مفعول، فی تضلیل: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ارسل علیھم: فعل با فاعل وظرف لغو، طیرا: موصوف، ابابیل: صفت، ترمیھم: فعل با فاعل ومفعول، ب: جار، حجارۃ: موصوف، من سجیل: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لم یجعل" پر معطوف ہے۔

﴿فجعلھم کعصف ماکول﴾

ف: عاطفہ، جعلھم: فعل با فاعل ومفعول، کاف: جار، عصف: موصوف، ماکول: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

واقعہ فیل، اس کا وقوع اور ارھاص محمدی ﷺ:

١......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا (الفیل: ١)﴾۔ یہ واقعہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کا ہے، پھر اسے الم تر کیف کے خطاب

سے کیوں کلام فرمایا؟ اس کا جواب امام رازی نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ تواتر کے ساتھ بیان ہوتا گیا ہے لہذا اسی مناسبت سے یہ خطاب فرمایا گیا ہے جیسا کہ دیگر مقامات پر بھی وارد ہوا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون کیاانہوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک فرمائیں (یسٓ:۳۱)﴾۔ یہ واقعہ اللہ ﷻ کی قدرت، اس کے علم وحکمت پر دلیل ہے اور ساتھ ہی سید عالم ﷺ کے شرف ومقام ومرتبے پر بھی دلیل ہے اور ہمارے مذہب اہل سنت پر دلیل ہے کہ سید عالم ﷺ کی ظاہری تشریف آوری سے قبل جو بھی خرق عادت امور رونما ہوں، وہ سید عالم ﷺ کے ارہاصات میں شمار ہوتے ہیں، پس اسی مناسبت سے یہ واقعہ بھی سید عالم ﷺ کے ارہاص میں شامل ہے۔

(الرازی، ج۱۱،ص ۲۹۵)

اس کا وقوع: یعنی سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پچاس دن پہلے اور یہی صحیح قول ہے اور یہ نور محمدی کی برکت سے ہوا ہے ،اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ نور تو حضرت عبد المطلب بلکہ حضرت عبد اللہ سے بی بی آمنہ تک منتقل ہو چکا تھا، تو میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یقیناً وہ نور جد سے اب تک منتقل ہو چکا تھا لیکن اس کی برکات اپنی جگہ باقی تھیں، جیسا کہ مشک اگرچہ کہ ختم ہو جائے لیکن خوشبو آتی ہی رہتی ہے اور ایک قول کے مطابق فیل والا واقعہ سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے چالیس یا تیئس سال وغیرہ پہلے رونما ہوا۔

(الصاوی، ج٦،ص ٢٣٤ملخصاً)

واقعہ فیل: ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے، ابرہہ یمن اور حبشہ کا بادشاہ تھا، اس نے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا تھا اور چاہتا تھا کہ حج کرنیوالے بجائے مکہ مکرمہ کے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں، عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت شاق تھی، قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کر دی اور اُسے گندہ کر دیا، اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ معظمہ کو ڈھانے کی قسم کھائی اور اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی تھے اور ان کا پیش رو ایک بڑا عظیم الجثہ کوہ پیکر ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر اہل مکہ کے جانور قید کر لئے، ان میں دو سو اونٹ عبد المطلب کے بھی تھے۔ عبد المطلب ابرہہ کے پاس آئے تھے۔ بہت جسیم وباشکوہ ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اور مطلب دریافت کیا، آپ نے فرمایا میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اونٹ واپس کئے جائیں، ابرہہ نے کہا کہ مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں وہ تمہارا اور تمہارے قبیلے کا معزز ومحترم مقام ہے، تم اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اپنے اونٹوں کے لئے کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں انہی کے لئے کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے۔ عبد المطلب نے قریش کو حال سنایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزیں ہوں۔ چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور عبد المطلب نے دروازہ کعبہ پر پہنچ کر بارگاہ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر آپ اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو تیار کیا۔ محمود ہاتھی نہ اٹھا اور کعبہ کی طرف نہ چلا جس طرف چلاتے تھے چلتا تھا۔ جب کعبہ کی طرف اس کا رخ کرتے تھے بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ ﷻ نے چھوٹے چھوٹے پرند ان پر بھیجے جو چھوٹے چھوٹے سنگریزے گراتے تھے جن سے وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔

(خزائن العرفان، حاشیہ نمبر۲)

ابرهه کے ظاهری ارادے کو کید کهنے کی وجوهات:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الم یجعل کیدھم فی تضلیل کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا (الفیل:۲)﴾۔ جاننا چاہیے کہ شرعاً ''کید'' مخفی ارادے کو کہتے ہیں۔ اور ابرہہ کے ارادے کو کید کہنا درست نہ ہوگا کیونکہ اس کا ارادہ تو ظاہر تھا۔ ہم (امام رازی) اس کا جواب یہ دینگے کہ جی ہاں! لیکن اس کے دل میں چھپی شرارت اس کے ظاہری ارادے سے زیادہ مخفی تھی، کیونکہ وہ عرب (واہلِ

عرب) سے حسد کرتا تھا اور اس کی تمنا تھی کہ جو شرف و مقام عرب کو کعبۂ معظمہ کی وجہ سے حاصل ہے وہی مقام و مرتبہ اس کے اپنے شہر کو مل جائے۔ (الرازی، ج١١، ص ٢٩١)

ابابیل کے بارے میں اقوال مفسرین:

٣......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وارسل علیهم طیرا ابابیل اوران پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں (الفیل:٣)﴾۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آسمان سے نازل ہونے والے ایسے پرندے جو واقعہ فیل سے پہلے کسی نے دیکھے اور نہ ہی اس واقعے کے بعد کسی نے ملاحظہ کیے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''آسمان وزمین کے مابین ایسے پرندے جو گھونسلے بھی بناتے تھے اور انڈے بھی دیتے''۔ انہی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ ابابیل کی سونڈ بھی تھیں اور پنجے بھی تھے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ سبز پرندے تھے جو کہ سمندر سے نکلتے تھے جن کے سر ایسے جیسے درندوں کے ہوتے ہیں اور ایسے پرندے نہ اس واقعہ سے پہلے دیکھے گئے اور نہ بعد میں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسے سبز پرندے جن کی چونچیں زرد ہوتی تھیں۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ مراد وہ پرندے ہیں جو سیاہ مائل تھے اور ان کے پنجے اور چونچیں تھیں اور کنکر مارتے تھے۔ (القرطبی، الجزء: ٣٠، ص ١٨٢ ملخصاً وملتقطاً)

سجیل کے بارے میں اقوال مفسرین:

٤......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ترمیهم بحجارة من سجیل کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے (الفیل:٤)﴾۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مٹی کے پتھر مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سجل سے مشتق ہے جس کا معنی بڑا ڈول ہوتا ہے یا یہ اسجال سے مشتق ہے جس کا معنی ٹھکانہ ہے یا یہ سجل (مہر) سے مشتق ہے معنی یہ ہوگا کہ یہ بھی عذاب میں سے تھیں جو ان کے لئے عذاب لکھا جا چکا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ ایسے پرندے تھے جن کی چونچیں پرندوں کی تھیں اور ہاتھ کتے کے ہاتھوں جیسے تھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سبز پرندے تھے جن کی زرد چونچیں تھیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ سیاہ پرندے تھے جو سمندر کی جانب جماعت در جماعت آئے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا پتھر کے ساتھ ایک کاغذ بھی ہوتا تھا، اللہ عزوجل نے اسے بھیجا اور پھر اس نے زور سے پتھر بھیجا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ پتھر جس آدمی کو لگتا دوسری جانب سے نکل جاتا تھا۔ اور اگر کسی کے سر پر لگتا تو دبر کے راستے سے باہر ہو جاتا تھا۔ (المظهری، ج٧، ص٤٨٤)

کعصف مأکول کے بارے میں اقوال مفسرین:

٥......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فجعلهم کعصف مأ کول تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی (بھوسہ) (الفیل:٥)﴾۔ اللہ عزوجل نے انہیں ایسی کھیتی یا گھاس جیسا کر دیا جسے جانوروں نے کھالیا ہو اور گوبر بنا دیا ہو۔ فوجیوں کے اعضاء کو الگ الگ کر دینے کو گوبر کے اجزاء کے الگ الگ کر دینے سے تشبیہ دی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عصف سے مراد گندم کے پتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد تنکا ہے۔ حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد چھلکا ہے جو گندم کے دانے پر غلاف کی مانند ہوتا ہے۔ ماکول کے معنی یہ ہیں کہ جسے جانوروں نے کھالیا ہو۔ (المرجع السابق)

اغراض:

استفهام تعجیب: معنی یہ ہے کہ بڑھیں بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب فیل کا واقعہ جانتے ہیں۔ هو محمود: مراد وہ اونٹ ہے جو بیٹھ گیا تھا اور اُسے اٹھانے کے لئے اُس کے سر پر مارتے تھے، اور مزید محمود کے ساتھ بارہ اونٹ اور بھی تھے، ایک قول کے مطابق اٹھارہ اونٹ تھے، ایک قول ایک ہزار کا بھی ہے اور مطلق فیل کا ذکر اونٹوں کے سردار محمود کی وجہ سے کیا گیا تھا یا اس نسبت سے اِن سب میں عظیم

الحبشه یہی محمود نامی اونٹ ہی تھا۔ ابرھۃ: نجاشی سے پہلے ملک حبشہ کا بادشاہ تھا، اوراس کے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔

بنی بصنعاء کنیسة: یہاں سے مفسر علیہ الرحمۃ نے واقعہ فیل کا مفصل بیان کیا ہے جسے ہم نے حاشیہ نمبر''ا'' میں ذکر کردیا ہے، لہذا دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں۔ والرجل: یعنی یہ پتھر دماغ میں داخل ہوتا اور پیچھے کے مقام سے باہر نکل جاتا۔

ای جعل: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿یجعل﴾ مضارع حال کی حکایت بیان کرنے کے لئے ہے۔ جماعات: یعنی بعض کا دوسرے بعض پراثر ہوتا ہے۔ و دائسة: یعنی اُسے مینگنیوں کی مانند ملیامیٹ اور بے وقعت کردیں۔ ابول: ہمزہ کی کسرہ اور فتح موحدہ مشددہ کے ساتھ ہے اور واو کے سکون کے ساتھ جیسا کہ سنور ہوتا ہے۔

طین مطبوخ: جیسا کہ اجرت پر پکائی جانے والی اینٹیں ہوتی ہیں، اور یہ جہنم کی آگ میں پکائی ہوئی کنکریاں تھیں، اور مراد وہی کنکریاں ہیں جو قوم لوط پر برسائی گئیں تھیں، اور ان کی ہلاکت کو کنکریوں کے ساتھ نسبت کردی گئی ہے کیونکہ ابرہہ نے کعبہ معظمہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ کنکر کسی کو لگتا تو آبلہ کردیتا، اور اس دن سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔

مکتوب علیه اسمه: یعنی پرندے کا خاص طور پر اُسی پتھر کا ارادہ کرنا جس سے کسی کی ہلاکت ہونی ہے، اور یہ مجرد الہام کی وجہ سے ہوا ہے یا اس کی معرفت کتاب وغیرہ کے ذریعے سے ہوئی ہے، اور اللہ ﷻ ہی حقیقتِ حال جانتا ہے۔

والفیل: مراد وہ ہے جو اونٹ پر سوار ہوا تھا، اور سوائے محمود نامی اونٹ کے تمام ہی ہلاک ہوگئے۔ جس کا تذکرہ امام بوصیری نے بھی کیا ہے:

کم رأینا ما لیس یعقل قد أل	ہم ما لیس یلھم العقلاء
اذا ابی الفیل ما اتی صاحب الفی	ل ولم ینفع الحجا والذکاء

(الصاوی، ج٦، ص ۲۳۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ قریش مکیۃ او مدنیۃ وھی اربع آیۃ

(سورہ قریش مکی یا مدنی ہے اس میں چار آیتیں ہیں)

تعارف سورہ قریش

اس سورت میں ایک رکوع، چار آیتیں، سترہ کلمات، اور تہتر حروف ہیں۔اس سورت میں اللہ ﷻ قریش پر اپنے عظیم احسانات کا تذکرہ فرما رہا ہے اور ان کو احسانات یاد دلانے کے بعد اپنی عبادت کی دعوت دی جارہی ہے۔قریش عرب کا ایک مشہور اور معزز ترین قبیلہ ہے اور اس قبیلہ کا اطلاق نضر کی اولاد پر ہوتا ہے جس کا نسب نامہ یہ ہے: نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر۔بعض کے نزدیک فہر بن مالک کی اولاد کو قریش کہتے ہیں لیکن پہلا قول صحیح ہے حضور ﷺ کے قول سے بھی اسی قول کی تصدیق ہوتی ہے۔قبیلہ قریش کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔یہ تقرش سے ماخوذ ہے اس کا معنیٰ "التجمع والالتام کسی کا متفرق ہوجانے کے بعد اکٹھا اور مجتمع ہوجانا"۔قریش کا قبیلہ پہلے سارے عرب میں منتشر تھا۔قصی بن کلاب نے انہیں مکہ مکرمہ میں یکجا کیا اور حرم کے پڑوس میں آباد کیا۔دوسرا یہ کہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ تکسب ہے کیونکہ قریش تجارت پیشہ تھے اور اس طرح اپنا رزق خود کمایا کرتے تھے اس لئے انہیں قریش کہا جاتا ہے۔مکہ کے معزز قبیلہ قریش کو اپنے احسانات کی یاددلائی جارہی ہے۔پھر انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تھا تو اس کی حفاظت تمہارے بتوں نے نہیں کی تھی بلکہ اللہ ﷻ نے پرندوں کی ایک ٹکڑی بھیج کر ابرہہ کے لشکر جرار کو فنا کردیا اور اپنے گھر کی حفاظت کی تھی۔اور تجارت کا راستہ کھول کر تمہارے لئے خوش حالی اور فارغ البالی کا سامان بھی اللہ ﷻ نے فراہم کیا۔لوگوں کے دلوں میں تمہارا احترام اس قدر پیدا کردیا کہ جس کے باعث تم بڑے امن وسکون سے جہاں چاہو جاسکتے ہو، تمہارے کاروان تجارت کی طرف کوئی میلی آنکھ کر کے نہیں دیکھ سکتا۔جس نے تمہیں ان انعامات سے نوازا ہے وہی اس لائق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔

رکوع نمبر: ۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿لایلف قریش(۱)الفھم﴾تاکیدٌ وَّھُوَ مَصْدَرُ اَلَفَ بِالْمَدِّ﴿ رحلۃ الشتاء﴾اِلَی الْیَمَنِ﴿ و﴾رِحْلَۃَ﴿الصیف (۲)﴾اِلَی الشَّامِ فِیْ کُلِّ عَامٍ یَسْتَعِیْنُوْنَ بِالرِّحْلَتَیْنِ لِلتِّجَارَۃِعَلَی الْاِقَامَۃِ بِمَکَّۃَ لِخِدْمَۃِالْبَیْتِ الَّذِیْ ھُوَفَخْرُھُمْ وَھُمْ وَلَدُالنَّضْرِبْنِ کِنَانَۃِ﴿فلیعبدوا﴾تَعَلَّقَ بِہٖ لِاِیْلَافِ وَالْفَاءُ زَائِدَۃٌ﴿ رب ھذا البیت(۳)الذی اطعمھم من جوع﴾اَیْ مِنْ اَجْلِہٖ﴿ وامنھم من خوف (۴)﴾اَیْ مِنْ اَجْلِہٖ وَکَانَ یُصِیْبُھُمُ الْجُوْعُ لِعَدَمِ الزَّرْعِ بِمَکَّۃَ وَخَافُوا جَیْشَ الْفِیْلِ.

﴿ترجمہ﴾

اس لیے کہ قریش......۱......کو میل دلایا ان کو رغبت دلائی (ایلاف کی تاکید کی گئی ہے،اور مراد مصدر ہے جو کہ آلف بالمد کے ساتھ لایا گیا ہے) سردی میں (یمن کی طرف) سفر کا اور گرمی میں (شام کی طرف سفر کا، ہر سال دو تجارتی سفر اختیار کر کے باقی وقت مکہ مکرمہ میں سکون سے گزارتے......۲......اور بیت اللہ کی خدمت کرتے جو ان کے لئے باعث فخر مقام تھا، قریش سے مراد قبیلہ نضر بن کنانہ کی قوم ہے) تو انہیں چاہیے کہ وہ بندگی کریں (ایلاف ترکیبی اعتبار سے فلیعبدوا سے متعلق ہے، اور فالیعبدوا میں فاء زائدہ ہے)

اس گھر کے رب کی جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا (ایک مقررہ مدت تک کے لئے جو اُن کے لئے خوف کا باعث تھی) اور انہیں خوف سے امن بخشا (ایک مقررہ مدت تک کے لئے......۳......اور انہیں بھوک کی مصیبت پہنچی جب کہ مکہ میں کھیت سبزہ نہ رہا اور انہیں ہاتھی والوں کا خوف بھی لاحق تھا......۴......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لایلف قریش الفهم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف﴾

لام: جار، ایـلـف قـریـش: مرکب اضافی مبدل منہ، الف: مصدر مضاف، هـم: ضمیر مضاف الیہ فاعل، رحلة: مضاف، الشتاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الصیف: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ مرکب اضافی بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، ف: فصیحیہ، لیعبدوا: فعل امر با فاعل، رب: مضاف، هذا: مبدل منہ، البیت: بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر موصوف، الذی: موصول، اطعمهم من جوع: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امنهم من خوف: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "ان لم یعبدوا الله لسائر نعمه السابغة المسرادفة" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متذکرہ آیت میں قریش کا کون سا قبیلہ مراد ہے؟

۱......بہرحال جہاں تک قریش کا تعلق ہے تو مراد بنو نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے۔ اور سارے ہی جو اس سلسلے میں پائے جارہے ہیں نضر کی اولاد ہیں جو کہ قریش سے تھا، نہ کہ بنی کنانہ سے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد قریش بن فہر بن مالک بن نضر ہے۔ اور اس صورت میں جو بھی فہر سے پیدا شدہ ہونگے وہ قریشی نہیں کہلائیں گے، لیکن اول قول صحیح ترین ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۸۶ وغیرہ)

☆......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "اسلام بارہ خلفاء تک مسلسل غالب رہے گا، تمام خلفاء قریش سے ہونگے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب، رقم: ۷۲۲۲، ص ۱۲٤٤)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس دین میں لوگ قریش کے پیروکار ہیں، مسلمان مسلمان کے پیروکار ہیں اور کافر کافر کے"۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب المناقب، رقم: ۳٤۹۵، ص ۵۸۸)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں"۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الناس تبع لقریش، رقم: (٤۵۹٦)/۱۸۱۹، ص ۹۲۵)

☆......حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے قریش کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا، اللہ عزوجل اس کو ذلیل کرے گا"۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی المعوذتین، رقم: ۳۹۲۱، ص ۱۱۰۳)

قریش والوں کو سفر تجارت کی رغبت دلانے کی وجوہات:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الفهم رحلة الشتاء والصیف ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا (قریش: ۲)﴾۔ اللہ عزوجل نے ہاتھی والوں کو برباد کیا اور قریش کو باقی رکھا۔ اور انہیں سردی و گرمی میں تجارت کی جانب رغبت بھی دلائی۔ یہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ قول ضعیف ہے کہ یوں کہا جائے کہ فیل والوں کو اس لئے ہلاک کر دیا کیونکہ وہ کفر اختیار کرتے تھے اور قریش

والوں کے ساتھ ایسا کچھ نہ کیا بلکہ ان کے دلوں کو تجارت کی جانب مائل کیا، ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے اور نہ ماننے کی کچھ وجوہات ہیں: (۱)......ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ اللہ ﷻ نے فیل والوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ ان کے کفر کی وجہ سے کیا کیونکہ کفر کا بدلہ دیا جانا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیا گیا ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الیوم تجزی کل نفس بما کسبت آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی (غافر:۱۷)﴾، ﴿ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابۃ اور اگر ان لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا (فاطر:۴۵)﴾۔ اگر اللہ ﷻ نے فیل والوں کے ساتھ یہ معاملہ ان کے کفر ہی کی وجہ سے کیا ہوتا تو ایسا معاملہ تمام کافروں کے ساتھ فرماتا، بلکہ فقط قریش کی تالیف قلبی، ان کے منصب کی تعظیم (جو انہیں سید عالم ﷺ کی وجہ سے نیک نامی ملی)، اوران کی قدر و منزلت (جو کہ سید عالم ﷺ کے قریش سے ہونے کی وجہ سے قریش کو ملتی ہے) کی وجہ سے فرمایا۔ (۲)......اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ فیل والوں پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب واقع ہوا لیکن کسی اور وجہ کے پائے جانے کی نفی نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی بھی حکم کے قائم ہونے میں ایک سے زائد وجوہات کا پایا جانا ممکن ہے۔ (۳)......اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ فیل والے فقط اپنے کفر ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو بھی ان کی ہلاکت کے ذریعے قریش کو مائل کرنا جائز ہے، یعنی یوں کہا جائے: "اھلکوا لایلاف قریش"، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لیکون لھم عدوا و حزنا کہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو (القصص:۸)﴾۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۹۴)

ایک مقررہ مدت تک بھوک اور خوف سے امن دینا :

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الذی اطعمھم من جوع و امنھم من خوف جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ایک خوف سے امان بخشا (قریش:۴)﴾۔ اس کی چند وجوہات ہیں: (۱)......اللہ ﷻ نے قریش کو حرم میں امن عطا فرمایا اور ان کے سامانِ طعام پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔ (۲)......مقاتل کہتے ہیں کہ قریش پر سردیوں اور گرمیوں میں یمن وشام کی طرف تجارت کی غرض سے جانا مشکل پڑتا تھا، پس اللہ ﷻ نے حبشہ کے رہنے والوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے سامان کشتی میں رکھ دیں اور پھر مکہ مکرمہ روانہ کردیں، اور اہل مکہ اُس سامان کو اونٹوں اور خچروں پر لاد کر شہر کی جانب لائیں اور مزید خرید و فروخت کا عمل اختیار کریں۔ (۳)......کلبی کہتے ہیں کہ جب انہوں نے سید عالم ﷺ کو جھٹلایا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا ضرر فرمائی: "اے اللہ ﷻ! ان کے لئے ایسا معاملہ فرما جیسا تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کے ساتھ فرمایا تھا"۔ پس ان پر قحط سالی مسلط کردی گئی اور انہیں سخت دشواریوں کا سامنا ہوا، پس وہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: "اے محمد (ﷺ)! ہمارے لئے دعا کریں ہم ایمان لے آئے، پس سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی اور شہر میں قحط سالی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (۴)......اللہ ﷻ نے انہیں خوف سے امن بخشا اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بے خوف ہو کر سفر اختیار کرنے لگے کوئی ان پر تعرض نہ کرتا اور سفر و حضر کہیں پر بھی کوئی اُن پر غارت گری نہ کرتا بلکہ وہ ہر طرح سے چہ جائے کہ سفر میں ہوں یا حضر میں، امن ہی میں رہتے، اور اس حوالے سے ایک مقام پر فرمایا: ﴿اولم یروا انا جعلنا حرما امنا اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین پناہ بنائی (العنکبوت:۶۷)﴾۔ (۵)......انہیں فیل والوں کی طرح زحمت اٹھانے سے امن بخش دیا۔ (۶)......ضحاک اور ربیع کہتے ہیں کہ انہیں جذام کے مرض سے بے خوف کردیا، پس ان کے شہر میں جذام کا مرض نہیں پایا جاتا تھا۔ (۷)......انہیں اس بات سے بے خوف کردیا کہ خلافت قریش ہی میں رہے گی، باہر نہ جائے گی۔ (۸)......انہیں اسلام کے ساتھ امن عطا فرمادیا، اس سے پہلے وہ کفر میں غور و فکر کرتے تھے، پس انہوں نے (سابقہ) دین کو بے وقعت جان لیا اور عاقل کے لئے اسی دین پر جمے رہنا ضروری ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۲۹۸ وغیرہ)

الفیل اور القریش ایک ہی سورت ہیں یا الگ الگ:

ع......ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا دونوں سورتیں الگ الگ ہیں یا ایک ہی ہیں؟ اس بارے میں کچھ اقوال یوں بیان کئے گئے ہیں: (۱)......دو الگ الگ سورتیں ہونا ضروری نہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں سورتیں الگ الگ ہوں اور ایک سورت کا مطلع دوسری سورت کے مقدمہ کے ساتھ مل گیا ہو اور یوں ایک ہی مستقل سورت قرار دی گئی ہو۔ (۲)......ابن ابی کعب سے منقول ہے کہ دونوں سورتوں کو مصحف میں اکھٹا کردیا گیا تھا۔ (۳)......ابن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے مغرب کی نماز کی پہلی رکعت میں ''والتین'' اور دوسری رکعت میں ''الم تر اور لایلاف قریش'' پڑھی اور دونوں سورتوں کے مابین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فصل نہ کیا۔ (۴)......اس بارے میں مشہور قول یہی ہے کہ دونوں الگ الگ سورتیں ہیں، اور اول سورت کا مابعد والی سورت سے تعلق ہونا اس بات پر دلیل نہیں بنتا کہ دونوں ایک ہی سورتیں ہیں اور جہاں تک آیات کا تعلق ہے تو بعض آیات بعض دوسری آیات کی تصدیق بھی کرتی ہیں اور بعض آیات بعض دوسری آیات کے معنی بھی بیان کرتی ہیں، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ بعض آیات مطلق وعید پر دلیل بنتی ہیں اور بعض توبہ سے متعلق ہوتی ہیں، بعض آیات کا تعلق معانی سے ہوا کرتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انا انزلناه بیشک ہم نے اس کو اتارا (القدر:۱)﴾ اپنے ماقبل قرآن کے ذکر کے ساتھ متعلق ہے اور ایسا کچھ نہیں ہے کہ ایک آیت سے دوسری آیت کا فصل نہ ہونا اور ایک سورت کا اختتام اور دوسری سورت کا آغاز یہی سمجھنے پر مجبور کرے کہ دونوں آیات ایک ہی سورت کی ہیں، اور جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قرائت کا تعلق ہے تو امام کو اجازت ہے کہ وہ دو سورتیں بغیر بسم اللہ کے فصل کے پڑھ سکتا ہے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۲۹۵)

اغراض:

مکیة: جمہور کے قول کے مطابق جو کہ صحیح ترین ہے۔ او مدنیة: ضحاک اور کلبی کے قول کے مطابق۔ وھو مصدر آلف بالمد: یعنی ایلاف ثانی مراد ہے، اور اولاً یاء کے اثبات کے ساتھ مصدر آلف مد کے ساتھ جیسا کہ اکرم، کہا جاتا ہے: آلفته او الفه ایلافا اور یہ بھی درست ہے کہ یاء کے حذف کے ساتھ ہو جیسا کہ کتابا۔

وھم ولد النضر بن کنانة: نضر بن کنانہ سے قریش کے سوا کوئی اور مراد نہیں ہیں، اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ مراد ہیں، پس جو فہر سے پیدا ہوا ہے وہ قریشی نہیں ہے اگرچہ فہر خود نضر سے ہو۔ الفاء زائدة: میں معمول کو اس کے مابعد پر مقدم کرنا جائز ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ فاء زائدہ نہیں ہے بلکہ یہ شرط کے جواب کے لئے لائی گئی ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: ''ان لم یعبدوہ لسائر نعمه فلیعبدوہ لایلافھم فانھا اظھر نعمة علیھم''۔

وخافوا جیش الفیل: اور یہ وجہ ماقبل کے اعتبار سے مناسب معلوم ہوتی ہے، اور یہ وجہ ان کے خوف کرنے کے سبب بیان کی گئی ہے، اور ان سے خوف کو زائل کرکے احسان جتایا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ہم نے تم سے خوف اور بھوک کی کراہیت کو زائل کیا پس تم پر واجب ہے کہ تم اس نعمت پر شکر بجالاؤ، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ انہیں جذام کے مرض سے بے خوف کردیا گیا، پس ان کے شہر میں جذام نہ ہوگا، اور ایک قول کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ذریعے انہیں امن دے دیا گیا۔ (الصاوی، ج ٦، ص ۲۳۵ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورة الماعون مكية او مدنية وهى سبع آيات

(سورہ الماعون مکی ہے یا مدنی اس کی سات آیتیں ہیں)

تعارف سورة الماعون

اس سورت میں ایک رکوع، سات آیتیں، پچیس کلمات، ایک سو پچیس حروف ہیں۔اس سورت میں ان لوگوں کے اخلاق و کردار کا ذکر کیا گیا ہے جو روز جزا پر یقین نہیں رکھتے۔اس فانی زندگی کو ہی انسانی زندگی خیال کرتے ہیں اور اس کو زیادہ سے زیادہ معتزز بنانے کی دھن میں مگن رہتے ہیں۔آپ خود سوچئے جو اپنے در پر آنے والے خستہ حال یتیموں کو دھکے مار کر نکال دے۔جو غریب لوگوں پر خود رحم کھاتا ہے اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس کی اعانت کرنے کی ترغیب کرتا ہے اور خود تو اس سے انسانی ہمدردی کا احساس نہیں ہوتا اگر کسی سے جانے انجانے میں کوئی بھلائی کا کام ہوجاتا ہے تو اس کو ریاکاری سے غارت کردیتے ہیں۔نیکی کی توفیق سے تو یہ اس قدر دور ہیں کہ کوئی بڑی نیکی تو کیا کوئی معمولی سی بھی سرزد نہیں ہوتی جس شخص کا یہ کردار ہو تو بھلا اس سے بڑھ کر اور کون بد بخت ہوسکتا ہے؟ قرآن پاک کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا اور بلندیوں پر آشیاں بند ہونے کا درس دیا۔

رکوع نمبر:۳۲

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ارء يت الذى يكذب بالدين (۱)﴾بِالْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ اَىْ هَلْ عَرَفْتَهُ اَوْلَمْ تَعْرِفْهُ﴿فذلك﴾بِتَقْدِيْرِ هُوَبَعْدَ الْفَاءِ﴿ الذى يدع اليتيم(۲)﴾اَىْ يَدْفَعُهُ بِعُنُفٍ عَنْ حَقِّهٖ﴿ولا يحض﴾نَفْسَهُ وَلَاغَيْرَهُ﴿ على طعام المسكين (۳)﴾اَىْ اِطْعَامِهٖ نَزَلَتْ فِى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ اَوِ الْوَلِيْدِبْنِ الْمُغِيْرَةِ﴿فويل للمصلين (۴) الذين هم عن صلاتهم ساهون (۵)﴾غَافِلُوْنَ يُؤَخِّرُوْنَهَا عَنْ وَقْتِهَا﴿الذين هم يراء ون (۶)﴾فِى الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا﴿ويمنعون الماعون(۷)﴾ كَالْاِبْرَةِ وَالْفَاسِ وَالْقِدْرِ وَالْقَصْعَةِ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تم نے اسے دیکھا جو جھٹلاتا ہے دین کو (حساب کتاب اور روزِ جزاء کو......۱......یعنی چہ جائے کہ اس کا تعلق پہچاننے والوں میں ہوتا ہو یا نہ پہچاننے والوں میں) تو (فذلک میں فاء کے بعد ھو مقدر ہے) وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیم کا حق دینے سے انکار کرتا ہے......۲......) اور ترغیب نہیں دلاتا (نہ خود مائل ہوتا ہے نہ ہی کسی کو مائل کرتا ہے) مسکین کو کھانا دینے کی (یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی......۳......، یہ آیت عاص بن وائل یا ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی) تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نمازوں سے بھولے بیٹھے ہیں (یعنی نماز میں غفلت کرتے ہیں یعنی نماز کو وقت کے چلے جانے کے بعد ادا کرتے ہیں......۴......) وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (یعنی نماز اور دیگر عبادات میں دکھاوا کرتے ہیں......۵......) اور برتنے کی چیز نہیں دیتے (یعنی معمولی چیز مثلاً سوئی، کلہاڑی، ہانڈی اور پیالہ......۶......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾

ھمزہ: حرف استفہام ہو، رءیت: فعل بافاعل، الذی: موصول، یکذب بالدین: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، ذلک: مبتدا، الذی: موصول، یدع الیتیم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو، عاطفہ، لایحض: فعل نفی بافاعل، علی طعام المسکین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "ان لم تعرفه" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾

ف: فصیحیہ، ویل: مبتدا، لام: جار، لمصلین: موصوف، الذین: موصول، ھم: مبتدا، عن صلاتھم ساھون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مبدل منہ، الذین: موصول، ھم: مبتدا، یراء ون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمنعون الماعون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر بدل، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا علمت انه متصف بهذه الصفات" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆……اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ……☆ یہ آیتیں عاص بن وائل سہمی یا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

دین کی تفسیر میں مختلف وجوہات کا بیان:

۱……اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے(الماعون:۱)﴾۔ اس بارے میں چند وجوہات بیان کی جاتی ہیں: (۱)…… ہوسکتا ہے کہ دین سے مراد نفسِ دین ہو یعنی اسلام ہی کا انکار کرتے ہوں، کیونکہ اس صورت میں تو صانع عالم کا انکار لازم آئے گا یا نبوت کے انکاری ہوں یا دوبارہ اٹھائے جانے کے انکاری ہوں یا شرعی اعتبار سے کسی اہم فریضے کا انکار کرتے ہوں، پھر اگر یہ کہا جائے کہ ایسا کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ان تمام چیزوں کو دین کے انکار کرنے پر محمول کیا جاسکے؟۔ (۲)…… مراد مطلق دین جسے اسلام کہا جاتا ہے یا قرآن مراد ہے، پس اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے(اٰل عمران:۱۹)﴾۔ اور تمام ادیان میں دین کسی نہ کسی قید کے ساتھ ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ نصاریٰ کا دین یا یہود کے دین۔ (۳)…… یہ مقالاجات باطل ہیں کیونکہ دین تو نام ہے اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ نیازمندی اختیار کرنے کا اور یہ شہوت اور شبہات میں نیازمندی اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ (۴)…… اکثر مفسرین نے دین کا انکار کرنے والوں سے حساب کتاب اور یوم جزاء کے انکار کو مراد لیا ہے، پس یہ صورت مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص۳۰۲)

یتیم پر اکرام کی برکتیں:

۲……یتیم کا ذکر مختلف صیغوں کے ساتھ قرآنِ مجید میں نو(9) مرتبہ آیا ہے۔

☆……حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یتیم کا کفیل جنت میں میرے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ہوگا۔" راوی فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی اور اس کے ساتھ والی بڑی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقائق، باب الاحسان الی الارملة و المسکین و الیتیم، برقم: (۷۳۶۳)/۲۹۸۳، ص ۱۴۶۰)

☆......حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب کسی قوم کے دستر خوان پر کوئی یتیم بیٹھتا ہے تو شیطان ان کے دستر خوان کے قریب نہیں آتا۔" (مجمع الزوائد، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی الایتام، ج۸، ص ۲۳۶)

☆......حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا "مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمان کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔" (سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ص ۶۱۰)

مسکین کے ساتھ بھلائی کے انعام:

۳......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولا یحض علی طعام المسکین اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا (الماعون:۳)﴾۔ یہاں دو اقوال ہیں: (۱)......طعام کی اضافت مسکین کی جانب کی گئی ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ مال میں مسکین کا حق ہے اور لوگ مسکین کو اس کا حق نہیں دیتے اور یہ بات اس طور پر دلیل ہے کہ جو ایسا کرے وہ نہایت بخیل، سخت دل اور گھٹیا طبیعت کا مالک ہے۔ (۲)...... یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ہی نہ ہو کہ مسکین کو کھانا کھلانے کا کوئی ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟ پس قیامت کا انکار کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ لوگوں کو تکلیف دینے اور معروف معاملات میں خرچ کرنے سے بھی روکتے ہیں کیونکہ اگر یوم جزاء پر ایمان لاتے اور وعیدات پر یقین رکھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ پس ان کے اس گناہ کو قیامت کی تکذیب کے ساتھ وضع کر دیا گیا ہے۔

(الرازی، ج ۱۱، ص ۳۰۳)

سید عالم ﷺ سے نماز میں سہو ہونا:

۴......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذین هم عن صلاتهم ساهون جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں (الماعون:۵)﴾۔ اس بارے میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ہیں: (۱)......نماز سے رہ جانا۔ (۲)......عطاء نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اگر اللہ عزوجل یوں فرماتا: "فی صلاتهم ساهون" تو یہ وعید مومنین کے حق میں ہوتی لیکن اللہ عزوجل نے یوں فرمایا ہے: ﴿عن صلاتهم ساهون جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں (الماعون:۵)﴾ اور ساہی وہ ہوتا ہے جو نماز سے نصیحت نہیں پکڑتا اور نماز میں غفلت اختیار کرتا ہے، لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ مفسرین کرام نے سہو صلاۃ سے مراد ترک صلاۃ لیا ہے اور اس پر دلیل یہ فرمان ہے: ﴿فویل للمصلین تو ان نمازیوں کی خرابی ہے (الماعون:۴)﴾۔ اور نماز کو ترک کرنے والا یا تو منافق ہوتا ہے یا کافر جسے اشکالات ہوتے ہیں۔ (۳)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کے اوقات اور جملہ شرائع کی پرواہ نہیں کرتے اور معنی یہ ہے کہ انہیں پرواہ نہیں ہوتی کہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں اور یہ قول سعد بن ابی وقاص، مسروق اور حسن و مقاتل رضی اللہ عنہم کا ہے۔

اس مقام پر ایک اختلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ سے نماز میں سہو ہونا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ شرعاً اس کی حیثیت کیا بنتی ہے؟ پس علماء کی ایک کثیر جماعت کا موقف یہ ہے کہ سید عالم ﷺ سے سہو نہیں ہوا، پس سید عالم ﷺ نے اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل فرمائی ہے۔ پس جو اللہ عزوجل نے چاہا سید عالم ﷺ نے وہی فرمایا اور کیا۔ پس سہو کی تین اقسام ہیں: (۱)......سید عالم ﷺ اور صحابہ کا سہو کرنا جو کہ کبھی سجدہ سہو کے ذریعے اور کبھی سنن و نوافل کے ذریعے پورا کر لیا جاتا تھا۔ (۲)......سید عالم ﷺ کی نماز میں غفلت نہیں پائی جاتی تھی بلکہ دل اور نیت دونوں حاضر ہوا کرتے تھے۔ (۳)......سہو کا معنی ترک ہے جو کہ نہ تو قضاء کرنے کی صورت میں پورا ہوتا ہے اور نہ ہی وقت نکل جانے کی صورت میں تکمیل تک پہنچتا ہے، اور ایسی نماز منافق کی ہوتی ہے اور ان کی شرارت یہ ہوتی تھی کہ وہ نماز کے اوقات میں دین اسلام اور (خاص نماز) کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۳۰۴)

عبادات میں ریاکاری کرنا:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذین ھم یرآؤن وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (الماعون:٦)﴾۔ ریا یعنی دکھاوے کے لئے کام کرنا، اور اسی سے ملتی جلتی چیز مُسمعہ یعنی اس لئے کام کرنا کہ لوگ سنیں گے اور اچھا جانیں گے، یہ دونوں چیزیں بہت بُری ہیں جن کی وجہ سے ثواب نہیں ملتا بلکہ گناہ ہوتا ہے اور ایسا شخص مستحق عذاب ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا لا تبطلوا ......الخ اے ایمان والوں اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرے (البقرۃ: ٢٦٤)﴾، ﴿فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل ......الخ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے (الکھف: ١١٠)﴾، ﴿فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین ......الخ تو اللہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہو کر ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے (الزمر: ٢ تا ٤)﴾، ﴿والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ......الخ اور وہ جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہو تو کتنا برا مصاحب ہے (النساء:٣٨)﴾۔

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو سنانے کے لئے کام کرے گا، اللہ عزوجل اس کو سنائے گا یعنی اس کی سزا دیگا اور جو ریا کرے گا اللہ عزوجل اُسے ریا کی سزا دے گا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الریاء والسمعۃ، رقم:٦٤٩٩، ص١١٢٦)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمام شرکاء میں شرکت سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کیا، میں اس کو شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب: من اشرک فی عملہ، رقم:(٧٣٦٩)/٢٩٨٥، ص١٤٦٢)

ویمنعون الماعون کے مخاطبین کا بیان:

٦......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویمنعون الماعون اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے (الماعون:٧)﴾۔ اس بارے میں بارہ اقوال ہیں: (١)......اپنے مال کی زکوۃ دینے سے رک جانا ہے، اور یہ قول ضحاک، ابن عباس اور مالک کا ہے۔ (٢)......ابن شہاب اور سعید بن مُسیّب کہتے ہیں کہ مال خرچ کرنے سے رک جانا مراد ہے۔ (٣)......مراد گھریلو استعمال کی چیزیں مثلاً کلہاڑی، دیگچی اور آگ ہیں اور یہ قول ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ (٤)......زجاج اور ابو عبید اور مبرد کے قول کے مطابق جاہلیت کے دور میں اپنی نفع کی چیز دوسروں کو دینے سے رک جانا مثلاً کلہاڑی، دیگچی، ڈول اور پیالہ وغیرہ، یا ہر وہ نفع بخش چیز جس کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائے کہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ (٥)......ابن عباس کہتے ہیں کہ ادھار کے طور پر بھی کوئی چیز کسی کو نہیں دیتے۔ (٦)......محمد بن کعب اور کلبی کے نزدیک مراد وہ چیزیں ہیں جن کا لوگ عموماً لین دین کرتے ہوں۔ (٧)......اس سے مراد پانی اور گھاس ہے، (٨)......فراء کے نزدیک مراد پانی ہے۔ (٩)......عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک مراد حق دار کو اس کا حق دینے سے انکار کرنا۔ (١٠)......معمولی سی چیز بھی کسی کو نہ دیں۔ (١١)......اخفش کے نزدیک اس سے مراد طاعت وفرمانبرداری ہے۔ (١٢)......مراد وہ کام ہے جس میں کم زحمت ہوتی ہو، جیسا کہ ماوردی کا قول ہے۔ (القرطبی، الجزء:٣٠، ص١٩٦)

اغراض:

او نصفھا و نصفھا: یعنی نصف اول مکی ہے اور عاص بن وائل کے رد میں جب کہ نصفِ ثانی مدنی ہے جو کہ عبد اللہ بن اُبی سلول کے رد میں نازل ہوئی اور یہ قول بھی ہے کہ مکمل سورت مکی ہے تا کہ مکہ مکرمہ میں موجود کفار کے لئے زجر و توبیخ ہو جائے جیسا کہ عاص بن وائل اور

اس کے ساتھی، اور انہیں "مصلین" کے خطاب سے منسوب کرنا اس لئے ہے کہ نماز فرض تھی اور مدنی ہونے کی صورت میں منافقین پر توبیخ کرنا مقصود ہے جو کہ مدینے میں قیام پذیر تھے جیسا کہ عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی اور دین کو جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے باطل کی تکذیب کرنا ہے اور عبرت لفظ کے عمومی اعتبار سے ہے نہ کہ خصوصی اعتبار سے، پس مذکورہ وعید میں ہر وہ شخص شامل ہے جو اس قسم کے اوصاف سے متصف ہو۔ فی الصلوۃ وغیرھا: جیسا کہ صدقہ وغیرہ دیگر بھلائی کے امور۔

ای ھل عرفتہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ رویت بمعنی معرفت ہے، اور اس صورت میں ایک ہی مفعول حالت نصبی میں ہوگا جو کہ اسم موصول ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ رویت سے بصری رویت مراد ہے، پس اس صورت میں بھی ایک ہی مفعول کی جانب متعدی ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق بمعنی اخبرنی ہے، پس اس صورت میں دو مفعول مانے جائیں گے جس میں سے ایک اسم موصول اور دوسرا محذوف "ھو" ہے۔

نزلت فی العاص بن وائل: ایک قول کے مطابق ابو جہل یا عمرو بن عائذ مخزومی یا عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ یؤخرونھا عن اوقاتھا: نماز کے اوقات نکل جانے کے بعد بھی نہیں پڑھتے اور "مصلین" اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ نماز کو ترک کرتے ہیں جو کہ اُن پر فرض تھیں۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کی عدم موجودگی میں نماز ترک کر دیتے تھے اور جب لوگ موجود ہوتے تو ادا کر لیتے اور جو مومن موحد نماز ترک کر بیٹھے تو اس پر توبہ اور قضاء دونوں لازم ہیں اور اس حال میں انتقال کر جائے کہ نماز کے ترک کرنے پر ہی مصر ہو تو ایسے شخص کا معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد ہے اور ایسا شخص جو اپنی قضاء کی توبہ کر لے اور قضاء کرنا شروع کر دے اور قضاء مکمل ہونے سے پہلے ہی انتقال کر جائے تو اللہ عزوجل کے نزدیک وہ بخش دیا جائے گا۔

(الصاوی، ج۶، ص۲۳۸ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ الکوثر مکیۃ او مدنیۃ وھی ثلاث آیۃ

(سورۂ کوثر مکی یا مدنی ہے اس میں تین آیتیں ہیں)

تعارف و فضائل سورۃ الکوثر

اس سورت میں ایک رکوع، تین آیتیں، دس کلمات، اور چالیس حروف ہیں۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کو اونگھ آگئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی، پھر آپ نے پڑھا ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم o انا اعطینک الکوثر...... الخ﴾ پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا: ''یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائیگا، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ عزوجل فرمائے گا آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال البسملۃ من اول، رقم: (۷۸۰)/۴۰۰، ص ۱۹۸)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا میں ایک (نہر) دریا پر آیا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے، میں نے جبریئل امین علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ کوثر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ان شانئک، رقم: ۴۹۶۴، ص ۸۹۰)

☆...... حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر میں فرمایا: یہ وہ خیر ہے جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو عطا کی ہے، ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ''الکوثر'' جنت میں نہر ہے سعید نے کہا جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر کا فرد ہے جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔ (المرجع السابق، رقم: ۴۹۶۶، ص ۸۹۰)

جب ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک صاحبزادے کا نام قاسم اور دوسرے کا عبداللہ رکھا۔ اور ان کا لقب طیب اور طاہر بھی ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے یہاں کے لوگ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے اور آپ کے کردار سے بے حد متاثر تھے۔ لیکن جب آپ نے کوہ صفا پر بلا کر اعلان نبوت فرمایا تو وہ محبت نفرت و بغض میں تبدیل ہوگئی۔ جب حضور ﷺ کے فرزند ارجمند نے اس دنیا فانی سے کوچ کیا تو اس پر اہل مکہ نے خوشیاں منائیں اور اطمینان کا سانس لیا کہ اب ان کی شمع بجھنے لگی ہے تو ان کا لایا ہوا دین کیسے رہے گا۔ اور ''ابتر'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی کوئی اولاد نہ ہو یہ بد بخت آپ کو کہتے تھے ابولہب کا یہ حال تھا کہ جب دوسرے صاحبزادے نے دم توڑا تو اس کی خوشی کی حد نہ رہی اور اس قسم کی دل آزاریاں حد ذوق کو توڑنے لگیں اور طعن و تشنیع کے تیر صبر کا دامن تار تار کرنے لگے تو اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ پر اس سورت کا نزول فرمایا جس میں انتہائی مختصر موثر انداز میں بے حد حساب خیرو برکات کا مژدہ سنایا۔ اور یہ بتا دیا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میرے محبوب ﷺ کا ذکر مٹ جائے گا اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہے گا بلکہ جب تک میری خدائی رہے گی تو میرے حبیب ﷺ کی مصطفائی باقی رہے گی نام ونشان تو اس کا مٹے گا اور جڑ اس کی کٹے گی جس کے دل میں میرے حبیب ﷺ کی عداوت ہوگی۔

رکوع نمبر: ۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿انا اعطینک﴾ یَا مُحَمَّدُ ﴿الکوثر (۱)﴾ هُوَ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ اَوْ هُوَ حَوْضُهُ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتُهُ اَوِ الْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْقُرْاٰنِ وَالشَّفَاعَةِ وَنَحْوِهَا ﴿فصل لربک﴾ صَلَاةَ عِيْدِ النَّحْرِ ﴿وانحر (۲)﴾ نُسُكَكَ ﴿ان شانئک﴾ اَيْ مُبْغِضَكَ ﴿هو الابتر (۳)﴾ اَلْمُنْقَطِعُ عَنْ كُلِّ خَيْرٍ اَوِ الْمُنْقَطِعُ الْعَقَبُ نَزَلَتْ فِي الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ سَمَّى النَّبِيَّ اَبْتَرَ عِنْدَمَوْتِ اِبْنِهِ الْقَاسِمِ:

﴿ترجمہ﴾

بیشک ہم نے تمہیں (اے محمد ﷺ) کوثر عطا فرمایا (جنت میں نہر یا حوض کوثر جس کی جانب آپ کی امت پھیری جائے گی یا کوثر سے خیر کثیر مراد ہے یعنی نبوت، قرآن اور شفاعت وغیرہا......۱......) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو (یعنی یوم نحر نماز ادا کرو......۲......) اور قربانی کرو (اپنے جانوروں کی......۳......) بیشک تم سے بغض رکھنے والا (شانئک بمعنی مبغضک ہے) وہی نقصان میں ہے (یعنی ہر خیر سے کٹا ہوا ہے یا منقطع النسل ہے، یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی جس نے سید عالم ﷺ پر حضرت قاسم کی وفات کے حوالے سے طعن کیا تھا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر﴾

انا: حرف مشبہ واسم، اعطینک: فعل با فاعل ومفعول، الکوثر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ تعقیبیہ، صل: فعل امر با فاعل، لربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انحر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "صل" پر معطوف ہے۔

﴿ان شانئک ھو الابتر﴾

ان: حرف مشبہ، شانئک: اسم، ھو: ضمیر فعل، الابتر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ان شانئک ھو الابتر......☆ جب سید عالم ﷺ کے فرزند حضرت قاسم کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو ابتر یعنی منقطع النسل کہا اور یہ کہا کہ ان کی نسل نہیں رہی ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہیں رہے گا یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا اس پر یہ سورہ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی تکذیب کی اور ان کا بلیغ رد فرمایا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

الکوثر کے معانی میں وسعت کا بیان:

۱......اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انا اعطینک الکوثر اے محبوب بیشک ہم نے تم کو بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں (الکوثر: ۱)﴾۔ اہل تاویل کا اس کے معنی کے بارے میں بہت اختلاف ہے چنانچہ مفسرین کرام کے اقوال مختلف پائے جاتے ہیں: (۱)......کوثر سے مراد جنت میں نہر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے گا۔ (۲)......ابن عمر کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد جنت کی نہر ہے، جس کے

کنارے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں اور موتی و یاقوت اس میں جاری ہوتے ہیں اور اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے بھی میٹھا اور لذیذ ہوگا، ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔(۳)...... انہی سے ایک قول یہ ہے کہ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور مٹھاس شہد سے زیادہ ہوگی اور اس حوض کی مٹی کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔(۴)......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد جنت کی نہر ہے، جس کے چلنے کی آواز ایسی ہے جیسا کہ کوئی سونے والا شخص خراٹے لے رہا ہو اور کوئی ایسا نہ ہوگا کہ اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال رکھے مگر یہ آواز ضرور سنے گا۔(۵)......مجاہد کہتے ہیں کہ جنت میں سید عالم ﷺ کو دی جانے والی نہر کا نام کوثر ہے، جس کی مٹی مشک کی طرح مہکتی ہوگی اور اس کا پانی شراب کی مانند ہوگا۔(۶)......سید عالم ﷺ آسمان دنیا کی سیر کو جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے، پس ایک نہر ملاحظہ فرمائی جس کی حالت یہ کہ موتی اور زبرجد کے بنے ہوئے محل میں تھی اور اس کی مٹی سے خوشبو آرہی تھی جو کہ مشک کی سی معلوم ہوتی تھی، پس فرمایا: "اے جبرائیل علیہ السلام! یہ نہر کونسی ہے"؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: کوثر ہے جو آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کے رب عزوجل نے تیار کی ہے۔(۷)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کوثر سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو اللہ عزوجل نے خاص سید عالم ﷺ کو دیا، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ کوثر سے مراد جنت میں موجود نہر ہے لیکن اس سے مراد بشمول نہر کوثر کے وہ ہے جو سید عالم ﷺ کو خاص اللہ عزوجل کی بارگاہ سے ملا۔(۸)......عکرمہ کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد خیر کثیر اور قرآن مجید ہے۔(۹)......مجاہد کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد دنیا و آخرت کی خیر ہے۔(۱۰)......عکرمہ کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد خیر کثیر، نبوت، قرآن اور اسلام ہے۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۳۹۰ وغیرہ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: مفسرین کرام کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)......کوثر سے مراد نبوت اور کتاب ہے، جیسا کہ عکرمہ نے کہا ہے۔(۲)......حسن کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد قرآن ہے۔(۳)......مغیرہ کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد اسلام ہے۔(۴)......حسین بن فضل کے قول کے مطابق آسان قرآن اور شرائع میں تخفیف مراد ہے۔(۵)......ابو بکر بن عیاش اور یمان بن رئاب کہتے ہیں کہ مراد اصحاب کا کثیر ہونا اور امتیں اور شیوع ہیں۔(۶)......ابن کیسان کہتے ہیں کہ مراد ایثار ہے۔(۷)...... ماوردی کے مطابق کوثر کے معنی ذکر کی بلندی ہے۔(۸)...... ماوردی سے ایک قول یہ بھی ہے کہ دل کا نور جو اللہ عزوجل کے سوا سب سے بے پرواہ کردے یا شفاعت مراد ہے۔(۹)...... ثعلبی کہتے ہیں رب کے عطا کئے ہوئے معجزات جو کہ اہل اجابت کو سید عالم ﷺ کی جانب مائل کرتے ہیں۔(۱۰)......ہلال بن سیاف کہتے ہیں کہ مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے یا دین کی فقاہت مراد ہے یا پانچ نمازیں مراد ہیں۔(القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۱۹۹)

یوم نحر کو نماز پڑھنے کا حکم وجوبی یا غیر وجوبی:

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فصل لربک وانحر تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو(الکوثر:۲)﴾۔ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کے وجوب یا غیر وجوب ہونے میں اختلاف ہے۔

(۱)......شوافع کے نزدیک عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جسے نماز کا حکم دیا گیا ہے اور غیر حاجی کے لئے جماعت سنت ہے جب کہ حاجی کے لئے انفرادی طور پر ادائیگی سنت ہے۔

(۲)...... مالکیہ کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ ہے اور عید کا حکم اسی طرح ہے جس طرح جمعہ کا ہے یعنی جس پر جمعہ اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ باجماعت پڑھنا لازم ہے بالکل اسی طرح وہ شخص عید بھی پڑھے گا۔

(۳)......احناف کے نزدیک نماز عیدین واجب ہے اور یہی اصح قول ہے، جس پر جمعہ تمام شرائط کے ساتھ واجب ہے اس پر عیدین کی نماز بھی واجب ہے۔سوائے خطبہ کی شرائط کے، کیونکہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا ہے۔

(۴)......حنابلہ کے نزدیک نمازِ عید فرض کفایہ ہے ہر اس شخص کے حق میں جس پر نمازِ جمعہ لازم ہے۔ اور ان کے نزدیک عید کا خطبہ سنت ہے، بخلاف جمعہ کے خطبہ کے۔

(کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعة، کتاب الصلوۃ، باب: صلوۃ العیدین، مبحث: حکم صلاۃ العیدین، ج۱، ص ۳۱۳)

قربانی کے مسائل اور اس کا حکم:

☆......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وانحر اور قربانی کرو (الکوثر:۲)﴾۔ مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے اور سید عالم ﷺ کو ما قبل آیت میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''یوم النحر (یعنی دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے یعنی قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقامِ قبول میں پہنچ جاتا ہے لہذا اس کو خوشدلی سے کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب: ما جاء فی فضل الاضحیة، رقم: ۱۴۹۸، ص ۴۶۱)

قربانی کئی اقسام کی ہے، غنی اور فقیر دونوں پر واجب، فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو، غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو، دونوں پر واجب ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی، یہ کہا کہ اللہ ﷻ کے لئے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی، غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے احیا میں جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔ (بہار شریعت مخرجہ، حصہ ۱۵، ج۳، ص ۳۳۱)

قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں، اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے، حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لئے شرط نہیں عورتوں پر بھی واجب ہوتی ہے، جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لئے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (المرجع السابق)

اغراض:

مکیة او مدنیة: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کلبی، مقاتل اور جمہور کے نزدیک متذکرہ سورت مکی ہے جب کہ حسن، عکرمہ، مجاہد، قتادہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مدنی ہے جب کہ مشہور اول قول ہے اور اس کی تائید نزول کے سبب سے ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ عاص بن وائل سہمی کی ملاقات سید عالم ﷺ کے ساتھ مسجد میں باب بنی سہم کے پاس ہوئی، لوگ اطراف مسجد میں بیٹھے گفت وشنید کر رہے تھے، جب عاص داخل ہوا تو پوچھنے لگے کہ تو کس سے باتیں کر رہا تھا؟ تو اس نے کہا: ابتر یعنی سید عالم ﷺ سے (معاذ اللہ)، اور ابتر اس لئے کہا کہ سید عالم ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم نے انتقال فرمایا تھا۔

هو نهر في الجنة: اس کی تائید سید عالم ﷺ کے فرمان سے بھی ہوتی ہے: ''جنت میں نہر کا نام کوثر ہے، جس کے کنارے سونے کے ،گزرگاہیں موتی اور یاقوت کی، اس کی مٹی کی خوشبو مشک سے زیادہ، اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید''۔ هو حوضه: کا بیان ماقبل حاشیہ نمبر ''۱'' اور ''۲'' میں پڑھ لیں۔

او المنقطع العقب: سے مراد نسل ختم ہونا ہے۔ صلاة عيد النحر: مراد عکرمہ، عطاء اور قتادہ کا قول ہے جن کے نزدیک سورہ پاک مدنی ہے جب کہ سعید بن جبیر اور مجاہد رضی اللہ عنہما کے نزدیک مزدلفہ میں پڑھی جانے والی فرض نماز ہے اور منی میں ہونے والی قربانی مراد ہے اور ایک قول کے مطابق ہر نماز چہ جائے کہ فرض ہو یا نفل مراد ہے اور اس قول کے تائید اُن کے نزدیک پائی جاتی ہے جو سورت پاک کو مدنی مانتے ہیں۔

نسکک: مراد قربانی اور ذبح کے جانور ہیں، اونٹ ذبح ہونے میں گائے اور بکری کی مثل ہے اور روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے مال سے سو اونٹ نحر فرمانے کا اہتمام فرمایا، پس ستر اونٹ آپ ﷺ نے نحر فرمائے اور تیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نحر ہوئے۔ اور مذکورہ مقام پر نماز اور نحر کرنے کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز تمام عبادات کا مجموعہ ہے اور دین کا ستون ہے اور راہِ خدا میں جانور نحر کرنا، اس میں کھانا کھلانے کی رغبت پائی جارہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عمل میں بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، پس اللہ ﷻ نے اپنے اور بندوں کے حقوق کی رعایت فرمانے کی غرض سے یہ کلام فرمایا۔

سمى النبي ﷺ ابتر: عاص بن وائل نے کہا محمد ﷺ خیر سے محروم ہو گئے (معاذ اللہ)، پس ان کے بعد کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس امر پر قائم ہو، پس اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی اور سید عالم ﷺ کی تسلی خاطر اور خوشخبری کا معاملہ فرمایا۔

عند موت ابنه القاسم: یہ سید عالم ﷺ کے سب سے پہلے صاحبزادے تھے جو دو سال یا سترہ ماہ زندہ رہے۔ ایک قول کے مطابق بعثت سے قبل یا بعد میں انتقال فرمایا اور یہ سید عالم ﷺ کی اولاد میں سب سے پہلے انتقال فرمانے والے تھے، سید عالم ﷺ کی سات اولادیں تھیں، قاسم، عبد اللہ (جن کا لقب طیب تھا)، طاہر، ابراہیم، زینب، رقیہ، فاطمہ اور ام کلثوم۔ یہ سارے بچے بی بی خدیجۃ الکبریٰ سے ہوئے سوائے حضرت ابراہیم کے جو کہ بی بی ماریہ قبطیہ سے ہوئے اور سارے ہی سید عالم ﷺ کی ظاہری حیات میں انتقال فرما گئے سوائے بی بی فاطمہ کے جو کہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد کچھ ہی عرصہ (چھ ماہ کم وبیش) زندہ رہیں، اللہ ان سب سے راضی ہو جائے اور سید عالم ﷺ کی ذریت (بی بی فاطمہ کی اولاد کے ذریعے) قیامت تک باقی رہے گی۔ (الصاوی، ج۶، ص۲۴۰ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله تعالى على محمد

سورة الكفرون مكية او مدنية وهى ست آيات

(سورہ کافرون مکی یا مدنی ہے اس میں چھ آیتیں ہیں)

تعارف سورة الكافرون

اس سورت میں ایک رکوع، چھبیس کلمات، چورانوے حروف ہیں۔

☆.....حضرت فروہ بن نوفل الشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا تم رات کو سوتے وقت ﴿قل یایها الکافرون......الخ﴾ پڑھا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب مایقول عندالنوم، برقم: ۵۰۵۵، ص ۹۴۳) اس سے پہلے سورۂ کوثر میں اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ اخلاص کے ساتھ اپنے رب عزوجل کی عبادت کرو اور اس سورت میں یہ حکم فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یہ اعلان فرمایئے کہ آپ مشرکین کے خود بنائے ہوئے بتوں کی عبادت نہیں کریں گے اور آپ ان کے معبودوں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کر دیں۔ کیونکہ ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف عاص بن وائل رؤسا مکہ ایک دن اکٹھے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی تبلیغ اور دعوت سے قوم میں انتشار پھیل رہا ہے، یہ مستقبل کے لئے اچھا نہیں ہوگا اگر یہ انتشار اسی طرح چلتا رہا تو ایک دن ایسا آئے گا کہ دوسری قومیں ہم پر غالب آجائیں گی اور ہمیں ختم کر دیں گی۔ اس صورت حال سے بہت پریشان تھے اور کہنے لگے کہ آؤ ایک فیصلہ پر اتفاق کر لیتے ہیں اس میں آپ کی بھی بات رہ جائے گی اور قوم میں انتشار بھی نہیں پھیلے گا۔ وہ یہ کہ ایک سال ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے اور ایک سال آپ ہمارے دین کی پیروی کریں گے، یہ سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معاذ الله ان نشرک بالله غیره میں اس بات سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کروں"۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس سورت میں مشرکین سے بیزاری کا اظہار کیا گیا اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سورت میں کفار مکہ کی اس طمع کو منقطع کر دیا کہ کبھی کوئی مسلمان ان کے ساتھ دین اور عبادت میں سمجھوتہ کریں گے۔

رکوع نمبر: ۳۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قل یایها الکفرون (۱) لا اعبد﴾ ﴿فِی الْحَالِ﴾ ﴿ما تعبدون (۲)﴾ ﴿مِنَ الْاَصْنَامِ﴾ ﴿ولا انتم عابدون﴾ ﴿فِی الْحَالِ﴾ ﴿ما اعبد (۳)﴾ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَحْدَهُ﴾ ﴿ولا انا عابد﴾ ﴿فِی الْاِسْتِقْبَالِ﴾ ﴿ما عبدتم (۴) ولا انتم عابدون﴾ ﴿فِی الْاِسْتِقْبَالِ﴾ ﴿ما اعبد (۵)﴾ ﴿عَلِمَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اَنَّهُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ وَاِطْلَاقُ مَا عَلٰی وَجْهِ الْمُقَابَلَةِ﴾ ﴿لکم دینکم ولی دین (۶)﴾ ﴿اَلْاِسْلَامُ وَهٰذَا قَبْلَ اَنْ یُّؤْمَرَ بِالْحَرْبِ وَحُذِفَ یَاءُ الْاِضَافَةِ السَّبْعَةُ وَقْفًا وَّ وَصْلًا وَّاَثْبَتَهَا یَعْقُوْبُ فِی الْحَالَیْنِ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ......۱......اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں (فی الحال) جو تم پوجتے ہو (یعنی بتوں کو) اور نہ تم پوجتے ہو (فی الحال) جو میں پوجتا ہوں (یعنی ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہوں) اور نہ میں پوجوں گا (مستقبل میں) جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے (مستقبل میں) جو میں پوجتا ہوں......۲......(اللہ عزوجل جانتا تھا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں، اور ما کا استعمال تقابل کے باعث کیا گیا ہے) تمہیں تمہارا

اور مجھے میرا دین.....۔(یعنی اسلام، اور یہ جنگ کے حکم سے پہلے کا معاملہ ہے اور ساتوں قرائتوں میں دینی کی یاء کو وقف اور وصل دونوں صورتوں میں حذف کر دیا گیا ہے جب کہ یعقوب دونوں ہی حالتوں میں باقی رکھتے ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل یایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون﴾

قل: قول، یایھاالکفرون: نداء، لااعبد: فعل نفی بافاعل، ماتعبدون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ موصول بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولا انتم عبدون ما اعبد﴾

و: عاطفہ، لا: نافیہ، انتم: مبتدا، عبدون: اسم فاعل بافاعل، ما اعبد: موصول صلہ بتاویل مصدر مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "لا اعبدون" پر معطوف ہے۔

﴿ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عبدون ما اعبد﴾

و: عاطفہ، لا: نافیہ، انا: مبتدا، عابد: اسم فاعل بافاعل، ما عبدتم: موصول صلہ، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، انتم: مبتدا، عبدون: اسم فاعل بافاعل، مااعبد: موصول صلہ، ملکر مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لکم دینکم ولی دین﴾

لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، دینکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لی: ظرف مستقر خبر مقدم، دین: اصلہ "دینی" مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆.....الکافرون.....☆ قریش کی ایک جماعت نے سید عالم ﷺ سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین کا اتباع کیجئے اور ہم آپ کے دین کا اتباع کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ غیر کو شریک کروں۔ کہنے لگے تو آپ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیں ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورہ شریفہ نازل ہوئی اور سید عالم مسجد حرام میں تشریف لے گئے وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی۔ حضور نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے اور حضور ﷺ کے اور آپ ﷺ کے اصحاب کے درپے ایذا ہوئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قل کے خطاب سے آغاز کرنے کی وجوہات:

ا.....قل کے ذریعے آغاز کرنے کی کئی وجوہات ہیں: (۱).....سید عالم ﷺ نرمی وشفقت کرنے پر مامور کئے گئے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں دیگر مقامات پر فرمایا: ﴿فبما رحمة من الله لنت لهم.....الخ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے (ال عمران: ۱۵۹) ﴾، ﴿بالمومنین رؤف رحیم اور مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (التوبۃ: ۱۲۸) ﴾، ﴿وما ارسلنک الا رحمة للعلمین اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (الانبیاء: ۱۰۷) ﴾، ﴿وجادلهم بالتی هی احسن اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر

ہو(النحل:۱۲۵)﴾۔اگر خطاب کا آغاز یایھا الکافرون سے ہوتا تو اعتراض ہوتا کہ سید عالم ﷺ کو نرمی کے لئے بھیجا گیا ہے اور یہ اس طرح سے کلام فرماتے ہیں لہٰذا اللہ ﷻ نے قل کے ذریعے خطاب کا آغاز فرمایا تاکہ شبہ نہ رہے۔(۲)......انسان اپنے اقربا کو محبوب رکھتا ہے یہی حال سید عالم ﷺ کے حوالے سے بھی تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ(الشعراء:۲۱۴)﴾، ﴿قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت(الشوری:۲۳)﴾، پس قرابت اور نسب کا ایک ہی پایا جانا سختی کے ساتھ برتاؤ کرنے سے مانع ہوتا ہے، اسی لئے قل کے ساتھ آغاز فرمایا۔(۳)......سید عالم ﷺ جو کچھ بھی اُن پر نازل ہوتا تھا پہنچا دینے کے پابند تھے، اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک......الخ اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا(المآئدۃ:۶۷)﴾ پس اسی لئے جو جیسا نازل ہوا وہی پہنچایا، پس یہاں قل کے ذریعے خطاب کو بھی من وعن پہنچانے کا اہتمام فرمایا۔(۴)......کفار صانع عالم کے وجود کے اقرار کرنے والے تھے اور اس بات کے بھی کہ وہی انہیں تخلیق کرتا اور روزی دیتا ہے، جیسا کہ فرمایا:﴿ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے(لقمٰن:۲۵)﴾ اور بندہ جس کے لئے مولا ہونے کا احتمال رکھتا ہے اس کے سوا کے لئے احتمال نہیں رکھتا، پس اللہ ﷻ نے قل کے ذریعے خطاب کا آغاز فرمایا تاکہ کافر یہ نہ سمجھیں کہ سید عالم ﷺ اپنی جانب سے کچھ فرما رہے ہیں۔(۵)......قل کا خطاب سید عالم ﷺ کی رسالت کو مضبوط کرنے کے لئے تھا کیونکہ جو بھی منشور سید عالم ﷺ کو دیا جاتا گویا ان کی رسالت میں پختگی آتی جاتی اور اس میں سید عالم ﷺ کی غالب درجے کی تعظیم کا بیان ہے، کیونکہ اللہ ﷻ نے اپنی مملکت اپنے حبیب ﷺ کو سونپ دی ہے۔(۶)......جب کافروں نے سید عالم ﷺ سے کہا کہ ہم ایک سال آپ (ﷺ) کے معبود کی عبادت کرتے ہیں اور آپ (ﷺ) ایک سال تک ہمارے معبود کی عبادت کریں، پس اللہ ﷻ نے یہ خطاب قل کے ذریعے نازل فرمایا اور کافروں کے خیال کی نفی فرمادی۔(۷)......کافر سید عالم ﷺ کے ساتھ بُرا ارادہ رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ایک مقام پر اللہ ﷻ نے یوں فرمایا:﴿ان شانئک ھو الابتر بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے(الکوثر:۳)﴾، اور گویا کہ اللہ ﷻ نے یوں فرمایا کہ اگر یہ تجھے اے محبوب ﷺ! بُرائی سے یاد کرتے ہیں تو میں تمہیں بھلائی سے یاد کرتا ہوں، پس اسی مناسبت سے اللہ ﷻ نے قل کے ذریعے خطاب فرمایا:﴿قل یایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون تم فرماؤ اے کافرو نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو(الکافرون:۱)﴾۔(۸)......اگر سید عالم ﷺ سے اللہ ﷻ قل کے بجائے کلام کا آغاز فرماتا تو کافر یہ اعتراض کرتے کہ اے محمد (ﷺ)! یہ آپ کا کلام ہے یا آپ کے رب کا، پس اللہ ﷻ نے پیدا ہونے والے اعتراض کو پہلے ہی ختم فرمادیا۔(۹)......اپنوں کی تکلیف غیروں کے مقابلے میں زیادہ ہوا کرتی ہے اور جنہیں یہ خطاب کرنا تھا وہ سارے سید عالم ﷺ کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور ہو سکتا تھا کہ یہ بات سید عالم ﷺ کو تکلیف میں ڈال دیتی، اسی لئے اللہ ﷻ نے قل کے خطاب کے ذریعے کلام کا آغاز فرمایا تاکہ کافروں سے بحث، نظر اور برائت ظاہر کرنے میں سید عالم ﷺ کے لئے آسانی ہو۔(۱۰)......اے حبیب ﷺ وہ آپ (ﷺ) کو "ابتر" کہتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ان سے قصاص طلب کر سکتے ہیں، اور آپ ﷺ ان کی مذمت ایسے وصف کے ساتھ کریں کہ جس کے وہ لائق ہیں تاکہ آپ اپنے فرمان میں سچے رہیں، پس اسی وجہ سے یہ خطاب عطا فرمایا گیا:﴿قل یایھا الکافرون تم فرماؤ اے کافرو(الکافرون:۱)﴾، یعنی انہوں نے آپ ﷺ پر وہ عیب لگائے جو آپ ﷺ کے فعل سے صادر نہ ہوا اور آپ ﷺ نے انہیں وہ جواب دیئے جو اُن کے فعل سے صادر ہوا اور اللہ ﷻ کی مرضی بھی آپ ﷺ کے شامل حال رہی۔ نوٹ: اس مقام پر امام رازی نے ۴۳ وجوہات بیان کی ہیں، جس میں سے ہم نے فقط دس ہی ذکر کی ہیں۔

(الرازی، ج۱۱، ص ۳۲۳ وغیرہ)

ولا انتم عبدون ما اعبد کی تکرار کیوں کی گئی؟

۲...... یہاں مفسرین کرام دو اقوال ذکر کرتے ہیں: (۱)......اس آیت: ﴿لا اعبد ما تعبدون نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو(الکافرون:۲) ﴾ میں تکرار نہیں کی گئی، پس معنی یہ ہوگا کہ میں مستقبل میں بھی اُس کی عبادت نہ کرونگا جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو اور نہ تم اُس کی عبادت کرو گے جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں، پھر فرمایا: ﴿ولا انا عابد ما عبدتم اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا(الکافرون:٤) ﴾ یعنی نہ ہی میں اس حال میں تمہارے معبود کی عبادت کروں گا، پھر فرمایا: ﴿ولا انتم عابدون ما اعبد اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں(الکافرون:٥) ﴾ یعنی نہ ہی تم موجودہ وقت میں اُس کی عبادت کرو گے جس کی میں بندگی کرتا ہوں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اول حال اور ثانی استقبال کا احتمال رکھتا ہے اور ایک قول دونوں کے حال یا استقبال کے حوالے سے بھی کیا گیا ہے ، اور دونوں میں سے ایک کو حال اور دوسرے کو استقبال کے ساتھ خاص کرنے میں یہ فائدہ ہوگا کہ اول حال کی اور ثانی استقبال کی خبر دیگا ، پس اس صورت میں ﴿لا اعبد ماتعبدون نہ میں پوجوں گا جو تم پوجتے ہو(الکافرون:۲) ﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ میں اس وقت اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو اور اس فرمان: ﴿ولا انتم عابدون ما اعبد اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں(الکافرون:٥) ﴾ یعنی تم اس کی عبادت نہیں کرنے والے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور اس صورت میں "ما" بمعنی "من" ہوگا یعنی "من اعبد ای الذی اعبد" ہوگا۔ (۲)......تکرار تاکید کا فائدہ دیتی ہے، اور جب تکرار کی حاجت زیادہ ہوگی تو وہ تکرار بھی مستحسن ہوگی اور اس مقام پر تکرار اس لئے کی گئی کہ قرآن عربی لغت میں نازل ہوا اور انہی سے خطاب بھی کیا گیا ہے اور عرب کی لغت میں کسی چیز کی تکرار سے تاکید اور فہم کا ادراک کیا جاتا ہے، جیسا کہ عرب کے مذاہب میں اختصار تخفیف کرنے کا فائدہ دیتا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تکرار کلام سے مراد تکرار وقت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کافروں نے سید عالم ﷺ کو پیشکش کی تھی کہ آپ (ﷺ) ایک سال کے لئے ہمارے دین میں داخل ہو جائیں۔ (الخازن، ج٤، ص٤٨٦)

لکم دینکم ولی دین کے محامل:

۳......اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)......یعنی تم اپنے دین پر راضی ہو اور ہم اپنے دین پر راضی ہیں، اور یہ کلام آیت سیف کے نزول سے پہلے کا تھا جب کہ مسلمانوں کو کافروں سے قتال کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن جب آیت سیف نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ (۲)......مکمل سورت منسوخ ہوگئی ہے۔ (۳)......اس سورت پاک سے کچھ بھی منسوخ نہیں ہوا کیونکہ منسوخ ہونے کا حکم خبر مفرد سے ہوا ہے اور معنی یہ ہے کہ: ﴿لکم دینکم ولی دین تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین(الکافرون:٦) ﴾ سے مراد تمہارے دین کی جزاء ہے اور میرے دین کی جزاء ہے، (یعنی تمہیں تمہارے دین کے مطابق جزاء ملے گی اور جو حیثیت میرے دین کی ہے اس کے مطابق میرے دین کی جزاء مجھے ملے گی)۔ (۴)......دین کے معنی ہی جزاء کے ہیں لہذا تم اپنے دین کے مطابق جزاء کو پاؤ گے اور میں اپنے دین کے مطابق جزاء پاؤں گا۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۲۱۰)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: دین کی تفسیر حساب سے بھی کی گئی ہے یعنی تمہارے لئے تمہارا حساب کتاب اور میرے لئے میرا حساب کتاب، اور ایک قول کے مطابق دین کی تفسیر جزاء سے کی گئی ہے (جیسا کہ ماقبل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے) یعنی تمہارے لئے تمہارے اعمال کی جزاء میں میرے لئے میرے اعمال کی جزاء ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ٦٧٤)

اغراض:

مکیۃ او مدنیۃ: ابن مسعود، حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک متذکرہ سورت مکی ہے جب کہ قتادہ اور ضحاک کے قول کے مطابق متذکرہ سورت مدنی ہے۔ **نزلت لما قال رھط من المشرکین:** اس سورت کا سبب نزول بیان فرمایا گیا ہے کہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، امیہ بن خلف سید عالم ﷺ سے ملاقات کرتے ہیں، اور سید عالم ﷺ کو ایک سال بتوں کی عبادت اور خود ایک سال واحد حقیقی کی عبادت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، جس کا بیان ہم نے شان نزول میں کر دیا ہے۔

علم اللہ منھم انھم لا یؤمنون: سوال مقدر کا جواب ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کیسے ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو سکتے ہیں جب کہ آقائے دو جہاں ﷺ لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں اور ان کی ہدایت کے حریص ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ جانتا تھا کہ اس قوم میں سے یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے، پس اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کو اس سے باخبر فرما دیا تا کہ آقائے دو جہاں ﷺ پر اُن کی بدبختی ظاہر ہو جائے۔

واطلاق ما علی اللہ: دوسرے اور تیسرے مقام پر "ما" کا اطلاق اللہ ﷻ کی ذات کے لئے جب کہ پہلے اور تیسرے مقام پر "ما" کا اطلاق بتوں کے لئے ہو رہا ہے۔ **علی وجہ المقابلۃ:** بمعنی مشاکلۃ ہے۔

وھذا قبل ان یؤمر بالحرب: اس جملے میں اس جانب اشارہ پایا جا رہا ہے کہ متذکرہ آیت آخری ہے، اور ایک قول کے مطابق مکمل سورت آخری ہے، اور اس کا خلاصہ عبادت اور دین کی تکمیل ہونا ہے اور ایک قول کے مطابق دِین سے مراد یوم جزاء ہے یعنی تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی اور مجھے میرے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی۔

وقفا و وصلا: بعض نسخوں میں "دینی" یائے زائدہ کے ساتھ ہے جس کی بعض نسخوں میں رعایت کی گئی ہے۔

(الصاوی، ج۶، ص ۲۴۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

سورۃ النصر مدنیۃ وھی ثلاث آیات

(سورۃ النصر مدنی ہے جس میں تین آیتیں ہیں)

تعارف سورۃ النصر

اس سورت میں ایک رکوع، تین آیتیں، انیس کلمات، اناسی حروف ہیں۔اس سورت کے وقت نزول کے بارے میں دوقول ہیں ایک یہ کہ یہ سورت فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی اور یہ ساعت سعید ہے کہ چند سال پہلے جو ہستی یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئی تھی اور اس کے ساتھ صرف ایک جانثار ساتھی ابوبکر تھا اور آج وہی ہستی دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہی ہے اہل مکہ نے اتنا بڑا لشکر آج تک نہیں دیکھا تھا کہ ہر قبیلہ کا اپنا اپنا سپہ سالار سید عالم ﷺ کی معیت میں ہے۔گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہیں اور آہنی زرہیں اور سروں پر فولادی خود چمک رہے ہیں۔جوش خروش کا ایک عجیب منظر ہے۔جب یہ فوج ظفر موج وادی بطحاء سے گزرتی ہے تو زمین ان کے قدموں کے نیچے لرز جاتی ہے۔کفار مکہ کو اپنے انجام کی فکر نے حواس باختہ کر دیا لیکن اس لشکر کے سپہ سالار نے تاکید کر دی کہ کوئی خون خرابہ نہ کرے۔کسی پر دست درازی نہ کی جائے، تیر کمانوں میں رہیں، تلوار میانوں رہے، جب تک کفار کی طرف سے پہل نہ ہو۔اعلان عام کر دیا کہ جو حرم میں پناہ لے گا جو گھر کے کواڑ بند کر دے گا بلکہ جو ابوسفیان کی حویلی میں پناہ لے گا ان سب کو امان ہو گا۔اور اس سورہ مبارکہ میں یہ خوشخبری دی کہ کفار کا دین عنقریب مٹ جائے گا اور دین اسلام غالب آئے گا اور نبی پاک ﷺ کی عنقریب بہت بڑی فتح اور نصرت حاصل ہو گی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا، اور دیگر قبائل کے لوگ جوک در جوک دین اسلام میں داخل ہونے لگیں گے۔اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اب حضور ﷺ کی زندگی کا مشن پورا ہو گیا۔عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی۔اور اس سورت میں آپ کی زندگی پوری ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور آپ کو حکم دیا گیا آپ اپنے رب کی حمد اور اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار طلب کریں۔اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے بہ کثرت اللہ کی حمد وثنا کی اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہے۔

رکوع نمبر: ۳۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اذا جاء نصر الله﴾نَبِيِّهٖ عَلٰى اَعْدَائِهٖ﴿ والفتح (۱)﴾فَتْحُ مَكَّةَ﴿ورايت الناس يدخلون فى دين الله﴾اَىِ الْاِسْلَامُ﴿ افواجا (۲)﴾جَمَاعَاتٍ بَعْدَمَا كَانَ يَدْخُلُ فِيْهِ وَاحِدٌ وَاحِدٌ وَذٰلِكَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَ الْعَرَبُ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ طَائِعِيْنَ﴿فسبح بحمد ربك﴾اَىْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهٖ﴿ واستغفره انه كان توابا (۳)﴾وَكَانَ بَعْدَ نُزُوْلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ وَعُلِمَ بِهَا اَنَّهٗ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهٗ وَكَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فِىْ رَمَضَانَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَتُوُفِّىَ فِىْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ عَشَرَ.

﴿ترجمہ﴾

جب آئے اللہ کی مدد (......۱......اپنے نبی ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں) اور فتح (فتح مکہ......۲......) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہیں (یعنی اسلام میں) فوج در فوج (جماعت در جماعت دین اسلام میں شمولیت اختیار کرتے ہیں، اور یہ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے کے بعد ہوا اور عرب زمین کے مختلف گوشوں سے فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے آنے لگے) تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بولو (یعنی اس کی تسبیح حمد کے ساتھ ملا کر پڑھو) اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اس

آیت کے نازل ہونے کے بعد سید عالم ﷺ اکثر اوقات سبحن الله وبحمده استغفر الله واتوب اليه پڑھتے ......۳...... اور اس سے یہ جان چکے تھے کہ آپ ﷺ کا وقت رخصت قریب آ گیا ہے اور مکہ مکرمہ رمضان المبارک سن آٹھ ہجری میں فتح ہوا اور سید عالم ﷺ نے ربیع الاول ......۴...... کے مہینے میں سن دس ہجری میں انتقال فرمایا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا فسبح بحمد ربک واستغفره انه كان توابا﴾

اذا: ظرف شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء: فعل، نصر الله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الفتح: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رایت: فعل با فاعل، الناس: ذوالحال، یدخلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، افواجا: حال، ملکر فاعل، فی دین الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، سبح: فعل امر "انت" ضمیر ذوالحال، بحمد ربک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفره: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔ انه: حرف مشبہ واسم، كان توابا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......انه كان توابا...... ☆اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سید عالم ﷺ نے "سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب اليه" کی بہت کثرت فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع میں بمقام منٰی نازل ہوئی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسّی تک روز سید عالم ﷺ نے دنیا میں تشریف رکھی پھر آیت "الکلالۃ" نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور ﷺ پچاس روز تشریف فرما رہے، پھر یہ آیت ﴿واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله (البقرۃ: ۲۸۱)﴾ نازل ہوئی اس کے بعد حضور ﷺ اکیس یا سات روز تشریف فرما رہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور مکمل اور تمام ہو گیا تو اب حضور ﷺ دنیا میں زیادہ دیر تشریف نہ رکھیں گے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سورت سن کر اسی خیال سے روئے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سید عالم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ ﷻ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا میں رہے یا اس کی لقا قبول فرمائے۔ اس بندہ نے لقائے الٰہی اختیار کی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ پر ہماری جانیں قربان ہمارے مال ہمارے آباء ہماری اولادیں سب قربان۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ ﷻ کی مدد کے بارے میں اقوال مفسرین:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿اذا جاء نصر الله جب اللہ کی مدد اور فتح آئے (النصر: ۱)﴾۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)......اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کی دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت فرمائی۔ (۲)...... النصرۃ بمعنی استنصره على عدوه یعنی سید عالم ﷺ نے اپنے رب سے دشمنوں کے مقابلے میں مدد طلب فرمائی۔ (۳)......اس مدد سے مراد قریش کے مقابلے میں سید عالم ﷺ کی مدد و نصرت کرنا ہے، جیسا کہ طبری نے لکھا ہے۔ (۴)......سید عالم ﷺ کی کفار کے مقابلے میں مدد کی گئی اور انجام کار سید عالم ﷺ ہی کے لئے ہے یعنی انہی کی دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت مراد ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰، ص ۲۱۱)

امام رازی فرماتے ہیں: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ الفتح اور النصر میں فرق کیا ہے اور اللہ ﷻ نے الفتح کا عطف النصر پر کیوں فرمایا؟ اس کے جواب کی تین وجوہ ہیں: (۱)...... النصر سے مراد اعانت ہے جو کہ انسان کو اس کے مطلوب تک پہنچا دیتی ہے

،اور الفتح سے مراد وہ مطلوب ہے جو حاصل کیا جا چکا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ نصرت سبب ہے فتح کی، پس اسی وجہ سے النصر سے آغاز کیا گیا اور اسی پر الفتح کا عطف بھی ڈالا گیا ہے۔ (۲)...... النصر سے مراد دین کا کمال ہے جب کہ الفتح سے مراد دنیوی اقبال و بلندی ہے جو کہ کسی قسم کی نعمت کے اختتام پر حاصل ہوتی ہے اور اس کی دلیل اس فرمان سے بھی ملتی ہے: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا (المائدۃ:۳)﴾۔ (۳)...... النصر سے مراد دنیا میں مدد و نصرت ہے جو کہ منیٰ میں مسلمانوں کی گئی (یہ سورت منیٰ میں نازل ہوئی تھی) اور الفتح سے مراد جنت ہے، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وفتحت ابوابھا اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے (الزمر:۷۳)﴾ اور ظاہر ترین قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی قریش اور تمام دیگر اقوام عرب پر مدد کی گئی۔

(الرازی، ج ۱۱، ص ۳۳۶)

فتح مکہ کا بیان:

۲...... غزوہ فتح مکہ: ماہ رمضان میں غزوہ فتح مکہ وقوع پذیر ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا۔ جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا اور بنو خزاعہ پر حملہ کیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں آپ کو پرانا معاہدہ یاد دلاتا ہوں اور یا رسول اللہ ﷺ آپ ہماری مدد کیجئے۔ قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ کے خلاف کیا اور آپ ﷺ کا محکم وعدہ (معاہدہ) توڑ ڈالا۔ انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا اور ہمیں رکوع اور سجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عمرو! تجھے مدد دی جائے گی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں قریش سے دریافت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے ضمرہ کو بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کریں۔ (۱) خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔ (۲) بنو نفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ (۳) اعلان کریں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ تو قرطہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔ سید عالم ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری کی۔ سید عالم ﷺ بتاریخ ۱۰ رمضان ۸ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔ مقام جحفہ میں حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے۔ اور ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے اور لشکر میں شامل ہو گئے۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ تحقیق کے لئے انہوں نے ابو سفیان اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ مقام مر الظہر ان میں ابو سفیان کو پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا وہاں یہ ایمان لائے۔ پھر حضور ﷺ مکہ میں بالائی حصہ سے داخل ہوئے اور بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کے گرد اور اوپر سے تین سو ساٹھ بت گرا دیئے۔ اور ایک خطبہ دیا اور قریش سے فرمایا! تم مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ وہ بولے "نیکی کی توقع رکھتے ہیں آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں"۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا "آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔" اعلان عفو کے بعد آپ مسجد حرام میں بیٹھ گئے پھر کوہ صفا پر تشریف لائے، مرد و عورت نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

سید عالم ﷺ کی وفات کے بارے میں اقوال مفسرین؟

۳...... یہاں دو باتیں اہم ہیں: (۱)...... فتح مکہ سن ۸ ہجری میں ہوا اور یہ سورت پاک سن ۱۰ ہجری میں نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد سید عالم ﷺ ستر دن تک ظاہری حیات سے متصف رہے۔ (۲)...... یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی، کیونکہ سید عالم ﷺ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اہل مکہ پر ان کی مدد کی جائے گی، اور انہیں فتح و کامرانی سے نوازا جائے گا، اور اس کی دلیل اس فرمان میں ملتی ہے: ﴿ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد بیشک جس نے تم پر قرآن فرض

کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو (القصص:۸۵)﴾، اور اس فرمان میں بھی ہے: ﴿اذا جاء نصر اللہ والفتح اور جب اللہ کی مدد اور فتح آئے (النصر:۱)﴾۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۳۳۹)

امام قرطبی لکھتے ہیں: یہ سورت پاک منی میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم اور آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا (المائدۃ:۳)﴾۔ اس کے بعد سید عالم ﷺ اسّی دن ظاہری حیات سے متصف رہے، پھر آیت کلالہ نازل ہوئی، جس کے بعد سید عالم ﷺ پچاس دن تک ظاہری حیات سے وابستہ رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (التوبۃ:۱۲۸)﴾، اس آیت کے نزول کے بعد سید عالم ﷺ پینتیس دن حیات ظاہری سے متصف رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے (البقرۃ:۲۸۱)﴾، پس اس آیت کے نزول کے بعد اکیس دن تک ظاہری حیات سے وابستہ رہے اور مقاتل نے سات دن لکھا ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰، ص ۲۱۵)

سید عالم ﷺ کے استغفار کرنے کی شرعی حیثیت:

ے...... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فسبح بحمد ربک واستغفرہ تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو (النصر:۳)﴾۔ یعنی نماز کے بعد ذکر کی کثرت کریں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ سبح بمعنی صل ہے۔ ابن عباس ﷜ کہتے ہیں کہ ﴿بحمد ربک اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے رب ﷻ کی حمد کیجئے کیونکہ اُس رب کریم نے آپ ﷺ کو کامیابی اور فتح عطا فرمائی ہے۔ اور ﴿واستغفرہ اس سے بخشش چاہو﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ﷻ سے مغفرت طلب کیجئے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے ﴿فسبح﴾ کے معنی اللہ ﷻ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ اور ﴿واستغفرہ﴾ کے معنی اللہ ﷻ سے مغفرت چاہنا ہے اور ساتھ ہی اس کے ذکر میں مداومت بھی اختیار کرنا ہے، لیکن اول قول زیادہ ظاہر ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰، ص ۲۱۳)

علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی لکھتے ہیں: تسبیح کے دو معنی ہیں: (۱)...... اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو پاک صاف ستھرا فرمادیا اور وہ تمام باتیں جو آپ ﷺ کی شان کے لائق نہ تھیں آپ ﷺ سے محو فرمادیں، پھر آپ ﷺ اللہ ﷻ کی حمد میں مصروف رہنے لگے۔ (۲)...... اللہ ﷻ نے حکم فرمایا: ﴿فصل لربک﴾ اور تسبیح بھی نماز کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، سید عالم ﷺ کو نماز شکر کی تعلیم فرمائی گئی پس فتح مکہ کے دن سید عالم ﷺ نے آٹھ رکعات شکرانے کے طور پر ادا فرمائیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد نماز ضحی ہے، اور آیت میں تسبیح کرنے کی فضیلت پر دلیل پائی جارہی ہے اور اسی طرح تحمید کی بھی فضیلت ظاہر ہورہی ہے اور یہ سید عالم ﷺ پر فتح ونصرت والی نعمت کے ملنے پر واجب تھا۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ سید عالم ﷺ کا استغفار کرنا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے صدقے آپ کے اگلے پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ میں (امام خازن) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود اللہ ﷻ کی عبادت اور اسی کی جانب اقتداء کرنا تھی اور اس میں اس بات پر تنبیہ تھی کہ (عام طور پر) کوئی بھی اللہ ﷻ کی عبادت میں نقص وکمی سے محفوظ نہیں ہوسکتا اور اس بات پر بھی تنبیہ تھی کہ سید عالم ﷺ اپنی عصمت اور اجتہاد کی کثرت میں استغفار بجالانے سے مستغنی نہ تھے، جب سید عالم ﷺ استغفار سے خود کو مستغنی نہ مانتے تھے تو عام انسان کیسے مان سکتے ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ سے ذنب کا تصور ہی نہیں اور (جن کے نزدیک) حضرات انبیائے کرام سے صغائر کا پایا جانا جائز ہے ان کے نزدیک استغفار کرنے سے اس قسم کے معنی لئے جاسکتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے استغفار اس لئے فرمایا کہ اپنی امت کے گناہوں کی معافی چاہی اور یہ مفہوم ایک اور آیت سے بھی ظاہر ہے چنانچہ فرمایا: ﴿واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات اور اے محبوب ﷺ اپنے

خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو ﴿(محمد:١٩)﴾۔ (الخازن، ج٤، ص ٤٩٣)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: سید عالم ﷺ کے استغفار کرنے کی درج ذیل توجیہات ہو سکتی ہیں: (۱)......سید عالم ﷺ نے دائمی طور پر استغفار کو اس لئے اختیار فرمالیا تھا کہ آپ ﷺ دائمی طور پر مراتب کے اعتبار سے ترقی پاتے تھے، پس جب بھی کسی مرتبے میں ترقی ہوتی تو اس پر شکر کے طور پر استغفار فرماتے۔ (۲)......اپنے منصب کے اعتبار سے جب کوئی خلاف اُولیٰ امر ملاحظہ فرماتے تو استغفار کرتے۔ (۳)...... اعلان نبوت سے قبل کسی سہو پر استغفار فرماتے۔ (۴)......امت کی تعلیم کے لئے استغفار فرماتے۔ (۵)......خاص امت ہی کے لئے استغفار فرماتے یعنی سید عالم ﷺ کو حکم ہی یہی تھا کہ اپنی امت کے لئے استغفار فرمائیں۔ (روح المعانی، الجزء: ٣٠، ص ٦٨٠)

☆......بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سید عالم ﷺ اکثر رکوع وسجود میں تسبیحات کی کثرت فرماتے تھے، اور یہ پڑھتے: ''سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کی قسم! بیشک میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ عزوجل کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر و الدعوات، باب سورۃ نصر، استغفار النبی فی الیوم، رقم: ٤٩٦٨، ٦٣٠٧، ص ٨٩٠، ١٠٩٧)

☆......حضرت اغر مزنی بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک میرے دل پر (رحمت الٰہی) کا پردہ آجاتا ہے اور میں دن بھر میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔ (صحیح مسلم، کتاب، باب: استحباب الاستغفار، رقم: (٦٧٢٥)/٢٧٠٢، ص ١٣٢٧)

اغراض:

وعلم بھا انہ قد اقترب اجلہ: مقاتل کے قول کے مطابق اس سورت (یا آیت) کے نزول کے بعد سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس بہت پڑھا کرتے تھے، ان میں ابوبکر، عمر فاروق، سعد بن ابی وقاص اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ دیگر اصحاب رسول ﷺ سن کر خوشی محسوس کرتے اور ابن عباس رونے لگتے، (ایک موقع پر) آقائے دو جہاں ﷺ نے استفسار فرمایا: ''اے چچا آپ کو کس چیز نے رُلایا''؟، بولے: آپ ﷺ کی جُدائی کے خیال نے، پس اس واقعہ کے بعد سید عالم ﷺ ساٹھ دن زندہ رہے اور ابن عباس کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ سورت منیٰ میں ایام تشریق کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، پس حضرت عمر فاروق اور ابن عباس رضی اللہ عنہا رونے لگے، پس ان سے وجہ پوچھی گئی تو بولے: یہ خوشی کا دن ہے، بلکہ سید عالم ﷺ سے جُدائی کا وقت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ سورت منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ پس اس آیت کے نزول کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ ظاہری طور پر اسّی دن زندہ رہے، پھر آیتِ کلالہ نازل ہوئی، پس اس کے بعد پچاس دن زندہ رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ (البقرۃ:٢٨١)﴾ پس اس آیت کے نزول کے بعد ظاہری زندگی اکیس دن کی رہی یا سات دن کی اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

توفی ﷺ سنۃ عشر: اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ حج سن ۱۰ ہجری میں ادا فرمایا اور اسی سال آپ ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم نے انتقال فرمایا، پس اس اعتبار سے سن ۱۱ ہجری ہونا بہتر ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تمام معاملات جو کہ ہجرت سے مدینہ تک کے تھے، سن ۱۰ ہجری میں مکمل ہو گئے، پس ہجرت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اور وفات بھی ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی اور وفات کا سن ۱۰ ہجری تھا، ہجرت کی تاریخ پر نظر کرتے ہوئے اگرچہ دو ماہ اور کچھ دن گیارھویں ہجری کے گزر چکے جب کہ تاریخ کو شرعی سال (محرم) کی ابتداء سے معتبر مانا جائے تو درست ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ حضور ﷺ کا انتقال سن ۱۱ ہجری کو ہوا، یہ محرم سے تاریخ کو شمار کرنے کے اعتبار سے ہے۔ (الصاوی، ج٦، ص ٣٤٨)

سورة لهب مكية وهى خمس آيات

(سورۂ لہب مکی ہے، جس میں پانچ آیتیں ہیں)

تعارف سورة لهب

اس سورت میں ایک رکوع ، پانچ آیتیں، بیس کلمات، ستتر حروف ہیں۔اس سورت میں ابولہب کا نام لے کر اس کا کیوں ذکر کیا گیا حالانکہ مدینہ اور دیگر قبائل عرب میں حضور کے دشمنوں کی کمی نہ تھی؟۔ان کی اذیت رسانیاں اور اسلام کو ناکام بنانے کی کوشش میں ابولہب کہیں سے کم نہ تھے، پھر اس کی کیا خصوصیت ہے کہ دوسروں کا نام نہیں لیا گیا؟۔ کیونکہ جہاں محبت کی توقع ہو اور وہاں سے نفرت وعداوت ملے، جہاں سے تائید و نصرت کی امید ہو وہاں مخاصمت کا طوفان اٹھنے لگے، تو یقینا یہ بہت تکلیف دہ چیز ہوتی ہے۔ ابولہب حضور کا حقیقی چچا تھا حضرت عبداللہ اور ابولہب دونوں سگے بھائی تھے۔ابولہب اپنے سگے بھائی کے یتیم بیٹے کے ساتھ کھڑا ہونے کی بجائے ان کی مخالفت کرتا ہے نیز یہ بنی ہاشم کا سردار تھا، عرب کا وہ معاشرہ جس میں ہادیٔ برحق تشریف لائے۔اس میں ہر سم کی مرکزیت حاصل تھی۔قبیلہ کے ہر زد کی امداد کرنا اس سرداری کی اخلاقی ذمہ داری تھی۔خونی اور خاندانی قریبی تعلقات کے علاوہ پڑوسی بھی تھا۔ پڑوسی کا حق زمانہ میں مسلم ہے، جس طرح نبی پاک ﷺ کو اپنے گھر میں مصروف عبادت دیکھتا تو پھر وہ جس شدت سے اپنی عداوت کا مظاہرہ کرتا کہ مردہ جانوروں کے بدبودار او جھ، گلی ہوئی آنتیں اٹھا کر لاتا اور حضور پر ڈال دیتا۔گھر کے آنگن میں پھینک دیتا ، اگر ہنڈیا پک رہی ہوتی اس کے پاس پھینک دیتا۔اور اس کی بیوی بھی کم نہ تھی وہ جنگل میں جاتی اور کانٹے دار ٹہنیاں اٹھا کر لاتی اور رات کو آپ کے راستے میں ڈال دیتی تاکہ جب آپ باہر جائیں تو پاؤں میں چبھ جائیں۔اعلان نبوت سے پہلے اس کے دو بیٹوں کے ساتھ حضور کی بیٹیوں کا نکاح ہو چکا تھا تو اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا: اگر تم نے ان کو طلاق نہ دی تو تمہاری بول چال اور لین دین سب کچھ بند، چنانچہ ان دونوں نے طلاق دے دی اور عتبہ نے اپنے خبیث باطن کا کچھ زیادہ ہی اظہار کیا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا لیکن وہ تھوک دوبارہ اسی کے منہ پر آ کر گرا۔اس سورت کے مطالعہ سے بخوبی اندزہ لگایا جاسکتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں چھوٹی سی گستاخی سے قدرت خداوندی کے شعلے بھڑکنے لگے۔تو اس بدبخت نے تو انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور نازیبا الفاظ بکے، اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی اور اس سے ہر گستاخ کو بتادیا کہ اگر کوئی ایسا فعل یا کوئی لفظ صادر ہو جو میرے محبوب کی شان کے لائق نہ ہو تو یاد رکھو کہ غضب خداوندی کی بجلی تمہیں جلا کر خاک کر دے گی۔

رکوع نمبر: ۳۶

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿تبت﴾ خَسِرَتْ ﴿يدا ابى لهب﴾ اَىْ جُمْلَتُهُ وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْيَدَيْنِ مَجَازًا لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوِلُ بِهِمَا وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ دُعَاءٌ ﴿وتب (۱)﴾ خَسِرَ هُوَ وَهٰذِهِ خَبَرٌ كَقَوْلِهِمْ اَهْلَكَهُ اللّٰهُ وَقَدْ هَلَكَ وَلَمَّا خَوَّفَهُ النَّبِىُّ بِالْعَذَابِ فَقَالَ اِنْ كَانَ مَايَقُوْلُ ابْنُ اَخِىْ فَاِنِّىْ اَفْتَدِىْ مِنْهُ بِمَالِىْ وَوَلَدِىْ نَزَلَ ﴿ما اغنى عنه ماله وما كسب (۲)﴾ وَكَسْبُهُ اَىْ وَلَدُهُ وَاَغْنٰى بِمَعْنٰى يُغْنِىْ ﴿سيصلى نارا ذات لهب (۳)﴾ اَىْ تَلَهُّبٍ وَتَوَقُّدٍ فَهِىَ مَآلُ تَكْنِيَتِهِ لِتَلَهُّبِ وَجْهِهٖ اِشْرَاقًا وَحُمْرَةً ﴿وامراته﴾ عَطْفٌ عَلٰى ضَمِيْرِ يَصْلٰى سَوَّغَهُ الْفَصْلُ بِالْمَفْعُوْلِ وَصِفَتُهُ وَهِىَ اُمُّ جَمِيْلٍ ﴿حمالة﴾ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ ﴿الحطب (۴)﴾ اَلشَّوْكِ وَالسَّعْدَانِ تُلْقِيْهِ فِىْ طَرِيْقِ النَّبِىِّ ﴿فى

جیدھا﴾عُنُقِهَا﴿ حبل من مسد(۵)﴾اَیْ لِیْفٍ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ الَّذِیْ هُوَنَعْتٌ لِاِمْرَاَتِهٖ اَوْخَبَرُمُبْتَداءٍ مُقَدَّرٍ.

﴿ترجمہ﴾

تباہ ہوجائیں(تبت بمعنی خسرت ہے)ابولہب کے ہاتھ(یعنی خودابولہب......ا......اوراسے''یدین''سے تعبیراس لیے کیا گیا ہے کہ اکثر افعال ہاتھوں کے ذریعے انجام دیئے جاتے ہیں اور یہ جملہ دعائے ضرر کا ہے)اور وہ تباہ ہو ہی گیا(تب بمعنی خسر ہے،مراد اسکی ہلاکت کی خبر دینا ہے جیسا کہ کہا جائے:''اھلکه الله وقد ھلک''اور سید عالم ﷺ نے اُسے اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرایا تھا جس پر اس نے کہا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات صحیح ہے تو میں اپنے مال واولاد......۲......کو فدیے میں دے دونگا،پس یہ آیت نازل ہوئی)اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا(''کسبه''سے مراد اس کی اولاد ہے،اغنی بمعنی یغنی ہے)اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں(اٹھتے لپٹتے شعلے،اس کے چہرے کے پُر رونق وسرخ ہونے کی وجہ سے اُسے لہب کی کنیت سے پکارا جاتا تھا)اور اس کی بیوی(اس کا عطف''یصلی''کی ضمیر پر ہے،اور یہ عطف مفعول وصفت کے مابین فصل کے باعث لایا گیا ہے،امراته سے مراد ابولہب کی بیوی ام جمیل ہے......۳......)اٹھانے والی(حمالة رفع اور نصب دونوں کے ساتھ ہے)لکڑی کا گٹھا(کانٹے اور سعدان کی لکڑیاں آقائے دو جہاں ﷺ کی راہ میں بکھیر دیتی تھی)اس کی گردن(جیدھا بمعنی عنقھا ہے)میں کھجور کی چھال کا رسا(''مسد''کھجور کی بَل دی ہوئی چھال کو کہتے ہیں،اور یہ جملہ''حمالة الحطب''سے حال بن رہا ہے جو کہ امراته کی صفت ہے،یا خبر ہے مبتداء مقدر کی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تبت یدا ابی لهب وتب﴾

تبت: فعل،یدا ابی لهب: مرکب اضافی فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،تب:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر،ملکر جملہ دعائیہ۔

﴿ما اغنی عنه ماله وما کسب سیصلی نارا ذات لهب﴾

ما اغنی: فعل نفی،عنه:ظرف لغو،ماله:معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما کسب:موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،سیصلی:فعل بافاعل،نارا:موصوف،ذات لهب:صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وامراته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد﴾

و:عاطفہ،امراته:''سیصلی''کی ضمیر فاعل''ھو''پر معطوف ہے،ملکر جملہ فعلیہ،حمالة الحطب:فعل محذوف''اذم''کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔فی جیدها:ظرف مستقر خبر مقدم،حبل:موصوف،من مسد:ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......سورہ ابی لهب......☆ جب نبی کریم ﷺ نے کوہ صفاء پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی ہر طرف سے لوگ آئے تھے اور حضور ﷺ نے ان سے اپنے صدق وامانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا﴿انی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید﴾اس پر ابولہب نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

ابولہب کی تاریخ، انجام اور وجہ مذمت:

۱......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿تبت یدا ابی لھب وتب تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا (تبت:۱)﴾۔ ابولہب سید عالم ﷺ کا رشتے میں چچا تھا، اور اس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب تھا، اور کنیت عتبہ تھی۔ اسے ابولہب اس لئے پکارتے تھے کہ یہ رونق چہرے والا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے سید عالم ﷺ کو بہت اذیتیں دی تھیں اور آقائے دوجہاں ﷺ سے بہت بغض رکھتا تھا۔ دین اسلام میں نقص نکالتا تھا۔ (ابن کثیر، ج٤، ص ٦٩٩)

امام رازی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ابولہب بدر سے بھاگ گیا تھا اور واقعہ بدر کے بعد سات راتیں زندہ رہا۔ ام الفضل نے اُس کے سر پر خیمے کی چوب مار کر زخمی کر دیا اور یہی زخم اس کی موت کا سبب بنا۔ پس اللہ ﷻ نے اُسے ذلیل کر دیا اس کے بیٹوں نے اُسے دو یا تین رات تک پڑے رہنے دیا اور دفن نہ کیا یہاں تک کہ گھر میں پڑے پڑے اس کی نعش سے تعفن اٹھنے لگا، کسی قریش کے شخص نے اُس کے بیٹے سے کہا کہ اپنے باپ کو دفناتے کیوں نہیں جیسا کہ دیگر لوگوں کو دفنایا جاتا ہے تو اس نے کہا کہ لوگ اس کی بیماری سے ڈرتے ہیں اور ہمیں بھی خوف ہے کہ یہ زخم جس کی وجہ سے ہمارے والد کا انتقال ہوا ہے کہ طاعون کی شکل اختیار کر گیا ہے، ہم کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں، پھر انہوں نے کوشش کر کے اسے دفن کر دیا، پس اللہ ﷻ نے صحیح فرمایا ہے: ﴿ما اغنی عنہ مالہ وما کسب اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا (لھب:۲)﴾ پس اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کے مال و اسباب اُسے کام نہ آئے۔ (الرازی، ج١١، ص ٣٥٢ وغیرہ ملخصا)

☆......حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن سید عالم ﷺ صفا پہاڑی پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے ندا فرمائی: "اے بنی فہر" یا فرمایا: "اے بنی عدی!" یہ قریش کے خاندان تھے، یہاں تک کہ وہ سارے ہی جمع ہو گئے اور جو خود نہیں حاضر ہو سکتے تھے انہوں نے اپنے نمائندے روانہ کر دیئے تا کہ ملاحظہ کریں کہ انہیں کس کے لئے بلایا گیا ہے۔ پس ابولہب بھی آ گیا اور دیگر قریش بھی آ گئے ، پس آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادی کے (اُس جانب سے) تم پر کوئی لشکر حملہ آور ہونے کو ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے"، لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! ہم آپ کو صادق مانتے ہیں، فرمایا: "پس میں تم کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈراتا ہوں"، ابولہب بولا: تم نے ہمیں اس مقصد کے لئے جمع کیا تھا، تمہاری بربادی ہو (معاذ اللہ ﷻ!)، پس یہ سورت نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ لھب، رقم: ٤٩٧٢، ص ٨٩١)

ابولہب کی اولاد کی مذمت وھلاکت:

۲......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ما اغنی عنہ مالہ وما کسب اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا (تبت:۲)﴾۔ روایت کی جاتی ہے کہ ابولہب کے تین بیٹے تھے جس میں سے دو یعنی عتبہ اور معتب فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے لیکن اپنا اسلام چھپائے رکھا اور سید عالم ﷺ نے انہیں دعا دی اور اسی دعا کی برکت سے دونوں کو شہادت ملی اور غزوہ حنین و طائف میں شہید ہوئے۔ ابولہب کا تیسرا بیٹا جس کا نام عتیبہ تھا، یہ اسلام نہ لایا۔ کہا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں ام کلثوم بنت محمد ﷺ عتیبہ اور رقیہ بنت محمد ﷺ عتبہ کے نکاح میں تھیں لیکن جب ابولہب کے متعلق یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے بزور طلاق دینے کا مطالبہ کیا اور انہیں طلاق دلوائی۔ عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ ملک شام کے تجارت کے سفر کے لئے نکلا تھا کہ سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سید عالم ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات تلفظ کئے، بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بارگاہ اقدس میں طلاق دے ڈالی، سید عالم ﷺ نے اس کے لئے دعا کی کہ اے اللہ ﷻ اس پر اپنا کتا مسلط فرما، پس ابو طالب بھی اس واقعہ سے مغموم ہوئے کیونکہ وہ بھی اس وقت حاضر تھے۔ یہ لوگ ملک

شام میں رات کے وقت قیام پزیر تھے کہ شیر اُس پر حملہ آور ہوا اور عتیبہ کو چیر پھاڑ ڈالا۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۶۸۶ ملخصاً)

ابولھب کی زوجہ کی تاریخ وھلاکت:

۳۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿و امرأته حمالة الحطب اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی (لھب:۱)﴾۔ اس کا نام ام جمیل بنت حرب، ابوسفیان بن حرب کی بہن تھیں۔ یہ عورت سید عالم ﷺ کی عداوت میں انتہاء درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ سید عالم ﷺ کو نقصان پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ سید عالم ﷺ کی چغلی کیا کرتی تھی، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے مابین چغلی کے ذریعے فساد قائم کرنا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ سید عالم ﷺ کو فقر سے عار دلاتی تھی، پس اُسے لکڑی اٹھانے سے عار دلائی گئی۔ واحدی کہتے ہیں کہ عربی زبان میں مسد بمعنی فعل ہے، یعنی بل کھائی ہوئی رسی جو وہ لکڑیوں کو اکٹھا رکھنے کی غرض سے اپنے گلے میں باندھ کر اٹھانے کا اہتمام کرتی تھی، یہی حال اس کا ہونا ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں اسی طرح ڈالی جائے گی اور اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی بیڑیاں ہونگی۔ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ رسی تو جہنم میں جل جاتی ہے، کیسے باقی رہے گی؟ ہم (امام رازی) کہتے ہیں کہ جلد، گوشت اور ہڈی ہمیشہ جہنم میں باقی رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ رسی دھاگے کی نہ ہوگی کہ جل جائے بلکہ لوہے کی زنجیر ہوگی اور مسد بمعنی فتل ہے، چہ جائے کہ دھاگے کی ہو یا لوہے کی اگر اللہ عزوجل باقی رکھنا چاہے ضرور باقی رہے گی۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۳۵۳ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

اغراض:

مكية: بالاجماع یہ سورت پاک مکی ہے۔ لما دعا النبي ﷺ: یعنی جب سید عالم ﷺ نے ندا فرمائی۔ قومه: یعنی مومنین اور کافرین سب کو اور یہ اس وقت ہوا جب آیت مقدسہ نازل ہوئی: ﴿وانذر عشيرتك الأقربين اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (الشعراء: ۲۱۴)﴾، پس سید عالم ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور پکارا: اے لوگو! بولے کون پکار رہا ہے؟ فرمایا: محمد (ﷺ)! پس لوگ انکی جانب جمع ہوگئے، پس فرمایا: اے بنی فلاں بن فلاں، اے بنی فلاں بن فلاں، اے قوم عبد مناف، اے بنی عبد المطلب، پس لوگ ان کی جانب متوجہ ہونے لگے، پس فرمایا: "اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑوں کے دامن سے ایک گھوڑا نمودار ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرلوگے؟ بولے: ہم نے آپ کو جھوٹا نہیں پایا، فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، المختصر۔ مزید حاشیہ نمبر "۱" بخاری کی روایت کا مطالعہ کیجئے۔ وهذه خبر: یعنی ابولہب کے نقصان کی خبر دینا مراد ہے، جس طرح پہلے جملے میں ہوا ہے، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ دونوں ہی جملے اس کی بربادی کی دعا کے لئے کہے گئے ہیں کیونکہ نام تو اس بدبخت کا عبد العزی تھا لیکن اس کی کنیت اس کی خباثتوں کی وجہ سے زیادہ قبیح رکھی گئی اور اسی سے پکارا گیا اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اللہ عزوجل اُسے آگ میں ڈال کر اس کی نسبت محقق کرنا چاہتا ہو۔ تلقيه: رات کو سید عالم ﷺ کو اذیت دینے کی غرض سے۔ وكسبه: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ما﴾ مصدریہ ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ موصولہ بمعنی "الذي" ہو اور ضمیر عائد محذوف ہو یعنی یوں ہو: "والذي كسبه"۔ اي ولده: یعنی عتیبہ تصغیر کے ساتھ، جب کہ عتبہ اور معتب دونوں اسلام لے آئے۔

فهي مآل تكنيته: اس کے نام کے بجائے کنیت کی جانب نسبت کی گئی جب کہ اس کا نام عبد العزی تھا جو کہ کنیت کے مقابلے میں اکرم ومحترم تھا؟ اس کی وضاحت یہ ہے کہ کنیت کا ذکر اس کے حال کے اعتبار سے کیا گیا، اُسے لہب کہا گیا اور وہ جہنم میں جائے گا یا یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اُسے نام سے ذکر کرنا خلاف واقعہ ہوسکتا ہے اس لئے کہ درحقیقت تو وہ عبد اللہ تھا نہ کہ عبد العزی۔ وهي ام جميل: یہ ابو سفیان بن حرب کی بہن تھی، بانجھ تھی اور گلے میں رسی کے پھندے کی وجہ سے مرگئی۔ (الصاوی، ج ۶، ص ۳۴۹ وغیرہ)

سورۃ الاخلاص مکیۃ او مدنیۃ وھی اربع او خمس آیات

(سورۂ اخلاص مکی یا مدنی ہے جس میں چار یا پانچ آیتیں ہیں)

تعارف وفضائل سورۃ الاخلاص

اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، پندرہ کلمات، چوہتر حروف ہیں۔

☆...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کا نسب بیان کرو تو اللہ عزوجل نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرمائی ﴿قل ھو اللہ احد اللہ الصمد...... الخ﴾ پس وہ صمد ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو اور نہ اس کی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مرجائے گا اور جو مرتا ہے، اس کا عنقریب وارث بھی ہوتا ہے اور بیشک اللہ عزوجل کو نہ موت آئے گی اور نہ کوئی اس کا وارث ہوگا ﴿ولم یکن لہ کفوا احدا﴾ آپ نے فرمایا اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی ہمسر اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔(سنن الترمذی، کتاب تفسیر، باب سورۃ الاخلاص، رقم:۳۳۷۵، ص ۹۷۰)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے جب لوگ لشکر سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت کرتا ہے۔(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی، رقم:۷۳۷۵، ص ۱۲۶۹، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد، رقم:(۱۷۷٤)/۸۱۳، ص ۳۷۰) اس سورت میں عقیدہ توحید کو بڑی جامعیت اور دل کش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کاملہ کے بارے میں جس قسم کی غلط فہمیاں نوع انسانی کے کسی حلقہ میں پائی جاتی تھیں ان تمام کا ازالہ یہ سورت نازل کر کے کردیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی خالق ومبداء نہیں، یہ خود بخود وجود میں آیا ہے یہ کہنے والے چاہے کوئی بھی ہوں یہ سورت نازل فرما کر ان سب کا رد فرمادیا کہ اس کائنات کا خالق بھی ہے اور ہے بھی اکیلا ﴿قل ھو اللہ احد﴾۔

رکوع نمبر:۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

سُئِلَ النَّبِیُّ عَنْ رَّبِّہٖ فَنَزَلَ ﴿قل ھو اللہ احد (۱)﴾ فَاللّٰہُ خَبَرُھُوَ وَاَحَدٌ بَدَلٌ مِنْہُ اَوْخَبَرٌ ثَانٍ ﴿اللہ الصمد (۲)﴾ مُبْتَدَاءٌ وَّخَبَرٌ اَیِ الْمَقْصُوْدُ فِی الْحَوَائِجِ عَلَی الدَّوَامِ ﴿لم یلد﴾ لِانْتِفَاءِ مُجَانَسَتِہٖ ﴿ولم یولد (۳)﴾ لِانْتِفَاءِ الْحُدُوْثِ عَنْہُ ﴿ولم یکن لہ کفوا احد (۴)﴾ اَیْ مُکَافِیًا وَمُمَاثِلًا فَلَہٗ مُتَعَلِّقٌ بِکُفُوًا وَقُدِّمَ عَلَیْہِ لِاَنَّہٗ مَحَطُّ الْقَصْدِ بِالنَّفْیِ وَاُخِرَ اَحَدٌ وَھُوَ اسْمُ یَکُنْ عَنْ خَبَرِھَا رِعَایَۃً لِلْفَاصِلَۃِ.

﴿ترجمہ﴾

(نبی پاک ﷺ سے ان کے رب کے بارے میں سوال کیا گیا تو یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی......۱......) تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے (اس جملے میں اللہ عزوجل خبر ہے ھو کی، اور احد مبدل منہ یا خبر ثانی ہے) اللہ بے نیاز ہے (مبتداء خبر ہیں، یعنی تمام احتیاجوں میں ہمیشہ وہی مقصود ہے......۲......) نہ اس کی کوئی اولاد (یعنی اس کی جنس کا کوئی نہیں ہے) اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (حادث ہونے سے پاک ہے) اور نہ اس کا کوئی کفو ہے (یعنی اس جیسا یا اس کے مماثل کوئی نہیں......۳......، اور "لہ" متعلق ہے "کفوا" کے اور "لہ" کو نفی کی غرض

سے مقدم کیا ہے اور یکن کے اسم کو خبر کے بعد آخر میں لائے تاکہ فاصلے کی رعایت کو ملحوظ رکھا جاسکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل ھو اللہ احد﴾

قل: قول،ھو: ضمیر شان، اللہ: مبتدا، احد: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد﴾

اللہ: مبتدا، الصمد: خبر اول، لم یلد: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یولد: فعل نفی بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لم یکن: فعل نفی ناقص، لہ: ظرف لغو مقدم، کفوا: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر مقدم، احد: اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......سورہ اخلاص...... ☆ کفار مکہ نے سید عالم ﷺ سے اللہ ﷻ کے متعلق طرح طرح کے سوال کیے، کوئی کہتا کہ اللہ ﷻ کا نسب کیا ہے؟ کوئی کہتا وہ سونے کا ہے؟ کوئی کہتا وہ چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے؟ یا لکڑی کا ہے؟ کس چیز کا ہے؟ کسی نے کہا وہ کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے؟ ربوبیت اس نے کس سے ورثے میں پائی؟ اور اس کا کون وارث ہوگا؟ ان کے جواب میں اللہ ﷻ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنی ذات وصفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی اور جاہلانہ خیالات واوہام کی تاریکیوں کو جن میں لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے مضمحل کر دیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سورۃ الاخلاص کے فضائل، برکات اور اہم نکات:

ا......سورت اخلاص اپنے اندر کئی راز و نیاز اور برکات کو لئے ہوئے ہے، ہم نیچے ترتیب وار عنوان قائم کرکے بیان کریں گے۔

اسبابِ نزول: (۱)......مشرکین میں سے کچھ لوگ عامر بن طفیل کی معیت میں سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ (ﷺ) ہمارے بتوں کو برا بھلا بولتے ہیں، اپنے آبائی دین کی مخالفت کرتے ہیں، پس اگر آپ ضرورت مند ہیں تو ہم آپ کو غنی کر دیں، اگر آپ (معاذ اللہ) مجنون ہیں تو ہم کچھ علاج کا اہتمام کریں اور اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش رکھتے ہیں تو ہم پوری کرنے کو تیار ہیں، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''نہ تو میں فقیر ہوں اور نہ ہی مجنون اور نہ ہی کسی عورت سے نکاح کی خواہش رکھتا ہوں، میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اُسی ایک واحد حقیقی کی عبادت کی تلقین کرتا ہوں''، اُن میں سے کسی نے کہا چلیں ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے رب کی جنس کیا ہے؟ یعنی وہ (معاذ اللہ) سونے کا ہے یا چاندی کا بنا ہوا ہے، پس اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی، بولے تین سو ساٹھ بت ہماری خواہشات کو پوری نہیں کرسکتے، ایک خدا (معاذ اللہ) کیسے مخلوق کی خواہشات کو پورا کرسکے گا؟۔

(۲)......یہود سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور ان کے ساتھ کعب بن اشرف بھی تھا، بولے اے محمد (ﷺ)! یہ سب تو اللہ کی تخلیق ہے مگر اللہ کو کس نے بنایا ہے؟ پس سید عالم ﷺ نے غصہ فرمایا اور جبرائیل امین تشریف لائے اور انہیں اطمینان دلایا اور فرمایا: اے محمد ﷺ! اپنے بازو نرمی کرتے ہوئے بچھا دیجئے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿قل ھو اللہ احد﴾ اور اُن پر تلاوت فرمائی تو بولے ہمیں بتائیں کہ اللہ کی صنف کیا ہے، اس کے بازو کلائیاں کیسی ہیں؟ پس سید عالم ﷺ نے پہلے سے زیادہ غضب فرمایا، پس جبرائیل امین

تشریف لائے اور فرمایا: ﴿وما قدروا الله حق قدرہ یہود نے اللہ کی قدرت نہ جانی جیسی چاہیے تھی (الانعام: ٩١)﴾۔

(٣)......نصاریٰ کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی، ابن عباس کہتے ہیں کہ نجران کا ایک وفد آیا، بولے: ہمیں اپنے رب کی صفات بیان کیجئے کہ وہ زبرجد، یاقوت، سونے یا چاندی کا ہے؟ پس فرمایا: ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ اشیاء کا خالق ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿قل هو الله احد تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے (الاخلاص: ١)﴾، بولے: وہ واحد ہے، اور تم بھی واحد ہو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں''، بولے: مزید صفات بیان کیجئے۔ پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ بے نیاز ہے''، بولے بے نیاز کیا ہوتا ہے؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جسے مخلوق سے کسی قسم کی حاجت نہ ہو''، بولے مزید صفات بیان کیجئے، فرمایا: ''اس کی کوئی اولاد نہیں جیسا کہ مریم اپنے والدین کی اولاد ہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ بی بی مریم کی اولاد ہیں اور اس کا ہمسر کوئی نہیں یعنی اس کی مخلوق میں اس کی طرح کوئی بھی نہیں۔

سورت اخلاص کے کئی نام: اس کے کئی نام ہیں: (١)...... سورۃ التفرید، (٢)...... سورۃ التجرید، (٣)...... سورۃ التوحید، (٤)......سورۃ الاخلاص کیونکہ اس میں اللہ کی صفات جلالیہ بیان ہوئی ہیں اور اس کا اعتقاد وہی رکھتا ہے جو دین میں مخلص ہو۔ (٥)......سورۃ النجاۃ یعنی یہ سورت اپنے قاری کو تشبیہ اور دنیا میں کفر اور آخرت کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔ (٦)...... سورۃ الولایۃ یعنی جو یہ سورت (توجہ) سے پڑھے گویا ولایت پالے، یعنی اللہ ﷻ کے اولیاء میں شامل ہو جائے کیونکہ جو اللہ ﷻ کو اس طرح پہچان لے جیسا کہ حق ہے تو رحمت نعمت اور سب کچھ مل جائے۔ (٧)...... سورۃ النسبۃ یعنی لوگوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی جو وہ اللہ ﷻ کے نسب کے بارے میں کرتے تھے۔ (٨)...... سورۃ المعرفۃ یعنی وہ سورت ہے جس کی وجہ سے اللہ ﷻ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (٩)......سورۃ الجمال ہے جیسے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے''۔ (١٠)...... سورۃ المقشقشۃ یعنی مرض کی تشخیص کرنے والی سورت ہے، پس جس نے اس سورت کو پہچان لیا، اُسے شرک ونفاق سے برائت مل جائے گی۔ (١١)...... سورۃ المعوذۃ یعنی (شیطان سے) پناہ مانگنے والی سورت ہے۔ (١٢)...... سورۃ الصمد یعنی اللہ ﷻ کے خاص ذکر کے ساتھ مختص کی گئی ہے۔ (١٣)......سورۃ الاساس یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی بنیاد اللہ ﷻ وحدہ نے رکھی ہے۔ (١٤)...... سورۃ المانعۃ یعنی یہ سورت عذاب قبر اور جھلسانے والے ستاروں سے بچاتی ہے۔ (١٥)...... سورۃ المحضر یعنی یہ وہ سورت ہے جس کی قرائت کی وجہ سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (١٦)......سورۃ المنفرۃ یعنی اس کی قرائت کرنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ (١٧)......سورۃ البرائۃ ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سورۃ اخلاص سو مرتبہ پڑھی چاہے نماز میں یا علاوہ نماز میں، اس کے لئے جہنم سے برائت لکھ دی جاتی ہے''۔ (١٨)...... سورۃ المذکرۃ یعنی وہ سورت ہے جس میں خاص توحید کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ ﷻ کو کسی کی حاجت نہیں۔ (١٩)...... سورۃ النور ہے یعنی سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہر چیز کا نور ہوتا ہے اور قرآن کا نور سورۃ الاخلاص ہے''۔ (٢٠)...... سورۃ الامان ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس بندے نے لا الہ الا اللہ کہا وہ میرے تیار کردہ محل (جنت) میں داخل ہوگا اور جو جنت میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا''۔ (الرازی، ج١١، ص ٣٥٦ وغیرہ)

احادیث کی روشنی میں فضائل: ☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک انصاری (حضرت کلثوم بن ھدم) مسجد قباء میں امامت کے منصب پر فائز تھے، وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو سورۃ الاخلاص سے ابتداء کرتے، اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے، اور ہر دو رکعت میں اسی طرح کرتے تھے، ان کے اصحاب نے کہا: آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے اور

کوئی اور سورت ملاتے ہیں، یا تو یہی سورت پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھ لیا کریں، انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، تم کو پسند ہو تو میں تم کو امامت کراؤں اور پسند نہ ہو تو امامت نہ کراؤں، اور لوگ ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور کسی دوسرے کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ وہاں پہنچے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو یہ واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے اُن صاحب سے فرمایا: ''تم اپنے اصحاب کی بات کیوں نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھنے کی وجہ کیا ہے''؟، انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا''۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة الاخلاص، رقم: ۲۹۱۰، ص ۸۲۲)

☆...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے''، صحابہ نے کہا: ہم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟، فرمایا: ''سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل قرائة، رقم: (۱۷۷۰)/ ۸۱۱، ص ۳۶۹)

☆...... حضرت ابی بن کعب روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے سید عالم ﷺ سے کہا: آپ اپنے اللہ عزوجل کا سلسلۂ نسب بیان کریں، تو یہ سورت پاک نازل ہوئی: ﴿قل هو الله احد الله الصمد تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے (الاخلاص: ۱تا۲)﴾، یعنی صمد سے مراد وہ ذات ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر اولاد عنقریب مرجائے گی اور جو مرتا ہے اس کا کوئی وارث بھی ہوتا ہے اور بیشک اللہ عزوجل نہ تو مرے گا اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہوگا: ﴿ولم يكن له كفوا احد اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی (الاخلاص: ۴)﴾، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا کوئی مثل نہیں نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ ہی کوئی مثل ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر، باب سورة الاخلاص برقم: ۳۳۷۵، ص ۹۷۰)

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دن بھر میں دو سو مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھی، اللہ عزوجل اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرمادے گا مگر یہ کہ اس پر دَین (قرضہ) ہو''۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة الاخلاص، رقم: ۲۹۰۸، ص ۸۲۲)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سید عالم ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ کسی کے سورۃ الاخلاص پڑھنے کی آواز سنائی دی، پس سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی''، پوچھا گیا کیا واجب ہوگئی؟، فرمایا: ''جنت''۔ (المرجع السابق، برقم: ۲۹۰۶)

اللہ عزوجل کے بے نیاز ہونے کی وجوہات:

۲...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الله الصمد اللہ بے نیاز ہے (الاخلاص: ۲)﴾۔ اللہ عزوجل کے بے نیاز ہونے کی کئی وجوہات ہیں: (۱)...... اللہ عزوجل بے نیاز ہے یعنی عالم ہے ہر چیز کا اور سردار ہے، ہر حاجت اُسی کی جانب لوٹ کر پوری ہوتی ہے۔ (۲)...... صمد کے معنی حلم والا ہونا ہے یعنی ایسا سردار ہے جو حلم و کرم والا ہے۔ (۳)...... ضحاک کہتے ہیں کہ صمد سے مراد وہ ہے جس تک وصف صمدیت کی انتہاء ہو جائے۔ (۴)...... اصم کہتے ہیں کہ صمد سے مراد اشیاء کا خالق ہے، اور اسی لئے تمام اشیاء اُس کی سرداری کا تقاضا کرتی ہیں۔ (۵)...... سُدی کہتے ہیں کہ صمد وہ ہوتا ہے جس کی جانب رغبتوں کا قصد کیا جائے اور مصائب سے پناہ طلب کی جائے۔ (۶)...... حسین بن فضل البجلی کہتے ہیں کہ صمد سے مراد وہ ہے جو اپنی چاہت کے مطابق کرے، جو چاہے حکم کرے، اس کے حکم پر کسی کو کوئی پس و پیش نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس کے ارادوں کو رد کر سکے۔ (۷)...... معظم سردار کو بھی صمد کہتے ہیں۔ (۸)...... وہ اپنی بزرگی میں منفرد ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کا تقاضا نہیں کیا جا سکتا۔ (۹)...... بے پرواہ ہے، اللہ عزوجل نے

فرمایا:﴿ھو الغنی الحمید اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا(الحدید:۲٤)﴾۔(۱۰)......وہ ذات جس کے اوپر کوئی اور نہ ہو، جیسا کہ فرمایا:﴿وھو القاھر فوق عبادہ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر(الانعام:۱۸)﴾، جسے اپنے سے اوپر کسی کے ہونے کا خوف نہ ہو اور نہ ہی لوگ اللہ ﷻ کے سوا کسی اور سے اپنی احتیاجوں کی امید رکھیں۔(۱۱)......قتادہ کہتے ہیں کہ جو نہ کھاتا ہو اور نہ ہی پیتا ہو، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿وھو یطعم ولا یطعم اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے(الانعام:۱٤)﴾۔(۱۲)......قتادہ ہی سے ایک قول یہ ہے کہ صمد وہ ذات ہے جو مخلوق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والی ہے، جیسا کہ فرمایا:﴿کل من علیھا فان زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے(الرحمن:۲٦)﴾۔(۱۳)......حسن بصری کہتے ہیں کہ صمد وہ ذات ہے جسے کبھی زوال ہو ہی نہیں سکتا۔(۱٤)......ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صمد سے مراد وہ ذات ہے جو موت، وارثت، میراث سے پاک ہے۔(۱۵)......یمان اور ابو مالک کہتے ہیں مراد وہ ذات ہے جسے نیند نہیں آتی اور نہ ہی سہو ہوتا ہے۔(۱٦)......ابن کیسان کہتے ہیں صمد سے مراد وہ ہے کہ (عین اس جیسا صمد) کوئی اور نہیں ہو سکتا۔(۱۷)......مقاتل بن حبان کہتے ہیں وہ ذات مراد ہے جس میں عیب نہیں ہے۔(۱۸)......ربیع بن انس کہتے ہیں صمد وہ ذات جسے آفات (وحادثات وغیرہ) عارض نہیں ہو سکتے۔(۱۹)......سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ ذات جو اپنی تمام صفات وافعال میں کامل ہے۔(۲۰)......جعفر صادق کہتے ہیں صمد وہ ذات ہے جو (دوسروں پر) غلبہ والا ہے نہ کہ اُس پر کوئی غلبہ کر سکے۔(۲۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی ذات ہر چیز سے بے پرواہ ہے۔(۲۲)......ابو بکر وراق کہتے ہیں صمد وہ ذات ہے جو جمیع مخلوق کی کیفیات سے مطلع رہتی ہے۔(۲۳)......وہ ذات کہ آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔(۲٤)......ابو العالیہ اور محمد قرظی کہتے ہیں کہ وہ ذات مراد ہے جو پیدا ہونے اور پیدا کرنے سے پاک ہے۔(۲۵)......ابن عباس کہتے ہیں صمد وہ بڑی ذات ہے کہ اس کے اوپر کوئی اور نہیں۔(۲٦)......اللہ ﷻ کی ذات نقصان اور زیادتی کو قبول کرنے سے پاک ہے، اور تغیرات اور تبدیلات کے وارد ہونے سے بھی پاک ہے اور زمان ومکان، سمت وجہت کے احاطہ سے بھی پاک ہے۔ (الرازی، ج۱۱، ص ۳٦۲ وغیرہ)

الاخلاص "۳" اور "٤" کے تحت علامہ قرطبی کا نظریہ:

۳......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی(الاخلاص:۳تا٤)﴾۔ابن عباس کہتے ہیں جیسا کہ بی بی مریم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی اور جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام پیدا کیے گئے، اللہ ﷻ اس قسم سے پیدا کرنے یا ہونے سے پاک ہے۔اس آیت میں نصاری کا رد ہے جو کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا مانتے تھے۔اللہ ﷻ کے مثل کوئی نہیں ہے، یعنی اول وآخر بس اللہ ﷻ ایک ہی ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰، ص:۲۲۷)

اغراض:

ای المقصود فی الحوائج: یہ﴿الصمد﴾کے معنی میں مذکور اقوال میں سے ایک قول ہے جو کہ مشہور ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد وہ ذات اقدس ہے جس کا کوئی جوف (پیٹ) نہیں، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد وہ ذات باری ہے جو مخلوق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ذات جس کے اوپر کوئی نہیں ہو سکتا۔

لانتفاء مجانسته: بمعنی لظہورہ ہے، اس لئے کہ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے اور اللہ ﷻ جیسا کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ واجب ہے اور اس کے علاوہ اُس جیسا دوسرا ہونا ممکن ہی نہیں اور یہ بھی کہ بیٹا اپنے باپ کی مدد چاہتا ہے اور اس کے بعد اس کا نائب بنتا ہے اور اللہ ﷻ کے لئے یہ سب کچھ محال ہے اور اُسے فنا نہیں ہے۔**لانتفاء الحدوث عنه:** ہر پیدا ہونے والا جسم رکھتا ہے اور اُسے فنا بھی

ہوتی ہے جب کہ اللہ ﷻ کے لئے یہ سب محال ہے۔

ومماثلا: عطف تفسیری ہے، جاننا چاہیے کہ کفر شبیہ، نظیر اور مثیل سے عام ہے، پس ''المثل'' سے مراد وہ ہے جو تمام صفات میں شریک ہو، اور ''الشبیہ'' سے مراد وہ ہے جو غالب معاملات میں شریک ہو، اور ''النظیر'' سے مراد وہ ہے جو کم معاملات میں شریک ہو اور اللہ ﷻ تمام باتوں سے منزہ ہے۔

قدم علیه: ہونا یہ چاہیے کہ ظرف کو ''کفوا'' سے مؤخر کرتے لیکن نفی مکافات کی اہمیت کے پیش نظر مقدم لائے کیونکہ یہاں یہی مقصود تھا۔ لانه محط القصد بالنفی: اللہ ﷻ کی ذات سے مکافات کی نفی کا قصد کیا گیا ہے، پس اسی اعتبار سے (ماقبل میں ظرف کو مقدم کیا)، اور اس سورت میں آٹھ اصول کفر کی نفی کی گئی ہے: التر کیب، والعدد، النقص بمعنی الاحتیاج، والقلة بمعنی البساطة، والعلة، والمعلول، والشبیه، والنظیر۔ پس کثرت اور عدد کی نفی اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿قل هو الله احد﴾، نقص اور قلت کی نفی اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿الله الصمد﴾، علت ومعلول کی نفی اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿لم یلد ولم یولد﴾ اور شبیہ اور نظیر کی نفی اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿ولم یکن له کفوا احد﴾۔ (الصاوی، ج٦، ص ٣٥٤)

صلوا علی الحبیب: صلی الله تعالی علی محمد

سورۃ الفلق مکیۃ او مدنیۃ وھی خمس آیات

(سورۃ الفلق مکی یا مدنی ہے، جس میں پانچ آیتیں ہیں)

تعارف وفضائل سورۃ المعوذتین

☆......حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رات کو سید عالم ﷺ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ الاخلاص، الفلق اور الناس پڑھ کر اپنے جسم ظاہری پر جہاں جہاں ہاتھ پہنچ پاتا پھیرتے اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب فضل المعوذات، رقم: ۵۰۱۷، ص ۸۹۹)

☆......حضرت عقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی ہیں اور وہ سورۃ الفلق والناس ہیں"۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ المعوذتین، رقم: (۱۷۷۵)/ ۸۱٤، ص ۳۷۰)

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ سے عرض خدمت کی، یارسول اللہ ﷺ! میں سورۂ یوسف وھود کو پڑھوں؟ فرمایا: "اے عقبہ! تم سورۃ الفلق کو پڑھو، تم کوئی سورت نہیں پڑھو گے جو اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو، اگر تم کر سکتے ہو کہ تو اس کو مستقل پڑھتے رہو"۔ (المستدرک، رقم: ۳۹۸۸)

☆......حضرت عابس جُہنی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اے عابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ عزوجل سے پناہ طلب کرنے میں افضل ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، فرمایا: "معوذتین پڑھ لیا کرو"۔

(سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب ماجاء فی سورت المعوذتین، رقم: ۵٤٤۲، ص ۱۲۲٤)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ میں جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے، پس معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا"۔

(سنن الترمذی، کتاب الطب عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الرقبۃ بالمعوذتین، رقم: ۲۰٦۵، ص ٦۰۳)

☆......حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اُبی بن کعب سے پوچھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں رکھتے تھے؟، انہوں نے جواب دیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ سید عالم ﷺ نے مجھے مطلع کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا ہے، آپ سورۃ الفلق والناس پڑھیے، تو میں نے پڑھا، انہوں نے کہا کہ ہم وہی پڑھتے ہیں جو سید عالم ﷺ نے پڑھا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الفلق، رقم: ٤۹۷٦، ٤۹۷۷، ص ۸۹۳، ملخصاً موضحاً)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معوذتین کے قرآن ہونے میں جو اختلاف نقل کیا گیا ہے، اس سے بعض ملحدین نے اعجاز قرآن پر طعن کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر قرآن مجید کی بلاغت اپنے اعجاز پر پہنچی ہوئی ہوتی تو قرآن مجید اپنے غیر سے ممتاز ہوتا، اور یہ اختلاف بھی نہ ہوتا کہ فلاں قرآن سے ہے یا فلاں قرآن سے نہیں ہے، اور تم کو معلوم ہے کہ معوذتین کے قرآن ہونے پر اجماع ہے اور فقہائے اسلام نے کہا ہے کہ اب معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے اور شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ (روح المعانی، الجزء: ۳۰، ص ۷۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳۸

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قل اعوذ برب الفلق (۱)﴾ اَلصُّبْحِ ﴿من شر ما خلق (۲)﴾ مِنْ حَيَوَانٍ مُكَلَّفٍ وَغَيْرِ مُكَلَّفٍ وَجَمَادٍ كَالسَّمِّ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ﴿ومن شر غاسق اذا وقب (۳)﴾ اَیِ الَّیْلِ اِذَا اَظْلَمَ اَوِ الْقَمَرُ اِذَا غَابَ ﴿ومن شر النفثت﴾ اَلسَّوَاحِرِ تَنْفُثُ ﴿فی العقد (۴)﴾ اَلَّتِیْ تَعْقِدُهَا فِی الْخَیْطِ تَنْفُخُ فِیْهَا بِشَیْءٍ تَقُوْلُهُ مِنْ غَیْرِ رِیْقٍ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِیُّ مَعَهُ کَبَنَاتِ لَبِیْدِ الْمَذْکُوْرِ ﴿ومن شر حاسد اذا حسد (۵)﴾ اَظْهَرَ حَسَدَهُ وَعَمِلَ بِمُقْتَضَاهُ کَلَبِیْدِ الْمَذْکُوْرِ مِنَ الْیَهُوْدِ الْحَاسِدِیْنَ لِلنَّبِیِّ وَذِکْرُ الثَّلٰثَةِ الشَّامِلِ لَهَا مَا خَلَقَ بَعْدَهُ لِشِدَّةِ شَرِّهَا.

﴿ترجمہ﴾

(سورۂ فلق اور سورۂ ناس اس وقت نازل ہوئیں جب لبید نامی یہودی نے نبی پاک ﷺ پر جادو کردیا، کسی دھاگے میں گیارہ گرہیں لگائیں، پس اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو اس پر مطلع فرمایا اور اس مقام کی بھی خبر دی جہاں یہ سب کیا گیا تھا، پس یہ سب چیزیں سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی گئیں اور سید عالم ﷺ کو دونوں معوذتین کا حکم کیا گیا، جب سید عالم ﷺ نے ایک آیت پڑھی تو ایک گرہ کھل جاتی اور آپ کی طبیعت بھی سکون پاتی، پس جب ساری ہی گرہیں ایک ایک آیت کی تلاوت کرنے کے ساتھ کھلتی گئیں اور سید عالم ﷺ پرسکون انداز میں ہشاش بشاش اٹھ کھڑے ہوئے) تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا (الفلق بمعنی الصبح ہے،......۱......) اس کی سب مخلوق کے شر سے (حیوان مکلف وغیر مکلف، جمادات، زہر وغیرہ سے......۲......) اور اندھیری ڈالنے والی کے شر سے جب وہ ڈوبے (یعنی رات جب چھا جائے اور چاند جب غائب ہو جائے......۳......) اور پھونکنے والیوں کے شر سے (یعنی جادوگرنیوں کے شر سے جو پھونکتی ہیں) گرہوں میں (جو دھاگوں پر کچھ پڑھ کر بغیر تھوکے پھونکتی ہوں، زمخشری کہتے ہیں جیسے لبید مذکور کی لڑکیاں......۴......) اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (جس کا حسد......۵......ظاہر ہو جیسا کہ لبید مذکورہ بالا یہودی کا جو کہ سید عالم ﷺ کے حسد میں گرفتار تھا اور یہ تینوں چیزیں "ما خلق" کے خطاب میں داخل تھیں لیکن ان کے شدید شر ہونے کی وجہ سے دوبارہ بھی ذکر کیا گیا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد﴾

قل: قول، اعوذ: فعل بافاعل، برب الفلق: ظرف لغو اول، من: جار، شر: مضاف، ما خلق: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: جار، شر: مضاف، غاسق: اسم فاعل بافاعل، اذا: مضاف، وقب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، من: جار، شر: مضاف، النفثت فی العقد: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، من: جار، شر: مضاف، حاسد: اسم فاعل بافاعل، اذا: مضاف، حسد: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......قل اعوذ برب الفلق......☆لبید بن اعصم یہودی نے آقائے دو جہاں ﷺ پر جادو کیا تھا اور حضور ﷺ کے جسم مبارک اور

اعضائے ظاہرہ پراس کا اثر ہوا،قلبِ وعقل واعتقاد پرکچھ اثر نہ ہوا۔چند روز بعد جبرائیل امین آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا ہے۔اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنویں میں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے۔سید عالم ﷺ نے حضرت علی المرتضی کو بھیجا،انہوں نے کنویں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا،اس کے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی،اس میں سید عالم ﷺ کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلہ جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں،یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔اللہ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں،ان میں گیارہ آیتیں ہیں جن میں سے پانچ فلق میں،ہر ایک آیت پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھیں یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں،اور سید عالم ﷺ بالکل تندرست ہو گئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فلق کے معنی میں اقوال اور سید عالم ﷺ پر جادو کا اثر ہونا:

۱......مفسرین کرام کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں:(۱)......جہنم کے قید خانے کو فلق کہتے ہیں۔(۲)......ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جہنم کا کمرہ،جب اس کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو جہنم سانس لیتی ہے۔(۳)......حُبُلی ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔(۴)......کلبی کہتے ہیں کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔(۵)......عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جہنم کے درخت کا نام ہے۔(۶)......سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مراد جہنم کا کنواں ہے۔(۷)......جابر بن عبداللہ،حسن،سعید بن جبیر ،مجاہد،قتادہ اور ابن زید رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ الفلق بمعنی الصبح ہے۔(۸)......مراد حیوان میں پایا جانے والا رحم ہے۔(۹)......ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی دوسری کے ذریعے پائی جائے چہ جائے کہ حیوان سے پایا جانے والا رحم ہو یا صبح سے پائی جانے والی روشنی اور دانے سے پائے جانے والی گٹھلی یا (پھل) ہوں۔ (القرطبی، الجزء: ۳۰،ص ۲۳۶)

جہاں تک سید عالم ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کا تعلق ہے تو اس بارے میں جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ لبید بن اعصم یہودی نے آقائے دو جہاں ﷺ پر جادو کیا تھا اور اس دھاگے کو ذروان نامی کنویں کی تہہ میں کسی پتھر کے نیچے دبا دیا،سید عالم ﷺ بیمار ہو گئے اور تین دن آپ پر سخت گزرے،پھر اس کی وجہ سے معوذتین نازل ہوئی اور جبرائیل امین علیہ السلام نے مطلع کیا......الخ (ماقبل شان نزول میں ذکر ہو چکا)۔امام رازی کہتے ہیں کہ معتزلہ اس واقعہ کا صاف انکار کرتے ہیں جب کہ قاضی نے کہا کہ یہ روایت باطل ہے،یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿واللہ یعصمک من الناس اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے (المائدۃ:۶۷)﴾،﴿ولا یفلح السحر حیث اتی اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے (طٰہٰ:۶۹)﴾۔اس لئے سید عالم ﷺ کی ذات پر جادو کا اثر ہونے سے آپ کی نبوت پر طعن ہوتا ہے۔اور اگر یہ صحیح مان لیا جائے تو جادوگروں کا جادو تمام حضرات انبیائے کرام پر اثر انداز ہونا درست ماننا پڑے گا اور یہ تمام لوازمات باطل ہیں۔ہمارے اصحاب کی جانب سے جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ واقعہ درست ہے جب کہ معتزلہ کا ذکر بھی ماقبل گزر چکا ہے۔اور جہاں تک معتزلہ کا یہ قول ہے کہ کفار آپ ﷺ پر عیب لگاتے تھے کہ آپ ﷺ سحر زدہ ہیں،اور یہی صحیح ہے تو پھر کفار اپنے طعن میں سچے ہوئے؟ ہم کہتے ہیں کہ کفار مسحور بمعنی مجنون لیتے تھے اور جہاں تک جادو کی وجہ سے کسی قسم کا درد ہو جانا مراد لیا گیا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔چنانچہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شیطان،انسان اور جن کو آپ ﷺ پر مسلط یوں نہیں ہونے دے گا کہ وہ آپ ﷺ کے دین،شریعت اور نبوت میں کوئی ضرر پہنچا سکے اور جہاں تک آپ ﷺ کے بدن میں تکلیف پہنچانے کا معاملہ ہے تو وہ بعید نہیں سمجھا جاتا۔ (الرازی، ج ۱۱،ص ۳۶۸)

شریر مخلوق کے معنی میں اقوال مفسرین:

۲۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿من شر ما خلق اس کی سب مخلوق کے شر سے (الفلق:۲)﴾۔اس آیت کی تفسیر میں کچھ وجوہات ہیں: (۱)۔۔۔۔۔ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کسی شریر چیز کی تخلیق کا ارادہ نہیں فرمایا اور سورت مبارکہ جادو سے پناہ مانگنے کے ضمن میں نازل ہوئی ہے، اور یہ ابلیس اور اس کے چیلوں کی مذمت میں اختتام پذیر ہوئی ہے۔ (۲)۔۔۔۔۔شر سے مراد جہنم ہے، یعنی قل اعوذ برب جھنم یعنی میں جہنم اور اس کے شدائد سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)۔۔۔۔۔شر سے مراد موذی حیوانات جیسا کہ چیر پھاڑ کرنے والے درندے وغیرہ ہیں، ان سے پناہ مانگی گئی ہے اور اس کے تحت ہر جن وانس میں جو بھی اذیت دینے والا ہے اور اس کے افعال میں شرارت پائی جاتی ہے، اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ''مـــــا'' کے تحت جن وانس کو لیا جائے۔ (۴)۔۔۔۔۔اور ''ما'' سے امراض، بیماریاں، قحط، تکلیف دہ معاملات، آفات وغیرہ کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس لئے کہ اللہ عزوجل کی جانب شر کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۳۷۲)

اندھیری رات کے شر سے کیا مراد ہے؟

۳۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ومـن شـر غـاسـق اذا وقـب اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے (الفلق:۳)﴾۔اس بارے میں بھی مفسرین کرام کے اقوال مختلف ہیں: (۱)۔۔۔۔۔مراد تاریک رات کے داخل ہونے کا وقت ہے اور اسی سے پناہ بھی مانگی گئی ہے۔ (۲)۔۔۔۔۔محمد بن کعب کہتے ہیں کہ مراد غروب شمس کا وقت ہے جب رات نمودار ہو جاتی ہے۔ (۳)۔۔۔۔۔بعض کے نزدیک اس سے مراد ستارے ہیں یا ثریا ستارہ خاص مراد لیا گیا ہے۔ (۴)۔۔۔۔۔ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھاما پھر چاند کو ملاحظہ کرنے کا شرف بخشا، پھر فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں اس کے ڈھلنے کے وقت کی (جب اندھیرا چھا جائے)، اور جب یہ ڈھلتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے''۔ اور یہ الفاظ ابی کریب اور ابن وکیع کے ہیں اور ابن حمید کا کہنا ہے کہ سید عالم ﷺ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: ''تم جانتی ہو کہ یہ کیا ہے؟ اللہ عزوجل کی پناہ مانگو اس کے ڈوبنے کے وقت سے''۔ (الطبری، الجزء: ۳۰، ص ۴۲۸ وغیرہ)

پھونکنے کے جواز وعدم جواز اور حل:

۴۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ومن شر النفثت فی العقد اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں (الفلق:۴)﴾۔ کسی چیز کے جائز، ناجائز، حرام، حلال، مستحب ومباح ومکروہ ہونے کے الگ الگ طریقے قرآن، سنت، اجماع، قیاس کے اصول کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ کوئی فرد واحد اپنی مرضی سے حلال کو حرام، حرام کو حلال، جائز کو ناجائز و برعکس، مستحب ومباح کو حرام یا برعکس نہیں کہہ سکتا۔ فقہ اسلامی کا مسلم اصول ہے: ''فی اصل الاشیاء اباحۃ یعنی ہر چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہے''۔ کسی چیز کو حرام کہنے کے لئے دلیل چاہیے اور بغیر دلیل کے حلال کو حرام کہنا کسی دین دار، سمجھدار اور قابل اعتماد عالم دین یا مفتی اسلام کا کام نہیں ہو سکتا بلکہ جو ایسا کرے گا وہ شریعت کی رو سے قابل گرفت ہوگا۔ جادو کے کلمات جس میں بھجن پڑھے جاتے ہوں، حرام وکفریہ جملے تلفظ کئے جاتے ہوں، کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے گندے عملیات کئے جاتے ہوں، گندی چیزیں اور قابل مذمت حرکات وسکنات یا کسی بھی طریقے سے خلاف شرع افعال کے ذریعے لوگوں میں فساد کرانا، والدین اور بچوں میں لڑائی کرانا جیسا کہ عموماً خواتین ایسے افعال میں زیادہ ماہر ہوا کرتی ہیں کہ شوہر کو اس کی ماں، بھائی، بہن اور دیگر رشتے داروں سے الگ کرنے اور اپنی جانب، اپنے والدین اور رشتے داروں کی جانب مائل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہوئے دیکھی جاتی ہیں اور انہیں یہ خوف نہیں ہوتا کہ ہم کسی کو باہم لڑوا کر خود بھی سکون

نہیں پاسکتیں اور باہم جدائی کرانا، والدین اور بچوں میں پھوٹ ڈالنا یا ماں بیٹے کے مابین جو لوگ جدائی کراتے ہیں سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ ﷻ کے نزدیک یہ سب مذموم افعال ہیں اور ان کی شریعت مطہرہ میں مذمت آئی ہے۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر یا غلام کو اس کے آقا کی سرکشی پر ابھارا وہ ہم میں سے نہیں''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فیمن خبب مملوکا، رقم: ۵۱۷۰، ص ۹۶۳)

بھلائی کے ذریعے سے تعویزات کرنا، جس سے کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو اور ساتھ ہی قرآن وحدیث واقوال حسنہ کے ذریعے دم ودرود کرنا، جھاڑ پھونک کرنا جس میں شرعاً کوئی خلاف مذمت بات نہ پائی جاتی ہو تو یقیناً ایسا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اگر کار خیر کے لئے دو بچھڑے ہوؤں کو ملانے کے لئے تعویذات کا سہارا لیا ہے تو مستحسن بھی ہوگا اور اس عمل خیر کی شرع میں مخالفت نہیں بلکہ تحسین کی گئی ہے۔ ذیل میں دو احادیث پیش خدمت ہیں جس سے مسئلہ مزید واضح ہو جائے گا۔

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ کے اصحاب کسی سفر میں تھے کہ عرب کے کسی قبیلے میں پہنچے، انہوں نے قبیلے والوں سے کہا کہ ہماری مہمان نوازی کرو لیکن انہوں نے انکار کر دیا، قبیلے کے سردار کو کسی بچھو نے ڈس لیا، علاج کے لئے کئی جتن کئے مگر لا حاصل، یہی قبیلے والے جب اصحاب رسول کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر آپ میں سے کوئی ان کا علاج کر دے تو بہتر ہوگا، صحابہ میں سے ایک نے کہا: اللہ ﷻ کی قسم میں ضرور دم کرتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تو تم نے ہماری مہمانی نہ کی، لہذا دم کرنے پر معاوضہ ہوگا، پس انہوں نے بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی (تیس بکریوں پر صلح کر لی) اور وہ صحابی گئے اور سورت فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، جس سے وہ ٹھیک ہو گیا۔ اور صحابی بکریوں کا ریوڑ لے کر واپس آگئے، بعض صحابہ نے بکریوں کو تقسیم کرنے کا مشورہ دیا لیکن جس صحابی نے دم کیا تھا اس نے انکار کیا حتی کہ سید عالم ﷺ سے مشورہ ہو جائے کہ آیا دم کرنے کی اجرت لینا جائز بھی ہے یا نہیں، پس سید عالم ﷺ نے اس عمل کو جائز قرار دیا بلکہ فرمایا اس میں میرا حصہ بھی رکھنا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب: باب: النفث فی الرقیۃ، رقم: ۵۷۴۹، ص ۱۰۱۵ ملخصاً)

☆......حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رات کو سید عالم ﷺ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ الاخلاص، الفلق اور الناس پڑھ کر اپنے جسم ظاہری پر جہاں جہاں ہاتھ پہنچ پاتا پھیرتے اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے''۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، رقم: ۵۰۱۷، ص ۸۹۹)

حسد کی نحوست کا بیان:

۵......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ومن شر حاسد اذا حسد اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے (الفلق: ۵)﴾۔ حسد کرنا حرام ہے، اور ہر حال میں فسق (نافرمانی) ہے، جب کہ فاسق کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنا کہ وہ نعمت اس کے فساد اور مخلوق کو ایذاء دینے کا ذریعہ ہے اور یہ کہ اگر اس کی حالت درست ہوتی تو اس کی نعمت کے زوال کی تمنا نہ کی جاتی تو یہ ہرگز حرام نہیں کیونکہ اس کے زوال کی تمنا اس کے نعمت ہونے کے اعتبار سے نہیں کی جا رہی بلکہ اس کے آلۂ فساد اور ذریعہ ایذاء ہونے کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔ حسد ایک آفت ہے کہ اس میں اللہ ﷻ کے فیصلے پر ناراضگی پائی جاتی ہے کہ وہ کسی کو ایسی نعمت عطا فرمائے جس میں تمہارے لئے کسی نقصان کا پہلو نہ ہو، تب بھی تم اس سے حسد کرتے ہو نیز اس میں اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کرنا بھی پایا جاتا ہے۔ پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان تمسسکم حسنة تسوهم وان تصبکم سیئة یفرحوا بها تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں (ال عمران: ۱۲۰)﴾، ﴿ود کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم من بعد

ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بدلے کفر کی طرف پھر دیں اپنے دلوں کی جلن سے (البقرۃ:۱۰۹)﴾، ﴿ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ (النساء:۸۹)﴾، ﴿ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ ﷻ نے انہیں اپنے فضل سے دیا (النساء:۵٤)﴾۔

حسد کے علاج کے سلسلے میں نفع بخش عمل یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو اس بات کا پابند کرو کہ وہ محسود کے ساتھ اپنے حسد کے خلاف سلوک کرے، مثلاً مذمت کو مدح سے، اس کے سامنے تکبر کرنے کو تواضع اور عاجزی سے، اس پر سختی کرنے کو نرمی میں اضافہ کرنے سے بدل دے، اس طرح حسد کی بیماری کمزور ہو جائے گی اور جب تم حسد کے خلاف عمل میں اضافہ کرو گے تو تمہارے حسد میں کمی آ جائے گی یہاں تک کہ یہ بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔ اگر سمجھ پاؤ گے تو سلامتی پالو گے اور اس پر عمل کرو گے تو نفع پاؤ گے۔

اغراض:

مکیۃ او مدنیۃ: حسن، عطاء اور عکرمہ کے نزدیک مکی سورت ہے جب کہ ابن عباس، قتادہ، اور ایک جماعت کے نزدیک مدنی ہے اور یہی صحیح ہے اور اس کی تائید سبب نزول سے بھی ہوتی ہے۔ **نزلت ھذہ السورۃ والتی بعدھا:** صحابہ کے اجماع کے پیش نظر۔

لما سحر لبید: اس واقعہ کا ذکر ماقبل شان نزول میں پڑھ لیں۔ **کانما نشط من عقال:** گرہیں کھلنے سے سید عالم ﷺ ہشاش بشاش ہو گئے۔

اظھر حسدہ: حسد کو اس کے ظاہر ہونے پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ اگر ظاہر نہ ہو تو فقط حسد کرنے والے ہی کو نقصان ہوتا ہے۔

فاحضر بین یدیہ: روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ رات کو آرام فرما رہے تھے کہ دو فرشتے تشریف لائے، اُن میں سے ایک آپ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا اور دوسرا آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے پاس، پس جو فرشتہ آپ ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑا تھا اُس نے کلام کیا: ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پس دوسرے فرشتے نے جو کہ پاؤں اقدس کے پاس کھڑا تھا کہا: جادو ہوا ہے، پہلے نے پوچھا: کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن الاعصم یہودی نے، پہلے نے پوچھا کہاں ہے وہ سب کچھ......؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ذروان کے کنویں کے پاس، پس سید عالم ﷺ نے توجہ فرمائی اور حضرت علی، زبیر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیجا، پس یہ لوگ وہ دھاگہ لے آئے جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ **الصبح:** فلق کے معنی میں مفسرین کرام نے کئی نکات لکھے ہیں، ماقبل حاشیہ نمبر "۱" کا مطالعہ کیجئے، کیونکہ تقریباً یہی نکات ہم نے ماقبل لکھ دیئے ہیں۔ **وغیر ذلک:** آگ میں جلانے اور دریاؤں میں غرق کر کے عذاب دینے کا بیان کیا گیا ہے۔ **ای اللیل اذا اظلم:** اللیل کو غاسق اس لئے کہا کہ معہودات سے ہوتی ہے، ایک قول کے مطابق لبید کی بیٹیاں اور ایک قول کے مطابق لبید کی بہنیں مراد ہیں۔ **او القمر:** غاسق کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا کیونکہ جب چاند کو گرہن لگتا ہے تو اس کی روشنی چلی جاتی ہے یا جب مہینے کے آخر میں جب چاند چھپ جاتا ہے اور تاریکی ہو جاتی ہے۔

اذا غاب: یعنی چاند یا تو گرہن لگنے کی وجہ سے چھپ جائے یا کسی نقص کی وجہ سے مہینے کے آخر میں چھپ جائے۔ ایک قول کے مطابق ثریا ستارہ مراد لیا گیا ہے اور ایک قول سورج کے غروب ہو جانے کا بھی ہے۔ **السواحر:** محذوف موصوف کی صفت ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "النساء السواحر"، اور النساء کو الذکر پر فوقیت دی اس لئے کہ عورتوں کا جادو مردوں کے مقابلے میں زیادہ شدید ہوتا ہے۔ **تنفخ:** پھونکنے سے اور ہاتھ کے ساتھ مسح کر کے پھیرنے سے پہلے پہل سحر کی مشابہت کے باعث منع کیا گیا تھا، پھر بعد میں اجازت مرحمت فرمائی۔

(الصاوی، ج٦، ص ۳۵۷ وغیرہ)

سورة الناس مكية او مدنية وهى ست آيات

(سورۂ ناس مکی یا مدنی ہے جس میں چھ آیتیں ہیں)

رکوع نمبر: ۳۹

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قل اعوذ برب الناس (۱)﴾ خَالِقِهِمْ وَمَالِكِهِمْ خَصُّوا بِالذِّكْرِ تَشْرِيْفًا لَهُمْ وَمُنَاسَبَةً لِلْاِسْتِعَاذَةِ مِنْ شَرِّ الْمُوَسْوِسِ فِيْ صُدُوْرِهِمْ ﴿ملك الناس (۲) اله الناس (۳)﴾ بَدَلَانِ اَوْ صِفَتَانِ اَوْ عَطْفُ بَيَانٍ وَاَظْهَرَ الْمُضَافَ اِلَيْهِ فِيْهِمَا زِيَادَةً لِلْبَيَانِ ﴿من شر الوسواس﴾ الشَّيْطَانِ سُمِّيَ بِالْحَدَثِ لِكَثْرَةِ مُلَابَسَتِهِ لَهُ ﴿الخناس (۴)﴾ لِاَنَّهُ يَخْنُسُ وَيَتَاَخَّرُ عَنِ الْقَلْبِ كُلَّمَا ذَكَرَ اللّٰهَ ﴿الذى يوسوس فى صدور الناس (۵)﴾ قُلُوْبِهِمْ اِذَا غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴿من الجنة والناس (۶)﴾ بَيَانٌ لِلشَّيْطَانِ الْمُوَسْوِسِ اَنَّهُ جِنِّيٌّ وَاِنْسِيٌّ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اَوْمِنَ الْجِنَّةِ بَيَانٌ لَهُ وَالنَّاسِ عَطْفٌ عَلَى الْوَسْوَاسِ وَعَلٰى كُلٍّ يَشْمَلُ شَرَّ لَبِيْدٍ وَبَنَاتِهِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَاعْتُرِضَ الْاَوَّلُ بِاَنَّ النَّاسَ لَا يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِهِمُ النَّاسِ اِنَّمَا يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِهِمُ الْجِنُّ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ النَّاسَ يُوَسْوِسُوْنَ اَيْضًا بِمَعْنًى يَلِيْقُ بِهِمْ فِي الظَّاهِرِ ثُمَّ تَصِلُ وَسْوَسَتِهِمْ اِلَى الْقَلْبِ وَتَثْبُتُ فِيْهِ بِالطَّرِيْقِ الْمُؤَدِّيْ اِلٰى ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

﴿ترجمہ﴾

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب (تمام انسانوں کا خالق و مالک ہے، انسان کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ اس کے شرف و تکریم کا لحاظ رکھنا ہے اور دلوں میں وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے پناہ مانگنے کا لحاظ کرنے کی وجہ سے فرمایا) سب لوگوں کا بادشاہ سب لوگوں کا خدا (دونوں یا تو بدل ہیں یا صفت یا عطف بیان، اور ظاہر یہ ہے کہ مضاف الیہ کو بیان کی زیادتی کے لئے لائے ہیں، ......۱......) اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے (مراد شیطان ہے اور اسے حدث کے نام سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ کثرت سے وسوسے ڈالتا ہے) اور دبک رہے (اس لئے کہ جب انسان اللہ ﷻ کا ذکر کرتا ہے تو دبک جاتا ہے......۲......) وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں (لوگوں کے دلوں میں اللہ ﷻ کے ذکر سے دور کرنے کے لئے) جن اور آدمی (وسوسہ ڈالنے والوں کا بیان ہے کہ وہ انسان ہوں یا جن، جیسا کہ اللہ ﷻ کے فرمان میں شیطان انسان اور جن سے پناہ مانگی گئی ہے یا صرف جن سے پناہ مانگی گئی ہے اور الناس کا عطف الوسواس پر ہے اور یہ لبید یہودی اور اس کی لڑکیوں کو شامل ہے، چنانچہ پہلی صورت پر ایک اعتراض ہوتا ہے اور وہ تقریر یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کے دل میں وسوسہ نہیں ڈالتے بلکہ انسان کے دل میں جن وسوسہ ڈالتے ہیں، میں (مفسر جلال) اس کا جواب یہ دوں گا کہ انسان بھی وسوسہ ڈالتے ہیں وہ اس طرح کہ انسان ظاہری اعتبار سے حسب مناسب کوئی بات کرتے ہیں جو دوسرے کے دل میں وسوسہ بن کر جگہ پکڑ لیتی ہے اور اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے، ......۳......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذى يوسوس فى صدور الناس من الجنة والناس﴾

قل: قول، اعوذ: فعل بافاعل، ب: جار، رب الناس: موصوف، ملک الناس: صفت اول، الٰہ الناس: صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار، شر: مضاف، الوسواس: موصوف، الخناس: صفت اول، الذی: موصول، یوسوس فی صدور الناس: فعل بافاعل وظرف لغو، من الجنۃ والناس: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر صفت ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مخلوق میں انسان کو خاص کرنے کی وجوہ:

۱...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے سب لوگوں کا بادشاہ ہے سب لوگوں کا خدا ہے (الناس: ۱ تا ۳)﴾۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مخلوق کا رب ہے لیکن فقط "الناس" کی جانب اضافت فرمائی اس تخصیص کی کچھ وجوہات ہیں: (۱)...... انسانوں کے دلوں میں شرارت سے وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ اُن شریروں سے جو دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں اور یہ وسوسہ ڈالنے والے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق سے خارج نہیں، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے امور کا بھی مالک ہے اور ان کا بھی معبود ہے جیسا کہ کوئی غلام اپنے آقا کے ظلم سے بچنے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرتا ہے۔ (۲)...... عالم دنیا میں معزز ترین مخلوق انسان ہی ہے، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسی وجہ سے "الناس" فرمایا۔ (۳)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ سے شریروں کے شرور سے پناہ طلب کرنے والا انسان ہی ہے، گویا جب بندہ یہ سورت پڑھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگ رہا ہوتا ہے یارب! یا ملکی! یا الٰھی! ۔ عربی گرامر کا اصول ہے کہ عطف بیان مزید اظہار (وضاحت) کا محتاج ہوتا ہے، پس یہی تقریر انسان کے مزید شرف کا تقاضا کرتی ہے، اور انسان جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا اور اُس کو رب مان لیا، پھر اسے مالک مانا، پھر اُسے الٰہ مان لیا گویا یہاں انسان کا شرف بھی بیان ہو رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات بھی بیان ہو رہی ہیں، ورنہ تو انسان کی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں شریر ترین ذات ہوا کرتی ہے، لیکن یہی انسان جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کو رب ماننے، مالک جاننے اور الٰہ ہونے کا اقرار کرے تو قرآن تحسین فرماتا ہے۔ (الرازی، ج ۱۱، ص ۳۷۶ موضحاً)

من شر الوسواس الخناس کی توجیہات:

۲...... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿من شر الوسواس الخناس اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے (الناس: ۴)﴾۔ دل میں بات ڈالنے کو وسوسہ کہتے ہیں۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اس مقام پر چھپ کر وسوسہ ڈالنے والے سے مراد کون ہیں؟ ۔ ایک قول کے مطابق ابلیس چھپ کر وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہ مخفی آواز ہوتی ہے جس کا مفہوم انسان کے دل تک پہنچ جاتا ہے لیکن بظاہر آواز سنائی نہیں دیتی۔ شیطان کی عادت ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر انسان کے دل میں دو گھر ہوتے ہیں، ایک گھر میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسرے گھر میں شیطان رہتا ہے، پس جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا جاتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہیں کیا جاتا تو شیطان اپنی چونچ انسان کے دل میں رکھ دیتا ہے اور اس میں سے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ (المظھری، ج ۷، ص ۵۱۶)

انسان اور جن کے وسوسے ڈالنے کی توجیہات:

۳...... اللہ نے فرمایا: ﴿من الجنۃ والناس جن اور آدمی (الناس: ۶)﴾۔ اس کی چند وجوہات ہیں: (۱)...... چھپ کر وسوسہ ڈالنے والے یا تو جنات ہوتے ہیں یا انسان ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿شیطین الانس والجن آدمیوں اور جنوں میں کے

شیطان(الانعام:۱۱۲)﴾۔اور کبھی جنات کے شیطان وسوسہ ڈالتے ہیں اور کبھی انسان میں کے شیطان چھپ کر یہی کام کرتے ہیں اور اس کی پہچان خیر خواہ نیک و مشفق نفس کو ہوتی ہے، یہ نفس چھپ کر وسوسہ ڈالنے والے کو زجر کرتا ہے، اور آنے والے وسوسے کی جانب توجہ نہیں کرتا۔(۲)......مذکورہ بالا جملے سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ میں اپنے رب عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں اُن کے شر سے جو چھپ کر وسوسہ ڈالتے ہیں چہ جائے کہ جنات میں سے ہوں یا انسان میں سے ہوں، یہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل سے شیطان مردود کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے، پھر اسی طرح تمام جنات اور انسان سے پناہ مانگنا ہے۔ (الرازی، ج۱۱،ص ۳۷۷ وغیرہ)

امام قرطبی لکھتے ہیں: حسن کا قول ہے کہ مراد شیطان ہیں کیونکہ شیطان جن انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں اور جہاں تک انسان شیطان ہیں تو وہ اعلانیہ طور پر ورغلاتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں شیطان انسان اور شیطان جنات مراد ہیں اور دونوں ہی سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کیا انسان شیطان سے بھی اللہ کی پناہ مانگی جائے؟ تو فرمایا: ''کیا انسان کے شیطان ہوتے ہیں''؟، پھر فرمایا: ''جی ہوتے ہیں!! اور یہ آیت پڑھی: ﴿وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کیۓ ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان(الانعام:۱۱۲)﴾''۔مفسرین کی ایک جماعت نے یہاں الناس سے جنات مراد لئے ہیں اور جنات کو الناس ایسے ہی کہہ دیا جیسا کہ جنات کو ''رجالا'' کہہ دیا: ﴿وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے(الجن:٦)﴾۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ وسوسہ ڈالنے والے شیطان ہیں اور آیت میں ''من الجنۃ'' بیان ہے ''الجن'' سے اور ''الناس'' کا عطف ''الوسواس'' پر ہے۔ (القرطبی، الجزء:۳۰،ص ۲٤٤)

اغراض:

او مدنیۃ: اور یہی صحیح ہے کیونکہ سن سات ہجری میں نزول سحر سے متعلق واقعہ رونما ہوا جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔**ست آیات:** ماقبل سورت میں پانچ آیات تھیں، پس اس طرح کل ملا کر گیارہ آیات ہوگئیں اور گرہیں بھی گیارہ ہی تھیں۔**خصوا بالذکر:** کیونکہ اللہ عزوجل تمام مخلوق کا رب ہے اس لئے اس کا خاص ذکر کیا گیا ہے۔

تشریفا لہ: اللہ عزوجل نے انسان کے شرف کے لئے فرشتوں کو خادم بنایا(کہ انسان کے اعمال وافعال کی دیکھ بھال، مدد و نصرت کرتے ہیں)، اور زمین کا سب کچھ انسان کے حوالے کر دیا اور انسان کو عقل، علم اور مکلّف ہونے سے فضیلت عطا فرمائی اور اگر انسان اس وظیفے(معوذتین) پر کاربند رہے تو دنیا اور آخرت کی عزت پائے اور ایسا نہ کرے اور(اعمال کی بے احتیاطیوں میں پڑ جائے تو) اپنے مقام سے نیچے دھنستا چلا جائے اور جانوروں کی مثل ہونے لگے، پس اللہ عزوجل جس طرح انسان کا رب ہے دیگر مخلوق کا بھی رب ہے۔

ومناسبتہ للاستعاذۃ: اس جملے میں اللہ عزوجل کی پناہ چاہی گئی ہے، اُن کے شر سے جو انسانوں کو وسوسہ ڈالتے ہیں۔**زیادۃ للبیان:** ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ بار بار ''الناس'' کا ذکر کیا، ضمیر کیوں نہ ذکر کردی؟ جواب یہ ہے کہ انسان کے شرف، اس کی تعظیم اور شان کی بلندی کی وجہ سے اس کا بار بار ذکر کیا۔

لکثرۃ ملابستہ لہ: شیطان کا کام وسوسہ ڈالنا ہے، یہی وجہ ہے کہ نفس شیطان کا اطلاق وسوسے ڈالنے والے کی جانب کر دیا گیا اور اس کا اطلاق ہر اُس بُرے خیال پر بھی ہوتا ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے اور جاننا چاہیے کہ دل کے خطرات کی چار قسمیں ہوتی ہیں: رحمانی، مَلَکی، نفسی اور شیطانی۔

کلما ذکر اللہ: جب بھی بندہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو اُسے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور ذکرِ الٰہی سے بہت نفرت کرتا ہے یہی

وجہ ہے کہ مومن کا شیطان کمزور ہوتا ہے اور بعض سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ مومن شخص اپنے شیطان کو فنا کر دیتا ہے جیسا کہ انسان سفر کی حالت میں اپنی سواری کو فنا کر دیتا ہے۔

اذا غفلوا عن ذکر الله: اُن کے دل غافل ہوتے ہیں اگر چہ ان کی زبانیں اللہ ﷻ کی یاد کرتی ہوں، اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اُن کے دل وسوسے میں ہوتے ہیں اور دل کو اللہ ﷻ کی یاد ہی سے پھیرا جا سکتا ہے اور ذاکرین کے دلوں پر شیطان کا زور نہیں چلتا، اللہ نے فرمایا: ﴿ان عبادی لیس لک علیهم سلطان (الحجر: ٤٢)﴾ اور انسان غفلت میں پڑنے کی وجہ سے ذکر کو چھوڑتا ہے اور اس کا دل وسوسوں میں پڑتا ہے اور جو دل کثرت سے ذکر کرنے والا اور دائمی طور پر اللہ ﷻ کی عبادت کرنے والا ہو تو منور ہوتا ہے، عارفین کہتے ہیں: زبان سے ذکر زناد کے برتن کی طرح ہوتا ہے جتنی تکرار ہوتی ہے اُتنا فائدہ پہنچتا ہے۔

بیان للشیطان الموسوس: اس کا ذکر اس فرمان سے ملتا ہے: ﴿من شر الوسواس﴾، پس من بیانیہ یا تبعیضیہ ہے، پس بعض جن میں سے ہونگے اور بعض ناس (لوگوں) میں سے ہونگے۔ **کقولہ تعالی:** اور اس فرمان کی دلیل حدیث سے بھی ملتی ہے: ''شیطان جن اور انسان سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگو''۔ **والناس:** کا عطف الوسواس پر ہے، اور ﴿شر﴾ کا لفظ اس پر مسلط ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے پناہ چہ جائے کہ وہ جنوں سے ہوں یا انسانوں سے ہوں۔

یشمل: جس شر سے پناہ مانگی گئی ہے، مراد لبید نامی یہودی ہے۔ **المذکورین:** اس سورت میں مذکر یعنی لبید نامی یہودی کا ذکر پہلے ہے مونث یعنی اس کی بیٹیوں کا ذکر بعد میں، جب کہ سابقہ سورت میں ﴿نفثت﴾ کے تحت مونث کا ذکر پہلے کیا گیا تھا۔ **واعترض الاول:** سے وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا بیان کیا گیا ہے۔

لا یوسوس فی صدورهم الناس: جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے، اور مناسب یہی ہے جو کہ بعض نسخوں میں ہے کہ یہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ نہیں ڈالتے۔ **المؤدی:** مراد ثبوت کا دلوں تک پہنچانا ہے۔

واللہ اعلم: اس جملے کے ذریعے اتمام قرآن یا ختم قرآن کی جانب اشارہ ہے اور ختم قرآن کی جانب اشارہ کرنا بہتر ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز باقی نہ چھوڑی، پس اس کے بعد کسی چیز کی طلب کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسی پر عمل کرنا ضروری ہے اور شیطان اور حاسد سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگی جائے اس لئے کہ جب انسان پر اللہ ﷻ کی نعمت تمام ہوتی ہے تو انس و جن سے اس کا حسد ترقی پاتا ہے۔

(الصاوی، ج٦، ص ٣٥٩ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالی علی محمد

کتب تفسیر:

(۱) الخازن (علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۲۵ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۲) المظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۲۵ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۳) ابن کثیر (عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر) متوفی ۷۷۴ھ، مطبوعہ: دار الحدیث القاہرہ۔

(۴) الدر المنثور (علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۵) جلالین کلاں (علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام جلال الدین محلی)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔

(۶) المدارک (علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۱۰ھ، دار ابن دمشق۔

(۷) روح المعانی (علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

(۸) البیضاوی (قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر محمد الشیرازی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۹۱ھ، مطبوعہ: دار الرشید دمشق بیروت۔

(۹) البیضاوی حاشیہ شیخ زادہ (قاضی ناصر الدین......) ایضاً مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔

(۱۰) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، متوفی ۶۸ھ، قدیمی کتب خانہ۔

(۱۱) حاشیہ الجمل علی الجلالین (علامہ شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۰۴ھ، قدیمی کتب خانہ۔

(۱۲) الصاوی علی الجلالین (علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۲۳ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی۔

(۱۳) الرازی (امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین الرازی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۶ھ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت۔

(۱۴) خزائن العرفان (سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۳۶۷ھ، پاک کمپنی۔

(۱۵) کنز الایمان (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، پاک کمپنی۔

(۱۶) تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) مطبوعہ: فرید بک اسٹال۔

(۱۷) ضیاء القرآن (پیر کرم شاہ صاحب الاظہری)، مکتبہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

(۱۸) اعراب القرآن وبیانہ (محی الدین الدرویش) متوفی ۱۹۸۲ء، مطبوعہ: کمال الملک۔

(۱۹) جامع البیان (امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری) متوفی ۳۱۱ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی۔

(۲۰) الجامع الاحکام القرآن معروف تفسیر قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی) متوفی ۶۷۱ھ، دار الکتب العربی۔

(۲۱) روح البیان (امام اسماعیل حقی بروسوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳۷ھ، دار احیاء التراث العربی۔

(۲۲) تفسیر نعیمی (مفتی احمد یار خان نعیمی)، متوفی ۱۳۹۱ھ، مکتبہ اسلامیہ لاھور۔

(۲۳) الکشاف (محمود بن عمر زمخشری)، متوفی ۵۳۸ھ، دار احیاء التراث العربی۔

(۲۴) حاشیۃ الشہاب عنایۃ القاضی (علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی) متوفی ۱۰۶۹ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۲۵) تفسیر ابی بن حاتم، مکتبہ نزار المصطفی الباز۔

(۲۶) التفسیر المنیر، (ڈاکٹر وھبہ زحیلی)، ۱۴۱۲ھ، دار الفکر بیروت۔
(۲۷) معارف القرآن (مفتی محمد شفیع دیوبندی) متوفی ۱۳۹۶ھ، ادارہ معارف القرآن۔
(۲۸) النکت والعیون، (علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی)، متوفی ۴۵۰ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

کتب حدیث و شروح :

(۱) صحیح البخاری (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵۶ھ، دار السلام للنشر والتوزیع ریاض۔
(۲) الادب المفرد (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری) مطبوعہ: لال پور۔
(۳) صحیح مسلم (امام حافظ ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۶۱ھ، دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۴) سنن ابی داؤد (حافظ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۵ھ، مطبوعہ: دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۵) سنن نسائی (امام ابوعبداللہ احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ) متوفی ۳۰۳ھ، دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۶) سنن ابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۳ھ، مطبوعہ: معرف للنشر والتوزیع ریاض۔
(۷) جامع الترمذی (ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن ضحاک سلمی ترمذی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۹ھ، مطبوعہ: دار الفکر للطباعۃ۔
(۸) مسند امام احمد بن حنبل (امام احمد ابوعبداللہ شیبانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت۔
(۹) مشکوۃ المصابیح (امام محی السنہ علیہ الرحمۃ) متوفی ۵۱۶ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
(۱۰) مستدرک للحاکم (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حکم علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۰۵ھ مطبوعہ: مکتبہ نزار المصطفی الباز۔
(۱۱) شعب الایمان (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۲) الترغیب والترھیب (امام عبدالعظیم بن عبدالقوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۵۶ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۳) فتح الباری (امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۲ھ، قدیمی کتب خانہ۔
(۱۴) عمدۃ القاری (علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۵ھ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت۔
(۱۵) شرح صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) فرید بک اسٹال۔
(۱۶) ریاض الصالحین (ابی زکریا یحیی بن شرف نووی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۷۶ھ، مطبوعہ: دار الارقم۔
(۱۷) الموطا امام مالک (امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۷۹ھ، مطبوعہ: دار العصریہ بیروت۔
(۱۸) المعجم الاوسط (امام سلیمان بن احمد طبرانی)، متوفی ۳۶۰ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۹) فیض القدیر (علامہ عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۲۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۰) کنز العمال (علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری)، متوفی ۹۷۵ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۱) المسند الفردوس (امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی)، متوفی ۵۰۹ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۲) مجمع الزوائد (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی)، متوفی ۸۰۷ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۳) تحفۃ الطالب بہ معرفۃ احادیث مختصر ابن الحاطب، دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۶ھ۔

(۲۴) البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ، (امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۱۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵) نووی علی مسلم (علامہ یحیی بن شرف نووی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۷۶ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۲۶) سنن دارمی (امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۲۵۵ھ، قدیمی کتب خانہ۔
(۲۷) مصنف ابن ابی شیبہ (امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ)، متوفی ۲۳۵ھ، ادارۃ القرآن کراچی۔
(۲۸) المعجم الکبیر، (امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۶۰ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۲۹) مصنف عبد الرزاق، (امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۲۱۱ھ، توزیع المکتب الاسلامی۔
(۳۰) حلیۃ الاولیاء، (امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۳۰ھ، ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان۔
(۳۱) مسند ابی یعلی، (امام احمد بن علی المثنی التمیمی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۰۷ھ، دار الفکر بیروت۔
(۳۲) صحیح ابن حبان، (امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۵۴ھ، موسسۃ الرسالۃ۔
(۳۳) کشف الاستار عن زوائد البزار، (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۰۷ھ، موسسۃ الرسالۃ بیروت۔
(۳۴) المفہم شرح مسلم، (حافظ علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۵۶ھ، دار ابن کثیر بیروت۔
(۳۵) عارضۃ الاحوذی (علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۴۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

کتب لغت:

(۱) المفردات (علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۲ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔
(۲) التعریفات (علامہ علی بن محمد بن علی جرجانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۱۶ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۳) تاج العروس (علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی)، متوفی ۱۲۰۵ھ، مکتبہ مصر، دار الفکر بیروت۔
(۴) لسان العرب (علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی)، متوفی ۷۱۱ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۵) النہایۃ، (علامہ محمد بن اثیر الجزری)، متوفی ۶۰۶ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

کتب فقہ واصول فقہ وفتاواجات:

(۱) الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی (امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۹۳ھ، مکتبۃ البشری۔
(۲) القدوری مع توضیح الضروری (ابو الحسن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵ رجب المرجب ۴۲۸ھ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
(۳) نور الایضاح مع بذریعۃ النجاح (حسن بن عمار بن علی بن یوسف علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱ رمضان ۱۰۲۹ھ، مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی۔
(۴) کنز الدقائق مع کشاف الحقائق (ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۱۰ھ، مطبوعہ: مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
(۵) فتح القدیر شرح ھدایہ مع کفایہ (شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۸۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۶) نور الانوار مع قمر الاقمار (حافظ شیخ احمد بن ابو سعید المعروف بہ ملاجیون علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳۰ھ، مکتبۃ النعمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔
(۷) الفتاوی الرضویۃ (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۴۰ھ، رضاء فاؤنڈیشن لاھور۔
(۸) الھندیۃ (ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۱۶۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۹) ردالمحتار علی درمختار (علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۱۰) السراجیۃ (شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۰ھ، ضیاء القرآن۔
(۱۱) الجوھرۃ النیرۃ (علامہ ابوبکر علی بن حداد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۰۰ھ، مکتبہ حقانیہ ملتان۔
(۱۲) البدائع الصنائع (ابوبکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۸۷ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا۔
(۱۳) بحرالرائق شرح کنزالدقائق (علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۷۰ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی۔
(۱۴) غنیۃ المستملی (علامہ ابراہیم بن محمد حلبی)، متوفی ۹۵۶ھ، سہیل اکیڈمی لاھور۔
(۱۵) المنار (علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی)، متوفی ۷۱۰ھ، دارالمعرفۃ بیروت۔
(۱۶) الحاوی للفتاوی، (للامام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ لائل پور پاکستان۔
(۱۷) الرسائل الفقہیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔
(۱۸) فقہ الاسلامی والادلۃ، (ڈاکٹر وہبہ زحیلی)، دارالفکر بیروت۔
(۱۹) بہارشریعت، (مولانا امجد علی اعظمی) متوفی ۱۳۶۷ھ، مکتبۃ المدینہ۔
(۲۰) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، (عبدالرحمٰن الجزیری)، مرکز اہل السنۃ برکات رضا۔

کتب متفرقہ:

(۱) احیاء علوم الدین (ابوحامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ھ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
(۲) شرح العقائد مع میزان العقائد (علامہ سعدالدین تفتازانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۹۱ھ، قدیمی کتب خانہ۔
(۳) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ (الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۵۲ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۴) سبل الھدی والرشاد (الامام محمد بن یوسف الصالحی الشامی)، متوفی ۹۴۲ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۵) تاریخ الخلفاء مترجم (علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، قدیمی کتب خانہ، دارالارقم۔
(۶) حجۃ اللہ البالغۃ (شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ)، قدیمی کتب خانہ۔
(۷) فضیلۃ الشکر (ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۲۷ھ، دارالفکر دمشق۔
(۸) تاریخ دمشق لابن عساکر (امام ابن عساکر)، متوفی ۵۷۱ھ، داراحیاء التراث/ دارالفکر بیروت۔
(۹) حیات اعلیٰ حضرت (مولانا ظفرالدین قادری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۸۲ھ، مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۱۰) منہاج العابدین (ابوحامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۱) کتاب الاسماء والصفات (امام ابوحسن محمد بن احمد بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، داراحیاء التراث العربی۔
(۱۲) کتاب العظمۃ (امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف ابی الشیخ)، متوفی ۳۹۶ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۳) الیواقیت الجواھر (علامہ عبدالوھاب شعرانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۷۳ھ، داراحیاء التراث العربی۔
(۱۴) ذم الھوی (امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی)، متوفی ۵۹۷ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۵) العقد الفرید (ابوعمر احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلیسی)، متوفی ۳۲۷ھ، داراحیاء التراث العربی۔

(۱۶) البحر المحیط ( ) متوفی، دارالفکر بیروت۔

(۱۷) روض الریاحین (علامہ عبداللہ بن اسد یافعی)، متوفی ۷۶۸ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۱۸) الکبائر (امام ذہبی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۴۸ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۱۹،۲۰) البدایۃ والنہایۃ، قصص الانبیاء (حافظ ابن کثیر)، متوفی ۷۷۴ھ، دارالمعرفۃ بیروت، دارالکتب العلمیۃ۔

(۲۱) شرح فتوح الغیب (العارف الربانی شیخ عبدالقادر جیلانی، تقی الدین احمد بن تیمیہ)، موسسۃ الاشرف لاھور۔

(۲۲) تنبیہ الغافلین (الامام الشیخ نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی) متوفی ۳۷۳ھ، مرکز اھل سنت برکات رضا۔

(۲۳) الرسالۃ القشیریۃ (الامام ابی القاسم عبدالکریم ھوازن القشیری النیسابوری)، متوفی ۴۶۵ھ، المکتبۃ التوفیقیۃ۔

(۲۴) الفقہ الاکبر (امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۵۰ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۲۵) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۳۰ھ، دارالقلم حلب سوریا۔

(۲۶) نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض (شھاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۶۹ھ، مرکز اہلسنت برکات رضا۔

(۲۷) الخیالی علی شرح العقائد النسفیۃ (علامہ شمس الدین احمد بن موسی خیالی)، متوفی ۸۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ۔

(۲۸) المعتقد والمنتقد (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی)، متوفی ۱۳۴۰ھ۔

(۲۹) تہذیب التہذیب (ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۵۲ھ، دارالفکر بیروت۔

(۳۰) مقالات کاظمی (علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ)، برکاتی پبلی کیشنز۔

(۳۱) سیرت رسول عربی (نور محمد توکلی علیہ الرحمۃ)، فرید بک اسٹال۔

(۳۲) حفظ الایمان (مولانا اشرفعلی تھانوی)، مکتبہ تھانوی دفتر البقاء، مسافرخانہ بندر روڈ۔

(۳۳) تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل دھلوی)، مطبع علیمی ۱۳۵۲ھ۔

(۳۴) جاء الحق (مفتی احمد یار خان نعیمی) متوفی ۱۳۹۱ھ، ضیاء القرآن لاھور۔

(۳۵) التہذیب تاریخ ابن عساکر (ابوقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر)، متوفی ۵۷۱ھ، داراحیاء التراث العربی۔

(۳۶) الفردوس بماثور الخطاب ( )، دارالکتب العلمیۃ۔

(۳۷) منح الروض الازھر، ( ) مکتبۃ المدینۃ کراچی۔

(۳۸) موسوعۃ للامام ابن ابی دنیا (امام اسماعیل بن محمد بن ھادی)، متوفی ۱۳۳۱ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۳۹) دلائل النبوۃ (حافظ احمد بن الحسین البیہقی،) متوفی ۴۵۸ھ، دارالنفائس/ دارالکتب العلمیۃ۔

(۴۰) سنن الکبری، (امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی)، متوفی ۳۰۳ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۴۱) الزھد لابن المبارک، (امام عبداللہ بن مبارک مروزی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۸۱ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۴۲) الزھد للامام احمد، (امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۴۱ھ، دارالغد جدید۔

(۴۳) صفۃ الصفوۃ، (امام ابوالفرج ابن جوزی)، متوفی ۵۹۷ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۴۴) الکفایۃ علم الروایۃ، ()دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۵) ایھا الولد (امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ) متوفی ۵۰۵ھ، مکتبۃ المدینۃ۔
(۴۶) الطبقات الکبری لابن سعد، (محمد بن سعد بن منیع ہاشمی)، متوفی ۲۳۰ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔
(۴۷) سیرۃ النبویۃ، (حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر) متوفی ۷۷۴ھ، دار القلم العربی حرب سوریا۔
(۴۸) وفاء الوفاء، (علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی)، متوفی ۹۱۱ھ، دار النفائس ریاض۔
(۴۹) جذب القلوب، (شیخ عبد الحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ)، نوری بک ڈپو لاھور۔
(۵۰) کتاب التوابین، ()، دار الکتب العلمیۃ۔
(۵۱) شفاء السقام، ()، نوریہ رضویہ فیصل آباد۔
(۵۲) التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ توربشتی، ()، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ۔
(۵۳) شرح الصدور، (حافظ جلال الدین سیوطی شافعی) متوفی ۹۱۱ھ، مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۵۴) آب حیاب، ()، ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۱۳ھ۔
(۵۵) التمہید، (امام یوسف بن عبد اللہ محمد بن عبد البر) متوفی ۴۶۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۵۶) المدخل، (محمد بن محمد المشھور ابن الحاج) متوفی ۷۳۷ھ، دار الفکر بیروت۔
(۵۷) حجۃ اللہ علی العالمین، (علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۵۰ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا ہند۔
(۵۸) سیر اعلام النبلاء، (امام ذہبی) متوفی ۷۴۸ھ، دار الفکر بیروت۔
(۵۹) الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفی، ()، متوفی، مکتبہ فریدیہ، ڈرگ کالونی کراچی۔
(۶۰) المواھب اللدنیہ، (حافظ شہاب الدین عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۲۳ھ، المکتب الاسلامی، بیروت۔
(۶۱) اتحاف سادات المتقین، ()، متوفی، دار الفکر بیروت۔